ماہنامہ بینات کے لیے تحریر کردہ حضرت بنوری رحمہ اللہ کے اداریوں اور مضامین کا مجموعہ

بصائر و عبر

رشحات قلم

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ

حصہ اوّل

جمع و ترتیب

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ

مکتبہ بینات

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

پیش لفظ

الحمد لله وحدہٗ، والصلاۃ والسلام علی من لانبی بعدہٗ وعلی من تبع ھداہ وھدیہ، و بعد.

ہمارے شیخ، محدث العصر حضرت العلامہ مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس دارِ فانی سے رحلت فرمانے کے بعد راقم الحروف کا دل چاہا کہ اپنے محبوب شیخ کے آنکھوں سے اوجھل ہونے کے بعد بھی وہ پیاری ہستی، وہ نورانی چہرہ، وہ بابرکت شخصیت کسی نہ کسی بہانے سب کے سامنے موجود رہے۔ قارئین نے سنا ہوگا کہ "من أحب شیئًا اکثر ذکرہ" (جس کو کسی سے محبت ہوتی ہے اس کا تذکرہ کرتا ہی رہتا ہے)۔ یہ بھی ایک باعث تھا، اور ساتھ ہی یہ بھی کہ زندگی میں اپنے شیخ کی خدمت نہ کر سکے تو اب کچھ لیپا پوتی کر لیں۔ اس لئے مختلف جہات سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر اپنے ناقص انداز سے کام کرنے کا ارادہ کیا اور اب تک درج ذیل آثار شیخ ہدیۂ ناظرین ہو چکے ہیں:

① جامعة دیوبند الاسلامیة فی ضوء المقالات البنوریة (عربی)

② المقدمات البنوریة (عربی، فارسی، اردو)

③ القصائد البنوریة (عربی)

④ محربات بنوریة (اردو)

یہ چاروں کتابیں چھپ چکی ہیں اور اب خدا کے فضل سے "بصائر و عبر" پیش خدمت ہیں۔ کئی سال قبل حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کردہ ماہنامہ بینات کے اداریے الگ کئے تھے اور انہیں اپنی سمجھ کے مطابق تین ابواب میں تقسیم کر دیا تھا۔

① مقالات علمیہ۔ ② حالات حاضرہ۔ ③ وفیات۔

مقالات علمیہ میں ان اداریوں کو لیا گیا ہے جس میں علمی مواد غالب تھا، اسی طرح حالات حاضرہ میں ان مضامین کو رکھا گیا ہے جن میں حالات حاضرہ سے متعلق مواد کا حصہ وافر تھا۔ اگرچہ وہ بھی حقیقت میں علمی

مقالات ہی ہیں۔ لیکن چونکہ ان میں حالات حاضرہ کا رنگ اچھا خاصا ہے اس لئے اس ذیل میں ذکر کیا گیا ہے۔ ورنہ سب ہی مقالات علمی شاہکار، اولی یادگار اور حساس دل نے ترجمان اور مفکر ملت کی شخصیت پر روشنی کی صحیح والہانہ کرنے والے ہیں۔

وفیات میں ان حضرات کو رکھا گیا ہے جن میں دنیا سے رحلت کرنے اس شخص ممتاز و اہم شخصیات پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تاثرات تحریر فرمائے تھے۔

اداریوں میں کچھ دوسرے مضامین بھی شامل ہیں جو پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ علمی مقام و افادیت کے خاطر اضافہ میں شامل کرلیا گیا۔ عنوانات بندہ کی تراشیدہ ہے کے مطابق ہیں۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ کسی جگہ کا عنوان ہونا چاہئے وہ نہ لگ سکا ہو۔ ایسی صورت میں تنبیہ فرما کر اس کو حل کریں۔ آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ تعالیٰ درست کرلیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ یہ مجموعہ آج سے غالباً تین سال قبل مرتب ہو چکا تھا۔ کتابت بھی ہو چکی تھی لیکن طباعت نہ ہوسکی اب یہ مرحلہ بھی آگیا۔ اللہ تعالیٰ ہی کا احسان ہے اس کی توفیق پر بھی اور اعانت پر بھی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے برادرم مولانا محمد عطاء الرحمن صاحب کو جنہوں نے حسب معمول اس کام میں بھی ہاتھ بٹایا اور برادرم مولانا حسن الرحمن صاحب اور برادرم مولانا فیض الرحمن صاحب کو بھی جنہوں نے اس کی تصحیح میں حصہ لیا اور ان سب حضرات کو بھی جنہوں نے اس سلسلہ میں کسی بھی طرح کی اعانت کی ہو۔ مکتبہ دعوت کو یہ خوش نصیبی ہے کہ اسے اس کتاب کے طبع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے تمام مجموعوں کو محض اپنی رضا و قرب کا ذریعہ بنانے اور قبولیت سے نوازے اور توفیق بخشے۔ انہ علی کل شیء قدیر و بالاجابۃ جدیر۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

کتبہ

محمد حبیب اللہ مختار

۲۸-۶-۱۴۰۸ھ

۱۷-۲-۱۹۸۸ء

فہرست مضامین

پیش لفظ ۵
فہرست مضامین ۷
باب اول: علمی مذاکرات ۱۵
دین اسلام اور اس کی جامعیت ۱۵
دارالافتاء ودارالقضاء ۱۶
تفقہ فی الدین اور منصب افتاء ۱۷
جدید مسائل اور ان کے حل کیلئے مجلس کا قیام ۱۸
دارالتحقیقات اسلامی کی فتویٰ بازی ۱۸
اسلام کیا ہے؟ ۱۹
لغت میں اسلام کے معنی ۲۱
انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ۲۲
علماء کا فرض منصبی ۲۴
دین اسلام کیا ہے؟ ۲۵
دین اسلام سے دوری کے نتائج ۲۵
اسلامی مشاورتی کونسل اور اسکے ارکان ۲۶
عائلی قوانین ۲۶
افراد کی قوت اور عددی اکثریت کے فوائد ۲۷
صدر ایوب کے بارے میں ایک
افواہ اور اس کی وضاحت ۲۸
راسخ العقیدہ سنی مسلمان کون ہیں؟ ۲۹
دین اسلام کی امتیازی خصوصیات ۳۱
جدید تہذیب کی برکات ۳۲
اسلام دین رحمت ہے ۳۴
اسلام جانوروں پر بھی رحم کرنے کی تعلیم دیتا ہے ۳۴
اسلام کا قانون رحمت وعدل ۳۵
اسلامی غزوات پر اعتراض کرنے والوں
کے روح فرسا کارنامے ۳۵
اسلام کا دستور ۳۷
تفسیر جواہر القرآن پر تبصرہ ۳۸
اسلام اور اس سے صحیح فائدہ اٹھانے کا راستہ ۴۱
اسلامی حکومت کا سربراہ کون ۴۲
اسلامی ممالک کی امتیازی خصوصیت ۴۳
امت محمدیہ اور اسلام ۴۴
دین زکی کی تاریخ ۴۴
کوفہ کی علمی اور دینی حیثیت ۴۵
امام ابوحنیفہؒ اور ان کی خصوصیات ۴۸
امام ابوحنیفہ اور شرعی مسائل ۵۰
اسلام دین کامل ہے اور اس میں
کسی بھی ازم کی گنجائش نہیں ۵۱
علماء کی ذمہ داری اور ان کے فرائض ۵۳
عوام کے فرائض وذمہ داریاں ۵۴
تمدن دین کا مطلب اور اس کے معانی ۵۶
اسلامی سوشلزم کا نعرہ ۵۷
رحمت الٰہی کا ایک نسخہ (شعر) ۵۸

اسلامی حکومت اور اس کے اساسی قوانین ۵۸
اسلام کیا ہے؟ ۵۹
اسلامی حکومت کسے کہتے ہیں؟ ۵۹
اسلامی حکومت کا دستوری ڈھانچہ ۶۱
مسلمان حکمران کے شرائط ۶۲
دینی مدارس اور ان کے ثمرات و اثرات ۶۳
ارباب اقتدار کے کارہائے انتخاب کرنے
کی ایک مثال ۶۴
اسلامی آئین اور آئین پاکستان ۶۵
اسلامی آئین کسے کہتے ہیں؟ ۶۶
سیاسی کا فرض اولیں ۶۱
اسلامی سوشلزم ۶۷
مساوات محمدی ۶۷
مسودہ دستور پاکستان اور ارباب علم و فکر
کی تجاویز ات و ترامیم ۶۸
تجاویز و ترمیمات ۶۹
تحدید ملکیت اور حکومت کا کسی دوسرے کی ملکیت پر
زبردستی قبضہ کرنا ۷۱
دین اسلام سے مسلمانوں کی روگردانی ۷۳
دین اسلام سے ارتداد اور اس کی سزا ۷۵
آزادی اور اس کا مقصد ۷۶
غیر اللہ کو حاجت روا و مشکل کشا سمجھنے کی سزا ۷۷
امت محمدیہ اور فتنے ۸۲
مسلمان کسے کہتے ہیں؟ ۸۴
امت مرحومہ اور فتنے ۸۶
فتنوں کی قسمیں ۸۶
فتنے ۸۷
علمی فتنے ۸۷
فتنوں کا آغاز ۸۸
مجلس دعوت اصلاح کا قیام ۸۹
علماء کے اجتماع میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
کی افتتاحی تقریر ۹۱
مجلس دعوت و اصلاح کے مقاصد ۹۲
مقاصد تشریح ۹۲
توحید الٰہ ۹۳
طریق کار ۹۵
فتنے اور امت محمدیہ ۹۵
علماء مصلحین اور ان کے فتنے ۹۷
مصلحت اندیشی کا فتنہ ۹۹
ہر اچھی چیز کی نقالی کا فتنہ ۹۹
اپنی رائے پر جمود و اصرار ۹۹
سوء ظن کا فتنہ ۹۹
سوء فہم کا فتنہ ۹۹
بہتان طرازی کا فتنہ ۱۰۰
جذبہ انتقام کا فتنہ ۱۰۰
حسب شہرت کا فتنہ ۱۰۰
خطابت یا تحریر کا فتنہ ۱۰۰
دعوت (پروپیگنڈا) کا فتنہ ۱۰۰
مجلس سازی کا فتنہ ۱۰۰
عصبیت جاہلیت کا فتنہ ۱۰۰
حب جاہ کا فتنہ ۱۰۲
فتنے اور ان سے بچاؤ کا راستہ ۱۰۲

اول شوریٰ بیت ۱۰۵
دوم اعتدال ۱۰۶
سوم حکایات و شکایات سے احتراز ۱۰۶
چہارم اکرام و احترام ۱۰۷
استخارہ کرنا ۱۰۷
فتنوں کا اصل علاج ۱۰۸
مادیت کا فتنہ اور اس کا علاج ۱۱۰
عجیب متضاد طرز عمل ۱۱۲
انسانی مشکلات کا حل صرف اسلام اور
اسلامی نظام ہے ۱۱۳
قابل تقلید مثال ۱۱۳
سب سے بڑا فتنہ حب دنیا ۱۱۴
خدا فراموشی کا نتیجہ ۱۱۵
قرآن کریم دین و دنیا کی کامرانیوں کا کفیل ہے ۱۱۷
امت محمدیہ اور قرآن کریم ۱۱۹
مکتوب بنام صدر اور ارکین انجمن اشاعت حفظ
قرآن عظیم مکہ مکرمہ ۱۲۰
اسلام میں سنت اور حدیث کا مقام ۱۲۴
منبع وحی ۱۲۵
تعلیمات انبیاء ۱۲۶
دین کا منبع اور مدار ۱۲۶
مستشرقین اور اعداء اسلام کی قرآن کریم میں
معنوی تحریف کی کوشش ۱۲۸
تاریخ فتنہ انکار حدیث ۱۲۸
قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ ۱۲۹
فرق باطلہ اور حدیث ۱۳۰
سنت و حدیث پر مطبوعہ کتابیں ۱۳۱
منصب نبوت کی اجمالی تشریح ۱۳۳
نبوت کی حقیقت ۱۳۳
نبی رسول یا پیغمبر ۱۳۵
رسالت ۱۳۶
منصب نبوت و رسالت ۱۳۷
نبی ہر نقص و کوتاہی سے پاک تر ہوتا ہے ۱۳۸
نبی کریم ﷺ کے خصائص و اوصاف ۱۳۸
نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی ۱۴۱
عصمت انبیاء و حرمت صحابہ ۱۴۷
حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ۱۶۳
محولہ بالا طویل مکتوب کے چند اقتباسات ۱۶۴
صحابہ کرام کا جذبہ ایمانی ۱۶۶
صحابہ کرام کا محاسبہ نفس ۱۶۸
صحابہ کرام کامل ایمان و مدار تقویٰ پر فائز تھے ۱۶۹
اصحاب صفہ ۱۷۱
علوم دین حاصل کرنے کا مقصد ۱۷۳
علماء کے مناصب ۱۷۴
اصل مشکل کا حل ۱۷۵
اہل اللہ اور کشف و الہام ۱۷۶
مسلمانوں کا عروج و زوال ۱۷۷
مسلمانوں کے زوال کا سبب ۱۷۹
قہر الٰہی سے بچنے کا راستہ ۱۷۹
امت کی نجات اور عذاب سے چھٹکارے کی تدبیر ۱۸۰
اللہ کے دربار میں عجز و انکساری سے دعا
کی ضرورت ہے ۱۸۴

خواص اور تشریح ہیت ۱۸۵

کسی جماعت سے اتحاد کے لئے ثبوت ۱۸۶

قول وفعل کا تضاد اور اس کا حکم ۱۸۷

نفاق کی تین صورتیں ۱۸۹

پاکستان کیوں حاصل کیا گیا اور اب تک کیا ہوا ۱۹۲

فسق وفجور اور اس کا نتائج کے اثرات ۱۹۵

پاکستان اور مرزائی دعوت ۱۹۶

اسلام میں عبادت کی تکمیل نماز سے ہوتی ہے ۱۹۷

شہید اور شہادت کے فضائل ۲۰۲

شہید کے کہتے ہیں؟ ۲۰۳

مسلمانوں کی ذلت اور رسوائی کے اسباب ۲۰۵

علم کے اقسام اور ان کے حصول کا طریقہ ۲۰۸

اللہ تعالیٰ عقل وقوت اختراع نہ دیتا ۲۰۹

اہل بیت اطہار کا فرض اولین ۲۱۰

قانون الٰہی اور مذہب ہندو کی خصوصیت ۲۱۱

مذہب ہندو پر تبصرہ ۲۱۳

ہندو اپنے ہندو حکومت میں کیا کریں گے ۲۱۵

ہندو اور مسلمان ۲۱۶

ہندو اور اسلامی حکومت کے برکات وثمرات ۲۱۵

ہندو اور مسلمان کے خلاف پروپیگنڈہ ۲۱۶

ہندو اور مسلمان کے خلاف پروپیگنڈہ ۲۱۷

ہندو سے ملنے سے پہلے ہدایات ۲۱۸

ہندو اور ہندو حکومت کا انجام ۲۱۹

ہندو اور ہندو حکومت کا فائدہ ۲۲۰

پاکستان سے مذاکرات کے لئے نمائندے کی ضرورت ۲۲۱

ہندو کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق ۲۲۳

ہندو سے کہ میں مسلمانوں کے خلاف اکھنڈ بھارت کے عزائم ۲۲۴

حکومت ہندو کی اقلیت کے ساتھ سلوک ۲۲۷

ہندو پر تبصرہ مرزائیت کا تعارف ۲۲۹

ہندو پر تبصرہ کی ضرورت کیوں ۲۳۰

ہندو پر تبصرہ اور اس کے چند مہلک نتائج ۲۳۱

نئی نسل کے خطرناک رجحانات اور اس کا سبب ۲۳۲

ایک پرفریب دعوت اور اس کا تجزیہ ۲۳۲

پردہ عورت کا اسلامی حکم ہے ۲۳۳

اسلام میں عورت کا پیشہ کیا ہے ۲۳۵

تعلیم یافتہ بے روزگار نوجوانوں کے مسائل کا حل ۲۳۷

مرد اور عورت کی تعلیم میں فرق ۲۳۵

عورت کی قسمیں اور ان کا حکم ۲۳۶

اسلامی علم کیا ہے؟ ۲۳۸

مرد اور عورت کا تعاون کی ضرورت ۲۳۸

عورت اپنے اور قوم کے مجاہد کی تربیت کیسے کرے

عورت کا فرض ہے ۲۳۹

دنیا کی زبوں حالی ۲۴۰

دنیا کی زبوں حالی کی وجہ ۲۴۳

علماء دین کی صحبت کے لئے عورت کی روانگی کا طریقہ ۲۴۵

منصب افتاء اور اس کا تقاضا ۲۴۹

منصب افتاء کا اسلامی نمونہ ۲۵۹

حضرت شاہ عبدالعزیز کے پوتوں کی

نجیب الطرفی کی تحقیق ۲۵۰

جدید وقدیم مسائل اور پندرہ اصول ۲۵۲

علماء دیوبند کے لئے لمحہ فکریہ ۲۵۶

عصر حاضر کا اہم اور قدیم فتنہ اور اس کی

روشنی میں جدید مسائل وحل ۲۵۷

اہل علم واہل قلم حضرات کا فریضہ ۲۶۰
تصویر سازی اور اسلام ۲۶۱
تصویر اور فوٹو ایک دبائی فتنہ ۲۶۳
تصویر سازی کی حرمت پر امت کا اتفاق ہے ۲۶۴
اسلامی سلطنت کو کیا کرنا چاہئے؟ ۲۶۵
تصویر اور اسلام ۲۶۶
تصویر کے معاملے میں شریعت محمدیہ
کی سختی کی وجہ ۲۶۷
تصویر اور اس کے گندے اور فتنہ انگیز نتائج ۲۶۷
کسی معاشرے میں بے حیائی کا سر اٹھانا اس کے زوال
سے اسلامی روح نکلنے کی علامت ہے ۲۶۸
فوٹو اور تصویر کی حرمت ۲۷۲
مسلمانوں اور عالم اسلام کی غلامانہ ذہنیت ۲۷۳
اقوام متحدہ اور عالم اسلام ۲۷۶
عالم اسلام اور مسلم سربراہوں کو کس پر
اعتماد کرنا چاہئے؟ ۲۷۷
اصلی وحقیقی ایمان ویقین ۲۷۸
عالم اسلام کی کمزوری کا سبب ۲۷۸
محبت رسول ﷺ کا تقاضا ۲۷۹
غیر مسلموں کی نقالی اور مسلمان ۲۸۰
تصویر سازی اور اسلام ۲۸۱
وزارت اسلامی امور پاکستان اور علماء ۲۸۴
حج بیت اللہ ۲۸۵
عشق ومحبت کا سفر ۲۸۶
سفر عشق میں امتحان ۲۸۸
حجاج کے لئے چند ضروری ہدایات ۲۸۹
اعضاء انسانی کی تبدیلی ۲۹۱
حضرت مولانا بنوری اور جمعیۃ علمائے اسلام ۲۹۳
استخارہ اور اس کا مسنون طریقہ ۲۹۵
جدہ سے احرام باندھنے کا حکم ۲۹۶
عائلی قوانین ۲۹۷
نزول مسیح کا عقیدہ اسلامی اصول کی روشنی میں ۲۹۸
نزول مسیح اور قرآن کریم ۳۰۸
نزول عیسیٰ کے بارے میں تواتر حدیث ۳۱۰
نزول مسیح اور اجماع امت ۳۱۵
خلاصہ بحث ۳۱۸
عقیدہ ختم نبوت ۳۲۰
قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ پودا ۳۲۱
قادیانیت کے خلاف علامہ کشمیری کا جہاد ۳۲۱
هدية المهديين فی آية خاتم النبيين ۳۲۴
دین اسلام کا سب سے بڑا شعار ختم نبوت ۳۲۵
اسلام کے خلاف برطانوی سازش ۳۲۶
تخلیق کائنات کا مقصد ۳۲۷
پاکستان کا مقصد ۳۲۸
تاسیس پاکستان کا اصل مقصد ۳۲۹
قادیانیوں کے بارے میں عدالت کے فیصلے ۳۲۹
فیصلہ "چیمس آباد" کے اہم نکات ۳۳۰
نکتہ اول: مسلمان کسے کہتے ہیں؟ ۳۳۰
نکتہ دوم: مسلمان اور غیر مسلم کے
لئے لائحہ عمل ۳۳۲
نکتہ سوم: قادیانی کافر مرتد ہیں
اسکے وجود کا سبب ۳۳۴

کتب چہارم و تقدیر یہود کو ایک مغالطہ ۳۳۸

حکومت قرار دینے کا مطالبہ ۳۳۸

کتب پنجم و تقدیر یہود کو فیصلہ کن قرار پانے کے دلائل ۳۴۰

تسخیر کائنات اور اسلام ۳۴۱

دین اسلام کیا ہے؟ ۳۴۳

قرآن کریم کیا ہے؟ ۳۴۳

تسخیر کے معنی ۳۴۹

نظام کائنات میں انسان کی پرواز ۳۵۰

قدرت الٰہی اور انسانی قوت کے دائرے ۳۵۰

تسخیر کائنات کا مطالب ۳۵۱

عقل انسانی قدرت خداوندی کی حیرت انگیز تحقیق ۳۵۱

ہیئت افلاک اور سیارات کے بارے میں

سائنسی تحقیق ۳۵۲

انسان کا چاند پر پہنچنا ۳۵۳

تسخیر قمر و تسخیر کائنات ۳۵۵

چاند، سورج اور آسمان ۳۵۶

آسمان اور افلاک میں فرق ۳۵۱

سائنس کا رخ انبیاء کے معجزات سمجھنے کی طرف ہے ۳۵۷

اصلی تسخیر کائنات ۳۵۸

حدیث افتراق امت ۳۶۰

علماء امت کی جماعت اور حدیث افتراق ۳۶۲

محمد بن فلیح اور آبادی اور حدیث افتراق امت ۳۶۳

حدیث افتراق امت ۳۶۲

حدیث افتراق امت کے رواۃ اور انکے الفاظ ۳۶۵

حدیث بدأ الاسلام غریبا کی تشریح ۳۷۳

"غربت" کے معنی ۳۷۳

مسلمان ملکتوں میں اسلام کی غربت ۳۷۴

اسلام کے ساتھ شر آگیا اور مخلوط خیر صورتحال ۳۷۴

عملی اسلام کی مخالفت کیسے خوش نصیب افراد کا وجود ۳۷۶

حکومتوں کی اصلاح کے لیے صحیح راستہ ۳۷۲

حدیث "الکمال من حق" کی تحقیق ۳۷۸

عدل و انصاف کی اہمیت ۳۸۰

نظام عالم اور عدل و انصاف ۳۸۲

قوموں اور ملکوں کے تباہی کے اسباب ۳۸۲

حکومت کی بقا کیلئے عدل و انصاف ضروری ہے ۳۸۳

مسلمان قوم سے اسلام کی روح نکلنے کا نتیجہ ۳۸۴

دنیا و آخرت ۳۸۵

نبی کسے کہتے ہیں؟ ۳۸۶

زمین کی حقیقت ۳۸۸

قدرت خداوندی کے مظاہر ۳۸۹

چاند اور ہمارے سیارے ۳۸۹

موجودہ سائنسی تگ و دو کی کائنات پر اطلاع ہونے

کا ایک راستہ ۳۹۰

دنیا کی بے حقیقتی اور بے ثباتی ۳۹۱

قرآن کریم کا اعجاز اور اسکی فصاحت و بلاغت ۳۹۲

انسانی زندگی کے چار دور ۳۹۳

بچپن کی ابتدائی پرورش اور اسکے قدرتی تقاضے ۳۹۴

انسانی زندگی کے تدریجی مراحل ۳۹۴

مال و اولاد میں تفاخر ۳۹۵

انسانی زندگی کی ایک مشاہد مثال ۳۹۶

نظام قدرت کے سامنے انسانی نفس کی حیرانی ۳۹۷

دنیا پیدا کرنے کا مقصد اور آخرت کی ابدیت

زندگی اور بے شمار نعمتیں ۳۹۸
جنت اور اخروی نعمتوں کا مستحق کون ہے؟ ۳۹۹
جنت کی وسعت اور بلندی ۴۰۰
اخروی ابدی زندگی کے حصول کا طریقہ ۴۰۱
بے دینی کے سیلاب کو روکنے کے لئے سب کو مل کر
کوشش کرنا چاہئے ۴۰۲
ہمارا دینی فرض ۴۰۳
عالمگیر فتنوں کے مقابلے کے لئے تبلیغ
جماعت کا وجود ۴۰۳
تبلیغ دین اور دعوت اللہ ۴۰۵
تبلیغی جماعت اور اسکے شاندار اثرات ۴۰۶
لندن میں بین الاقوامی تبلیغی اجتماع ۴۰۷
تبلیغ دین اور دینی مدارس ۴۰۹
دنیا اور اس کی بے ثباتی ۴۱۱
علماء اور ان کا فریضہ ۴۱۳
رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ ۴۱۵
ولی کامل بنانے کا آسمانی نسخہ ۴۱۷
تقویٰ حاصل کرنے کا ذریعہ ۴۱۷
مجاہدہ نفس اور روزہ ۴۲۰
دینی تربیت اور ماہ رمضان ۴۲۱
قومیت اور اس کے روح فرسا نتائج ۴۲۲
اسلامی اخوت ۴۲۳
مسلمانوں کی جان کی اہمیت (قتل مسلم پر وعیدیں) ۴۲۶
تقویٰ اور اس کی اہمیت ۴۲۹
نعمت ایمان ۴۳۴
عادو ثمود ۴۳۵
اجتہاد ۴۳۹
اسلامی قوانین میں اجتہاد و تعمل کا مقام اور جدید مسائل
میں اجتہاد کا طریقہ کار ۴۴۰
حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کا تحریری بیان جو آپ نے
مجمع البحوث الاسلامیہ ازہر کی تیسری کانفرنس
میں پیش کیا ۴۶۲
افادات حمادیہ ۴۶۶
فائدہ: اولئك الذين انعم الله عليهم ۴۶۶
فائدہ: حسنات الابرار سیئات المقربین ۴۶۹
فائدہ: من يأت المعرفة بالله ۴۷۱
فائدہ: تتعلق بالذكر على طريقة ۴۷۴
اذکار و آثار فضل الرحمن ۴۷۶
جشن قرآن ۴۷۷
عصر حاضر کے جدید مسائل و حل اور
ایک غلط فہمی کا ازالہ ۴۷۹
مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی میں کی ہوئی علامہ بنوری
کی تقریر کی تلخیص ۴۸۲
ادارہ تحقیقات اسلامی کے اغراض و مقاصد
کیا ہونے چاہئیں؟ ۴۸۴
علماء اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کے اجتماع سے
دینی مسائل کا حل ۴۸۴
ادارہ تحقیقات اسلامی کی غرض و غایت ۴۸۵
آیت کریمہ حفظ دین کی تشریح ۴۸۵
اسلام کی تشریح ۴۸۶
قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ ۴۸۷
دین اسلام کی عملی حفاظت ۴۸۷

مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی کے بنیادی مقاصد
کیا ہونے چاہئیں؟ ۴۸۸
جدید علم کلام ۴۸۹
عہد نبوت کے چند واقعات اور سائنس ۴۸۹
ایک اور بنیادی عقیدہ کا حل ۴۹۰
عذاب قبر کے مسئلہ کا حل اور اس کی مثال ۴۹۱
فقہ اسلامی کی جدید تدوین ۴۹۳
چند حقائق اور توجہ طلب باتیں ۴۹۸
حدیث کے بعد قرآن ۵۰۰
عصر حاضر کے جدید مسائل اور ان کے فواضل ۵۰۸
سوال نامہ متعلق انشورنس ۵۰۸
بیمہ کی حقیقت ۵۰۸
الف: زندگی کا بیمہ ۵۰۹
ب: املاک کا بیمہ ۵۱۰
ج: ذمہ داریوں کا بیمہ ۵۱۰
خلاصہ ۵۱۱
بیمہ کے مصالح اور مفاسد ۵۱۱
سوالات ۵۱۳
عہد حاضر کا فتنہ ۵۱۵
ادارہ تحقیقات اسلامی کا جدید شاہکار ۵۱۶
مذہب حنفی اور شورائیت ۵۱۷
عہد حاضر کی جاہلیت کا شاہکار ۵۱۸
قومی اسمبلی میں وزیر قانون نے اسلامی کونسل کی
سفارشات کا اعلان کر دیا ۵۱۹
اسلامی کونسل کی سفارشات ۵۱۹
اسلامیت کی نجات اور فلاح دارین کا راستہ ۵۲۱
فرضیت زکوٰۃ اور اس کی تنقیحات ۵۲۶
ڈاکٹر فضل الرحمن کے متضاد بیانات یا قلابازیاں ۵۲۹
ایک اور عجیب تضاد ۵۳۰
عہد حاضر میں اسلام کی سب چارٹی اور اس کے طلائع
دشمنوں کی سازش ۵۳۲
قرآن کریم اللہ کا کلام اور ابدی ۵۳۳
ادارہ تحقیقات اسلامی کیسے اہل حضرات کون ہیں؟ ۵۳۶
ادارہ تحقیقات اسلامی اور ڈاکٹر معصومی ۵۳۷
نزول قرآن کریم کا چہاردہ صد سالہ جشن ۵۳۷
تفاسیر قرآن اور مسلمان قوم ۵۴۴
ڈاکٹر اسرار احمد اور تفسیر قرآن ۵۴۵
کتاب الزہد ابن المبارک پر تبصرہ اور اس کا تعارف ۵۴۲
الجواب الصحیح پر تبصرہ ۵۴۸
تبصرہ بر کنز الایمان ترجمہ قرآن ۵۴۹
التقریظ والانتقاد لاختلاف الفقہاء للطحاوی و
مختصر اختلاف الفقہاء للرازی ۵۵۰
ڈاکٹر معصومی کی رائے سے اختلاف ۵۵۳
وفد مسلمانان انگلستان کا اجراء ۵۵۵
قصیدہ مناجاتیہ ۵۵۶

باب اول

علمی مقالات

دین اسلام اور اس کی جامعیت

دین اسلام ایک جامع ترین نظام حیات ہے جو اپنے اصول و فروع کے لحاظ سے اخلاق و عبادات، سیاسیات و معاملات اور انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔ اس کی بنیاد وحی ربانی پر ہے جو ماورائے عقل انسانی ہے، حق جل مجدہٗ نے اپنے علم محیط اور کمال قدرت سے قیامت تک کے امراض کے لئے یہ نسخہ شفا نازل فرمایا ہے، انسانی زندگی کا کوئی بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ ایسا نہیں جس کے لئے اسلام کا کوئی منصوص یا غیر منصوص حکم موجود نہ ہو، حق تعالیٰ نے قیامت تک اسے باقی رکھنے کی یہ تدبیر فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات اور عملی زندگی سے اس کی تشریح فرمائی اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکات میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے خوب سمجھ کر اپنی زندگی کا نصب العین اور دستور العمل بنایا اور خلافت راشدہ میں اس کی عملی تفصیلات اپنی پوری وسعت سے منضبط ہوئیں۔ پھر ان فقہائے صحابہ، خلفائے راشدین، عبداللہ بن مسعود، ابو الدرداء، زید بن ثابت، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابو موسیٰ اشعری، ابو ہریرہ، انس بن مالک، عبداللہ بن عباس، عائشہ صدیقہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علمی و عملی طور پر تابعین اور ائمہ مجتہدین تک صحیح سالم بکمال و تمام پہنچا، اسی طرح تمام عالم میں عادل، خدا ترس، پاک نیت اور اہل امانت افراد کے علم و عمل کے ذریعہ قرناً بعد قرن توارث و تواتر سے پہنچتا رہا ہے۔ چنانچہ آج کے اس خدا فراموش، پرفتن اور قرب قیامت کے دور میں بھی الحمد للہ یہ دین اپنی علمی اور عملی شکل میں ٹھیک ٹھیک موجود ہے۔ امت کے صالحین اور علمائے ربانیین اس پر عمل پیرا بھی ہیں اور اس کی تعلیم و تعلم اور تبلیغ و اشاعت میں بھی مشغول ہیں اور قیامت تک کے لئے کوئی نہ کوئی جماعت ایسی موجود رہے گی جو اپنی علمی و عملی زندگی سے اس کے صحیح صحیح خدوخال پیش کرتی رہے گی۔ الغرض اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت فرما کر ہر دور میں تمام عالم پر اتمام حجت کر دیا، تاکہ کل کسی بندے کے لئے یہ کہنے کا موقعہ نہ تھا کہ اسلام کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والے کہاں ہیں، نہ آج کسی کے لئے یہ موقعہ ہے نہ آئندہ قیامت تک یہ گنجائش رہے گی۔

﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ [الانفال: ۴۲]

ترجمہ: اب اتمام حجت کے بعد تک اسلام کو چھوڑ کر برباد ہونا ہے وہ برباد ہوتا رہے اور تک اسلام کو اپنا کر زندہ رہنا ہے وہ زندہ رہے۔

دارالافتاء و دارالقضاء

اسلامی حکومتوں میں جب تک اسلامی قانون جاری رہا اور اسلامی حکومتیں کسی نہ کسی حد تک خدمت دین کی ذمہ داری کو محسوس کرتی رہیں، اس وقت تک ایک طرف محاکم عدلیہ قضا کا نظام جاری رہا اور دوسری طرف علمائے امت کے ذریعہ ہر وقت افتاء کا کام ہوتا رہا، اسلامی حکومتیں دارالقضاء کی طرح دارالافتاء کی سرپرستی بھی کرتی رہیں، آج بھی ان حکومتوں میں جنہیں پوری طرح اسلامی حکومتیں کہنا مشکل ہے، قضاء و افتاء کا نظام کسی نہ کسی حد تک قائم ہے۔

متحدہ ہندوستان کے فرنگی استعمار کا شکار ہونے اور اس کے ظلم و جبر کے شکنجے میں جکڑ جانے کے بعد بھی بہت سی اسلامی ریاستوں میں یہ نظام کسی حد تک قائم رہا اور بھوپال، ٹونک، بہاول پور وغیرہ میں سوائے حدود کے تمام فیصلے اسلامی قانون کے مطابق ہوتے رہے۔ البتہ برٹش گورنمنٹ کے زیر نگیں علاقوں میں اسلامی قانون کو معطل کر دیا گیا، محاکم عدلیہ اٹھا دیئے گئے، ان کی جگہ تاج برطانیہ کی وفادار عدالتیں قائم ہوئیں۔ اسلامی حکومتوں کے قائم کردہ دارالافتاء و برباد کر دیئے گئے، ان حالات میں امت محمدیہ کے دور اندیش اکابرین نے امت میں دین کے علمی، عملی اور اخلاقی و اعتقادی نظام کو قائم اور باقی رکھنے کے لئے دینی ادارے قائم کئے جن سے تعلیم و تبلیغ اور درس و افتاء کے چشمے جاری ہوئے، یہ فقہاء اسلام اور خدمتگارانِ امت جنہوں نے ان کٹھن حالات میں یہ نظام قائم رکھا، صرف یہی نہیں کہ یہ حضرات علوم اسلامیہ (تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، جرح و تعدیل، قضایائے صحابہ و تابعین، نحو و بلاغت، صرف و لغت) کے دریائے ناپیدا کنار کے شناور ہوتے تھے، بلکہ اکابر اولیاء اللہ اور صالحین امت کے فیض صحبت سے تربیت یافتہ بھی ہوتے تھے، ان کے دل نور ایمان سے منور، ان کے دماغ فراست ایمانی سے روشن اور ان کے اخلاق و اعمال امت کے لئے قابل حجت نمونہ ہوتے تھے، روز اول ہی سے ان کی تعلیم و تربیت علوم انبیاء کے مزاج کے مطابق "کخذ صفت" اساتذہ کے انفاس قدسیہ اور صحبت مقدسہ کے ذریعہ ہوتی تھی، جس کے نتیجہ میں وہ علمی تبحر، اخلاقی بلندی اور عمل کمال کے ساتھ شریعت محمدیہ کی ذمہ داری کی بڑی نزاکتوں کا بھی پورا پورا احساس رکھتے تھے، انہیں یہ بات پوری طرح ملحوظ رہتی تھی کہ کل انہیں بارگاہ خداوندی میں پیش ہونا ہے اس لئے خدا خوفی اور فکر آخرت کے جذبہ سے کسی کی رو رعایت یا خوف مرعوبیت کے بغیر وہ صحیح صحیح احکام خداوندی بیان کرتے تھے۔

ظاہر ہے کہ یہ منصب صرف کتابوں کی ورق گردانی اور مسلم مستشرقین کی شاگردی سے علمائے اسلام کی معاشرت ان سے محبت و تعلق اور ان کی رہنمائی سے حاصل نہیں ہو سکتا جبکہ ان کفار اور مستشرقین کی صحبت سے رہے

ہے فطری نقوش بھی مٹ جاتے ہیں، قبول حق کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور دلوں پر مہر لگ جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلم ممالک کے سادہ لوح مسلمان جب مستشرقین کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتے ہیں تو انہیں دیکھتے ہی ان کی زبان سے بولنے اور ان ہی کے ذہن سے سوچنے لگ جاتے ہیں، ان کے صفحۂ دماغ اور لوحِ دل پر مستشرقین اساتذہ کے کافرانہ و معاندانہ نقوش کچھ اس طرح مرتسم ہو جاتے ہیں کہ کھلے کھلے اسلام کش نظریات کو وہ غیر شعوری طور پر ہضم کرتے چلے جاتے ہیں تا آنکہ وہ ان کی کورانہ تقلید میں اس قدر راسخ ہو جاتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو "روایتی اسلام" کہہ کر پرلے استخفاف سے ٹھکرا دیتے ہیں۔ جب قلوب مسخ ہو جائیں، نیتیں بدل جائیں، عزائم میں فساد در آئے، امزاج بگڑ جائیں، ذہن کفر کے زہر سے مسموم ہو جائیں تو صرف یہی نہیں کہ پھر ان لوگوں کے سدھرنے کی توقع باقی نہیں رہتی بلکہ ان کا وجود ان کا عمل اور ان کا کردار امت کے لئے سراپا فتنہ بن جاتا ہے، اس وقت ان کی حالت ٹھیک وہی ہوتی جو نوح علیہ السلام نے اپنی امت کی بیان فرمائی:

﴿إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ [نوح: ۲۷]

ترجمہ: اے اللہ! اگر آپ انہیں مزید مہلت دیں گے تو یہ صرف آپ کے بندوں کو بہکائیں گے اور ان کی آئندہ نسل بھی فاجر و بدکار ہی ہوگی۔

تفقہ فی الدین اور منصب افتاء

بہر حال تفقہ فی الدین اور "افتاء" کے بلند منصب پر ہر زید و عمرو کو فائز نہیں کیا جا سکتا، نا اہل اور فیضی مزاج کے لوگوں کو اس پر برا جمان کیا جا سکتا ہے، ہمارے ملک میں ہزاروں علماء، ہزاروں مؤلف اور ہزاروں مبلغ موجود ہیں لیکن ایسے حضرات اس چند گنے چنے ہی ہوں گے جنہیں "تفقہ" کا منصب جلیل حاصل ہے اور امت ان کے عمر بھر عمل پر اعتماد کر سکتی ہے، فتوی نویسی بچوں کا کھیل نہیں کہ ہر شخص کو اس کا اہل سمجھا جائے، اگرچہ اسلامی حکومت کی سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے آج کل برساتی کیڑوں کی طرح نام نہاد فتوی نویسوں کا سیلاب امنڈنا شروع ہو گیا ہے جس کے ہاتھ میں قلم ہے اور اس نے الٹے سیدھے چند سیاہ حروف پڑھ لئے ہیں وہ مفتی بن بیٹھا ہے اور خلق خدا کو گمراہ کر کے اپنے نامۂ عمل کی سیاہی میں اضافہ کر رہا ہے۔ لیکن امت مسلمہ کے ایک عام شخص تک میں بھی ابھی اتنا شعور موجود ہے کہ وہ واقعی مفتی اور "مصنوعی مفتی" کے درمیان اور صحیح عالم اور "عالم نما جاہل" کے درمیان تمیز کر سکے۔

ہمارا ملک جب سے نقطۂ عالم پر ظاہر ہوا ہے آج تک حکومت کی سرپرستی میں "اسلامی محکمہ عدلیہ" اور اسلامی دارالافتاء سے محروم رہا ہے، حکومت کی نظر میں اگر اس کام کی کوئی اہمیت تھی تو اسے ممنون ہونا چاہئے تھا کہ علماء امت نے بغیر کسی طمع و لالچ اور بغیر حکومتی اعانت کے دینی ادارے قائم کر کے امت مسلمہ کے دینی ضمیر کو بیدار

جدید مسائل اور ان کے حل کے لئے مجلس کا قیام

عام فقہی مسائل کے علاوہ نئے نئے مسائل جو جدید تمدن نے پیدا کر دیئے ہیں ان کے صحیح اسلامی حل کا مسئلہ اور بھی اہمیت اختیار کر جاتا ہے جس کی وجہ سے ہمارے معاشرے پر بہہ جانے اور لوگوں کے ذہن و دماغ کی کشتی کو مغرب کی طرف لے جانے والے طوفانی ریلے کے سامنے بند باندھنے کا کام دیا ہے۔ ان مشکلات کا حل نکالنا ان سے بچنا یا مشکل کو آسان حل نکالنے کی کوشش کرنا یا ان مشکلات کے حل کے لئے نئے نئے راستے نکالنا جو اسلام کے بنیادی اصولوں سے ٹکراتے نہ ہوں یہ سب کام ایسے ہیں جن کے لئے ایک مستقل ادارہ کی ضرورت ہے۔ ایسا ادارہ جو ان مشکلات کا صحیح اسلامی حل اس وقت نکالے جب وہ پیدا ہوں یا ان کے پیدا ہونے کا خطرہ ہو۔ ایسا ادارہ جو ان مسائل کا حل نکالنے کی کوشش کرے جن کا حل نکالنا ضروری ہے اور جن کا حل نکالنے کی کوشش نہ کرنے سے ہمارے معاشرے میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو۔ ایسا ادارہ جو ان مسائل کا حل نکالنے کی کوشش کرے جن کا حل نکالنا ضروری ہے اور جن کا حل نکالنے کی کوشش نہ کرنے سے ہمارے معاشرے میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو۔ ایسا ادارہ جو ان مسائل کا حل نکالنے کی کوشش کرے جن کا حل نکالنا ضروری ہے اور جن کا حل نکالنے کی کوشش نہ کرنے سے ہمارے معاشرے میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو۔

جہاں تک فتویٰ کی کتابوں کا تعلق ہے ان میں بھی ایسے مسائل کا حل نکالنا ضروری ہے جن کا حل نکالنا ضروری ہے اور جن کا حل نکالنے کی کوشش نہ کرنے سے ہمارے معاشرے میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو۔ ایسا ادارہ جو ان مسائل کا حل نکالنے کی کوشش کرے جن کا حل نکالنا ضروری ہے اور جن کا حل نکالنے کی کوشش نہ کرنے سے ہمارے معاشرے میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو۔ ایسا ادارہ جو ان مسائل کا حل نکالنے کی کوشش کرے جن کا حل نکالنا ضروری ہے اور جن کا حل نکالنے کی کوشش نہ کرنے سے ہمارے معاشرے میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو۔

اداروں کی تحقیقات اسلامی کی فتوے بازی

جس انتہائی اہم کام کے لئے ادارہ تحقیقات اسلامی کا قیام عمل میں آیا ہے ان تمام تحقیقات اور مشکلات کے حل کے لئے جو ادارہ کے سامنے ہیں فتویٰ کی زبان استعمال کی جاتی ہے۔ گذشتہ دنوں یہ فتویٰ صادر ہوا کہ ایک آدمی کے جسم کا کوئی حصہ دوسرے کے جسم میں پیوند کرنا جائز ہے اور اب یہ فتویٰ صادر ہوا کہ مرد کا عضو تناسل جس جانور کو مشین سے قتل کیا جاتا ہے وہ حلال ہے۔ اسلام کا نظام بہت لچکدار ہے۔ یہ فتویٰ قرآن کی نص صریح اور

(۱) المعجم الاوسط للطبرانی ج ۲ ص ۱۷۲، دار الحرمین القاہرہ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۱۷، طبع دار الفکر بیروت

[illegible] امت کے خلاف ہے اس لئے کہ [illegible] مولانا محمد شفیع صاحب اور دوسرے علماء فرما چکے ہیں کہ [illegible] ہے۔

اور آج تحقیقات اسلامی اب تک جس [illegible] اصولی اور بنیادی مسائل کو تحقیق [illegible] ہے اس ملک کے علماء کرام کا مقصد ہے اب امت اسلامیہ میں [illegible] پیدا کرنے کے لئے اسلام نے تحقیق [illegible] مسائل کو نشانہ بنایا گیا ہے [illegible] کہ یہ ادارہ جو حکومت کی نگرانی میں کام کر رہا ہے [illegible] علماء کرام سے [illegible] کے کران مشکلات کو حل کرتا اور [illegible] کے لئے صحیح علمی [illegible] روشنی مہیا کرتا [illegible] صورت میں [illegible] اسی نوعیت کی [illegible] پیدا ہونے کا [illegible] اب تو [illegible] وسعت [illegible] اسلامی [illegible] اور [illegible] ہے [illegible] اور [illegible] چنانچہ [illegible] صدر کریں [illegible] کے ساتھ مشورہ کرنے [illegible] کے بعد [illegible] کے [illegible] ان [illegible]

یہ تھی وہ [illegible] کہ اس ملک میں اب تک کوئی [illegible] ادارہ قائم نہیں ہوا تھا [illegible] تحقیقات اسلامی قائم [illegible] ہوا لیکن اس کی اب تک کی تحقیقات سے [illegible] کا کچھ [illegible] تحقیقات اسلامی کی موجودہ کارکردگی سے [illegible] اب اور [illegible] حالات [illegible] پیدا کرنے پڑے [illegible]

[illegible] ۱۳۸۰ھ]

اسلام کیا ہے؟

[illegible] یا [illegible] حق تعالیٰ شانہ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عہد و [illegible] ہے جس کا مکمل نمونہ یعنی "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہے اس عہد و پیمان کا متکلم نے معاہدے کی تمام [illegible] نہایت [illegible] مراحل سے [illegible] تھا یعنی دو جملوں میں [illegible] دی گئی ہیں "کلمہ طیبہ" کا پہلا [illegible] اللہ تعالیٰ شانہ کی [illegible] وحدانیت کا اول و [illegible] سے اقرار ہے اس [illegible] میں حق تعالیٰ شانہ کی تمام صفات کمال [illegible] و [illegible] کا [illegible] دو کیا حق تعالیٰ خالق ہے حق تعالیٰ رازق ہے [illegible] ہی [illegible] ہے وہی [illegible] ہے وہی [illegible] تمام [illegible] کائنات نے [illegible] ہدایت [illegible] تمام [illegible] سے [illegible] فرمانا [illegible] اپنے [illegible] کے [illegible] رہے [illegible] کسی قوم [illegible] کسی [illegible] کسی [illegible] پیغام [illegible] ایمان [illegible] کی [illegible] ہوگا۔ الغرض [illegible] تمام [illegible] اسی [illegible] کی تشریحات [illegible]

دوسرا جزو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا زبان سے اعتراف اور دل و جان سے [illegible] کرنا ہے، وہ تمام صفات و کمالات جو حضرت حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں ان سب پر ایمان لانا ایک کلمہ گو کے لئے ضروری ہوگا۔ بلاشبہ انبیاء علیہم السلام جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر

دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بنائے گئے۔ حق تعالیٰ کا آخری پیغام ہدایت "قرآن کریم" آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ رہتی دنیا تک تمام انسانیت کے لئے نازل فرمایا گیا اور اس کے تمام احکام ابدی ہیں ان میں کسی ترمیم و تبدیل کی گنجائش نہیں اور یہ نظام ہدایت چونکہ تمام مخلوقات کے لئے تھا عرب کے لئے بھی تھا عجم کے لئے بھی ایشیا کے لئے بھی تھا اور یورپ کے لئے بھی افریقہ کے لئے بھی تھا دریا کے لئے بھی تھا اور پہاڑ کے لئے بھی تھا اور تمام نسل انسانی جو قیامت تک آنے والی تھی سب کے لئے تھا اس لئے کسی دور میں جو برائیاں اور خرابیاں پیدا ہونے والی تھیں ان سب کی اصلاح کے لئے تھا اور یہ کرنے سے حق تعالیٰ عاجز نہ تھا کیونکہ اس کا علم ہی کامل و محیط تھا ازلی تھا ابدی تھا کوئی چیز اس سے مخفی نہ تھی اور قدرت بھی کامل تھی کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہ تھی اس لئے تمام نفس انسانی کے لئے اور ان کے امراض روحانی کے لئے ایک جامع نسخہ شفا نازل کرنا اس نے علم محیط اور قدرت کاملہ سے باہر نہ تھا اور اسی آخری پیغام ہدایت میں یہ واضح اعلان فرما دیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور نبوت کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا گیا اور نہایت شرح و بسط کے ساتھ اس کی تصریحات کو قرآن و حدیث میں واضح کر دیا گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام تفصیل اسی دوسرے جزء کی تشریح ہے۔ ان دو جزؤں کے اعتراف کر لینے سے تمام دین بلکہ تسلیم کر لینے کا عہد ہو جاتا ہے اور دین کی ایک ایک بات کو ماننا اور اس پر ایمان لانا ضروری ہو جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ زبان سے تو صرف اظہار و اقرار کرنا ہوتا ہے، اصل تسلیم و اعتراف تو دل کا ماننا اور اس پر یقین کرنا ہے، کوئی شخص بھی اپنے معاہدہ کو صحیح نہیں مان سکتا جو صرف زبان سے تو کہا جائے اور دل میں نہ ہو، اسی کا نام مجسٹ ہوگا، سچے اقرار کے معنی یہ ہیں کہ بدل و جان تسلیم کیا جائے اور قلبی یقین و اذعان کا زبان سے اظہار و اقرار کیا جائے۔ دیکھئے "عقد نکاح" کیا ہے؟ بظاہر تو صرف دو لفظ ہیں "ایجاب و قبول" ایک فریق جانب سے کہا جاتا ہے کہ میں نے اپنی نفس آپ کے نکاح میں دے دیا، دوسرا کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا، انہی دو لفظوں کے ہونے کے بعد گویا وہ تمام ہو گئیں جو زوجیت کے لوازم ہیں سب اسی ایجاب و قبول میں آ گئیں، بیوی کا نفقہ، اس کی رہائش، اس کی تیمارداری، اس کی حفاظت، اس کی ہر وہ خدمت جس کی وہ محتاج ہوگی ان سب کے التزام کا معاہدہ ہو گیا، کوئی جاہل یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ میں نے سب ان باتوں کا قرار کیا تھا، تمام مقتضیات و معاملات کا وارد مدار انہی دو لفظوں پر ہوتا ہے جس کا نام شرعی زبان میں "ایجاب قبول" ہے۔ تمام حکومتوں کے معاملات اسی طریق سے ہوتے ہیں، جب ایک حکومت نے دوسری حکومت کو تسلیم کر لیا اور اپنا سفیر بھیج دیا تو وہ تمام مراسلات جو آئین کی تین الاقوامی سیاست میں دو دست حکومتوں میں ہوا کرتے ہیں وہ سب قائم ہو جاتے ہیں، الغرض "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کو پختہ طور تسلیم اسلامی معاہدے کا متن ہے اور دین اسلام کی تمام ہدایات و احکام کا ماننا ضروری ہو جاتا ہے، اس لئے تمام علماء امت کا یہ اجتماعی مسئلہ ہے کہ ایمان یا اسلام کے اس کلمہ کا کہ جو صحابہ اور دوسروں نے فرمایا ہے وہ

سب سچ ہے دل وجان سے اس کی تصدیق کی جائے اور اس پر ایسا یقین کامل ہو جس میں شک وشبہ کی ذرا گنجائش نہ ہو اور ہر طرح کے شبہات وشکوک سے بالاتر ہو اس قسم کی تصدیق کا نام ایمان ہے:

"هو تصديق النبي صلى الله عليه وسلم في جميع ما جاء به من عند الله، مما علم كونه من الدين ضرورة" (۱)

لغت میں اسلام کے معنی

جہاں تک لغت کا تعلق ہے "اسلام" کے معنی تسلیم وانقیاد، اطاعت وفرمانبرداری کے ہیں اور قرآن کریم کی اصطلاح میں "اسلام" کا اطلاق اس آسمانی دین پر ہوتا ہے جو انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے ذریعہ حق تعالیٰ کی طرف سے یا یہ سلسلہ حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا اس لئے ہر نبی کے دور نبوت میں اس کے ذریعہ آنے ہوئے دین کو "دین اسلام" کہا جاتا تھا اور ہر وہ شخص جو اس دین کا متبع ہوا "مسلمان" کہلانے کا مستحق تھا لیکن آخر میں جب یہ سلسلہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر ختم ہوا تو دین حق دین محمدی (علی صاحبہ الصلاۃ والسلام) کا نام بن گیا اور جو دین حق تعالیٰ نے حضرت رسول اللہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نازل فرمایا محض اس کا لقب "اسلام" رکھا گیا اب "دین اسلام" صرف اسی مخصوص دین کا لقب اور نام ہے کسی دوسرے دین پر اس کا اطلاق نہ ہوگا اور نہ کسی قدیم یا جدید دین کے ماننے والے کو "مسلمان" کہنا ہی صحیح ہوگا اسی لئے عرفات کے میدان میں عرفے کے دن بعد کی عصر لو (۹ ذی الحجہ ۱۰ھ) تمام امت اسلامیہ کے سامنے یہ اعلان کر دیا گیا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدة.۳]

ترجمہ: آج کے دن تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو تمہارا دین تمہارے لئے پسند کیا۔

اس مقام پر بعض مشاہیر اہل قلم کو بڑی غلط فہمی ہوئی اور خطرناک بات قلم سے نکل گئی، حقیقت یہی ہے جو عرض کی گئی کامل ترین صورت میں حق تعالیٰ نے "دین اسلام" کو نازل فرمایا اور اس آخری ہدایت کو آخری شکل دے دی گئی جس میں کسی اضافے یا ترمیم کی گنجائش نہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی اور ارشادات سے اس کی مکمل تشریح کر دی گئی اور قرآنی وحی کے ارشادات میں ایسے رموز ونکات واشارات کر دیئے گئے جو صحیح طور پر سمجھ لینے کے بعد آئندہ کے تمام مسائل کا حل نکل سکے اور ان کی روشنی میں وہ تمام مسائل خود بخود

(۱) شرح العقائد النسفية، مبحث الايمان ص: ۱۲۰، ط: ليزان لاهور.

بیان کرنا، کفر و شرک کی باتوں کو واضح کرنا اور عملی جدوجہد کے تمام مراحل سے گزرنا انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ناگزیر ہے۔ اگر دعوت و تبلیغ کے کسی مرحلے پر ﴿لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ (۱) کا اعلان ہوتا ہے تو کسی مرحلے پر جہاد کا:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ﴾ (۲)

﴿فَاقْتُلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً﴾ (۳)

کا اعلان بھی ہوتا ہے۔

اور یہ بھی اعلان ہوتا ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ (۴) اور یہ بھی اعلان ہوتا ہے: ﴿قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا ... بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ (۵) اور یہ بھی اعلان ہوتا ہے: ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ ... اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ﴾ (۶) بہرحال کفر، شرک و عناد اور توحید کے بغض سے کفار کا سب سے پہلا کام ہوتا ہے دینی نظام کے مختلف ادوار میں انبیاء آتے رہے، جبھی بھی انبیاء کرام نے ساتھ ہی اسلامی نظام بھی قائم کیا گیا اور انبیاء کی رہنمائی میں کام کرنے کا حکم دیا گیا۔ خاتم الانبیاء حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو تمام انبیاء، سابقین و ملوک صالحین و عادلین کے کمالات کا وارث بنایا گیا اور یہی جامعیت مطلوب تھی کہ تمام مناصب اصلاح خلق و دعوت و تبلیغ کے ساتھ جہاد و قتال کے عظیم منصب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں جمع کر دیئے گئے تھے، ایک وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم داعی الی اللہ بھی تھے اور ... میں بھی ہر قائد جیش بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ...

---

(۱) (کسی کو) دین (پر لانے) کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں ہدایت (اور گمراہی) ... | البقرۃ: ۲۵۶

(۲) کسی نبی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں ... | الانفال: ۶۷

(۳) اور (جہاد کی) ان کافروں سے جو تمہارے آس پاس ہیں ... | التوبۃ: ۱۲۳

(۴) اے نبی! ان کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے ... | التوبۃ: ۷۳

(۵) آپ کہہ دیجئے کہ بہانے نہ بناؤ ... | التوبۃ: ۶۶

(۶) (اے) مسلمانو! تمہیں منافقوں کے بارے میں دو گروہ نہیں ہونا چاہئے ... | النساء: ۸۸

تھے اس طرح انبیاء کا منصب تھا کہ لوگوں کی صحیح رہنمائی کریں برائی سے خبردار کریں اور دعوت دیں اسی لئے جہاد و قتال کی طرح تبلیغ کی طرح عوام دعوت سے وابستہ ہونا فرض کفایہ ہے یہ ایمان و کفر کی تمیز کریں اور یکساں دعوت سے کسی حد تک لوگوں کو محروم نہ رکھیں جس طرح کسی مسلمان کو کافر بنانا حرام ہے بالکل اسی طرح کسی کافر کو مسلمان بنانا بھی بڑا عظیم جرم ہے۔ علماء امت اس فریضہ میں کوتاہی کریں تو وہ اس فرض کی ادائیگی میں عنداللہ مجرم ہوں گے اور یہ ضروری ہے کہ اس فریضہ کی ادائیگی علم صحیح کی روشنی میں نیک نیتی سے اور جذبات سے بالاتر ہو۔

علماء کا فرض منصبی

جہاد اسلامی حفاظت اور پاسبانی یہ عوام امت کا فرض کفایہ ہے اس لئے ہر اس ملک میں جہاں اسلامی نظریات کی فرض کفایہ ہے کہ وہ مملکت اسلامیہ کی جغرافیائی حدود کی حفاظت کریں تو علماء امت کا فریضہ ہے کہ وہ حدود دین اسلام کی حفاظت کی تدابیر اور انجام دیں اور اگر ان کو کیا جائے تو دین اسلام کی حدود کی حفاظت مملکت اسلامی کی حفاظت سے بھی زیادہ اہم ہے۔ اب اگر مملکت اسلامی کے چپہ چپہ کی پاسبانی ضروری ہے تو اس سے زیادہ اسلامی قوانین اور احکام کی پاسبانی بلکہ ہر شعبہ زندگی کی پاسبانی ضروری ہے اور اسلامی مملکت بھی صحیح معنی میں وہی ہو سکتی ہے جو دین اسلام کی حفاظت کرے اور جس میں دین اسلام کی تنفیذ و تحفظ کی ضمانت ہو ظاہر ہے کہ مملکت خداداد پاکستان اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت اور پاسبانی کے لئے وجود میں آئی ہے تمام مقتدر شعبہ جات اسی لئے تھے کہ مسلمانوں کے خطوں کو امن و امان نصیب ہو اور اسلامی احکام محفوظ رہیں اگر کسی اسلامی ملک میں اسلامی قوانین کی حفاظت نہ ہو تو اس اسلامی حکومت کو اسلامی کہنا بے معنی ہو جاتا ہے۔ ہر مملکت کی قوت اس کے دستور اور اس کے قوانین سے پہچانی جاتی ہے جس طرح غیر اسلامی حکومت دنیا میں اپنے دستور سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہوری مملکت ہے اس کے آئین سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایک اسلامی مملکت کی ضمانت کی علامت اسلامی دستور ہے اگر کسی اسلامی مملکت میں "غیر اسلامی اقلیت" موجود ہے تو اس کے پنپنے کی لڑائیں کہاں تک غیر مسلم کہنا جرم ہو کہ کوئی غیر مسلم ہے اسلامی مملکت میں رہنے سے تو مسلمان نہیں بنے گا کافر رہے گا اور مسلمان مسلمان اگر کافر موجود ہے تو اس کو کافر کہنا پڑے گا اور کوئی شخص اسلامی قوانین میں سے کسی بھی قانون کا انکار کرے گا تو وہ یقیناً کافر و غیر مسلم قرار دیا جائے گا۔ اس کا تعلق نہ تو جغرافیائی حد بندی سے ہے نہ نسل و قبیلہ سے ہے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے کلمہ محمدی کی ایک ایک بات کو ماننے اور غیر یقینی کے اس پر ایمان لانے اور یقین کرنے سے ہے اس یقین کے اقرار کرنے کے لئے عنوان ہے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" امید ہے اہل انصاف کے لئے یہ چند اشارات کافی ہوں گے حق تعالیٰ شیخ فہم نصیب فرمائے۔

واللہ سبحانہ ولی التوفیق و الھدایۃ وھو حسبنا ونعم الوکیل

۱۲ رمضان ۱۴۰۸ھ

دین اسلام کیا ہے؟

''اسلام'' نام ہے اس دین و شریعت کا جو حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے امت محمدیہ کو دیا گیا ہے، اس کی بنیاد دو چیزوں پر ہے ایک قرآن کریم اور دوسری سنت نبویہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والسلام، یہ دین مجموعہ ہے عقائد و عبادات کا، قوانین و احکام کا، اخلاق و تزکیہ نفوس کا، اس میں عبادات کا جامع ترین نظام ہے جس میں عبادات بدنیہ بھی ہیں جیسے نماز روزہ، مالی بھی ہیں جیسے زکوٰۃ، صدقات، کفارات، بدنی و مالی دونوں کی جامع بھی ہیں جیسے حج و عمرہ، اسلام جس طرح عبادات کا جامع نظام رکھتا ہے، اسی طرح وہ احکام و قوانین کا بھی سب سے معقول جامع ترین نظام ہے جس میں نظم مملکت سے لے کر امور خانہ داری تک زندگی کے انفرادی و اجتماعی، دینی و سیاسی، معاشی و اقتصادی، ہر پہلو اور ہر گوشے کے لئے تمام جزئیات موجود ہیں، اسی طرح اس میں نفس و روح کے تزکیہ کے لئے ظاہری و باطنی تمام ہدایات و ارشادات موجود ہیں، غرض زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے لئے اسلام کے حیرت انگیز نظام نامۂ حیات میں ارشادات و ہدایات کا کافی و شافی سرمایہ موجود نہ ہو، دین اسلام کا خزانہ مامور ان تمام جواہرات اور قیمتی لعل و گہر سے مالا مال ہے جو انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے درکار ہیں اور جن سے دنیا بھر کے ''ازموں'' کا دامن خالی ہے۔ اسلام کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ لینن و مارکس اور ہیگل و انجلز کے دروازے پر جا کر بھیک مانگے یا کسی سرمایہ دارانہ نظام کا دروازہ کھٹکھٹائے، اسلام علیم و خبیر اور سمیع و بصیر رب العالمین جل ذکرہٗ کی طرف سے نازل کردہ دین ہے، چند عقلاء و حکماء کے ذہنی ادراک کا نتیجہ نہیں، نہ قانون ساز اداروں یا قوم کے چند نمائندوں کی دماغی کاوشوں کا ثمرہ ہے، یہ اس علیم و خبیر کی قدرت کاملہ اور رحمت کاملہ کا مظہر ہے جو ہر دور، ہر زمانہ، ہر قوم اور ہر ملک کے انسانوں کا خالق ہے جو پوری انسانیت کے حقیقی امراض سے باخبر اس کی واقعی ضروریات سے واقف اور اس کی دقیق نفسیات کا راز دان ہے۔

دین اسلام سے دوری کے نتائج

تاریخ کے جس دور میں مسلمان حکمران اس پاکیزہ دین پر عمل کرتے رہے، اس کی برکات و ثمرات سے فیضیاب ہوتے اور جتنی بہتر صورت میں اس پر عمل ہوتا رہا اس کے مطابق نتائج بھی ظاہر ہوتے رہے، بالآخر رفتہ رفتہ ملوک و امراء کی عیش و عشرت اور افراد و اقوام کی غفلت سے ان قوانین و احکام پر عمل کمزور ہوتا چلا گیا اور رفتہ رفتہ اسلامی نظام کی برکات سے مسلمان محروم ہوتے چلے گئے اور بعض ممالک میں تو یہ نعمت بالکلیہ چھین لی گئی، ان بدنصیب ملکوں میں ہمارا متحدہ ہندوستان بھی تھا جس پر تقریباً ایک ہزار برس کے بعد کفار یورپ کی ظالم و جابر حکومت کا تسلط ہوا، تقریباً ایک صدی بعد ایک حصہ متحدہ ہندوستان کا دوبارہ ''پاکستان'' کے نام سے مسلمانوں کے اقتدار میں دیا گیا، یہاں ابتدائی دور کے چند سالوں کے بعد ایسے حکمران آتے گئے جن کی طرف سے دین اسلام

اسلام نے ان تمام قوانین کا بھی خاتمہ کر دیا جو ایسی قوانین پر مبنی تھے جن کا خاکہ بادشاہ اور حکومت نے چند پروہتوں کی مدد سے مغربی معاشرت سے درآمد کیا تھا لیکن جو مسلمان ان کی تعلیم پر مامور تھے ان کی نظر ہمیشہ اسلام کے بہت دور نظر نہیں آتا تھا لیکن بادشاہ نے درمیان اس کو واسطہ دیا گیا جو بعد میں ملا نے قرآن و سنت کے دلائل سے اس کی تشریح بڑی تفصیل سے کی اور قرار دادِ مقاصد کی شکل میں اس کی حیثیت واضح کر دی۔ اس پر بحث کی گئی اور ان پر غور کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی مقرر ہوئی۔ آخر کار صدر مملکت نے اپنے اختیارات سے کام لے کر فیصلہ کر دیا کہ اس طرح دوسرے تمام قانون اسلام کے مطابق بنائے جائیں گے۔ اس طرح ملک کا نظام حکومت اسلامی قانون پر مبنی ہو گیا۔

افرادی قوت اور عددی اکثریت کے فوائد

دنیا کی دانشمند قومیں ہمیشہ اپنی عددی اکثریت پر فخر کرتی ہیں۔ اگر کسی قوم کو عددی اکثریت کے ساتھ عسکری قوت اور فوجی صلاحیت بھی میسر ہو جائے تو وہ ناقابل تسخیر طاقت بن جاتی ہے۔ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمانوں کو اس پر بڑھنے کی ترغیب دی اور اسے قیامت کے روز اپنے فخر کا ذریعہ قرار دیا۔ قرآن کریم نے بھی اس کمی کی مذمت کی ہے اور فرمایا کہ یہ حرکت حق تعالیٰ کی رزاقیت کے تقاضے کے خلاف ہے۔ حق تعالیٰ رازق ہے، رزق کا کفیل اللہ تعالیٰ ہے، وہی فرد یا جماعت یا حکومت رزاق نہیں۔ فرد و جماعت و حکومت کے ذمہ تو صرف کسب معاش کی تدبیر ہے لیکن تکمیل کس کی اس محنت کو پاکستان پر مسلط کرنے کے لئے خاندانی منصوبہ بندی درآمد کی گئی۔ مرکزی حکومت نے پیپلز پارٹی کے دور میں اس کمی پر خرچ کرنے کے بعد اسلام کو مسلط کرنے کا موقع دیا۔ علماء امت نے اس کی قباحتیں اور اس کے برے نتائج کے واضح کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا لیکن ان کی تمام تر کوشش کے باوجود اس قبیح تحریک کو اچھا خاصا عوامی حمایت حاصل ہو گئی۔ اس کے نتائج بد سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی مخالفت کا دروازہ کھلا رہنا چاہئے۔

یہ تین دوائیں کا نسخہ ہے جو ہمیں مغربی حکومت کے ذریعہ کھلایا جا رہا ہے۔ ان میں سے ہر دوا کا نام خاندانی منصوبہ بندی ہے۔ اس کو ہوا دینے کی خاطر بڑی بڑی کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ آبادی کے سیلاب اور معاشی مسائل کی داستانیں بھی طویل سے طویل تر کی گئیں۔ اخبارات، تمام ذرائع ابلاغ اور دینی مصالح کی بنیاد اس کو بنایا گیا۔ آخر حق تعالیٰ نے وہ وقت "لعل یحدث بعد ذلک امرا" کا ظہور ہوا۔ آج اس حکومت کی ذات کے وہ رائج فرسودہ نظام ہائے آئے کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ وہ کایا پلٹ ہو جائے گی۔ ان میں سے ایک نظام [illegible] اور قرآن و سنت کی بنیاد پر [illegible] ہو گئی ہے۔ اس کے [illegible] ہو گئے ہیں۔

اس دور فرسودہ میں تاک [illegible] سے [illegible] ہے [illegible]

نے نام پر یا اور اسلام کا نام بلند کرنے کے ارادوں سے وجود میں آیا، پھر کتنا دردناک منظر ہے کہ اسلام کی توضیح کرنے کی کوششیں ہوئیں جس کے تصور سے دل کانپ اٹھتا ہے اب بعض حلقوں سے "سوشلزم" یا "اسلامی سوشلزم" کی آوازیں سننے میں آرہی ہیں۔

سوشلزم کیا ہے؟ اس نے دنیا کے کتنے ہوناک ہیں "اس نے دنیا کو کیا دیا" اس کے بانی اور فلسفہ رکھنے والے عوام کے کتنے خیر خواہ اور مساوات کے خوشنما اور بلند بانگ دعووں میں کتنے مخلص ہیں؟ اس کے لئے کسی دوسری فرصت کی ضرورت ہے یہاں ہم صرف اتنا کہیں گے پاکستان اسلام اور صرف اسلام کی خاطر معرض وجود میں آیا اسلام ہی پر اس کا وجود موقوف ہے، اسلام اور پاکستان کا درمیانی رشتہ اتنا مضبوط اتنا مستحکم اور اتنا شدید ہے کہ ان دونوں کو جدا نہیں کیا جا سکتا اس لئے جو لوگ پاکستان میں اسلام کے سوا کسی اور "ازم" کو لانے کا خواب دیکھتے ہیں وہ بانیٔ پاکستان کی نفی کرنے اور صرف اسلام اور صرف اسلام سے دغا کرتے ہیں بلکہ خود اپنے آپ کو بھی فریب دیتے ہیں اور جو لوگ اسلام کے "سنہرے قالین" کا "ریشمی دھاگا" بننا چاہتے ہیں وہ ایک وقت اسلام اور سوشلزم دونوں سے اپنی ذہنی واقفیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

صدر ایوب کے بارے میں ایک افواہ اور اس کی وضاحت

روزنامہ جنگ نے ۱۷ جنوری ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں "صدر ایوب کے عقیدہ" کی وضاحت کی سرخی کے ساتھ یہ خبر شائع کی ہے:

> "لاہور کے ایک معتمد شہری نے حال ہی میں صدر کے ملٹری سیکرٹری کو ایک خط لکھا تھا جس میں قرآن مجید کے متعلق صدر کے بعض مبینہ تبصروں کی وضاحت کے لئے استدعا کی گئی تھی۔ ان کو جوابی مکتوب میں مطلع کیا گیا ہے کہ آپ نے ملٹری سیکرٹری کو جو خط ارسال کیا تھا صدر ایوب نے اس کا مطالعہ کیا اور سید قدا حسن کو ہدایت کی کہ وہ اس خط کا جواب روانہ کریں اور صحیح صورت حال کی وضاحت کر دیں۔ صدر کے مشیر اعلیٰ نے اپنے جواب میں واضح طور پر لکھا ہے کہ صدر سے جو باتیں منسوب کی گئی ہیں وہ قطعی غلط اور بے بنیاد ہیں اور صدر کا منہ ہے کہ "وہ کبھی یہ باتیں کہہ سکتے"۔ سید قدا حسن نے مزید لکھا ہے "یہ قطعی غلط اور بے بنیاد ہے کہ صدر کا شمار کسی ایسے فرقہ (۱) میں ہوتا ہے جو قادیانی "عقیدہ رکھتا

---

(۱) قادیانی امت کو "فرقہ" کہنا ان مغالطوں کی اصل جڑ و بنیاد ہے قادیانی جماعت اسلام کا ایک فرقہ نہیں بلکہ اسلام کے بالمقابل مذہب کی ایک مدعی نبوت جماعت ہے اس لئے جب یہ کہا جاتا ہے کہ صدر کے مشیر اعلیٰ نے قادیانی کا انکار کرتے ہوئے اس کی اصل حیثیت کو واضح کر دیا ہے (ادارہ)

سے انہوں نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا: "صدر ایوب ایک سنی خاندان میں پیدا ہوئے اور وہ راسخ العقیدہ سنی ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے کبھی اپنے عقیدے میں تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں کی"۔ سید فدا حسن نے آخر میں امید ظاہر کی ہے کہ اس وضاحت سے تمام لوگوں کے شکوک و شبہات ختم ہو جائیں گے۔

راسخ العقیدہ سنی مسلمان کون ہے؟

صدر محترم کے بارے میں یہ افواہ گذشتہ کئی مہینے سے گرم تھی کہ انہوں نے قادیانی مسلک اختیار کر لیا ہے اور وہ واقعتہً قادیانی ہو گئے ہیں اگرچہ عقل اسے کسی طرح ماننے کے لئے تیار نہیں تھی لیکن بعض حلقے بڑے وثوق و اعتماد سے اس پر پروپیگنڈا کر رہے تھے اور صدر محترم سے اس بارے میں وضاحتی بیان کا مطالبہ کیا جا رہا تھا، ادھر قصر صدارت کی طرف سے اس کا جواب مکمل خاموشی رہا، ایسے میں عوام کا شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جانا ایک طبعی امر تھا، مقام شکر ہے کہ صدر کے مشیر اعلیٰ نے اس افواہ کی "غیر مبہم الفاظ" میں تردید کر دی، کاش یہ کام چند مہینے پہلے ہو گیا ہوتا تو غلط فہمی کو جڑ پکڑنے ہونے کا موقعہ نہ ملتا اور فضا میں جو تلخی اور شدت پیدا ہو چکی ہے، یہ نہ ہوتی۔ تاہم یہ فرض صدر کے قریبی حلقوں کا تھا کہ وہ صدر مملکت کو حالات کی صحیح نزاکت سے آگاہ رکھتے، خیال ہوتا ہے کہ شاید اب بھی اس قضیہ کے پورے گوشے صدر کے سامنے نہیں رکھے گئے نہ ان تمام غلط فہمیوں سے انہیں آگاہ کیا گیا جو ان کے بارے میں پائی جاتی ہیں، ورنہ صدر کے مشیر اعلیٰ کا وضاحتی بیان اور زیادہ واضح صورت میں ہوتا، ان کا کہنا ہے کہ "صدر راسخ العقیدہ سنی مسلمان ہیں" حالانکہ تمام مسلمانوں کے نزدیک:

(الف) ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بایں معنی خاتم النبیین ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا نہ حقیقی نہ مجازی، نہ ظلی، نہ بروزی۔

(ب) ... مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی بلکہ خاتم الانبیاء ہونے کا دعویٰ کیا اور خود کو محمد رسول اللہ کا مصداق قرار دیا ہے، اس لئے مرزا صاحب کا وہی حکم ہوگا جو اسلام میں جھوٹے متنبی کا ہوتا ہے۔

(ج) ... مرزائی حضرات مرزا صاحب کو ان کے دعاوی میں سچا سمجھتے ہیں اس لئے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اب اگر صدر کے مشیر اعلیٰ کے بقول صدر محترم قادیانی نہیں بلکہ راسخ العقیدہ سنی مسلمان ہیں تو صدر کے عقیدہ کا اعلان اس طرح ہونا چاہئے کہ:

(الف) ... صدر مملکت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا مدعی کذاب اور جھوٹا ہے۔

(ب) ... صدر، مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں سمجھتے بلکہ سنی عقیدہ کے مطابق اسے مرتد سمجھتے ہیں۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا یہ کلمہ یاد رکھنے کے لائق ہے:

ما عرضت قولی علی عملی إلا خشیت أن أکون مکذباً (۱)

ترجمہ: میں نے جب بھی اپنے قول کا اپنے عمل سے موازنہ کیا مجھے یہی خدشہ پایا کہ کہیں مجھے جھوٹا نہ ٹھہرا دیا جائے۔

حق تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات کی توفیق وطاقت عطا فرمائیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی صفوۃ البریۃ سیدنا محمد وآلہ وأصحابہ واتباعہ وعلماء امتہ أجمعین. آمین برحمتک یا رب العالمین.

(۱۱ ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ)

دین اسلام کی امتیازی خصوصیت

[illegible] جاتا کہ اسلام میں غیبت کا [illegible] ہے اس کا ذکر قرآن [illegible] ایسے عجیب و غریب مثال سے اس کی قباحت واضح فرمائی ہے ظاہر ہے کہ غیبت میں ولی خاص واقعہ بات کہی جاتی ہے مگر جو کمزوری کسی انسان میں ہو اس کا ذکر اس کی غیر موجودگی میں کرنا غیبت کہلاتا ہے، وہ بھی اتنا بڑا گناہ ہے کہ خود حق تعالیٰ نے قرآن میں اس کا ذکر فرمایا ہے اور مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا ہے، کون نہیں جانتا کہ جھوٹ کتنا بڑا گناہ ہے اور جھوٹی بات دوسرا شخص کی غلامت تباہی کی ہے، من چلا وہ شخص ہے جس کی زبان پر اسلام کا دعویٰ ہو اور دل میں نفرت چھپا ہوا ہو، کون نہیں جانتا کہ [illegible] کی جھوٹی بات کہنا [illegible] بے [illegible] ہے، غرض غیبت کذب بیانی [illegible] تمام معاصی سے بدتر ہے اور ان سب کے لئے جہنم کی وعید ہے، یہ سب کچھ اس لئے کہ اسلام نے مسلمانوں میں عالمگیر اخوت قائم کی ہے ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ [الحجرات: ۱۰] کہ مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اسلامی اخوت کے بارے میں احادیث نبویہ میں عجیب عجیب حقائق بیان فرمائے گئے ہیں، ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کیا حقوق ہیں؟ فرمایا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے دشمن کے حوالے کرے، [illegible] حالت اس کی امداد کرے، اگر کوئی کمزور ہے تو اس کی پردہ پوشی کرے اور جو مسلمان مسلمان بھائی کی پردہ پوشی

---

(۱) وقد ضبط بفتحها (الذال) ومعناه خشیت أن یکذبنی من رأی عملی بخلاف قولی. کما فی صحیح البخاری، کتاب العلم، باب خوف المؤمن أن یحبط عمله ح: ۱ ص: ۱۲، ط: قدیمی

کرے گا حق تعالیٰ شانہ دنیا و آخرت دونوں میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا(۱)، اور فرمایا کہ مسلمانوں کی مثال ہمدردی و غم خواری میں ایک جسد کے اعضاء کی طرح ہے اگر ایک عضو درد میں مبتلا ہو تو تمام بدن انسانی بے چین رہتا ہے(۲)، اور فرمایا کہ مسلمان جب مسلمان ہوگا کہ جو چیز خود اپنے لئے پسند کرے وہی مسلمان بھائی کے لئے پسند کرے(۳)، اور فرمایا کہ مسلمان وہ ہے کہ مسلمان اس کی ایذا رسانی سے محفوظ رہیں(۴)، جہاں تک ہو سکے جانے مسلمان جب مسلمان سے ملے تو "السلام علیکم" کہے(۵)، اور مسلمان کو چھینک آئے تو فوراً "یرحمک اللہ" کہے اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو(۶)، مسلمان کو گالی دینا فسق ہے(۷)، غرض قرآن، احادیث نبویہ میں اتنی تعلیمات ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، یہ ہیں دین اسلام کی وہ امتیازی خصوصیات کہ کوئی دین ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا، مسلمان کا اکرام و احترام کرنا اسلام کے بنیادی حقوق میں سے ہے، مسلمان کی خیر خواہی، اس کی نصرت، اس کی ہمدردی، اس پر شفیق مہربان کرنا وغیرہ وغیرہ یہ وہ تعلیمات ہیں کہ تہذیب کی مدعی قومیں اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

جدید تہذیب کی برکات

افسوس کہ آج کل بالخصوص پارلیمانی انتخابات کا اعلان ہوتے ہی اسلامی اخوت اور مسلمانی کی وہ دھجیاں بکھیری جارہی ہیں کہ عقل حیران ہے، جھوٹ، غیبت، بہتان طرازی، افتراء پردازی کون سا وہ گناہ ہے جو برسر بازار بڑے بڑے علوم الشان اجتماعات میں نہیں کیا جاتا، ایک طوفان بدتمیزی ہر محفل میں برپا ہے، کسی کی آبرو محفوظ ہے نہ کسی کی جان محفوظ، ماں دو دو ٹکے کو بری طرح سے بہایا جارہا ہے، بھائی بھائی کا دشمن بنا ہوا ہے، غرض کون سی بدتہذیبی ہے جس کا مظاہرہ نہ ہو رہا ہو، یہ ہے یورپ کی تہذیب، یہ ہے مغرب کا تحفہ، یہ ہیں مغرب زدگی کے کارنامے، پھر یہ شخص ہر فریق کی زبان پر یہ دعویٰ کہ ہماری جماعت کی کامیابی سے اسلام کا یہ فائدہ ہوگا،

---

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم ج:۲ ص:۳۲۰، ط: قدیمی سنن الترمذی، ابواب الحدود، باب ماجاء فی الستر علی المسلم ج:۱ ص:۲۶۳، ط: قدیمی

(۲) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم ج:۲ ص:۸۸۹، ط: قدیمی

(۳) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیه ما یحب لنفسه ج:۱ ص:۶، ط: قدیمی

(۴) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب أی الاسلام افضل ج:۱ ص:۹، ط: قدیمی

(۵) الصحیح لمسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام ج:۲ ص:۲۱۳، ط: قدیمی

(۶) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب تشمیت العاطس اذا حمد الله ج:۲ ص:۹۱۹، ط: قدیمی

(۷) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب خوف المؤمن ان یحبط عمله وهو لا یشعر ج:۱ ص:۱۲، ایضاً: کتاب الأدب، باب ما ینهی عن السباب واللعن ج:۲ ص:۸۹۳، ط: قدیمی

مسلمانوں کو یہ نتیجہ پہنچانا آئندہ ہمارے مقصد میں کامیاب ہونے تو یہ کریں گے اور وہ کریں گے جس تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ [الصف:۲،۳]

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسی بات تم کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے، حق تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والی ہے یہ بات کہ جو کہتے ہو کرتے نہیں۔

یہ ہے تہذیب جدید کی پیداوار اور اس قسم کے انتخابات سے یورپ کی جمہوریت جنم لیتی ہے جس کا نشہ مگ ۳۰ برس سے دیکھ رہا ہے کہ ان دعویداروں نے اسلام کی کیا خدمت انجام دی اور کسی خدمت کی ابتدا بھی تو انجام کی خدا کو خبر، کیا اس ملک میں ایسا قانون بنا جس سے انسان کی شرافت محفوظ ہو، آبرو محفوظ ہو، مال محفوظ ہو جان محفوظ ہو، کیا اللہ تعالیٰ کا قانون عدل نافذ کیا، کیا شراب کو بند کیا گیا، کیا زنا پر اسلامی سزا جاری کی گئی، کیا چور کے ہاتھ کاٹے گئے، کیا چکلے بند کر دیے گئے، کیا شراب خانے ختم کر دیے گئے، کیا قصاص جاری کیا گیا، نہیں! جگہ بے حیائی، شراب خوری، آبرو ریزی کو دیکھ کر ہر شخص کے ہر ذریعے سے اتنا اچھا لا گیا کہ عقل دنگ رہ گئی، کیا مسلمانوں کی ملک محفوظ ہیں؟ کیا کارخانے محفوظ ہیں؟ کیا انڈسٹری محفوظ ہے؟ کیا اس قریشی دور میں ۲۲ سو فیکٹریاں قومیائی نہیں گئیں جن کی مالیت تین ارب کی کمائی سے تو محروم ہوگئی اور نااہلوں کے ہیر پھیر کے معیشت تباہ ہوگئی خسارے میں چل رہی ہیں، یہ دکھلایا جا رہا ہے کہ خسارہ ہے تاکہ حکومت کے خزانے میں ٹیکس نہ ادا کرنا پڑے، حکومت کا خزانہ بھی خالی ہوگیا تو مہنگائی کے طوفان میں مبتلا ہوگئی، یہ داستان نہ ہمارا موضوع ہے نہ ہمارا مزاج، ورنہ بتلاتے کہ ان دعویداروں نے اس ملک اور قوم کی کیا خدمت کی ہے، غرض نہ دین کی ترقی نہ دنیا کا سکون ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾ [الحج:۱۱] دنیا تباہ، دین تباہ، اخلاق تباہ، انسانیت ختم، دنیا کا جنازہ نکل گیا، یہ ہیں جدید تہذیب کے برکات۔ یہ ہیں جمہوریت کے ثمرات، اور یہ ہے خدا فراموشی کی سزا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ اس ملک خداداد پر رحم فرمائے اور صالح ہاتھوں میں حکومت آئے تاکہ اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو اور قوم بھی خوش ہو، دل کا بھی سکون ملے، جان بھی محفوظ ہو۔

اللّٰھم لاتسلط علینامن لا یرحمنا اللّٰھم ولّ أمورنا خیارنا و لا تولّ أمورنا شرارنا واغفرلنا وارحمنا وأنت خیر الراحمین. آمین یارب العالمین

[ربیع الاول ۱۳۹۷ھ-مارچ ۱۹۷۷ء]

اسلام پورے جہان کے لیے رحمت ہے

بلاشبہ اسلام پوری دنیا کے لیے رحمت ہے تمام انسانوں کے لیے عالمگیر رحمت بن کر آیا ہے۔ پوری انسانیت کی ہمدردی کا جذبہ رکھتا ہے اس کے اندر جس قدر رحمت اور انسانیت دوستی ہے وہ اس لیے ہے کہ اس نے مقام عالم سے اسلام نے پوری انسانیت کو اپنا مخاطب بنایا ہے۔ اسلام آنے سے پہلے تمام مذاہب اپنی اپنی قوم کے لیے مخصوص تھے۔ اسلام سے آفتاب و مہتاب سے پہلے وہ ان قوموں کے لیے روشنی کا کام دیتے تھے۔ اس کے بعد ان کی روشنی ختم ہو گئی۔

"لا یبقی بیت وبر ولا مدر إلا أدخله الله الاسلام بعز عزیز وذل ذلیل"(۱)

ترجمہ: کوئی گھر اور خیمہ کا کپڑا باقی نہیں رہے گا جس میں اللہ اسلام کو داخل نہ کرے گا کسی کو عزت دے کر اور کسی کو ذلت دے کر۔

بلاشبہ یہ اسلام کی عظمت کی دلیل ہے کہ وہ تمام انسانیت کا مذہب ہے اس نے تمام انسانوں کو مخاطب بنایا ہے۔

اسلام جانوروں پر بھی رحم کرنے کی تعلیم دیتا ہے

اسلام کی وسعت اور عظمت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اس نے اپنی پیروی کرنے والوں کو صرف انسانوں ہی پر نہیں بلکہ جانوروں پر بھی رحم کرنے کی تعلیم دی ہے۔ [illegible] اس کا حکم دیا ہے۔ [illegible] اس کا حکم دیا ہے۔ [illegible] اس کا حکم دیا

اسلام کا قانون رحمت وعدل

اسلام صرف اس وقت تلوار اٹھانے کا حکم دیتا ہے کہ جب اصلاح کے راستے بند ہو جاتے ہیں، نظام معاشرہ کے تباہ ہونے کا اندیشہ لاحق ہو جاتا ہے اور کوئی توقع نہیں رہتی کہ بغیر طاقت کے استعمال کے ظلم ختم ہوگا۔ اس وقت تلوار اٹھانے کا حکم انسانیت کو بچانے کے لئے دیا گیا ہے اور یہ بھی اس لئے کہ بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کیا جائے۔ عبادت گاہوں میں بیٹھے ہوئے عبادت گذاروں کو نہ مارا جائے۔ کیا موجودہ تہذیب نے مدنی خواندہ دنیا میں ایسا کوئی قانون دیا ہے؟ کیا اسلام نے قانون رحمت وعدل کی نظیر پیش کر دی ہے؟ اسلام کی رواداری و انسانی ہمدردی کی کوئی مثال وہاں مل سکتی ہے؟

اسلامی غزوات پر اعتراض کرنے والوں کے روح فرسا کارنامے

دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے کو یہ بات چھپی نہیں ہوئی ہے کہ [illegible] کس طرح ہوا اور کس طرح [illegible] کے ساتھ [illegible] کیا گیا۔ [illegible] کے ساتھ [illegible] کی وہ [illegible] کی جا رہی ہے [illegible] کی [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

عدالتیں پھانسی کی سزائیں نہیں دیتیں؟ لعدد حیف کہ اسلام کے نام سے سزا ہو تو جرم ہے اور اگر غیر اسلامی عدالت سے سزا ہو تو عین انصاف ہے:

"بریں عقل و دانش بباید گریست"

اسلام میں تو کفار کی تین قسمیں ہیں: ① حربی کافر ② ذمی کافر

③ مستامن کافر ④ مرتد کافر جس کے الگ الگ احکام ہیں۔

پھر اسی طرح مملکتوں کے تین قسم ہیں:

① دارالاسلام ② دارالحرب ③ دارالامان

سب کے علیحدہ علیحدہ شرعی احکام ہیں، بسا اوقات ان احکام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے شبہات پیدا ہوتے ہیں، جو کافر میدان جنگ میں مسلمانوں سے معرکہ آرا ہوں ان کے ساتھ اسلام کا رویہ یقیناً شدت آمیز ہے، اسی طرح وہ کافر جو اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں اور سازشیں کرنے میں مصروف ہوں ان کے حق میں اسلام کا رویہ سخت ہے اور بلاشبہ اس موقعہ پر شدت وسختی ہی سراپا حکمت اور عین مصلحت ہے، جب ایک مسلمان زانی کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ﴾ [النور: ۲]

اور دیکھو زانی مرد وعورت پر اللہ کے دین کا حکم نافذ کرتے وقت تمہیں ان پر ترس نہیں آنا چاہئے۔

تو مفسد کفار کے حق میں شفقت ورواداری کیونکر جائز ہو سکتی ہے؟ جب کہ انہیں صحابہ اور بدری صحابہ کے بارے میں مکمل مقاطعہ کا حکم شرعاً واجب ہو سکتا ہے تو کفار ومرتدین کے بارے میں اگر صحیح سزا کی قدرت نہ ہو تو بدرجہ مجبوری ان کی ساتھ مقاطعہ کیوں اسلامی اصول کے خلاف ہے؟ درحقیقت اسلام کی تمام سزائیں نہ صرف یہ کہ عدل وانصاف کے فطری اصول پر مبنی ہیں بلکہ خود مجرم کے حق میں عین رحمت اور سراپا حکمت ہیں تاکہ اسے غور وفکر کا موقع ملے اور اسلام جیسی نعمت سے محروم ہو کر ابدالآباد تک عذاب الٰہی میں گرفتار نہ ہو، دراصل اسلام ہی وہ دین سماوی ہے جس نے جرم وسزا کے درمیان فطری توازن قائم کر کے انسانیت پر عظیم الشان احسان کیا ہے، جو لوگ جرائم پیشہ مفسدین اور کفار ومرتدین کے ساتھ معمولی سختی پر چیں بجبیں ہو جاتے ہیں ان کے نزدیک گویا مسلمانوں کے ساتھ ظلم کرنا تو قابل برداشت ہے لیکن کافروں اور مرتدوں کے ساتھ سختی کرنا اسلامی عدل وانصاف کے خلاف ہے، مسلمانوں کو فرضی جرائم پر مار، سزا اور عریاں کرنا انہیں سخت سے سخت سزائیں دینا اور ان سے انسانیت سوز سلوک کرنا تو ان کے نزدیک بالکل انصاف ہے لیکن موذی محارب کافر کو معمولی سزا دینا بھی اسلام کے خلاف ہے یعنی اسلام مسلمانوں کو اتنی بھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ بد دین موذیوں سے قطع تعلق ہی کر لیں؟ نہ معلوم عقل وانصاف اور دین ودیانت کا جنازہ کیوں نکل گیا، موذی کافر کے ساتھ رعایت اور بے گناہ مسلمان کے ساتھ بے رحمی

یہ کیسا فلسفہ ہے؟ کچھ محسوس ہوتا ہے کہ ایمان کا نور دلوں سے نکل چکا ہے اور کفر کی ظلمت اس طرح چھائی ہے کہ حقائق کی تمیز مشکل ہو گئی ہے۔

| شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ۔ جولائی ۱۹۷۷ء |

اسلام کا دستور

"دین اسلام" یا شریعت اسلامیہ نام ہے اس مکمل نظام انسانیت کا جس میں تکمیل انسانیت کے کسی گوشہ کو نظر انداز نہیں کیا گیا، خالق سے رشتہ ہو یا مخلوق سے اور وہ بھی شخصی زندگی سے متعلق ہو یا اجتماعی زندگی سے، غرض معاملات ہوں یا معاملات، معیشت و معاشرت ہو یا اخلاق و اطوار، ان سب کے لئے ایک علمی دستور اور ایک مقصد و نصب العین ہے، دین اسلام کا علمی دستور قرآن حکیم اور مقصود رضائے الٰہی ہے۔

قرآن حکیم انسانیت کی تکمیل چاہتا ہے اور اس لئے اس نے اسلام کے بنیادی اصول و احکام اور اس کی غرض و مقصد نہایت محیر العقول اور معجزانہ اسلوب بیان کے ساتھ واضح کر دیئے ہیں، ان مقاصد و احکام کے سلسلہ بیان میں وہ مظاہر فطرت اور آثار قدرت کو بھی اُجاگر کرتا ہے تو اس کا مقصود بھی یہی ہے کہ انسان کے فکری اور اعتقادی پہلوؤں کی تکمیل کی جائے، اور وہ تاریخی حقائق بیان کرتا ہے تو اس کی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ ان عبرت انگیز وقائع کو تاریخ اور آیات الٰہیہ سے انسانی بصیرت و شعور کی تربیت و تکمیل کی جائے، اور احکام الٰہیہ کا ذکر کرتا ہے تو اس سے بھی یہی مراد ہوتی ہے کہ اشرف المخلوقات انسان کو اکرم المخلوقات بنانے کی تدبیر ہو جائے، ذات و صفات کی توحید و بیان کا بیان ہو یا تذکیر و موعظت کی داستان، قانون عدل و انصاف کی تنظیم و تفصیل ہو یا اصول و احکام کی تمہید و انضباط، ان سب ہی سے انسان کو انسانیت کی معراج کمال تک پہنچانا مقصود ہے۔

قرآن کریم نہ تو تاریخی کتاب ہے کہ محض واقعات کی تفصیلات ہی بیان کرتا رہے اور نہ طبیعی قوانین کی تفصیل بیان پر مشتمل کتاب الطبیعیات ہے کہ محض علمی اور ذہنی حیاتی کے افسانوں میں وقت ضائع کرے، وہ تاریخ کی روح پیش کرتا ہے اور طبیعیات کے معقلی و عقلی نتائج بیان کرتا ہے جس سے توحید الٰہی، خلق و ربوبیت کے حقائق انسان کے دل و دماغ میں پیوست ہوں اور اس کو پاکیزگی حاصل ہو تاکہ وہ عالم عالم میں خلیفۃ اللہ کے منصب اعلیٰ کے تقاضوں کو پورا کرنے کا اہل بن جائے، قرآن اگر کائنات میں غور کرنے کی دعوت دیتا ہے تو اس کی غرض یہی ہوتی ہے کہ انسانی فکر و ذہن کے سامنے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا راستہ کھل جائے اور اس غور و فکر کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے ایمان و یقین کی تائید اور پرورش ہو، اس لئے ان حقائق کونیہ و حقائق ارضیہ میں غور و خوض سے ایمان قوی ہوگا، وہ ان کی طرف محض علم افزائی کی حیثیت سے کبھی دعوت نہیں دیتا کہ محض فن کو مقصد بنا لیا جائے۔

قرآن کے بعض جدید مفسرین کو اس سلسلہ میں بڑی غلطی ہوئی ہے، انہوں نے ان موضوعات میں

قرآنی مباحث کی تفسیر اور ان مباحث کی نہایت غرض بیان کرنے میں بڑے مغالطے کا شکار ہوا ہے اور یہ غلطی ان کی تحریروں سے اور بھی جلی ہو گئی ہے کہ قرآن کریم ان تحقیقات میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے تو اس کا مقصد بھی معرفت ہی تک پہنچتا ہے اور کہ کسی جدید علمی مسئلہ کو دار و مدار میں لانے کی طرف متوجہ کرتا ہے تو اس کی غرض و غایت یہی ہوتی ہے کہ ان مسائل کو خدمت خلق کا ذریعہ بنایا جائے نہ کہ ان کو دولت اور ثروت کا ذریعہ بنا لیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ذات وصفات الٰہی کے بحر بیکراں میں شناوری کا صرف یہی ایک راستہ ہے کہ انسان ان حقائق میں غور کرے تاکہ اس وادی میں اس کی فکر و نظر کی سلامتیں زیادہ ہو سکیں اور اس کے سامنے معرفت الٰہیہ کے نئے نئے ابواب کھلیں اور جب اس طرح قلب و روح کی تربیت ہو جائے اور انسانیت کا صحیح شعور پیدا ہو جائے تو عمل و ارادہ کا صحیح مقصد بھی خود بخود متعین ہو جاتا ہے۔

تفسیر "جواہر القرآن" پر تبصرہ

تقریباً انتیس ۲۹ سال پہلے ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء کے اوائل میں مصر جانے کا اتفاق ہوا تھا اور قاہرہ کے ایک دینی ہفت روزہ مجلہ "الاسلام" کے دفتر میں اپنے رفیق مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری کی معیت میں بعض اشاعت مضامین جانا ہوا تھا وہیں مجلہ "الاسلام" کے دفتر میں مصر کے ایک مشہور عالم اور مفسر قرآن (۱) شیخ طنطاوی مرحوم سے تعارف اور ملاقات کا موقع ملا۔ وہ بھی اس مجلہ میں دینی مضمون شائع کرانے کی غرض سے تشریف لائے تھے۔ تعارف کے بعد علامہ موصوف نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا میں نے ان کی تفسیر کا مطالعہ کیا ہے؟ میں نے جواباً عرض کیا کہ کتنی ہی اس قدر معلومات افزا ہے اس سے اس کے تعلق سے تمام کرہ ارض کے دینی حلقوں میں کیسی تفسیر ہے؟ علامہ نے فرمایا کہ میں تمہاری رائے سننا چاہتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ مشکلات القرآن (۲) کے مقدمہ میں آپ کی تفسیر کے متعلق مختصر طور پر اپنی رائے لکھ چکا ہوں، وہ مختصر سی رائے تھی اگر آپ اجازت دیں تو اب کچھ تفصیل سے عرض کروں۔ فرمایا بہت خوشی سے۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا:

"آپ نے علماء امت پر یہ تو بڑا احسان کیا کہ علوم جدیدہ و خصوصاً طبیعیات، الٰہیات، ریاضیات وغیرہ کو جو یورپ کی زبانوں میں تھے اور علماء ان سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے فصیح و بلیغ عربی میں منتقل کر دیا اور اس سے ہمارے لئے استفادہ کی راہیں کھل گئیں اس احسان کے ہم سب عنوان ہیں لیکن قرآنی دعوت کو آپ نے جس انداز

---

(۱) علامہ شیخ جوہری نے "الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم" [illegible] لکھی ہے۔

(۲) "مشکلات القرآن" [illegible] قرآنی مسائل کو تفسیری حل پیش کیا ہے اس پر علامہ [illegible] مقدمہ لکھا ہے جو [illegible] مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔

سے بیان کیا ہے اس کا لوہا مل گیا ہے کہ صحابہ نے ان قرآنی حقائق کو سمجھنے میں جن کی تعلیم نبی ﷺ نے دی ہے دنیا کی
قوموں نے ان کو خوب سمجھا ہے اور انہیں نے صحیح طور پر ان پر عمل کیا ہے اور پھر خدا کا شکر ہے کہ دنیا میں اقوام کی ترقی
و تنزل اور مسلمانوں کی پستی و تاخر کا سبب سے بڑا سبب یہی ہے اگر آپ نے اس بیان و بار دلیل کو مان لیا ہے
تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس معاملہ میں سب سے زیادہ قابل تعریف وہ لوگ ہیں جنہوں نے (رضی اللہ)
جس پر قرآن کریم نازل ہوا اخذ و سب سے زیادہ قرآنی حقائق کی معرفت اور اس کے بعد تابعین اور صحابہ
کرامؓ نے بھی یہی تقدیر کی (رضی اللہ) اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی پر امر سے زیادہ قرآن کریم پر صحیح عمل
کرنے والی قوم روئے زمین پر پیدا نہیں ہوئی لیکن آپ نے بیان کئے مطابق صحابہ کی بھی قوم سب
سے زیادہ متقی (پرہیزگار) تھی۔

آپ فرماتے ہیں کہ جو قوم ان حقائق کو دنیا میں پھیلانے کی خدمت لے کر اٹھی اس کی معرفت کے میدان میں بھی وہی قوم
سب سے بہتر لے جانے کی حقدار ہے اب دنیا میں آپ کے فرمانے کے مطابق صحابہ کرام اور تابعین
امت سے زیادہ واقف بالقرآن ہوگا اور ایک پورے قرن کا فرق ہے اس لئے ان آپ کے زمانہ سے بعد والے حفاظ حدیث جتنے
بعد والے ہیں سے زیادہ عارف بالقرآن ہوگا۔

پھر آپ قرآنی آیات سے بعض اوقات اپنے طرز پر استدلال کرتے ہیں کہ قرآن حکیم کی شان رفیع اس
دانی اور کمزور استدلال سے بہت اعلیٰ و ارفع ہوتی ہے مثال کے طور پر میں نے سورۂ آل عمران کی تفسیر میں ایک
موقعہ پر علامہ موصوف نے ایسے استدلال کا حوالہ دیا جس میں موصوف نے قرآن کے الفاظ پر استدلال کیا تھا میں نے
اس کی ضروری اور اس نے ایک مدلل و علمی جواب تحریر کیا۔

علامہ طنطاوی مرحوم بڑے غور سے میری سنتے رہے اور اس کے بعد ان کا جواب دینا شروع ہوا اس میں
موصوف کی ان دونوں باتوں کا رد تھا جن کا رد جواب در جواب دیا گیا تھا جب بات یہ تھی کہ مرحوم کوئی موثر اور
وزنی بات کہیں فرماتے اور اس سے زیادہ عجیب اتفاق یہ تھا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس عمر میں کھولا اور
دماغ و بیان میں ایسی طاقت و روانی و طلاقت پیدا ہوئی جو میں نے اس سے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی اور اس کا میں نے
خود بھی کئی بار تذکرہ کیا ہے اور ان علامہ مرحوم کی موجودگی میں بے ساختہ فرمایا:

"فما انت عالم هندي انما انت فلك نزل من السماء لا صلاحي!"

تو محض ایک ہندی عالم نہیں بلکہ دقیقات و نکات قرآنی سے بحر ذخار ہے جو آسمان سے اترا ہے۔

اور بحث کے درمیان کبھی کبھی میرے کانوں پر ہاتھ رکھ کر بہت ہی تعجب کے لہجہ میں فرماتے:

"الآن أفهم منك معنى هذا الحديث"

اس وقت میں تم سے اس حدیث کے معنی سمجھ رہا ہوں۔

دنیا کا کوئی نظام اور دنیا کی ہر ہمہ جہت محدود مقدار میں چاہتے ہیں اس کا ذہن اور ان کی فکر و نظر اس طرف بالکل نہیں جاتی کہ اس حیرت انگیز کائنات اور پر سر روحانی مخلوقات کے خالق پر ایمان لائیں ایک طرف یہ بات ہے دوسری طرف اس قدر عبادت اور نیکیاں معمولی عبادت بجائے خود اس قدر قریب لے جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد میں صداقت کی نفی کی ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾ [النور: ۴۰]

اللہ تعالیٰ جس دل کو نور ہدایت سے نہ نوازے اس کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے۔

اسلام اور اس سے صحیح فائدہ اٹھانے کا راستہ

اسلام حق تعالیٰ کی وہ آخری نعمت ہے جس سے دنیا کو سرفراز کیا گیا ہے اس نعمت اسلام سے صحیح اور کامل فائدہ اس وقت نصیب ہوتا ہے جب صحیح اسلامی حکومت دنیا میں قائم ہو۔ اسلام نے اسکا مکمل نظام بتانے کے لئے اسلامی حکومت کی ہر پرتی حاصل ہوا جہاں حکومت عمل میں آئی جہاں اسلامی حکومت قائم کیا وہاں اسلام وجود میں آگیا جہاں اسلام کی برکات کا ظہور ہوا وہاں اسلام اور حکومت اسلام کا تعلق چولی دامن کا سا تعلق ہے ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا۔ حکومت اسلامی ہی وہ عظیم الشان سرچشمہ برکات ہے جس کی بدولت اسلام پر صحیح عمل کرنا قابل عمل ہو جاتا ہے حکومت اسلامی سے قائم کے بعد مسلمانوں کی جان مال آبرو کی حفاظت ہو جاتی ہے اور قلب کو سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے اسلامی حدود و تعزیرات کے نفاذ ہو جانے کے بعد پرسکون ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ اسلامی حکومت کا قیام ہی وہ ماحول پیدا کرتا ہے جس کی بدولت اول تو جہاد اور اسلامی دعوت کی تکمیل ہوتی ہے دوسرے پریشان حال نہیں رہتے اور ان کی ہر قسم کی پریشانیوں اور تکلیف دہ فکروں کا علاج ہو جاتا ہے صحیح زکوٰۃ کا صحیح مصرف خرچ کرنے کے بعد زمین کی پیداوار میں غیر معمولی برکت ہونے لگتی ہے اور اس سے تجہیز و تکفین اسلامی اور دیگر اسلامی ضروریات خرچ کرنے کی بنا پر مزید برکت نازل ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے بعد اسلامی مملکتوں کی تعمیر ہوتے ہی مسلمانوں میں پڑھے لکھے اعلیٰ و ادنیٰ عہدوں کی دوڑ لگ جاتی ہے یہ تمام چیزیں فرد و افراد کو اپنے کے لئے ہیں جس سے اسلامی حکومت کا قیام ہی مقصد ہوتا ہے اسلامی حکومت کے قیام سے صحیح پیداوار ہونے لگتی ہے۔ اسلامی قوانین کے بیان کے ضمن میں ہم نے اس کی تفصیل بیان کی ہے اور یہ تفصیل بتائی ہے کہ اسلامی حکومت مسلمان کو کس طرح اسلام کے پوری طرح عمل کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اسلامی حکومت کا قیام ہی اس طرح ہو جو مقرر کردہ حقوق حاصل ہوتی ہے اس سے حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی بھی ہوتی ہے اس طرح اسلامی حکومت کا قیام ہی وہ ماحول پیدا کرتا ہے جس میں اسلام پر صحیح عمل کرنا ممکن ہوتا ہے اسلامی حکومت کا قیام ہی وہ ماحول پیدا کرتا ہے جس میں اسلام پر صحیح عمل کرنا ممکن ہوتا ہے اسلامی حکومت کا قیام ہی وہ ماحول پیدا کرتا ہے جس میں اسلام پر صحیح عمل کرنا ممکن ہوتا ہے

کا تصور اسلامی حکمران کے ذہن سے تمام ہو جاتا ہے اس لئے کہ اگر کسی وقت معاشرے کے افراد میں صحیح جذبہ ہمدردی باقی نہیں رہتا اور معاشی نظام میں توازن قائم نہیں رہتا تو اسلامی حکمران ہی کی شخصیت ایسی ہوتی ہے کہ اس کو حق ہے کہ عمل سے بے دخلت کر کے توازن قائم کرے۔ اسلامی حکمران کے یہ اختیارات نظام سے پیدا ہوتے ہیں۔

اسلامی ممالک کی امتیازی خصوصیت

بہر حال اسلامی مملکت کی سب سے بڑی ممتاز خصوصیت ملک میں نظام عدل اور شریعہ کا قیام اور اسلامی قانون کا اجراء ہے کوئی مملکت کبھی اسلامی قانون کی اسلامی مملکت نہیں بن سکتی جب تک کہ اس کے دستور و قانون کا نظام بالکل اسلامی احکام شرعیہ سے نہ بنایا جائے۔ میں صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اسلامی قانون کا نفاذ اور اسلامی مملکت کے قیام کا خیال ہی حقیقی اسلامی مزاج سے بعید ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی شرعی نظام مملکت بنیادی سچے مسلمان اور عامل مسلمان کی ذات سے وجود میں آئے اور اس کے نہیں بلکہ بعض ایسے حالات کی وجہ سے بھی کسی نہ کسی قسم کے حکمران کو مجبوراً ایسے اقدامات پر آمادہ کر دیتے ہیں جو ایک صحیح معنی میں اسلامی نظام کو حاصل ہیں۔

پاکستان کی سرزمین جب اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اور ایک ایسی خود مختار مملکت وجود میں آئی ہے جس کے باشندے اپنی قسمت آج بھی صحیح نظام اسلام کے آرزومند ہیں اور اسے پھر سے قائم کرنے کے لئے آمادہ ہیں تو آخر اس بات کا انتظار ہے کہ کیوں اسلامی قانون جاری نہیں کیا جاتا اور آخر اس اسلامی دستور کا کیا نتیجہ ہوا جس کا دل میں عہد کیا گیا تھا خصوصاً اس وقت جب کہ اب تمام اسلامی نظام کے تمام قانون بنائے جا چکے ہیں اور تمام دنیوی نظام جاری کرنے کے بعد بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا بلکہ ان جدید قوانین کے جاری ہونے سے دین بھی برباد ہوا اور اخلاق بھی برباد ہوا ملک کا امن بھی برباد ہوا تو آخر ایک مرتبہ اسلامی قوانین جاری کر کے اسلامی نظام کا یہ بیج نہیں آزما لیا جاتا کہ دیکھیں اس ملک کا مزاج کیا ہے عوام سچے اور پکے مسلمان ہیں تمام باشندے کئی میں مختلف ہی ایک جماعت اہل حدیث کے نام سے ہے اور دوسرا فیصلہ شیعہ حضرات کے ہیں کہ جو اپنے معاملات میں مجلس کو اپنے اپنے مسلک کے مطابق فیصلہ کرنے کی آزادی ہے اسی طرح مجلس مقننہ کی مجلس معاملات و مجلس قوانین میں تمام مذاہب کے مرتب موجود ہیں دنیا کے مقدمات اور عبادات و معاملات میں تمام مسلمان مطمئن ہیں اسلامی قانون بنانا موجودہ حکومت کے حکام عدالت چلانے والے جج اور قانونی کونسل کا مقصد ہونا ضروری ہے اگر اسلامی قانون وجود میں قانون سازی کی طرح مرتب کرنا ہی ضروری ہے تو چند ماہ سے زیادہ اس کے لئے درکار نہیں ایک بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ آئین اسلامی کا نفاذ کیا جائے تو اس کے لئے کسی قسم کی کوئی ضرورت نہ ہوئی تھی آئین میں اور خوش دلی سے تمام مسلمان تمام ارکان اسمبلی پوری طرح اسلامی نظام سے مطمئن ہے بلکہ قدیمی ہی چاہیں اگر دوں کی اصلاح نہیں ہوتی تو سب سے کارآمد ہے ہوتی ہے اور دلوں کی اصلاح کتاب و سنت کی ہدایت اور اسلامی ماحول سے ہوتی ہے۔ اسلامی

توفیق عطا فرمائے۔ ان واضافات کے ساتھ میں دوبارہ پیش کرنے کی توفیق نصیب ہو۔

(۱۰ اپریل ۱۹۸۹ء)

امت محمدیہ اور اسلام

﴿هذا بصائر من ربكم وهدى ورحمة لقوم يوقنون﴾ [الاعراف: ۲۰۳]

اسلام کی کامل تاریخ میں امت محمدیہ کے رہنے آج موجود ہے یہ بڑی گہن مزاجیں کے ساتھ ہیں گئی ہے اور ہمیں اسلام کا پرتو نصرت ہائے پیچھے اس شان میں آج موجود ہے اور اس حق پر عالم و اسلام پر ہمیشہ قائم رہے پائے وہ اس کے تیرہ سو چھوٹوں سے امت مدت اسلام اور ہمیں ہے اور اس کی ان پر خوبیوں سے قلب و دماغ کو مسرور نصیب ہوتے ہے شہداء شہداء ہونے پر ہے اور مقدس خونوں سے تحفظ کرنا ہے اپنے ان کے بعد ہے امت محمدیہ نے ہوں کی عظیم شان تاریخ ہے ہم اپنے بعض ہے نعمت ہمیں اور آپ کو ملی ہے ہمیں اس کی یا قدر ہونی ہے اس کی قدر و قیمت کو سمجھ کر اور تحفظ ہمیں اسلام کی عظیم ذمہ داری ہے ہم پر عائد ہوتی ہے اس کی قدر و قیمت کو سمجھنے کے لئے ہمیں اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے ہمیں معلوم ہوگا کہ اسلام کی تاریخ کا ہر دور اسلام کی ہر صدی (رضی اللہ عنہم) سے پہلے اس کی تاریخ میں ہر دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ کے لئے باب وضع ہوئے ہیں اسلام کی اشاعت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب فرمایا تھا۔

آیئے! آپ بھی اسلام کی تاریخ کے سنہری اوراق کی پھر ورق گردانی کیجئے اور دیکھئے اسلام سے محبت ان واقعات اور کارناموں پر مبنی ہے اسلام کی قدر و قیمت کا احساس ہوجائے گا۔ یہ نعمت ہمیں کن مشکلوں سے ہم تک پہنچی ہے لیکن محسن آج امت اس کی حفاظت کے فریضہ سے قطعاً توجہ ہٹا کر غفلت کی نیند سو رہی ہے۔

دین ہی کی تاریخ

اور زیادہ غور کیجئے تو اس دین ہی کی تاریخ اس سے بھی زیادہ قیمتی نظر آئے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی محمد ﷺ تک اس دین اسلام کی اشاعت اور اس کی حفاظت کے لئے جو جماعت انبیاء علیہم السلام کی ہمارے سامنے آتی ہے اس کا پتہ لگانا ہو تو حدیث رسول اللہ ﷺ میں اس کا پتہ ملتا ہے آپ نے فرمایا ہے کہ علماء نے اس کو سمجھا ہے اور بتایا ہے جو حدیث نبوی ہے امت کے لئے:

"الأنبياء أشد الناس بلاء ثم الأمثل فالأمثل"(۱)

سب سے زیادہ تکلیفیں نبی کو اٹھانی پڑی ہیں پھر جو ان کے جتنا زیادہ قریب مماثل ہو اس کو۔

(۱) الصحیح البخاری، کتاب المرضی، باب أشد الناس بلاء الأنبیاء، ج: ۲، ص: ۸۴۳، ط: قدیمی۔
مشکوۃ المصابیح، کتاب الاحسان، باب عیادۃ المریض وثواب المرض، ج: ۱، ص: ۱۳۶، ط: قدیمی۔

یعنی یہ دین اسلام ان تمام ادیان الٰہیہ کی آخری کڑی ہے جو جامع ترین کامل ترین شکل وصورت میں ہم تک پہنچا ہے، پھر صحابہ کرام اور تابعین وتمام رضی اللہ عنہم نے کس کس طرح اس امانت کی پاسداری فرمائی ہے، پھر محدثین کرام نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاس قدسیہ اور احادیث نبویہ کی کس شان سے حفاظت فرمائی ہے اور کیا کیا تکلیفیں اس سلسلہ میں کی ہیں ایک ایک حدیث کے لئے اور محفوظ کرنے کے لئے کیسے کیسے طویل وشاق سفر کئے ہیں اور پھر علماء اسلام کی سوانح حیات اور تحریرات وتالیفات سے کس طرح یہ امانت امت کے سامنے یہ امانت پہنچائی ہے جس کو اس کی حفاظت وصیانت کے لئے تقریباً ایک موضوع ایجاد کیا گیا۔ الغرض اس امانت الٰہی کو ان حضرات نے کس طرح سینوں سے لگایا اور کس طرح تصنیفی خزینوں (کتابوں) میں امت تک پہنچایا یہ سنہری تاریخ کا زریں دور ہے، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی وغیرہ وغیرہ وہ اس گلستان کے چند پھول ہیں اور اس بوستان کے چند باثمر پودے ہیں جن کے ثمرات سے آج امت فائدہ اٹھا رہی ہے۔

پھر اللہ جل مجدہ نے اس امانت الٰہی کے فہم ومفاہیم کو سمجھنے سمجھانے کے لئے اور اس کی روح کو تمام بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے خلفاء راشدین کو پیدا فرمایا ہے کہیں حاکم، کہیں وزیر، کہیں قاضی، کہیں تابعین، کہیں تبع تابعین، کہیں ائمہ مجتہدین، کہیں محدثین، کہیں مفسرین، کہیں مؤرخین، کہیں مصنفین، کہیں مناظرین، کہیں مبلغین، کہیں مدرسین، کہیں مفتیان، کہیں مقننین، کہیں مصلحین، کہیں مجددین، کہیں مجاہدین، کہیں مجتہدین، کہیں مقلدین، کہیں مؤلفین، کہیں مترجمین، کہیں مقررین، کہیں مدققین، کہیں محققین، کہیں مبصرین، کہیں مفکرین، کہیں مدبرین، کہیں مصورین، کہیں مصنف

چنانچہ خلافت فاروقی کے عہد میں جب اسلام مشرق و مغرب میں پھیل چکا اور فتوحات میں وافر مال غنیمت حاصل ہونے لگا اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود کو سب سے زیادہ صحابہ کرام کی موجودگی میں مدینہ میں مستقل رہائش اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود کی عمر تقریباً چالیس سال تھی۔ یہ ان کی جوانی کا زمانہ تھا۔ اس میں انہوں نے شیخین کے ساتھ رہ کر علم کے خزانے سمیٹے۔ اسلام کے اس عظیم مدرسے سے حضرت عبداللہ بن مسعود نے آٹھ فقہاء صحابہ میں سے حضرت ابوبکر و عمر کے بعد تیسرا نمبر حاصل کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے بارے میں جو حسب ذیل حیثیت ابن مسعود فاروق اعظم کے یہ کلمات طیبہ انتہائی اہمیت رکھتے ہیں "اتر تکم به یا اہل الکوفة"(۱)

اے اہل کوفہ! میں نے ان کو تمہارے پاس بھیجا ہے۔

عبداللہ بن مسعود نے اس مدینہ میں چالیس سال تک علم کے دریا بہائے۔ ان کی علمی عظمت کا اندازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا "امتلأ بیت عبداللہ شرجا علما"(۲)

عبداللہ بن مسعود کا گھر علم سے لبالب بھرا ہوا ہے۔

اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے۔ آپ نے عبداللہ بن مسعود کو وہاں بھیجا تھا لیکن حضرت علی نے عبداللہ بن مسعود کے ساتھ ان کے شاگرد عبیدہ بن عمرو سلمانی کو بھی بھیجا تھا۔ جس وقت عبداللہ بن مسعود کوفہ میں پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ فرمایا

"رحم اللہ ابن ام عبد فقد ملأ ھذہ القریة علما وفقها" (۳)

اللہ ابن ام عبد پر رحم کرے انہوں نے اس شہر کو علم اور فقہ سے بھر دیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عبداللہ بن مسعود کے بارے میں یہ رائے ان کے علم و فضل کی بہترین دلیل ہے۔

بہرحال خلافت فاروقی کے بعد مدینہ میں صحابہ کرام کی موجودگی میں عبداللہ بن مسعود کو اپنی علمی وقعت قائم کرنے کا موقع نہیں ملا۔ البتہ حضرت عثمان کے دور خلافت میں جب صحابہ کرام کی تعداد کم ہونے لگی تو عبداللہ بن مسعود کا علم و فضل نمایاں ہونے لگا۔ اس لئے حضرت عثمان نے ان کو کوفہ بھیجا۔ وہاں آپ نے علم کے دریا بہا دیئے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

(۱) الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ذکر عبداللہ بن مسعود ج ۲ ص ۳۴۱، بضع ج ۳ ص ۱۵۷، ط دار صادر بیروت۔

(۲) الطبقات الکبریٰ لابن سعد، طبقات الکوفیین ج ۶ ص ۱۰، ط دار صادر بیروت۔

(۳) البسوط للسرخسی، کتاب آداب القاضی ج ۱۶ ص ۷۷، ط دار الکتب العلمیہ بیروت۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین کا دور آتا ہے۔ تابعین وہ خوش نصیب حضرات ہیں جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی اور ان سے دین کا علم حاصل کیا۔ تابعین کی جماعت میں بھی بڑی تعداد ایسے حضرات کی ہے جنہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم سے فیض حاصل کیا۔ ان کی خدمت میں رہ کر علم حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ان تابعین کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے کوفہ میں ایک بڑا گروہ ایسے حضرات کا تھا جن میں سے بعض نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد سے علم حاصل کیا تھا۔ ان میں سے کوفہ میں ایسے بڑے پائے کے حضرات پائے جاتے تھے جن میں سے بعض نے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا تھا۔ ان میں سے بعض حضرات نے بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا تھا۔ ان تابعین کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے بعض حضرات نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کرنے کے بعد کوفہ سے باہر جا کر دوسرے علاقوں میں بھی علم دین کی اشاعت کی۔ ان حضرات کی تعداد بھی سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ ان حضرات کے شاگردوں کی تعداد بھی ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ ان حضرات نے بھی علم دین کی اشاعت میں بڑا اہم کردار ادا کیا

ان میں شامل ہیں ان دونوں حضرات سے روایت کرنے کی ہے۔[1]

امام ابوحنیفہؒ اور ان کی خصوصیات

ہمارے محدثین کرام نے علوم حدیث کے ساتھ ساتھ بعض نے رجال کے علم پر بھی توجہ دی ہے اور اس
[illegible] سے کئی نے تالیف کی ہے پہلی صدی ہجری کے [illegible] ہوئے ہیں ان میں سے ایک امام
[illegible] ہیں جن کے بارے میں ثوری کہتے ہیں کہ ان جیسا کوفہ میں ان کی مثل [illegible] ابوحنیفہ ہیں وہ ان سے بہت
[illegible] ہیں امام ابوحنیفہ سے زیادہ مختار اور مقبول [illegible] اور ان کی ہے وہ [illegible]
[illegible] امام ابوحنیفہ سے روایات و خصوصیات ہمارے موضوع سے ہیں ان سے ملاقات کی تفصیل
کچھ یوں ہے کہ:

فی طلعۃ الشمس ما یعنیک عن زحل

آفتاب طلوع ہونے کے بعد زحل تارے کی روشنی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

یہ تو ان کے [illegible] ہیں ائمہ مجتہدین میں سے [illegible] امام
[illegible] ہے [illegible] ابوحنیفہ [illegible] ہیں [illegible]
[illegible] ہے [illegible] ہیں [illegible] ہے [illegible] ہیں [illegible]
[illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

امام ابوحنیفہ کی فقہ مرتب کرنے والے چالیس حضرات ایسے تھے کہ جو قاضی کے عہدہ پر فائز رہے تھے۔

موفق مکی مناقب ابوحنیفہ میں لکھتے ہیں:

"وضع أبوحنيفة مذهبه شورى بينهم ثم يستبدّ فيه بنفسه دونهم اجتهادًا منه في الدين ومبالغةً في النصيحة لله ورسوله والمؤمنين فكان يلقى المسائل مسألةً مسألةً ويسمع ماعندهم ويقول ماعنده ويناظرهم شهرًا أو أكثر حتى يستقر أحدالأقوال فيها ثم يثبتها أبو يوسف في الأصول حتى أثبت الأصول كلها، وهذا يكون أولى وأصوب وإلى الحق أقرب والقلوب إليه أسكن وبه أطيب من مذهب من انفرد فوضع مذهبه بنفسه ويرجع فيه إلى رأيه، اھ"(۱)

ابوحنیفہ نے اپنے مذہب کی بنیاد ان چالیس ارکان کے مشورہ اور اتفاق رائے پر رکھی تھی۔ ان کی آراء کو نظر انداز کر کے اپنی شخصی رائے کو کبھی بھی مسلط نہیں کیا۔ اس کا مقصد اپنی جانب سے دین کے معاملہ میں انتہائی جہد و جہد کا اور خدا اس کے رسول اور اس ایمان کی خیر خواہی کا حق ادا کرنا تھا۔ ابوحنیفہ فقہی مسئلہ ایک ایک کر کے ان اراکین شوریٰ کے سامنے پیش کرتے ان سے اہل سنت اپنے دلائل بیان کرتے کبھی مہینہ بھر اس سے بھی زیادہ عرصہ ان کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتے رہتے تھے کہ جب فیصلہ ہو جاتا تو اس کے بعد کتب اصول میں درج کراتے تھے یہی سب سے زیادہ درست طریق ہے اور سب سے زیادہ قریب طریق کار تھا اسی سے دل مطمئن اور خوش ہو سکتے ہیں۔ بمقابلہ ایک شخصی مذہب کے جس کو ایک فرد اپنی شخصی رائے سے تحریر کرے اور اپنی رائے پر ہی اعتماد کرے اور اسی کو مدار بنائے۔

یہی وجہ ہے کہ امام محمد بن ادریس شافعی جیسے امام کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ:

"الناس كلهم في الفقه عيال على أبي حنيفة"(۲)

تمام امت فقہ میں ابوحنیفہ کی محتاج ہے۔

اور اسی وجہ سے ابن خلدون جیسے محقق مؤرخ کو بھی ہوا کہ وہ مالکی مذہب سے منسلک تھے اور اندلس نے مسلم عالم تھے جو پہلے مالکی مذہب کے تھے ابوحنیفہ کا مذہب اصل میں مروجی مذہب تھا۔ (تفصیل کے لئے مقدمہ ابن خلدون دیکھئے)۔

(۱) مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ ج ۲ ص: ۱۳۴، ۱۳۳، ط: مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

(۲) تاریخ بغداد للحافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیب ج ۱۳ ص: ۳۴۶، ط: دار الکتاب العربی بیروت

امام ابوحنیفہؒ اور شرعی مسائل

امام ابوحنیفہ نے جو شرعی مسائل و احکام امت کے لئے املاء کرائے تھے ان کی تعداد کے بارے میں متعدد اقوال ہیں، ان میں ایک قول یہ ہے کہ یہ مسائل و احکام بارہ لاکھ تراسی ہزار سے بھی زائد تھے، یہی وجہ ہے کہ ابوحنیفہ کے مذہب کو عالم اسلامی میں جو عروج و قبول نصیب ہوا ہے تصور سے باہر ہے، چنانچہ کہا گیا ہے کہ تمام امت میں ابوحنیفہ کی مخالفت و انتقاد کرنے والے دنیا کے امام کے مخالف سے زائد نہیں ہیں، نصف اقل میں تمام ائمہ کے متبعین شامل ہیں۔

کئی حقائق کے پیش نظر امام یحییٰ بن سعید القطان اور امام یحییٰ بن معین اور وکیع بن الجراح وغیرہ و دیگر کبار محدثین کے متعلق محققین علماء کا رجحان کا بیان ہے کہ یہ ابوحنیفہ کا اتباع کرتے تھے، گویا "اجتہاد مطلق" کا منصب اتنا اونچا اور اتنا دقیق و مشکل ہے کہ اتنے بڑے بڑے حضرات علماء محدثین بھی ابوحنیفہ کی اتباع سے بے نیاز نہ ہو سکے، بالشبہ ان کا اتباع یا ان کی تقلید عام امت جیسی نہیں ہے کہ ہر مسئلے میں امام کی تقلید کریں بلکہ جو دقیق فقہی مسائل ایسے درپیش آتے تھے کہ یہ حضرات خود اپنے حدیث فیصلہ نہ کر سکتے تھے تو ان میں ابوحنیفہ کا مذہب اختیار کرتے تھے اور اسی پر فتویٰ دے دیا کرتے تھے، اسی وجہ سے امام ترمذی جیسے حضرات محدثین کو شافعی مذہب کا پیرو بتلایا گیا ہے اور امام بخاری جیسے محدث کو امام احمد بن حنبل کا متبع بتلایا گیا ہے۔ بہرحال حدیث ہو یا فقہ ان کے الگ الگ شعبے ہیں۔

"ہر کسے را بہر کارے ساختند"

"لکل فن رجال" معروف قول ہے، اعمش جو ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے شیخ تھے، ایک موقعہ پر ان سے ایک مسئلہ پوچھا گیا جواب سے عاجز آ گئے، ابوحنیفہ موجود تھے، اعمش نے کہا "اجازت ہو تو جواب دوں" فرمایا "ہاں" جب ابوحنیفہ نے اسی حدیث سے جواب دیا جو اعمش کو بھی یاد تھی تو اعمش کو اس پر حیرت ہوئی اور بے اختیار فرمانے لگے: "یا معشر الفقهاء نحن الصیادلة وأنتم الأطباء"(۱)

اے فقہاء کی جماعت! ہم تو دوا ساز ہیں طبیب تو تم ہو۔

امام ابو یوسف کی موجودگی میں ایک دفعہ کسی نے کوئی مسئلہ دریافت کیا، جس پر امام اعمش جواب سے خاموش رہے تو ابو یوسف نے اجازت لے کر جواب دیا، فرمایا کہ "اے مخاطب (امام ابو یوسف کا نام ہے) تم نے اور تمہارے والدین نے کبھی نہیں کیا تھا اس وقت سے یہ حدیث مجھے معلوم تھی لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ اس حدیث سے یہ مسئلہ

(۱) اخبار ابی حنیفة واصحابه ج ۱ ص ۲۷، ط: عالم الکتب بیروت فضائل ابی حنیفة واخباره و مناقبه ص: ۱۰۲، ط: المکتبة الامدادیة مکة المکرمة

لکھی ہوئی ہے۔

ان واقعات کو حافظ حدیث حافظ ابن عبدالبر مالکی نے "جامع بیان العلم" میں اپنی سند سے لکھا ہے اور اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں، عرض ہوا کہ "الفرقان" کے شماروں اللہ میں راقم الحروف کا ایک طویل مقالہ اس موضوع پر شائع ہو چکا ہے، اس وقت قلم برداشتہ چند حروف لکھ دیئے تھے شاید اہل انصاف نے قدر فرمائی ہو، باقی جن حضرات نے مدعا سمجھنے کا مزید ہی کر لیا ہو وہ کچھ ان کی طرف نہیں ہے آج کل جہاں اور فتنے اس ملک کے مسلمانوں کو چھیڑے ہوئے ہیں یہ بھی ایک فتنہ بن گیا ہے کہ ایک طرف ایک جماعت پوری جہالت کے ساتھ اتباع سنت کے خلاف کرتی ہے اور مذہب حنفی کی آڑ لیتی ہے اور اس طرح یہ مذہب حنفی کو بدنام کرتے ہیں، دوسری طرف ایسے حضرات بھی موجود ہیں جو مقلدین ائمہ اور متبعین مجتہدین کو مشرکین سے کم نہیں سمجھتے اور ان کے خلاف لکھتے لکھتے ابوحنیفہ کے خلاف بھی اپنا زہر قلم خرچ کر رہے ہیں، بڑی شدید خلیج درمیان میں حائل ہے، انصاف اور اخلاص کے فقدان سے یہ صورت حال پیدا ہوئی ہے "آج امت کفر والوں کے بجائے ان میں بٹتا ہے" نئی نسل بے دینی اور بداخلاقی کے بھنور میں گرتی ہے اور ہمیں ایک دوسرے پر لعن طعن سے ہی فرصت نہیں ملتی، آج کفر اور اسلام کا مقابلہ ہے اسلام اور کمیونزم کا مقابلہ ہے اسلام اور سامراجیت کا مقابلہ ہے، تمام دینی قوتیں متحد ہونی چاہئیں ہیں، سکولوں اور دانشگاہوں کے ساتھ مربوط دینی ادارے ہیں مکہ مکرمہ اور مربوط جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کا موازنہ کیا جا رہا ہے، ایک صف سے جہاد کے ساتھ ساتھ جدید تہذیب و تمدن کا سیلاب آ رہا ہے اور اسلامی اقدار کے مضبوط قلعوں کو زیر کرنے پر تلا ہوا ہے اور ہم تجدید اور عدم تقلید کے چکروں میں پڑے ہوئے ہیں؛

ز وحدت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

(رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ نومبر ۱۹۷۱ء)

اسلام "دین کامل" ہے، اس میں کسی بھی "ازم" کی گنجائش نہیں (۱)

خطبہ مسنونہ کے بعد آیت مندرجہ ذیل تلاوت فرمائی:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدۃ:۳]

---

(۱) ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۲ء تک مولانا محمد یوسف صاحب بنوری (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی ایک اہم تقریر جو آپ نے حرمین شریفین کی زیارت اور حج سے واپسی کے بعد سے دن (۲۱ رمضان ۱۳۹۱ھ) کو ایک مجمع سے کئی گھنٹے بیٹھ کر مسجد علامہ بنوری ٹاؤن میں فرمائی اور ماہنامہ "بینات" میں اس کا اختصار بصائر و عبر میں شائع کیا گیا۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل بنا دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو بحیثیت دین تمہارے لئے پسند کیا۔

میرے ان نورانی قدر اور محترم بزرگوار میں آپ سے تقریباً ۲۸ سال قبل جب میں پہلی بار امریکہ آیا تھا تو میں نے آپ کی عظمت کو محسوس کیا تھا۔ آپ اپنے خیالات کو بڑے واضح انداز میں پیش کرتے تھے اور جو بات آپ کے ذہن میں ہوتی تھی اس کے بارے میں آپ بے خوف و خطر اظہار خیال کرتے تھے۔ آپ کی شخصیت کا یہ پہلو مجھے بہت پسند آیا تھا۔ اس کے پیش نظر میں نے ایک عرصے سے اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ میں کبھی بھی کسی کو خوش کرنے کی خاطر یا کسی کی ناراضگی کے خوف سے اپنے خیالات کا اظہار کرنے سے باز نہیں رہا۔ اس لئے جب یہاں تک تو آپ سے اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی لیکن پھر بھی کوئی نہ کوئی خیر کا پہلو ضرور ہوتی تھی۔ یہاں سے جانے کے بعد آپ کی دعا کی طرف گئے تھے اس لئے خود کو خاموش رکھنا مناسب سمجھا تھا لیکن ان ۲۸ برسوں میں جو کچھ اس ملک پر گذرا اور یہاں کی صورتحال جو پیدا ہوئی اس نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ اس سے صرف نظر کیا جائے اور ذرا بھی غلط بات برداشت کر لی جائے تو آپ ایک بڑی شخصیت کے حامل ہیں جب آپ کی رائے دوسروں پر اثر انداز ہوتی ہے تو پھر اس نے کہیں نہ کہیں تو اپنا اثر دکھانا ہی تھا۔ چنانچہ میں نے تاریخ میں اس ہر قوم ملک نے بڑے بڑے بڑے بڑے آمروں کو پیدا کیا ہے ان کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے کہ پاکستان آج اپنی تاریخ کے انتہائی نازک ترین دور سے گذر رہا ہے دنیا میں انقلابات آتے ہیں حادثے ہوتی ہیں حوادث الیمی پھیل جاتی ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ آنے والی نسلوں کے لئے عبرت حاصل کرنے کا سامان بھی ہوتا ہے لیکن ہمارے ملک میں جو کچھ ہوا ہے اس سے بھی تکلیف دہ ترین لمحات سے وہ چار ہے۔ ہمارے ملک کی ہر ذی روح شخص نے اپنی پوری قوت کے ساتھ اس کو محسوس کیا ہے اور ہم اپنے ہاتھوں سے اپنے ہی ملک کو برباد ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے اور اپنے اپنے انداز میں کوشش کر رہے تھے کہ اس سب کا مقصد یہ تھا کہ اس ملک کو اپنی حالت میں رہنے نہ دیں اور یہ ملک جس مقصد کے لئے بنایا گیا تھا اس سے اس کو کوسوں دور ڈال دیں۔

ہر انسان ایک نہ ایک پیچیدگی طرز فکر میں مبتلا ہوتا ہے ہر انسان کی تاریخ اس قدر تلخ ہے اور ہر انسان نے اس کے حالات جس انداز میں گذارے ہیں اس کی زندگی میں ایسے ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں کہ ان کی وجہ سے وہ ایک عجیب نفسیاتی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے۔ ہر ایک کی زندگی میں ایک نہ ایک ایسا لمحہ ضرور آتا ہے جب وہ سوچتا ہے کہ اب زندگی ختم ہو جائے اور ہر قوم کی تاریخ میں ایسے ایسے کردار ہوتے ہیں جو اس قوم کو ایسے ایسے مقام پر لے جاتے ہیں کہ وہ سوچتی ہے کہ اب ہم کیا کریں۔ ہم کہاں جائیں۔ ہم کیا کریں۔ ہم کیا نہ کریں۔ ہر انسان اپنے اپنے انداز میں سوچتا ہے اور اپنے اپنے خیالات کے مطابق اپنے ہی انداز میں اپنے ہی ملک کو برباد کرتا ہے۔ ہر انسان کی زندگی میں ایک نہ ایک شیطان ضرور آتا ہے جس کا نام لیجن ہے وہ بھی اپنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر اور اپنے ذاتی مفاد سے ہٹ کر ملک پر اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اس ملک سے محبت کرنے والے ہر انسان

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

(آل عمران ۲۶)

آپ کہہ دیجئے اے اللہ بادشاہی کے مالک تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے ہر قسم کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت صاحب آخر دنوں تک سے دو چار دن پہلے تک مدرسہ کا کام کرتے رہے انہیں مدرسہ کا کام بہت پسند تھا اس زمانہ میں ہر چند کہ مدرسہ نے بڑی ترقی کر لی ہے مگر مدرسہ کا ابتدائی زمانہ بڑا کٹھن تھا اور خوب کام کیا اور بہت سے لوگوں کو فیض پہنچایا۔ آپ کے دور میں بھی یا آپ کے بعد بھی بہت سے علماء نے پاکستان کو اپنی خدمات کا مرکز بنایا۔ حضرت صاحب کی زبان سے ثم طیبہ کا اور آپ سے پہلے حضرت شیخ الہند کی زبان سے ریشمی رومال کی تحریک کا ذکر بارہا سنا۔ ریشمی رومال کی تحریک حضرت شیخ الہند کی وہ تحریک تھی جس کے ذریعہ ہندوستان کے علماء نے ترکی فوجوں سے جا کر انگریز کے خلاف جنگ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس کے لئے ریشمی رومال پر خطوط لکھے گئے تھے اور آخر میں ترکی فوجوں کی جانب سے جو آنے والے تھے ان کے نام بھی لکھے گئے تھے۔ یہ خطوط پکڑے گئے اور ان کی بنا پر مالٹا میں حضرت شیخ الہند اور ان کے رفقاء کو قید کیا گیا۔ اس تحریک کا ذکر حضرت صاحب بڑے فخر سے کرتے تھے۔

اس وقت ملک میں جو حالات ہیں ان کے بارے میں آپ خوب واقف ہیں۔ ملک کے حالات بہت نازک ہیں۔ ان کے لئے ہمیں بہت دعا کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو ہر آفت سے محفوظ رکھے۔ آمین

علماء کی ذمہ داری اور ان کے فرائض

ایک حدیث میں ہے علماء کو انبیاء کی وراثت کا حق دار کہا گیا ہے۔ اس وراثت کی ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ اس وقت ہمارے ملک میں علماء کی بڑی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ملک کو بڑی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس کی قدر کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے ملک کو ہر آفت سے محفوظ رکھے۔ آمین

ہونے کی وجہ سے ہے، آج اس ملک میں اسلام پر جو حملے کئے جا رہے ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس میں علماء کی کوتاہی نہیں ہے؟ دنیا کی آنکھیں اس کی طرف لگی ہوئی ہیں، علماء جو کچھ کریں گے تاریخ اپنے صفحوں میں اس کو ہمیشہ محفوظ رکھے گی، آج علماء کے امتحان کا وقت آیا ہے ضرورت ہے کہ حق کہیں اور حق کے لئے جئیں اور حق کی خاطر کسی کی پرواہ نہ کریں اور خدا کی رضا و خوشنودی کے لئے کسی کی ناراضگی کا خیال نہ کریں تب اس ملک میں خدمت رسول خاتم الصلوٰۃ والسلام کو علماء کے سپرد کیا جائے گا اور چاروں طرف اسلام کی جے جے کار ہوگی۔

"قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے پہلے علماء، مجاہدین، سخاوت کرنے والوں کی پیشی ہوگی سب سے پہلے علماء کی باری آئے گی اللہ تعالیٰ ان سے پوچھیں گے کہ تم نے علم اس لئے حاصل کیا تھا کہ تم کو عالم کہا جائے اور لوگ تمہاری عزت کریں، چنانچہ یہ ہو گیا (لوگ تمہیں عالم کہنے لگے) اچھا ضرور ہوگا ان کو اندھے کنوئیں میں ڈال دو اور وہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے، پھر اس طرح مجاہدین کا نمبر آئے گا وہ ان سے بھی یہی سوال جواب ہوں گے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، آخر میں سخاوت کرنے والے آئیں گے اور ان پر بھی یہی ماجرا گذر رہے گا۔" (۱)

بہر حال علماء ربانیین کا اہم فریضہ ہے کہ وہ میدان سے کسی بہانہ سے نہ ہٹیں میدان میں ڈٹے رہیں، بہت سے کمی اور بے فیضی کی بات ہوگی کہ ایسے پر نازک ترین وقت آجائے اور ہم خاموش تماشائی بنے پیچھے رہیں، ہر تاویلیں کرتے رہیں کہ ابھی عزیمت کا وقت نہیں، رخصت پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ ایسا نہیں ہوگا، علماء خاموشی سے نہیں بیٹھیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ ہماری تو آرزو ہے کہ ایسے کے قافلے ہم سے پیچھے رہ جائیں، الحمد للہ ہمیں ۲۰ سال سے تبلیغ کی آزادی سے اپنے سینہ کو گرما رکھا ہے اس سے بڑی نعمت کیا ہوگی کہ اس کی راہ میں شہادت نصیب ہو لیکن ضرورت اس کی ہے کہ علماء کی صف سے کام ہو کچھ سخت مشکل اور تلخ ہیں سے اللہ کو راضی کرنے کے لئے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہو، وما ذلك على الله بعزيز۔

عوام کے فرائض و ذمہ داریاں

دوسری ذمہ داری عام مسلمانوں کی ہے ان سے اس وقت میں مخاطب ہوں کہ آپ اس ملک میں اقلیت زندگی بسر کر رہے ہیں اور اسلام سے منحرف لوگوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے تاہم ملک کی بہت اکثریت جاہل مسلمان ہے جو اس ملک میں اسلام کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتی ہے اور اسلام سے وفاداری و اخلاص و محبت

---

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب الامارۃ، باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق النار، ج ۲ ص ۱۴۰، ط قدیمی

جزا گناہ تصور کرتی ہے ان ہی حضرات کے سامنے میں اپنی معروضات پیش کر رہا ہوں کہ:

آپ اس وقت سخت امتحان میں ڈال دیے گئے ہیں، آپ ملہ حق کی دعوت پر لبیک کہیں اور ان فتنوں سے تحفظ کا ہونے میں علماء کا ہاتھ ہو گیں، عوام مسلمین کی قربانیاں اسی وقت نتیجہ خیز ثابت ہوں گی جب یہ صحیح قیادت کے تحت کام کریں اور صحیح قیادت علماء ربانیین ہی کی ہو سکتی ہے:

لا یصلح الناس فوضی لا سراۃ لھم
و لا سراۃ اذا جھالھم سادوا

صحیح قیادت کے بغیر انتشار اور پراگندگی کی حالت میں لوگوں کی حالت بہتر نہیں ہو سکتی اور جاہلوں کی سیادت کو صحیح قیادت نہیں کہا جا سکتا۔

آپ کو معلوم ہے کہ اس مسلمان ملک میں سوشلزم اور کمیونزم کے نعرے لگ رہے ہیں اور بڑے زور و شور کے ساتھ لگائے جا رہے ہیں جہنم کی طرف لے جانے والے ائمہ ضلال و فسق لوگوں کی قیادت کر رہے ہیں، اور خود بھی شرارت اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا رہے ہیں اور لوگوں کو بھی اس پر آمادہ کر رہے ہیں۔ اب ہماری خاموشی بدترین جرم ہوگی، اگر دیندار مسلمان اسلام کی حفاظت و صیانت اور دفاع سے خاموش ہو گئے تو یہاں اسلام ختم ہو جانے کا اور دنیا کے نقشہ سے حرف غلط کی طرح مٹ جائے گا، اس موقعہ پر قرآن کریم آپ کو پکار رہا ہے اور کہہ رہا ہے: ﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ﴾ [الحج: ۷۸]

جہاد کرو اللہ کے راستہ میں جیسا کہ حق ہے اس کے راستہ میں جہاد کرنے کا۔

یہاں پر یہ بات حقیقت بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ پچھلے دنوں دعا کہ میں جب اختلاف کی آندھی چلیں جمع ہوئیں اور ان کا اسلام پر اتفاق نہ ہو سکا چند سطحی چیزیں ان کے اتفاق و اختلاف کے نقطے بن گئیں لیکن انہام اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یا ہونا دین اتفاق نقطہ بن سکا۔

شروع میں میں نے آپ کے سامنے جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے اس کے متعلق آپ جانتے ہوں گے کہ یہ آیت کس موقعہ پر نازل ہوئی؟ ذی الحجہ کا مہینہ تھا اور اس کی نویں تاریخ تھی، عرفہ کا دن تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کا ۶۳ واں برس تھا، نبوت کا تیئیسواں سال تھا، جمعہ کا دن تھا، عصر کا وقت تھا، آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے مخاطبین میں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، حسن، حسین رضی اللہ عنہم اور ایک لاکھ صحابہ موجود تھے، یہ ایک مجمع تھا کہ چشم فلک نے اس سے زیادہ مقدس، اس سے زیادہ پاکیزہ اس سے زیادہ باوجاہت مجمع نہیں دیکھا ہوگا نہ کبھی دیکھے گا، اسلامی تاریخ نے یہ سب کچھ محفوظ کر رکھا ہے اور اس طرح کہ اس سے زیادہ حفاظت کا تصور نہیں کیا جا سکتا، پھر مسلمانوں نے اپنے ہادی برحق خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے انفاس قدسیہ کو جس طرح محفوظ کر رکھا ہے کہ کوئی قوم نہیں کر سکتی، آپ کی پاکیزہ زندگی کا ایک ایک لمحہ حدیث و سیرت میں محفوظ ہے۔

افرض آیت کریمہ میں فرمایا جارہا ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے صرف ۲۳ سال کا عرصہ ہے جبکہ ہزاروں سال پہلے حضرت آدمؑ سے جاری شدہ عمل کو دیا اور نعوذ باللہ نبوت یا کتاب اسلام یا اللہ سے تعلق کو چھوڑ دیا۔ اب دنیا میں تمہاری قوم اور دنیا و آخرت دونوں میں تمہاری فلاح و نجات صرف دین اسلام سے وابستگی میں ہے تمہاری دنیوی و اخروی فلاح کی ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی ہے۔

فرمایا ہے اجب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس وقت دنیا میں مختلف ادیان متعدد مذاہب اور کئی مروجہ شریعتیں موجود تھیں مختلف ادوار میں جو انبیاء آئے ان کی اپنی اپنی شریعتیں تھیں اس وقت موجود نہیں لیکن رب کریم نے ان سب پر خط تنسیخ پھیر کر اسلام کو ہماری نجات و فلاح کا ضامن ٹھہرایا ہے کیونکہ اس قانون کا بنانے والا رب العالمین اعلم الحاکمین ہے جس کی مدح و ثنا خود اللہ تعالیٰ نے کی ہے کتنے بڑے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اس دین کو چھوڑ دیتے ہیں جس کی مدح و ثنا خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہو۔

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [آل عمران: ۸۵]

جو شخص اسلام کے علاوہ کسی نظام کو اپنا دین بنائے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں کی فہرست میں شامل ہوگا۔

کمال دین کا مطلب اور اس کے معنی

یہاں سمجھنا ہے کہ اکمال دین کا مطلب کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دین میں تمام ضروریات زندگی معاملات معاشرت قانون سیاست اقتصادیات معاشیات سیاست بین الاقوامی تعلقات غرض انسانی زندگی کے متعلق کوئی ایک شعبہ بھی ایسا نہیں ہوگا جو قابل نہیں ہوگا جس کی راہنمائی اس میں موجود نہ ہو۔

جب اللہ تعالیٰ اس دین کو مکمل کر رہے ہیں اور اس میں کسی بھی چیز کی کمی نہیں چھوڑ رہے تو ہمیں اس بات کا یقین ہونا چاہیئے کہ ہمیں اس دین کی ہر چیز کو ماننا ہے اس پر عمل کرنا ہے اس کے ہر حکم کو بجا لانا ہے اور اس میں کسی بھی چیز کو چھوڑنا نہیں ہے اور جو شخص اس دین کے کسی حکم کو چھوڑتا ہے وہ اپنے ایمان کی تباہی کا خود ذمہ دار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے آخرت پر یقین رکھتے ہوئے اسلام کے معاشی نظام کی ترتیب و تنظیم پر غور کرنا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ممکن ہوگا جس کا آپ سے مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

دین اسلام کو آج کل بہت سے مسلمانوں نے صرف نماز روزہ تک محدود کر دیا ہے اور اس کے علاوہ جتنی بھی انسانی زندگی ہے اس کو اپنے اوپر سے ختم کرنے کی غرض سے ایک مستقل نظام زندگی تشکیل دے دیا ہے۔

اعتدال صلاحیت و اخلاقی فاضلہ کو ملحوظ رکھا ہے، اس سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ امریکہ نے زراعت داری اور صنعتی و تجارتی زندگی کا مقصد قرار دیا ہے اور چین نے پیٹ کے مسئلہ کو حقیر سمجھا حل یہ کہ انسان کو جانور بنا کر سرداری انسانی حکومت اور تو قیر انسانی کی اور تمام اخلاقی اور روحانی قدروں کو پامال کرنے کے لئے تیار ہو جانا۔ اسلام ہی وہ دین کامل ہے جس نے انسان کو صحیح مقام اس دنیا میں متعین کیا اور اس کو وہ کلی ہدایات دیئے جو اس کے شایان شان ہے۔ اسلام میں صرف روٹی کپڑا اور مکان پر فرد و جماعتوں کا خرچ تو ہو سکتا ہے انسان کا خرچ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اب ہمیں کسی بھی ازم کی طرف نہیں جانا ہے نہ کمیونزم ازم کی نہ سوشلزم کی نہ کیپٹلزم کی آج ہمارے ملک میں جو مشکلات ہیں وہ صرف اللہ اسلام کی پیدا کردہ نہیں ہیں بلکہ لوگوں نے اسلامی نام پر اس کے نام پر یہ ملک حاصل کیا تھا اس کو پس پشت ڈال کر اور مغربی روپیہ اور انتظام کو اپنا کر یہ مشکلات خود پیدا کی ہیں۔ اس ملک میں اسلامی ایک دن بھی سوشلسٹ نظام جاری کرنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ اگر اسلام سے سوشلسٹ نظام یہاں جاری کیا جاتا تو اس کا ان میں نہیں تھا کہ ملک کی معاشی حالت اس وقت سے بہت اچھی اور بہتر ہوتی۔

اسلامی سوشلزم کا نعرہ

پھر ان سارے نعروں میں سب سے زیادہ دلچسپ یا تکلیف دہ نعرہ اسلامی سوشلزم کا ہے بھلا یہ کیسی کوئی بات ہے یہ تو ایسا ہی ہے کہ کہا جائے "اسلامی دہریت" "اسلامی الحاد" "اسلامی شراب" "اسلامی قحبہ خانہ" بلکہ یہ سب سے زیادہ ایک اسلامی سوشلزم ان سب سے بھی زیادہ خطرناک ہے اس سے تو اسلام کے عقیدہ پر زد پڑتی ہے کہ دین مکمل نہیں ہے۔

کوئی دین وایمان سے عاری انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ دور بدل گیا ہے اس لئے ہمیں نئے نظام کی ضرورت ہے تو ایسا شخص جاہل اور ظلمی میں مبتلا ہے اور اس کا ایمان اللہ اور اس کے رسول پر ثابت نہیں ہے کیونکہ یہ قانون تو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہوا ہے جو قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے ان کے اصل وہ ضرورتی انسانی حاجات ہمیشہ یا ضروریات مخلوقات و میلانات کو جاننے والا خالق اور ہے اس کا علم گذشتہ اور آئندہ سب پر محیط ہے اس کی قدرت کامل ہے اس نے اپنے اس ابدی قانون میں اپنے علم اور قدرت دونوں کا نمونہ دیا ہے اب کوئی قانون آئے جو اس سے دلوں میں ہوتے ہوئے اب ہماری ہدایت کے لئے یہی کتاب ہمیشہ کافی و شافی ہے۔

اب اس وقت آپ نے دیکھنے کا مرحلہ ترتیب یہ ہے:

(الف) جہاں بولنے والے یعنی زبان سے جہاں وعظ ہو اس میں پہنچ کر یں آپ ان کی معلومات کریں اور اپنے دلائل اور دلیل پیش کریں اسلام کے لئے مسلسل کام کرتے رہیں۔

(ب) جہاں پر تعلیم و تعلم لکھنے کی قدرت اسلامیت رکھتا ہے وہاں قلم سے جہاد کیجئے۔ اخبار

نویس اخبارات میں، مصنفین و مؤلفین، رسائل و کتابوں میں۔

(ج) ۔ جہاد بالقوۃ، یعنی ضرورت کے وقت اپنے دست بازو کی قوت کو کام میں لائیں اور ان فتنوں کی بیخ کنی کر کے ہی دم لیں۔

انشاء اللہ آپ مجھے اس کام میں پیچھے نہ پائیں گے آپ سچے ہوں گے اور میں آپ کا قائد، اسلام کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، جلد ہی انشاء اللہ کچھ اور چیزیں اور پروگرام کی تفصیل آپ کے سامنے آئے گی۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

رحمت الٰہی کا ایک نفحہ (لہر)

۲۱ مارچ ۶۹ء جمعہ کو حسب معمول ایک مختصر سی تقریر کی تھی جو بعض حضرات نے ریکارڈ کر لی تھی اسی کا خلاصہ بصائر و عبر کے لئے تجویز ہوا، اس درمیان میں ملکی حالات اور عوام میں انتشار و اضطراب کی کیفیت ناگفتہ بہ ہو گئی خصوصاً مشرقی پاکستان میں تو خود غرض لیڈروں کی غلط قیادت سے ملک میں وہ روح فرسا اور دردناک صورت حال پیدا ہو گئی تھی جس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، سنگ دلی اور بربریت و درندگی کے وہ وحشت ناک مناظر پیش آئے جس کی نظیر تاریخ میں مشکل سے ملے گی، ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے ۲۵ مارچ کو سابق صدر مملکت کو توفیق عطا کی اور انہوں نے حیرت انگیز تدبیر کا ثبوت دیا اور ۲۵ مارچ ۶۹ء کو پورے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا، درحقیقت یہ حق تعالیٰ کی تکوینی مصلحت کا ظہور ہوا ہے جو تمام پاکستان کے لئے پیغام بن گیا ہے، اہل حق کی کوششوں کے لئے بھی سکون سے کام کرنے کا موقع مل گیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام امور کے نتائج و عواقب بالخیر کرے۔

[محرم الحرام ۱۳۸۹ھ]

اسلامی حکومت اور اس کے اساسی قوانین

کون نہیں جانتا کہ اسلامی حکومت کے اساسی قوانین کیا ہیں؟ اور اس کے خدوخال کیسے ہوتے ہیں؟ کون سا ایسا مسلمان ہے جو اسلام کے بنیادی عقیدوں کو نہ جانتا ہو؟ مگر مسلمان کے لئے جہاں جاننا ضروری ہے وہاں ماننا بھی ضروری ہے، صرف جان لینے سے اسلام کی شہادت و سند نہیں مل سکتی۔ ابو طالب بھی اسلام کی حقانیت کا اقرار کر چکے تھے، عہد نبوت کے یہودی بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بلکہ خاتم النبیین ہونے کو دل سے جانتے تھے جس پر وحی آسمانی و تعلیمات قرآنی کی تصریحات موجود ہیں لیکن باوجود جاننے کے مانتے نہیں تھے، اس لئے "مغضوب علیهم" کفار کی صف اول میں شمار ہوتے ہیں، الغرض جاننا اور پھر ماننا اسلام کی اولین شرط ہے، ماننے کے بعد عمل کرنا یہ اعلیٰ درجہ ہے۔

اسلام کیا ہے؟

"اسلام" کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر (ذات میں اور یا صفات میں یا افعال میں) ایمان لانا، حضرت نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان لانا کہ آپ نبی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے جو باتیں امت کو قطعی طور پر پہنچی ہیں جن کو علمی زبان میں "ضروریات دین" کہا جاتا ہے ان سب کو بدل و جان تسلیم کرنا، یہی علامہ سے مکمل حقیقی کا جو اسلام کا پہلا کلمہ ہے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" یہ دو کلمہ شہادت ہے، اس کی یہ بھی تعبیر ہو سکتی ہے کہ "قرآن کریم پر ایمان لانا اور اس کو حق تعالیٰ کا آخری پیغام تسلیم کرنا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کی عملی تشریح کی ہے اس طرز پر اس کو سمجھنا اور مان لینا" اس طرح اس کی اور بھی طرح تعبیریں ہو سکتی ہیں، مثلاً یہ کہا جائے کہ "مسلمان وہ ہے جو قرآن کریم اور احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے" یا یہ کہا جائے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین کی باتیں بتلائی ہیں اور یقینی طور پر امت کو پہنچی ہیں یہ کہ دین اسلام کی حقانی بنیادی باتیں ہیں ان پر ایمان لائے" یا یہ کہا جائے کہ "حق تعالیٰ کی الوہیت، توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ پر ایمان لائے" یا یہ کہا جائے کہ "اللہ و رسول کی تمام ہدایات و تعلیمات پر ایمان لائے" یہ سب تعریفیں صحیح اور درست ہیں، صرف الفاظ تعبیر کا اختلاف ہے۔

تعبیرات و الفاظ کے اختلاف سے حقائق کا اختلاف سمجھنا یہ خطا ہے، یا جہل ہے یا پھر دونوں باتیں ہیں، اب یہ بتلانا کہ آج تک اسلام کی اتفاقی تعریف نہیں ہوئی جو شخص یہ خیال کرتا ہے اس کا تو مطلب یہ ہے کہ اس کو اب تک اپنے ایمان و اسلام پر یقین تو کجا، کامل بھی نہیں ہے، پاکستان نے ایک سابق جج کی رہنمائی عالم پور ٹے میں جو کوشش کی گئی تھی اس کا تو مقصد یہی تھا کہ تعبیر کے اختلاف کا فائدہ اٹھا کر کافروں کو مسلمان ثابت کیا جائے۔ نا فہمی اور نادانی پر رحم فرمائیں۔

اسلامی حکومت کسے کہتے ہیں؟

اب اسلامی حکومت وہی ہوگی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و ہدایات کو نافذ کرے اور حکومت کی طاقت سے جاری کرے اور اس حکومت کی کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ دونوں اور ناکامیوں نے لئے اس میں کوئی تبدیلی نہ ہو، اس میں اسلامی حکومت کا عنوان اور شعور یہی ہوگا "حکومت کا مذہب دین اسلام ہوگا" آج تک جتنی اسلامی حکومتیں دنیا میں قائم ہوئی ہیں ان کے دستور کی پہلی دفعہ یہی ہے، اس کا عنوان سیاسی ہے اور نہ ہمارے ماہرین "ریاست" کا موضوع سیاست ہے، بحیثیت ایک مسلمان کے بحیثیت ایک خادم دین ہم اس بات کے مکلف ہے

چنانچہ ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ [الحج: ۴۱]

وہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور اچھے کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کے اختیار میں ہے۔ (بیان القرآن)

یہی وہ بنیادی نکات ہیں جن پر اسلامی مملکت کا دستوری ڈھانچہ مرتب ہوگا۔ یہی وہ محور ہے جس کے گرد مسلمانوں کا نظم مملکت گردش کرے گا۔ یہی وہ روح ہے جو اسلامی حکومت کے ایک ایک شعبہ میں جاری وساری ہوگی اور یہی وہ اساسی مقاصد ہیں جنہیں اسلامی حکومت اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لا کر حاصل کرے گی۔ اسلامی حکومت کو بیشمار قسم کے سیاسی مصالح، معاشرتی مسائل اور وقتی تقاضوں کا سامنا کرنا ہوگا لیکن وہ اس امر کی شدت سے پابند ہے گی کہ اس کا کوئی اقدام ان بنیادی اصولوں سے متصادم نہ ہو۔

مسلمان حکمران کے شرائط

مختصر یہ کہ ایک مسلمان حکمران کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ خود صحیح معنی میں خدا ترس ہو اور کتاب وسنت کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق تمام معاشرے کی اصلاح کرنے کی کوشش کرے اور خدا ترس بنانے کو اپنا نصب العین بنا لے۔ اسلامی حکومت کا اساسی اصول اس کی ملی تصریحات کتاب وسنت میں موجود ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جس پاکیزہ تربیت فرمائی اور خلفاء راشدین کے بابرکت اور زرین عہد میں اس کا مثالی نمونہ عملی طور پر ظہور پذیر ہوا۔ جس کے لئے قرآن کریم کی ایک دو نہیں آیت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بعد اولی الامر کی اطاعت کو بھی ضروری قرار دیا گیا:

﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [النساء: ۵۹]

(اے ایمان والو) تم اللہ کی اطاعت کرو اور تم اللہ اور رسول کا اور اپنے حاکموں کا جو تم میں سے ہوں۔ (ترجمہ شیخ الہند)

لفظ "منکم" میں بتلا دیا گیا کہ اسلامی حکومت کے سربراہ کا مسلمان اور مؤمن ہونا شرط ہے۔ یعنی اس کی اطاعت اس وقت واجب ہوگی جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا متبع اور فرمانبردار ہو۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے باغی ہو جائے اس کے احکام سے روگردانی کرے اور اسلام کا نہیں بلکہ اپنے نفس کا اتباع کرنے لگے تو اس کی اطاعت کا سوال باقی نہیں رہتا۔ "لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق"(۱)۔

(۱) مشکوۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، ج ۲ ص ۳۲۱، ط قدیمی

"اولی الامر" کا اصل مصداق تو خلفاء راشدین ہیں جن میں صفات جامعیت کے ساتھ ساتھ تقویٰ اور دین کا درد بھی موجود تھا، وہ خلیفہ بھی تھے اور فقیہ بھی، عالم بھی تھے اور عامل بھی، اس لئے اولی الامر کی تشریح میں علماء و فقہاء کو شامل ہو گا اس لئے امراء و خلفاء میں یا علماء و فقہاء میں سے بھی دینی تقاضوں سے بے خبر، دین کا مصداق نہیں اور اسلام اور اسلامی دستور کی حفاظت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں وہ اولی الامر کے زمرے میں آتے ہیں۔ اب اگر کسی شخصیت میں تقویٰ اور اقتدار کی دونوں صفات جمع ہوں جیسے کہ خلفاء راشدین میں تھیں تو اس کا درجہ اور بلند ہے لیکن جب یہ دونوں صفات کسی ایک شخص میں جمع نہ ہوں تو ضروری ہوگا کہ حکومت دونوں قسم کے رجال کو جمع کرے جن میں مقتدر حکام بھی ہوں اور دین کی صحیح بصیرت رکھنے والے اصحاب حل و عقد بھی۔

خلافت راشدہ کا ہر دور اپنے دور کے مقابلہ میں صلاح و تقویٰ، اثر و نفوذ، زہد و ایثار، روحانیت و للہیت کے لحاظ سے انسانیت کا تابناک دور تھا جس نے تاریخ پر گہرے نقوش ثبت کئے اور صدیوں تک دنیا کو متاثر کیا۔

دینی مدارس اور ان کے ثمرات و اثرات

جب سے دور میں مسلمان حکمرانوں کی عملی زندگی کمزور پڑ گئی تھی یعنی کہ جب سے اجتماعی زندگی پر سے اسلام کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تھی اور امت کی اصلاح و دینی تشخص کی بحالی کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جو فریضہ صحیح طریق کار اور تسلسل کے ساتھ جاری رہا تھا وہ بھی جب اسلامی حکومت کے اختلال سے متاثر ہوئی تو دینی مدارس ہی ہیں جو اس فریضہ کو سرانجام دے رہے ہیں۔ "هيئة الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر" کے دائرے تو زیادہ تر حکومت کا ہی کام کر رہے ہیں، عام حکمرانوں کی عملی زندگی سے قطع نظر یہ بات بالکل صاف ہے کہ اسلامی تاریخ کے سابقہ ادوار میں اسلامی قوانین کے نفاذ اور عمل درآمد کا تسلسل پایا جاتا رہا تھا آخری دور میں اس کا ظہور ترکی میں ہوا خلافت اسلامیہ کے خاتمہ کے بعد جو قیامت بپا ہوئی اس نے اسلامی احکامات کے عملی نفاذ کا خاتمہ کر دیا، یہاں اس کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں اس کے بعد دوسرے اسلامی ممالک میں بھی اس کا اثر پھیلتا گیا، تاہم بہت سے شعائر اسلام کا احترام اب تک بیشتر ممالک میں باقی ہے، ان ممالک کی بنیادی خرابی یہ تھی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی سرکاری مدارس و معاہد کی تاسیس اور اس جدید تعلیم حکمرانوں کے فرائض میں شامل نہیں سمجھی جاتی تھی، امت مسلمہ اس فریضہ سے سبکدوش ہو چکے تھے، جب ان حکمرانوں نے دین اور دینی مسائل سے غفلت و بے اعتنائی اختیار کی تو ان ممالک میں دین بے سہارا ہو کر رہ گیا، اس کی بنیادیں ہلنے لگیں اور کوئی مؤثر قوت نہ رہی جو آگے بڑھ کر راستہ سنبھال لیتی۔

بیسویں صدی عیسوی کے ہندوستان کی خصوصیت میں مقدر ہے جو محض حق تعالیٰ کی عنایت کا ثمرہ ہے کہ یہاں جب اسلامی حکمران ختم ہوئے اور انہوں نے اقتدار کھو دیا تو اس موقعہ پر انگریز امت کی فراست نے محسوس کیا کہ

ارباب اقتدار کے لئے طرح اختیار کرنے کی ایک مثال

تقسیم ہند کے بعد بھی یہ سلسلہ رکا نہیں بلکہ آگے بڑھا۔ بانی پاکستان نے اپنی پوری قوم کو جو اپنی نئی قائم ہونے والی مملکت پاکستان کے بعد اس کے حکمران اخلاص سے اپنی نئی مملکت کو قائم کرنے کا تجربہ کرنا چاہتے تھے اس کے لئے وہ کافی عرصہ تک بیمار رہے اور بستر علالت پر رہے مگر اس بیماری کے دوران بھی وہ قوم کی دینی رہنمائی کرتے رہے اور آنے والی نسلوں کے لئے ہدایت کا پیغام چھوڑا۔ ان کی بیماری سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ انہوں نے اپنی بیماری کو بھی اپنے مقصد کے حصول کے لئے استعمال کیا۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس نے اپنی بیماری کو بھی اپنی قوم کو اپنے مقصد پر مرتکز کرنے کی کوشش کی۔ اس سے قبل ان حقائق کو واضح کرنے میں ہمیشہ مصروف رہے جو کہ حکمران قدرت دیکھتے کہ اب حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں ہے اور اس کے بعد ہمیشہ سے فروری کی طرح کے مطابق مسلم لیگ ہائی کمان نے بھی امت کی بھلائی کی ہے اور اس کے بعد سے فروری کی طرح کے مطابق مسلم لیگ ہائی کمان نے پاکستانی پارٹی کی مشترکہ دعوت کی ہے کہ اس نے اختلاف کیا ہے کہ اس قوانین مجریہ ۱۹۰۱ء سے ایک نے عوام کے مختلف حقوق میں حکومت سے مطالبات پیش کی ہو مگر حکومت نے ان کو ٹھکرا دیا ہے اس کے بعد سے ان حقوق کے قوانین سے فوراً ہی نئے امت پہلے دن سے یہ مطالبہ کرتے رہے ہیں قوانین کتاب و سنت کے منافی ہیں ان سے معاشرتی کمزوریاں ہوں گی جبکہ ان میں اصلاح ہونا چاہیے گا لیکن ارباب اقتدار نے "چند دماغوں کا شور و غوغا" کہہ کر ٹالتے رہے اور مقدمہ مگر ہے اب پاکستان مسلم لیگ نے بھی اپنے حکمرانوں پاکستان کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کا تعین کر لیا۔ مسلمانوں کا تمدن شاندار تھا۔

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

دین اسلام نے ارباب اقتدار کے لئے طرح اختیار کرنے کی یہ ایک ایسے مثال ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا

"یا ابا عبیدۃ ! اذا طلبت العزۃ بانہ اعزک اللہ و اذا طلبت العزۃ بغیر اللہ

ذلك الله"۔ ( )

یعنی اے لوگو! جب تم اللہ تعالیٰ کے ذریعہ عزت چاہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں باعزت کرے گا اور جب تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کے ذریعہ عزت طلب کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل کرے گا۔

موجودہ حکومت نے اپنے دور میں عوام کی رضامندی کے لئے اللہ کے قانون سے انحراف کیا تھا اس کے نتائج تو ظاہر ہو کر رہے۔

﴿قل اللهم مالك الملك تؤتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير انك على كل شيء قدير﴾

[ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ]

اسلامی آئین اور آئین پاکستان

بے تابی سے نگاہیں منتظر تھیں کہ پاکستان کا جمہوری آئین تیار ہو کر سامنے آئے آخر شدید و مدید انتظار کے بعد وہ منصہ شہود پر آ ہی گیا شبہ اور خطرات کی مملکت سے تین خدشوں اور حقیقی حسن و نقص سے اس ملک کے آئین تین سے خالی نہ تھے ہیں۔

پاکستان کے وجود میں آنے سے قبل سے لے کر آج تک ہر مسلمان کا یہی تصور بلکہ عقیدہ رہا ہے کہ پاکستان کا آئین صحیح اسلامی آئین ہوگا صحیح اسلامی دستور ہوگا صحیح اسلامی قانون ہوگا صحیح اسلامی نظام کا مظہر ہوگا اور اس کے بنانے والے حالات میں ہر اعتبار کیسی طرح پاکستان کی مدد کریں گے اور آج بھی باوجود خرابی بسیار ہر مسلمان کی یہی خواہش ہے یہی تمنا ہے اور یہی تڑپ ہے موجودہ حکمران بھی مسلسل یہی اطمینان دلاتے رہے ہیں اور ان کا یہ خیال تھا کہ پرانی بندش کے نگی اصول اور فرقہ وارانہ سیاست کی کشمکش سے بالاتر ہو کر دیرینہ آرزوؤں کا گلدستہ قوم کے سامنے لایا جائے گا جس کی خوشبو سے خوش و معطر کرے گی اور موجودہ حکمرانوں کا یہ کارنامہ قوم میں اسلام کے فراق تحسین حاصل کرے گا لیکن دانائے ناکامی کہ قومی اسمبلی کی آئین سازی کی جو صورت اس وقت تک سامنے آئی ہے وہ نہ صرف یہ کہ پہلے سے بھی زیادہ امید افزا نہیں بلکہ اندیشوں و بیم کن ہے یہ ہوتا کہ کچھ جانب نظر ہو جاتے تو دیکھتے ایک ایک عنوانات، مقدمہ و تمہیدات اللہ جل جلالہ اسم کا نام، جملہ کتاب قرآن و سنت کا نام لیا جا رہا ہے اور ممکن ہے کہ نظام میں لگا ہیں اسی پر اتفاق فوش ہوں گی کہ شاید اللہ چشم بددور کیا مقدمہ اسلامی آئین قوم کو دیا گیا ہے قدم قدم پر شاہد ارشادات اسلامی رنگ میں ڈوبے ہوئے کلمات، بلکہ کہیں کہیں تو شبہ ہوتا ہے کہ اچھا خاصا وعظ

( ) حلیۃ الاولیاء، عمر بن الخطاب، ج ۱، ص ۴۴، ط: دار الکتاب العربی، البدایۃ والنہایۃ، فتح بیت المقدس علی ید عمر بن الخطاب، ج ۷، ص ۶۰، ط: مکتبۃ المعارف بیروت۔

[illegible] سے آیا ہے جس کے معنی ہیں [illegible] اسلام میں [illegible] اللہ کے حق [illegible] ہے یا [illegible] کے [illegible] سے [illegible] اسلامی [illegible] اختیار اسلامی عمل کے [illegible] اداروں [illegible] مقامات تک محدود ہے انہوں نے [illegible] اس کے سوا [illegible] اندر [illegible]

اسلامی سوشلزم

[illegible] ایک طرف [illegible] ہوتا ہے اور [illegible] اس [illegible] سوشلزم کے ساتھ [illegible] جاتا ہے اور [illegible] سوشلزم [illegible] اسلام [illegible] ہے [illegible] اسلام [illegible] اسلام [illegible] اسلام

مسودۂ دستورِ پاکستان اور
ارباب علم و فکر کی تحسین و تجاویزِ ترامیم

تجاویز و ترمیمات

① دفعہ نمبر ۲۲۷ میں ذیلی فقرہ ۲ حذف کر کے اس کی جگہ یہ عبارت بڑھائی جائے:

"اگر کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نافذ ہو جائے تو ہر شہری کو حق ہوگا کہ وہ اسے خلاف اسلام ہونے کی بنیاد پر چیلنج کرے اور ایسے اعتراضات کی سماعت کا اختیار سپریم کورٹ میں صرف ایک خصوصی بنچ کو ہوگا جسے صدر اس مقصد کے تحت نامزد کرے گا اور جس کے ارکان کی اہلیت کے لئے وہی شرائط معتبر ہوں گی جو دفعہ نمبر ۲۲۸ ذیلی فقرہ نمبر ۳ میں اسلامی کونسل کے ارکان کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔"

② دفعہ نمبر ۲۲۸ ذیلی فقرہ نمبر ۳ شق (ب) میں اسلامی کونسل کے صرف چار ارکان کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ کم از کم پندرہ سال تک اسلامی تعلیم اور تحقیق کے کام میں مشغول رہا ہو۔ یہ "چار ارکان" کی تحدید ناکافی ہے۔ اس کے بجائے "ارکان کی اکثریت" لکھا جائے۔

③ دفعہ نمبر ۲۲۹ میں اسلامی کونسل کے پاس سوال بھیجنے کے لئے اسمبلی کی قرارداد کو ضروری قرار دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ارکان اسمبلی کی اکثریت وہ سوال بھیجنے پر متفق ہو۔ اس کے بجائے یہ تصریح ہونی چاہئے کہ دس ارکان کی تحریک پر بھی سوال بھیجا جا سکے گا۔

④ دفعہ نمبر ۲۳۰ ذیلی فقرہ نمبر ۳ جس میں اسلامی کونسل کا مشورہ موصول ہونے سے قبل قانون سازی کی اجازت دی گئی ہے سے حذف کر کے اس کی جگہ اسلامی کونسل کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ اپنا جواب ایک محدود مدت میں بھیج دے۔

⑤ دفعہ نمبر ۲۳۰ ذیلی فقرہ نمبر ۴ میں کہا گیا ہے کہ اسلامی کونسل کی رپورٹ خواہ وہ ری پورٹ قطعی اسمبلی میں غور کے لئے پیش کی جائے گی اور اسمبلی اس کے بارے میں "(INRESPECT THERE OF) قوانین وضع کرے گی۔ اس میں یہ امکان موجود ہے کہ اسلامی کونسل کے مرتب کردہ قوانین میں اسمبلی ایسی ترمیم کر دے جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔ اس لئے یہاں "اس کے بارے میں" کے بجائے "اس کی متابعت میں" (IN PURSUANCE THERE OF) کے الفاظ لکھے جائیں۔

⑥ دفعہ نمبر ۱۹ شق (الف) کے الفاظ یہ ہیں:

"ہر شہری کو اپنے مذہب کو ماننے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔"

اس میں یہ اضافہ ضروری ہے کہ:

"یہ دفعہ ارتداد سے متعلق کسی قانون پر اثر انداز نہیں ہوگی اور ایسی تبلیغ پر

پاکستانی عدالتوں کے ججوں نے مقدمہ ہونے کا اعتراض دیا ہوگا۔

اصولوں کے مطابق کام کیا جائے۔"

(ج) دفعہ ۲۳ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(د) دفعہ ۲۴ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ہ) دفعہ ۲۵ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(و) دفعہ ۲۶ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ز) دفعہ ۲۷ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ح) دفعہ ۲۸ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ط) دفعہ ۲۹ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ی) دفعہ ۳۰ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ک) دفعہ ۳۱ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ل) دفعہ ۳۲ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(م) دفعہ ۳۳ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ن) دفعہ ۳۴ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(س) دفعہ ۳۵ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ع) دفعہ ۳۶ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ف) دفعہ ۳۷ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ص) دفعہ ۳۸ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ق) دفعہ ۳۹ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ر) دفعہ ۴۰ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ش) دفعہ ۴۱ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ت) دفعہ ۴۲ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ث) دفعہ ۴۳ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(خ) دفعہ ۴۴ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ذ) دفعہ ۴۵ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ض) دفعہ ۴۶ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(ظ) دفعہ ۴۷ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(غ) دفعہ ۴۸ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ملک نے دوسرے ملک کو باہمی معاہدہ اپنی تکمیل سے متعلق ہے یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔

(۲) دفعہ ۴۰ شق (ث) میں "ربا" کو ختم کرنے کی کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی اس کے بجائے یہ عبارت ضروری ہے:

"ربا کو زیادہ سے زیادہ تین سال میں ختم کرے اور اس کے لئے ماہر معیشت ثریا سے معاشیات کی ایسی ٹیم تشکیل دے جو موجودہ بنکاری کے تمام معاملات کی تبدیلی پر تجاویز پیش کرے۔"

دستور میں مزید ترمیمات بھی پیش کی جاسکتی ہیں لیکن اس وقت صرف دو ترمیمات عرض کی گئی ہیں جو اسلامی نقطۂ نظر سے بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔

تحدید ملکیت اور حکومت کا کسی دوسرے کی ملکیت پر زبردستی قبضہ کرنا

ترمیمات کی دفعہ ۲۳ میں یہ بات واضح کر دی گئی تھی کہ جائز طریق سے حاصل کی گئی جو جائیداد حکومت اس پر قبضہ کرنے یا اس کی تحدید کرنے کے عوام میں تقسیم کرنے کا کوئی شرعی جواز نہیں ہے۔ یہ معلوم کرنا کہ کسی جائیداد کا مالک کون ہے اور کس کی جائیداد کس طریقہ سے حاصل کی گئی ہے عدالتوں کا کام ہے اور اس کی تحقیق

آج کل عیب اسی قسم کے اجتہادات کا دروازہ کھل گیا ہے وہ مسئلہ فقہی جس پر حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ نے بحث فرمائی ہے اس کا فقہی عنوان یہ ہے:

"قضاء القاضی بشهادة الزور ینفذ ظاهرا و باطنا فی العقود الفسوخ دون الاملاك المرسلة"

جس کا حاصل یہ ہے کہ کوئی شخص مثلاً کسی ایسی عورت پر جو کسی دوسرے شوہر کی منکوحہ ہو اور جس کے دوسرے شوہر کی عدت طلاق وغیرہ میں دوسرا دعویٰ کرے کہ یہ میری منکوحہ بیوی ہے اور گواہ پیش کرے جو بالکل جھوٹے ہوں اور قاضی حقیقت حال سے بے خبر ہونے کی بنا پر یہ سمجھے کہ گواہ سچے ہیں اور ان شہادت کی بنا پر قاضی یہ فیصلہ کر دے کہ جاؤ یہ تمہاری بیوی ہے تو یہ فیصلہ ظاہر و باطن میں اس کے لئے صحیح و نافذ ہوگا کہ عمل کے سچ ہونے کی وجہ سے قاضی کا یہ حکم خود بخود "عقد نکاح" کے اولیاء کو یا قاضی یا نہیں سے مشترک وکیل کے ہو یا اور یہ فیصلہ "عقد ازدواج" کے قائم رہنے کا ہوگا اب وہ عورت شوہر اس کے لئے حلال ہے اور وہ عورت اس فیصلے کے بعد اس کی بیوی اسی طرح بن جائے گی جیسے عقد نکاح کے بعد بنتی وہاں قیامت کے روز یہ مدعی جھوٹے دعوے اور کذب بیانی کی وجہ سے اور دونوں گواہ جھوٹی شہادت کی بنا پر شدید عذاب کے مستحق ہوں گے۔

یہ حکم حضرت امام ابو حنیفہ کی اجتہادی رائے ہے امام ابو یوسف اور محمد اور ائمہ ثلاثہ مالک و شافعی و احمد رحمہم اللہ سب اس کے خلاف ہیں بہر حال اس وقت تفصیلات میں جانے کی حاجت نہیں ضرورت مسئلہ تو یہ ہے کہ صورت موجودہ جائز و امکان ہے ان کی حلال طریق پر حاصل کردہ زمینوں، جائیدادوں لوان سے بلا حاجت جبراً چھین لینا اور دوسرے مستحقین کو دینا چاہتی ہے اس مسئلہ سے مذکورہ بالا مسئلہ کا کیا تعلق! یہاں نہ تو کوئی مدعی ہے نہ مدعی علیہ نہ شہادت ہے نہ عدالت نہ قضا، قاضی ہے نہ شہادت زور ہے نہ قاضی کو شہادت کے جھوٹے ہونے کا علم، وہ مذکورہ بالا قاضی کا حکم ایک خاص مسئلے سے متعلق ہے جس میں متعدد قیود اور شرائط اور مخصوص صورت ہیں ہو شے چنانچہ اگر وہ عورت کسی دوسرے شخص کی منکوحہ بیوی ہوتو قاضی کا مذکورہ بالا حکم باطنا نافذ نہ ہوگا وہ عورت اس مرد پر حرام ہو گی وہ دوسرا اس عورت پر حرام ہوگا۔(۱)

اس خاص مسئلے کے دائرے کو وسیع کر کے اس سے زمینوں کی ملکیت کا مسئلہ کا کشید کرنا بے

(۱) اصل حلال طریق پر حاصل کردہ اموال غیر زمین کی ملکیت سے محروم ہونے کا باعث نہیں اس مسئلے میں کل تین باتیں ہوئی ہیں کسی کی منکوحہ عورت کو اس کی بھی منکوحہ بیوی قرار دینے پر اجتہاد ان کو دیا جا سکتا ہے جس کے لئے امام ابو حنیفہ کے نزدیک قاضی کے لئے دو شرائط ہونے کے لئے کل چھ شرائط ہونا شرط قرار دیئے ہیں اور اس طرح کی فیصلہ کو ظاہر و باطن میں نافذ قرار دیا ہے اور مذکورہ فیصلہ مدعی کے لئے حلال ہے یہی اسی طرح اور بھی مسائل ہیں جو حلال طریق پر حاصل کی گئی ہے جو ملکیت کسی دوسرے شخص کو اس سے اس کے لئے حلال نہ ہونے کی بنا پر ختم ہو جاتی ہے

(سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون)

(الشعراء: ۲۲۷)

دین اسلام سے مسلمانوں کی روگردانی

آج قوموں کی اس ترقی میں جس کا اس زمانہ میں بڑا چرچا ہے اسلام کا نام تک نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان اسلام سے روگردانی کر چکے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات کو بھول چکے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات کو بھول جانے کی وجہ سے مسلمان ہر میدان میں پیچھے رہ گئ

[illegible]

[illegible]

وہ دین جس نے غیر الاسلام دینہ فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین ۔ [آل عمران ۸۵]

[illegible]

[illegible] حضرت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی ارشاد فرمایا ہے:

"لو کان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی" (۱)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بالکل فطری ہے۔ [illegible] ہے۔ [illegible] ہے۔ [illegible]

[illegible] ہیں۔ فرعون کے ظلم و ستم کے خلاف بنی اسرائیل کی آزادی کی جدوجہد کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ یہ آزادی کی جدوجہد ہی تھی جس کے نتیجہ میں بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات ملی۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کے بعد ان کو ایک آزاد قوم کی حیثیت سے زندہ رہنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے بار بار سزا دی۔ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر ذلت و رسوائی مسلط کی گئی۔ ان کو بار بار غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا گیا۔ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کی عبادت گاہوں کو تباہ و برباد کیا گیا۔ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو بار بار جلاوطنی کی سزا دی گئی۔ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو بار بار ان کے گھروں سے بے گھر کیا گیا۔ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو بار بار ان کے وطن سے نکالا گیا۔ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو بار بار ان کے گھروں سے بے گھر کیا گیا۔ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو بار بار ان کے وطن سے نکالا گیا۔ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو بار بار ان کے گھروں سے بے گھر کیا گیا۔ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو بار بار ان کے وطن سے نکالا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے بار بار سزا دی۔ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو بار بار ان کے گھروں سے بے گھر کیا گیا۔ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو بار بار ان کے وطن سے نکالا گیا۔ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو بار بار ان کے گھروں سے بے گھر کیا گیا۔ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو بار بار ان کے وطن سے نکالا گیا۔

آزادی اور اس کا مقصد

﴿هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ [الاعراف: ۲۰۳]

ان مثالوں سے آزادی کی اہمیت اور مسلمان قوم کی آزادی کے لئے اللہ تعالیٰ کی نصرت کے بعد آزادی کی نعمت کو برقرار رکھنے کی ذمہ داری بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ آزادی بذات خود کوئی مقصد نہیں بلکہ یہ صحیح ترین اور اعلیٰ ترین مقاصد تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ آزادی کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حاصل ہونے والی آزادی کی نعمت کو برقرار رکھنے کے لئے

سے مسلمان دوشنبہ اور جمعہ وہ دن ہیں کہ ہے آخر خلق خدا کی رحمت نے مسلمانوں کو پھر اپنی آغوش رحمت میں لے ایک تختہ سے دوسرے پر روان کرنے والے کر دیا تا کہ دوبارہ امتحان لیا جائے کہ بنظر کیف تعملون۔

لیکن انتہائی صد سد کی بات ہے کہ نہ صرف علماء دین و عوام بلکہ خاص امام سب کے سب اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں مقصر رہے۔ اسے نظر انداز کر دیا اس اصل مقصد کے لئے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی زمین پر اپنی خلافت عطا فرمائی تھی۔ ہم نے اس کے حصول میں کوئی کوشش نہیں کی نتیجہ ظاہر ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اسی جہنم میں ڈال دیا جس سے اسلامی قانون نافذ کرنے اور حکومت کی طاقت سے لوگوں کو صحیح مسلمان بنانے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کے بجائے ہم نے تمام ملک میں کافر کرنے اور قرآن کی تعلیم میں ہوا نفس ہمیں نے میں پورے کرتے۔ الَّذِينَ إِنْ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ ..... [حج: ۴۱]

وہ وقت فریضہ تھا کہ امت مسلمان کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیتے تا کہ اپنی رہنمائی کو صحیح خطوط پر ڈالتا عوام امت کا فضل تھا کہ عقائد و عبادات اسلامی تہذیب و اخلاق اور اسلامی معاشرت کے اختیار کرنے میں کوشش کرتے لیکن اس سے ہمیں جو ہمارے ہم سب پر واجب تھا۔ ہم نے اپنی ذمہ داری ادا نہ کی۔

آج کل جو ہمارے ملک پر عذاب نازل ہو رہے ہیں جن کے نتیجہ میں ہم تباہ ہو رہے ہیں یہ سب ہمارے ہی اعمال کی سزا ہے جو ہم اپنی کوتاہیوں کے نتائج ہیں جو سامنے آ رہے ہیں۔ ہر طرف ان اداروں کا زوال ہے جن پر حکومت صحیح معنوں میں عوام کی قوام ہوتے اور جو اپنی زندگی میں ظاہر و باطن دونوں لحاظ سے اسلام کے تقاضے پورے کرتے تھے۔ آج ان کا یہ حال ہے کہ ان کا بیشتر حصہ اسلام سے بیگانہ ہو رہا ہے۔ امت ان سے مطمئن نہیں رہی۔ گزشتہ چند سالوں میں نہ صرف پاکستان بلکہ تمام ممالک اسلامیہ میں جو بھی انقلابات رونما ہوئے یا فوجی انقلاب ہوئے ان کی بنیاد عوامی نتائج میں جو سامنے آ رہے ہیں آج ہر شخص یہ محسوس کر رہا ہے کہ حکومت میں کسی نہ کسی ملک میں ہوں انتخاب کی نوبت نہ آئی ہے لیکن ان حقائق و واقعات سے مشاہدہ کے باوجود کسی کو بھی عبرت نہیں ہوتی۔

غیر اللہ کو عزت و طاقت کا سرچشمہ سمجھنے کی سزا

مملکت پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے دو حصہ ہندوستان اور عالم اسلام کی متحدہ طاقتوں کی بیشمار دشمنیوں کا نشانہ بنے سے محض اپنے فضل و کرم سے محفوظ فرمایا اس وقت کا شعور اور ایمان جو بنے اور وہ شعور بھی ہے کہ پاکستان کو اسلامی دستور، حکومت صحیح اور نفاذ اسلامی قوانین ملک میں نافذ کرنے تا تمام امت پاکستان اسلامی قانون کی برکات سے مالا مال ہو اور ہر طرح کے بحرانوں سے محفوظ رہے۔ ہم اس حقیقت کو بھول چکے ہیں کہ اس ملک اور قوم کو کیونکر مصائب سے نجات ملی ہے یہ سرمایہ دار یا فوج کے تعلق اور تحصیل سے صرف اسلامی قانون ہی بچا سکتا ہے اور صرف اسلامی قانون پاس ہونے سے نہیں بلکہ اسلامی قانون کی دیانت داری سے تنفیذ اور اجراء اور پھر قوم کے ہر

"شروع میں جیسے ہی مشرقی پاکستان کے حالات نے تشدد کی صورت اختیار کی میں نے لکھنا شروع کیا۔ اپریل اور مئی ۱۹۷۱ء میں میں اپنی دو چیزیں لکھ چکا تھا۔ یہ ایک ڈائری کی صورت حال سے لکھنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد میں ملکی حالات پر لکھنے سے احتراز کرتا رہا۔ میرا خیال ہے کہ جب ملکی معاملات ذمہ دار قوتوں، حکمرانوں اور لیڈروں کے ہاتھوں میں ہیں جو مشکل کا حل نکالنے کے اہل ہیں تو پھر ایسے موقعہ پر ہم جیسے لکھنے والے لوگوں کے لئے مناسب نہیں ہے کہ ہم محدود تر اور اپنی غیر مکمل اور بالواسطہ (SECOND HAND) معلومات کی بنا پر موقعے بے موقعے رائے زنی کرتے پھریں اور بے وجہ اپنی ایجنسی میں شامل کرتے رہیں۔ وقت یقیناً ہمارے لئے ضروری صرف سے ہوئے کام چلا رہے ہیں اور ہمارے ہاتھ بار رہے ہیں۔ اس میں شک و شبہ ہر لحاظ سے وقت کی ضرورت ہے۔ پیچھے اور پورا کرنے کے اہل ہیں۔ ہمیں اپنے کام سے مطمئن ہو کر ان کی ہمت افزائی کرنی چاہئے اور جو قدم یہ لوگ ہمیں اس کی تاکید کرنی چاہئے۔ ان کی کوشش میں ہر ایک کو قوم کا نمائندہ بنا چاہئے اس طرح سے اتفاق رائے ہوتا ہے اور اصل مسئلہ حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

ہمارے ہاں کی میں مسئلہ ایسا پیچیدہ ایسا تھا آپ ہے جس پر میں کسی طرح بھی مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ ان باتوں کے ذکر کرنے سے ہمارے ہاں کے معاملات کو بہتر نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ ہماری داخلی انتظامی معاملات کے بارے میں دوسرے ملکوں کی پارلیمنٹوں میں بحثیں ہونے لگی ہیں۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ صورت حال یہ بنی ہے کہ آج کل باہر کے ملک ہم کو براہ راست "ڈکٹیٹ" کرنے لگے ہیں کہ ہم کو ہمارے داخلی معاملات کے بارے میں کیا کرنا چاہیے۔ صورت حال یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہمارے وزیر اعظم پر الزامات عائد فرمانے لگے ہیں کہ ہم مغربی پاکستان سے سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں۔ مغربی پاکستان کی آبادی سے ہمارے ہاں کے لوگوں نے اپنے کاروبار بنا لیے ہیں۔ ان کا روزگار ہے۔ ہماری کوئی اہم شخصیت اس سے پیچھے ہٹ جاتا ہے تو ہمارے صدر ملک کے سیاسی اور آئینی معاملات کے بارے میں کس قسم کا اعلان کرتے ہیں۔

عمومی طور پر میں اس ساری صورت حال کو اچھا اور معقول نہیں سمجھتا ہوں۔ میری سوچ یہ ہے کہ ہماری ریاست ایک آزاد ریاست ہے یا ہمیں بین الاقوامی دنیا کی نظروں میں ہماری حیثیت ہے جو کہ ہماری آزادی میں انگریز کے تحت برصغیر کی آزادی ریاستوں کے راجاؤں مہاراجوں کی ہوتی تھی؟ یعنی پیچھے رہ جانا ہمارا اور ہمارے آقا کے مفاد میں ہے؟

میں اس سلسلے تعلقات کی تاریخ میں مجھے کوئی مثال نہیں مل رہی ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ کسی آزاد ریاست سے اندرونی معاملات کے بارے میں تحقیقات کرنے کے لئے باہر سے وفد آتے ہوں یا ان پر باہر کی پارلیمنٹوں میں بحثیں ہوتی رہی ہوں یا باہر کی ریاستیں اضافت کرتی رہی ہوں کہ فلاں سیاسی پارٹی کے ساتھ سمجھوتہ چاہئے یا نہیں ہونا چاہئے اقتدار منتقل ہونا چاہئے یا نہیں؟

ملک میں کئی سال تک خانہ جنگی جاری رہی کیا پاکستان میں اس پر اسٹ ہونی کی پارٹی نے ملک کے کوئی تحقیقاتی کمیشن یہاں بھیجا؟

یونان میں چھ سال سے فوجی حکومت قائم ہے اس حکومت کی کارکردگیوں کے بارے میں باہر کے اخبارات میں بے وقت صورتحال ہوتا رہا ہے کارڈ مریکہ نے جس کی امداد پر یونان کا پیسہ چل رہا ہے کبھی نہیں کہا کہ آقتہ رقوی زیادتیوں کو فوراً روکا جائے اور جمہوریت بحال کی جائے امریکہ کے یونان کے بارے میں عمل کرام یہ سے کہتے رہتے ہیں کہ ہم وہی کریں گے جو ہمارے ملک کے مفاد میں ہوگا آپ اپنے داخلی معاملات کو درست بنانے کی کوشش کریں یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔

برطانیہ نے اپنے مقبوضہ شمالی آئرلینڈ میں مذہبی بنیاد پر کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کی جو کشمکش ہے اس کے بارے میں کیا کوئی بین الاقوامی کمیشن یہاں بھیجا گیا ہے؟ اس سے مشرقی پاکستان میں ہندو مسلم کشمکش کا معاملہ قریب قریب ایسا ہی ہے جس سے مشرقی پاکستان میں ہندو مسلمان پیدا ہوئے برطانیہ کی مزدور حکومت کو بھیجا ہوگا وہاں فوجی کارروائی کرنی پڑی ہے مگر کیا ہم نے یا کسی اور ملک نے کبھی مطالبہ کیا کہ اس کے بارے میں بھی اپنے آدمی وہاں بھیج کر تحقیقات کرائی کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ کیا یونان کے کسی ملک نے برطانیہ سے یہ مطالبہ کیا کہ تم شمالی آئرلینڈ سے فوج ہٹاؤ اور ہم تمہارے ساتھ تعاون کریں گے؟ کیا اقوام متحدہ کی آزاد تنظیموں نے اس موقعے پر مداخلت کی؟

سوڈان کے جنوبی حصے میں "آزاد افریقہ" سے برسرِ پیکار باغی قوتوں کی پشت پناہی کی جا رہی ہے اور وہاں فوجی سوڈان کی حکومت جو ایک فوجی حکومت ہے فوجیں بھیج کر بغاوت کو کچلنے کی کوشش کر رہی ہے مگر کیا اس بنا پر متحدہ افریقی برادری نے سوڈان سے کبھی کوئی باز پرس کی؟

ارجنٹینا کے لوگ اپنے ملک کو ایک جمہوری ملک بنانا چاہتے ہیں اپنے ہاں کی حکومت ان کو مارشل لاء کہتی ہے مگر کیا کبھی کسی بین الاقوامی تنظیم نے "ہیومن رائٹس" یا "جمہوری حقوق" کے تحفظ کی خاطر کسی دوسرے ملک سے کبھی کوئی تحقیقاتی کمیشن روپ رسمائی دلدار ارجنٹینا بھیجا کہ وہاں کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی؟ ارجنٹینا کا معاملہ انگریزوں نے بین الاقوامی کے حوالے کیا ہوا ہے اس بنا پر وہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے بارے میں اخلاقی ذمہ داری کسی حد تک برطانیہ پر بھی عائد ہوتی تھی مگر کیا اس مسئلہ کے بارے میں برطانیہ کی پارلیمنٹ میں کبھی کوئی بحث ہوئی؟ کیا برطانیہ نے کبھی اپنے ہیومن رائٹس کے مطالبہ کیا کہ تم ارجنٹینا کے لوگوں سے جو کچھ کر رہے ہو اس کی تحقیقات کرانے کے لئے ارجنٹینا کی مدد کیوں نہیں کرتے اور ہمارے نمائندے کیوں نہیں جاتے تمہارے خلاف رائے دینے والوں کو قتل کیا جا رہا ہے اور تم چپ چاپ دیکھتے رہتے ہو؟

عراق میں کردوں نے بغاوت کی تو کئی سال تک جاری رہی اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے عراق آزادی سے اپنی فوجی قوت سے کام لیتا رہا مگر اس کی وجہ سے دنیا کے کسی ملک نے کبھی عراق پر کردوں کی خاطر حملہ کرنے کی بات نہیں کی۔

کانگو یا زائر کا کئی سال تک وقفے وقفے سے ایک حصہ میں جہاں کبھی صوبوں نے بغاوت کی اور مرکزی حکومتوں

سے اس کی ذات بابرکات نے قرآن کریم میں بیان معاملات میں ہر ہر حکومت نے کبھی دخل مداخلت کی ہے

بہر حال کہنا یہ ہے کہ جو دنیا کی صورت حال اس وقت پیش آرہی ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ عزت و طاقت کا سرچشمہ اللہ اور اس کے رسول کو سمجھا گیا ہے آج اگر مسلمان صرف حق تعالیٰ کی ذات کو عزت و طاقت کا سرچشمہ سمجھیں اور اس حقیقت کو سمجھ لیں جو حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [المنافقون: ۸]

"عزت تو اللہ نے اس کے رسول کے اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے لیکن منافق سمجھتے نہیں۔"

ان کلمات کی کامیابی "قیامت" نے ہماری نگاہوں کو خیرہ کر دیا ہے اور اپنی "ترقیات" کی وجہ سے جس اخلاقی بحران میں یہ قومیں مبتلا ہیں اس سے ہم قطعاً غافل ہیں۔

بالفرض اگر باہر کی امدادوں اور قرضوں کے ہم محتاج نہ ہیں اور بغیر قرضوں کے ہمارا کام نہیں چل سکتا تو پھر ہماری متعدد عرب حکومتوں کو اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر پہنچایا ہے کہ ان سے بآسانی سود سے بغیر قرض لے سکتے ہیں تو پھر ہم ان سے قرضے کیوں نہیں لیتے؟ ایک کمپنی کی دوست امداد نے نصیحت کی ہے کہ اگر انگلستان نے ہمیں سے اس کی دوست کمال کی جائے تو انگلستان کا دیوالیہ نکل جائے گا جیسے یہ ماننا ضروری ہی ہے تو پھر ہمیں سے کیوں نہ مانیں اور یقیناً ہمارے مسائل میں ان کی طرح سے ہم ہماری تمام مشکلات ان کے تعاون سے حل ہو سکتی ہیں آج اگر ایک طرف حکومت کو ان امداد باہمی اسلام نے سودی قرضوں سے بچا کر کھائے اور سرمایہ دارانہ سودی نظام نے تو مزدوروں کی محنت میں بچا لیا ہے تو دوسری طرف شراب سے ہمارے ملک کو اربوں روپے کی آمدنی سے جو ہاتھ دھونا پڑا ہے اس نے فواحش و منکرات کو فروغ دینے کی نت نئی تدبیروں اور ترکیبوں نے تمام امت کو بے چین اور بربادی کے دہانے میں مبتلا کر دیا ہے یہ سب سے بڑی اور بدترین صورت حال جس کے تصور سے دماغ پھٹا جا رہا ہے قلم تحریر سے عاجز ہے زبان بیان سے قاصر ہے کیا کیا لکھا جائے اور کیا کیا کہا جائے؟

اللہ رب العزت پر رحم کرو ابھی وقت ہے اس ملک کو تباہی سے بچانے کا عزم کرو اسلامی قانون قانون ساز کرو اسلامی تعزیرات جاری کرکے صالح معاشرے کی تشکیل کرو غیر اسلامی تعزیرات سے ذریعہ جان و مال و آبرو کی حفاظت کی توقع بالکل بے معنی ہے رشوت پر بازار حیات تنگ ہے اس کے بغیر ہر کام کی تکمیل ناممکن ہے فحاشی کی روک تھام کرو نوجوانوں اور نوجوانیوں میں بہبودی روح پیدا کرو اور قوم کو اس مہلک اخلاقی بحران میں مبتلا کرنے والے عناصر سے نجات دلاؤ ورنہ تمہاری آنے والی نسلیں تمہیں کبھی معاف نہیں کریں گی اسلامی آئین کا نفاذ کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔

اللهم اهد قومي فانهم لا يعلمون

(جمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ - اگست ۱۹۷۱ء)

سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ مغربیت کے ان دم بہ دم بڑھتے ہوئے اثرات سے حرمین شریفین بھی محفوظ نہیں ہے حرمین کی تعلیم جس بنیاد پر دی جاتی ہے اتحاد کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ یکجہتی و یگانگت بدرجۂ اتم وہاں دیکھنے کو ملتی ہے اور اس دوران کسی صورت میں کسی بھی مذہب میں یکجہتی و یگانگت کا فقدان کسی مرکزی فکر سے نہیں پایا جاتا ہے اور مسجد نبوی کے باہر اس سامنے یکجہتی و یگانگت کا جذبہ نماز عشاء کے بعد جب لوگ نماز سے فارغ ہو کر آتے اور صلاۃ و سلام کا تحفہ بارگاہ قدس میں پیش کرنے کے لئے ہاتھوں میں جو رقعہ اور پمفلٹ ہوتے ہیں یکجہتی و یگانگت کی علامتیں ہیں کوئی شخص کسی سے بھی بڑا ہو اور ناک والا ہے کہ "قرار دہ بدر کہوی" کا ذکر خاص کر علامہ شیخ "عبداللہ بن بلیہی" نے مدینہ منورہ کے ذریعے کیا ہے اور رمضان مبارک دو شنبہ کی رات میں اس کا اہتمام کیا جاتا ہے اور مکہ مکرمہ سے بہت سے شائقین و معززین نے یہ واقعہ دیکھا ہے طلبہ نے حضرت سعد بن معاذ، حضرت عثمان بن عفان، حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت مقداد، حضرت بلال وغیرہ کے چہرے بنائے جاتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر رہے ہیں کہ ان کی کیا رائے ہے؟ مضمون ہے کہ یہ واقعہ مکہ مکرمہ کے تمام اخبارات میں دیکھنے والوں نے دیکھا اور اخبار والوں کی تصویریں کے ساتھ شائع ہوا ہے اور تمام اخبارات اس رسوائی کی تحریر سے مرتب ہیں۔

اس وقت تک یہ واقعہ ۱۴۰۲ھ تک ہوا ہے اور رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ کی یہ کتنک میرے سامنے ہے افسوس کرنے والوں کا قول یہ کہنا ہے کہ اس سے کہیں زیادہ دردناک پہلو اس ڈرامہ کا یہ تھا کہ ڈرامہ کی رائے یہ تھی کہ صحابہ کرام کی زندگی اندر اسلام میں اس طرح سے ہوتی تھی کہ کفار کے قافلوں کا لوٹ کر اپنا کاروبار کرنا اور اسلام و مسلمانوں

"پوشد از خون برادر چشم مسلم حق نگر"

اسلام اور تاریخ اسلام کے خلاف امریکہ و یورپ نے شیاطین حرم کو خوش کر رکھا تھا وہ مسلمانوں سے کہا یا فیا عربۃ لا اسلام و یا عربۃ المسلمین۔ حرمین شریفین کے وہابیہ و نجدیہ ریاض کے وہ مشائخ جن پر امام بالعراب اور نجدی امام کا دارومدار ہے اور نجدی کے فتووں کی پورے ملک میں حکومت ہے بلکہ دینی و ملی اور شرعی حساب سے وہ ذمہ دار ان پر ہے وہ یہ کہ کوئی موثر ہوتے ہیں کہ حکومت کی سیاسی مصالح اس تمدن اور مذہب نے اپنانے کی مقتضی ہیں ہم چھیڑ نہیں کر سکتے یا چھیڑ نہیں سکتے:

للہ هذا یذوب القلب عن کمد

ان کان فی القلب اسلام و ایمان!

ان فتنوں کو دیکھ کر خصوصاً فتح مکہ اور مرکز ان ان جامع مقدسہ کے فتنوں کو دیکھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ قیامت کی گھڑی اب بالکل قریب آ چکی ہے۔ اسلام کی کوئی امید نظر نہیں آتی اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔ انتہائی افسوس اس کا ہے کہ یہ جو حرام و حرمین شریفین حرم اقدس ان حالات کو دیکھ کر کیا تاثر اپنے دلوں میں لے کر

مسلمان کسے کہتے ہیں؟

[illegible] ۸ ج ۵ بابت ماہ رمضان ۱۳۸۰ھ [illegible] پڑھ کر افسوس ہوا کہ [illegible] جیسے عالم [illegible] میں [illegible] کی [illegible] میں [illegible] کی [illegible] میں [illegible] کی

وایتاء الزکاۃ، وصوم رمضان، والحج"(۱) نظر سے نہیں گذری؟ اور صحیح بخاری وصحیح مسلم کی وہ حدیث جس میں حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں: "واللہ لأقاتلن من فرق بین الصلاۃ والزکاۃ" اور اس کے بعد یہ فرمایا" واللہ لو منعونی عناقاکانوا یؤدونہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتھم". (۲) کیوں نظر نہیں آئی؟ تمام کے تمام ذخیرۂ حدیث کو نظر انداز کر کے صرف "کتاب الخراج" کی ایک حدیث کو مدار استدلال بنا کر فیصلہ کر دینا کیا یہی علمی تحقیق اور دیانت ہے؟ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس طرح "بازیچۂ اطفال" بنانا کتنا افسوسناک امر ہے، نہ صرف یہ بلکہ اسی بنیاد پر اپنے دلوں کی بھڑاس نکالنا اور حکومت کو مشورہ دینا کہ وہ ایسا قانون بنائے اور نافذ کرے کہ کوئی کسی کو کافر کو بھی کافر نہ کہہ سکے، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ قرآن کریم میں سے ایمان وکفر سے متعلق آیتوں کو بھی نکال دینا چاہئے جن آیت میں "اولئک ھم الکافرون حقا" وغیرہ آیا ہے ان سب کو حذف کر دینا چاہئے، اور ایمان وکفر دو حقیقتیں ہیں، جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے، تو کفر کے وجود سے استبعاد وانکار کے کیا معنی؟ اتنا بھی غور نہیں کیا گیا کہ علماء دین کو حفاظت دین کی خاطر کسی "کافر" کے کفر کا "اظہار" کرتے ہیں تو یہ ان کے دینی منصب کا تقاضا ہے وہ خود کسی کو کافر نہیں بناتے، بلکہ وہ تو ایک کافر کو کافر بتاتے ہیں، پھر حکومت کو مشورہ دینا کہ تکفیر کو ممنوع قرار دیا جائے اس سے بہتر تو یہ ہے کہ یہ مشورہ دیا جائے کہ حکومت پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنا دیا جائے اور پاکستان کو لادینی مملکت قرار دے دیا جائے، لیکن مقالہ نگار خوب جانتے ہیں کہ سیکولر اسٹیٹ سے ان کا مقصد پورا نہیں ہوتا کیونکہ سیکولر اسٹیٹ میں ہر ہر شخص اپنے مسلک اور مذہب پر عمل کرنے کا مجاز ہوتا ہے اور خود حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، تمام اہل ملک کو مذہبی آزادی ہوتی ہے وہ تو پاکستان کو اس سے بھی آگے دیکھنا چاہتے ہیں کہ کسی کو بھی اس سرزمین پر مذہب پر عمل کرنے کا موقع ہی نہ دیا جائے، یہ بات تو لندن وامریکہ میں بھی نہیں ہے البتہ روس کی مملکت کی یہ خصوصیت ضرور ہے کہ وہاں کوئی بھی مذہب برداشت نہیں کیا جا سکتا، لہذا محترم مقالہ نگار کے مشورے کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ حکومت کو کمیونسٹ بنانے کا مشورہ دے رہے ہیں بہت ممکن ہے کہ موصوف کی ضمیر کی آواز یہی ہو لیکن وہ اپنے مطلب کو ذرا عنوان بدل کر "حدیث دیگراں" کے طور پر اس طرح بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو محسوس نہ ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ اس ملک پر رحم فرمائیں اور مشیران سوء سے حکومت کو بچائیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مملکت کا بڑا طبقہ دین اسلام کا حلقہ بگوش ہے اور اسلام کے نام پر ہی یہ مملکت وجود میں آئی ہے، صدر مملکت کا مسلمان ہونا

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الایمان ج: ۱ ص: ۶، ط: قدیمی. الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، باب بیان ارکان الاسلام ج: ۱ ص: ۳۲، ط: قدیمی

(۲) صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکاۃ ج: ۱ ص: ۱۸۸، ط: قدیمی. الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس... ج: ۱ ص: ۳۷، ط: قدیمی

وایتاء الزکاۃ، وصوم رمضان. والحج" (۱) نظر سے نہیں گذری؟ اور صحیح بخاری، صحیح مسلم کی وہ حدیث جس میں حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں: "واللہ لأقاتلن من فرق بین الصلاۃ والزکاۃ" اور اس کے بعد یہ فرمایا" واللہ لومنعونی عناقاکانوا یؤدونہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتھم". (۲) کیوں نظر نہیں آئی؟ تمام کے تمام غیر ذمہ دار حدیث کو نظر انداز کر کے صرف "کتاب الخراج" کی ایک حدیث کو مدار استدلال بنا کر فیصلہ کر دینا کیا یہی علمی تحقیق اور دیانت ہے؟ حدیث نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کو اس طرح "بازیچۂ اطفال" بنانا کتنا افسوسناک امر ہے، نہ صرف یہ بلکہ اس بنیاد پر اپنے دلوں کی بھڑاس نکالنا اور حکومت کو مشورہ دینا کہ وہ ایسا قانون بنائے اور نافذ کرے کہ کوئی کسی کافر کو بھی کافر نہ کہہ سکے، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ قرآن کریم میں سے ایمان وکفر سے متعلق آیتوں کو بھی نکال دینا چاہئے جن آیات میں "اولئک ھم الکافرون حقا" وغیرہ آیا ہے ان سب کو حذف کر دینا چاہئے، اگر ایمان وکفر دو حقیقتیں ہیں، جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے، تو کفر کے وجود سے استہزاء وانکار کے کیا معنی؟ اتنا بھی غور نہیں کیا گیا کہ علماء دین اگر حفاظت دین کی خاطر کسی "کافر" کے کفر کا "اصرار" کرتے ہیں تو یہ ان کے دینی منصب کا تقاضا ہے وہ خود کسی کو کافر نہیں بناتے، بلکہ وہ تو ایک کافر کو کافر بتاتے ہیں، پھر حکومت کو مشورہ دینا کہ تکفیر کو ممنوع قرار دیا جائے اس سے بہتر تو یہ ہے کہ یہ مشورہ دیا جائے کہ حکومت پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنا دیا جائے اور پاکستان کو لادینی مملکت قرار دے دیا جائے لیکن مقالہ نگار خوب جانتے ہیں کہ سیکولر اسٹیٹ سے ان کا مقصد پورا نہیں ہوتا کیونکہ سیکولر اسٹیٹ میں ہر ہر شخص اپنے مسلک اور مذہب پر عمل کرنے کا مجاز ہوتا ہے اور خود حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہوتا تمام اہل ملک کو مذہبی آزادی ہوتی ہے وہ تو پاکستان کو اس سے بھی آگے دیکھنا چاہتے ہیں کہ کسی کو بھی اس سرزمین پر مذہب پر عمل کرنے کا موقع ہی نہ دیا جائے، یہ بات تو جرمن و امریکہ میں بھی نہیں ہے اپنے اپنے ملکوں کی یہ خصوصیت ضرور ہے کہ وہاں کوئی بھی مذہب برداشت نہیں کیا جا سکتا، لہذا محترم مقالہ نگار کے مشورے کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ حکومت کو کمیونسٹ بنانے کا مشورہ دے رہے ہیں بہت ممکن ہے کہ معصوف کی ضمیر کی آواز یہی ہو لیکن وہ اپنے مطلب کو ذرا عنوان بدل کر "حدیث دیگراں" کے طور پر اس طرح کہنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو محسوس نہ ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ اس ملک پر رحم فرمائیں اور مشیران سوء سے حکومت کو بچائیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مملکت کا بڑا طبقہ دین اسلام کا حتی الوسع کوشش ہے اور اسلام کے نام پر ہی یہ مملکت وجود میں آئی ہے، صدر مملکت کا مسلمان ہونا

(۱) صحیح البخاری، کتاب الایمان ج:۱ ص:۶، ط: قدیمی. الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، باب بیان ارکان الاسلام ج:۱ ص:۳۲، ط: قدیمی

(۲) صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکاۃ ج:۱ ص:۱۸۸، ط: قدیمی. الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس ... ج:۱ ص:۳۷، ط: قدیمی

بھی ضروری ہے لہٰذا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صدر مملکت کو صحیح اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور حقیقی اسلامی قانون کی تنفیذ کی توفیق ان کی رفیق کار ہو اور اسلام کے صحیح خدمتگار اس ملک میں نمایاں ہوں اور ملک و ملت کے قابل فخر ذمہ دار ہوں، نیز گمراہیوں اور امریکہ و برطانیہ کی سازشوں سے یہ مملکت محفوظ رہے۔

امت مرحومہ اور فتنے

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ امت مرحومہ رحمۃ للعالمین کی برکت سے اگرچہ بہت سے ان عمومی امراض اور عمومی عذاب سے نجات پا چکی ہے جن میں پہلی امتیں مبتلا ہوئی ہیں لیکن اس کے باوجود مومنین کے ایمانی امتحان کے لئے اس امت کے ہر دور میں فتنوں کا ایک مسلسل خونیں نظام جاری ہے حتیٰ کہ "فتنۂ دجال" کی آزمائش کا ہوّا ہر دور میں کوئی نہ کوئی فتنہ عالمگیر صورت اختیار کرلیتا ہے تو روئے زمین کے تمام مخلصین و صالحین کے قلوب بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے اگرچہ وہ عملی طور پر اس سے بہرحال محفوظ رہتے ہیں تاہم اجتماعی طور پر ان میں وہ ایمانی قوت و شدت باقی نہیں رہتی جو پہلے ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہد نبوت سے جتنا بعد ہوتا جاتا ہے ان فتنوں کی آئے دن کثرت ہوتی جاتی ہے اور اسی نسبت سے ایمانوں میں ضعف نمایاں ہوجاتا ہے، جب بارشیں کثرت سے ہوجاتی ہیں تو ساری ہی فضا اور ہوا مرطوب اور نم ہوجاتی ہے اور جہاں جہاں ہوا کا نفوذ ہوتا ہے رطوبت اور نمی سرایت کرجاتی ہے، دیکھا ہوگا کہ برسات کے موسم میں بارش کی کثرت سے مکانوں کے اندر بند پڑے ہوئے کپڑوں میں بھی نمی پہنچ جاتی ہے ٹھیک اسی طرح فسق و فجور اور ہوا و ہوس کے فتنوں کے دور میں صالحین کے قلوب بھی ان سے متاثر ہوجاتے ہیں اور حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام:

"اللھم اذا أردت بقوم فتنۃ فاقبضنی الیك غیر مفتون"(۱)

الٰہی! جب تو کسی گروہ کو کسی فتنہ (آزمائش) میں ڈالنا چاہے تو مجھے (اس سے پہلے ہی) فتنہ (آزمائش) کے بغیر اپنے پاس اٹھالے۔

میں شاید اسی مضمون کی طرف اشارہ ہو۔

فتنوں کی قسمیں

ہر دور میں فتنوں کی مختلف صورتیں رہی ہیں لیکن بنیادی طور پر فتنے دو قسم سے ہوتے ہیں:

① ایک عملی فتنے ② دوسرے علمی فتنے

---

(۱) سنن الترمذی، ابواب التفسیر، سورۃ ص، ج: ۲، ص: ۱۵۹، ط: قدیمی۔ موطا الامام مالك، كتاب القرآن، باب العمل فی الدعاء، ج: ۱، ص: ۲۲۰، ط: قدیمی

عملی فتنے

گناہوں کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں جو امت میں عام ہو جاتی ہیں زنا اور شراب کی کثرت، سود خوری، رشوت ستانی، بے حیائی و عریانی، رقص و سرود اس کے قبیح میں استبداد، کذب و فتنہ، اہم عہدوں پر نااہل لوگوں کی تقرری یا نااہلوں کو معاشرہ میں پیدا ہو جاتی ہیں ان کے مختلف اور متنوع نتائج ہوا کرتے ہیں اور بہر صورت ان برائیوں اور بداعمالیوں کے اثرات نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ سارے ہی اعمال صالحہ پر پڑتے ہیں جتنی ان برائیوں میں کثرت و شدت کی پیدا ہوتی ہے اتنی ہی ان نیکیوں میں ضعف و نقصان ادراک کی جاتی ہے۔

علمی فتنے

علمی فتنے وہ ہوتے ہیں جو علوم و فنون کی راہ سے آتے ہیں، تاریخ اسلام میں ان علمی فتنوں کی مختلف صورتیں رہی ہیں، بہر صورت ان علمی فتنوں کا تعلق براہ راست اعتقاد پر پڑتا ہے، ان فتنوں میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ باطنیہ کا تھا جو قرامطہ کے دور میں ابھرا اور خوب پھلا پھولا، اس فتنہ کا سب سے بڑا اور بڑا نتیجہ یہ نکلا کہ دین میں الحاد و تحریف کا دروازہ کھل گیا اور اسلامی حقائق ضروریات دین، متواترات اسلام، بنیادی عقائد و اعمال، مجموعہ شعائر اسلام میں تاویلوں اور تحریفوں کے دروازے کھل گئے۔

اس آخری دور میں یہ فتنہ بہت بڑے پیمانے پر تمام اسلامی ممالک میں یورپ سے درآمد ہوا، اثر یہ ہوا کہ مستشرقین یورپ نے قوموں کو اپنا اپنا نصب العین بنالیا کہ وہ دن رات تدریس، تصنیف، تالیف، نشر و اشاعت، تحقیق و تدقیق غرض ہر کوشش اور ہر فریب و مکر سے اس کے پیچھے پڑ گئے، اپنی زندگیاں اس کے لئے وقف کر دیں اور اسلام سے انتقام لینے کا اس کو ایک "کارگر ترین حربہ" قرار دے لیا یہاں تک کہ وہ طبقہ اسلامی ممالک میں پیدا ہو گیا جو اپنی روزی حاصل کرنے کی غرض سے یورپین ممالک کا سفر کرتے ہیں، ان دنوں کا ہوں میں ان طلبہ سے "اسلامی موضوعات" پر اپنے مقالات و مضامین لکھوتے ہیں کہ وہ مسلمان طلبہ بھی اسلامی معتقدات کے بارے میں کم از کم "شکوک" کے اندر ضرور مبتلا ہو جاتے ہیں، یہ وہ خطرناک دسائس ہیں جن کی تفصیل کے لئے بڑے بڑے دفتر درکار ہیں، "مجمع الزوائد" میں حافظ نور الدین ہیثمی نے بحوالہ "معجم طبرانی" ایک حدیث بروایت عصمہ بن قیس سلمی صحابی نقل کی ہے:

"انه كان يتعوذ من فتنة المشرق، قيل، فكيف فتنة المغرب؟ قال: "تلك اعظم واعظم"(۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ مشرق سے پناہ مانگا کرتے تھے، آپ سے دریافت کیا گیا کہ مغرب میں

(۱) مجمع الزوائد، کتاب الفتن، باب التعوذ من الفتن ج ۷ ص ۲۴۹، ط: دار الفکر بیروت

کبھی فتنہ ہوگا؟" آپ نے فرمایا کہ وہ فتنہ بہت بڑا ہے بہت بڑا ہے۔

فتنوں سے تو ہمیں کوئی واسطہ نہیں ہے لیکن ہم نے یہ دیکھا ہے کہ ۱۹۷۱ء کے بعد سے ہمارے ملک کی طرف اتنی زیادہ توجہ ہے اسلام کی طرف کہ اس کی مثال پہلے نہیں ملتی۔ ہر ادارہ کا ہر محکمہ کا ہر شعبہ کا اس ملک میں کوئی نہ کوئی ادارہ ہے جو اسلام کی طرف توجہ دے رہا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا فتنہ ہے جو مغرب نے ہمارے لئے پیدا کیا ہے۔ اس فتنہ کی وجہ سے ہمارے ملک میں مغربی ذہن رکھنے والے تمام لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں

اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم سے مختلف اوقات میں گفتگو ہوتی رہی اور ہم دونوں اس نتیجہ پر پہنچے کہ جو دینی درسگاہیں ہم چلا رہے ہیں اگرچہ وہ بھی ایک ٹھوس اور بنیادی خدمت ہے اور دعوت کے سیلاب کے دفاع کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار بھی نہیں ہے لیکن بحالت موجودہ ہماری مسئولیت اس پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس سے زیادہ محنت اور وسعت کے ساتھ قدم کرنے کی ضرورت ہے اور جب تک ان علمی اور عملی فتنوں کے دفاع کے لئے اپنے "مدرسہ" اور دارالعلوم میں جتنی اہمیت توجہ کے ساتھ کام نہ کیا جائے گا یہ مقصد انجام پذیر نہ ہوگا اور ہم مسئولیت سے سبکدوش نہ ہوں گے۔

کام کی وسعت اور ہمہ گیری اور اس کے مقابلہ پر اپنی کم ہمتی اور اس سے بھی زیادہ کوتاہ دستی کی طرف جب نظر جاتی تھی تو حوصلہ پست ہو جاتا لیکن جتنا سوچ آخرت کی مسئولیت اور جواب دہی کا احساس شدت کے ساتھ بڑھتا رہا تا اینکہ بہرصورت پہلوتہی اور روگردانی کی کوئی گنجائش نہ رہی اور عزم مصمم کر لینے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا تو توکلاً علی اللہ اس بے سروسامانی سے قطع نظر کر کے حضرت مفتی صاحب کی قیادت میں قدم اٹھانے کا عزم کر لیا۔

اور ہم دونوں نے چند اپنے ہمنوا اور شریک احساس علماء اور ارباب صحافت کو بالکل "غیر رسمی" طور پر کراچی میں جمع کر کے اس جماعت کا ایک ابتدائی ڈھانچہ تیار کر لیا جس کی تفصیلات حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی افتتاحی تقریر میں اس جماعت کے اغراض و مقاصد، نظام و طریق کار میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

مجلس دعوت و اصلاح کا قیام

علماء کے اجتماع میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی افتتاحی تقریر

اہل علم اور اہل دین کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس وقت مسلمان اپنی غیر معمولی عددی اکثریت اور بہت سی آزاد و خودمختار سلطنتوں کے مالک ہونے کے باوجود کن دردناک حالات سے گذر رہے ہیں، دینی، علمی، اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی جس حیثیت سے بھی پوری مسلم قوم کا جائزہ لیا جائے تو ایک ایسا بھیانک منظر سامنے آجاتا ہے کہ اس کے عواقب کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے۔

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ [الروم: ۴۱]

(غالب ہو گیا فساد خشکی اور تری میں لوگوں کے اپنے کمائی کی وجہ سے)

پنہ کجا کجا نمم چوں ہمہ داغ دار شد

ہمارے اپنے ملک میں ہماری آنکھوں کے سامنے عیسائی مشنریوں نے پورے ملک پر یلغار کی ہوئی ہے طرح طرح کے لالچوں اور مختلف حیلوں سے بڑی تیزی کے ساتھ لوگوں کو دین حق سے مرتد بنا رہے ہیں۔

دوسری طرف مسلمانوں کی صفوں میں کچھ ایسے عناصر پیدا ہو گئے ہیں جو اصلی اسلام کو مسخ و محرف کر کے

اپنی اغراض واہواء کے تحت "اسلام" کا چربہ پیش کر رہے ہیں مگر آج بھی اسلام کی روشنی
اسی کی تابناکی سے ہمارے مذہب کا چہرہ روشن ہے جو "مستشرقین" کے اسلام پر کیچڑ اچھالنے
کے باوجود اسلام کو بحیثیت ایک مکمل ضابطۂ حیات کے اور اسلام سے تعلق اور متعلق علیہ اصول و ادارہ
محفوظ رہنے کی وجہ سے ہر قوم کے
حصول راہ کے لئے جاری ہے۔

اس صورت حال نے تقریباً ہر جدید ذہن کو متاثر کیا ہے اور اپنی اقدار و روایات کی طرف سے
قلب و ذہن کی معاشرتی افتادگی اور ذہنی و فکری انتشار کی ایک بڑی وجہ ہے جو مسلمانوں میں اندر آ رہا ہے۔ اس
کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے معاشرے کے فکری معاشرے سے اپنی ذہنی و فکری سطح کو مکمل کرتے
جائیں اور اسلام کا نظام فکر کا نظام اس حد تک شدید ہو جائے کہ ایک عام آدمی کے لئے اصول انصاف آسان
ہو جائے۔

یہ سیاب مغربی تہذیب کے دور سے شروع ہوا اور اب یہ دور کئی صدیوں تک کے گھروں میں گھس
چکا ہے اور اس کے دروازوں پر دستک دے رہا ہے اور یہ بات تقریباً ناممکن ہے کہ اس
سیلاب کو روکنے کی جدوجہد میں اہل حق نے اپنے تمام وسائل داؤ پر لگا دیئے تو پھر صدیوں کے بعد بات آخر
صدیوں سے مقابلہ کی بات ہی رہے گی۔

دینی اداروں اور اداروں کی دل توڑنے والی معقد پتلی نہیں اور ہو بھی سکتی ہے عالم میں
ہیں اور وہ کچھ کام کر رہے ہیں ان کا بھی معقد مات و تعدد کی روز بروز ترقی رہا ہے۔ اسی لئے ان اداروں نے
اثرات مرتب کرنے شروع کر دیئے ہیں اور ان اداروں سے اب ذہنی تخلیقی نہیں ہو رہیں جو حوالہ دینے کی اور
صلاحیت چاہیے ہے جو نظام اسلام کی روح اور جرأت سے بلند نہیں ہو رہی ہیں ان کے تخلیقی پہلو
نہیں اس کی وجہ ہے کہ دینی اداروں میں بھی فکر سے زیادہ یادداشت کی طرف رجحان
ہونے لگا ہے اور وہ صدی قدیم کی پیروی کرنے لگے ہیں۔

ان حالات میں اہل دین پر ان چند اصحاب نظر و عمل کی جو اب اتنی ہیں ہمارے کی ذمہ داری ہے
اس نظام کی اقلیت کا احساس رکھتے ہیں ان کی نظریں ان فتنوں پر بھی ہیں جن کی نشاندہی کی گئی ہے اور وہ
اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق اس میں مشغول بھی ہیں۔

ان حضرات کی تحریرات دینی اداروں سے متعلق ہیں یہ دینی تعلیمی اداروں کو چلا رہے ہیں اور
تصنیف و تالیف کا کام بھی اور اپنے افکار کی نشر و اشاعت بھی یہ اپنی رائے اور اپنی تحریر میں صاف ہیں وہ اشاعت
اسلام کی قدیم روایت کے ہیں اور ان کی مساعی حسنہ کو نظر انداز کر دینا یا بھلا دینا ممکن ہے لیکن ان کی وجہ سے دینی
اداروں کو فوائد و ثمرات کے بجائے مقابلہ دیا جا سکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پھر بھی نہیں کہ ہمارے

ضعف و تواضی کو دیکھ کر وہ ان حقیر مساعی میں حائل ہونے کا رخ بدلنے کی قوت و استعداد پیدا فرما دیں۔

وما ذلك على الله بعزيز

یہاں یہ عرض کرنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ تمام دینی کی خدمت کرنے والے چند ایسی انجمنوں میں بھی پھنسے ہوئے ہیں جو ہماری دینی مساعی کے ثمر آور ہونے میں مانع ہیں بلکہ بے اپنی سے اس سیلاب کو دوسرے ان "مشاغل" سے مدد پہنچ رہی ہیں۔

مواعظ سے اس سلسلہ کی پہلی کڑی یہ ہے کہ دین کے نام پر کام کرنے والے بہت سے اہل علم خود فروعی مسائل پر مناظرانہ مباحثوں، مران کے نتیجہ میں جنگ و جدال سے اندر سے کر قوم میں کہاں اور تو یہ جھگڑے انہیں یہ سوچنے کی فرصت ہی نہیں دیتے کہ اسلام اور قرآن کی کس محاذ پر اپنی طاقت صرف کرنے کے لئے پکار رہا ہے اور وہ کہاں اپنی قوانائی ضائع کر رہے ہیں۔ تنگ نظری اور تعصب پسندی اور بداعمالی و بداخلاقی کا جو طوفان پورے عالم اسلام کو اپنے لپیٹ میں لئے ہوئے ہے۔ یہ تلخ دور ہو بھی مناقشات کی صورت میں کر رہے ہیں اس طوفان سے صرف نظر کا سبب بن رہی ہے اور ہم اس کی جراحت و بربادی کے صحیح شعور سے ہی محروم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

یہ صورت حال اس امر کی مقتضی ہے کہ دین کا علم اور عند اللہ مسئولیت کے قوی احساس کے تحت ان مالمیہ کی فسادی اصلاح کا قوی داعیہ رکھنے والے حضرات کی دینی مساعی کو ایک اجتماعی نظم کے تحت منظم کیا جائے جو صرف باہمی خدمت سازی کے بجائے اسلام کے اصول اجتماعیت ﴿تعاونوا على البر والتقوى﴾ [المائدۃ: ۲] اور ﴿إن أكرمكم عند الله أتقاكم﴾ [الحجرات: ۱۳] کے تحت قائم ہو۔ ہمی تکلفات اور پابندیوں سے مبرا ہو اور امت میں کسی قسم کے تحزب اور تشتت کا باعث بننے کے بجائے باہمی اختلاف اتحاد کا ذریعہ ہو۔

مگر افسوس ہے کہ میں اپنی عمر کے اس حصہ سے گذر رہا ہوں کہ جس میں عادتاً سابقہ مشاغل بھی چھوڑ کر یکسوئی کی زندگی دوڑوں ہوتی ہے قویٰ کا انحطاط ہے، حافظہ کمزور ہوتا جا رہا ہے، کسی حالت میں کسی نئے کام کے آغاز کی کوئی صورت نہ تھی کہ اس وقت میرے محب مخلص مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے (بارك الله في علمه وعافيته) ہمت بندھائی اور اس کام کا بار اٹھانے کے لئے مخلصانہ جدوجہد پر تیار ہو گئے۔ ان کا علم و فضل محتاج تعارف نہیں، اصلاح مفاسد کے لئے ان کی بے چینی کا جذبہ مجھ جیسے بوڑھے کے لئے ایک "طاقت کا انجکشن" بن گیا اور دونوں نے مل کر یہ ادارہ اور اس فکر مضرات کو جمع کرنے کا پروگرام بنایا۔

یہ ظاہر ہے کہ یہ دعوت تمام رسمی تکلفات تنظیمی اور جماعتی بندھنوں سے بالاتر ہے۔ اس لئے وقتی طور پر جن حضرات اہل فکر و عمل کی اس پروگرام کی زیر مشورہ آئے ان کو دعوت دی گئی ان میں اکثر حضرات علماء کا انحصار ہے ان

[illegible] ایک جماعت کا [illegible] کے لئے [illegible] کا [illegible] کی [illegible] آئے اللہ تعالیٰ [illegible] قبول فرمائیں تو اس حقیر کی [illegible] کے [illegible] کا [illegible] کی [illegible] ہے۔

[illegible] کے [illegible] کی [illegible] کے [illegible] کی [illegible] کے [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی

[illegible] کرسکتا اس لئے ضروری ہے کہ پاکستان کے ہر حصہ میں اہل حق کی ہر حق کے لئے اتحاد کی شکل کا دروازہ کھلا رہے۔ الاھم فالاھم کے قاعدے سے انتخاب میں [illegible] سے کسوں پر کام کیا جائے اور عملی قدم اٹھایا جائے اور جماعت سے چند ذمہ دار افراد اس کی تعیین کا کام کریں۔

نوعیت نظام

(۱) یہ نظام خالصتاً تبلیغی اور اصلاحی ہوگا۔ مروجہ سیاسی طریقوں سے یا مخصوص انتخابات سے اور ریفرنڈم نیز حصول اقتدار کی کشمکش میں حصہ لینے سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

(۲) ملک کے حالات اور عوامی جذبات کے طویل تجزیہ کی بنیاد پر اس نظام کے لئے کوئی رسمی تنظیم کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ تاہم پیش نظر ہیں جس کے لئے کام سازی اور عہدوں، منصبوں کی ضرورت پیش آنے جارہی ہے اطراف میں جہاں جہاں جو مخلص حضرات اس کام کی فکر رکھتے ہیں وہ سچے اپنے حلقہ اثر میں اپنے کام میں آزاد و خود مختار رہتے ہوئے اس کام کی نوعیت اور طریق کار میں ایک معاہدہ کے پابندیوں سے جس کی تفصیل ذیل میں درج ہے، اس صریح نظام ایک "معاہدی اتفاق" کی حیثیت رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مدد پر توکل کرتے ہوئے کام جاری رہے گا۔

اس نظام کے شرکاء مندرجہ ذیل امور کا معاہدہ کریں گے:

(الف) ہم خالصاً لوجہ اللہ مقاصد مذکورہ کو اپنے سب کاموں سے زیادہ اہمیت دیں گے اور موجودہ مشاغل میں سے اس کام کے لئے معتد بہ وقت نکالیں گے۔

(ب) ہم اپنے دینی اور تبلیغی مکتبات و مکرمات سے اور اپنی جدوجہد اور اپنے اپنے اقرباء و احباب و حلقہ معاشرہ کے ہر طبقہ بشمول مقتدرین و اکابرین و رؤسائے ملک سب کی اصلاح ہمارا مقصد اول ہوگا۔

(ج) فرقہ وارانہ مسائل کی بحثوں کو معتدل کرنے اور کرانے کی جدوجہد کریں گے جس کی صورت یہ ہوگی کہ ان بحثوں کو صرف حقانیت فتویٰ اور دلیل علمی کی حد تک محدود رکھنے کا ان سے کام لینے کا اور عوامی ذرائع استعمال نہ کرنے کا جن کے مجتہدانہ مسائل میں اپنے اپنے مقلدین پر عمل کرنے کی [illegible] پر نہیں کے اور مشتبہ کتابچہ پر نہیں جس میں جہالت و وعظ [illegible] بحث و مباحثہ کی [illegible] سے ہوں نوٹ [illegible] کے مقدمہ طعن و تشنیع سے بچتے رہیں گے۔

(۳) اس نظام کو [illegible] سے دور رکھنے کے لئے ایک مختصر سی دائمی مجلس شوریٰ ہے جو [illegible] مشتمل ہوگی [illegible] ۵ رکنی ہوں گے ان کے تقرری ولایت پر عام اطلاع [illegible] پاکستان کی جماعت اپنے [illegible] سے [illegible] سے [illegible] والے [illegible]

ملک بھر میں کے تمام معاملات میں اس مرکزی نظم کو قائم کرنے والی جماعت سے مشورہ لیا کریں گے۔

⑥ یہ مجلس ان کام کرنے والے حلقوں کی ضروری نگرانی اور دوسرے جدید حلقے پیدا کرنے کی کوشش کرتی رہے گی۔

⑦ یہ جماعت اپنے تمام حلقہ ہائے کار کے ارکان کا پانچ سال سے زیادہ عرصہ کے بعد ملک کے مختلف علاقوں میں انتخاب کرنے کا انتظام کرے گی جس میں سابقہ کارکردگی کا جائزہ اور آئندہ کے کام کا پروگرام پیش کیا جائے گا۔

⑧ دعوت واصلاح کے اس انتظام میں ملک کے دونوں بازو شرقی اور غربی شریک ہوں گے۔ جماعت کار کی غرض سے مشرقی پاکستان میں اسی طرز کی ایک مجلس شوریٰ بنائی جائے گی اور دونوں مجلسوں کے باہمی مشورہ اور نگرانی کے واسطے طریقہ مشورہ سے کام لیا جائے گا۔

⑨ یہ جماعت اس کا بھی انتظام کرے گی کہ جب کبھی آئندہ کسی مسئلہ میں باہمی قانونی تشریح سے ملک کے ارباب فتویٰ کی رائیں حاصل کرنے کی ضرورت ہو تو ان حضرات میں سے جن کی ضرورت محسوس ہو ان کو بلا کر کسی ایک نتیجہ پر پہنچنے اور چند علماء کی تصدیقات حاصل کرنے کے بعد عوام میں اشتہار دیا جائے اور عوام کو بھی دینی بحث مسئلے کے تمام پہلو سمجھ لینے کے بعد کسی رائے کو قائم کرنے میں مدد ملے۔ اس کام کے لئے اگر کسی مسئلہ کی تحقیق میں کسی ذی علم کی تحقیق ظنی ہو تو اس کو بھی علماء کی مجلس میں بلا کر اس کی تحقیق سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یہ مطالعات کے لئے جن میں عقیدت کو بالکل دخل نہ ہو علمی مرکز کا کام دے گا اور علماء کو بطور اساس سامنے رکھا جائے گا جیسا کہ دور اسلامی کی روایت رہی ہے۔ اس طرح کوئی بھی مسئلہ ہو کا تو مابین فی سبیل اللہ کی طرف سے اور نہ کسی مسئلہ کے تو مابین سامنے سے بلکہ ان سے فتوے لے کر ان سے حل کرنے میں مدد لی جائے گی۔

⑩ جماعت یہ اسلامی شوریٰ مجلس دعوت و اصلاح مغربی پاکستان کے مندرجہ ذیل افراد سے تشکیل دی جاتی ہے:

① حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ② حضرت مولانا محمد یوسف بنوری

③ حضرت مولانا محمد نظر احمد صاحب قادری ④ حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک

⑤ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب گوجرانوالہ ⑥ حضرت مولانا احسن صاحب لاہوری

⑦ حضرت مولانا داؤد غزنوی صاحب تشریف۔

طریق کار

① ملک کے جن حصوں میں اصلاح مقاصد کا کچھ کام ہو رہا ہے اس کو فروغ دینا اور گروہی مسائل میں وقت ضائع کرنے کے بجائے مجتمع علیہ منکرات مثلاً ارتداد و تحریف دین کے فتنوں کی طرف متوجہ کرنا اور "پیغمبرانہ طریق دعوت" کے اصول کو اپنانے کی دعوت دینا۔

② ملک کے تمام علماء سے روابط پیدا کرنا اور ان کو مذکورہ بالا طریق پر کام کرنے کے لئے آمادہ کرنا۔

③ خطبات جمعہ اور عام مجلس میں عوام کو ان فتنوں سے متنبہ کرنا اور ان میں فکر آخرت اور ان کا دینی شعور بیدار کرنا خصوصاً نماز باجماعت کی پابندی اور نشر و اشاعت علم دین سیکھنے اور اپنے گھر والوں کو سکھانے کی دعوت دینا، اخلاق، معاملات اور ادا و حقوق و اسلام کی سادہ و معاشرت اختیار کرنے کی جانب متوجہ کرنا، مسلمانوں کو مغرب کی مہنگی اور گندی معاشرت سے نجات دلانے کی جدوجہد کرنا۔

④ دینی مدارس اور اداروں سے ارتباط پیدا کر کے ان کو مندرجہ ذیل امور کے لئے آمادہ کرنا:

(الف) ضروریات دین اور ناظرہ قرآن کی تعلیم کے مکاتب حسب استطاعت ہر محلہ میں قائم کرنا۔

(ب) بڑی بڑی مساجد میں عوامی درس قرآن اور درس حدیث جاری کرنا۔

(ج) مغربی تعلیم یافتہ حضرات کو دینی معلومات بہم پہنچانے اور تحریف دین کے مسائل سے آگاہ کرنے کے لئے شبینہ کلاسیں جاری کرنا اور خصوصی مجالس میں ان موضوعات پر مذاکرے اور مباحثے منعقد کرنا۔

(د) ناخواندہ عوام کو ضروریات دین سے واقف کرنے کے لئے عوامی شبینہ کلاسوں کا انتظام کرنا جن میں ایسا نصاب پڑھایا جائے جو محدود وقت میں دین کی بنیادی معلومات بہم پہنچانے کا ذریعہ ہو۔

(ہ) خطباء کی خصوصی تربیت کا انتظام کرنا تاکہ وہ بھی دعوت الی اللہ اور تبلیغ دین کا کام مؤثر اور نتیجہ خیز طریق پر انجام دے سکیں۔

⑤ تعلیم یافتہ اور مغربی تعلیم کے اداروں کے حکمراں طبقوں، تجارتی حلقوں، اخبارات و زراعت اور معاشرہ کے دوسرے عناصر کو ان کے فرائض اور ذمہ داریوں کی جانب متوجہ کرنے کے لئے تحریر و تقریر کا خصوصی مجلسوں ملاقاتوں وغیرہ کے ذریعہ انتظام و اہتمام کرنا۔

[جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ۔ ستمبر ۱۹۶۵ء]

فتنے اور امت محمدیہ

حق تعالیٰ جل ذکرہ نے امت محمدیہ کے لئے جس ہادی و رسول کا انتخاب فرمایا (صلی اللہ علیہ وسلم) اسے رحمۃ للعالمین بنایا، اس رحمت کا ظہور بہت سی شکلوں میں ہوا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ تمام امت خواہ وہ دعوت

[illegible]

کی آیت ﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ [البقرة: ۳۰] سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنا خلیفہ بنانے کا ارادہ فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی تعمیل میں تاخیر ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا تھا، پھر اس میں دس راتوں کا اضافہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں بھی تاخیر ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کا وعدہ فرمایا تھا، پھر اس قوم کے توبہ کرنے پر عذاب نازل نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں بھی تاخیر ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کا وعدہ فرمایا تھا، پھر اس قوم کے توبہ کرنے پر عذاب نازل نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں بھی تاخیر ہو سکتی ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

پوری قوت سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے اصلاح کی کوشش کرنے والے کو لوگوں کی تنقید کا نشانہ بننا پڑتا ہے اور اس کی مخالفت کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اندرونی قوتوں کی خرابی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح عوام امت میں خرابی پیدا ہوتا ہے۔ امت کی خرابی وہاں سے شروع ہوتی ہے جب علمائے امت اپنا فرض کفایی ادا کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو عوام میں فساد کے دروازے کھل جاتا ہے۔

اس امت کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ صحیح معنوں میں اپنی اصلاح کرے اور اخلاق میں صالح بنے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کریں اور اس کے ساتھ ساتھ مستقل طور پر امت کی راہنمائی کریں اور اس قسم کے نقص اعتقادی، اخلاقی یا عملی امت میں واقع ہوتے ہیں ان کے لئے بے چین ہو جائیں اور ان کی اصلاح کے لئے صحیح تدابیر کریں۔ اگر خود ہی ان میں نقص آ جائے تو امت کے عام مفاد کی خاطر اپنی ہر ذاتی منفعت کو چھوڑ دیں۔ دعوت، تبلیغ اور اصلاح و تربیت کی خدمت سے وابستہ ہو جائیں اور اصلاح امت کی فکر میں لگ جائیں۔ اس کے نتیجہ میں پوری امت کی اور ہر فرد کی اصلاح میں آ جاتی ہے۔

ہر ایک امت سے لئے سب سے زیادہ خطرناک بات یہ ہوتی ہے کہ مصلحین امت اپنے فریضہ سے غافل ہو جائیں اور رفتہ رفتہ یہ غفلت یہاں تک بڑھ جائے کہ علماء اور صلحاء خود اپنی عملی اور اخلاقی امراض اور فتنوں میں مبتلا ہو جائیں تو اس کے نتیجہ میں امت پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ امت امراض کے انتہائی خطرناک درجہ تک پہنچ جاتی ہے اور اس وقت کوئی قوت باقی نہیں رہتی کہ دعوت، تبلیغ اور اصلاح کی کوشش مؤثر ہو سکے۔ یہ محل ہے جس کے متعلق حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

"اذا رأیت هوی متبعاً وشحاً مطاعاً ودنیا مؤثرة واعجاب کل ذی رأی برایه"(۱)

جب تم دیکھو کہ آپس کی خواہشات کی اتباع کی جاتی ہے، بخل کی وجہ سے آپس میں قطع تعلق ہو جاتا ہے، دنیا کو ہر کام میں دینی مصلحت پر ترجیح دی جاتی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر نازاں ہے اور اپنی رائے کے خلاف کسی بات کو صحیح نہیں سمجھتا ہے۔

جب امت یہاں تک پہنچ جاتی ہے تو پھر اپنی فکر اپنی چاہئے۔ دنیا کی اصلاح کی فکر ختم کر دینی چاہئے۔ دنیا کی اصلاح کی فکر کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اس لئے کہ اس وقت اصلاح سے کام کرنا بے سود ہے۔ اس وقت بھی میدان میں آنا اس لئے مناسب نہیں ہے کہ اس سے اپنے ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ اس وقت دعوت و اصلاح سے نفس کو بچانا چاہئے۔

---

(۱) سنن الترمذی، ابواب التفسیر، سورۃ المائدۃ، ج ۲ ص ۱۳۶، ط: السعید۔
سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب الامر والنہی، ج ۲ ص ۲۹۷، ط: اصفہانی، پشاور

علماء و مصلحین اور اُن کے فتنے

سب سے بڑا صدمہ اس کا ہے کہ مصلحین کی جماعتوں میں جو فتنے آج کل رونما ہو رہے ہیں نہایت خطرناک ہیں تفصیل کا موقع نہیں لیکن فہرست کے درجہ میں چند باتوں کا ذکر ناگزیر ہے:

① مصلحت اندیشی کا فتنہ

یہ فتنہ آج کل خوب پھل پھول رہا ہے کوئی دینی یا علمی خدمت کی جائے اس میں پیش نظر زیادہ تر دنیاوی مصالح رہتے ہیں اس فتنہ کی بنیاد نفاق ہے اسی وجہ سے کہ بہت سی دینی و علمی خدمات برکت سے خالی ہیں۔

② ہر دل عزیزی کا فتنہ

جو بات کہی جاتی ہے اس میں یہ خیال رہتا ہے کہ کوئی بھی ناراض نہ ہو سب خوش رہیں اس فتنہ کی اساس حب جاہ ہے۔

③ اپنی رائے پر جمود و اصرار

اپنی بات کو صحیح و صواب اور قطعی و یقینی سمجھنا دوسروں کی بات کو درخور اعتناء اور لائق التفات نہ سمجھنا بس یہی یقین کرنا کہ میرا موقف موقف حق اور درست ہے اور دوسرے کی رائے سو فیصد غلط اور باطل۔ یہ انجماد رائے کا فتنہ ہے اور آج کل یہ ہی وبا مختلف اس مرض کا شکار ہیں۔ کوئی جماعت دوسرے کی بات سننا گوارا نہیں کرتی۔ حق و باطل کے تصفیہ کی بات ہے کہ مخالف کی رائے کسی درجہ میں صحیح ہو یا یہ کہ شاید وہ بھی یہی چاہتے ہوں جو ہم چاہتے ہیں صرف تعبیر اور عنوان کا فرق یا اہم فاہم کی تعیین کا اختلاف ہو۔

④ سوء ظن کا فتنہ

ہر شخص یا ہر جماعت کا خیال یہ ہے کہ ہماری جماعت کا ہر ہر فرد مخلص ہے اور ان کی نیت بخیر ہے اور باقی تمام جماعتیں جو ہماری جماعت سے متفق نہیں بلکہ وہ سب خود غرض ہیں ان کی نیت صحیح نہیں بلکہ اغراض پر مبنی ہیں اس کا مٹنا بھی عجب و کیا ہے۔

⑤ سوء فہم کا فتنہ

کوئی شخص کسی مخالف کی بات جب سن لیتا ہے تو فوراً اسے اپنا مخالف سمجھ کر اس سے نہ صرف نفرت کا اظہار کرتا ہے بلکہ مکروہ انداز میں اس کی تردید فرض سمجھی جاتی ہے مخالف کی ویسے ایسی بات میں جس سے کئی محمل اور

④ بہتان طراز کا فتنہ

⑤ جذبہ انتقام کا فتنہ

⑥ حب شہرت کا فتنہ

⑦ خطابت یا تقریر کا فتنہ

⑭ حب مال کا فتنہ

حدیث میں آیا ہے "حب الدنیا رأس کل خطیئة" (۱) دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ حقیقت میں تمام فتنوں کا سبب حب مال ہے۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بندہ فی الدنیا حسنة کا معنی ان کو اور محبت سے دل نکال دیتے ہیں تو اس کا دل بہت سے فتنوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ فتنہ کا معنی ہے آزمائش۔ مال سے انسان کی آزمائش ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو فتنہ کہا گیا ہے۔ حب مال کا فتنہ اتنا شدید ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کے قلوب اللہ تعالیٰ کی محبت سے خالی ہو جاتے ہیں۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے اس فتنہ سے بچنے کی دعا فرمائی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اکثر یہ دعا فرماتے تھے:

"اللّٰھم ارزقنی حبک وحب من یحبک وحب عمل یقربنی الیک۔ اللّٰھم ما رزقتنی مما احب فاجعلہ قوۃ فیما تحب ومازویت عنی مما احب فاجعلہ فراغا فیما تحب۔ اللّٰھم اجعل حبک احب الاشیاء الی من نفسی و اھلی ومن الماء البارد" (۲)

[ترجمہ: اے اللہ مجھے اپنی محبت عطا فرما اور ان لوگوں کی محبت عطا فرما جو تجھ سے محبت کرتے ہیں اور ایسے عمل کی محبت عطا فرما جو تیرے قرب کا ذریعہ بنے۔ اے اللہ جو چیز تو مجھے عطا فرمائے جو مجھے پسند ہو تو اس کو میرے لئے تیری عبادت کی قوت بنا دے اور جو چیز تو مجھ سے روک لے جو مجھے پسند ہو تو اس کو میرے لئے تیری عبادت کی فراغت بنا دے۔ اے اللہ اپنی محبت کو میرے لئے سب سے محبوب بنا دے اپنی جان سے بھی اپنے اہل سے بھی اور ٹھنڈے پانی سے بھی۔]

فتنے اور ان سے بچاؤ کا راستہ

حضرت صدیق محمد صدیق بہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اظہار الحق" میں لکھا ہے کہ حضرت نے تمام ابواب میں روزانہ ان فتنوں میں سے ہر فتنہ کی ایک ایک چیز بیان کی ہے جس سے اس فتنہ کا دفع ہونا حدیث کے الفاظ "لو کان لابن آدم" سے معلوم ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:

"کل شیئ ینقص الا التشرف فانہ یزداد بہ" (۳)

[ہر چیز جو انسان سے کم ہوتی ہے اس سے شرف انسانی میں اضافہ ہوتا ہے۔]

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، الفصل الثالث ص ۴۴۴، ط قدیمی

(۲) سنن الترمذی، ابواب الدعوات ج ۲ ص ۱۸۷، ط فاروقی کتب خانہ

(۳) مسند احمد بن حنبل، ومن حدیث ابی الدرداء، رقم الحدیث ۲۷۴۹۳ ج ۶ ص ۴۴۱، ط عالم الکتب بیروت

صحیح بخاری شریف میں ایک حدیث ہے، زبیر بن عدی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حجاج بن یوسف ثقفی کے مظالم کی شکایت کی، فرمایا: صبر کرو، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم پر جو زمانہ بھی آئندہ آئے گا وہ پہلے سے بدتر ہوگا۔ (۱)

آج نظر اٹھا کر دیکھئے، مرکز اسلام (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور حجاز مقدس) سے لے کر تمام عرب، تمام ایشیا، تمام یورپ اور امریکہ کے جس جس حصے پر نظر جاتی ہے وہ شر و فتن کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ آفات و مصائب کا ایک عالمی طوفان ہے جو تحت نظر نہیں آتا، اضطراب، قلق، بے چینی، پریشانی اور حیرانی سرمایہ داری کا ایک کوہ آتش فشاں ہے جس کے عالمگیر شعلوں نے پورے عالم کے امن و سکون اور حقیقی مسرت کو خاکستر کر ڈالا ہے، فتنوں پر فتنے اٹھ رہے ہیں، دینی فتنے، ملی فتنے، قومی فتنے، تہذیب و تمدن کے فتنے، آرائش کے فتنے، سرمایہ داری کے فتنے، غربت و افلاس کے فتنے، اخلاقی، سیاسی فتنے۔

دنیا کا کوئی گوشہ فتنوں کی یورش سے خالی نہیں، یہ محسوس ہوتا ہے کہ تمام دنیا آخرت فراموشی، دنیا طلبی اور خدا تعالیٰ کو بھول جانے کی سزا بھگت رہی ہے۔

﴿وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى﴾ [طٰہٰ: ۱۲۴]

اور جو شخص میری یاد سے منہ موڑے گا، پس یقینی طور پر اسے "تنگ زندگی" نصیب ہوگی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

شقاق و نفاق کی حد ہو گئی، "مجاہدین" قدس اور عمان کے خلاف "اسرائیل" سے برسرِ پیکار تھے ان کا رخ یہودیوں سے ہٹ کر اپنوں کی طرف مڑ گیا، ہمت و جرأت کی دھنی ہزاروں نوجوان "اپنوں" کا نشانہ بن گئے اور ایک بڑی طاقت جو اعداء اسلام کے مقابلہ میں سینہ سپر تھی وہ خانہ جنگی کی نذر ہو گئی، انا للہ۔ اس سے بڑھ کر عبرت کی کیا خبر ہوگی؟ ایک ہی ملک، ملت اور ایک ہی قوم کے افراد کے باہمی نفاق و عناد کا جب یہ حال ہو تو ان سے دوسروں کے ساتھ خیر کی کیا توقع کی جا سکتی ہے؟ ظاہر ہے اس صورت حال سے امریکہ اور روس، خدا دشمن، فائدہ اٹھائیں گے ایک طاقت ایک فریق کو شہ دے گی اور دوسری دوسرے فریق کو ابھارے گی اور یوں مشرق وسطیٰ ایک "دیت نام" بنا دیا جائے گا۔ بچے مسلمانوں نے کٹ رہے ہیں، قوت مسلمانوں کی پامال ہو رہی ہے افسوس!

"زمانہ کی یہ رفتار"

ان حالات میں کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ سعودیہ، عراق اور مصر کے عرب متحد ہو کر اعداء اسلام کے سامنے سینہ سپر ہو سکیں گے بلکہ عرب ممالک میں خانہ جنگی کا ایک نیا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

(۱) صحیح البخاری، ابواب الفتن، باب لا یاتی زمان الا الذی بعدہ شر منہ ج ۲ ص ۱۰۴۷، ط: قدیمی

فرماتے؟ ورنہ اگر امت کی موجودہ حالت زار ان کے سامنے آتی تو ان کا کیا حال ہوتا؟ رائے اور ذوق کا اختلاف پہلے بزرگوں میں بھی رہا ہے لیکن یہ تباہ کن طرز فکر، افتراء پردازی، سب وشتم اور لعن طعن کا جو طوفان اس دور میں برپا ہے وہ انتہائی دردناک ہے، موجودہ صورت حال نے جو شکل اختیار کر لی ہے اس سے نہ کسی کی عزت و حرمت باقی ہے نہ جان و مال محفوظ ہے، پوری امت کے خرمن امن و سکون کو آگ لگا دی گئی ہے، سب جانتے ہیں اور ہمیشہ سے یہ بات مسلم چلی آتی ہے کہ بعض دفعہ ایک انتہائی مخلص اور سراپا اخلاص شخصیت کی رائے بھی غلط ہو سکتی ہے، کسی مخلص کے لئے ضروری نہیں کہ وہ صاحب الرائے بھی ہو، اس کے برعکس بعض دفعہ ایک غیر مخلص کی رائے صحیح بھی ہو سکتی ہے، اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہماری شریعت نے "شوریٰ" کا طریق تجویز کیا تھا، کہ جو قدم اٹھایا جائے اہل صلاح اور اہل دانش سے مشورہ سے اٹھایا جائے، مگر افسوس ہے کہ خود غرضی اور خسا نفسی کی ذہنیت نے امت سے یہ خوبی بھی چھین لی ہے اور اس کے نتیجہ میں پوری امت کا شیرازہ منتشر ہو چکا ہے، ہر جماعت اپنی رائے پر اڑی ہوئی ہے اور ہر جماعت کا ہر فرد اپنے کو عقل کل سمجھتا ہے جس سے آئے دن نئی نئی جماعتیں تقسیم ہو کر ہر جماعت در جماعت کا عمل جاری ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں فتنوں سے پناہ مانگتے تھے وہاں یہ دعا بھی فرماتے تھے:

"واذا اردت بقوم فتنةً فتوفني غير مفتون"(۱)

اے اللہ! جب تو کسی قوم کو فتنے میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے فتنہ میں ڈالے بغیر اٹھا لینا۔

فتنے سے محفوظ رہ کر دنیا سے رخصت ہونے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو فتنہ کے زمانہ سے پہلے ہی دنیا سے اٹھا لے، دوسری یہ کہ فتنوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کسی پر اپنی رحمت فرمائے اور اسے فتنہ میں مبتلا کئے بغیر دنیا سے اٹھا لے۔

ہمارے دور میں فتنے شروع ہو چکے ہیں (بلکہ ہم سے بہت پہلے شروع ہو چکے تھے) اس لئے پہلی صورت تو نہیں ہو سکتی، البتہ دوسری صورت ممکن ہے کہ آئندہ وہ راہ عمل اختیار کرے جس کے ذریعہ فتنوں سے محفوظ رہ سکے، بہت سے مخلصین کے خطوط آ رہے ہیں کہ ہمیں فتنوں کی اس موجودہ فضا میں کیا کرنا چاہیے، اس لئے فتنوں سے حفاظت کا ایک مختصر دستور العمل عرض کیا جاتا ہے۔

اول: شورائیت

کسی بھی قسم کا دینی و دنیوی یا سیاسی قدم اٹھانے سے قبل اہل خیر و صلاح اور اہل دانش و خرد سے مشورہ کے بغیر نہ اٹھائیں اور اہل شوریٰ میں سے ہر شخص نہایت اخلاص کے ساتھ فی مابینہ و بین اللہ اپنا مشورہ دے، اپنی بات

(۱) سنن الترمذی، ابواب التفسیر، سورۃ ص، ج: ۲ ص: ۱۵۹، ط: قدیمی۔
موطا الامام مالک، کتاب القرآن، باب العمل فی الدعاء ج: ۱ ص: ۲۲۰، ط: قدیمی

"النائم فیها خیر من الیقظان والیقظان فیها خیر من القائم"(۱)

جہاں تک ہو سکے اپنے وقت کو ایسے کاموں سے بچانا چاہیے جو دین کے لحاظ سے بیکار ہوں یا جن سے دین کو نقصان پہنچے۔ بعض لوگ فتنہ کے زمانہ میں گوشہ نشین ہو جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے حق و باطل کی لڑائی سے الگ رہ کر بڑا اچھا کام کیا، حالانکہ ایسا شخص حق کی حمایت کرنے والے کے برابر ثواب نہیں پا سکتا۔ اہل باطل ان کے درمیان اختلافات کو ہوا دیتے ہیں۔ اپنی ان چالوں سے وہ مسلمانوں کی طاقت کو کمزور کرتے ہیں۔ جب اہل حق آپس ہی میں لڑنے لگتے ہیں تو اہل باطل کے لئے میدان صاف ہو جاتا ہے۔ اس سے اہل حق کو اہل باطل سے ہاتھ کا بھی نقصان پہنچتا ہے اور آپس میں بھی ان کی طاقت کمزور ہوتی ہے۔ فتنہ کے زمانہ میں سب سے بہتر عمل یہ ہے کہ انسان نہ تو اہل حق کی حمایت سے ہاتھ روکے اور نہ اہل حق سے لڑے لیکن اہل باطل کے خلاف جہاد کی طاقت نہ ہو تو ایسی حالت میں گوشہ نشینی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔

چہارم: اکرام و احترام

ایک مسلمان اللہ رب العزت جل جلالہ پر ایمان رکھنے کی وجہ سے اکرام و احترام کا مستحق ہے اور تقویٰ و پاکیزگی کی وجہ سے اس کے احترام کا حکم منسوخ نہیں ہو جاتا۔ سنن ابوداؤد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے:

"ان من اجلال الله تعالیٰ اکرام ذی الشیبة المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیه والجافی عنه واکرام السلطان المقسط"(۲)

تین چیزیں اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں داخل ہیں: مثلاً بوڑھے مسلمان کی عزت کرنا، حامل قرآن کی عزت کرنا جو قرآن میں غلو سے اور نہ اس سے بے پروائی کرے اور عادل حاکم کی عزت کرنا۔

بہرحال اختلاف کی بنا پر کسی بھی مسلمان کی جتنی عزت جاتی رہے اور خاص طور پر علمائے دین کی بے عزتی کرنا تو بہت ہی بری بات ہے۔ کوئی شخص عالم دین ایسے رہے رکھتا ہو تو اس پر سب و شتم کرنا اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقام کا نہایت سخت خطرہ ہے۔ ایسا شخص خدا نہ کرے بے توفیق ہو جاتا ہے اور ایمان کی سلامتی مشکل ہو جاتی ہے۔

پنجم: استغنا و بے نیازی

دور حاضر میں امت کا شیرازہ جس بری طرح بکھر گیا ہے مستقبل قریب میں اس کی شیرازہ بندی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ جب اختصار سے کام لیا جائے تو سب کے لئے اس کا راستہ بند ہوتا ہے اور راستہ کی بندی ہوتی ہے۔ حدیث

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب الفتن، باب عرامة الساعة ج ۲ ص ۳۸۹، ط قدیمی
(۲) مشکوٰة المصابیح، کتاب الآداب باب الشفقة والرحمة علی الخلق ج ۲ ص ۴۲۳،
سنن ابی داؤد، کتاب الآداب، باب فی تنزیل الناس منازلهم ج ۲ ص ۶۶۵، ط: حقانیه پشاور

[کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۲۹ ص]

ایک کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف برکت کی ہے تاکہ لوگ اس میں تدبر کریں اور عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی جن بنیادی خصوصیات کا اس آیت میں ذکر فرمایا ہے ان میں پہلی خصوصیت یہ ہے کہ قرآن کریم ہمیشہ تمام انسانوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ رہے گا۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جو ہر زمانے کے لئے ہر ملک کے لئے اور ہر قوم کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اس کے بعد کسی اور قانون کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرآن کریم ہی سارے مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ اور ایک عام آدمی بھی اس کے ذریعہ اپنی زندگی کے مسائل کا حل تلاش کر سکتا ہے۔

"جامع ترمذی" اور "مسند دارمی" میں روایت حارث اعور سے حضرت علیؓ کی مرفوع حدیث میں اس کتاب کی یہی خصوصیت بیان فرمائی گئی ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"فیہ نبأ ما قبلکم وخبر ما بعدکم"[1]

یعنی اس کتاب میں تم سے پہلے لوگوں کے حالات بھی ہیں اور تمہارے بعد کے بھی۔

انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں علامہ اقبال کی سب سے بڑی امید یہ تھی کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی جو اپنی ریاست قائم ہوگی وہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک ایسی ریاست ہوگی جو قرآنی تعلیمات کی عملی تصویر ہوگی۔ اس لئے وہ بار بار اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ مسلمان قرآن کریم سے اپنا رشتہ مضبوط کریں اور قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کریں۔ اس کے لئے وہ بار بار یہ تلقین کرتے ہیں کہ قرآن کریم کو صرف ثواب کی نیت سے نہ پڑھا جائے بلکہ اس کو سمجھ کر پڑھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ اور پھر اس نے جس قوم پر چلنے والے عمل کرنے والے افراد تیار کئے تھے ان کی تاریخ کا مطالعہ کرایا۔ اور یہ بتایا کہ کس طرح قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی وجہ سے وہ قوم دنیا میں سربلند ہوئی۔ اور کس طرح قرآن کریم سے دور ہٹنے کی وجہ سے وہ قوم زوال کا شکار ہوئی۔ اور یہ بتایا کہ اگر مسلمان دوبارہ قرآن کریم سے اپنا رشتہ مضبوط کر لیں تو ان کی عظمت رفتہ دوبارہ واپس آ سکتی ہے۔ اقبال کی یہ امید ان کے اشعار میں جگہ جگہ ظاہر ہوئی ہے۔ اور پاکستان پر کئے گئے اقبال کے خطبات میں بھی یہ بات بار بار کہی گئی ہے۔

پاکستان کے موجودہ دستور کی تمہید میں بھی یہ بات کہی گئی ہے اور اس میں یہ کہا گیا ہے کہ جس مملکت کا قیام اسلام کے نام پر عمل میں آیا ہے اس میں یہ مقصد حاصل کیا جائے گا کہ مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی حیثیت میں اپنی زندگی کو قرآن و سنت کے بتائے ہوئے اسلامی تصورات کے مطابق ترتیب دے سکیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے دستور میں جو رہنما اصول بیان کئے گئے ہیں ان میں سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ

[1] سنن الترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل القرآن، ج ۲ ص ۱۱۸، ط قدیمی، سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فضل من قرأ القرآن، ج ۲ ص ۴۳۰، ط دار الکتاب العربی بیروت

[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [

"والله لا الفقر أخشى عليكم ولكن أخشى عليكم أن تبسط عليكم الدنيا كما بسطت على من كان قبلكم فتنافسوها كما تنافسوها فتهلككم كما أهلكتهم"(۱)

بلکہ ہمیں تم پر فقر کا اندیشہ نہیں، بلکہ اندیشہ یہ ہے کہ تم پر دنیا بچھائی جائے جیسے تم سے پہلوں پر بچھائی گئی پھر تم پہلوں کی طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو، پھر اس نے جیسے ان کو برباد کیا تمہیں بھی برباد کرڈالے۔

یہ تھا وہ نقطۂ آغاز جس سے انسانیت کا بگاڑ شروع ہوا یعنی دنیا کو نفیس اور قیمتی چیز سمجھنا اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اس پر جھپٹنا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تخلیص پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے لئے ایک جامع نسخہ شفا بھی تجویز فرمایا جس کا ایک جز، اقتضاری ہے اور دوسرا عملی۔

اقتضائی جز یہ کہ اس حقیقت کو ہر موقعہ پر مستحضر رکھا جائے کہ اس دنیا میں ہم پردیسوں سے مہمان ہیں، یہاں کی ہر راحت و آسائش بھی فانی ہے اور ہر تکلیف و مشقت بھی ختم ہونے والی ہے، یہاں کے لذائذ و شہوات سے آخرت کی عیش بہا نعمتوں اور ابدی آبادی کے زوال پذیر باتوں کے مقابلہ میں کامل اور باقی ہیں، قرآن کریم اس حقیقت کے لئے سراپا دعوت ہے اور سینکڑوں جگہ اس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے، سورہ اعلیٰ میں نہایت بلیغ حکیم اور جامع الفاظ میں اس پر متنبہ فرمایا:

فَبَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ [الاعلیٰ ۱۶،۱۷]

(ان کھول کر سن لو! کہ تم آخرت کو اہمیت نہیں دیتے) بلکہ دنیا کی زندگی کو (اس پر) ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت (دنیا سے) اچھی بہتر اور زوال سے پاک ہے۔

اور عملی حصہ اس نسخہ کا یہ ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری میں مشغول ہوا جائے اور بطور پرہیز کے حرام اور مشتبہ چیزوں کو زہر سمجھ کر ان سے کلی پرہیز کیا جائے اور یہاں کے لذائذ و شہوات میں انہماک سے کنارہ کشی کی جائے، دنیا کا مال و اسباب، زن و فرزند، خویش و اقربا، اور قبیلہ و برادری کے سارے قصے زندگی کی ایک ناگزیر ضرورت سمجھ کر صرف بقدر ضرورت ہی اختیار کئے جائیں، ان میں سے کسی چیز کو بھی دنیا میں عیش و عشرت اور لذت و تنعم کی زندگی گذارنے کے لئے اختیار نہ کیا جائے اور یہاں کی عیش والی زندگی کو مقصد اور موضوع بنایا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زهرة الدنیا والتنافس فیها، ج ۲ ص: ۹۵۱، ط: قدیمی
الصحیح لمسلم، کتاب الزهد، ج ۲ ص: ۴۰۷، ط: قدیمی۔

"ایاك و التنعم، فان عباد الله لیسوا بالمتنعمین" (۱)

عیش و تنعم سے پرہیز کرو، کیونکہ اللہ کے بندے عیش پرست نہیں ہوتے۔

عجیب متضاد طرزِ عمل

تعجب ہے کہ اگر کسی بادشاہ کی ایسے ہوتے بھی، نوکر، چاکر، دل وغیرہ وہ استعمال مصرعے تو اس کے مشورے اور اشارے سے تمام عمارتیں تیار کی جا سکتی ہیں لیکن خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح ارشادات اور عملی آزمائش سے صاف مکان پر اونی لذت کا ترک کرنا گوارا نہیں کیا، کیا رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل واصحاب کی زندگی اور معیارِ زندگی دونوں سے تحریک دی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی نعمتوں سے دل بالکل بے نیاز ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کا قصہ مروی ہے کہ کچھ لوگوں پر ان کا گذر ہوا جن کے سامنے بھنا ہوا گوشت رکھا تھا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو جانے کی دعوت دی آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے کہ بھوکی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔" (۲)

مہینوں چولہا نہ جلنا، کھجور اور پانی پر گذارہ ہونا، رات رات بھر چراغ نہ جلنا، دن کو بھوکا پیاسا رہنا، پانی اور کھجور پر گذر بسر ہونا، کبھی کبھی یہ بھی نہ ملنا، تین تین دن فاقہ ہونا، کپڑے کے لئے پیوند پر پیوند لگانا، پتھر باندھے جانا اور اسی حالت میں جہاد و قتال کے معرکے ہونا۔ الغرض زہد و قناعت، فقر و فاقہ، بھوک و پیاس، تنگی و تنگدستی اور دنیا کی آسائش سے بے رغبتی اور فقر اختیاری سیرت حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ امتیازی، دائمی علامت کا نام "پاسے زندگی" ہے۔ مطالبہ کرنے کے بعد ہم میں سے ہر شخص کو شرم آنی چاہئے اور ہمیں اپنا معیارِ زندگی اور پیسہ کا بے دریغ خرچ سرے سے کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا، بلکہ یہ زندگی بالقصد اختیار کی گئی تھی تاکہ آئندہ انسانوں پر خدا کی حجت پوری ہو جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو آپ کو منجانب اللہ یہ سب کچھ دیا جا سکتا تھا، مگر دنیا کا کام صرف وہ سامان ہے جس کے لئے ہم مرجع ہیں، اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کی قدر حقیر و ذلیل ہے کہ وہ اپنے محبوب اور مقرب بندوں کو اس سے آلودہ نہیں کرنا چاہتا، بعض انبیاء علیہم السلام کو عظیم الشان سلطنت بھی دی گئی مگر ان کے زہد و قناعت اور دنیا سے بے رغبتی و بیزاری میں فرق نہیں آیا، ان کے پاس ہوتا کچھ تھا اور وہ لوگوں کے لئے تھا، اپنے لئے کس کے لئے کچھ نہ تھا۔

الغرض یہ "فقرِ پیٹ" کا تحفہ ہمارے محسن جملہ انبیاء کرام علیہم السلام اور بالخصوص سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا اور اس "پیٹ کی بھوک" سے نکلنے والا "فقرِ قلب" سے بھی محروم

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء، ج ۲، ص ۴۴۹، طبع قدیمی

(۲) صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یاکلون، ج ۲، ص ۸۱۰، طبع قدیمی

انسانی مشکلات کا حل صرف اسلام اور اسلامی نظام میں ہے

[illegible] کے مذکورہ بالا ریمارکس پر مصری حکومت نے جناب صدر جناب [illegible] کے ایک مضمون کا ترجمہ دیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس تحقیقی مقالے کا ایک اہم اقتباس جو شائع ہوا اس میں صاف طور پر یہ مضمون تھا کہ کمیونزم یا سوشلزم یا کیپٹل ازم انسانی مشکلات کو حل کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں صرف اسلامی نظام ہی ان کو صحیح حل دے سکتا ہے۔ مصری حکومت میں بعض لیڈر اور دانشور اس مضمون کو پڑھ کر بہت ناراض ہوئے اور انہوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ ان کا اعتراض یہ تھا کہ یہ اعتراف حقیقت ہمارے قومی وقار کے خلاف ہے۔ ہم نے بہت اقدار دوسری اقوام سے اخذ کی ہیں اور بہت سے نظریات کو اختیار کیا ہے اور اب ہم ان کو چھوڑ نہیں سکتے۔ [illegible] کرتے ہیں کہ ہماری موجودہ اصطلاح اسلامی سوشلزم ہے۔ [illegible] سے حکومت میں ایک بڑا عرصہ یہ سوچتا رہا کہ اسلام کی روشنی میں کیپٹل ازم کے [illegible] کا کوئی نہ کوئی حل ازم اور اس کا کوئی قریب سے مشرف بہ اسلام کیا جا سکتا ہے۔

قابل تقلید مثال

[illegible] نے [illegible] سے قرآن سے متعلق حکومت مصر سے جناب صدر محمد [illegible] کی تحریک پر قوم کے تمام افراد کے لئے ایک انجمن بنائی گئی ہے جس سے ہر فرد پر قرآن کریم حفظ کرنا اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی پابندی لازم ہے۔ ہر شخص قرآن کریم کا ایک حصہ یاد کرتا ہے اور حفظ میں مکمل کرتا ہے اس کی نگرانی کی جاتی ہے۔ [illegible] لازم ہے کہ وہ مسجد میں [illegible] سے قبل تین گھنٹے تک [illegible] اور جناب [illegible] نائب صدر حکومت تلاوت کرتے ہیں تو عوام سے قرآن سنتے ہیں اور [illegible] کرتے ہیں کہ [illegible] کی نگرانی کرتے ہیں [illegible] ہمارے لئے بہت قابل قدر اور [illegible] ہے اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دعا فرمائے۔ آمین۔

[illegible]

سب سے بڑا فتنہ حب دنیا

[illegible] سب سے بڑا فتنہ دنیا کی محبت ہے دنیا سے میری مراد عالم سے لذات و شہوات ہو جاوہ مزینت ہو شہوات و لذات دنیوی ہوں راحت و آسائش ہو دولت ہو عزت و حشمت ہو ریاست و معیشت ہو کوئی شعبہ کسی ہو غیر شعوری طور پر اس کی رغبت ہوتی ہے اس کے لئے محنت کی جاتی ہے ان چیزوں کو قرآن و حدیث میں "متاع دنیا" کہا گیا ہے اور جب دنیا کی محبت کا نا پاک ہوتا ہے تو اس کے حصول کے لئے حرام و ناجائز اختیار کئے جاتے ہیں، حلال و حرام میں امتیاز نہیں رہتا جب یہ حالت ترقی کرتی ہے تو پھر اس کے حصول کے لئے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی، بے دینی، بے ایمانی، نالائقی سب آجاتی ہیں اور رفتہ رفتہ طبیعت مسخ ہو جاتی ہے اور حقائق معدوم ہو جاتے ہیں سچ و جھوٹ میں تمیز نہیں رہتا ہے اور غلط کو صحیح، حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگتا ہے اور شامت اعمال آجاتا ہے ﴿فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ [الحج: ۴۶] یعنی یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، دل کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔ اس لئے حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ "حب الدنیا رأس کل خطیئة" (۱) یعنی دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے، بہر حال جب دنیا کا ہاضمہ خراب ہو گیا ہے کہ ہر شخص پر کچھ نہ کچھ اثر اس کا پڑتا ہے، الا ماشاء اللہ، کوئی شخص کسی نہ کسی خواہش کا شیطان نہیں ہوتا ہے، اس کی اہمیت و مقبولیت طبیعت میں راسخ کرتا ہے ﴿وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ﴾ کہ شیطان ان کے کاموں کو ان کے لئے خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے۔ جب نفس و شیطان کا پورا استیلا ہو جاتا ہے تو انسان اچھا خاصا حیوان بن جاتا ہے، اس کے لئے شراب نوشی، بدکاری، بے حیائی، عریانی و فحاشی سب میں انتہائی جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے، الا ماشاء اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اس صورت حال میں اگر بدقسمتی سے انسان ایسے ماحول میں پہنچ جاتا ہے جہاں کی دنیا ہی ہو، جہاں قدم قدم پر یہ دونوں فریق موجود ہوں، وہاں پر نفس و شیطان کا جادو اثر کر گیا ہو، ہر وقت متاع دنیا کی بوچھار ہو تو وہ حالت ہو گی کہ مرحلہ میں داخل ہو جاتا ہے یہ انسان کسی ایسی مملکت میں سکونت پذیر ہو کہ حکومت کی خواہش یہی ہو کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات خدا فراموش زندگی اختیار کرے، بے حیائی کی حوصلہ افزائی ہو، تھیٹر، سینما کی روز افزوں ترقی ہو، فحاشی کے مراکز ہوں، قحبہ خانے ہوں، ہوٹلوں اور اجتماعات میں رقاصائیں ہوں، ایسی صورت حال میں یہ توقع کی جا سکتی ہے؟

یہ عملی فتنوں کی حالت ہے اگر اس پر مستزاد علمی فتنے بھی شامل ہوں مثلاً یہ ہو کہ فرائض کی تارک ہو، کل وہ کس دلیل کی بنا پر کہے گی کہ وہ عبادت کی فکر ہوں تقویٰ کا خیال ہو، ظلمات بعضها فوق بعض، اوپر نیچے تاریکی ہی تاریکی ہو تو روشنی کیا امید؟

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق، الفصل الثالث ص ۴۴۴، ط: قدیمی

آج کل اکثر اسلامی ممالک کی یہی صورت حال ہے مال و دولت کی فراوانی نہیں بلکہ سیلاب ہے، مال و دولت کی فراوانی کے جو لوازم ہیں یعنی عیش پرستی، اسراف و تبذیر، کروفر، نمود و نمائش، لہو و لعب، افسوس کہ فقر و تنگدستی میں ان کا ایمان محفوظ رہا اور انسانی اخلاق و ملکات تو ظہور ہے لیکن اس پر آشوب صورت نے تو ان کی کایا پلٹ دی، نہ معلوم یہ سیلاب کہاں لے کر جائے گا؟

خدا فراموشی کا نتیجہ!

آج یہ دولت کا طوفان صورت شہر اور انسان کے سامنے کیوں ہتھیار ڈالے ہوئے ہیں؟ جہالت کا دور ہے، عیاشی و بدمعاشی، بے حیائی و عریانی، فحش و منکرات کے قبیح کی کون سی چیز ہے جس کا وجود وہاں نہ ہو؟ آخر نام اسلام کا ہو اور تمام کفر کے ہوں یہ نفاق حق تعالیٰ کے یہاں برداشت نہیں۔ مانا کہ اس عذاب کے کچھ ظاہری اسباب بھی ہیں لیکن کوئی اسباب درجہ ہیں اسباب میں تداخل نہیں ظاہری اسباب کچھ بھی ہوں لیکن باطنی اسباب پیچھے ہوتے ہیں، ہم جمادات کے بصائر و عبر کے صفحات میں بارہا یہ حقیقت انگیز کی ہے کہ خلاق عالم کے کلام یوں کہتے ہیں۔ ولکن لا حیاۃ لمن تنادی (تم جس کو پکار رہے ہو وہ موت کی نیند سو چکا ہے) کون سنتا ہے؟ اگر خالے میں ہوا کی آواز سے زیادہ اس کی حیثیت نہیں، نہ معلوم کہ دنیا کو یہ جنون کیوں سوار ہے؟ ہوش کیوں نہیں آتا؟" حیات طیبہ" پاکیزہ زندگی کی برکات کا کیوں احساس نہیں ہے؟ دنیا کی اس خدا فراموش زندگی کا پہلا نتیجہ ظاہر ہے قلب ہے، چند لمحے آج دنیا سے سکون مفقود ہے، دنیا کی نعمتوں میں سب سے زیادہ قابل قیمت نعمت سکون قلب ہے اگر یہ حاصل ہے تو سب کچھ ہے، ورنہ تمام وسائل بیکار ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو انسان اس یقین تک پہنچ سکتا ہے۔ پاکیزہ زندگی کے ذریعہ دنیا بھی جنت ہے اور خدا فراموش زندگی میں دنیا جہنم ہے قرآن جهنم لمحيطة بالكفرين کی ایک توجیہ یہ بھی ہے۔ بلا شبہ اگر دنیا و آخرت کی نعمتوں کا ذریعہ بنایا جائے تو دنیا دنیا نہیں رہتی بلکہ یہی دنیا آخرت بن جائے گی اور ہر لمحہ اجر و ثواب نصیب ہوگا اور اس لئے حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ "لا تسبوا الدنیا" یعنی دنیا کو برا مت کہو اس کی مراد یہی ہے کہ دنیا آخرت کا مزرعہ اور کھیتی ہے، اگر یہ دنیا نہ ہو تو آخرت کی نعمتیں کیوں کر حاصل ہوں گی؟ دنیا ہی کے ذریعہ آخرت کی تمام نعمتیں حاصل ہو سکتی ہیں ہاں اگر دنیا کا مقصد صرف دنیا کی نعمتیں ہیں تو پھر دنیا لعنت ہی لعنت اور غضب ہی غضب کی مستحق ہے اور اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے جو جامع ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے:

"الدنیا ملعونۃ، ملعون ما فیھا الا ذکر اللہ و ما والاہ و عالما و متعلما" (۱)

---

(۱) سنن الترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی ھوان الدنیا علی اللہ عزوجل، ج ۲ ص ۵۶، ط: فاروق کتب خانہ۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الزھد، باب مثل الدنیا، ص: ۳۰۲، ط: قدیمی

کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے تمام لعنت کے مستحق ہیں، بجز چار چیزوں کے:

① حق تعالیٰ کی یاد اور یادِ الٰہی کے حکم میں ہر پاکیزہ زندگی ہے

② اور جو چیز دنیا کی اللہ تعالیٰ کو پسند ہو، یعنی جس صالح، عبادات اور مکارم اخلاق وغیرہ

③ عالم اور علمی زندگی

④ علم دین حاصل کرنے کی زندگی۔

یہ چار چیزیں گویا آخرت کی نعمتیں ہیں اگرچہ دنیا میں ہیں۔ ان چار چیزوں کو اگر نکال دیا جائے تو دنیا ملعون ہے قابل لعنت ہے اس میں کوئی خوبی نہیں۔

یہ میں نہیں کہتا ہے کہ یکسر دنیا کو چھوڑ کر رہبانیت اختیار کی جائے نہیں! ہرگز نہیں، تجارت، زراعت، کسب حلال، حصول فقہ اور صحیح معاشرہ کے تمام وسائل یہ سب کچھ بھی دین ہے۔ ان چیزوں کا مقصد اگر صحیح ہے تو یہ سب چیزیں دنیا نہیں بلکہ آخرت کی ہیں اور باعث اجر و ثواب ہیں، شریعت ان چیزوں پر پابندی نہیں لگانا چاہتی ہے بلکہ ان کا رخ صحیح کرنا چاہتی ہے۔ مقصد کی اصلاح کرنا چاہتی ہے، اس طرح تمام دنیا آخرت کی زندگی بن سکتی ہے، اگر تمام زندگی عبادت میں گذار دے اور تمام اوقات درس و تدریس میں یا وعظ و تبلیغ میں گذار دے لیکن مقصد جاہ و منزلت ہو یا حصول مال و دولت ہو تو یہ ساری چیزیں دنیا بن جاتی ہیں۔ الغرض ایک گناہ ہی ایسی چیز ہے کہ حسن نیت سے طاعت نہیں بن سکتی ہے، باقی تمام دنیا کی جائز و حلال چیزیں حسن نیت سے آخرت کے حکم میں داخل ہو سکتی ہیں، مصلحین امت کے لئے دنیا جنت ہے، فاسقین کے لئے یہ دنیا بھی جہنم ہے، میرا مقصد کوئی وعظ نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ جس کو حق تعالیٰ نے ذرا بھی عقل دی ہو اور وہ ذرا بھی عقل سلیم کے تقاضے کو پورا کرے تو دنیا کی حقیقت اس پر واضح ہو جائے گی۔ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں عجیب و غریب اسلوب سے دنیا کی اس حقیقت کو مختلف مقامات میں بیان فرما کر ارباب عقول پر اپنی حجت پوری کر دی ہے، آج کل جو کچھ اضطراب اور پریشانی کا نقشہ دنیا میں نظر آ رہا ہے، یہ سب کچھ حب دنیا کے ثمرات ہیں، کاش مسلمان قرآن کریم کا ہی ترجمہ سمجھتے اور تدبر سے تلاوت کرتے تو یہ دشوار حقائق القرآن کے سامنے آتے، لیکن آج مسلمانوں کو اخبار بینی، ریڈیو اور فلمی سے فرصت کہاں ملتی ہے؟ بہت کچھ تیر، اتور ریڈیو پر اسلامی زندگی کا کچھ مضمون خس سا نیچے میں ڈھلا ہوا سن لیا اور سمجھ لیا کہ بس بہت کچھ درس حاصل ہو گیا، کاش مسلمانوں کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ کے اس پیغام سے ہوتا اور سمجھ کر غور و تدبر کی عادت نصیب ہوتی تو مسلمانوں کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا، قرآن کریم عظیم ترین نعمت ہے، یہ وہ ذکر اللہ ہے جس کے ذریعہ ایمان میں نورانیت پیدا ہوتی ہے اور جس سے قلب و روح کو غذا ملتی ہے، دماغ کی تربیت ہوتی ہے، زندگی کی اصلاح ہوتی ہے۔ "ہم فرماد ہم ثواب" والی صورت ہے، لیکن مرض موجود ہو اور مرض کا علاج نہ ہو بلکہ مرض ہی کو نعمت سمجھ لیا جائے تو شفاء کیوں کر ہوگی؟ بدپرہیز مریض کا انجام بجز ہلاکت اور کیا ہو سکتا ہے؟ زہر کو

توفیق بخشے کہ اس کا استعمال کرنے کا ذریعہ بنے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح فہم عطا فرمائے اور حق بات سننے کی توفیق نصیب فرمائے اور اس پر عمل کی جرأت و توفیق ہو اور ان مختصر اشارات سے فائدہ اٹھانے کی توفیق ہو۔ آمین۔

[ماہنامہ الحق، ۱۳۹۶ھ، مارچ ۱۹۷۶ء]

قرآن کریم — دین و دنیا کی کامرانیوں کا کفیل

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم الشان نعمت ہے جو دین کی بھی دونوں دنیا کی بھی کامرانیوں کی کفیل ہے۔ نزول قرآن کے بعد فوراً ہی جو قوم شرف قرآن سے مالا مال ہوئی ہے جو قوم اس کتاب عظیم پر عامل بنی وہ دین و دنیا کی بلندیوں پر فائز ہوئی۔ اس نے ہر مخالف قوم پر غلبہ حاصل کیا وہ ترقی کی راہوں اور منزلوں کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی عزت و وقار سے بہرہ ور ہوئی۔ صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"ان اللہ یرفع بھذا الکتاب أقواماً و یضع بہ آخرین" (۱)

(بے شک اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے ذریعہ قوموں کو بلند کرتا ہے (یعنی جو عمل کریں) اور قرآن کریم کے ذریعہ قوموں کو گراتا ہے (یعنی جو عمل نہ کریں)

مسند دارمی اور جامع ترمذی میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جو مذکورہ بالا حدیث کی شرح آسان ہے اس کا حاصل درج ذیل ہے:

"اس دنیا میں فتنے آئیں گے، ان فتنوں سے نجات پانے کا راستہ صرف قرآن حکیم ہے قرآن حکیم میں پچھلی قوموں کے عبرت آموز واقعات ہیں، اس میں آنے والے واقعات کی نشان دہی ہے، اس کتاب حکیم میں فیصلہ کن حکیم آئین احکام اتنی ہیں جو ہر حکومت اس قرآن کو چھوڑے گی وہ تباہ ہو جائے گی، جو لوگ قرآن حکیم کے علوم کی اور تعلیمات ربانی کی تحصیل کرنے کی کوشش کریں گے وہ منزل مقصود پر ضرور پہنچیں گے۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی مشیت باری ہے اس میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا اور یہی سرچشمہ ہے یہ کتاب حکیم ہدایت انسانی کے ارتقائی مدارج سے بالاتر ہے (اس لئے) انسانی ذہنوں کی تخیلات سے برتر ہے، اس علم اور اس کے علوم و معارف سے کبھی بے نیاز نہیں ہوں گے، پڑھنے والا بار بار پڑھے، کبھی نہیں اکتائے گا، بار بار پڑھنے سے اس کے حقائق پرانے نہیں ہوتے اور اس کے علوم و معارف کا خزانہ کبھی ختم نہیں ہوتا، یہ وہ کتاب ہے قرآن جس کے

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل من یقوم بالقرآن و یعلمہ، ج ۱ ص ۲۷۲، ط: قدیمی۔

ہو سکتا ہے۔

ہم نے تو عجیب قرآن سنا جو رشد و ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے اس پر ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اب ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ اور ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا نہ بیٹا۔ (۱)

ان تمہیدی حقائق سے ہمیں یہ کلمات ہدایت ملتے ہیں کہ ہم پوری توجہ سے قرآن کی روشنی اور رہنمائی سے فائدہ اٹھائیں۔ اس کے بعد ہم اپنے مقصد کی طرف آتے ہیں۔ اس کتاب مقدس نے مقام رفیع کو اس طرح واضح کیا ہے کہ قرآن کریم رشد و ہدایت، علوم و حقائق کا سرچشمہ ہے اس کے قوانین میں عدالت و خیر مضمر ہے اس نے ماضی و حال و مستقبل کے لیے ہر شعبہ زندگی میں رہنما اصول دیے ہیں اور اس نے انسانوں کے لیے ہر دور میں انسانی اخلاق میں اعلیٰ ترین مقام کی دعوت دی ہے۔

کوشش انسانی نے مادی خزانوں کی کانیں کھودیں اور حقائق کو دریافت کیا۔ ان خزانوں کی کانیں کھودنے والوں نے ان کے حقائق کو دریافت کیا۔ ان کے لیے تحقیقات و مطالعات کی راہیں کھولیں۔ ان خزانوں کی تعلیمات کو اپنے اپنے مطالب کے مطابق ڈھالا۔ ان کی روشنی میں اپنی زندگی کو سنوارا۔ ان کی تعلیمات کو اپنی زندگی کے لیے مشعل راہ بنایا۔

(۲)

خلافت راشدہ کے بعد یہ مقدس کتاب ہی تھی جس نے مسلمانوں کو ہر دور میں ہر زمانے میں ہر ملک میں قرآن کا پیغام دیا ہے۔ مسلمانوں نے اپنی مساجد میں قرآن کی تعلیم دی۔ ہر مسجد میں تراویح کے بعد قرآن کی تعلیم کا حلقہ ہوتا ہے اور مسلمان ہر جگہ قرآن کریم کی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں۔ قرآن کے معلموں کا نظام ہے کہ وہ بچوں کو قرآن پڑھاتے ہیں اور ان کے لیے وظائف مقرر کیے جاتے ہیں۔ ہر ملک میں ہر شہر میں ہر بستی میں قرآن کی تعلیم کے لیے مدارس قائم ہیں۔ ان مدارس کے لیے اوقاف مقرر کیے گئے ہیں۔ ان اوقاف سے ان مدارس کے اخراجات پورے کیے جاتے ہیں۔ ان مدارس میں ہر سال لاکھوں بچے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ایک تو شیخ الحدیث ہوتے ہیں جو تفسیر بھی پڑھاتے ہیں اور دوسرے شیخ القرآن ہوتے ہیں جو صرف قرآن کریم کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان مدارس کے لیے حکومت کی طرف سے وظائف مقرر کیے جاتے ہیں۔

حکومت مصر میں ۱۹۵۲ء کے انقلاب سے پہلے ۱۰۰ مدارس قرآنیہ تھے۔ ان کے طلبہ کی تعداد ۱۰ ہزار تھی۔ ۱۹۵۲ء کے انقلاب کے بعد ان مدارس کی تعداد ۱۰۰ سے بڑھ کر ۱۰۰۰ ہو گئی۔ ان میں طلبہ کی تعداد ۱۰ ہزار سے بڑھ کر ۱۰ لاکھ ہو گئی۔ ۱۹۵۲ء کے انقلاب سے پہلے ان مدارس کے اخراجات حکومت کی طرف سے ۱۰ لاکھ پونڈ تھے۔ ۱۹۵۲ء کے انقلاب کے بعد ان مدارس کے اخراجات حکومت کی طرف سے ۱۰ کروڑ پونڈ ہو گئے۔

(۱) سنن الترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل القرآن ج ۲ ص ۱۱۸، ط قدیمی۔
سنن الدارمی، باب فضل القرآن، باب فضل من قرأ القرآن ج ۲ ص ۵۲۶، ط دار الکتاب العربی بیروت

بھیجنا چاہتا ہوں اس قسم کی خدمات بیانی مصلحتوں سے بالاتر ہوں وہ مخلص اور بے لاگ پرزور الفاظ میں حق کی ہی رہنمائی کرے وہ سے مملکت اسلامیہ کو اس سلسلہ میں حکومت متحدہ امریکہ کی مثال سامنے رکھتے ہوئے آئین میں اسی روایات کو مستحکم و مضبوط کرنے کے لئے اقدام کرنا چاہیئے۔

خلیفہ اول سے ۱۹۴۰ء میں پاکستان میں ہمارے قوانین کی تشکیل جدید کا کام شروع ہوا تو حکومت پاکستان نے اس سلسلہ میں جو حصہ لیا اس کے متعلق دو باتیں اس کے مصنف کو یاد ہیں ایک تو حکومت نے پہلے ہی یہ طے کر لیا تھا کہ ہمارے قوانین کی تشکیل جدید اس طرح ہونی چاہیئے کہ حکومت کا انداز بھی اسلامی ہو اور عدالت کی ایک اپیل کورٹ کا نام بھی شریعت اپیل رکھا جائے گا۔ یہ قابل قدر تھا۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر ملک جو اسلام کی طرف آ رہا ہے اس کی خواہش ہے کہ اس کی عدالتیں بھی اسلامی ہو جائیں اور اس نے اسلامی خطوط میں ترمیم کا عمل شروع کر دیا ہے۔ عمل وہ ہے جو آئین کی اسلامی خدمت کرنے کی تعریف ہے۔ قرآنی احکام کو نافذ کرنے میں قرآنی ارشادات کے مطابق موثر سے موثر اصلاح کرنی ہے۔ قرآنی حدود و تعزیرات جاری کرنے ہیں تاکہ اسلامی معاشرہ میں اور قرآن الٰہی پر عمل کرانے کی برکات سے ہر وہ مصیبتوں اور زمینی کی مصائب سے محفوظ رہے اور طرح طرح کی قانونی و عدالتی پیچیدگیوں سے آسان رہیں۔ دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کی صف میں شمار ہوں اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہیں۔

جب اسلامی روح آئین کی بنیاد سے لے کر پیدا ہوگی تو ان شاء اللہ مسلمان ملکوں میں اسلامی معاشرہ میں جو اسلامی روح کو چاٹ رہا ہے وہ ختم ہو جائے گا اور ہر ملک کے اسلامی ملکوں میں قرآن و سنت کے مطابق ہونے کی جانچ کی جا سکے گی۔ ہر ملک قدم قدم پر دنیا کے ماہرین کی خدمات حاصل کرے گا۔ جب اندر بیرونی دنیا کے ماہرین کے مشورے ہوں گے تو اس صورت میں پاکستان اسلامی خطوط کو بدلنے کی جرأت نہیں کر سکے گا اور نہ ہی افغانستان جب تک اسلامی قوانین کا اس روح پر نفاذ نہیں ہوگا جس سے ان میں سے ہر ایک کی صحیح معنی میں اسلامی حکومت کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتا اور یہ کام صرف عدالتوں کے ہی ہاتھ میں ہے۔

شمارہ ۱۳۸۶ھ فروری ۱۹۶۷ء

امت محمدیہ اور قرآن کریم

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ قرآن کریم کے متعلق قرآن کریم پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ قرآن کریم کی نے اپنے سوا امت سے پہلے کسی اور امت کو مسلمان ہونے اور اس آخری امت کی اصلاح کے لئے نہیں بھیجا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے جسے "الریاض المضرۃ" میں محب طبری نے نقل کیا ہے:

"لن يصلح آخر هذه الأمة الا ما أصلح أولها"(۱)

معلوم ہوتا ہے کہ حکومت سعودیہ میں پہلی مرتبہ قرآن کریم کے حفاظ کو پیدا کرنے کے مدارس اور مساجد میں قائم کیے گئے ہیں اور ان کا سہرا انہی کے سر ہے۔ محمد مرتضیٰ محمد یوسف صاحب پاستانی نے بہت سے کتابوں کے مؤلف بھی ہیں ان اضافات کی وجہ سے قرآن کے نے نئے ایڈیشن شائع ہوتے رہتے ہیں۔ راشدین خلفاء حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم کی روایات میں سے تین مرتبہ پیش کیے حدیث سے نقل کی تھیں اور ان سے واضح نشان لگا لیے تھے معلوم ہوا اس مکتوب کی ان حضرات نے بڑی قدر کی اور اپنے [illegible] جماعت میں [illegible] کتب خانہ اور [illegible] کی [illegible] ہے تاکہ ہمارے علماء ان پر غور فرمائیں اور مسلمانوں کے مکتوبوں میں جو "قرآنی خدمت انجام دی جارہی ہے" اس کی قدر کریں۔ واللہ سبحانہ ولی کل توفیق وسعادۃ۔

مکتوب بنام صدر وارا کین انجمن اشاعت حفظ قرآن عظیم

مکہ مکرمہ (صانها الله)

الى حضرة رئيس جمعية تحفيظ القرآن الكريم بمكة المكرمة وأعضائها حفظهم الله ورعاهم، تحية وسلاماً.

وبعد، فقد أنبئت أنه انعقدت جمعية تحفيظ القرآن الكريم في مكة وبرح الخجل المقدس وفعلاً قد طال فرعها، فقد زاد سروري وطمأنينتي بأن المملكة وأهلها شملهم العناية الربانية ويزداد بذلك مجدها وعزها وهناك أحاديث ثلاثة:

١ فحديث عثمان رضي الله عنه أنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "خيركم من تعلم القرآن وعلمه".(۲)

دل على أن كل أمة قامت بنشر القرآن تعليماً وتعلماً هو خير أمة، وفي لسان الرسول صلى الله عليه وسلم وأن هذه الخدمة قد فاقت كل خدمة دينية مهما كانت عظيمة وان خير الأمة وظيفتها ومنصبها تعليم القرآن وتعلمه وبذلك تستحق هذا اللقب الجليل.

(۱) [illegible] في مناقب العشرة باب ما ذكر في مناقب امير المؤمنين ابي حفص عمر بن الخطاب، ذكر وصف على له تابعه على ما عليه للخلافة ج ۲ ص ۱۰۲، صدار الكتب العلمية بيروت

(۲) صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب خيركم من تعلم القرآن وعلمه ج ۲ ص ۷۵۲، ط قديمي

۲ - وحدیث عمر الفاروق رضی الله عنه أنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "ان الله یرفع بهذا الکتاب أقواماً و یضع به آخرین"(۱)

فقد دل علی أن کل أمة قامت بتعالیم القرآن یرفع الله علمها ویحفظ کیانها ومجدها وعزتها وأن کل أمة قد انقطعت صلتها بالقرآن خابت وخسرت وهانت وذلت.

۳- وحدیث علی رضی الله عنه أنه قال:

"أما انی سمعت رسول الله صلی الله یقول: ألا انها ستکون فتنة، قلت: ما المخرج منها یارسول الله؟ قال: کتاب الله، فیه نبأ ماقبلکم وخبر ما بعدکم وحکم مابینکم هو الفصل لیس بالهزل من ترکه من جبار قصمه الله، ومن ابتغی الهدی فی غیره أضله الله. وهو حبل الله المتین، وهو الذکر الحکیم وهو الصراط المستقیم، هو الذی لا تزیغ به الاهواء ولا تلتبس به الألسنة، ولا یشبع منه العلماء ولا یخلق من کثرة الرد، ولا ینقضی عجائبه هو الذی لم تنته الجن اذ سمعته حتی قالوا: ﴿إنا سمعنا قرآناً عجباً یهدی الی الرشد فآمنا به﴾ من قال به صدق ومن عمل به أجر ومن حکم به عدل، ومن دعا الیه هدی الی صراط مستقیم" (۲)

یدل علی أن أکبر فتنة أن تحرم الأمة عن نور الایمان والاسلام، و أن سبب النجاة والعصمة لیس الا القرآن الکریم والتمسک به والاعتصام به، و یدل علی أن کل دولة اسلامیة لم تتمسک بالقران الکریم لا أنها خابت وخسرت فقط بل تصاب بالبوار والدمار والذلة والهوان، والعیاذ بالله.

فأمام هذه الأحادیث ولمثالها نقول والحمد لله، علی أن تلک الحرکة فی البلاد العربیة المقدسة فاتحة خیر وطلیعة سعادة وبشائر رحمة وتباشیر مجد وعزة وازدهار.

نسأل الله سبحانه أن یدیم هذه الحرکة و یستمر فی ربوع المملکة نشاطها، و تزید شعبها وفروعها، وتستفید منها أبناؤها وتستثمر أفنانها وأغصانها لکی تعیش الأمة العربیة فی هناء وسعادة ترفرف علیها أعلام المجد والمفخرة، فأهنئ القائمین بهذا الأمر والساعین فی سبیله خیر تهنئة من أعماق قلبی، والله سبحانه ولی کل توفیق وکل نعمة وهو حسبنا ونعم الوکیل، والسلام.

محمد یوسف البنوری
عمید المدرسة العربیة الاسلامیه
وخادم الحدیث النبوی بهاکراتشی رقم ۵

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل من یقوم بالقرآن و یعلمه ج:۱ ص:۲۷۲، ط: قدیمی
(۲) سنن الترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل القرآن ج:۲ ص:۱۱۸، ط: قدیمی

(۱۵) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صدقہ فطر کو قرآن سے ثابت کیا

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

مجھے بتایا گیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کہا تھا کہ آپ قرآن کریم میں صدقہ فطر کا حکم کہاں پاتے ہیں؟ اس کی تشفی کی گئی ہے اور اب اس کی شاخیں اور دور تک پھیل چکی ہیں (اور ہمیشہ ہوتا رہے گا) اور یہ بات اپنی جگہ درست (اطمینان بخش) معلوم ہوتی ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اس میں حکومت کے لئے شامل ہیں ہے (کہ وہ اس حکم کی پیروی کرے) اور یہ حکم اور اس پر عمل حکومت کی ذات و حکمت میں آتی واضح دلیل و حکمت ان میں ہے۔

اس حدیث میں ہم دیکھتے (غور فکر) کرتے ہیں کہ شخص کی غلطی سے آپ نے کیا سیکھا ہے سمجھتے ہیں؟

(۲) ایک نوجوان نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حدیث دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔

اس حدیث میں اس امر کی بشارت ہے کہ جو قوم قرآن عظیم کی تعلیم اپنے پاس رکھتی ہے اس کی حکومت میں وہ قوم ہوتی ہے (جس سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تصدیق نے علاقہ کی قوم ہے) اور یہ تعلیم تعلیم قرآن کی خدمت ہی ہے (کی اپنی خدمت پر بھی فوقیت حاصل ہے) یہ علم اور اسلام میں آنے والی امت کا اعلیٰ ترین فریضہ اور منصب تعلیم قرآن عظیم ہے اور اس کی فضیلت بتائی ہے اور اس تعلیم قرآن کی قوم کی حکومت حاصل ہوتی ہے (اس لئے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ عہد خلافت ان سے شاہد ہیں)

(۳) اور اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کی تعلیم (تعلیم) سے اقوام کو بلند کرتا ہے اور دوسری قوموں کو (اپنی نافرمانی) کی وجہ سے علوم سے ہٹا دیتا ہے کہ وہ قومیں اس کتاب کو اپنی پشت پر رکھتی ہیں (اپنے پاس نہیں رکھتیں) اور اس کی تعلیم سے دور رہتی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث واضح ہے کہ جو قوم قرآن عظیم کی تعلیم کو اپنا لیتی ہے وہ اپنا نظام قائم کرتی ہے اور اس کا نصب العین پا لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت سے اس کی حکومت و اقتدار سے بلند ہوتی ہے اور اس کے قائل کی وجہ سے حکومت اور اقوام عالم میں اس کی ذات (حکومت) کی حفاظت

فرمائیں گے اور جس قوم کا رشتہ قرآن سے ٹوٹ جائے گا (اور وہ قرآنی تعلیمات سے صرف نظر کرے گی) وہ ذلیل وخوار اور تباہ و برباد ہو جائے گی۔

⑥ تیسری حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے وہ فرماتے ہیں:

(مسلسلاً) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے سنا ہے آپ ارشاد فرما رہے تھے: آگاہ ہو جاؤ! عنقریب فتنوں کا دور آنے والا ہے" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے نکلنے اور بچنے کا راستہ کیا ہے؟ (وہ بھی تو بتلائیے) آپ نے ارشاد فرمایا "کتاب اللہ (قرآن عظیم) ہے اس کتاب الٰہی میں تم سے پہلی امتوں کے (عبرت آموز) اخبار و واقعات موجود ہیں اور تمہارے بعد آنے والی قوموں کی (سبق آموز عواقب کی) خبریں اور علامتیں بھی بیان کی گئی ہیں اس کتاب آسمانی میں تمہارے درمیان (پیدا ہونے والے) اختلافی امور کے واضح احکام بھی موجود ہیں یہ قطعی اور فیصلہ کن "اللہ کا کلام" ہے ہنسی دل لگی کی داستان نہیں ہے، جس (شخص یا قوم) نے اس کو زور و تحقیر سمجھ کر یا اللہ اس کی کمر توڑ ڈالے گا اور ہو کوئی اس کے علاوہ کسی اور دستور و آئین سے رہنمائی حاصل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو (دنیا و آخرت دونوں) میں گمراہ کر دیں گے۔ (یاد رکھو) یہی کلام الٰہی اللہ تعالیٰ کا مضبوط و پائیدار رشتہ ہے اور یہی (حقوق اور مصلحتوں پر مشتمل) حکیمانہ ذکر (یادداشت) ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے اور یہ وہ (محکم و واضح قانون قدرت) ہے کہ نہ نفسانی اغراض و خواہشات اس میں کوئی کجی پیدا کر سکتی ہیں اور نہ انسانی زبانیں اس کی تعبیر و تشریح میں کوئی شک و شبہ ڈال سکتی ہیں (تحریف و تلبیس کر سکتی ہیں) اور نہ (حقائق کے متلاشی) علماء (اس کے علوم سے) کبھی (بھی اور کسی بھی زمانہ (اور ملک میں) سیر (اور مستغنی) ہو سکتے ہیں اور نہ یہ کثرت سننے اور (اور تفکر و تدبر کی زیادتی سے (کسی بھی زمانہ اور صرف (احوال میں) کہنہ (از کار رفتہ اور نا قابل عمل) ہو سکتا ہے اور نہ اس کے عجائبات (نو بنو اکتشافات) کبھی ختم ہو سکتے ہیں اور یہ تو وہ کلام الٰہی ہے کہ جن جنی (سرکش اور ناری) مخلوق بھی اس کو سنتے ہی بے ساختہ یہ کہنے سے باز نہ رہ سکی کہ "بے شک ہم نے تو ایک عجیب و غریب قرآن سنا ہے جو بھلائی اور بھلائی کی (واضح اور قطعی) رہنمائی کرتا ہے اسی لئے ہم اس پر ایمان لے آئے۔" (یاد رکھو) جس (شخص یا قوم) نے (صدق دل سے) اس پر اعتماد رکھا (اور یقین کیا) وہ سچا ہے اور جس نے اس پر عمل کیا وہ (یقیناً دنیا و آخرت میں) اجر و ثواب کا مستحق ہوا اور جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اس نے (یقیناً) عدل و انصاف (قائم) کیا اور جس نے اس کی تعلیم و تعلم (عمل کی) طرف (مخلوق کو) دعوت دی (سمجھ لو) اس کو صراط مستقیم کی ہدایت کر دی گئی۔

یہ حدیث بھی واضح طور پر بتلاتی ہے کہ اسلام میں سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ عملاً مسلمان ایمان و اسلام کے ثمرات سے محروم ہو جائے اور اس فتنے (اور اس کے نتیجے میں دوسرے تمام فتنوں) سے نجات یا عمل کرنے اور محفوظ رہنے کا واحد راستہ قرآن مجید اور اس کو دلوں سے پکڑ لینے اور اس کی علمی و عملی پابندی کرنے کے سوا اور کوئی نہیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

وہ نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے، وہ تو حکم ہے جو بھیجا ہوا ہے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

ان کی صداقت و حقانیت و قطعی دلائل و شواہد سے ثابت کیا جاتا ہے تاکہ مخلوق پر حجت قائم ہو اور وہ پوری طرح یقین و اطمینان کے ساتھ ان پر ایمان لائیں اور ان کی تصدیق کریں۔ یہی دلائل کا نام "معجزات" و "آیات" ہے۔ ان کی نبوت و رسالت، ان کی صداقت و حقانیت اور ان کی عصمت و معصومیت کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان کی اطاعت تمام انسانوں کے لئے فرض ہو جاتی ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ [النساء: ٦٤]

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اس کا حکم مانیں اللہ کے فرمانے سے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

الغرض آسمانی ہدایت کا اصل منبع و رابطہ تعلق ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کا بارگاہ قدس سے قائم ہوتا ہے اور جسے نبوت و رسالت سے تعبیر کیا جاتا ہے انہیں حق تعالیٰ کی طرف سے وہ پیغامات دیئے جاتے ہیں، پیغام رسانی کبھی فرشتے کے ذریعہ ہوتی ہے اور کبھی براہ راست جس فرشتہ کو اس کے لئے منتخب فرمایا جاتا ہے ان کا نام جبریل ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِإِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ﴾ [الشوریٰ: ٥١]

اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اس سے بات کرے اللہ مگر اشارہ سے یا پردہ کے پیچھے سے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا پھر پہنچا دے اس کے حکم سے جو وہ چاہے۔

منبع وحی

یہ پیغام عام طور سے کسی صحیفہ یا کتاب کی صورت میں نہیں ہوتا فرشتہ کی زبانی یا قلبی انقلاب کی شکل میں ہوتا ہے اور کبھی اس پیغام کو الفاظ کی صورت میں منضبط کر کے بھیجا جاتا ہے جسے "صحیفہ" یا "کتاب" کہا جاتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے و تورات، زبور، انجیل، قرآن کریم چار مشہور کتابیں اس سلسلہ کی کڑیاں ہیں، ظاہر ہے کہ انبیاء کرام کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہے اور صحیفوں اور کتابوں کی تعداد نہایت قلیل ہے اس سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ وحی صرف کتاب و صحیفے میں منحصر نہیں بلکہ نبی و رسول کی ذات گرامی منبع وحی ہے، امت کے لئے جس طرح کتاب واجب القبول اور واجب الاتباع ہے ٹھیک اسی طرح نبی و رسول کا ہر حکم و ارشاد اور ہر قول و فعل امت کے لئے حجت اور واجب الاتباع ہے، البتہ اتنا فرق ہے کہ کتاب بعد کی امت تک قطعی ذرائع سے پہنچتی ہے اس لئے اس کے احکامات کا ثبوت قطعی ہوتا ہے اور نبی کے پیغامات کبھی تو اتر عملی کی وارث جیسے قطعی ذرائع سے پہنچتے ہیں اور کبھی وہ ذرائع قطعی نہیں ہوتے اس لئے اس دوسری قسم کا درجہ قرآن کریم کی قطعیت کا نہیں ہوگا مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ قرآن کریم تو امت کے لئے قابل عمل ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible] تعلیمات کی معجزانہ اصولی قیمت [illegible] آن [illegible] کو سمجھنا [illegible] اس پر عمل کرنا [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آن [illegible] اصل کی تعلیمات [illegible] [illegible] کی [illegible] کی [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] ہوئی الٰہی [illegible] آتے ہیں [illegible] سے ملتے [illegible] ہیں۔

تعلیماتِ انبیاء

[illegible] حقیقت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] پر [illegible] الٰہیہ [illegible] طرح [illegible] کی صورت میں [illegible] سے [illegible] [illegible] آن [illegible] [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر [illegible] ہوئے جس کی [illegible] [illegible] آن [illegible] [illegible] اصطلاح میں [illegible] [illegible] تعلیمات کو [illegible] "حکمت" کہا ہے [illegible] آن [illegible] [illegible] "انزال" سے تعبیر فرمایا ہے۔

دین کا منبع اور مدار

[illegible] سے یہ بات [illegible] آسمان [illegible] دین کا اصل مدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور دین کا اصل منبع آپ کی تعلیمات ہدایت ہیں خواہ آن [illegible] میں [illegible] [illegible] [illegible] تشریح کی ہو یا [illegible] [illegible] موقع [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] آن [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قول و عمل سے سیکھا اور اس پر عمل کیا، نہ قرآن کریم پر اس کا مدار رہا اس میں ذکر کا انتظار۔

④ نماز کے لئے طہارت، وضو وغیرہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ہدایت فرمائی اور امت نے اس پر عمل کیا، تقریباً اٹھارہ سال بعد سورۂ مائدہ میں آیت وضو نازل ہوئی جب کہ امت اٹھارہ سال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل پیرا تھی۔

⑤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو امت کو نماز میں بیت المقدس کے استقبال کا حکم فرمایا، سولہ، سترہ مہینے اس پر عمل رہا، اس کے بعد قرآن کریم میں بیت اللہ شریف کے استقبال کا حکم ہوا، بیت المقدس کے استقبال کا حکم قرآن میں نازل نہیں ہوا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ حکم کی قرآن کریم نے تصدیق کی ﴿سیقول السفہاء من الناس﴾ الآیۃ۔

⑥ جب بنی النضیر سے جہاد کا حکم ہوا تو کسی مصلحت کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کھجور کے بعض درختوں کو کاٹنے کا حکم فرمایا، یہود نے اس پر اعتراض کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تصدیق و تصویب کے لئے قرآن نازل ہوا اور ان درختوں کے کاٹنے کو "باذن اللہ" فرمایا:

﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِّيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ﴾ [الحشر: ۵]

جو کاٹ ڈالا تم نے کھجور کا درخت یا رہنے دیا کھڑا اپنی جڑ پر سو اللہ کے حکم سے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

ان چند مثالوں سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ امت کی راہنمائی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سرچشمہ ہدایت ہے کسی بھی معاملہ میں نہ قرآن پر توقف ہے نہ اس کا انتظار، یہی صحابہ کرام جو قرآن کریم کے سب سے پہلے اور براہ راست مخاطب تھے، ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں حیثیتیں مسلم تھیں کہ آپ نبی معصوم بھی ہیں اور ہر معاملہ میں مطاع مطلق بھی، اسی لئے وہ قرآن حکیم اور حدیث نبوی کے احکام کو یکساں طور پر واجب الاتباع مانتے تھے اور ان پر عمل کرتے تھے۔

احادیث نبویہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کافی بڑا حصہ تو وہ ہے جو قرآنی احکام کی تشریح و توضیح پر مشتمل ہے، قرآن کریم نے أقیموا الصلاۃ فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت صلوٰۃ کی قولاً و عملاً تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: "صلوا کما رأیتمونی أصلی"(۱) تم بھی ایسی نماز پڑھو جیسی میں پڑھتا ہوں "و آتوا الزکاۃ" کا حکم نازل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل بیان فرمائی کہ کن کن اموال میں زکوٰۃ ہوگی، ہر ایک کا نصاب کیا ہوگا، مقدار زکوٰۃ کیا ہوگی، اس کے اصول و شرائط کیا ہوں گے؟ اس اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ عملی قرآن ہے یعنی احکام قرآن کا عملی نمونہ اور مثال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق دریافت کیا گیا تو فرمایا: "کان

(۱) صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب الأذان للمسافر اذا کانوا جماعۃ والاقامۃ ج: ۱ ص: ۸۸، ط. قدیمی

خلقه القرآن"(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ شریعت محمدیہ کا واضح نظام جو سب کے سامنے ہے اور جس میں عقائد و عبادات، اخلاق و معاشرت، اکل و آداب، جہاد و قتال، صلح و جنگ، سیاست و معیشت سبھی کچھ آ جاتا ہے، ان میں بہت سے احکام ایسے ہیں جو قرآن کریم میں نہیں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے امت کو ان کی تعلیم فرمائی ہے، ظاہر ہے کہ دین اسلام کو تفصیلی شکل قرآن کریم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال قدسیہ اور احادیث شریفہ کو ملانے ہی سے تیار ہوتا ہے اور اسی سے الجھاؤ اور تحریف اور رکیک تاویلات سے رستے بند ہوتے ہیں، اگر قرآن کریم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی اور آپ کے ارشادات و ہدایات سے الگ کر لیا جائے تو قرآن کریم ملحدین کی خدا تعمیرات کا تختۂ مشق بن جائے گا اور تحریف و تاویل کا نہ ختم ہونے والا دروازہ کھل جائے گا۔

مستشرقین اور اعداء اسلام کی
قرآن کریم میں معنوی تحریف کی کوشش

متن قرآن کریم کی حفاظت کا تو اعلان ہو چکا ہے، اس کا امکان نہیں تھا کہ قرآن کے الفاظ میں ردوبدل کیا جا سکے، اس لئے دشمنان اسلام جو ہمیشہ اسلام کو مٹانے کے درپے رہے، قرآن کریم سے تو مایوس ہو گئے، انہوں نے قرآن کی معنوی تحریف کے لئے یہ دروازہ تلاش کیا کہ حدیث نبوی کو اور معانی قرآن کی حفاظت کے ناقابل اعتبار ثابت کریں، یورپ کے مستشرقین اور دشمن اسلام عناصر نے اپنے تمام وسائل اور اپنی قلمی قوتیں اس کے لئے صرف کر دیں کہ احادیث کو بے وقعت بنانے کے لئے تشکیک پیدا کریں اور مسلمانوں میں "منکرین حدیث" کے نام سے جو فتنہ ہے جو آج موجود ہے غلام احمد پرویز وغیرہ انہوں نے انہی دشمنان اسلام کی رہنمائی میں اس مہم کو آگے بڑھایا ﴿ولقد صدق عليهم ابليس ظنه﴾ چنانچہ نئی نسل کے بہت سے افراد دینی تعلیم و تربیت سے بے بہرہ تھے ان خیالات کا شکار ہو گئے۔

تاریخ فتنۂ انکار حدیث

انکار حدیث کے فتنہ کی تاریخ بہت قدیم ہے، سب سے پہلے خوارج نے اس کی بنیاد رکھی، صحابہ کرام کی تکفیر کر کے ان کی روایت کردہ احادیث کا انکار کیا اور صرف کتاب اللہ کو مانا، ان کے بعد فرقہ شیعہ نے کتاب اللہ کی تحریف اور احادیث کے انکار کا راستہ کھولا اور دین کا انحصار اپنے ائمہ کی روایت پر رکھا، معتزلہ نے تاویل کے راستہ سے فتنۂ انکار حدیث کو مزید قوت بہم پہنچائی مگر یہ دور اسلام کی شوکت و عزت کا دور تھا، ان کی دسائی کا دائرہ

---

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ اللیل و عدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج:۱ ص:۲۵۶، ط قدیمی۔ مسند احمد بن حنبل ج:۶ ص:۹۱، ط عالم الکتب بیروت

رہیں اور اسلاف نے جس طرح قرآن کو سینے سے لگایا اور علوم قرآن کی خدمت کو سعادت سمجھا اسی طرح احادیث نبویہ کو سر آنکھوں پر رکھا اور علوم حدیث کی خدمات اس محبت و عقیدت سے انجام دیں کہ تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاس قدسیہ کی وہ حفاظت کی کہ عقل حیران ہے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام دشمنوں کا شغف و لگاؤ اس وقت سے ہے جب اسلام نے وسیع اشاعت کا دور دورہ دیکھا اور من گھڑت روایات پھیلانا شروع کیں تاکہ حق و باطل خلط ملط ہو کر حقیقت ملتبس ہو جائے مگر حق تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے ایسے رجال کار پیدا کئے جنہوں نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے رکھ دیا۔ انہوں نے فن رجال اور جرح و تعدیل مرتب کیا اور روایات کی چھان بین کر کے تمام اعداء اسلام یہودیوں، عیسائیوں اور ملحدوں کی اس سازش کو خاک میں ملا دیا۔ امت محمدیہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی حفاظت کے لئے وہ اقدامات کئے جو اصول حدیث کے مختلف فنون کی تعدادایک سو سے قریب پہنچ گئی۔ بلاشبہ دین اسلام ابدی دین تھا، قیامت تک کی عمل رانی کے لئے یہ ضروری تھا کہ دین اسلام کی یہ دونوں مشعلیں کتاب و سنت قیامت تک روشن اور ہر فتنہ کی آندھیوں اور جھکڑوں سے محفوظ رہیں تاکہ ہر دور میں انسانی ہدایت کا فریضہ پورا کرتے رہیں اور قرآن کریم کی یہ آیت ہر وقت صادق رہے:

﴿وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ﴾ [آل عمران: ۱۰۱]

اور تم کس طرح کافر ہوتے ہو اور تم پر تو پڑھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اس کا رسول ہے۔

فرمان نبوی میں اس حقیقت کا اظہار اس طرح فرمایا گیا ہے:

"ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله"(۱)

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے، ایک کتاب اللہ اور دوسری اس کے رسول کی سنت۔

قرآن کریم اور حدیث نبوی

الغرض اس کا کوئی امکان نہیں کہ قرآن و حدیث کو ایک دوسرے سے جدا کیا جا سکے۔ یہ ممکن ہے کہ قرآن کریم پر ایمان ہو اور حدیث نبوی سے انکار، کیونکہ قرآن کریم ہی ہمیں اس حقیقت کا اظہار کرتا ہے کہ حضرت

---

(۱) موطأ الامام مالك، كتاب الجامع، باب النهي عن القول في القدر، ج ۲ ص ۸۹۹، ط قديمي

یہ حدیث سند کے اعتبار سے مرسل ہے یعنی راوی نے واسطے ساقط کئے ہیں لیکن مستدرک حاکم میں ابن عباس کی روایت سے بھی ثابت ہے اور ابو داؤد کی روایت اور مستدرک میں عقل بن یسار کی حدیث اس حدیث کی صحت کے شواہد ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تمہاری نجات ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی تباہی و بربادی کا موجب ہے، آپ کی مخالفت پر قرآن کریم سخت سے سخت وعیدیں سناتا ہے، آپ کی زندگی کو امت کے لئے اسوۂ وعمونہ قرار دیتا ہے، قرآن کی تعلیم و تشریح اور اس کے اجمال کی تفصیل کو قرآن آپ کا فرض منصبی بتاتا ہے، حاصل یہ کہ دنیا و آخرت کی نجات، سعادت اور فلاح و بہبود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے اور حق تعالیٰ کی محبت و اطاعت کا معیار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے سوا کچھ نہیں:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾

[آل عمران ۳۱]

ان سے کہدیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمائے گا۔

فرق باطلہ اور حدیث

ہر زمانہ میں تمام فرق باطلہ خوارج، شیعہ، معتزلہ، قدریہ، جبریہ اور مرجیہ وغیرہ نے احادیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے ان کو رد کیا ہے (اور ہمارے ائمہ حنفیہ، امام شافعی، امام احمد اور دیگر محدثین و متکلمین نے ان کا مدلل و مسکت جواب دے کر ان کے حوصلے پست کر دیئے تھے) ہر دور میں ملاحدہ اسے جدید شکل و صورت میں پیش کرتے رہے ہیں چنانچہ مستشرقین یورپ نے بھی اسی بنا سے اسلام کی بیخ کنی شروع کی اور اس کے لئے ایک منظم مہم چلائی جو در حقیقت باطل پرستوں نے وہ قدیم بنیادی ہتھیار ہیں جن سے ہر جدید باطل سے اللہ والے نبرد آزما ہوئے ہیں۔ یہی کہا کہ احادیث تو دو سو سال بعد قلم بند ہوئی ہیں ان کا کیا اعتبار؟ یہی حاسدین حدیث پر اعتراضات کے وہی مثلی شبہات دہرائے پیش کئے اور ان راستوں سے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج قربانی الغرض تمام عبادات میں شکوک و شبہات پیدا کئے، احکام شرعیہ کو اعتراضات کا نشانہ بنایا، ملائکہ، جنات، شیاطین، ارواح وغیرہ میں تاویل باطل کا راستہ کھولا، اس طرح کوشش کی گئی کہ قدانحوا سنت و اسلام کی بنیادوں کو ہلا دیا جائے مگر اس بات سے یہ ملاحدہ پہلے صاحب رہ چکا تھا:

"يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتأويل الجاهلين"(۱)

ہر آنے والی نسل میں کچھ عادل و ثقہ حضرات اس علم دین کے حامل ہوں گے جو غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں نے گھڑ لیا اور جاہلوں کی تاویل کو صاف کریں گے۔

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی ج ۱ ص ۳۶ ط قدیمی

سنت وحدیث پر مطبوعہ کتابیں

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ایسے رجال کار پیدا کئے جنہوں نے باطل پرست جاہلوں کے اٹھائے ہوئے گرد وغبار سے سنت کا چہرہ صاف کیا، امام شافعی سے ابن وزیر یمانی صاحب "الروض الباسم" اور شیخ جلال الدین السیوطی صاحب "مفتاح الجنة فی الاحتجاج بالسنة" تک اور ان سے آج تک نہ صرف عربی زبان میں بلکہ انگریزی اور یورپ کی دوسری زبانوں میں بھی قابل قدر تالیفات وجود میں آئیں۔ گذشتہ پچاس سال کے عرصہ میں اس علم نے بیسیوں گرانقدر تصنیفات سے علمی کتب خانوں میں بیش بہا اضافہ کیا۔ قدماء امت نے جو کتابیں تصنیف فرمائیں ان کی طویل فہرست راقم الحروف کی کتاب "عوارف المنن مقدمه معارف السنن" میں مذکور ہے جو انشاء اللہ عنقریب طبع ہوگی۔ اس تیس چالیس برس میں جو ذخیرہ اس موضوع پر مدون ہوا ان میں چند کتابوں کا نام بھی نمونہ درج ذیل ہے:

① الحديث والمحدثون	محمد محمد أبو زهو	عربی
② السنة قبل التدوين	محمد عجاج خطيب	عربی
③ الأنوار الكاشفه	شيخ عبدالرحمن يمانی	عربی
④ ظلمات أبي ريه	شيخ محمد عبدالرزاق حمزه	عربی
⑤ كتاب السنة	موسیٰ جار الله قازانی	عربی
⑥ فی الحديث النبوی	شيخ مصطفى زرقاء شامی	عربی
⑦ تدوین حدیث	مولانا مناظر احسن گیلانی	اردو
⑧ مجموعہ السنہ	مولانا امین الحق صاحب طوری	اردو
⑨ فتنہ انکار حدیث	افتخار احمد بلخی	اردو
⑩ فتنہ انکار حدیث	مولانا سرفراز صاحب	اردو
⑪ سنت قرآن کریم کی روشنی میں	مولانا خلد حسن	اردو
⑫ حدیث قرآن کریم کی نظر میں	از راقم الحروف (مولانا یوسف بنوری)	اردو (۱)
⑬ احادیث النبی الکریم ﷺ	پروفیسر روتی	اردو
⑭ سنت کا تشریعی مقام	مولانا محمد ادریس میرٹھی	اردو
Studies in Early Hadith Literature-	ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی	انگریزی

(۱) ماہنامہ بینات شعبان ۱۳۵۲ھ

[illegible] کتابوں کا تعارف کرایا ہے جن سے انہوں نے استفادہ کیا ہے، لکھتے ہیں:

(الف) السنة النبوية والقرآن الكريم مولانا محمد حبيب الله مختار — عربی، اردو

(ب) وسائل لفظ الحديث وجهود الأمة في ذلك

از مولوی عبدالحق [illegible] — اردو

(ج) علم مصطلح الحديث وأسماء الرجال وتمراته

از مولوی عبدالحق دہلوی — عربی

(د) كتابة الحديث وأدوار تدوينه — از مولوی محمد تحقیق سنبھلی — اردو

(ہ) الكتب المدونة في الحديث وأصح فيها وأحصا نصها

از مولوی محمد [illegible] گاچوی — اردو

(و) الصحابة ومارووه من الأحاديث مولوی حبیب الرحمن — اردو

یہ چھ کتابیں تھیں جن کا ذکر مولانا نے اپنی تحریر میں کیا تھا۔ اس وقت ان کتابوں کے مصنفین یا ان کے [illegible] حیات تھے۔

ان کتابوں کا تعارف کرنے کے بعد مولانا نے اپنی کتاب تحقیق مصطلح سے متعلق مواد کو جمع کرنے [illegible] السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي" کے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ یہ کتاب ہے تو بہت مختصر لیکن اس میں کئی ہوئی تمام باتیں موصوف نے وقت کے بڑے بڑے محققین کی کتابوں سے اخذ کی ہیں۔ موصوف صاحب قلم تھے۔ موصوف نے اس کتاب کو [illegible] کے لئے تیار کیا تھا۔ چنانچہ پورے ملک سے یہ کتاب بہت پسند کی گئی۔ اس کتاب کی زبان اور طرز بیان مشکل اسلوب میں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں مولانا نے بڑے بڑے محققین کے اقوال پر گفتگو کی ہے۔ کئی جگہ کئی کئی صفحوں پر بحث کی گئی ہے۔ بعض جگہوں پر بہت عمدہ اور عجیب و غریب آرا ملتی ہیں۔ مستشرقین کی خرافات اور ان کے نظریات کے مؤثر اور فاضلانہ محاکمہ ہونے کی وجہ سے اس کتاب کا [illegible] اور محققین حدیث کے درمیان اس کتاب کی [illegible] اور اس کتاب کی اہمیت سے کوئی [illegible]

[illegible] نے اپنی [illegible] کے بعد اس کتاب کی [illegible] کی ہے۔ [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

عمل کو لے ڈوبنے سے بچائے اور شیاطین یورپ ان کی متاع ایمانی کو لوٹنے کی جو تدبیریں کر رہے ہیں انہیں خاک میں ملا دے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه صفوة البریة سیدنا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم

۱۲ جمادی الثانیہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۹۷۹ء

منصب نبوت کی اجمالی تشریح

یہ تحریر تقریباً ۳۰ برس پہلے لکھی گئی ہے اور اس وقت سے قبل ماہنامہ "بینات" میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔ یہ تحریر اصل ایک مستقل مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہے اس موضوع پر مفصل مطالعہ کی غرض سے۔

نبوت کی حقیقت

نبوت کی اصلی حقیقت تو وہی ہے جو حضرت قدوس وسبوح جل شانہ کے علم ازلی میں ہے جس نے تمام عالم کی خاص کر بنی نوع انسان کی باطنی اصلاح کے لئے اس ربانی عطیہ کی سنت عالم میں جاری کر دی تھی۔ یہ چیز اس کو جو اس عطیہ الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو کسی دلیل پر اس کی پوری حقیقت کا روشن ہونا حقیقت سے بعید ہے۔ اس لئے کہ انسان کے پاس حقائق اشیاء کے معلوم کرنے کے لئے عقل ہے اور نبوت ایک ایسی حقیقت ہے جو حس سے ورا اور ورا سے ورا عقل کی رسائی جہاں ختم ہوتی ہے وہیں سے نبوت کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ علمائے محققین (امام رازی وغیرہ) نے قرآن کریم کی روشنی میں اور امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے آثار و احوال کے مشاہدہ و علم کے بعد جو حقیقتیں پیش کی ہیں وہ یقیناً ایک حد تک اس حقیقت کبریٰ کی جلوہ نمائی کے لئے کافی ہیں اور ان کی محنتوں سے اس حقیقت کی تہہ میں جو عقلی دلائل کے حجاب ہیں وہ بھی اٹھا دیئے گئے ہیں۔ اور اس کو سمجھنے میں وہ سب علماء محققین کا ہم نوا ہیں۔ امام ابوالحسن اشعری، امام ابوالقاسم راغب اصفہانی، امام ابوبکر باقلانی، امام ابوحامد غزالی، امام ابوالمعالی امام الحرمین عبدالملک جوینی، امام فخر الدین رازی، سیف الدین آمدی، ان جلیل القدر ائمہ دین اور علمائے اسلام اور ان جیسے دوسرے محققین اسلام نے تیسری صدی ہجری سے لے کر آٹھویں صدی تک اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہے وہ نبوت کا ایک نادر تحفہ ہے۔ (۱)

محققین متقدمین اور متاخرین علماء اسلام میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی

(۱) اصل میں یہ مضمون تقریباً ۳۰ برس پہلے لکھا گیا تھا اس لئے اس میں مذکور کتابوں کے حوالے اسی زمانہ کے ہیں، زیادہ تر ان کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو اس موضوع میں مکمل اور جامع ہیں اس لئے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

[illegible] (1)

القدس" غزالی کی اور "کتاب" "روح" ابن القیم کی اور "کتاب الروح" جلال الدین سیوطی کی اور "کتاب الفتوح لمعرفة احوال الروح" بعض علماء مصر کی اور "اصناف القدس" شاہ ولی اللہ کی ہمارے سامنے موجود ہیں۔ کہنا یہ ہے کہ حقیقت نبوت کی تشریح کے لئے "حقیقت روح" بیان کرنا ضروری ہوگی۔ اس وقت ان تمام تحقیقی مطبوعات کی طرف جانا نہیں اور نہ فیصلہ کرنا ہے۔ صرف اپنے مسلک صالحین کے بعض کارناموں سے طلبہ کو واقف کرانا ہے۔ کوئی مشکل سے مشکل دقیق سے دقیق علمی موضوع اور خصوصاً جس کا تعلق دین اسلام سے ہو ایسا نہیں ہوگا جس پر ہمارے اکابر نے اپنی بیش بہا تحقیقات کا ذخیرہ جمع نہ کیا ہو۔ اس وقت مختصر طور پر آپ کو یہ بتلایا جائے کہ "نبی" (پیغمبر) کسے کہتے ہیں اور قرآن کریم میں "نبیاء" اور "نبوت" سے کیا مراد ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر آیات و روایات کی روشنی میں ایک مسلمان صحیح عقیدہ نہ رکھ سکے گا اور جب کسی کی نبوت ثابت ہو جائے تو مسلمان کے لئے ان کی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہوگا اور جب ایمان لایا گیا اس وقت "نبی" ایک اعلیٰ کے لئے ایک زیادہ مقدس و اعلیٰ صفت ثابت ہوگی۔ اس کے دوسرے کمالات اس سے الحاق ہو کر اس کی شخصیت کو مزید ممتاز بنا دیں گے۔ غرض کل نظام عبودیت میں اس کی سند اور حجت میں سے ہر فرد کے لئے دلیل راہ ہوگی۔ پھر وہاں کیوں؟ اور کیوں کر؟ کا سوال ختم ہو جاتا ہے۔ سوائے تسلیم و اطاعت و فرمانبرداری کے کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے۔ اس کی رضامندی خدائے تعالیٰ کی رضامندی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ خود حق تعالیٰ یوں ارشاد فرما چکے ہیں جیسا کہ آگے ان شاء اللہ تعالیٰ واضح ہو جائے گا۔ ہاں عبادات بہرحال اللہ تعالیٰ کی ہوں گی۔ رسول کی اطاعت سے اس کی عبادت و بندگی اور چیز ہے اور عبادت و تسبیح اور چیز ہے۔ دونوں میں خلط نہ کرنا چاہئے۔ مختصر صاف ملتا ہے کہ رسول کی رہنمائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کی جائے۔ اب وہ رہنمائی مختلف صورتوں میں ہو خواہ اللہ تعالیٰ کی طرف صاف صاف صورت پر نسبت کرتے ارشاد فرمایا جائے کہ یہی اپنی طرف سے بتلا رہا ہوں گے۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوگا۔ یعنی لفظوں میں اللہ تعالیٰ کی نسبت نہیں ہوگی لیکن ان کے اتباع ان کے حکم و ارشاد پر عمل کرنا یہ بھی رضائے الٰہی حاصل کرنے کے طریقے مختلف ہوں گے۔

نبی و رسول یا پیغمبر

لغت عرب میں "نبیاء" اس جماعت کو کہتے ہیں جس میں فائدہ دوسروں کا مدنظر ہو۔ اس لحاظ سے کہ ہم و الطمینان بھی حاصل ہو(۱) غور کرنے سے تین چیزیں اس میں شامل ہوں:

(۱) ملاحظہ ہو "لغات القرآن" ص ۹۹ ج ۴ از شیخ عبدالرحمٰن کیلانی "النبوات" میں ان عنوانات سے بیان کیا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے "النبوات" ص ۲۲۰ ج ۱

طرف اور نافرمان قوم کی تبلیغ پر مامور بھی کیا جائے تو وہ "رسول" بھی ہوگا۔ (۱)

اب ہم قرآن کریم کی روشنی میں "انبیاء و رسل" کے خواص و لوازم پیش کرتے ہیں لیکن معلوم رہے کہ "انبیاء و رسل" کے عام خصائص یعنی حقیقت نبوت و رسالت سب مشترک ہیں قرآن کریم نے جتنے کمالات اور اوصاف انبیاء و رسل سے بیان کر دیئے ہیں وہ سب حضرت خاتم الانبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود ہیں کیونکہ آپ سب انبیاء و رسل سے افضل ہیں۔ آپ سید الانبیاء ہیں، خاتم الانبیاء ہیں۔ یہ خصائص قطعیہ ہیں اور ان سے مراد وہ "اتحادی مفہوم" ہے اور اس عالم کی "حقیقت ثابتہ" ہے اور اسی دوسرے عبارت سے تعبیر کیا ہے اس نے شاہد عدل ہیں۔ قرآن کریم نے بہت سے انبیاء و رسل کے خصائص و صفات بیان کرنے کے بعد آپ کو حکم دیا اور فرمایا

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الانعام: ۹۰)

"یہ حضرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے آپ بھی انہی کے طریقہ پر چلیے۔"

اس سے یہ صاف معلوم ہوا کہ انبیاء کے جتنے بھی کمالات تھے آپ ان سے مالا مال تھے۔ اس لئے ہم جتنی آیات کریمہ مختلف انبیاء و رسل کے خصائص و اوصاف میں پیش کریں گے۔ مقصود ان سے صرف نبوت کے کمالات و خصائص ہوں گے جو اصل نبوت کی وجہ سے قدر مشترک سب میں موجود ہیں۔

منصب نبوت و رسالت

نبوت ایک عطیہ ربانی ہے اس کی حقیقت تک رسائی نہ ہم کر سکتے ہیں نہ کسی مخلوق کو اس کی حقیقت کا پتہ چل سکتا ہے جو نبوت عطا کرنے والا ہے یا پھر وہ ذات جس عطیہ سے سرفراز ہوئی۔ مخلوق میں اتنا چاہتی ہے کہ اس اعلیٰ و ارفع منصب کے لئے جس شخص کا انتخاب کیا گیا ہے وہ

① معصوم ہے یعنی جس کی ذات پاک و طہارت سے پاک صاف پیدا کیا گیا ہے اور شیطان کی دسترس سے باہر۔ عصمت کے یہی معنی ہیں کہ ان سے حق تعالیٰ کی نافرمانی کا صدور ناممکن ہے۔

② اللہ تعالیٰ سے اس کا رابطہ قائم رہتا ہے اور وحی الٰہی کے ذریعہ ان کو غیب کی خبریں پہنچتی ہیں کبھی جبریل امین کے واسطہ سے اور کبھی براہ راست جس کے مختلف طریقے ہیں۔

③ غیب کی وہ خبریں عظیم فائدہ والی ہوتی ہیں اور عقل سے بالاتر ہوتی ہیں یعنی انبیاء علیہم السلام پر جو وحی آتی ہے اس کی صداقت نہ عقل و فہم کے ذریعہ معلوم ہوسکتی ہے نہ ظاہری آلات و حواس کے ذریعہ ان کا علم ہوسکتا ہے۔

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "کتاب النبوات" ص: ۲۷۲ تا ۲۷۳۔

نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کا مقام و مرتبہ

نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے اوصاف

ہے اور ان کے جن جن خصائص و کمالات اور اخلاق و اوصاف کی نشاندہی فرمائی ہے یہ جگہ ان کی تفصیل کے لئے کافی نہیں، یہاں اس سمندر کے چند قطرے پیش کئے جاتے ہیں جو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے حبیب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمائے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَّ مُبَشِّراً وَّ نَذِيراً وَّ دَاعِياً إِلَى اللهِ بِإِذْنِهٖ وَ سِرَاجاً مُّنِيراً﴾ [الاحزاب: ۴۵، ۴۶]

اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَّمُبَشِّراً وَّنَذِيراً لِّتُؤْمِنُوْا بِاللهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ﴾ [الفتح: ۹]

ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔

﴿يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ [یٰس: ۱ تا ۴]

یٰس قسم ہے قرآن سراپا حکمت کی کہ بے شک آپ ضرور پیغمبروں میں سے ہیں، سیدھے رستہ پر ہیں۔

﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ [القلم: ۱ تا ۴]

ن قسم ہے قلم کی اور ان (فرشتوں) کے لکھنے کی کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں اور بے شک آپ کے لئے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں اور بے شک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ﴾ [المائدۃ: ۱۵]

تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آ گئی ہے اور کتاب واضح (یعنی قرآن مجید)۔

﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [الاعراف: ۱۵۷]

سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ [الانشراح: ۴]

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا۔

﴿قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ﴾ [آل عمران: ۳۱]

آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

﴿وان تطیعوہ تھتدوا﴾ [النور: ۵۴]

اور تم اس کی اطاعت کرو تو راہ پر آجاؤ گے۔

﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرا﴾ [الاحزاب: ۲۱]

تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔

﴿وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما﴾ [النساء: ۶۵]

پھر تمہارے رب کی قسم یہ لوگ ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک اپنے آپس کے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلے آپ کر دیں ان پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں بلکہ خوشی سے مان لیں۔

﴿لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین﴾ [آل عمران: ۱۶۴]

یہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان جتایا ہے کہ ان میں انہی کی جنس سے ایک عظیم رسول بھیجا ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتے ہیں اور یہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

﴿وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما﴾ [النساء: ۱۱۳]

اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب و حکمت نازل فرمائی ہے اور آپ کو وہ کچھ سکھایا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

قرآن کریم کی ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کا تزکیہ فرمایا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ ایمان دار ہیں

کا ذکر ہے ان پر ایمان لانے سے ان کی توقیر کرنے اور ان کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی نبوت کی شہادت دی ہے اور آپ کی نبوت کے ساتھ ساتھ ان کی نبوت کا بھی اعلان کیا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی توقیر کرنے اور جو آسمانی وحی کا نور ان کے ساتھ ہے اس کا بھی اتباع کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس طرح آپ نے اللہ تعالیٰ کی گواہی کی شہادت کو ختم کیا ہے۔

اللہ کی اس شہادت سے ہدایت ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے اپنے بندوں کو دی ہے۔ اس کی روشنی میں وہ اپنے عقائد و نظریات کو پرکھتے ہیں۔ جو لوگ اپنے خاندان کی روایات کو بھی ان کے فیصلوں کو پرکھنے کی کسوٹی قرار دیتے ہیں وہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی شہادت ہی وہ کسوٹی ہے جس میں آسمانی وحی کو پرکھا جاتا ہے۔ آسمانی وحی کی تمام کتابوں کو پرکھنے کی یہی کسوٹی ہے۔ اس کسوٹی کو چھوڑ کر جس نے بھی کسی آسمانی کتاب کو پرکھنے کی کوشش کی اس نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی تکمیل کا اعلان فرمایا کہ اس کتاب سے پہلے جو آسمانی کتابیں نازل ہوئی تھیں ان کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے نہیں لی تھی۔ اس لئے ان کتابوں میں تحریف ہو سکتی تھی۔ چنانچہ آیات بینات کا یہ حصہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی اس آسمانی شہادت سے بعض آسمانی وحی مبدل ہو گئی ہے اور اس کا اصل حصہ محفوظ نہیں رہا۔ اس آسمانی وحی کی روشنی میں تمام کتابوں کا اعلان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کتابوں کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اس لئے اس کتاب کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا ہے۔ اس کتاب کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا انتظام کیا ہے اس کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے۔ یہاں ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس کتاب میں ان کی رفعت کا بلند ترین مقام بیان ہوا ہے اور نماز میں ان پر درود و سلام کا خصوصی انداز میں تذکرہ ہے۔ گویا ہر نماز حق تعالیٰ شانہ کی خصوصی عبادت ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ خصوصی مناجات ہے۔ اس لئے قرآن اور درود و سلام سے خالی نہیں ہونی چاہئے۔ نماز کا اختتام ہوتا ہے اس لئے قرآن اور آسمانی کتابوں کا بھی ذکر ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی

ہم جس موضوع سے بحث کر رہے ہیں اس میں جن نفوس قدسیہ کو حق تعالیٰ نے اصلاح خلق اور ہدایت عالم کے لئے منتخب فرمایا ہے ان سب کے سرتاج سید الانبیاء والمرسلین امام المتقین خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس ہے۔ آپ میں کوئی خوبی اور کوئی وصف ایسا نہیں ہے جو دوسرے انبیاء اور کتابوں نے بیان نہ کیا ہو۔ آپ کی ذات اقدس کو ہدایت کے لئے جو کچھ عطا فرمایا گیا ہے وہ قدوہ بن گئے ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آپ کی ذات اقدس نے ہدایت حاصل کرنے کے لئے جن کی بیعت فرمائی ہے وہ کیا بلند مرتبہ ہے۔ ان کی فضیلت سے اپنے فرقہ کا انتخاب بڑا ہے۔ نا عاقبت اندیش لوگوں نے کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے۔ یہ خط کی روشنی میں ہدایت و ضلالت حق تعالیٰ کی آسمانی وحی کی روشنی میں ہمارا عقائد کی تحریر ہوئی ہیں ان حقائق کی روشنی میں قرآن (صفحہ ۱۵ کا حاشیہ)

اپریل ۷۶ء میں بعنوان "اسلام کس چیز کا علمبردار ہے" مودودی صاحب کا مقالہ ملاحظہ کیجئے صفحہ ۳۰ پر موصوف یوں رقمطراز ہیں "وہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) فوق البشر ہے نہ بشری کمزوریوں سے بالاتر ہے۔"

کس جاہل نے کہا ہے کہ وہ فوق البشر ہے ہاں تمام اولین و آخرین اور حق تعالیٰ جو خالق الانبیاء والمرسلین ہیں ان کا فیصلہ ہے کہ وہ اتقی البشر ہیں سید البشر ہیں تمام رسل و انسانی میں سب سے بڑھ کر متقی اور کامل ترین فرد البشر ہیں سے ہیں آفتاب عالمتاب اور بدر منیر نے انوار لوان کے نور سے یا نسبت؟ آسمان ہو یا زمین، چاند ہو یا سورج حتیٰ کہ عرش رحمٰن بھی آپ کی معراج سے قوت ہے تو تمام مخلوقات خداوندی میں فضیلت و کمال و تاج آپ ہی کے سر باندھا گیا ہے "فوق البشر ہے" یہ جملہ بھی جو فرماتے ہیں کہ "فوق البشر کہنا بھی ناقابل برداشت ہے لیکن "نہ بشری کمزوریوں سے بالاتر ہے" کے فقرے سے جو پہلو میں چھپا کر لائے ہیں وہ بھی بشری کمزوریوں میں ملوث ہے دوسری بشریت کے لئے کیسے موزوں ہو سکتا ہے اور وہ کس عرف میں اور عام تعبیرات کے پیش نظر بشری کمزوریوں کا اطلاق ان صفات بشریہ پر ہوتا ہے جو صفات ذمیمہ اور قبیحہ ہیں لوازم بشریت مراد ہوتی نہیں سکتے لوازم بشریت کھانا پینا سونا جاگنا خوشی غمی صحت و مرض وفات وغیرہ وہ بالشبہ یہ لوازم بشریت ہیں خواص بشریت ہیں اور صفات بشریہ ہیں عرف میں وہ کوئی بشری کمزوریوں سے تعبیر نہیں کرتا لوازم بشریہ سے تو مالک العباد اور حق تبارک و تعالیٰ منزہ ہیں کہنا یہ ہے کہ یہ جملہ خطرناک حقیقت کی غمازی کر رہا ہے، سلام کی پوری بنیاد منہدم ہو جاتی ہے حق تعالیٰ قرآن کو یہ شرف قبولیت عطا فرماتا ہے کہ کلمہ اسلام میں کلمہ شہادت میں اذان و اقامت میں حق تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ کا نام آتے نماز میں درود سلام بھیجنے کا حکم ہوا اور اس انداز سے ہوا کہ خود حق تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی درود بھیجو یہ کہ وقدس نے آپ کا اونچا منصب دکھایا ہو اور مودودی صاحب کی نگاہ میں وہ بشری کمزوریوں سے بالاتر نہیں جو شخصیت بشری کمزوریوں میں مبتلا ہو کیا وہ اس منصب جلیل کی مستحق ہو سکتی ہے؟ بظاہر تو یہ ایک جملہ ہے لیکن اس ایک جملہ سے ان کے تمام خیالات اور منصب نبوت پر پانی پھر جاتا ہے اور یہ ناقد کے لئے تنقید کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے، بشری کمزوری میں جھوٹ بولنا خود غرضی بنایا جالیت کے آثار کا نمایاں ہونا مصلحت اندیشی کا کارفرما ہونا، بنی عبد مناف اور بنی ہاشم کو بنی امیہ پر ترجیح دینا آپ وہی ہیں جو ان کو وہ مقام عطا کرتا جس سے انصار محروم تھے وغیرہ وغیرہ کون سی کمزوری ہے جو اس دائرہ میں نہیں آ سکتی؟ یہ چھپا ہوا ہے مودودی صاحب ان کمزوریوں کی نشاندہی خود فرما رہے ہیں کہ وہ کون کی کمزوریاں ہیں جو آپ کی ذات گرامی میں موجود تھیں اس قسم کے ظنیات یا قطعی حقیقتوں اس شخص کا شیوہ ہے جو اہل اللہ کا صحبت یافتہ ہو، مدتوں علم دین میں سر کھپا کر حاصل ہو، صحبت و کتب میں منہمک ہو، انجاب بالراتی کی وجہ سے عظیم میں ملوث ہو، جس ذات گرامی پر ایمان لانے کا حکم ہو حق تعالیٰ پر ایمان کے بعد جس پر ایمان کا درجہ ہدایت امت کے لئے سراج منیر بنایا گیا ہو، جو دعوت الی اللہ پر مامور ہو جس کی شخصیت کو امت کے

لئے اسود بنایا ہوا جس کی صفات و کمالات اور خصائص و فضائل مقصد کا اعلان کیا گیا ہو اور دوسری کتاب میں ان کی شخصیت اتنی شدید مجروح ہو کہ بشری کمزوریوں سے بالاتر نہیں۔ اب تک تو ہم یہی سمجھتے تھے کہ مودودی صاحب سلف صالحین کو مجروح کرتے چلے آئے ہیں، صحابہ کرامؓ کی شخصیت و مجروح کرتے چلے گئے ہیں اور انبیاء کرامؑ کی شخصیت پر بھی کچھ نہ کچھ اشارات درج کئے موجود تھے۔

یونس علیہ السلام سے فریضہ نبوت پر تعجیر ہوئی جیسے کہ تفہیم القرآن میں ہے مگر یہ وہ پہلی کتاب ہے جس میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ امیر المومنین کی ذات گرامی پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ بھی پہلی کتاب ہے جو مجروح ہوئی ہے۔ کتاب کا مقدمہ ہے کہ مودودی صاحب نے ہر چیز کا کراف (قرآنی حوالہ دے کر) بیان کیا اور شاید مقالات اور اس کی تعبیرات کو پڑھنے والے کو یہ نا گوار نہ گزرے کہ یہ جملہ بھی بقیہ قرآنی حوالوں سے معمور ہوگا لیکن بغیر ہوئے قرآنی تعبیرات کے درمیان سطر نمبر ۲، شمارہ نمبر ۱۳ صفحہ ۳ پر یہ دل کی بات قلم سے نکل گئی (قرآن کریم میں جہاں یہ لفظ ہوتا آپ معلوم کر لیں گے کہ ہر جگہ ہی "یوحیٰ الیٰ" کو مسلک بنایا گیا ہے) اور ہم نے اس کو اپنے مقالہ میں شامل کر لیا تاکہ مودودی صاحب کے دل کی بات سے پردہ اٹھ جائے۔

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ﴾ [الکہف ۱۱۰]

سورہ اسراء میں ہے:

﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾ [بنی اسرائیل ۹۳]

بشر کے ساتھ رسول کی صفت لگائی گئی ہے جس میں بشریت کا ذکر کیا ہے یا صفات بشریت کا ذکر ہے وہ تمام مشرکین کا کفار کے قول کی نقل ہے:

﴿قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾ [ابراھیم: ۱۰]

﴿هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ [الانبیاء: ۳]

﴿مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ [المومنون: ۲۴]

﴿مَا أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾ [یس: ۱۵]

﴿مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا﴾ [ھود: ۲۷]

کفار نے بلاشبہ طعنے کے طور پر کہا کہ یہ ہم جیسے بشر ہیں لیکن ان کو بھی اس کی جرأت نہیں ہوئی کہ یہ ہرگز بھی عالم کر سکیں کہ بشری کمزوریوں سے بالاتر ہیں اس لئے وہ جانتے تھے کہ انبیاء کرام کی پاکیزگی اخلاق، کرامت و شرافت اتنی بلند اور اونچی ہے کہ انسان کی مجال نہیں زیادہ سے زیادہ یہ جملہ دل کے ساتھ چپکا ہے، بازاروں میں جاتا ہے اگر یہ فرشتہ نہیں تو ان چیزوں سے بالاتر ہونا چاہیے محسوس ہو رہا ہے کہ موصوف کے دل میں اس سے بھی زیادہ کچھ ہے لیکن خوف مانع ہے اپنے دل کی بات کا اظہار نہ کرنے ﴿وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ

(۲) شیطان

قول بھی ہیں وہی تضاد ہے۔ مقام افسوس ہے کہ مودودی صاحب کو اتنی واضح اور صاف بات بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ بہر حال جہاں مودودی صاحب کے ثبوت سے قائل شدید اختلاف مباحث ہیں یہ تحریرات ہیں اور ان کی تصنیفات میں بکھری پڑی ہیں یہ جملہ اور مضمون بھی قیامت میں گونجے گا جب اللہ نے کیا ہے مودودی صاحب اپنی تفسیر سورۂ آل عمران میں حضرات صحابہؓ کے بارے میں رقم طراز ہیں "سود خوری جس سوسائٹی میں موجود ہوتی ہے اس کے اندر سود خوری کی وجہ سے دو قسم کے اخلاقی امراض پیدا ہوتے ہیں سود لینے والے میں حرص جمع مال خود غرضی اور سود دینے والوں میں ذلت، خست اور بغض حسد۔ صدقہ کی شکایت میں ان دونوں قسم کی بیماریوں کا علاج بتایا گیا ہے" اسی سورۂ آل عمران کے آخر میں ان صحابہؓ کے بارے میں حق تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

﴿فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ﴾ [النساء:۱۹۵]

"سو جن لوگوں نے ترک وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے میری راہ میں اور جہاد کیا اور شہید ہو گئے ضرور میں ان لوگوں کی تمام خطائیں معاف کر دوں گا اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ یہ ثواب ملے گا اللہ کے پاس سے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔"

حق تعالیٰ نے تو ان کو یہ داد دی ہے اور مودودی صاحب کی نگاہ میں وہ حریص طماع بخیل خود غرض ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے بغض و حسد رکھنے والے اور ان بیماریوں میں مبتلا تھے ان میں جہل و جنون بھی ایسا ہو گیا جو کفر سے بعد فرد و بشر میں ہو سورۂ حشر نازل ہوئی اس میں حق تعالیٰ شانہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [الحشر:۱۹]

"ان فقراء مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے جدا کر دیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں اور ان لوگوں کا حق ہے جو دار الاسلام میں ان (مہاجرین کے آنے) سے قبل قرار پکڑے ہوئے ہیں اور جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ لوگ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور واقعی جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ترٰھم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود۔ [الفتح: ۲۹]

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ شان تھی کہ وہ آپس میں رحیم و شفیق تھے اور کفار کے مقابلہ میں سخت تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلبگار تھے۔ ان کی یہ شان قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ شان تھی کہ وہ آپس میں رحیم و شفیق تھے اور کفار کے مقابلہ میں سخت تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلبگار تھے۔ ان کی یہ شان قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔

پہلے ایڈیشن میں حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرائض نبوت میں تقصیر کا مرتکب بتایا تھا لیکن اگلے ایڈیشن کے بعد دوسرے ایڈیشن پر اس عبارت کو حذف کر دیا گیا کیونکہ یہ بات ہے کہ "اور یہ حق ہے" اور قرآنی شہادت میں مودودی صاحب نے فرق کیا کہ تم ایسے معصوم نہیں ہیں کہ غلطی نہ ہو سکتی ہو، تو فرماتے ہیں کہ شریعت کے اظہار کے لئے کوئی وقت ایسا ضرور ہے تو کیا مودودی صاحب معصوم ہیں کہ ان کی عصمت انبیاء کرام سے بھی زیادہ ہے، بہر حال جب عذر کرنے جواب دیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی بالکل لچر اور بے معنی ہے، اور ہمارے ہاں کوئی بات نہ رہے کہ لوازم شریعت کو بشری کمزوریوں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، مودودی صاحب بشری کمزوریوں سے عیوب و نقائص ہی مراد لیتے ہیں، اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ دورِ آل عمران کی تفسیر میں انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ الزام لگایا ہے کہ ان میں دنیا طلبی کی وجہ سے دو قسم کی بیماریاں تھیں، حرص طمع بخل اور خود غرضی اور حسد نفرت بغض اور خود واحدی کی نسبت میں دونوں داخل ہے اس کے ثبوت میں قرآن کے لفظ "ببعض ما کسبوا" کا ترجمہ بعض کمزوریوں سے کیا ہے جس پر نہایت عالمانہ محققانہ انداز سے حضرت مولانا محمد انعام الحق سندیلوی تنقید فرما چکے ہیں (ملاحظہ ہو "بینات" بابت ماہ جون ۷۰ء) مودودی صاحب کی اس تفسیر و تشریح سے واضح ہے کہ کمزوریوں سے مراد وہ بیماریاں لیتے ہیں جو عیب اور بدترین ذنوب میں داخل ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح توبہ کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

[جمادی الاخری ۱۳۹۲ھ - جولائی ۷۲ء]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عصمت انبیاء و حرمت صحابہ

یہ حقیقت مسلم اور ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ نبوت و رسالت وہ اعلیٰ ترین منصب ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے مخصوص بندوں کو عطا کیا جاتا ہے، تمام کائنات میں انسان اشرف المخلوقات ہے اور نبوت انسانیت کی آخری معراج کمال، انسانیت کے بقیہ تمام مراتب و مکمالات اس سے پست اور فروتر ہیں، انسانی فکر کی کوئی بلندی نبوت کی حدوں کو نہیں چھو سکتی، انسانیت کا کوئی شرف و کمال اس کی گرد راہ کو نہیں پہنچ سکتا، ان سب سے اوپر بس ایک ہی مرتبہ ہے، وہ ہے حق تعالیٰ کی ربوبیت و الوہیت کا مرجع منصب نبوت مخلوق انسانی سے بالاتر ہے، اس کی یہی حقیقت صرف وہی پہچانتا ہے جس نے یہ منصب عطا فرمایا یا پھر ان مقدس ہستیوں کو معلوم ہوتی ہے جن کو اس منصب رفیع سے سرفراز کیا، ان کے علاوہ تمام دنیا کے علوم و فہم نبوت کی رسائی سے عاجز اور عقل اس کی ٹھیک تحلیل حقیقت اور ادراک سے قاصر ہے جس طرح ایک نابینا علم کی حقیقت سے بے خبر ہے، اسی

طرح نبی کی نبوت کی حقیقت سے ناواقف ہو جائے تو یہ حقیقت مخفی ہوگی کہ ... ذات نبوت کا منصب
... اور اس کا لازمی نتیجہ عصمت بھی نہیں ہوگا۔ اس لئے کسی کی صحیح حقیقت تب ہی سامنے آئے گی جب اس کے
لئے وہ تمام اسباب مہیا ہوں جو اس حقیقت کے ظہور کے لئے ضروری و لازمی ہیں۔

اسی لئے حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی (نور اللہ مرقدہ) فرمایا کرتے تھے کہ

نبوت تو نبی کی ان حقیقتوں سے وابستہ ہے جن کا ہم کو علم نہیں۔

یعنی ہم نے اپنے ... سے جو کچھ سمجھا ہے اس کی بنا پر ہم جانتے ہیں کہ عصمت اس کی صحیح ہے اور عقلی معلومات میں
سے حاصل ہیں، وہ سب کی سب عقلی معلومات ہیں (اسے منطقی اصطلاح میں علم حاصل کہتے ہیں) اور یہ استدلالی حقیقت وہ صحیح
اور اٹل صرف مجتہد ہو سکتا ہے جس نے یہ علم حاصل کیا ہو اس طرح نبوت کا علم بھی ہم انسانوں کو عقلی آثار و لوازم کے
اعتبار سے ہی ہو سکتا ہے یعنی اس صورت میں کہ ہم نبی کے بارے میں یہ سمجھ لیں کہ وہ نبی ہے۔

نبوت سے متعلق تمام عقلی دلائل اور روایات اسی بنا پر وہ معصوم نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنے نظام
وباطن، قلب و قالب، روح و جسد کے اعتبار سے عالم انسانوں سے ممتاز کرتا ہے تو وہ ایسا پاک، طیب اور سعید
الفطرت پیدا ہوتا ہے کہ اس کی تمام خلقی و خلقی صفات و خصوصیات اسی کے تابع ہوتی ہیں۔ اسے معصوم اس کے
قریب تر ہوتی ہے جس کی قدرت و حکمت اس کی تکوینی تابع ہے اس کی ہر حرکت و سکون پر حفاظت
خداوندی کا پہرہ بٹھا دیا جاتا ہے اور وہ نفس و شیطان کے تسلط و تاثیر سے باہر ہو جاتا ہے۔ اس خصوصیت سے اللہ
معصیت اور نافرمانی کا صدور ممتنع ہو جاتا ہے۔ منطقی اصطلاح میں یہاں امتناع سے ... کا کام عصمت ہے (اور اسی لئے
معصوم کہا جاتا ہے) عصمت نبوت کے اس طرح پر تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کیونکہ کسی نبی سے ایک
بار بھی اس طرح کی بات کا صدور ممکن مانا جائے تو عصمت نبوت اور نبی سے اعتماد اس سے بھی اٹھ
سکتا ہے۔ معاذ اللہ۔

حضرات علماء نے تحقیق فرمائی ہے کہ کیا ہے معصوم اور کیا ہے محفوظ؟ معصوم وہ ہے جس سے گناہ
معصیت کا صدور محال ہو اور محفوظ وہ ہے جس سے صدور معصیت محال تو نہ ہو لیکن اول معصیت سے اللہ یا آسمان
اور زمین کے فرشتوں میں یوں تعبیر کریں گے کہ معصوم وہ ہے جو کبھی گناہ نہیں کرتا اور محفوظ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
گناہ سے بچا لیا ہے۔ اس لئے ہم جانتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور اولیاء کرام رحمہم اللہ محفوظ ہیں۔

(۱) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معصوم سے قدرت سب کی سب پوری کے پوری معصیت کا صدور ہی ہے اور اس کی
طرف اشارہ ہو یا نہ ہو، ہر نبی کی نبوت کی پوری حقیقت اسی پر مبنی ہوتی ہے اور وہ معصیت کا صدور نہیں ہوتا
جو کسی نبی کی نبوت کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اسی لئے حضرات انبیاء علیہم السلام سے ہی کبھی صغیرہ
گناہوں کے ہونے کا بھی کبھی ذکر نہیں ہوا۔ (مدیر)

الغرض نبوت ورسالت کے عظیم ترین منصب کے لئے حق تعالیٰ اسی شخصیت کو بحیثیت نبی ورسول کے منتخب کرتا ہے جو حسب ونسب، اخلاق واعمال، عقل وبصیرت، عزم وہمت اور تمام کمالات میں اپنے دور کی فائق ترین شخصیت ہو، نبی تمام جسمانی وروحانی کمالات میں یکتائے زمانہ ہوتا ہے اور کسی غیر نبی کو کسی معتد بہ کمال میں اس پر فوقیت نہیں ہوتی، قرآنی وشرعی الفاظ میں اس شخصیت کا انتخاب اجتباء اور اختیار خود حق تعالیٰ فرماتا ہے، کون نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ کا علم کائنات کے ذرہ ذرہ کو محیط ہے، اس کے لئے ظاہر وباطن اور سر وجہر سب عیاں ہے، ماضی ومستقبل اور حال کے تمام حالات ایک وقت اس کے علم میں ہیں، اس میں نہ غلطی کا امکان ہے نہ جہل کا تصور، قرآن کریم کی بے شمار آیات میں یہ حقیقت بار بار بیان کی گئی ہے:

﴿إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ [النساء: ۳۲]

اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

﴿وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ﴾ [یونس: ۶۱]

اور غائب نہیں تیرے رب سے کوئی ذرہ بھر چیز بھی، نہ زمین میں نہ آسمان میں۔

﴿يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ﴾ [الانعام: ۳]

وہ جانتا ہے تمہارے پوشیدہ کو اور ظاہر کو۔

ظاہر ہے کہ جب حق تعالیٰ کا علم محیط نبوت ورسالت کے لئے کسی شخصیت کو منتخب کرے گا تو اس میں کسی نقص کے احتمال کی گنجائش نہیں رہ جاتی، اس منصب کے لئے جس مقدس ہستی پر حق تعالیٰ کی نظر انتخاب پڑے گی اور جسے تمام انسانوں سے چھانٹ کر اس عہدہ کے لئے چنا جائے گا، وہ اپنے دور کی کامل ترین، جامع ترین، اعلیٰ ترین اور موزوں ترین شخصیت ہوگی، البتہ خود انبیاء ورسل کے درمیان کمالات ودرجات میں تفاوت ومراتب اور بات ہے۔

نیز یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ نبوت ورسالت محض عطیہ الٰہی ہے، کسب واکتساب سے اس کا تعلق نہیں کہ محنت ومجاہدہ اور ریاضت ومشقت سے حاصل ہو جائے، دنیا کا ہر کمال محنت وجہد سے حاصل ہوسکتا ہے لیکن نبوت ورسالت حق تعالیٰ کا اجتبائی عطیہ ہے، وہ جس کو چاہتا ہے اس منصب کے لئے چن لیتا ہے، قرآن کریم کی متعدد آیات میں یہ تصریحات موجود ہیں:

﴿اللهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ﴾ [الحج: ۷۵]

اللہ چن لیتا ہے فرشتوں سے پیغامبر اور انسانوں سے۔

﴿اللهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ [الانعام: ۱۲۴]

اللہ کو خوب علم ہے جہاں رکھتا ہے وہ اپنے پیغامات۔

ان تمام تفاصیل کو دیکھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم رسول کریم ﷺ کی نبوت کی ایسی دلیل ہے جو کبھی باطل نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد ہم آپ کی نبوت کی دوسری دلیل کی طرف آتے ہیں جو آپ کی ذات سے تعلق رکھتی ہے۔ اس دلیل کو سمجھنے کے لئے ہمیں آپ کی زندگی کے ان حالات کا مطالعہ کرنا ہوگا جو آپ کی نبوت سے پہلے گزرے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی زندگی کے ابتدائی حالات میں کوئی ایسی بات نہیں ملتی جو آپ کی نبوت کی دلیل بن سکے۔ آپ کی زندگی کے ابتدائی حالات بھی ایسے ہی ہیں جیسے دوسرے لوگوں کی زندگی کے ابتدائی حالات ہوتے ہیں۔ آپ کی زندگی کے ابتدائی حالات میں کوئی ایسی بات نہیں ملتی جو آپ کی نبوت کی دلیل بن سکے۔ آپ کی زندگی کے ابتدائی حالات بھی ایسے ہی ہیں جیسے دوسرے لوگوں کی زندگی کے ابتدائی حالات ہوتے ہیں۔

چوں کہ پیدائش کے وقت کا حال

اسی طرح پیدائش کے وقت کا حال بھی ہے۔ آپ کی پیدائش کے وقت بھی ایسی کوئی بات نہیں ملتی جو آپ کی نبوت کی دلیل بن سکے۔ آپ کی پیدائش کے وقت بھی ایسے ہی حالات تھے جیسے دوسرے لوگوں کی پیدائش کے وقت ہوتے ہیں۔ آپ کی پیدائش کے وقت بھی ایسے ہی حالات تھے جیسے دوسرے لوگوں کی پیدائش کے وقت ہوتے ہیں۔

نبوت سے پہلے کی زندگی

نبوت سے پہلے کی زندگی بھی ایسی ہی ہے جیسی دوسرے لوگوں کی زندگی ہوتی ہے۔ آپ کی زندگی کے ابتدائی حالات بھی ایسے ہی ہیں جیسے دوسرے لوگوں کی زندگی کے ابتدائی حالات ہوتے ہیں۔ آپ کی زندگی کے ابتدائی حالات بھی ایسے ہی ہیں جیسے دوسرے لوگوں کی زندگی کے ابتدائی حالات ہوتے ہیں۔

ہیں، وہ انسانوں سے پیدا ہوتے ہیں اور ان سے انسانی نسل چلتی ہے، علاوہ ازیں وہ بار بار اپنی بشریت کا اعلان فرماتے ہیں، کیا ان تمام چیزوں کے بعد بھی اس بات کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ جب تک ان سے عصمت نہیں اٹھالی جاتی اور وہ ایک کذاب نہیں ہو جاتے جب تک ان کی بشریت مشتبہ ہے گی اور ہمیں ان کی بشریت کا یقین نہیں آئے گا؟

یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بھول چوک اور خطا و نسیان تو نتیجہ بشریت ہے مگر کذب عصمت منافی عصمت ہے بشریت نہیں بلکہ خاصہ شیطانیت ہے، انسان سے کذب ہوتا ہے تو محض تقاضائے بشریت کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ شیطان کے تسلط و اغوا سے ہوتا ہے، اس لئے کذابوں کے دعوائے انبیاء علیہم السلام کی بشریت ثابت نہیں ہوتی بلکہ وہ ہی کچھ ثابت ہوگا اور جو لوگ بھول چوک اور "معصیت" کے درمیان فرق نہیں کر سکتے انہیں آخر کس نے کہا ہے کہ وہ ان تارک بھی ہدایت میں اپنے "ضلوا فاضلوا" (خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا) کا مصداق بنیں۔

بہرحال یہ عصمت اور کمال ذات نبوت تو ہمیں کے لئے لازم و ضروری ہیں اب غور فرمائیے کہ جس مقدس ترین شخصیت کو تمام انبیاء و رسل کی سیادت و امامت کے مقام پر کھڑا کیا گیا ہو، جسے ختم نبوت و رسالت کی تاج پہنایا گیا ہو، اور جسے ع "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے اعلیٰ ترین منصب سے سرفراز کیا گیا ہو (یا اللہ وامھاتنا فداک) کائنات کی اس بلند ترین ہستی کے شرف، کمال، عبادت و زہادت، حرمت و عظمت، عزت و عصمت اور رسالت و نبوت کا تصور کون علماء کر سکتا ہے؟ اور اس فوق الادراک ہستی کے بارے میں بھی کوئی ایسا کلمہ زبان سے کہہ دینا جو کسی وقت غیر معصومیت پر بھی آ سکتی ہے تو کیا اس سے عظیم ترین جرم کی بنیاد معلوم ہو سکتی ہے؟

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خاتم النبیین ہوئے اور منصب رسالت و نبوت کی سیادت کبریٰ سے مشرف ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت و آخری شریعت اور قیامت تک آنے والی تمام قوموں اور نسلوں کے لئے آخری قانون بنایا گیا تو اس کے لئے دو چیزوں کی ضرورت تھی، ایک یہ کہ آسمانی قانون قیامت تک ہوں کا توں محفوظ رہے، ہر قسم کی تحریف و تبدیل سے اس کی حفاظت کی جائے، الفاظ کی بھی اور معانی کی بھی، کیونکہ اگر الفاظ کی حفاظت ہو اور معانی کی حفاظت نہ ہو تو یہ حفاظت بے کار ہے، دوم یہ کہ جس طرح علمی حفاظت ہو اسی طرح عملی حفاظت بھی ہو، اسلام محض چند اصول و نظریات اور علوم و افکار کا مجموعہ نہیں بلکہ وہ اپنے ہو میں ایک نظام عمل لے کر چلتا ہے، وہ جس زندگی کے تصور میں اصول و قوانین پیش کرتا ہے وہاں ایک ایک جزئیہ کی عملی تشکیل بھی کرتا ہے، اس لئے یہ ضروری تھا کہ شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام) کی علمی و عملی دونوں حیثیتوں سے حفاظت کی جائے اور قیامت تک ایک ایسی جماعت کا سلسلہ قائم رہے جو شریعت مطہرہ کے علم و عمل کی حامل و امین ہو، حق تعالیٰ نے دین محمدی کی دونوں طرح حفاظت فرمائی بھی ہے اور عملی بھی۔

جماعت کے ارکان میں سے پانچ [۵] افراد کو آئین ساز اسمبلی کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔ ان افراد نے
اپنے اپنے علاقے میں اپنی علمی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔ ان کی علمی صلاحیتوں کا اندازہ اس بات
سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے علاقے میں اپنی علمی صلاحیتوں کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں
اپنی جگہ بنائی ہے۔ ان کی علمی صلاحیتوں کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے
اپنے علاقے میں اپنی علمی صلاحیتوں کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنائی ہے۔ ان کی علمی
صلاحیتوں کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے علاقے میں اپنی علمی
صلاحیتوں کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنائی ہے۔ ان کی علمی صلاحیتوں کا اندازہ اس
بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے علاقے میں اپنی علمی صلاحیتوں کے ذریعے لوگوں کے
دلوں میں اپنی جگہ بنائی ہے۔ ان کی علمی صلاحیتوں کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ
انہوں نے اپنے علاقے میں اپنی علمی صلاحیتوں کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنائی ہے۔
ان کی علمی صلاحیتوں کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے علاقے میں
اپنی علمی صلاحیتوں کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنائی ہے۔ ان کی علمی صلاحیتوں کا
اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے علاقے میں اپنی علمی صلاحیتوں کے
ذریعے لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنائی ہے۔ ان کی علمی صلاحیتوں کا اندازہ اس بات سے بھی
لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے علاقے میں اپنی علمی صلاحیتوں کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں
اپنی جگہ بنائی ہے۔ ان کی علمی صلاحیتوں کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں
نے اپنے علاقے میں اپنی علمی صلاحیتوں کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنائی ہے۔ ان کی
علمی صلاحیتوں کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے علاقے میں اپنی

فضل اور اس کی رضامندی ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدے کا نشان ہے۔

گویا یہاں محمد رسول اللہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) یہ دعویٰ ہے اور اس کے ثبوت میں حضرات صحابہ کرام کی سیرت اکبر اور پیش کیا گیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت میں شک و شبہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی پاکیزہ زندگی کا ایک طرمطا مطالعہ کرنے کے بعد خود اپنے ضمیر سے یہ فیصلہ لینا چاہئے کہ جس کے رفقاء اتنے بلند سیرت اور پاکباز ہوں وہ خود صدق و راستی کے کتنے اونچے مقام پر فائز ہوں گے:

"کیا قرینہ جس نے مدعوں کو مسیحا کر دیا"

ب: حضرات صحابہ کے ایمان کو "معیار حق" قرار دیتے ہوئے نہ صرف دعویٰ کو اس کا نمونہ پیش کرنے کی دعوت دی گئی بلکہ ان حضرات کے بارے میں لب کشائی کرنے والوں پر نفاق و خباثت کی دانستہ تہمت کردی گئی:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ﴾ [البقرة:۱۳]

اور جب ان (منافقوں) سے کہا جائے "تم بھی ایسا ہی ایمان لاؤ جیسا دوسرے لوگ (صحابہ کرام) ایمان لائے ہیں" تو جواب میں کہتے ہیں "کیا ہم ان بے وقوفوں جیسا ایمان لائیں؟" سن رکھو یہی بے وقوف ہیں مگر نہیں جانتے۔

ج: حضرات صحابہ کرام کو بار بار "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" (اللہ ان سے راضی ہوا، وہ اللہ سے راضی ہوئے) کی بشارت دی گئی اور امت کے سامنے یہ اس شدت و کثرت سے دہرایا گیا کہ صحابہ کرام کا یہ لقب امت کا شعار بن گیا کسی نبی کا نام لیا جائے "علیہ السلام" کہے بغیر نہیں لے سکتے اور کسی صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام بغیر "رضی اللہ عنہ" کہے بغیر مسلمان کی زبان پر جاری نہیں ہو سکتا، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ظاہر کو دیکھ کر راضی نہیں ہوا، نہ صرف ان کے موجودہ کارناموں کو دیکھ کر، بلکہ ان کے ظاہر و باطن اور حال و مستقبل کو دیکھ کر ان سے راضی ہوا ہے، یہ گویا اس بات کی ضمانت ہے کہ آخر وقت تک ان سے کوئی ایسی کے خلاف کچھ صادر نہیں ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس سے خدا راضی ہو جائے خدا کے بندوں کو بھی اس سے راضی ہو جانا چاہئے کسی اور کے بارے میں تو ظنی و تخمینی ہی سے کہا جا سکتا ہے کہ خدا اس سے راضی ہے یا نہیں؟ مگر صحابہ کرام کے بارے میں تو نص قطعی موجود ہے، اس کے باوجود اگر کوئی ان سے راضی نہیں ہوتا تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے اختلاف ہے اور پھر اتنی بات کو کافی نہیں سمجھا گیا کہ "اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا" بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہ ان حضرات کی عزت افزائی کی انتہا ہے۔

۲۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے مسلک کو "معیاری راستہ" قرار دیتے ہوئے اس کی مخالفت کو براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے جہنمی قرار دیا گیا اور ان کی مخالفت کرنے والوں کو وعید سنائی گئی:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى﴾ [النساء: ۱۱۵]

اور جو شخص مخالفت کرے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعد اس کے کہ اس کے سامنے ہدایت کھل چکی اور چلے مومنوں کی راہ چھوڑ کر ہم اسے پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرتا ہے۔

آیت میں "المؤمنین" کا مصداق صحابہ کرامؓ ہی ہیں جن کی عدالت و تقدس بداہت ہے۔ نبی اللہ علیہ وسلم سے واضح ہوتا ہے کہ اتباع نبوی کی صحیح شکل صحابہ کرامؓ کی سیرت و کردار اور ان کے اخلاق و اعمال کی پیروی میں منحصر ہے اور یہ جب ہی ممکن ہے جب کہ صحابہؓ کی سیرت کو اسلام کے اصلی معیار پر تسلیم کیا جائے۔

۳۔ اور سب سے آخری بات یہ کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالت میں آخرت کی ہزیمت سے دوچار کرنے اور ذات و رسوائی سے محفوظ رکھنے کا اعلان فرمایا گیا:

﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ﴾ [التحریم: ۸]

جس دن رسوا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ نبی کو اور جو مومن ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے۔

اس قسم کی دسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں آیات میں صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب مختلف عنوانات سے بیان فرمائے گئے ہیں۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دین سے ماخذ سند کی یہ پہلی کڑی ہے۔ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے سیرت یا نبی حضرات کی بعض سے معاذ اللہ نقائص اخلاق ثابت ہوں ان کے اخلاق و اعمال میں خرابی نکالی جائے اور ان کے بارے میں یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ دین کی علمی و عملی تدبیر نہیں کرتے تو دین اسلام کا سارا ڈھانچہ بکھر جاتا ہے اور رخنہ کہ جان سے رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم مجروح ہو جاتی ہے۔

دین کا یہ معروف قاعدہ ہے کہ جرح کرنے والے کی جرح کو رد کرنا ہو تو ان کے راویوں کو جرح و قدح کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ان کی سیرت و کردار کو مجروح کرنا اور ان کی شہادت و عدالت کو مشکوک ثابت کرنا صحابہ کرامؓ ہی دین محمدی کے سب سے پہلے راوی ہیں۔ اس لئے چاہے کتنے ہی بڑے دشمن نے جب بھی دین اسلام کے خلاف سازش کی اور دین سے لوگوں کو برگشتہ کرنا چاہا تو ان کا سب سے پہلا ہدف صحابہ کرامؓ تھے۔ چنانچہ تمام فرق باطلہ اپنے نظریاتی اختلاف کے باوجود جماعت صحابہؓ کو ہدف تنقید بنانے میں متفق نظر آتے ہیں۔ ان کی سیرت کو داغدار بنانے، ان کی شخصیت و نہایت گھناؤنے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان کے اخلاق و اعمال پر تنقیدیں کی گئیں ان پر مال و جاہ کی

حرص میں ادنیٰ مفاد کی خاطر اصول سے پہلو تہی کرنے کے الزامات دشمنوں نے لگائے، ان پر خیانت، تعصب اور کینہ پروری، اقربا نوازی کی تہمتیں لگائی گئیں اور ظلم و تعدی پسندی کی حد ہے کہ جن پاکیزہ ہستیوں کے ایمان کو حق تعالیٰ نے "معیار" قرار دے کر ان جیسا ایمان لانے کی لوگوں کو دعوت دی تھی "آمنوا کما امن الناس" انہی کے ایمان و کفر کا مسئلہ زیر بحث لایا گیا، اور تفکیر و تفسیق تک نوبت پہنچائی گئی جن جانبازوں نے دین اسلام کو اپنے خون سے سیراب کیا تھا، انہی کے بارے میں چیخ چیخ کر کہا جانے لگا کہ وہ اسلام کے اصل معیار پر قائم نہیں رہے تھے، جن مردان خدا کے صدق و امانت کی خدا تعالیٰ نے گواہی دی تھی:

﴿رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ [الاحزاب:۲۳]

یہ وہ "مرد" ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا جو عہد انہوں نے اللہ سے باندھا تھا، ان میں سے تو جان عزیز تک اس راستہ میں دے دی اور بعض (بے چینی سے) اس کے منتظر ہیں اور ان کے عزم و استقلال میں ذرا تبدیلی نہیں ہوئی۔

انہی کے حق میں بتایا جانے لگا کہ نہ وہ صدق و امانت سے موصوف تھے، نہ اخلاص و ایمان کی دولت انہیں نصیب تھی جن مخلصوں نے اپنے بیوی بچوں کو، اپنے گھر بار کو، اپنے عزیز و اقارب کو، اپنے دوست احباب کو، اپنی مرغوبات و آسائش کو، اپنے جذبات و خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا تھا، انہی کو یہ طعنہ دیا گیا کہ وہ محض حرص و ہوا کے غلام تھے اور اپنے مفاد کے مقابلے میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی انہیں کوئی پروا نہیں تھی۔ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا۔

ظاہر ہے کہ اگر امت کا معدودے چند بلکہ تقریباً کی مرتد ہو کر بھی قبول کر لیتا اور ایک بار بھی صحابہ کرام امت کی عدالت میں مجروح قرار پاتے تو دین کی پوری عمارت زلزلہ میں آ جاتی، قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے ہاتھ دھونا پڑتا اور یہ دین جو قیامت تک رہنے کے لئے آیا تھا، ایک قدم آگے نہ چل سکتا، مگر یہ سارے فتنے جو بعد میں پیدا ہونے والے تھے علم الٰہی سے اوجھل نہیں تھے، اس کا اعلان تھا:

﴿وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ [الصف:۸]

اور اللہ اپنا نور پورا کر کے رہے گا، خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے بار بار مختلف پہلوؤں سے صحابہ کرام کا تزکیہ فرمایا، ان کی توثیق و تعدیل فرمائی اور قیامت تک کے لئے یہ اعلان فرما دیا:

﴿أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ﴾ [المجادلة:۲۲]

یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے لکھ دیا ان کے دلوں میں ایمان اور مدد کی ان کو اپنی خاص رحمت سے۔

دوسری جگہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کے بے شمار فضائل بیان فرمائے، بالخصوص خلفائے

الشان حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان ذی النورین، حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آپ کی وابستگی کی نوعیت کیا تھی؟ ان کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا برتاؤ فرمایا؟ آپ ان سے کیا توقعات رکھتے تھے؟ یہ اور اس قسم کے دوسرے سوالات کے جوابات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت سے وابستگی کی نوعیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس لئے ان حضرات کا تعلق چونکہ براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہے، اس لئے ان کے بارے میں حضرت رسول ﷺ کے ارشادات کی اہمیت مسلمہ ہے۔ ان میں سے ایک ارشاد ملاحظہ ہو:

"اللہ اللہ فی أصحابی، اللہ اللہ فی أصحابی، لا تتخذوھم غرضاً من بعدی، فمن أحبھم فبحبی أحبھم، ومن أبغضھم فببغضی أبغضھم، ومن آذاھم فقد آذانی، ومن آذانی فقد آذی اللہ، ومن آذی اللہ فیوشک أن یأخذہ"۔ (۱)

اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے ساتھیوں کے معاملہ میں، میرے بعد انہیں اللہ سے ڈرنے کا ذریعہ بنانا، جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی بنا پر، اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی بنا پر اس نے ان سے بغض رکھا، جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی، جس نے اللہ کو ایذا دی قریب ہے کہ اللہ اسے پکڑ لے۔

امت کو اس بات سے بھی آگاہ فرمایا گیا کہ انہیں سے اکثر نے بڑی سے بڑی نیکی اور سچائی کی پیروی سے پہلو تہی کی، مخالفت کی، اس لئے ان پر زبان طعن دراز کرنے کا حق امت کے کسی فرد کو حاصل نہیں، ارشاد ہے:

"لا تسبوا أصحابی، فلو أن أحدکم أنفق مثل أحد ذھباً ما بلغ مد أحدھم ولا نصیفہ"۔ (۲)

میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، کیونکہ تم میں سے اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مد یا نصف مد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

مذکورہ بالا ارشادات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام کی ذات سے وابستگی کی نوعیت کیا ہونی چاہئے۔ ان کو ہدف تنقید بنانا، ان کی عیب جوئی کرنا، ان کو مورد الزام ٹھہرانا، یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی کا باعث ہے۔

(۱) سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب فی من سب اصحاب النبی ﷺ ج ۲ ص ۲۲۵ ط قدیمی
(۲) صحیح البخاری، کتاب المناقب ج ۱ ص ۵۱۸ ط قدیمی صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب تحریم سب الصحابۃ ج ۲ ص ۳۱۰ ط قدیمی

"اذا رأيتم الذين يسبون أصحابي فقولوا لعنة الله على شركم" (۱)

(۱) سنن الترمذي، ابواب المناقب، باب في من سب اصحاب النبي ﷺ ج ۲ ص: ۲۲۵، ط. قديمي

میں سے (یعنی اس بارہ کی قدر میں سے) جو ہر ہے اس پر واجب ہے کہ اس کو ادا کرے (یعنی اس کی ادائیگی ہر حال میں واجب ہے)۔ (۱)

یہاں تمام احادیث کا تتبع پیش مقصود نہیں بلکہ کہنا یہ ہے کہ ان قرآنی و نبوی شہادتوں کے بعد بھی اگر کوئی شخص خدا جانے کیا سوچ کر اس میں شک لانے کی کوشش کرے تو اس بات سے قطع نظر کہ اس کا یہ طرز عمل قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور ارشادات نبوت کے انکار کے مترادف ہے، یہ ضرور آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو فرائض منصب نبوت سے عائد کئے تھے اور جن میں اعلیٰ ترین منصب تزکیہ نفوس کا تھا، وہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرض منصبی کی بجا آوری سے قاصر رہے اور تزکیہ نہ کر سکے اور یہ قرآن کریم کی صریح تکذیب ہے جس تعالیٰ نے خود اپنی تعریف فرمائی اور ہم نہیں چاہتے کہ اس میں مصروف ہوں۔

(۱) ابن ماجہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایمان ذی نقص ہے

لیہجوہ ولیست لہ بکفوء فشرف الخیر کما قد۔

یہ ہے کہ آپ کسی ایسے ایمان والے کی توہین نہیں کر سکتے جس کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے نوازا ہو

[illegible]

(۲) حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ [illegible] اس کے بعد [illegible] اس کی [illegible] کہ [illegible] ان کا [illegible] ہے [illegible] کہ [illegible] ہے [illegible] کہ [illegible] ہے [illegible] کہ

اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تزکیہ سے قاصر رہے تو گویا حق تعالیٰ نے آپ کا انتخاب صحیح نہیں فرمایا تھا۔ نعوذ باللہ۔ بات کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے انتخاب میں قصور ہوا تو اللہ تعالیٰ کا علم غلط ہوا۔ نعوذ باللہ من الغواية والسفاهة۔ چنانچہ اہل ہوا کی بڑی جماعت کا دعویٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو "بدا" ہوتا ہے، یعنی اسے بہت سی چیزیں جو پہلے معلوم نہیں تھیں بعد میں معلوم ہوتی ہیں اور اس کا پہلا علم غلط ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ تصور ہو رسول اور نبی اور ان کے بعد صحابہ کرام کا ان کے نزدیک کیا درجہ ہے گا۔ ؟

الغرض صحابہ کرامؓ پر تنقید کرنے، ان کی غلطیوں کو اچھالنے اور انہیں مورد الزام بنانے کا قصہ صرف ان ہی تک محدود نہیں رہتا، بلکہ خدا اور رسول، کتاب و سنت اور پورا دین اس کی لپیٹ میں آجاتا ہے اور دین کی ساری عمارت منہدم ہو جاتی ہے، بعید نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جس ارشاد میں جو اوپر نقل کیا گیا ہے، اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہو:

"من آذاهم فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى الله، ومن آذى الله فيوشك أن يأخذه"(۱)

جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے پکڑ لے۔

اور یہی وجہ ہے کہ تمام فرق باطلہ کے مقابلہ میں اہل حق کا امتیازی نشان صحابہ کرامؓ کی عظمت و محبت رہا ہے، تمام اہل حق نے اپنے عقائد میں اس بات کو اجماعی طور پر شامل کیا ہے کہ:

"ونكف عن ذكر الصحابة الا بخير"

اور ہم صحابہؓ کا ذکر بھلائی کے سوا کسی اور طرح کرنے سے زبان بند رکھیں گے۔

گویا اہل حق اور اہل باطل کے درمیان امتیاز کا معیار صحابہ کرام کا "ذکر بالخیر" ہے، جو شخص ان حضرات کی غلطیاں چھانتا ہو، ان کو مورد الزام ٹھہراتا ہو، اور ان پر سنگین اتہامات کی فرد جرم عائد کرتا ہو وہ اس حق میں شامل نہیں ہے۔

یہ حضرات اپنے خیال میں بڑی نیک نیتی، اخلاص اور بقول ان کے وقت کے اہم ترین تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے قبیح صحابہ کو ایک مرتب فلسفہ کی شکل میں پیش کرتے ہیں اور اسے "تحقیق" کا نام دیتے ہیں، انہیں اس کا احساس ہو یا نہ ہو لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس تسوید اوراق کا انجام اس کے سوا کچھ نہیں کہ جدید نسل کو دین کے نام پر دین سے بیزار کر دیا جائے اور ہر ایرے غیرے کو صحابہ کرامؓ پر تنقید کی کھلی چھٹی دے دی جائے، جنہیں نہ علم ہے

(۱) سنن الترمذي، ابواب المناقب، باب في من سب اصحاب النبي ﷺ ج: ۲ ص: ۲۲۵ ط: قديمي

یہ مثل واقعہ ہے زیادہ ہے۔

اور یہ الزام بھی غلط ہے کہ ہم نے کوئی نئی بات نہیں کی بلکہ تاریخ کی کتابوں میں یہ ساری موادموجود تھا۔ ہمارا قصور صرف یہ ہے کہ ہم نے اسے جمع کر دیا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ عذر پیش کرتے ہوئے بہت سی اصولی اور بنیادی باتوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور بات پوری طرح واضح ہو جاتی کہ صرف تاریخ کی کتابوں میں موجود ہونے سے بچ نہیں جاتی اور نہ ہی اس کی کوئی اہمیت ہوتی ہے۔

اور یہ قرآن کریم کی اصولی تعلیم، حدیث ثابتہ اور اہل حق کا اجماع ہی ہے جس کی وجہ سے تاریخ کی روایات پرکھنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ ان تعلیمات نے مقابلہ میں ان تاریخی قصہ کہانیوں کا سرے سے اول وزن ہی نہیں تاریخ کا موضوع ہی کیا ہے کہ اس میں تمام رطب و یابس اور صحیح و سقیم چیزیں جمع کی جاتی ہیں۔ محدث کا موضوع احادیث ہیں کام کیا ہے تاریخ میں وہ معیار کار فرما نہیں ہوتا ہے تو محدثین نے تاریخ کی چھان بین کی ہے اس لئے محدثین نے ان کی صحت کی ذمہ داری نہیں لی ہے۔ یہ کام تاریخ کا ہے۔

حافظ عراقی فرماتے ہیں:

ولیعلم الطالب ان السیرا
یجمع ما قد صح وما قد انکرا

یعنی طالب علم تاریخ میں صحیح اور منکر سب کو جمع کر لیتا ہے۔

یہ بحث اس لئے ضروری معلوم ہوئی کہ بعض حضرات نے تاریخی مواد کو بنیاد بنا کر تاریخی روایت سے استدلال کرنا چاہا ہے۔ جس سے تمام تحقیقی نظریات کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف یہ دیکھنا کافی نہیں ہے کہ یہ روایت فلاں فلاں تاریخ میں لکھی ہے بلکہ اس طرح دیکھنا چاہئے کہ یہ روایت اس کے مقصد کے لئے مفید ہے یا نہیں؟ اسی طرح اسے اس پر بھی غور کر لینا چاہئے کہ کیا یہ روایت شریعت یا عقل سے متصادم تو نہیں؟ اس اصول کی وضاحت کے لئے یہاں صرف ایک مثال کا پیش کرنا کافی ہوگا۔

آپ کا خلیفہ راشد اسے کہتے ہیں جو خلیفہ صحیح منہاج نبوت پر قائم ہو اور اس کا کوئی عمل اور فیصلہ منہاج نبوت کے اعلیٰ معیار سے ہٹا ہوا نہ ہو۔ اب آپ ایک صحابی (خلیفہ راشد تسلیم کرتے ہوئے) اس پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے بیت المال کی تقسیم کے وقت (نعوذ باللہ) اپنے قریبی رشتہ داروں کو نوازا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ خلافت راشدہ اور منہاج نبوت کی تصویر نہیں ہے جس کی تصویر اس امت نے میں دیکھی ہے۔ اس ماحول میں اس روایت کو اس وقت تسلیم کرنے سے کیا یہ لازم نہیں ہے کہ خلافت راشدہ کے دور کی آخر تک ماحول میں اس روایت کو اس وقت تسلیم کرنے سے کیا یہ لازم نہیں ہے کہ خلافت راشدہ کے دور کی آخر تک حاکم افراد سے بچنے یا وہ بچے نہیں ہوگا جو اپنے رشتہ داروں دوست یا اپنے اور اپنے لئے مفید مرتبہ

فرماتے ہیں؟ ذرا پڑھیے ان دوسرے اعتراضات کو قریب سے کر لیجئے جو بڑی شان تحقیق سے عائد کئے گئے ہیں۔

ثالثاً:... یہ تاریخی روایات آج یکایک نہیں ابھر آئی ہیں بلکہ اکابر اہل حق کے سامنے یہ سارا کچھ موجود رہا ہے اور وہ اس کی مناسب تاویل و توجیہ کر چکے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ ان تاریخی واقعات کو بڑی آسانی سے کسی اچھے محمل پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ اب ایک شخص اٹھتا ہے اور "سبیل تحقیق" کے شوق میں ان کے ایسے محمل تلاش کرتا ہے جس سے صحابہ کرامؓ کی عمر بھر کی تقدیس اور ان کی سیرت و کردار کی گراوٹ مفہوم ہوتی ہے، کیا اس کے بارے میں یہ حسن ظن رکھا جائے کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں وہ "حسن ظن" رکھتا ہے؟

اور عجیب بات یہ کہ جب اس کے سامنے اکابر اہل حق کے طرز تحقیق کا حوالہ دیا جاتا ہے تو ان حضرات کو "وکیل صفائی" کہہ کر ان کی تحقیقات کو قابل التفات نہیں سمجھتا، غالباً یہ دنیا کی نرالی عدالت ہے جس میں "وکیل استغاثہ" کے بیان پر یک طرفہ فیصلہ دیا جائے اور "وکیل صفائی" کے بیانات کو اس جرم میں نظر انداز کر دیا جائے کہ وہ کسی مظلوم کی طرف سے صفائی کا وکیل بن کر کیوں حاضر ہوگیا ہے، اوپر قرآن و سنت کی جن نصوص کا حوالہ دیا گیا اور اس حق کے جس اجماعی فیصلہ کا ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوگا کہ صرف حافظ ابن تیمیہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ ہی نہیں، بلکہ خدا اور رسول اور پوری امت کے اس حق، صحابہ کرامؓ کے "وکیل صفائی" ہیں، اب یہ فیصلہ کرنا ہر شخص کی اپنی صوابدید پر موقوف ہے کہ وہ وکیل صفائی کی صف میں شامل ہونا پسند کرتا ہے یا وکیل استغاثہ کی صف میں۔

ثالثاً:... ان تاریخی روایات کے متفرق جزئی واقعات کو چن چن کر جمع کرنا، انہیں ایک مربوط فلسفہ بنانا اور ان جزئیات سے کلیات اخذ کر لینا اور ان پر ایسے جلی اور چبھتے ہوئے عنوانات لگانا کہ انہیں آج کی چودھویں صدی کا قاری سے قاری بھی اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہیں کرے گا، یہ تو دین و ملت کی کوئی خدمت ہے، نہ اسے اسلامی تاریخ کا صحیح مطالعہ کہا جا سکتا ہے، اسے تو "تاریخ سازی" کہنا ہی ہوگا۔ بقول مدنی:

"ولیکن قلم در کف دشمن است"

میں پوچھتا ہوں کیا کوئی ادنیٰ مسلمان اپنے بارے میں یہ منفی پسند کرے گا کہ اس نے خدائی دستور کو بدل ڈالا؟ اس نے بیت المال کو گھر کی لونڈی بنا لیا؟ اس نے مسلمانوں سے مربا معروف اور نہی عن المنکر کی آزادی سلب کر لی؟ اس نے عدل و انصاف کی مٹی پلید کروائی؟ اس نے دیدہ و دانستہ نصوص قطعیہ سے مرتابی کی؟ اس نے خدائی قانون کی بے حرمتی کا خاتمہ کر دیا؟ اس نے تقریباً پوری دنیا کی نوازی کے ذریعہ لوگوں کی حق تلفی کی؟

کیا کوئی معمولی قسم کا متقی اور پرہیزگار آدمی ان جیسے ہولناک اتہامات کا سنتے ہی برا منا کر رہ جائے گا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا صحابہ کرامؓ ہمارے ہاتھوں سے بھی گئے گزرے ہو گئے کہ ایک نہیں بلکہ مناسب دقائق اور اخلاقی مراعات کی ایک طویل فہرست ان کے نام جاری ہو جائے، پھر جب ایک آدمی سے ان کے بارے میں اچھا لایا جائے اور روکنے اور ٹوکنے کے باوجود اس پر اصرار کیا جائے۔

کیا صحابہ کرام کی عزت حرمت یہی ہے؟ کیا ان کا نام محبت کا "آکسیجن" ہے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز صحابہ ہی احترام کے مستحق ہیں؟ کیا ایمانی غیرت کا یہی تقاضا ہے؟ کیا مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھول جانا چاہئے:

"جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں تو ان کے جواب میں یہ کہو: تم میں سے (یعنی صحابہ کرام رضوان کے ناقدین میں سے) جو برا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔" (۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ، بعد کی امت کے لئے حق و باطل کا معیار ہیں، انہیں معیت نبوی کا جو شرف حاصل ہوا اس کے مقابلہ میں کوئی بڑی سے بڑی فضیلت ایک جو کے برابر بھی نہیں، کسی بڑے سے بڑے ولی اور قطب کو ان کی خاک پا بننے کا شرف حاصل ہو جائے تو اس کے لئے مایہ صد افتخار ہے، اس لئے امت کے کسی فرد کا خواہ وہ اپنی جگہ مفکر دوران اور علامۂ زماں ہی کیوں نہ ہو ان پر تنقید کرنا قلبی زیغ کی علامت ہے۔

لہٰذا قدرت نے شناخت حق و باطل کی آماجگاہ ہے، یہاں باطل حق کا لبادہ اوڑھ کر آتا ہے، بسا اوقات ایک آدمی اپنے غلط نظریات کو صحیح سمجھ کر ان سے چمٹا رہتا ہے جس سے رفتہ رفتہ اس کے ذہن میں کجی آ جاتی ہے، پھر آخر اس سے صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط سمجھنے کی صلاحیت ہی سلب ہو جاتی ہے اور یہ بڑی خطرناک بات ہے، اس لئے تحقیق کی یہ شان نہیں کہ "میں یہ سمجھتا ہوں" کی بنیاد غلط فہمی میں مبتلا ہوں اور جب کہیں اخلاص اور خیر خواہی سے تنبیہ کی جائے تو تاویلات کا "ضمیمہ" لگانے بیٹھ جائیں بلکہ حق کی شان تو یہ ہے کہ اگر ان کے قلم و زبان سے کوئی بات غلط نکل جائے تو تنبیہ کے بعد فوراً حق کی طرف پلٹ آئیں حق تعالیٰ جل شانہٗ ہمیں اور تمام مسلمان بھائیوں کو ہر زیغ و ضلال سے محفوظ فرمائے اور اتباع حق کی توفیق بخشے۔ (۲)

﴿ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب﴾ وصلى الله تعالى على خير خلقه صفوة البرية محمد وعلى آله وأصحابه وأتباعه أجمعين آمين.

---

(۱) سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب فی من سب اصحاب النبی ﷺ ج: ۲ ص: ۲۲۵، ط: قدیمی

(۲) مندرجہ بالا مضمون کی تحقیق و تخریج علامی کے رفیق کار مولانا یوسف طلال صاحب کی قلم سے مکمل ہو کر ماہنامہ بینات کی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔ (محمد)

حیاۃ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام

مسئلہ حیات انبیاء اور اس کے متعلقات پر جب حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب شیخ الحدیث نصرۃ العلوم کی تالیف "تسکین الصدور فی تحقیق أحوال الموتی فی البرزخ والقبور" شائع ہوئی تو انہوں نے مضمون اس کی تائید و تقریظ میں لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، خصوصاً علی سیدنا محمد ن المصطفی و آلہ وصحبہ مکفن وشفی، أما بعد:

انبیاء کرام علیہم الصلوات والسلام کی حیات بعد الممات کا مسئلہ صاف اور متفق مسئلہ تھا، شہداء کی حیات بنص قرآن ثابت تھی اور دلالۃ النص سے انبیاء کرام کی حیات قرآن سے ثابت تھی اور احادیث نبویہ سے عبارۃ النص کے ذریعہ ثابت تھی لیکن ہر دور میں اختلاف و فتنوں کا کہ ایک مسلمہ حقیقت زیر بحث آ کر مشتبہ ہو گئی تھی ہی تاریخی بدبختیوں کو کچھ لوگوں نے فکری بنا لیا اور کتنے ہی حقائق شرعیہ کو فہمی سے مسخ کر کے رکھ دیا، یہ دنیا ہے اور دنیا کے مزاج میں داخل ہے کہ یہاں ہر دور میں کج فہم، کج رو اور کج بحث موجود ہوتے ہیں زبان بند کرنا تو اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہے ملاحدہ و زنادقہ کی زبان کب بند ہوئی؟ کیا اس دور میں امام حسینؓ کی شہادت کو واقعہ نہیں بتایا گیا اور کہا گیا کہ یہ واقعہ ہے ہی نہیں؟ کیا امام حسینؓ کو باغی اور واجب القتل اور یزید (بن معاویہ) کو امیر المؤمنین اور خلیفہ برحق ثابت نہیں کیا گیا؟ کسی صحیح حدیث کو ضعیف بنانے کے لئے کسی راوی کے بارے میں کتب رجال میں جرح کا کوئی کلمہ دیکھ لینا ہی کافی ہے کہ اس پر بنیاد قائم کی جائے؟ اگر متن سلیم سے کام نہ لیا جائے اور صرف کسی کتاب میں جرح دیکھ لی تو امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد تمام کے تمام ائمہ مجروح ہو کر دین کا سرمایہ ختم ہی ہو جائے گا۔

الغرض حیات انبیاء کرام علیہم السلام کا مسئلہ بھی تقریباً اسی قسم کی کج بحثوں میں الجھ کر چھا خاصا فتنہ بن گیا، حضرات انبیاء کرام کا خاصہ ہے وہ معصوم تو ہیں نہیں۔ (۱) کچھ حضرات نے واسطہ یا نادانستہ حدیثی وکالتی بخشیں پیدا کر دیں اور سمجھا یا سمجھایا گیا کہ اس طرح توسل بالاموات اور استعانت بغیر اللہ وغیرہ وغیرہ بدعات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ گویا علاج یہ تجویز کیا گیا کہ حیات انبیاء سے انکار کرنے سے یہ خاصہ ختم ہو سکتے

(۱) یہاں یہ لکھنا ضروری ہے کہ بداہل شیعہ امت میں بہت تھوڑے ہیں جو کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے بھی گناہ ہو سکتا ہے اور ان کی موت مرتد ہونے کی ہے کی مسئلہ میں بعد اللہ بعض پر قائم ہو جاتے ہیں یہاں مسئلہ ہے انبیاء کرام کا خاصہ ہے "کے فرمود کلمۃ حق أرید بہ الباطل" کے طور پر دین کے کسی بڑے سے بڑے خادم کے ایک جملہ پورے دین کی کوشش کو تقریباً دینے کے لئے استعمال کیا۔ (مدیر)

ہیں اس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ بارش سے بچنے کے لیے پرنالے سے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔ ہم جانتے ہیں کہ تحریرات میں جانے کی حاجت نہیں، لفظ کو ختم کرنے کے لیے ارباب قلم و ملوس نے بعض اختصارات سے کام لیا ہے کہ اس مختلف قلموں نے قدرتی شکل اختیار کر لی ہے۔ ختم کرنے کی کوشش کریں، ختم کرنے کا کام بھی انہیں میں شامل تھا۔ تحریر یہ ہوئی کہ اس موضوع پر اب تک جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں یہ کتاب منفرد انداز میں لکھی گئی ہے اور تحقیق پیش کرنے والے نظریات نے ثابت کیا ہے کہ اس کتاب کے مصنف نے اس موضوع پر بہت محنت کی ہے اور اس کی یہ محنت قابل قدر ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کے دوران مصنف کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کا ذکر بھی انہوں نے کیا ہے۔ اس کتاب کی تصنیف میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے ان کی فہرست بھی دی گئی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے ان کی فہرست بھی دی گئی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے ان کی فہرست بھی دی گئی ہے۔

مصنف کے بارے میں

[illegible] محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے براہ راست شرف تلمذ حاصل ہے۔ [illegible] محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے براہ راست شرف تلمذ حاصل ہے۔ [illegible] محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے براہ راست شرف تلمذ حاصل ہے۔

محمود باطویل مکتوب کے چند اقتباسات

[illegible] محمود باطویل مکتوب کے چند اقتباسات [illegible] محمود باطویل مکتوب کے چند اقتباسات [illegible] محمود باطویل مکتوب کے چند اقتباسات

(۱) [illegible] (۱) [illegible] (۱) [illegible]

واکمل ہوگی۔

④اس حیات کی اکملیت کے بارے میں دو حدیثیں آئی ہیں "ان الله حرم علی الارض أن تأكل اجسادالانبياء"(۱) اور حدیث "الانبياء احياء فی قبورهم يصلون"(۲) اور اس کے علاوہ بھی روایات ہیں، اور ان احادیث کے شواہد کے طور پر دیگر احادیث صحیحہ موجود ہیں، مثلاً موسیٰ علیہ السلام کا حج۔

⑤روح کے تعلقات اجساد سے پانچ قسم کے ہیں:

۱۔فی حالۃ الجنین۔ ۲۔بعد الولادۃ فی الدنیا، اور اس کی دو صورتیں ہیں:

۳ حالت نوم میں اور حالت یقظہ میں ۴۔بعد الموت فی البرزخ

۵۔بعد البعث فی المحشر

ضعیف ترین اول ورابع ہے، قوی ترین خامس اور متوسط ثانی ہے کما حققه المتكلمون وابن القيم فی كتاب الروح والقاری فی شرح الفقه الأكبر۔

⑥انبیاء کرام علیہم السلام کی نوم جیسے ممتاز ہے عام نوم سے "ان عينای تنامان ولا ينام قلبی"(۳) اسی طرح ان کی موت کی حالت بھی عام موت جیسی نہیں، النوم أخ الموت اور عام موتی میں تحقیق موت سے انقطاع الروح عن الجسد بالکلیہ ہوتا ہے اور یہاں بالکلیہ نہیں ہوتا اور پھر جلد مرتبہ جتنا ہوتا ہے اتنا ہی تعلق قوی ہوگا۔

⑦مفارقۃ الروح عن الجسد سے مفارقۃ تعلق الروح عن الجسد لازم نہیں آتا۔

⑧ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو تروح کی کیفیت حاصل ہو جیسے معراج میں جسد پر روح کی کیفیت طاری ہوئی، تجسد ارواح اور تروح اجساد دونوں کی نظیریں عالم شہادۃ میں ہیں تو عالم ارواح میں کیوں استبعاد کیا جائے جب کہ اس کا تعلق عالم غیب سے ہے۔

⑨دنیا میں صوفیاء کرام کے یہاں ابدان مثالیہ کا تعدد وقت واحد میں متعدد امکنہ میں ظہور اور آثار کے ثبوت پر مشہور وقعات ہیں، انبیاء کرام کی نقل وحرکت بالاجساد المعروضہ اس کی نظیر ہوگی۔

⑩الغرض انبیاء کرام کے لئے حیات، بقائے اجساد، نقل وحرکت، ادراک وعلم سب چیزیں حاصل ہیں۔

---

(۱) سنن ابن ماجه، كتاب الصلوة، باب فی فضل الجمعة ص ۷۶، ط: قديمی. ايضاً كتاب الصلوة، ابواب ماجاء فی الجنائز، باب ماجاء فی ذكر وفاته ودفنه ﷺ ص: ۱۱۸، ط: قديمی. سنن ابی داؤد، كتاب الصلوة، تفريع ابواب الجمعة ج: ۱ ص: ۱۵۰، ط: حقانيه پشاور. سنن النسائی، كتاب الصلوة، باب اكثار الصلوة على النبی ﷺ يوم الجمعة ج: ۱ ص: ۲۰۴، ط: قديمی

(۲) مجمع الزوائد للهيثمی، باب ذكر الانبياء ج: ۸ ص: ۱۴۴، ط: دار الفكر بيروت

(۳) صحيح البخاری، كتاب التهجد، باب قيام النبی باليل فی رمضان ج: ۱ ص: ۱۵۴، ط: قديمی. صحيح مسلم، كتاب الصلوة، باب صلوة الليل وعدد ركعات النبی ج: ۱ ص: ۲۵۴، ط: قديمی

(۱) یہ حیات دنیوی حیات کے مماثل نہیں اس سے اقوی ہے (زیادہ میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہتا ہے) کی خاصیت حاصل نہیں ہوتی اور برزخ میں ہوتی ہے اب اگر اس کو حیات دنیوی سے بعض حضرات نے تعبیر کیا ہے تو اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کیا ہے بہر حال وہ دنیوی بھی ہے اور برزخی بھی بصرف حیات برزخی نہیں اس میں عام شہداء سے امتیاز کی شریک ہیں یہ اقوی واکمل ہے اس لئے حیات دنیوی کے ساتھ اس سے بھی اقوی ہے۔

اختلاف تعبیرات میں نزاع لفظی ہے اس دنیا سے روح کا تعلق منقطع ہونے کے بعد برزخی دنیا میں ہوتا ہے اب جو چاہے اطلاق کر جائے۔

(۲) کراماً یہ ہے وہ نصوص میں حیات کا ثبوت ہے اور یہ عدم امکان یا زوال المظہرات اور عدم تورث وغیرہ کی بات محل بحث کو کہاں جاتے تو رہتا ہے۔ بہر حال حکم شرعی کی کوئی بات ہی ہوتی ہے اور یہ تو مات از قبیل انعدام و تحلیل ہوتے ہوئی نہ کہ محل مرسلہ کی قسم سے اور اس بات کی تشفی اصولی تقریح والمناقشہ و تحقیق المناط سے زیادہ تفصیل ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

[شعبان ۱۳۸۸ھ]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ ایمانی

آفتاب نبوت کے غروب ہوتے ہی ایمانی روشنی میں اضمحلال ضعف رونما ہونا شروع ہو گیا تھا عہد نبوت میں ایمان و یقین کی جو تابانی اشعت تھی وہ روز بروز زوال پذیر ہوتی رہی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ میں صحابہ کی جو ایمانی کیفیت تھی وصال کے بعد اس میں اضمحلال شروع ہوا بلکہ حیات مقدسہ میں حضور و غیبت کا فرق تھا احوال رسول حضرت خلفاء رضی اللہ عنہم کا مشہور واقعہ صحیح مسلم وغیرہ میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے راستہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ جواب دیا کہ یہود سے ملنے جا رہا ہوں تاکہ ان سے اسلام کے بارے میں کچھ گفتگو کروں پوچھا کہ صدیق اکبر کو ساتھ لے جا رہے ہو یا نہیں؟ جواب دیا کہ نہیں اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتے ہیں آپ جب بہشت دوزخ کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب گھر آ کر بیوی بچوں کے دھندوں میں مشغول ہو کر اور دنیا کے کاموں میں مصروف ہو کر یہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ حال ہے تو پھر میں بھی اس میں شامل ہوں گا دونوں بارگاہ نبوت میں پہنچے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو منافق ہو گیا ہوں آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ حضرت حنظلہ نے صورت حال بیان کی، سننے کے بعد آپ نے فرمایا:

"والذی نفسی بیدہ انکم لو تدومون علی ما تکونون عندی وفی الذکر لصافحتکم الملائکۃ علی فرشکم وفی طرقکم ولکن ۔

حنظلة ساعة فساعة"(۱)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہاری یہ حالت ہمیشہ ہوتی جس میں تم میرے پاس ہوتے ہو اور ہر حالت میں ہوتی رہتی تو (تم سچے دل سے) تم سے تمہارے گھروں اور راستوں میں مصافحہ کرتے اور ملائکہ تم سے ہاتھ ملاتے لیکن اے حنظلہ یہ کیفیت کبھی کبھی ہوتی ہے (ہمیشہ باقی نہیں رہتی)۔

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ میں حاضری اور غیر حاضری کا فرق نہیں تھا، البتہ یقین کی کیفیات کے اندر تفاوت ہوتا تھا۔ پھر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد تو خود یہ کیفیات بہت نمایاں ہو گئیں۔ حتیٰ کہ آپ کی وفات کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کو چھوڑ دیا۔ ابن سعد نے اپنی سند سے روایت کیا ہے:

"لما كان اليوم الذي قدم فيه رسول الله ﷺ المدينة اضاء منه كل شيء فلما كان اليوم الذي مات فيه اظلم منها كل شيء قال: وما نفضنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم الأيدي حتى أنكرنا قلوبنا"(۲)

جس دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہاں ہر چیز روشن ہو گئی تھی جس دن آپ کی وفات ہوئی تو مدینہ کی ہر چیز تاریک ہو گئی اور فرمایا ہم نے آپ کو دفن کرنے کے بعد بھی نہیں پہچانا تھا کہ اپنے دلوں میں فرق محسوس کر سکے۔

اسی قسم کا مضمون "تاریخ ابن کثیر" میں حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔(۳)

"سنن ابن ماجہ" میں حضرت ابی بن کعب سے ایک حدیث اور امام طبرانی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور حدیث مروی ہے جن کا ماحصل یہ ہے:

"عہد نبوت میں نماز اپنے وقتوں سے ہوتی تھی کہ نماز کی زد قدموں سے آگے تجاوز نہیں ہوتی تھی، عہد صدیقی میں اس قدر فرق ہوا کہ سایہ قدموں سے آگے بڑھ جاتا تھا جو نہیں ہوتی تھی، عہد فاروقی میں چند سال تک یہ کیفیت رہی پھر نہیں ہوتی تھی جب عہد عثمانی آیا اور فتوحات کی کثرت ہوئی تو لوگوں کی غفلتیں بڑھ گئیں"(۴)

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فضل دوام الذكر والفكر في امور الآخرة، ج ۲، ص ۳۵۵، ط قديمي

(۲) سنن الترمذي، ابواب المناقب، باب ما جاء في فضل النبي ﷺ، ج ۲، ص ۲۰۲، ط فاروقي؛ كتاب حياة الصحابة، سعيد بن منصور، كتاب الصلوة، ابواب ماجاء في اختلاف ساعاته، ما جاء في ذكر وفاته ودفنه ﷺ، ص ۲۰۷، ط قديمي

(۳) البداية والنهاية، باب ما اصاب المسلمين من المصيبة بوفاته ﷺ، ج ۵، ص ۲۷۴، ط مكتبة المعارف بيروت

(۴) سنن ابن ماجه، كتاب الصلوة، ابواب ماجاء في الجنائز، باب ماجاء في ذكر وفاته ودفنه ﷺ، ص ۱۱۸، ط قديمي

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا محاسبہ نفس

[illegible] صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں کا اور ان کے محاسبہ کے [illegible] طریقوں کا جائزہ لیتے تھے وہ اپنے قلوب کی کیفیات اور اعمال کا کیسا محاسبہ کرتے تھے ایک شخص جس طرح آج اپنی معمولی سی بیماری یا تکلیف کے فوراً محسوس کرتے ہیں اور اس کی تدبیر میں لگ جاتے ہیں اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قلب کے تغیرات کا جائزہ لیا کرتے تھے اور اس کی فکر کرتے تھے اور اصلاح حال کی تدبیر اختیار فرماتے تھے۔

"صحیح بخاری" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد مبارک کے بعد ہر چیز میں تغیر آگیا کوئی چیز بھی اپنی حالت پر باقی نہیں رہی یہاں تک کہ نماز اور پڑھ فرمایا:

"وھذہ الصلاۃ قد ضیعت" (۱)

اور یہ نماز بھی ضائع ہوگئی۔

مطلب یہ ہے کہ نماز بھی اپنی نہیں رہی جو حقوق و آداب خشوع و خضوع کے جس طرح پہلے ہوتی تھی وہ بات اب نہیں رہی۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ اپنے زمانہ کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

واللہ لقد أدرکت سبعین بدریاً أکثر لباسھم الصوف ولو رأیتموھم قلتم مجانین، ولو رأوا خیارکم لقالوا ما لھؤلاء من خلاق، ولو رأوا شرارکم لقالوا: ما یؤمن ھؤلاء بیوم الحساب" (۲)

بخدا میں نے ستر بدری صحابہ کو دیکھا جن کا زیادہ تر لباس صوف ہوتا تھا اور وہ صحابہ ایسے تھے کہ اگر ان کو دیکھتے تو تم ان کو دیوانہ کہتے اور اگر وہ تمہارے بہترین لوگوں کو دیکھتے تو کہتے کہ ان لوگوں نے آخرت میں کوئی حصہ نہیں لیا اور وہ تمہارے بدترین لوگوں کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ بزرگ صحابہ کرام اپنی بہترین آخرت کے کاموں اور اللہ و رسول کی مرضیات میں اپنے مشغول تھے جس کی وجہ سے ان کو اپنی جان کی فکر تھی کہ اپنی ادائی دنیا کے عیش و آرام و زوال، مال و جاہ کے لوگوں کو دیکھ کر ہنسی ہوتی ہے کہ یہ لوگ دنیا کے [illegible] میں اتنا مشغول ہیں کہ اپنی جان

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب ۲۶ تضییع الصلوۃ عن وقتھا ج ۱ ص ۷۶، ط: قدیمی

(۲) حلیۃ الاولیاء، ذکر الحسن البصری ج ۲ ص ۱۳۴، ط: دار الکتاب العربی بیروت

یہی اولیاء کی فکر کو قصہ بنائے ہوئے ہیں اس لئے ان کو دیکھ کر بھی کہا جائے گا کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے اور تمہارے ثمر یہ اور بدکار لوگوں کو دیکھ کر کہا جائے گا کہ یہ لوگ آخرت پر ایمان و یقین نہیں رکھتے۔

حسن بصری تابعی ہیں ۱۱۰ھ میں ان کی وفات ہوئی اور آج ان کی وفات کو ۱۴۰۰ برس گذر گئے۔ خیر القرون کے آدمی ہیں جس کی فضیلت زبان نبوت سے ثابت ہے حسن بصری آج اگر زندہ ہوتے اور ہماری حالت دیکھتے تو سوچتے کیا فتویٰ دیں گے۔

ان حقائق سے آپ اندازہ لگائیں کہ صحابہ کرام کے یقین و ایمان کا کیا حال تھا اگر عہد تابعین میں صحابہ کرام کی قوت ایمانی کا اندازہ کا مشکل تھا تو آج کیونکر ممکن ہے کہ ہم اس کا اندازہ کا سکیں جو شخص مارکیٹ میں ہی نہ جاسکے اس کے حسن و خوبی کا اندازہ کیسے لگا سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن امبارک رحمہ اللہ سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز؟ آپ نے فرمایا:

وہ جہاد جس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امیر معاویہ شریک تھے اس جہاد کے غبار کا ایک حصہ جو امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں گیا ہے وہ بھی عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔

یہ کوئی شاعرانہ نہیں ہے ابن المبارک امت محمدیہ کے فقیہ و محدث امام ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں ابن المبارک رحمہ اللہ کے اس فتویٰ کو شیخ ابن حجر مکی نے "تطہیر الجنان" میں نقل کیا ہے۔(۱)

صحابہ کرام کمال ایمان و کمال تقویٰ پر فائز تھے

صحابہ کرام کی فضیلت فوق العادہ ہے جس سے ان نفوس قدسیہ کی قوت ایمانی اور قرب خداوندی کا اندازہ ہوتا ہے یہ حضرات کمال ایمان و کمال تقویٰ پر فائز تھے جس کا تمغہ قرآن کریم میں "ولایت" ہے ارشاد ہے:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ﴾

[یونس: ۶۲، ۶۳]

سنو اللہ تعالیٰ کے اولیاء جن پر قیامت کے دن نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ لوگ ہیں جو کامل علم پر ایمان لائے اور انہوں نے کمال تقویٰ اختیار کیا۔

ایمان کے بعد مدار قرب و محبت خدا تقویٰ ہے، جو حضرات دولت تقویٰ سے مالا مال ہوتے ہیں ان کی صحبتیں، ان کی مجلسیں، ان کی ملاقات انسان کی حال میں تبدیلی پیدا کرتی ہے، بلکہ بسا اوقات وہ لوگ بدنفوس جن کی صحبت سے ان

---

(۱) تطہیر الجنان، ص: ۱۰، ط: یروں موھر گیٹ ملتان

امت میں نہیں ہے کہ عہد نبوت و عہد صحابہ اور قرون مشہود لہا بالخیر کی ایمانی کیفیت کا اندازہ لگایا جائے۔

میں تو یہ کہتا ہوں کہ میں نے چار صدیوں کو ہم نے دیکھا ہے اور پایا ہے آج ان کے ایمانی ملکات اور اپنے رب سے تعلق کی کیفیت کہیں نہیں ملتی اور ان حضرات کا اپنے دشمنوں کے بارے میں کیا نظریہ تھا، یہ تنزل عہد نبوت سے شروع ہو چکا ہے اور چودہ سو سال سے جاری ہے، چونکہ اس دین کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس لئے اس تنزل کے باوجود دین سے تعلق رکھنے والے موجود ہیں اور دین کے مختلف گوشوں میں کام ہو رہا ہے، بہت سے وہ حضرات کہ ہدایت کے اس تاریک دور میں بھی ذکر اللہ اور تعلق مع اللہ سے گلشن معرفت کی آبادی میں لگے ہوئے ہیں لیکن افسوس کہ یہ بتانا ہمارے بس سے باہر ہے کہ ہدایت کی روشنی کہاں ہے۔

(شوال ۱۳۸۷ھ)

اصحاب صفہ

تاریخ اسلام کے ہر باب نے چند قصص اور ورق پیش کئے ہیں جن کا ورق اصحاب صفہ سے شروع ہوتا ہے، درحقیقت یہ باب:

﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [آل عمران ۱۶۴]

اور وہ (نبی) ان کو کتاب (قرآن) اور حکمت (سنت) کی تعلیم دیتے ہیں۔

"وانما بعثت معلما"(۱)

اور اس کے سوا نہیں کہ مجھے تو بھیجا گیا ہے (دین) سکھانے کے لئے۔

کی عملی تفسیر ہے، مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے شمالی مشرقی جانب ایک سائبان کے سایہ میں چند نفوس قدسیہ تعلیم و تربیت پاتے تھے، ان نفوس قدسیہ نے اپنی زندگی تحصیل علم ہی کے لئے وقف کر دی تھی، ان میں چند نفوس ایسے بھی تھے کہ کبھی کبھی دن کے کسی حصہ میں جنگل سے لکڑی لا کر فروخت کرتے اور گذر بسر کیا کرتے تھے ان کے احوال واقعہ میں قدماء محدثین نے مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں امام حدیث ابونعیم اصبہانی اور امام حدیث ابوعبداللہ حاکم اور ابن الاعرابی اور عسکری وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں، ان کی تعداد مختلف اوقات میں کل ملا کر چار سو تک پہنچتی ہے، یہ تھے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی تعلیمی ہی تھی اور امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کرام نے سب سے پہلے علم و شاگردی تھی لیکن تحصیل علم کے ساتھ ساتھ اکثر و بیشتر حضرات کے تجارت و زراعت وغیرہ کے مشاغل بھی تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تجارت کا ایک دور ایسا بھی گذرا کہ مدینہ سے باہر عوالی مدینہ میں ان کا قیام تھا اور بعد مسافت نے علاوہ دوسرے

---

(۱) سنن ابن ماجہ، مقدمۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم ص ۲۰، ط قدیمی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اس انداز خطاب علی کے جو حیرت انگیز نتائج ہونے چاہیے تھے وہ امت کے سامنے آئے خود نبی کے زبان سے "صحیح بخاری" میں مروی ہے:

"صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث سنين فلم أكن في سنى أحرص على أن أعى الحديث منى"(۱)

میں تین سال تک (ہمہ وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا میں نے اپنی عمر میں اپنے سے زیادہ حدیثوں کو یاد کرنے کا حریص (سرگرم مشائق) اور کسی کو نہیں دیکھا۔

اتنے مختصر عہد میں جو روایتیں مدونین کتب حدیث کو ان سے پہنچی ہیں ان کی تعداد ۵۳۷۴ ہے نہ معلوم اور کتنی روایتیں ہوں گی جو مدونین کتب حدیث تک ان کے معیار کے مطابق نہ پہنچ سکیں جو یقیناً اس قدسی صحبت اور اس فیاض العلم کے جود و برکات تھیں، چنانچہ پورے آٹھ سو صحابہ و تابعین کو ان سے شرف تلمذ حاصل ہوا اور دین کا بہت بڑا حصہ تنہا انہی کی روایات سے امت کو پہنچا، یہی وجہ ہے کہ یورپ کے مستشرقین اور منکرین حدیث مستغربین اور ان کے علاوہ اعداء اسلام کا سارا زور حضرت ابو ہریرہؓ پر طعن و تشنیع اور عیب چینی پر صرف ہو رہا ہے، کہنا یہ ہے کہ آخر وہ کیا اسباب تھے جن کی بنا پر ان اصحاب صفہ کے فقر و افلاس کی حالت کو برداشت کیا گیا؟ اور ان کو فکر معاش کی طرف کیوں متوجہ نہیں کیا گیا؟ کیوں ان کو زراعت یا صنعت و حرفت کی طرف رغبت نہیں دلائی گئی اور کیوں ان کے پیٹ بھرنے یا سد رمق کے لئے زکوٰۃ و صدقات کا انتظار کیا جاتا اور جب انتہائی مجبوری کی نوبت آجاتی اور فاقوں پر فاقے پڑنے لگتے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک صحابی کو ارباب صفہ میں سے ایک ایک نفر کو کھانا کھلانے کے لئے اپنے گھر لے جانے کا ارشاد فرماتے اور خود بھی بیس بیس افراد کو اپنے ہمراہ لے جایا کرتے تھے، اس لئے کہ ازواج مطہرات کی تعداد ۹ رہتی اور دسویں آپ تھے، اس لحاظ سے گویا طعام الواحد یکفی الاثنین کے اصول پر جو حدیث مرفوع میں مذکور ہے(۲) خود بیت نبی علیہ الصلاۃ والسلام میں عمل ہوتا تھا، یہ تو احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے شواہد و بینات ہیں، اب ذرا قرآن کریم کا ارشاد بھی سنیئے:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾

[البقرة: ۲۷۳]

وہ حاجت مند (تمہاری امداد و اعانت کے مستحق ہیں) جو اللہ کی راہ میں (کسب معاش سے) روک دیئے گئے ہیں وہ (روزی حاصل کرنے کے لئے) روئے زمین میں (کہیں) جا نہیں سکتے، ناواقف آدمی تو ان

---

(۱) صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الاسلام ج: ۱ ص: ۵۰۷، ط: قديمي

(۲) صحيح البخاري، كتاب الاطعمة، باب طعام الواحد يكفي الاثنين ج: ۲ ص: ۸۱۲، ط: قديمي

علم دین حاصل کرنے کا مقصد

علماء کے منصب

نہ کوئی بنیادی تعلیمات موجود تھا دنیا کے تمام کام دین کی تعلیمات کی روشنی میں انجام پاتے تھے لیکن اس دور میں بھی اگر مسلمان اپنے دین اسلام سے بالکل بے نیاز اور بے تعلق نہ تھے تو ان کے بچوں کے لئے تعلیم قرآن، ان کی مساجد کے لئے امام وخطیب ومؤذن، شب وروز کی زندگی میں پیش آنے والے معاملات میں شرعی احکام بتلانے کے لئے مفتیین اور علوم دینیہ۔ قرآن وحدیث وفقہ کی حفاظت کے لئے معاہد دینیہ ومدارس اسلامیہ میں تدریس کے مناصب تو اب بھی موجود ہیں، پھر علماء کی فکر معاش کا بہانہ بنا کر کیوں مدارس دینیہ کی مخالفت کی جاتی ہے؟ پاکستان کی دس کروڑ آبادی میں کل علماء وطلباء علم کی تعداد پچاس ہزار سے زیادہ نہیں اگر مدارس اسلامیہ کی تعداد تقریباً ۲۰۰۰ بھی ہو تو مساجد کی تعداد کم از کم ایک لاکھ ہے، اگر مسلمان اس امر کا عہد کریں کہ ہر مسجد کا امام وخطیب باقاعدہ ومستند عالم ہوگا تو ان طلبہ وعلماء کی تعداد اس ایک ہی دینی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتی، درس قرآن وتعلیم اطفال وتعلیم قرآن حفظ وناظرہ نیز تدریس علوم دینیہ وافتاء یعنی مدرسین ومفتیین مدارس اسلامیہ کی ضرورت اس کے علاوہ رہتی ہے، آخر اس مروجہ دنیوی تعلیم کا مقصد تو یہی ہے نا کہ پیٹ کی پرورش ہو سکے اور حکومت وافتاء کی نظام چل سکے لیکن جس کثرت سے گریجویٹوں کی عصری تعلیم کا دینہ تک میں پھیل رہا ہے یا ان کی کثرت سے سرکاری جہدے اور منصب اتنے ہیں کہ سب کو جگہ دی جا سکے؟ پھر اس تعلیم کی اتنی مخالفت کیوں نہیں کی جاتی جتنی علوم دینیہ اور علماء دین کی کی جارہی ہے؟ درحقیقت مسئلہ صرف دینی علماء وطلباء کی معاش کا نہیں ہے بلکہ دنیوی علوم کے فارغ التحصیل طلبہ کی معاش کا مسئلہ اس سے بدرجہا مشکل ہے۔

ایسی صورت میں بڑے افسوس کا مقام ہے کہ جو افراد اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے دین کی حفاظت کر رہے ہیں اور امت محمدیہ کے لئے دارین سعادت ونجات کو محفوظ کر رہے ہیں ان کو تو بیکار اور عضو معطل سمجھا جا رہا ہے، اور جن افراد کا معاشرہ میں صرف یہی مقام ہے کہ اپنے پیٹ بھرنے کی فکر کریں اور حکومت کی مشنری کو چلائیں ان کی قدردانی اور حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے فیا للعجب و یا للأسف۔

اصل مشکل کا حل

دراصل اگر یہ علماء دین کی معاش کا مسئلہ کوئی مشکل ہے اور اس مشکل کو حل کرنا ضروری ہے تو اس کا حل صرف یہ ہے کہ حکومت کی وزارت تعلیم میٹرک تک کی تعلیم دینی اور دنیوی مشترک رکھے، ہائی میٹرک تک کی تعلیم کی بنیاد دینی تعلیم پر ہو اور عربی زبان کی تعلیم وتدریس لازمی وضروری ہو تاکہ ایک میٹرک پاس طالب علم بھی بقدر ضرورت دونوں شعبوں کی خدمات انجام دے سکے، درحقیقت یہ مشکل خود حکومت نے اور اس کے غلط نظام تعلیم نے بلکہ برطانوی عہد کے ملعون طریقہ تعلیم نے پیدا کی ہے اور شومئی قسمت سے آج تک اس نے کو ہم چاٹ رہے ہیں، مختصر یہ کہ اس معاملہ میں اگر قصور ہے تو صرف جدید نظام تعلیم کا ہے، اگر ابتدائی تعلیم سے لے کر میٹرک تک کی

تعلیم میں ہم دین کا ۱۵ فیصد شامل کر لیا جائے تو بہتر تو ہے تعلیم دین پر مشتمل ہو اور جدید علوم پڑھانے کی ذمہ داری علماء پر ہو جائے تو دین اور دنیا کی تفریق خود بخود ختم ہو جائے گی جس نے اس ملک کے معاشرے پر بہت برا اثر ڈالا ہے اور تکلیف دہ صورتحال پیدا ہو گئی ہے۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔

[بیاض شمارہ ۱۹۸۳ ء ۱۹۶۶ء]

اہل اللہ اور کشف والہام

گذشتہ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ میں غالباً ۳۰ یا ۲۹ تاریخ تھی تراویح سے فارغ ہو کر راقم حسب معمول بیت اللہ کے سامنے طواف کے کنارے تسبیح ہاتھ میں لئے بیٹھا تھا اتنے میں چند نوجوان بھی آ گئے اور ایک بزرگ جو مدینہ کے مہاجرین میں سے ہیں کہنے لگے حرمین شریفین میں تو ہر جگہ پر ہر وقت اولیاء اللہ کی روحانی توجہ کے فیوض و برکات کا سلسلہ جاری ہے قلوب کے حالات کا ایک دوسرے پر القاء ہوتا رہتا ہے اسی مجلس میں ثامل میں ہو گئی تم بھی اپنے ساتھ کچھ شروع ہو تو معلوم ہے فرمایا:

یہ تو ان کے پاس ہوتا ہے جو آپ ہی آپ کے پیچھے پڑ جائے اور جس سے حق تعالیٰ کو کچھ کام لینا مقصود ہو (۱) تمام اولیاء شوق و مشاہدات پریشان ہیں دنیا میں مشغول ہیں لیکن حالات کی صورت نظر نہیں آتی (۲) پھر فرمایا "ثمانیۃ عشر میں ہوتی کوئی صورت نکل آئے"۔

اس قسم کی طویل گفتگو فارسی میں ہوئی جس سے پوری مجلس پر ایک خاص وقت طاری ہو گئی اور تمام حاضرین مجلس نے یہ محسوس کیا کہ ہم کو ایسے ہی اللہ والے کی تلاش تھی جو ہمارے ہاتھ کو ہاتھ دے کر حق تعالیٰ سے ملا دیں۔

شوال میں میری مراجعت ہوئی تو یہاں بھی آپ تک رسائی تھی اور چند دفعہ ملاقات سے آپ کو سمجھنے

---

(۱) یہ تو کشف ہے یا آپ کی ذات سے متعلق کچھ ایسی بات جس کا علم آپ کو ہو گیا ہے اور اس کے متعلق آپ نے یہ رائے قائم کر لی ہے۔ بہرحال یہ ایک ایسی بات ہے جس کا علم ہر شخص کو نہیں ہوتا اور نہ ہر شخص کو ایسی بات کہنے کا حق ہے۔ اس لئے ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ (مدیر)

(۲) یہ بات بھی کشف ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ (مدیر)

تھا دشمن مشرقی پاکستان کا مقبوضہ ہوا اور لاکھوں ہندو اس بے دردی سے قتل ہوئے کہ قتل عام کی مثال تاریخ میں کم ملتی ہے۔ پاکستان کی ایک لاکھ بہادر ترین فوج گرفتار کر لیا گیا اور لاکھوں بہنیں کروڑوں مسلمان اب بھی تڑپ رہے ہیں اور انہیں تڑپایا جا رہا ہے جن کی نہ کوئی آہ و بکا سنتا ہے نہ دیکھ فریاد اور اسی پر بس نہیں ہوئی آگ اب مغربی پاکستان میں بھڑک رہی ہے مسلمان مسلمان سے دو بدو لوگ کر رہا ہے جس کے تصور ہی سے آدمی کانپ اٹھتا ہے انسانیت و تہذیب کے ٹھیکے انسانی حقوق اور آزادی برادری کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں اور پورا ملک یاس و ناامیدی اور پریشانی و انتشار کی تاریکیوں کی طرف رواں دواں ہے۔

"وہ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی"

مسلمانوں کا عروج و زوال

۱۷ مارچ ۱۹۷۱ء کو "بصارت و بصیرت" میں جو کچھ عرض کیا تھا وہ ہمارے سامنے ایک صورت حال کا صحیح موقع تھا اور ہی ہمارے سامنے اب بھی گذر رہا ہے اس کا تفصیلی جائزہ تھا۔ ہر صاحب بصیرت اس کو پڑھتے کے بعد دل کی گہرائیوں سے اس کی صحت و صداقت کا اعتراف کرے گا کہ جس جرأت تاک مقام پر ہم پہنچ گئے ہیں یہ سب پچھلے اعمال بد کا نتیجہ ہے اور یہ توفیق خداوندی کی رحمت ہے اس کا احسان ہے کہ ہم اور نہ شاید ہم اس سے پہلے ہی تباہ و برباد ہو گئے ہوتے۔

بہر حال جو کچھ لکھا گیا تھا وہ اپنی بساط کے مطابق صورت حال کی ایک تمام تصویر تھی تحقیق سے ایک صاحب کا مکتوب ملا اس سے منسلک ایک خواب موصول ہوا خواب میں دیکھا تھا ہوتا ہم آنکھوں سے دیکھتے اور عقل سے جانتے تھے اور جس کو ارباب بصیرت اپنی فراست سے اور ارباب کرامت روشن شفاف دل کی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے بعض مخلصین کی رائے ہوئی کہ جو کچھ بصارت و بصیرت میں تحریر کیا گیا ہے یہ کیسے دنیا کے سامنے آئے اس کی مزید تائید ہوتی ہے لہٰذا اس کو بھی شائع کر دیا جائے، یہ خواب میرے ذہن سے نکل کر طاق نسیاں کی زینت بن چکا تھا یاد دلانے پر تلاش کیا مل گیا اور شائع ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ پڑھنے والوں پر اس کا مناظر خواب اثر ہوا اور بہت سے احباب کے خطوط میں اپنے تاثرات کا اظہار کریں۔

جیسا کہ ابھی عرض کیا "بصارت و بصیرت" میں جو کچھ عرض کیا گیا تھا اس خواب پر نہیں تھا یہ خواب نہ بھی ہوتا تب

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہنے والے اللہ تعالیٰ سے بات کرتے ہیں اور بات کرتے ہیں کہ ہمارے کچھ بھائی ہیں جو ہمارے ساتھ ہیں اور ہم نے ان کو ساتھ لیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی ہے ہمارے ساتھ رہنے کی ہمارے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمارے ساتھ رہنے کی توفیق دی ہے ہم نے ان کو ساتھ لیا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کرتے ہیں ہم نے قدرت سے یہ اللہ تعالیٰ سے ایک ہی ملک میں ہم نے ان کو ساتھ لیا اللہ تعالیٰ کے پاس ان کی ایک بات کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی ہے اللہ تعالیٰ نے فضل بنایا ہے۔

بھی صورت سوال، شیخ شخص اور خواب وخیال کی بنا ہے پر ہوتا ہے کہ آنکھوں سے اس کا مشاہدہ ہو، یا قیاس سے کہ صورت سوال کی مطابقت کی خواہش بھی ہو، خواب پر ہو مگر شخص کا معاملہ تھا، لیکن بعض ناظرین نامور دیانت دار نے بیان کیا کہ شیخ یہ خواب بھی بچپن کی نوبت کا ہے جس طرح کسی زمانہ میں کوئی صحابی شیخ اکبر سے یہ کہے کہ میں نے خواب شائع کیا تھا، کسی نے کسی زمانے میں کوئی جھوٹا خواب شائع کیا تو اس سے لازم نہیں کہ ہر سچا خواب بھی جھوٹا سمجھا جائے۔

اور ایک صاحب وہ ہے صاحب نے بیان کیا کہ حسن کی نیت اور اخلاق سے ان کا ذہن میں بھی میں دیکھا تو فوراً فیصلہ فرمایا کہ شیخ شخص ہیں کہ اس خواب میں لال صاحب ہو کر کہ گویا اگر کسی میں کوئی عیب ہے (اور وہ بھی زمانی نظر قاصر میں) تو اس میں کسی کوئی کسی بھلائی کی کسی نمایاں کا دیا ہی سے مخلوق بھی ایک یہ چند کمزوریوں سے تمام محاسن اخلاق سب ہو جاتے ہیں حق تعالیٰ نے مخلوق پر بڑا احسان فرمایا ہے کہ ظاہر ہے کہ ہر ایک کو دوسرے کا عیب ہی نظر آتا ہے، انسان تمام کمزوری اور کم وصلہ واقع ہوا ہے کہ اسے کسی کا ایک عیب نظر آ جائے تو اس کی خوبی پر اس کی نظر نہیں جاتی سارے محاسن اس کی نظر سے غائب ہو جاتے ہیں، حالانکہ حقیقت میں ہے عیب کون ہے اور ذات حضرت حق تعالیٰ شانہ کے اور بندوں کی نظر سے ان کو حق تعالیٰ نے کیا کیا عصمت سے مشرف فرمایا ہے، مگر یہاں سب میں ہیں لیکن حق تعالیٰ کی مرضی اور اس کا حکم یہ ہے کہ انسان اپنے عیب کو دیکھے اور دوسروں کے کمال پر نظر رکھے اور ان کے عیب سے چشم پوشی کرے، اس سے تواضع فروتنی یا ہمی محبت اور اتحاد کی اخوت پیدا ہوتی ہے، اگر انسان اپنی خوبیاں اور دوسروں کی کمزوریوں کو دیکھے تو اس سے کبر نخوت اور باہمی شقاق نفاق کی راہ کھلتی ہے، حق تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس نے پیدائش میں کیا کیا خوبیاں بھی ہیں، حق تعالیٰ مخلوق کی خوبیوں دیکھتا ہے اور مخلوق مخلوق کی برائیوں دیکھتی ہے، حق تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے وہ بندوں کے عیوب سے چشم پوشی اور درگذر فرماتا ہے اور بندہ تاوں ہوتا ہے اپنا عیب ہے وہ دوسروں کی خوبیوں سے اغماض کرتا ہے، اگر کسی انسان میں متعدد برائیاں ہوں لیکن ساتھ ہی کوئی خوبی بھی ہو تو چاہئے کہ اس خوبی کی قدر کی جائے اور برائیوں سے چشم پوشی کی جائے، قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی ارشاد فرمایا ہے۔

بسا اوقات خواب دیکھنے والے کی نیت عموماً ہوتی ہے لیکن خواب اونچا دیکھتا ہے، بہر حال خواب حق ہے، شیخ ہیں اور صورت سوال کا پورا نقشہ سامنے ہے تو اس خواب والیاں سے اس کی تصدیق ہوا اس کی تکذیب کی کیا وجہ ہے؟ (۱)

---

(۱) ... اس خواب کی تعبیر بھی ہے کہ جب خواب دیکھنے والے کی نیت عموماً ہوتی ہے لیکن خواب اونچا دیکھتا ہے، بہر حال خواب حق ہے، شیخ ہیں اور صورت سوال کا پورا نقشہ سامنے ہے تو اس خواب والیاں سے اس کی تصدیق ہوا اس کی تکذیب کی کیا وجہ ہے؟

مسلمانوں کے زوال کا سبب

بہرحال عرض یہ کرنا ہے کہ پاکستان ابھی تک شدید ابتلاء میں ہے، جس عذاب کا خطرہ کچھ عرصہ پہلے مشرقی پاکستان سے شروع ہوا تھا وہ ابھی تک نہ مشرق میں تھما ہے نہ مغرب میں، اس کے ظاہری اور مادی اسباب خواہ کتنے تلاش کر لئے جائیں مگر اس کا حقیقی اور بنیادی سبب صرف ایک ہے اور وہ ہے ہماری شامت اعمال اور ہماری بدعملیوں پر قہر خداوندی کا متوجہ ہونا۔ قرآن کریم میں ایک جگہ قہر الٰہی کے نازل ہونے کی تین شکلیں ذکر کی گئی ہیں:

① آسمانی عذاب مثلاً پتھر برسنا

② زمینی عذاب مثلاً زلزلے آنا اور زمین میں دھنس جانا

③ باہمی کشت و خون، دنگا فساد اور جنگ و جدال، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ﴾ [الانعام: ۶۵]

آپ کہیئے اس پر وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزا چکھا دے، آپ دیکھئے تو سہی ہم کس طرح مختلف پہلوؤں سے دلائل بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جاویں۔ (بیان القرآن)

احادیث طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت پر پہلی دو قسم کے عام عذاب اس طرح نازل نہیں ہوں گے کہ بعض پہلی امتوں کی طرح یہ پوری امت نیست و نابود کر دی جائے، البتہ تیسری قسم کے عذاب میں یہ امت مبتلا ہوگی۔ چنانچہ آج یہ امت بالخصوص ہمارا ملک اس عذاب کی لپیٹ میں ہے طبقاتی منافرت، صوبائی عصبیت، اور لسانی منافست کا دیو پوری قوم کو نگل رہا ہے، بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہے، افراتفری اور بے اعتمادی کی بدبودار فضا میں دم گھٹا جا رہا ہے۔

قہر الٰہی سے بچنے کا راستہ

ہر طرف سے "انا ولا غیری" (میں میں اور تو تو) کے نعرے بلند ہو رہے ہیں، اس سے بڑھ کر کسی قوم کے لئے اور کیا سزا ہو سکتی ہے؟ کوئی شک نہیں کہ اس قوم پر قہر الٰہی اور غضب خداوندی ٹوٹ پڑا ہے، یہ ہزار چیخے چلائے، سر پیٹے، واویلا کرے، لاکھ جتن کرے مگر جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس عذاب کو اٹھا لینے کا فیصلہ نہیں ہوگا یہ قوم کبھی گرداب بلا سے نہیں نکل سکتی۔ ہم اس بھول میں ہیں کہ خدا تعالیٰ کو راضی کئے بغیر محض ہماری تقریروں سے، ہمارے نعروں سے، ہمارے اخباروں سے، ہمارے رسالوں سے، ہمارے ریڈیو اور ٹیلی ویژن

ے پروردگار سے ہماری جمہوریت سے ہماری اسمبلیوں سے ہماری خواتین سے ہماری تجارت سے ہمارے عوامی شعور سے ہمارے قومی تدبر سے نفسا نفسی جب ہم سے نکل جائے گا خوف کا بھوت بھاگ جائے گا اعتماد کا اعتماد و افتراق کا آتش فشاں سرد ہو جائے گا اور ہم صرف اپنی ناکارہ تدبیروں سے حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے اگر ہماری خوش فہمیوں سے حالات بدل جاتے تو اب تک بدل گئے ہوتے قرآن کریم کا فیصلہ ہے ﴿ان اللہ لا یھدی القوم الفاسقین﴾ ۱۸ بے شک اللہ تعالیٰ راہ نہیں سجھاتا نافرمان قوم کو جب تک معاشرے پر فسق و فجور کی حکمرانی ہے ہمیں کبھی فلاح و بہبود کا راستہ نہیں مل سکتا ہمارے جو تدبیر ہوگی الٹی ہوگی ہم ان صفحات میں بار بار دہرا چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اس قہر الٰہی سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ ہم توبہ و ندامت سے اللہ تعالیٰ کو راضی کریں اور اللہ تعالیٰ سے ہم نے جو معاہدہ کر لیا ہے اس کی عملاً کریں اگر افسوس در بے صدا افسوس کا مقام ہے کہ عوام تو عوام خواص کو بھی اس صدائے جرس پر کان دھرنے کی فرصت نہیں ہوئی نہ اس کے لئے کوئی تحریک پیدا ہوئی۔

امت کی نجات اور عذاب سے چھٹکارے کی تدبیر

میرے ایک مخلص دوست اور صالح عالم اچھی چلتی ہوئی زندگی کی بات تشریف لائے تھے موصوف نے اپنے ایک وارد قلبی کا ذکر فرمایا اور عرض کیا کہ پڑھتے پڑھتے معمولی خودگی کی حالت میں ان پر جو کیفیت طاری ہوئی اتفاق سے اس کا ذکر بھی آیا موصوف کی عادت بے حد اخفا کی ہے مگر اس قلبی کیفیت زبان سے کچھ بات نکل گئی اور تادیر اس پر انہیں اس کی تفصیل بیان کرنا پڑی جس سے محسوس ہوا کہ وہ ایک پیغام ہے اور اس میں امت کی نجات اور اس عذاب سے چھٹکارے کی ایک تدبیر ہے اور وہ عذاب بھی اس سے بہت اور اس کی تدبیر کے متعلق میں جو کچھ عرض کیا اس کی مزید تصدیق ہوئی۔ ہماری فرمائش پر موصوف نے اسے قلمبند کر دیا ہے ذیل میں ان کی تحریر پیش کرتا ہوں وہ فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سقوط پاکستان کا صدمہ تازہ تھا کہ آسودگی نہ تھے مجھ میں کہیں آہ تھا رہا تھا کہ ہمارے قلب پر وارد ہوا کہ:

"قوم (مسلمان پاکستان) اس وقت تک قوم نہیں عبد کی مرتکب ہوئی ہے یہ اس کا نتیجہ ہے ہندو پاک کے سمجھداروں نے تحریک پاکستان کے دوران ۱۹۴۰ء میں پاکستان کی مخالفت میں اس نے دعوے دیا تھا کہ پاکستان ایک مثالی اسلامی مملکت ہوگی جس میں اسلام کی

کا بیڑا اٹھایا اور شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہوگا۔ مسلمانوں نے چودہ سو سال تک اپنی اس
امانت کو سنبھالا اور اس کی حفاظت کی یہاں تک کہ جب ۱۹۲۴ء کے انقلاب میں ترکی اور مشرقی پاکستان میں
تقریباً سو فیصد اور مغربی پاکستان میں بھاری اکثریت نے شریعت کے نفاذ کی بجائے اس کو ختم کرنے
اور اس کی جگہ مغربی قانون کے نفاذ کے حق میں ووٹ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس
امت پر سے اپنا سایہ اٹھا لیا اور قوم اس حیثیت سے اپنا وجود برقرار نہ رکھ سکی۔ اس
انقلاب کے بعد ہی ملک پر ۱۹۷۱ء کی جنگ مسلط کی گئی۔

اس تاریخی پس منظر کے بعد ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد ہی طائف کا رخ کیا۔ طائف مکہ مکرمہ سے تقریباً ۶۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں بنو ثقیف کا قبیلہ آباد تھا۔ یہ قبیلہ بڑا طاقتور تھا اور اس کے پاس بڑے مضبوط قلعے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ آپ کے ساتھ بڑا ہی ناروا سلوک کیا۔ آپ کو شہر سے نکال دیا۔ آپ کے پیچھے شہر کے اوباش لوگوں کو لگا دیا۔ انہوں نے آپ پر پتھر برسائے۔ آپ کے پاؤں مبارک لہولہان ہو گئے۔ آپ کو اتنا زخمی کیا کہ آپ کے جوتے خون سے بھر گئے۔ آپ نے وہاں سے واپس آ کر ایک باغ میں پناہ لی۔ اس وقت آپ نے اللہ تعالیٰ سے جو دعا کی وہ بڑی عجیب و غریب دعا ہے۔ اس دعا میں آپ نے اپنی بے بسی اور بے چارگی کا اظہار فرمایا ہے۔ اس دعا کے الفاظ یہ ہیں:

"اللھم الیک اشکو ضعف قوتی وقلۃ حیلتی وھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین انت رب المستضعفین وانت ربی الی من تکلنی الی بعید یتجھمنی ام الی عدو ملکتہ امری ان لم یکن بک علی غضب فلا ابالی ولکن عافیتک ھی اوسع لی اعوذ بنور وجھک الذی اشرقت لہ الظلمات وصلح علیہ امر الدنیا والاخرۃ من ان تنزل بی غضبک او یحل علی سخطک لک العتبی حتی ترضی ولا حول ولا قوۃ الا بک"

اس دعا کے بعد آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دی گئی کہ آپ کی دعوت کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے طائف کے باغ سے انگور کا ایک خوشہ توڑا اور اس کو کھانا شروع کیا۔ اس وقت آپ نے یہ دعا پڑھی:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

اس سے آپ کے اس عمل کی طرف اشارہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے نام سے کھانا شروع کیا۔ اس کے بعد آپ نے یہ دعا پڑھی:

"اللھم انا نستعینک ونستغفرک ونؤمن بک"

واللہ اعلم بالصواب

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی ہر بات میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں۔ اپنے گناہوں کی مغفرت کے طلبگار ہیں اور اپنے ایمان کی حفاظت کے خواہاں ہیں۔ (اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہم پاکستان میں جس اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد کر رہے ہیں اس کے مخالف ہمارے معاشرہ میں موجود ہیں۔)

بہر حال حاصل کلام یہ ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے عتاب کو اسی صورت میں روکا جا سکتا ہے کہ پوری امت یا کم از کم ان کی طرف سے نیابۃً دیندار طبقہ اجتماعی توبہ کی راہ اختیار کرے، اور کچھ سے عام یا لجوم کرے کہ جو محنت اسلام کے نام پر کی جا رہی ہے، اسے اسلام ہی کے بے مثل و بے مثال نظام کا گہوارہ بنایا جائے۔

واللہ علم بحقیقۃ الحال، و للہ اعلم و علمہ اتم

توبہ و استغفار کے جو فضائل و برکات قرآن و حدیث میں آئے ہیں اس وقت ان کا ذکر مقصود نہیں اور الحمد للہ کہ اہل دین مسلمان ان سے بچپنے اپنے سے بے خبر بھی نہیں، حق تعالیٰ کے غضب و عتاب سے بچنے کے لئے توبہ و استغفار کی اہمیت تو ظاہر ہے لیکن جس طرح اپنے گناہوں سے توبہ کرنا ضروری ہے ایک اور طرح حق تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے میں جو امت تقصیر کر رہی ہے اس کے لئے بھی استغفار ضروری ہے، نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ تمام امت جس غفلت اور غیر اسلامی زندگی میں مبتلا ہے ان سب سے یہ توقع رکھنا کہ سب کے سب غیر اسلامی زندگی اور بد عقیدگی و بد عملی سے تائب ہو جائیں گے صرف حق تعالیٰ کی قدرت میں تو ہے کہ ایک ہی آن میں تمام امت صالح بن جائے (اس کا ایک ادنیٰ سا نمونہ ۶۵ھ میں اللہ تعالیٰ نے دکھلا بھی دیا اور اس کی برکات و ثمرات بھی دکھلا دیئے) مگر عام اسباب میں مشکل ہے، البتہ جو صورت ممکن اور آسان ہے وہ یہ ہے کہ اہل دین اور اہل دل تمام امت کا درد لے کر کھڑے ہوں اور امت کی فکر اپنی فکر بنا کر دعوت و اصلاح کے کام پر اپنی توانائیاں صرف کر دیں اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے امت کی ہدایت و فلاح مانگیں، حق تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ امت کی نجات کا فیصلہ فرما دیں گے، نیز ارباب تقویٰ و صالحین اور وہ عام مسلمان جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف موجود ہے اور جو فرائض کی ادائیگی میں تقصیر نہیں کرتے اپنے لئے تمام امت کی طرف سے نیابۃً اور اپنی طرف سے اصالۃً انفرادی و اجتماعی دونوں طرح استغفار کریں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر مزدلفہ میں رات گذارنے کے بعد صبح کو حضرت بلال سے ارشاد فرمایا

"یا بلال انصت او قال انصت الناس ثم قال ان اللہ تطول علیکم فی جمعکم ھذا فوھب مسیئکم لمحسنکم و اعطی محسنکم ما سأل فادفعو باسم اللہ"(۱)

اے بلال لوگوں کو خاموش کرا دو (جب لوگ متوجہ ہو گئے تو) ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر اس مزدلفہ کی وادی میں ایک بڑا انعام و احسان فرمایا کہ تمہارے گناہ گاروں کو تمہارے نیکوکاروں کی وجہ سے بخش دیا اور

(۱) سنن ابن ماجہ، ابواب المناسک، باب الوقوف بجمع ص ۲۱۷، ط: قدیمی

نیکوکاروں نے جو مانگا سوان کو دیا پس بعد کو نام لے کر پکارو ( )

اس حدیث سے تو قع ہوتی ہے کہ راستہ اب بھی کھلا ہے کہ صحابہ کی وجہ سے بدکاروں کو معافی ہو جائے خصوصاً جب صحابہ اپنے تقصیر کرنے والے بھائیوں کی طرف سے بارگاہ قدس میں معذرت پیش کریں اور ان کی طرف سے معافی مانگیں ہر دو موصوف کے رد کرنے میں جو حکم وارد ہوا ہے وہ بھی اس کی تائید ہے (۲) اور ہمارے شیخ سعدی رحمۃ اللہ تو بہت پہلے فرما چکے ہیں:

"بداں را بہ نیکاں بخشد کریم"

اب ضرورت اس کی ہے کہ جس شخص کو حق تعالیٰ نے شب زندہ داری کی دولت عطا فرمائی ہو ﴿وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ﴾ [آل عمران] اور سحر کے وقت استغفار کرنے والوں کی صف میں داخل فرمایا ہے اس کو نہایت

---

(۱) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس سے زیادہ تفصیل ہے وہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کی [illegible] نے ہمیں خطبہ دیا اس میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہارے نبی کے ذریعہ (توقف عزیزی) اس بات کی بڑا احسان فرمایا کہ تمہارے نیکوکاروں سے (ان کی حسنات بدولت) اور قبول فرمائیں اور تمہارے بدکاروں سے درگزر فرمائیں اور تمہارے نیکوکاروں کی بدولت تمہارے بدکاروں کو بخش دیا اور تمہارے ساتھ حسن سلوک فرمایا (کیونکہ اللہ کے ہاں بھی یہ عادت ہے اور یہ بھی حق تعالیٰ کی شان کے لائق ہے) اور اس کی معافی کا وہ وسیع ہاتھ نہ ظالم سے نقصہ کا بدلہ ہرگز لیے بغیر چھوڑے گا اس لیے اللہ کا نام لے کر (اطاعت سے مزدلفہ) چلو" اور جب عرفات کی شام ہوئی تو فرمایا "اے لوگو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ (توقف عزیزی) اس قسم کی بہت بڑی احسان فرمایا کہ تمہارے نیکوکاروں سے (ان کی حسنات بدولت) کو قبول فرمایا اور تمہارے نیکوکاروں کو معاف فرمایا اور تمہارے بدکاروں سے نیکوکاروں کی بدولت تمہارے بدکاروں کو بھی (بلا سزا دیئے) بخش دیا اس میں تکلیف کرکے کوئی کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور تمہاری باہمی حق تلفیوں کو معاف کرنے پر اس نے اپنے ذمہ لے لیا ہے اور اس پر اس کا وعدہ

اللہ کے دربار میں عجز و انکساری سے دعا کی ضرورت ہے

بدخواہوں کے شر سے ہمیں نیز ہمارے ملک کو بچائے ﴿بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [آل عمران:۲۶] اس آیت کی تکرار کم سے کم تین بار کی جائے۔

۷۔ اے اللہ! ہمیں اپنے رحم و کرم، مدد سے نوازیے اور ہمیں معاشرے کے ان لوگوں سے نہیں زیادہ ہے جو تیرے کرم کے سہارے اپنا معاملہ کل تیرے ہیں۔

توبہ: اے اللہ! ہمیں معاف فرما ہم تیرے نبی ﷺ سے جو کچھ بھی تجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور تجھ سے مغفرت چاہتے ہیں ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾ [بقرہ:۲۸۶]

دعا کے بعد الحمد للہ رب العالمین پڑھ کر درود شریف تنجینا پڑھے اور درج ذیل ہے:

اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد صلاة تنجينا بها من جميع الاهوال والافات وتقضي لنا بها جميع الحاجات وتطهرنا بها من جميع السيئات وترفعنا بها عندك اعلى الدرجات وتبلغنا اقصى الغايات من جميع الخيرات في الحياة وبعد الممات انك على كل شيء قدير.

[شیخان اعظم ۳۹۲ حصہ اکابر ۲ ص ۱۹۰]

اخلاص اور تصحیح نیت

انسان اس کا مکلف ہے کہ وہ اپنی قدرت، اپنے علم، اپنی فہم، اپنی صلاحیت اور اپنی صوابدید کے مطابق قدم اٹھائے۔ انسان کی مسئولیت یہی ہے۔ کامیابی و ناکامی اس کے اختیار سے باہر ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے "المسعی هو والانجام من الله" یعنی کوشش کرنا میرا فرض ہے باقی تکمیل تک پہنچانا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ انجام بینی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ قدرت میں رہتا ہے۔ اس کی تکوینی مصلحت و حکمت کا جو تقاضا ہوگا وہی ہوگا۔ انتہی۔ تم سے اللہ تعالیٰ کا ہے تم انسان اس کا مکلف ہے کہ کام کرے وہ اخلاص سے کرے یعنی پیش پیچ سے یہ حق تعالیٰ کی مرضی یا ہے مقصد رضائے الٰہی ہو نفسانی خواہش نہ ہو۔ یہ مرحلہ بہت باریک اور بہت مشکل ہے۔ پہلے تو کامیابی کا نشہ کی وجہ سے اور شیطانی وساوس کی وجہ سے نفسانی خواہشات کو تجزیہ کرنا ہی بہت مشکل ہے کام سے اندر کسی مقصد کا تجزیہ کرنا کہ مقصد الٰہی تھی ہے اور نفس کی خواہش تھی ہے آسان نہیں پھر نفسانی خواہش کو ایک قدم پیچھے کر حق تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر مقصود ہونا نفس پر بہت گراں ہے۔ بسا اوقات مقصد صحیح ہوتا ہے عمل درست ہوتا ہے لیکن نیت صحیح نہیں ہوتی بلکہ نفس کا کوئی امر دنیا کا کوئی مقصد اس میں شامل ہو جاتا ہے جس سے وہ سارا عمل بیکار ہو جاتا ہے،

شیطان لعین جو انسان کا "عدو مبین" ہے اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح آدمی کو نیک کام نہیں کرنے دیتا ہے تو کم از کم اس کو دنیا کی کسی نعمت یا خوشی سے محروم رکھتا ہے اور آدمی (یحسبون انهم یحسنون صنعا) (کہف: ۱۰۴) یعنی وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم کوئی اچھا کام کر رہے ہیں کا مصداق بن جاتا ہے اور اس طرح وہ صحیح مقصد اور صحیح عمل کی برکات سے محروم ہو جاتا ہے بہر حال پہلا یہ ہونا کہ کام صحیح بھی ہے یا نہیں پھر اس میں صحیح قدم رکھنا دنیا کی کسی دولت سے بڑھ کر ہے جب جاویہ جب ماں کا ذریعہ تو کہیں ان مراحل سے گزرنا بے حد مشکل ہے:

"چو کل بسیار شد پیلان بلغزد"

یہ کچھ توفیق الٰہی سے نصیب ہوتا ہے اس کی دینی تدابیر یہ ہیں کہ انسان بارگاہ ربوبیت میں نہایت عاجزانہ انداز سے التجا کرے اور اہل اللہ سے رابطہ قائم کرتا رہے۔ اور جب عقل و فکر پر اور صالحین سے مشورہ کرے، استخارہ کرے، خوش چوکنا چوکنا کرنے قدم رکھے اور پھر بھی یہ خطرہ دامن گیر رہے کہ ممکن ہے میری رائے یا میرا عمل صحیح نہ ہو تب جا کر کہیں مسئولیت کا حق ادا ہوگا۔ بہر حال اس مرحلے پر پہنچ کر اس کا فرض ادا ہو گیا آگے یہ ضروری نہیں کہ وہ مقصد تکمیل تک پہنچ بھی جائے یہ کام حق تعالیٰ کا ہے۔

اس دنیا میں مختلف انبیاء علیہم السلام مختلف صورتوں اور انداز میں تشریف لائے ان کے تقدس و اخلاص اور ان کے فضائل و کمالات کا کیا کہنا انسانیت کا انتہائی معراج کمال، خدا پرستی کا انتہائی عروج، خدا ترسی کی سب سے بڑی بلندی یہ نبوت سے اعلیٰ نبوت کا خاصہ ہے (ونبئهم دنی) اس کی رہنمائی اور اس کی توفیق کا سلسلہ حق تعالیٰ سے ہر وقت براہ راست بلا واسطہ قائم ہوتا ہے (وما رمیت اذ رمیت) کے منصب سے ان کو سرفراز کیا جاتا ہے کوئی قدم بھی منشاء الٰہی کے خلاف نہیں اٹھ سکتا کسی وقت بھی ان سے کچھ بھی ہو بھی حق تعالیٰ کے تکوینی نظام کا تابع ہوتا ہے اگر کوئی ظاہری عتاب بھی ہوتا ہے تو وہ بھی کسی منشاء الٰہی کو پورا کرتا ہے بہر حال وہ کس کی کوشش سے بڑھ کر معصومیت کی معراج پر پہنچ چکا ہوتا ہے (بی یبصر وبی یسمع) وہ میرے ہی دیکھتے ہی اور میرے ہی سنتے ہی) کے مقامات طے کرتا ہے امت محمدیہ کے اولیاء اللہ کو یہ مقام جب حاصل ہو جاتا ہے تو درجات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مراتب کمال کا تو کیا کہنا ہے لیکن ان تمام کمالات کے باوجود دنیا میں کسی مقصد کے لئے وہ معصوم ہوتے ہیں اس میں وہ کامیاب ہوتے ہیں اور کوئی ظاہرہ کامیاب کوئی نہیں دیتا لیکن ان میں جو ظاہر ناکام نظر آتے ہیں درحقیقت وہ بھی کامیاب ہی ہیں اس لئے کہ انہوں نے اپنی مسئولیت پوری کر دی مقصود رضائے الٰہی تھی وہ حاصل ہو گئی۔

کسی جماعت سے اتحاد کے لئے شرائط

بہر حال اگر مقصد ہمارا صحیح ہے اور بہت غور و فکر اور دینی تدابیر کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ اس جماعت یا

کام انجام تک پہنچانا ہے اور مقصد حق تعالیٰ کی خوشنودی ہے اور ملک وملت کی خدمت بھی حق تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنی ہے تو جادۂ حق سے کسی وقت بھی ہمارے قدم ڈگمگانے نہیں چاہئیں کوئی ساتھ دے یا نہ دے محض تنظیم سواد کی خاطر تاکہ جماعت قوی ہو جائے ایسے افراد یا جماعتوں سے معاہدہ کرنا جن کا مشن ناقابل اعتبار ہے یا شرعی معیار پر ان میں کمی موجود ہیں یا جن کا مقصد محض سیاسی اقتدار و زعامت ہے اور ان معاہدوں سے ان کی دینی غلطیوں پر پردہ پڑ جائے اور آئندہ ان پر ان کا دینی مسلک مشتبہ ہو جانے کا اندیشہ ہو تو یہ کہاں تک درست ہوگا؟ کسی جماعت کے پاس تنظیم ہے، اس کو دولت ہے، ذرائع عامہ کو ہموار کرنے کے لئے بے شمار وسائل ہیں ان کے ساتھ معاہدہ کرنا صرف اس لئے کہ ضرور کامیابی ہوگی شرعاً یہ اقدام کہاں تک صحیح ہوگا؟

اس وقت علماء کرام کی جماعتوں میں آراء کا اختلاف بھی ہے اور طریقۂ کار کا اختلاف بھی ہے لیکن الحمدللہ کہ مقصد ایک ہے وہ باطل اور اہل باطل کی سرکوبی ہے اس لئے عوام کو یہ اختلاف برداشت کرنا چاہئے لیکن جو چیز ہر وقت پیش نظر رہنی چاہئے وہ یہ ہے کہ ہر جماعت کو اپنی قوت حاصل کرنے کے پیش نظر کوئی قدم ایسے نہیں اٹھانا چاہئے جس سے باطل کو (غیر شعوری ہی سہی) تائید حاصل ہو اور (اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا) یعنی نفع سے نقصان زیادہ ہونا کا مصداق بن جائے ہم اس کے مکلف ہی نہیں کہ دنیا کی معروف کامیابی سے سرفرازی ہو ہم اس کے مکلف ہیں کہ قدم صحیح اٹھائیں چاہے متعارف کامیابی ہو یا نہ ہو۔

یہ مقصد نہیں کہ صحیح اور جائز معقول اور مؤثر تدابیر اختیار کرنے میں کوتاہی کی جائے اس کے لئے ہر ممکن جد وجہد ہو اس میں کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔

یہ مقصد بھی نہیں کہ اسلامی جماعتوں کے اتحاد کی کوشش سے گریز کیا جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اختلاف اگر ختم ہو سکے تو اسے کم سے کم کرنے کی کوشش کی جائے لیکن اتحاد کے لئے سب سے اہم شرط دین اور مسلک کا اتحاد ہے، یہ معاہدات بھی ایسے ہیں جیسے شرعی معاہدہ عقد نکاح ہوتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ نکاح میں چار باتوں کا خیال عموماً کیا جاتا ہے۔ مال یا حسن وجمال یا ذاتی شرافت وجاہ یا دین، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "تنكح المرأة لأربع لمالها ولحسبها وجمالها ولدينها" پھر فرمایا "فاظفر بذات الدين" یعنی دین ہی کی جہت کو اپنی نظر کا میابی سمجھو۔ (۱)

درحقیقت ثروت کی زبان فیض ترجمان سے ایک اصول یہ معلوم ہوئی کہ تمام ظاہری محاسن حسن وجمال ثروت، مال یا وجاہت ومنصب کے بالمقابل صرف دین کو ترجیح دینی چاہئے ظاہری تدابیر، تنظیمیں، اکثریت، پریس کی قوت اور مال ودولت کی شان وشوکت کے مقابل ان جماعتوں یا افراد کو ترجیح دینا ہوگی جن

(۱) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین ج: ۲ ص: ۷۶۲، ط: قدیمی

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است و بس
در بند آن مباش کہ بشنید یا شنید

(دیوان حافظ، غزل نمبر ۱۴۰)

قول و عمل کا تضاد اور اسلام

قرآن کریم نے جن امور سے مسلمانوں کو سختی سے روکا ہے ان میں سے ایک قول و عمل کا تضاد ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿یا ایھا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون﴾ [الصف ۶۱: ۲، ۳]

اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

﴿ان المنفقین فی الدرک الاسفل من النار﴾ [النساء ۴: ۱۴۵]

بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں جائیں گے۔

نفاق کی تین صورتیں

اسلام کی اصطلاح میں الحاد اور زندیقیت کا بھی یہی مفہوم ہے، چنانچہ فقہاء کرام نے زندیق اسی کو بتایا ہے جو زبان سے اسلام کا دعویٰ کرے اور دل میں کفر چھپائے۔ یہ قول جس کے تضاد کا نام نفاق ہے اور اس کی تین صورتیں ہیں، اول یہ کہ قلبی اعتقاد صحیح ہو مگر عمل دعویٰ کے خلاف ہو یہ نفاق فی العمل ہے۔ دوم یہ کہ دل سے خدا اور رسول کی بات پر سرے سے اعتقاد ہی نہ ہو بلکہ صرف ظاہر داری کے لئے ایمان و اسلام کے زبانی دعوے کئے جائیں یہ نفاق اعتقادی کہلاتا ہے جو کفر خالص ہے اور اس کے لئے دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ کی وعید ہے۔ سوم یہ کہ ایک شخص دل میں عقیدۃً کفر رکھتا ہے مگر ظاہری طور پر اسلام کا انکار نہ کرے بلکہ بظاہر اسلام کا اقرار کرے اور قرآن و حدیث کی نصوص میں تاویل و تحریف کرکے انہیں اپنے مقاصد باطلہ پر چسپاں کرے یہ زندیق اور الحاد کہلاتا ہے جو نفاق فی الضمیر سے پیدا ہوتا ہے اور نفاق کا یہ درجہ سب سے اشد ہے۔ چنانچہ منافق کی توبہ بالاتفاق مقبول ہے لیکن زندیق کی توبہ بعض علماء کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ ان تین مراتب نفاق میں فرق یہ ہے کہ نفاق عملی کی صورت میں ایمان و اعتقاد باقی ہے اور عمل کے بہت شعبے بھی موجود ہیں مگر کسی خاص شعبہ عمل میں نفاق ہے، نفاق اعتقادی میں نہ ایمان ہے نہ اسلام نہ عقیدہ ہے نہ عمل صرف ظاہر داری کے لئے دعویٰ ہی دعویٰ ہے یعنی خالص کفر کے باوجود اسلام کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور تیسرا مرتبہ اس سے بھی بدتر ہے کہ اس میں نفاق اعتقادی کے ساتھ نصوص میں تحریف کا اضافہ ہوجاتا ہے گویا خالص کفر کو تاویلات کے ذریعے اسلام ثابت کیا جاتا ہے۔ الغرض قول و عمل کا تضاد ہو یا نفاق موفق تک ہی سے بدترین جرم ہے شدید غضب الٰہی کا سبب ہے۔

آج مسلمانوں کا بظاہر عام جرم یہی ہے کہ زبان سے اسلام کا دعویٰ ہے لیکن عمل وہ ہیں جن سے کافر بھی شرمائے اور افراد و اشخاص ہوں یا حکومتیں، راعی ہوں یا رعایا سب آج اس عظیم معصیت میں مبتلا ہیں، نفاق عملی میں تو قریباً سبھی مبتلا ہیں کہ زبان سے دعوے کچھ کئے جاتے ہیں اور عمل کچھ اور ہوتا ہے لیکن بہت سے لوگ تو واقعۃً نفاق اعتقادی کے مریض ہیں یعنی وہ مسلمان صرف اس لئے کہلاتے ہیں کہ ان کو مسلمانوں سے واسطہ ہے ورنہ ان کے دل میں اسلام نہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی عظمت ہے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کا اعتقاد ہے، اور بہت سے لوگ اسلام کی پیدائش کس وقت کے پہنانے سے کرتے ہیں گویا انسان کو دین اسلام کی اطاعت و فرمانبرداری کے لئے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ خود اسلام کو انسانی خواہشات نے پیچھے چلنے کے لئے نازل کیا ہے وہ مسلمانوں پر یہ فرض عائد نہیں کرتے کہ وہ اپنی زندگی اسلام کے ڈھانچے میں ڈھالیں بلکہ وہ اسلام پر یہ فرض عائد کرتے ہیں کہ وہ انسانی خواہشات کے سانچے میں ڈھلتا رہے، یہ ہے وہ دور میں زندقہ کی ترقی

یا فیشن ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آج عمومی طور پر مسلمان اخلاقی، عملی یا حقیقی کسی میدان میں آج کہیں جوانے والا نظر نہیں آتا۔ یہ صورت حال ہے جو ہمارے سامنے ہے اور حقیقت اس منافقانہ طرز زندگی کی سزا ہے۔

پاکستان کیوں حاصل کیا گیا؟ اور اب تک کیا ہوا؟

ماضی قریب میں متحدہ ہندوستان میں ہم نے یہی نعرہ لگایا تھا کہ مسلمانوں کے لئے ایک مستقل جداگانہ سرزمین کی اس لئے ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نفاذ کے لئے اسلام کی حکومت قائم ہو اور اسے بچانے اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہو۔ اس موقعہ پر ہم نے بڑے بلند بانگ دعوے کئے تھے کہ حق تعالیٰ کے قوانین عدل کا اجراء ہوگا، اسلامی شعائر کا احیاء ہوگا، اسلامی اتحاد کا خواب پورا ہوگا، کسی مقصد کے لئے جیسے لئے جدوجہد کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے، بہرحال جدوجہد کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے خلائی کے طویل دور کے بعد آزادی کی نعمت عظیم عطا فرمائی اور ایک بڑی عظیم سلطنت عطا فرمائی۔ ۱۲ کروڑ کی قابل قدر اکثریت عطا فرمائی جس نے کارخانے بنانے، کاروبار کو ترقی دی، مملکت کو آباد کیا۔ اس کو چار چاند لگا کے دنیا میں اس کا وقار قائم کیا۔ کچھ لوگ یہ نہیں سمجھ سکے تھے اور انتظار کیا کہ اپنے لیڈروں سے حکومت کے خزانوں کو لوٹیں اور قوم کی محنتوں سے بنے کہاں سے کہاں پہنچے، ماضی حال کی تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ غرض دین و دنیا کی سعادتوں سے مملکت کو مالا مال بنایا لیکن جس بنیادی مقصد کا بار بار اعلان کیا جاتا تھا کہ اسلامی حکومت قائم ہوگی، دنیا میں علم اسلام سے اتحاد ہوگا اس کے لئے علمبرداروں اور حکومتوں نے کیا کیا؟ اپنے وعدوں کو کہاں تک پورا کیا؟ یہاں کون کون سے اسلامی قوانین جاری ہوئے؟ کفر والحاد کو کہاں تک ختم کیا گیا؟ اسلامی معاشرت قائم کرنے کے لئے کیا کیا قدم اٹھائے گئے؟ ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ملے گا۔ آخر امتحان کا یہ عبوری دور تھا کون سی نعمت تھی جو حق تعالیٰ نے نہ دی ہو؟ کون سی فرصت تھی جو نہ ملی ہو؟ لیکن واحسرتاہ! آدھی صدی سے زیادہ عرصہ گذر گیا اور پاکستان نے مقصد وجود کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا کون سا وعدہ پورا کیا گیا؟ کون سی اسلامی عدالت قائم ہوئی؟ زنا اور شراب کی کون سی سزا دی گئی؟ بداخلاقی کا کیا انسداد کیا گیا؟ تمام وعدوں اور دعوؤں کے برعکس بے حیائی، بے پردگی، بے حیائی و عریانی، سود خوری و بدمعاشی کو ختم کرنے کے لئے کون سا قدم اٹھایا گیا؟ بلکہ ان سے برعکس یہ ہوا کہ سود خوری، شراب نوشی، بداخلاقی اور بے حیائی کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی گئی بلکہ سرکاری ذرائع سے اس کی نشر و اشاعت میں کوئی کسر باقی نہیں اٹھا رکھی گئی۔ [illegible] کے صفحات میں ان اور دوسرے داستانوں کو بار بار دہرایا گیا ہے۔

فسق و فجور اور گناہوں کے اثرات

آخر اس فسق و فجور کی کثرت اور خدا فراموش زندگی کی لعنت سے دشمنان اسلام (ہندوستان

امریکہ، روس) کے لئے جوڑ سے ایک چھوٹا سا، اور اس بے نظیر مملکت کا ایک حصہ کاٹ دیا گیا اور باقیہ حصہ کو شر و فساد، اختلاف و انتشار، ہوشربا گرانی اور قحط میں مبتلا کر دیا گیا، امن و امان ختم ہو گیا، کسی کی نہ جان محفوظ نہ کسی کا مال محفوظ، نہ کسی کی آبرو محفوظ، بڑی بڑی صنعتیں بیشمار لڑکیں کمرتیبہ سفر، مہینہ دو مہینوں کے درمیان باہم دست و گریباں کی فضا پیدا ہو گئی، مزدوروں اور کارخانہ داروں کے درمیان بے اعتمادی کی ہوا چل گئی، ہمسایوں کی عزت و احترام کا جذبہ ہوا کے دوش سے نکل گیا، آخر یہ سب کچھ کیوں ہوا اور کس لئے ہوا؟

جواب صاف اور واضح ہے کہ ہم نے نفاق سے کام لیا، اسلام سے دشمنی کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کی، اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا، قول و عمل کے تضاد کو شعار بنایا اور من حیث القوم کی واغتیار کیا:

کار ہا خلق آزمودہ راست

با خدا تزویر چوں کنے رواست

آخر حق تعالیٰ کے قانونِ عدل کا تھپیڑا شروع ہوا، قرآن کریم بار بار حق تعالیٰ کے اس قانونِ عدل کا صاف اعلان کرتا ہے کہ جب حق تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی جائے اور قانونِ خداوندی کی توہین کی جائے تو اس کا انجام یہی ہوتا ہے کہ وہ نعمتیں ان سے چھین لی جاتی ہیں اور ان کے بدلے میں عذابِ شدید اس قوم پر مسلط کر دیا جاتا ہے، ارشاد ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ [ابراهيم:٧]

اگر شکر کرو گے تو تمہیں زیادہ انعاموں سے نوازوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الانعام:٤٤،٤٥]

پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھول گئے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو ان کو ملی تھیں خوب اترانے لگے تو ہم نے ان کو دفعۃً پکڑ لیا۔ پھر وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے پھر ظالم لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی اور اللہ کا شکر ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾ [النحل:١١٢]

پاکستان اور مرزائی امت

آئین اور نظم قائم کیا جائے۔ مسئلہ میں عوام کی رائے کو دخل نہیں سمجھتے ہیں تو وہ پاکستان کے نہیں بلکہ روس کے زیادہ خیر خواہ ہوں گے۔ خدا خدا کر کے ۷۰ء میں پہلی بار ملک کی تاریخ میں عام انتخابات کرائے گئے۔ ان میں مرزائیوں کو ایک علیحدہ فرقہ کی حیثیت سے ووٹ دینے کا حق دیا گیا۔ اس طرح مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جانے کا مطالبہ تسلیم کر لیا گیا۔ اس کے بعد مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جانے، ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جانے، قادیانی اوقاف حکومت کی تحویل میں لئے جانے، کلیدی مناصب سے ان کو نکالا جانے، تمام بیرونی، بحری اور ہوائی فوج سے ان کو ہٹایا جانے، ان کے الگ تشخص اور امتیاز کے لئے ۷۴ء تک مسلسل جدوجہد کی جاتی رہی۔ اور غیر مسلم عرائض نویسوں میں ان کا اندراج کیا جانے، ان کی عبادت گاہوں کے نام تبدیل کرائے جائیں، مرزائیوں کی عبادت گاہوں کو مسجد نہ کہا جائے، انہیں اسلامی اصطلاحات کے غلط استعمال سے روکا جائے، نبی، نبوت، صلوٰۃ و سلام، وحی، الہام، صحابی، عبدی، ام المومنین، خلیفہ، امیر المومنین، علیہ وعلیہ السلام کے مقدس الفاظ میں مقام احمد اور اس کے گروہ پیشی کے لوگوں کے لئے ان کا استعمال ممنوع قرار دیا جائے، وغیرہ وغیرہ۔

ہمیں اس وقت اس میں دخل نہیں کہ حکومت نے ۷۴ء تک کو مسلمانوں کے مطالبات آئینی طور پر تسلیم کرنے اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے، یا گذشتہ حکومتوں کی طرح مسلمانوں کے مطالبات ٹھکرا کر حکومت سے علیحدگی کا ثبوت دیں، یا تعرفسوں صد افسوں کہ آئینی فیصلہ کے بعد حکومت پر سوچ کرنے لگی۔ مؤخر کہ مسلمانوں کو مجرم قرار دیا گیا اور ان کے مطالبات تسلیم کرنے گئے۔ لیکن خدا را بتایئے کہ حکومت نے اس عادلانہ فیصلہ کی تعمیل کے لئے یہ قدم اٹھایا۔ اور ان مطالبات امر و معروف کو کس حد تک پورا کیا گیا؟ گذشتہ اور شمارت میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ مرزائی آئین کے واضح فیصلہ کو صاف صاف ٹھکرا رہے ہیں مگر حکومت نے ان کے اس باغیانہ اعلان کے خلاف کیا کارروائی کی، اس سے بڑھ کر قول عمل کے تضاد کی کیا مثال ہوگی۔

مرزائی برستور مسلمانوں کو مشتعل کر رہے ہیں، اسلام کی مقدس اصطلاحات کو ناپاک کر رہے ہیں، مسلمانوں کے نام سے چھپ جاتے ہیں، اسلامی ممالک میں ملازمتیں کر رہے ہیں، اندرون ملک بڑی بڑی آسامیوں پر قابض ہو کر مسلمانوں سے مذہبی دشمن کا انتقام لے رہے ہیں، پاکستان کو توڑ پھینکنے کے لئے ہر ممکن تدبیر بروئے کار لا رہے ہیں، قوم کے مختلف طبقات میں طبقاتی کشمکش برپا کر رہے ہیں، لیکن ان کے تدارک کے لئے ابھی تک کوئی مؤثر قدم نہیں اٹھایا گیا اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ مرزائیوں کو اور ان کے آقایان مغرب کو مسلمانوں کی نفسیاتی کمزوری کا احساس ہونے لگا کہ موجودہ دور کے مسلمان صرف کہا جانتے ہیں کرنا نہیں جانتے، زبانوں سے تیز دھار ہیں مگر عمل کے کند ہیں، چنانچہ اب وہ بڑی شد و مد کے ساتھ اور بڑے امن و سکون سے اپنی قوتوں کو مجتمع کرنے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے نئے تانے بانے بننے میں مصروف ہیں اور ربوہ کو خلیفہ چند سالوں تک مرزائیت کے غلبہ و اقتدار کی پیش خیمہ بنا رہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

بحمد اللہ ہم باطل کے حربوں سے مرعوب نہیں ہمیں یقین ہے کہ حمایت اسلامیہ کے بڑھاوا اور محمد رسول

[illegible] اپنے [illegible] کی [illegible] اپنے [illegible] کی [illegible] اپنے [illegible] کی [

﴿الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ [التوبۃ: ۱۱۱]

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا معاملہ تم نے کیا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

سبحان اللہ! شہادت اور جہاد کی اس سے بڑھ کر ترغیب ہو بھی سکتی ہے؟ اللہ رب العزت خود اپنے نہیں بندوں کی جان و مال کا خریدار ہے جن کا وہ خود مالک و رازق ہے اور اس کی قیمت کتنی اونچی و قیمتی لگائی گئی؟ جنت! پھر فرمایا گیا کہ یہ سودا کچا نہیں کہ اس میں فسخ کا احتمال ہو بلکہ اتنا پکا اور قطعی ہے کہ توریت و انجیل اور قرآن تمام آسمانی کتابوں اور خدائی دستاویزوں میں یہ عہد و پیمان درج ہے اور اس پر تمام انبیاء و رسل اور ان کی عظیم الشان امتوں کی گواہی ثبت ہے۔ پھر اس مضمون کو مزید پختہ کرنے کے لئے خدائی وعدوں میں وعدہ خلافی کا کوئی احتمال نہیں فرمایا گیا ہے ﴿ومن اوفی بعهده من الله﴾ یعنی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنے وعدہ و عہد و پیمان کو پورا رکھنے والا کون ہو سکتا ہے؟ یا مخلوق میں کوئی ایسا ہے جو خالق کے ساتھ اپنے عہد کو پورا نہیں کر سکے؟ کیا ہر گز نہیں! مرتبۂ شہادت کی بلندی اور شہید کی فضیلت و منقبت کے سلسلہ میں قرآن مجید کی یہی ایک آیت کافی و وافی ہے۔ امام طبری، ابن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے مسجد میں "اللہ اکبر" کا نعرہ لگایا اور ایک انصاری صحابی بول اٹھے واہ واہ! کیسی عمدہ تجارت ہے کیسا سودا ہے۔ واللہ ہم اسے کبھی فسخ نہیں کریں گے نہ فسخ ہونے دیں گے۔ نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا﴾ [النساء: ۶۹]

اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔

اس آیت کریمہ میں راہ خدا کے جانباز شہیدوں کو انبیاء و صدیقین کے بعد تیسرا مرتبہ عطا کیا گیا ہے، نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ [البقرۃ: ۱۵۴]

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم کو احساس نہیں۔

نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [آل عمران ۱۶۹: ۱۷۱]

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی مل رہا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس ابھی نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر خوش ہوتے ہیں کہ ان پر کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور وہ مغموم ہوں گے۔ وہ خوش ہوتے ہیں نعمت و فضل خداوندی سے اور وہ اس سے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔ (ترجمہ حکیم الامت تھانوی)

ان دونوں آیتوں میں اعلان فرمایا گیا کہ شہداء کی موت دوسرے انسانوں کی سی موت نہیں ہے شہید مرتے نہیں ہمیشہ کی زندگی پا لیتے ہیں شہادت کے بعد انہیں ایک خاص نوعیت کی برزخی حیات سے مشرف کیا جاتا ہے۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

یہ شہید ان در دولت بارگاہ الٰہی میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور اس نے بدلے میں ان کی شان کی طرف سے ان کی عزت و تکریم اور قدر و منزلت کا اظہار اس طرح ہوتا ہے کہ ان کی روحوں کو ہرے پرندوں کی شکل میں سواریاں عطا کی جاتی ہیں جو جنت الٰہی سے متعلق قندیلیں ان کی قرار گاہ ہوتی ہیں اور انہیں اذن عام ہوتا ہے کہ جنت میں جہاں چاہیں جائیں جہاں چاہیں پرواز کریں اور جنت کی جس نعمت سے چاہیں لطف اندوز ہوں شہید اور شہادت کی فضیلت میں بڑی کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں ہم یہاں سے چند احادیث پیش خدمت کرتے ہیں:

حدیث ① حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لو لا ان اشق علی امتی ما قعدت خلف سریۃ، ولو دوت انی اقتل ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل".(۱)

(اخرجہ البخاری فی عدۃ ابواب من کتاب الایمان والجہاد وغیرھا فی حدیث طویل)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میری امت کو مشقت میں ڈالنا اگر مجھ کو منظور نہ ہوتا تو میں کسی مجاہد دستے سے پیچھے نہ رہتا اور میری دلی

(۱) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الجہاد من الایمان ج ۱ ص ۱۰، ایضاً کتاب الجہاد، باب الجعائل والحملان فی السبیل ج ۱ ص ۴۱۷، ط قدیمی

آرزو یہ ہے کہ میں راہ خدا میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں۔

غور فرمایئے! نبوت اور پھر ختم نبوت وہ بلند و بالا منصب ہے کہ عقل و فہم اور وہم و خیال کی پرواز بھی اس کی رفعت و بلندی کی حدوں کو نہیں چھو سکتی، اور یہ انسانی شرف و مجد کا وہ آخری نقطۂ عروج اور غایۃ الغایات ہے جس سے اوپر کسی مرتبہ و منزلت کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا لیکن اللہ کے مرتبہ شہادت کی بلندی و برتری کا کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف مرتبہ شہادت کی تمنا رکھتے ہیں بلکہ بار بار دنیا میں تشریف لانے اور بار بار محبوب حقیقی کی خاطر خاک و خون میں لوٹنے کی خواہش کرتے ہیں:

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

صرف اس ایک حدیث سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ مرتبہ شہادت کس قدر اعلیٰ و ارفع ہے۔

حدیث ⑦: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ما من احد یدخل الجنة یحب ان یرجع الی الدنیا وله ما فی الارض من شیء الا الشهید یتمنی ان یرجع الی الدنیا فیقتل عشر مرات لما یری من الکرامة"(۱)

(اخرجه البخاری فی باب تمنی المجاهد ان یرجع الی الدنیا، و مسلم)

کوئی شخص جو جنت میں داخل ہو جائے یہ نہیں چاہتا کہ وہ دنیا میں واپس جائے اور اسے زمین کی کوئی بڑی سے بڑی نعمت مل جائے البتہ شہید یہ تمنا ضرور رکھتا ہے کہ وہ دس مرتبہ دنیا میں جائے پھر راہ خدا میں شہید ہو جائے کیونکہ وہ شہادت پر ملنے والے انعامات اور نوازشوں کو دیکھتا ہے۔

حدیث ⑧: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میں بعض دفعہ جہاد کے لئے اس وجہ سے نہیں جاتا کہ (بعض (نادار اور) مخلص مسلمانوں کا جی اس بات پر راضی نہیں کہ (میں تو جہاد کے لئے جاؤں اور) وہ مجھ سے پیچھے بیٹھ رہیں (کیونکہ ان کے پاس جہاد کے لئے سواری اور سامان نہیں) اور میرے پاس (بھی) سواری نہیں کہ ان کو جہاد کے لئے تیار کر سکوں، اگر یہ عذر نہ ہوتا تو اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے میں کسی جہاد سے جو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے جائے پیچھے نہ رہا کروں۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب تمنی المجاهد ان یرجع الی الدنیا ج: ۱ ص: ۳۹۵، ط: قدیمی
صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الشهادة فی سبیل الله ج: ۲ ص: ۱۳۴، ط: قدیمی

اور اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، میری تمنا یہ ہے کہ میں راہ خدا میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں "(۱)۔ (بخاری، مسلم)

حدیث ⑥: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"واعلموا أن الجنة تحت ظلال السيوف" (۲). (بخاری)

جان لو! کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔

حدیث ⑦: حضرت مسروق تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ [آل عمران:۱۶۹]

اور جو لوگ راہ خدا میں قتل کر دیئے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے۔

تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی تفسیر دریافت کی تو آپ نے فرمایا:

"ارواحهم في جوف طير لها قناديل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حيث شاءت ثم تاوي الى تلك القناديل، فاطلع اليهم ربهم اطلاعة فقال: هل تشتهون شيئا؟ قالوا: أي شيء نشتهي ونحن نسرح من الجنة حيث شئنا، ففعل ذلك بهم ثلاث مرات، فلما رأوا انهم لن يتركوا من ان يسألوا قالوا: يارب! نريد ان ترد أرواحنا في اجسادنا حتى نقتل في سبيلك فلما رأى ان ليس لهم حاجة تركوا" (۳). (رواه مسلم)

شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے جوف میں سواری کرتی ہیں، ان کی قرار گاہ وہ قندیلیں ہیں جو عرش الٰہی سے آویزاں ہیں، وہ جنت میں جہاں چاہیں سیر و تفریح کرتی ہیں پھر لوٹ کر انہی قندیلوں میں قرار پکڑتی ہیں۔ ایک بار ان کے پروردگار نے ان سے بالمشافہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم کسی چیز کی خواہش رکھتے ہو؟

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الجعائل والحملان فی السبیل ج:۱ ص:۴۱۷، ایضاً کتاب الجهاد، باب تمنی الشهادة ج:۱ ص:۳۹۲، ط. قدیمی. الصحیح لمسلم، کتاب الامارة، باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل الله ج:۲ ص:۱۳۳، ط: قدیمی

(۲) صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الجنة تحت بارقة السیوف ج:۱ ص:۳۹۵، ط: قدیمی

(۳) الصحیح لمسلم، کتاب الامارة، باب فی بیان ان ارواح الشهداء فی الجنة ج:۲ ص:۱۳۵، ط: قدیمی

عرض کیا ہماری بہت زیادہ بے عزتی کردی گئی ہے ہم جہاں پہنچتے تھے ہمارے بعد آپ کی خواہش باقی رہ سکتی ہے اتنی قسموں نے تین بار اصرار کیا کہ اپنی کوئی چاہت تو ظاہر فرمائیں تو جب انہوں نے دیکھا کہ کوئی نہ کوئی خواہش عرض کرنی ہی پڑے گی تو عرض کیا ہمارے بھائیوں کو پتہ چلے کہ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں داخل ہوگئی ہیں تاکہ جہاد سے بیٹھ رہنے کی ترغیب نہ دیں (اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ تھا کہ جب ان کی کوئی خواہش نہ رہے) چنانچہ جب یہ خبر ہوئی تو ان کو بھیج دیا۔

حدیث (۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا یکلم احد فی سبیل اللہ، واللہ اعلم بمن یکلم فی سبیلہ الا جاء یوم القیامۃ وجرحہ یثعب دما اللون لون الدم والریح ریح المسک"۔ (۱)

جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوا اور اللہ ہی جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون فوارہ کی طرح بہہ رہا ہوگا رنگ خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی۔

حدیث (۱۰) حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"للشہید عند اللہ ست خصال یغفر لہ فی اول دفعۃ، ویری مقعدہ من الجنۃ، ویجار من عذاب القبر، ویامن من الفزع الاکبر، ویوضع علی راسہ تاج الوقار، الیاقوتۃ منہا خیر من الدنیا وما فیہا، ویزوج ثنتین وسبعین زوجۃ من الحور العین، ویشفع فی سبعین من اقربائہ"۔ (۲) (رواہ الترمذی وابن ماجہ، ومثلہ عند احمد والطبرانی من حدیث عبادۃ بن الصامت)

اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے لئے چھ انعام ہیں:

(۱) اول وہلہ میں اس کی بخشش ہوجاتی ہے۔

(۲) (موت کے وقت) جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے۔

(۳) عذاب قبر سے محفوظ اور قیامت کے فزع کبر سے مامون ہوتا ہے۔

(۴) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور دنیا کی ساری چیزوں سے بہتر ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب من یجرح فی سبیل اللہ ج ۱ ص ۳۹۳، ط قدیمی۔
صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ ج ۲ ص ۱۳۳، ط قدیمی۔

(۲) سنن الترمذی، ابواب فضائل الجہاد، باب فضل الشہید ج ۲ ص ۲۹۵، ط قدیمی۔
سنن ابن ماجہ، ابواب الجہاد، باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ ص ۲۰۱، ط قدیمی۔

④ جنت کی بہتر حوروں سے اس کا بیاہ ہوتا ہے۔

⑤ اور اس کے ستر عزیزوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

حدیث ①: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الشهيد لا يجد ألم القتل الا كما يجد احدكم القرصة" (۱). (رواه الترمذي والنسائي والدارمي)

شہید کو قتل کی اتنی تکلیف بھی نہیں ہوتی جتنی کہ تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے تکلیف ہوتی ہے۔

حدیث ②: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اذا وقف العباد للحساب جاء قوم واضعي سيوفهم على رقابهم تقطر دماً فازدحموا على باب الجنة فقيل من هؤلاء؟ قيل الشهداء كانوا احياء مرزوقين" (۲) (رواه الطبراني)

جب کہ لوگ حساب کتاب کیلئے کھڑے ہوں گے تو شہید اپنی گردن پر تلواریں رکھے ہوئے آئیں گے جن سے خون ٹپک رہا ہوگا یہ لوگ جنت کے دروازے پر آ کر جمع ہو جائیں گے لوگ دریافت کریں گے کہ یہ کون لوگ ہیں (جن کا حساب کتاب بھی نہیں ہوا سیدھے جنت میں آ گئے) انہیں بتایا جائے گا کہ یہ شہید ہیں جو زندہ تھے انہیں رزق ملتا تھا۔

حدیث ③: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ما من نفس تموت لها عند الله خير يسرها ان ترجع الى الدنيا الا الشهيد فانه يسره ان يرجع الى الدنيا فيقتل مرة اخرى لما يرى من فضل الشهادة" (۳). (رواه مسلم)

جس شخص کے لئے اللہ کے ہاں خیر ہو جب دوسرے تو کبھی دنیا میں واپس آنا پسند نہیں کرتا البتہ شہید اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کی بہترین خواہش یہ ہوتی ہے کہ اسے دنیا میں واپس بھیجا جائے تاکہ وہ ایک بار پھر شہید

(۱) سنن الترمذي، ابواب فضائل الجهاد ج:۲ ص:۲۹۶، ط: قديمي، سنن النسائي، كتاب الجهاد، ما يجد الشهيد من الالم ج ۲ ص:۶۱، ط: قديمي

(۲) المعجم الاوسط للطبراني ج:۲ ص:۲۸۵، ط: دار الحرمين قاهره

(۳) الصحيح لمسلم، كتاب الامارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله ج:۲ ص:۱۳۴، ط: قديمي

ہو جائے اس لئے کہ وہ مرنے شہادت کی فضیلت پا چکا ہے۔

حدیث ⑩ ابن منذر نے حضرت حکیم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اپنے مال کی دیکھ بھال کے لئے میں خاص کیا وہاں پہنچا تو رات ہوگئی میں عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ (جو شہید ہو گئے تھے) کی قبر کے پاس آیا میں نے قبر سے اونچی قرأت کی کہ اس سے اچھی قرأت کبھی نہیں سنی تھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا تذکرہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قاری عبداللہ (شہید) تھے تمہیں معلوم نہیں اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو قبض کرنے کے وقت سجدہ اور قیام کی قندیلوں میں رکھتے ہیں اور انہیں جنت کے درمیان (موتی پر) آویزاں کر دیتے ہیں رات کا وقت ہوتا ہے تو ان کی روحیں ان کے جسم میں واپس کر دی جاتی ہیں وہ تر و تازہ ہوتی ہے تو پھر اپنی قندیلوں میں آ جاتی ہیں۔

یہ حدیث حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے تفسیر مظہری میں ذکر کی ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات کے بعد بھی شہداء کے لئے ظاہر کے درجات لکھے جاتے ہیں۔

حدیث ⑪ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے احد کے قریب سے نہر نکلوائی تو وہاں سے شہداء احد کو ہٹانے کی ضرورت ہوئی ہم نے ان کو نکالا تو ان کے جسم بالکل تر و تازہ تھے مجھ سے عمرو کے شاگرد کہتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (جو احد میں شہید ہوئے تھے) نکالا گیا تو ان کا ہاتھ زخم پر رکھا تھا وہاں سے ہٹایا گیا تو خون کا فوارہ چھوٹ گیا زخم پر ہاتھ دوبارہ رکھا گیا تو خون بند ہو گیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد ماجد کو ان کی قبر میں دیکھا تو ایسا لگتا تھا جیسا سو رہے ہیں جس چادر میں ان کو کفن دیا گیا تھا وہ جوں کی توں تھی اور یا اس پر کھلاس رگی گئی تھی وہ بھی بدستور اصلی حالت میں تھی اس وقت ان کو شہید ہوئے چھیالیس سال کا عرصہ ہو چکا تھا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس واقعہ کو کھلی آنکھوں دیکھنے کے بعد اب کسی کو انکار کی گنجائش نہیں کہ شہداء کی قبریں جب کھودی جاتیں تو جو کچھ تھوڑی سی مٹی لگتی اس سے کستوری کی خوشبو مہکتی تھی۔

یہ واقعہ امام بیہقی نے متعدد سندوں سے اور ابن سعد نے ذکر کیا ہے جیسا کہ تفسیر مظہری میں نقل کیا ہے (۱)۔

مندرجہ بالا احادیث سے شہادت کا خلاصہ مندرجہ ذیل امور ہیں۔

اول شہادت ایسا اعلیٰ و ارفع مرتبہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی اس کی تمنا کرتے ہیں۔

دوم مرنے والے کو شہادت کے بعد عزت و کرامت اور راحت و سکون نصیب ہوتا ہے دنیا میں واپس آنے کی خواہش ہرگز نہیں کرتا البتہ شہید کے سامنے جب شہادت کے فضائل اور فوائد کہتے ہیں تو اسے خواہش

---

(۱) التفسیر المظہری ج ۲ ص ۱۵۲ مطبوعہ رشیدیہ

ہوتی ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں آئے اور جام شہادت نوش کرے۔

سوم حق تعالیٰ شہید کو ایک خاص نوعیت کی "برزخی حیات" عطا فرماتے ہیں شہداء کی ارواح کو دنیا میں پرواز کی قدرت ہوتی ہے اور انہیں ان مقامات سے جہاں چاہیں آئیں جائیں ان کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں اور صبح و شام رزق سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

چہارم حق تعالیٰ نے جس طرح ان کو برزخی حیات سے ممتاز فرمایا ہے اسی طرح ان کے اجسام کو بھی محفوظ رکھتے ہیں کہ یہ ان کی ارواح کو جسمانی نوعیت اور ان کے اجسام کو روح کی خاصیت حاصل ہوتی ہے۔

پنجم شہادت سے شہید کے اعمال منقطع نہیں ہوتے بلکہ اس کی ترقی درجات میں تا قیام قیامت بلکہ قیامت کے بعد قیامت تک اس کے درجات برابر بلند ہوتے رہتے ہیں۔

ششم حق تعالیٰ ارواح شہداء کو خصوصی مسکن عطا کرتے ہیں جو یا قوت سبز جنت کے قندیلوں کی شکل میں عرش اعظم سے آویزاں رہتے ہیں اور جنت میں چمکتے ستاروں کی طرح نظر آتے ہیں۔

بہت سے عارفین نے جن میں عارف باللہ حضرت شیخ شہید مظہر جان جاناں بھی شامل ہیں ذکر کیا ہے کہ شہید پروانہ اپنے نفس، اپنی جان اور اپنی شخصیت کی قربانی بارگاہ الوہیت میں پیش کرتا ہے اس لئے اس کی جزا اور صلہ میں اسے حق جل شانہ کی تجلی ذاتی سے سرفراز کیا جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی نعمت ہیچ ہے۔

حضرات! شہادت عظیمہ ہے جہاد کا، اور ہم نے کتاب اللہ کی ان آیات اور بہت کی احادیث نبویہ سے تعرض نہیں کیا جو جہاد کے سلسلہ میں وارد ہیں چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں متعدد صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ اور سہل بن سعد وغیرہما رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک صبح کو یا ایک شام کو جہاد کے لئے نکل جانا دنیا اور دنیا کی ساری دولتوں سے بہتر ہے"۔ (۱)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ساری عمر برابر قیام کرے اور ان کو روزہ رکھا کرے جہاد فی سبیل اللہ کے برابر کوئی نیکی نہیں"۔ (۲)

ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الغدوة والروحة فی سبیل الله وقاب قوسین احدکم من الجنة ج: ۱ ص: ۳۹۲، ط: قدیمی. الصحیح لمسلم، کتاب الامارة، باب فضل الغدوة والروحة فی سبیل الله ج: ۲ ص: ۱۴۳، ط: قدیمی

(۲) صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب فضل الجهاد والسیر ج: ۱ ص: ۳۹۱، ط: قدیمی

شہید کسے کہتے ہیں؟

حضرات! شہید کی کئی قسمیں ہیں، ان میں سب سے عام مرتبہ وہ شہید ہے جو اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کی بات کو اونچا کرنے کے لئے میدان جنگ میں کافروں کے ہاتھوں قتل کردیا جائے۔ اس کے علاوہ اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے جو قتل ہوجائے وہ بھی شہید ہے، جو شخص اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوجائے وہ بھی شہید ہے اور جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوجائے وہ بھی شہید ہے جیسا کہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت سے نسائی، ابوداؤد اور ترمذی میں حدیث موجود ہے۔ (۱)

امام بخاری و امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"پانچ آدمی شہید ہیں: وہ طاعون سے مرے، جو پیٹ کی بیماری سے مرے، جو پانی میں غرق ہوجائے، جو مکان گرنے سے مرجائے اور جو اللہ کی راہ میں شہید ہوجائے"۔ (۲)

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کے راستے میں قتل ہونے کے علاوہ سات قسم کی موتیں شہادت ہیں: طاعون سے مرنے والا شہید ہے، ڈوب کر مرنے والا شہید ہے، ذات الجنب کے مرض سے مرنے والا شہید ہے، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے، جل کر مرنے والا شہید ہے، دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا شہید ہے، جو عورت حمل یا ولادت میں انتقال کرجائے وہ شہید ہے"۔ (یہ حدیث امام مالک، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے) (۳)۔

ابوداؤد میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سمندر میں مرجھرانے کی وجہ سے جس کو قے آنے لگے اس کے لئے شہید کا ثواب ہے"۔ (۴)

نسائی شریف میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی قتال اللصوص ج: ۲ ص: ۶۵۸، ط: حقانیہ پشاور۔
سنن الترمذی، ابواب الدیات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء من قتل دون مالہ فھو شہید ج: ۱ ص: ۱۷۰، ط: فاروقی کتب خانہ ملتان

(۲) صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب الشھادۃ سبع سوی القتل ج: ۱ ص: ۳۹۷، ط: قدیمی۔
الصحیح لمسلم، کتاب الامارۃ، باب بیان الشھداء ج: ۲ ص: ۱۴۳، ۱۴۲، ط: قدیمی

(۳) موطا الامام مالک، کتاب الجنائز، باب النھی عن البکاء علی المیت ص: ۲۱۵، ط: قدیمی۔
سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب النھی عن البکاء علی المیت ج: ۱ ص: ۲۶۱، ط: قدیمی

(۴) سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی رکوب البحر وفضل قتل الکافر ج: ۱ ص: ۳۳۷، ط: حقانیہ

"اس میں (دوسرے سے بعد) اس نے دوسری عورت سے شادی کر لی ہے۔" (۱)

ابوداؤد شریف میں حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔" (۲)

ترمذی شریف میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

"شہید چار قسم کے ہیں ایک وہ شخص جس کا ایمان بہت عمدہ اور پختہ ہو اس کا دشمن سے مقابلہ ہوا اس نے اللہ سے وعدوں کی تصدیق کی اور اس نے وہ شہادت والی جہاد میں شرکت کی یہاں تک کہ لوگ اس کی طرف نماز میں نظر اٹھا کر دیکھیں گے یہ فرماتے ہوئے آپ نے سر اٹھایا یہاں تک کہ آپ کی ٹوپی سر سے گر گئی (راوی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ اس نے حضرت عمر کی ٹوپی سر سے گرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا یا وہ مؤمن آدمی جس کا ایمان بہت پختہ تھا دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا حتیٰ کہ قتل کر دیا گیا اس نے مقابلے کے وقت اپنے محسوس کیا تو وہ یا خود اپنے کو کہا کہ اس نے کام میں پیچھے رہ گیا (یعنی اول کام اپنے کیا اور دوسرے کام میں پیچھے رہ گیا) اور تیسرا وہ مؤمن آدمی جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا اور چوتھا وہ مؤمن آدمی جس نے اپنے نفس پر (گناہوں سے) زیادتی کی (یعنی گناہوں میں مبتلا رہتے تھے) دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا۔" (۳)

ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کے راستہ میں قتل ہونے والے تین قسم کے لوگ ہیں ایک وہ مؤمن جس نے اپنی جان اور مال سے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ جب دشمن سے مقابلہ ہوا تو شہید ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور دوسرا وہ مؤمن جس نے اپنی جان اور مال سے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ جب دشمن سے مقابلہ ہوا تو شہید ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور تیسرا وہ مؤمن جس نے اپنی جان اور مال سے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ جب دشمن سے مقابلہ ہوا تو شہید ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور چوتھا وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور پانچواں وہ مؤمن جس نے اپنی جان اور مال سے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ جب دشمن سے مقابلہ ہوا تو شہید ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور چھٹا وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور ساتواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور آٹھواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور نواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور دسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور گیارہواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور بارہواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور تیرہواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور چودہواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور پندرہواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور سولہواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور سترہواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور اٹھارہواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور انیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور بیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور اکیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور بائیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور تیئیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور چوبیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور پچیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور چھبیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور ستائیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور اٹھائیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور انتیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور تیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور اکتیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور بتیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور تینتیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور چونتیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور پینتیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور چھتیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور سینتیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور اٹھتیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور انتالیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور چالیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور اکتالیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور بیالیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور تینتالیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور چوالیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور پینتالیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور چھیالیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور سینتالیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور اٹھتالیسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور انچاسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور پچاسواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور اکاونواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور باونواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور ترپنواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور چونواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور پچپنواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور چھپنواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور ستاونواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور اٹھاونواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے اور اس کو جنت میں داخل کیا اور اس کو اس کا ٹھکانہ دکھا دیا گیا اور انسٹھواں وہ مؤمن جس نے بہت سے گناہ کیے اور اس پر ظلم کیا اور اپنے

برے، اس نے جان و مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اور دشمن کے مقابلے میں تلوار یہاں تک کہ قتل ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا: مٹا دینے والی (تلوار) نے اس کی غلطیوں اور گناہوں کو مٹا دیا ہے، بلاشبہ تلوار گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور اس شہید کو اجازت دی گئی کہ وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ تیسرا منافق: جس نے جان و مال سے جہاد کیا دشمن سے مقابلہ ہوا مارا گیا، یہ دوزخ میں جائے گا کیونکہ تلوار (اور گناہوں کو تو مٹا دیتی ہے) مگر نفاق (دل میں چھپے ہوئے کفر) کو نہیں مٹاتی "۔ (۱)

حاصل یہ کہ ان تمام احادیث کو جن میں شہادت کی اموات کو متفرق بیان کیا ہے جمع کر لیا جائے تو شہداء کی فہرست کافی طویل ہو جاتی ہے اور سب جانتے ہیں کہ جو لوگ مفہوم مخالف کے قائل ہیں ان کے نزدیک بھی عدد میں مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں۔ نہایت جلدی میں یہ چند احادیث پیش کی گئیں ورنہ اس موضوع کے استیعاب کا قصد کیا جاتا تو شہداء کی تعداد کافی زیادہ نکل آتی۔ (۲)

پھر قیاس و اجتہاد کے ذریعہ ایسے شہداء کو بھی ان سے ملحق کیا جا سکتا ہے جو اگرچہ احادیث میں صراحۃً نہیں آئے مگر حدیث کے اشارات سے نکالے جا سکتے ہیں، مثلاً فرمایا: جو اپنے مال کی مدافعت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے، اب یہ عام ہے جو تمام حقوق کو شامل ہے لہٰذا جو شخص ماں و وطن کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہوگا۔ جو ظلم و عدوان کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہوگا۔ الغرض جو مسلمان اپنی جان کی، اپنے اہل و عیال کی، اپنی عزت کی، اپنے مال کی، اپنے وطن کی، سرزمین اسلام کے وقار کی اور مسلمانوں کی عزت و قوت کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ حسب درجہ شہید کا مرتبہ پائے گا بشرطیکہ اس کی مدافعت رضائے الٰہی کے لئے ہو محض جاہلی عصبیت، خالص قومیت اور جاہلی حمیت کی بنا پر نہ ہو۔

مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کے اسباب

کون نہیں جانتا کہ "وطن" اپنی ذات میں کوئی مقدس چیز نہیں اس کی عزت و حرمت محض اس وجہ سے ہے کہ وہ اسلام کی شان و شوکت اور اس کی سربلندی کا ذریعہ ہے اور "قومی اسٹیٹ" میں سوائے اس کے تقدس کا کوئی پہلو نہیں کہ وہ اعلائی قوت کا مرکز اور مسلمانوں کی عزت و شوکت کا مظہر ہے۔ آج جو مشرق و مغرب میں اسلام دشمن طاقتیں عرب و عجم کے مسلمانوں کے خلاف متحد ہو کر انہیں خود ان کے اپنے علاقوں میں طرح طرح سے

---

(۱) سنن الدارمی، کتاب الجهاد، باب فی صفة القتل فی سبیل الله ج: ۲ ص: ۲۷۲، ط: دار الکتاب العربی بیروت

(۲) مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں "مرقاۃ" اور "طوالع" اور "ردالمحتار" کے حوالے سے نیز شامی نے "ردالمحتار" میں شہداء کی فہرست شمار کی ہے جو کم و بیش ساٹھ ہیں۔ (مترجم)

[illegible] پریشان کرتی ہیں اس کا واحد سبب یہ ہے کہ ہم نے فریضہ جہاد سے غفلت برتی اور ہم جہاد شہادت کے حصول کرنے کا اور اسے جو تمام جہاد سے فضلت کی وجہ یہ ہیں کہ ہمارے پاس مال و دولت اور مادی اسباب کی فراوانی ہے یا یہ کہ مسلمانوں کی مراد شماری کم ہے اور رب اطہرت نے اسلامی عربی ممالک کو ثروت اور مال کی فراوانی سے نوازا ہے فرماتے ہیں جو کبھی تصور میں بھی نہیں آسکتے تھے صرف کبھی نہیں بلکہ ان وسائل میں یہ اسلام دشمن طاقتیں بھی ہمارے ممالک کی دست نگر اور محتاج ہیں الغرض آج مسلمانوں کی ذلت کا سبب اسلامی کی نہیں بلکہ اس کا اصل باعث ہمارا بھی اخلاق انحراف ہے ہم نے اخلاقی ضروریات پر کبھی غرائض کو مقدم رکھا، انفرادی مصالح کو قومی مصالح پر ترجیح دی، راحت و آسائش کے عادی ہو گئے، روح جہاد کو بھلا دیا اور آخرت اور جنت کے جوش جذبہ سے اپنے آپ کو محروم کر لیا یہ ہیں وہ اسباب جن کی وجہ سے مسلمان قوم دنیوی ذلت و خواری کی گہری وادیوں میں جا گری۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کو امام [illegible] وغیرہ نے روایت کیا ہے اہل علم کے حلقہ میں معروف ہے اس میں اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے

"اور زمانہ قریب ہے جبکہ تمام اسلام دشمن قومیں تمہارے مقابلے میں ایک دوسرے کو دعوت دیں گی ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس وجہ سے کہ اس دن ہماری تعداد کم ہوگی آپ نے فرمایا نہیں! بلکہ تم بڑی کثرت میں ہو گے لیکن تم سیلاب کے جھاگ کی مانند ہو گے اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری اور وہن ڈال دے گا ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ وہن کیا ہے؟ فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے گھبرانا۔" (۱)

بہرحال جب ہم مسلمانوں کی موجودہ ناگفتہ بہ زبوں حالی کے اسباب کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمارے سامنے چند چیزیں ابھر کر آتی ہیں جن کی طرف ذیل میں نہایت اختصار سے اشارہ کیا جاتا ہے۔

اول: اللہ تعالیٰ پر وثوق و اعتماد اور بھروسہ کرنا (خواہ وہ اس دنیا یا امریکہ و مغربی اقوام) ظاہر ہے کہ انسان اپنے اختیارات کے باوجود ایک بے بس مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل ہی مسلمانوں کو بھروسہ کرنا چاہیے قرآن مسلمانوں سے کہتا ہے:

﴿وعلى الله فليتوكل المؤمنون﴾ [آل عمران: ۱۶۰]

صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے مسلمانوں کو۔

اس آیت میں نہایت واضح انداز سے فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ رب العزت سے امید

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب فی تداعی الامم علی الاسلام ج ۲ ص ۵۹۰ ط: حقانیہ پشاور مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب تغیر الناس والفتن الخ ج ۲ ص ۴۵۹ ط: قدیمی

شخصیت پر اعتماد و بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ (حیث قدم قولہ: وعلی اللہ)

دوم:۔ مسلمانوں کا باہمی اختلاف و انتشار اور خانہ جنگی جس کا یہ عالم ہے کہ اگر وہ آپس میں کہیں مل بیٹھ کر صلح صفائی کی بات کرتے ہیں تب بھی ان کی حالت یہ ہوتی ہے۔

﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ﴾ [الحشر: ۱۴]

بظاہر تم ان کو مجتمع دیکھتے ہو مگر ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔

سوم:۔ توکل علی اللہ سے زیادہ مادی اور عادی اسباب پر اعتماد و بھروسہ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان تمام اسباب و وسائل کی فراہمی کا حکم دیا ہے جو ہمارے بس میں ہوں اور جن سے دشمن کو مرعوب کیا جا سکے لیکن افسوس ہے کہ ایک طرف سے تو ہم مادی اسباب کی فراہمی میں کوتاہ کار ہیں اور دوسری طرف فتح و نصرت کا جو اصل سرچشمہ ہے اس سے غافل ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾ [آل عمران: ۱۲۶]

نصرت و فتح تو صرف اللہ عزیز و حکیم کے پاس ہے اور اسی کی جانب سے ملتی ہے۔

تاریخ کے صفحوں میں سینکڑوں واقعات شاہد ہیں کہ کافروں کے مقابلہ میں بے سروسامانی و قلت تعداد کے باوجود فتح و نصرت نے مسلمانوں کے قدم چومے۔

چہارم:۔ دنیا سے بے پناہ محبت، عیش پرستی اور راحت پسندی، آخرت کے مقابلے میں دنیا کو اختیار کرنا، قوی اور دنی تقاضوں پر اپنے ذاتی تقاضوں کو ترجیح دینا اور روح جہاد کا نکل جانا۔ اس کی تفصیل طویل ہے قرآن کریم کی سورہ آل عمران اور سورہ توبہ میں نہایت عالی مرتبہ عبرتیں موجود ہیں۔ امت کا فرض ہے کہ اس روشن مینار کو ہمیشہ پیش نظر رکھے۔

بہرحال اللہ کے راستے میں کلمۂ اسلام کی سربلندی کے لئے دشمنوں سے معرکہ آرائی راہ خدا میں جہاد کرنا اور اسلام کی خاطر اپنی جان قربان کر دینا نہایت بیش قیمت جوہر ہے۔ قرآن کریم اور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دنیوی فوائد اور اخروی درجات کو ہر پہلو سے روشن کر دیا ہے اور اس کی وجہ سے امت محمدیہ پر جو عنایات الٰہیہ نازل ہوتی ہیں ان کے سرار کو نہایت فصاحت و بلاغت سے واضح کر دیا ہے۔

حضرات! یہ ایک مختصر سا مقالہ ہے جو نہایت مصروفیت اور کم وقت میں لکھا گیا اس لئے بہت سے گوشے تشنہ رہ گئے ہیں جس پر معذرت کی درخواست کرتا ہوں۔ آخر میں ہم حق تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہماری غلطیوں کی اصلاح فرمائے، ہمارے درمیان قلبی اتحاد پیدا فرمائے، کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد اور نصرت فرمائے اور ہمیں ہر عزیمت، مسلسل محنت کی لگن اور تقویٰ کی صفات سے سرفراز فرما کر کامیاب فرمائے۔ آمین۔

[ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ]

علم کی اقسام اور ان کے حصول کا راستہ

علم دنیا میں دو راستوں سے آیا ہے ایک علم الٰہی ہے جو بذریعہ وحی انبیاء کرام علیہم السلام کے توسط سے دنیا والوں کو پہنچا ہے اس علم کے معلم اول خود حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ شانہ کی ذات گرامی صفات ہے اور اس کے اولین شاگرد حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہیں اس مقدس سلسلہ تلمذ میں پہلے شاگرد اور معلم ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام ہیں جن کے علم وفضل کا لوہا ملائکہ مقربین تک نے مانا ہے اور اس لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ ہی اس علم الٰہی کا پہلا درس حظیرۃ القدس کی درس گاہ میں ملاء اعلیٰ کے فرشتوں کو دیا گیا ہے۔ یہ علم لدنی وہ علم ہے جس کے ادراک ومعرفت سے عقل انسانی قاصر وعاجز ہے اس لئے کہ یہ حقائق ایسے اور ایسے مغیبہ ہیں جن تک عقل انسانی کی رسائی سے بالاتر اور ورا الورا (دور سے دور تر) ہیں ارشاد ہے:

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ [البقرۃ: ۲۵۵]

اور وہ (انسان) نہیں احاطہ کر سکتے اس کے علم کے کسی حصہ پر بھی مگر اس کے جو وہ خود (عطا فرمانا) چاہے۔ اور اس "بما شاء" کے استثناء کے تحت ان علوم کا جو حصہ انسان کو دیا گیا ہے وہ علم اولین وآخرین (اگلوں اور پچھلوں سب کا علم) ہونے کے باوجود بھی "قدر قلیل" کو یا بحر ذخار کے ایک قطرہ کا مصداق ہے ارشاد ہے:

﴿وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [بنی اسرائیل: ۸۵]

اور جو علم تم کو دیا گیا ہے وہ تو بہت ہی تھوڑا علم ہے۔

دوسرا وہ علم ہے جس کا ذریعہ عقل وادراک کا وہ جوہر لطیف ہے جو خالق کائنات نے ہر انسان کی فطرت میں عطا فرمایا ہے (درجہ بدرجہ) ودیعت فرمایا ہے جس کا ظہور بچہ میں ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی شروع ہو جاتا ہے اور پھر سال بسال محسوسات ومشاہدات اور تجربات کے اضافہ کے ساتھ ساتھ بڑھتا اور ترقی کرتا رہتا ہے۔

بحیثیت مجموعی ہر دور میں عقل انسانی میں جتنی پختگی پیدا ہوتی گئی یہ "فکری ونظری علم" بڑھتا اور ترقی وتنوع اختیار کرتا رہا اور جوں جوں جس انسانی کو نت نئی حاجات وضروریات پیش آتی رہیں ان کو پورا کرنے کی تگ ودو میں اس علم کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہا۔

لیکن اس علم انسانی کے مبادی محسوسات ومشاہدات وتجربات سے انتظام میں بھی عقل انسانی کی ابتدا کی رہنمائی وحی والہام ہی کے ذریعہ ہی ہوئی ہے اور تمام صنعتوں اور حرفوں کے اصول ومبادی کے معلم اول بھی انبیاء کرام علیہم السلام ہی ہوئے ہیں۔

چنانچہ تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی وہ تمام تر آسمانی تعلیمات جن کی تبلیغ وتعلیم کے لئے انہیں مبعوث کیا گیا تھا معبود حقیقی کی ابتدائی معرفت اور اس روئے زمین پر انسان زندگی کے ابتدائی

لوازمات لباس اور مسکن کے مہیا کرنے کے طریقوں کی تعلیم پر مشتمل تھیں، حضرت ادریس علیہ السلام خیاطت (کپڑے سینے) کے معلم اول تھے، حضرت نوح علیہ السلام کشتی سازی اور جہاز سازی کے معلم اول ہوئے ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام آلات حرب میں سے زرہ سازی کے معلم اول اور حضرت سلیمان علیہ السلام فنون لطیفہ میں سے عمارت سازی اور ظروف سازی کے معلم اول ہوئے ہیں، معدنیات میں سے خام لوہے سے فولاد تیار کرنے اور تانبہ کو سیاں کرنے کی صنعت کے معلم اول بھی حضرت داؤد و سلیمان علیہم السلام ہی ہوئے ہیں، قرآن کریم کی نصوص اور صحیح آیات اس پر شاہد ہیں۔

لیکن یہ تمام علوم جو انسانی عقل اور قوت اختراع کے ذریعہ پروان چڑھے اور دنیا میں پھیلے درحقیقت علوم نہیں بلکہ فنون صنعت و حرفت ہیں جنہیں انسانی عقل موجودات عالم خصوصاً زمین اور اس کی اندرونی و بیرونی پیداوار یعنی معدنیات و نباتات و حیوانات، پہاڑوں اور جنگلات کی طبعی پیداوار کے افعال، خواص اور منفعتوں مضرتوں کے مسلسل مطالعہ اور ان کی تحلیل و ترکیب سے انسانی ضروریات زندگی پورا کرنے والی نوع بنوع ایجادات و اختراعات کو سالہا سال تک بروئے کار لاتی رہی ہے اور یہ نو بنو معلومات وجود میں آتی رہی ہیں۔

بہرحال قرآن کریم کی روشنی میں یہ تو مسلم ہے کہ حیات انسانی کے ابتدائی مراحل میں عقل انسانی کی رہنمائی بھی وحی الٰہی کے ذریعہ ہوئی ہے بلکہ مستدرک حاکم کی ایک روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت میں فوراً بعد نسل جو صنعتیں اور حرفتیں قیامت تک وجود میں آنے والی تھیں جن کی تعداد اس روایت کے بموجب ایک ہزار ہے وہ سب اللہ جل شانہ نے حضرت آدم کو سکھائی ہیں آیت کریمہ "وعلم آدم الاسماء کلها" سے اس روایت کی تائید ہوتی ہے، فلسفہ تو الدوتناسل کی رو سے بھی آدم یعنی ابوالبشر کی خلقت اور فطرت میں ان تمام کمالات و فنون کے اجمالی نقوش موجود ہونے ضروری ہیں جو ان کی ذریت میں بطور توارث نسل انسانی کے مختلف ادوار میں وجود میں آنے والے ہیں۔

انسانی عقل و قوت اختراع اور دنیا

اس جہان حدوث و فنا یعنی دنیا کے بقاء و ارتقاء کے لئے یہ علوم عقلیہ صناعیہ اور ضروریات زندگی کی تکمیل صنعتیں بے حد ضروری ہیں اور ہر دور میں حق تعالیٰ شانہٗ عقل و ادراک انسانی کی تحقیقات و تجربات کے ذریعے اپنی گوناگوں خبری، معدنی، نباتاتی اور حیوانی مخلوق میں چھپی ہوئی بے شمار صلاحیتیں، منفعتیں اور مضرتیں ظاہر کرتے اور منظر عام پر لاتے رہے ہیں اس لئے کہ خالق کائنات نے حضرت انسان کو ہی ان پر متصرف بنایا ہے اور انہی زمینی و سماوی کائنات و مخلوقات سے اس کی زندگی وابستہ ہے، ارشاد ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ [الجاثیہ: ۱۳]

﴿خلق لکم ما فی الأرض جمیعا﴾ [البقرۃ: ۲۹]

اور پیدا کیا اس نے تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے۔

چنانچہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ "خلق لکم" اور "سخر لکم" میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے زمین کی ہر چیز پیدا فرمائی ہے اور ہمارے لیے ہر چیز کو مسخر بھی فرمایا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ہمارے لیے پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کو ہمارے لیے مسخر بھی فرمایا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ہمارے لیے پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کو ہمارے لیے مسخر بھی فرمایا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ہمارے لیے پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کو ہمارے لیے مسخر بھی فرمایا ہے۔

اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کو ہمارے لیے مسخر بھی فرمایا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ہمارے لیے پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کو ہمارے لیے مسخر بھی فرمایا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ہمارے لیے پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کو ہمارے لیے مسخر بھی فرمایا ہے۔

﴿ربنا ما خلقت هذا باطلا﴾ [آل عمران: ۱۹۱]

اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں فرمایا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کو ہمارے لیے مسخر بھی فرمایا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ہمارے لیے پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کو ہمارے لیے مسخر بھی فرمایا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ہمارے لیے پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کو ہمارے لیے مسخر بھی فرمایا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا فرض منصبی

اس سلسلہ میں علماء نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے فرض منصبی میں یہ بات شامل نہیں ہے کہ وہ ہر چیز کی تحقیق کریں۔ ان کا فرض منصبی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بتائیں اس کو بلا کم و کاست بیان کر دیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ہمارے لیے پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کو ہمارے لیے مسخر بھی فرمایا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ہمارے لیے پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کو ہمارے لیے مسخر بھی فرمایا ہے۔

"انتم اعلم بأمور دنیاکم" (۱)

(۱) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعا، ج ۲، ص ۲۶۵، رقم الحدیث

دنیا کی حقیقتوں کو تم خوب جانتے ہو۔

دنیا میں تعلیم اسلام کا اصلی کام حق تعالیٰ کی ذات وصفات وکمالات کی معرفت، عبادت و طاعت الٰہی کے طریقوں اور "مافی السموات والارض" سے انتفاع واستعمال کے سلسلہ میں مرضیات الٰہیہ اور منشاء خداوندی سے آگاہ کرنا، مبدا و معاد کے احوال بتلانے کے بعد کی زندگی کے کوائف، حساب، کتاب، اعمال کی تفصیلات اور جزا وسزا، جنت و دوزخ وغیرہ حقائق یقینیہ بیان کرنا ہے یہ وہ علم ہے جس کا مثل انسانی قطعی ادراک نہیں کر سکتی۔

قانون الٰہی اور مذہب سماوی کی ضرورت

اگر اس نظام کا بقاء وارتقاء ان دنیوی علوم وفنون اور وسائل وضروریت کی تکمیل پر موقوف ہے تو دنیا کا معنوی بقاء وروحانی ارتقاء انسان کی زندگی اور بہیمیت سے محفوظ انسانیت کی تعلیم وتربیت پر موقوف ہے، اگر نفوس کی تعلیم وتربیت قلوب کی اصلاح وتزکیہ اور خلق لکم ما فی الارض جمیعا (جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے) سے انتفاع میں عقل انسانی کی صحیح رہنمائی علوم وحی یعنی مذہب اور دین الٰہی کے ذریعہ نہ کی جائے اور عقل انسانی کو آزاد اور شتر بے مہار کی طرح بے لگام چھوڑ دیا جائے تو یہ پورا کارخانہ قدرت اور سارا سامان خداوندی انسان کے ہاتھوں جس کی فلاح وبہبود کے لئے یہ پیدا کیا گیا ہے شر وفساد و بربادی ہو جائے اور روئے زمین فساد و بربریت قتل وغارت اور درندگی کی آماجگاہ بن کر رہ جائے جس کی نشاندہی آیت کریمہ ذیل میں کی گئی ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ [الروم: ۴۱]

بحر وبر میں لوگوں کی کرتوتوں کی وجہ سے ایک فساد برپا ہے۔

اس کے قانون قدرت کا تقاضا اور بقاء اصلح کے اصول کا فیصلہ یہی ہے کہ ہر دور میں اس سرزمین پر انسانی وسترس سے بالاتر قانون الٰہی اور مذہب سماوی کا وجود ضروری ہے تاکہ انسان انسان رہیں حیوان اور درندے نہ بن جائیں۔

موجودہ تہذیب عالم سے انتفاع اور ان کے استعمال پر مذہب یعنی احکام الٰہیہ کی یہ پابندی اس لئے بھی ضروری اور ناگزیر ہے کہ خالق کائنات نے جس طرح انسان کی "عبدیت" یعنی عقل وخرد کی آزمائش اور اس کے اشرف المخلوقات ہونے کی اہلیت کو ظاہر کرنے کی غرض سے خود انسان کی خلقت میں نیکوکاری و پرہیزگاری اور فسق وفجور وبدکاری دونوں کے رجحانات فطرتی پر کر دیئے، ارشاد ہے:

﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ [الشمس: ۸]

پس دل میں ڈال دیا اس نے اس کی بدکاری کو اور پرہیزگاری کو۔

اور متنبہ فرمادیا:

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا﴾ [الشمس: ۹،۱۰]

بے شک جس نے اس نفس کو پاک وصاف کرلیا اس نے فلاح پائی اور جس نے اس کو آلودہ کردیا وہ خسارہ میں رہا۔

اسی طرح انسان کے تصرف اور استعمال میں دی جانے والی تمام موجودات عالم میں منفعت اور مضرت دونوں قسم کے خواص واثرات بھی رکھے ہیں دنیا کی کوئی بھی چیز ایسی نہیں جس میں منفعت کا پہلو نہ ہو اور ایسی کوئی مضرت رساں کہ اس میں منفعت کا کوئی شائبہ ہی نہ ہو حتیٰ کہ سمیات میں بھی تحقیق کرنے سے منفعت کے پہلو ہی نکلتے ہیں پھر بھی ان میں کچھ ایسی ہیں کہ منفعت کا کوئی گمان اور مضرت کا کوئی احتمال نہیں بلکہ ایک ہی چیز ایک وقت اور ایک حالت میں نافع مفید اور حیات آفرین ہے اور وہی چیز دوسرے وقت اور دوسری حالت میں سخت مضر اور ہلاکت خیز ہوتی ہے جس طرح دو ادویہ میں بھی اس طرح کا فرق اور تفاوت رکھا کہ ایک ہی چیز ایک شخص کے لئے مضر اور مہلک ہے وہی چیز دوسرے شخص کے لئے مفید اور صحت بخش ہے اور اس منفعت اور مضرت کا انحصار دواؤں کی اصل موجودات پر متصرف ہونے میں نہیں بلکہ اس کارگری اور بیکاری دونوں قسم کے مقتضیات کی مالک مخلوق انسان کو چھوڑ کر بڑی مفید و مضر اشیاء کے انتخاب کا اختیار صرف عقل وفکر کے ہاتھ میں نہیں دیا بلکہ نفسانی خواہش وخواہشات کو اس انتخاب میں دخل اندازی کرنے کی پوری قدرت دیدی نتیجہ یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر قدم پر عقل وفکر اور نفسانی خواہش وخواہشات میں زبردست کشمکش اور کھینچ تان برپا ہے اور یہ علوم ہوچکا کہ مخلوق میں صرف انسان ہی ایسا ہے جو ان تمام خواہشات کا شکار ہے۔

اسی ہوا وہوس اور عقل وفکر کی کشمکش کے مواقع کے لئے اللہ رب العالمین اپنی اس آخری امانت مخلوق حضرت انسان کی رہنمائی فرماتے ہیں:

﴿عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [بقرہ: ۲۱۶]

بہت ممکن ہے تم کو ایک چیز ناپسند ہو اور وہی چیز تمہارے لئے بہتر ہو اور بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری اور مضر ہو اللہ ہی (حقیقت حال) جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

یعنی زمام اختیار ہوا وہوس کے ہاتھ میں ہرگز مت دینا اور ہوشمند وعقلمند کو مخالف رائے اور ناپسند وناپسند کا فیصلہ کرکے دنیا تباہ وبرباد ہوجائے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ عام انسانی زندگی کے ہر شعبہ اور صنعت سے تعلق رکھنے والوں کے استعمال کے بارے میں انسان کی راہنمائی اور رہنمائی کی شدید ضرورت ہے اور یہ کام مذہب یعنی انسانی زندگی سے بالاتر آسمانی

تعلیمات اور احکام الٰہی ہی انجام دے سکتے ہیں اور اس نظام عالم کے بقا و تحفظ کے لئے علوم دینیہ کا موجود و محفوظ رہنا از بس ضروری اور ناگزیر ہے۔

مذہب اور جدید تعلیم

الغرض مذہب کی تعلیمات انسان پر روز افزوں دنیاوی ترقی کے دروازے ہرگز بند نہیں کرتیں، اس کو جاری رکھنے اور اس کے لوازمات مہیا کرنے پر قدغن ہرگز نہیں لگاتیں۔

مذہب کے متعلق اس قسم کی بہتان تراشی اور اس بنیاد پر خدا کی مخلوق کے دلوں میں مذہب سے نفرت اور بیزاری کے جذبات پیدا کرنا درحقیقت خدا دشمن شیطانوں کا شیوہ ہے اور لادینی کی طرف دعوت دینے والے ملحدوں کا رسوا کن پروپیگنڈہ ہے۔

ذرا سوچئے! مذہب اگر انسان پر روز افزوں مادی ترقی کے دروازے بند کرے تو اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ لامحدود قدرت خداوندی کے نو بنو کرشموں اور عجائبات اسرار الٰہی کے اس مظہر یعنی کارخانۂ قدرت کی تخلیق عبث ہے اور یہ گردش لیل و نہار اور وقت کی رفتار بے معنی اور انسانی فطرت میں ایجاد و اختراع کا جوہر ودیعت فرمانا عبث ہے، حالانکہ خالق کائنات کا ازلی ابدی کلام قرآن عظیم اسی آسمان و زمین کی متنوع اور گوناگوں مخلوق اور اسی روز و شب کی گردش یعنی وقت کی رفتار کو ارباب بصیرت کے لئے خالق کائنات کی آیات (عجائبات اور کرشموں) کا مظہر قرار دے رہا ہے، ارشاد ہے:

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ [آل عمران: ۱۹۰]

بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات دن کی گردش میں ارباب عقل و خرد کے لئے بے شمار (قدرت کی) نشانیاں (رکھی ہوئی) ہیں۔

اور انہی آیات کو دیکھ کر تو وہ بے ساختہ کہتے ہیں:

﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [آل عمران: ۱۹۱]

اے ہمارے رب! بے شک اس (آسمان و زمین) کو تو نے بیکار اور بے مقصد نہیں پیدا کیا تو تو (بیکار و عبث کام کرنے سے) پاک و مبرا ہے، پس تو ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا (اور اس جہل و کج فہمی اور جمود و عناد سے محفوظ رکھ)۔

اس سے مذہب اور دینی تعلیمات پر اس سے بڑھ کر کوئی بہتان نہیں لگایا جا سکتا کہ وہ روز افزوں ترقیات کے دروازے اپنے ماننے والوں پر بند کرتا ہے یا علوم دینیہ کی اشاعت دنیوی ترقیات کے منافی ہے اور

بلکہ علوم نبوت کی وراثت پہنچتی ہے جن کے اوّل قدم پر پہنچنے والے کو حاصل علوم نبوت یعنی علم و یقین کے طبقہ میں قرب و عدد کی منزل ہوتی ہے اور علم و عمل کے توازن و توافق کی رعایت ہے جس کو خاتم المحققین سید الاولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء حاصل علوم کتاب و سنت کہا ان کے متعلق قوم کو کہا کہ ان صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "العلماء ورثۃ الانبیاء (۱)" یہ اس حدیث سے قبل کے علماء امت کا کام وہی ہے جو انبیاء کا کام ہے۔

اس بحث و تفتیح سے یہ بات تو بالکل ہی صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ علوم دینی و علوم آخرت میں کوئی تضاد یا تناقض نہیں ہے بلکہ ان کے تعلق کا تو یہ عالم ہے کہ ان کے بغیر ان کا وجود ہی بالکل ناممکن ہے۔ ان انسانی علوم و صنائع کو خالق کائنات کی مرضی اور منشاء کی روشنی میں انسانیت کی خدمت کے لئے وقف کر دیا جائے تو یہ دنیا عبادت دین بن جائے اور یہ دین دنیا کی تکمیل ہو گی۔ اس کے برعکس ایک شیطانی منصوبہ ہے بالکل ہی مٹ جائے بالکل اسی طرح جیسا کہ ان علوم انبیاء کو حسود دنیا اور ارباب ثروت و اقتدار نے انسانی کو وسیلہ بنا لیا ہے تو نہ صرف یہ کہ یہ دنیا دین دنیا بن جاتی بلکہ خالق کائنات کی نعمتوں میں خیانت اور بہت بڑا جرم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ دنیا کا حصول دنیا کے وسائل کے ذریعہ ہو تو تمام مصلحت اور عقل کا تقاضہ ہے اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن آخرت کو حاصل کرنے کا ذریعہ دنیا کو بنا لینا یہ ہے کہ "وضع الشئی فی غیر محلہ" کی وجہ سے غلط استعمال ہے اور بہت بڑا ظلم اور انتہائی قبیح جرم ہے۔

اسی طرح یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ علوم نبوت کا اصلی مقصد آخرت ہے ثمرات و برکات تو دنیا کی لیکن آخرت سے پہلے اس دنیا کی زندگی میں انفرادی اور اجتماعی حیات طیبہ اور پاکیزہ ماحول کی تشکیل اور صالح و خدا شناس و خدا پرست معاشرے کی تخلیق بھی علوم نبوت کا اصلی ثمرہ ہے۔ اس سے بڑھ کر دنیا و آخرت دونوں میں مسئول ہیں اللہ تعالیٰ خدا پرستی، خدمت خلق، ان دونوں کی خاطر انسانیت کی فلاح و بہبود اور انسانی کمالات و فضائل اور اعمال صالحہ کے لئے قابل رشک معاشرے کے وہ انسان ہیں جو انسان کو صحیح معنی میں مسجود ملائک اور شرف مخلوقات بنا دیتے ہیں اور علوم آخرت کے وہ وارث ہیں جو اس دنیا کو بھی جنت بنا دیتے ہیں۔

سائنسی اور فنی علوم اور ان کے برکات و ثمرات

یہ تو علوم نبوت کے وہ حصے ہیں جن کے براہ راست متعلق دینی علوم و فنون کی جماعت آخرت اور

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی ص ۳۴، ط قدیمی

دین اور علماء دین کے خلاف پروپیگنڈہ

شرمناک پروپیگنڈہ جاری ہے، مہینوں سے سرکاری اور نیم سرکاری رسالوں اور میگزینوں میں اداریے نوٹ لکھے جا رہے ہیں، صدر مملکت سے نام مکاتیب بھجوائے جا رہے ہیں کہ مذہب اور دینی علوم جدید ترقیات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں، علماء دین ملک کی ترقی اور استحکام و سالمیت کے سب سے بڑے دشمن ہیں، مدارس عربیہ اور مکاتب دینیہ عصری تقاضوں کے خلاف فتنہ و فساد برپا کرنے کی تعلیم کے مراکز ہیں، حکومت کا فرض ہے کہ وہ ان تمام دینی مدارس و مکاتب اور درس گاہوں اور بڑی بڑی مساجد کو اپنے کنٹرول میں لے کر ان علوم دینیہ اور حاملین علوم نبوت کی بیخ کنی کرے، نہ یہ حکومت کی مالی امداد سے آزاد عربی مدارس اور دینی درس گاہیں ہوں گی، نہ یہ علماء دین پیدا ہوں گے، نہ ملکی ترقی اور عصری تقاضوں کے خلاف کوئی آواز بلند کرنے والا ہوگا۔

ہمیں اچھی طرح یقین ہے کہ حکومت اتنی بے خبر اور ناسمجھ نہیں ہے کہ وہ ان بازیگروں سے بے خبر ہو جن کے اشاروں پر یہ کٹھ پتلیاں ناچ رہی ہیں بقول شاعر:

"کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں"

اور مشرق وسطیٰ کے المیہ کے بعد تو یہ راز بالکل ہی طشت از بام ہو چکا ہے کہ اسلامی ملکوں اور مسلمان قوموں میں سامراجی منصوبوں کو خاک میں ملانے والی ناقابل تسخیر طاقت صرف اسلام اور دین و ایمان کی قوت ہے، اس لئے تمام استعماری حکومتیں اور سامراج پرست قومیں (یاد رکھیے! اشتراکی ممالک اور اقوام درحقیقت سب سے بڑی استعمار پرست قومیں ہیں) جس طرح بھی بن پڑے زور سے، زر سے، دھمکیوں سے، لالچوں سے اسلامی ممالک اور مسلمان قوموں سے اسلام اور دین و ایمان کو مٹانے کے درپے ہیں، کوئی دوست بن کر، کوئی دشمن بن کر اس وقت دنیا میں جنگ در اصل دین اور لادینیت کی جنگ ہے۔

علوم دینیہ اور علماء کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والوں سے چند سوالات

تاہم ان دینی اقوام کے ہاتھ میں یہ معاوضہ لے کر علوم دینیہ اور علماء دین کے خلاف پروپیگنڈے کی پول کھولنے کی غرض سے ہم یہ سوالات کرتے ہیں کہ:

① کس عالم دین نے کب اور کہاں یہ کہا ہے کہ ملکی دفاع کو مستحکم کرنے کی غرض سے جدید آلات حاملہ سے مسلح اور جدید فنون سے واقف اور آزمودہ کار فضائی اور بحری بیڑہ تیار کرنا اور اس کے لئے ٹینک سازی، طیارہ سازی اور سلحہ سازی کے کارخانے قائم کرنا، ایٹمی انرجی کے ادارے قائم کرنا اور ان کو فروغ دینا حرام اور شرعاً ممنوع ہے اور ایٹم یا ہائیڈروجن بم بنانا گناہ ہے؟

② کس عربی مدرسہ میں یہ درس دیا جاتا ہے کہ ملک کو غذا کے مسئلہ میں خود کفیل بنانے کی غرض سے ملکی

کوشش یوں کے اندر بھی ظالم و جابر حکمرانوں کے زور و زر بھی اور پولیس پشت بھی اور اسلام کا حقیقی محافظ خدا ان کے کل حق کو قوم کے کانوں تک نہ پہنچنے کا تجربہ اس کا شاہد ہے کہ:

① اسلامی ملک میں صرف خدا کا نازل کردہ اور رسول کا دیا ہوا اسلامی قانون ہی بغیر کسی ترمیم و تنسیخ اور تخفیف و زیادت کے نافذ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے منافی یا اس کے علاوہ کسی بھی قانون کو نافذ کرنا حرام ہے اور اس کی مخالفت فرض ہے۔

② ہنگامی حالات کو وقت کے تقاضوں کو اور ملکی ترقیاتی منصوبوں کو اسلامی قانون کے سانچے میں ڈھالنا اسلامی حکومت کا فرض ہے۔ اسلامی قانون کو ان حالات، تقاضوں اور ترقیاتی منصوبوں کے سانچے میں ڈھالنا اولوالامر کا فرض ہے۔ اس کی خود ساختہ تعبیرات اور من مانی تشریحات کرنا قطعاً حرام اور گناہ کبیرہ و ہلاکت و ارتداد کے مرادف ہے۔

③ اسلامی مواشرہ میں:

(الف) زنا قطعاً حرام ہے اور شرعی ثبوت کے بعد اس پر حد جاری کرنا فرض عین ہے، چاہے وہ چکلوں میں ہو، چاہے ہوٹلوں میں، چاہے گھروں کی چار دیواریوں کے اندر ہو، چاہے سر راہ ہو، چاہے باہمی رضامندی سے ہو، چاہے بالجبر ہو، بہر صورت زنا قابل دست اندازی پولیس جرم ہے۔ زنا کے کیس میں کوئی بھی عدالت باہمی مصالحت (راضی نامہ) قبول کرنے کی مجاز نہیں۔

(ب) شراب اور منشیات جس کی تخم ریزی ہوئی خباثتوں سے مغربی ممالک بھی لرزہ براندام ہیں، قطعاً حرام ہے خواہ ایک گھونٹ ہو خواہ ایک بوتل، کسی بھی قسم کی ہو کسی بھی نام کی، اسلامی ملک میں اسلامی حکومت کے لئے اس کی کشید یا درآمد و برآمد اور خرید و فروخت کے لائسنس جاری کرنا بھی حرام ہے اور اس کے ٹیکس سے جو حکومت کو آمدنی ہوتی ہے وہ بھی قطعاً حرام ہے۔

(ج) سود۔ ملک کی دولت و ثروت، خیر و برکت کو چاٹ جانے والی "دیمک" دولت کو پوری قوم کے ہاتھوں سے چھین کر چند سو خواص ہاتھوں میں جمع کر دینے والا "شیطانی لین دین" بھی اور دینا بھی قطعاً حرام ہے۔ اسی طرح سودی کاروبار جو یہ چھوٹا سودی نظام، مالیات، بینکاری سسٹم پوری قوم کو جونکا بنا دینے والا سسٹم قطعاً حرام ہے۔ اس کے بجائے اسلامی نظام مالیات واقتصادیات ملک میں جاری کرنا اور سودی لعنت سے ملک کو پاک کرنا ہر مسلمان حکومت کا فرض اولین ہے۔ دنیا کی فلاح کے اعتبار سے بھی اور آخرت کی نجات کے اعتبار سے بھی۔

(د) قمار خواہ کوئی ہو مہذب ہو خواہ غیر مہذب، کلبوں میں ہو خواہ رنگ روڈ میں کسی بھی شکل و صورت میں ہو قطعاً حرام ہے، اس سے جو آمدنی ہو وہ بھی قطعاً حرام ہے۔ اسلامی حکومت کے لئے کسی بھی صورت میں جوئے کے لائسنس دینا اور اس کی آمدنی سے ٹیکس وصول کرنا بھی قطعاً حرام ہے۔

دینی مدارس اور ان کا فائدہ

یہ علوم حضرت ان دنوں کا ہیں ان سے پیدا ہونے والے علماء سے حاصل علوم نبی علماء سے حاصل ہونے والے علوم ہیں

پاکستان کے عذاب الٰہی سے محفوظ رہنے کی وجہ

و بربادی کی راہ پر چل پڑتے ہیں اور صفحۂ ہستی سے مٹ جاتے ہیں، اقوام عالم کے عروج و زوال کی تاریخ اس کی شاہد ہے یہ انتہائی تباہ کن انتقام خداوندی ہے، ارحم الراحمین اپنے لطف و کرم سے اس نوزائیدہ اسلامی مملکت کو اس خدا فراموشی کے جرم کے ارتکاب سے اور اس کی پاداش میں اس انتقام الٰہی سے محفوظ رکھے اور ہماری بداعمالیوں کو معاف فرمائے۔

اللهم انا نعوذ برضاك من سخطك وبمعافاتك من عقوبتك ونعوذبك منك۔

دین کے محافظ علماء حق ہیں

بہرحال سن لیجئے! اسلام خالق کائنات کا پسندیدہ اور مکمل ترین دین ہے، وہی اس کا شارع اور قانون ساز ہے، اسی نے نوع انسانی کی آخری ہدایت کے طور پر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے اس کو اتارا ہے اور اس کا حامل اور محافظ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علماء حق کو بنایا ہے، ارشاد ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [آل عمران: ۱۰۴]

چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت (تیار) ہو وہ خیر (دین) کی طرف (لوگوں کو) دعوت دیں، اچھے کاموں کا حکم دیں برے کاموں سے منع کریں۔

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ﴾ [التوبۃ: ۱۲۲]

کیوں نہ نکلا ان میں سے ہر فرقہ کا ایک گروہ تاکہ وہ دین میں سمجھ (علوم دینیہ) حاصل کرتا اور جب وہ لوٹ کر جاتا تو اپنی قوم کو خبردار کرتا۔

چنانچہ علماء امت نے اللہ جل شانہٗ کی توفیق و اعانت سے ہر زمانہ اور ہر دور میں اس کو حاصل کیا ہے، اس کے حصول کو جاری و ساری رکھنے اور اس کی حفاظت کے لئے معاون علوم کی تدوین کی ہے، تصانیف لکھی ہیں، علوم دینیہ کی درسگاہیں قائم کی ہیں اور قرآن و حدیث اور ان کے معاون علوم دینیہ کی درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا ہے، یہ سلسلہ محض اللہ کی توفیق و اعانت سے حکومتوں کی امداد و اعانت اور کنٹرول کے بغیر صدیوں سے جاری ہے اور ایسے ہی قیامت تک جاری رہے گا، مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے:

"يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله"(۱)

جو کوئی فرد یا قوم یا حکومت اس کو مٹانے اور نوع انسانی کے اس آخری "منارۂ نور" کو گل کرنے کا قصد

---

(۱) مشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني ج: ۱ ص: ۳۶، ط: قديمي

کرنے کی اس کی زندگی کا چراغ گل کر دیا جائے گا اور مخلوق سے اس کا نام و نشان مٹا دیا جائے گا اور یہ مقدس روشنی جب تک اللہ چاہے گا رشد و ہدایت کی روشنی ہم پہنچاتا رہے گا ارشاد ہے:

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾

[الصف: ۸]

وہ (دشمن) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو بجھا دیں مگر اللہ اپنے نور (دین) کو پورا کر کے رہے گا اگرچہ منکروں کو یہ بات ناگوار ہو۔

اور اس مسئلہ کا حقیقی محافظ خالق کائنات حق جل مجدہ ہے ارشاد ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر: ۹]

بے شک ہم ہی نے اس ذکر (دین) کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اب اگر کوئی فرد یا جماعت، حکومت یا قوم اپنے ناعاقبت اندیش اور بد بخت حکمران چنگیز خان، ہلاکو خان یا ان کے ہم وطنوں ابوالفضل اور فیضی، کمال اتاترک اور آنریبل مسلم اتاترک کیت نواز ممالک کے زعماء اور ہر اقتدار اور پارٹیوں کے نقش قدم پر چل کر خود کشی کرنا چاہتی ہے شوق سے کرے، علماء دین اور حافظین شرع متین بھی ہر ہلاک دینا جسم پر تازیانے کھانے والوں پر چڑھنے اور ہر مواقع میں سچ کلمہ حق کہتے رہنے کے لئے تیار ہیں، علماء کے لئے بھی یہ کبھی کوئی نیا نہیں ہوگا بلکہ یہ مقاومت اور مقابلہ اور آزمائش قرآن کے اسلاف والا ہی سنت ہے اس کے باوجود ہم ارحم الراحمین سے دعا کرتے ہیں کہ وہ پاکستان کے علماء حق کو اس ابتلاء سے محفوظ رکھے اور اپنی پناہ میں لے کر اس دینی خدمت کے سلسلہ کو جاری و ساری اور قائم و دائم رکھے آمین۔

دور حاضر میں علماء و طلبا کے خلاف خطرناک سازش

نوٹ: یہ زمانہ زلزلوں اور چالبازی کا ہے جس طرف اور جو قوم خود کو دشمن طاقتوں اور ان کے مروجہ نظام کے خلاف جنگ کرتی ہوئی ہے میدان حرب و ضرب اور جہاد و اقدام میں کود کر جنگ لڑنے سے برسوں پہلے میدان ثقافت میں سرد جنگ لڑی جاتی ہے یعنی پہلے اس کے خلاف اخبارات و رسائل میں مضامین و مقالات شائع ہوتے ہیں تاکہ عوام یعنی رائے عامہ کو اس کے خلاف ہموار کر لیا جائے اس کے بعد حکومت کی اکثریت ووٹ مشینری حرکت میں آتی ہے اور بالآخر صرف حکومت سے ریلیف یعنی امن قائم کی دعوت دی جاتی ہے ساتھ ساتھ یہ (امن مارچ) کا نقشہ چوب دشمن یہ روپ مراکز و مدارس کے متعلمین کے سامنے لایا جاتا ہے کہ یہ ظالم ہے ہم مظلوم ہیں تو پھر انہوں نے ذریعہ ریلیف یعنی (امن) پر مجبور کیا جاتا ہے اس کے بعد تب اور اسی کارروائی میں تحریک کی جاتی ہے قدیم علوم کی طرف قابلیت پیدا کرنے والی کتابیں نکال کر اس کی پہلے عصری علوم فنون کی کتابیں الٹی

جاتی ہیں، اس طرح دینی علوم کی جان تو نکال ہی لی جاتی ہے، اسی کے ساتھ ان مختلف مدارس کی سندوں کو وزارت تعلیمات سے منظور کر دیا جاتا ہے اور سرکاری نیم سرکاری تعلیمی اور غیر تعلیمی اداروں میں ملازمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ یہ طلبہ کے لئے تھوڑے سے لالچ ہیں جن کو ڈال کر پورے ملک سے بہترین علوم دینیہ کو کھینچ لینے اور آزاد دینی مدارس کو ویران کر دینے کی غرض سے ان نیم سرکاری یا سرکاری درس گاہوں میں کام کرنے والے بہترین محققین علوم دینیہ کے لئے کروڑ مشہروں والا اونسٹر کے اعلان کئے جاتے ہیں ان کی سالانہ ترقی اور آخری تنخواہ کے منہ میں پانی بھرا جاتا ہے اور "کریم مقرر کئے جاتے ہیں یہ آزمودہ کار علماء محققین کے زبان و قلم کو حکومت کے خلاف بولنے اور لکھنے سے باز رکھنے کے لئے علاجی زنجیریں تیار کی جاتی ہیں ان تدبیروں کے بعد بھی جو دین کو دنیا پر ترجیح دینے پر ایمان رکھنے والے علماء حق اور آزاد مدارس دینیہ عربیہ کے اساتذہ اور مبلغین و واعظین حکومت کے "دام ہمرنگ زمین" میں گرفتار ہو کر اپنی کلمہ حق کہنے کی آزادی قربان کرنا نہیں چاہتے ان کے خلاف حکومت کا قانون حرکت میں آتا ہے، دل ان کی قدر کا خلاف روزی پر حملہ کیا جاتا ہے اور ان کی مشہوری منظوری کے بغیر پبلک سے چندہ وصول کرنا قانوناً ممنوع قرار دے دیا جاتا ہے، پھر ان کے وشنہ عافیت پر یورش ہوتی ہے اور محکمہ اوقاف کے ذریعہ یا کار "لصنف مسجد نبوی" علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام یعنی مدارس عربیہ اور مکاتب دینیہ کی جائیدادوں پر قبضہ کر کے انہیں خاندان برباد کر دیا جاتا ہے، خدا کے گھروں یعنی مسجدوں پر قبضہ کیا جاتا ہے اور محکمہ اوقاف کے ذریعہ غیر سنی ائمہ و خطباء اور واعظین کے لئے مسجدوں کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اوقاف کی قائم کردہ منتظر کمیٹی کے سیکریٹری سے اعلان کرا دیا جاتا ہے کہ سیکریٹری کی اجازت سے بغیر کوئی بھی عالم دین مسجد میں وعظ نہیں کہہ سکتا، پبلک جلسوں میں علماء کو کلمہ حق کہنے سے روکنے کے لئے دفعہ ۱۴۴ لگا دی جاتی ہے، ان علماء و مبلغین و واعظین کو جن سے حکومت کے خلاف بولنے کا خطرہ ہوتا ہے کسی خاص علاقہ میں ان کی بستی میں یا گھروں میں قانون "تحفظ امن عامہ" کے تحت نظر بند کر دیا جاتا ہے یا زبان بندی کر دی جاتی ہے اور جن علماء حق کے ملک میں موجود ہونے کو ہی حکومت اپنے مفاد کے لئے مضر سمجھتی ہے ان کو جلاوطن کر دیا جاتا ہے تا اینکہ علماء حق کے لئے قانون شخصی کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا اور وہ دو زبان شمعی پر آمادہ ہو جاتے ہیں جب نرم جنگ شروع ہوتی ہے اور جیلوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اگر جیلوں کی وحشیانہ اور ننگ انسانیت ایذا رسانیاں بھی ان کو حق بات کہنے سے نہیں روک سکتیں تو حکومتیں ان کو سولی پر چڑھانے میں بھی دریغ نہیں کرتیں، علماء حق امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد کی سنت کو بے دریغ زندہ کرتے ہیں اور قید و بندی کی سزا تختوں پر ہنستے ہوئے بھی بخوشی قبول کر لیتے ہیں۔

یہ ہوتے ہیں علماء حق پیدا کرنے والی علوم دینیہ کی درس گاہوں دار علماء حق کے بارگاہ وجود و بقاء زمین سے مٹانے کے دو سیاہ اور بھیانک منصوبے اور ان کے مختلف مرحلے، اب دیکھنا یہ ہے کہ عوام ان سے کہاں تک واقف ہیں

وما علینا الا البلاغ

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید

الانبیاء والمرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

[جمادی الاخری ۱۳۸۱ھ]

علم اس کی اقسام اور اس کے فوائد

علم انسان کا وہ جوہر ہے جس کی بدولت وہ اپنے ارد گرد کی دنیا کو سمجھتا ہے اور اس کی روشنی میں اپنی زندگی کے راستے متعین کرتا ہے۔ اسی لیے علم کو ہمیشہ انسانیت کے لیے ایک بڑی نعمت سمجھا گیا ہے۔ اس کی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر ہر دور میں علماء نے اس کی مختلف انداز سے تقسیم کی ہے۔ ان تقسیموں کا مقصد علم کی اہمیت کو اجاگر کرنا اور اس کے مختلف پہلوؤں کو سامنے لانا ہوتا ہے۔ اس مضمون میں ہم علم کی چند اہم تقسیموں کا ذکر کریں گے۔

علم کی ایک بنیادی تقسیم یہ ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں: (۱) دینی علم اور (۲) دنیاوی علم۔

دینی علم سے مراد وہ علم ہے جو ہمیں قرآن و سنت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس میں عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور زندگی کے دیگر پہلوؤں کے بارے میں رہنمائی ملتی ہے۔ دنیاوی علم سے مراد وہ علم ہے جو انسان اپنی روزمرہ زندگی کے مسائل حل کرنے کے لیے حاصل کرتا ہے، جیسے سائنس، ٹیکنالوجی، طب، انجینئرنگ وغیرہ۔ اسلام میں دونوں قسم کے علم کی اہمیت ہے، لیکن دینی علم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے کیونکہ یہ انسان کو اس کے خالق سے جوڑتا ہے اور اسے زندگی کا صحیح مقصد سمجھاتا ہے۔

افسوس دینی مدارس نے علوم دینیہ ہی کا انتخاب و تقرر ہوتا تھا اور آج بھی جن ممالک میں اسلامی
کے مالکی مذہب رائج ہے اس کے پڑھنے والے علوم دینیہ ہی اور دنیوی علوم سے تعلق برائے نام رکھتے تھے
مثلاً فلسفہ منطق ریاضی وغیرہ اس سبب سے ان علوم کے جاننے والے ان کے لئے دشوار تھے

علوم دینیہ کے متعلق یہ تفصیل ہے کہ علوم دینیہ میں درجہ دنیا کی تحصیل مقصود نہیں ہوتا ہے بلکہ ان سے محض دین
دنیا کی تزئین کے لئے کام لیتے ہیں چنانچہ دنیوی علوم اگر ہے ہوں تو دنیا میں اور اگر نہیں تو عقبیٰ میں ضرور مخلوق
اور تقرب حضرت کی نیت سے حاصل کیا جائے تو وہ بھی دنیا اور عقبیٰ دونوں سے اعلیٰ کام ہو جاتے ہیں اور دین دنیا کی
تزئین ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد جب دینی علوم کی تحصیل کا مقصد محض دنیا کمانا ہو تو یہ علوم بھی بالواسطہ دنیا
کے علوم کی صف میں آجاتے ہیں اور ان کے لئے احادیث نبویہ میں سخت سے سخت وعیدیں بھی آئی ہیں مثلاً ایک
حدیث میں ہے:

"من تعلم علماً مما يبتغى به وجه الله لا يتعلمه الا ليصيب به عرضاً من
الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيامة (يعنى ريحها)" (۱)

جس شخص نے وہ علم نہ سیکھا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو سکتی ہے اور جو اس کو متاع دنیا
دلا دے وہ بھی شخص قیامت کے دن جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے:

"من طلب العلم ليجارى به العلماء او ليمارى به السفهاء او يصرف
وجوه الناس اليه ادخله الله النار" (۲)

جس شخص نے اس غرض سے علم حاصل کیا کہ اس کے ذریعہ علماء سے مقابلہ کرے یا کم عقلوں سے بحث
کرے یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف مائل کرے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو آگ میں ڈالیں گے۔

ہم میں ایک مقام ایسا بھی آتا ہے کہ دینی علوم بھی دنیا کے علوم بن جاتے ہیں اور دنیوی علوم بھی
بشرطیکہ ان سے اعلیٰ درجہ کا فائدہ حاصل ہو سکتے ہیں اور دین دنیا کی تزئین ختم ہو جاتی ہے اور یہ اعلیٰ مدار مقصد
دینیت پر ہے کہ اگر مقصد بنا لیا جائے تو دنیوی علوم بھی دین کے علوم بن جاتے ہیں اور صناعت و حرفت سے تمام شعبے
اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حاصل بن جاتے ہیں۔

علوم خواہ قدیمہ ہوں یا جدیدہ دینی ہوں یا دنیوی ان سب سے مقصد رضائے الٰہی کے مطابق ایک

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی ص ۳۴، مطبع قدیمی
(۲) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی ص ۳۴، مطبع قدیمی

سماج معاشرہ کا قیام ہونا چاہیے اور یہ مقصد اسی صورت میں حاصل کیا جاسکتا ہے کہ جو شخص جس شعبہ زندگی سے منسلک ہو وہ اس شعبہ سے متعلق بقدر ضرورت دینی مسائل سے بھی واقف ہو مسلمان تاجر ہو تو تجارت سے متعلق دینی مسائل کا عالم ہو، انجینئر ہو تو عالم ہو، طبیب اور ڈاکٹر ہو تو عالم ہو، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو خلافت راشدہ کا تابناک دور ہے ایک قانون یہ تھا:

"لا یبع فی سوقنا ھذا من لم یتفقه فی الدین" ( )

جو شخص فقیہ (دینی مسائل کا ماہر) نہ ہو اس کو ہمارے بازار میں خرید و فروخت کی اجازت نہیں۔

گویا دنیا کمانے کے لئے بھی علم دین کی ضرورت ہے تاکہ حلال حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز ہو سکے اور خالص سود، سودی کاروبار اور غیر شرعی معاملات میں مبتلا نہ ہو۔

الغرض ایک دور ایسا تھا کہ ہر ہنر و کمال کا مقصد آخرت اور رضائے الٰہی تھا اور اب ایک دور ایسا آگیا ہے کہ ہر چیز کا مقصد دنیا ہی دنیا بن کر رہ گیا بلکہ اب تو اس میں بھی اس قدر تنزل رونما ہوا ہے کہ دین کی بھی تمام حیثیتیں ختم ہو کر رہ گئیں اب تو واحد مقصد صرف پیٹ رہ گیا ہے، دنیا کے ہر علم و ہنر اور فضل و کمال کا منتہائے مقصود بس یہ سمجھا جاتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح پیٹ بھر جائے۔

جدید تعلیم اور اس کا مقصد

قدیم اصطلاح میں تو دینی علوم ہی علم کہلانے کا مستحق تھا، دنیاوی علوم کو فنون یا ہنر سے تعبیر کیا جاتا تھا، مگر آج کی اصطلاح یہ ہوگئی ہے کہ قدیم علوم کے ماہر کو عالم کہا جاتا ہے اور جدید علوم کے ماہرین کو تعلیم یافتہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ امریکہ اور یورپ وغیرہ کے جو ممالک جدید علوم کے امام ہیں وہاں آج بھی کسی تعلیم یافتہ کے لئے ضروری نہیں کہ وہ کسی اسکول میں ٹیچر، کسی کالج میں پروفیسر یا سرکاری دفتر میں ملازم ہو بلکہ وہاں تعلیم کا مقصد ہنر و کمال کی تحصیل سمجھا جاتا ہے تاکہ ہر شعبہ حیات میں ہنر و کمال کے مالک افراد موجود ہوں، ان ممالک میں کسی ڈرائیور اور نوکروں کے لئے بھی گریجویٹ ہوتے ہیں، یہ کہیں بھی نہیں سمجھا جاتا کہ بی اے یا ایم اے ہونے کے بعد دکان پر بیٹھنا یا کارخانے میں جانا یا ڈرائیور بننا باعث توہین ہے، پھر نہ معلوم ہمارے ملک میں یہ کیوں ضروری سمجھا گیا ہے کہ جو شخص تعلیم یافتہ یا گریجویٹ ہو اس کے لئے سرکاری ملازمت لازم ہے ورنہ اس کی محنت اور اس کی ڈگری کی توہین متصور ہوگی۔

برطانوی دور میں اس جدید تعلیم کا مقصد بلاشبہ یہی سمجھا گیا تھا کہ اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں سے تیار ہونے والے افراد سرکاری مشینری کے کل پرزے بنیں گے، کیونکہ اس اجنبی ملک میں حکومت کی انتظامی

( ) سنن الترمذی، ابواب صلوۃ الجمعۃ، باب ماجاء فی فضل الصلوۃ الجمعۃ ج: ۱ ص: ۱۱۰، ط: قدیمی

جدید نسل کی بے چینی اور مذہبی کرب کے اسباب

بھی تیار ہو۔

فرمانروائی یا ملت اسلامیہ کا نشاۃ ثانیہ

نئی نسل کے اضطراب کا بڑا اور اہم سبب

نئی نسل کے اس اضطراب کا ایک بڑا سبب عصر حاضر کے مزاج کے بارے میں غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اسلام نے عورت کو مرد کے برابر حقوق عطا کیے ہیں جو جدید تہذیب میں اسے حاصل ہیں۔ اس کے باوجود جدید ترقی یافتہ تہذیب کو اس کی مخالفت کا الزام دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام نے عورت کے حقوق کا تعین اس کی فطرت کے مطابق کیا ہے۔ اس کی عزت و احترام کا حکم دیا ہے۔ مرد و عورت کے درمیان نہایت مقدس رشتہ کی بنیاد رکھی ہے۔ دونوں کی ذمہ داریوں کو واضح کیا ہے۔ عورت کو ماں بنانے کی عظیم ذمہ داری سونپی ہے۔ عورت کے تمام حقوق و اخلاقیات کا ہونا جو مرد کے لیے ضروری ہیں۔ اس کو گھر کی ملکہ بنا کر گھر کا سارا انتظام اس کے سپرد کیا ہے۔ اولاد کے بہترین مربی کی حیثیت سے اسے بیٹی یا ماں کے روپ میں الگ الگ ذمہ داریوں کی حد بندی کی ہے۔ ان کے لیے ماں کا درجہ متعین فرمایا ہے۔ یہ وہ حقیقی طور پر محبت و خلوص کا مجسمہ بن جائے۔ گھر کے انتظام و معاملات عورت کے سپرد کرکے مرد کو گھر کی فکر سے آزاد کر دیا ہے۔ اور مرد کی تمام ضروریات کا ذمہ دار مرد کو قرار دیا ہے تاکہ وہ عورت و خاندان کو معاش سے آزاد کرکے باہر کی دنیا میں جائے۔ اسے مضبوط و مستحکم اور قدرتی کے مطابق بنا سکے۔

ایک پرفریب نعرہ "آزادیٔ نسواں"

مگر جدید تہذیب نے ان تمام حقوق کو نظر انداز کرتے ہوئے "آزادیٔ نسواں" کا ایک پرفریب نعرہ لگایا اور صنف نازک کو گھر کی حفاظت سے باہر نکال کر گلی کوچوں میں رسوا کیا اور زندگی کی پرخار وادیوں میں اسے مردوں کے دوش بدوش چلنے پر مجبور کیا۔ جو فرائض مردوں کے سپرد تھے ان کا بوجھ بھی عورتوں پر لاد دیا۔ اس نے بعد تعلیم نسواں کے فسوں ساز نعرے نے عورت کو جدید تعلیم اور جدید تہذیب کے نام پر اس قدر متاثر کیا کہ اب عورتوں نے اسی تعلیم کی فیشن ان کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اب ضرورت ہے کہ ملازمتوں میں کہیں بھی بڑے سے بڑے عہدے جائے اپنے مردوں سے ملازمت کی خاطر عورتوں کی جگہ کا سوال تھا اب عورتوں نے مردوں کی ملازمت کا بھی بڑھ کر مقابلہ کیا ہے۔

نہیں کہا جا سکتا کہ جدید تہذیب کس انجام سے دوچار ہوگی یا کب اس کا زوال ہوگا۔ اس کے اثرات کب تک چھائے رہیں گے۔ لیکن اس کا یہ دعویٰ کہ اس نے عورت کو مرد کے برابر حقوق عطا کیے ہیں۔ اس کا یہ دعویٰ کہ اس نے عورت کو مرد کے برابر لا کھڑا کیا ہے۔ اس کا یہ دعویٰ کہ اس نے عورت کو مرد کے برابر ترقی کے مواقع عطا کیے ہیں۔ اس کا یہ دعویٰ کہ اس نے عورت کو مرد کے برابر آزادی عطا کی

پردہ عورت کا فطری حق ہے

پردہ عورت کا فطری حق ہے، عورت گھر میں ہو یا بازار میں، کالج میں ہو یا یونیورسٹی میں، پارلیمنٹ اور عدالت میں ہو، وہ اپنی فطرت کو تبدیل کرنے سے قاصر ہے، وہ جہاں ہوگی اس کی غیر محسوس خوشبو اور فطرت کی آواز اسے پردہ کرنے پر مجبور کرے گی، وہ ہے دین قویم جو عورت کی فطرت سے انسانی اور خالق فطرت کے احکام سے آشنا ہیں، وہ اگر عورت کی پردہ داری کے جرم کا ارتکاب کریں تو جائے تعجب نہیں مگر ایک مسلمان جس کی سامنے خدا و رسول کے احکام اور اس کے انکار کا شاندار ماضی موجود ہو اس کا اپنی بہو بیٹیوں کو پردے سے باہر لانے کا مطالبہ ضمیر کی قبیح ترین مظاہر ہے، عورت کی ساخت و پرداخت، اس کی عادات و اطوار اور اس کی گفتار و رفتار پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ (عورت (مستور) ہے ستر (پردہ) سے ہم ہے اس پر بدترین ظلم ہے۔

ستم ظریفی کی حد ہے کہ وہ عورت جو عصمت و تقدس کا نشان تھی اور جس کی عفت و طہارت سے چاند شرماتا تھا اسے پردہ سے باہر لا کر اس سے ناپاک نظروں کی تسکین اور نفس قلوب کی تفریح کا کام لیا گیا، جدید تہذیب میں عورت زینت خانہ نہیں شمع محفل ہے، اس کی محبت و خلوص کی ہر ادا اپنے شوہر اور بال بچوں کے لئے وقف نہیں بلکہ اس کی رعنائی و زیبائی وقف تماشائے عام ہے، وہ تقدس کا نشان نہیں کہ اس کے حرام میں غیر محرم نظریں فوراً پہنچ جائیں بلکہ وہ بازار کی رونق ہے، آج وہ پیشے کی چیز بھی عورت کی تصویر کے بغیر فروخت نہیں ہوتی اس سے زیادہ نسوانیت کی بے عزتی اور کیا ہو سکتی ہے؟ کیا اسلام نے عورت کو یہی مقام بخشا تھا؟ کیا جدید تہذیب نے عورت پر یہی احسان کیا؟ کیا یہی آزادی نسواں ہے جس کے لئے گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگائے جاتے تھے؟ اسلام کی نظر میں عورت ایک ایسا پھول ہے جو غیر محرم نظر کی گرمی ہوا سے فوراً مرجھا جاتا ہے، اسے پردہ سے باہر لانا اس کی فطرت کی توہین ہے۔

ادھر عورتیں پردے سے باہر آئیں، ادھر انہوں نے زندگی کی کاروبار میں شرکت کی، تجارت کریں تو عورتیں، وکالت کریں تو عورتیں، صحافت کے شعبہ میں جائیں تو عورتیں، عدالت کی کرسی پر متمکن ہوں تو عورتیں، اسمبلی میں جائیں تو عورتیں، الغرض کاروباری زندگی کا وہ کون سا شعبہ تھا جو مظلوم عورت کے نازک کاندھوں پر نہیں ڈال دیا گیا، سوال یہ ہے کہ جب یہ تمام فرائض عورتوں نے انجام دینے ہیں تو مرد اس عرصہ کی کیا کریں؟ اسلام نے مرد و عورت کی تمام ذمہ داری مرد پر ڈالی تھی لیکن بدقسمتی سے مغرب نے مردوں سے ذمہ داری چھیننے کا جو سلسلہ شروع کیا تھا کہ عورت کے سر پر رکھ دیا، جدید تہذیب کے تحفوں سے کوئی بچ سکتا ہے؟ کیا یہ عورت پر احسان عظیم ہے یا بدترین ظلم؟ عورت گھر کے فرائض بھی انجام دے، بال بچوں کی پرورش کا ذمہ بھی لے، مرد کی خدمت بھی بجا لائے اور اس کے ساتھ سب معاش کی بھی میں بھی پیسا کرے؟ ظاہر ہے کہ عورت کے فطری قویٰ اتنے بوجھ کے متحمل نہیں

ہوتے ہیں کا تجزیہ یا ان کے حل کا راستہ نکالنا ہو تو ان سے پوچھ لیا جائے کہ ان کی تربیت میں ان کے والدین نے کتنا وقت گزارا ہے؟ کتنی دیر ان کے ساتھ کھیلے ہیں؟ کتنی دیر ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کی باتیں سنی

تعلیم تعلم کا آغاز ہے۔ اس کی ذمہ داری شروع سے ہی مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے۔

علوم کی قسمیں اور ان کا حکم

پہلی بات تو یہ ہے کہ علوم دو قسم کے ہیں ایک وہ علوم جن کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے یہ وہ علوم ہیں جن کے ذریعہ بندے کا تعلق اپنے معبود حق تعالیٰ شانہ سے قائم ہو اور حق تعالیٰ کے حکم کے مطابق بندہ اس کی بندگی کر سکے غیر ضروری اور حرام کی تمیز ممکن ہو، فرض عقیدے صحیح ہو جائے اور اس اور سنت علوم و معلومات اور فرائض و واجبات سے ضروری واقفیت پیدا ہو جائے۔ یہ علم چونکہ زبان عقیدہ سے حاصل ہوتا ہے اور قرآن کی صحیح تلاوت سے یا مکتب میں استاد کے ذریعے سے ہوتا ہے اور چونکہ ہماری زبان میں عربی کی بہت سی زبان میں ہوائی کو حدیث میں "طلب العلم فریضة علی کل مسلم(۱)" فرمایا گیا ہے۔

دوسرے علوم وہ ہیں جن کو فنی زبان میں فرض کفایہ کہتے ہیں یعنی اگر امت سے چند لوگ بھی ان کو حاصل کر لیں تو بقیہ افراد کے ذمے سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے جیسے نماز جنازہ میں چند افراد کے نماز پڑھ لینے سے تمام مسلمانوں کے ذمہ سے فرض ادا ہو جاتا ہے اسی طرح علوم میں تفسیر قرآن کریم، احادیث نبی کریم ﷺ، فقہ اصول فقہ، علم کلام، عقائد و کلام اور فلسفہ کی تعلیم اور ان میں مہارت و بصیرت حاصل کرنا یہ فرض کفایہ ہے۔ یا شاید یہ فرض کفایہ کی اس امت کا اہم ترین فریضہ ہے اور سنت اسلامیہ میں اس کا باقی رکھنا فرض ہے قرآن کریم نے اس کی اہمیت اور ذیل میں انہی علوم کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ [التوبہ: ۱۲۲]

کہ ہر قوم کے چند افراد کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ علوم دین تخصیص اور تبلیغ کریں تاکہ عوام دین سے واقف ہو سکیں (آیت کریمہ کے مکمل تشریح کی حقوق و واجبات بیان کرنے کا یہ موقع نہیں)۔

پھر ان علوم میں بھی بعض علوم ایسے ہیں جو دوسرے علوم کے حصول کے لئے وسیلہ اور ذریعہ ہیں جیسے صرف، نحو، معانی، بیان وغیرہ کہ ان علوم کے بغیر تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ وغیرہ کا علم حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ اگر بعض ائمہ نے یہ علوم عربیت، عربی زبان کی حیثیت سے تو نہیں حاصل کئے ان کے کہ ان علوم کے سیکھنے کی ضرورت نہ تھی، وہ اسے زبان سے فنی (علوم دینی) حیثیت سے تو نہیں اور بعد کی نسلوں کو یہ بات معلوم نہ تھی اس لئے ان کو ان علوم کا حاصل کرنا بقدر ضروری ہوا۔

اب رہے وہ علوم جن کو آج کل سائنس کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ ان دونوں کے مفہوم

(۱) سنن ابن ماجہ، المقدمة، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم ص: ۲۰، ط: قدیمی

میں یہ فرق ہے کہ ہر سال یہ دو علوم ہیں جو عقل و ادراک کی ترقی کے ذریعہ وجود میں آتے ہیں، عقل انسانی جس انسانی کے لئے اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم عطیہ ہے اسی عقل کے ذریعہ حق تعالیٰ کے علم و قدرت نے رازہائے عجیبہ اس کائنات اور کارخانۂ قدرت میں ہر دور اور ہر زمانے میں جیسے جیسے وقت کے تقاضے ہوتے ہیں ظاہر ہوتے رہتے ہیں، اور کچھ انہی فکری اور نظری علوم کے ذریعہ ان کے اچھے برے اثرات اجتماعی شعور میں آتے رہتے ہیں، نئی علوم کا ثمر دو قسم کی تخلیقیں اور ایجادات ہیں جو عمل آدم کے کام آتی رہتی ہیں اسی کا نام عملی سائنس ہے۔

اصلی علم کیا ہے؟

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوگا کہ اصلی علوم وہی ہیں جو صرف وحی الٰہی کے ذریعہ اور نبی کریم کی تعلیمات کے واسطے سے ظہور میں آتے ہیں، یہ وہ علوم ہیں جن کے ادراک سے عقل انسانی قاصر ہے بلکہ عقل انسانی کے دائرے سے بھی یہ علوم خارج ہیں، علوم وحیوں کی اصطلاح میں ان کو "ماوراء الادراک" اور "ماوراء العقل" کہا جاتا ہے۔

اس لئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا دائرۂ تعلیم و تربیت بھی علوم غیبیہ میں منحصر ہوتا چاہئے جو عقل انسانی کی رسائی سے باہر ہیں، قرآن کریم اور تعلیمات نبویہ میں ان علوم غیبیہ و عقلیہ اور ان کے ذریعہ وجود میں آنے والی ایجادات و اختراعات کی نہ تعلیم دی گئی ہے اور نہ ہی ان کی طرف توجہ کی گئی ہے نہ ہی اس کی ضرورت تھی۔

ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقل و ادراک جیسی نورانی نعمت اور قوت اختراع جیسی خداداد طاقت انسان کو عطا فرمائی جو ان تمام ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کافی و وافی ہے تو پھر کسی مزید تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی، چنانچہ اسلامی تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے کہ ہر دور میں عقل انسانی یہ خدمت انجام دیتی رہی ہے اور آج اس دور ترقی میں بھی جو چھوٹی بڑی ایجادات ہمارے سامنے آرہی ہیں اور آئندہ آتی رہیں گی وہ سب اسی کے کرشمے ہیں۔

اگر ہم ان گذشتہ اشارات اور گذارشات کا خلاصہ بیان کرنا چاہیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسان کی دو قسم کی ضرورتیں تھیں، ایک دنیا کی اور ایک آخرت کی، یا یوں کہئے ایک روح کی اور ایک جسد کی، علوم الٰہیہ و ہدایہ کے دو سرچشمے جن کا تعلق وحی آسمانی سے ہے ان کا تعلق آخرت اور اصلاح روح سے ہے اور نفس کا تزکیہ و تہذیب جن سے مقصود ہے، ان علوم کے حقیقی ثمرات دنیا کی آخرت کی زندگی میں سامنے ظاہر ہوں گے اگر چہ ان کے برکات کا قدرے ظہور اس دنیا میں بھی ہو اور علوم عقلیہ کا تعلق جسم و جسمانیات اور دنیا کی زندگی سے ہے ان کے منافع کا تعلق بھی دنیوی زندگی اور عالم جسمانی سے ہوتا ہے۔

سائنسی علوم کا ظاہری فائدہ

بہرحال علوم عصریہ سائنسی علوم و فنون کا اس زندگی میں ایک عظیم الشان فائدہ یہ ہے کہ یہ علوم اور ان کے

علوم الہیہ اور قدیم و جدید علوم کی ترویج کس کا فرض ہے؟

عربی زبان اور اسلام

اسلام اور عربی زبان کا جو باہمی نظام رشتہ ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اسلام کا قانون عربی زبان میں ہے۔ اسلام کا آسمانی صحیفہ قرآن حکیم عربی زبان میں ہے۔ اسلام کے پیغمبر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماری زبان عربی ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات و ہدایات اور ارشادات کا پورا ذخیرہ عربی زبان میں ہے۔ اسلام کی اہم ترین عبادت صلوٰۃ (نماز) جس کو وہ سے زمین کے تمام مسلمان اپنے اپنے ملکوں میں روزانہ پانچ وقت پڑھتے ہیں، عربی زبان میں ہے۔ یہ نماز جس کو اسلام کا اہم ترین مظہر اور اسلام کی بنیادی عبادت ہے، پھر ہفتہ وار اجتماعی اسلامی پیغام جمعہ کا خطبہ عربی زبان میں ہے۔ سال میں دو مرتبہ عمومی و اجتماعی پیغام عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا خطبہ تمام دنیا میں عربی میں پڑھا جاتا ہے۔ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی رہنمائی کے لئے جو تہذیب مغرب ذکر اور اذکار تلقین فرمائے ہیں ان سے شام تک ہر مکمل و مہذب کلام کے لئے تحقیق فرمائی، عبد و معبود کے درمیان تعلق و ربط پیدا کرنے والے رشتہ کو مضبوط کرنے کے لئے جس سے زیادہ موثر اور کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی، وہ سب عربی میں ہے۔ اسلام کا حسین مرکز بیت اللہ و قدس رب العالمین اور تجلیات الٰہیہ کا مرکز و مشیہ جس سر زمین میں واقع ہے، مذکر ہے (زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً وتکریماً ومھابۃ) وہ عرب ہے، اور وہاں کے باشندوں کی زبان عربی ہے۔ سید الکونین رسول الثقلین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ اور مدفن کا جس سر زمین مقدس میں واقع ہے مدینہ منورہ (زادھا اللہ نوراً وطیبا) وہ عرب میں ہے۔ وہاں سے بسنے والوں کی زبان بھی عربی ہے۔ بنی اعظم کی جن دو عظیم الشان عرب کی مہتم بالشان جن جماعتوں سے جد امجد ابراہیم قحطانی عرب کا مرکز بن گیا ان دونوں مرکزوں کی زبان اور تہذیب عہد قدیم سے آج تک عربی ہے۔ دونوں قوموں عدنانی و قحطانی عربوں کا سرمایہ تاریخ و ادب عربی زبان میں ہے۔ قرآن کریم اور اسلام سے پہلے مخلص جزیرۃ العرب میں بسنے والی پوری آبادی عرب ہے۔ جزیرۃ العرب سے باہر اسلام کے دو اہم ترین مراکز عراق و شام ہیں دونوں ملک عربی زبان و تہذیب کا گہوارہ تھے اور ہیں۔ مصر، لیبیا، سوڈان، مغربی افریقہ، الجزائر، تیونس اور مراکش وغیرہ سب عربی ہو گئے۔ ان لوگوں نے مرکزی مقامات میں شمالی افریقہ کی اکثریت کی زبان بھی عربی یا تقریباً ہو گئی ہے۔

صحابہ کرام اور تابعین عظام کے زمانہ میں شام عرب فاتحین جو اسلامی فتوحات کے سلسلہ میں سندھ و ہند، افغانستان اور خراسان سے ترکستان تک مختلف ملکوں میں پھیل گئے بلاد ان ملکوں میں بس بھی گئے تھے ان کے ذریعہ ان ملکوں میں بھی عربی زبان پہنچی اور پھیلی۔ ان ملکوں کی تمام مسلمان قوموں کا دینی سرمایہ عربی زبان میں تھا اس لئے ان ملکوں کی بھی دینی اور علمی زبان عربی بن گئی۔ چنانچہ نہ صرف یہ کہ ان ممالک اسلامیہ میں بلند پایہ عربی دان پیدا ہوئے بلکہ بعض ممالک کے ان مراکز سے عربی کے وہ ایسے زبردست ماہرین و مصنفین پیدا ہوئے جن

کی تعلیم بالکل تصور بھی نہیں کرسکتی، انہیں تمام علماء کی بداعت عربی علوم میں صرف نحو، معانی، بیان، بدیع، لغت، عربی زبان، علم الاشتقاق، عروض وقوافی، شعر وادب اور اسلامی علوم میں تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد وتوحید، کلام اور آلی علوم میں منطق، فلسفہ، ہیئت، ریاضی وغیرہ علوم کا سارا ذخیرہ عربی زبان میں منتقل کیا اور نہ صرف یہ بلکہ عربی زبان کے حقائق، لغۃ اللغات کی باریکیاں اور ترجمہ انگلیسانی خصوصیت عربی تلفظ کی صحت وزبوت کے قواعد وضوابط اور رسم الخط کی حسن وتناسب کی یہ تفصیلات وغیرہ وہ علمی سرمایہ ہیں کہ عربی کے حدود ونہایات اور اس کی زبانوں میں ان کا پتہ تک نہیں ہے۔

الغرض دینی علوم ہوں یا اسلامی تاریخ، دینی تعلیم کا فروغ ہو یا تعمیر وتربیت نیوی کا سرچشمہ، الغرض اسلامی کا عظیم مقصد ہو یہ ہیں المملکت سیاسی مفاد وتحفظ اور جغرافیائی حیثیت سے عربی زبان کی اہمیت سے انکار ممکن کے مرادف ہے۔

عصر حاضر میں بھی صحرائے عرب میں جزیرۃ العرب کے اندر اور جزیرۃ العرب کے باہر انگلستان کی قدرت ومشیت سے جو رسیل ورسائل اور وسائل معاون کے بہتے ہوئے چشمے نمودار ہوگئے ہیں انہوں نے ان بارہ نشینوں اور خانہ بدوشوں عرب قوم کو عزت ومجد اور عظمت وثروت کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچادیا ہے کہ آج روس وامریکہ کفر اتم وزر خالص جیسے اعداء اسلام بھی اپنے اقتصادی وسیاسی مفاد ومصالح کی خاطر ان بدویوں کو خوشامد پر اور ان کے لئے عربی زبان سیکھنے اور بولنے پر مجبور ہوگئے ہیں اسی لئے تمام یورپین ممالک کے لئے عربی زبان وادب کی درسگاہیں کھولنا اور ان کو فروغ دینا ناگزیر ہوگیا ہے، ثروت کا صحرا آج وہ دولت وثروت اگل رہا ہے جس کی ہوس افغانستان کی بالشویک پارٹی تمام ہے، اگر آج کویت کی دولت وانگلستان کے بنکوں سے نکال لی جائے تو رہ جائیگا بدو اپنے خیمہ میں۔

غور کیجئے جس طرح عہد ماضی میں روحانی ہدایت کے سرچشمے صحرائے عرب سے پھوٹے ہیں اسی طرح مادی دولت وثروت کے سرچشمے بھی اسی سرزمین سے ابل رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ دین ہو یا دنیا مرکزیت تو یا روحانیت ہر جہت اور ہر حیثیت سے عربی زبان دنیا کی تمام قوموں کے لئے اپنی غیر معمولی اہمیت کی بنا پر قابل توجہ بنی ہوئی ہے۔

آج ان ممالک کو عربی داں کنجیوں کی ضرورت ہے، جدید علوم وفنون کے عربی داں ماہرین کی حقیقی ہے عربی داں ڈاکٹروں، انجینئروں اور سائنسدانوں کی ضرورت ہے، اقتصادیات وتجارت کے ماہرین کی حاجت ہے، زراعت وصناعت میں رہنمائی کی ضرورت ہے۔

اگر ہماری عظیم ترین اسلامی مملکت پاکستان اس حقیقت اور صورتحال پر ذرا بھی غور کرتی اور ان تین المملکتی مصالح کے پیش نظر عربی زبان کی اس غیر معمولی اہمیت کو محسوس کرتی اور نہ صرف اپنے تعلیمی اداروں،

یونیورسٹیوں، کالجوں اور مکتبوں میں عربی زبان و ادب کو فروغ دیتی اور ابتدا سے انتہا تک عربی زبان و ادب کو بحیثیت زبان کے نہ صرف مضمون قرار دیتی بلکہ ہر جماعت اور شعبہ کے ماہرین کے لئے مستقل عربی زبان و ادب کی تعلیم کے مراکز کھول دیتی تو آج صورت حال بالکل بدلی ہوئی ہوتی اور تمام ممالک اسلامیہ عربیہ کی تعلیمی، اقتصادی، تجارتی، صنعتی اور زراعتی ضرورتیں پاکستان پوری کرتا اور اس وسیلہ سے ان ممالک کی قیادت بھی پاکستان ہی کے ہاتھ میں ہوتی۔

صرف سعودی مملکت کے پیشہ وروں میں اس وقت کم سے کم پچیس فیصد ڈاکٹر پاکستانی ہیں، اساتذہ تقریباً چھوٹی جماعتوں میں پچیس فیصد پاکستانی ڈاکٹر کام کر رہے ہیں، اگر آج اس درجے کی بہتات عربی زبان و ادب کے ماہرین کی صرف وقتی ہی ہوتی تو ان ممالک میں سو فیصد ڈاکٹر، انجینئر، لیکچرار اور ماہرین علوم و فنون پاکستانی ہی ہوتے، اس لئے کہ مملکت سعودیہ عربیہ کے ہمسایہ ممالک شام و لبنان و اردن میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ سعودی مملکت کی ضرورتوں کو پورا کر سکیں، جمہوریہ عربیہ متحدہ مصر سے ان کے تعلقات خوشگوار نہیں ہیں، اس لئے ناچار اور بادل ناخواستہ یورپ و امریکہ جیسے غیر اسلامی ممالک سے یہ ضرورتیں پوری کی جا رہی ہیں، اس کے عواقب و نتائج کیا ہوں گے، یہ بالکل ظاہر ہے، عرب ممالک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے اور مختلف دائروں میں تقسیم کر دینے کے سلسلہ میں ان کی ریشہ دوانیوں سے نقاب ہو چکی ہیں، یہ معلوم کر کے انتہائی صدمہ ہوا کہ خدمت سعودیہ عربیہ سے ایک سو ماہرین تعلیم امریکہ سے بلائے گئے ہیں اور یہ بھی سنا ہے کہ ان ماہرین تعلیم نے آتے ہی عربی ادب اور قرآن کریم کو مملکت سعودیہ عربیہ کے نصاب تعلیم سے نکال دیا ہے اگر یہ صحیح ہے تو:

پس بباید گریست یاران طریقت بعد ازین تدبیر ما!

کاش پاکستان کے ارباب حل و عقد میں ذرا بھی اسلامی غیرت و حمیت موجود ہوتی اور وہ ان حقائق پر ذرا سا بھی غور و فکر کرتے اور فی الفور عربی زبان و ادب کی تعلیم اور ترویج و توسیع کی کوشش شروع کر دیتے اور عربی زبان جاننے والے جدید علوم و فنون کے ماہرین پیدا کرنے لگتے تو اس شرمناک و غیرت سوز صورت حال کا تدارک بآسانی ہو سکتا ہے۔

جس صبح آج پاکستانی ڈاکٹر، انجینئر، معلم عقدس حجاز میں پہنچنے ہوئے ہیں اگر ہماری تمام تعلیم یافتہ (گریجویٹ) نوجوان بھی عربی زبان و ادب سے واقف ہوتے تو مملکت سعودیہ عربیہ کے تمام سرکاری محکمے اور تعلیمی ادارے بھی پاکستانی ماہرین سے معمور ہوتے اور اس تعلیمی اور تہذیبی رشتہ اور رابطے کے بعد دونوں اسلامی ملکوں کے تعلقات کی کیا نوعیت ہوتی؟ اس کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں، علاوہ ازیں ممالک عربیہ اسلامیہ کی صحیح خدمت انجام دینے کے بعد غیر ملکی خفیہ ریشہ دوانیوں سے بھی جن کا راز اب حشت از بام ہو چکا ہے مملکت سعودیہ اور دوسرے عربی ممالک کو نجات مل جاتی، ورنہ وہ دنیا دونوں کی وہ غیرت انگیز کامیابی نصیب ہوتی جس کا تصور کرنا بھی آج مشکل ہے۔

تعلیم کچھ بھی ہو، دینی و اسلامی خدمت کی زمام ہاتھ میں آجانے سے بعد عرب ممالک کا تو وہ ان طبقے جس نے ہاتھ میں کل خلافتوں کے کلیدی عہدے ہوں نے یورپین ممالک سے جانے پاکستان ہی کا رہتین منت اور اسلامی تہذیب و تمدن سے متاثر ہوتا۔

فضول کہ ہمارے مفکرین کو ملک و ملت کے اہم ترین مفادات کو سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملتا بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ حضرات اپنی فرائض و واجبات (۱) کی بجا پر پاکستان میں عربی زبان و ادب اور دینی تعلیم کو بھی قیمت پر برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ فیہ عبرۃ الاسلام۔

عربی زبان سیکھنے کے لئے جس قدر محنت و توجہ درکار ہے اس کے مقابلہ میں بہت کم وقت کافی ہے ہاں عربی زبان و ادب کی عبارت و لسانی علوم و فنون صرف نحو، معانی و بیان و بدیع لغت و اشتقاق، محاورات، قرآنی اعجاز (۲) کے دقائق تک پہنچنا اس کے لئے تو بے شک عمریں درکار ہیں اور یہ صحیح اور مکمل ہے کہ اسے محمد یہ کے مقصود اور اسے سمجھنے کی شکل ہی آتی ہے۔ مگر یہ کہنا کہ قرآنی اعجاز کی تعلیم اسلامیات میں صرف شیخ عبدالقاہر جرجانی اور علامہ زمخشری ہی کرتے ہیں۔

چنانچہ مشہور مقولہ ہے کہ:

"لم یدر إعجاز القرآن إلا الأعرجان"

قرآنی اعجاز کی دقیق معرفت تک وہی ہستیاں پہنچیں اور اس تک رسائی حاصل کی جو دو اعرج (لنگڑے) تھے۔

ہمارے شیخ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ قدس اللہ سرہ العزیز اس پر دل کا جملہ اضافہ فرماتے ہیں:

"احدھما من زمخشر و الآخر من جرجان" (۳)

ایک زمخشر کا رہنے والا ہے اور دوسرا جرجان کا۔

ہم حال کہ اب بھی حکومت کے تعلیمی ادارے اور تعلیم بی اے یا ایم اے پاس طلبہ کو صرف عربی زبان

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے مقالہ "عربی سے عدم دلچسپی" از مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ العالی، ماہنامہ بینات بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ۔

(۲) اعجاز قرآن سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم نے اپنے مخاطبین کو جس چیز کا چیلنج دیا ہے وہ اس کا کلام ہونے کی حیثیت سے ہے یعنی قرآن کریم کے الفاظ و معانی عربی زبان و ادب اور قرآنی اعجاز کے ماہرین کے سامنے پیش کئے گئے تو وہ عربی زبان کے ایسے ماہر تھے کہ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہو گئے۔ اعجاز قرآن کے متعلق مفصل مباحث کتب تفسیر میں "وجوہ اعجاز قرآن" کے عنوان سے مذکور ہیں۔ (از مرتب)

(۳) العرف الشذی علی جامع الترمذی، ابو سعید بطہیر ما ساء ما جاء فی الجنب والحائض ہما لا یقرآن القرآن ج ۱ ص ۳۵، ط قدیمی

کھلنے لگے ہے ایک عربی زبان کی کلاس تمام یورپی ہیسپیوں اور کالجوں میں کھول دیں اور اس کی تعلیم سے لئے عرب ممالک شام و عراق و مصر وغیرہ سے اپنے اساتذہ بلائیں جو اردو انگریزی بول سکتے ہوں تو ہمارا تو یہ ہے کہ چند مہینوں میں ہی عربی لکھنے بولنے پر قادر ہو جاتے ہیں۔

اور صحیح عربی زبان سے تعلیم پر عوامی ہوں پہلی عربی تو اور بھی آسان ہے اس میں صرف نحو کے قواعد کی پابندی نہیں کرنی پڑتی۔ اگر عربی کو عربی میں پڑھایا جائے اور اردو کی لکھنے کی مشق کرائی جائے تو چند مہینوں میں انگریزی کی طرح عربی بول چال اور روزمرہ کی عبارت پیدا ہو جاتی ہے انشاء اللہ کا شعبہ ہے کہ مدارس عربیہ اسلامیہ کراچی میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ اپنے انتظام کے تحت مدارس عربیہ کی تعلیم کی خدمت انجام دے سکے اور عربی کو عربی میں پڑھانے والے عرب اساتذہ بھی میسر ہیں۔

اصل یہ ہے کہ اگر دین کی ضرورت پیش نظر ہو تو پھر بھی عربی ہوا ہے استعفا ممکن نہیں اور اگر ایسے مصالح نفسانی دنیاوی مفادات پیش نظر ہوں تب بھی عربی زبان و ادب سے استعفا صحیح اور معقول نہیں۔

عصری تعلیم کا بہانہ اگر بدیت کی پیداوار ہے اور اگر واقعی تنگ دستی ہے تو عہد سے جدید تعلیم یافتہ حضرات کا معمولی کمائی ہیں اس سے کہیں زیادہ ہی آج کل ممالک عربیہ اسلامیہ میں ہر قسم کے تعلیمی و تربیتی عہدے اور مناصب باسانی مل سکتے ہیں اور ان ممالک میں تنخواہوں کا معیار بھی نشاۃ ثانیہ پاکستان سے کہیں اونچا ہے تو پھر عربی زبان سے واقفیت کی کمی ہے الیس منکم رجل رشید۔

کیا ہے کوئی ہوشمند درست کار مرد

(مؤرخہ ۱۳۸۲ھ)

عربی زبان اور اس کی اہمیت

عربی زبان کی دینی اہمیت تو ظاہر ہے کہ اسلام کا بنیادی پیغام قرآن حکیم تمام عالم کے لئے حق تعالیٰ کا آخری پیغام ہے وہ عربی زبان میں ہے دین اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں توحید و رسالت کے بعد نماز روزہ دین ہے اس کے تمام ارکان قرأت قرآن مجید کا مدار ہے یعنی پوری نماز اول سے آخر تک عربی میں ہے اور دین ہے متعلق عربی زبان میں ہیں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات و ارشادات کا عظیم الشان ذخیرہ یعنی احادیث عربی میں ہے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے عربی قریش ہاشمی ہے بعض روایات میں عربی زبان سے محبت کرنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں بھی عربی اللسان ہوں قرآن بھی عربی میں ہے اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہے۔ ( )

( ) المستدرک علی الصحیحین، فضائل القبائل، فضل کنانۃ العرب، ج ۴، ص ۹۲۷، ط: دار الکتب العلمیۃ

بہر حال کہنا یہ ہے کہ عربی زبان کی عظمت و اہمیت دینی، سیاسی، ادبی ہر جہت سے مسلم ہے، ہم سے تقاضا ہو رہا ہے کہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کی طرف سے کوئی عربی پرچہ بھی جاری کیا جائے بہت کچھ سوچا مگر ہماری دینی درس گاہوں کی کم ذوقی و غفلت، ہمارے طلبہ و علماء کی بے حسی اور عربی زبان سے بے رغبتی یا عدم مہارت اس کی اجازت نہیں دیتی تاہم فی الوقت یہ ارادہ کر لیا ہے کہ "بینات" میں چار پانچ صفحے عربی مضامین کے لئے مخصوص کئے جائیں لیکن ساتھ ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی ہوتا ہے کہ عربی اور ادبی ذوق کے مالک حضرات عربی سے لطف اندوز ہوں اور عام قارئین کرام اس کے ترجمہ سے محظوظ ہوں، اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ

علماء کی صحبت کے بغیر علم آزمائش و ابتلاء ہے

دنیا میں ہر کمال کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ صاحب کمال کی خدمت میں رہ کر وہ کمال حاصل کر لیا جائے، معمولی سے معمولی صنائع اور عام سے عام پیشوں کے لئے بھی کسی استاذ و رہنما کی ضرورت مسلم، بغیر استاذ کے نری عقل و ذہانت اور صباغی سے کوئی کمال صحیح طور پر حاصل نہیں ہو سکتا، نجاری ہو یا آہنگری اور حجامت ہو یا صنعت و حرفت کے لئے ابتداء عقل کی رہنمائی کے لئے کسی استاذ کی حاجت یقینی ہے، جب انسانی عقل کے پیدا کردہ فنون و علوم کے حاصل کرنے کے لئے ایک کامل کی صحبت ضروری ہے تو علوم نبوت اور معارف انبیاء اور حقائق شریعت کے لئے استاذ و رہنما سے کیسے استغناء ہو سکتا ہے؟ کیونکہ یہ علوم و معارف تو عقل و ادراک کے دائرے سے بالاتر ہیں اور وحی ربانی کے ذریعہ سے امت کو پہنچے ہیں، آسمانی تربیت اور ربانی ہدایت و ارشاد کے ذریعہ سے اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے پھر ان ربانی علوم میں الفاظ سے زیادہ مربی کی توجہات اور اس کی عملی صحبت کو دخل ہوتا ہے اور تعلیم سے زیادہ ذہنی فکری اور عملی تربیت ضروری ہے، اس لئے جتنی طویل صحبت ہوگی زیادہ کمال نصیب ہوگا اور مربی و رہنما جتنا باکمال ہوگا اتنا زیادہ فائدہ اور کمال حاصل ہوگا، پھر ان علوم نبوت کی غرض و غایت چونکہ ہدایت و ارشاد اور مخلوق خدا کی رہنمائی ہے اس لئے ان کے سیکھنے میں شیطان لعین کی عداوت و اضلال اور گمراہی کا شدید اندیشہ ہوتا ہے، جو کمال کہ دنیوی مفاد کے لئے حاصل کرنا ہوتا ہے اس پر شیطان آرام سے بیٹھ رہتا اس کو دخل کی حاجت ہی نہیں نہ عداوت ظاہر کرنے کی ضرورت ہے لیکن جہاں آخرت دینی اور دین کی بات ہوتی ہے تو شیطان اپنی شرارت کے لئے بے تاب ہوتا ہے مختلف وسائل سے اپنی پوری طاقت صرف کرتا ہے کہ کسی طرح سے یہ رشد ہدایت، ضلالت میں تبدیل ہو جائے اور چونکہ ابلیس لعین کا سب سے بڑا کارنامہ تلبیس ہے یعنی حق و باطل میں ایسا التباس ہو جائے کہ جو چیز ظاہری صورت کے لحاظ سے خیر ہے حقیقت کے اعتبار سے شر بن جائے، پھر نفس انسانی کی کارستانیاں اس پر مستزاد ہیں، انسانی فطرت میں کبر و عجب ہے، ریاکاری و حب شہرت ہے، حب جاہ کا مرض ہے

ہوا ہے شدید قومی امراض ہیں کہ ملکوں کی یا مستقل اور بڑی بڑی سے ان کا ازالہ نہیں ہوتا اس لئے کہ مشیت ان کے ٹھیک کرنے سے بچنے کے لئے ملکوں کسی کامل کی صحبت کی ضرورت ہوتی ہے اور جب فضل الٰہی شامل حال ہوتا ہے تو سلسلہ ہو جاتی ہے اور انسان پوری عمر وقت کے کرداروں میں بدلتا چلا جاتا ہے دنیا کی ہمیں تاریخ کا مطالعہ کرنے سے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جتنے بڑے بڑے انسان پیدا ہوئے ہیں سب ذکیہ اور صحابہ کے صفات سے مزین ہو کر دنیا میں آئے اور بھی دور میں انہوں نے علم کے راستے سے آئے ہیں صحابہ کرام میں کسی بہت سے ذیابیطس زمانہ اپنی شہرت ذکاوت کی وجہ سے جمہور امت سے شاذ و نادر کے ذکاء و نکتہ یات کا شکار ہو گئے اور یہاں زیادہ تر یہی حقیقت کارفرما رہی کہ پیغمبر ذکاوت پر اعتماد کرنے کی بجائے اور کتاب و سنت کے عمل میں لگا ہونے زیادہ صحبت نہیں ملی وہ یہاں سے یہاں کل گئے۔

دوسرے اس دور میں بھی ان کے بہت سے لوگ ہوئے ہیں اور چونکہ علمی زیادت تو ہوتی ہی ہے اور بہت دفعات بہت کم بہت بھی کر دیتے ہیں اس لئے ان کی وہ بھی بہت سی مزید فتنہ کا باعث بن جاتی ہے اور جس حضرات کو زیادہ صحبت اور علمی کمزوریاں نصیب نہیں ہیں وہ بہت جلد ان کے معتقد ہو جاتے ہیں اور ان کے مت سے مختلف شوہ اور جدید افکار و نظریات کے بھی حامی ہو جاتے ہیں اور شیطان ان کو اپنے دام میں لگا لیتا ہے اور شخصیت امت کی ہدایت اور ارتقاء کے کام آنے کی بجائے امت میں فرقہ واریت و ضلال کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اور ہمیں کی مثالیں موجود ہیں۔ امام غزالی نے اس صدی الفاظ میں لکھا ہے کہ یونانیوں کے علوم جب تک مسلمانوں تک نہیں پہنچے تھے تو ان کے علوم کے معتقد ہونے والے فلسفیانہ و الٰہیات میں ان کی تحقیقات کے قائل ہو گئے۔ امام غزالی کی یہ بات بہت غریب ہے اور بڑی صحیح ہے شیطان ان کو اس قسم کے مواقع میں اشکال بہت اچھا موقع مل جاتا ہے اور جب تک ان کی بعض قابلیت سے تعلق ذکاوت سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو اپنے حضرات کے جن میں بھی قابلیت بہت کم لیکن قلمی قابلیت بہت زیادہ ہو صحبت ارباب کمال سے محروم ہوں وہ ان دونوں کو بہت جلد اپنے جال میں پھانس لیتا ہے اور ان کی تحریرات بالعموم ذکاوت کی تحقیق اور قلمی تحقیقات امت کا انتشار اور مسلک صالحین کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ اس قسم کے لوگوں میں سے آج کل کی ایک مشہور شخصیت جناب ابوالکلام آزاد صاحب مرحوم کی ہے وہ بچپن ہی سے ذہین تھے اور ذکاوت کی وجہ سے بچپن ہی میں بڑا نام پیدا کر لیا تھا۔ ابتداء میں انہوں نے بنگال میں مروجہ طریقہ پر مولوی بننے کی کوشش کی اور اس میں بہت جلد ہی بڑا نام پیدا کر لیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے انجمن ہلال کے نام سے ایک اخبار جاری کیا جو چند ماہ کے بعد بند ہو گیا۔ پھر انہوں نے البلاغ

ذریعہ ہوئی کہ والد مرحوم کی وفات کی وجہ سے اپنی تعلیم کو صرف یہ کہہ کر نہ رکھے بلکہ بالکل ابتدائی عربی تعلیم کی کتابوں میں رہ گئے۔ مدرسہ جدید تعلیم سے بہرہ ور ہو گئے۔ پرائیویٹ طور پر انگریزی تعلیم حاصل کی اور انگریزی سے کچھ مناسبت ہو گئی اس دور کے اچھے لکھنے والوں کی کتابوں اور تحریرات اور مجلات و جرائد سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا اور قلمی قابلیت روز افزوں ہوتی گئی۔ بہ محنت سے نہ کسی دینی مدرسہ سے فیض حاصل کر سکے نہ جدید علم سے آراستہ ہو سکے نہ کسی پختہ کار عالم دین کی صحبت نصیب ہوئی اور ایک مضمون میں خود ان کا اعتراف کیا ہے بوجوہ ہو کر ہندوستان متحدہ میں مولانا عبدالحق مدنی مراد آبادی کے جواب میں تاریخ و تحقیق و جدید تعلیم سے یکسر فتح پوری لیکن علم و تدقیق کی صحبت نصیب ہوئی ان سے وابستگی رہی ان کی صحبت اور رفاقت سے بہت کچھ علمی و تحقیقی استعدادات پیدا ہو گئے۔ حیدرآباد دکن سے ۱۹۳۳ء میں ماہنامہ ترجمان القرآن جاری کیا آپ وہاں سے مضامین لکھتے رہتے بہتر سے بہتر ہوتے گئے میں چوٹی علمی و قلمی چیزیں ابھرنے لگیں۔ ان دنوں ملک کی سیاسی فضا مرتعش تھی تحریک آزادی ہند فیصلہ کن مراحل میں تھی۔ ہندوستان کے بہترین دماغ اسی کی طرف متوجہ تھے۔ مودودی صاحب نے سب سے بہت کر اقامت دین اور حکومت الٰہیہ کا نعرہ دیا اور تحریک آزادی کی تمام قوتوں پر بھرپور تنقید کی۔ ان سے بھاگے بھاگے پھرے۔ سمجھے کہ شاید دین قیم کا آخری سہارا اس مودودی صاحب کی ذات رہ گئی ہے۔ چنانچہ بہت جلد مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا مناظر احسن گیلانی اور عبدالماجد دریابادی کے قلم سے خراج تحسین وصول ہونے لگا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت مودودی صرف ایک شخص کا نام تھا نہ اس وقت اس کی دعوت تھی نہ جماعت تھی نہ تحریک تھی۔ ان کی تحریرات اور زور بیان سے بعض اہل حق لوگوں سے توقعات وابستہ ہوئیں۔ ان کی آمد کی دریچہ بردی محمد یاسین کی وساطت افزائی سے پٹھانکوٹ میں "دارالاسلام" کی بنیاد رکھی گئی۔ ایک وکالونی اس کی رہنمائی شروع ہوئی تھی ان کے قلم سے ایسے مضامین نکلے اور سیاسی کشمکش کے ماحول میں ایسی کتاب وجود میں آئی کہ عام واقفیت سے اس کو فراخ تحسین حاصل ہوا اور سیاسی مصلحت نے اس کو پروان چڑھایا۔ اجتماع ۱۹۳۸ء میں اجتماع ۱۹۳۸ء میں باقاعدہ جماعت کی بنیاد ڈالی گئی اور ان کی ایک لکھی تقریر پڑھی گئی جس میں بتایا گیا کہ امیر جماعت کے لئے کیا کیا صفات درکار ہیں۔ ارباب اجتماع میں مشہور شخصیتیں جناب مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا حامد محسن، مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا احسن اصلاحی اور مولانا صدر الدین اصلاحی بھی تھے۔ بڑے امیر منتخب ہو گئے اور چار ارکان مجلس مقننہ حضرات امیر جماعت منتخب ہو گئے۔ جماعت اسلامی باقاعدہ وجود میں آ گئی جس کا ہنوز آغاز تھا۔ اس کا مشورہ آپ ہی کی ذات میں تھا۔ انھیں ہر طرف سے امیدیں وابستہ ہو گئیں لیکن ۱۹۴۱ء کا عرصہ نہیں گذرا تھا کہ مولانا نعمانی، مولانا علی میاں مستعفی ہو گئے اور ان دونوں کی بھی کمزوریاں اور خلاص کا فقدان نظر آیا ساتھ نہیں دے سکے لیکن ان حضرات نے کچھ بھی پردہ پوشی کی اور امت کے سامنے صاف وصاف وجہ استعفیٰ ظاہر نہیں فرمائی۔ میں اس وقت جامعہ اسلامیہ بھوپال میں تدریسی خدمات انجام دیتا تھا میں نے ان دونوں بزرگوں سے بعد میں وجوہ دریافت کئے بہت کچھ کہا لیکن کوئی صاف بات نہیں ہوئی لیکن میں سمجھ گیا مولانا

مسعود عالم مرحوم اور مولانا امین احسن اصلاحی کو بہت کچھ معتقدات طریقہ کار میں موافقت تھی اور یہ دونوں بزرگ
آخر وقت تک مودودی صاحب کے ساتھ رہے۔ مولانا مسعود عالم مرحوم نے عربی زبان کے ذریعہ خدمات
انجام دیں اور مودودی صاحب کی تحریرات اور تقریروں کے عربی ترجمہ کئے اور عربی تربیت کر کے چند
ایسے گروہ کو بھی تیار کر دیا۔ مولانا اصلاحی نے اپنے خاص علمی ذوق و انداز سے مودودی صاحب کی تحریک کو پروان
چڑھایا اچھے اچھے دانش کار، ارباب قلم اور ارباب فن شامل ہو گئے۔ کمیونزم کے خلاف اور اسلامی دینی مسائل پر متعدد
کتابیں لکھی گئیں۔ مودودی شراب نوشی، سود خوری، سود و بیع پر الجھنی تمام آئیں۔ تفہیمات، تنقیحات میں بعض اچھے اچھے
مضامین آئے۔ جدید ذہن کی اصلاح کے لئے کتابیں تالیف کی گئیں۔ عرب ممالک میں خصوصاً سعودی عرب کو متاثر کرنے
کے لئے اور وہاں کے شیوخ کو ہموار بنانے کے لئے مختلف انداز سے کام کیا اور کامیاب تدبیریں اختیار کیں۔ وہ
دانش کار کے قلم سے معرض اشاعت میں آیا ہے اس انداز سے پیش کیا جاتا رہا کہ یہ سب چیزیں مودودی کی تحریرات نہ
رہیں ملت بن گئیں۔ اس سے ان کی شخصیت بھی شروع ہو گئی اور تمام رعایت کے فراوانی تالیفات سے خود واقعیت کا
فائدہ اٹھایا خود عربی لکھنے سے معذور رہے۔ انگریزی لکھنے سے معذور ہے مگر عربی لکھ سکتا ہے نہ بول سکتا ہے۔ یہی انگریزی
کا حال بھی ہے لیکن جو تالیفیں ترجمہ کی گئیں ان کے سرورق پر بھی لکھا گیا "تالیفات مودودی" انگریزی میں لکھا گیا
ترجمہ مسعود عالم کا ہے یا عام طور سے لوگ یہ سمجھے کہ اردو کا یہ ادیب کیا انگلش عربی ادب کا بھی امام ہے لیکن چند
دن گذرے تھے کہ مولانا گیلانی مرحوم اور حضرت سید سلیمان مرحوم بتا دیتے کہ یہ تحریرات جدید تعلیم یافتہ انگلینڈ کا
سامان مہیا کرتی ہیں جو کچھ خوبیاں تھیں اور متکلم اسلام مولانا محمد علی تھے ان کو روک دیا اور مودودی آیا اس نے
قدیم جدید میں "خلافت و ملوکیت" کے عنوان سے تنقیدی مضمون لکھنا شروع کر دیا۔ اسی زمانے میں شاید حضرت مولانا
سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہے جنہوں نے اپنے مکاتیب میں اس فتنے کی نشاندہی فرمائی۔ راقم راقم الحروف
سے بھی لکھتے رہے حضرت مولانا شیخ احمد محمد شاکر صاحب نے اس وقت جو طویل مکتوب تحریر فرمایا تھا
اس کا ایک مختصر سا اقتباس مرحوم نے شائع فرمایا لیکن افسوس کہ طبع نہ ہو سکا اور اس سلسلہ میں ایک مدرس نظام اعظم مولانا محمد یوسف
قدوسی صاحب مودودی صاحب کی طرف مائل ہو گئے تھے ان کی اصلاح کے پیش نظر ایک مکتوب لکھا جو "تنقید
مودودیت" کے نام سے ایک رسالہ کی شکل میں شائع ہو گیا ہے۔

مودودی صاحب کی بہت سی چیزیں پسند بھی آئیں اور بہت سی ناپسند بھی لیکن عرصہ دراز تک نہ چاہا
کہ ان کو مجروح کیا جائے اور ان کے جدید انداز بیان سے نئی پود بنتا تھا کہ جدید نسل فائدہ اٹھائے اگرچہ بعض
اوقات ان کی تحریرات میں ناقابل برداشت باتیں بھی آئیں لیکن دینی مصلحت سے پیش نظر رہا کہ خاموش رہا اور
خاموش رہا لیکن اتنا اندازہ نہ تھا کہ یہ فتنہ عالمگیر صورت اختیار کرے گا اور اکثر عرب ممالک میں پختہ جڑی صورت
اختیار کرے گا اور دن بدن ان کے شاہکار قلم سے نئے نئے شگوفے پھوٹتے رہیں گے جس کا کرام اور اہمیا کرام

علیہم السلام کے حق میں ناشائستہ الفاظ استعمال ہوں گے، آخر "تفہیم القرآن" اور "خلافت و ملوکیت" اور "ترجمان القرآن" میں روز بروز ایسی چیزیں نظر آئیں کہ اب معلوم ہوا کہ بلاشبہ ان کی تحریرات و تالیفات عہد حاضر کا سب سے بڑا فتنہ ہے اگرچہ چند مفید ابحاث بھی آگئیں ہیں (واثمھما اکبر من نفعھما) والی بات ہے، اب حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ سکوت جرم عظیم معلوم ہوتا ہے اور چالیس سال جو خرمانہ سکوت کیا اس پر بھی افسوس ہوا اور اب وقت آگیا ہے کہ بلاخوف لومۃ لائم الف سے یاء تک ان کی تالیفات، تحریرات کو مطالعہ کر کے جو حق و انصاف و دین کی حفاظت کا تقاضہ ہو وہ پورا کیا جائے۔ واللہ سبحانہٗ ولی التوفیق۔

[رجب المرجب ۱۳۹۶ھ - اگست ۱۹۷۶ء]

منصب افتاء اور اس کا تقاضہ

افتاء کا منصب بہت رفیع ہے اور جتنا رفیع ہے اتنا ہی دقیق و مشکل بھی ہے اس دقیق و رفیع منصب کا پہلا تقاضہ یہ ہے کہ مفتی جو کچھ لکھے آخرت کی مسئولیت کے پیش نظر لکھے، خارجی تاثرات، ماحول کے محرکات یا ذاتی رجحانات و میلانات سے پاک و صاف ہو کر لکھے، صرف حق تعالیٰ کی مرضی مطلوب ہو اور ہر تحریر میں رضاء الٰہی پیش نظر ہو، اس کے بعد تمام تر حق کی سعی و کوشش کرے، اور وصول الی الحق میں مطلق تقصیر نہ کرے، عبارات فقہاء و ائمہ کے اقوال میں انتہائی غور و خوض کے بعد اس عزم و ارادہ کے ساتھ لکھے کہ اگر غلطی یا خطا ہوئی تو فوراً رجوع الی الصواب کر کے حق گوئی کا فرض ادا کرے گا، اپنی بات کی سچ اور اپنی غلطی پر اصرار نہ کرے گا، الغرض انتہائی بے نفسی، اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ قلم اٹھائے، نہ اپنی رائے پر اصرار کرے اور نہ اس کو قول فیصل سمجھے، خصوصاً ان حوادث و مسائل میں جو عہد ائمہ میں پیش نہیں آئے یا ائمہ کرام کے صریح اقوال موجود نہ ہوں، ان میں تو انتہائی کوشش ہونی چاہئے کہ فتویٰ اصول دین اور نصوص شرعیہ سے متصادم نہ ہو، اسی طرح غیظ و غضب کی یا کسی خاص غرض کی حالت میں فتویٰ ہرگز نہ لکھے خصوصاً جس صورت میں اختلاف آراء و افکار موجود ہو اور مسئلہ زیر بحث میں تجاذب جہات یا تعارض ادلہ کارفرما ہو تو انتہائی احتیاط اور غور و فکر کی ضرورت ہوتی۔

منصب افتاء کا اساسی اصول

حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حدیث جو بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے، اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسائل غیر منصوصہ کے بارے میں مذکورہ بالا امور کی طرف کافی اشارات موجود ہیں اور آخر میں "الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب" (۱) نے تو اس حقیقت کو بالکل ہی واضح کر دیا ہے کہ اس احتیاط و تورع کا مدار اصلاح قلب پر ہے، جب تک قلب کی

(۱) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ ج: ۱ ص: ۱۳، ط: قدیمی

علیہم السلام کے حق میں ناشائستہ الفاظ استعمال ہوں گے آخر "تفہیم القرآن" اور "خلافت وملوکیت" اور "ترجمان القرآن" میں روز بروز نئی چیزیں نظر آئیں کہ اب معلوم ہوا کہ بلاشبہ ان کی تحریرات وتالیفات عہد حاضر کا سب سے بڑا فتنہ ہے اگرچہ چند مفید اصلاحات بھی آگئیں ہیں (واثمھما اکبر من نفعھما) وہاں بات ہے اب حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ سکوت جرم عظیم معلوم ہوتا ہے اور چپ لیس سہل ہو مجرمانہ سکوت لیا اس پر بھی افسوس ہوا اور اب وقت آگیا ہے کہ باخوف لومۃ لائم الف سے یا تک ان کی تالیفات وتحریرات کو مطالعہ کرکے بحق وانصاف دین کی محافظت کا تقاضا ہو وہ پورا کیا جائے۔ واللہ سبحانہ ولی التوفیق۔

[رجب المرجب ۱۳۹۶ھ۔ اگست ۱۹۷۶ء]

منصب افتاء اور اس کا تقاضہ

افتاء کا منصب بہت رفیع ہے اور جتنا رفیع ہے اتنا ہی دقیق مشکل بھی ہے اس دقیق ورفیع منصب کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ مفتی جو کچھ لکھے آخرت کی مسئولیت کے پیش نظر لکھے، خارجی تاثرات، ماحول کے محرکات یا ذاتی رجحانات وتعلقات سے پاک صاف ہوکر لکھے، صرف حق تعالیٰ کی مرضی مطلوب ہو اور ہر تحریر میں رضاء الٰہی پیش نظر ہو، اس کے بعد تلاش حق کی سعی وکوشش کرے، مروجہ اصول الی الحق میں مطلق تقصیر نہ کرے، عبارات فقہاء اور ان کے اقوال میں انتہائی غور وخوض کے بعد اس عزم واردہ کے ساتھ لکھے کہ اگر غلطی یا خطا ہوگئی تو فور جو بھی الصواب کرنے حق گوئی کا فرض ادا کرے گا، اپنی بات کی جگہ اور اپنی غلطی پر اصرار نہ کرے گا، الغرض انتہائی بے نفسی، اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ قلم اٹھائے، نہ اپنی رائے پر اصرار کرے اور نہ اس کو قول فیصل سمجھے، خصوصاً ان حوادث ومسائل میں جو عہد ائمہ میں پیش نہیں آئے یا ائمہ کرام کے صریح اقوال موجود نہ ہوں، ان میں تو انتہائی کوشش ہونی چاہئے کہ فتوی اصول دین اور نصوص شرعیہ سے متصادم نہ ہو، اسی طرح غیظ وغضب کی یا کسی خاص تاثر کی حالت میں فتوی ہرگز نہ لکھے خصوصاً جس صورت میں اختلاف آراء وافکار موجود ہو اور مسئلہ زیر بحث میں تجاذب جہات یا تعارض ادلہ کا رفرما ہو تو انتہائی احتیاط اور غور وفکر کی ضرورت ہوگی۔

منصب افتاء کا اساسی اصول

حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حدیث جو بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسائل خیر منصوصہ کے بارے میں مذکورہ بالا امور کی صرف کافی اشارات موجود ہیں اور آخر میں "الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب" (۱) نے تو اس حقیقت کو بالکل ہی واضح کر دیا ہے کہ اس احتیاط وتورع کا مدار اصلاح قلب پر ہے، جب تک قلب کی

(۱) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ ج ۱ ص ۱۳، ط قدیمی

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ شرعی تدفین

[illegible]

علم حاصل ہے اور تمام امت کا اس پر عمل ہے ان حقائق کے لئے کسی فقیہ امت کی ضرورت نہیں بلکہ تمام صالحین امت اور عوام امت اسلامیہ کا روزمرہ کا یہ معمول ہے، کون نہیں جانتا کہ بلا شدید ضرورت و مخصوص حالات کے تابوت میں میت کو رکھ کر دفنانا خلاف سنت ہے، سطح زمین پختہ یا خام پر میت کے تابوت کو رکھ کر اور چار دیواری بنا کر باہر سے مٹی اکر بھرائی کے بعد قبری صورت بنا کر کوئی بھی اس کو شرعی تدفین نہیں کہتا، حضرت قطب الارشاد عارف باللہ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی تدفین کی جو صورت اختیار کی گئی ہے کچھ اسی طرح کی ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:

"جہاں تک معلوم ہوا زمین کے اوپر اینٹوں کا فرش کر کے اس پر تابوت رکھ کر چاروں طرف دیوار بنا کر اس پر چھت لگا دی گئی اس کے بعد چاروں طرف دور تک مٹی ڈال کر اور اس سطح کو مسجد کے برابر جو بہت اونچی ہے کر دیا گیا اور اس پر پکی قبر کا نشان بنا دیا"

جناب محترم حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانی مدیر الفرقان رقمطراز ہیں:

"تابوت لحد یا شق کی شکل میں زیر زمین دفن نہیں کیا گیا بلکہ زمین کے اوپر کے حصہ میں اینٹوں کے فرش پر دیواروں کے درمیان رکھا گیا اور دیواروں کے اوپر اینٹوں ہی کی چھت لگا دی گئی اور پھر ہر طرف سے مٹی ڈال دی گئی، پھر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس کی تدفین جس طرح ہوئی کاش اس طرح نہ ہوتی اور زیر زمین ہی شق کی شکل بنا کر دفن کیا جاتا، ظاہر ہے کہ غلطی نادانستہ ہی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی غلطیاں اور کوتاہیاں معاف فرمائیں اور اتباع سنت و شریعت کی توفیق دے"۔

ان دو مستند تحریروں کا مدار بھی جناب مولانا عبدالجلیل صاحب کی تحریر ہی پر ہے، اس سے بڑھ کر صورت حال کی وضاحت کیا ہو سکتی؟ فقہاء امت اور مذاہب اربعہ کی معتمد علیہ کتب کا جو حاصل ہے وہ یہ ہے:

(الف) زمین کھود کر قبر بنانا فرض ہے اور قبور کی یہی سنت متوارثہ ہے۔

(ب) کھودنے کے بعد لحد یا شق کی صورت ہونی چاہیے۔

(ج) "وضع علی الارض" زمین پر رکھ کر قبر کی تعمیری صورت شرعاً امر منکر اور بدعت ہے۔

(د) زمین کھودنے سے جو مٹی نکالی گئی وہی ڈالی جائے اور اس میں باہر کی مٹی ملا لینا بھی خلاف سنت ہے لیکن یہ دیکھ کر کہ ہوا کہ بعض حضرات نے موجودہ صورت کو شرعی ثابت کرنے کے لئے جو کچھ تحریر فرمایا ہے ان کی شان، ان کے علم، ان کے فہم سے بہت بعید ہے، اشتباہ کی تعبیر "سنة الحفر" سے حفر کا مسنون ہونا مراد لینا اور "ابقر مقر المیت" سے جہاں میت رکھ دی جائے وہ قبر ہے مراد لینا اس طرح یہ دعویٰ کرنا کہ مقصود سنت میت ہے جس طرح حاصل ہو جائے اور "کیف یواری سوءة اخیه" سے استدلال کرنا اور نص "یبحث فی

لا بحس [illegible] اور اس پر افسوس کرنا چاہیے [illegible] رحمت سے کسی کو مایوس کرنا یا رحمت و مغفرت میں [illegible] کا کسی پر دعویٰ صریح نصوص قطعیہ کو ظنی اور کسی مفتی کے قول کو بلا دلیل پیش کرنا یہ کہاں کا انصاف ہے؟

انا للہ وانا الیہ راجعون

حق تعالیٰ سے کوئی قسم اور کچھ عجب نہیں ہے اپنے فضل کو کسی کو توفیق عطا فرمائے [illegible] اس وقت تک ایک طرف کے فتووں سے تصویر کا ایک ہی رخ سامنے آیا ہے اور عوام کے دلوں میں مختلف شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ تصویر کا دوسرا رخ بھی امت کے سامنے آئے [illegible] اس سلسلہ میں لکھنے کے لئے جس کا شائع کرنا بھی ضروری ہوا اس کو اس کے خیر مقدم کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

جدید فقہی مسائل اور چند رہنما اصول

[illegible] کے گذشتہ شمارے میں [illegible] کی تحریر میں ہوا اور اس کی کمی اس کے پیش نظر [illegible] رہنما اصول کے مرتب کرنے پر ہے:

اس میں تو ظاہر ہے کہ اسلام وہ آخری پیغام ہدایت و پیغام نجات ہے جو قیامت تک آنے والی تمام نسلوں کے لئے قانون ہدایت ہے اور وہ دین جو علیٰ الاطلاق ہر قوم کے لئے اس میں ہدایت کے سرچشمے موجود ہیں۔ ماضی و حال، تمدنی و اجتماعی، اقتصادی و معاشی ہر قسم کی ضروریات کی حاجت روائی کا سامان اس میں موجود ہے اور اس کا دعویٰ ایسے پیش قیمت جواہرات سے پر ہے [illegible] سے [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہ

⑧ فقہ اسلامی کا یہ ذخیرہ ہمارا بڑا قیمتی سرمایہ ہے اور جہاں اس کی حفاظت کی ضرورت ہے، ساتھ ہی ساتھ اس پر عمل کرنا اور اس سے منتفع ہونا بھی ہمارا فرض ہے، منتفع ہونے سے میرا مقصد یہ ہے کہ جدید تمدن نے جو بہت سے جدید مسائل پیدا کر دیئے ہیں اب اسی فقہ اسلامی کی روشنی میں ان کا حل تلاش کرنا چاہیے، اس سرمایہ کے ہوتے امت کو نئے جدید مستقل اجتہاد کی ضرورت ہے اور نہ اس کا امکان، اس عظیم الشان ذخیرہ میں بحث، تمحیص اور غور و خوض کے بعد جدید مسائل کے حل کرنے کا بہت سا سامان مل جانے کا اور نہ زیادہ سے زیادہ حل نہ ہونے والے مسائل میں علماء امت کو ان ہی کے بتائے ہوئے اصولوں پر جدید اجتہاد کی ضرورت ہوگی۔

⑨ گذشتہ شمارے میں جو مختصر بیانی کی حدیث پیش کی تھی اس سے حسب ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

الف۔ جدید مسائل ایسے ضرور پیدا ہوں گے جن میں قرآن و حدیث کا صاف و صریح فیصلہ نہ ہوگا۔

ب۔ علماء امت کے ذمہ یہ فرض عائد ہے کہ اس کا حل پیش کریں۔

ج۔ علماء انفرادی رائے اور شخصی رائے سے اجتناب کریں اور باہمی مشورہ سے اس کا فیصلہ کریں۔

د۔ ان علماء میں دو شرطیں ضروری ہیں ان کے دلوں میں خوف خدا ہو اور تفقہ فی الدین ان کو حاصل ہو۔

اس حدیث نبوی نے ان علماء امت کو جدید مسائل کے فیصلہ کرنے کا مکلف بنایا ہے جن میں اخلاص و تقویٰ اور عبادت گذاری کی روح موجود ہو اور غور و خوض و باہمی مشورہ کرنے کی اہلیت ہو۔

⑩ اس میں شک نہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ جو بقول امام شمس الدین ذہبی "فقیہ ملت" ہیں اور بقول صفی الدین خزرجی "فقیہ امت" ہیں۔(۱)

ان کی فقہ جامع ترین فقہ ہے فقہ اسلامی کی روح ہے کہ جس کی روشنی میں ہمیشہ انہوں نے اپنی اور اپنی فقہ کی ترتیب و تدوین کی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جو مسائل اپنے اصحاب و تلامذہ کو املا کرائے ہیں ان کی تعداد صاحب عنایہ شارح ہدایہ نے چوتھی صدی کے ایک محقق کے قول کے مطابق بارہ لاکھ ستر ہزار سے زائد بتائی ہے۔ اگر امت کو یہ سارے مسائل پہنچ جاتے تو شاید بہت سے جدید مسائل حل ہو جاتے، فقہ حنفی کی اسی ہمہ گیری کو دیکھ کر مشہور محقق سورتی جن فقہاء نے وہ خود کل المذہب ہونے کے اس کا اعتراف کرتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کی سرزمین اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھی اس نے جو پختگی حنفی فقہ کو نصیب ہوئی وہ فقہ کی کو نصیب نہ ہو سکی، اور شاید یہی وجہ ہے کہ امام شعرانی شافعی اپنی کتاب المیزان میں اپنے اس مکتب کا ذکر کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب سب مذاہب سے آخر تک رہے گا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس مذہب میں اس کی زیادہ اہلیت ہے کہ جدید نظام کے مسائل پوری طرح حل کر سکے تاہم بہت سے مسائل ایسے ملیں گے اور ہیں جن کا ذکر موجود و فقہ حنفی

(۱) ماخذہ ہو کتاب العبر للذہبی و خلاصہ للخزرجی

کے اس عظیم الشان ذخیرہ میں نہیں ملتا اور فقہ شافعی اور فقہ حنبلی میں مل جاتا ہے، اس لئے اس سلسلہ میں جو بات ذہن میں آتی ہے وہ عرض کرنے کی جرات کرتا ہوں اور علماء امت کی خدمت میں درخواست کروں گا کہ اگر وہ صحیح نہ ہو تو مضر دراپنی مخلصانہ تنقید سے مفرازفرمائیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

① مبسوط، بدائع، قاضی خاں سے لے کر طحطاوی، ردالمحتار اور التحریر المختار تک کتب فقہ حنفی کی ورق گردانی کرنے کے بعد بھی اگر مسئلہ ہاتھ نہ آئے تو امہات کتب مذاہب اربعہ کی ورق گردانی کرنی ہوگی فقہ مالکی میں مدونہ کبریٰ سے لے کر بلغۃ السالک تک۔

اور فقہ شافعی میں کتاب الام سے لے کر تحفۃ المحتاج تک کی مراجعت کرنی ہوگی، حکومت سعودی کی عنایت وتوجہ سے فقہ حنبلی کا عظیم الشان ذخیرہ طبع ہو کر امت کے سامنے آگیا ہے اس نے لئے فقہ حنبلی لمن قدامہ المغنی اور الانصاف کی ورق گردانی کافی ہوگی۔ الغرض اگر مسئولہ ومطلوبہ مسئلہ ان کتب میں مل جائے تو اس پر فتویٰ دے دیا جائے، جدید اجتہاد کی ہرگز ضرورت نہیں اور اگر مسئلہ صراحۃ نہ ملے تو ان مسائل منصوصہ پر قیاس کرنے میں مضائقہ نہ ہوگا بشرطیکہ قیاس مع الفارق نہ ہو جس کا فیصلہ خود علماء کرام فرمائیں گے کہ یہ قیاس کس درجہ میں ہے۔

② اگر مسئلہ مطلوبہ سب فقہاء کے ہاں ملتا ہے لیکن حنفی مذہب میں دشواری اور بقیہ مذاہب میں سہولت ہے اور عوام کا عام ابتلاء ہے تو اخلاص کے ساتھ جماعت اہل نظر غور کرے ان کو یقین ہو جائے کہ عموم بلوی کے پیش نظر عصر حاضر میں دینی تقاضا سہولت وآسانی کا مقتضی ہے تو پھر مذہب مالک، مذہب شافعی، مذہب احمد بن حنبل وغیرہ الترتیب اختیار کرے اور اس پر فتویٰ دے کر فیصلہ کیا جائے۔

ہمارے عصر حاضر کے اکابر نے فسخ نکاح کی مشکلات کو اسی طرح حل کیا ہے اور متاخرین حنفیہ نے مسئلہ مفقود الخبر میں بھی ایسا ہی کیا ہے البتہ تلفیق سے احتراز کرنا ضروری ہوگا، اور تتبع رخص کو مقصد نہ بنایا جائے گا۔ مثلاً مسائل معاملات میں بیع قبل القبض ہے کہ آج کل تمام تاجر طبقہ اس میں مبتلا ہے اب اس کی صورت حال پر غور کر کے پوری طرح جائز دلایا جائے کہ گرفتار بلا نہ رہے واقعی ہے اور موجودہ معاشرہ کا ضرر ہے اور بغیر اس کے چارہ کار نہیں تو مذہب مالکی پر فتویٰ دے دیا جائے کہ عدم جواز بیع قبل القبض مطعومات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس مسئلہ میں مذہب حنبلی بھی مذہب مالکی جیسا ہے اور حدیث میں صراحۃ طعام ہی کا ذکر ہے نھی رسول اللہ ﷺ عن بیع الطعام قبل ان یستوفیہ(۱) (سنن) امام ابوحنیفہ وامام شافعی نے طعام پر بقیہ چیزوں کو قیاس کر کے منع

---

(۱) سنن الترمذی، ابواب البیوع عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی کراھیۃ بیع الطعام حتی یستوفیہ ج ۱ ص ۱۵۵، ط: فاروق کتب خانہ ملتان۔ سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی بیع الطعام قبل ان یستوفی ج ۲ ص ۴۹۳، ط: حقانیہ پشاور۔ سنن ابن ماجہ، ابواب التجارات، النھی عن بیع الطعام قبل ان یقبض ص ۱۶۱، ط: قدیمی

کر دیا ہے۔

③ فقہائے امت میں اس پر غور کرنا ہوگا کہ اختلاف کا منشا نصوص کا تعارض ہے یا قواعد تفسیر کا اختلاف یا یہ محض اجتہادی وجوہ کی وجہ سے ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حجۃ اللہ البالغہ کی رائے فیصل الخریمین میں منقول ہے کہ ائمہ احناف کے مختلف روایات میں ترجیح کا معیار کیسے قائم کیا جائے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے مذاہب فقہیہ میں رواداری کی نئی راہ اختیار کی جائے، کام کا سلسلہ مختلف ادوار میں جاری رہا، اس کو ملحوظ رکھا جائے کہ اختلاف و حالات کے اختلاف سے جو اثرات ہوں گے ان کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے، کام کا منشا تفہیم القرآن ہے اذان والا مسئلہ جس پر تمام احادیث موجود ہیں، ایک پر وہ مفتی بہا ہو جاتے ہیں تمام مذاہب والے متاخرین نے اس اختلاف کی وجہ سے جو اختلاف رہا یہ سب باتیں پیش نظر رکھنی ہوں گی۔

④ جن مقامات پر احکام کا فیصلہ کرنا ہوگا ان میں طبقات و مراتب قائم کرنے ہوں گے امر یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ مسائل موجودہ دور کے لئے کس درجہ میں مطلوب ہیں کیا ان سے بغیر ان کو ترک کئے چل سکتا ہے یا چل تو سکتا ہے کہ لیکن کس قدر دقت پیدا ہوگی پھر اس وقت پر غور کرنا ہوگا کہ وہ وقت کس درجہ کی ہے۔

⑤ معاملات میں فیصلہ کرنے کے لئے سب سے پہلے موجودہ ملک کے بارے میں فیصلہ کرنا ہوگا کہ فقہی اصطلاح کے اعتبار سے یہ ملک دار الاسلام ہے یا دار الامان یا دار الحرب ہے، دار الاسلام کا اصل مدار نفس نصوص پر ہے کہ پورا قانون تعزیرات وحدود و محاکم شرعیہ عدلیہ قائم ہوں اور معاملات و عقوبات کا قانون مکمل اسلامی ہو۔ تعزیرات وحدود قانون اسلامی کے مطابق جاری ہوں، اسی طرح موجودہ نظام حکومت کا جائزہ لیا جائے اور اس پر غور کرنا ہوگا کہ یہ کس قسم کی حکومت ہے۔ اسلامی قانون کے نفاذ پر صرف قدرت ہی کافی ہے یا عملی طور پر اس کی حفاظت بھی ضروری ہے؟ عرصہ دراز تک باوجود قدرت قانون اسلامی جاری نہیں کیا گیا تو اس کے موانع اسباب کیا تھے؟ اور سابقہ دار الحرب یعنی عہد برطانوی کا دار الحرب تقسیم ہو کر دو حصے ہے ایک حصہ بظاہر اب بھی دار الحرب ہے، دوسرا حصہ صرف حکمرانوں کی تبدیلی سے کیا دار الاسلام بن جائے گا؟ یعنی قانون تو نہیں بدلا مگر قانون کے چلانے والے بدل گئے تو کیا اس سے حکم بدل جائے گا، پھر جدید عہد حاضر میں مالی قانون کے نام سے جو ادارے ہیں وہ اسلامی قانون کے خلاف قانون بنا دیئے گئے ہیں خلاف قرآن قانون بنے کے بعد بھی فقہاء اسلام نے مسائل کے مطابق یہ دار الاسلام ہی رہنے دیا؟ الغرض اس امر کے فیصلہ کرنے کے بعد معاملات کا شرعی فیصلہ مکمل ہو سکے گا، مختلف مقامات و میدان سب مسائل کے صحیح حل کرنے کے لئے اس ملک حکومت کے متعلق شرعی فقہی فیصلہ کرنا ہوگا اور یہ غور کرنا ہوگا کہ موجودہ ارباب اقتدار آخر اسلامی قانون کے نافذ کرنے سے کیوں کتراتے ہیں کیا صرف اس لئے کہ ان کی ذہنی تربیت خواہشات کی تکمیل میں یہ قانون حائل ہے؟ یا وہ حقیقۃً اسلامی قانون کو موجودہ دور کے لئے غیر صالح اور ناقابل سمجھتے ہیں ان سب گوشوں پر غور کرنا اور ان سب عادت کا جائزہ لینا ہوگا تب جا کر صحیح فیصلہ ہو

ہے اور جب اس سوسائٹی یا اس ملک کی قیادت و شرعی حیثیت متعین ہو جائے تو پھر ان معاملات سے اسے عہدہ برآ ہونے کی توفیق دی جائے گی اور علم و اطمینان کے راستے کھل جائیں گے۔

یہ چند مختصر اشارے ہیں جن کی حیثیت ایک خاکہ سے زیادہ نہیں ہے اور اس کی تکمیل ایک شخص یا ایک مضمون کی نہیں ہے لیکن چونکہ اصل مخاطب علماء کرام ہیں اس لیے ان کی خدمت میں یہ اشارات بھی کافی ہوں گے۔

میری خواہش ہے کہ علماء کی خدمت میں ان موضوعات کو بھی آئندہ پیش کیا جائے جن پر ان کو غور کرنا ہوگا اور جب تک اتمام فیصلہ و توفیق نہ ہو تو اس سے پہلے اگر ان کی راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹیں دور کرنے کی کوشش کی جائے تو اس کے لیے چند گزارشیں پیش خدمت ہیں:

الف: اتحاد کا یہ دین کامل اور معاشرے کے لیے صالح دستور ہے۔

ب: اسلام کو مکمل نظام کی حیثیت سے متعین العمل بنایا کرنے اسلام کو آخر کرنے کی کوشش ترک کی جائے۔

ج: جو فقہی مسائل حالات نے زمانے کے حالات میں عام مروجہ طریقوں سے حل ہونے میں دشواری پیدا کر دی ہے ان کے لیے فقہ اسلامی کے ذخیرے میں سے قابل عمل حل تلاش کیے جائیں۔ اس کے لیے قرآن و سنت اور اس کے بعد فقہ اسلامی اور فقہائے دین کے ذریعہ سے مشکلات حل ہو سکتے ہیں اور فقہ اسلامی ہی ہے جو ہر زمانہ میں اسلام کی حفاظت کی تدبیر کرتی ہے۔ فقہ اسلامی کی ہماری خدمت کی ہے ایک ہزار برس کے بعد بھی دنیا ان کی جلیل القدر خدمات سے مستغنی نہیں ہو سکی ہے قیامت تک ان کی ضرورت پڑتی رہے گی۔ الدین النصیحۃ للہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم۔ (مسلم عن تمیم الداری)(۱)

(رفیق اشاعت ۱۳ تا ۳۰ ستمبر ۱۹۶۳ء)

علماء امت کے لیے لمحہ فکریہ — عصر حاضر کا اہم تقاضا

قدیم فقہ اسلامی کی روشنی میں جدید مسائل کا حل

یہ تو آپ نے ان سے بھی مجمل نقشے خاکہ دیکھ لیے ہیں لیکن ہمیں یہ بات ہوتی ہے کہ اس کا جواب دیا جائے اور اس کی طرف توجہ دی جائے:

اس ہمہ دانش شد یک جو خریر

فقہ کا ایک بہت بڑا حصہ ایسا آ رہا ہے جو محض کتابوں کی زینت بن کر رہ گیا ہے۔ عملی زندگی میں اس کا کوئی دخل نہیں رہا۔ مثلاً فقہ کی بہت سی کتابیں ایسی ہیں جن میں قیمہ کے نام پر تفصیلی بحث ہے۔ اس کی

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحۃ ج ۱ ص ۵۱ ط قدیمی

فقہ کو اسلامیہ پر حملے ہیں کہیں احکام شرعیہ سے انکار ہے کہیں انکار سنت پر زور ہے کہیں تحریف قرآن کا فتنہ ہے کہیں جواز سود کی تحلیل غرض فتوے ہیں کہیں رقص و سرود کو جائز کرنے کے لئے تحقیقات ہو رہی ہے کہیں تحریرات و حدود پر بحث صاف کیا جا رہا ہے کہیں مسلم صالحین سے بدظن کرانے کی مذموم کوشش ہو رہی ہے کہیں اسلامی نظام کی ناکامی کے دلائل پیش کئے جا رہے ہیں۔ الغرض کہیں مستشرقین مصروف عمل ہیں تو کہیں ملاحدہ و زنادقہ اسلام سے برسر پیکار ہیں اندریں ایام خواص و عوام دونوں ہی کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی اس آخری نعمت کو تباہ کرنے کی پوری کوشش جاری ہے۔ مقصد دنیا سے صرف مادی آسائش ہے نہ آخرت کا تصور نہ حساب و کتاب کی فکر ہمارے نظام کا محور صرف پیٹ ہے اور بس اور اس پر مستزاد یہ ہے کہ جن حضرات میں ان فتنوں کے دفع کی صلاحیت و اہمیت ہے وہ یا تو بالکل غافل و خاموش ہیں یا ان کے وسائل بہت محدود ہیں کہ اگر چاہیں بھی تو نہیں کر سکتے۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون:

مصائب شتی جمعت فی مصیبۃ
و لم یکفہا حتی قفتہا مصائب

کتنے ہی مختلف مصائب ایک مصیبت میں آ کر جمع ہو گئے اور اس پر بھی بس نہیں بلکہ روز نئی نئی مصیبتیں آ رہی ہیں۔

علماء امت کے ذمہ جہاں دوسرے فرائض عائد ہوتے ہیں وہاں عصر حاضر کے اس اہم فریضہ کی ادائیگی بھی ان ہی کے ذمہ ہے کہ موجودہ دور کے تمدن و تہذیب نے جو نت نئے مسائل پیدا کر دیئے ہیں ان پر غور کر کے ان کا حل تلاش کیا جائے۔ آج کل کا یہ حلقہ اپنی ناواقفیت کی بنا پر اس خیال خام میں مبتلا ہو گیا ہے کہ اسلام کا قدیم نظام یا قدیم اسلامی فقہ موجودہ معاشرے کی مشکلات کے حل کے لئے کافی نہیں لیکن اگر ذرا غور کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ ہمارے نظام کے دو حصے ہیں ایک حصہ وہ ہے جو قرآن و سنت کی صریح نصوص سے ثابت ہے یہ تمام تر رب علیم و قدیر اور حکیم و خبیر رب العالمین کا ابدی اور دائمی قانون ہے جس کا علم بھی بر شے محیط ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ قیامت تک جو آنے والی نسلیں ہیں ان میں کیا کیا خرابیاں پیدا ہوں گی اور اس کی قدرت بھی کامل ہے چنانچہ اس نے اپنے علم محیط و قدرت کاملہ سے قیامت تک پیدا ہونے والے تمام امراض روحانی کے لئے ایسا نسخہ شفا تیار کیا ہے جس میں نہ کسی ترمیم و اصلاح کی گنجائش ہے نہ کسی اضافی تبدیلی کی۔

دوسرا حصہ وہ ہے جو علماء امت اور مجتہدین عظام نے قرآن کریم و سنت نبویہ سے استخراج و استنباط کر کے مرتب فرمایا ہے اس کے مختلف مراتب اور مختلف ادوار ہیں معاملات اور معاشرت میں بہت سے احکام ایسے بھی ہیں کہ جن کا تعلق اس عہد سے تھا مجتہدین امت کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے پہلے ہی ایسے اصول و قواعد مرتب فرما گئے کہ قیامت تک آنے والے اہل علم کو ان سے مستنبط ہونے کا موقع ملتا رہے گا اور انہی اصول و قواعد

کی روشنی میں آئندہ ہر قسم کی مشکلات حل ہو سکیں گی۔ ظاہر ہے کہ جتنا تمدن ترقی کرے گا اتنے ہی جدید مسائل پیدا ہوں گے اور نیز علاوہ مسلموں کے تعلقات دوسری قوموں کے ساتھ پیدا ہوں گے جن سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ مسلمانوں میں اب بھی ایک بہت بڑا حلقہ ایسا موجود ہے کہ اگر تجارت، معاملات میں اسلامی اصول کی روشنی میں ان کے مشکلات کو حل کر دیا جائے اور فقہی قوانین سے ان کو ایسی تدابیر بتلائی جائیں کہ جن کی بنا پر وہ مغربی حدود سے باہر قدم نہ رکھیں تو نہایت خوشی سے اس پر لبیک کہیں گے اور بدل و جان ان تدابیر پر عمل کریں گے۔

غالباً یہ ہے کہ اس وقت علماء امت نے جو یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ فقہ اسلامی کو اپنے اپنے زمانے میں جدید واقعات اور نوازل سے مقابلہ کرتے ہوئے پیش آنے والے مسائل کو تلاش کیا اور پھر قدیم فقہ اسلامی کی روشنی میں ان کو حل کیا۔ ٹھیک اسی طرح موجودہ فقہاء بھی جدید نوازل و واقعات کو حل قدیم فقہ اسلامی کی روشنی میں تلاش کریں جدید تمدن سے جتنی فقہ کے ہر باب میں نئی نئی ضرورتیں اور معاملات و معاشرت کے نئے نئے جدید مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔

اس سے علماء امت نے اب یہ فرض ہے کہ جلد سے جلد ان نئے پیدا ہونے والے مسائل کے متعلق جو بات امت کے سامنے پیش کریں اس کے ساتھ ہی ساتھ مفصل فرمائیں اور جدید پیش آنے والے مسائل کو اسلام میں بہ وقت کے صحیح تلاش کرنے کی پوری پوری صلاحیت موجود ہے اور اسلام ہر وقت زمانہ کے ساتھ چلنے کا ہے۔

اس بات کے آخر میں ہم اس انتظار اور ایک اشتیاق کے ساتھ ان مسائل کی پیش کرنے کی جانب جن علماء کی خدمت میں چند اصول بھی پیش کروں گا تاکہ ان کی روشنی میں غور و خوض کریں۔ بلاشبہ یہ فرض ایک عام فرض کفایہ ہے تاہم وقت کے جامع ترین علماء اور قرآن، حدیث اور فقہ اسلامی کے اپنے اپنے زمانہ میں جن کا تقویٰ و اخلاص مسلم اور جن کے تدین پر امت کو اعتماد ہو جن کی زندگیاں "کتاب اللہ و قال الرسول" میں گذری ہوں جن کے دماغوں میں تو قدر دانہ ہو جن کی طبیعتوں میں استقامت و استقلال ہو، جو نوازشات و تاثرات سے بالاتر ہوں جن کے دل میں مخلوق خدا کا درد ہو جو دنیا کی مشکلات کو سمجھنے کا ملکہ رکھتے ہوں اور جن میں ہر قسم کی صلاحیت ہو۔ ہم تحریر کا سلسلہ ہوں کہ ایک مرکز میں جمع کرتی اور ان کی رفاقت میں عصر حاضر کے پیدا کردہ تمدن ان تمام کو شامل کرتی اور فقہ اسلامی کے ذخیرہ میں تمام ممالک اسلامیہ میں اب تک جتنا کام ہوا ہے اور اب ان کے پیش نظر ہو خواہ وہ مصر و شام میں ہو یا مغرب اقصیٰ کے ممالک میں اور جو اس عصر قدیم و جدید سے فقہ اسلامی کی مہارت و معلومات رکھتے ہوں ان حضرات سے اس کام کو اپنے ہاتھوں میں لیں۔ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

افسوس کہ حکومت پاکستان ہر روز اس مد میں اپنی آمدنی کا بہت بڑا حصہ لاکھوں روپیہ خرچ کر رہی ہے مگر اس

امر پر اس کی توجہ نہیں۔ ان اداروں میں ایک بھی نہ متدین عالم ہے نہ اسلامی علوم کا ماہر خصوصی، بجائے اس کے کہ وہ کچھ کام کرتے ان کا وجود ان کی کوششیں خود دین اسلام کے لئے عظیم الشان فتنے کی صورت اختیار کر چکی ہیں۔

فیاغربۃ الاسلام و یاحیبۃ المسلمین!

موجودہ صورت حال میں جب حکومت اس طرف متوجہ نہیں تو پھر دیندار مالدار طبقہ کو چاہئے تھا کہ اس خدمت کو انجام دینے کے لئے کوئی اقدام کرتا اور علماء کے مشورہ سے اس مقصد کے پیش نظر اہل وفا کو انتخاب کر کے فکر معاش سے ان کو ہر طرح مطمئن کر کے اسی کام کے لئے فارغ کرتا اور اس طرح ایک "مجلس الفقہاء والعلماء" کی تشکیل ہوتی کہ جس میں محققین اہل علم باہمی مشاورت اور بحث و تمحیص سے ان مسائل کو حل کرتے شخصی رائے کتنے ہی غور و خوض کے بعد قائم ہو پھر بھی وہ شخصی رائے ہی رہے گی، ان مشکلات کے حل کے لئے اجتماعی جدوجہد کی ضرورت ہے، اکابر صحابہؓ کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پہلی شخصیت ہے جس نے اجتہادی مشکلات کے حل کرنے کے لئے اپنے وقت کے ممتاز ترین چالیس افراد پر مشتمل ایک جماعت کی تشکیل کی اور ایک طویل مدت تک فقہی مسائل کے استنباط اور اجتہادی احکام کی تدوین کی خدمت انجام دیتے رہے، اس لئے جو پختگی اور قبول عام اس مذہب کو ہوا اور کسی مذہب کو نصیب نہیں ہوا۔ چنانچہ خلافت عباسیہ سے لے کر خلافت عثمانیہ کے اختتام تک جو بارہ سو برس کا طویل زمانہ گذرا ہے اس میں یہی مذہب حنفی تھا جس کی روشنی میں خدا کی مخلوق کے مشکلات حل ہوتے رہے اور ان خلافتوں میں بھی فقہ حنفی ملک کا قانون بنا رہا۔

لیکن جب کہ ہماری حکومت اور دوسرے ملک کے مسلمانوں کا مالدار طبقہ بھی اس فرض سے غافل ہے تو اب خالصۃً یہ فریضہ علماء امت کے ذمہ آجاتا ہے۔ خصوصاً ان مدارس کے ارباب اہتمام کے ذمے کہ جو اپنے مدرسوں میں ہزار ہا روپے سالانہ خرچ کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور مناسب مشہورات پر اچھے اچھے فضلاء کو رکھ سکتے ہیں۔ اگر ان عربی مدارس میں سے ہر مدرسہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے ایک جماعت کی تشکیل کرے اور پھر اپنا ایک نمائندہ منتخب کرے تو کیا اچھا ہو جو کام ارباب حکومت لاکھوں روپے کے صرف سے بھی انجام نہیں دے رہی وہ علماء کا یہ غریب و مفلس اور نادار طبقہ تھوڑے سے خرچ پر بآسانی کر سکتا ہے، جامعہ علوم اسلامیہ کراچی، دارالعلوم کراچی، دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار، خیر المدارس ملتان، جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ مدنیہ لاہور، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ، جامعہ عباسیہ بہاولپور، مدرسہ معین الاسلام ہٹ ہزاری چاٹگام، مدرسہ اسلامیہ جیری چاٹگام، جامعہ اسلامیہ قرآنیہ لال باغ ڈھاکہ وغیرہ وغیرہ وہ بڑے مدارس اس مقصد پر متفق ہو جائیں تو یہ عظیم الشان کام ان شاء اللہ بہت جلد انجام پذیر ہو سکے گا اور بآسانی یہ مشکل حل ہو جائے گی۔

آخر میں اپنی یہ مختصر گذارش حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پر ختم کرتا ہوں جس سے ان مشکلات کے حل کرنے میں پوری رہنمائی ملتی ہے:

"عن علي قال: قلت يارسول الله،ان نزل بنا امر ليس فيه بيان امر و لا نهي فما تأمرني؟قال "شاوروا فيه الفقهاء والعابدين و لا تمضوا فيه رأي خاصة".( )

(رواه الطبراني في الاوسط ورجاله موثقون من اهل الصحيح.(مجمع الزوائد ج:۱ ص:۱۷۸)

حضرت علی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آئے جس میں آپ کا کوئی بیان کرنے یا نہ کرنے کا نہ ملتا ہو تو آپ کیا رہنمائی فرماتے ہیں کہ ہمیں کیا جائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقہاء و عابدین سے مشورہ کرکے فیصلہ کریں کسی خاص رائے کو دخل نہ دیں۔

اس حدیث کریم سے جہاں اجتماعی شورائی فیصلوں کی نہ صرف اہمیت بلکہ فرضیت ثابت ہوئی ساتھ ساتھ اس جماعت کی اہمیت کے ثبوت بھی معلوم ہوئے (۱) یہ اہل علم ہوں کہ متقی و عابدین ان کا حاصل ہو (۲) صحیح دینی اور عبادت گذار ہوں۔ واللہ سبحانہ ھوالموفق۔

[بینات ۱ ص ۸۳ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ]

اہل علم و اہل قلم حضرات کا فریضہ

افسوس کہ ہم ایک ایسے دور سے گذر رہے ہیں جس میں ارباب علم اپنے علمی تقاضوں کو نہیں پورا کر رہے ہیں اور ارباب جہل علمی مسائل میں دخل دے رہے ہیں، ہر صاحب قلم صاحب علم بننے کا مدعی ہے، کتابوں کے اردو تراجم نے اس فتنے کو اور وسعت دی ہے اردو تراجم جہاں ایک اصلاحی مفید خدمت انجام دے سکتے تھے افسوس کہ عصر حاضر میں "واثمهما اكبر من نفعهما" کا مصداق بنتے جارہے ہیں جس کا ضرر و نقصان فائدہ و نفع سے کہیں بڑھ گیا ہے اور حاضر جہاں مختلف فتنوں کی آماجگاہ ہے وہاں قلم کا فتنہ شاید سب سے آگے سبقت لے جارہا ہے۔(۳)

علمی میدان ان حضرات کا نہ صرف بہت محدود و تنگ ہے بلکہ ہے ہی نہیں اردو کے تراجم سے چند گنی معلومات حاصل کرکے ہر شخص اور حاضرہ مجتہد بنا جارہا ہے اور "اعجاب كل ذي رأي برايه" (ہر شخص اپنی

( ) المعجم الاوسط للطبراني ج:۲ ص ۱۷۲ ط:دار الحرمين القاهرة.مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۷، ط: دار الفكر بيروت

(۲) ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ (ص:۱۵۵ ج:۱) میں کہ لا یعلمہ [illegible] اس امت کے علماء کی وہ جماعت جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اللہ تعالیٰ کی محفوظ کتاب کی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے پہلے کے پچھلوں کو پڑھ رہی ہے ان میں سے ایک "فقہ القلب" یعنی قلم کا فقہ ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں آج علماء دین قلم کی فتنہ سامانی کا اندازہ بہ آسانی کر سکتے ہیں۔ (مدیر)

رہنے کو پسند کرتا ہے) اس فتنے نے مزید سر ابھارا اور پھر نئے چولے بدل بدل کر سامنے آتا رہا۔ اس فتنے کی مثل صادق کرتی ہے اور تاجروں نے محض تجارتی مصالح کے خیال سے اسے ہوا دی ہے اور ہر طرح سے تراش خراش کر فتنے کو اور بڑھا دیا ہے۔ غرض یہ فتنوں کا دور ہے ہر حرص کے فتنے اور ہر طرف سے فتنے ہی فتنے نظر آتے ہیں۔ ان فتنوں کے سدباب کے لئے مستقل ادارہ کی ضرورت ہے جس کا اسلامی مقصد صرف یہی ہو کہ ان تراجم کا جائزہ لیا جائے اور اشتہارات میں شائع ہونے والے مقالات کی نگرانی ہو۔ ارباب جرائد و مجلات کا مقصد محض تجارت ہے اور ارباب قلم کا مقصد محض شہرت ہے یا پھر کچھ مالی منفعت بھی پیش نظر ہے۔ دانش قلمی و اخباری فتنوں میں سے ایک زرعی اصلاحات کے عنوان سے زرعی مشکلات کو حل کرنے کے سلسلے کے مضامین ہیں جو آئے دن اخبارات میں نکلتے رہتے ہیں۔

بلاشبہ یہ بھی دینی نقطہ نظر سے وقت کا اہم ترین مسئلہ ہے اور اسلامی احکام کی روشنی میں اگر صحیح حل پیش کیا جائے تو عوام کا سدباب ہو سکتا ہے۔ دیہات کی دو بنیادی صنعتیں ہیں جن پر معاش و معیشت کا دارومدار ہے، ایک زراعت اور ایک صنعت و تجارت دونوں چیزیں حیات انسانی کے لئے ضروری ہیں اور ان کی بڑی کمی ہے اس نے دین اسلام نے ان کے احکام پورے طور پر بیان کر دیئے۔

قرآن و حدیث و فقہ اسلامی میں ان کی تفصیلات موجود ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مفکرین ارباب دین و ارباب علم جن کی علمی زندگیاں انہی دیہاتیوں میں گذری ہیں اور جن کی بے لوث زندگیاں خلوص و تقویٰ سے معمور ہیں اور جن کی فکری و اجتہادی صلاحیتیں مسلم ہیں جلد سے جلد کسی مرکز میں بیٹھ کر وقائع انسانی حل پیش کریں۔ شخصی طور پر اس پچاس سال میں بہت کچھ سوچا ہے پندرہ سال پہلے مدرسہ عربیہ اسلامیہ نے چند ممتاز افراد کو جمع بھی کیا تھا لیکن تکمیل سے پہلے حضرات منتشر ہو گئے کام ادھورا رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں کہ جلد سے جلد یہ کام انجام پذیر ہو اور نہایت خوش اسلوبی سے منصہ شہود پر امت کے سامنے آ جائے۔ اگر چہ ارباب اقتدار آج کل اشتراکی روس کے فوجی طاقت کے بل بوتے پر ہر ظلم نافذ کرتے ہیں اور اسلام نے دماغ کے باوجود ہر قید و بند سے آزاد ہو کر احکامات صادر فرماتے رہتے ہیں۔ ان حالات میں بے چارے اہل علم ارباب دین کی باتوں کو وہ کیا سنیں اور خود اعتنا سمجھتے ہیں لیکن بارگاہ ربوبیت میں اپنی مسئولیت پوری کرنے کے لئے ہر وقت اس کی ضرورت ہے۔

رجب ثانی ۹۲ ۱۳ھ۔ جون ۱۹۷۲ء

تصویر سازی اور اسلام

اسلام دین فطرت ہے، اس نے کفر و شرک، بدعت و ضلالت اور گمراہی و گمراہی کا ایک ایک کانٹا چن چن کر صاف کر دیا تمام راہ و رسم کو ایک صاف سیدھا اور کھلا ہوا صراط مستقیم بنا دیا جس پر چل کر دنیا امن و امان اور راحت و عافیت کی زندگی بسر کرتے اور مرنے کے بعد قرب و رضا و جنت و نعیم کی وارث بنے:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿ (القصص: ۸۳)

یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے مخصوص کرتے ہیں جو نہ تو زمین میں سرکشی چاہتے ہیں اور نہ فساد اور اچھا انجام پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے۔

اسلام نے انسانیت کے اخلاق و اخلاق کی تزکیہ کے لئے شرک و بت پرستی کے تمام راستوں کو مسدود کر دیا، لیکن جو اسلام کی نظر میں سب سے بڑا جرم ہے تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں مجسموں، مورتیوں اور تصویروں اور فنکاروں کے راستے سے آئی تھی، اسلام نے اس منبع کو ہی بند کر دیا اور تصویر سازوں کو ملعون اور بدترین خلق قرار دے کر اس راستہ کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا، صحیحین میں ہم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے یہ حدیث موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وصال میں ایک دن ازواج مطہرات آپ کے پاس کلیسا کی تعریف سے "مارید" کی کنیسہ (گرجا) کا ذکر کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آنحضرت حبشہ کے دوران ان کے حالات معلوم ہونے کا متعدد بار اس نے ان دونوں حضرات سے اس کنیسہ اور وہاں کی آرائش تصویروں کا تذکرہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ گفتگو سن رہے تھے، سر مبارک سے اشارہ فرمایا:

"اولئك اذامات فيهم الرجل الصالح بنوا على قبره مسجدا ثم صوروا به تلك التصوير اولئك شرار خلق الله" (۱)

ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرتا تھا تو یہ اس کی قبر پر عبادت گاہ بنا لیتے پھر ان تصویروں سے اسے آراستہ کر لیتے تھے یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں بدترین مخلوق ہیں۔

ایک حدیث میں آنحضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر تھے آپ کی تشریف آوری سے پہلے میں نے گھر میں ایک دبیز پردہ لٹکا دیا، اس میں تصویریں بنی تھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو پھاڑ کر پھینک دیا، مجھ سے "ناراضگی" کا اظہار فرمایا اور نہایت نفرت کے لہجہ میں فرمایا:

"يا عائشة ان اشد الناس عذابا عند الله يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله" (۲)

یا عائشہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ سخت عذاب کے مستحق یہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی صفت خلق میں رقابت کرتے ہیں۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب هل تنبش قبور مشرکی الجاهلیة ج ۱ ص ۶۱

ایضاً کتاب الجنائز، باب ذکر شرار الموتی ج ۱ ص ۱۸۷، ط قدیمی

(۲) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ما وطی من التصاویر ج ۲ ص ۸۸۰، ط قدیمی

صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم صورۃ الحیوان ج ۲ ص ۲۰۱، ط قدیمی

صحیح مسلم اور مسند احمد کی حدیث میں ہے:

"ان اشد الناس عذابا یوم القیامة المصورون"(۱)

یقیناً سب سے زیادہ سخت عذاب کے مستحق قیامت کے دن تصویر ساز ہوں گے۔

اور صحیحین اور دوسری کتب حدیث میں بہت سی احادیث صحیحہ مبارکہ موجود ہیں جو جاندار چیزوں کی تصویر سازی کی حرمت اور ملعونیت کو بیان کرتی ہیں اور تمام فقہائے امت نے متفقہ طور پر جاندار چیزوں کی تصاویر کو حرام قرار دیا ہے۔

تصویر اور فوٹو ایک وبائی فتنہ

بدقسمتی سے عالم کی زمام قیادت کافی عرصہ سے ناخداشناس تہذیبوں اور بددین قوموں کے ہاتھ میں ہے جن کے یہاں (الا ماشاء اللہ) دین و دیانت نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں اور شرم و حیا، عفت و عصمت، غیرت و حمیت کا لفظ ان کی لغت سے خارج ہے، ان کے نزدیک فکر و فن اور دغا و فریب کا نام "سیاست" ہے انسانیت کش کے اسباب و وسائل کا نام ترقی ہے، فواحش و منکرات کا نام آرٹ ہے، مرد و زن کے غیر فطری اختلاط کا نام روشن خیالی اور خوش اخلاقی ہے، پردہ دری اور عریانی کا نام ثقافت ہے اور پس ماندہ ممالک ان کی تقلید، اندھی تقلید اور نقالی کو فخر سمجھتے ہیں، اس لئے آج سارے عالم میں فتنوں کا دور دورہ ہے اور شاید یہ دجال اکبر کے دجالی فتنہ کی تیاری ہو رہی ہو، خصوصاً عالم اسلام ہر معصیت ہر فتنہ اور ہر برائی کی آماجگاہ بنا ہوا ہے، آئے دن کے ان ہزاروں فتنوں میں ایک فوٹو کا فتنہ ہے جہاں دیکھیں فوٹو اگر فر موجود ہیں، دعوت و ضیافت ہو یا مجلس نکاح، اجلاس عام ہو یا پرائیویٹ اجتماع، ہر جگہ فوٹو گرافر موجود ہوگا اور کیمرہ سامنے، اس معصیت نے وبائی فتنہ کی شکل اختیار کر لی ہے جس سے بچنا دشوار ہو گیا ہے، کوئی بالارادہ بچنا بھی چاہے تب بھی اسے معاف نہیں کیا جاتا، بے خبری میں اس کا فوٹو بھی لے لیا جاتا ہے اور دوسرے دن اخبارات کے صفحات پر دنیا کے سامنے پیش بھی کر دیا جاتا ہے، آج ان فوٹو گرافروں، کیمرہ بازوں اور اخبار نویسوں کے طفیل عریاں خاتون کے اخبار ہمارے گھروں میں داخل ہو رہے ہیں اور اس سے پورا معاشرہ متاثر بلکہ متعفن ہو رہا ہے، مگر حیف ہے کہ اس پر کوئی گرفت کرنے والا نہیں، ستم یہ کہ اس عمومی اور عالم گیر صورت نے عام طبقہ کے ذہن سے یہ خیال ہی ختم کر دیا ہے کہ یہ بھی کوئی ناجائز کام یا معصیت اور گناہ ہے، کیونکہ برائی کا یہ خاصہ ہے کہ جب وہ عام ہو جاتی ہے اور اس پر گرفت کا بندھن ڈھیلا ہو جاتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کی نفرت و حقارت دلوں سے نکلتی جاتی ہے اور قلوب مسخ ہوتے جاتے ہیں اور نوبت یہاں تک جا پہنچتی ہے

---

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب اللباس، باب تحریم صورة الحیوان ج: ۲ ص: ۲۰۱، ط: قدیمی۔
مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود ج: ۱ ص: ۳۷۵، ط: عالم الکتب بیروت

کہ وہ معیار شرافت بن جاتی ہے:

تھا جو ناخوب بتدریج وہی اب خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

اور اسی کو کج نظر اور نادان لوگ "انسانی قدروں کی تبدیلی" سے تعبیر کرنے لگتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ جب تک انسان انسان ہے اور اس کی انسانیت باقی ہے تب تک کسی انسانی قدر کے بدل جانے کا تصور ہی غلط ہے، ہاں انسان نما جانور، انسان ہی کی شکل میں کسی اور نوع میں تبدیل ہو جائیں تو دوسری بات ہے۔

چند دن ہوئے ایک عالم کے یہاں خصوصی دعوت تھی وہاں دو ایک مشہور شخصیتیں بھی مدعو تھیں اور خصوصی مہمان بھی تشریف فرما تھے، راقم الحروف کو بھی شرکت کی دعوت آئی اور موقع اتفاق سے مجھے ان ہی کے ساتھ بٹھایا گیا، یہ تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ایک عالم کے مکان پر خصوصی دعوت میں فوٹو گرافر آ دھمکے گا، جب فوٹو گرافر سامنے آیا تو راقم الحروف نے حتی سے روکا، اور ایک دوسرے عالم نے بھی شدید نکیر فرمائی اطمینان ہوا کہ قتل گیا لیکن یکجا قطعے کے بعد دوبارہ کسی قدر فاصلہ پر اور زاویہ پر کھڑا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اس نے ہماری بے خبری اور غفلت سے فائدہ اٹھا کر اپنا ارادہ پورا کر لیا، مجھے ان دونگ کے صفحات پر تین اشخاص کا جن میں ایک راقم الحروف تھا فوٹو آ گیا اور تم نظر یقیناً یہ پڑھ کر یہ عبارت لکھ دی "کروپ فوٹو" الخ الخ!

تصویر سازی کی حرمت پر امت کا اتفاق ہے

حدیث نبوی میں تصویر سازی پر جو وعید شدید آئی ہے وہ ہر جاندار کی تصویر میں جاری ہے اور تمام امت جاندار اشیاء کی تصاویر کی حرمت پر متفق ہے لیکن خدا غارت کرے اس مغربی تہذیب کو کہ اس نے ایک متفق حرام کو حلال ثابت کرنا شروع کر دیا، اس فتنہ کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا مرکز مصر اور قاہرہ تھا، چنانچہ آج سے نصف صدی پہلے قاہرہ کے مشہور شیخ محمد بخیت مطیعی نے جو شیخ الازہر بھی تھے "اباحة التصوير الفوتوغرافية" کے نام سے ایک رسالہ تالیف کیا تھا جس میں انہوں نے کیمرے کے فوٹو کے جواز کا فتویٰ دیا تھا، اس وقت عام علماء مصر نے ان کے فتویٰ کی مخالفت کی حتی کہ ان کے ایک شاگرد رشید علامہ شیخ مصطفیٰ رمامی نے اپنی کتاب "نقضه الاصلاحية للاسرة الاسلامية" میں ان پر شدید تنقید کی اور اس کتاب میں ۲۶۰ سے ۲۶۸ پر اور ۳۱۰ سے ۳۲۸ تک اس پر بڑا علمی رد لکھا، ایک جگہ وہ لکھتے ہیں "تمام امت کے گناہوں کا بار شیخ کی گردن پر ہوگا کہ انہوں نے تمام امت کے لئے شر اور گناہ کا دروازہ کھول دیا"۔

اسی زمانہ میں حضرت مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم نے قلم سے ماہنامہ معارف میں ایک طویل مقالہ شیخ مطیعی کے رسالہ کی تردید میں لکھا، اس وقت حضرت امام العصر مولانا انور شاہ صاحب کشمیری زندہ تھے اس کی اطلاع ہوئی

اور اس مضمون سے واقف ہوئے تو آپ کی تحریک پر آپ کے تلامذہ میں سے حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نے ماہنامہ "القاسم" میں (جو دارالعلوم دیوبند کا ماہنامہ تھا) اس پر تردیدی مقالہ شائع فرمایا۔ وہ مقالہ حضرت شیخ کی رائے کی میں مرتب ہوا جسے بعد میں "التصویر لاحکام التصاویر" کے نام سے حضرت مفتی صاحب نے شائع فرمایا۔

یہ واضح رہے کہ حضرت سید صاحب موصوف مرحوم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری سالوں میں جبکہ آپ کی عمر مبارک ساٹھ تک پہنچ چکی تھی جن چند مسائل سے رجوع فرمایا تھا ان میں فوٹو کے جواز کے مسئلہ سے بھی رجوع فرمایا تھا۔ مولانا بوا کلام آزاد جیسے آزاد صاحب قلم نے اگرچہ ذوات متدینین کو سامنے رکھ کر اس کے جواز کا فتویٰ "ترجمان القرآن" میں شائع کیا تھا لیکن بعد میں اسے "ترجمان القرآن" کے تمام نسخوں سے نکال کر تصویر کے حرام ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔

الغرض یہ صرف ہمارے اکابر بلکہ تمام فقہاء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ فوٹو حرام ہے البتہ پاسپورٹ وغیرہ ضروریات کے لئے نصف چھوٹے فوٹو کو اس سے مستثنیٰ کرنا ہوگا اس کا گناہ ان لوگوں کے ذمہ ہے جن کی طرف سے یہ مجبوریاں عائد کی گئی ہیں۔ اس لئے یہ واضح رہے کہ میرا مسلک یہی ہے کہ فوٹو بلا ان خاص ضرورتوں کے ناجائز اور حرام ہے اگر میری بے خبری میں لاپرواہی سے کسی نے فوٹو لے لیا تو اس کا گناہ اس کی گردن پر ہے اگر پاسپورٹ وغیرہ کے معاملہ میں اسلامی معاشرہ میں نفرت عام نہیں رہی ہے واقف عوام اسے معمولی اور ہلکی چیز سمجھنے لگے ہیں اور بیچارے تو اس سے جواز کے لئے بھی حیلے بہانے تراشنے لگے ہیں، لیکن کون نہیں جانتا کہ کسی معصیت کے عام ہونے یا عوام میں رائج ہونے سے وہ معصیت ختم نہیں ہو جاتی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کو جب حرام قرار دے دیا تو اس کے بعد خواہ سو بہانے کئے جائیں مگر اس کے جواز کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ آج کل سود، بیمہ اور اسی قسم کی بہت سی چیزیں جنہیں مغربی تہذیب و تمدن کی ہدایتی نے جنم دیا ہے ہمارے جدید تمدن میں گھس آئی ہیں اور اب پوری طرح ان کا رواج ہے لیکن کون مسلمان ہوگا جو یہ کہنے کی جرأت کرے کہ یہ سب جائز ہیں؟ ہاں یہ ممکن ہے کہ گناہ میں عموم بلوی کی وجہ سے آخرت کی سزا میں کچھ تھوڑی بہت تخفیف ہو جائے اس کا حق تعالیٰ ہی کو ہے۔

اسلامی سلطنت کو کیا کرنا چاہیے؟

افسوس ہے کہ ہمارے یہاں ہر چیز پر پابندی ہے لیکن اگر آزادی ہے اور پوری آزادی ہے تو اہل الحاد کے لئے آزادی ہے کہ وہ جو چاہیں لکھیں اور جو چاہیں کہیں کوئی روکنے والا نہیں۔ اس سے بڑھ کر صدمے کی بات یہ ہے کہ اسلامی حکومت جس سے بجا طور پر مسلمانوں کو یہ توقع تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی سچی

غلام احمدی اور اسلامی حصار میں تکلیف ڈالنے والے قوانین ختم کرنے کی اور انہیں قرآن و سنت اور مسلمانوں کے دین سے کھیلنے کا موقعہ نہیں دے گی اگر ہماری شامت اعمال ہے کہ ہماری خوش فہمی کے خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوئے، ڈاکٹر فضل الرحمن جن کے بارے میں ہم چھ سال سے چیخ رہے تھے مگر ہماری سنی ان سنی ایک کر دی گئی تھی ہوئی مطالبہ کے پیش نظر گذشتہ دنوں ان کا استعفیٰ منظور کر لیا گیا مگر حکومت کی طرف سے ان کی فتویات کی مذمت میں ایک حرف نہیں کہا گیا بلکہ اس کی طرف سے صفائی ہی کی کوشش کی گئی اور اب وہ آزادانہ طور پر اپنے نظریات کی نشر و اشاعت کریں گے۔

بعض ذرائع سے ہمیں یہ افسوسناک اطلاع ملی ہے کہ حکومت کی طرف سے فوجوں کے افسروں کو متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ اسلام کا مطالعہ سر پرویز کی کتابوں کی روشنی میں کریں، انا للہ وانا الیہ راجعون، اگر اس خبر میں ذرا بھی صداقت ہے تو یہ نہایت ہی افسوسناک اور روح فرسا خبر ہے۔ مسٹر پرویز کے نظریات ہر عام و خاص کو معلوم ہیں وہ اسلام کو "ملی سازش" کہتے ہیں اور پوری امت کو گمراہ، ان کے نزدیک خدا اور رسول "مرکزیت" کا نام ہے وغیرہ وغیرہ، ایسے زندیق کی کتابوں کے مطالعہ کی تحریک؟

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

ہم ارباب اقتدار سے خدا و رسول کا واسطہ دے کر (جن کے نام پر ہمیں یہ ملک اور حکومت ملی) گذارش کرتے ہیں کہ وہ اخلاص اور سچائی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل دین اور اپنے اسلام کی حفاظت کریں اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو کم از کم ملحدین کی دعوت و اشاعت نہ کریں، خدانخواستہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم والے اسلام کو یہاں ختم کر دیا گیا تو پاکستان کو نہ مسٹر پرویز کا "طلوع اسلام" بچا سکتا ہے نہ ڈاکٹر فضل الرحمن کا اسلام اور نہ کوئی ظلی و بروزی نبوت۔ واللہ یقول الحق و ھو یھدی السبیل

حق تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہماری لغزشوں سے درگذر فرمائے۔

[شعبان ۱۳۸۸ھ]

تصویر اور اسلام

اللہ تعالیٰ نے قرب قیامت کی وجہ سے اس تیزی سے فتنوں پر فتنے اتار رہے ہیں کہ ایمان کی سلامتی مشکل ہو رہی ہے اور اعمال صالحہ کی توفیق سلب ہوتی جا رہی ہے، ایک فتنہ تنہا بذات خود فتنہ ہوتا ہے اور ایک زمانہ مختلف فتنوں کو اکٹھا کر دیتا ہے۔ مثلاً فوٹو گرافی کا فتنہ شروع ہوا، کیا کم تھا کہ اس سے تین فتنے پیدا ہوئے، حضرت حق جل شانہ کا علم ہر شئی کو محیط ہے اس کے علم میں ہے کہ فلاں فتنہ فلاں فلاں اسباب و ذرائع سے بھڑکے گا اس بنا پر شریعت الٰہیہ کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ جو چیز کسی درجہ میں بھی مفاسد اور فتنوں کا سبب بن سکتی

ہو اس کو منع فرمائے۔ انسانی عقل بسا اوقات اپنے قصور علم اور کم فہمی کی وجہ سے اس کی حکمت و مصلحت کو محسوس نہیں کر سکتی لیکن بسا اوقات تجربہ کرتا ہے کہ بظاہر اس معمولی بات کو اتنی سختی سے کیوں روکا گیا، لیکن بعد میں واقعات اور مشاہدہ سے اس کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ شریعت الٰہیہ نے جو فیصلہ کیا تھا اس میں حکمت تھی، ایک معمولی کے پیٹ سے کیسے کیسے فتنے پیدا ہوں گے شریعت محمدی نے ابتدا ہی سے فرما دیا تھا:

"اشد الناس عذابا یوم القیامة المصورون" (۱)

یعنی سخت ترین عذاب قیامت کے دن صورت بنانے والوں کو ہوگا۔

اور کبھی یہ فرمایا کہ "ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اس میں روح پھونکو" اور کبھی یہ ارشاد فرمایا کہ "جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے" اور کبھی یہ فرمایا کہ "صورت سازی حق تعالیٰ کی خالقیت کی نقل کرنی ہے" وغیرہ وغیرہ۔

تصویر کے معاملہ میں شریعت محمدیہ کی سختی کی وجہ

تصویر کے معاملہ میں اس شدت کی بنیاد درحقیقت یہ ہے کہ دین اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید ہے یعنی حق تعالیٰ کی وحدانیت کا بدل و جان اقرار کرنا خواہ توحید ذات الٰہی کی ہو یا توحید صفات الٰہی کی ہو یا توحید افعال الٰہی کی ہو، اسلام میں کسی قسم کا شرک قابل برداشت نہیں۔ اس لئے ابتدا ہی سے شریعت نے تمام اسباب شرک پر جن میں تصویر بھی شامل ہے، شدید پابندی لگا دی، اسی لئے میں نے کہا کہ یہ کوئی معمولی گناہ نہ تھا لیکن اس وقت جب کہ حق تعالیٰ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس کو یہ اعلان کرایا تھا اور یہ احکام نازل فرمائے تھے خیال بھی نہیں گذرتا تھا کہ آئندہ چل کر یہ فتنہ کتنے عظیم الشان فتنوں کا ذریعہ بنے گا۔

تصویر اور اس کے گندے اور فتنہ انگیز نتائج

آج اسی مصوری کی وجہ سے حسن و جمال کی نمائش ہوتی ہے اور اسی تصویر سازی کی وجہ سے بے حیا قوموں کی عورتوں کے عریاں فوٹو، بے حیائی، بداخلاقی اور خدا فراموش زندگی کا ذریعہ بن رہے ہیں، یہی لعنت شہوانی و حیوانی جذبات بھڑکانے کا سبب ہے، اسی لعنت کی وجہ سے کتنے معصوموں کا خون بہہ رہا ہے اور کتنی جانیں تلف ہو رہی ہیں اور خودکشی کی کتنی وارداتیں ہو رہی ہیں، تھیٹر اور سینما کے پردوں پر یہی مصوری کی وجہ سے بے حیائی کے مظاہر اور روح فرسا مناظر سامنے آ رہے ہیں، اسی فتنہ کی وجہ سے ملک کی آبرو محفوظ ہے، نہ عصمت محفوظ ہے، کسی نے کوئی چیز کھائی ہے، کسی کا سر اور کسی کا دھڑ لے کر دوڑ رہا ہے کرشن سازی اکھاڑے کسی کو بند کر کے ہوس کے بالائی

---

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب اللباس، باب تحریم صورة الحیوان ج ۲ ص ۲۰۱، ط. قدیمی

بدن کی صورت لے کر کسی طوائف کے عریاں فوٹو میں دیوتا کا کردار ادا کرتا ہے تو آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ ایک بڑے قومی اسلامی مملکت کی تباہی و بربادی اور اس کے ظہور اس کی جلا وطنی میں یہی فلم ایک بڑا عامل ثابت ہوا ہے۔ اس قسم کی عریاں تصویروں کے ذریعہ ملک میں ان کی بداخلاقی، بے حیائی و بے دینی کا پروپیگنڈہ کیا گیا اور بالآخر اس کی انتہا کر دی گئی اور آخر تخت و تاج سے محرومی کا باعث بنا۔ افسوس کہ دولت کی بھاری تعلیمیں سے محفوظ ہوں۔ الغرض اس قسم کے کرشموں سے نہ دین محفوظ ہے، نہ اخلاق، نہ کسی کی جان محفوظ ہے، نہ کسی کا ایمان، نہ عزت محفوظ ہے، نہ کسی کی عصمت، فواحش و منکرات کی اشاعت میں مصوری کا اتنا بڑا دخل ہے کہ اسی کی وجہ سے تقدس و طہارت و پاکیزگی کی بنیادیں ہل گئیں لیکن آج کل کی اصطلاح میں یہ تجارت ہوتی ہے اور مضحکہ یہ کہ اس کو "اسلامی آرٹ" کا نام دیا جاتا ہے۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

کسی معاشرہ میں بے حیائی کا سر اٹھانا

اس کے دلوں سے اسلامی روح نکلنے کی علامت ہے

تھیٹر، سینما اور یہ فلمیں جن سے آج معاشرہ بالکل تباہ کن کنارے پہنچ گیا ہے یہ تمام اسی مصوری کی بدولت ہے اور یہ فتنہ اتنا عام ہوا ہے کہ مسجدیں جو خالص عبادات کا مرکز ہیں وہ بھی اس سے محفوظ نہیں، اکثر کی محفلوں سے مقدمات مقدسہ تک پر جلسے یہ فتنہ پہنچ گیا ہے، بعض وہ حکومتیں جو اسلامی قانون جاری کرنے کی مدعی ہیں اور وہ جن کا دعویٰ اتباع سنت ہے ان کے ہاں یہ فتنہ اس قدر شباب پر ہے اور اس آب و تاب سے ہے کہ امن و انتظام بہر حال یہ فتنہ اتنا عام ہو گیا ہے کہ نہ مسجد بچی، نہ مدرسہ، نہ اسلامی ملک، نہ صالح مسلمان بچے، اور آج اس لعنت کی بنا سے ایک فلم تیار کی جا رہی ہے روزنامہ جنگ کراچی (مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۷۰ء صفحہ ۱۵) میں اس کا مندرجہ ذیل اشتہار شائع ہوا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ اسلام پر تیار کی ہونے والی دنیا کی سب سے پہلی رنگین فلم جس کی شوٹنگ حجاز مقدس عرب کے مقامات پر مکمل نجارشیہ فلمایا گیا:

"اللہ اکبر"!

نام مقدس کے ساتھ تمام تاریخی مقامات جن سے تاریخ اسلام کی آغاز ہوتا ہے (جبل حرا، غار ثور، غار ثور، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، مسجد قبا، مسجد نبوی، مسجد قبلتین، مسجد جمعہ، مسجد فتح، مسجد

قبیس، مسجد طوی، مسجد عائشہ، مسجد العقبہ، مسجد بحرانہ، مسجد الخیف، مسجد الجعرانہ، جنت المعلیٰ وغیرہ وغیرہ۔

مدینہ منورہ کے وہ مقدس مقامات جہاں اسلام پروان چڑھا، مسجد نبوی، روضہ مبارک سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، منبر و محراب، استوانہ حنانہ، استوانہ جبریل، استوانہ عائشہ، استوانہ علی، حجرہ مبارک حضرت فاطمہ، مسجد قبلتین، مسجد حضرت ابوبکر، مسجد حضرت علی، مسجد فاطمہ، جنت البقیع وغیرہ کے علاوہ وہ تمام میدان جنگ جہاں جنگ احد، جنگ بدر، جنگ خندق، جنگ خیبر جیسے مشہور غزوات ہوئے ہیں، اس زمین فتح مکہ کے علاوہ طائف کا وہ مقام بھی دیکھیں گے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور دشمنان اسلام کے پتھراؤ سے لہولہان ہو گئے تھے اس کے ساتھ ساتھ حج کے تمام مناسک تفصیل وار تسلسل کے ساتھ دکھائے گئے ہیں۔

اسلام نے فحاشت و حیاء عصمت و پاکدامنی اور پردہ پر جتنا زور دیا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، حیاء کو ایمان کا اہم شعبہ قرار دیا ہے فحاشت اور بے حیائی کو ملعون کہا گیا، حیاء باختہ لوگوں کو اسلامی معاشرہ سے خارج کیا گیا، صنف نازک کی بڑی خوبی اس کی طہارت و نزاہت پاکدامنی و پردہ داری بتائی گئی۔

﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾ [النساء: ۳۴]

پھر جو عورتیں نیک ہیں سو تابعدار ہیں نگہبانی کرتی ہیں پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے۔

بہت سی آیات و احادیث میں مستورات کے لئے پردہ وغیرہ کے خصوصی حکام صادر کئے گئے اور ان تمام راستوں کو بند کر دیا گیا جن سے بے حیائی کو فروغ آنے کا موقع ملتا ہے۔

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى﴾ [الاحزاب: ۳۳]

اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور دکھلاتی نہ پھرو جیسا کہ دکھلاتا دستور تھا پہلے جہالت کے وقت میں۔

ان ساری تعلیمات کے باوجود کسی مسلم معاشرہ میں بے حیائی کے اسباب و محرکات کا سر اٹھانا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ دلوں سے اسلامی روح نکل چکی ہے اور ان مسلمانوں کے بے جان لاشے پڑے ہیں جن پر خدا فراموش تہذیبوں کے گدھ منڈلا رہے ہیں۔

بے حد افسوس کی بات ہے کہ یہ مملکت خداداد پاکستان جو آج تک تمام عالم اسلام میں کم از کم اکثر اسلامی طور پر دینی فضا اور دینی کردار کے لحاظ سے ممتاز تھا دینی درسگاہیں اعلیٰ سے اعلیٰ یہاں موجود ہیں، خانقاہیں بہتر سے بہتر یہاں موجود ہیں، محقق علماء اور صالح عوام کی کثرت سے ایک بڑی خصوصیت کا حامل رہا ہے اب بڑی سرعت سے خدا فراموش قوموں کی نقالی کر رہا ہے اور فرد و خانہ تمدن کی تقلید، اندھی تقلید میں فحاشت و مخرب کے راستوں پر رواں دواں ہے معلوم ہوا ہے کہ اندر میں مقابلہ حسن ہونے والا ہے اگر یہ خبر صحیح ہے اور ہمیں واقع کی رپورٹ نہ نہیں پہنچی ہے تو پاکستان کے مسلمانوں کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے یہ نیلہ، جو آج کل ہر جلسہ ہر تقریر میں

جائے (قرآن و سنت و فقہ اور دوسرے اور دین اسلام کے نام پر لوگوں سے اپیل کی جائے۔ [خواہ دنیا کی سب سے بڑی زندگی اس سے بعد المشرقین رکھتی ہو] اپنے مخالف کو نیچا دکھانے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا جائے۔ اس کی معصوم لغزش کو مبالغہ آمیزی سے دہرایا جائے۔ جہاں تک بس چلے اسے ذلیل کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ ہنگامے کئے جائیں۔ فساد اور ادھم مچایا جائے۔ انتخابات کے موقع پر یہ کچھ نہیں ہوتا آپ بدقسمتی سے اب یہ سب کچھ ہی مناظر سامنے آنے لگے ہیں۔ بڑے دکھ کی بات یہ ہے کہ ہمارے سیاست دانوں نے سیاست کے تالاب کو اتنا گندہ کر دیا ہے کہ اس کا تعفن پوری قومی زندگی میں رچ بس گیا ہے۔ بہر حال اس اختلاف و انتشار نے نتائج کیا مرتب ہوں گے ہم تو تمام مسلمانوں سے کہیں گے کہ اگر ہمیں اب بھی صالح و فاسق اور نیک و بد کے درمیان تمیز نہ ہو سکے تو کھلے نعروں پر اعتماد کر لیا صحیح افراد کو منتخب نہیں کیا تو آئندہ یہ ملک بدترین حالات سے دوچار ہوگا اور پھر کوئی توقع اس بات کی نہیں ہوگی کہ یہاں اسلامی قوانین نافذ ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ صحیح عقل و بصیرت نصیب فرمائے۔

سلامی قانون کو نافذ کرنے میں ان حضرات کو دو قسم کی دقتیں پیش آ رہی ہیں:

اول یہ کہ ہمارے یہاں کا ایک مخصوص طبقہ اپنی تعلیم و تربیت کی بنا پر مغرب سے اس قدر مرعوب اور احساس کمتری کا شکار ہے، اس ذہنی مرعوبیت کا اثر ہے کہ اسلامی حدود و تعزیرات کے بارے میں سمجھا جا رہا ہے کہ یہ عصر حاضر کے خلاف ہے اور دور حاضر کی مغربی تہذیب انہیں برداشت نہیں کر سکتی، اب اگر ہم اسلامی تعزیرات کو نافذ کر دیتے ہیں تو مہذب دنیا ہمیں رجعت پسندی اور قدامت پرستی کا معتدد دے گی اور "غیر مہذب وحشی" کے خطاب سے نوازے گی لیکن اگر اللہ تعالیٰ دے ذرا غور کرنے کی توفیق نصیب فرمائے تو یہ دھمکی دی جا سکتا ہے۔

اگر یورپ و امریکہ کی عصر حاضر کی تاریخ کا سرسری مطالعہ کیا جائے اور تہذیب کے مدعی قوموں کے اعمال کا جائزہ لیا جائے تو ہر انصاف پسند یہ فیصلہ آسانی سے کر سکتا ہے کہ اسلامی تعزیرات کو وحشیانہ قرار دینے والی مہذب قوموں کے دامن پارسائی پر وحشت و بربریت اور بہیمیت اور درندگی کے کتنے دھبے ہیں؟ روس نے بخارا اور سمرقند میں مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا؟ فرانس نے الجزائر میں کیا کیا؟ امریکہ نے دوسری جنگ عظیم میں آتشیں بمباری سے خدا تعالیٰ کی بے شمار مخلوق کے ساتھ کیا کیا اور اب ویت نام میں کیا کر رہا ہے؟ برطانیہ نے اپنی پوری تاریخ میں ضعیف و ناتواں مخلوق کس بے دردی و تمدنی سے تباہ و برباد کیا؟ کیا مہذب قوموں اور ان کی ترقی یافتہ تہذیبوں کو شرم نہیں آتی کہ اسلام ایک مجرم کو اس کے گھناؤنے جرم کے بدلے میں معقول سزا دیتا ہے تاکہ معاشرہ اس قسم کے جرائم سے پاک ہو جائے اور خدا تعالیٰ کی مخلوق آرام و راحت کی نیند سوئے وہ تو وحشیانہ سزا ٹھہرے اور ان کے سیاہ کارنامے اور وحشت و بربریت سے بھرپور عمل تہذیب اور سراپا محمودی قرار پائیں؟ کیا تعزیرات دہندہ کے سلسلے میں اسلامی سزاؤں کے بدنام کرنے میں ذرا بھی معقولیت ہے؟ اگر انصاف ہو بصیرت ہو تو یہ جو کچھ کیا جا رہا ہے اس سے بڑھ کر خیرہ چشمی اور بے حیائی کیا ہو سکتی ہے؟ پاکستان میں بالخصوص جو روح فرسا

ہے کہ ہمیں اسلامی دعوت کی پیروی ہے صحیح اسلامی نظام کے بغیر انسان کا دنیا میں امن نہیں۔

۲۔ ہمارے دور کے مفکرات کا دعویٰ یہ ہے کہ اسلامی قانون بنا بنایا موجود نہیں مرتب کرنے میں ایک بڑا عرصہ چاہیے لیکن غور کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ محض تقریب وعذر ہے۔

(۱) اسلامی قانون فقہ اسلامی کی صورت میں مدون موجود ہے، جو شخص عربی میں مہارت اور قانون سے مناسبت رکھتا ہو وہ آسانی سے ہر حادثہ کا شرعی حکم معلوم کر سکتا ہے اور اسے واقعات پر تطبیق دے سکتا ہے اور اگر دوسرے قانون دانوں کی عربی سے ناواقفیت کو عذر قرار دیا جائے تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ ہم آپ ایل ایل بی کی شرط عائد کرتے ہیں وہاں عربی فقہ میں مہارت کو کیوں شرط قرار نہیں دیتے؟ علاوہ ازیں فقہ اسلامی کی تمام اہم کتابوں کے ترجمے اردو میں موجود ہیں، مثلاً ہدایہ، شرح وقایہ، عالمگیری وغیرہ وغیرہ تمام کتابیں اردو میں منتقل ہو گئی ہیں اور بعض اہم کتابوں کے انگریزی تراجم بھی دستیاب ہیں۔

(۲) اگر مقصد یہ ہے کہ اسلامی دفعات پر مرتب شدہ موجودہ قوانین کے مرکز پر ہونا چاہیے تو اس پر بھی کئی قدم کام ہو چکا ہے۔ ترکی میں سلطان عبدالحمید خان نے اپنے دور میں "المجلۃ الاحکام العدلیۃ" کے نام سے دفعات پر ترتیب شدہ مواد موجود ہے۔ افغانستان میں "تحکیمات القضاۃ الاحنافیۃ" اور "تنظیمات جزائی افغانستان" کے نام سے مجموعے موجود ہیں، ان کتابوں کو اردو یا انگریزی میں منتقل کرنے پر کتنا عرصہ لگے گا مختصر عرصہ میں یہ سب کام ہو سکتا ہے۔

(۳) اگر اسلامی فقہ کی طرح بھی ہمارے قانون دانوں نے اس کا رواج نہیں تو ہم نے اتنا ہی کہا ہے کہ ہر محکمہ میں ایک مستند عالم دین کا تقرر ہو اور اس کی رائے واقعات سے شرعی حکم معلوم کر کے نافذ کیا جائے۔ بہرحال اگر خدا کا خوف ہو اور آخرت کا محاسبہ پیش نظر ہو اور اس ملک کو صحیح اسلامی مملکت بنانا مقصود ہو تو کچھ نہ اسلامی قانون نافذ کرنا مشکل ہے نہ مرتب قانون کو اردو میں منتقل کرنا دشوار، نیت درست ہو تو سب آسان۔

[ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ فروری ۱۹۷۰ء]

فوٹو اور تصویر کی حرمت

غالباً مارچ ۱۹۷۰ء میں راقم الحروف پاکستانی مندوب کی حیثیت سے "مجمع البحوث الاسلامیہ" کی پانچویں کانفرنس میں شرکت کے لئے قاہرہ گیا تھا، کانفرنس کے اختتام پر سابق صدر جمال عبدالناصر مرحوم نے گورنمنٹ ہاؤس میں مندوبین سے ملاقات کی دعوت دی جس شام کو ملاقات ہونا تھا اور جو پروگرام حکومت کی طرف سے تیار ہے یہاں اس کا ذکر مقصود نہیں۔ ترتیب کے مطابق ہر شخص ملاقات کے لئے جاتا مصافحہ کرتا اور اسے بڑھنے کی خواہش ہوتی تو دو چار باتیں بھی کر لیتا، ملاقات اور مصافحہ کے بعد صدر مرحوم نے مندوبین کے اعزاز

[illegible]

آج کل جلسوں، کانفرنسوں اور عام اجتماعات میں فوٹو اتارنے کا مرض وبا کی طرح پھیل چکا ہے، یہ لفظ "تمام" ہو کہ کوئی شخص خود فوٹو کی بھاپ سے نہیں بچ سکتا، پھر یہ مصیبت اتنی پھیل گئی ہے کہ لوگ اسے گناہ ہی نہیں سمجھتے، اور اکثر نے معروف و منکر اور مشروع و ممنوع [illegible]

[illegible]

مصر کے فوٹو میں امام نے بھی چار قدم آگے بڑھ کر [illegible] جس نے جواز میں رسالہ لکھ کر اس معصیت کو اور بھی عام کر دیا، اس رسالہ سے متاثر ہو کر حضرت مولانا [illegible] نے بھی جواز میں ایک مختصر رسالہ لکھا، اس رسالہ پر ایک مفصل مضمون لکھ کر حضرت مولانا [illegible] نے ظلمت و ظلمت کا [illegible] اس پر ایک تازہ مضمون لکھ کر [illegible] میں شائع ہوا، اور اس میں "التصویر بین الاحکام النصوص" کے نام سے مستقل [illegible] حضرت بدر صاحب مرحوم نے اپنے مضمون سے فوٹو کے جواز کے [illegible] اس کے بعد [illegible] اب میں اسے [illegible] تواس عزت افزائی پر عام مصنفین میں [illegible] فوٹو کھینچنے سے [illegible] ہوا، ایک نے باری باری صدر کی، میں جب حاضر ہوا تو فوٹو کھینچنے سے میں نے [illegible] اور پار نہیں ہوں گا، اس پر بھی [illegible] فوٹو لیتے رہتے تھے، لیکن صدر نے [illegible] فوٹو اتارنے سے [illegible] کرنی چاہی تو صدر نے [illegible] مجھے خواب دیکھا ہے [illegible] صدر نے [illegible] علماء سے جو اس وقت ان کے سامنے تھے [illegible] (ماہنامہ) [illegible] فوٹو کھینچنے سے، الحمد للہ اس وقت میری [illegible] آج کل سے کہ آج اپنے اکابر کے مسلک پر تھے رہو، اس عاجز کو اگر آج اس حدیث نبوی پر عمل کرنا ہے:

"لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق انما الطاعة فی معروف" (۱)

یعنی معصیت میں کسی کی [illegible] نہیں [illegible]

اب ان دونوں حضرات نے لکھا ہے:

"سیادة الرئیس یدعوك لاخذ الصورة معه"

جناب صدر آپ کو اپنے ساتھ فوٹو اتارنے کے لئے بلاتے ہیں۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب اخبار الآحاد، باب ما جاء فی اجازة [illegible] ج ۲ ص ۱۰۷۸، ط قدیمی

کہا نے کہا:

"لا حب ذلك ولیست ناقصة ولا عندی قیمة دینیة فلا احبها"

میں نے درست نہیں سمجھا، دینیہ سے مراد یہ ہے کہ اس کی دینی قدر و قیمت ہے۔

دونوں نے اور صدر نے بھی اندر بیان کر دیا ان کے الفاظ میں نہیں ان کا ترجمہ ہی ترجمانی انہوں نے اس کلام میں کی وہ کلمات ہوتے ہوئے دوبارہ معمول وہ تھا کہ کہیں تھا یا ان میں بھی معذرت سے جو کہ ہوئے اور واقعہ کہ یہ ہوا کہ میں آئی آج واقعہ ہے کہ ہوئے موقعے کو نہیں اس نے ان سے عمل یہ پایا چنانچہ میں نے عمل کرتے ہوئے صدر نے کہا:

"جناب صدر! اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینے میں بڑا قوی دل اور بڑا ایمان کی محبت سے اور آپ کو عنایت ہوئی ہے آزاد مرکز میں پہنچے ہیں قوی دل والے قوی تعلق اللہ تعالیٰ سے رکھتے ہیں جو بات مناسب ہے اور قابل قبول جس کے لیے قدرت ہمیں ہے وہ ہی الفاظ یہ تھے:

"سبحانك انت لیس الا ان الله سبحانه وتعالیٰ قد منحت فلساً قویاً بین حدیا صلوحت ، فارجو ان یکون لهذا الکتاب الکبری رابطة قویة مع الخالق القوی الذی بیده ملکوت کل شیء"

جب انہوں نے کہا تھا یہ بات اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اور آخر وقت تک ان کی محبت پائی ہوئی جیسا کہ کوئی بے وقوف یہ سمجھتا ہے کہ صدر مرحوم سے میری آخری ملاقات تھی کہ ان کی محبت پائی ہوئی۔

قریب اتفاق سے اس سے ایک دن قبل میں نے خواب دیکھا تھا خواب میں تھا میں بحال صحت ہو گیا ہوں اور آپ نے ایسے ہی فرمایا "الکتاب اجعل الناس واکمل الناس" تو آپ سب دوستوں نے خواب سنا اور عمل تو جو میں نے بظاہر اس خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔

مسلمانوں اور عالم اسلام کی غلامانہ ذہنیت

پھر اللہ تعالیٰ نے اس ادارے کو ملاقات کا موقع دیا دو دن مزید ہم خوب ہوئے اس وقت میرے اسلام آباد کے مختلف مصروفیات کی وجہ سے میں نے ان سے قبل ہی واپس آنے کی تیاری کی تھی اور چاہتا تھا کہ ایسے ادارے کے مقصد پر ایسے تمام محسن ہوں کی قبل پیغام ہوں میں نے ان سے قبل خدا حافظی کر لی ہے۔

عام مسلمان اور عالم اسلام کے ایک مسئلے ہوں جن کی وجہ سے ان کی اور ان کی حکومتوں کی ترقی پر مسائل پیدا ہوتے چلے آتے ہیں اور ہمارے ہاں ہے اللہ تعالیٰ اور ایمان محکمات ہونے کے مسلمہ ہونے کی ترقی پر قوموں کے سامنے شمار کی گئی ہے جو ہوتے ہیں ان کی غلامی کی ذہنیت ان سے ہوئی ہے ان کی قوتی اختیاری طاقت ان کی مادی اور ان کی بیان قیادت اور عوام

اسلام اتنا عیوب ہے جس کی حد نہیں۔ ہمارے ملکوں میں مرعوبیت اور احساس کمتری کا مرض کس قدر خطرناک صورت اختیار کر چکا ہے کہنا چاہیے کہ جو جتنے بڑے عہدے اور منصب پر فائز ہے اور جس کی جتنی ذمہ داریاں زیادہ ہیں وہ اتنا ہی احساس مرعوبیت کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ آج تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ہم ترقی یافتہ قوموں کے بغیر بھی حکومت کر سکتے ہیں اور یہ سوچا تک نہیں جا سکتا کہ ان کی دوستی کے بغیر بھی ہمارا نظام حکومت چل سکتا ہے۔ ہماری معیشت جو پسماندہ اور ترقی پذیر ہیں محض عالمی طاقتوں کے رحم و کرم پر جینے کے عادی ہو گئے۔ کروڑوں روپے کے اسلحہ سے اعلیٰ پیمانے پر عسکرت خانوں کا تکلف کیا جاتا ہے۔ لاکھوں کے خرچ سے امراء و زراء کے دورے ہوتے ہیں، وفد پر وفد بھیجے جاتے ہیں۔ ان حاضوتی قوتوں کے سربراہوں اور نمائندوں کی تشریف آوری کی دعوتیں دی جاتی ہیں۔ اس پر بڑے فراخدلی سے قومی سرمایہ صرف کیا جاتا ہے اور ان کی قدم رنجہ فرمائی کو بڑا افتخار سمجھا جاتا ہے۔ یہ سارے پاپڑ اس لئے بیلے جاتے ہیں کہ یہ عالمی طاقتیں ہم سے خوش رہیں ان سے دوستانہ روابط قائم رہیں اور آڑے وقت میں ان سے مدد طلب کی جا سکے۔ گویا عالم اسلام اور اس کے سربراہوں کے نزدیک بطور اصول موضوعہ یہ بات طے ہو چکی ہے کہ امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور چین کی نظر عنایت جب تک ہمارے شامل حال نہ ہو ہم حرکت و آبرو سے زندہ رہ سکتے ہیں، نہ اپنے مسائل حل کر سکتے ہیں، نہ ترقی کر سکتے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اگر یہ دوستی برابری کی دوستی کی حد تک رہتی تو بھی ایک بات تھی۔ آفت تو یہ ہے کہ ہم خود اعتمادی کے وصف سے یکسر محروم ہو کر نہایت کھلی قسم کی مقلدانہ روش بلکہ مجھے کہنے کی نوائی پر معاف رکھا جائے تو عرض کروں کہ ہم غلامانہ ذہنیت میں مبتلا ہیں۔ گویا ہمارے پاس نظری فکری سرمایہ کچھ نہیں۔ ہم ہر بات میں ان کی تقلید کرتے ہیں، ہر بات پر ان کے حوالے دیتے ہیں اور زندگی کے ایک ایک شعبہ کو ان کے نقوش پر ڈھالنا چاہتے ہیں۔ قانون ہو تو ان کا، تہذیب ہو تو ان کی، معاشرہ ہو تو ان کا، بول چال اور رہن سہن ہو تو ان جیسا، نشست و برخاست ہو تو ان کے طرز پر، خورد و نوش ہو تو ان کے ڈھب کی، لباس کی تراش خراش ہو تو ان سے پوچھ کر، سیاست ہو تو ان سے سیکھ کر، معیشت ہو تو ان سے مانگ کر۔ الغرض زندگی کا وہ کون سا شعبہ ہے جس میں ہماری غلامانہ ذہنیت اور اندھی تقلید کارفرما نہیں؟

اپنے گھر میں خدا کا دیا سب کچھ ہے مگر عالم اسلام کی حرص و آز اور جذبہ تعمیر کی کمی کیا جائے کہ ان بدنصیبوں نے بے خدا اور بے تہذیب قوموں سے امداد پر امداد اور قرض پر قرض لے کر عالم اسلام کو مفلوج ہو کر رہ گیا ہے، وہ بار بار ہمیں اپنے دروازوں سے ٹھکراتے ہیں اور موقعہ بے موقعہ امداد اور قرض بند کر دینے کا اعلان کرتے ہیں لیکن ہم ہیں کہ اس کے باوجود بھی صدائے فقیر انہ لگانا ضروری سمجھتے ہیں، اور اگر ایک دروازے سے دھکا مل جائے تو دوسرے دروازے پر جا کھڑے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اصول یہ طے ہو گیا ہے کہ ترقی پذیر قومیں ترقی یافتہ قوموں کی خیرات کے بغیر شاید ترقی نہ کر سکیں ہوسکتیں مگر یہ اصول طے کرتے وقت ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ قومیں جو

اقوام متحدہ اور عالم اسلام

[illegible] اقوام متحدہ (United Nations) [illegible]

[illegible] "لا يلدغ المؤمن من جحر مرتين"(۱)

[illegible]

۱۔ صحیح البخاری، کتاب الادب، باب لا یلدغ المؤمن من جحر مرتین، ج ۲، ص ۹۰۱، طبع قدیمی
صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب التوقی فی الشبہات، ص ۴۱۴، طبع قدیمی

لیکن آج ہم دعوی ایمان کے باوجود اس سوراخ سے بار بار ڈسے جانے کی مشق کر رہے ہیں۔ قرآن کریم کی یہ آیات گویا آج کی صورت حال کے بارے میں نازل ہوئی ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ﴾ [آل عمران ۱۱۸]

اے ایمان والو! اپنے سوا کسی دوسرے شخص کو اپنا راز دار مت بناؤ، وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے، تمہیں جس چیز سے مشقت پہنچے وہی ان کو محبوب ہے، ان کے منہ سے عداوت ٹپکی پڑتی ہے اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے ہم علامات تمہارے سامنے ظاہر کر چکے اگر تم عقل رکھتے ہو۔

(ترجمہ حضرت تھانوی)

﴿كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَى قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ﴾ [التوبۃ: ۸]

کیسے؟ حالانکہ ان کی یہ حالت ہے کہ اگر وہ کہیں تم پر غلبہ پائیں تو تمہارے بارے میں نہ قرابت کا پاس کریں اور نہ قول و قرار کا، یہ لوگ تم کو اپنی زبانی باتوں سے راضی کر رہے ہیں اور ان کے دل نہیں مانتے اور ان میں زیادہ آدمی شریر ہیں۔ (ترجمہ حکیم الامت تھانوی)

اس قسم کی بیسیوں آیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا کسی کافر پر اعتماد کرنا ان کی بڑی غلطی ہے۔

عالم اسلام اور مسلم سربراہوں کو کس پر اعتماد کرنا چاہیے؟

الغرض عالم اسلام اور اس کے سربراہوں پر لازم ہے کہ اسلامی امہ کی جو حفاظت اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کی ہے اس کی طرف توجہ کریں۔ ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ نے جن بیرونی طاقتوں کے خلاف جہاد کیا تھا وہ آج تک جوں کی توں موجود ہیں، بلکہ اور زیادہ طاقتور ہو گئے ہیں۔ آج عالم اسلام کو خواب غفلت سے بیدار ہو کر ٹکرانے کی ضرورت ہے۔ آج وقت کی پکار عالم اسلام سے ایک انقلاب کا مطالبہ کر رہی ہے، یقین و ایمان کا انقلاب، تعلق مع اللہ کا انقلاب، ترقی یافتہ طاغوتوں کے بت و منات کو توڑ پھینکنے کا انقلاب۔ آج ضرورت ہے کہ عالم اسلام کے سربراہ اپنے قلب و ذہن، سیرت و کردار، اخلاق و اقوال، فکر و نظر، جذبات و احساسات اور تہذیب و سیاست کا رخ قبلہ مغرب سے بدل کر پیغام نبوت کی طرف پھیریں، طاغوتی قوتوں سے کٹ کر ایک اللہ تعالیٰ کی ذات سے دلوں کا تعلق پیدا کریں، بعد ازاں سے تین سو ساٹھ بتوں کو ہٹا کر توحید کے انوار و تجلیات سے منور کریں، یورپ کی تقلیدی سیاست چھوڑ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین سے سیاست

دشمن کا حق نہیں۔

اصلی و حقیقی ایمان و یقین

کلمہ اسلام "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا صحیح یقین نصیب ہو جائے تو پوری کائنات کا معبود اور خالق و مالک صرف ایک اللہ ہے، ہر چیز میں صرف اسی کی مشیت کارفرما ہے، آسمان و زمین کی ایک ایک چیز اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، کائنات کا فرمانروا کائنات کا تاج فرمان ہے، اسی کے چاہنے سے سب کچھ ہوتا ہے، وہ نہ چاہے تو کچھ نہیں ہوتا، عزت و ذلت، فتح و شکست، صحت و مرض اور قوت و توانائی اسی کے قبضے میں ہے۔

اور یہ امت مسلمہ کی نجات صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ہے، آپ ہی کا یقین، آپ ہی کا عزم، آپ ہی کا عمل، آپ ہی کی سیرت اور آپ ہی کا پیغام ہمارے لئے فلاح و کامرانی کا ذریعہ ہے۔ فما ذا بعد الحق الا الضلال؟ کائنات کی ساری طاقتیں ہمارے ساتھ ہوں، خدا ہمارے ساتھ نہ ہو تو ہم ذلیل و خوار ہیں گے اور کائنات کی ہر طاقت ہمارے خلاف ہو مگر خدا ہے ہمارا تعلق صحیح ہو تو ہستی دنیا ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہوں تو دریا ہمیں راستہ دے سکتے ہیں، بادل سایہ ہماری راہنمائی کر سکتے ہیں، ہوا کی لہریں ہماری ناؤ ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچا سکتی ہیں، ہماری تاریخ میں اس کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔

عالم اسلام کی کمزوری کا سبب

یہ طاغوتی طاقتیں جو آج ہم پر مسلط ہیں اور عالم اسلام کی کلید جو ہتھیا چکی ہیں ہمارے یقین نے یہ صرف اس لئے طاقت دی ہیں کہ ہم کمزور ہیں اور ہمارے اس نے کمزور ہیں کہ ہمارا اللہ ہی تعلق کائنات سے چھوڑ کر ہم کارخانہ کائنات کے مالک و خالق سے رشتہ اتحاد توڑ لیا ہے، رشتہ اتحاد اگر اس قوی ذات سے ہمارا تعلق قوی ہو تو ہم آج بھی امریکہ، روس و فرانس قیصر و کسریٰ کی طرح خاک میں ملا سکتے ہیں، ان کے اندر اس کی صلاحیتی ترقی اور ان کے تمدنی کارخانوں کی ساری عمارت آج بھی پیوند زمین ہو سکتی ہے مگر اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی خاطر اپنی خواہشات ترک کر دیں، اس نے احکام پر خلوص کے ساتھ عمل کرنے کا عہد و پیمان کریں اور اس کی رضا کے مقابلہ میں کسی کی رضامندی و ناراضگی کی پروا نہ کریں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں یہ پیغام کہ مجھے کوئی نصیحت لکھ بھیجئے مگر زیادہ طویل نہ ہو، جواب میں حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے لکھا:

"سلام علیک! اما بعد فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من التمس رضی اللہ بسخط الناس کفاہ اللہ مؤنۃ الناس ومن التمس رضی الناس بسخط

الله وكمه الله الى الناس والسلام"۔(۱)

السلام علیکم! امابعد! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جو شخص لوگوں کو ناراض کرکے اللہ کی رضامندی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کے شر سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے انسانوں کی رضامندی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے انسانوں کے سپرد کردیتے ہیں (اور ان ہی کے رحم وکرم پر چھوڑ دیتے ہیں)

الغرض اگر مسلمانوں کا یہ ایمان پختہ اور مضبوط ہو کہ حق تعالیٰ سے ان کا تعلق صحیح ہو اس کی ذات پر کامل بھروسہ اور یقین ہو، صاحب قوت طاقتوں سے ٹکرا جائیں اپنے مقابل پر غالب آئیں اور کلمۂ اسلام کی سربلندی کے لئے جان کی قربانی کے لئے تیار ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ بالکل پورا ہوگا، ارشاد ہے:

﴿وكان حقا علينا نصر المؤمنين﴾ [الروم ۴۷]

"اور ہمارے ذمہ ہے مسلمانوں کی مدد کرنا"

﴿وانتم الأعلون ان كنتم مؤمنين﴾ [آل عمران ۱۳۹]

"اور تم ہی اونچے رہو گے اگر تم ایمان والے ہو"

﴿وما النصر الا من عند الله العزيز الحكيم﴾ [آل عمران ۱۲۶]

"اور مدد تو صرف اللہ عزیز حکیم کے پاس سے ہے"

اگر مسلمان ان ارشادات ربانی کو سینے سے لگا لیں فسق وفجور کی مفسد زندگی چھوڑ کر توبہ و انابت کا راستہ اختیار کرلیں تو حق تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں گی اور ساری دنیا میں ان کی عزت اور سربلندی کی نئی تاریخ مرتب ہوگی جس کا ظہور قرون اولیٰ میں ہو چکا ہے۔ حق تعالیٰ ہمارے قلوب کی اصلاح فرمائیں، عالم اسلام کی حفاظت فرمائیں اور اسلام سے تمام بدعقیدگیوں کو دور فرمائیں۔

وصلى الله تعالىٰ على صفوة البرية محمد وآله وصحبه وأتباعه أجمعين. آمين.

[رفیع الثانی ۱۳۵۱ھ]

محبت رسول کا تقاضہ

بدقسمتی سے ہم ایسے دور سے گذر رہے ہیں کہ ہر نیا انقلاب ایک نئی آفت سے کم طلوع ہوتا ہے اور ہر نئی صبح فتنہ وفساد اور ظلم وعدوان کی نئی تاریکی چھوڑ کر جاتی ہے۔ دن بدن انسانی قدریں پامال ہو رہی ہیں، دینی شعائر

---

(۱) سنن الترمذی، ابواب الزهد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ماجاء فی حفظ اللسان ج:۲ ص:۶۳، ط: فاروقی کتب خانہ ملتان

مٹ رہے ہیں، دل و دماغ مسخ ہو رہے ہیں، عقل و عقائد کی اس تاریک فضا میں دینی حقائق و اقدار کو اور دین کی بالکل واضح بدیہی اور معمولی معمولی باتوں کو سمجھنا بھی بہت مشکل ہو گیا ہے۔ جب بدی نیکی کا روپ بھر لے، جب شر خیر و معروف کا نام پا جائے، جب اپنا جہل و ظلم سمجھا جائے گا اور بے دینی اور بے حقیقی و شرافت اخلاق کی علامت بن جائے تو دین کیسے سمجھ میں آئے گا۔ دین کیسے سمجھا جائے گا جب بدی بدی ہے اور نیکی نیکی سمجھی جاتی ہو وہ تک انسانیت ہے۔ یوں تو دنیا میں حق و باطل کو گڈمڈ کرنے کی رسم بہت قدیم زمانے سے چلی آتی ہے اور حقائق آج مشتبہ ہو رہے ہیں لیکن اب تو عقلوں پر ایسا پردہ پڑ گیا ہے کہ کسی صحیح بات کا انکشاف ہی نہیں ہوتا، ایک چالاک شخص [illegible] ہے اور [illegible] ہے [illegible] تقویٰ کمال کو پہنچا ہوا ہے آج کتنی چیزیں ایسی ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور دین اسلام کی تذلیل ہوتی ہے مگر مسلمان کا یہ حال ہے کہ اسی توہین اسلام کے اندر اسلام کا بول بالا دیکھتا ہے جن چیزوں کو کل تک اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کھلی دشمنی سے الگ رکھتے تھے آج انہی چیزوں کو اسلام کے دوست اسلام سے محبت کا مظاہرہ کرنے کے لئے اپناتے ہیں۔ دین و قلب سے مسخ ہو جانے کا صحیح مفہوم اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے؟

دراصل جب کسی قوم کے اندر سے دین کی حقیقی روح نکل جاتی ہے اور صرف ظاہری رسوم پر اس کا مدار رہ جاتا ہے تو طرح طرح کے پست اور سطحی مظاہر اس کے فکر و عمل کا محور بن جاتے ہیں۔ ایسی حرکات حقیقی دین سمجھی جاتی ہیں۔ خواہ وہ [illegible] ہو یا [illegible] ہو جاتا ہے اسی کی بدولت ان حرکات بدعات سے تسکین حاصل کی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا تقاضا تو یہ تھا کہ مسلمانوں کا ظاہر و باطن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت سے سرشار ہوتا، قدم قدم پر آپ کی پیروی ہوتی، آپ سے ایک ایک طریقے کو اپنانے کا والہانہ جذبہ ہوتا، [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی جستجو کرتا، آپ کی ایک ایک سنت کو زندہ کرنے اور اپنی پوری زندگی میں نافذ کرنے کی تڑپ ہوتی لیکن جب قلوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت سے خالی ہو گئے، ایمان و یقین کے چراغوں سے گل ہو گئے، آپ کے اخلاق و اعمال کی پیروی کا جذبہ ختم ہو گیا تو قومیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی نسبتوں کی جگہ جھوٹی نسبتوں کی مظاہر و مظاہر دین و ایمان سمجھ بیٹھیں تو [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] ہندوؤں سے یہاں آئیں ملتا ہے جب وہ اپنی بت پرستی سے اپنے نبی کی تعلیمات و ہدایات کو فراموش کر بیٹھے تو انہوں نے مرد و زن کے مجسمے بنا رکھے تھے۔ مذہبی تصویروں کا سب سے پہلا پتہ ہمیں بائبل میں ملتا ہے چنانچہ عہد نامہ میں حضرت مریم اور دیگر اولیاء کی بعض تصویریں بنائی گئیں اور ان کی پرستش کو جزو دین سمجھا جانے لگا بعد ازاں ان کو عبادت کی تزئین و اشاعت کے لئے مذہبی ڈرامے تیار کئے گئے اور ان کی نمائش کی گئی۔ اسے چند خلاص لے سوچا کہ مصوری کی مخالفت میں کیوں پیچھے رہیں انہوں نے اس کے مقابلہ میں جامع الدین کی مجلس علی کی مجلس ارکان کی [illegible] کے نام سے ایک قسم تیار کی اور عرب سوداگر ملک میں اس کا خوب چرچا ہوا۔ اس طرح ملک میں اس کی نمائش ہو چکی ہے اور اب دور دراز ملکوں پر کب دیا پانے کے لئے اپنی پہنچ کئی ہے ریڈیو، ٹیلی ویژن اور فلم وغیرہ کے ذریعہ اس کی ایک تشویش کی گویا مسلمانوں کو تجھ پر یہ ان کے ذریعہ کا انکشاف ہوا ہے۔ اخبارات کے مطابق یہاں کے بعض نام نہاد علماء دین نے بھی اس کی شرعی منظوری دے دی ہے اور اب فرزندان اسلام انگلستان سے پہلے پہلا سوم و قمار شروع کرنے کے لئے دروازے کھولنے جا رہے ہیں۔ نا معلوم انجام کیا ہوگا۔

بے تاویلی راہ یہ دامن
مرا ہے ہوگئے دامن

تصویر سازی اور اسلام

[illegible] کی تحریم میں تصویر سازی بھی شامل ہے اور اس سے بھی سخت ممانعت ہے فقہاء نے اس کی حرمت کے لئے قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "المصورون اشد الناس عذابا یوم القیامۃ" (۱) یعنی روز قیامت سب سے سخت تر عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اس مکان میں تصویر ہو اس میں خدا کی رحمت نہیں آتی ہے فرشتوں و تصویروں سے بھی اسی طرح نفرت ہے جس طرح کتے سے کہا جاتا ہے کہ یہ وہ جانور ہے جس سے ہوتے ہوئے کسی قسم ہو جا سکتا ہے۔ ایسی قسموں کی توثیق و تشہیر پوری قوم پر حرام ہونے کو ثابت کرنے کے مترادف نہیں؟

پھر اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ عہد نبوت اور عہد اسلام کی پاک اور روحانی زندگی میں تصویروں کے نام و نشان کا پتہ نہیں چلتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں نہ دیکھا ہو اس کے پائے جانے کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ بھی پاک اشیاء قائل برداشت ہو سکتی ہے ایسی علامتوں میں اتنی ایمائی حس بھی باقی نہیں رہی تھی کہ وہ ان کو اپنے پاس رکھ سکتے۔ وہ ان

---

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر الحیوان ج ۲ ص ۲۰۱، ط قدیمی

نبوت سے کچھ واسطہ رکھتے؟

علاوہ ازیں یہ بیان صورت پذیر نہیں ہوا تھا کہ واقعات پیش آئے اور ہوا کی کاٹ سے یا پہلے سے
[illegible] نبوت نے اس کے واقعات و محسوسات کا لفظ بتایا ہو۔ بلکہ ہم نے
[illegible] علم کا پارٹ ادا کیا ہے۔ اس کے بعد واقعات پیش آئے اور ان کے
[illegible] ہوا۔ پھر ان واقعات کی تفصیل کی گئی۔ ان کے لئے تمہید کی ضرورت پیدا ہوئی۔ یہ
[illegible] ان کی تفصیل میں زبان کی دقت اور غیبت کی وجہ سے اس موقع پر ایک لمحہ کے لئے
[illegible] ان کے لئے ان کی تفصیل کا ایک موقع ہے۔ اس لئے اس کی تفصیل
[illegible] واقعات کی تفصیل کی گئی۔ اس کے بعد ان کی تفصیل کی گئی۔ اس کے بعد ان کی تفصیل کی گئی۔
[illegible] ان

آخری بات یہ ہے کہ یہ ہو واجب اور قتل اس نے کیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے مقدس صحابہ کی شان میں گستاخی کی اگر یہ کوئی دیوث مرد یا عورت ہے تو اس کی یہ سزا ہے اور اگر کوئی ہے۔ اس نے ماں باپ اور رشتہ داروں کا واسطہ دیا ہے اور لوگ اس کا تماشہ دیکھیں اچھا آخر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی کو کیوں منتخب کیا ہے؟ کیا ان کا تعلق ہماری ماں بہنوں سے نہیں ہے؟ منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیں بنا کر آپ کی مذاق کیا کرتے تھے مگر ان سے جب بازپرس کی جاتی تو جواب دیتے کہ ہم تو یوں ہی ان کی ہنسی اور مذاق کر رہے تھے تو اس پر اللہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾ [التوبہ: ۶۶]

بہانے نہ بناؤ تم نے (ہنسی ہنسی میں) ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کیا ہے۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی یا اسلام کی کسی بات کا مذاق اس کی توہین کے مترادف ہے اور ایسا کرنے والا کوئی شخص اختیار کر سکتا ہے جس کا دل ایمان سے خالی ہو گیا ہو۔

اس گفتگو سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

اول: اسلام میں تصویر سازی حرام اور موجب لعنت ہے۔

دوم: اس حرام اور ممنوع چیز سے رسالت کو ثابت کرنا نہایت ناپاک جسارت اور ان بزرگوں کی توہین ہے۔

سوم: واقعات کے بیان سے اگر وہ واقعات فرضی ہوں گے جو کذب و افترا پر مبنی ہوں۔

چہارم: کیونکہ ان واقعات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان گھٹتی ہے۔

پنجم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی مقدس زندگی پر اس طرح کا مذاق اڑانا ممنوع اور ناجائز ہے۔

ششم: ایسی فلموں سے نئی مسلمان نسل کے ذہنوں میں اسلام اور اس کی تعلیمات و واقعات پر بھی شبہات پیدا ہوں گے اور ان کے دلوں میں اسلام کی جانب سے بددلی پیدا ہوگی جس کے نتائج تباہ کن ہوں گے اس لئے ہم ارباب اقتدار کی خدمت میں عرض کریں گے کہ اس قوم پر رحم فرمائیں اور اس فلم کو جس میں ہماری نئی نسل پر پابندی عائد کریں اور تمام مسلمانوں سے اپیل کریں گے کہ وہ اس فلم کا بائیکاٹ کریں اور ہر ممکن طریقے سے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں خصوصاً تمام علماء کرام اس خطبہ اور دیگر اجتماعات کو اپنا فرض اولین قرار دینا چاہیے۔

ایک حرام چیز کو اختیار کرنا جس میں بھی حلال کرنے سے حرام ہونے کے چار راستے ہیں۔

۱۔ قولے صادر ہونے کہ یہ چیز حلال ہے جائز نہیں ہو جاتی اس قسم کی صریح حرام چیزوں کو اپنے لئے حلال کرنے کا کسی کو حق نہیں پہنچتا ہے اور نہ کسی باقی سے ہوا آئندہ دنیا میں ہو سکے گی۔ ولا فعل الله ذلك.

پچھلی امتوں کے اندر اس کا تعامل تھا لیکن امت محمدیہ نے اس سے آگے بڑھ کر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کی قسم بھی ہڑپ کر لی کہ اپنی نے بعض عبادات کی پیروی پر زور دیا۔

"بارہ اسلامی ممالک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر فلم
تیار کی جائے گی، جامعہ ازہر شریف کی مجلس نے منظر کی نمائش کی منظوری دے دی"

قاہرہ ۲۰ جولائی (یو پی پی) پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر ایک فلم تیار کرنے کے معاہدہ پر آج یہاں دستخط کر دیئے گئے۔ اس معاہدہ کے تحت یہ فلم عربی زبان میں بنائی جائے گی۔ اسلامی ممالک میں نمائش کے لئے تقسیم کی جائے گی۔ یہ فلم ہالی وڈ کے ڈائریکٹر مصطفیٰ عقاد بنائیں گے اور اس کی نمائش کے مناظر کی عکاسی مراکش کی اعلیٰ شیعہ فوجیں اور قاہرہ کی جامع ازہر کے دستے کریں گے۔ (روزنامہ آفتاب ۲۱ جولائی ۱۹۶۳ء)

اب یہ دو نصاریٰ اور منکرین اسلام ان حرکتوں سے اب جن مسلمانوں کی تالیفِ قلب کرنا چاہتے ہیں اس کے سوا کیا کہا جائے کہ قلوب مہر لگ چکے ہیں اور عنقریب اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسوا کن عذاب و غضب میں یہ قوم مبتلا ہونے والی ہے۔ اللھم ردنا الیک ردا جمیلا۔

وزارت اسلامی امور پاکستان اور علماء

کراچی کے ایک انگریزی اخبار ڈان میں یہ خبر شائع ہوئی ہے:

"۱۵ ستمبر ۱۹۶۳ء۔ خوشی کی بات ہے کہ مرکزی کابینہ میں منتخب دین اسلام کی خدمت و اشاعت کے لئے ایک اسلامی امور کی پوری وزارت قائم کی جانے والی ہے۔ عرصہ دراز سے اپنی وزارت کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ گذشتہ دنوں مرکزی اسمبلی میں اس کے متعلق سوال کا جو ثبات میں جواب دیا گیا اس سے پاکستانی عوام کی اکثریت کو مطمئن کرنے کے لئے ملاؤں کے کردار اور دینی امور پر ان کے تسلط کا ذکر ہو چکا تھا۔ ہمیں یقین ہے کہ اسلامی امور کی وزارت قائم ہونے کی صورت میں قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو فروغ دینے اور اسلام کو ان ملاؤں کے چنگل سے نجات دلانے کے جو علم بردار بنے اپنے سیاسی اور معاشی اغراض کے استعمال کرتے ہیں۔ یہ وزارت جو تقریباً ہر طرح پر دینی معاملات کی نگران ہوگی مختلف پرانی مساجد کی از سر نو تعمیر (جہاں مسجدیں ہوں گی اور مسجدیں کہاں نہیں ہیں) جدید تعلیم یافتہ اور ترقی پسند طبقہ میں اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا پورا احترام کرنے کا شعور پیدا کرنے کا کام انجام دے گی۔"

جہاں تک وزارت اور وزیر کے قیام کا تعلق ہے یہ بہت ہی مبارک اقدام ہے جو بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔ ایک اسلامی حکومت کا سب سے اہم فریضہ یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اسلام اور شریعت اسلامیہ کی ہر ممکن اور مناسب اقدام سے فروغ و ترویج میں کوشاں ہو لیکن یہ خبر جس اب و لہجہ میں شائع ہوئی ہے اس سے صریح بو آتا ہے کہ شاید اصلی مقصد اسلام کی پیروی سے زیادہ ملاؤں سے نجات حاصل کرنا ہے۔ ان ملاؤں کا سب سے بڑا اور ناقابل معافی جرم یہ ہے کہ انہوں نے اس ملک میں اسلام کو زندہ رکھنے کے لئے بڑی قربانی دی ہے۔ انگریز کے

نتیجوں کا حقیقی ہے کہ یہاں اسلام کے پھل پھول رہے ہیں اور دنیا سے آنے والے ہندوستانی مسلمانوں کی نظر میں غریب ملک ہونے کے باوجود اس کی فراخدلی جس مرتبہ قبول اور حسن دینی نظر سے معاشرہ دیکھتے ہیں ملائشیا کے لئے سدراہ ہے بہرحال کسی پر احسان جتانا مقصود نہیں بلکہ صرف عرض کرنا ہے کہ اگر اس ملک میں اسلام کو باقی رہنا ہے تو انشاء اللہ اسلام کے یہ پاسبان جنہیں "بلند نظری کی بنا پر لبرل" سے تعبیر کرتے ہیں وہی رہیں گے کیونکہ مرد مومن اور ایوب خلوت پر بھی یہ حدود اللہ اور حدود ملک ان کا جو نہایت درجہ ادب کرتے ہیں۔

جہاں تک سیاسی و معاشی دخل کے لئے اسلام کو استعمال کرنے کا سوال ہے ہمیں علم نہیں کہ اس ملک میں دونوں برابر چھوٹے ہوں اسلام نے حقیقی اپنی روایات بیدار نہیں کر رکھا خود اس ملک کا قیام اس کا دلیل ہے یہاں کی صدہا مسجدیں، مدارس اور مزارات سب اسلام ہی کے نام سے وابستہ ہیں۔

اسلام کسی گروہ یا کسی طبقہ کی جاگیر نہیں، نہ کسی خاص خطہ کا نام ہے بادشاہ کا ہو یا کسی فقیر کا، تاجر کا ہو یا مزدور کا جو چاہے علم دین حاصل کرے اسلام کی خدمت میں حصہ لے سکتا ہے، علم دین کی تحصیل کے دروازے کسی مسلمان پر بند نہیں لیکن اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ علم دین سے جاہل رہ کر بھی اسے دین کے معاملہ میں دخل در معقولات کا حق حاصل ہے اور اسلام کو ملائیں کے چنگل سے آزاد کرنے کا یہی منصب ہے تو ہر شخص کو اختیار ہے مگر اسے یہ حق ہرگز نہیں پہنچتا ہے تو انشاء اللہ قیامت تک یہ تماشہ نہ دیکھ سکے گی:

﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ [الصف: ۸]

(ماخوذ ۱۳۹۳ھ - نوری ص ۱۶)

حج بیت اللہ

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے یوں تو ہر عبادت کے لئے قدم قدم پر رحمت و عنایت اور اجر و ثواب کے وعدے فرمائے ہیں، نماز، زکاۃ، روزہ، اعتکاف وغیرہ سب پر جنت اور جنت کی بیش بہا نعمتوں کے وعدے ہیں لیکن تمام عبادات میں حج بیت اللہ کی شان سب سے نرالی ہے، حج گویا دبستان عبدیت کا آخری نصاب ہے جس کی تکمیل پر بارگاہ الوہیت سے رضا و خوشنودی کی آخری سند عطا کی جاتی ہے کتنے عجیب انداز سے فرمایا گیا ہے۔

"والحج المبرور لیس له جزاء الا الجنة" (۱)

اور حج مبرور کا بدلہ تو بس جنت ہی ہے۔

گویا حج مبرور ایسے اعلیٰ شان عبادت ہے کہ اجر جنت سے کم پر اور کسی پر ملنا ہی نہیں چاہئے۔ حج

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناسک، ابواب العمرة، باب وجوب العمرة وفضلها ج ۱ ص ۲۳۸، ط: قدیمی. مشکوة المصابیح، کتاب المناسک، الفصل الاول ص ۲۲۱، ط: قدیمی

عشق و محبت کا سفر

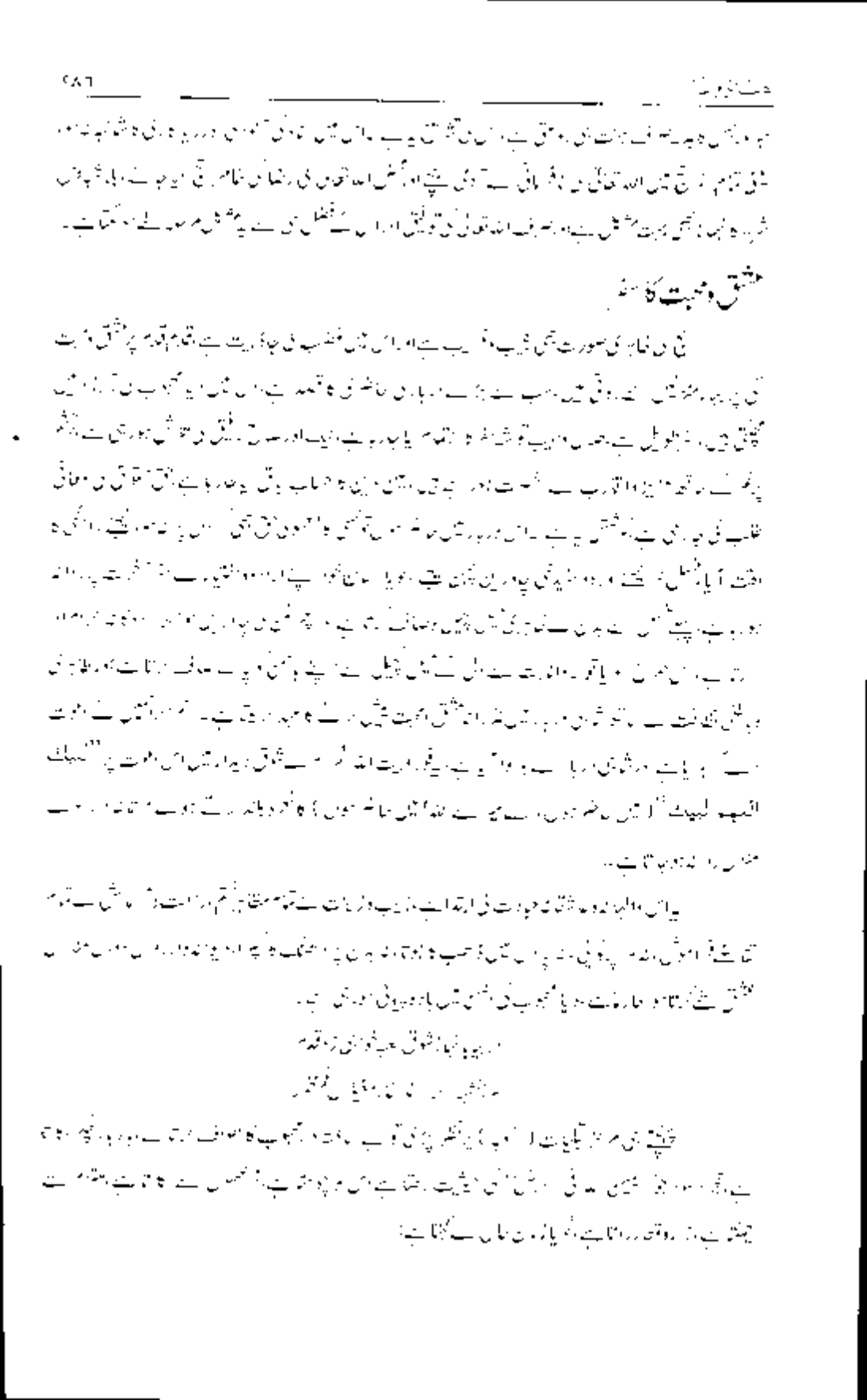

تازہ ہر لحظہ ہے ایمان خلیل
نکتہ ہائے غریبی کہ ہے حریت عشق
ہزار بار ہو یہ زمزم میں دھویا ہوا خلیل
کہ یہ ہے سرِ نبوت کشیدہ ہوا

اس سے خلوص و عشق کا جو ولولہ قلب تپاں اور جگر سوزاں لے کر آیا تھا اپنی بھائی سے صبر پر آب زمزم کا آخری گھونٹ پیش کیا ہے اس سے تسکین قلب بھی ہوئی اور تشنگی بھی بجھی اور ظاہر ہوتا ہے کہ جتنا پانی پیا ہو سکے پی لے خوب دل کھول کر لے کوئی حسرت نہ چھوڑ یہاں سے فارغ ہو کر صفا و مروہ کے درمیان پہنچتا ہے۔ پھر کچھ پہنچتا ہے کچھ اس کے آگے عرفات کا رخ کرتا ہے۔ آج والی عرفات میں بھی ہنگامہ محشر کا منظر پیش کرتی ہے۔ عبرت انگیز اجتماع ہے۔ ہزارہا مختلف شکلیں مختلف زبانیں، قوموں مذاہب رنگ و نسل کے لوگ بارگاہ قدس سے مہمان ہیں شاہی دربار میں عبدیت و بندگی ضعف و بے کسی، فقر و درماندگی و فرد و مسکنت کا نذرانہ پیش کریں گے اور رضا و مغفرت فضل و احسان نور و الطاف و کرم کے گوہر مقصود سے جھولیاں بھر کر لے جائیں گے اپنے لئے اپنے اعزہ و اقارب دوست احباب کے لئے آج جو کچھ بھی مانگیں گے ملے گا۔ زوال ہوا تو ہر چہار طرف سے آہ و بکا کا شور برپا ہوا اس کی آواز بھی اس حیرت انگیز حلقہ میں لبیک اللھم لبیک کی صدا میں ڈوب کر رہ جاتی ہے تمام تر توجہ اسی عالم تحیر میں گذرتا ہے کبھی خوب رو رو کر گڑگڑاتا ہے کبھی لبیک اللھم لبیک کا نعرہ لگاتا ہے کبھی تکبیر کی گونج سے زمزمہ آرا ہوتا ہے کبھی تہلیل سے تلذذ ہوتا ہے کبھی "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ" سے وحدانیت و ربوبیت کی صدا میں بلند کرتا ہے۔ عابد و معبود کا یہ تعلق کتنا پاکیزہ ہے اور بندگی و وارفتگی کا یہ منظر کس قدر حیرت افزا ہے؟

آفتاب غروب ہوا اور اس دشت بیابانی پر یاس و حسرت کا دھندلکا چھا گیا۔ شب بیداری یہاں ہو گی۔ مغرب و عشاء کی نماز یہاں پڑھی جائے گی۔ اضطراب و بے بندگی میں کچھ کسر باقی رہ گئی ہے تو وہ نکال لی جائے گی۔ کبھی رکوع و سجود سے کبھی وقوف و قیام سے کبھی تہلیل و تکبیر سے کبھی تسبیح و تحمید سے گریہ و زاری و عجز و مناجات اور تضرع و ابتہال کا نصاب پورا ہو تو وہ میدانی و کہربائی کی نعمت سے سرشار ہو کر یہاں سے منیٰ کو چلے۔ شمن انسانیت، عدو تمدن و دشمن کاروان بیت اللہ شیطان کو سنگسار کرنے کے لئے منیٰ کی تین جمرات (جمرہ عقبہ، جمرہ وسطیٰ، جمرہ اولیٰ) کی سنت قربانی کی یاد تازہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے نام پر قربانی کی اور رضائے محبوب کے لئے جان و مال کے ایثار و قربانی کا عہد تازہ کر کے یہاں سے بارگاہ قدس کے مرکز انوار کی زیارت کو چلے۔ طواف کعبہ کے انوار و برکات سے دیدہ و دل کی تسکین کا سامان کیا۔

الغرض اس عاشقانہ و والہانہ عبادت میں دیوانہ وار ایثار قربانی اور عبدیت و فنائیت کا ربط و تلازم پایا جاتا ہے

اور تجلیات ربانی کے انوار و برکات سے سرشار ہو کر اپنا نور بن جاتا ہے اور رحمت و رضوان کے تحفوں سے مالا مال ہو کر اور استحقاق جنت کی آخری سند لے کر اپنے وطن کو واپس لوٹتا ہے۔ اس طرح بندہ و بندگی کا ثبوت دے کر رحمت و رضوان الٰہی کی نعمتوں سے سرفرازی کے تحفے وصول کر لیتا ہے "والحج المبرور لیس له جزاء الا الجنة"(۱) کے آخری انعام سے مطمئن ہو جاتا ہے۔ پھر کسی انداز سے عشق و محبت کی منزلیں طے کی گئیں اور کس کس طرح شاباشوں سے نوازا گیا، یہ سب عقیدہ و ارادہ عبادت کا ثبوت ہی مہیا کرتا ہے۔

سفر عشق میں امتحان

ظاہر ہے کہ مقصد بہت ہی اعلیٰ ہے اس لئے کبھی کبھی اس مقصد کے حصول کے لئے امتحان بھی ناگزیر ہوتا ہے، مدتوں کے بچھڑے ہوئے تن برہنہ زنگ و غبار کو دور کرنے کی لئے شدید محنت کی ضرورت پڑتی ہے کبھی جان پر امتحان آتا ہے کبھی مال پر کبھی راحت سے تنہا کر کے آزمایا جاتا ہے کبھی بچوں کی آزمائش ہوتی ہے کبھی ہر آسائش و راحت چھین کر آخرت کی آسائش و راحت کی نعمت سے نوازا جاتا ہے۔ بہر حال یہ امتحان کس کی بات نہیں، شان ربوبیت سے کریمانہ کرشمے ہیں، شان محبوبیت کا ظہور ہے اور رحمت و تلطف کی رحمت کفیہ سے فیضان ہیں۔ رحمت الٰہی کا ظہور کبھی بصورت رحمت ہوتا ہے کبھی بشکل زحمت، کبھی تو چون و چرا کی گنجائش نہیں ہوتی مقام ہے کہ عارفین جو در یائے معرفت کے غوطہ زن ہیں وہ بھی سر حیرت جھکا کر خاموش ہیں، صبر آزما امتحان ہو جاتا ہے کبھی جوع و خوف سے کبھی نفس و اموال زیر امتحان ہوتے ہیں، رضا بالقضاء کے لئے مجاہدہ کرایا جاتا ہے اور صبر بانی اور شاباش کی بارش ہوتی ہے تو آخر میں جنت کی سند مل جاتی ہے اور "والحج المبرور لیس له جزاء الا الجنة"(۲) کا تحفہ عطا کیا جاتا ہے، یہ شاہد عبدیت کا ہے اور یہ شان عشق و محبت کا مقام ہے، اس لئے حج زندگی میں ایک ہی مرتبہ فرض ہوتا ہے کسی اور عبادت میں نہیں ہوتا۔

امسال سال گذشتہ یا گذشتہ سالوں کی بہ نسبت بے حد ہجوم تھا اور تقریباً نصف ملین (۵۰۰۰۰۰) خدا کی مخلوق زیادہ پہنچ گئی تھی، محدود مقامات اور محدود انتظامات میں غیر محدود مخلوق کا انتظام درہم برہم ہو گیا تھا، قیام و طعام کی دشواریاں تھیں، ٹریفک اور مواصلات کا نظام تقریباً اس سے عاجز تھا۔ ایسے ترکی کی قوم کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی جن کی دیوتکل انہوں نے تمام حجاج کرام کو بے اس بلا یا تھا، سعودی بلدیہ کے متعلقین کے عہد

۱: الصحیح البخاری، کتاب المناسک، ابواب العمرة، باب وجوب العمرة وفضلها ج ۱ ص ۲۳۸، ط: قدیمی

۲: الصحیح البخاری، کتاب المناسک، ابواب العمرة، باب وجوب العمرة وفضلها ج ۱ ص ۲۳۸، ط: قدیمی

مبارک کے شاہانہ انتظامات نے بھی ذوق تعمیر کا اعتراف کیا۔ اس چند قدم پر حق تعالیٰ کی شان رویت کرم فرما تھی اور شاہ فیصل کے عہد کے برکات بالکل ظاہر و باہر تھے لیکن پھر بھی حکومتوں کا حج پر کنٹرول کرنے کے نئے نئے مقرر کرنے کی تجدید کرنے کی مصلحتیں بحکومتی طرز پر واضح ہو گئیں، اس سلسلہ میں چند باتیں اور گذارشت خدمت ہیں خیال کرتا ہوں۔

حجاج کے لئے چند ضروری ہدایات

(۱) عورتوں اور مردوں کا ایک وقت یا اختلاط طوافوں میں نمازوں میں اور سلام کی حاضری میں غیر شرعی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ عورتوں کے طواف کے لئے رات یا دن میں کوئی وقت مخصوص کرایا جائے اور اس طرح سلام کی حاضری کے لئے بھی وقت مخصوص ہو ان اوقات میں مردوں کو طواف یا حاضری سے روکا جائے۔

(۲) نہ تو عورتوں پر جماعت کی پابندی ہے نہ مسجد کی حاضری کی فضیلت ہے، نہ نماز جمعہ ان پر فرض ہے اس لئے عورتیں گھر میں نماز پڑھا کریں اور اسی طرح جمعہ میں عورتوں کی حاضری روکی جائے موجودہ صورت حال نہ شرعاً درست ہے نہ عقلاً قابل برداشت ہے۔

(۳) ہر ملک حجرت کے لئے عورتیں رات کو جایا کریں جس طرح بوڑھوں اور مریضوں کے لئے بھی یہی وقت مناسب ہے، ہاں شب خیمہ نہ ملنے کے خلاف سنت ہے لیکن موجودہ صورت حال میں انشاء اللہ کراہت بھی ختم ہو جائے گی۔

(۴) تمام حضرات حج بیت اللہ الحرام کا ارادہ کریں تمام ضروری مسائل یاد کر کے آئیں، فرائض و واجبات کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ بسا اوقات یہ دیکھا گیا کہ لوگ فرائض و واجبات میں تقصیر کرتے ہیں اور فضائل و مستحبات کا اہتمام ہوتا ہے۔

اس وقت جو صورت حال ہے قانونی و فقہی احکام کے پیش نظر تو یہ امید رکھنا بہت مشکل ہے کہ یہ عبادات صحیح ادا ہوں یا پانچ مرد کا صحیح طواف کیسے ہو گا اور کس میں لیا گیا یا رکیں ہیں اگر ایک قدم طواف کا بیہودہ ہو کہ بیت اللہ کی طرف پیٹھ ہو جائے تو سارا طواف بیکار ہو گیا اگر شروع کرنے میں حجر اسود سے تقدم ہو گیا تو طواف میں نقصان آ جاتا ہے، اگر ایک نئی رات کر طواف شروع کیا تو دوسرے سے طواف ادا ہی نہیں، خاص کر اژدحام وہجوم میں صحیح طواف کرنا بے حد مشکل مرحلہ ہے، عورتیں مردوں کے درمیان گھس جاتی ہیں، ایک عورت اگر صف میں مردوں کے درمیان کھڑی ہو گئی تو تین مردوں کی نماز فاسد ہو گئی، جو شخص دائیں ہو بائیں ہو، جو اس سیدھ میں پیچھے ہو، اگر ایک بار عورتیں اس صرف صفوں کے درمیان ہیں تو تین بار مردوں کی نماز فاسد ہو گئی۔ دوران حجرت ان نمازوں کی قضاء ہو جاتی ہیں اگر فرض نماز فوت ہو گئی تو تلافی مبرور کی توقع رکھنا مشکل ہے۔ الغرض اس طرح

[illegible] مسائل ہیں کہ جن سے عوام تو بے علم ہی غافل ہیں رسمی عبادت کرنے والے معمولی علم پڑھ لینے والے بھی ناواقف ہیں اس طرح وہ تو کامل صحیح نہیں ہوتی ہاں فرض ادا ہو جاتا ہے غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ یہاں تک مسائل و احکام کا تعلق ہے مشکل سے پایا جائے گا کہ یہ صحیح اور مکمل ہو لیکن حق تعالیٰ شانہ کی رحمت عامہ کے پیش نظر ہوئی ہے نہیں کہ اگر عبادت صحیح نہ ہو اور بجا لانے والا مستحق عذاب ہو تاہم ارحم الراحمین کی رحمت عامہ سے امید ہے کہ اپنے کرم سے بندوں کی کوتاہیوں سے درگذر فرما کر اپنی رحمت و قدرت سے قبول فرمائے اور نہ معلوم کس کی کون سی ادا قبول ہو جائے اور یہ پنجوقتہ عبادت سے اور بار بار حق تعالیٰ شانہ کی رحمت کا مورد ہو جائے اور دل میں کوئی بدنصیب ہی محروم رہے گا ہو سکتا ہے کہ چند مرتبہ حج کے طفیل سب کا حج قبول ہو جائے اس کی مثال کریمی کے سامنے سب کچھ آسان ہے۔ کاش اگر حق تعالیٰ کی آئی مخلوق کو ان کے مطابق جذبات صادقہ سے مالا مال فرما دے تو یہ فریضہ ادا کرنے کی تمنا کا تشنہ ہی رہتا اور ہر تمام عمر میں ان مقدس مقامات کی زیارت و فیض یابی سے محروم رہتا بس حرم قدس کی ان تمام برکات سے دل ہی دل میں یاد فرمایا:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا﴾ (آل عمران ۹۷)

ان آیات بینات اور ان برکات و تجلیات کا کیا کہنا؟ ہر حال کو یہ ہے کہ اگر تو فیق کی ہوا سے کہ تو ان کی زیارت سے بھی صحیح فیض اور عبادت و حج بھی سچا ہو اور قدم قدم پر تصور کا اسماں ہو اور یہ تصور مستقل قائم رہے تو حرم قدس کی حاضری سے آپ میں بہت بڑی تبدیلی ہو جائے گی اپنے پاؤں اس سرزمین میں رکھنے سے پہلے اس کی عظمت کی وجہ سے آپ کے دل میں جو خشیت اللہ کی اور تقویٰ کی شان پیدا ہو گی وہ اس کی عظیم احسان ہے کہ اس مقدس زمین اور بقعہ نور میں اور بقعہ نور میں جو پاکیزہ ظلمات والے وجود عطا فرمائے تو قع ہے کہ اس حساب سے بارہ وقتوں میں شرف قبولیت نصیب ہو۔ یہ جو کچھ بیت مقدس کی عظمت کی طرف اشارہ ہو گیا ہے یہ بہت سچی حقائق ہے درجنوں بات عرض کی گئی ہے جو حقائق و اسرار عارفین و اولیاء صوفیاء کرام شیخ اکبر امام ربانی شیخ محمد بندی حضرت شیخ سید آدم بنوری شاہ عبدالعزیز اور حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں وہ ان کتب میں دیکھ لیں۔

راقم الحروف نے اپنے رسالہ "بغیۃ الاریب فی مسائل القبلۃ والمحاریب" میں اس پر کچھ تفصیلی بیان کیا ہے۔ اس حال کو پیش نظر رکھ کر اس کتاب میں شعائر مقدسہ میں داخل ہونے سے پہلے اور داخل ہونے کے بعد جو مناسبات و احکام کی باتیں معلوم ہوئی ہیں ان کو حق تعالیٰ کے فضل سے ہم نے جمع کر دیا ہے اور جب ان کی عظمت بیت اللہ میں تحریر ہوئی اور دونوں حضرتیں جمع ہو گئیں تو امید ہے کہ اس کا مجموعہ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت نافع ہو گا۔

"ان شاء اللہ کہیں کامیابی ہوگی"

یہ وہ مقام ہے کہ انتہائی تعظیم و ادب کی ضرورت ہے لیکن آج کل ہماری غفلت و جہالت سے جو صورت حال ہے وہ ظاہر ہے، افسوس یہ ہے کہ ہماری تمام عبادت کی صرف صورت رہ گئی روح نکل گئی ہے، تمام عبادات بے جان لاشے ہیں، اگر ان میں جان ہوتی تو آج امت محمدیہ کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا، حق تعالیٰ کی رحمت ہے اور اسلام کا حکیمانہ نظام ہے کہ مساجد بھی بیوت اللہ ہیں ﴿وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا﴾ مساجد صرف اللہ تعالیٰ کی ہیں ان میں صرف اللہ ہی کی عبادت ہونی چاہئے۔ آخری سب سے بڑا مرکزی گھر و مسجد حرام و بیت احرام ہے جس سے عالم میں بجز اس مقام کے جہاں حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں کوئی مقدس قطعہ نہیں، جہاں پر حق تعالیٰ کی طرف سے انوار کی موسلا دھار بارش برستی ہے، فرشتے طواف کے لئے آسمانوں سے اترتے ہیں، حق تعالیٰ مسلمانوں اور حجاج کرام کو توفیق نصیب فرمائے کہ اس مقام کی صحیح معرفت نصیب ہو بقدر طاقت بشری حق ادا کریں۔

[محرم الحرام ۱۳۹۵ھ۔فروری ۱۹۷۵ء]

اعضائے انسانی کی تبدیلی

آئے دن اسلامی ممالک میں بھی تقلیں سجائی جاتی ہیں اور سیمینار، کنونشن اور مجلس مذاکرات و مباحثات منعقد کی جاتی ہیں اور بین الاقوامی سطح پر مندوبین کو بلایا جاتا ہے پرتکلف انتظامات کئے جاتے ہیں، لاکھوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں مگر ان کی تہ میں دیکھئے تو اکثر و بیشتر سیاسی مصالح چھپی ہوتی ہیں، کم از کم کسی مملکت کی سستی شہرت کے لئے تو کامیاب نسخہ ہے ہی علمی مسائل اور دینی مشکلات کو سیاسی سطح پر لاکر حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، دوٹوں کی کثرت و قلت اور گنتی ہوئے ہاتھوں سے فیصلے کئے جاتے ہیں، حکیم مشرق نے سچ کہا ہے:

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

ظاہر ہے کہ علمی مشکلات حل کرنے کے لئے پرسکون علمی ماحول کی اور بھی دماغوں کو جمع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، پارلیمانی مجلسی ہنگامہ آرائیوں سے اور سیاسی مصالح کی آمیزش سے کیا یہ مسائل طے ہو سکتے ہیں؟ پھر اکثر و بیشتر ارکان غیر علمی ہوتے ہیں ان کی نامزدگی حکومت کے رحم و کرم پر موقوف ہوتی ہے، کس کو نمائندہ بنائے اور بھیجے، بلا غیر علمی اشخاص علمی مسائل میں کیا رائے دے سکتے ہیں اور ان کی رائے کی کیا وقعت ہو سکتی ہے؟

اسی سلسلہ کی کڑی یہ ہے کہ اپریل ۷۵ء کے آخری ہفتہ میں کوالالمپور ملائشیہ کے دارالخلافہ میں ایک سیمینار منعقد ہوا ہے۔ ۱۸ اسلامی ملکوں سے نمائندے پہنچے ہیں، ہماری مملکت کی جانب سے بھی آٹھ ارکان کا ایک وفد گیا ہے جس میں ہمارے ملک کے ایک بے نیاز اور ممتاز عالم مولانا شمس الحق صاحب افغانی بھی تھے،

[illegible] ایک ہی ہستی ہے جو مسلسل [illegible] سال سے [illegible] ایک آدمی نے اکیلا [illegible] ایک طرف [illegible] دوسری طرف [illegible] تحقیق کا محتاج ہے [illegible] ہوا کا فتویٰ دے دیا تھا [illegible] فتویٰ دیا ہے لیکن یہ سلسلہ تاحال نہیں ہے [illegible] مسائل [illegible] اس پر غور کیا [illegible] ہے [illegible] آخر میں [illegible] ایک انسان [illegible] ان کے [illegible] ان کے [illegible] رہنے کی [illegible] ہے [illegible] علمائے دیوبند [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible]

[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [

کے طرز عمل اور وقت کی بعض تحریکوں سے متعلق ان کے مؤقف اور پھر اس بارے میں میری خاموشی پر سخت تنقید کی تھی، اس خط کا جو جواب میں نے فوری طور پر پیش کیا تھا اس میں میں نے اس بات کی وضاحت کر دی تھی کہ جمعیت علماء اسلام کے ساتھ میرا کوئی رسمی تعلق نہیں ہے البتہ میری ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں اور میں ان کو ان کے مؤقف اور عمل میں مخلص ضرور سمجھتا ہوں۔

آپ کا یہ خط دراصل میرے محترم دوست مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی کے اس بیان سے متعلق تھا جو انہوں نے ایک پریس میں دیا تھا اور اخبارات کے غلط تصرف کی وجہ سے اس کا مفہوم بظاہر وہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا جو کہ اس بیان سے موصوف کی مراد ہو سکتا تھا۔ جس وقت میں آپ کے اس خط کا جواب دے رہا تھا مولانا موصوف کا تردیدی بیان ابھی اخبارات میں شائع نہیں ہوا تھا، تاہم مولانا کے تقویٰ، تدین، خلوص اور بے لوث زندگی کے پیش نظر جس کا میں ذاتی طور پر اچھی طرح علم رکھتا ہوں میں نے از خود مولانا کی طرف سے دفاع اور ان کے قول کو اچھے محمل پر حمل کرنا فریضہ سمجھا اور غالباً اس خط میں آپ کے اس رویہ پر ناپسندیدگی کا اظہار بھی کیا کہ آپ ایک شخص کے ساتھ مخالفت ہونے کی وجہ سے اس کی پوری زندگی اور اعمال و نظم انداز کر کے اس کے متعلق اس قسم کی بے بنیاد رائے قائم کر دیتے ہیں اور جن کے ساتھ آپ کا قلبی تعلق اور محبت ہے ان کے وہ مساوی بھی محاسن نظر آتے ہیں جن کے خلاف ملک بھر کے علماء کا اجماع ہو چکا ہے۔

بہر حال آپ کے گذشتہ عتاب اور موجودہ حوصلہ افزائی کے پیش نظر من سب معلوم ہوتا ہے کہ میں اس بات کی وضاحت کر دوں کہ کسی شخص یا جماعت یا کسی نظریہ کی تائید یا تردید میں جو کچھ میرے قلم یا زبان سے نکلتا ہے وہ محض مذہبی نقطۂ نگاہ سے ہوتا ہے۔ سیاسیات سے میرا کوئی تعلق یا لگاؤ نہیں اور اس لئے میرے تمام بیانات ہر قسم کی سیاسی مصالح سے ہمیشہ بالاتر ہوتے ہیں۔

مجھے متعدد بار مصر اور بعض دوسرے عرب ممالک میں جانے کا اتفاق ہوا، میں نے اپنے فہم و فراست کے مطابق وہاں کے حالات کا جو جائزہ لیا وہ بالکل آزادانہ طور پر سپرد قلم کیا، میں نے جیسا کہ ناصری اشتراکیت نوازی اور عرب قومیت کی علمبرداری پر تنقید کی ایسے ہی اس کی سامراج دشمنی اور اس کے نیو ورشجاع اور کیرکٹر کے مضبوط ہونے پر اس کی تعریف کی اور اس کی بعض اسلامی خدمات کو سراہا بھی، کوئی سیاست مجھے میں غلط بیانی پر آمادہ نہ کر سکی کہ میں اس کو خواہ مخواہ یہودیوں کے ایجنٹ اور اسلام کے بدترین دشمن کی شکل میں ظاہر کروں، ایسے ہی حال ہی میں جب ملک میں موشگاف اور کیمونزم زندہ باد کے نعرے بلند ہونے لگے جو کہ دراصل اس ملعون سایہ دار انہ نظام کا ردعمل تھا جو کہ مغربی سامراج نے زمانہ دراز سے ان بلاد پر مسلط کر رکھا ہے اور اس بات کا خطرہ محسوس ہونے لگا کہ ملک کے عوام جو کہ اس سامراجی نظام کی پیدا کردہ معاشی مشکلات سے بری طرح دوچار ہیں، کہیں اپنی مشکلات کے حل کے طور پر اس قسم کی الحادی تحریکوں اور محض مادی بنیادوں پر استوار نظام حیات کو قبول کرنا شروع

نہ کریں تو میں نے ان فتن سے عوام کو آگاہ کرنا اور یہ بتانا اپنا فریضہ سمجھا کہ ان کی مشکلات کا حل اسلام میں جو ہر اعتبار سے جامع ترین دین ہے بطریق احسن موجود ہے، یہاں بھی میری یہ تنقید خالص دینی جذبہ کے تحت تھی، یمین و یسار کی کش مکش میں کسی ایک طرف جھکاؤ بھی میری طبیعت کا تقاضا نہیں رہا، مغربی سامراج نے جو نقصان اسلام اور مسلمانوں کو پہنچایا ہے وہ میرے نزدیک اس نقصان سے کسی درجہ میں بھی کم نہیں جو روس اور چین کے ہاتھوں مسلمانوں کو پہنچا ہے۔

الغرض امریکہ اور چین کی اس موجودہ جنگ میں ملک کی سیاسی جماعتوں کا موقف مختلف ہے، بعض مذہبی سیاسی جماعتیں کمیونزم اور سوشلزم کو شکست دینے کے لئے سرمایہ داری اور برطانوی سامراج کو تقویت دینے اور ان کا آلہ کار بننے سے دریغ نہیں کرتی ہیں، جبکہ بعض دوسری جماعتیں مغربی سامراج کی بیخ کنی کے لئے اس کے ساتھ برسر پیکار تمام طاقتوں کے حق میں قدرے نرمی برتنے کو مصلحت کا تقاضا سمجھتی ہیں اور میں چونکہ کسی بھی سیاسی مکتب فکر سے وابستہ نہیں اس لئے تمام باطل قوتوں پر بے لاگ اور آزادانہ تبصرہ کرنے میں مجھے کوئی جھجک اور تردد نہیں ہو سکتا لیکن اپنے اس آزادانہ موقف کے باوجود میں یہ گوارا نہیں کروں گا کہ میرے اس قسم کے بیانات کو آپ یا آپ کی جماعت اپنی بعض حریف جماعتوں کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیں۔ (۱)

میں اگرچہ جمعیت علماء اسلام کے ساتھ رسمی طور پر وابستہ نہیں ہوں اور نہ ہی اپنے مشاغل کی بنا پر ان سے کوئی خاطر خواہ تعاون کر سکا ہوں لیکن باوجود اس کے میری ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں اور میرے نزدیک یہ جماعت ہی وہ صحیح المسلک مذہبی سیاسی جماعت ہے جس سے مسلمانوں کو خیر کی توقعات وابستہ کر کے اس کو تقویت پہنچانا چاہیے۔ جمعیت کے زعماء کو میں قریب سے جانتا ہوں ان کا سیاسی موقف کچھ بھی سہی لیکن ان کے متعلق اس بات کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں سوشلزم یا کسی اور باطل نظام کو ایک لمحہ کے لئے قبول کرنے پر آمادہ ہو سکتے ہیں، ان کا ماضی اس پر شاہد ہے کہ انہوں نے ہمیشہ سلف صالح اور اہل سنت والجماعت کے مسلک سے انحراف کیا ہے۔ اور اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر کسی قسم کی قربانی اور جہاد سے کبھی دریغ نہیں کیا، چنانچہ اس امت کی اسلامی تعلیمات کے تحت ملک کے معاشی مسائل کا حل تلاش کرنے میں جمعیت مصروف ہے۔

اخیر میں ایک بار پھر آپ کے نیک جذبات پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں آپ کے مفید مشوروں پر عمل کی کوشش کی جائے گی، اللہ تعالیٰ سب کو صراط مستقیم کی ہدایت فرمائے۔

[ربیع] اول ۱۳۸۵ھ!

(۱) یعنی میں یہ بیان تو جمعیت علماء اسلام کے اس موقف کے خلاف بطور حجت پیش کر رہا ہوں کہ امریکہ کے مقابلہ میں روس اور چین کے مقابلہ میں بھی محض سد باب کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے بھی پہلے امریکہ اور برطانیہ کی باطل مساعی کا راہ اعتساف کا خاتمہ از حد ضروری ہے"۔

استخارہ اور اس کا مسنون طریقہ

جن مخلصین و محبوب کے خطوط آرہے ہیں ان سب کے لئے یہ لائحہ عمل پیش کیا جارہا ہے کہ مسنون استخارہ پر عمل کریں، نامناسب نہ ہوگا کہ یہاں استخارہ مسنونہ کی ترکیب بھی لکھ دی جائے اور دعا بھی لکھ دی جائے۔ درحقیقت استخارہ صلوٰۃ نبوت کی ایک روشنی ہے جو امت کو دکھلائی گئی ہے اور امت کے ہر پریشان حال انسان کی قیامت تک کے لئے رہنمائی فرمائی گئی ہے۔ یہ پیغمبرانہ تربیت ہے جس کی برکات قیامت تک جاری رہیں گی۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو اس طرح استخارہ کی تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن کریم کی سورتیں بچوں کو یاد کرائی جاتی ہیں اور تعلیم دی جاتی ہیں۔ بزرگان دین کے تجربوں میں بہت سی صورتیں استخارہ کی آئی ہیں اور ان کے ذریعے انسان کی رہنمائی بھی ہو جاتی ہے لیکن ہادیٔ امت، خاتم النبیین رحمۃ للعالمین اعلم الاولین والآخرین کے سینہ نبوت سے جو چیز نکلی ہو اس کی خوبی و برکت کا کیا کہنا۔

واضح ہو کہ استخارہ مسنونہ کا مقصد یہ ہے کہ بندے کے ذمے جو کام متشابہ ہو اس نے کرلیا اور اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے علم محیط اور قدرت کاملہ کے حوالہ کر دیا، گویا استخارہ کرنے سے بندہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا، ظاہر ہے کہ اگر کوئی انسان کسی تجربہ کار عاقل اور شریف شخص سے مشورہ کرنے جاتا ہے وہ شخص صحیح مشورہ ہی دیتا ہے اور اپنی مقدور کے مطابق اس کی اعانت بھی کرتا ہے۔ گویا استخارہ کیا ہے حق تعالیٰ سے مشورہ لینا ہے، اپنی درخواست استخارہ کی شکل میں پیش کر دی، حق تعالیٰ سے بڑھ کر کون رحیم کریم ہے؟ جس کا کرم بے نظیر ہے، علم کامل ہے اور قدرت بے عدیل ہے، اب جو صورت انسان کے حق میں مفید ہوگی حق تعالیٰ اس کی توفیق دے گا اس کی رہنمائی فرمائی گا، پھر نہ سوچنے کی ضرورت، نہ خواب میں نظر آنے کی حاجت۔ جو اس کے حق میں خیر ہوگا وہی ہوگا، چاہے اس کے علم میں اس کی بھلائی آئی یا نہ آئے، اطمینان و سکون فی الحال حاصل ہو یا نہ ہو، ہوگا وہی جو خیر ہو گا۔ یہ ہے استخارہ مسنونہ کا مطلوب، اسی لئے تمام امت کے لئے تا قیامت یہ دستور العمل چھوڑا گیا ہے، اور اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ:

"من سعادة ابن ادم استخارته من الله ومن شقاوته ترك الاستخارة"(۱)

انسان کی سعادت و نیک بختی یہ ہے کہ اپنے کاموں میں استخارہ کرے اور بدنصیبی یہ ہے کہ استخارہ کو چھوڑ بیٹھے۔

اب استخارہ کی دعا ناظرین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے:

---

(۱) مجمع الزوائد، باب الاستخارة ج: ۲ ص: ۲۳۰، ط: دار الفکر بیروت۔
مشکوۃ، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، الفصل الثانی ص: ۴۵۳، ط: قدیمی

اللهم إني أستخيرك بعلمك وأستقدرك بقدرتك وأسألك من فضلك العظيم. فإنك تقدر ولا أقدر وتعلم ولا أعلم وأنت علام الغيوب. اللهم إن كنت تعلم أن هذا الأمر خير لي في ديني ومعاشي وعاقبة أمري فاقدره لي ويسره لي ثم بارك لي فيه وإن كنت تعلم أن هذا الأمر شر لي في ديني ومعاشي وعاقبة أمري فاصرفه عني واصرفني عنه واقدر لي الخير حيث كان ثم أرضني به

[illegible]

جدید سے اقتراع پانے کا حکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمدہ ونصلی ونسلم علی عبادہ الذین اصطفی

[illegible] "تحفۃ المحتاج شرح المنہاج" [illegible]

ہے کہ جس شخص کے لیے یہ مقام میقات ہے (اس کا جو یہ نام بھی مقرر ہے) اگر وہ اس سے آگے والوں سے پہلے قرن المنازل (جو میقات شرق سے آنے والوں کے لیے میقات ہے) اب یہ دونوں مقامات پڑتے ہوں تو جس شخص کے لیے یہ مقامات احرام باندھنے کے لیے فاصلے کے لحاظ سے برابر ہوں گے یہ مقامات واقع ہوں گے ان کی مسافت سے احرام باندھنے کے لیے اور جس کے لیے ان میں سے ایک مقام میقات ہو تو اس وقت کے لیے مقام سے احرام باندھنے کا فاصلہ مراد ہوگا جس کا فاصلہ مراد ہوگا جس کا فاصلہ مراد ہوگا جس

[illegible] ہیں ملت اسلامیہ کی [illegible] ان [illegible] کی جانب سے [illegible] کی [illegible] کی [illegible] ہ مطالبہ کیا گیا۔ سابق حکومت نے کوئی مثبت جواب دینا تو درکنار اس کے برعکس ان غلط قوانین کی اصلاح کے لئے آمادہ ہونے [illegible] موجودہ حکومت نے ان قوانین کو اسلامی شریعت کے مخالف ہونے کا فیصلہ دیا ہے [illegible] ہے [illegible] موجودہ حکومت کے بعض اقدامات پر [illegible] ان [illegible] اور [illegible] کے [illegible] میں [illegible] حکومت سے [illegible] ہے [illegible] ان [illegible] کے [illegible] ہیں [illegible] ان [illegible] کے [illegible] ہیں [illegible] ان [illegible] کے [illegible] ہیں

قطعی خیال کرنے لگتے ہیں۔ کچھ لوگوں سے ہندوستان کے مذکور جریدہ "صدق" میں نزول مسیح علیہ السلام کا عقیدہ زیر بحث ہے جو مدتوں پہلے سے فیصلہ شدہ اور جو فتنۂ قادیانیت کی وجہ سے پچھتر یا چالیس سال زیر بحث رہا اور جس پر متعدد کتابیں تصنیف ہوئیں۔ مولوی ابوالکلام صاحب رسولوی جار اللہ صاحب مولانا عبید اللہ سندھی وغیرہ کی تحریرات میں یہ چیز آئی اور مولانا آزاد نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ "اگر یہ عقیدہ نجات کے لئے ضروری ہوتا تو قرآن میں کم سے کم (وانہ لعلم للساعۃ) جیسی تصریح ضروری تھی اور ہمارا اعتقاد ہے کہ کوئی مسیح آنے والا نہیں" الخ۔ اس وقت بھی میں نے اس خیال کی تردید میں ایک مفصل مضمون لکھا تھا جو بعض ارباب جرائد کی مداہنت سے شائع نہ ہو سکا اور نہ اس کا مسودہ میرے پاس ہے۔ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو اصل ۱۰ عید اس قسم کے خیالات میں عقلی استبداد ہے اور بدقسمتی سے اپنے عقلی معیار کو ان حضرات نے اتنا بلند سمجھ لیا ہے کہ نبوت کا منصب کو یا ان عقول قاصرہ کو دے دیا گیا ہو سکتا ہے کہ ہمارے بعض نیک دل ارباب قلم ان ہی حضرات کی شخصیتوں سے مرعوب ہو کر غیر شعوری تقلید میں کچھ درمیانی صورت اختیار کرنے لگے ہوں۔

اہل حق کے مسلک کی تائید میں جناب محترم مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے ایک مقالہ "صدق" میں شائع فرمایا اس کے جواب میں جے پور کے ایک محترم نے بہت طویل مقالہ "صدق" میں شائع فرمایا جس کی تنقیح حسب ذیل امور میں ہو سکتی ہے:۔

① نزول مسیح کا عقیدہ صحیح ہے لیکن ظنی ہے یقینی نہیں۔

② نزول مسیح کے بارے میں احادیث اصطلاحی تواتر کو نہیں پہنچیں۔

③ نزول مسیح کے بارے میں اجماع کا نقل مشتبہ ہے۔ غیب کے آئندہ امور میں اجماع محل نظر ہے ممکن ہے کچھ اور اجزاء بھی تنقیح طلب ہوں لیکن اصلی مدار ان تین چیزوں پر ہے اور یہی زیادہ اہم بھی ہیں۔ اس وقت اس مختصر فرصت میں اس مسئلہ کی نوعیت میں بعض خطرناک اصولی غلطیوں جو پیش آ رہی ہیں ان کا تصفیہ مقصود ہے۔ جے پوری صاحب نہ تو میرے مخاطب خاص ہیں نہ ان کے مضمون کی سطحی تردید یا کرنا مقصود ہے نہ بالبعد نہ بحثوں میں الجھنا مقصود ہے، نہ ان کی نیت پر حملہ ہے صرف طالب حق کے لئے چند اصولی اساسی امور بیان کرنے ہیں۔ باقی بحث و مناظرہ کا تو کوئی علاج نہیں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

① دین اسلام کے مجملات عقائد و اعمال یا اصول و فروع کا ایک ذخیرہ جیسے قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ہم تک پہنچا ہے اسی طرح اعتقادی و عملی ضروریات دین ہم تک بذریعہ توارث یا تعامل حلقہ بہ طبقہ بھی پہنچتے رہے ہیں۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ دین اسلام اور اس کی کل ضروریات ہم کو اس توارث کے ذریعہ پہنچی ہیں۔ لاکھوں کروڑوں مسلمان جن کو نہ قرآن تعلیمات کی پوری خبر ہے نہ حدیث کو پورا علم ہے لیکن باوجود اس کے وہ دین کی مہمات و ضروریات سے واقف رہتے ہیں یہ دوسری بات ہے کہ خواص کا ایمان

[illegible] ہے آیات کے [illegible] مکلف ہوتے ہیں جب ان سے علم آپ سے [illegible] ایک [illegible] ہے کہ [illegible] اس [illegible] سے قرآن [illegible] حدیث [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں ایک [illegible] اسلامی [illegible] سے [illegible] کی [illegible] بعد [illegible] [illegible] [illegible]

کی اجازت، شراب خوری، زنا کاری، قتل وقتال کی حرمت وغیرہ وغیرہ جیسی باتیں اسی توارث کے ذریعہ سے ہم تک پہنچتی رہی ہیں، بلکہ نماز کی بعض کیفیات اور زکوٰۃ کی بعض تفصیلات تو صریح قرآن سے ثابت ہیں نہ اس بارے میں حدیث اصطلاحی متواتر ہیں لیکن باوجود اس کے دیا جاتا ہے کہ وہ سب چیزیں ضروری اور قطعی ہیں اور اس میں کوئی شبہ بھی نہیں۔

② ''ادلہ سمعیہ'' یعنی عقائد واحکام کے ثبوت کے لئے قرآن وحدیث کی نصوص چار قسم کی ہوتی ہیں:

الف: ثبوت ودلالت دونوں قطعی ہوں۔

ب: ثبوت قطعی ہو، دلالت ظنی ہو۔

ج: دلالت قطعی ہو، ثبوت ظنی ہو۔

د: ثبوت ودلالت دونوں ظنی ہوں۔

ثبوت کے معنی یہ ہیں کہ یہ خدا ورسول کا کلام ہے، دلالت کے معنی یہ کہ اس کے کلام سے کیا مراد ہے۔

قرآن واحادیث متواتر ثبوت کے اعتبار سے دونوں قطعی ہیں، البتہ دلالت کے اعتبار سے کبھی قطعیت ہوتی کبھی ظنیت۔

اخبار آحاد میں تیسری چوتھی قسم پائی جاتی ہے، مزید تفصیل کے لئے عبدالعزیز بخاری کی کتاب کشف الاسرار شرح اصول فخر اسلام اور شرح تحریر الاصول ابن امیر حاج وغیرہ ملاحظہ ہوں، پہلی قسم سے انکار کفر ہے، دوسری تیسری قسم کی انکار سے کفر تک نوبت نہیں پہنچتی۔

③ تصدیق رسالت جو بنیادی مقصد ہے اس میں تصدیق کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات دل سے قبول کرے اور تسلیم کرے، قرآن میں (وصدق بہ) اور (ویسلموا تسلیما) سے یہی مراد ہے، صرف کسی شے کا علم میں آجانا جو منطقی ومعقول تصدیق ہے قطعاً کافی نہیں ہے ورنہ صرف معرفت تو بہت سے یہودیوں کو اور ہرقل کو بھی حاصل تھی لیکن مسلمان ہونے کے لئے اور نجات کے لئے اتنی بات کافی نہ ہوئی۔

④ احادیث متواترہ کا افادہ قطعیت اہل حق بلکہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے۔

⑤ اصطلاحی تواتر میں ایک شرط یہ ہے کہ ہر دور میں نقل کرنے والے اتنے ہوں کہ غلطی اور سچی کجائی ندرہے، نقل کرنے والوں کی کوئی خاص تعداد مقرر نہیں، بسا اوقات کسی خاص موقع پر پانچ خاص آدمیوں کی روایت سے یقین حاصل ہوتا ہے جو پچاس دوسروں سے کسی دوسرے موقع پر حاصل نہیں ہوسکتا ہے، اس لئے علماء اصول نے تصریح کردی ہے کہ بیان کرنے والوں یا سننے والوں کے مرتبہ سے فرق پڑتا ہے اور کبھی مضمون اور بات کی نوعیت سے بھی تفاوت ہوسکتا ہے۔ دیکھئے ''لواقح الرحموت شرح مسلم الثبوت'' (ج ۲ ص ۱۰۰ مطبوعہ مصر)۔

⑥ بعض اصولیین کے نزدیک تواتر حدیث کا مدار راویوں کی کثرت اور طرق وشوارج کی تعداد پر نہیں

ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے علماء نے اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

(۱) ابن الدیبع الشیبانی نے اپنی کتاب "تمییز الطیب من الخبیث" میں اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔ (۲) ابن حجر مکی نے اپنی کتاب "الصواعق المحرقہ" میں اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔ (۳) ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب "تلخیص الحبیر" میں اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔ (۴) ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب "فتح الباری" میں اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔ (۵) ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب "نزہۃ النظر" میں اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔ (۶) ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب "الدرایہ" میں اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔ (۷) ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب "الاصابہ" میں اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔ (۸) ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب "الاصابہ" میں اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔ (۹) ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب "الاصابہ" میں اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔ (۱۰) ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب "الاصابہ" میں اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔

(۱) ابن الدیبع الشیبانی، تمییز الطیب من الخبیث، ص ۱۰۵۔ (۲) ابن حجر مکی، الصواعق المحرقہ، ص ۱۰۵۔ (۳) ابن حجر عسقلانی، تلخیص الحبیر، ص ۱۰۵۔ (۴) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ص ۱۰۵۔ (۵) ابن حجر عسقلانی، نزہۃ النظر، ص ۱۰۵۔ (۶) ابن حجر عسقلانی، الدرایہ، ص ۱۰۵۔ (۷) ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ص ۱۰۵۔ (۸) ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ص ۱۰۵۔ (۹) ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ص ۱۰۵۔ (۱۰) ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ص ۱۰۵۔

امام ابو بکر الفرائی فرماتے ہیں:

"اهل الصنعة مجمعون على ان الاخبار التي اشتمل عليها الصحيحان مقطوع بصحة اصولها ومتونها فمن خالف حكمه خبرا منها وليس له تاويل سائغ للخبر اقتضا حكمه . لان هذه الاخبار تلقتها الامة بالقبول" اھ(۱)

محدثین سب اس پر متفق ہیں کہ بخاری و مسلم کی احادیث سب قطعی ہیں اور ان کی تاویل کرنی ایسے حدیث کی جس مخالفت کرے گا تو اس کے حکم کو ہم توڑیں گے کیونکہ امت محمدیہ نے ان احادیث کو قبول کر لیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"الاجماع على القول بصحة الخبر اقوى فى افادة العلم من مجرد كثرة الطرق"(۲)

کسی حدیث کی صحت پر علماء کا متفق ہونا افادہ علم (قطعیت) میں کثرت طرق سے زیادہ قوی ہے۔

⑤ متواتر لفظی کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ بعینہٖ ایک ہی لفظ سے وہ حدیث مروی ہو بلکہ جس الفاظ سے بھی ہوں مضمون ایک ہونا چاہیے اور ایک یا دو محدثین نے جو لفظی تواتر حدیث کا دعویٰ کیا یا اسے صرف ایک ہی مثال بتائی تھی بعض محققین کے نزدیک ان کی مراد بھی یہی ہے کہ ایک لفظ سے متواتر کی مثال کمیاب بلکہ نایاب الوجود ہے اور ان کے نزدیک بھی احادیث متواترہ بہت ہیں مگر ایک لفظ سے نہیں ہیں۔ صرف حدیث "من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار" کو ایسا بتایا گیا ہے۔ اس پر بھی بعض نے اعتراض کیا ہے۔ متواتر معنوی کے یہ معنی نہیں کہ الفاظ مختلف ہوں اور مضمون سب میں ایک ہو بلکہ یہ معنی ہیں کہ وہ ایک حدیث میں مضمون الگ الگ ہو اور ایک بات قدر مشترک نکل آئے۔ جیسے احادیث معجزات کہ ہر ایک الگ پیغمبر آحاد میں سے ہے لیکن سب ثبوت معجزہ سب میں قدر مشترک ہے۔ اسی کو اصطلاح میں تواتر معنوی یا تواتر قدر مشترک کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت۔

⑥ اور شریعت میں ایک اصل اجماع امت ہے اگر اس اجماع کا ثبوت قطعی ہو تو اجماع قطعی ہوگا اور اس کا منکر بھی کافر ہوگا جیسے دوسری قطعیات شرعیہ اور اگر اس اجماع کا ثبوت [illegible]

---

(۱) فتح المغيث للسخاوي،حكم الصحيحين الماضي ذكرهما فيه اسند فيهاوغيره والتعليق ج:۱ ص:۵۱، ط: دار الكتب العلمية بيروت

(۲) فتح المغيث للسخاوي،حكم الصحيحين الماضي ذكرهما فيه اسند فيها وغيره والتعليق ج:۱ ص:۵۱، ط: دار الكتب العلمية بيروت

جو شخص یہ مانے کہ یہ چیز شریعت میں ہے باوجود اس کے اس کا انکار کرے تو یہ کل شریعت کا انکار ہے۔

۲- وصح الاجماع على ان كل من جحد شيئاصح عندنا بالاجماع ان رسول الله ﷺ اتى به فقد كفر، او جحد شيئاصح عنده بان النبي ﷺ قاله فهوكافر. (الملل لابن حزم ج ۱ ص ۲۵ و ۲۲۶)(۱)

اس پر اجماع ہے کہ جس چیز کے متعلق یہ اتفاق ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں اس کا انکار کفر ہے یا یہ ثابت ہو کہ آپ فرما چکے ہیں باوجود اس کے نہ ماننے سے کفر ہے۔

۳- من انكر الاخبار المتواترة فى الشريعة مثل حرمة لبس الحرير على الرجال كفر.(۲) (شرح فقه اكبر نقلاً عن المحيط)

کسی شرعی حکم کی حدیث متواتر ہو اور اس سے انکار کیا جاوے تو کافر ہوگا جیسے ریشمی لباس مردوں کے لئے۔

٤- فصار المنكر المتواتر ومخالفه كافرا.(۳)

متواتر کا انکار یا مخالفت دونوں کفر ہیں۔

٥- والصحيح ان كل قطعى من الشرع فهو ضرورى.(۴)

دین میں جو چیز قطعیات کو پہنچ چکی ہو وہ ضروریات دین میں داخل ہے۔

(المحصول للرازى بحواله اكفار الملحدين ص:٦٧)

٦- شروط القطع فى النقليات التواتر الضرورى فى النقل والتجلى الضرورى فى المعنى.(۵) (ايضاً ص:٦٩)

شرعی امور جب تواتر سے ثابت ہوں اور معنی بھی واضح ہوں یہی قطعیت ہے۔

٧- كل مالم يحتمل التاويل فى نفسه وتواتر نقله ولم يتصور ان يقوم برهان على خلافه فمخالفته تكذيب محض. (التفرقة للغزالى ص:١٤)

جس چیز کی نقل متواتر ہو اور تاویل کی گنجائش نہ ہو اور کوئی دلیل خلاف پر قائم نہ ہو تو ایسی چیز کی مخالفت

---

(۱) بحواله اكفار الملحدين ص:٦٤، ط: المجلس العلمى كراچى

(۲) شرح الفقه الاكبر للملا على القارى ص:٢٧٦، ط: دار الكتب العلمية بيروت

(۳) اصول فخر الاسلام البزدوى، باب المتواتر: ١ ص:١٥١، ط: جاويد بريس كراچى، اكفار الملحدين ص:٦٥، ط: المجلس العلمى كراچى

(۴) اكفار الملحدين ص:٨٤، ط: المجلس العلمى كراچى

(۵) اكفار الملحدين ص:٨٥، ط: المجلس العلمى كراچى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔

۸- بل انکار المتواتر عدم قبول اطاعة الشارع.... و رد علی الشریعة وان لم یکذب وھو کفر بواح نفسه۔

(شرح الاشباہ للحموی، ردالمحتار، طحطاوی بحوالہ اکفار الملحدین)

بلکہ حقیقت میں تو متواتر کا انکار شارع علیہ الصلاۃ والسلام کی عدم اطاعت ہے اور شریعت اسلام کا رد ہے جو خود کھلا ہوا کفر ہے اگرچہ تکذیب نہ کرے۔

۹- ومن انکر شیئا من شرائع الاسلام فقد ابطل قول لا الہ الا اللہ

(السیر الکبیر للامام محمد بحوالہ اکفار الملحدین)

شریعت اسلامیہ کی کسی چیز سے انکار کرنا کلمہ اسلام سے انکار کرنا ہے۔

۱۰- فلا خلاف بین المسلمین ان الرجل لو اظہر انکار الواجبات الظاھرة المتواترة ونحو ذلك فانه یستتاب فان تاب والا قتل کما فزا مرتدا۔

اھ۔ (شرح عقیدہ طحاویہ مطبوعہ حجاز ص: ۲۴۶)

امت مسلمہ میں کوئی خلاف اس بارے میں نہیں کہ جو کوئی متواترات سے انکار کرے چاہے اس کا کرنا فرض ہو یا ترک حرام ہو اس سے توبہ نہ کرے تو کافر ہے اور واجب القتل ہے۔

۱۱- لا یکفر اھل القبلة الا فیما فیه انکار ما علم مجیئه بالضرورة او اجمع علیه کاستحلال المحرمات۔ (۱) (المواقف ومثله فی المعتضدیة)

اہل قبلہ کی اس وقت تک تکفیر نہیں کی جاتی جب تک ضروریات دین کا یا کسی ایسی چیز کا جس پر اجماع منعقد ہو انکار نہ کرے، مثلاً حرام کو حلال سمجھنا۔

۱۲- وکذلك یقطع بتکفیر من کذب او انکر قاعدة من قواعد الشریعة وما عرف یقینا بالنقل المتواتر من فعل رسول اللہ ﷺ۔ (۲)

جو شخص تکذیب کرے یا کلیات شریعت میں سے کسی قاعدہ سے انکار کرے یا جو چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ثابت ہے اس سے انکار کرے اس کی تکفیر قطعی ویقینی ہے۔

---

(۱) کتاب المواقف، الفرقة السابعة المشبهة ج: ۳ ص: ۷۱۹، ط: دار الجیل بیروت
اکفار الملحدین ص: ۵۶، ط: المجلس العلمی کراچی
(۲) اکفار الملحدین ص: ۵۶، ط: المجلس العلمی کراچی

۱۳ - وخرق الاجماع القطعي الذي صار من ضروريات الدين كفر (۱)

(كليات ابي البقاء بحواله اكفار الملحدين)

قطعی اجماع جو ضروریات دین میں داخل ہے اس کا خلاف کرنا کفر ہے۔

⑥ ضروریات دین کی مثال میں علماء امت اپنی اپنی کتابوں میں دو چار مثالیں ذکر کر دیتے ہیں ناظرین کو یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ ضروریات دین اس ہی قدر ہیں آگے سلسلہ ختم ہو گیا، یہ چیز ہے پوری ساحب کو بھی پیش آ رہی ہے حالانکہ ان اکابر کا مقصود محض مثال پیش کرنا ہے نہ استقصاء نہ حصر نہ تخصیص، اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے ذیل میں ہم ان مثالوں کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں جو سرسری محنت سے مل سکیں تاکہ اس مختصر فہرست سے خود بخود یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ مقصود تمثیل تھی نہ پوری فہرست، کتب فقہ، اصول فقہ، کتب کلام، اصول حدیث میں ذیل کی مثالیں ملتی ہیں۔

اثبات علم الٰہی، قدرت محیط، ارادہ کاملہ، صفت کلام، قرآن کریم، قدم قرآن، قدم صفات باری، حدوث عالم، حشر اجساد، عذاب قبر، جزا، سزا، رؤیت باری قیامت میں، شفاعت کبریٰ، حوض کوثر، وجود ملائکہ، وجود جنات کا تعین ختم نبوت، نبوت کا وہبی ہونا، مہاجرین و انصار کی اہانت کا عدم جواز، اہل بیت کی محبت، خلافت شیخین، پانچ نمازیں، فرض رکعات کی تعداد، تعداد سجدات، رمضان کے روزے، زکوٰۃ، مقادیر زکوٰۃ، حج، وقوف عرفات، تعداد طواف، جہاد، نماز میں استقبال کعبہ، جمعہ، جماعت، اذان، عیدین، جواز مسح خفین، عدم جواز سب رسول، عدم جواز سب شیخین، انکار رسم، انکار رسول اللہ، عدم استحلال محرمات، حرمت زنا، محض حرمت لبس حریر (ریشم پہننا) جواز نکاح، غسل جنابت تحریم نکاح امہات، تحریم نکاح بنات، تحریم نکاح ذوی المحارم، حرمت خمر، حرمت آثار اس وقت یہ کیا دس مثالیں پیش کی گئی ہیں اب تو خیال مبارک میں آ گیا ہوگا کہ بعض وہ امور جس کی طرف التفات بھی نہ ہو وہ بھی ضروریات دین میں داخل ہیں۔ اب ہم اس بحث کے آخر میں محقق ہند حضرت عبدالعزیز صاحب کی عبارت کا اقتباس پیش کرتے ہیں پوری عبارت اکفار الملحدین میں منقول ہے اس سے ان شاء اللہ یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ ضروریات دین کے لئے ضابطہ کلیہ کیا ہے اور جو چیزیں بطور تمثیل پیش کی جاتی ہیں ان کا درجہ صرف تمثیل ہی کی حد تک محدود ہے فرماتے ہیں:

"ضروريات الدين منحصرة عندهم في ثلاثة : مدلول الكتاب بشرط ان يكون نصا صريحا لا يمكن تاويله كتحريم البنات والامهات ، و مدلول السنة المتواترة لفظا اومعنى سواء كان من الاعتقاديات او من العمليات وسواء كان فرضاً او نفلاً والمجمع عليه اجماعاً قطعياكخلافة الصديق

(۱) اكفار الملحدين ص: ۷۵، ط: المجلس العلمي كراچي

والفاروق ونحو ذلك ولا شبهة ان من فكر امثال هذه الامور لم يصح ايمانه بالكتاب والنبيين. (اكفار الملحدين ص ۱۲۶ ط المجلس العلمي)

ضروریات دین تین قسم کے ہیں: پہلی قسم یہ کہ جس کی نص قرآنی سے ثابت ہوں جیسے وہ دینی مسئلہ کا کافر ہو جانا، دوسری قسم یہ کہ جو سنت متواترہ سے ثابت ہوں تو خواہ قطعی ہو خواہ ظنی ہو خواہ معنوی مثلاً نماز میں ہر یا افعال میں سے فرض ہو یا اُغلب ہو تیسری قسم یہ ہے کہ اجماع قطعی سے ثابت ہوں جیسے صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی خلافت وغیرہ اس میں وہی شبہ نہیں لہٰذا اس قسم سے انکار کیا جائے تو اس شخص کا ایمان قرآن اور انبیاء پر صحیح نہیں ہے۔

امام احمد محدث حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عزیز رحمہم اللہ سے ناقل ہے ہیں کہ ضروری دینی کی تعریف یہ ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ضروری دین سے ہونا یقینی ہو اور خواہ اس کا درجہ عملی مرجع ہوا ہی درجہ کا عقیدہ اس کا ضروری ہوگا۔ مثلاً نماز فرض ہے اور فرضیت کا عقیدہ بھی فرض ہے اور اس کا سیکھنا بھی فرض ہے اور انکار کفر ہے۔ اسی طرح سوائے روزہ کے سنت ہے اور سنت ہونے کا عقیدہ فرض ہے اور یہ سنت اور اس کا انکار کفر ہے اور نماز تراویح کو بدعت کہنا بدعت و عتاب ہے۔ اب امید ہے کہ اس تشریح سے ضروریات دین کی حقیقت واضح ہو گئی ہوگی۔ بات تو بہت لمبی ہو گئی لیکن توقع ہے کہ جناب حق کے لئے ہدایت کا آمد ثابت ہوں اور آج کل جو عام طور سے ایمان و کفر کے قواعد یا مسائل میں عوام کو یا عام پڑھا جاہلوں کو شبہات مشکوک یا وساوس پیش آرہے ہیں ان کا بھی اس سے تصفیہ ہو جائے گا۔ اس طولانی تمہید کے بعد ان ہی اصول مذکورہ کی روشنی میں نزول مسیح علیہ السلام کے عقیدہ کو پرکھتے ہیں۔ اگر یہ عقیدہ اصلی مقصد تو پورا ہو گیا اور اب جناب حق خود ہی ان اصول مذکورہ کی روشنی میں تحقیق کر لیں گے مزید ضروریات دین کا ان شاء اللہ لکھنے کا ارادہ ہے لیکن تمہید بہت مختصر اور نہایت ہی ناقص ہے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں: نزول مسیح علیہ السلام کے تین پہلو ہیں:

① قرآنی حیثیت اس کی کیا ہے؟ ② حدیثی مرتبہ کیا ہے؟ ③ اور امت کا فیصلہ اس بارے میں کیا ہے؟ تینوں امور واضح ہونے کے بعد خود بخود یہ چیز نصب العین ہو جائے گی کہ عقیدہ نزول ضروریات دین میں سے ہے یا نہیں؟

نزول مسیح اور قرآن کریم

۱۔ ﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا﴾ [الزخرف: ۶۱]

اور بے شک وہ نشانی ہے قیامت کی پس نہ شک کرو اس میں۔

ترجمان القرآن حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بہ تصریح مرفوع اور مجاہد، عکرمہ، حسن بصری، ضحاک، قتادہ، ابو العالیہ رحمہم اللہ سے بہ تصریح موقوف صحیح سند سے ثابت ہے کہ "انہ" کی ضمیر میں ہے

اسلام کی طرف راجع ہے قرآئی سیاق کا تقاضا بھی یہی ہے اور علماء نے معنی لکھائی کے ہیں تفسیر ابن جریر، ابن کثیر، تفسیر درمنثور میں مجاہد سے مروی ہے:

"قال آية للساعة خروج عيسى ابن مريم قبل يوم القيامة"

فرمایا: قیامت کی نشانی ہے حضرت عیسیٰ بن مریم کا قیامت سے پہلے تشریف لانا۔

حافظ ابن کثیر دعویٰ کرتے ہیں کہ یہی تفسیر صحیح ہے ظاہر ہے کہ کسی صحابی سے اس کے خلاف تفسیر جب منقول نہیں تو ایسی صورت میں جمہور امت اور بہت سے ترجمان القرآن ابن عباسؓ کی تفسیر سے زیادہ راجح کون سی تفسیر ہو سکتی ہے۔ رہا ترجمہ آیت کریمہ کا یہ دعویٰ کہ "یقینی یہ ہے کہ اس میں عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہے" اس میں شک نہ کرنا۔ تفصیل کے لیے تفسیر ابن جریر (۲۵۔۵۲) مطبوعہ میریہ، تفسیر ابن کثیر (۹۔۴۲) مطبوعہ میریہ، الدر المنثور (۲۔۲۰۰) طبع مصر، عقیدۃ اسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام (ص:۳) از حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری، عقیدۃ الاسلام (ص:۵) میں حضرت امام الہند فرماتے ہیں:

اذا تواترت الاحاديث بنزوله وتواترت الآثار وهو المتبادر من نظم الآية فلا يجوز تفسير بغيره. الخ

جب عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی احادیث و آثار متواتر ہیں اور قرآن کریم کی آیت کا صحیح مفہوم بھی یہی ہے تو اس کے علاوہ کوئی اور تفسیر صحیح نہ ہوگی۔

۳- ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ [النساء:۱۵۹]

کوئی شخص بھی اہل کتاب میں سے نہ رہے گا جو مرے عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی موت سے قبل ایمان لائے گا۔

"موته" کی ضمیر میں نزاع ہے، ابن جریر نے ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، ابن زید، ابن ضحاک وغیرہ کی تفسیر کے مطابق اس کی صحیح ترجیح فرمائی ہے "موته" کی ضمیر راجع ہے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور مقصود یہ ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جتنے اہل کتاب ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے سب ایمان لے آئیں گے اور اسی قول کو ابن جریر اپنی تفسیر میں "اولى هذه الاقوال بالصحة"(۱) قرار دیتے ہیں۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وهذا القول هو الحق كما سنبينه بالدليل القطع ان شاء الله ..... ولا شك ان هذا الذي قاله ابن جرير هو الصحيح لانه المقصود من سياق الآية(۲)

---

(۱) جامع البیان فی تأویل القرآن المعروف بہ تفسیر الطبری، ج۹، ص۳۸۶، ط: مؤسسۃ الرسالۃ۔

(۲) تفسیر ابن کثیر تحت قولہ ﴿وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته﴾ ج:۱ ص:۵۷۷، ط: قدیمی

یہی قول حق ہے جیسا کہ آگے دلیل قطعی کے ساتھ اس کو بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور یہ کہنا کہ یہ جو ابن جریر نے فرمایا ہے یہی صحیح ہے کیونکہ یہی آیت سے یہی مفہوم ہے۔

حمزہ کتانی (ص ۲۵۲) میں اس تفسیر کو اصح کہا ہے۔ (۱)

ہم جس قرآن کریم کی اس تفسیر کی بنا پر ان دو آیتوں میں ان کو صحیح سمجھ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ آیتیں اس مقصد میں نص بالمعنی ہیں قطعی الدلالۃ نہیں لیکن چونکہ احادیث متواترہ جس طرح اسلام کے متعلق تواتر کے ساتھ آئی ہیں اسی طرح مفید قطعیت ہے اس حیثیت سے یہ آیتیں مفید قطعیت ہوں گی اور یہ مقصد پورا ہو گیا۔

بہرحال یہ تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے اس موضوع کی تفصیل و تحقیق نکات و لطائف دیکھنے کے لئے شوق ہو تو عقیدۃ الاسلام و تجلیۃ الاسلام کی مراجعت کی جائے۔ جو اس موضوع پر انوار القدس ہونے کی اس موضوع پر بے نظیر کتابیں ہیں۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تواتر حدیث

اب ہمارا یہ بحث احادیث کے اعتبار سے تو یہ ہے کہ ان میں کون سی حدیث تواتر حدیث یا تواتر احادیث دونوں ایک ہی حقیقت کے دو عنوان ہیں۔ محدثین کی اصطلاح میں ان کی ایک معین مقدار اس صحابہ سے مروی ہو تو یہ ان حدیثوں کو ہماری اس حد تک پہنچ جائے تو اس کو تواتر کہتے ہیں۔ اور یہی حدیث متواتر ہے۔ حدیث متواتر ہونا اور کثرت طرق کے اعتبار سے حدیث متواتر ہونی بھی زیادہ تر سب ہوتی ہے۔ پوری صحابہ سے اس کے بھی قائل ہیں۔ اب جیسے اگر کسی حدیث کے رواۃ طرق بحث تحقیق کے بعد درجہ تواتر کو پہنچ گئے ہیں تو وہ حدیث اس حدیث کے متواتر کہنے کا حق حاصل ہو گا اور چاہے اس نے کسی نے تصریح کی ہو یا نہ کی ہو۔ کیونکہ حدیث کے بحث و تحقیق نے اس حدیث کے متعلق بتلا دیا ہو کہ یہ حدیث بعد تحقیق طرق و رواۃ کے متواتر ہے تو وہ متواتر مفید للعلم القطعی ہوگی۔ یہ یہ معلوم ہے کہ ہر فن کا مسائل فن والوں سے لیا جاتا ہے کسی حدیث کی تصحیح یا تحسین یا تضعیف یا خبر واحد یا مشہور متواتر ہونے سے حدیث کی ثبوت فرض کی جانی کی صلاحیت فقیہ کا منصب نہیں اور نہ اصولی متکلم یا معقول کا یہ وظیفہ ہے۔ ایک موقعہ پر ہے پوری صاحب نے امام مسیح کی حدیث کو اخبار آحاد کہنے کے لئے تنقید کی غلط فہمی پیش فرمائی ہے۔ یہاں تنقید کا کوئی دخل و معنی نہیں یا مطلق علماء میں جو اس پر متفق ہوں تو یوں حدیث ان کا فن نہیں ہے۔ یہاں تو فن حدیث یا محدثین مراد ہیں جنہوں نے اقوال بھی قبول اختیار نہیں چھانا ہے تنقید کی ہے موقع پر تو ملا علی قاری، ملا جیون، ملا عبدالحکیم، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر وغیرہ وغیرہ محدثین امت ورجال حدیث کی تصریحات قبول ہو گی۔

---

(۱) عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ج ۱۶ ص ۵۴، مطبوعہ منیریہ کوئٹہ

سید جرجانی اور تفتازانی کی احادیث دانی چننے کے لئے یہ واقعہ کافی ہے کہ چھ ماہ تک "حب الهرة من الایمان" میں مناظرہ کرتے رہے کہ یہ حدیث ہے اور "من" ابتدائیہ ہے یا تبعیضہ؟ بے چاروں کو اتنی بھی خبر نہیں ہوئی کہ حدیث موضوع ہے۔ خیر اس بحث کو رہنے دیجئے، احادیث نزول مسیح صحاح کی حدیثیں ہیں اور صحاح ہی میں عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، حذیفہ، ابن اسید، ابوامامہ باہلی، جابر بن عبداللہ، نواس بن سمعان رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں، ان میں سے ابوہریرہ، جابر، حذیفہ، ابن عمر رضی اللہ عنہم کی حدیثیں تو صحیحین کی ہیں اگر اس بات میں صرف شیخین ہی کی حدیثیں ہوتیں تو نمبر (۹) کے مطابق محققین اہل حدیث و کبار محدثین کے نزدیک ان کے افادہ یقین میں ذرا بھی شبہ نہیں اور صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مسند احمد، سنن اربعہ وغیرہ کی حدیثیں ملا کر مرفوعات کی تعداد ستر تک پہنچ جاتی ہے، کیا ستر کبار صحابہ جن کی فضلیت میں وحی متلو نازل ہوئی اور روئے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے بعد صدق شعار قوم ان سے زیادہ نہیں گذری، اگر لسان نبوت سے ان کی حکایت مفید للعلم نہیں ہوئی تو کس قوم کی ہوگی؟ اگر ہمیں کسی کے صلاح وتقوے اور صداقت کا یقین ہو اور میں بائیس ایسے آدمی آکر ہم سے کوئی بات بیان کریں تو انصاف سے بتایا جائے کہ ہمارے لئے مفید للعلم الیقینی ہوگی یا نہیں؟ حالانکہ ایک صحابی ایک ہزار راویوں پر بھاری ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ساری امت پر بھاری ہے تو شاید مستبعد نہ ہوگا، پھر ان ستر صحابہ کی مرفوع احادیث کے علاوہ تقریباً تیس صحابہ وتابعین سے آثار موقوفہ مروی ہیں اور محدثین کا یہ فیصلہ ہے کہ غیر قیاسی وغیر عقلی امور میں موقوف روایت بھی مرفوع کے حکم میں ہے، گویا ستر مرفوع روایتیں باسانید صحیحہ وحسنہ جمع ہوگئی ہیں، کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ جن محدثین نے جن احادیث کے متعلق تواتر اصطلاحی کا دعوی کیا ہے وہ کثرت رواۃ و کثرت طرق اور کثرت مخارج میں اس کا مقابلہ کر سکتی ہیں؟ حدیث "من كذب على متعمدا فليتبوا مقعده من النار"(۱) جو سب سے اعلیٰ ترین متواتر حدیث کی نظیر پیش کی گئی ہے اس کے رواۃ بھی تقریباً سو تک پہنچتے ہیں حالانکہ مشکل ہے کہ سو راویوں کے تمام رجال صحیح یا حسن تک پہنچیں، حدیث مسح خفین باتفاق محدثین حدیث متواتر ہے، کتب اصول فقہ وکتب فقہ وشروح حدیث میں متعدد مواضع میں امام ابوحنیفہ کا یہ مشہور قول نقل چلا آتا ہے:

ما قلت بالمسح على الخفين الا اذا جاء في مثل ضوء النهار و اني اخاف الكفر على من لم ير المسح على الخفين (۲)

میں مسح خفین کا اس وقت قائل ہوا جب کہ دن کی روشنی کی طرح یہ مسئلہ میرے سامنے واضح ہو گیا اور جو

---

(۱) صحيح البخاري، كتاب العلم، باب اثم من كذب على النبي ج: ۱ ص: ۲۱، ط: قديمي

(۲) المبسوط للسرخسي، باب المسح على الخفين ج: ۱ ص: ۲۲۹، ط: دار الكتب العلمية بيروت.
عمدة القاري، كتاب الوضوء، باب المسح على الخفين ج: ۳ ص: ۱۴۴، ط: رشيديه.
فتح القدير، كتاب الطهارات، باب المسح على الخفين ج: ۱ ص: ۱۴۴، ط: دار الفكر بيروت

کہ موزوں پر مسح کرنے کی احادیث متواتر ہیں۔

حافظ ابن حجر نے اس سے انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ میں نے ستر صحابہ سے مسح کی حدیث سنی ہے۔ ابن حجر نے کہا:

"افضل المتاخرین و صاحب الاحتجاج و الراوی للمسح علی الخفین" (۱)

میں کہتا ہوں کہ وہ متاخرین میں سے افضل اور مسح علی الخفین کی حدیث کے راوی ہیں۔

ابن حزم کی رائے ہے کہ مسح علی الخفین کی حدیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد اسی سے زیادہ ہے۔ ابن حزم کی یہ رائے بھی درست نہیں ہے۔ ابن حزم کے پیش نظر صرف وہ احادیث تھیں جو انہوں نے اپنی کتاب میں جمع کی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی متواتر احادیث ہیں۔ ابن حزم کو ان کا علم نہیں تھا۔ ابن حزم کی رائے کے مطابق مسح علی الخفین کی احادیث متواتر نہیں ہیں۔ ابن حزم کی رائے درست نہیں ہے۔ ان کے پیش نظر صرف وہ احادیث تھیں جو انہوں نے اپنی کتاب میں جمع کی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی متواتر احادیث ہیں۔ ابن حزم کو ان کا علم نہیں تھا۔ ابن حزم کی رائے کے مطابق مسح علی الخفین کی احادیث متواتر نہیں ہیں۔

ابن حزم نے دعویٰ کیا ہے کہ مسح علی الخفین کی حدیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد اسی سے زیادہ ہے۔ ابن حزم کی یہ رائے بھی درست نہیں ہے۔ ابن حزم کے پیش نظر صرف وہ احادیث تھیں جو انہوں نے اپنی کتاب میں جمع کی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی متواتر احادیث ہیں۔ ابن حزم کو ان کا علم نہیں تھا۔ ابن حزم کی رائے کے مطابق مسح علی الخفین کی احادیث متواتر نہیں ہیں۔

ابن حزم نے دعویٰ کیا ہے کہ مسح علی الخفین کی حدیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد اسی سے زیادہ ہے۔ ابن حزم کی یہ رائے بھی درست نہیں ہے۔ ابن حزم کے پیش نظر صرف وہ احادیث تھیں جو انہوں نے اپنی کتاب میں جمع کی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی متواتر احادیث ہیں۔ ابن حزم کو ان کا علم نہیں تھا۔ ابن حزم کی رائے کے مطابق مسح علی الخفین کی احادیث متواتر نہیں ہیں۔

ابن حزم نے دعویٰ کیا ہے کہ مسح علی الخفین کی حدیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد اسی سے زیادہ ہے۔ ابن حزم کی یہ رائے بھی درست نہیں ہے۔ ابن حزم کے پیش نظر صرف وہ احادیث تھیں جو انہوں نے اپنی کتاب میں جمع کی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی متواتر احادیث ہیں۔ ابن حزم کو ان کا علم نہیں تھا۔ ابن حزم کی رائے کے مطابق مسح علی الخفین کی احادیث متواتر نہیں ہیں۔

ابن حزم نے دعویٰ کیا ہے کہ مسح علی الخفین کی حدیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد اسی سے زیادہ ہے۔ ابن حزم کی یہ رائے بھی درست نہیں ہے۔ ابن حزم کے پیش نظر صرف وہ احادیث تھیں جو انہوں نے اپنی کتاب میں جمع کی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی متواتر احادیث ہیں۔ ابن حزم کو ان کا علم نہیں تھا۔ ابن حزم کی رائے کے مطابق مسح علی الخفین کی احادیث متواتر نہیں ہیں۔

ابن حزم نے دعویٰ کیا ہے کہ مسح علی الخفین کی حدیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد اسی سے زیادہ ہے۔ ابن حزم کی یہ رائے بھی درست نہیں ہے۔ ابن حزم کے پیش نظر صرف وہ احادیث تھیں جو انہوں نے اپنی کتاب میں جمع کی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی متواتر احادیث ہیں۔ ابن حزم کو ان کا علم نہیں تھا۔ ابن حزم کی رائے کے مطابق مسح علی الخفین کی احادیث متواتر نہیں ہیں۔

(۱) عمدۃ القاری، کتاب الوضوء، باب المسح علی الخفین، ج ۳، ص ۱۴۵، دار الطباعۃ۔

موجود ہوئی پھر ہے محدثین نے جن متواتر حدیثوں کو لکھا ہے وہ سب اصطلاحی متواترات ہیں نہ کہ لغوی۔ یہ معلوم ہے پوری صاحب کو تواتر کے بارے میں کیوں پڑا ہے کہ جہاں "تواترت الاخبار" کا لفظ دیکھا یہ فرمانے لگے یہ تواتر لغوی ہے مراد لیا ہے یہ معلوم ہوا "تواتر" کا منصب آپ کو کس نے دیا ہے ہاں یہ صحیح ہے کہ بعض مواقع پر لغوی تواتر مراد ہوتا ہے لیکن عام طور پر قرائن اور بحث و تحقیق سے یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ یہ تواتر اصطلاحی ہے یا لغوی۔ جس کا یہ فن ہے وہ شب و روز اس کی ممارست کرتے ہیں اور حدیث ان کی صنعت کس بن گئی ہے وہ ہی اپنی بصیرت سے اس کا فیصلہ کرتے ہیں وہ علم و زہد کا یہ منصب کہیں سے آپ لے آئے کہ محدثین سے احادیث لوگوں کو اکثر روایت کرتے ہیں اور ان سے پوچھ کر ان سے یقیناً ان سے اتنی زائد ہیں وہ علم سے مراد تواتر ہیں اور باتفاق امت روایت بڑھتے ہی گئے ہیں ہوئے اسی وجہ سے متواترات کی مشہور احادیث کی تعداد بھی بڑھتی گئی ہے ان باتوں میں نقل کرنے والے بڑھ جاتے ہیں اور قرن ثالث میں تو اخبار احاد بھی مشہور متواتر کی کثرت طرق اور کثرت رواۃ کو پہنچ جاتی ہیں جو بے پوری صاحب خود بھی تسلیم کرتے ہیں اس صورت میں اگر کوئی محدث بھی تصریح نہ کرتا کہ یہ حدیث متواتر ہے تب بھی کوئی مضائقہ نہ تھا۔

لیکن باوجود اس کے جب حفاظ ان کثیران کو اخبار متواترہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ حافظ جلال الدین سیوطی ان کو متواتر کہتے ہیں قدماء محدثین میں سے "ابو الحسن السنجری الابری" ان کو متواتر کہتے ہیں اور خود بحث و تحقیق سے بھی یہ بات ثابت کو پہنچ چکی تو خدا را انصاف کیجئے کہ ایسی صورت میں کیا کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ بے دلیل محض اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے یہ کہے کہ تواتر سے لغوی تواتر مراد ہے۔

ابوالحسن ابری قدماء محدثین میں سے ہیں ابن خزیمہ صاحب صحیح سے روایت کرتے ہیں ۳۶۳ھ میں وفات پا چکے ہیں ان کا قول حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۶۔۳۵۸) مقدمہ میں یوں نقل کیا ہے:

وقال ابو الحسن الخسعی الابری

یہ خثعمی کی تصحیف ہے صحیح "السنجری الابری" ہے "سجستانی" کی نسبت غیر قیاسی "سجزی" آیا کرتی ہے مثلاً القاموس میں "سجستان" نہیں آتی جیسے پوری صاحب فرماتے ہیں۔

فی مناقب الشافعی وتواتر الاخبار بان المهدی من هذه الامة وان عیسی یصلی خلفه.

مناقب شافعی میں ہے کہ اس مضمون کی احادیث متواتر ہیں کہ مہدی اس امت سے ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے۔

اصل غرض اس عبارت سے پوری ان دو حدیث کا راوی ہو جس میں "ولا مهدی الا عیسی" آیا ہے لیکن اس سے تین باتیں نکل آئیں:

پس خلاصہ یہ ہوا کہ احادیث نزول مسیح صحیحین کی حد تک ہیں محققین محدثین اور اکثر شارحین کے مذہب کے موافق تو افادہ علم ویقین کے لئے یہ بھی کافی ہے اور اگر مدار تواتر پر بھی ہو تو قرن اول میں ان احادیث کی تلقی بالقبول ہو چکی ہے تو یہ چیز بھی ان احادیث میں موجود ہے اور خواہ مخواہ اس کی ضد سے کہ تواتر اصطلاحی کی مشہور تعریف کی بنا پر متواتر احادیث چاہیں تو پہنچنے نہ پہنچنے تحقیق وتفحص سے یہ بات بھی بخوبی ثابت وثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ احادیث نزول مسیح اصطلاحی تواتر سے متواتر ہیں اور متواتر بھی قطعی الدلالۃ ہیں احادیث متواترہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہونے کے بعد عقیدہ نزول مسیح کی فرضیت قطعیت میں کیا شبہ رہ جاتا ہے اور جحود وانکار کا تو نتیجہ ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ یقین واذعان کی ان مختلف جہات وحیثیات کے بعد بھی اس کے ضروریات دین ہونے میں کوئی شبہ باقی رہتا ہے۔؟ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

نزول مسیح علیہ السلام اور اجماع امت

نمبر (۱۳) میں یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ مستقبل میں جن امور کے متعلق امت کا اجتماع ہوتا ہے اس کی حیثیت کیا ہے؟ کیونکہ امت کا تو غیب کا علم نہیں وہ تو صرف مخبر الغیوب ہی کا خاصہ ہے، اس کا مطلب صاف یہ ہے کہ مخبر صادق نے جو کچھ مغیبات سے اس پر امت کا اتفاق ہے اگر وہ نقل بذریعہ آحاد ہو تب بھی اجماع کے بعد قطعی ویقینی ہو جاتی ہے، اب غور کیجئے کہ کتب حدیث میں جو امہات واصول ہیں مثلاً بخاری، مسلم، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، ترمذی، ابن ماجہ سے لے کر مستدرک حاکم وسنن کبریٰ بیہقی تک بیسیوں کتابوں میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کے مستقل ابواب موجود ہیں سب ہی نزول کی احادیث روایت کرتے ہیں اور نفس نزول میں اسناد کی اعتبار سے کوئی ملت قادحہ نہیں بیان کرتے۔

پھر ان ہی کتب حدیث وکتب تفسیر میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پھر تابعین سے اور تابعین بھی مختلف بلاد کے مدینہ، مکہ، بصرہ، کوفہ، شام وغیرہ کے سب سے نزول مسیح کے بارے میں نقول موجود ہیں، پھر کسی صحابی، کسی تابعی سے نہیں بلکہ کسی امام دین، کسی محدث، کسی مصنف سے بھی اس کا خلاف کسی کتاب میں کسی دور میں کہیں بھی کوئی حرف نقل نہیں ہوا کیا یہ اس کی دلیل نہیں کہ یہ بات اور یہ عقیدہ بالکل اجماعی واتفاقی ہے۔ پھر کتب عقائد میں جو مستند ترین اور اعلیٰ ترین کتب عقیدہ ہیں ان سب میں اس کا ذکر عقیدہ کی صورت میں موجود ہے اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہوگی؟

اس وقت ہم ذیل میں دو اہم ترین ماخذ پیش کرتے ہیں:

① عقیدہ طحاویہ: جو امام ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد وغیرہ حنفیہ کے عقائد میں موثق ترین چیز ہے، اس کی عبارت ملاحظہ ہو:

ونؤمن باشراط الساعة من خروج الدجال ونزول عيسى ابن مريم عليه السلام من السماء.(۱)

خروج دجال اور آسمان سے نزول عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ علامات قیامت پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔

(۲) فقہ اکبر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مشہور ترین متداول کتاب ہے، ابو مطیع بلخی کی روایت سے متن ہے امام ابومنصور ماتریدی جو ماتریدیہ کے امام الہدیٰ ہیں وہ اس کتاب کے پہلے شارح ہیں اس فقہ اکبر کی عبارت یہ ہے:

ونزول عيسى عليه السلام من السماء وسائر علامات القيامة على ما وردت به الاحاديث الصحيحه حق كائن. اهـ.(۲)

آسمان سے عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اور اس کے علاوہ علامات قیامت جو صحیح احادیث میں مذکور ہیں بالکل حق ہیں۔

ان دونوں متن میں جس صراحت کے ساتھ نزول کی بات کہی گئی ہے اس سے بڑھ کر عقیدہ ہونے کی اور کیا قسم کی تصریحات کے بعد کسی منصف کے لئے کوئی شبہ باقی رہتا ہے؟ کیا اس عقیدہ کے اتفاقی ہونے کے لئے مزید کسی دلیل کی ضرورت باقی رہتی ہے؟ یہ عقائد تو وہ ہیں جو بذریعہ توارث امت محمدیہ میں پہنچتے رہے ہیں۔ اب اجماع کی بھی دو تصریحی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں تاکہ بیان سابق کی تصدیق و تائید میں کسی طالب حق کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

امام ابواسحاق الاسفرائینی بخاری جو قرن رابع کے اکابر حفاظ محدثین سے ہیں اور اپنی اسناد سے روایت حدیث کرتے ہیں اپنی کتاب "نور العین" میں فرماتے ہیں:

قد اجمع اهل الاثر وكثير من اهل النظر على ان عيسى عليه السلام ينزل من السماء فيقتل الدجال و يكسر الصليب. اهـ.(تحفۃ الاسلام ص:۱۳۵)

اکثر محدثین اور بہت سے متکلمین کا اس پر اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے دجال کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے۔

یہ ہیں وہ کتب محدثین اور متکلمین سے پیش کردہ شہادتیں جو اس مسئلہ پر محدثین کا اجماع منعقد ہو چکا ہے بعد میں آنے والے متکلمین کے عہد میں خلاف کی ہوگئی تو وہ اجماع سابق کو مضر نہیں، نہ یہ خلاف اتفاقی ہونے کے بعد قابل اعتبار ہے جس کی تحقیق کتب اصول فقہ میں موجود ہے۔ لہٰذا بظاہر یہ خلاف جو بعض متکلمین کی طرف منسوب ہے صحیح نہیں جیسا کہ آگے علامہ تفتازانی کی عبارت سے واضح ہے۔

(۱) شرح العقيدة الطحاوية. شرح اشراط الساعة ص:۵۶۴، ط. المكتب الاسلامي بيروت
(۲) شرح الفقه الاكبر للملا على القاري ص:۱۱۲، ط. قديمي

بہر حال یہ تو ان کی نقل تھی اب سنیے کہ خود محمد ثین نے اس قید محمد ثین کی تشریح اپنی کتاب میں کس طرح کی ہے امام شمس الدین محمد بن احمد خلیلی دمشقی نے اس کی عبارت یوں نقل کی ہے:

واما الاجماع فقد اجتمعت الامة على نزوله ولم يخالف فيه احد من اهل الشريعة وانما انكر ذلك الفلاسفة والملاحدة مما لا يعتد بخلافه وقد انعقد اجماع الامة على انه ينزل ويحكم بهذه الشريعة المحمدية اهـ.

(شرح عقیدہ سفارینی ج ۲ ص ۹۰)

رہا دلیل نقلی سو یہ علامہ ابن ابی العز حنفی نے شرح طحاویہ میں اس کی تشریح میں جو کچھ لکھا ہے اس سے یہ دلیل بھی ہے اور شانِ محمدی پر بھی کہ یہ فلاسفہ و ملاحدہ کے کسی نے خلاف نہیں کیا ہے ان کا خلاف تو بل ہی نہیں۔

سفارینی نے بارہویں صدی کے اکابر محدثین میں سے حنبلی مذہب میں ان میں سے ایک دو کا مختصر سا تذکرہ بھی کیا ہے ان کا نام محمد بن احمد شمس الدین ابن طولون دمشقی ہے جنہوں نے سو سے زائد کتابیں تصنیف کی ہیں ان کی ایک کتاب "سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر" "السحب الوابلة على ضرائح الحنابلة" بھی ہے جس میں ان کا مختصر تذکرہ ہے اور علامہ موصوف "سلک الدرر" میں ان کا ذکر کرتے ہوئے جلیل القدر کتاب سے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وباخره فقد كان غرة عصره وشامة مصره لم يظهر في بلده بعد مثله(۱)

صاحب التاج لکھتے ہیں:

شمس الدين العلامة المسند الحافظ المتقن. "وباجله فتاليفه نافعة مفيدة مقبولة سارت بها الركبان وانتشرت في البلدان. كان اماما متقنا جليل القدر زينة اهل عصره وبقاوة اهل مصره.

یہ مرتضیٰ زبیدی بگلرامی صاحب "تاج العروس شرح القاموس" اور صاحب "اتحاف السادة المتقين بشرح احياء علوم الدين" حدیث میں ان کے تلمیذ ہیں۔

اب آپ نے پوری صاحب سفارینی و چیلان لیے دیکھا کہ یہ دونوں کتب مذکورہ سفارینی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ کل محدثین اور سب متکلمین متاخرین اشاعرہ و ماتریدیہ نے سب کا زمانِ نزول پر اجماع ہے صرف محدثین وفلاسفہ کے منکر ہیں اس قسم کے مواضع میں جب اجماع کا دعویٰ کیا جاتا ہے اس سے اجماع تامّ حقیقی مراد ہوتا ہے اجماع سکوتی کو کبھی بھی اس میں داخل نہیں کرتے ہے پوری صاحب دیکھیے

---

(۱) سلك الدرر في اعيان القرن الثاني عشر ذكر محمد المصري ج ۱ ص ۸۲ ط ابن زريق

[illegible] ولی مخلوقی اجماع ہو گا جس اپنی صدق پر [illegible] ہے اس لئے یہ دلیل اپنی ہیت [illegible] نہیں، جب تک کوئی صریح دلیل اس کے خلاف قائم نہ ہو اجماع سے نبی اجماع صحیح اجماع قاطع مراد ہو گا اس کو اس پر اصرار ہے کہ یہ اجماع سکوتی ہے تو اس کوئی دلیل پیش کریں، ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

یہ واضح رہے کہ تابعی امر کے بعد اجماع کا نقل ایسی تالیفات سے ہوتا ہے جن میں عموماً ایسے امور پر اجماع نقل کیا جاتا ہے جن پر عمل ہوتا ہے آج تک تابعی امر میں کسی ایسے تالیف کا علم نہیں اور خلف میں بھی نہیں معمول چلا آرہا ہے یہ بھی نہ ہوا اور نہ ہوتا ہے ہر چوتھی صدی میں کسی زیادہ کا استادی اجماع تحقیق کیا ہو اس قسم کے خیالات کسی خطاء میں اگر بات بھی نہ ہوتی تو ہم یہاں پر اس کے غلط ہونے کو ثابت کرتے کیونکہ اس امر میں تمام نقل ہوا ہے اور امت نے کتاب اجماع سے دو ہی قطعیت کو تحقیق کئے ہیں ان میں بھی اس سے زیادہ اجماع کا ثبوت نہیں کسی کتاب میں کوئی شخص نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور نقل کیا ہے اب تک امت کے کسی عالم نے اپنی تالیفات میں اس عمل کا انکار نہیں کیا ہے آگے اللہ تعالیٰ توفیق دیں۔

خلاصہ بحث

اس طویل بحث کا خلاصہ حسب ذیل امور میں پیش کیا جاتا ہے:

① نزول مسیح علیہ السلام کا عقیدہ امت محمدیہ میں قرآن پاک کے بعد یقینی قطعی ثبوت ہے اس کو تواتر تحقیقی حاصل ہے قطعیت کے لئے یہ تواتر کافی و مستقل دلیل ہے جس کی تفصیل نمبر (۱) میں گذر چکی ہے۔

② یہ عقیدہ اگرچہ قرآن مجید میں بھی اس کا اشارہ موجود ہے، مثلاً اہل علم اور بعض دیگر تفسیری روایات میں مسیح علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔

③ نزول مسیح کی احادیث باتفاق امت صحیح ہیں جو بعد تحقیق امت کے نزدیک مقبول ہوئی ہیں اور بالتصریح خلاف حدیث دو اصطلاح متواتر ہیں اور خارق بہت تحقیق سے بھی ان حدیثوں یا قوں کی قطعیت میں کوئی شبہ نہیں۔

④ نزول مسیح کے بارے میں امت محمدیہ کا اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے قدماء محدثین و متکلمین اس حدیث کو نقل کرتے ہیں اور آج تک کسی کتاب میں کسی کا اہل حق میں سے انکار یا خلاف منقول نہیں۔

⑤ غرض یہ کہ عقیدہ نزول مسیح مختلف جہات مختلف عبارات سے قطعی ہے ضروریات دین میں داخل ہے ضروریات ہونے کے بعد صرف بطلان زیغ یا قلبی زیغ ہو سکتا ہے یا عقلی استبعاد کی بنا پر انکار کرنا اور اس کے لئے حیلے تراش کرنا اور پھر دعویٰ کرنا کہ ہمارا ان قرائن کا شبہ نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ضروریات دین کا اہم ترین جزء ہے، حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بات فرما چکے ہوں اور قطعی ذرائع سے ہم تک پہنچ جائے پھر اس کا ضروریات دین میں داخل نہ ہونا ایمان کا جزء بننا بالکل تحد وتناقض دعویٰ ہے اور پیغمبر اسلام کی تکذیب ہے، اگر تصدیق رسول ضرورت دین میں داخل ہے تو کوئی راستہ ماننے کے سوا نہیں، اس کی کیفیت سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اگر فرشتہ آسمان سے اتر سکتا ہے اور بصورت دحیہ کلبی متمثل ہو سکتا ہے تو ایک نبی کا آسمان پر چلا جانا اس میں کون سا عقلی استبعاد ہے ﴿فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾ [مریم:۱۷] ﴿لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ﴾ [ھود:۶۹] وغیرہ آیات قرآنیہ میں بشکل انسانی فرشتہ کا متمثل ہونا بالکل منصوص ہے، انبیاء علیہم السلام کی روحانیت ان کی قوت قدسیہ کی وجہ سے بھی غالب ہوتی ہے اس لئے ان کے اجساد مبارکہ پر روحانی کیفیات جسمانی طاری ہو سکتی ہیں۔ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی اور جسد عنصری کا عروج نص قرآن مکہ سے بیت المقدس تک ثابت نہیں؟ اور آگے آسمانوں پر صعود وعروج احادیث متواترہ سے ثابت نہیں؟ کیا اس پر یقین اہل حق کا عقیدہ نہیں؟ تو جیسے یہاں صعود ونزول آنا فانا قابل انکار نہیں، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی پھر حق تعالیٰ جل شانہ کے ارادہ کی متعلقہ جذب نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا ہو تو اس میں کون سی حیرت کی بات ہے۔ آج کل سمریزم اور اسپچ ازم کے ظاہرات کا اگر کسی کو ذرہ بھر بھی علم ہو تو ان خوارق الٰہیہ میں ذرا بھی شبہ نہیں کر سکتا۔

نہ یہ چیز تو ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے، کہنا صرف اتنا ہے کہ جب خدا ورسول کوئی بات ارشاد فرما دیں ہمیں بجز تسلیم کی کوئی مخلص نہیں، قولہ تعالیٰ ﴿مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾ [الاحزاب پ:۲۲] اللہ ورسول کے فیصلہ کے بعد کسی مرد مومن یا عورت مومنہ کو ماننے نہ ماننے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

عقیدہ کی تنقیح کے دو جزء ہیں: یعنی علیہ السلام کا جسمانی رفع اور پھر قیامت کے قریب آسمان سے نزول، یہی دو چیزیں ضروریات دین میں داخل ہیں، جب نزول مانا جائے گا تو رفع جسمانی خود بخود ماننا پڑے گا، اس لئے اس مضمون میں اس جزء کو نہیں لیا گیا باقی یہ تفصیلات کہ رفع سے پہلے موت طاری ہوئی تھی یا نہیں؟ تھوڑی دیر کے لئے یا زیادہ کے لئے؟ رفع بحالت حیات ہوا وغیرہ وغیرہ ان جزوی تفصیلات میں کچھ کچھ سلف سے خلاف منقول ہے لیکن اہل حق اور جمہور اہل سنت کا اس میں مرجح فیصلہ یہی ہے کہ جسد عنصری کے ساتھ بحالت حیات رفع آسمانی واقع ہوا اس وقت صرف مسئلہ نزول کو اصولی حیثیت سے واضح کرنا تھا، اتنا عرض کر دیا گیا اسی پر کفایت کی جاتی ہے تو توقع ہے کہ طالب حق کے لئے اتنا لکھنا کافی ہوگا۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

[شعبان ۱۳۹۱ھ]

عقیدۂ ختم نبوت

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ الطاہرین و صحبہ اجمعین۔

امت مسلمہ دین اسلام کی اساسی اکائی ہے ختم نبوت کا عقیدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کی ہدایت کے لئے اللہ وہدایت کا جو سلسلہ جاری فرمایا وہ نبوت و رسالت کا سلسلہ ہے اس کی ابتداء حضرت آدم علیہ صلوات اللہ وسلامہ سے ہوئی ہے اور اس عمارت کی تکمیل کی آخری اینٹ حضرت سیدنا محمد خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ہے اور یہ ظہور پذیر ہے۔

اللھم صل علیہ صلاۃ تکرم بھا مثواہ وتشرف بھا عقباہ وتبلغ بھا یوم القیامۃ مناہ ورضاہ و بارک وسلم۔

ختم نبوت کے اس عقیدہ پر خدا تعالیٰ کی سب سے آخری آسمانی کتاب قرآن کریم کی بے شمار تصریحات موجود ہیں اور اس صریح ثبوت کے اعتبار سے قطعی ہے اسی طرح احادیث سے بھی قطعی اور یقینی ثبوت پایا ہے۔ خاص ہے کہ کسی مسئلہ میں قرآن کریم کی ایک آیت کا ثبوت بھی اگر قطعی الدلالۃ ہو تو مضمون کی قطعیت کے لئے کافی ہے چہ جائیکہ قرآن کریم کی ایک دو سے زائد آیات ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس قطعیت کی نظیر قرآن کریم میں بھی کم ملے گی۔

اسی طرح عقیدۂ ختم نبوت پر احادیث نبویہ بھی تواتر کو پہنچی ہیں اور تواتر بھی ایسا ہے کہ جس کی نظیر احادیث متواترہ کے ذخیرہ میں کمیں نہیں ملتی۔ صحاح احادیث سے یہ عقیدہ ثابت ہوا ہے تو یہ قرآن و حدیث میں اس قطعیت کی نظیر کسی اور مسئلہ میں کمیں نہیں ملے گی۔ پھر امت محمدیہ کا اس پر اجماع بھی ہے اور یہ صرف امت محمدیہ ہی کا اجماع نہیں بلکہ تمام کتب سماویہ کا اس پر اجماع ہے اور تمام انبیاء کرام کا اس پر اجماع ہے عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام علیہم صلوات اللہ وسلامہ کا یہ عہد و پیمان ہے۔

پس جس طرح توحید الٰہی تمام ادیان کا اصل عقیدہ ہے اسی طرح ختم نبوت کا عقیدہ بھی تمام کتب و تمام انبیاء کرام اور تمام ادیان سماویہ کا متفق علیہ اور اصل عقیدہ ہے آغاز انسانیت سے لے کر آج تک اس پر ہمیشہ اتفاق رہا ہے کہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں گے اور سلسلہ نبوت و رسالت آپ کی ذات گرامی پر ختم ہو جائے گا۔ اصولی و اعتقادی مسائل میں انبیاء کرام کے درمیان کبھی اختلاف نہیں ہوا بلکہ وہ امور جن میں متفق علیہ ہے ہیں۔ پس جس طرح دیگر عقائد دینیہ تمام ملتوں میں مشترک ہیں بعینہ اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ صلوات اللہ وسلامہ کا آخری نبی ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل کا قائم ہونا تمام انبیاء کرام کی شریعتوں اور آسمانی کتابوں کے مسلمات میں سے رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتب سماویہ میں اس کی شان

گئی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر آپ کے القاب، آپ کا خاندان، آپ کا ملک، آپ کی جائے ولادت، آپ کے دار ہجرت وغیرہ کی خبریں دی گئیں۔ مزید اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر مرتبہ تمام اقوام عالم پر اپنی حجت پوری کردی اور اسلام کی پوری تاریخ میں اس جماعتی عقیدے کا ظہور اس طرح ہوتا رہا کہ جب بھی کوئی مدعی نبوت کھڑا ہوا اس کا مقابلہ کیا گیا یہ اس عقیدے کا عملی ثبوت تھا جو اسلام کے ہر دور میں ہوتا رہا اور جس پر امت کا تعامل مسلسل جاری رہا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے دور میں مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں جنگ یمامہ ہوئی جس میں سات سو حفاظ قرآن شہید ہوئے۔ جو صحابہ کرام میں اس قرآن کے قلب سے مشہور تھے۔ کلمہ اسی عقیدے کی حفاظت کے لئے سب سے زیادہ صحابہ شہید ہوئے اور اسی بنیاد کو مضبوط کرنے کے لئے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خون کی قربانیاں پیش کیں۔ معرکہ حق و باطل سب سے پہلے اسی عقیدہ کی خاطر برپا ہوا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس خون سے اس بالیدگی کو سینچا گیا۔ یہ حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے دور میں اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کے فتنوں کو پیدا کرکے قیامت تک آنے والی امت کو دو ٹوک اور فیصلہ کن انداز میں بتادیا کہ محمد الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص بھی نبوت کے دعوے کرے گا اس کا انجام کیا ہوگا۔

قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ پودا

الغرض یہ عقیدہ اتنی بنیادی اور اساسی حیثیت کا حامل ہے کہ اسے ہر دور میں ہر آنے والے فتنہ کے مقابلہ میں ایک معیار کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اسی کی مسلسل تائید و تلقین کی جاتی رہی ہے۔ برطانوی استعمار نے جھوٹی نبوت کا فتنہ کھڑا کیا یہ اور بات ہے کہ مرکز نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اس کے نازل ہونے سے اسلام کی حفاظت مقدم ہوجاتی ہے۔ اس پر جاری ضرب لگانے کی کوشش کی گئی۔ اس کے لئے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ما علیہ کا انتخاب کیا گیا۔ متحدہ ہندوستان اسلامی حکومت کے سائے سے محروم تھا۔ مرزا کا حشر بھی ۱۸۵۷ء کی طرح مسیلمہ کذاب وغیرہ سے مختلف نہ ہوتا۔ اس لئے مسلمان حوالے دینی تحفظ اور مزاحمت کی جگہ کیسے کرسکتے تھے۔ برطانوی حکومت اپنے تمام تر وسائل سے اس فتنہ کی پرورش اور اپنے خود کاشتہ پودا مرزا غلام احمد قادیانی کی حفاظت کرتی رہی۔

قادیانیت کے خلاف علامہ کشمیریؒ کا جہاد

امت کے جس کاز کے لئے اس فتنہ کے تخصص کے لئے کوششیں کی گئیں ان میں سب سے زیادہ اقدامی شان حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی اور ان کا علوم دیوبند پر اور اسلامی اور دینی مرکز الٰہی سے انتساب ہونا۔ اس تخم خبیث کی جڑوں کو کاٹنے میں مصروف رہا۔ قادیانیوں کے شیطانی

⑧ علمی دقائق کی تشریح پر اردو میں قادر ہو اور قلمی افادات سے عوام کو مستفید بنانے کی قابلیت رکھتا ہو۔

⑨ تالیفی ذوق رکھتا ہو، تصنیفی ملکہ حاصل ہو تاکہ مناسب عنوانات سے مضمون کو آسان کر سکے۔

⑩ حضرت امام العصر رحمہ اللہ سے انتہائی عقیدت و محبت ہو کہ مشکلات حل کرنے میں گھبرا نہ جائے اور غور و خوض سے اکتا نہ جائے۔

⑪ محنت و عرق ریزی کا عادی ہو، دل کا ورد رکھتا ہو، تاویا نیت سے بغض ہو۔

⑫ اپنے علمی کاموں میں محض رضائے حق کا طالب ہو حب جاہ و شہرت سے بالاتر ہو۔

⑬ عام علمی مہارت اور ادبی ذوق کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ عربیت و بلاغت کے سمجھنے کی قابلیت رکھتا ہو اور معانی بلاغت کی نکتہ سنجیوں سے واقف ہو۔

یہ دس امور تھے جو ارتجالاً زبان قلم پر آ گئے "عشرہ کاملہ" کے بعد اب مترجم صحیح ترجمہ پر قدرت پا سکتا ہے مجھے کسی سے توقع نہ تھی کہ یہ خدمت صحیح طور پر انجام دے سکے گا میری خود بھی ہمت نہ تھی کہ اس شق و وق صحراء میں قدم رکھوں اگر چہ عرصہ دراز سے احساس تھا کہ اس سے ترجمہ و تشریح کی ضرورت ہے، جس وقت شباب تھا اور فرصت بھی تھی دماغ میں تازگی تھی اور عبدا فوری کی صحبتوں کی یاد تازہ تھی اس وقت توجہ نہ کر سکا اور اس سعادت سے محروم رہا حالانکہ "نفحۃ العنبر" میں ۴۵ برس پہلے لکھ چکا کہ خدا کی قسم! فوری حوم کے باغ و بہار اور دینی علوم کا نمونہ اگر دیکھنا ہو تو رسالہ خاتم النبیین ملاحظہ کیا جائے۔ (۱)

---

(۱) نفحۃ العنبر کا متعلقہ اقتباس حسب ذیل ہے:

"اودع الشیخ فیها نکات واسرارًا وهبةً ما یرهف الالباب والبصائر و یروح القلوب والخواطر، احتوت علی حقائق سامیة وبانیة و بدائع حکم الهیة، یهمت لها الخیال وتحار لها العقول، ستحتس اوان مطالعتها ان المزنة السحاء یهطل بدیمها، اوان البحر الذاخر یسمع یعبه، والهم الله، ان محاسنها الجلیة تاخذ بالقلوب، لاادری بای وصف اصفها، ودرفاق بهاؤها، وغرر شاع ضوئها و سناؤها، وزهر فاح ارجها وراق وهاؤها، لله من حکم یانیة سمح بها صدره ولله من معارف عالیة نثرت من سنی قلمه". [نفحۃ العنبر فی حیاۃ امام العصر الشیخ انور ص: ۱۲۹، ط: المکتبۃ البنوریۃ]

ترجمہ: حضرت شیخ نے اس میں وہ ربانی اسرار و نکات درج کئے ہیں جن سے فہم بصیرت کو جلا ملتی ہے اور روح و قلب کو وجد آ جاتا ہے یہ رسالہ ان بلند پایہ حقائق ربانیہ اور حکمت طبیہ کے نوادر پر مشتمل ہے جن سے خیال بہوت اور عقل ششدر رہ جاتی ہے، اس کے مطالعہ کے وقت ایسا محسوس ہوگا کہ بادل برس موسلا دھار برس رہے ہے یا بحر محیط ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ خدا کی قسم! اس کے محاسن دلوں کو پکڑ لیتے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ کن الفاظ سے اس کی تعریف و توصیف کروں۔ یہ وہ موتی ہیں جن کی رونق سب پر فائق ہے۔ یہ وہ گوہر ہیں جن کی تابانی و درخشانی ثریا سے فائق ہے۔ یہ وہ کلیاں ہیں جن کی خوشبو مہک رہی ہے سبحان اللہ! کیا یمانی حکمتیں ہیں جو سینہ انور سے تجلیں اور ماشاء اللہ کیا یمانی اہل معارف ہیں جو آپ کی زبان قلم سے نکلے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایات سے تمام امور بخیر و خوبی انجام پائے۔ مخلص رفیق کار مولانا محمد یوسف صاحب مدنی باوجود کئی حملوں کے اس اشاعت کے وقت تک بالکل تندرست اور خدمتِ دین کے لئے سرگرم رہے۔ آخر میں تقریر کے فوائد سے نہایت کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہونے اور اس طرح دینی خدمت کا حق ادا کرنے کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں قبول ہونے اور مغفرت کے لئے ذریعہ بنانے اور اخلاص و للہیت کو اولاد اور تلامذہ میں منتقل ہونے کی دعا کرتا ہوں۔ آمین۔

هدية المهديين فی آية خاتم النبيين

حال ہی میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دہلوی (کراچی) کا عربی رسالہ "هدية المهديين فی آية خاتم النبيين" شائع کیا گیا ہے۔ مصنف نے اس رسالہ کو امام الہند حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری کے خطبہ صدارت کی تکمیل میں مرتب فرمایا تھا۔ اس میں ختم نبوت پر ۳۳ آیات، ۴۵ احادیث صحیحہ، تابعین کے آثار، علماء امت کے ارشادات اور کتب سابقہ کی شہادتوں کا بے نظیر ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ عربی میں اپنے موضوع پر جامع ترین کتاب ہے جس پر حضرت امام العصر نے حضرت مصنف کو ہدیۂ تبریک دیا تھا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے اس کی اشاعت اس مقصد کے پیش نظر کی گئی ہے کہ عرب ممالک اور عالم اسلام کی دوسری زبانوں کے علماء کو بھی اس سے استفادہ کا موقع ملے اور یورپ سے ان ممالک میں جو مسلمان کے بھیس میں کتابیں پہنچائی جاتی ہیں جن کا دینی فتنہ اور اثرات ہیں اور جہاں عالمی زبانوں میں مستند اور مضبوط طریقہ کا تقاضہ شدت سے ہو رہا ہے امید ہے کہ یہ کتاب اس کا ایک اچھا نمونہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو ایک ذخیرہ بنا دے جو ہمارے اور ہمارے اسلاف کے لئے صدقہ جاریہ بن جائے۔ اس کی تکمیل میں جن حضرات نے مالی تعاون فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس صدقہ جاریہ کی طرف توجہ دلائی جائے۔ وہ حسب استطاعت اس کے سو دو سو ہزار ہزار نسخے فریضۂ تبلیغ کی خاطر تقسیم کرا دیں۔ یا یہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے پیش کردہ اس صدقہ جاریہ کی تحریک میں حصہ لیں۔ اس کتاب کی اصل لاگت پر وصولی جاری ہے۔ فی سیکڑہ ۳۰ تیس صد روپے اور فی ہزار ۲۳۰۰ تیئیس سو روپے۔ اس چھوٹی سی کتاب کے ایک نسخہ کی قیمت بھی ۱۰ دس روپے ہے۔ اس نے اثرات انتہائی مفید دیرپا اثرات میں ایک زبردست کارنامہ ہے۔ میں تمام احباب مخلصین سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ قومی ملی فریضہ کی طرف متوجہ ہوں اور اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ واللہ الموفق لکل خیر و سعادۃ۔

[نقاری الثانیہ ۳۹ھ - جون ۱۹۷۰ء]

دین اسلام کا سب سے بڑا شعار عقیدۂ ختم نبوت

[illegible] کا عقیدہ [illegible] کے تمام [illegible] سے زیادہ اہم اور [illegible] ہے۔ [illegible] اسلام کا [illegible] ہے۔ [illegible] کا [illegible] ہے۔

[illegible] اس [illegible] کا [illegible] ہے۔ [illegible] کا [illegible] ہے۔ [illegible] کا [illegible] ہے۔

اسلام کے خلاف یورپ کی سازش

پر مضامین لکھے کتابیں لکھی گئیں لیکن برطانیہ نے بہت ہوشیاری اور تدبر کے ساتھ اس کی ترویج و تقویت اور پشت پناہی میں پورا زور صرف کر دیا اور آج اسی کے نتیجہ میں دنیا کا کوئی گوشہ باقی نہیں رہا کہ جہاں سے اس خود کاشتہ پودے کے ثمرات وہاں نہ پہنچے ہوں۔ ہندوستان میں تو اس کا مرکز ہی ہے امریکہ نیٹو دنیا سے کر فلسطین تک مکہ اسرائیل کی نامنہاد حکومت میں بھی اس کا مرکز ہے۔ کہ پاکستان کی موجودہ حکومت کا دعویٰ ہے کہ وہ اسلامی حکومت ہے اور دستور کے اندر بھی یہ لکھا گیا ہے کہ مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا عقیدہ رکھے تو اس کو فوراً قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دینا چاہیے کہ یہ ایک اسلامی حکومت کا اولین ترین فرض ہے۔ مقام مسرت ہے کہ مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کی دعوت پر تمام اسلامی ممالک کی اسلامی جماعتوں کا اجتماع ہوا اور بالاتفاق یہ قرار داد پاس ہوئی کہ امریکی قادیانی جہاں بھی ہوں انہیں مسلم اقلیت میں صرف پاکستان نے ایک نمائندے نے اتفاق نہیں کیا۔ الحمد

جس حکومت کے نمائندے کو سب سے پہلے سبقت سے جانا چاہئے تھی وہی مخالف رہا۔ کہنا یہ ہے کہ حکومت پاکستان کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اس عقیدہ کی حفاظت کرے اور ملک کے جو باشندے اس عقیدہ کے خلاف ہیں ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کے ساتھ بقیہ غیر مسلم اقلیتوں کا معاہدہ کرے۔ حق تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں اور اس پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں تاکہ قیامت کے روز سرخروئی نصیب ہو اور دنیا میں بھی ہم مسلمانوں اور مسلمان حکومتوں کے سامنے رسوا نہ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت کر کے آپ کی شفاعت کبریٰ کے مستحق ہوں۔

تخلیق کائنات کا مقصد

قرآن مجید میں بہت سی جگہ عقیدہ آخرت کے اثبات کے لئے یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ اگر اس کائنات کی تخلیق کا مقصد صرف یہی ہوتا کہ اس دنیا کا نقشہ وجود میں آ جائے اور اس کا کوئی نتیجہ نہ ہو تو یہ محض بے فعل عبث اور کھیل تماشا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات قدوس صفات جل شانہ بلند و بالا اور عبث و لعبی سے پاک و منزہ ہے:

﴿افحسبتم انما خلقناكم عبثا وانكم الينا لا ترجعون﴾ [المؤمنون: ۱۱۵]

پس کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف واپس نہیں جاؤ گے۔

یہ کارخانہ عالم بے نتیجہ و بے مقصد نہیں بلکہ ذریعہ و وسیلہ ہے ایک بڑے مقصد کا، یہ جو دنیا و عناصر اور اجرام فلکی و ارضی کی زندگی خود مقصد نہیں بلکہ یہ تمہید ہے آخرت کی، جہاں کی زندگی ابدالآباد تک کی زندگی ہوگی۔ سورہ فاتحہ سے سورہ ناس تک بے شمار مقامات پر مختلف اسلوب اور ترتیب مؤثر انداز میں یہ حقیقت بار بار ذہن نشین کرائی گئی ہے۔ سورہ فاتحہ میں جسے ایک مسلمان کم از کم ۳۲ مرتبہ روزانہ پڑھتا یا سنتا ہے حق تعالیٰ کی ربوبیت

اور رحمت عالم کے فرمان "یوم الدین" کی مالکیت اور بادشاہی کا اعلان کیا جائے تاکہ ہر لحظہ یہ مقصد پیش نظر رہے کہ یہ دنیا مقصد نہیں بلکہ منزل مقصود آخرت اور صرف آخرت ہے۔

پاکستان کا مقصد

ٹھیک اسی طرح یہ سمجھنا چاہیئے کہ مملکت خداداد پاکستان جسے ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۷ء تک کی خونیں اور صبر آزما جدوجہد آزادی کے بعد حاصل کیا گیا جس کے لئے جان و مال، عزت و آبرو کی بے مثال قربانیوں کی کہیں جس کی خاطر لاکھوں مسلمانوں کو اپنے وطن کی وہ جدائی برداشت کرنا پڑی جس کی ٹیس آج تک محسوس کرتے ہے تاریخ شاہد ہے اور جس کو خدا اور رسول کے مقدس نام پر وجود "الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا واسطہ دے کر حاصل کیا گیا آج اس کا مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ آزادی مل جائے کہ فرنگی کی جگہ بڑے بڑے مسلمان سرمایہ دار اور جاگیردار آجائیں، بڑے بڑے کارخانے ہوں، فلک بوس عمارتیں اور خوشنما بلڈنگیں ہوں، فراخ سڑکیں اور موٹر کاریں ہوں، عیش و عشرت کے سامان ہوں، ریڈیو اور ٹیلیویژن ہوں، شاندار ہوٹل اور کلب گھر ہوں، رقص و موسیقی کی محفلیں ہوں، شراب و شباب کی ہوس ہو، سود اور رشوت کا بازار گرم ہو، غلام ہونا اضافی کا دور دورہ ہو، اور قانونیت کی آڑ میں خدا کا خوف ہونا قانون کا زور ہو، کمزور اور بے بس فرض ہو، مخلوق کو خالق کی جائز محفوظ ہو، اور کسی کی جان محفوظ نہ ہو، پولیس اپنے منصب کی پروا کرنے کے بجائے رشوت سے روٹی کمانے کے لئے ممکن ہو، ایک طرف کارخانوں پر کارخانے بنتے جائیں اور دوسری طرف ملک کا کاروبار چلانے والے جوں کا محتاج ہو، الغرض دولت کی کل پیداوار ہو، اور کسی کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے والے، ایمانی عقائد پر حملہ کرنے، اخلاق تباہ کرنے، معاشرہ کو مفلوج کرنے، مگر قانون سے روکنے میں کامیاب ہو، الغرض یہاں جو کچھ ہو رہا ہے اگر یہ ملک اسی کے لئے بنا تھا تو آزادی کے لئے اتنا خون کس کی رگوں میں تھا اور رسول کے مقدس نام کو استعمال انہی مقاصد کے لئے ہوا تھا، پاکستان کی تخلیق کرنے والوں نے اسی کے لئے کی تھی تو ہم نے خود اپنے اوپر کتنا بڑا ظلم کیا اور بھری دنیا کو کتنا بڑا دھوکا دیا، یہ سوچنے کا مقام ہے ایک دوسرے پر الزام تراشی سے ہم ملک میں بھی بڑے بڑے فتنے پیدا کر رہے ہیں۔

واضح حق تعالیٰ نے ارشاد کے مطابق آدمی کی تخلیق دنیا و عقبیٰ آخرت کے لئے ہوئی ہے اور جزا و سزا میں یہ ان عدل کا مدار ہے جزا دینا کافر قرار دیئے گئے مجرمین کو سزا اور صالحین کو جنت دینے تو تمام کا تمام نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے، اسی طرح اگر پاکستان کا مقصد اسلامی حکومت، اسلامی دستور اور اسلامی قانون نہ ہو تو پھر تمام نظام ہے کار ہو کر رہ جائے گا اور اس کی دنیوی حیثیت بھی نہ رہے گی۔

---

(۱) پاکستان کا مطلب کیا "لا الہ الا اللہ" تحریک پاکستان کے دوران بچے بچے کی زبان پر تھا، ان پڑھ دیہاتی بھی اس کا مطلب یہی سمجھتے تھے کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔

تاسیس پاکستان کا اصل مقصد

پاکستان کی تاسیس کا اصل مقصد یہ تھا کہ اس ملک میں اسلام کا قانون رائج ہو، ایک صالح معاشرے کی تشکیل ہو، فواحش و منکرات کا قلع قمع کیا جائے، بے حیائی و عریانی کا جو سیلاب خدا فراموش ملکوں سے آ رہا ہے اس سے محفوظ رہا جائے، ظلم و عدوان کو مٹایا جائے، اسلام کے عدل و انصاف کے سائے میں ہر شخص اطمینان و سکون کی زندگی بسر کر سکے، قوم کے نادار افراد کی دستگیری کی جائے، کس قدر حیرت و افسوس کا مقام ہے کہ تیس سال کے طویل عرصہ کے بعد بھی ہم اسلامی قانون کے سایہ رحمت سے محروم ہیں، ملک اسلام اور مسلمانوں کا ہے، حکومت مسلمانوں ہی کی ہے، حکومت کا سرکاری مذہب اسلام ہے، مگر نہ اسلامی دستور ہے، نہ اسلامی قانون، قوم بار بار مارشل لاء کے سائے میں زندگی گذارنے پر مجبور ہے، اس سے بڑھ کر افسوس کی بات یہ ہے کہ اس اسلامی ملک میں کوئی اسلامی حکومت آج تک مسلم اور غیر مسلم کے درمیان سرکاری طور پر کوئی حد فاصل قائم نہیں کر سکی، گذشتہ دور حکومت میں یہ سستا اصول بنا لیا گیا تھا کہ جو شخص بھی اسلام کا ادعا کرے وہ مسلمان ہے، ایک شخص حکومت کے سرکاری مذہب سے بغاوت کر کے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کرے، ارشادات نبوت کو جھٹلائے، الحاد و تحریف کے ذریعہ دین کی ساری جڑوں کو کھوکھلا کر دے، مرزائی بنے، پرویزی بنے، منکر حدیث، نماز، روزہ کا مذاق اڑائے، انبیاء کرام کی توہین کرے، مگر یہاں اس کے اسلام پر کوئی آنچ نہیں آتی اور وہ جوں کا توں مسلمان رہتا ہے اس سے بڑھ کر ستم ظریفی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک مسلمان ملک میں اسلام کے حقوق محفوظ نہ ہوں۔

قادیانیوں کے بارے میں عدالت کے فیصلے

تاہم اس پر آشوب اور تاریک فضا میں بھی روشنی کی کرن کبھی کبھار پھوٹ نکلتی ہے۔ مرزائی امت کی شرعی اور قانونی حیثیت کیا ہے؟ اس نکتہ پر سابق ریاست بہاول پور کے جج جناب محمد اکبر صاحب (۱) کا تاریخی فیصلہ ایک مسلمان جج کے ایمان کا شاہکار تھا قیام پاکستان کے بعد جناب شیخ محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی نے ان کے کفر کا فیصلہ دیا (۲) اور اب یہ تیسرا فیصلہ ہے جو جسٹس آباد کے سول جج جناب محمد رفیق گوریجہ پی سی ایس نے

---

(۱) بمقدمہ مسماۃ غلام عائشہ بنت مولوی الٰہی بخش۔ بمقدمہ عبد الرزاق ولد مولوی جان محمد، یہ مقدمہ دو سال تک زیر سماعت رہا اور فاضل جج نے فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۳ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ کو فیصلہ سنایا فیصلہ مقدمہ بہاول پور کے نام سے طبع ہو چکا ہے اور نہایت قیمتی دستاویز ہے۔

(۲) بمقدمہ امۃ الکریم بنت کرم الٰہی بنام لیفٹیننٹ نذیر الدین پسر مسٹر محمد دین، یہ فیصلہ ۳ جون ۱۹۵۵ء میں سوسائٹی تحفظ ختم نبوت تفلق روڈ ملتان سے شائع ہو چکا ہے۔

جنہیں فیصلہ کرتے وقت نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ان میں ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ ایک مسلمان مرد کے ساتھ مسلمان عورت کے نکاح کو ناجائز قرار دیتے ہوئے جسٹس ریاض احمد چیمہ نے لکھا ہے:

"یہ فیصلہ ہے حد تک تحسین اور قابل مبارک باد ہے، جہاں تک مختلف مذاہب کے مابین شادی کی مبارک باد پیش کرتے ہیں، وہاں موجودہ مارشل ازم حکومت کے دور میں عدلیہ کی آزادی بھی قابل صد تحسین ہے جس کی وجہ سے فیصلہ ہذا جرأت ایمانی کا مظاہرہ کرتا ہے کہ وہ شرعی اور اسلامی قانون کے مطابق عدل اور منصفانہ فیصلہ کرتے کہ چونکہ قادیانی مسلمان نہیں اس لئے کسی مسلمان عورت اور قادیانی مرد کے درمیان عقد نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

فیصلے کا پورے ملک کے بہت سے اخبارات و جرائد میں شائع ہو چکا ہے یہاں ہم اس فیصلے کے چند اہم نکات کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں:

فیصلہ جیمس آباد کے اہم نکات

نکتہ اول: مسلمان کسے کہتے ہیں؟

سب سے پہلا نکتہ یہ ہے کہ اسلام کی تعریف کیا ہے؟ اسلام اور کفر کے درمیان حد فاصل کیا ہے؟ اور وہ کون سی چیز ہے جو ایک مسلمان کو غیر مسلم سے ممیز کرتی ہے؟ اس نقطہ پر بحث کرتے ہوئے فاضل جج اپنے فیصلہ میں "محمد علی" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"کوئی شخص جو اسلام لانے کا اعلان کرتا ہے اسے بنیادی طور پر دو عقیدوں میں خدا کی وحدانیت اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیغمبر ہونے کا اقرار کرنا ہے وہ مسلمان اور مسلم امہ کا رکن بن جاتا ہے۔"

یہ دو عقیدے وہ لکھتے ہیں: "جو دو اصل جو خدا کی وحدانیت اور رسول عربی کی پیغمبری پر ایمان رکھتا ہے وہ اسلام میں آجاتا ہے۔"

اسی طرح عبدالرحیم کی کتاب "محمد" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"اسلامی عقیدہ خدا کے واحد کی حاکمیت اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی کی حیثیت سے ان کی صداقت پر مشتمل ہے۔"

یہ دونوں تعریفیں جو اپنے مفہوم میں متحد ہیں، بالکل صحیح اور درست ہیں۔ ہر مشرق و مغرب میں اسلام اور مسلمان کے اس عقیدہ کا نام ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے اس پورے دین کو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

(۱) بحوالہ "ہفت روزہ اہلحدیث" لاہور مورخہ ۱۳ تا ۱۹ اگست ۱۹۸۹ء صفحہ ۱۲ کالم ۱ و ۲ پر شائع شدہ رپورٹ۔

[illegible] کی تصدیق کرتا ہے۔ اس معاملہ میں چند اصولی چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔

اول تو اس مجموعہ سے اتنا ہوا کہ دین کے قیام اور اس کو ایسے کیفیت کرنے کے لئے یہ ہوئے انبیاء کی تعلیم دین کی اس بات دلیل و ثبوت قطعی ہے [illegible] پھر بھی ہمارے دین و ملت کو ہوئے ہوئے ہیں کہ اس کو ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ [البقرة: ۸۵]

پھر یہ [illegible] تم نے [illegible] پڑھتے ہو اور اس کے بعض حصے سے انکار کرتے ہو تو تم میں سے جو کوئی ایسے کام کرے اس کی جزا دنیا میں ذلت کے سوا کچھ نہیں ہو گی اور قیامت کے دن [illegible] عذاب میں ڈالے جائیں گے اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں ہے۔

دوم اس مجموعہ سے یہ ثابت ہوا کہ [illegible] کی تعلیم دینے والے اور ان کے متبع [illegible] سے بچتے رہے ہیں [illegible] اس کے بعد اس میں [illegible] ہوتے ہوئے بھی [illegible] ایسی [illegible] دین میں [illegible] کرتا ہے لیکن وہ دین کے بنیادی حقائق کی حفاظت کرتے ہیں اور ان میں [illegible] دیتے ہیں اور [illegible] پیدا کرتا ہے جو خدا اور رسول کی مراد کو سمجھ کر اس سے زمانہ میں ان کا صحیح تعارف کرا سکے۔ اسلام کی [illegible] صدیوں نے [illegible] پیش کیا ہے [illegible] اس کی تصدیق کرتا ہے۔ [illegible] دین کی [illegible] کیا ہے:

[illegible] دین کی [illegible] اس بات کی دلیل ہے [illegible] دین کی [illegible] کے [illegible] ہوئے ہیں [illegible] کی [illegible] کے [illegible] دین کے [illegible] ہوئے ہیں [illegible] دین کے [illegible] ہوئے ہیں [illegible] دین کے [illegible] ہوئے ہیں

فَإِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَا هُمْ بِبَالِغِيهِ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿

(المؤمن: ۵۶)

یعنی جو لوگ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو جھگڑتے ہیں ان کے دلوں میں صرف بڑائی کا خیال ہے جس تک وہ کبھی نہیں پہنچ سکتے سو اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جھگڑتے ہیں ان کے دلوں میں صرف بڑائی کا خیال ہے جس تک وہ کبھی نہیں پہنچ سکتے سو اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جھگڑتے ہیں ان کے دلوں میں صرف بڑائی کا خیال ہے جس تک وہ کبھی نہیں پہنچ سکتے سو اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جھگڑتے ہیں ان کے دلوں میں صرف بڑائی کا خیال ہے جس تک وہ کبھی نہیں پہنچ سکتے سو اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جھگڑتے ہیں ان کے دلوں میں صرف بڑائی کا خیال ہے جس تک وہ کبھی نہیں پہنچ سکتے سو اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جھگڑتے ہیں ان کے دلوں میں صرف بڑائی کا خیال ہے جس تک وہ کبھی نہیں پہنچ سکتے سو اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جھگڑتے ہیں ان کے دلوں میں صرف بڑائی کا خیال ہے جس تک وہ کبھی نہیں پہنچ سکتے سو اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جھگڑتے ہیں ان کے دلوں میں صرف بڑائی کا خیال ہے جس تک وہ کبھی نہیں پہنچ سکتے سو اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جھگڑتے ہیں ان کے دلوں میں صرف بڑائی کا خیال ہے جس تک وہ کبھی نہیں پہنچ سکتے سو اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جھگڑتے ہیں ان کے دلوں میں صرف بڑائی کا خیال ہے جس تک وہ کبھی نہیں پہنچ سکتے سو اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

نمبر دوم: مسلمان اور غیر مسلم کے لئے الگ الگ قانون

اس طرح اللہ نے اس کی پوری وضاحت کر دی ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم کے لئے الگ الگ قانون ہے۔ مسلمان (مرد اور عورت) کے لئے

ہیں یا نہیں؟ انہوں نے عدالت عالیہ کے فاضل ججوں کے مشاہدات کا حوالہ دیتے ہوئے یہ قرار دیا ہے کہ بعض صورتوں میں عدالت کے لئے یہ تعین کرنا ضروری ہے مثلاً وراثت، جائداد، منصب، کسی خاندان کی موروثی دینی خدمات کے سربراہی یا پاکستان کے صدر کی انتخاب کی امیدواری کا سوال ہو وغیرہ تو عدالت کو یہ تعین کرنا ہوگا کہ احمدی (مرزائی) مسلمان ہیں یا نہیں۔

جہاں تک ہماری عدالتوں کے دائرہ اختیار کا تعلق ہے اس کی تشریح تو عدالت عالیہ ہی بہتر کر سکتی ہے لیکن جہاں تک شریعت اسلامیہ کے فیصلے کا سوال ہے اس کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام اور کفر کی لکیریں اپنے نقطۂ آغاز ہی سے جدا ہو جاتی ہیں، ہماری شریعت میں ایک لمحہ کے لئے بھی کسی مسلمان سے غیر مسلم کا معاملہ کیا جا سکتا ہے نہ کسی غیر مسلم کو مسلمان کے حقوق دیے جا سکتے ہیں۔

کوئی غیر مسلم (۱) اسلام، دین اور مسلمانوں کی دوستی اور موالات کا مستحق نہیں ہو سکتا، وہ مر جائے تو اسلامی طریقہ کے مطابق اس کا نہ تو دفن اور جنازہ جائز نہیں ہو سکتا، نہ کسی عزت و تکریم کا مستحق نہیں ہو سکتا، نہ کسی مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا، نہ مسلمان اس کا وارث ہو سکتا ہے، وہ اسلامی عدالت کا جج نہیں بن سکتا، نہ اسلامی آئین کی تدوین میں اسے شریک کیا جا سکتا ہے، نہ اسے کسی کلیدی آسامی پر مامور کیا جا سکتا ہے، نہ وہ مسلمانوں کے کسی مذہبی ادارے کے لئے موزوں ہے، نہ کسی مسلمان عورت سے نکاح کر سکتا ہے، نہ کسی مسلمان لڑکی کا ولی بن کر اس کا نکاح کر سکتا ہے نہ کسی مسلمان یتیم بچے کا متولی ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ یہ وہ احکام ہیں جن کی قدم قدم پر ضرورت واقع ہوگی اور ایک مسلمان کو خدا اور رسول کے حکم کے مطابق ان احکام کا پورا لحاظ رکھنا ہوگا اس لئے ایک مسلمان کے لئے یہ تعین بروقت ضروری ہے کہ فلاں شخص اپنے نظریات و عقائد کے ساتھ مسلمان ہے یا نہیں؟

اور یہ تو غیر عام غیر مسلموں کا حکم ہے، مرتد کی نوعیت اس سے زیادہ سنگین ہے، اسلام لانے کے بعد اس سے پھر جانا یا اسلام کے کسی قطعی حکم کا انکار کر دینا یا ضروریات دین کو تمسخر و استہزاء کے طور پر گھٹیا معنی پہنانا شروع کر دینا، یا شریعت کے کسی حکم کو ظاہر و تعریف کا نشانہ بنانا "ارتداد" کہلاتا ہے، ارتداد اسلام کی نظر میں کفر اور شرک سے کہیں بڑھ کر انتہائی درجے کا سنگین جرم ہے، اسلام نے جرائم کی جو فہرست مرتب کی ہے ان میں صرف تین جرائم ایسے ہیں جن کے لئے سزائے موت تجویز کی ہے۔

معاشرتی جرائم میں قتل عمد سب سے بڑا جرم ہے اور اس کے سزائے موت کا موجب، اخلاقی جرائم میں زنا سب

---

(۱) غیر مسلم سے مراد یہاں وہ تمام لوگ ہیں جنہوں نے گذشتہ دنوں کی تشریح کے مطابق اسلام قبول نہیں کیا ہے خواہ وہ اپنے آپ کو زبردستی مسلمان کہتے رہیں لیکن جب تک وہ اپنے عقائد و نظریات سے توبہ کر کے سیدھے طریقے سے اسلام کو قبول نہیں کرتے وہ مسلمان نہیں کہلا سکتے اور نہ مسلمانوں کا سا درجہ پا سکتے۔

سے گستاخی پیدا ہے اور اس سے نے رحم (غداری) کی سزا ہے اور قادیانی تمام امور میں مرتد اور خارج از اسلام ہیں آخری حد ہے اور اس کے لئے سزائے موت کا حکم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من بدل دینہ فاقتلوہ" (۱)

جو شخص بھی اپنے دین کو بدل کر مرتد ہو جائے اسے قتل کر دو۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام مسیح و یہود کے ساتھ تو مصالحت کر سکتا ہے لیکن مرتدین سے مصالحت کرنے کے لئے کسی قیمت پر آمادہ نہیں مرتد کے بارے میں اس کا فیصلہ یہ ہے کہ اسے تین دن کی مہلت دی جائے اس نے شبہات سے ازالہ کی کوشش کی جائے اور وہ اسلام کی طرف پلٹ آئے تو اس کی جان بخشی کر دی جائے ورنہ اس پر حد کے حکم جاری کر دی جائے گی (۲)۔

مرتد کو مہلت کے ان تین دنوں میں بھی آزاد نہیں چھوڑا جا سکتا بلکہ نظر بند رکھا جائے گا اور اس سے مکمل مواصلاتی رابطہ قائم کر دیا جائے گا اور اسے آزادانہ تصرفات کی اجازت نہیں ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ جس شخص کا کفر یا ارتداد معروف و مشہور ہو علماء کے مطابق اس کے ساتھ توبہ کرنے کے بھی مسلمانوں کا سا برتاؤ نہیں کیا جائے گا اسے علماء کی صحبت میں بیٹھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی نہ اسے اسلامی برادری سے تعلق قائم کرنے کا موقع دیا جائے گا۔

نکتہ سوم: قادیانی کافر و مرتد ہیں اس کے وجوہ و اسباب

فاضل جج نے قرآن مجید، احادیث نبویہ اور اجماع امت سے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں مرزا غلام احمد قادیانی نے جو دعوے کئے ہیں ان کی بنیاد پر ان کے مرزائیوں کے کافر و مرتد ہونے کا فیصلہ دیا ہے۔ ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

① مرزا غلام احمد نے ختم نبوت کے متعلق عقیدہ سے انحراف کیا ہے۔

② انہوں نے بہت سے مقامات پر خود کو نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

③ انہوں نے بہت سی ان آیات کو جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے خود اپنی ذات پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔

④ انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین، باب حکم المرتد والمرتدۃ ج ۲ ص ۱۰۲۳، ط قدیمی

(۲) یہ حکم فقہ حنفی کا ہے جو مرتد یا مرتدہ کی توبہ قبول کرنے کے بارے میں ہے۔ امام مالک نے اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا ہے جمہور کا حکم ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

⑨انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے سب پر طعن کیا ہے اور انگریزوں اور عیسائیوں کے خلاف غیر شائستہ زبان استعمال کی ہے۔

⑩انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہے ہیں۔

⑪انہوں نے اپنے لئے نزول وحی کا دعویٰ کیا ہے۔

⑫انہوں نے قرآن مجید کی آیات کو وحید و دانستہ مسخ کیا ہے۔

⑬انہوں نے نزول عیسیٰ سے اسلامی عقیدہ کا انکار کیا ہے اور اس کی من مانی تاویلیں کی ہیں۔

⑭انہوں نے ان تمام مسلمانوں کو جو ان پر ایمان نہیں لائے کافر قرار دیا ہے۔

⑮انہوں نے اپنے پیروؤں کو مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا ہے۔

⑯انہوں نے مرزائیوں کو مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے۔

⑰انہوں نے مرزائیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے نکاح میں اپنی بیٹیاں نہ دیں کیونکہ وہ کافر ہیں۔

⑱انہوں نے اپنے ایک خواب کے حوالے سے خدائی کا دعویٰ کیا ہے اور آسمانوں کی تخلیق کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

⑲مرزائیوں نے "الفضل" (۱۴ جولائی ۱۹۲۲ء) میں دعویٰ کیا ہے کہ یہ شخص بڑے سے بڑا مرتبہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔

⑳مرزائیوں کا دعویٰ ہے کہ مرزا غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کا وہی مرتبہ ہے جو صحابہ رسولؐ کا تھا۔

㉑مرزا غلام احمد نے اپنی نبوت پر تمیں برس کا پرہ دیا ہے اور یہ قول علامہ اقبال مجوسیوں کا عقیدہ ہے۔

㉒انہوں نے تنسیخ جہاد کا دعویٰ کیا ہے۔

فاضل جج نے مرزائی لٹریچر کے ان اقتباسات سے جو "مشتے نمونہ از خروارے" کا مصداق ہیں یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مرزا غلام احمد اور ان کے پیروؤں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ فاضل جج نے اس سلسلے میں جو ریمارکس دیئے ہیں ان کے چند اقتباس ملاحظہ ہوں موصوف لکھتے ہیں:

"قرآن پاک اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشادات کے بعد یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کہ مدعا علیہ (مرزائی) نے خود کو نعوذ باللہ پیغمبر کی صف میں کھڑا کر دیا ہے اور اس کے بعد ہی مرزا غلام احمد نے بھی اپنے پیغمبر اور نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔"

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد دونوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک بالکل مختلف تصور

نے جھوٹے باطل اور مسلمانوں کے اس متفقہ عقیدے کے منافی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔''

مسلمانوں میں اس بارے میں اجماع ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا اور اگر کوئی اس کے برعکس یقین رکھتا ہے تو وہ بے دین کافر اور مرتد ہے۔''

''مرزا غلام احمد نے قرآن پاک کی آیات مقدسہ کو توڑ مروڑ کر اور غلط رنگ میں پیش کیا ہے اور اس طرح انہوں نے ناواقف اور جاہل لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے جہاد کو منسوخ قرار دیا ہے اور شریعت محمدی میں تحریف کی ہے۔ اس لئے مدعیہ کو جس نے خود اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے نیز مرزا غلام احمد اور ان کی نبوت پر اپنے ایمان کا اعلان کیا ہے بلا کسی تردد کے کافر اور مرتد قرار دیا جا سکتا ہے۔''

قادیانی مسئلہ میں فاضل عدالت کا فیصلہ اتنا واضح ہے کہ اس پر کسی اضافہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، یہ فیصلہ جو قرآن مجید، احادیث نبویہ اور اجماع امت کی روشنی میں کیا گیا ہے پوری ملت اسلامیہ کے احساسات وعقائد کی صحیح ترجمانی ہے۔ اس فیصلے کا اطلاق جس طرح قادیانی مرزائیوں پر ہوتا ہے صحیح اسی طرح لاہوری مرزائیوں کے موقف کو بھی واضح کر دیتا ہے۔

بعض ناواقف اور جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ مرزائیوں کی قادیانی پارٹی تو بہرحال دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی مانتی ہے لیکن لاہوری پارٹی مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتی اس لئے انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا مشکل ہے، یہ ناواقفیت شریعت اسلام اور لاہوری پارٹی دونوں کی حقیقت سے یک وقت جہالت اور ناواقفی کی دلیل ہے۔

اولاً لاہوری پارٹی جس کی قیادت مسٹر محمد علی (مرید مرزا غلام احمد قادیانی) کے ہاتھ میں تھی مرزا غلام احمد اور ان کے خلیفہ اول نور الدین کے زمانہ تک صحیح ان ہی عقائد ونظریات کی حامل تھی جو دوسرے قادیانیوں کے ہیں۔ مسٹر محمد علی اور ان کے ہمنواؤں کی اس وقت کی تحریریں شاہد ہیں کہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی مانتے تھے اور اس کا برملا اعلان کرتے تھے، مرزا صاحب کے خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین سے ذاتی اور سیاسی اختلافات کی بنا پر انہوں نے اپنی الگ پارٹی بنالی اور یہ موقف اختیار کیا کہ مرزا غلام احمد نبی نہیں تھے بلکہ مجدد اعظم تھے، پھر مجدد ماننے کرتمام انبیاء کرام سے ان کو افضل مانتے ہیں اب جب تک یہ پارٹی اپنے سابق موقف سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے تجدید اسلام کا اعلان نہیں کرتی اسے مسلمان تصور نہیں کیا جا سکتا، فقہ کے امت کی تصریح کے مطابق کسی مرتد کا اسلام اسی وقت معتبر ہوگا جب کہ وہ اپنے سابق نظریات سے مکمل برأت کا اعلان کرے۔

ثانیاً لاہوری پارٹی اگرچہ مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتی لیکن انہیں مسیح موعود اور مہدی موعود کے خطاب سے مشرف کرتی ہے، مسیح موعود کا خطاب نبوت ہی کی ایک تعبیر ہے اس لئے مرزا غلام احمد جیسے لوگوں کو مسیح

مولوی کہنا یقیناً کفر ہے۔

ثالثاً: جیسا کہ فاضل عدالت نے لکھا ہے مرزا غلام احمد کا جھوٹا دعوائے نبوت کرنا، نبوت کرانا، نبوت کرانے کی صف میں کھڑا کرنا، قرآنی آیات مسخ کرنا، انبیاء کرام کی توہین کرنا جیسی علیہ السلام کی بیویوں اور بیٹیوں کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کرنا اشد من الکفر ہے۔ کسی توہین کا متحمل نہیں ہو سکتی پارٹی نے دعویٰ بطلہ کے پیراگراف نمبر ۱۰ میں مرزا صاحب کو وصف یہ کا فرومرتد نہیں محقق بلکہ مہدی اور مجدد تسلیم کرتی ہے اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ اگر اسلام میں سے مہدی اور مجددوں کا وجود تسلیم کر لیا جائے تو پھر ایک عمود ان کر دیا جاتا ہے اس بنا پر ہمارے شیخ الاسلام حضرت العلامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں:

وَمَنْ ذَبَّ عَنْهُ أَوْ تَأَوَّلَ قَوْلَهُ
بِكُفْرٍ فَقَطْعًا لَيْسَ فِيْهِ تَوَانٍ

ترجمہ: اور جو شخص (کھلا کفر کرنے کے باوجود) مرزا صاحب کی جناب سے مدافعت کرے گا یا اس کے قول کی تاویل کرے گا بغیر کسی شک کے اسے بھی قطعی کافر قرار دیا جائے گا۔

فَكَيْفَ بِمَنْ شَانَ الْأَنْبِيَاءَ مُكَفِّرٌ
وَمَنْ شَكَّ قُلْ هٰذَا لَأَوْلٰى وَدُوْنَ.

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کی شان میں تنقیص کرنے والے کی تکفیر کی جائے گی اور جو اس میں شک کرے وہ بھی اسی کے پیچھے ہے۔ (اور کافر و مرتد ہے)

رابعاً: ان تمام صورتوں کے قطع نظر ربوہ کی پارٹی کے سربراہ مسمی محمد ایم اے نے اپنی تصانیف میں جن نظریات کا اظہار کیا ہے وہ قرآن کریم کی آیات کی جس انداز سے تحلیل تحریف کی ہے وہ خصوصاً جس طریقہ و جس طرح مسخ کیا ہے وہ ان کے الحاد و زندقہ کی کافی دلیل ہے۔ ربوہ کی پارٹی اپنے سربراہ کے نظریات سے متفق ہے اس لئے بھی اس کا حکم مسلمانوں کا نہیں ہو سکتا۔

نکتہ چہارم: قادیانیوں کو ایک علیحدہ امت قرار دینے کا مطالبہ

فاضل جج مرزا غلام احمد کی ان تحریرات کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اس سے ظاہر ہے کہ احمدی (مرزائی) مسلمانوں سے ایک الگ مذہب کے پیرو ہیں اور علامہ اقبال نے اس وقت کی حکومت ہند کو بالکل درست مشورہ دیا تھا کہ ان جتھے (احمدیوں) کو مسلمانوں سے مختلف تصور کیا جائے اور انہیں علیحدہ حیثیت دے دی گئی تو مسلمان ان کے ساتھ بھی وہ دشواری پیش آئیں گے جس کا مظاہرہ وہ دوسرے مذہب کے پیروؤں سے کرتے ہیں لیکن ایک الگ جتھے کی حیثیت سے ان کی نگرانی کرنے میں

احمدیوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مسلمانوں کے پرسنل لاء میں مداخلت کریں اور انہیں مجبور کریں کہ وہ احمدیوں کو بھی صرف اس لئے اسلام کا ایک فرقہ تسلیم کریں کہ انہوں نے اپنے آپ کو احمدی مسلم کا لیبل لگا رکھا ہے۔"

فاضل جج کا یہ ریمارک اور علامہ اقبال کا اس وقت کی انگلش گورنمنٹ کو مشورہ دینا کہ وہ مرزائی امت کو مسلمانوں سے ایک الگ اور جداگانہ قلیت قرار دے، دراصل ان عقائد و نظریات اور طرز عمل کا فطری اور منطقی نتیجہ ہے جو مرزا غلام احمد اور ان کی امت نے اختیار کیے، جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے انہوں نے اسلام کے قطعی اور مسلمہ عقیدہ ختم نبوت پر تاویل و تحریف کی ضرب لگا کر اپنے دعوائے نبوت کے لئے راستہ پیدا کیا، پھر قرآن مجید کی بے شمار آیات کی تحریف کر کے منصب نبوت پر سرفراز ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اس نئی نبوت کے نتیجہ میں ان تمام مسلمانوں کو جو اس نئی نبوت پر ایمان نہیں لائے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا اور ان سے تمام مذہبی و معاشرتی تعلقات منقطع کرنے کا اعلان کیا اور پھر یہ خالی دھمکی ہی نہیں بلکہ اس وقت سے آج تک مرزائی امت عملی طور پر بھی مذہب و معاشرت میں مسلمانوں سے کٹی ہوئی ہے۔

اب خود مرزائی امت کے قول:

"ان کا (یعنی مسلمانوں کا) اسلام اور ہے اور ہمارا اور، ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور، ہمارا حج اور ہے اور ان کا حج اور، اسی طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔" (الفضل ۲۱ اگست ۱۹۱۱ء بقلم میاں محمود)

"یہ عقیدہ ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض آپ نے تفصیل سے بتایا ایک ایک چیز میں ان سے ہمیں اختلاف ہے۔" (الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء بقلم مرزا محمود)

ان کا اور مسلمانوں کا جب ہر چیز میں اختلاف ہے مذہب ان کا الگ، نبی ان کا الگ، نماز، روزہ ان کا الگ، عقائد ان کے الگ، معاشرت ان کی الگ تو آخر کیا وجہ ہے کہ سیاسی طور پر ان کی مردم شماری مسلمانوں سے الگ نہ کی جائے، اور ان کو مسلمانوں سے ایک الگ اقلیت قرار نہ دیا جائے۔

علامہ اقبال نے برٹش گورنمنٹ کو یہ حقیقت پسندانہ مشورہ دیا تھا کہ وہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے ایک الگ اقلیت قرار دے، مگر برٹش گورنمنٹ کا مفاد اسی میں تھا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں میں گھل مل کر انہیں دسیسہ کاریوں کا موقعہ دیا جائے۔ کیونکہ بقول فاضل جج:

"مرزا غلام احمد نے محض اپنے آقاؤں کی خوشنودی کے لئے مسلمانوں میں انتشار و افتراق پھیلانے کا گھناؤنا فعل حاصل کر لیا تھا۔"

اس نے انگریز کی کسی قیمت پر بھی اپنے اس بنے بنائے کھیل کو بگاڑنے پر آمادہ نہیں ہو سکتا تھا، مگر سوال یہ ہے کہ اب جب کہ انگریز کو رخصت ہوئے ربع صدی کا عرصہ گذر چکا ہے، پاکستان کی مسلمان حکومت سے کیوں

حکومت پنجم: قادیانیوں نے غیر مسلم قرار پانے کے خلاف

مقامات مقدسہ کو اپنے قدموں سے ملوث کریں۔

آخر میں ایک بات ہم مسلمانوں سے بھی کہنا چاہتے ہیں، وہ یہ کہ مرزا غلام احمد اور ان کے متبعین کے عقائد و نظریات سے تمام مسلمان باخبر ہیں ہمارے علم میں یہ بات لائی گئی ہے کہ پنجاب کے بعض وکیل اور سیاستدان مرزائیوں کی پیروی اور حمایت کر رہے ہیں۔ تو مسلمانوں کی دینی غیرت کا تقاضا ہے کہ وہ کسی ایسے سیاسی لیڈر اور پیشہ کو منہ نہ لگائیں جو مرزائیوں کی حمایت کے لئے کھڑا ہو اور نہ اس قسم کے شخص کو ووٹ دیں، رضا بالکفر کفر ہے، دل سے اس کفر کی تائید کرے اور دنیوی منافع کے لئے اس کو مسلمان ثابت کرے ایسا شخص خود اسلام کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے ایسے حالات میں مسلمان حق بجانب ہوں گے کہ یہ اعلان کریں کہ اس قسم کے وکلاء کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه صفوة البریة سیدنا محمد وآله واصحابه واتباعه اجمعین

[شعبان ۱۳۹۰ھ۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء]

تسخیر کائنات اور اسلام (۱)

دین اسلام اور دین اسلام کی آسمانی کتاب قرآن کریم کا بنیادی مقصد انسانیت کی تکمیل ہے۔ یعنی انسان کو درندوں اور حیوانات کی صف سے نکالا جائے اور اس کی ایسی تربیت کی جائے اور ایسے اعلیٰ مکارم اخلاق سے آراستہ کیا جائے کہ دنیا میں وہ باعزت اور پرسکون زندگی سے سرفراز ہو سکے اور عظیم الشان حیرت انگیز کارخانہ قدرت کے خالق و مالک کی خوشنودی حاصل کر سکے۔

وحی آسمانی اور تعلیمات نبوی کا مرکزی نقطہ

وحی آسمانی اور ہدایات و تعلیمات نبوی کا مرکزی نقطہ یہ ہوتا ہے کہ انسان حق تعالیٰ کی (جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے) معرفت تک رسائی حاصل کر سکے اور اس تخلیقی نظام کے نتائج پر غور کرے اور اس کے فوائد و منافع اور آثار و ثمرات کو سمجھے اور ان سے فائدہ اٹھا کر شکر بجا لائے اور آفاقی و نفسی آیات بینات میں غور و خوض کرے خالق و مالک کی عظمت و جلال کا گرویدہ ہو جائے اور انسان اپنی قیمت بھی سمجھ لے کہ اس کائناتی نظام کا مقصد انسان کی تکمیل حیات و خدمت ہے اور اس منعم حقیقی کی ان حیرت انگیز نعمتوں کا بدل و جان شکر ادا کرے۔ نیز حقائق و معارف کی گہرائیوں تک پہنچ جائے کہ یہ تمام کارخانہ جو اس ملکوتی نجار قدرت پر مشتمل ہے،

---

(۱) ۲۴ تا ۲۷ اگست ۱۹۷۰ء کو میں چار روز سیمینار مختلف اوقات کے لئے مقام ہوا مندرجہ بالا مقالہ اس میں پڑھا گیا۔

بے مقصد تخلیق نہیں بلکہ کوئی اہم مقصد پیش نظر ہے اور ان دل کی گہرائیوں سے حقیقت کا اعتراف کرے کہ یہ جو انسان کی فانی حیات ہے اس کے لئے ربوبیت کا یہ حیرت افزا نظام وجود میں آیا ہے تا آنکہ وحی الٰہی کا وہ پیغام خداوندی جو حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء و رسل جس کی خبر دیتے ہیں یہ دور عبوری دور ہے اور یہ حیات فانی ہے اور اس کے بعد ایک جاودانی زندگی کا دور ضرور آنے والا ہے اس پیغام کا بدل و جان اعتراف کرنے اور یہ کہ ان تمام مظاہر قدرت میں قدم قدم پر اس جاودانی زندگی کے روشن دلائل موجود ہیں تا کہ کسی طرح بھی عقل انسانی اس کا انکار نہ کر سکے اور حق تعالیٰ کی حجت پوری ہو جائے۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے انسان کو عقل و ادراک جیسی نعمت عطا فرمائی اور ملکوتی روح سے سرفراز فرمایا جس کے اسرار سربستہ کی عقدہ کشائی سے بیالوجیا (علم الحیاۃ) والے بھی حیران اور عاجز ہیں خصوصاً آج کے دور میں کہ عقل کی ایجادات و اختراعات نے کیسے کیسے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیئے ہیں تا کہ عقلی پرواز کے ان فوق العادۃ کمالات کو دیکھ کر اس کے خالق کی عظمت کا اعتراف کیا جائے۔

بلاشبہ عقل کی جتنی پختگی ہوگی اور نسل انسانی اس سے فائدہ اٹھائے گی جدید سے جدید اختراعات وجود میں آئیں گی بجلی، ٹیلیویژن، ٹیلیفون، ریڈیو، ٹیلیگراف، الاسکل نظام، ہوائی جہاز وغیرہ وغیرہ وہ عجائبات جو آج کل سامنے آ رہے ہیں تمام عقلی کمالات کے آثار و مظاہر ہیں:

"ہر کہ بیشتر رہ رفت آں راہ دید"

ایک سے ایک بڑھ کر عجائبات سامنے آ رہے ہیں، عقلی ادراکات و ایجادات ہی نے آلات تلسکوپ اور آلات میکروسکوپ کی اختراعات کے بعد اسرار و تخلیق کے کتنے رازہائے سربستہ کی عقدہ کشائی کی ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خلاصہ یوں سمجھ لیجئے کہ حق تعالیٰ نے اس دنیا میں جہاں عقلاء و حکماء، فلاسفہ و سائنسدان پیدا کئے ساتھ ہی ساتھ انبیاء و رسل کا سلسلہ بھی جاری فرما دیا تا کہ عقل کی طغیانی حد سے نہ بڑھ جائے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے عہد ہی سے حکماء و عقلاء کا سلسلہ جاری ہو گیا، حضرت ادریس علیہ السلام کا عہد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے ہے اس لحاظ سے وہ تاریخی دور سے بہت پہلے کی شخصیت ہیں تو گویا حکماء کا دور بھی اسی وقت سے شروع ہے اور کچھ بعید نہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی رہنمائی میں ابتداء یہ حکماء کام کرتے ہوں گے لیکن انبیاء کی رہنمائی سے استغنائی ہوگا تو ٹھوکریں کھانا شروع کی ہوں گی، فیثا غورث و بطلیموس پھر بابل و نینوی میں حکماء، سائنسین پھر ہندوستان میں زرتشت سے لے کر روما و یونان کے سقراط و بقراط، افلاطون و ارسطو، برخس، وارسطراخیس وغیرہ وغیرہ سینکڑوں حکماء عالم کے گوشے گوشے میں پیدا کئے تا کہ ملکوت کے مشاہدات سے کائنات کے اسرار کا انکشاف ہوتا رہے لیکن حیات بعد الممات کے حقائق کے ادراک سے یہ حکماء و عقلاء عاجز رہے، اگرچہ یونان کے حکماء نے

انبیاء کی طرف بڑی تواضع کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ یہ وہ حقائق ہیں جو عقل سے ادراک و امکان سے باہر تھیں اس لئے ٹھوکریں کھائیں اور ناکام رہے۔

اس لئے بڑے بڑے فلاسفہ اور مفکرین اس کی حقانیت کو یقین کرتے ہوئے بھی اس لئے ادراک سے قاصر رہے ہوں عقل کا کام تو تحقیقات مشاہدات و تجربات تک محدود ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے عقل کی تخلیق فرمائی اور اس میں یہ قدرت نہیں صلاحیت بھی رکھی کہ وہ اسرار و رموز کی عقدہ کشائی کر سکے لیکن وحی الٰہی کا منصب اور نبوت کا مقام عقلی نبوت اور بعد الطبیعیات پر عقل و ادراک سے بالاتر حقائق الٰہیہ کا اظہار و اعلان ہوتا ہے یہ آگے بڑھ جاتا ہے۔

دین اسلام کیا ہے؟

ہم جانتے ہیں دین اسلام وہ شریعت سماویہ کا نام ہے جس کا تعلق نظام اخلاقیات سے ہو جس میں تکمیل انسانیت کے کسی گوشے کو نظر انداز نہیں کیا گیا خواہ حق کا کائنات سے رشتہ ہو یا مخلوق سے وہ خواہ جسمانی زندگی سے متعلق ہو یا روحانی زندگی سے غرض معاملات ہوں یا مقامات عبادت ہو یا معاشرت ہو یا حلال و حرام ان سب کے لئے ایک جامع دستور اور متحد نصب العین ہے۔ دین اسلام کا منبع و مخزن قرآن کریم اور مقصود رضائے الٰہی ہے اور دین کے ضروری امور میں رضائے الٰہی اور تکمیل انسانیت میں فلاح و سعادت انجام سے ہمکنار ہونا دونوں کی عقول اور روحوں کی حیات ابدیہ کا مستحق ہونا ہے۔

قرآن کریم کیا ہے؟

قرآن عظیم انسانیت کی تکمیل چاہتا ہے اور اس کے لئے اس نے اسلام کے بنیادی اصول و احکام اور اساسی اغراض و مقاصد اجمالی کی جگہ تفصیلی مرقع بڑے خوب بیان سے پیش کر دیئے ہیں ان مقاصد و اصول بیان میں وہ مظاہر قدرت اور آثار قدرت و حکمت کی نشریات کرتا ہے تو اس کا مقصود یہی ہے کہ انسان نے کائنات کی اور حقائق کی جو دنیا تخلیق کی ہے اس کی تکمیل کی جائے وہ تاریخی حقائق بیان کرتا ہے تو اس کی غرض بھی یہی ہے کہ ان عبرت انگیز واقعات کی تشریح سے آیات بینات سے انسانی بصیرت و اعتبار کی تکمیل کی جائے اگر احکام الٰہیہ کا ذکر ہو تو اس سے مقصد یہی ہوتا ہے کہ اخلاقی خصوصیات پیدا کرنے کی تدریج ہو جائے ذات اقدس کی توحید و اس کی بیان ہو یا صفات و احکام کی تشریح ہو ان سب کی غرض انسان و انسانیت کی معراج تک پہنچانا مقصود ہے۔

قرآن کریم حقائق کی کتاب ہے کائنات کی تفصیل کی بیان کرتا ہے اور حقائق طبعی و اشیاء کی تفصیل و بیان پر مشتمل کتاب ہے یہ نفس انسانی اور ذہن و دل کے نفسیاتی حالات کو بیان کرتا ہے اور تاریخ کی روح پیش کرتا ہے اور انبیاء کے قرآنی نے مقاصد بیان کرتا ہے جس سے توحید ہی خلق اور ہدایت کے

اعتراف کے سوائے اور کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔

ایک طرف سائنس کی موجودہ ترقیات اور حیرت انگیز ایجادات و اختراعات کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی عقل میں کیا کیا صلاحیتیں رکھی ہیں اور جب ان صلاحیتوں سے کام لیا گیا ہے تو عقل نے کہاں تک رسائی حاصل کر لی ہے، ان چیزوں کو دیکھ کر سائنس دانوں کے کمالات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے لیکن یہ صورت حال کا صرف ایک ہی رخ ہے، اس تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے کہ ان آیات قدرت اور نشانیات خلق و تکوین کو دیکھنے کے بعد بھی وہ اب تک اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور ایمان باللہ کی دولت سے محروم ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ یہ عقل و فکر و نظر کے کس رخ پر اس قدر جا پہنچے ہیں، وہ سمجھتے ہیں حق تعالیٰ ان کے اس کفر و انکار کی حقیقت سے بھی پردہ اٹھاتا ہے، ارشاد ہے:

﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾

[الروم:۷]

وہ حیات دنیا کے ظاہر ہی میں سے کچھ جانتے ہیں اور یہی لوگ آخرت سے تو بالکل ہی غافل ہیں۔

دنیا کا بھی ظاہر اور وہ بھی ہمہ بہت محدود مقدار میں جانتے ہیں ان کا ذہن اور ان کی فکر و نظر اس طرف بالکل نہیں جاتی کہ اس حیرت انگیز کائنات اور پر اسرار حقائق مخلوقات کے خالق پر ایمان لائیں ایک طرف یہ ذہانت اور حیرت انگیز ذہانت اور دوسری طرف اس قدر غباوت اور غیر معمولی غباوت بجائے خود کس قدر عجیب اور حیرت ناک ہے اور حق تعالیٰ کے اس ارشاد کی صداقت کتنی کتنی پیہم گواہی ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾ [النور:۴۰]

اللہ تو جس کو روشنی نہ دے تو اس کے لئے کہیں روشنی نہیں ہے۔

اس بحر محیط کے چند قطرے ہی مناسب ہیں اس مختصر سی تمہید کے بعد ہم وہی ربانی قرآن کریم کی زبانی پیش کرتے ہیں، ارشاد ہے:

۱- ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [آل عمران:۱۹۰،۱۹۱]

بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور رات کے بعد دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لئے جن کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! آپ نے اس کو لایعنی

۲۔ ﴿وَآيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُم مُّظْلِمُونَ ۝ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾ [یٰس ۳۷:۴۰]

۳۔ ﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ [ابراھیم ۱۴:۳۲-۳۳]

۴۔ ﴿اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُم بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ﴾ [الرعد ۱۳:۲]

۵۔ ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ [النحل ۱۶:۱۲]

اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر بنا دیا اور تم سے اس کے خلاف جو چیز تم مانگو تم کو دیتا ہے بیشک اس میں غور کرنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

٦-﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ [العنکبوت:٦١]

اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ دونوں جہان کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور کس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے تو وہ لوگ یہی کہیں گے کہ وہ اللہ ہے پھر کدھر سے پھرے جا رہے ہیں۔

٧- ﴿أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً﴾ [لقمان:٢٠]

کیا تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں۔

٨- ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِيْ إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى وَأَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

[لقمان:٢٩]

اے مخاطب! کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے ہر ایک وقت مقررہ تک چلتا رہے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب عمل کی پوری خبر رکھتا ہے۔

٩-﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِيْ لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ﴾ [فاطر:١٣]

وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے ہر ایک مقررہ وقت تک چلتے رہیں گے یہی اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار ہے اسی کی سلطنت ہے۔

١٠ ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

[الاعراف:٥٤]

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا، چھپا دیتا ہے رات سے دن کو اپنے محور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آ لیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے

اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر بنایا اور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں بیشک اس میں عقل والوں کے لئے چند دلیلیں ہیں۔

٦- ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ [العنكبوت:٦١]

اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے تو وہ لوگ یہی کہیں گے کہ وہ اللہ ہے پھر کدھر الٹے چلے جا رہے ہیں۔

٧- ﴿أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً﴾ [لقمان:٢٠]

کیا تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں۔

٨- ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللهَ يُوْلِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى وَأَنَّ اللهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

[لقمان:٢٩]

اے مخاطب! کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے کہ ہر ایک وقت مقررہ تک چلتا رہے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب عملوں کی پوری خبر رکھتا ہے۔

٩- ﴿يُوْلِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى ذٰلِكُمُ اللهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ﴾ [فاطر:١٣]

وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے ہر ایک مقررہ وقت تک چلتے رہیں گے۔ یہی اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار ہے اسی کی سلطنت ہے۔

١٠- ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيْثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبٰرَكَ اللهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

[الاعراف:٥٤]

بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا۔ چھپا دیتا ہے شب سے دن کو اس طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آ لیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے

۱۱- ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾

[حم السجدة: ۳۷]

اور کچھ اس کی نشانیوں سے رات ہے اور دن ہے اور سورج ہے اور چاند ہے تم سورج کو سجدہ نہ کرو اور نہ چاند کو اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان نشانیوں کو پیدا کیا اگر تم اللہ کی عبادت کرتے ہو۔

۱۲- ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ [حم سجدة: ۵۳]

ہم عنقریب ان دلائل نشانیاں ان کے گردوپیش میں بھی دکھائیں گے اور ان کی ذات میں بھی یہاں تک ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ قرآن حق ہے کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے۔

۱۳- ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾

[البقرة: ۱۸۹]

آپ سے چاند کی حالت کی تحقیق کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ چاند لوگوں کے وقت معلوم کرنے کے لئے ہے۔

۱۴- ﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ أُولَئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ [یونس: ۵-۸]

وہ اللہ ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اس نے چاند کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ پیدا نہیں کیں وہ اپنی نشانیاں ان لوگوں کے لئے تفصیل سے بیان فرماتا ہے جو علم رکھتے ہیں بلاشبہ رات اور دن کے بدلتے رہنے میں اور ہر اس چیز میں جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہے ان سب میں ان لوگوں کے واسطے دلائل ہیں جو ڈرتے رہتے ہیں بلاشبہ جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے اور دنیوی زندگی پر خوش ہو گئے اور اس میں دل لگا بیٹھے ہیں اور جو لوگ ہماری

آیات سے بالکل غافل ہیں اپنے اعمال کی وجہ سے دوزخی ہے۔

پہلے اس بات کی وضاحت کر دیں کہ لفظ "تسخیر" کے اصل معنی کیا ہیں قرآن کریم کی ان آیات ربانی سے ہمیں کس طرح پر ان حقائق کی طرف رہنمائی ہوتی ہے ان کو اجمالاً پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں:

① یہ تمام کارخانہ قدرت جس میں آسمان زمین چاند سورج ستارے دریا کان کائنات وغیرہ نظام شمسی کہلاتا ہے قائم ہے یہ پورا نظام ہمارے لئے ان کی خدمت و آسائش کے لئے ہے۔

② یہ تمام عالم ملکوت اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا نتیجہ ہے اسی کے تصرف میں ہے اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور یہ سب کچھ اس کی عظمت و جلال کی نشانیاں ہیں۔

③ ان مخلوق کی ہیئت میں غور کرنے والے یقیناً خالق کائنات کی عظمت کے قائل ہوں گے اور اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ کارخانہ کسی عظیم ترین مقصد کا پیش خیمہ ہے اور اس کا نتیجہ فوق العادت نکلنے والا ہے ورنہ اتنا وجود میں آنے کا کوئی مقصد ہے یہ تخلیق بھی اس کی ہے اس پر اقتدار تصرف بھی اسی کا ہے۔

④ چاند سورج اور رات دن کا یہ چکر اس دنیا کے نظام سے وابستہ ہے اور ایک وقت آئے گا کہ یہ سارا نظام ختم ہو گا جب تک وہ وقت نہیں آئے گا یہ سارا نظام ہمیشہ چلتا رہے گا۔

⑤ چاند سورج کے جہاں اور منافع ہیں مہینوں اور برسوں کا حساب مواقیت کا تعلق بھی ان سے وابستہ ہے تاکہ دنیا کے کاروبار کے اوقات اور عبادات کے اوقات خصوصاً حج کا موسم معلوم ہوتا رہے۔

⑥ چاند کی منزلیں مقرر کی گئی ہیں تاکہ ان سے پورے مہینہ کے دنوں کا حساب معلوم ہو سکے اور سورج سے برسوں اور موسموں کا حساب معلوم ہوتا رہے۔

⑦ ان آسمانی اور زمینی حقائق پر غور کرو اور ان کی تخلیق کے رازوں سے کماحقہ واقف ہو تو جو اس طرف کر سکتے عظیم فوائد اور منافع ان سے وابستہ ہیں۔

⑧ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کی علت اور سبب کو دریافت کیا جو اب میں سبب بتانے کی بجائے مقصد سے آگاہ دیا گیا کہ یہی معلوم کرو تمہارے کام آتا ہے باقی سبب و علت پر تو عقل پیچھے خود مشاہدات و تجربات سے سمجھ جائیں گے۔ اصل مقصد اس نظام کے منشاء قدرت کو سمجھنا ہونا چاہیئے سو اس کو بتلا دیا۔

تسخیر کے معنی

عربی لغت میں تسخیر کے معنی ہیں کسی چیز کو اپنے ارادہ کے تابع کر لینا یا کام میں لگا لینا اور اس طرح مجبور کرنا کہ وہ خلاف نہ کر سکے۔ چاند، سورج، رات، دن اور کائنات کے تمام سیاروں اور ستاروں کی تسخیر کی حقیقت یہ ہے کہ ان سب کو حق تعالیٰ نے ایک ایسے نظام میں منسلک کر دیا ہے کہ جس میں مقرر کردہ نظام سے

ہوتا ہے کہ تمام کائنات حق تعالیٰ کے تکوینی اور تخلیقی نظام کے مطابق یہ سب اپنے اپنے مدار پر معلق ہیں اور ایک نظام کے تحت چل رہے ہیں یعنی اپنا اپنا کام انجام دے رہے ہیں اور یہ تسخیر محض حق تعالیٰ کے ارادہ و اختیار اور تصرف و اقتدار کا کرشمہ ہے، انسانی دسترس سے بالاتر ہیں۔ یہ تسخیر شدہ کائناتی اشیاء کونیہ ہیں اور ان کو مسخر کرنے والی صرف حق تعالیٰ کی ذات جل ذکرہ ہے اور جس کے لئے ان کو تسخیر کیا گیا وہ حضرت انسان ہیں۔

نظام کائنات میں انسان کی پرواز

ظاہر ہے کہ اس حقیقت کی رو سے انسانی ارادہ و اختیار اور تصرف و اقتدار کو اس نظام کائنات میں ذرہ برابر بھی دخل نہیں، نہ اس نظام کو روک سکتا ہے نہ بدل سکتا ہے، انسان کی پرواز زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اس کے فوائد منافع کا علم ہو جائے اور ان سے فائدہ اٹھائے، باقی فائدہ اٹھانے کی صلاحیت و لیاقت ہر زمانہ اور ہر دور میں عقل و فہم اور آلات و وسائل کی توانائی پر موقوف ہے۔ فطرت کا تقاضا بھی یہی ہے، دیکھئے ایک بچہ بہت کم بوجھ اٹھا سکتا ہے، ایک نوجوان بہت زیادہ بوجھ اٹھا سکتا ہے، جس طرح یہ مادی اور جسمانی کیفیت جو حالات کے اعتبار سے مختلف ہیں ٹھیک اسی طرح عقل و ادراک کی قوتیں بھی حالات کے تغیر سے مختلف ہیں، حق تعالیٰ کی کائنات سے سابقہ حکماء کی عقلیں محدود فائدے حاصل کرتی رہیں، آج کے سائنس دانوں کی عقل نے دقیق سائنسی آلات کے ذریعہ ایسے بے شمار فوائد منافع حاصل کر لئے ہیں جن کا تصور بھی حکماء سابقین کو نہ تھا، لباس و پوشاک، زراعت تجارت، صنعت و حرفت، خوبصورت ایجادات و اختراعات وغیرہ یہ تمام اشیاء جس مرحلے پر آج پہنچ گئی ہیں اس کے عشر عشیر کا ذکر بھی ماضی بعید میں تو کیا ماضی قریب میں بھی افسانے معلوم ہوتے تھے، اس دریافت کا ہم تسخیر رکھنا صحیح نہیں ہو سکتا، یہ تو عقلی ترقی ہے یا تمدن کی ترقیات ہیں، یہ تمام مادی اشیاء تو حق تعالیٰ نے انسان کے انتفاع کے لئے تسخیر و تخلیق فرمائی ہیں وہی ان کا خالق و ہی ان کا تسخیر کنندہ ہے، رہے حضرت انسان تو ہر دور، ہر زمانہ میں انسانی عقول اپنے اپنے محدود دائرے میں ان سے انتفاع کرتی اور فائدے اٹھاتی رہی ہیں۔

قدرت الٰہی اور انسانی قوت کے دائرے

انسان نے اپنی فکری اور تجرباتی کاوش سے یہ تو کر لیا کہ انسان کے جسم سے خون نکال کر اسے محفوظ کر لیا اور بوقت ضرورت دوسرے آدمی کے جسم میں چڑھا دیا اور جان بچنے اس کی جان بچ گئی لیکن آج تک انسان سے یہ نہ ہو سکا اور نہ ہو سکے گا کہ کسی لیبارٹری میں چکلوں اور غذاؤں سے خون تیار کر سکیں، قدرت الٰہی کے کرشموں کا دائرہ اور ہے اور انسانی قدرت تصرفات کا دائرہ اور، یہ تو ہوا کہ انسان چاند پر پہنچ گیا اور ہو سکتا ہے کہ کل مریخ یا کسی اور کرہ کی زیارت بھی کر لے لیکن چاند سورج کے نظام سے رات اور دن کا جو نظام قائم ہے اس میں تصرف یا کسی قدر تبدیلی کر سکنا ناممکن ہے، مثلاً جہاں رات ۱۲ گھنٹے کی ہے اسے ۱۳ گھنٹے کی کر دیں اور رات کا وقت کچھ کم کر دیں۔

تسخیر کائنات کا مطلب

تسخیر کائنات کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے جو کائنات کا نظام مقرر فرمایا ہے اس میں انسان تصرف کر سکتا یا وہ نظام انسان کے اختیار و اقتدار میں آ جائے اور حسب منشاء جب چاہیں چھوٹے بڑے کر سکیں، زیادہ سے زیادہ بات اتنی ہے کہ جو علمی میں اس کائنات سے فائدہ اٹھ سکے آج علمی ترقی کے مراحل اتنے آگے بڑھ گئے ہیں کہ ان کے ذریعہ اتنے عظیم فوائد حاصل کئے جا رہے ہیں جن کا تصور بھی کچھ عرصہ پہلے نہ کر سکتے تھے ان قرآنی تعبیرات پر ذرا بھی کوئی غور کرے تو بات صاف اور واضح ہو جاتی ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "وسخر لکم الشمس والقمر" تمہارے لئے یا تمہارے فائدے کے لئے یا تمہارے کاموں کے لئے چاند اور سورج کی تسخیر فرما دی، یہ نہیں فرمایا "سخرتم الشمس والقمر" کہ تم نے چاند اور سورج کو مسخر کر دیا، در اصل تسخیر کرنے والی حق تعالیٰ کی ذات قدسی صفات ہے، یہ موجودہ کائنات جس مقصد کے لئے تسخیر کی گئی ہے موجودہ انسانی معلومات کا قرآنی تعبیرات و کلمات کا واضح مفہوم بھی یہی ہے۔

عقل انسانی قدرت خداوندی کی حیرت انگیز تخلیق

بلاشبہ عقل کی یہ ترقی اور کائناتی فضا میں انسانی فوق العادۃ ترقی ہے کہ ایک مشینی ایجاد یعنی ہوائی جہاز اور قمری گاڑی کو لاکھوں میل فضا پر پہنچا دینا اور پھر لاکھوں میل کے فاصلے سے زمین کے ساتھ اس کا ربط قائم رکھنا اور زمین پر سائنس دانوں کا اس پر کنٹرول کرنا، ہر خرابی کی اصلاح کرنا اور ہر سیکنڈ پر اس کی کیفیت سے باخبر رہنا اور زمین پر اس کی مختلف کیفیات کی تصویروں کا پہنچتے رہنا وغیرہ وغیرہ نہایت ہی حیرت افزاء انسانی ترقی ہے لیکن یہ سب کچھ کارفرمائی اس عقل انسانی کی ہے جو حق تعالیٰ کی مخلوق ہے اور قدرت الٰہی کی حیرت انگیز تخلیق ہے کہ انسانی عقل میں کتنی بڑی اور حیرت انگیز ترقی کی صلاحیت و اہلیت ودیعت فرمائی ہے اسی سلسلہ میں ماہنامہ "بینات" کے ۶۵ء کے ایک شمارے میں راقم الحروف نے لکھا تھا:

"خبر آئی ہے اور دنیا میں اس خبر کا چرچا ہے کہ روس کا راکٹ گزہ قمر پر پہنچ گیا، ٹیلی ویژن سے تصویریں لے لی گئی ہیں اور اب یہ کوشش جاری ہے کہ آئندہ ان خودکار راکٹوں کے ذریعہ انسان کو چاند تک پہنچایا جائے، بلاشبہ یہ حیرت انگیز کارنامہ ہے اور سائنس کی قابل فخر ترقی ہے لیکن گزہ ارض کے سب سے زیادہ قریب گزہ تک جہاز بھیجنے رب العالمین کی اس حیرت افزا، اور وسعت کائنات کی نسبت سے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ باقی سیاروں کے گزہات تک انسان کب تک پہنچ جائے گا اور ان سے بھی دور ستاروں پر کب تک؟ جن کی روشنی بھی (فی سیکنڈ روشنی کی رفتار سے ایک لاکھ ۸۶ ہزار میل فی سیکنڈ ہے) ہزاروں سال بلکہ بعض ستاروں کی لاکھوں برس تک پہنچتی، سبحان اللہ العظیم! کیا کہنا ہے؟

ہیئت افلاک اور سیارات کے بارے میں سابقہ تحقیق

جدید طبعیات کی تحقیقات میں بطلیموس کے قدیم نظامات فلکیت مشاہدہ سے غلط ثابت ہو چکے ہیں ان نظاموں کی بنیاد اس نظریہ پر تھی کہ سبع سیارات سات آسمانوں میں جڑے ہوئے ہیں اسی نظریہ پر ان کی تعیینات مرتب کی گئی ہیں قرآن کریم نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ اس عالم سے قریب تر آسمان کی زینت ان ستاروں سے کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ستارے آسمان کے نیچے ہیں عوام یا خواص نے غلطی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ شاید اسلام بھی اسی پرانی جامد ہیئت افلاک کے قدیم نظریات میں یقین کرتا ہے جب یہ قدیم نظریات غلط ثابت ہوئے تو لوگوں کے اعتقاد ڈگمگانے لگے جیسے طبعیات کی ان جدید تحقیقات نے اسلام کے پیش کردہ حقائق کو غلط ثابت کر دیا ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان نظریات سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں تھا، الحمد للہ اسلام اپنی جگہ قائم ہے قدیم نظریہ ہیئت غلط ثابت ہوا جدید تحقیقات کائنات سے متعلق اسلام نے قرآن حکیم میں جتنی بلکہ بھی تفصیل کی ہے وہ اپنی جگہ اٹل ہے سائنس کا یہ دعویٰ قابل قبول نہیں ہے کہ آسمان کا وجود نہیں ہے اس دعویٰ پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں کہ ان خلائی کرات کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان علوم کی پرواز ابھی اتنی بلند نہیں ہوئی کہ آسمانوں تک رسائی ہو جائے دوسرے سائنس کی عقل تحقیق اور اس کے علوم ابھی ان کرات تک نہیں پہنچ سکے ہیں ان جدید تحقیقات سے اگر کوئی حقیقت بے نقاب ہوئی ہے تو وہ صرف اس قدر کہ ہیئت افلاک اور سیارات کا پرانا نقشہ غلط تھا رہا یہ کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اس کا اسلام اور قرآن کریم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

قرآن کریم اور وحی الٰہی کا منصب ان حقائق کو بیان کرنا ہے جہاں عقل کی رسائی نہیں ہوتی عقل کی آخری حد جہاں ختم ہو جاتی ہے وہاں سے نبوت اور وحی کی حد شروع ہوتی ہے قرآن کریم اگر ان حقائق کائنات کی طرف کبھی کبھی اشارہ کرتا ہے تو اس کا مقصد محض تذکیر و موعظت ہے یہ صرف ان عقدوں کی گرہ کشائی ہے جہاں عقل انسانی کو خود رسائی ہے۔

اسی لئے وہ سلسلہ بیان میں ضرورت اور موقع کی نسبت سے ان اسرار و حقائق کے تذکرہ اور ان کی طرف اشارہ بھی کرتا ہے کوئی حقیقت کی پوری تفصیل پیش کرنے کے بجائے ان کے صرف ان پہلوؤں کو نمایاں کرتا ہے جہاں سے تذکیر و موعظت اور انسان کی عبرت پذیری اور بصیرت اندوزی کا مقصد حاصل ہو، ذات الٰہی کا عرفان اور اس کی صفات و کمال کی معرفت حاصل کرنے کے لئے عقل و فکر کی راہ ہموار ہو جائے۔

اسی لئے علم کائنات اور اس کے اسرار و انکشافات ہی کو جو درحقیقت ایمان و معرفت کا وسیلہ تھے حیات انسانی کا مقصد سمجھ لیا اور اصل مقصد کو نظر انداز کر کے وسیلہ ہی کو مقصد کی حیثیت دے دی، یہ انسان کے لئے مفید ہے یہ معلومات عقل کے لئے حاصل ہے اور خدا اسلام ہی اس کی اجازت دیتا ہے۔ انسان کی بقا اور اس کی ترقیات کا

ان علوم وفنون پر انحصار ہے اس لئے کہ دین کے بغیر بھی زندہ رہا ہے اور معاشرتی آسودگی حاصل کرتا رہا ہے اور نہ قرین عقل ودانش یہی ہے کہ وہ اشرف واکرم مخلوق جس کے لئے یہ کائنات مسخر کی گئی ہے جس میں قدرت کی بخشی ہوئی تسخیر وتصرف کائنات کی صلاحیتیں ظاہر ہو کر اس کے اشرف خلائق ہونے کی شہادت دیتی رہی ہیں اپنے سے فروتر اور مسخر مخلوق کے احوال وخواص کے علم ہی کو اپنا مقصد زندگی بنا لے، اس لئے اسلام نے اس کو یہ نصب العین دیا ہے کہ وہ کائنات کی مخلوق کو اپنے فکر ونظر کا مرکز ومحور بنانے کی بجائے خالق کائنات سے ربط قرب کو مطلوب ومقصود بنائے اور تسخیرات کے ان علوم کو بھی انسانی زندگی کے اسی اعلیٰ ترین نصب العین تک پہنچنے کا وسیلہ بنائے۔

[شوال المکرم ۱۳۸۹ھ - دسمبر ۱۹۶۹ء]

انسان کا چاند پر پہنچنا

خبر آئی ہے اور دنیا میں اس خبر کا چرچا ہے کہ روس کا راکٹ گزہ قمر پر پہنچ گیا ہے نہیں یہ ٹی وی سے تصویریں لے لی گئی ہیں اور اب یہ کوشش جاری ہے کہ آئندہ ان خودکار راکٹوں کے ذریعہ انسان کو بھی چاند تک پہنچا دیا جائے بلاشبہ یہ ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے اور سائنس کی قابل فخر ترقی ہے لیکن کرہ ارض کے سب سے زیادہ قریب کرہ تک خلائی جہاز کے تجارب العین کی اس حیرت افزا واقعت کائنات کی نسبت سے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ باقی سیاروں کے کرات تک انسان کب تک پہنچ جائے گا اور ان سے بھی دور ستاروں پر کب تک؟ جن کی روشنی بھی (فی سیکنڈ روشنی کی رفتار سے ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے) ہزاروں سال بلکہ بعض ستاروں کی لاکھوں برس میں پہنچتی ہے:

"العظمة لله العظيم وله الكبرياء في السموات والارض"

عظمت خدائے عظیم ہی کے لئے ہے اور اسی کے لئے ہے ساری بڑائی آسمانوں اور زمین میں۔

جدید طبیعیات کی تحقیقات میں بطلیموس اور فیثاغورث کے قدیم نظامات فلکیت مشاہدہ سے غلط ثابت ہو چکے ہیں، ان نظاموں کی بنیاد اس نظریہ پر تھی کہ جمیع سیارات سات آسمانوں میں جڑے ہوئے ہیں اسی نظریہ پر ان کی خاص خاص تعبیرات مرتب کی گئی تھیں قرآن حکیم نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ اس عالم سے قریب تر آسمان کی زینت ان ستاروں سے کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ستارے آسمان کے نیچے ہیں، عوام یا خواص نے غلطی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ شاید اسلام بھی وہی کچھ کہتا ہے جو ہیئت افلاک کے قدیم نظریات میں بیان کیا گیا ہے اور جب یہ قدیم نظریات غلط ثابت ہوئے تو لوگوں کے اعتقادات ڈگمگانے لگے جیسے طبیعیات کی ان جدید تحقیقات نے اسلام کے پیش کردہ حقائق کو غلط ثابت کر دیا ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان نظامات سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

الحمد للہ اسلام اپنی جگہ قائم ہے قدیم نظریہ ہیئت غلط ثابت ہو یا جدید تحقیقات کائنات کے متعلق اسلام

ہے۔ قرآن کریم میں عقل کی تعریف نہیں کی گئی ہے بلکہ یہ ایک عمل ہے۔ اس کا یہ عمل قابل قبول نہیں ہے۔ انسان کا وجدان ہے اس کا عمل پر ہے۔ اس کے عمل میں نہیں ہے۔ اس کی عقل نہ ہونے سے وہ حیوان ہونے پر عمل نہیں ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان عقل پر اور اس کی اعلیٰ بلند نہیں ہوتی اور آسمانوں تک رسائی ہو جائے۔ ہاں یہ اس کی عقل کی تحقیق اور ان سے وہ کچھ نہیں ان کی ذات ہی سے راضی ہے۔

ان بدیہی حقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر وہ وصف اس قدر ہے اور یہ فلاں اور یہ ہے کا پورا نہیں ہے۔ یہ ہوچکا ہے۔ اسلام نے اس کو عمل سے ملی تحقیق نہیں ہے۔

قرآن حکیم اور نبی کریم کی ہدایت ان حقائق کو بیان کرتا ہے جہاں عقل کی رسائی نہیں ہوتی عقل کی حد جہاں ختم ہو جاتی ہے وہیں سے نبوت اور وحی کی حد شروع ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے عقل کا کائنات میں صحیح مقام متعین کیا ہے تو اس کا مقصد عقل کی تذلیل نہیں ہے بلکہ وصف کی حقیقت کو واضح کرنا ہے۔ عقل جہاں عقل انسانی کو بھٹکا دیتی ہے وہاں اس کی رہنمائی کرتا ہے۔

اس نے وحی اور عقل میں کوئی تضاد نہیں ہے اور وحی کی ہدایت سے ان کا تعلق ہے تو اس کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی تعریف حقائق کی پوری تفصیل پیش کرنے سے ہوتی ہے اس کے صرف نہیں پہلوؤں کو نمایاں کرتا ہے جس سے عقل یہ اور فلسفہ اور انسان کی ہدایت پر پوری اور صحیح ہدایت کی رہنمائی کا مقصد حاصل ہو جائے اور عرفان ہو اس کی سلامتی کی معرفت حاصل کرنے کے لئے عقل و فکر کی راہ ہموار ہو جائے۔

اس نے علم کائنات اور اس کے اسرار کے انکشاف کی کوشش کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس معرفت کا مقصد ہے ہدایت انسانی کا مقصد ہے اور اصل مقصد تو خدا کی ذات ہے۔ یہ ہی وہ مقصد اولیٰ ہے جو انسان کے لئے مفید ہے۔ یہ حقیقت عقل سے متعلق ہے اور اسلام ہی اس کی اجازت دیتا ہے۔ انسان کی تمام تر اس کی ضروریات کا ان علوم و فنون پر انحصار ہے اس لئے کہ وہ ان کے بغیر نہیں زندہ رہ سکتا ہے اور معاشرتی زندگی حاصل کرتا رہتا ہے اور یہ قرین عقل و انصاف ہی ہے کہ وہ اشرف و اکرم مخلوق جس کے لئے یہ کائنات مسخر کی گئی ہے جس میں قدرت کی تخلیقی قوتیں متصل ہے کائنات کی ساری حقیقتیں ظاہر ہو کر اس کے اشرف خلائق ہونے کی شہادت دیتی رہیں جس نے فرشتوں اور دیگر مخلوق کے سوال و جواب سے علم کی بنا پر اپنا مقصد زندگی بنا لیا اس لئے اسلام نے اس کو یہ حسب اعلیٰ دیا ہے کہ وہ کائنات تخلیق کرنے والے کو ہر مرتبہ غور و فکر سے پہچانے کائنات سے پہچانے کا مطلب و مقصد ہے اور تحقیقات سے ان علوم کو جو انسانی زندگی کے اس اعلیٰ ترین مرتبہ العین تک پہنچنے کا وسیلہ بنائے۔ یہی فلسفہ ہوتا ہے اور یہی اس بحث کی تفصیل پر قلم کو روکتا ہے۔

واللہ سبحانہ ھو الموفق والمعین۔

(۱۰۱ قصر ۱۵۲ ۳ ۔۔۔ ۱۴۹۲ء)

تسخیر قمر و تسخیر کائنات

چاند سورج اور آسمان

[illegible]

آسمان اور افلاک میں فرق

[illegible]

اور قدرت پر ایمان نہ لائیں تو ان سے بڑھ کر بدنصیب اور کون ہوگا؟ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ [الروم:۷]

غور کرنے کی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے کرہ کو جو خشکی پر مشتمل ہے جس میں پہاڑ اور ریگستان اور غار ہیں اور خود بالکل سیاہ ہے سورج کے ساتھ کیسا ربط و تناسب قائم کیا ہے کہ اس کی روشنی سے تمام عالم میں قمری روشنی مدوجزر اور دوسرے منافع کا اور مہینوں کے حساب کا نظام قائم فرمایا ہے۔ اسی تمر سے سمندروں اور دریاؤں کے مدوجزر کا تعلق، رات کے اندھیروں میں سمندروں کے اندر خشکی باتوں اور جہازرانوں کو اسی سے جہات معلوم ہوتی ہیں، پھلوں اور اناج کے پکنے اور لذت میں چاند کی شعاعوں کی تاثیر بھی کارفرما ہے۔ پھر قمری مہینہ کا پورا حساب چاند نکلنے اور بڑھنے گھٹنے کے ساتھ اور سال کے بارہ مہینوں کا حساب اور موسمی فصلوں کا بھی مسورج کے ساتھ کس حیرت انگیز طریق پر قائم ہے کہ جس سے ایک فلسفی، ایک ریاضی، ایک حکیم اور ایک ہر دیکھا بھالا مستفید ہوتے ہیں۔ صحابہؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ چاند کیوں بڑھتا گھٹتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کی حکمت اور مصلحت کو چھوڑو اس کے منافع پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے نظام اوقات اور حج بیت اللہ کے وقت معلوم کرنے کے لئے یہ سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ آیت کریمہ: ﴿یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ [البقرہ:۱۸۹] کا مفہوم یہی ہے۔ صحابہ کرامؓ کو آپ کی صحبت سے جو ایمانی قوت و بصیرت نصیب تھی ان کے ہوتے ہوئے اس کی ضرورت نہ تھی کہ شمس و قمر کے فلسفیانہ اسباب، علل و معلول کے بیان بڑھائیں، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تخلیقی منشاء کو واضح فرمادیا کہ ان کو اس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور اسباب و اسرار تخلیق سے توجہ ہٹا کر مقصد تخلیق واضح فرمایا، تاکہ احکام شرعیہ کی تعمیل کریں اور عقلوں کے ہر پے نہ ہوں۔

سائنسی کارنامے انبیاء علیہم السلام کے معجزات سمجھنے کا ذریعہ ہیں

اسی طرح اس وقت بھی اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم عطا فرمائی ہو تو اس کے لئے ان سائنسی کارناموں سے انبیاء علیہم السلام کے معجزات و کمالات سمجھنے کا راستہ کھل سکتا ہے۔ دنیا نے ہزاروں سال محنت کی، طرح طرح کے پاپڑ بیلے، اربوں کھربوں روپیہ خرچ کئے، قیمتی جانوں کو کھو دینے جیسی قربانیوں کے نتیجہ میں صرف قریب ترین ترقی چند لمحہ رسائی حاصل کی۔ اب حق تعالیٰ کا معاملہ اپنے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ دیکھئے اور ان کی بلندی مراتب کا تصور کیجئے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اسباب و آلات و وسائل کے بغیر جب چاہا آسمانوں کی سیر کرادی لمحہ سے اربوں سال کا سارا فاصلہ چند لمحوں میں طے کرادیا اور آناً فاناً تمام آسمانوں سے اوپر پہنچا دیا، رفعت انسانی کی تمام حدیں پست ہوگئیں اور عظمت انبیاء کے وہ نقوش ابھر آئے کہ نسل انسانی اسباب کے

کرم شیخ الاسلام نے مجزات میں کیا ہے اس بات کو ثابت کیا کہ وہ کامل انسانی اسباب سے ماورا ہیں نعت گوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقد قیل ان المعجزات لا تقدم

علیہ بقی فیہ الخلیقۃ فی مدی

۱۳۱۴ھ کا واقعہ ہے حضرت شیخ امام احمد محمود نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے واپسی پر ادھر میں آستانہ عالیہ میں بطور مہمان آیا کرتے تھے یہاں سے ان کا آنا جانا ہوا تو میں مرحوم کو بھی دعوت دی تھی مجھے یاد ہے کہ حضرت نے ڈاکٹر صاحب کے سامنے یہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔ ڈاکٹر صاحب بہت توجہ سے آپ کے ہر قول کو سن رہے تھے اور خوب خوب محظوظ ہو رہے تھے۔ کہنے لگے شاہ صاحب یہ قصیدہ کس کا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ قصیدہ اس مضمون سے متعلق ہیں سنا تھا تو اسی وقت قصیدہ اس وقت محفوظ تھا میں نے سنانا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم بہت ہی توجہ سے میری طرف دیکھنے لگے۔

اصلی تسخیر کائنات

کہا جاتا ہے کہ ایک معمولی آدمی سے لے کر بڑے بڑے سائنس دان کا یہ دعویٰ ہے کہ "کائنات کی تسخیر" ہے اس کا چرچا ہر ملک میں زیادہ سے زیادہ کیا جا رہا ہے۔

"آدمی کے بس کی بات" اصل تسخیر تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کو ترقی دینے کے لئے جو صلاحیت بنائی ہے اور جو صلاحیت انسانی اس کی روشنی میں ان سائنسی کارناموں سے ایک مسلمان کا دل اللہ تعالیٰ کی قدرت سے دس گنا زیادہ متاثر ہونا چاہیے اور اس کا ایمان اللہ کی قدرت پر اور مضبوط ہونا چاہیے کہ کس چیز سے اللہ تعالیٰ نے کیا کیا مخلوق پیدا کئے ہیں۔ اس طرف میں ذہنی تحقیق تو ضرور ہے لیکن انسانی کی آبادی ہوں کہ "ربنا ما خلقت ھذا باطلاً سبحانک فقنا عذاب النار" کی تفسیر سے ثابت ہو جائے۔

ہم جہاں ان سائنسی کارناموں سے کسی اسلامی عقیدہ پر اثر نہیں آنے دیتے ہیں وہیں ہم مسلمان ان سائنسی ذہنوں کی تحقیقات میں روشنی لے کر ان سے نیچے محقق ہیں [illegible] ان شیطانیوں پر لعنت بھیجتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس زمین و آسمان کی تخلیق میں شیاطین کو یہ قدرت نہیں دی کہ وہ ان کے اوپر اثر انداز ہو سکیں البتہ ان سائنسی کارناموں سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور [illegible] سے تجربات میں کام لینا چاہیے مگر انسانی ذہنوں کو ان کارناموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اس کو ناقابل سمجھنے لگنا اللہ تعالیٰ نے ثابت نہیں کیا ہے اور ایک چھوٹے سے نمونے میں اس کا وقوع اظہار کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے خوارق عادت سے انکار نہ کریں۔ تفسیر ثابت ہوتا ہے کہ ان کی اشارات سے بہت تجربہ حاصل ہو جانے کی وجہ سے ان کے ایک صوفی شاعر حضرت فرید الدین

علامہ نے ٹھیک کہا ہے:

ہست ہر ملت از اندر آتش
باز زندہ ملت از صدق دل
کار ہر ملت حیات است و ممات است
حیرت اندر حیرت اندر حیرت است
واللہ ولی التوفیق والہدایۃ

[ندوی الثانی ۱۳۸۹ھ۔ اکتوبر ۱۹۶۹ء]

حدیث افتراق امت

حدیث افتراق امت مختلف الفاظ اور مختلف طرق سے چودہ صحابہ کرام سے مروی ہے محدثین کی اصطلاح کے مطابق یہ چودہ حدیثیں ہوتی ہیں طرق اس سے زیادہ ہوں ان صحابہ کرام کی حدیثیں مندرجہ ذیل الفاظ حدیث میں نقل کی ہیں:

مسند احمد، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ

مسند احمد کی روایت سے تو کم از کم اتنا ثابت ہوا کہ حدیث بے اصل نہیں جیسا کہ محدثین کی تصریحات اس بارے میں موجود ہیں، بلکہ بعض اسانید بالکل صحیح ہیں، مثلاً ابی داؤد کی روایت اور اس پر سکوت کرنے سے مزید پختہ ثبوت کو پہنچا کہ حدیث مذکور قابل احتجاج ہے ترمذی، ابن حبان، حاکم نے صحیح ہونے کی تصریح کی، حافظ ہیثمی، نورالدین زیلعی نے تخریج احادیث کشاف میں اور حافظ شمس الدین سخاوی نے کتاب الطرق میں اس حدیث کے متون اور ان کی اسانید وطرق پر سیر حاصل بحث کی ہے افسوس کہ یہ دونوں کتابیں غیر مطبوع ہیں اور عوام ان سے استفادہ نہیں کر سکتے ان کے اقتباسات ہمارے پیش نظر ہیں۔

ان سب احادیث میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت صحیح اور بالکل صحیح ہے محدثانہ نقطۂ نگاہ سے اس کی تمام صحت میں کوئی کلام نہیں ترمذی، ابن حبان، حاکم سے لے کر زیلعی، ابن حجر، سخاوی، سیوطی، محمد بن اسماعیل عجلونی تک محدثین اس کی تصحیح کے قائل ہیں، یہ اور بات ہے کہ اس حدیث پر اسلام کے اعتبار سے عام صحت کا حکم لگا کر ساری امت میں سوائے تین جرموں کے دوسری نے نہیں لگایا، مگر یہ ان جرموں کی نفس ثبوت سے وہ بات ضعیف ہو مگر انہیں ہیں، فیروز آبادی کا قول جس پر ان کی کتاب سفر السعادۃ ختم ہوتی ہے یہ ہے:

"وبہذا افترق الامۃ الی اثنتین وسبعین فرقۃ لم یثبت فیہ شیء"

لیکن اتنی بات سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ اور بھی موضوع ہونے کا حکم لگاتے ہیں آگے چل کر ہم یہ

واضح کرا دیں کہ ان دونوں بزرگوں کی اس بحث کی فنی قیمت کتنی ہے اور غیر وزن آبادی کا رتبہ اس بارے میں کیا ہے لیکن یہاں صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ "لم یصح من جهة الاسناد" یا "لم یثبت" سے کسی روایت کا بالکل بے اصل یا موضوع ہونا محدثانہ اصول سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ بہر حال اگر ان دونوں کی بات کو فنی اعتبار سے وقعت دیں تو اس بات میں یہ بھی ایک قول ہوگا۔ یہاں ایک تیسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ اصل حدیث بالکل صحیح ہے لیکن اس میں یہ زیادتی:

"کلها فی النار الا واحدة"

کہ تہتر فرقوں میں سے بہتر دوزخ میں ہوں گے صرف ایک جنت میں ہوگا۔

صحیح نہیں۔ محدثانہ نقطۂ نگاہ سے غور کرنے پر یہ معلوم ہوگا کہ یہ قول زیادہ قرین الی التحقیق ہے۔ اور حسن اتفاق یہ ہے کہ امام ترمذی و حاکم رحمہما اللہ نے جس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے اس میں یہ زیادتی سرے سے ہے ہی نہیں۔ چنانچہ حدیث و جو مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، مستدرک حاکم اور صحیح ابن حبان میں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "افترقت النصاری علی احدی او قال اثنتین وسبعین فرقة وتفترق امتی علی ثلاث وسبعین فرقة"(۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود اکہتر فرقوں میں اور نصاریٰ بھی کہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہوگی۔

اب رہی وہ زیادتی جو ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے اس کے متن میں سبب زوال اضطراب ہے:

الف: ثنتان وسبعون فی النار وواحدة فی الجنة (یا اس کے ہم معنی لفظ۔

ب: اثنتان وسبعون فی الجنة وواحدة فی النار: بعض محدثین نے اسنادی اعتبار سے اس کو زیادہ واضح کیا ہے۔ شمس الدین محمد بن احمد مقدسی "احسن التقاسیم" میں اسی کے قائل ہیں۔

ج: بعضه فی الجنة وبعضه فی النار الا هذه الامة فانها کلها فی الجنة۔

د: کلها فی الجنة الا الزنادقة: یہ خیال ہے کہ اس اضطراب میں اگر صحیح ترجیح کا معیار قائم ہو سکے تو ترجیح دی جائے گی ورنہ ساقط متعین ہے۔ اگرچہ جمہور محدثین کے نزدیک آخری تین صورتیں مرجوح اور پہلی صورت راجح ہے تاہم ہم اس اضطراب سے اس کی وقعت نہیں رہتی جو اصل متن کے بقیہ حصے کی ہے۔

---

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب فی شرح السنة ج ۲ ص ۲۳۱، ط: قدیمی۔ سنن الترمذی، ابواب الایمان، باب افتراق هذه الامة ج ۲ ص ۸۸، ط: فاروقی کتب خانه ملتان۔ المستدرک، کتاب الایمان ج ۱ ص ۴۷، ط: دار الکتب العلمیة بیروت۔ مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۰۲، ط: احیاء الکتب بیروت

علامہ ابن حزمؒ اور حدیث افتراق

حدیث میں امام ابن حزمؒ کی جلالت قدر اور تبحر و وسعت علم سے کوئی انکار نہیں لیکن ان سارے کمالات کے باوجود یہ کوئی معنوی نہیں رکھتا کہ ان کا قول صحیح ہے یہ عصمت تو صرف نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ ان کا قول بایں حد تک جرح و تعدیل میں معتبر ہے محدثین میں مشہور ہے کہ ابن حزمؒ کو باوجود جلیل القدر محدث ہونے کے جامع ترمذی کی بعض کمیاں پتہ نہ تھیں جن کی وجہ سے مصنف امام ترمذی کے مرتبہ اور روایت سے بھی ناواقف تھے اور اسی لئے انہوں نے بعض ترمذی مجہول کہا ہے (دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۸۸) اس سے اتنا تو بالکل صاف ہو گیا کہ امام ترمذیؒ کی تصحیح اور ان کی خاص روایت کا کوئی علم نہیں ہو سکا اور شاید اسی لاعلمی کے ساتھ "لا یصح من جهة الاسناد" فرماتے ہیں۔ پھر ابن حزمؒ نے کوئی تنقید نہیں فرمائی کہ اس حدیث کے کن راویوں کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور کس راوی کی وجہ سے ایسا فرماتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس حدیث کے بعض طرق میں عبدالرحمن بن زیاد افریقی ہے اور بعض میں شیخ بن عجلان ہے اور بعض میں عوف بن ابوجمیلہ یا راشد بن سعد ہے اور کسی میں ولید بن مسلم ہے اور ان سب میں ان کے علاوہ بھی کوئی مجہول یا مجروح ضرور ہے بہت ممکن ہے کہ ان وجوہ اور ثقاہت و بزرگی پر روایتیں ان کے پیش نظر ہوں اور ان اسانید کے مقابلے سے حکم بعدم صحت لگا دیا ہو۔

کچھ بھی ہو اس قسم کے مواقع پر ثقہ کے قول کو تصحیح ہی ہونے کی بنا پر حاکم کے قول کو یا ثانی کے قول کو ترجیح دینا اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ پہلے تو یہ کوئی اصطلاح نہیں اور نہ دنیا میں کوئی حدیث کوئی حافظ حدیث اور کوئی امام محدث ہو سکتے کہ وہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ابن حزم سب کے سب ہو جائیں نے بلکہ محدثین نے تصریح فرما دی ہے کہ جس کی تعدیل مختلف ہو اور اس کی قدر و ثقاہت مشہور نہ ہو اس وقت جرح تعدیل پر مقدم ہوگی۔

دوسرے یہ کہ یہ اصول اس وقت مسلم ہوگا کہ کسی محدث کے متعلق اس قسم کے متعارض اقوال جلیل القدر ائمہ حدیث سے ثابت ہوں اور ان میں سے کسی نے تجروح کو ترجیح دی ہو اور دوسرے نے تصحیح کو تو جرح مقدم سمجھی جائے گی۔

بہرحال ابن حزمؒ نے مطلق اپنی کتاب "المحلی" میں اس حدیث کی صحت سے انکار فرمایا۔

علامہ حیات ہے کہ اپنی کتاب "النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح" کی آخری جلد میں عوف بن مالک کی حدیث:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "تفترق امتي على بضع وسبعين فرقة اعظمها فتنة على امتي قوم يقيسون الامور برأيهم"

کی روایت پر اس کی تصحیح کی کوشش کی ہے اور اپنے خیال میں ابطال قیاس کی بے دلیل بحث فرمائی ہے، حالانکہ ابن حزم سے پہلے اور ابن حزم کے بعد الدمس سے لے کر تو امسان تک کے محدثین اس حدیث کی تضعیف میں ہم زبان ہیں۔ گویا عامہ ابن حزم حدیث افتراق امت میں ابو ہریرہ کی تصحیح حدیث کی تو تضعیف فرماتے ہیں اور حوف بن مالک کی تضعیف حدیث میں یہاں توثیق فرماتے ہیں۔ خیر یہ توثیق صحیح ہو یا غلط بہر حال ابن حزم کے قلم سے بھی حدیث افتراق امت کی توثیق کا ایک طریق ظہور میں آ گیا۔ اگر ابن حزم ہی کے قول پر مدار ہے تو لطف یہ بھی حاضر ہے۔ مدرسے ابن حزم کی کتاب "الفصل" جس کے حوالے سے حدیث کی تضعیف نقل ہوئی ہے وہ "کتاب الاحکام" سے پہلے کی تالیف ہے اور "کتاب الاحکام" اس کے بعد کی لکھی ہوئی ہے، چنانچہ "کتاب الاحکام" کی پہلی جلد میں خود ابن حزم اس کی تصریح فرماتے ہیں۔ اب ابن حزم کے آخری و متعارض قولوں میں سے ایک کو ترجیح دے سکتے ہیں تو وہ ان کا آخری قول ہوگا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حدیث کی صحت سے انکار اب ابن حزم بھی نہیں کر سکتے۔ نہ ابن حزم کی سابق تضعیف و انکار قوی قول ہو سکتا ہے جب کہ ان کے آخری قول خود اس کے خلاف موجود ہے۔ فرحم اللہ من انصف وذاد عن الملحق۔

مجد الدین فیروز آبادیؒ اور حدیث افتراق امت

اب سلسلے کے صرف مجد الدین فیروز آبادی رہ جاتے ہیں، پہلے یہ عرض ہے کہ فیروز آبادی کا شمار تو حفاظ حدیث میں ہے نہ کبار محدثین میں، جرح و تعدیل اور نقد حدیث کے باب میں ان کے اقوال کا کیا مرتبہ ہو سکتا ہے، بالخصوص جبکہ بہت سے ائمہ امت کے اقوال ان کے مخالف موجود ہوں؟۔

رفع یدین کے بارے میں ان کا قول:

"فقد صح فی هذا الباب اربعمائة خبر و اثر بو رواه العشرة المبشرة ولم یزل علی هذه الکیفیة حتی رحل من هذا العالم ولم یثبت شیء غیرها۔"

ان کی مبالغہ آمیزی اور معرفت حدیث میں ان کا کیا مرتبہ ہے اس کی قلعی کھول دیتا ہے اور محدثین کے نزدیک اس بات میں ہر ہر جزو فیصلہ کن ہے اور تحقیق واقعیت سے کہیں بعید ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ان کی "سفر السعادۃ" میں اس قسم کے جتنے دعوے ہیں تحقیق کے بعد بہت کم صحیح ثابت ہوئے۔ اس لئے شرح "سفر السعادۃ" وغیرہ محققین نے تصریح فرمادی ہے کہ اس قسم کے مبالغہ آمیز دعوے تحقیق سے خالی ہیں۔ اگر مضمون کی طوالت کا خطرہ نہ ہوتا تو یہاں اس کے چند نمونے بھی پیش کرتا۔ فیروز آبادی کی تفسیر "تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس" ان کی حدیث دانی کی تردید کے لئے کافی ہے جس کو علماء نے "اکذب التفاسیر" کا لقب دیا ہے۔ اس سے فیروز آبادی ایک طرف تصحیح میں انتہائی تساہل اور دوسری طرف تضعیف میں انتہائی تشدد واقع ہوئے ہیں۔ اس سے

فی ضعفہ الشمس مدینہ عن رجل

اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے شارحین نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے راوی کا نام معلوم نہیں ہے۔ اس لئے اس حدیث کی سند میں ایک

ضرورت ہے وہ ضرورت کیوں کر پوری ہو؟ اس غرض کے لئے ارباب فکر و نظر کے سامنے یہ مضمون پیش کرنا تو بہت بعد کی بات ہے اس کے خیال آیا کہ اس کے ابتدائی پہلو کو بھی روشن کیا جائے اور اس کی معنوی حیثیت سے بھی پردہ اٹھایا جائے اور جس طرح کہ حدیث افتراق امت پر ایک خلاصہ پیش کیا گیا ہے اور ایک طویل مضمون کا نچوڑ نکالا گیا ہے اسی انداز سے اس پر بھی چند سطریں لکھ کر ارباب نظر و بینات کی خدمت میں تحفہ پیش کیا جائے۔ نیز دور حاضر کے بعض ارباب فکر پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فروعی اختلاف کی بنا پر ان کی دینی حیثیات و شرعی مناصب مشتبہ ہو گئے ہیں اور دین کی حیثیت سے قابل تنقید بنا کر ایک بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ایک حد تک ان کے شبہات کا بھی ازالہ ہو جائے گا جو اصل مسئلہ مستقل توجہ و بحث کا محتاج ہے اور اس کے سب پہلوؤں پر بحیثیت حاصل بحث اور نتیجہ خیز تنقیح کی ضرورت ہے اور انشاء اللہ اس سلسلہ میں جو افراط و تفریط ہو رہی ہے اس کے سد باب کے لئے دوبارہ لکھا جائے گا لیکن اس وقت تو اس مضمون سے ضمناً موضوع کے ایک رخ سے نقاب کشائی ہو جائے گی۔ وباللہ التوفیق۔

حدیث اختلاف امت کے رواۃ اور اس کے الفاظ

حدیث "اختلاف امت" کا یہ مضمون مجموعی طور پر مندرجہ ذیل صحابہ سے مرفوعاً و موقوفاً روایت کیا گیا ہے:

(۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

نیز حسب ذیل تابعین سے بھی مروی ہے:

(۱) قاسم بن محمد بن ابی بکر جن کا شمار مدینہ کے فقہاء سبعہ میں ہے۔

(۲) عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد۔

(۳) یحییٰ بن سعید الانصاری۔

اور مندرجہ ذیل کتب حدیث وغیرہ میں مختلف الفاظ سے مذکور ہے الصدر حدیث کسی صحابی یا تابعی سے روایت کی گئی ہے:

مسند عبد بن حمید، مسند دارمی، سنن ابن ماجہ، الجمع بین الصحاح للعبدری، مستدرک حاکم، تاریخ ابن عساکر، فضائل الصحابہ للدارقطنی، المدخل للبیہقی، طبقات ابن سعد، معجم طبرانی، مسند الفردوس للدیلمی، کتاب الحجۃ فی اثبات المحجۃ لنصر بن ابراہیم المقدسی، کتاب العلم والحلم لآدم بن ابی ایاس، الرسالۃ الاشعریہ للبیہقی، المختصر فی اصول الفقہ لابن حاجب المالکی، غریب

الحدیث للامام الخطابی ، مشکوۃ المصابیح للخطیب ، جمع الفوائد لمحمد بن سلیمان المغربی وغیرہ۔ ( )

جن چار محدثین اور محققین نے اپنی اپنی تصانیف میں اس کو ذکر کیا ہے ان میں سے چند کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

امام خطابی، ابوعبداللہ الحسین بن احمد بن محمد الشافعی متوفی ۳۸۸ھ، امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ الشافعی، ابوالعباس اقرطبی المالکی، حافظ حدیث برہان الدین ابراہیم بن محمد الشافعی، علامہ ابن الجوزی، ابوالفرج مناوی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک نے اس روایت کو صحیح حدیث قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۱)

اب ہم یہ اختصار کے ساتھ چند کتب روایات پیش کرتے ہیں:

۱۔عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ ﷺ سألت ربی عن اختلاف اصحابی. قال اللہ یا محمد ، ان اصحابك عندی کالنجوم بعضها اقوی من بعض وفی روایة بعضها اضوء من بعض ولکل نور فمن اخذ بشیء مما هم علیه من اختلافهم فهو عندی علی هدی.

حضرت فاروق اعظمؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے صحابہ کے اختلافات کے بارے میں حق تعالیٰ سے عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! آپ کے صحابہ کی مثال آسمان کے ستاروں جیسی ہے بعض زیادہ روشن ہیں بعض سے اور ہر ایک کے لئے نور ہے ان میں سے جس نے کسی کا اتباع کیا تو وہ ہدایت پر ہے۔

یہ روایت مسند عبد بن حمید و مسند دارمی و ابن ماجہ و رزین عبدری وغیرہم میں موجود ہے (مجموعہ تفاسیر مظہری ج ۳ ص ۱۱۲ مخطوطہ دہلی)

۲۔یہی حدیث امام حدیث دارقطنی نے اپنی کتاب "الفضائل الصحابہ" میں اور حافظ ابن عبدالبر نے حضرت جابرؓ کی روایت سے نقل کی ہے (حوالہ مذکورہ)

۳۔یہی حدیث امام بیہقی نے اپنی کتاب المدخل میں بروایت ابن عباس نقل کی ہے (حوالہ مذکورہ)

محدثین کی اصطلاح میں یہ تینوں حدیثیں ضعیف ہیں۔

(۱) تفسیر مظہری ج ۳ ص ۱۱۲ مخطوطہ دہلی جو مولانا [illegible] کے لئے [illegible] کے [illegible] ص ۲۷، ۲۸ طبع مصر، تلخیص الحبیر للعسقلانی ج ۴ ص ۲۰۹، ۲۱۰ طبع مصر، [illegible] الکبیر للقاری ص ۲۰۰، مطبع محمدی لاہور، طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۸۹ مطبوعہ قاہرہ

٤- عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ مهما اوتيتم من كتاب الله فالعمل به ولا عذر لاحد فى تركه ، فان لم يكن فى كتاب الله فسنة ماضية ، فان لم يكن فى سنة نبى فما قال اصحابى ان اصحابى بمنزلة النجوم فى السماء فايها اخذتم به اهتديتم واختلاف اصحابى لكم رحمة.

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کتاب اللہ میں ہے اس پر عمل ضروری ہے، کسی کو بھی ترک کرنے میں عذر قبول نہیں اور اگر کتاب اللہ میں نہیں تو پھر سنت میں ہوگا اور اگر میری سنت میں نہیں تو پھر تو میرے صحابہؓ ہیں اور میرے صحابہؓ کی مثال آسمان کے تاروں کی ہے کسی کے قول پر بھی عمل کرو گے تو ہدایت پر چلو گے اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے۔

یہ حدیث بیہقی نے "المدخل" میں روایت کی ہے اور طبرانی نے "معجم" میں اور دیلمی نے "مسند الفردوس" میں اور بدر الدین زرکشی نے بحوالہ "کتاب الجامع للمنصر المقدی" ذکر کی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے، اس کی سند میں جو جمیل بن زید ہے وہ ضعیف ہے، واقطنی بھی ہے لیکن واقطنی کہتے ہیں یہ ابن مہدی کا راوی ہے اور حماد بن زید و ابن المبارک و یزید ابن ہارون جیسے اکابر محدثین نے اس سے روایت کی ہے (وبعضہا) یہ ان الاختلاف لسنۃ نبی (ج ۱ ص ۱۹۸) اور اختلاف امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے بہت سے فتاوے نہیں ملتے، روایت ان الله کے نزدیک احکام میں بھی قابل عمل ہے۔

٥- اختلاف اصحابی رحمة لامتی

میرے صحابہ (ساتھیوں) کا اختلاف میری امت کے لئے رحمت ہے۔

امام بیہقی نے اس کو "رسالہ اشعریہ" میں بغیر سند نقل کیا ہے، یہی روایت حافظ عراقی نے بحوالہ آدم بن ابی ایاس نقل کی ہے سند کا ذکر نہیں کیا جس کی تفصیل حافظ سخاوی نے "المقاصد الحسنہ" میں کی ہے۔

٦- عن القاسم بن محمد قال اختلاف اصحاب محمد رحمة لعباد الله

حضرت قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا اختلاف اللہ کے بندوں کے لئے رحمت ہے۔

یہ روایت قتیبہ مظہری میں بحوالہ "کتاب المدخل للبیہقی" و طبقات ابن سعد مذکور ہے۔ طبقات ابن سعد (ج ۵ ص ۱۸۹ مطبوعہ قاہرہ) نے اپنی سند کے ساتھ یہ ہیں:

اخبرنا قبيصة بن عقبة حدثنا فلح بن حميد عن القاسم بن محمد قال كان اختلاف اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم رحمة للناس

قبیصہ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ فلح بن حمید قاسم بن محمد سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا اختلاف لوگوں کے لئے باعث رحمت ہے۔

۷ عن عمر بن عبد العزیز قال ما سرنی لو ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم لم یختلفوا لانهم لو لم یختلفوا لم یکن رخصة.

حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں مجھے اس کی خوشی نہ ہوتی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں اختلاف نہ ہوتا کیونکہ اختلاف نہ ہوتا تو رخصت کہاں سے ملتی۔

یہ روایت قتیبی نے کتاب المدخل میں نقل کی ہے۔ (بحوالہ حجاوی مقلد ص)

الغرض ان مختلف روایات اور مختلف الفاظ اور متعدد طرق وتخاریج سے قدر مشترک یہی نکلی کہ حدیث کا مضمون محدثانہ نقطہ نگاہ سے قابل اعتبار ہے اور ایک حدیث کا صحیح ہونا بقیہ روایات کی تصحیح کو مستلزم ہے۔ تمام مختلف الفاظ سے مقصود بھی واضح ہو گیا۔ اصلی مقصد یہ ہے کہ اختلاف کی وجہ سے حکم کا دائر پھیلا ہوجاتا ہے اور گنجائش نکل آتی ہے۔ چنانچہ حافظ شمس الدین حجاوی نے الاقناع فی مسائل الاجماع میں عیسیٰ بن عبید الصدفی سے نقل کیا ہے "اهل العلم اهل سعة" اہل علم توسع کیا کرتے ہیں، چنانچہ حجاوی فرماتے ہیں کہ اختلاف کی وجہ سے ہمیشہ اختلاف رہا ایک جگہ کہتا ہے ایک ناجائز لیکن ایک دوسرے کی عیب جوئی نہیں کرتے۔ کہتا ہے کہ منصوص حکم سے خلاف کرنا یا قطعی حکم کی نافرمانی کرنا یا اجماعی فیصلہ کی خلاف ورزی کرنا البتہ ناجائز اور حرام ہوگا اس اختلافی مسئلہ کی مخالفت کرنا ناجائز حرام نہ ہوگا۔ بہر حال گذشتہ روایات والفاظ سے جو نتائج نکلے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

① نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ کے آئندہ اختلاف سے اندیشہ ہوا کہ غیر منصوص مسائل میں ضرور اختلاف ہوگا اور یہ اندیشہ کہ یہ اختلاف قلوب میں اختلاف وتفرق وتعصب کا ذریعہ بنے۔

② اللہ تعالیٰ نے اطمینان دلایا کہ صحابہ حق پر ہیں ان کے مراتب حکم واجتہاد میں ضرور تفاوت ہوگا لیکن کوئی مضائقہ نہیں ان میں ہر ایک کا اجتہاد رہنمائی کے لئے کافی ہوگا۔

③ صحابہ کی متابعت کا موقع اس وقت آئے گا جب کتاب وسنت میں صاف وصریح حکم نہ ہو تو پھر صحابہ کے اتباع میں دین ہوگا اس سے خروج دین سے خروج سمجھا جائے گا۔

④ جس طرح عام انسانوں کے مزاجوں میں تفاوت ہوتا ہے کوئی عزیمت کو پسند کرتا ہے کوئی رخصت وآسانی کا متلاشی رہتا ہے کوئی احتیاط ورع کے پہلو کو ترجیح دیتا ہے، عوام کے لئے شریعت نے ان تمام قسم کے رجحانات کو جائز قرار دیا ہے بعینہ اسی طرح صحابہ کے مزاجوں میں بھی تفاوت ہوگا اور تابعین کی آئندہ نسلیں اپنے اپنے مزاج کے مطابق اپنے لئے جو چاہیں منتخب کر لیں گی۔

⑤ دین اسلام نے لفظی نظام کا بھی ضمنی تحفظ کیا کہ مسائل اجتہادیہ میں آئمہ اپنے ماحول اور علمی افتاد کے مطابق انتخاب کا فیصلہ کر سکیں۔

⑤ تلخیص میں تیسری وضاحت یہ ہے کہ اجتہادی امور میں تنگ نظری و تعصب سے کام نہ لیا جائے اور اس اختلاف کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سمجھے۔ دیکھئے اس مضمون کو کتنی صراحت کے ساتھ حضرت فقیہ راشد امیر المؤمنین عمر ثانی نے بیان فرمایا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے اور مدینہ طیبہ کے فقہاء سبعہ میں ممتاز ترین شخص حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر نے کس صراحت کے ساتھ اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت بتایا۔ چنانچہ الشیخ عبد الرؤف المناوی نے فیض القدیر میں بڑے شرح و بسط کے ساتھ فرمایا کہ حدیث مذکور کا مصداق فروعی اجتہادی امور ہیں اور مذاہب امت کا فروعی اختلاف اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت اور بڑا فضل اکرم ہے۔ ہاں اصول عقائد میں اختلاف کرنا یہی ضلالت ہے۔ حافظ ابو عمرو ابن الصلاح سے بھی یہی مضمون موصوف نے نقل کیا ہے اس لئے کہ امام احمد بن حنبل نے بڑے زور و شور سے فرمایا ہے کہ اس حدیث پر صرف دو شخصوں نے اعتراض کیا ہے کہ اگر اختلاف رحمت ہے تو اتفاق عذاب ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ یہ کہنے والا ایک احمق موصلی ہے جو بے دین ہے اور دوسرا جاحظ ہے جو ملحد ہے۔ موصوف کے الفاظ ہیں:

> اعترض على هذا الحديث رجلان احدهما مأجن والآخر ملحد وهما اسحاق الموصلي وعمرو بن بحر الجاحظ (ملا حظه هو "المقاصد الحسنه للسخاوي" ص :۲۷)

بہر حال مختصر یہ کہ محققین نے یہی سمجھا ہے کہ حدیث کا تعلق اور اس اختلاف کا محل فروعی اجتہادی مظنون مسائل شرعیہ ہیں، دین اسلام نے منصوص مسائل آیات بینات جو قرآن و سنت میں فیصلہ شدہ ہیں وہ نہیں ہیں اور ظاہر ہے کہ ان میں اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، البتہ ان نصوص کی دلالت اگر قطعی نہیں یا تعارض ہے اور جمع وغیرہ اس بات میں نہ ہو تو نصوص شرعیہ اور احادیث نبویہ کے محامل و معانی و مقاصد میں اختلاف کا درجہ یہی ہوگا جو فروعی مسائل اجتہادیہ کا ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی محدث وقت اپنی بے نظیر تفسیر "مظہری" (ج :۲ ص :۱۱۵) میں آیت کریمہ ذیل کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

> "ولا تكونوا كالذين تفرقوا" يعني اليهود، تفرقوا على اثنتين وسبعين فرقة "واختلفوا من بعد ما جاءهم البينات" الدلائل الواضحة القاطعة من الآيات المحكمة والاخبار المتواترة المحكمة من الانبياء ونحو ذلك كاجماع هذه الامة سواء كان ذلك الاختلاف في اصول الدين كاختلاف اهل الاهواء مع اهل السنة وفي الفروع المجمع عليها كمسالة غسل الرجلين ومسح الخفين في الوضوء وخلافة الخلفاء الاربعة واحترز بهذا

النقيد عن اختلاف بالاجتهاد في مسائل بالادلة النقلية فان لاختلاف فيها ضروري ضرورة خطا بعض المجتهدين ، فذلك الاختلاف بعد بذل الجهد بلا مكابرة وتعصب معفو بل هو رحمة وسعة للناس ۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یہود کا ہمارے بیانات سننے کے بعد آپس میں اختلاف کرنے کی طرح بیانات سے مراد قرآن کریم کی آیات محکمہ یا احادیث متواترہ قطعیہ الدلالۃ ہیں ۔ غرض جس اختلاف کو ہے جو اصول دین میں ہو یا ان فروعی دین میں ہو جو اجماع امت سے ثابت ہیں جیسے وضو میں پاؤں کا دھونا یا موزوں پر مسح کرنا یا خلفاء راشدین کی خلافت کا ثبوت ۔ یہ باتیں امت کا وہ اختلاف جو ان مسائل کے باوجود اجتہادی وجہ سے باقی رہا تو یہ معاف ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے ۔ پھر قاضی صاحب نے اس کی تائید میں کئی روایات ذکر فرمائی ہیں تاکہ ان کے ان آثار سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث "اختلاف امتی رحمۃ" سے مراد یہی فروعی اختلاف ہے ۔ دوسرے مسائل تو درکنار اس میں امت کا اجتہادی اختلاف ایک مسلمہ حقیقت ہے جس کے علاوہ عقل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور اس دین کے اجتہادی دور کی پوری تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے ۔ ان حقائق کے پیش نظر اس کی گنجائش نہیں رہتی کہ اس حدیث کا مقصد و کل دین سمجھا جائے ۔ مزید غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان روایات میں وہی حقیقت جلوہ گر ہے جو فضائل صحابہ اور امت محمدیہ میں تلی ہے کہ یہ امت بھی گمراہی پر متفق نہ ہوگی اور حق تعالیٰ نے اس امت کا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی امت گمراہی پر متفق نہ ہو ۔ اللہ تعالیٰ نے میری درخواست قبول فرمائی ۔ واللہ اعلم ۔ مختلف روایات جو متعدد صحابہ کرام سے کتب حدیث میں موجود ہیں ۔

دراصل اختلاف امت کا سب سے پہلے ظہور صحابہ میں ہوا ہے ، جو پہلے دور میں جتنا بھی مسائل دین و فروعی اجتہادی امور میں اختلاف ہوا ہے وہ سب دین کے دائرے کے اندر رہا ہے ، یہ ممکن نہیں کہ اجتہاد میں خطا ہو یہ سے اختلاف کوئی جدید راستہ نکالے ۔ کوئی اختلاف کبھی پیش آئے گا تو فوراً سے بعد ہی یہ بات کسی حدیث قولی یا فعلی سے حل ہونے کی یا قرآن کریم سے صاف صریح اشارہ ہوگا اس کو کوئی امکان نہیں کہ بعد والے اپنی طرف سے کوئی بات پیدا کر لیں ۔ اس پر اس امت کے دین کی حفاظت کی ریسرچ کرنے والے علماء نے بھی یہی مناسب بیان فرمایا ہے ۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت عمر نے بھی یہی ارشاد فرمایا ہے ، جو مناسب معلوم ہوتا ہے :

"فقدوا الذين بعدي ابي بكر وعمر"(۱)

میرے بعد ابوبکر و عمر کی اقتدا کرنا ۔

---

(۱) سنن الترمذي ، ابواب المناقب ، باب مناقب ابي بكر الصديق ج ۲ ص ۲۰۶ ، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

"ان الله جعل الحق على لسان عمر"(۱)

اللہ نے عمرؓ کی بات میں حق رکھا ہے۔

پھر خلفاء راشدین کے مرتبہ کا تعین فرمایا:

"عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ، و اياكم و محدثات الامور".(۲)

تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو اختیار کرو۔ اس کو دانتوں سے پکڑ لو اور نئی نئی باتوں سے بچتے رہو۔ (احمد والسنن من حدیث العرباض بن ساریہ)

پھر عام صحابہ کے بارے میں ارشاد ہے:

"واصحابي أمنة لامتي فاذا ذهب اصحابي اتى امتي ما يوعدون"(۳)

میرے صحابہ میری امت کے امین ہیں جب میرے صحابی چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ حالات آئیں گے جن سے ان کو ڈرایا جا رہا ہے۔

بلکہ حدیث "خير القرون قرني" (۴) میں تابعین کے دور کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے(۵)۔

بہرحال اس قسم کی روایات کا ایک وسیع باب ہے جس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ سنت نبوی کے بعد صحابہ کرام کا درجہ ہے اگر سنت نبوی میں دین کی کوئی بات نہ ملے تو تعیین صحابہ میں تلاش کرنا چاہیے۔ اگر باہم اختلاف عہد صحابہ میں کوئی بات طے ہو جاتی ہے تو پھر کسی کو اس کی مخالفت کا حق نہیں پہنچتا اور اگر ان میں اختلاف پایا گیا تو ان کے اقوال میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ہوگا، جدید اجتہاد کی نہ ضرورت ہے نہ اس کی اجازت، اس کا کوئی امکان نہیں کہ صحابہ بدعت یا احداث فی الدین اختیار کریں۔ اس لئے کہ ان کے دینی منصب کی ضمانت دی گئی ہے اور ان کی پیروی کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ اب اگر قرآن و حدیث میں کسی امر کا کوئی فیصلہ نہ ملے تو اسے صحابہ کے اقوال اور ان کی سنت میں تلاش کرنا چاہیے جو شخص ان کی سنت ہوتے ہوئے جدید اجتہاد کرے گا یا اس سے انکار کرے گا وہ مبتدع ہوگا بلکہ ان احادیث کا مخالف و منکر ہو جائے گا جو آپ نے اپنے صحابہ کرامؓ کے حق

(۱) سنن الترمذی، ابواب المناقب، مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب ج:۲ ص:۲۰۹، ط: فاروقی کتب خانہ ملتان۔ سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة ج:۲ ص:۶۳۵، ط: قدیمی

(۲) سنن الترمذی، ابواب العلم، باب الاخذ بالسنة ج:۲ ص:۹۲، ط: فاروقی کتب خانہ ملتان۔ سنن ابن ماجه، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدين ص:۵، ط: قدیمی۔ مسند احمد بن حنبل، حدیث عرباض بن ساریہ ج:۴ ص:۱۲۶، ط: عالم الکتب بیروت

(۳) الصحیح لمسلم، کتاب الفضائل، باب بیان ان بقاء النبی امان لاصحابه ج:۲ ص:۳۰۸، ط: قدیمی

(۴) الصحیح لمسلم، کتاب الفضائل، باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم، ج:۲ ص:۳۰۹، ط: قدیمی

میں ارشاد فرمائی ہیں۔ حضرات صحابہ سے بھی اس سلسلہ میں متعدد تصریحات ملتی ہیں۔

(۱) حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں:

"کل عبادة لم یتعبدها اصحاب رسول الله ﷺ فلا تعبدوها و خذو ابطر یق من کان قبلکم"۔ [الاعتصام للشاطبی ج ۲، ص ۱۳۲]

یعنی جو عبادت صحابہ نے نہیں کی تو تم بھی وہ عبادت مت کرو اور سلف کا طریقہ اختیار کرو۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

"من کان منکم مستنا فلیستن بمن قدمات فان الحی لا یؤمن علیه الفتنة"(۱)

جو کوئی تم میں سے کسی کی اقتدا کرنی چاہے تو اس کی اقتدا کرے جس کا انتقال ہو چکا ہے۔ کیونکہ زندہ آدمی کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۳) یا فرمایا: اتبعوا آثارنا و لا تبتدعوا(۲)

ہمارے آثار و اقوال کا اتباع کرو اپنی طرف سے نئی باتیں مت نکالو۔ وغیرہ وغیرہ۔

صحابہ و تابعین کے اتنے کثرت سے آثار و اقوال اس سلسلہ میں ملتے ہیں کہ جمع کرنے سے ایک دفتر تیار ہو جائے گا اور جب کہ قرآن کریم میں صحابہ کے فضائل و مناقب اتنی وضاحت کے ساتھ موجود ہیں تو پھر ان کے ہوتے ہوئے ان کے اس دینی منصب کو سمجھنے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔ غالباً اس وقت یہ چند اشارے کافی ہوں گے۔

بہر حال حدیث "افتراق امت" جس کے متعلق گذشتہ صفحات کے شمارے میں تفصیل آ چکی ہے، اس کا تعلق اس افتراق و اشتقاق سے ہے جو اصول دین میں ہے اور انتہائی مذموم ہے۔ نصوص قرآن و حدیث میں اس کی مذمت و قباحت بیان کی گئی ہے۔ امت اسلامیہ اور امت اجابت میں جو فرقے اصولی پیدا ہوئے جن کو اہل اہوا اور اہل بدع کہا جاتا ہے، ان میں خوارج و قدریہ، رافضہ مرجئہ، جہمیہ، کرامیہ، حشویہ وغیرہ شامل ہیں ان سب کا تعلق حدیث افتراق امت سے ہے جس کے لئے معیار اتباع سنت "ما انا علیه واصحابی" کا جادۂ مستقیم بتلایا گیا اور جو اس معیار پر صحیح نہ اترے وہ اس دائرہ سے خارج ہوں گے اور حدیث اختلاف امت کا دائرہ فروعی اجتہادی مسائل تک منحصر ہے۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، تو قیع صحابہ، اجماع امت و اجتہاد و استنباط کے اصولی طرق میں سب اہل سنت متفق ہیں ان کے جزوی اختلافات کو قابل گرفت نہیں سمجھا گیا اور ہدایت کی گئی کہ اس قسم کے اختلاف کو افتراق کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ اس اختلاف کو تکوینی مصالح و اسرار اور فطری اختلاف سمجھ کر اس کو سر امر حکمت و مصلحت سمجھا جائے۔ اس دائرے میں تخریب و تشنیع کو برسر کار نہ

---

(۱) مشکوۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثالث ج: ص: ۳۲، ط: قدیمی

(۲) سنن الدارمی، باب فی کراهیة اخذ الرأی ج: ۱ ص: ۸۰، ط: دار الکتاب العربی بیروت

دیا جائے اور قلوب کے نفاق و شقاق کا ذریعہ بننے نہ دیا جائے۔ دونوں حدیثوں کے مضمون جدا جدا ہیں ان کو ایک ہی مصداق پر حمل کرنا یہ سراسر غلط بحث ہے۔ اگر قرون متاخرہ میں پند افراد نے تعصب مذہبی میں غلو کر کے تعصب و فرقہ بندی کے ذریعہ امت محمدیہ میں شقاق و نفاق کا راستہ کھول دیا تو یہ اتباع مذاہب کی ناعاقبت اندیشی ہے۔ یہ ان کا جرم ہے کہ ایک صحیح و مفید چیز سے ناجائز و غلط فائدہ اٹھایا گیا۔ پھر ظاہر بین اور عواقب نا شناس حضرات نے غلو کر کے اتباع نے اس غلط حربہ عمل سے متاثر ہو کر اصل اختلاف فلاحی کو غیر اسلامی نظریہ قرار دے دیا اور حنفیہ مالکیہ شافعیہ و حنابلہ کی گروہ بندیوں کو صحیح نہیں آراء ائمہ قدیمہ واجبہ بلکہ کفار و مشرکین کی صف میں کھڑا کر دیا۔ نا سمجھ واللہ راجعون۔

خلاصہ صاف بات ہے کہ جن مسائل و احکام میں کوئی قرآنی و حدیثی فیصلہ موجود نہ ہو اور صحابہ کے دور میں ان کا فیصلہ نہ ہو سکا ہو تو چونکہ انسانی دماغ کے مراتب مختلف ہیں اور ہر دماغ کا زاویہ نگاہ فطری طور پر ضروری نہیں ہے کہ دوسرے سے متفق ہو جائے اور ہر صاحب فہم و صاحب اجتہاد ان کا مکلف ہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منشا کو سمجھنے کی کوشش کرے اور وحی الٰہی کے اصل سرچشمہ سے براہ راست اس لئے اختلاف تو ناگزیر تھا۔ لہٰذا شریعت نے اس کے دائرے کو وسیع بنا دیا اور پابندی نہیں لگائی اور فطری شہوتوں کی تکمیل میں تو سع سے کام لیا اور اس کو رحمت کہا۔ شرط صرف اتنی ہے کہ اصولی دائرہ سے باہر نہ جائے اور نیت نیک ہو اور علم و تقویٰ و بحث و تحقیق کی اہلیت موجود ہو۔ یہ مضمون زیادہ وضاحت و تشریح کا محتاج ہے اس وقت حدیث "اختلاف امتی رحمۃ" کے مضمون کو سمجھنے کے لئے اتنا کافی ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ حق تعالیٰ سمجھنے کی صحیح توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

| ربیع الاول ۹۳ھ

حدیث "بدء الاسلام غریبا" کی تشریح

"بدأ الاسلام غریبا وسیعود کما بدأ فطوبی للغرباء"(۱)

"صحیح مسلم شریف" کی ایک صحیح حدیث ہے کہ اسلام کا ابتدائی دور غربت کا تھا اور آخری دور بھی غربت کا ہوگا جو لوگ اسلام کی غربت کے باوجود اسلام پر قائم رہیں گے وہ خوش قسمت ہیں۔

غریب کے معنی

عربی زبان میں "غریب" کے معنی مسافر کے ہیں جس کا کوئی پرسان حال نہ ہو۔ کوئی اپنی مسافر جب کسی ملک میں جاتا ہے تو لوگ اس کو تعجب سے دیکھتے ہیں نہ اس کا کوئی ہمدرد ہوتا ہے نہ غمگسار، نہ کوئی پرسان حال،

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الاسلام بدأ غریبا وسیعود الخ (۱ ص ۸۲، ط: قدیمی)

تاریخ اسلام میں ابتدائی دور کے حالات وواقعات تو پڑھے ہوں گے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ حضرت خالد رضی اللہ عنہم کی زندگی کے واقعات میں تو زبان زد خلائق ہیں آپ نے کبھی کسی پادری صاحب کی یہ عجیب الدیار اسلام کا دورِ غربت سنا ہے تو فرمائیے میں تو زیادہ تر عقیدے سے دورِ غربت کا معیشت سے نہ تھا پوچھا تو ان کے ہاں ایک خدا کا تصور تھا تو ایک عقیدہ تو یہ دورِ غربت اس کی دعوت پر ہی جا رہا تھا:

﴿أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ [ص ۵]

بات سے خدا اس کو ایک خدا بنا دیا یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

مسلمان مملکتوں میں اسلام کی غربت

مگر آج ان کی توحید اور ذات وصفات وکمالات میں یکتائی و عقیدہ مسلمانوں کا مسلمہ وصف تھا اس وجہ سے دین اسلام کو یہ عجیب مصیبت سے واسطہ تشریح نہیں کرنی ہے۔ لیکن آج اسلام کی غربت پر کوئی اس وقت تک اسلام کا مدعی نہ زبان پر ہے زبان سے بے شک اسلام اور مسلمان کا نام لیا جاتا ہے لیکن نہ عقیدہ اسلام کا نہ عمل مسلمانوں کا اور صورت مسلمانوں کی ہے۔ اسلامی ریاست کی حکومت اور مملکت اسلامیہ اور قانون ہے روشن ہے یا فرنگی یا سوشلزم یا کمیونزم ہے اسلام کا عمل ہے بیشتر کا بڑا اب ان کے باوجود ہے اور قدرے اسے وجود پر ہیں اور اس وجود کی تفصیل ہم میں مسلمان سے رائج ہیں مسلمانوں کو قدم قدم پر ستاتے ہیں ان کے خلاف کے اقدامات ہیں جیسا کہ تجربہ ان کے اشتہارات ہیں اخبارات دیکھ لیں ہر روز ان اشتہارات سے بھرے پڑے ہیں اکثریت یہ کاروبار ہے ہے اسلام ہے یا اس کا نام لیا جاتا ہے ان میں بڑی بڑی ہے درحقیقت یہ اسلام کا اجنبی اس کی غربت کی علامت ہے۔ ہیں ان کو مسلمان ہیں ان کی عورتوں کے نام ہیں ہیں اور ڈرامے ہیں اخبار کے مضمون اچھلتے ہوتے ہیں ہیں جب جب بھی بولتے ہیں اور قہقہے لگاتے ہیں ان سے بچ کے صورت سے یہ بات ہے اسلام سے غربت کا یہ ہے کہ ان کو مسلمانوں کی شمار میں جا رہے ہیں۔

اور سب سے زیادہ اس اسلام کی غربت یہ ہے کہ جن کے ہاتھ میں ان کے ہاتھ پاؤں ہیں ان کے دل و دماغ ہیں ان کے جسم ہیں اور ان کی زیارت کی فلمیں ہیں ان کو وہ جدید کے لائے ہیں تھوڑی بہت جو اسلام باقی تھی وہ بھی ان سے چھین لی ہے اللہ تعالیٰ ہمارا بھلا کرے۔

اسلام کے ساتھ شرانگیز اور مضحکہ خیز صورت حال

اور ان سب سے بڑا مصیبت یہ ہے کہ اسلام اور دین اسلام کے ساتھ یہ مضحکہ خیز اور شرانگیز حرکات

دین اسلام اور خدمت اسلام میں عبادت و طاعت سمجھانے کی کوشش کی جارہی ہے، ان پر فریب صورت حال نے اور ان شیطانی، طاغوتی کارندوں نے پردہ پوش عورتوں کو، شریف زادیوں کو، پابند شرم و حیا لڑکیوں کو بھی زاویہ عفت و عصمت سے نکال کر فسق و فجور کے ان حیا سوز مرکزوں میں پہنچا دیا، "فیا غربۃ الاسلام" قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں، ہر کافرانہ عقیدے کے اظہار و اشاعت کی آزادی ہے، جو جس کو چاہے کافر بنا دے، مرتد بنا دے، کوئی پرسان حال نہیں، محاسبہ نہیں، کوئی جرم نہیں، سادہ لوح مسلمان اور عیسائی مشنریاں بھیڑوں میں بھیڑیوں کو کھلا چھوڑ دیا گیا ہے کہ جو چاہے کریں نہ اسلامی حمیت ہے نہ اسلامی غیرت ہے۔

سب سے بڑی صدمے کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔ آدابِ اسلام سے بیگانگی غریب ہی غریب ہے، کسمپرسی کی حالت میں کراہ رہا ہے نہ کوئی تیماردار ہے نہ کوئی غمخوار۔

اگر آج کوئی صحابی زندہ ہو جائے اور ہمارے اسلامی ملکوں کا یہ نقشہ دیکھے کیا وہ باور کرے گا کہ یہ اسلامی مملکت ہے اور یہ اس کے مسلمان باشندے ہیں؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں بڑی حسرت سے فرمایا کرتے تھے:

"والذی لا الہ الا ھو، ما أذکر ما غیر من الدنیا الا کالثغب شرب صفوہ و بقی کدرہ"۔(۱)

خدا کی قسم میں کیا بتاؤں کہ دنیا کیا رہ گئی ہے، اس کی مثال اس حوض کی ہے جس کا پتھر اور صاف پانی تو پی لیا گیا ہو اور گدلا گدلا پانی باقی رہ گیا ہو۔

یہ خلافت راشدہ کا دور ہے، اس زمانہ کی بات فرما رہے ہیں حضرت ابن مسعود، حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی شہادت سے پہلے وفات پا چکے ہیں اگر آج کے دور کو دیکھیں تو آپ ہی سوچنے لگیں گے؟ حضرت ابن عمرؓ ایک مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے تشریف لے گئے اذان کے بعد مؤذن نے اتفاق سے دوبارہ نماز کا اعلان کر دیا چونکہ حدیث میں اذان کے بعد دوبارہ نماز کا اعلان ثابت نہیں، ناراض ہو کر فوراً مسجد سے نکلے اور اپنے ساتھی مجاہد سے فرمایا:

"اخرج بنا من عند ھذا المبتدع"(۲)

چلو اس بدعتی کے یہاں سے نکلو۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب عزم الامام علی الناس فی اطیقوں ج ۱ ص ۴۱۶، ط قدیمی
(۲) سنن الترمذی، ابواب الصلوۃ، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر ج ۱ ص ۳۸، ط فاروقی کتب خانہ ملتان

آج دنیا میں جو مسلمان حکومتیں اسلام پسند ہیں ان کا تشخص اور اسلام کا تشخص ایک ہی ہے

عملی اسلام کی حفاظت کے لئے خوش نصیب افراد کا وجود

اس سلسلہ میں حفاظت اسلام کی بھی ایک مخصوص روایت سے کسی کو انکار نہیں ہے یہ سلسلہ قیامت کا منکر ہے اللہ جل جلالہ کی آخری پیغام جس طرح قرآن مجید کی صورت میں محفوظ ہے اسی طرح اللہ جل جلالہ کی آخری حجت تمام محفوظ رکھنے کا بھی ذمہ لیا ہے اور اسلام میں عملی حفاظت کی بھی ہے جس کے تحت ہر صدی میں ایسے خوش نصیب افراد کا وجود ہوتا رہا ہے جو دین حق کی اصل روح کو اپنے اندر سمو کر اس کی حفاظت کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں اور اس کی تائید میں حضور نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث بھی موجود ہے جس میں آپ نے اس امت کے اندر ایسے افراد کی موجودگی کی خبر دی ہے چنانچہ بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

" لا تزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم ، ومن خذلهم ، حتى يأتي امر الله وهم على ذلك او كما قال" (۱)

یعنی قیامت تک ایک جماعت ہمیشہ حق پر عمل کرنے والی موجود رہے گی جو مخالفین و دشمنان اسلام کی تدبیروں سے نہ تو مغلوب ہو سکے گی اور نہ ہی شکست کھائے گی۔

بہر حال یہ تو ایک حقیقت ہے کہ ہر شخص اسلامی زندگی کا نمونہ ہے اور امت میں ہر زمانے میں ایسے ملیں گے جن کی زندگیاں پورے طور سے اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوں گی اور مسلمان حکومتوں کا ہے افسوس ان میں سے تمام اسلامی آثار مٹتے جا رہے ہیں ہر ادارے میں اور ہر شعبہ زندگی میں تمام تر اسلامی تعلیمات کے برعکس ہی قانون نظر آتا ہے جو ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا وہاں پر بھی اسلامی تعلیمات کی بجائے انگریزی قانون ہی رائج ہے اور مملکت عربیہ سعودیہ اور مملکت افغانستان اور کسی قدر مملکت ایران کے علاوہ کسی مسلمان حکومت میں بھی اسلامی قانون کا نفاذ نہیں ہے اس مغربی تہذیب کا پنجہ اتنا شدید ہے کہ کوئی مملکت بھی اس کی زد سے باہر نہیں ہے۔

تو ہمیں تو اپنے ملک اور اپنی مملکت کی فکر کرنی چاہیے، اس لئے افسوس ہے کہ جو قطعات ہمیں دستیاب ہوئے ہیں ان میں اور دشمنان اسلام کی تدبیروں پر پورے طور پر کارگر ہونے میں صرف اس کا ہے کہ ہم تمام تر اسلام کے نام پر لڑ رہے ہیں۔

حکومتوں کی اصلاح کے لئے صحیح راستہ

تجربہ کے بعد یہ محسوس ہوا کہ حکومتوں کی اصلاح کے لئے یہ راستہ زیادہ تر انتخابات میں حصہ لے

(۱) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین ج ۱ ص ۱۶،
ایضاً کتاب الجہاد، باب قول اللہ فان للہ خمسہ وللرسول ج ۱ ص ۴۳۹ قدیمی

جلوس، مظاہرے، پریس بیانات، اخبارات کے ذریعہ اصلاح کی توقع بیحد بے اثر اور بے نتیجہ ہیں، ان کے اثرات ہوتے بھی ہیں تو دیرپا نہیں ہوتے، کبھی کبھی وقتی ہوتے ہیں، چند افراد اگر عمل میں شدید جہاد کے بعد بھی مٹنے تو نکارہ خانے میں طوطی کی آواز سے ان کی حیثیت زیادہ نہیں ہوتی بار بار یہ تجربہ ہو چکا ہے:

من جرب المجرب حلت به الندامة

یعنی تجربہ کے بعد بھی عمل حاصل یہ کرنا ندامت کا باعث ہے۔

اب تو وقت متقاضی ہے کہ عوام کی انفرادی اصلاح ہونی چاہیے، اس کے بعد معاشرے کی صلاح پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، اگر عوام کی اصلاح ہو جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ انہی میں سے ارباب اقتدار آئیں گے، انہی میں سے ارکان اسمبلی ہوں گے اور ظاہر ہے کہ اگر تمہورات کے راہنما ہوں گے تو اقتدار کے خواہاں اور کرسی کے خواہش مند مجبور ہوں گے کہ وہ اپنے طریقے اور انداز عمل اختیار کریں جس پر عوام سے خراج تحسین مل سکے، ضرورت اس کی ہے کہ اسلام کے علمبرداروں کی پوری جماعت افراد اور معاشرے کی اصلاح کے لئے سرگرم ہو جائے، ہاں شبہ یہ طویل ہے وقت زیادہ ہوگا لیکن اگر کوئی امید اصلاح کی ہو سکتی ہے تو اس صورت میں:

مصلحت دیدہ من آنست کہ یاراں ہمہ کار
گذارند و ہمہ طرف بہ یارے نگرند

اب ضرورت اس کی ہے کہ پرسکون طریقے پر دعوت ان اقدار کا پیغام ملک کے گوشے گوشے میں پہنچایا جائے اور بازاروں، دکانوں، دفتروں سے لے کر اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں تک اس کے داعی کو تیار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت فرمائے۔

[جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ]

حدیث "النکاح من سنتی" کی تحقیق

کراچی سے ایک اہل حدیث عالم کا جنہیں مولانا بنوری سے تلمذ کا تعلق ہے، خط ملا جس میں حدیث "النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی" پوچھی ہوئی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس کا پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس نے اس کا پڑھنا عادت ہے، ان کے اصرار پر مولانا محمد نے یہ تحقیق فرمائی ہے، وہ اس قلم کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے:

خدمت گرامی حضرت مولانا ۔۔۔ صاحب زید عاتم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

دو تین مسلسل پیچیدہ اہم انتظامی مشغلوں نے اور ان کے بعد سفر حج میں تاخیر اور تقسیم ہوئی اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ اب انتظار کے بعد حاضر خدمت ہوں:

(۱) "النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی" یہ حدیث باتفاق محدثین موضوع ہے (تلخیص)

(۲) اس روایت حدیث میں بعد واحد حدیثیں ہیں "النکاح من سنتی" اس حدیث کا مضمون ہے جس کی روایت سے کئی صحابہ سے مروی ہے (۱) اس کی اسناد پر حکم لگایا ہے (۲) اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں (۳) بلکہ یہ ان کے خصوص الفاظ نہیں ہیں بلکہ نقل بالمعنی ہیں اور تمام محدثین کا یہ حدیث بعد خصوص صحیح الفاظ کے ساتھ ہیں ہوں۔

"فمن رغب عن سنتی فلیس منی" یہ حدیث اس ان مالک بن انس کی روایت سے مذکور صحیح بخاری شریف میں موجود ہے (۲) علامہ نے اس کی صحت میں کلام کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کے بعد "التلخیص الحبیر" میں اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے اس حدیث کو صحیح کہنے سے ہے کہ یہ حدیث کیسی کہ صحیح اصطلاح ہے اس کی سند ہے اور یہ حدیث کیسی ہے اور یہ حدیث صحیح حدیث ہوتی ہیں کیسی علی ہے اور محدثین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے اس لیے اس کی روایت سے تمام محدثین نے استدلال کیا ہے (۴)

(۳) اس کے بعد یہ حدیث ہے "قال رسول اللہ"

(۱) باب ما جاء فی فضل النکاح ص ۱۳۶ حدیث رقم ۱۸۴۶ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النکاح من سنتی فمن لم یعمل سنتی فلیس منی الحدیث۔

(۲) فیہا قولہ تعالیٰ [فرہ تعالیٰ] [۳۹]

(۳) ومنہا حدیث عبید بن سعد یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومنہا حدیث ابی ایوب رفع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر والسواک وحدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ النکاح من سنتی ومن لم یعمل سنتی فلیس منی ومن النکاح ما رواہ ابو یعلی وغیرہ فضلت ان لکل نبی سنۃ من سنن صحیحا والا فہو من سنن [۱۲]

(۴) [۱۲]

صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ کر حدیث "النکاح من سنتی" پڑھی جائے پھر دوبارہ "وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم" کہہ کر دوسری حدیث "فمن رغب عن سنتی فلیس منی" کو پڑھا جائے اور میں ہمیشہ اسی طرح ہی پڑھتا ہوں یہ سب کچھ یاد سے لکھ رہا ہوں اس لئے ابن ماجہ، صحیح البخاری اور "التخلیص الحبیر" کا صفحہ نمبر نہیں لکھا اگر ضرورت ہوئی لکھ دیا جائے گا۔

سوال: اس کا ثبوت دیا جائے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس خطبہ میں پڑھی تھی؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا ضروری نہیں حدیث ہونا کافی ہے، خطبہ حاجت و خطبہ نکاح جو ترمذی وغیرہ کی احادیث میں آیا ہے اس کا مطلب وانتا ہے کہ حمد و شہادتین سے خطبہ شروع ہونا چاہئے، آیت تقوی والی حدیث جامع ترمذی کی اسناد محدثین کے اصول پر صحیح نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ حسن کا درجہ رکھتی ہے اس لئے کہ وہ روایت "ابو عبیدۃ عن عبد اللہ بن مسعود" کی سند سے مروی ہے اور ابو عبیدہ کا سماع عبد اللہ سے ثابت نہیں اس لئے محدثین کے نزدیک منقطع ہے اور منقطع حدیث صحیح نہیں ہوتی بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔ حاکم نے مستدرک میں ابن مسعود کی جو حدیث روایت کی ہے اس میں آیت تقوی کا ذکر نہیں (۱)، اس لئے بھی محل نظر ہو گئی اگر مثبت کو ترجیح دی جائے تب بھی اتنا ثبوت تو مل گیا ہے کہ خطبہ نکاح میں اگر یہی مضمون ضروری ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا التزام فرماتے حالانکہ ابو داؤد کی روایت میں حمد و شہادتین کے الفاظ بھی ہیں، نیز حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عقد نکاح کا خطبہ مرفوعاً ثابت ہے وہ بالکل اور خطبہ ہے (۲)، ان تمام شواہد سے معلوم ہوا کہ خطبہ نکاح میں صرف آیات و احادیث کا ذکر ضروری یا مندوب ہے کوئی خاص قسم کے الفاظ مطلوب نہیں اور تمام امت کے نزدیک یہ حکم ہے کہ نفس خطبہ نکاح بھی مندوب اور مستحب ہے واجب نہیں۔ (۳)

اس لئے ان ماثورہ خطبوں میں سے کوئی بھی ہو اس کا التزام مستحب تو ہے مگر واجب یا سنت مؤکدہ نہیں، پھر جب حمد و ثنا، شہادتین اور آیات تقوی پڑھ لی گئیں تو اصل سنت ادا ہو گئی اس کے بعد مزید ترغیب و تفہیم کی نیت سے احادیث ماثورہ کا پڑھنا مجتہدانہ ذوق کے پیش نظر میں منشاء حدیث ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف خطبات پڑھنا اور فرمانا اس کی دلیل ہے کہ خطبہ نکاح میں اصل مقصود حمد و ثنا شہادتین اور نکاح سے متعلق آیات و احادیث کا ذکر ہے۔ پھر جب اصلی سنت ادا ہو گئی اور مسنون اور مستحب درجہ پورا ہو گیا تو اس پر آیات

---

(۱) قال الحافظ فی التلخیص الحبیر (ج:۳ص:۱۵۲) وقد رواہ الحاکم من طریق آخر عن قتادہ عن عبد ربہ عن ابی عیاض عن ابن مسعود، ولیس فیہ الآیات، وذکرہ الشوکانی فی "النیل"۔

(۲) اس خطبہ کو پورا متن علامہ قسطلانی نے "مواہب لدنیہ" میں نقل کیا ہے۔

(۳) اخرج ابوداؤد عن رجل من بنی سلیم قال خطبت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامۃ بنت عبد المطلب فذکحنی من غیر ان یتشہد۔

[illegible]

[illegible]

عدل و انصاف کی اہمیت

[illegible]

"عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال "سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لا ظل الا ظله ، امام عادل وشاب نشاء فی عبادة الله و رجل معلق قلبه فی المساجد و رجلان تحابا فی الله اجتمعا علیه و تفرقا علیه و رجل دعته امرأة ذات منصب وجمال فقال انی اخاف الله و رجل تصدق بصدقة فاخفاها حتی لا تعلم شماله ما تنفق یمینه و رجل ذکر الله خالیا ففاضت عیناه" ( )

[illegible]

( ) صحیح البخاری کتاب الاذان ، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰة و فضل المساجد ج ۱ ص ۸۸ ، الطبعة کتب خانہ کارخانہ تجارت کتب کراچی ، و صحیح مسلم کتاب الزکوٰة باب الصدقة بالیمین ج ۱ ص ۳۲۳ طبع قدیمی

بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو گی، وہ وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو آنکھیں اشک بار ہیں۔

عدل و انصاف عدلیہ یا قانون کی عظیم الشان وزارت ہے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (آل عمران: ۱۸)

اللہ نے گواہی دی کہ کسی بندگی نہیں اس کے سوا اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی اور وہی حاکم انصاف کا ہے کسی کی بندگی نہیں سوا اس کے زبردست ہے حکمت والا۔

حق تعالیٰ شانہٗ خود عادل ہے اس کا نازل کردہ قانون (شریعت محمدیہ) سراپا عدل ہے اس لئے بے شمار آیتوں میں بندوں کو عدل و انصاف کا حکم دیا گیا ہے عدالتوں میں اسی ہدایت کو ملحوظ رکھا گیا ہے یہ حکم جامع ہے:

قرابت کے موقعہ پر بڑے سے بڑے انصاف پر اور کے قدم اکھڑ جاتے ہیں اور وہ جانبداری کی نذر ہو جاتا ہے مگر قرآن و اسلام نے ایسی نازک صورت میں بھی عدل و انصاف قائم رکھنے کا عہد لیا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا﴾ [النساء: ۱۳۵]

اے ایمان والو تم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کی طرف کی اگرچہ نقصان ہو تمہارا یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا اگر وہ غنی مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ ان کا تجھ کو زیادہ ہے سو تم پیروی نہ کرو دل کی خواہش کی انصاف کرنے میں۔

اسی طرح جب کسی سے بغض و عداوت ہو تو عدل و انصاف سے تجاوز عموماً اسے حاصل ہو جاتا ہے جاتے ہیں اور اپنے حریف کو نیچا دکھانے کے لئے آدمی وہ جائز و ناجائز حربہ استعمال کرتا ہے مگر قرآن حکیم ان انسانی کمزوریوں کی جانب سے مسلمانوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ ایسے موقعہ پر بھی عدل و انصاف کا دامن ہرگز ہاتھ سے نہ چھوڑیں بلکہ ہر حال میں عدل و انصاف قائم رکھیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ [المائدۃ: ۸]

اے ایمان والو کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ سے اور ڈرتے رہو اللہ سے، اللہ کو خوب خبر ہے

نظام عالم اور عدل و انصاف

[illegible] کائنات کا نظام بھی عدل و انصاف سے وابستہ ہے۔ نظام عالم کے لئے عدل و انصاف [illegible] کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی نظام عالم کے اس قانون سے بچ نہیں سکتی۔ اس کا ثبوت ہمیں تاریخ عالم کی ان قوموں کے حالات سے ملتا ہے جنہوں نے اپنی نافرمانیوں کی پاداش میں ان پر نازل پایا ہے:

ثمت اعمال بامعورت عذاب گرفت

پرانے زمانے میں مطلق العنان بادشاہ کو "من فی الملک" کہتے تھے اور آئین و قانون ان کے اشاروں پر تبدیل کرتا تھا لیکن دور جدید نے مملکت کو جمہوریت میں بدل دیا اور آئین و دستور رائج کئے گئے۔ بادشاہت کی جگہ ہمیں صدارتی نظام حکومت یا کہیں وزارتی نظام حکومت نافذ دیکھا گویا وہ قدیم شہنشاہ کا منصب دور جدید کے صدر مملکت یا وزیر اعظم نے حاصل کر لیا۔ قدیم میں بادشاہ دو پہر تک آتے تھے اور دور جدید میں بیٹھے رہتے ہیں لیکن عدل و انصاف کس حکومت یا آئین کی جمہوریت کا نام کس جگہ اس کا مدار عدل و انصاف اور عدل پر دار و باب اقتدار پر ہے۔ عالم بھی عدل و انصاف سے جو ہر سے مالا مال ہو تو مملکت بھی رحمت ہے ورنہ جمہوریت بھی چنگیزی کا روپ دھار لیتی ہے۔ اس طرح مملکت کی آبادی اور بقا عدل و انصاف سے وابستہ ہے اسی طرح اس کی تباہی و بربادی ظلم و ناانصافی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

قوموں اور ملکوں کی تباہی کے اسباب

ان مملکت کی تباہی و بربادی سے متعلق جو ارشادات قرآنیہ دنیا کی چیزیں سامنے آئیں کی قوم کا فسق و فجور اور ظلم و ناانصافی کا ذکر ہے۔ کوئی قوم جب فسق و فجور کی روش اختیار کرتی ہے اللہ تعالیٰ اس قوم سے برکتیں اٹھا لیتا ہے۔ فسق و معصیت کے نشہ میں مست ہو کر حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی حدود و قیود توڑنے لگتی ہے تو ان پر عذاب نازل ہوتا ہے اور ہنستا بستا گھر برباد ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں کسی قوم کی تباہی و بربادی کے بارے میں ایک قانون بیان فرمایا ہے:

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿بنی اسرائیل ۱۶﴾

جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر جب وہ وہاں شرارت مچاتے ہیں تب ان پر بات تمام ہو جاتی ہے پھر ہم اس بستی کو تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں۔

قوم کا فسق و فجور اور حکومت و سلطنت کا ظلم ہی سب سے بڑے اس عالم کی تباہی و بربادی کا ذریعہ بنتا ہے۔

ظلم و استبداد کی چکی میں پہلے مرتی ہے بالآخر یہی چکی ظالم و جابر کو بھی پیس ڈالتی ہے۔ اس دائمی قانون سے کفر کے ساتھ حکومت رہ سکتی ہے مگر ظلم و استبداد کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔

درحقیقت کائنات کا حقیقی تصرف و اقتدار اللہ رب العزت اور ظلم الٰہ کیسن کے ہاتھ میں ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز مہلت دیتا ہے لیکن جب اسے پکڑتا ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتا۔ یہی وجہ ہے کہ ظالم حکمران زیادہ دیر تک مسند اقتدار پر نہیں رہ سکتے بلکہ دوسروں کے لئے درس عبرت بن جاتے ہیں۔ ہٹلر جیسے ظالم کا انجام بھی ہم نے دیکھا ہے۔ اس نے فرعون، ہامان اور قارون کی طرح خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کی فوجیں روس کے قریب پہنچ گئی تھیں۔ اس نے انگلستان، فرانس، اٹلی، بلجیم، ہالینڈ، ڈنمارک، ناروے، یونان اور بلغاریہ کو فتح کر لیا تھا۔ اس کی فوجیں مصر کے دروازے پر دستک دے رہی تھیں۔ اس کے ظلم کی داستان سن کر ہر شخص کانپ اٹھتا تھا۔ اس کے ظلم کی چکی میں لاکھوں انسان پس گئے

ہوتے ہیں۔

یہ ایک فطری اصول ہے کہ جرم انفرادی ہو تو اس کی سزا بھی فرد تک محدود رہتی ہے اور جب قومی قوم کی جرم و بغاوت کا راستہ اختیار کرے تو اس کی سزا بھی عام ہوتی ہے، یہ سزا انہیں ایک بار تعذیب شر کی صورت میں مل چکی اور ابھی یہ شر مضمحل نہیں ہو پایا تھا کہ ان کی دوسری قسط نے خطرات سر پہ منڈلانے لگے۔

مسلمان قوم سے اسلام کی روح نکلنے کا نتیجہ

جس طرح روح نکل جانے کے بعد انسانی جسم کے بہترین اعضاء بھی بدبودار ہو کر ناقابل برداشت ہو جاتے ہیں، بالکل اسی طرح مسلمان قوم کے اعضاء میں انحلال و انفصال کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور بالآخر یہ کل کر منتشر ہو جاتا ہے، بعینہٖ اسی طرح مسلمان قوم سے اسلام کی روح نکل جانے کا نتیجہ انحلال و انتشار کے سوا کیا ہو سکتا ہے، شعر یہ خط و پیوند ہوتا ہے کہ جس طرح امریکہ، روس اور ہندوستان کی سازش سے اسرائیل جیسے ملک کے ایسے بڑے حصے خود مسلمان ہو بیٹھے ہیں اسی طرح خود مسلمان عیسائیت اور یہودیت سے دو چار ہو رہے ہیں۔ کچھ عرصہ نہیں آتا کہ مغلوں پر کیے پڑے آ جاتے ہیں اور ان تعاقب سے یوں عبرت نہیں لی جاتی، ایک طرف پورا ملک ہے جس کی قرآنی کچھ شمار ہے، اسلام و ایمان کی دولت خاص ہے، ہوشربا گمراہی سے گزر رہی ہے، خیر و برکت اٹھ چکی ہے، یہی خطہ زمین جو دوسرے ممالک و خطہ ارض کے لئے نمونہ بننے والا تھا، دیوالہ گرے ہم پیالہ قحط ہے، باہمی نفرت عداوت اور انتشار و تفریق دشمناں ہے، رشوت، لالچ، چور بازاری، سٹہ بازی جیسے امراض وبائی کی طرح پھیل چکے ہیں، چوری، ڈاکہ، لوٹ مار، قتل و غارت کا معمول بن چکی ہیں، ان سب عذاب الٰہی کی شکلیں نہیں، احادیث کی ان تصریحات سے سمجھ نہیں لی جاتا بلکہ فواحش و منکرات میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے، گھروں اور دفاتر گھروں میں عریانی ہے، بے حیائی نے ہر طرف ڈیرے ڈال رکھے ہیں، ظلم و بربریت کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے، غفلت، لاپرواہی کا نشہ دن بدن تیز سے تیز تر ہوتا جا رہا ہے، آخر حق تعالیٰ کے غضب و عقوبت اپنے دائمی ضابطے کب تک برداشت کی جائے گی؟ اور انتقام الٰہی کی تلوار ابھی کب تک تھمی رہے گی؟ گذشتہ بے خدا قوموں کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ [الفجر: ۱۱-۱۴]

یہ سب وہ تھے جنہوں نے زمین میں سرکشی کی، اس میں بہت اودھم مچایا، پھر ان پر تیرے رب نے کوڑا عذاب کا برسا دیا، تیرا رب گھات میں ہے۔

ان تمام دلائل کے صورت حال سے ثبوت مہیا ہونے کے بعد ہمیں ضرورت ہے کہ ہم اپنی اور دوسرا بارگاہ رب العزت میں توبہ و انابت اختیار کریں، اجتماعی معاصی سے کلی پرہیز کریں اور گذشتہ خطاؤں پر بارگاہ رحمت

میں توبہ و استغفار کریں، اسلامی شعائر کو بلند کریں اور غیر اسلامی نشانات کو پامال کریں، سورۂ نوح میں اس قسم کے معاصی کی کثرت سے قحط و تنگ سالی جیسے عذاب کا نازل ہونا اور اس کا علاج توبہ و استغفار بتایا گیا ہے:

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا﴾

[نوح: ۱۰ تا ۱۲]

(نوح علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ قوم سے خطاب کرتے ہوئے) میں نے کہا: گناہ بخشواؤ اپنے رب سے بے شک وہ ہے بخشنے والا، چھوڑ دے گا تم پر آسمان کی دھاریں اور بڑھا دے گا تم کو مال اور بیٹوں سے اور بنا دے گا تمہارے واسطے باغ اور بنا دے گا تمہارے لئے نہریں۔

مقصد یہ کہ توبہ و انابت کی برکت سے نہ صرف آخرت کی کامیابی و کامرانی نصیب ہوگی بلکہ دنیا کے عیش و آرام کی صورتیں بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے مہیا فرما دیں گے، دلوں کو سکون و اطمینان نصیب ہوگا، اموال میں خیر و برکت ہوگی، اولاد صالح اور خدمت گار ہوگی، آسمان سے ابر رحمت کا نزول ہوگا، پھلوں اور غلوں کی کثرت اور بہتات ہوگی، فرصت کے لمحات بہت مختصر ہیں اور فیصلے کی گھڑی سر پر آئی کھڑی ہے، اس لئے ہمیں موجودہ حالات کا صحیح علاج فوراً کر لینا چاہیے ورنہ ہماری ظاہری اور مٹکی تدبیریں سب ناکام ہوں گی، اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت فرمائے، ہماری قوم کو فسق و فجور اور حکمرانوں کو ظلم و عدوان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه صفوة البریة سیدنا محمد وعلی آله واصحابه واتباعه الی یوم الدین

[ربیع الاول ۱۳۹۵ھ - اپریل ۱۹۷۵ء]

دنیا و آخرت

حضرت مولانا رحمہ اللہ کی یہ تقریر اسلامیہ کالج پشاور کی جامع مسجد میں ۱۳۸۷ھ میں ہوئی تھی، جسے ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ محفوظ کر لیا گیا تھا، چونکہ سفر حج کی وجہ سے حضرت مولانا رحمہ اللہ محرم ۱۳۸۸ھ کے لئے بصائر و عبر نہیں لکھ سکے تھے، لہٰذا بصائر و عبر کی جگہ تقریر کو چار اقساط میں پیش کیا گیا، ہم مولانا محمد اشرف صاحب مدظلہ (صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج پشاور) کے ممنون ہیں کہ یہ تقریر ان ہی کی دعوت پر ہوئی اور ان کے ہی اہتمام سے ضبط کی گئی۔

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿اعلموا أنما الحيوة الدنيا لعب ولهو وزينة وتفاخر بينكم وتكاثر في الأموال والأولاد كمثل غيث أعجب الكفار نباته ثم يهيج فتراه مصفرا ثم يكون حطاما وفي الآخرة عذاب شديد ومغفرة من الله ورضوان وما الحيوة الدنيا إلا متاع الغرور سابقوا إلى مغفرة من ربكم وجنة عرضها كعرض السماء والأرض﴾ (الحدید: ۲۰،۲۱)

محترم بھائیو اور عزیز طلباء! حسن اتفاق سے آج میرے محترم دوست محمد انور خالص صاحب کی دعوت پر مجھے یہاں حاضری کا موقعہ ملا تو میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اس پیارے مدرسہ میں آپ سے مخاطب ہونے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ میں ان سب دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے یہاں آنے کی دعوت دی اور مجھے یہ موقعہ دیا کہ میں آپ سے کچھ باتیں کروں۔ میں ان سب بھائیوں کی خدمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرے استقبال کے لئے اپنی قیمتی گاڑیاں بھیجیں اور اپنے وقت کا ایک حصہ میرے ساتھ گزارا۔ میں ان سب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرے لئے دعائیں کیں اور اپنے گھروں پر مجھے مدعو کیا۔ میں آپ کو اپنے درمیان پا کر بہت خوش ہوں اور آپ کو بھی اپنے درمیان پا کر خوشی ہوئی ہوگی۔

میں کیا کہتا ہوں؟

میں جو کچھ کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایک مقصد لے کر اٹھا ہوں اور وہ مقصد یہ ہے کہ دنیا میں اس کا دین قائم ہو جس کے لئے اس نے اپنے رسول بھیجے اور اپنی کتابیں اتاریں۔ اس کے لئے ہم نے اپنا گھر بار چھوڑا اور اپنے وطن کو خیرباد کہا۔ ہم نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ اس مقصد کی خاطر وقف کر دیا ہے

تفصیلات سے قطع نظر میں یہاں اس کی طرف مختصر اشارہ کرتا ہوں۔

لغت عرب میں نبی کے معنی ہیں نباء (خبر) دینے والی شخصیت لیکن شریعت نے جس ذات کی لئے یہ لفظ استعمال کیا ہے اس کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ رب العالمین جل ذکرہٗ نے ازل سے اس کو اپنے اور بندوں کے درمیان واسطہ بنانے کے لئے منتخب فرمایا ہو، قدرت اس کی پرورش کر رہی ہو، "ولتصنع علی عینی" اس کو ہر طرح معصوم بنایا گیا ہو، وہ نفس و شیطان کے تمام خوائل سے محفوظ ہو، اس کا امکان نہیں کہ وہ عقل و شہوت کی خواہش میں گمراہ ہو سکے، اس کا کوئی امکان نہیں کہ نفس و شیطان کے وساوس سے منزل مقصود اس سے محجوب ہو سکے، ایک ایسی ہستی جسے رب العالمین اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان واسطہ ہدایت بناتا ہے اسے اپنا نمائندہ منتخب کرتا ہے، اسے معصوم الفطرت، معصوم العقل اور معصوم النفس پیدا کرتا ہے، اس کے بعد وہ غیب کی خبر دیتا ہے جسے "وحی" کہا جاتا ہے اور محققین اہل لغت لکھتے ہیں کہ "نباء" کے معنی ایسی خبر کے ہیں جو غیب سے ہو اور اس میں عظیم فائدہ ہو، اب نبی کے معنی ہوئے وہ معصوم ہستی جس کا قدرت نے ازل ہی سے انتخاب فرمایا وہ کسب سے نہیں بنا، تعلیم سے نہیں بنا محنت سے نہیں بنا، جد و جہد سے نہیں بنا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی وہبی رحمت شامل حال ہوئی، اسی نے اس کا انتخاب کیا، اسی کی قدرت نے اس کی تربیت فرمائی، اسے نفس و شیطان کے خوائل سے ہر آن محفوظ رکھا، پھر اس کے پاس ایسی غیبی خبریں (وحی) بھیجیں جن میں سننے والوں کا عظیم فائدہ ہے، اب بتلایئے کہ لفظ "نبی" کا ترجمہ ہم کس لفظ سے کر سکتے ہیں۔

یہ تو ایک ضمنی بات تھی میں یہ عرض کر رہا تھا کہ انبیاء کرام جو اس قدر عظمت اور درجہ رکھتے ہیں، دنیا میں تشریف لائے اور انسانیت کے سامنے ایک دعوت پیش کی، دنیا کے اعتبار سے جسے ہم کامیابی و ناکامی سمجھتے ہیں کوئی کامیاب ہے کوئی ناکام، لیکن اپنے مقصد کے اعتبار سے سبھی اعلیٰ درجے کے کامیاب ہیں، ان پر آرے چلے، ان کے بدن سے لوہے کی کنگھیاں نکالی گئیں، ان کو ایذائیں دی گئیں، ان کو خدا جانے کیا کچھ کہا گیا، ان میں سے بعض کے ہاتھ پر ایک بھی شخص ایمان سے مشرف نہیں ہوا لیکن اس کے باوجود نبی ہے، رسول رسول ہے، ان کے کمالات میں اس سے کمی نہیں ہوئی، بلکہ ہر ایک مقصد زندگی میں کامیاب رہا کیونکہ کام اللہ کا ہے نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، پس جب انبیاء کرام کے بارے میں ہمارا تصور یہ ہے تو ہم اپنے بارے میں اس غلط فہمی میں کیوں مبتلا ہو جائیں کہ ہمیں مقصد تک پہنچنا ہے، نہیں! ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ منزل مقصود کو ٹھیک ٹھیک پہچانیں اور وہاں تک پہنچنے کی جد و جہد کریں، پھر خواہ سیلاب کے تھپیڑوں سے نکل کر ساحل مراد تک پہنچ جائیں یا درمیان ہی میں شہید ہو کر رہ جائیں، بہر صورت گوہر مقصود حاصل ہے، یہ اللہ کا کام ہے کہ جسے چاہیں ظاہری اعتبار سے بھی کامیاب بنا دیں، جسے چاہیں ناکام کر دیں، منزل کی پہچان اور اس کی تگ و دو کے بعد ہم بہر حال کامیاب ہیں یہی ہمارا مقصد ہے۔

زمین کی حقیقت

جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس کے ترجمہ اور مضمون کو بیان کرنے سے پہلے ایک بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس دنیا میں ہزاروں حقائق ایسے ہیں جن کی اصل حقیقت تک ہماری رسائی نہیں، جبکہ صبح و شام ہمیں ان سے واسطہ رہتا ہے، دیکھئے یہ زمین جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے: ﴿منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرى﴾ (اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اسی میں ہم تمہیں دوبارہ لوٹا دیں گے) اس سے بڑھ کر ہمیں کس چیز سے واسطہ ہوگا؟ اسی زمین سے ہم نکلے اسی میں ہم جائیں گے، اسی زمین سے وہ سے غذا تیار ہوئی، پھل اور میوے پیدا ہوئے، وہ انسان کے اندر بنائی ہوئی ایک خدائی مشین معدہ میں پہنچے، ہضم و تحلیل کے بعد جگر میں خون بنا، پھر خون اپنے مدارج طے کر کے سفید مادہ کی شکل بنا، وہ ایک عجیب و غریب نظام سے ایک جگہ پہنچے اور چند دنوں میں ایک جیتا جاگتا انسان پیدا ہو گیا، فتبارك الله احسن الخالقين۔

یہ تو ہمارا اس زمین سے تعلق ہے، مگر اس زمین کی حقیقت آج تک ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں، ہزاروں برس سے دنیا اس بطلیموس عقیدے پر قائم تھی کہ زمین ساکن ہے اور سورج متحرک، مگر جدید سائنس نے اس نظریہ کو غلط ثابت کر دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ زمین خود قلابازیاں کھاتی ہے اور سورج اپنی جگہ قائم رہتا ہے (۱) تو عقیدے کے ہزاروں برس اس غلط فہمی میں مبتلا رہنے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اتنے قریب ترین حقائق جو ہمارے پاؤں کے نیچے اور آنکھوں کے سامنے ہیں زندگی میں ہر وقت ان سے سابقہ رہتا ہے ہمیں ان حقائق تک بھی پوری رسائی نہیں اور ابھی تک قطعی فیصلہ نہیں کر پائے کہ زمین ساکن ہے یا متحرک، آپ کو یاد ہوگا کہ جب سائنسدانوں کی ایک جماعت ارضی تحقیقات کے لئے جمع ہوئی تھی اس وقت انہوں نے بڑی صفائی سے اقرار کیا تھا کہ زمین کے بارے میں ہماری معلومات بطلیموس کے عہد سے کچھ زیادہ نہیں تو جب انسان زمین کی حقیقت بھی معلوم نہیں کر سکے تو کیا اعتبار ہے ان کی تحقیقات کا جن کی تحقیقات پر کروڑوں نہیں بلکہ اربوں کھربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں، ان میں ابھی تک یہ بحث چل رہی ہے کہ زمین ساکن ہے یا متحرک؟ متحرک ہے تو اس کی حرکت کیسی ہے؟ سورج میں حرکت ہے یا نہیں؟ یہ کرہ فضا میں کیسے معلق ہے؟ زمانہ دراز کے بعد انسان کو محض ظاہری اور سطحی علم حاصل ہو سکا، اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کتنا عجیب و غریب اور برمحل ہے:

﴿يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾

[الروم:۷]

یہ لوگ دنیوی زندگی کی بھی محض ظاہری سطح کو جانتے ہیں (حقیقت اس کی بھی معلوم نہیں) اور آخرت

---

(۱) اب سائنس کی جدید تحقیق یہ ہے کہ سورج میں ایک قسم کی حرکت نہیں بلکہ مختلف قسم کی حرکات ہیں، محمد سرور، ادارہ ہی زاہد

سے تو بالکل ہی غافل ہیں۔

انسان میں ہڈیاں کتنی ہیں؟ پٹھے کتنے ہیں؟ ریشے کتنے ہیں؟ شرائین کتنی ہیں؟ سونا، چاندی، لوہا، پیتل کتنا ہے؟ آنکھ کے پردے کتنے ہیں؟ دماغ کیسے بنا ہوا ہے؟ یہ سب تو جانتے ہیں لیکن یہ کبھی نہیں سوچا کہ منی سے یہ جاندار کیسے بن گیا؟ رحم مادر میں یہ ناک نقشے کیسے تیار ہو گئے؟ ایک باشت کے محدود رقبہ میں اربوں کھربوں انسانوں کی الگ الگ شکلیں کس نے بنا ڈالیں، آپ نے کبھی سوچا کہ ہم نے ذرا سا بیج ڈالا اس سے اتنا بڑا عظیم الشان درخت جس کے اجزاء ہوا اور پانی میں آخر کیسے پیدا ہو گیا، اس ننھے سے بیج سے یہ درخت کس نے نکالا، جس کی جڑ، تنا، پتے، شاخیں، کونپلیں، پھل، پھول سب کی خصوصیت الگ الگ، رنگ جدا جدا، اور خاصیت علیحدہ علیحدہ ہے، پھر ایک ہی زمین اور مٹی سے مرچ بھی پیدا ہوتی ہے اور آم بھی، کیلا بھی اور کریلا بھی، زہر بھی اور تریاق بھی۔ کبھی قدرت کے ان عجائبات پر غور کیا؟ کہ یہ کیسے پیدا ہوئے اور کس نے پیدا کئے، بس یہی وہ مقام ہے جہاں مادہ پرست سائنسدانوں اور علم الحیاۃ کے ماہرین کو غلطی ہوئی، ان کی عقل پر وہ پردہ ہے جو قرآن نے بیان کیا ﴿یعلمون ظاھرا من الحیاۃ الدنیا وھم عن الاخرۃ ھم غافلون﴾ وہ دنیوی زندگی کی صرف ظاہر سطح کو جانتے ہیں اور آخرت سے تو بالکل ہی غافل ہیں۔

قدرت خداوندی کے مظاہر

پھر یہ دنیا جس کا آپ کو کچھ قطعی علم ہے بھی یہ کل کائنات کا شاید کروڑواں حصہ بھی نہیں بنتا، آج تو ان حقائق کو سائنسدان بھی ماننے پر مجبور ہیں، ورنہ کسے معلوم تھا کہ ریت کے اجزاء سے رنگوں کا کپڑا تیار ہوگا جو اپنی خوبصورتی خوشنمائی، نفاست اور نرمی سے ریشم کو بھی مات کر دے گا، اگر کوئی شخص ایسا دعویٰ کرتا تو یقیناً اسے احمق کہا جاتا، لیکن آج اسی زمین کے اجزاء سے اربوں گز سالانہ نائلون تیار ہوتا ہے اور اتنی وافر مقدار میں تیار ہوتا ہے کہ ایک ایک عورت سو سو جوڑے بنانے سے بھی ختم ہونے میں نہیں آتا، کیا یہ رب العالمین کی شان ربوبیت نہیں؟ کیا معلوم کہ کل ایسے کیمیائی مواد پیدا ہو جائیں جن کے ذریعہ ایک جریب زمین سے ہزار جریب کی پیداوار ہونے لگے، جو لوگ آئندہ پیدا ہونے والی انسانیت سے ڈر کر نسل کشی کے فلسفے پیش کرتے ہیں کیا ان پر "آب ناندیدہ و موزہ کشیدہ" کی مثال صادق نہیں آتی، خدا کی رزاقیت پر پہلے ہی سے تحدید لگا دینا کتنی عجیب بات ہے، یہ انسان صرف اس لئے ہوا کہ نظریات کی بنیاد صرف عقل کو بنا لیا گیا اور عقل بے چاری اتنی محدود ہے کہ وہ صرف سامنے کی چیز کو دیکھ سکتی ہے آگے پیچھے، اوپر نیچے نہیں دیکھتی۔ یعلمون ظاھرا من الحیوۃ الدنیا۔

چاند اور دیگر سیارے

تو میں نے کہا کہ آسمان کو تو چھوڑو، تم زمین پر ہو اور زمین سے قریب تر کرہ چاند ہے جو ۲۰۳۸ ہزار

موجودہ سائنس تکوینی مجانبات پر مطلع ہونے کا ایک راستہ ہے

اس سے کم از کم عذاب قبر کا مسئلہ تو نا قابل فہم نہیں رہا، اس سلسلہ میں فرید وجدی نے "دائرۃ المعارف" میں، روح" کے تحت یہ دلچسپ واقعہ فرانسیسی مجلہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ عمل تنویم (مسمریزم) کے ایک ماہر نے ایک شخص پر عمل تنویم شروع کیا اور اس سے بعض امور کے بارے میں سوالات کرتا رہا، اس طویل اور مسلسل عمل سے اس معمول کی روح نکل گئی، جسم ٹھنڈا، حس و حرکت مفقود، اس پر موت کی کیفیت طاری ہوگئی اور سوال و جواب کا سلسلہ منقطع ہوگیا، عامل صاحب بہت پریشان ہوگئے، جلدی سے ایک دوسرے آدمی پر تنویم کی توجہ ڈالی اس سے پہلے معمول کے بارے میں دریافت کیا اس نے بتلایا کہ اس کی روح نکل چکی ہے اور فلاں جگہ موجود ہے، اب عامل صاحب اسے تلاش کرنے لگے، معمول ثانی نے بتلایا کہ اب آپ کا ہاتھ اس کی پنڈلی پر ہے، عامل نے فوراً ہوا میں نشتر چلایا اور معمول اول جو بے حس و حرکت پڑا تھا اس کی پنڈلی پر زخم ہوا جس سے خون کا فوارہ چھوٹ پڑا باوجودیکہ جسم کے درمیان اور اس جگہ کے درمیان جہاں ہوا میں نشتر چلایا گیا تھا کافی فاصلہ تھا۔

اس قسم کے عجائبات کی خبریں ہمیشہ آتی رہتی ہیں تو قدرت نے بتلادیا کہ تمہاری عقل کے دائرے کے اندر بھی ایسی چیزیں واقع ہوسکتی ہیں کہ [illegible] نے یہی کہا تھا کہ مردہ خواہ کسی جگہ ہو خشکی میں یا تری میں، سمندر کے تہہ میں ہو یا چھلی کے پیٹ میں، سڑ جائے گل جائے اس کے اجزاء ہوا میں تحلیل ہوجائیں، لیکن خدا کے ملک، اس کی قدرت اور اس کے علم سے باہر نہیں، روح کا ایک مخفی تعلق جسم کے ان ذرات سے باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے جسم کو برزخی ثواب و عذاب ہوتا ہے خواہ ہمیں اس کا احساس ہو یا نہ ہو۔

دیکھئے میڈیکل سائنس کے بقول آپ کے پیٹ میں ہزاروں لاکھوں جراثیم موجود ہیں ایک دوسرے کو مارتے ہیں قتل کرتے ہیں اور دوائیوں سے انہیں ختم کیا جاتا ہے، میدان کارزار گرم ہے لیکن آپ کو اس کی کوئی خبر نہیں، اس انکشاف سے پہلے کسی کو کیا خبر تھی کہ ایک قطرہ کے اندر کروڑوں اربوں جراثیم ہوں گے، اسٹنڈرڈ یک کہ آلات کے ذریعہ انہیں دس ہزار گنا بڑا نہ کریں تو وہ نظر نہیں آئیں گے، ان میں جوڑ توڑ اور توالد و تناسل کا سلسلہ بھی جاری ہے، قدرت کے یہ عجائبات جو آج آپ کے علم میں آئے ہیں کیا سو سال پہلے معلوم تھے؟ آئندہ کیا کیا حقائق ظاہر ہوں گے۔

دنیا کی بے حقیقتی و بے ثباتی

میرا مقصد اس دنیا کی حقیقت سمجھانا ہے دیکھئے! اگر آپ سے کہا جائے کہ آپ کی یہ زندگی کچھ نہیں بلکہ اس کے بعد جو زندگی آئے گی وہی اصل زندگی ہوگی تو ممکن ہے کہنے والے کو بے وقوف کہا جائے کہ ہم تو اس زندگی میں کھاتے ہیں، پیتے ہیں، شادی بیاہ کرتے ہیں، اولاد پیدا کرتے ہیں، جوان ہوتے ہیں، قتل و قتال اور رزم و بزم

کے ہاتھ پر پلتے ہیں نظم مملکت چلاتے ہیں ان سے صرف نظر کرتے ہیں اور ان کے کمالات کا انکشاف کرتے ہیں اور ان کی کتابیں پڑھتے ہیں یہ کچھ نہیں میں عرض کرتا ہوں یہ تمہاری زندگی کا تعمیر اور تمہاری مشن ہے تم یہ ساری کتابیں پڑھتے ہو ان پر پاکستان انگلینڈ یورپ افریقہ امریکہ الغرض ساری دنیا کی چیزیں دیکھتے ہو اس کے بارے پڑھتے ہو اس پر صرف کرتے ہو تمہارے ذہن میں کبھی اس پر غور و تدبر کرتے ہیں اس کو مخلوق اور مصنوعات الٰہیہ سب کی یہ تماشا دیکھنے کے لئے جاتے ہیں تو یہ بتلایا ہے انسانی پرندے جس کے لئے دین بھی عبارت ہو جاتا ہے اور اخلاق بھی مال بھی برباد کیا ہوتا ہے اور قیمتی وقت بھی ہو انگلینڈ سب جانتے ہیں کہ اس کے موظف انجینئر ڈاکٹر اور آفیسرز سب معروف ہیں ان کی حقیقت کچھ نہیں اب حضور صادق صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتلاتے ہیں کہ دنیا کی یہ زندگی کیا ہے ایک تماشا ہے اور جب مر جائے تو پتہ چلے گا:

"الناس نیام فاذا ماتو انتبھوا"(۱)

لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مریں گے تب جاگیں گے۔

قرآن مجید نے اسی حقیقت کو بیان فرمایا چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الأموال والأولاد کمثل غیث أعجب الکفار نباتہ ثم یھیج فتراہ مصفرا ثم یکون حطاما وفی الآخرۃ عذاب شدید ومغفرۃ من اللہ ورضوان وما الحیوۃ الدنیا إلا متاع الغرور﴾ [الحدید: ۲۰]

تم سب جان لو کہ دنیوی زندگی محض لہو و لعب کھیل تماشہ اور زینت اور تم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور مال و اولاد میں ایک کا دوسرے سے بڑھ کر زیادہ تمنا کرنا ہے جیسے مینہ ہے کہ اس کی پیداوار کاشت کاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو اس کو تو زرد دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں عذاب شدید ہے اور خدا کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی ہے اور دنیوی زندگی محض دھوکہ کا سامان ہے۔

قرآن کریم کا اعجاز اور اس کی فصاحت و بلاغت

اب میں اپنی فصاحت اپنی بلاغت اپنے خطیب زور بیان مبلغ شیریں بیان کلیم الفاظ کا بیان یا اپنی امن تری کی وجہ نہیں بلکہ قرآن کا اعجاز حضور کا اعجاز فصاحت معلوم ہوتے ہیں آپ کی قابلیت کہ میں اس زور بیان کو ادا کر سکوں اس لئے میں چند اشارات عرض کرتا ہوں جن کی طرف آپ فرماتے ہیں: "اعلموا انما الحیوۃ الدنیا" کا پہلو "اعلموا" کے بعد "انما" سے شروع فرمایا گیا ہے جو بتلا رہا ہے

---

(۱) المقاصد الحسنۃ للسخاوی ج ۱ ص ۶۹۱ ط: دار الکتاب العربی بیروت

"والم الر المر" میں ایک بحث لکھتے ہیں کہ "الف لام میم" سے کلام شروع کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ کلام وہ فیصلہ کن حقیقت ہے جس میں کسی ادنیٰ تردد یا شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

تو "الف لام میم" سے کلام شروع کر کے حق تعالیٰ شانہ متنبہ فرمانا چاہتے ہیں کہ تمہاری دنیوی زندگی کا ہر دوا سب اور کھیل تماشا تو ایسی بدیہی حقیقت اور کھلی بات ہے کہ اس میں کسی عاقل کو تردد ہی نہیں ہو سکتا سبحان اللہ! یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ ایک طرف تو قرآن کے حقائق اتنے گہرے ہیں کہ بڑے بڑے عقلاء وہاں تک رسائی سے عاجز ہیں، چنانچہ ایک نبی حدیث میں قرآن پاک کے بارے میں فرمایا:

"لا یخلق بکثرۃ الرد، ولا یمل قاریہ ولا یشبع منہ العلماء ولا تنقضی عجائبہ"(۱)

قرآن کثرت تلاوت سے کہنہ نہیں ہوتا، اس کا پڑھنے والا اکتاتا نہیں، اس سے علماء کو سیری نہیں ہوتی، اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔

تو ایک طرف تو قرآن کریم ایسا دریائے ناپیدا کنار ہے کہ اس کے حقائق وعجائبات ختم نہیں ہوتے اور دوسری طرف اس کا یہ اعجاز ہے کہ عامی سے عامی آدمی بھی اپنے ظرف کے مطابق اس کا مفہوم سمجھ جائے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ﴾ [القمر: ۱۷]

اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے کوئی سوچنے والا؟

سبحان اللہ! یہ رب العالمین ہی کے کلام کی خصوصیت ہو سکتی ہے کہ ایک طرف یہ اس قدر آسان کہ ایک امی (ان پڑھ) بھی اسے سمجھ جائے اور دوسری طرف ایک بڑے سے بڑا فلسفی، متکلم اور عاقل بھی اس کے حقائق کی گہرائی سے حیران اور ششدر رہ جائے، کیونکہ وہ تو رب العالمین ہے، اس کی یہ شان عامہ کا ایک کرشمہ یہ بھی ہے کہ ہر شخص کے دماغ کو اس کی استعداد کے مطابق غذا مہیا کرتا ہے، فلسفی کو اس کے خیال کے مطابق، فقیہ کو اس کی گہرائی کے مطابق، امام کو اس کی شان کے مطابق، عامی کو اس کے حال کے مناسب، قرآن کے اس خوان یغما اور مائدۂ عام سے سب کو فیض ملتا ہے۔

انسانی زندگی کے چار دور

بہر حال قرآن حکیم نے اپنی عجیب شان سے ہماری دنیوی زندگی کا نقشہ کھینچا ہے کہ یہ زندگی کل چار ادوار میں تمام ہوئی ہے اب وہ ادوار ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) سنن الترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب فی فضل القرآن ج: ۲ ص: ۱۱۸، رقم: ۲۹۱۰

بچے کی ابتدائی پرورش اور اس کے قدرتی نظام

انسان جب پیدا ہوتا ہے تو آپ جانتے ہیں کہ وہ بول نہیں سکتا، نہ کسی چیز کو پکڑ سکتا ہے، نہ چل پاتا ہے، نہ اکیلا کھا پی سکتا ہے، مگر بچے کی پیدائش سے پہلے ہی اس کے لئے ماں کے سینے میں دودھ کا انتظام ہو جاتا ہے۔ ماں کے دل میں اس کی محبت اور اس کے منہ میں دودھ چوسنے کا ذائقہ پیدا کر دیا جاتا ہے۔ یہ سب انتظام کس نے کیا؟ کیا ماں نے؟ کیا بچے نے؟ کیا ڈاکٹروں نے؟ کیا نرسوں نے؟ کیا کسی اور انسان نے؟ نہیں، یہ سب انتظام اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ماتحت ہی ماں کے سینے میں دودھ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہی بچے کے منہ میں دودھ چوسنے کا ذائقہ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہی بچے کے منہ میں دودھ چوسنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہی بچے کے دل میں ماں کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہی ماں کے دل میں بچے کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہی بچے کے لئے ماں کا دودھ پیدا ہوتا

آئی تو زیادہ مال کمانے کا دور شروع ہوا اور اس کی ایسی ہوس سوار ہوئی کہ ہر جائز ناجائز طریقہ سے پیسہ کمانا شروع کر دیا۔ اس کے نتیجہ میں ہر وقت آرائش و زیبائش کی فکر اور نئی نئی فیشن کے کپڑے کہاں سے لائے گا اور روپیہ پیسہ کہاں سے آئے گا۔ اس کی فکر ہر کسی کو ہے۔ یہ ساری باتیں اس لئے پیدا ہوئیں کہ ہم نے دین کو چھوڑ دیا اور دنیا کو مقصد بنا لیا۔ اب ذرا عقل میں پختگی آئی، چند بچے ہو گئے تو ان کی فکر ہوئی کہ کہیں ملازمت اور عہدہ ملا، پیسے ہیں آنے لگے تو فخر شروع ہوا۔ ہم سید ہیں، ہم قریشی ہیں، ہم یہ ہیں، ہم وہ ہیں، کہیں تو میت، کہیں پارٹی، کہیں بچہ، کہیں بچی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ﴾ (تم سب میں اللہ کے نزدیک مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو) اب ذرا اور آگے بڑھے تو شادی ہوگئی، اولاد ہوئی، اب مال و اولاد میں فخر ہونے لگا۔ آئی پانچ سو تنخواہ ہے۔ فلاں افسری کر لیں تو تنخواہ بڑھ جائے، وہ نوکری کریں تو آٹھ سو ہو جائے، امریکہ جائیں تو اور زیادہ ہو جائے، لندن جائیں تو اتنی ہو جائے، یہ ہے ﴿تکاثر فی الاموال والاولاد﴾ کا حال۔ (العیاذ باللہ) کوئی امریکہ جاتا ہے تو وہاں ایمان غارت ہو جائے، دین برباد ہو جائے، اخلاق تباہ ہو جائے، مگر نوکری کے لئے لندن، پیرس اور امریکہ جانا ضروری ہے، خدا کے بندہ! رزق محدود، زندگی محدود، ازل سے رزق ناپ تول کر مقرر کر دیا گیا۔ تعجب ہے کہ نوکری کے لئے لندن اور امریکہ کی خاک چھانی جائے، دین و ایمان کو خطرات میں ڈالا جائے۔

بھائی ٹھیک ہے کچھ اسباب کرو لیکن اتنی حرص بھی کیا جس کے لئے اپنے ایمان کو اتنے شدائد اور اتنے سیلابوں میں ڈال دیا جائے، اگر تم خدا کے فضل سے بچ بھی نکلے لیکن کتنے ہیں جو بچ نکل آتے ہیں۔

مال و اولاد پر تفاخر

بہرحال یہ ہیں انسانی زندگی کے چار دور، لہو و لعب سے ابتدا ہوئی پھر زینت کا دور آیا پھر تفاخر کا اور مال و اولاد پر تفاخر اور تکاثر کا۔ قرآن مجید نے یہ بتایا ہے کہ مخلوق کے دماغ میں یہ خلل کیوں ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا ﴿اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ [التکاثر ۱۰۲: ۱-۲]

تمہیں زیادت کی حرص نے اتنا غافل کر دیا کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے:

"منهومان لا یشبعان منهوم العلم و منهوم المال"(۱)

دو حریص ایسے ہیں جن کا پیٹ کبھی بھر نہیں سکتا، ایک علم کا حریص اور دوسرا مال کا حریص۔

دیکھئے امریکہ کتنا امیر ترین ملک ہے مگر اس کا پیٹ ابھی تک نہیں بھرا اور بھی کیلئے پھرتا ہے کہ فلاں

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثالث ص ۳۷، ط قدیمی

ملک ختم ہو تو میری منڈی چلے، یہی وہی حالت ہے جسے حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے:

"لو كان لابن آدم واديان من ذهب لابتغى ثالثاً ، ولا يملا جوف ابن آدم الا التراب ، و يتوب الله على من تاب". (۱)

اگر انسان کو دو وادیاں (یعنی ایک یہ دنیا اور ایک ایسی ہی دوسری دنیا) سونے سے بھری ہوئی مل جائیں تو تیسری کو تلاش کرے گا اور کوئی چیز سوائے قبر کی مٹی کے انسان کا پیٹ نہیں بھرتی اور جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے جس کو توفیق اور سمجھ عطا فرمائی اور وہ قانع ہو گیا، اس کا پیٹ البتہ بھر جاتا ہے، الحمد للہ ایسے صالحین موجود ہیں۔

انسانی زندگی کی ایک مشاہد مثال

خیر اللہ پاک نے انسان کی زندگی کے یہ چار دور بیان فرمائے لہو و لعب، زینت و تفاخر، ہم سمجھتے تھے کہ کھیل کود بچوں کا ہی کام ہے اب معلوم ہوا کہ اس کھلنڈرے زمانے میں صدر مملکت اور بادشاہ بھی کھیلتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چار دور اس لئے بیان فرمائے کہ بعض ادوار میں ان میں بعض چیزوں کا غلبہ ہوتا ہے، ورنہ کھیل، زینت اور تفاخر ہر دور میں کچھ نہ کچھ پایا جاتا ہے، بہر حال یہ ہے تمہاری دنیا کا خلاصہ۔ اس کے بعد مثال سے اس کا نقشہ بیان فرماتے ہیں:

﴿كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا﴾

[الحدید: ۲۰]

جیسے بارش کہ کسانوں کو اس کی کھیتی پسند آتی ہے پھر وہ خشک ہو کر زرد نظر آتی ہے بالآخر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے۔

بالکل یہی حال انسانی زندگی کا ہے، آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اس سے پہلے کچھ نہیں تھا، پلا بڑھا، چلا پھرا، جوان ہوا، بوڑھا ہوا پھر مر گیا، جنازہ پڑھا گیا، دفن کر دیا گیا اور کچھ مدت بعد نام و نشان مٹ گیا، پھر اس کا کیا ہوگا؟ فرماتے ہیں:

﴿وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ﴾ [الحدید: ۲۰]

اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاص بخشش اور رضامندی بھی۔

۱: صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب مایتقی من فتنة المال، ج ۲ ص ۹۲۵، ط: قدیمی.
مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب الامل والحرص، ص ۴۵۰، ط: قدیمی

یہ ہے تمہاری زندگی کا لقشہ! کتنی محدود؟ کتنی ناپائیدار؟ اس پر فریفتہ ہونا، مغرور ہونا اسی کو مقصد بنا لینا یہ تمہاری بے وقوفی ہے، کتاب کہتی ہے فرماتے ہیں۔

﴿ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحدید: ۲۰]

اور دنیاوی زندگی تو محض دھوکے کا سودا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے یہ سب چھوڑو اسے، سیدھے مغفرت کا اور راستہ سمجھو اسے مقصد بنا لو کہ مقصد آنے والی زندگی ہے۔ پس "سابقوا الی مغفرۃ" لپکو اور دوڑو بخشش خداوندی کی طرف، ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔ "وجنۃ عرضھا کعرض السماء والارض" اور دوڑو جنت کی طرف، کتنی جنت؟ جس کی صرف چوڑائی آسمان و زمین جتنی ہے۔

بھائی خدا ہی جانے آج تو فیزیز زمین کی محدودیت معلوم ہوئی ہے ورنہ اس زمانے میں تو معلوم نہ تھی اور آسمان کی وسعت کی تو آج تک بھی کسی ماہر فلکیات کو حد تک نہیں لگی، کسی کو پتہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ دنیا کتنی وسیع ہے؟ میں نے کسی کتاب میں ایک سائنسدان کا یہ بیان پڑھا ہے کہ یہ کیلے کے چھلکے (قشرات ارض) جو دنیا کی رد و بدل، ریخیل، پہاڑ اور کندن مخلوق ہوتی جاتی ہے، ابھی کی تحقیقات تک وسیع ہیں کہ انسان دو لاکھ سال تک بھی ان کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتا۔

نظام قدرت کے سامنے انسانی عقل کی حیرانی

میں یہاں ایک لطیفہ آپ کو سناتا ہوں بعض لوگ آج کل کہا کرتے ہیں کہ مکھی تو گندی چیز ہے، بھنبھناتی ہے، گندگی پر بیٹھتی ہے، خدا نے اس کو کیوں پیدا کر دیا، میں کہا کرتا ہوں کہ حدیث میں آتا ہے کہ "مکھی اگر کھانے کے برتن میں گر جائے تو اسے ڈبو دو کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے میں اس کی دوا ہے"(۱) بعض دانوں نے اس حدیث کا خوب مضحکہ اڑایا ہے کہ یہ حدیث تو بالکل خلاف عقل ہے، میں کہتا ہوں کہ اگر آپ نے بعض پر اپنی تحقیقات آنی تصدیق کے ساتھ مکمل کر لی ہوتیں کہ ان پر تو اطمینان حاصل ہو تو پھر کسی تحقیق میں رد و بدل کی گنجائش رہتی، پھر تو آپ کو حق تھا کہ اس حدیث پر اعتراض کرتے، لیکن جب آپ کو اپنے جہل کا خود اقرار ہے جیسا کہ سائنسدان کا مقولہ میں نے ابھی نقل کیا تو یہ حدیث خلاف جہل ہوئی خلاف عقل تو نہ ہوئی یہ دوسری بات ہے کہ آپ نے جس کا نام عقل رکھا ہے، یعنی جس چیز کی حقیقت تک آپ کی رسائی نہیں ہوئی آپ نے عدم نظیری کی وجہ سے اسی کو خلاف عقل کہنا شروع کر دیا۔

اخر یہ بات آپ کی عقل میں کیوں نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قدرتی نظام کے تحت ایک مکھی ایسی

(۱) صحیح البخاری، کتاب الطب، باب اذا وقع الذباب فی الاناء، ج ۲ ص ۸۶۰، ط. قدیمی

پیدا کیا ہے جس کا کام جاروب کشی ہے، اسے اتنی تیز نظر بخشی ہے کہ تمہاری دو رنگیں اس کے سامنے ہیچ ہیں اور اس کے ڈھنگ میں ایسی حرارت پیدا کی ہے جو اس کی کھائی ہوئی تمام گندگی کو جلا کر تریاق بنا دیتی ہے۔ دیکھئے شہد کی مکھی کس قدر زہریلی ہے لیکن وہ پھولوں کا رس چوس کر بجائے زہر کے شہد اگلتی ہے تو اس حدیث میں یہ بتلایا گیا ہے کہ مکھی نے ایک بازو میں اس کی غیر منہضم غذا کا خزانہ ہے، یہ تو بیماری ہے اور دوسرے بازو میں ہضم شدہ تریاق ہے اور دونوں میں گرتے وقت اسی بازو کو آگے رکھتی ہے جس میں غیر منہضم غذا واقع کرتی ہے، تم اسے غوطہ دے کر اس کا دوسرا بازو بھی ڈال دو جس میں دوا ہے تاکہ توازن قائم ہو جائے، اب بتلایئے اس میں کون سی بات خلاف عقل ہے؟ وہاں ہم ان حقائق سے جاہل تھے دین نے ہم کو آگاہ کر دیا۔

اس تحقیق کی بنا پر چین والوں نے تو یہاں تک مکھی مار مہم چلائی کہ چین سے مکھی کا وجود ہی ختم کر دیا، کہا جاتا ہے کہ اب وہاں امراض کی رفتار کو بڑھتا ہوا دیکھ کر پھر مکھی کو چین میں لا رہے ہیں، تو کہاں قدرت کا نظام اور کہاں ہماری عقل؟ واقعی نظام قدرت کے سامنے انسانی عقل حیران اور ششدر ہے۔

دنیا پیدا کرنے کا مقصد اور آخرت کی لامحدود زندگی اور بے شمار نعمتیں

بہرحال میں عرض کر رہا تھا کہ دنیا کی بے ثباتی بیان کرنے کے بعد اللہ پاک نے دنیا کو پیدا کرنے کا مقصد ذکر فرمایا اور وہ ہے: "سابقوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ" الخ۔ آپ ہی بتلایئے کہ اگر کوئی ایسا جہاں ہو جہاں کی زندگی بے نہایت ہو، ہزار برس نہیں لاکھوں کروڑوں برس نہیں بلکہ کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی ہو، تو ایسی زندگی کے لئے تیاری کرنا بہتر ہے؟ یا اس محدود زندگی کے لئے سر کھپانا؟ ظاہر ہے کہ انسان کی حرص غیر محدود ہے تو اس کے لئے زندگی بھی غیر محدود چاہیے، یہ غیر محدود زندگی مرنے کے بعد والی وہ ہی زندگی ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام نے بتلائی ہے، اگر اس محدود زندگی کے لئے رات دن کھپے رہتے ہو، وقت لگاتے ہو، محنتیں کرتے ہو، ڈگریاں حاصل کرتے ہو، تحقیقات کرتے ہو، تجربے کرتے ہو تو اگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر یقین ہے تو اس ہمیشہ رہنے والی زندگی کے لئے بھی تو وقت دو محنت کرو، جان کھپاؤ، جب ہم مسلمان ہیں، ہمارا اس پر ایمان ہے کہ مرنے کے بعد کی زندگی کامل، لامحدود اور نہ ختم ہونے والی زندگی ہے تو کتنی عجیب بات ہے کہ اس کے لئے کوئی محنت نہ کی جائے، کوئی فکر نہ کی جائے؟ پھر وہاں کی نعمتیں بھی ایسی جن کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ﴾ [حم السجدۃ: ۳۱]

تم اس (جنت) میں جو چاہو گے وہ ملے گا جو تم مانگو گے وہ فوراً مہیا کر دیا جائے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ [السجدۃ: ۱۷]

ان جنتیوں کے لئے جو آنکھوں کی ٹھنڈک، راحت و آسائش چھپا کر رکھی گئی ہے اسے تو کوئی جانتا ہی نہیں (تصور سے بالاتر ہے)

اور ایک حدیث قدسی میں یوں آتا ہے:

قال الله تعالیٰ "اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر"(۱)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال ہی گذرا۔

ہاں ہاں! ان کو کسی بھی آنکھ نے نہیں دیکھا، خواہ وہ کیڑے کی آنکھ ہو یا چیل کی، فرعون کی ہو یا شداد کی، اولین کی ہو یا آخرین کی، کسی بڑے سے بڑے ملک و سلطنت کے بادشاہ کی آنکھوں کو بھی ان کا دیکھنا نصیب نہیں ہوا، ہم بعض چیزوں کو دیکھتے تو نہیں مگر کانوں سے سن لیتے ہیں، گویا سننے کا دائرہ دیکھنے سے زیادہ وسیع ہے اس لئے فرمایا کسی کان نے وہ نعمتیں سنی بھی نہ ہوں گی، پھر احتمال تھا کہ دنیا میں کسی نے دیکھا اور سنا تو نہ ہو لیکن شاید کسی نے اس کا تصور ہی کر لیا ہو، تصور تو ایسی چیز ہے کہ یہاں بیٹھے بیٹھے ہی دور دراز ملکوں اور وہاں کی چیزوں کا تصور کر سکتے ہیں، نہ صرف یہ بلکہ یہ بھی تصور کر سکتے ہیں کہ ہم بادشاہ ہو گئے، یا آسمان پر چڑھ گئے، اس لئے فرماتے ہیں کہ نہیں ان نعمتوں کا تو خیال بھی کسی دل میں نہ گذرا ہوگا۔

اور یہ سب نعمتیں غیر محدود ہوں گی، (اثناء تقریر میں بجلی بجھ گئی اس پر حضرت نے فرمایا: چلو بھئی دل کی روشنی سے کام لو) ہاں تو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب وہ زندگی یقینی بھی ہے اور غیر محدود بھی، کامل بھی ہے اور لذیذ بھی، تو بتلایئے اپنی اس محدود زندگی میں سے آپ نے اس کے لئے کتنا وقت نکالا اور کیا تیاری کی؟ (بجلی آئی تو فرمایا الحمد للہ اس صبر پر بھی الحمد للہ اجر ملے گا)

جنت اور اخروی نعمتوں کا مستحق کون ہے؟

بہر حال یہ جنت اور بخشش کی دولت کس کو ملے گی؟ فرماتے ہیں:

﴿أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ﴾ [الحدید ۲۱]

تیار کی گئی ہے ان کے لئے جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔

دنیا کی زندگی میں تو مومن و کافر، نیک و بد، دوست اور دشمن سبھی کو حسب ضرورت و مصلحت دیا جاتا ہے،

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب بدأ الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة وانها مخلوقة ج ۱ ص ۴۶۰۔
ایضاً باب تنزیل السجدة، باب قوله: فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین ج ۲ ص ۷۰۴ ط. قدیمی

یہ فرمان بتلاتا ہے یہاں ایمان اور عمل کا سوال نہیں بلکہ کافر اور فاسق کو زیادہ دیا جاتا ہے۔ اس کی حکمت ہمیں معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہمیں اس زندگی کے بعد جو امتحان ہوگا اس کے نتیجہ میں آخرت کی نعمتیں اپنی محنت میں کامیاب ہونے والوں کو ملیں گی۔ ہاں تو اولیٰ جنتی کو تمہاری زمین سے دس گنا زیادہ جنت کی زمین ملے گی۔

جنت کی وسعت و بلندی

لوگ کہتے ہیں صاحب اتنی بڑی جنت ہمیں کہاں سے آئی؟ میں پوچھتا ہوں یہ ہوسیارے فضا میں معلق ہیں، کیوں کی تعداد اور ان کی وسعت تمہیں معلوم ہے؟ اس نے جہاں کے بارے میں تمہارے علمیات سے ماہر کہتے ہیں کہ اس میں تین ارب ستارے ہیں۔ تو گویا اسی فضا کو جس میں سیارے گردش کر رہے ہیں اگر انسانوں پر تقسیم کر دیا جائے اور جتنے انسان موجود ہیں ان سے کروڑوں گنا زیادہ انسان ہوں تب بھی تمہاری زمین سے دس گنا زیادہ زمین کا ٹکڑا ہر ایک آدمی کے حصے میں آ سکتا ہے اور پھر جنت تو اس فضائے وسیع سے بھی بہت بڑا اور وسیع تر ہے۔ بہر حال اگر آپ کو یقین ہے کہ اپنی زندگی پر دیکھنا ہے کہ آپ اس کے لئے تیاری کیا کرتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ ایسے منصب حاصل کرنے کی کوشش میں کہ دنیا کی ترقی سے بیکار و قابل ہو جاؤ اس کے لئے محنت کرنا عقلمندی ہے یا سب کچھ کر دنیا کو خوب آباد و محنت سے کر دینا اس کے وسیلے کچھ وقت نہ بنا کر زندگی میں کھانا بھی ہو کر رہنا بھی ہو کار اور جو بھی اس زندگی کے کرنے کے لوازمات ہیں سب ہو کر دنیا کے منصب بقدر ضرورت اور وقتی اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی پڑھتے کرانے کا مقدمہ کرے تو وکیل وکالت کا امتحان پاس کرنے کے لئے کتابیں پڑھنے کے لئے کالج میں جانے کے لئے کتابیں خریدنے کے لئے کالج کی فیس ادا کرنے کے لئے کچھ پیسے سب ہی ضروری ہیں لیکن نہ یہ چیزیں خود مقصد ہے نہ اس کے لوازمات۔ ڈنر پارٹی دینے کے لئے ڈرائنگ روم (انتظار گاہ) آخر کیوں مثال ہے اب آخر وہ ڈرائنگ روم کی سجاوٹ کی چیزیں کیا کرتی ہیں جبکہ عمر بھر پڑا رہا اور کبھی کبھی جو آپ اس کو آباد کرتے ہیں تو اس کو آباد کرنے والے بے وقوف نہیں ہیں یا نہیں؟ پس اس سے بھی زیادہ کر سب بے وقوف وہ شخص ہوا جو دنیا کے ڈرائنگ روم کے آباد کرنے میں عمر بھر مشغول رہا مقصد بنا لے اور اس کی لطف اندوزیوں میں مشغول ہو جائے۔

حق تعالیٰ نے آپ کو دنیوی وسائل بھی دیئے ہیں اور عقل و شعور بھی دیا ہے اب آپ آخرت کو مقصد بنائیں تو دنیا اور اس کی تمام نعمتیں بھی آخرت میں پائیں گی بشرطیکہ اس کے لئے کوشش کی ہو۔ دنیا کی محبت باعث اور ہوگی اور اسی تلوار کو ظلم و تعدی کے لئے بنایا جائے تو موجب ندم و عذاب ہوگی تو مقصد آخرت کو بنا کر اس کی خاطر دنیا میں ہو بھی صحیح اور جائز محنت کرو گے وہ سب آخرت میں کام آئے گی اور آخرت کو مقصد نہ لیا تو آخرت کے کام بھی دنیا ہی جائیں گے۔

اخروی ابدی زندگی کے حصول کا طریقہ

اب میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ آخرت کی ابدی زندگی کے لئے ہم کیا کر رہے ہیں؟ شاید آپ کہیں بھی تو ہم طالب علم ہیں، ڈگری حاصل کرنے کے بعد منزل بھی متعین کر لیں گے لیکن یہ دھوکہ ہے آخر آپ کے پاس کیا سند ہے کہ اتنی مدت ہم زندہ بھی رہیں گے۔ یہاں تو یہ ہوتا ہے کہ اسی برس کا بوڑھا رینگتا رہتا ہے اور تنومند مضبوط نوجوان حرکت قلب بند ہونے سے ختم ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے بیسیوں عبرت آموز واقعات آپ کے سامنے ہیں۔

دوسرا دھوکہ یہ ہے کہ ہم خیال کر لیا کرتے ہیں کہ عالم فاضل یا گریجویٹ بننے کے بعد کام کریں گے، آپ مسلمان ہیں آپ طالب علمی میں بھی بہت کچھ کام کر سکتے ہیں، پروفیسر ہوں وہ بھی خوب کام کر سکتے ہیں، اگر ہم میں سے ہر شخص اپنی اپنی جگہ دین کی طرف متوجہ ہو جائے تو دنیا میں انقلاب آ جائے تو اگر آپ نے طالب علمی ہی سے آخرت کی طرف توجہ کر لی تو گویا آخرت کا سامان کر لیا اور اگر مقصد صرف ڈگری اور تنخواہ ہے تو یہ وہی کافروں کی سی حیوانی زندگی ہے جس کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ﴾

[محمد:۱۲]

اور جو لوگ کافر ہیں وہ تو (دنیا میں) ایسے ہی نفع اٹھاتے اور کھاتے پیتے ہیں جیسے چوپائے اور آخرت میں تو ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور کی دولت دی ہے اور نبوت و رحمت کی نعمت اس کی رہنمائی کے لئے عطا فرمائی ہے، کیا انسان کی قیمت یہی حیوانی زندگی ہے کہ کھائے اور کمائے، کھائے اور کمائے؟ انسان کو اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگری، بڑی سے بڑی تنخواہ میسر آ جائے، اچھا فرنیچر، عمدہ کار، بہترین بنگلہ اور آسائش کا ہر سامان مل جائے لیکن اگر مقصد پیٹ کو بھر لینا اور سو رہنا اور جو کھایا ہے اس کو نکال دینا ہی ہو تو انسان گویا پاخانہ بنانے کی اچھی خاصی مشین بن گیا کہ ڈالو اور نکالو، ڈالو اور نکالو، اگر یہ مقصد زندگی ہو تو ذرا سوچ لیجئے آپ نے انسان کو کہاں پہنچایا، اسی کے متعلق فرمایا ہے:

﴿أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ﴾ [الاعراف:۱۷۹]

یہ لوگ تو ڈھوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے۔

اس لئے کہ ان کے پاس تو عقل نہیں کہ وہ کچھ سوچیں وہ تو صرف اتنا شعور رکھتے ہیں کہ بھوک لگی تو چارہ کھا لیا اور پیاس لگی تو پانی پی لیا مگر یہ انسان نما جانور تو عقل کے باوجود ڈوب گئے۔

بے دینی کے سیلاب کو روکنے کے لئے سب کو مل کر کوشش کرنی چاہیے

آپ طالب علمی اور جوانی میں وہ خدمت کر سکتے ہیں جو بڑھاپے میں نہیں کر سکتے، اسلام ایک دعوت اور پیغام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"الا فليبلغ الشاهد الغائب"(۱)

یعنی ہر موجود شخص دین کا پیغام غیر موجود لوگوں کو پہنچائے۔ تو آپ کے ذمہ بھی ایک فرض عائد ہوتا ہے، اسلام کو پہنچانے کا، آج اسلام کو خطرناک سیلابوں کا سامنا ہے جس کا بڑا سبب مغرب کی طاغوتی طاقتیں ہیں، دراصل اہل مغرب نے صلیبی جنگوں سے یہ اندازہ اچھی طرح کر لیا تھا کہ ہم مسلمانوں کو قوت شمشیر اور زور بازو سے شکست نہیں دے سکتے اس لئے انہوں نے اسلام کے خلاف ذہنی جنگ شروع کی تاکہ مسلمانوں کو اسلام کی نعمت سے محروم کر دیا جائے، ان کی یہ کوششیں جو کئی صدی پہلے شروع کی گئی تھیں آج اپنی شباب پر ہیں آج ان کے پاس طاقت ہے، وسائل ہیں، بے پناہ ذرائع ہیں آج ان کا نقشہ ٹھیک وہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کا بیان فرمایا تھا:

﴿رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ﴾ [یونس:۸۸]

اے پروردگار! آپ نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیوی زندگی، بے حد مال و دولت اور زینت و آرائش دی ہے، اے پروردگار! اس کے نتیجے میں وہ (بجائے شکر کے) تیرے بندوں کو گمراہ کر رہے ہیں، اے پروردگار! ان کے مالوں کو مٹیا میٹ کر دے۔

وہ خود یہ جانتے ہیں کہ وہ جس زندگی میں مبتلا ہیں وہ بدترین اور تباہ کن زندگی ہے، دنیا ہی میں جہنم کی زندگی میں مبتلا ہیں، مجھے کراچی کے ایک دوست نے جو انگلینڈ سے آئے تھے بتلایا کہ وہاں ایک شخص بہت بڑا عہدہ رکھتا تھا، اس نے اپنے والدین کو ملازم رکھ چھوڑا تھا، وہ فخر سے کہا کرتا تھا کہ جب میں دوسروں کو ملازم رکھتا ہوں تو اپنے ماں باپ کو کیوں ملازم نہ رکھوں، یہ ہے تہذیب و تمدن، انسانیت ختم، عاطفت ختم، جانوروں میں جو شفقت پائی جاتی ہے وہ بھی انسانوں میں مفقود ہے، وہ خود جن فواحش و منکرات اور عریانیوں میں غرق ہیں چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو بھی غرق کر دیں، افسوس ہے کہ ہم اسی بدترین زندگی کو اپنانے کے نقش قدم پر جا رہے ہیں۔

بہر حال اسلام کے دشمن رات دن اس فکر میں ہیں کہ کسی طرح اسلام کی برکات سے ہمیں محروم کر دیں، تو جب تک ہمارے نوجوان طالب علم، پروفیسر، تاجر، کسان غرضیکہ ہم سب مل کر اپنے دین کو بچانے کی فکر نہیں کریں

(۱) صحيح البخاري، كتاب المناسك، باب الخطبة ايام منى ج:۱ ص:۲۳۴، ط: قديمي

مٹے اس وقت تک سب دینی کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب اور فتنہ کا مقابلہ نہیں ہو سکتا اس سیلاب اور فتنہ کا اس مخصوص طریقے کے اس کا کام نہیں ہو سکتا اس کا مقابلہ کرنے کا کام اپنے دین کو بچانے میں لیکن جس مسلمان کے پاس اپنے دین کا سرمایہ آ گیا ہے اب تک اس نے اپنے دین کو بچانے کے لئے محنت نہیں کی ہے تو اس وقت تک نہیں رہے گا۔

ہمارا دینی فرض

میں اپنی زندگی کا محاسبہ کرتا ہوں اپنے اوپر غور کرتا ہوں تو مجھے بہت تڑپ رہا ہوں ایک چھوٹی سی پونجی کی طرح کا وہ میرے پاس ہے اور وہ اصحاب عمر پاس بیٹھے رہتے ہیں انکار کرتا ہوں تو پھر سوچتا ہوں کہ میرا کام اس سے پورا ہو گیا تو اب دنیا سے قطع تعلق کر لوں میں اپنے وجود کو اس کام میں پاتا ہوں کہ میں نے بخاری شریف کا درس اسے لیا درس کا کام پورا ہو گیا دین کا تقاضہ ہے کہ آدمی کسی ہوا سے بچانے کے لئے مجھے بچا پائے اللہ تعالیٰ مجھے نہیں چھوڑیں گے کہ میں تعلق توڑ لوں کہ اب تک رہی تھی یہ جہاں اس میں لگی ہوئی تھی اور میں بخاری شریف پڑھا رہا تھا۔

میرے دوستو میں اور آپ ایک کشتی کے مسافر ہیں ہر ایک مسافر آخرت ہے اور اس کشتی میں کوئی سوراخ ہو رہا ہے تو ہم سب غرق ہوں گے اس نے اس کے ہاتھوں کو پکڑنا اور اس کی تصحیح رہنمائی کرنا ہر ایک کا فرض ہے اس لئے میں آپ حضرات سے اس مختصر وقت میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ کے لئے اپنے مقصد زندگی کو اپنے منصب کو پہچانو اپنے وقت کی قدر کرو اور حق تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کی تیاری کرو اور اس کام کا بیڑا اٹھا لو جو تمہارے سپرد کیا گیا ہے اس کے لئے کسی خاص فراغت اور فرصت کی ضرورت نہیں تم ہر حیثیت اور ہر حال میں اس کام کی خدمت کر سکتے ہو اور اگر آپ نے ایسا کر لیا تو مسلمانوں کی کامرانی بھی آپ کے ہاتھ ہوگی اور اگر یہ غرض کامیابی نہ بھی ہوئی تو آپ کا کام تو ہو گیا اس پر ہوگی یہ۔

عالمگیر فتنوں کے مقابلہ کے لئے تبلیغی جماعت کا وجود

اب میں ایک ضروری مضمون عرض کرنے ختم کرتا ہوں ایک دن عید (الاضحیٰ) جانا ہوا میں بھی کبھی دہلی چلا جاتا ہوں وہاں تبلیغی حضرات نے مجھے پکڑ لیا اور بیان کرنے کی دعوت دی میں نے سوچا کیا بیان کروں گا مجھے آتا نہیں بیچ میں ان حضرات نے اصرار پر پوچھا "الحمد للہ رب العلمین" اس آیت پڑھی اس پر بیان شروع کر دیا تو آن کی آن میں سے بیٹھ گیا عجیب مضامین ان میں آئے ہوئے جو بیان ہوا اس کو سن کر مجھے بے ساختہ یہ خیال ہوا کہ مضمون یاد رہے وہی اس موقعہ پر عرض کرنا چاہتا ہوں میں نے جا کر اس کو لکھا ہے اس کی روایت نے لڑکے ظاہر ہیں لیکن اس عجیب غریب کہ نفس مضمون ہے اس کی روایت کی تفصیل کو چھوڑتا ہوں صرف روحانی روایت کو دیکھئے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے علماء امت کی مسند کی دوں تو

کا ئی ہیں پھر جتنی چیزیں وہ بھی کامیاب نہیں اور ان کی تباہی اور بربادی کے لئے بیسیوں فتنے موجود ہیں تحقیق، سینما وغیرہ وغیرہ اخلاق کی قربان گاہ تھے ہی اب تو بے دینی کے انتہائی غلبہ اور تسلط کی وجہ سے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا بھی جو حال ہے وہ آپ کو معلوم ہے، اخبارات میں روزانہ اس کی خبریں آپ پڑھتے ہیں، اس کے علاوہ وہ ممالک جو فحاشی اور بے حیائی کے مرکز ہیں، امریکہ، برطانیہ وغیرہ ان ممالک سے مواصلات اور رسل و رسائل کی آسانی کی وجہ سے فتنوں کا ایک تانتا بندھا ہوا ہے۔

لغرض ان حضرات کی برکت سے پوری بات ذہن میں آ گئی، میں ان تبلیغی حضرات کے اخلاص کا بڑا معتقد ہوں، اب بھی بعض مخلصین کی وجہ سے بول رہا ہوں ورنہ مجھے بیان کرنا نہیں آتا، تو دل میں یہ بات آئی کہ اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت کا کرشمہ یوں ظاہر ہوا ہے کہ ان حالیہ فتنوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے تبلیغی جماعت کا یہ نظام جاری فرما دیا، یہ وہ نظام ہے جو ماحول بیت چاہتا ہے، اس میں عالم بھی بھپ جاتا ہے اور ان پڑھ بھی، امیر بھی اور غریب بھی، تاجر بھی اور صناع بھی، کاشتکار بھی، مزدور بھی، شرقی بھی اور مغربی بھی، اگر اس زمانے میں تبلیغی نظام جاری نہ ہوتا تو یا اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت کا نام نہ ہوتا اور نہ ہمارے مدارس، تعلیمی ادارے، اسکول اور کالج چلتے، آدمی تیار کرتے ہیں وہ تو اس مالیہ سیلاب کے لئے کافی نہیں تھے، تبلیغی والے کیسے اٹھتے ہیں، سیلاب کے طرح اٹھ کے آتے ہیں اور دو چار، پانچ، دس آدمیوں کی ہدایت کا سامان بن جاتے ہیں، انہیں کسی کو امریکہ سے پکڑا لاتے ہیں، کہیں لندن سے، مہینہ کے صدر مقام سے پانچ ہزار منگا بھیجے اور سالانہ کروڑوں روپیہ ان پر صرف ہوتا ہے لیکن ان سے پوچھئے کہ کتنے لوگوں کو صحیح مسلمان بنایا، اور تبلیغی نظام کی برکات آپ کے سامنے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں بندگان خدا کی ہدایت کے لئے یہی نظام ذریعہ بن گیا تو اللہ پاک نے تبلیغی جماعت کا جو نظم جاری فرمایا ہے یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی روحانی ربوبیت کا کرشمہ ہے، جو اللہ پاک نے اس امت کے اندر ظاہر فرمایا ہے تاکہ اللہ کی حجت پوری ہو جائے اور کسی کو یہ کہنے کا موقعہ نہ رہے کہ میرے پاس فرصت نہ تھی، اللہ نے یہ نظام ایسا جاری فرمایا کہ مشغول سے مشغول آدمی بھی اس میں کھپ سکتا ہے، اس نظام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے یہ سبق دیا کہ تمہارے ذمے اس پیغام کا پہنچانا ہے اگر کسی کو "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" یاد ہے تو یہی دوسرے بھائی کو سکھائے، اس کو "سبحانک اللھم" یاد ہے تو سکھائے، کیونکہ اپنے آپ بھی مواقع میں جن کو یہی یاد نہیں تھا اور رب العالمین کی ربوبیت کا جیتا جاگتا نمونہ ہے، ایسا تبلیغی جماعت کا ماحول ہے کہ ایک روح کی نجات اور آخرت کی تیاری کے لئے اللہ تعالیٰ کا روحانی نظم ربوبیت ہے، یہ ایک مختصر مضمون ہے جس کی تفصیل پر کتابیں لکھی جا سکتی ہیں، اس لئے میں آپ حضرات سے یہی عرض کروں گا کہ آپ اس جماعت سے تعلق رکھیں، خدا تعالیٰ آپ کو توفیق دے، آپ دنیا کے اندر انقلاب پیدا کر دیں گے، فرض شناسی اور دین پر چلنے کی ہمت آپ میں پیدا ہو گی اور اس کی وہ لذت، فرحت اور مسرت آپ کو حاصل ہو گی کہ:

"لذت آں باد و بخدا نشناسی تا نہ چشی"

ورنہ پوچھئے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں وہ لذت و سرور اور وہ اطمینان قلب رکھا ہوا ہے کہ بے چارے بادشاہوں کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی اور یہ وہ دولت ہے جو آج دنیا میں منقود ہے، امریکہ و برطانیہ و فرانس کے بوریا نشین فقیروں کے پاس سکون قلب کی جتنی بڑی دولت ہے، ان کا حال تو وہی ہے جو قرآن مجید میں بیان فرمایا گیا ہے:

﴿وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ﴾ [التوبۃ: ۴۹]

اور بے شک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔

آخرت میں تو جہنم ان کو گھیرے ہوئے ہوگی ہی دنیا بھی ان کے لئے مرا پا جہنم بن کر رہ گئی ہے۔ تو اللہ جل ذکرہ نے تبلیغی جماعت کے ذریعہ ہدایت کا سامان پیدا کر دیا ہے تاکہ آپ سے لے کر اپنے اور اپنے بچوں کی اصلاح کی صورت پیدا کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں کہ ہم اس پر کاربند ہو جائیں تاکہ ہماری زندگی درست ہو جائے، ہماری ساری زندگی آخرت بنے کے بن جائے اور ہمیں آخرت کی جاودانی زندگی نصیب ہو جائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

[۱۶ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ]

تبلیغ دین و دعوت الی اللہ

عرصہ دراز سے امت محمدیہ سے ایک اہم تقصیر ہوتی رہی اور اس کے بعد سے اس تقصیر کی بنیاد پر گئی تھی، یعنی تبلیغ دین اور دعوت الی اللہ میں تواتر سے کوتاہی ہو رہی ہے۔ دعوت و ہدایت دین اسلام کا اساسی اصول ہے، جب دعوت ناکام ہو اور اس کی اشاعت نہ ہو سکے میں اپنے گھر سے جائیں تو ہدایت و اقبال کی توبت آتی ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمین کثرت سے زیادہ اپنے کردار سے یہ دعوت پیش کرتے رہے، قوت بیانی سے پہلے اخلاقی و ایمانی قوت سے دعوت دیتے رہے۔ ہر ایک صحابی سے یہ تک اسلامی دعوت اسی کی بدولت اور اسلامی اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھا، دنیا میں اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اخلاق حسنہ اور احسن اخلاق کے ذریعہ سے پھیلا، تلوار کے زور سے نہیں پھیلا، صاحب انصاف و صاحب عقل و بصیرت مورخ اس سے بے خبر نہیں، اگر مسلمان اس اہم فریضہ میں کوتاہی نہ کرتے تو شاید تمام عالم مسلمان ہوتا، تکوینی مصالح و حق تعالیٰ ہی جانتا ہے تاہم دنیا کے مزاج میں کفر و الحاد نے امتزاج سے انکار نہیں یہ ہو سکتا لیکن جہاں تک عقل اور اسلامی اصولوں کا تقاضا ہے وہی ہے جو کچھ عرض کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ اپنے اثرات سے اشاعت دین یا اسلام میں رہا جو دعوت و ارشاد کے راستوں سے پھیلا ہے، اسلامی فتوحات کے ادوار میں یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ حضرات صحابہ

تبلیغی جماعت اور اس کے شاندار اثرات

کردے تو توقع ہو سکتی ہے کہ امت کو نجات مل جائے اور بیڑہ پار ہو جائے، اگر امت پوری طاقت اسی طرح اصلاح و دعوت پر لگائے اور معاشرے کی اصلاح ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ آئندہ واقعۃً ارض بھی اپنی صالح ہاتھوں میں آ جائے اور پھر جو کام سالوں میں ہوتے ہیں وہ منٹوں میں ہو جایا کریں، بنیادی اصول بھی یہی ہے کہ پہلے معاشرے کی اصلاح کی جائے، اگر اصلاح شدہ معاشرے کے افراد کی ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور ہو تو کامیابی یقینی ہے ورنہ امت کا وہی حشر ہوگا جو آج ہو رہا ہے اور اکثریت کے جو نمائندے مسند حکومت پر براجمان ہیں ان کا "صورت ہمین حالش میپرس" والا قصہ ہے، اس طرح بلاشبہ کچھ دیر تو چلے گی لیکن قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ میں دس پندرہ سال کا عرصہ کچھ زیادہ نہیں ہوتا، آج قوم کی کشتی جس خطرناک بھنور میں پھنس گئی ہے روزانہ اخبارات کے صفحات میں اس کو دیکھئے، اور پڑھیئے، حیرت و اضطراب کی کوئی انتہا باقی نہیں رہتی، لے دے کر ایک عالم دین مسند حکومت پر متمکن ہوا مگر شیطانوں کے لئے اس کا وجود بھی ناقابل برداشت ہے۔ خدا جانے کتنی مشکلات ان کے لئے پیدا کی جا رہی ہیں، کتنے روڑے ان کے راستے میں اٹکائے جا رہے ہیں، تمام شیاطین الانس والجن مقابلے پر سینہ تان کر کھڑے ہو گئے ہیں، الغرض جب تک معاشرے کی اصلاح نہ ہو جائے، بقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔

لندن میں بین الاقوامی تبلیغی اجتماع

لندن سے برادرم محترم مولانا مفتی عبدالباقی کا ایک مکتوب گرامی آیا تھا جس میں بین الاقوامی تبلیغی اجتماع (لندن) کا ایک منظر پیش کیا گیا ہے اوپر جو کچھ عرض کیا گیا اس سے اس کی تائید ہوتی ہے، نامناسب نہ ہوگا اگر اس کا اقتباس پیش کروں، وہ لکھتے ہیں:

① بین الاقوامی تبلیغی اجتماع ختم ہو چکا، تثلیث کے اس ملک میں توحید کی آواز عجیب منظر پیش کر رہی تھی، ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا قرون اولیٰ کے بچے بچائے لوگ (جن کی زندگی میں اسلام کی جھلک نظر آ رہی تھی) جمع ہوئے ہیں ان میں لمبی لمبی ڈاڑھیوں والے، لمبے لمبے کرتوں والے، پاجاموں والے، شلواروں والے، بڑی بڑی پگڑیوں والے تھے جنہیں دیکھ کر تو رے لوگ محو حیرت بھی تھے اور محو تماشا بھی۔

جب ہندوستان کا وفد لندن کے ہوائی اڈہ ہیتھرو بلڈنگ نمبر ۳ پر تشریف لایا تو قانونی کارروائی سے فراغت کے بعد سب سے پہلے امیر التبلیغ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب باہر تشریف لائے، نہ زندہ باد یا مردہ باد کے نعرے، نہ ہنگامہ نہ شور و شر، کچھ بھی نہیں تھا بلکہ انتہائی وقار اور خاموشی کے ساتھ لبوں پر تبسم، چہروں پر طلاقت، اطمینان اور سکون کی فضا میں معانقے ہوئے، مصافحے ہوئے اور پھر دعا شروع ہوئی جس میں آہیں سسکیاں اور پھر آخر میں دھاڑیں مار کر رونے کی آوازیں بلند ہوئیں، تثلیث کے پرستار نیم عریاں لباس میں

کیمرے تان کر کھڑے تماشہ کر رہے تھے اور تماشہ دکھا رہے تھے۔ ان کو فوٹو اتارنے سے منع کیا گیا تو ہم چپکے چپکے دو کیمروں کو بچاتے رہے مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق بے ہوتے تھے۔ چونکہ مدن ایئرپورٹ (ہیتھرو) پر ایک منٹ میں جہاز اترتا ہے اور فی یا دو منٹ میں اڑتا ہے اس لئے مسافروں کا آنا جانا لگا رہتا ہے مسافر آتے جاتے تھوڑی دیر کے لئے ضرور رکتے اس لئے کہ منظر ہی ایسا تھا کہ ہر ایک دعوت نظارہ دے رہا تھا۔

② یہ مجمع مرر تبلیغ الدین کیا اور پھر وہاں سے ان اجتماع گاہ شیفیلڈ میں پہنچے۔ یہاں شیفیلڈ میں بڑی رونق رہی، خاص طور پر جب شیخوں میں اور شیخوں سے باہر میدان میں نمازوں کے لئے صفیں درست ہو جاتی تھیں تو اس منظر کو دیکھنے کے لئے کل اجتماع سے ہر طرف پاکستان پریس اور فوٹو گرافر عورتیں کافی تعداد میں کھڑے ہو کر تماشہ کرنے لگتے۔ یہ روح پرور منظر ان پر بڑا اثر انداز ہو رہا تھا۔ اجتماع میں قریباً ۱۲ ہزار افراد شامل ہوئے۔ آسٹریا کے علاوہ باقی چاروں براعظموں کے مختلف بولنے والے مختلف رنگ کے لوگ تھے، کینیڈا، امریکہ، افریقہ، ایشیا اور یورپ، عرب و عجم اسلام کے کلمے پر متحد ہونے کا عملی نمونہ نظر آ رہا تھا۔ قریباً ۱۲ سو آدمیوں نے چار مہینوں، چلوں اور کم و بیش وقت لگانے اور اور دیر کے لئے لگنے کے لئے اپنے نام پیش کئے، پچیس جماعتیں بیرونی ممالک کے لئے تیار ہوئیں اور پینتالیس جماعتیں ملک کے لئے۔

③ کینیڈا اور امریکہ سے آئی ہوئی جماعتوں میں قریباً پندرہ آدمی حاجی محمد احمد جعفری کی مسجد میں (جہاں میرا قیام ہے) جہاز کی روانگی میں تاخیر ہونے کی وجہ سے بارہ دن تک ٹھہرے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد یہ لوگ ٹرانسلیٹر (ترجمان) کے ذریعہ مجھ سے سوالات کرتے رہتے اور میں ان کو جوابات دیتا رہتا۔ کبھی کبھی چار چار بجے تک ہو جاتے تھے۔ یہ سلسلہ رات کے ڈیڑھ بجے اور کبھی دو دو بجے تک چلتا تھا۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر سوالات کئے جیسے علم الکلام، علم جفر، علم نجوم، قیافہ، پیشگوئی، کہانت، الہام، وحی، مذاہب عالم، قرآن، حدیث، علامات قیامت، دجال، امام مہدی علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، یوجوج و ماجوج، دیدار الٰہی سے کرامتوں کی حقیقت تک سوالات کئے۔ چونکہ ان میں اکثر تو مسلم تھے اس لئے علم کے بہت پیاسے تھے آخر میں انہوں نے کہا کہ نیویارک میں ہمارے اور بہت سے بھائی ہیں جو اپنے سوالات کے تسلی بخش جوابات چاہتے ہیں، آپ ہمارے ساتھ نیویارک اور کینیڈا چلیں۔ بہت عذر پیش کیا کہ مجھے انگریزی نہیں آتی وغیرہ وہاں اگر پیر سے ترجمان میرے ساتھ جائیں تو کسی وقت آپ کے ہاں آنا ہو سکتا ہے لیکن یہ وفد بضد رہے پھر یہ لوگ واپس چلے گئے یا کشاں کشاں رنگ و نسل سے تعلق رکھتے تھے۔

④ ہم نے محمد علی کلے سے متعلق ان سے پوچھا تو انہوں نے محمد علی کلے کے بارے میں کسی اچھی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ کہنے لگے اس نے آج تک پورا کھڑا نہیں پڑھا "لا الٰہ الا اللہ" پڑھا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے محمد رسول اللہ آج تک نہیں پڑھا اور اس نے آج تک نماز نہیں پڑھی اور بہت مالدار ہے کبھی زکوٰۃ نہیں نکالی اور

ہی ابھی تک نہیں کیا، وہ کام خدا کو معلوم ہے۔

تبلیغ دین اور دینی مدارس

بہر حال میرا قلق یہ ہے کہ جتنے عملی فتنے رونما ہو رہے ہیں ان کی اصلاح کے لئے بلاشبہ دعوت اور اس میں شمولیت بلاشبہ مؤثر نسخہ اور علاج ہے، لیکن علمی فتنوں کے لئے خصوصی علم کی ضرورت ہے آج کل اعداء اسلام مستشرقین وغیرہ اسلام کے بنیادی مسائل کو زائل میت بنا رہے ہیں قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے میں شبہات، حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وساوس، ملت اسلامیہ کی پر تنقیدات واعتراضات، ان علمی فتنوں کی سرکوبی کے لئے خصوص علم دین، جدید علم کلام، جدید سائنس، معلومات عامہ، حسن تحریر، شگفتہ بیانی، سنجیدہ متوازن دماغ، لطیف وشستہ اور صالح ومؤثر تحریر کی ضرورت باقی رہے گی، جو عصر سے ناواقف تبلیغی حضرات یہ تصور قائم کر لیتے ہیں کہ اب مدارس کی ضرورت ہے، وہ خلا ہوں کی ایسی ہے جہل ہے، علم دین تو تمام دینی کاموں کے لئے بنیاد ہے، امت عوام دین سے کسی وقت بھی بے نیاز نہیں ہو سکتی، اب مسلمانوں میں علمی فتنوں کا اور زیادہ خطرہ اس وقت بھی عوام اسلامیہ میں عبادت کی اہمیت سے انکار نہیں ہو سکتا تھا، سابقہ دور میں ارباب اقتدار کو علمی فتنوں کے عام کرنے کا موقع بہت کم ملا، شخصی طور سے فتنے برپا کئے جاتے تھے، صرف امام احمد بن حنبل کے دور میں مامون عباسی کو اقتدار کے ذریعہ خلق قرآن کا فتنہ مسلط کرنے کا موقع ملا اور اس کے بعد امین، معتصم، لیکن آج تو برطانوی وامریکی اور روسی اقتدار کے سایہ میں فتنوں پر فتنے پرورش پا رہے ہیں، اتنی بڑی بڑی حاقتور حکومتیں خود مختلف راستوں سے علمی فتنے پھیلانے میں مصروف ہیں، اگر علم دامت نہ ہوتے اور ان کے ذمہ فتنے نہ کرتے تو آج اسلام کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا اور خاکم بدہن اسلام صفحۂ ہستی سے کبھی کا مٹ چکا ہوتا، یہ قوان بورڈ یہ نشین علماء کے کارنامے ہیں کہ آج بھی اسلام باقی ہے اور جو کچھ حصہ باقی نظر آ رہا ہے وہ سوکھی روٹی کھانے والوں کا، بین منت ہے۔ بہر حال عصر حاضر کے علمی فتنوں کے پیش نظر علمی خدمات اور علمی مدارس کی اہمیت پہلے سے ہزار گنا زیادہ ہے، نیز آج کے پر آشوب دور میں جب عقیدہ اسلامی بہت کمزور ہو گیا ہے اس کی حفاظت کے لئے علم دین کی ضرورت بہت زیادہ ہے، لیکن وکارمل، مارکس روہ مارکسزم کے اقتصادی فلسفوں کے سرکوبی کے لئے حاذق علماء کی ضرورت ہے، ہاں یہ ضروری ہے کہ ارباب علم پوری طرح جدید علمی ہتھیاروں سے مسلح ہوں تاکہ صحیح مقابلہ ہو سکے، عصری تقاضوں کے پیش نظر جدید علمی تربیت سے آراستہ ہونا اور جدید معلومات فراہم کرنا دینی ادارے کا خیر ہونا بے حد ضروری ہے، ہاں شکوہ آمیز ہے تو اس کا ہے کہ صحیح پختہ کار علماء کا وجود کبریت احمر ہے۔

بہر حال خدمت دین اور اسلامیان کو علمی فتنوں سے بچانے کے لئے محقق اور بصیرت ارباب علم کی بے انتہا ضرورت ہے اور ان علمی خدمات کو مؤثر بنانے کے لئے انتہائی اخلاص کی شدید حاجت ہے، ورنہ علم پر مصوبہ

ثمرات مرتب نہیں ہو سکتے جب تک علم کے ساتھ خلوص نہ ہو۔ تو یہ خلوص اللہ کے لئے خاص کا ہونا تو کل داخل ہے لیکن عمومی خدمت پر بھی ثمرات مرتب ہونے کے لئے بھی اخلاص کے بغیر چارہ کار نہیں۔ تو یا قبول عند الناس بھی ثمرہ ہے قبول عند اللہ کا جو بے تعلیق خدمت دین ہو جو وظیفہ زوجین کا جو کام ہو رہا ہے بلا شبہ دین ہے اور اہم دین ہے لیکن یہ سمجھنا کہ بس یہی دین ہے اور اس کے بعد علم دین کی ضرورت نہیں یہ بالکل غلط بلکہ گمراہی ہے۔ (۱)

آج کل ایک سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ جو باب علم ہیں وہ صرف علم اور تعلیم پر قناعت کر کے بیٹھ گئے ہیں اور جو ارباب عمل اور ارباب دعوت ہیں وہ اپنے آپ کو علم اور علماء سے مستغنی سمجھتے ہیں۔ علماء کو میدان عمل میں آنے کی ضرورت ہے اور ارباب عمل کو علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور ساتھ ہی ساتھ قدم قدم پر اخلاص کی ضرورت ہے۔

جب علم، عمل، اخلاص تینوں باتیں جمع ہو جائیں تو ان کے بہترین نتائج و برکات ظاہر ہوں گے مگر یہ سب کچھ اخلاص پر موقوف ہے اور کبھی حق تعالیٰ کی توفیق فضل کی ضرورت ہے۔ افسوس کہ ہدایت کے اس دروازے سے اس دور میں تمام دنیا کی اقدار ختم ہو گئے اور دنیا سے دینی کلمات صرف بے معنی الفاظ رہ گئے۔ مسلمانوں کے معاشرے میں اتنا شدید انقلاب آیا کہ تمام دینی اصطلاحیں مسلمانوں کی زندگی میں بے حقیقت انداز رہ گئے۔ اگر نظر بچا کر

---

(۱) ملحوظ رہے کہ یہ تفصیل دین کی بعض شعبوں کی نسبت سے ہے ورنہ دین کا ہر شعبہ ہی اور دین کا ہر شعبہ اپنی جگہ ضروری ہے اس کی ترجیح اور فضیلت یا تو کسی دلیل سے ثابت ہوتی ہے کہ وہ عمل اللہ سے بہت زیادہ تعلق کے لئے ہو یا تحصیل کے لئے مقدمات کی اہمیت کی وجہ سے ہو۔ [۱۲] مدرسہ یا خانقاہ، دعوت و تبلیغ کی تنظیم، اداروں کی مرکزیت کا اصول بھی مطمح نظر کیا جائے۔

مدرسہ اشرفیہ جدید نے ہمارے بزرگوں کی اس کام میں عمر بھر کی جدوجہد سے جو برکتیں دیکھیں ان سے استفادہ کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد ایاس مختلف اوقات سے بار بار اس کی تاکید فرماتے تھے ایک بار فرمایا ایک صاحب نے مجھ سے عرض کیا کہ میں نے دعوت میں وقت لگایا ہے اس سے میرے اندر بہت تبدیلی ہوئی ہے میں نے فرمایا کہ دعوت میں وقت لگانا بہت اچھی چیز ہے لیکن اس سے علم دین کی اہمیت کم نہیں ہوتی۔ مسلمان کی ہر نسل کو علماء کی ضرورت ہے اور علماء کو ہر نسل کے ساتھ لگنا پڑتا ہے اور علماء کو ہر نسل کے ساتھ لگ کر اس کی زبان میں اس کو دین سمجھانا پڑتا ہے۔ اس لئے علماء کی ضرورت ہر زمانہ میں ہے۔ اسی طرح ایک صاحب نے عرض کیا کہ میں نے تبلیغ کی وجہ سے نماز میں بہت ترقی کی ہے۔ فرمایا کہ نماز میں ترقی کی وجہ سے تبلیغ میں ترقی ہوئی ہے یا تبلیغ میں ترقی کی وجہ سے نماز میں ترقی ہوئی ہے؟ ایک ہی عمل دونوں کے لئے ہے۔ ایک ہی عمل دونوں کے لئے ہے۔ (مرتب)

ان سے معلوم ہوا کہ تبلیغ کا ان دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری کی وجہ سے ان کے اندر دینی کام میں لگنے کی وجہ سے اخلاص پیدا ہوا ہے اخلاص کی تعلیم انہوں نے کسی سے نہیں لی۔ [۱۲] حضرت مولانا محمد یاس کی دعوت کے ذریعہ سے اخلاص پیدا ہوا ہے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے علم حدیث پڑھنے سے پہلے حضرت سے بیعت تھے اور اس کام میں لگنے کے بعد بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اس وقت یہ حضرات علمی کام میں لگے ہوئے تھے۔ (مرتب)

صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ محشور فرمائے اور ہمیں بھی ان کے ساتھ محشور کرنے کا ہمیشہ اہتمام فرمائے اور ہماری زندگیوں کو ایسی بنا دیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صحیح اسلام پر قائم رہ کر اور صحیح مسلمانوں کی طرح زندگی گزار کر اور تقویٰ کی عبادت کی حیات طیبہ نصیب فرما کر فوز و فلاح کے ساتھ اپنے پاس بلائے۔ آمین۔

بحرمۃ النبی الامین علیہ صلوات اللہ وسلامہ الی یوم الدین

(شوال المکرم ۱۴۱۳ھ۔ مارچ ۱۹۹۳ء)

دنیا اور اس کی بے ثباتی

عنایت نامہ میں جو بات آپ نے لکھی ہے وہ حضرت استاذ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کراچی میں کالونی میں قریشی صاحب کے مکان پر قیام فرما تھے، میں پشاور سے کراچی آکر حاضر ہوا تو مجلس ختم ہو رہی تھی حضرت استاذ مرحوم نے مجھے تنہائی میں بلا کر دو ارشاد فرمائے:

(۱) حکومت پاکستان کا نہیں ہے علماء کا ایک خیر خواہ وفد ممالک اسلامیہ میں بھیجا جائے، مولوی عبد العلیم صاحب صدیقی بھی ان میں ہوں گے مجھے بھی ساتھ رہنے کا حکم ہوا ہے میں بھی ساتھ ہو جاؤں لیکن مختلف قسم کے مرض کی وجہ سے ہوائی جہاز کا سفر میرے لئے مشکل ہے، ریل پر جاتا ہے آپ ضرور ہو آئیں علماء کے وفد میں ایک جید عالم دین کی اور ضرورت ہے۔

(۲) بار بار بیرون ملک کا تقرر کیا جا رہا ہے ظاہر ہے کہ عبادت پر تو اسی شخص کا تقرر کریں گے جو تقریر بھی کا دھنی ہو لیکن اس کے ساتھ تحقیق سے مضامین کی تیاری کا تقرر ضروری ہے آپ ان ہر دو سے بہت موزوں ہیں اور ان ممالک میں مصر جیسے زیادہ موزوں ملک ہے جس میں آپ فراغت کے ساتھ علمی مشاغل بھی جاری رکھ سکیں گے میری خواہش ہے کہ آپ اس کے لئے آمادہ ہو جائیں اس سفر یا وقت میں ہماں میری بات کو رد نہیں کریں گے، اس کو ضرور دیں گے۔

راقم الحروف نے پہلی بات کے بارے میں عرض کیا کہ اگر آپ تشریف لے جائیں تو میری انتہائی خوش قسمتی ہوگی کہ آپ کی خدمت کا شرف حاصل ہو اور اگر آپ تشریف لے جائیں تو پھر میں اس وقت اس خدمت سے معذور ہوں۔

دوسری بات حضرت مرحوم سے اتنی بزرگانہ شفقت اور خلوص سے فرمائی تھی کہ میں نے ان کا یہ جواب دینا اس لئے تو ملتے ہی انکار کر دیا تھا لیکن جس بزرگانہ مرحمت نوازی سے انہوں نے فرمایا تھا میں انکار نہ سکا اس لئے خوف تھا عرض کیا انہوں نے استخارہ کے بعد عرض کرنے کا حکم دیا میں نے استخارہ کیا جواب جو پہلے سے دل میں تھا وہی تھا عرض کیا کہ حضرت جب سے مجھے اس ملک میں علمی زندگی کمانے کے ساتھ میسر ہے میں ان مناسب کا

الحمد للہ وزیر بننے کا شوق، ذکری صدارت کی آرزو، نہ اداکار کا تحقیقات اسلامیہ کے ڈائریکٹر بننے کی تمنا، نہ مشاورتی کونسل کی رکنیت کی خواہش، نہ بڑے بڑے مشاہرات کی طرف رغبت، نہ پلاٹ یا نشین میں اور پلاٹ یا نشینی پر ہی اہم فخر کرتے ہیں، یہ مناصب اور کرسیاں، یہ گرانقدر تنخواہیں، یہ متاع دنیا، یہ چیزیں تمہیں مبارک ہوں، ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ پاکستان جس مقصد کے لئے بنا ہے خدا کرے وہ فوت نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت کہ انما یہ دین اسلام اور یہ وراثت محمدی علیہ الصلاۃ والسلام ضائع نہ ہو جائے، ہمیں نہیں آتا کہ آخر ان مراعات و زیادتی کو دین میں کھلی دوئی تحریف والحاد کا موقع کیوں دیا جا رہا ہے، تم میدان میں آؤ، تم راکٹ تیار کرو، تم آسمان پر جاؤ، تم کرۂ قمر پر جاؤ، یا مریخ پر پہنچو، تم بڑی بڑی تحقیقات کرو، اور ان پر خوب عیش و عشرت مناؤ، لیکن اللہ تعالیٰ کے اس دین کو برباد مت کرو، اس سے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ اغیار کا آلہ کار مت بنو، یہ تمہارے دوست ہو سکتے ہیں، لیکن خواہ امریکہ یا روس ہو خواہ برطانیہ یا فرانس یا جرمنی، ان میں سے کوئی بھی اسلام کا دوست نہیں، یہ پاکستان کی آزادی کو خاک میں ملا دیں گے، دین پر تیشہ چلائیں گے، اور مسلمان قوم کی آزادی کو، اپنی ثقافت و اسلامی تشخص کو، اپنی تہذیب و روح فرسا مغرب انسانیت، جن رائیوں کو چھوڑ دیا ہے، وہ تمہارے دیہاتوں میں، تمہاری قوم میں، تمہارے کلچر میں، تمہارے ملک میں، اور روس کی امداد کو بھی ٹھوکر مارو، تمہارے سامنے چینی قوم کی زندہ مثال موجود ہے، ان سے سبق لو، دیکھو چند سال کے عرصہ میں یہ قوم صرف اپنے ہمت و بازو پر بھروسہ کرکے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر کہاں سے کہاں پہنچ گئی اور اس راز کو معلوم کرو کہ وہ کیا چیز ہے جو اسلامی حکومت اور امریکہ، عیسائی دنیا اور اشتراکیت اور سوشلزم دونوں میں قوم سے زیادہ برتر بنا دیتی ہے۔

علماء اور ان کا فریضہ

غالباً چار سال کا عرصہ ہوا کہ کراچی کے ایک کنونشن جناب صدر صاحب نے کراچی کے چند منتخب خطباء اور ائمہ مساجد و علماء کو بلایا تھا کہ صدر مملکت کی طرف سے چند ہدایات آئی ہیں کہ آپ کے حضرات کو پہنچا دی جائیں:

① "فیملی لاز" کی قوانین کی مخالفت نہ کی جائے۔

② خاندانی منصوبہ بندی اگرچہ قانون تو نہیں بنا ہے لیکن حکومت کی خواہش ہے کہ وہ کامیاب ہو آپ اس کی بھی مخالفت نہ کریں۔

③ مذہبی اختلافات کی بنا پر ہر قسم کا نزاع اور تصادم نہ ہونے دیا جائے۔

④ اقلیتوں کے خلاف (یعنی چیرہ دستیوں کے خلاف) کوئی قدم نہ اٹھائیں۔

⑤ مسجد میں سلاؤ اسلام پر جو شدید اختلافات ہیں ان کو ختم کیا جائے۔

جہاں تک یاد ہے یہ ان ہدایات کا خلاصہ ہے، راقم الحروف نے انتہائی جرأت سے یہ عرض کیا:

ان ہدایات کے جواب میں کچھ عرض کرنے سے پہلے اتنا اطمینان دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جس طرح اس کرسی پر آپ صدر مملکت کے بیٹھے ہیں اس لئے آپ کو فرض تھا کہ ہم لوگوں تک ان کی ہدایات پہنچا دیں اس طرح ہم لوگ بھی ایک منصب پر بیٹھے ہیں اس سے ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم بے خوف و خطر ہدایت صفائی اور جرأت کے ساتھ اس انجمن کا پیغام اس منصب تک آپ تک اور آپ کی وساطت سے صدر مملکت تک پہنچا دیں اس تمہید کے بعد جواب سنیے!

① انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ہو قانون سابق ملعون دور میں نافذ تھا اور قرآن و سنت اور اسلام کے بالکل مخالف تھا پوری قوم نے اس کی شدید مخالفت کی تھی اور سابق حکومت کو مجبور اس کو فرض دلایا تھا آخر وہ کیا مصلحت ہے کہ اس متعفن (سڑی ہوئی) لاش کو قبر سے نکال کر ہمارے سروں پر مسلط کیا جا رہا ہے حکومت مسلمہ کی اطاعت ہمارا مذہبی فریضہ ہے لیکن اگر حکومت غیر اسلامی قانون بنانے لگے تو اس کی مخالفت بھی ہمارا مذہبی فریضہ ہے اس کی اطاعت تو کیا اس پر حکومت بھی جرم ہے۔

② خاندانی منصوبہ بندی کے بارے میں علماء امت نے زمانے کے علوم و فنون اور زمانے کے اخلاق و عادات و ضروریات ہر پہلو سے اس کے نقائص اور خطرناک نتائج واضح کر دیئے ہیں اور خاص کر اس اسلامی ملک میں جو اس قسم کی تجاویز کو سو برسوں کے ان کی تفصیلات ایک ایک کر کے پیش کر دی گئی ہیں ان حالات میں ہمارا اس کی مخالفت کرنا یا خاموش رہنا سب سے مشکل بلکہ بدترین خیانت ہے اس مسئلہ میں ہمارا پہلا فرض تھا کہ حکومت سے فرض تھا کہ کروڑوں روپیہ اس منصوبہ پر اندھا دھند خرچ کرنے سے پہلے اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرتی اور اپنے اس فیصلہ پر نظر ثانی کرتی اور مرتوں خاندانی یا خاندانی منصوبہ بندی ہے سالے کیوں نہیں بنتے کہ "شریعت کو ایسا" کی تدبیر ہے۔

③ مذہبی اختلافات کا دائرہ وسیع ہی حد تک محدود رہنا ضروری ہے دانشمند عوام کے سامنے ان مسائل کو لانا یقیناً غلط اور فساد کا موجب ہے اخلاص دین و عقل کا تقاضا یہی ہے کہ ان اختلافات کو علمی حلقوں اور تصنیف و تالیف کے دائرہ تک محدود رکھا جائے۔

④ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حکومت ان تجویزوں کے ساتھ جو وفاداری برت رہی ہے یہ تجویزیں اس سے بالواسطہ مدد حاصل کرنے کے لئے "باوثن توجہ" کرنے ملک کے مسئلوں کو حل کرنے کی ہیں۔ سروں اور صحت جسمانی کی ذات کرائی پر قوی پر اثر ڈالنے کی ہیں قرآن مجید واضح طور پر کہتا ہے کہ اس دور میں اور اس وقت ۱۹۷۰ء کے زمانے میں (اس وقت واقعہ ۱۹۷۰ء نافذ تھی) ان کو مسلمانوں کی اجازت دی جاتی ہے مسلمانوں کے ملک میں اور اسلامی حکومت کے عہد میں اسلام سے خلاف ورزی کا بہانا ہے اور مسلمانوں کو آزاد تک کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی؟ یہ کیوں کا تسلسل ہے؟ ابھی وہ ہدایت جو حیدر آباد میں ہی مشنری کے خلاف

پروازی سے انتہائی شرمناک واقعہ پیش آ چکا ہے۔ تعجب ہے کہ میزبانی کے ساتھ اتنی رواداری اور مہمانی کے ساتھ یہ بے رخی اور اتنی بے انصافی یہ کیسی سیاست ہے!!۔

◎ صلاۃ وسلام فرض نمازوں کے بعد اعلان کر کے قیام کے ساتھ اور لوگوں کو اس پر مجبور کرنا اور جو نہ کرے اس کو وھابی وغیرہ وغیرہ کہنے دینا یہ قطعاً اسلام اور اسلامی روح کے منافی ہے۔ صلاۃ وسلام کا جو طریقہ عہد نبوت سے چلا آ رہا ہے وہی طریقہ باقی رہنا چاہیے۔ اس موقع پر مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی نے بجا اپنے مسلک کی طرف سے صفائی پیش کی تھی جس کا معقول جواب دیا گیا تھا۔

غرض یہ ہے کہ ہماری خواہش اور کوشش رہی ہے کہ حکومت وقت حالات کا صحیح جائزہ لے کر اسلامی نظام کی عظمت و تقدیر کو اپنا فرض سمجھ کر قدم اٹھائے کہ اسلامی حکومت کا تقاضا یہی ہے، جب صدر محترم نے خود صدارتی الیکشن کے موقع پر صاف الفاظ میں یہ اظہار فرمایا تھا کہ اگر میرے سامنے قرآن و اسلام کا مطالبہ کرے گی تو میں حنفیہ کا خلیفہ پر دستخط کر کے دے دوں گا۔ سابق اسمبلی کے دور میں ان کے مرکزی اسمبلی نے جو ترمیمات عائلی قوانین پیش کی تھیں اور ان پر غور کرنے کے لئے سب کمیٹی بنائی گئی تھی، آخر اس کی کارروائی کیوں اچانک روک دی گئی؟ اس کے برعکس اس جدید عہد میں بنی بنائی مجلہ ان کو صریح ہدایت دی جاتی ہے کہ ان قوانین کو عوام میں مقبول بنائیں اور ان پر عمل کرائیں، حالانکہ ملک کے تمام مقتدر اور مستند علماء کرام نے ان قوانین کے شریعت کے خلاف ہونے کا شہادت کرنے کے بارے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی، کوئی ایسا پلیٹ فارم نہیں جو تشفی دے سکا ہو، ہماری آرزو اور خواہش تو یہی ہے کہ صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صاحب جس طرح محبوب تھے آخر تک اسی طرح محبوب رہیں اور جس طرح سیاسی و دنیوی اصلاحی کارنامے انجام دے چکے ہیں بعینہ اسی طرح دینی کارنامے بھی انجام دیں تاکہ خالق و مخلوق دونوں کے سامنے سرخرو ہوں اور دنیا و آخرت دونوں کی نعمتوں سے سرفراز ہوں۔

ہم صاف کہتے ہیں کہ مسئلہ اب بھی علماء سے پوچھ جانے کا نہ بلیاوی مجلہ ان سے نہ ڈاکٹر فضل الرحمن سے نہ مشاورتی کونسل سے بلکہ قرآن کی صحت کا تقاضا ہے کہ قوم پر قرآن و حدیث کی تصریحات اور امت کے اجماعی مسائل کے خلاف قانون نافذ کرایا جائے:

الدین النصیحة للہ ولرسولہ ولکتابہ ولائمة المسلمین

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے حکمرانوں کو حق سمجھنے اور حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

(ربیع الاول ۱۳۸۶ھ۔ جون ۱۹۶۶ء)

رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ

بشریت کو قدم قدم پر ٹھوکریں لگتی ہیں کبھی نفسانی خواہشات کی راہ سے اور کبھی عدو مبین شیطان لعین کے

فریب دہی کی راہ سے اور کبھی شیاطین الانس (انسانی شیطانوں) کے وساوس اور غلط تلقینوں کے برے اثرات سے لیکن ارحم الراحمین کی رحمت کاملہ قدم قدم پر اس کمزور فطرت انسان کی دستگیری فرماتی رہتی ہے عقل جیسی نعمت عطا فرمائی اور پھر عقل کی رہنمائی کے لئے انبیاء کی بعثت و رسالات اور آسمانی تعلیمات کا نظام جاری فرمایا اور امت محمدیہ کے لئے تو اس رحمت کاملہ کے مظاہر رحمت کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، عبادات معبودیت کے مظاہر (افعال و اعمال) میں انتہائی تسہیل و تسہیل (سہولت اور آسانی) اور پھر اس عبادت پر ثواب اور ثواب اور قدم قدم پر قبولیت اور رضا مندی کی بشارتیں (رضی الٰہی) یہ سب اس نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت وہ رمضان المبارک ہے جو مہینہ تو پورا ماہ رحمت ہے اور ماہ برکت ہے جس میں حق تعالیٰ کی نعمتوں کی بارش ہوتی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ماہ شعبان کی آخری تاریخوں میں خطبہ دیا اور فرمایا:

"اے لوگو! تم پر ایک عظیم الشان برکتوں والا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے جس میں:

(۱) ایک رات (شب قدر) ایسی ہے کہ جس میں عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔

(۲) اس مہینہ کے دنوں میں روزے فرض ہیں اور اس کی راتوں میں نمازیں پڑھنا بہت زیادہ موجب خیر و برکت ہے۔

(۳) اس مہینہ میں نفل کا ثواب فرض کے برابر ہے۔

(۴) اور فرض کا ثواب ستر گنا ملتا ہے۔

(۵) یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔

(۶) مسلمانوں خصوصاً افطار کے ساتھ ہمدردی کا مہینہ ہے۔

(۷) مومن کا رزق اس مہینہ میں بہت زیادہ بڑھا جاتا ہے۔

(۸) ایک روزے دار کا روزہ افطار کرانے سے بہت سے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے اور دوزخ کی آگ سے رہائی نصیب ہوتی ہے اور روزہ دار کو اپنے روزہ کا ثواب الگ ملتا ہے اور نقص کر دیا ہے کہ روزہ دار کا ثواب بالکل مختص ہو جاتا ہے پھر آپ نے اس کی تفصیل یوں فرمائی کہ روزہ کی پوری تکمیل چاہے اس کو دودھ یا ایک کھجور کا یا ایک گھونٹ پانی کا ایک گھونٹ ہو۔

(۹) کسی روزے دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانے سے میرے حوض کوثر سے وہ سیرابی نصیب ہوگی جس کے بعد کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

(۱۰) اس مہینہ کا پہلا عشرہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے درمیانی عشرہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت ہے اور آخری عشرہ دوزخ کی آگ سے رہائی کا پیغام ہے۔

⑪ جس روزہ دار نے اپنے غلام (یا نوکر یا مزدور) کا بوجھ ہلکا کر دیا اس کے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے۔(۱)

احادیث نبویہ میں ماہ رمضان کے فضائل و برکات کا بڑا ذخیرہ موجود ہے جس کے بیان کرنے کی ان صفحات میں گنجائش نہیں اسی ایک روایت پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ولی کامل بنانے کا آسمانی نسخہ

ماہ رمضان درحقیقت مومن کو ولی کامل بنانے کا ایک عجیب آسمانی نسخہ ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

﴿اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ [یونس: ۶۲، ۶۳]

یاد رکھو! بلاشبہ اللہ کے ولی اور دوست وہ ہیں جن پر نہ کوئی خوف (واقع ہونے والا) ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ولی ۔ جو ہر خوف و غم سے آزاد ہوتا ہے ۔ ہر وہ شخص ہے جس میں یہ دو وصف موجود ہیں: (۱) ایمان اور (۲) تقویٰ، گویا کمال تقویٰ کا دوسرا نام ولایت ہے۔

اس ارشاد گرامی کے بعد حسب ذیل آیت کریمہ ملاحظہ ہو:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [البقرۃ: ۱۸۳]

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اس آیت کریمہ میں حصول تقویٰ کا ذریعہ روزے کو قرار دیا ہے، دونوں آیتوں کو ملانے سے صاف نتیجہ نکلا کہ روزہ ولی اللہ بننے کا وسیلہ ہے۔

تقویٰ حاصل کرنے کا ذریعہ

اب ذرا غور فرمائیں روزہ رکھنے سے تقویٰ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ روزہ رکھنا ایک فرض حکم خداوندی کی تعمیل ہے، روزہ رکھنے سے منہیات (ممنوع کاموں) اور برائیوں سے اجتناب میسر آئے گا، برائیاں کچھ تو ایسی ہیں جن کا تعلق زبان سے ہے، کچھ کا تعلق پیٹ سے ہے، کچھ کا تعلق شرمگاہ سے ہے اور ان سب کا تعلق نفس انسانی کی خواہشات سے، نفسانی خواہشات بھی مختلف قسم کی ہیں، کچھ خصلتیں تو انسان میں درندوں کی ہیں، دوسروں کو مارنا پیٹنا توڑنا پھوڑنا اور غیظ و غضب کے تقاضوں کو پورا کرنا، کچھ خصلتیں جانوروں کی ہیں، شکم

(۱) مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الثالث ص: ۱۷۳، ط: قدیمی

پرورش تن پروری، کھانے پینے اور موٹے وغیرہ کے مشاغل اور اس کے نتیجہ میں حوائج ضروریہ، کچھ نفسیاتی تقاضے شرم گاہ سے متعلق ہیں جن کو ہم عرف میں نفسانی خواہشات کہتے ہیں، یہ تینوں نفسانی قوتیں اور ان کی خواہشات جب تک قابو میں نہ آئیں تقویٰ کا حصول ممکن نہیں۔

اسلام یہ چاہتا ہے اور تمام علماء اخلاق کا مذہب بھی یہی ہے کہ ان تینوں قوتوں کی تہذیب و اصلاح مجاہدہ اور ریاضت کے ذریعہ ہو جائے یعنی ان کا رخ صحیح ہو جائے ان کا استعمال بروقت اور برمحل ہو، بے جا اور نا وقت استعمال اور غلط راہ روی سے کلی طور پر اجتناب ہو جائے۔

اس مقصد کے حصول کے لئے حکماء و عقلاء میں ہمیشہ سے چند اصولی امور پر اتفاق رہا ہے:

① تقلیل طعام (کم خوری) ② تقلیل کلام (کم گوئی)

③ تقلیل منام (کم خوابی) ④ تقلیل اختلاط مع الانام (لوگوں سے کم ملنا جلنا)

ماہ رمضان کے روزے ان تینوں مقاصد کو پورا کرتے ہیں روزہ دار کو:

① دن میں طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور نفسانی خواہشات پورا کرنے سے بالکل روک دیا گیا ہے۔

② رات میں تراویح، قیام لیل، شب بیداری کے ذریعہ نیند پر کنٹرول کرنے کا موقعہ فراہم کیا گیا ہے۔

③ تلاوت کلام اللہ اور ذکر اللہ و استغفار کی کثرت کی ترغیب دے کر قلت کلام (کم گوئی) کی تدبیر کی گئی ہے۔

④ رمضان کے عشرہ اخیرہ میں اعتکاف کو مسنون قرار دے کر لوگوں سے کم ملنے جلنے اور بہ ضرورت میل جول ترک کرنے کی عادت پیدا کرنے کی تدبیر کی گئی ہے۔

پورے ایک ماہ یہ ریاضت کرانے کا مقصد یہی ہے کہ یہ خصلتیں مستقل عادات و اخلاق بن جائیں، چنانچہ پورے تیس دن سحری کا حکم دے کر سحر خیزی کی عادت ڈالی جاتی ہے اور پورے ایک ماہ تراویح کا حکم دے کر شب میں کثرت سے نفلیں پڑھنے کی عادت ڈالنا مطلوب ہے۔

یہ ہی روزہ کے مقاصد ہیں ان کی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ذیل ارشادات عالیہ کا مکمل غور و فکر اور توجہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں اور ان پر عمل کیجئے۔

۱- من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه(۱)

۱- جو شخص روزہ میں جھوٹ بولنا اور جھوٹے (بڑے) کام کرنے نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس سے بھی

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور والعمل به ج: ۱ ص: ۲۵۵، ط: قدیمی

کوئی سروکار نہیں ہے کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے (جب روزہ کا مقصد پورا نہیں کرتا تو بھوکا پیاسا مرنے کی کیا ضرورت ہے)۔

۲-و اذا کان یوم صوم احد کم فلا یرفث ولا یصخب فان سابه احد فلیقل انی صائم(۱)

۲-اور جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو اس کو نہ کوئی بے شرمی و بے حیائی کی بات کرنی چاہئے اور نہ شور وشغب کرنا چاہیے اگر اس سے کوئی سخت کلامی یا گالم گلوچ یا ہاتھا پائی کرے تو اس کے جواب میں بس اتنا کہدے میرا روزہ ہے۔

۳-کم من صائم لیس له من صیامه الا الظمأ و کم من قائم لیس له من قیامه الا السهر(۲)

۳-بہت سے روزہ دار ہیں جن کے روزہ کا حاصل بجز بھوک پیاس کی مصیبت جھیلنے کے اور کچھ نہیں اور کتنے ہی راتوں کو نماز پڑھنے والے ہیں جن کی نمازوں کا حاصل بجز مفت کی جگائی کے کچھ نہیں۔

٤- لیس الصیام من الا کل والشرب انما الصیام من اللغو والرفث،فان سابه احدا وجهل علیك فلیقل انی صائم(۳)

۴-روزہ صرف کھانے پینے سے رکنے اور بچنے کا نام نہیں، روزہ تو حقیقت میں صرف بیہودہ اور بے حیائی کی باتوں سے رکنے اور بچنے کا نام ہے، پس اگر کوئی تمہیں گالی دے یا تمہارے ساتھ بدتمیزی کرے تو تم کہہ دو میں تو روزہ سے ہوں۔

۵-رب صائم لیس له من صیامه الا الجوع(۴)

۵-بہت سے روزے دار ہوتے ہیں جن کے روزوں کا حاصل بھوکے مرنے کے سوا کچھ نہیں۔

٦- من لم یدع الخنا و الکذب فلا حاجة لله ان یدع طعامه وشرابه(۵)

۶-جو روزہ دار فحش کام (گالی گلوچ، بے شرمی کی باتیں) اور جھوٹ نہیں چھوڑتا اللہ کو اس کے کھانا پینا

---

(۱) صحیح البخاری،کتاب الصوم،باب هل یقول انی صائم اذا شتم ج:۱ ص:۲۵۵،ط:قدیمی
الصحیح لمسلم،کتاب الصوم،باب ندب للصائم اذا دعی الی الطعام...ج:۱ ص:۳۶۳،ط:قدیمی
(۲) سنن الدارمی،کتاب الصوم،باب فی المحافظة علی الصوم ج:۲ ص:۳۹۰،ط:دار الکتاب العربی بیروت
(۳) صحیح ابن خزیمة ، کتاب الصیام ، باب النهی عن اللغو فی الصیام ج : ۳ ص : ۲۴۲، ط : المکتب الاسلامی بیروت
(۴) سنن ابن ماجه،ابواب ماجاء فی الصیام،باب ماجاء فی الغیبة والرفث للصائم ص:۱۲۱،ط:قدیمی
(۵) المعجم الاوسط للطبرانی ج:٤ ص:٦٥،ط:دار الحرمین قاهرة

چھوڑنے سے روکا ہے۔

۷۔ الصیام جنة مالم یخرقها قیل یا رسول الله کیف یخرقها؟ قال بکذب او غیبة ( )

۷۔ روزہ (گناہوں سے بچانے والی) ایک سپر (ڈھال) ہے جب تک روزہ دار اس کو نہ توڑے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیسے توڑے؟ فرمایا جھوٹ یا غیبت سے۔

[illegible] اللہ علیہ وسلم سے [illegible] کی حفاظت فرمائی ہے تاکہ روزہ دار کا قلب عمدہ اور قوی رہے اور پرہیزگاری کی تربیت حاصل ہو۔

مجاہدہ نفس اور روزہ

[illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] مجاہدہ کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ انسان کی خواہشات باطلہ تربیت اور اصلاح ہو سکے اور [illegible] اس کی وجہ سے [illegible] کو [illegible] کر چکے ہیں اس کا [illegible] کیا ہے کہ [illegible] سے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں [illegible] موجود ہے اس کی [illegible] ہے مہذب اصلاح قوانین پر مشتمل ہے اور [illegible] تحت حکم دیا ہے کہ روزہ دار کسی سے سخت کلامی نہ کرے اور کوئی بے ہودگی کی بات زبان پر نہ لائے بلکہ اگر کسی نے سخت کلامی کی اور کوئی [illegible] اس کا جواب نہ دے بلکہ اس کو اجازت ہے لیکن روزے کی حالت میں [illegible] اجازت نہیں [illegible] جواب سے متعلق ہوں، اخلاقی تعلیم میں اگر اعتدال سے کام لیا جائے اور شرعی ہدایات اور نبوی ارشادات کے مطابق روزہ رکھا جائے تو درحقیقت انسانی زندگی میں انقلاب پیدا ہو جائے گا اور روحانیت ترقی کرکے ایسی منزل پر پہنچ جائے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت قلب میں جلوہ گر ہو جائے اور محبت الٰہی کا انوار دلوں میں پیدا ہو جائے کہ اس کی وجہ سے محسن کی نیکی، رات اور دن کی عبادت مقبول ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے کلام پاک سے نفس انسانی پر وہ نقوش مرتسم ہو جائیں جو کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتے قرآن کریم زبان سے خود پڑھتا ہے یا کانوں سے سنتا ہے، قلبی مراقبہ کے ساتھ [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] مشغول رہنے کی [illegible] تعلیم دی ہے [illegible] قدرت کے لیے [illegible]

تراویح کی [illegible] سے [illegible] ہوتا ہے [illegible] آیات سے [illegible] اللہ تعالیٰ کی تقدس و بزرگی کی جاتی ہے اور بندہ اپنے خدا کے حضور میں حاضر ہوتا ہے [illegible] سے [illegible] ہوتا ہے [illegible]

( ) سنن النسائی، کتاب الصیام، باب فضل الصیام ج ۱ ص ۲۱۱، ط قدیمی

بڑا قیمتی وقت ہے اس میں تو جہاں اللہ سے مغفرت نہیں مانگنی چاہیے کلمہ تمجید تو ہر شخص کو یاد ہوتا ہے یعنی "سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر و لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم" دو پڑھ لیے کرے یا "سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم" کا ورد جاری رکھے اور فقہاء نے ایک خاص تسبیح جو بہت ہی جامع ہے لکھی ہے وہ یہ ہے " سبحان ذی الملك والملكوت، سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت، سبحان الحی الذی لا ینام ولا یموت، سبوح قدوس ربنا ورب الملائكة والروح لا اله الا الله، نستغفر الله نسألك الجنة ونعوذ بك من النار" اس کو تین مرتبہ ہر ترویحہ میں پڑھا اور ترویحات سے فارغ ہو کر یہ

غرض اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان میں ثواب کا ایسا پروگرام بنایا کہ انسان چاہے تو اپنی پوری زندگی میں نیک و متقی بن جائے ایک روحانی مکتب کا سا ماحول بن جاتا ہے [illegible] کے ساتھ ساتھ اس کو کئی بیماریوں کی بھی تدبیر فرمائی اور ان کے طبعی نقص کو اس سے اپنی [illegible] افرض پورے سال کا نظام اخلاق، تقویٰ و صدق، نیکو شعاری اور نیک گفتاری، جود و سخا اور کرم نفس کی اچھی تعلیم کے لئے ایسا پروگرام بنایا گیا کہ عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے اور اس سے بہتر تدبیر کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا قرآن کریم نے ایک لفظ میں ان سب باتوں کی طرف اشارہ دیا کیا ارشاد ہے "لعلکم تتقون" یعنی تم پر روزہ اس لئے فرض کیا گیا تاکہ تم متقی و صالح بن جاؤ۔

دینی تربیت اور ماہ رمضان

آج کل والدین اپنی اولاد کی دینی تربیت میں بے حد کوتاہی کرتے ہیں حالانکہ شریعت کی طرف سے ان پر یہ فرض ہے کہ خود نماز پڑھیں، صیام اور دیگر [illegible] ان کی عادت ڈالیں [illegible] اپنی اولاد کو بھی نماز سکھائیں اور پڑھائیں چنانچہ حکم ہے کہ جب بچہ سات برس کا ہو جائے تو اس کو نماز پڑھنے کا حکم دیں اور نماز سکھائیں اس سے کچھ پہلے [illegible] افرض دینی تربیت دینا اور سکھانا بھی ان کے ذمہ فرض ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں [illegible] فرمایا ہے [illegible] اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔ [illegible] مغرب اور عشاء کی نماز میں پورے سال کا مجموعہ [illegible] اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قدرتی [illegible] ماہ رمضان کی برکت سے [illegible] کا عادی بنایا جائے تو نہایت آسانی سے نماز [illegible] ماہ رمضان کی برکت سے [illegible]

صالح بنانے کی بھی تدبیر کی جاسکتی ہے، اگر انسان خود ان باتوں پر عمل کرے تو خود بخود اور دوسرا صالح و نیک بنانے کی صورتیں نکل آتی ہیں، نیز چونکہ حدیث میں اس مہینہ کو ہمدردی کا مہینہ فرمایا گیا ہے اس لئے پڑوسیوں کے ساتھ اچھے تعلقات اور محبت قائم کرنی چاہئے۔ ایک دوسروں کے ہاں تھوڑا سا ہدیہ بھیجنے میں بھی بہت سا ثواب ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے دلوں میں محبت بڑھا دیتے ہیں اور نیکی کا ذریعہ بنا دیتے ہیں، اپنے چاروں طرف نیکی کی یاد دلانا اور نیکی پھیلانے کی کوشش کرنا اللہ تعالیٰ نے مسلمان پر فرض کیا ہے، لہٰذا محض اللہ تعالیٰ کی لئے باہمی محبت اور نیک برتاؤ ضروری ہے، رمضان کے مہینے سے اس کام میں بھی بڑی مدد ملتی ہے اور بہت برکت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم رمضان کی برکتوں سے مالا مال ہوں اور اس عاشقانہ و محبانہ عبادت کے ثمرات و آثار سے بیش از بیش حصہ نصیب ہو، آمین۔

و صلی اللہ علی خیر خلقه حبیب رب العالمین و خاتم النبیین محمد و آله و صحبه اجمعین

[رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ۔ جنوری ۱۹۶۷ء]

قومیت اور اس کے روح فرسا نتائج

پچھلے چند دنوں میں خاص طور پر خون ناحق کی ارزانی و فراوانی اور جان و مال کے محافظوں کے ہاتھوں جان و مال کی تباہ کاری و بربادی کے جو دردناک و خون چکاں واقعات پیش آئے ہیں اور ان کا سلسلہ اب تک بھی ختم نہیں ہوا ہے، یہ تاریخ پاکستان کے سیاہ ترین اوراق ہیں جس طرح بھائی بھائی سے دست و گریباں ہے، بھائی بھائی کے ہاتھ قتل ہو رہا ہے، بھائی بھائی کے مکان و دکان کو آگ لگا رہا ہے، سامان لوٹ رہا ہے، یہ تاریخ پاکستان کا انتہائی دردناک دور ہے، نہ بھائی سے بھائی کی جان محفوظ ہے، نہ آبرو محفوظ ہے، نہ مال محفوظ ہے، انتہائی کرب انگیز صورت حال ہے مسلمان کے خون کی یہ ارزانی مسلمانوں کے ہاتھوں، مسلمانوں کے گھروں اور دکانوں مارکیٹوں کی یہ تباہی و بربادی تاریخ پاکستان کے الم انگیز اور شرمناک واقعات ہیں، جنہوں نے پاکستانی قوم کی پیشانی کا سیاہ داغ ہیں، مہاجروں اور سندھیوں میں فسادات کے یہ ہولناک مناظر بلا کو اور چنگیزی بربریت کو یاد تازہ کرتے ہیں بلکہ ان ہولناک آشوب و حشیوں کو بھی شرماتے ہیں، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اردو سندھی لسانی تنازعہ کے عنوان سے ابھرنے والی ملعون قومیت کے نتائج انتہائی حسرت ناک ہیں، کاش حکومت ذرا غور و تدبر سے کام لیتی اور اس نازک ترین مواقع پر اس قضیہ کو ابھرنے نہ دیتی اور موزوں وقت کا انتظار کر لیتی تو شاید یہ دردناک صورت پیش نہ آتی، اگرچہ یہ تو ظاہر ہی ہے کہ یہ نزاع و اختلاف ان واقعات و حرکات کی محض ظاہری صورت ہے ورنہ پس پردہ کوئی اور مخفی طاقت ہے جو ان واقعات کو اچھال رہی ہے لیکن

حیرت تو اس پر ہے کہ اس طاقت کی تشخیص کے باوجود آخر کیوں اس کو زہر پھیلانے کا موقعہ دیا جارہا ہے، زہر بھی وہ زہر جس سے خود صدر مملکت اور برسر اقتدار پارٹی بھی نہیں بچ سکتی، خیال تھا کہ مشرقی پاکستان کے واقعات کا اعادہ مغربی پاکستان میں نہ ہوگا اور مشرقی پاکستان کے واقعات سے مغربی پاکستان کو عبرت ہوگی لیکن افسوس کہ عبرت تو کیا ہوتی ان کی تقلید کی جارہی ہے ان کو مثال اور نمونہ بنایا جارہا ہے۔

دراصل اسلامی اخوت کی نعمت سے جب مسلمان قوم محروم ہوجاتی ہے تو لسانی، قومی، وطنی عصبیتوں کی لعنت میں گرفتار ہوجاتی ہے اور عالم گیر اسلامی ملت اور قوم چھوٹے چھوٹے دیشوں اور قوموں میں تبدیل ہوجاتی ہے، پاکستان کے پیٹ سے بنگلہ دیش تو جنم لے ہی چکا ہے اور اگر ان قومی ولسانی لعنتوں کو ختم نہ کیا گیا تو بقیہ مملکت کے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے اور بنگلہ دیش کے بعد سندھو دیش جنم لے گا اور پھر نہ معلوم اور کون کون؟ اور اس معلون عصبیت کا سیلاب کہاں جا کر تھمے گا؟

بلاشبہ یہ جو کچھ ہورہا ہے ہماری طویل غفلت کی سزا ہے بلکہ غلط اور غیر اسلامی نظام زندگی کو اپنانے کا نتیجہ ہے، ہم ''بینات'' کے صفحات میں بارہا یہ ماتم کر چکے ہیں اور بار بار یہ تنبیہات کر چکے ہیں لیکن ''صدائے بر نخاست'' زبان پر نام اسلام کا ہو اور افکار اور اعمال تمام کے تمام کافروں کے ہوں، استعمال تو زہر اور سمیات کا ہو اور نتیجہ میں امید ''تریاق'' کی ہو ''ایں خیال است ومحال است وجنوں'' بہت پرانی مثال ہے ''گندم از گندم بروید جوز جو''

پورے پچیس سال ہم نے خدا اور خدا کی مخلوق کو دھوکہ دیا ہے، اسلام کے نام سے اسلام کی بنیادوں کو ڈائنا میٹ لگایا ہے ہر اس لعنت اور اس عمل کو جو حق تعالیٰ کے قہر وغضب کو دعوت دیتا ہے اپنایا اور اس کی حوصلہ افزائی کی ہے اور یہ نفاق کا سلسلہ افزوں ہوتا جارہا ہے، نہ تو سابق زندگی سے توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے، نہ دردناک واقعات سے عبرت ہوتی ہے، نہ معلوم اس بدنصیب ملک کا کیا انجام ہوگا اور اس بدقسمت قوم کا کیا حشر ہوگا؟

اسلامی اخوت

قرآن عظیم:

۱- ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ [الحجرات: ۱۰]

اس کے سوا نہیں کہ اہل ایمان تو (آپس میں) بھائی بھائی ہیں، پس اگر کوئی نزاع ہوجائے تو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح صفائی کرادو۔

۲- ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ [الانفال: ۱]

سو ڈرو اللہ سے اور صلح کرو آپس میں۔

۳-﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا﴾ [آل عمران:۱۰۳]

اور تم سب اللہ کی رسی کو سب مل کر اور الگ الگ (قوموں میں) نہ بٹو۔

حدیث پاک:

٤- المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه ومن كان في حاجة اخيه كان الله في حاجته ، ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله بها كربة من كرب يوم القيامة ، ومن ستر مسلما ستره الله يوم القيامة.(۱)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کا ساتھ چھوڑتا ہے اور جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگے گا اللہ اس کی حاجتوں کو پورا کرے گا اور جو کوئی کسی مسلمان کی مصیبت دور کرے گا اللہ اس کی مصیبت قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے دور کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کا پردہ رکھا اللہ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

٥- المسلم اخو المسلم لا يخذله ولا يكذبه ولا يظلمه(۲)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس کا ساتھ چھوڑتا ہے نہ اس کو جھٹلاتا ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے۔

٦- المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا(۳)

مسلمان مسلمان کے لئے عمارت (کی اینٹوں) کی طرح ہے ایک دوسرے کو مضبوط رکھتا ہے۔

٧- من مشى في حاجة اخيه كان خيرا له من اعتكاف عشر سنين.(۴)

جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے چلے گا (جدوجہد کرے گا) یہ اس کے حق میں دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے۔

٨- المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده(۵)

---

(۱) صحيح البخاري، ابواب المظالم والقصاص، باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه ج ۱ ص ۳۳۰، ط: قديمي. الصحيح لمسلم، كتاب البر والصلة والادب، باب تحريم الظلم ج ۲ ص ۳۲۰، ط قديمي

(۲) سنن الترمذي، ابواب البر والصلة، باب ما جاء في شفقة المسلم على المسلم ج ۲ ص ۲۰، ط دار الكتب خانه ملتان

(۳) صحيح البخاري، ابواب المظالم والقصاص، باب نصر المظلوم ج ۱ ص ۳۳۰، ط قديمي. الصحيح لمسلم، كتاب البر والصلة والادب، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم ج ۲ ص ۳۲۱، ط قديمي

(۴) المعجم الاوسط للطبراني ج ۷ ص ۲۲۰، مكتبة دار الحرمين قاهرة

(۵) صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب اي الاسلام افضل ج ۱ ص ۷، ط قديمي

صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان تفاضل الاسلام واي اموره افضل ج ۱ ص ۴۸، ط قديمي

۹ مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم كمثل جسد إن اشتكى
عضو منه تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى ( )

۱۰ لا أخبركم بأفضل من درجة الصيام والصلاة والصدقة ؟ قالوا
بلى قال اصلاح ذات البين فان فساد ذات البين هي الحالقة(۲)

مسلمان کی جان کی اہمیت (قتل مسلم پر وعیدیں)

۱۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

لزوال الدنیا اھون علی اللہ من قتل رجل مسلم (۱)

ایک مسلمان کا قتل اللہ کے نزدیک تمام دنیا کے تباہ ہو جانے سے زیادہ سنگین ہے۔

۲۔ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

قتل المؤمن اعظم عند اللہ من زوال الدنیا (۲)

ایک مومن کا قتل اللہ کے نزدیک تمام دنیا کے زوال سے بڑھ کر ہے۔

۳۔ایک اور حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آخرت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا وہ نماز اور قتل کے مقدمات ہوں گے۔ (۳)

۴۔ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

آخرت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کے درمیان فیصلہ ہوگا وہ خون کے مقدمات ہوں گے۔

۵۔ایک اور حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی مسلمان کے قتل کرنے کے بارے میں ایک آدھ کلمہ کی زبان سے نکالے گا تو قیامت کے دن اس کی پیشانی پر یہ شخص حق تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے (لکھا ہوا ہوگا) ہوا ہوگا۔ (۴)

۶۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کے درمیان فیصلہ ہوگا وہ خون کے مقدمات ہوں گے۔ (۵)

۷۔ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان کی جان کا قتل اللہ کے نزدیک دنیا کے زوال سے بھی

---

(۱) ابن ماجہ، ابواب الدیات، باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلما، ص ۱۹۷، ط فاروقی کتب خانہ ملتان
(۲) نسائی، کتاب تحریم الدم، باب تعظیم الدم، ج ۲، ص ۱۹۲، ط قدیمی
(۳) نسائی، کتاب تحریم الدم، باب تعظیم الدم، ج ۲، ص ۱۹۳، ط قدیمی
(۴) ابن ماجہ، ابواب الدیات، باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلما، ص ۱۹۸، ط فاروقی کتب خانہ ملتان
(۵) ابن ماجہ، ابواب الدیات، باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلما، ص ۱۹۸، ط فاروقی
(۶) ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث، ص ۲۰۱۳، ط قدیمی
(۷) نسائی، کتاب تحریم الدم، باب الحکم فی من قتل مؤمنا متعمدا، ج ۲، ص ۱۹۳، ط قدیمی
(۸) ابن ماجہ، ابواب الدیات، باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلما، ص ۱۹۸، ط فاروقی کتب خانہ ملتان
(۹) ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث، ص ۲۰۱۳، ط قدیمی
(۱۰) کنز العمال، کتاب القصاص، الباب الاول فی القتل العمد، ج ۱۵، ص ۳۸۷، ط قدیمی
(۱۱) ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث، ص ۲۰۱۴، ط قدیمی

زیادہ قابل احترام ہے۔(۱)

۷۔ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

ایک قاتل کو کسی مسلمان کے قتل پر قیامت میں ایک ہزار مرتبہ قتل کیا جائے گا۔(۲)

(یعنی ہر مرتبہ قتل کے بعد زندہ کیا جائے گا پھر قتل کیا جائے گا)

۸۔ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا ہے:۔

اگر قاتل کو مسلمان کے قتل سے روکا نہ گیا تو تمام امت عذاب میں مبتلا ہوگی۔(یہی ہو رہا ہے)

اس قسم کے اور بے شمار ارشادات نبویہ موجود ہیں، ان کو ٹھنڈے دل سے پڑھئے اور پھر آج کل جو سرزمین سندھ میں ہو رہا ہے اس کا جائزہ لیجئے، یقین سا ہوتا جاتا ہے کہ خاکم بدہن اس قوم کی تباہی کا وقت آ گیا ہے، میدروں کی صورتحال مسلمانوں کے جہل کا نتیجہ ہے، یا بے دینی کا، خود کر رہے ہیں یا کرایا جا رہا ہے؟ قدیم سندھی، جدید سندھیوں سے کہہ رہے ہیں کہ سندھ سے نکل جاؤ یا جدید قدیم سے کہہ رہے ہیں کہ تمہارا وجود ناقابل برداشت ہے تم سندھ کو چھوڑ دو۔

بدقسمتی سب سے بڑی یہ ہے کہ حکومت اصلاح احوال میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے، درحقیقت مسلمان قوم کو من حیث القوم خدا فراموشی کبھی راس نہیں آ سکتی، افراد اس لعنت میں گرفتار ہوں تو معاملہ قابل برداشت ہو جاتا ہے لیکن جب پوری قوم اس تباہ کن معصیت یعنی خدا فراموشی میں مبتلا ہو جائے تو نجات کیسے ہو۔

ایک طرف تو یہ معصیت عظمیٰ نازل ہے دوسری طرف چھپے ہوئے دشمنان اسلام اور اس ملک کے اصلی غدار، بے ضمیر طبقہ دو ہر یے، مدار آستین بنے ہوئے ہیں وہ سندھ کی علیحدگی اور جئے سندھ کا نعرہ بلند کر رہے ہیں اور سندھو دیش کے شیطانی راگ الاپ رہے ہیں، بلاشبہ پاکستان کی تاریخ میں یہ سب سے دردناک اور تباہ کن دور ہے۔

سب سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ ملک تباہی کے کنارے آ لگا ہے لیکن دلوں کی نجاست و غفلت کی کوئی انتہا نہیں، اب بھی عبرت نہیں ہوتی، آج بھی اگر پوری قوم محکوم اور حاکم، پبلک اور پولیس و فوج سب صدق دل سے اپنی بدکرداریوں سے توبہ کر لیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے جرائم کی معافی مانگ لیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیں اور اس خدا فراموش و خود فراموش زندگی کو یکسر ترک کر دیں اور ہر شخص اپنے دائرہ اختیار میں ایمانداری سے اصلاح احوال کا عزم کر لے اور اپنی زندگی خدا ترسی کی زندگی بنا لے تو:

﴿ان رحمة الله قريب من المحسنين﴾

(۱)سنن الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی تعظیم المؤمن ج:۲ ص:۲۴، ط:فاروقی کتب خانہ ملتان
(۲)کنز العمال، کتاب الدیات، فصل فی ترهیب القتل ج:۱۵ ص:۲۳۶، ط:موسسة الرسالة بیروت۔
مصنف ابن ابی شیبة، الفتن، من کره الخروج فی الفتنة وتعوذ منها ج:۷ ص:۴۸۶، ط:مکتبة الرشد ریاض

بیشک اللہ کی رحمت محسنین نیکوکاروں سے قریب ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ضرور ان ہوگی جنت بھی محفوظ ہو جائے گی اور باشندگان جنت بھی آرام سے رہیں گے۔

اسی بات کو تسلی ہے کہ اپنے علاوہ دوسروں کی اصلاح کی فکر کرنی ہے اور اس مرحلہ کی تکمیل ہوتی ہے دوسرے مرحلہ سے بعد تو صدق بہت آسان ہو جاتا ہے قرآن کریم نے اس قسم کے امراض سے نجات کا صحیح راستہ تجویز فرمایا ہے وہ یہ کہ انسان اپنے اللہ کی طرف رجوع کرے اپنے اعمال پر ندامت ہے اور صدق دل سے توبہ کرے اس علاج کے صحیح ہونے کا وعدہ آیا ہے اس کے بعد اصلاح قلوب جلد سے جلد ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اس کے لئے راستے کھل جاتے ہیں اور اس کے لئے جنت کی راہیں ہموار کی جاتی ہیں مختصر یہ کہ اصلاح زندگی کا دارومدار توجہ الی اللہ پر ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے شامل حال ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کو ہر قسم کی مصیبت سے نجات دیتی ہے اور اس کی زندگی کو کامیاب بنا دیتی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت افضل و اکرم ہونے کی وجہ سے دنیا و آخرت میں تمام ورائج ہو جاتی ہے پھر دیکھئے چند دنوں میں انقلاب آجاتا ہے اور اس کی اخوت سے تمام روئے زمین کے قلوب میں سکینت و اطمینان پیدا ہو جاتا ہے گویا جان مال آبرو سب محفوظ ہو جاتی ہے۔

۱۹۱۵ء میں حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا یہ نمونہ بھی اس پر ستان کو دکھلایا ہے جہاں میں پوری قوم نے فسق و فجور کی زندگی بسر کی تھی اب جو ان صالحین کی زندگی اختیار کر لی تھی مسجدوں اور گھروں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے نظر آنے لگے ہیں قریہ کے قریہ صلحاء کا نمونہ بن گئے تھے۔

اسی لئے آپ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولو ان اهل القرى آمنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السماء والارض﴾ [الاعراف: ۹۶]

اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں نازل کر دیتے۔

یہ آیت کریمہ اس حقیقت کو بتلا رہی ہے کہ ایمان اور تقویٰ ہی دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

یہاں اس نکتہ کا سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اصولی کی دو قسمیں ہیں ایک عمومی رحمت ہے جو تمام مخلوق کے لئے ہے اور دوسری رحمت خصوصی ہے جو مومنین کے لئے ہے۔

﴿ورحمتي وسعت كل شيء فسأكتبها للذين يتقون﴾ [الاعراف: ۱۵۶]

اور میری رحمت ہر چیز پر محیط ہے۔

پس جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان و تقویٰ کی توفیق عطا فرمائی ہے وہ رحمت خاصہ کے مستحق ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دنیا و آخرت میں کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے۔

بحرمة سيد المرسلين وامام المتقين وخاتم النبيين المبعوث للعالمين عليه صلوات الله والملائكة والناس اجمعين.

[۲رجب/۳رجب ۱۳۹۲ھ - ستمبر ۱۹۷۲ء]

تقویٰ اور اس کی اہمیت

ایمان کے بعد تقویٰ ہی اللہ کی بڑی نعمت ہے جو سعادت دارین کا ذریعہ ہے۔ قرآن کریم اور دین اسلام کی زبان میں تقویٰ احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا دوسرا نام ہے۔ تقویٰ کیا ہے؟ اوامر الٰہیہ کا اتباع اور منہیات شرعیہ اور فواحش ومنکرات سے بالکلیہ اجتناب۔ تقویٰ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی معیت، وسیلہ اور اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا ذریعہ۔ قرآن کریم کی تلاوت اور مطالعہ سے تقویٰ کی جو برکتیں اور ثمرات ونتائج معلوم ہوتے ہیں وہ نہایت ہی عجیب ہیں۔ ایک مرد مومن کی آرزو یہی ہوگی کہ زندگی کون ومکان سے گذرے، ضروریات زندگی بآسانی مہیا ہوں، وہ کسی کا محتاج نہ ہو، دنیا میں انبیاء کا وارث بنے، تجارت کرے تو اس میں نفع ہو، زراعت کرے تو اس میں برکت ہو، اس کے اقوال صالحہ پر کفار ومشرکین ضعف قلوب سے نوازے جائیں، آنکھیں بند ہوں اس دنیا سے کوچ کا وقت آئے تو جنت کی بشارت ملے، آخرت میں جنت کی (بیش قیمت) نعمتیں ملیں، گناہ اور تقصیریں معاف ہوں، ابد آباد کی زندگی چین سے گذرے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبوبیت کا تمغہ ملے اور ولی اللہ ہونے کی سعادت نصیب ہو۔ الغرض جس کام میں ہاتھ ڈالے کامیابی وکامرانی اس کے قدم چومے، خواہ دنیا کا کوئی صحیح مقصد ہو یا آخرت کی کوئی نعمت سب اس کی آرزو کے مطابق حاصل ہوتی چلی جائیں، ظاہری وباطنی پاکیزگی اسے نصیب ہو، دونوں دارین سے ہمکنار ہو، کیا اس سے بھی زیادہ کوئی صحیح آرزو ہو سکتی ہے؟ قرآن کریم بار بار اور صاف صاف ان حقائق کا تذکرہ کرتا ہے، مختلف اسالیب بیان سے ان عظیم الشان مقاصد کا ذکر فرماتا ہے، عجیب عجیب عنوانات سے ان کو ذہن نشین کراتا ہے اور موثر ترین نفسیاتی انداز سے اس کی ترغیب دیتا ہے ہم ذیل میں چند آیات کے اقتباسات کے ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ (۱)

۱- ﴿بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ﴾ [آل عمران: ۷۶]

جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ سے ڈرے تو بے شک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں (اپنے) متقیوں کو۔

۲- ﴿لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ [آل عمران: ۱۵]

اپنے لوگوں کے لئے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں ان کے مالک (حقیقی) کے پاس ایسے باغ ہیں

---

(۱) آیات وترجمہ حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے ترجمہ قرآن مجید سے لیا گیا ہے۔

۳ ﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾ [آل عمران:۱۳۳]

۴ ﴿فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ [الاعراف:۳۵]

۵ ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾ [الاعراف:۹۶]

۶ ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ﴾ [النحل:۱۲۸]

۷ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ [الانفال:۲۹]

۸ ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [الطلاق:۲،۳]

۹ ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾ [الطلاق:۴]

۱۰ ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا﴾ [التغابن:۵]

۱۱ - ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [البقرۃ:۱۸۹]

۱۲ - ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾ (طٰہٰ:۱۳۲)

اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔

۱۳ - ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (الاعراف:۱۲۸)

اور آخر کامیابی انہی کو ہوتی ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں۔

۱۴ - ﴿اِنْ اَوْلِيَاؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾ (الانفال:۳۴)

اس کے ولی تو سوا متقیوں کے اور کوئی بھی اشخاص نہیں۔

۱۵ - ﴿وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (البقرۃ:۱۹۴)

اور یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔

۱۶ - ﴿اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (المائدۃ:۲۷)

خدا تعالیٰ متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں۔

۱۷ - ﴿وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾ (ص:۴۹)

اور پرہیزگاروں کے لئے (آخرت میں) اچھا ٹھکانا ہے۔

۱۸ - ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (الجاثیہ:۱۹)

اور اللہ دوست ہے اہل تقویٰ کا۔

ان آیات کریمہ پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ارباب تقویٰ کے لئے جن برکات کا وعدہ ہے ان سے زیادہ کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا ہے پھر حیرت وتعجب بلکہ افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان ہوکر ان عظیم الشان نعمتوں کے حاصل کرنے کے لیے نہ صرف یہ کہ کوشش نہیں کی جاتی ہے بلکہ ان سے صاف صاف اعراض وانحراف کیا جارہا ہے، ایک مسلمان جس کے مذہب کی بنیاد ہی تقویٰ وطہارت پر ہے اس کے لئے از بس ضروری ہے کہ وہ ان حقائق الہیہ پر غور کرے دل اور دماغ اعضاء وجوارح الغرض ہر حصہ بدن کے تقویٰ (۱) کے حقوق ادا کرے اور ظاہر ہے کہ بنیادی تقویٰ دل کا ہے اس کے حصول کے بعد ہی اعضاء وجوارح کا تقویٰ حاصل ہوسکتا ہے۔

اس لئے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دل کی طرف اشارہ کرکے فرمایا گیا:

"الا ان التقوى ههنا"(۲)

---

(۱) ہر حصہ بدن کے تقویٰ کی تفصیل کے لئے امام غزالیؒ کی "احیاء العلوم" "کیمیائے سعادت" اور "تبلیغ دین" ترجمہ "راہ یقین" سے، نیز حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی تصانیف اور مواعظ سے معلوم کیا جائے

(۲) الصحیح لمسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ج:۲ ص: ۳۱۷، ط: قدیمی

۱۲ - ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾ (طٰہٰ: ۱۳۲)

اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔

۱۳ - ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (الاعراف: ۱۲۸)

اور آخر کامیابی انہی کو ہوتی ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں۔

۱۴ - ﴿اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾ (الانفال: ۳۴)

اس کے ولی تو سوا متقیوں کے اور کوئی بھی اشخاص نہیں۔

۱۵ - ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (البقرۃ: ۱۹۴)

اور یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔

۱۶ - ﴿اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (المائدۃ: ۲۷)

خدا تعالیٰ متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں۔

۱۷ - ﴿وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾ (ص: ۴۹)

اور پرہیزگاروں کے لئے (آخرت میں) اچھا ٹھکانا ہے۔

۱۸ - ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (الجاثیہ: ۱۹)

اور اللہ دوست ہے اہل تقویٰ کا۔

ان آیات کریمہ پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ارباب تقویٰ کے لئے جن برکات کا وعدہ ہے ان سے زیادہ کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا ہے پھر حیرت وتعجب بلکہ افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان ہوکر ان عظیم الشان نعمتوں کے حاصل کرنے کے لیے نہ صرف یہ کہ کوشش نہیں کی جاتی ہے بلکہ ان سے صاف صاف اعراض وانحراف کیا جارہا ہے، ایک مسلمان جس کے مذہب کی بنیاد ہی تقویٰ وطہارت پر ہے اس کے لئے از بس ضروری ہے کہ وہ ان حقائق الہیہ پر غور کرے دل اور دماغ اعضاء وجوارح الغرض ہر حصہ بدن کے تقویٰ (۱) کے حقوق ادا کرے اور ظاہر ہے کہ بنیادی تقویٰ دل کا ہے اس کے حصول کے بعد ہی اعضاء وجوارح کا تقویٰ حاصل ہوسکتا ہے۔

اس لئے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دل کی طرف اشارہ کرکے فرمایا گیا:

"الا ان التقوى ههنا"(۲)

---

(۱) ہر حصۂ بدن کے تقویٰ کی تفصیل کے لئے امام غزالیؒ کی "احیاء العلوم" "کیمیائے سعادت" اور "تبییغ دین" ترجمہ "اربعین" سے، نیز حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی تصانیف اور مواعظ سے معلوم کی جائے

(۲) الصحیح لمسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ج ۲ ص ۳۱۷، ط: قدیمی

سن رکھو کہ تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔

اور قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے:

﴿فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ﴾ [الحج:۴۶]

یہ تو دلوں کا تقویٰ ہے۔

اطباء اور علمائے علم النفس کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ معتدل زندگی سے دل و دماغ پر اطمینان و انبساط کا غلبہ رہتا ہے اور غلط کاری، غلبہ روی سے جو برے نقوش لوح دل اور صفحۂ دماغ پر مرتسم ہوتے ہیں، اس طرح حفظ صحت کی بنا پر جسمانی صحت اور طاقت محفوظ رہتی ہے، گویا روحانی صحت دماغی صحت کا سرچشمہ ہے اور دماغی صحت سے بدن کی صحت و قوت محفوظ رہتی ہے، اطباء کے نزدیک دماغ اعصاب کا منبع ہے، جب دماغ میں ضعف و انحطاط رونما ہوگا تو جسمانی اعضا بھی خود بخود کمزور ہوں گے، اسلامی تعلیم کی بنیاد یہی ہونی چاہئے کہ نفس انسانی کا تزکیہ ہو اور صحیح روحانی تربیت اس کو حاصل ہوتا کہ طالب علم فارغ ہونے کے بعد زندگی کے جس شعبے میں بھی جائے وہاں صحیح خدمت کر سکے اور اپنے منصب کے تقاضے خوش اسلوبی سے انجام دے سکے، اگر تعلیم کے لئے جسمانی ورزش کو ضروری تصور کیا جاتا ہے تو اس سے کتنی زیادہ دل و دماغ کی پاکیزگی اور ان کی شعور کی صحت ضروری ہے۔

ان شرعی اور عقلی حقائق کی روشنی میں یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ اسکولوں، کالجوں اور دیگر تعلیمی اداروں میں "مخلوط تعلیم" سے کتنے برے نتائج رونما ہو سکتے ہیں تو پھر تعلیمی مقاصد میں مخلوط رقص و سرود کرنے اور طلبہ و طالبات کے آزادانہ اختلاط کے مواقع بہم پہنچانے کے "اہم قومی کام" کے لئے کیا کہا جا سکتا ہے اور مقصد تعلیم اور تعلیمی اداروں سے یہ چیز کتنی بعید ہوگی؟ ان مقامات پر مناظر اور فواحش و منکرات کی معاشرت سے دل و دماغ کے صفحات پر جو بیہودہ، شہوت انگیز اور گندے نقوش مرتسم ہوں گے ان کے نتائج کتنے برے ہوں گے، اسلامی مزاج سے کتنے بعید اور قومی صحت کے لئے کتنے مضر ہوں گے۔

قدم قدم پر بے حیائی کے جان فرسا اور ایمان سوز مناظر اور کوچے کوچے میں تھیٹر، سینما اور ریڈیو کے بے محابا رنگین، اور مرد و زن کے درمیان رہا خلط ملط تماشے جن اخلاق سوز کاموں کے لئے یہ "مخلوط تعلیم" ان پر مشتمل اداروں میں اس کے مواقع بہم پہنچانے جا رہے ہیں؟ خوشی ہوئی تھی کہ حکومت مغربی پاکستان نے تعلیمی اداروں میں رقص و سرود پر پابندی کا قانون بنایا اور مزید خوشی کی بات ہوئی کہ مرکزی حکومت صوبائی حکومت کے اس مستحسن اقدام کی پرزور تائید کرتی، لیکن اخباری اطلاع کے مطابق اس کے بالکل برعکس ہوا، مرکزی حکومت نے صوبائی حکومت کے اس فیصلہ کو ناقابل قبول قرار دے کر مسترد کر دیا، اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ کا یہ مختصر اور جامع بیان اخبارات میں شائع ہوا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

"چند روز قبل بعض اخبارات میں ایسے غیر مصدقہ اطلاع شائع ہوئی ہے کہ مرکزی حکومت نے تعلیمی اداروں

میں رقص و سرود پر سے پابندی اٹھائی ہے اور اس سلسلہ میں صوبائی حکومت کے فیصلہ کو احقانہ قرار دیا ہے، اس خبر کی اشاعت کے بعد مرکزی حکومت کی طرف سے اس کی کوئی تردید شائع نہیں ہوئی جس کی وجہ سے ملک بھر میں شدید اضطراب پیدا ہو رہا ہے۔ آج سے چند ماہ پہلے جب صوبائی حکومت نے تعلیمی اداروں میں ناچ گانے مخلوط ڈراموں اور چست لباس پر پابندی عائد کی تھی تو ملک بھر میں اس مستحسن فیصلہ کا بڑی گرمجوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا تھا اور ہر طبقہ فکر نے اس قابل تعریف اقدام کو سراہا تھا جس سے صاف ظاہر ہے کہ صوبائی حکومت کا یہ فیصلہ عوام کی خواہش کے مطابق تھا اور مرکزی حکومت کے ذمہ دار حضرات کی طرف سے آئے دن یہ اعلانات شائع ہوتے رہتے ہیں کہ وہ ملک کے ہر شعبۂ زندگی کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں۔"

"کون نہیں جانتا کہ رقص و سرود، مخلوط ڈرامے اور مرد و عورت کا آزادانہ میل جول اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے اور اس نے ہمیں اخلاقی تباہی کے کنارے پہنچا دیا ہے، خاص طور سے تعلیمی اداروں میں اس قسم کی شرمناک سرگرمیوں سے نہ صرف تعلیم و تربیت کا اصل مقصد فوت ہو رہا ہے بلکہ طلباء کی صحت اور اخلاق پر اس کے بدترین اثرات مشاہدہ میں آ چکے ہیں، ان حالات میں توقع تو اس بات کی تھی کہ مرکزی حکومت کی طرف سے صوبائی حکومت کے اس فیصلہ کی ہمت افزائی کی جائے اور مشرقی بازو بھی اس کی تقلید کرے گا لیکن اس کے برعکس اس فیصلے کو احمقانہ قرار دینے کی یہ خبر توقع کے یکسر خلاف انتہائی حیرت ناک اور سخت اضطراب انگیز ہے اور اس سے بجا طور پر ملک کے عوام میں زبردست بے چینی پیدا ہو رہی ہے۔"

"یہ ملک جو سو فیصد اسلام کے نام پر بنا ہے اس کی بیس سالہ تاریخ اس پر گواہ ہے کہ یہاں کے اس کروڑ عوام قرآن و سنت کی صحیح صحیح تعلیمات ہی کو اپنی فلاح و بہبود کا ضامن سمجھتے ہیں، انہوں نے ہمیشہ اس فیصلہ کو شدید نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے جو قرآن و سنت کے خلاف ہو اور اس فیصلہ کا دل و جان سے خیر مقدم کیا ہے جو انہیں اسلامی تعلیمات سے قریب کرے، اس لئے ہم مرکزی حکومت سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ صوبائی حکومت کے فیصلہ کو ہر قیمت پر بحال رکھے اور پوری وضاحت کے ساتھ اس خبر کی تردید شائع کر کے عوام کی دلی بے چینی کو دور کرے۔" (۱)

[۱۲ ذوالقعدہ ۱۳۸۶ھ - ۲۴ مارچ ۱۹۶۷ء]

(۱) پہلے لکھے جا چکے تھے کہ اخبارات میں یہ اطلاع چھپی کہ ایک صوبائی وزیر محترم نے اس خبر کی تردید کر دی ہے اور اس میں یہ وضاحت بھی کہ صوبائی حکومت اس قانون کو واپس لینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی، ہم اس خوشخبری پر تمام مسلمانان پاکستان کی طرف سے صوبائی حکومت کی تحسین کرتے ہوئے گذارش کرتے ہیں کہ بے حیائی و منکرات کی روک تھام کے لئے بھی ہماری حکومت ہر ممکن قدم اٹھا کر معاشرہ کو گندگی سے پاک کرنے کی کوشش کرے، دعا ہے کہ حق تعالیٰ حکومت اور عوام دونوں کو اپنی مرضیات کی توفیق بخشے۔ آمین۔

کمال ایمان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے حدیث مروی ہے:

"من احب لله وابغض لله واعطى لله ومنع لله فقد استكمل الايمان". (۱)

جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے بغض رکھا اور اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے روکا تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

"ویکمل ایمان کی علامت یہ ہے کہ محبت ہو تو اللہ کے لیے اور بغض ہو تو اللہ کے لیے" اس حدیث میں مضمون ہے قریب جامع ترمذی اور مسند احمد میں حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے اور معجم ابی داؤد میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایتیں موجود ہیں غرض متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعدد طریقوں میں اس مضمون کی حدیثیں موجود ہیں اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کو ذرا تفصیل سے لکھا جائے تاکہ اس کے مختلف پہلو سامنے آجائیں اور اس کی اہمیت اچھی طرح واضح ہو جائے۔ یہ بات مندرجہ بالا روایتوں سے معلوم ہوئی ہے کہ محبت اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور بغض بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور دینا بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور روکنا بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔

یہ حال تو یہ ہے کہ یہ معاملات مسلمان کی زبان پر ہوں لیکن ہونے چاہئیں وہ جن میں محبت و عداوت دینا و روکنا سب اللہ تعالیٰ کی مرضی کو پیش نظر رکھ کر اللہ ہی کے لیے ہو اور اللہ ہی کی خاطر ہو اور اللہ ہی کی رضا کے لیے ہو۔ مطلق ہو قید سے مقید ہو کر اللہ ہی کی خوشنودی کے لیے ہو۔ ان کے بعد تیسرا مرتبہ ہے کہ جس کی وجہ سے ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہم سے محبت کرتے ہیں اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا ثمرہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے دل منور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے دل خالی ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے دل خالی ہونا ہی دل کا مر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت ہی دل کی زندگی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے دل کا

کی حکمت و مصلحت سمجھنے سے قاصر ہوں تو اپنی کوتاہی عقل کا اعتراف کرنا وغیرہ وغیرہ، اب اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے کلام میں اپنی رائے سے کوئی ایسی تاویل و توجیہ کرتا ہے جو منشاء خداوندی اور اجماع امت کے خلاف ہو تو لازمی طور پر یہی کہا جائے گا کہ یہ مقتضاء ایمان کے خلاف ہے۔

الحاد و زندقہ

جس طرح ایمان و اسلام شرعی حقائق ہیں اور ان کے خاص خاص مفہوم و مصداق ہیں اور اسلامی تاریخ میں عہد نبوت سے لے کر آج تک ان کے وہی معانی و مصادیق امت کے نزدیک واضح و متعین اور مسلم چلے آتے ہیں، ٹھیک اسی طرح صلاۃ، صوم، زکاۃ، حج، بیع، ربا، خمر، میسر کے معانی واضح اور مراد متعین ہیں، ان معانی واضحہ و مسلمہ کو محض اختلاف ظروف و احوال اور بدلے ہوئے سماجی حالات اور خود ساختہ علل و مصالح کی بنا پر چھوڑ کر صرف اپنی رائے اور لغت پر اعتماد کر کے دوسرے معانی اختیار کرنا یا ان میں ترمیم و تنسیخ کرنا اسی کا نام ہے تحریف، اسی کا نام ہے الحاد، اسی کا نام ہے زندقہ، علماء امت، فقہاء و محدثین، متکلمین و ارباب حقائق سب کا اس پر اتفاق ہے کہ دین اسلام کے وہ احکام جن کی قطعیت اور معانی منصوصہ و ملفوظہ و متواتر عملاً تواتراً مسلم چلے آتے ہیں وہ شریعت کی اصطلاح میں "ضروریات دین" کہلاتے ہیں جس طرح ان کا انکار کفر ہے ٹھیک اسی طرح ان میں تاویل کرنا بھی کفر ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس موضوع پر مستقل کتاب "فیصل التفرقہ بین الاسلام و الزندقہ" تصنیف فرمائی اور آخری بے مثل و جامع ترین کتاب حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "إکفار الملحدین فی ضروریات الدین" ہے۔

واضح رہے کہ کفر و الحاد، کافر، ملحد یہ سب شرعی مصطلحات ہیں جو شخص واقعی طور پر ان کلمات کا مصداق یا ان ناموں کا مستحق ہو اسی کے لئے یہ الفاظ استعمال ہوں گے، یہ سب دشنام یعنی دشنام اور گالی گلوچ نہیں اگر کوئی اس کا غلط اور بے محل استعمال کرے تو اگر وہ جانتا ہو کہ واقعہ میں یہ شخص ایسا نہیں ہے تو یہ گالی اور بنا بنک عزت سمجھی جائے گی اور وہ آخرت میں گنہگار اور دنیا میں لائق تعزیر ہوگا، اگر دونوں امور واقع اس کو صحیح سمجھتا ہے تو پھر نہ گالی ہوگی اور نہ بنا بنک عزت اور توہین، البتہ بھی یہ حکم غلط ہوگا کبھی صحیح، غلط حکم پر اگر قابل مجتہد ہے تو معذور ہوگا ورنہ گنہگار ہوگا اور اگر حکم صحیح ہوگا تو اس کو اجر ملے گا یہ ہے مسئلہ کی تنقیح۔

اب جو حضرات ان قطعی احکام شرعیہ اور نصوص قرآنیہ میں شب و روز تحریف و تبدیل اور ترمیم و تنسیخ کرتے یا ان کا بے محل استعمال کرتے رہتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ خود شرعاً ان کلمات کا مصداق بنتے ہیں، پھر اگر شریعت کا علم اس حکم شرعی کا اظہار کرنے کی غرض سے ان کلمات کا استعمال کرے یعنی حکم شرعی بتلائے تو معلوم نہیں کیوں یہ حضرات چراغ پا ہوتے ہیں اور کیوں اس کے ان کلمات کو خلاف تہذیب اور اس عالم کو غیر مہذب سمجھا جاتا

ہے افسوس اجتہاد کا مقام ہے کہ یہ حضرات اللہ اور رسول کی اہانت کرتے ہیں اور بچاتے ہیں کہ اللہ کے بندے اس کو سن کر چپ رہیں اور اس توہین و بے ادبی کو برداشت کریں؟ اللہ و رسول کے کلام کو توڑ مروڑ کر نئے نئے معنی پہنانا اس سے بڑھ کر منصب خدائی اور منصب رسالت و نبوت کی کیا توہین ہوگی؟ منصب خدائی پر جمے ہوتے ہیں، پیغمبر علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی و سنت کو زمانہ بعد کی پیداوار اور تدوین حدیث کو تحریف کہہ کر رد کیا جاتا ہے اور جان نثار ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے توقع کی جاتی ہے کہ ان کی تعریف کی جائے، ان سے عقیدہ پیشانی اور نرم خوئی سے گفتگو کی جائے؟ اپنی ذات گرامی صفات پر ذرا سا حملہ برداشت نہ کرنے اور اللہ و رسول کی ذات پر چبتے قبیح و فصیح جملے ہوتے ہیں ان کو برداشت کرنے اور بردباری و نرم خوئی کی تلقین کرتے رہنا اور اسی کو تہذیب قرار دینا کہاں کا انصاف ہے اور کہاں کی دیانت؟ عجیب فلسفہ ہے! اللہ کی ذات و صفات کے بارے میں اتنی وسعت صدر اور اپنی ذات و صفات کے متعلق اتنی تنگ حوصلگی، ایمان اللہ کیسا عجیب فلسفہ تہذیب و اخلاق ہے؟ حالانکہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ معاملہ اس کے برعکس ہوتا، اپنی ذات و صفات کے بارے میں صبر، استقامت اور عفو و صفح کا رویہ اپنایا جاتا اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام، تعلیمات و ہدایات کے بارے میں بغیر کسی رواداری و مداہنت کے ناراضگی و ناگواری کا اظہار کیا جاتا کہ یہی تقاضہ ہے ہمارے ایمان کا اور یہی کتاب و سنت کی تعلیم ہے۔

[شوال ۱۳۸۶ھ]

اجتہاد

"مجمع البحوث الاسلامیہ" کی کانفرنس قاہرہ میں ۲۰ تا ۲۲ رمضان ۱۳۸۳ھ منعقد ہوئی، زیر بحث مسائل سے مندوبین حضرات کو پہلے سے مطلع نہیں کیا گیا تھا لیکن حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ نے بغیر کسی تیاری کے اجتہاد جیسے اہم موضوع پر محققانہ انداز میں مقالہ تحریر فرمایا جس کا مندرجہ ذیل ترجمہ "بینات" میں حضرت مولانا محمد ادریس صاحب استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ نے شائع کیا تھا:

خطبہ ماثورہ کے بعد:

بالائے اسلامیہ نے برگزیدہ حضرات علماء و فضلاء:

ہم اولاً جناب ڈاکٹر محمود حب اللہ عالم اعلیٰ ادارہ تحقیقات اسلامی کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہمیں اس عظیم الشان علمی اسلامی کی شرکت کے لئے دعوت ارسال فرمائی جانب سے ہمیں ایک قابل فخر و مباہات دعوت کو خوش آمدید کہتے ہیں، ساتھ ہی ہم خود کو اور تمام شرکاء محترم کو مبارکباد تہنیت بھی پیش کرتے ہیں اس قابل قدر دعوت پر اور مصر حاضر کی دینی مشکلات کو قرآن حکیم اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کی روشنی میں اور اس لائق فخر علمی

میراث (فقہ اسلامی) کی رہنمائی میں حل کرنے کے لیے دی گئی ہے جس کو امت محمدیہ کے اپنے فقہاء نے آنے والی نسلوں کی لیے بطور ترکہ چھوڑا ہے جن کے پاک و صاف قلوب ایک عظیم تر اخلاص، تقویٰ اور خشیت الٰہیہ کے انوار سے لبریز تھے، دوسری طرف وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ابدی علوم و معارف کے سرچشموں سے بھی شایان شان طور پر سیراب و سرشار ہو چکے ہیں۔ اور انہوں نے صبح و شام اپنی زندگی کے تمام شب و روز اور اپنی تمام تر توانائیاں علوم و معارف الٰہیہ اور تعلیمات سنت نبویہ کے اندر وقت نظر میں اور طویل بحث و تفتیش میں صرف اور وقف کر دی تھیں اور اس سب سے بڑھ کر یہ کہ توفیق و تائید الٰہی ان کے ساتھ تھی اسی لئے وہ آسمان دنیا کی کہکشاں تاریکیوں میں ایسے روشن اور تابناک ستارے بن کر چمکے کہ اطراف عالم ان کے علوم و معارف کی روشنیوں سے جگمگا اٹھا اور آج تک مشرق و مغرب میں ان کی علمی فتوحات کے جھنڈے لہرا رہے ہیں۔

عظیم المرتبت جلیل القدر بزرگو!

جامع ازہر یونیورسٹی صحیح تعبیر کے ساتھ جامعہ ازہر یہ تقریباً ایک ہزار سال سے اپنی عظیم الشان علمی اور دینی خدمت انجام دے رہا ہے کہ کسی بھی ملک و مملکت یا علمی و تعلیمی ادارہ کی خدمات اس کے مقابلہ پر تو کیا پاسنگ بھی نہیں بن سکتیں، اسی لئے بلا ادنیٰ کسی شک و شبہ کے جامع ازہر تمام امت کی جانب سے حق بجانب عظیم الشان تعظیم و احترام، قدر دانی و قدر شناسی اور تحسین و ستائش کا مستحق ہے، خاص طور پر جبکہ تاتاریوں کی تاخت و تاراج اور قتل و غارت کا تباہ کن سیلاب بلا اسلامیہ کے علمی مراکز بغداد وغیرہ کے تمام علمی و تعلیمی مراکز عظیم الشان گاہوں اور عظیم تر کتب خانوں اور سالہا سال کے علمی ذخائر کو بہا لے گیا اور عظیم وجود سے لے کر عالم اسلامی کے طول و عرض میں ڈال دیا (لیکن جامع ازہر اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے ہر طرح کی تباہی سے محفوظ رہا اور اس طوفان تیرہ و تار میں بھی برابر خدمت علم و دین میں مصروف رہا) ایسی صورت میں ازہر کا علمی مقام دنیائے اسلامی علمی و تعلیمی ادارہ پر تحسین و ستائش، تعظیم و احترام کا مستحق ہوا ایسی نمایاں فوقیت و برتری کا مالک ہے کہ اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

معزز حضرات!

زمانہ اور اس کے کوائف و ظروف بالکل بدل چکے ہیں بلکہ نظر کے خدوخال بھی بدل چکے ہیں، عہد حاضر کے مسائل حیات میں روز بروز مغربی تمدن کی پیدا کردہ نو بنو مشکلات اور پیچیدگیوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، زندگی کے تہذیبی، معاشی، اقتصادی و تجارتی نظامات میں نئے نئے نظریے اور افکار و خیالات رائج ہو رہے ہیں، یہ ایک نظری اور فکری سیلاب ہے جو پوری قوت کے ساتھ یورپ سے آ رہا ہے، بلاد اسلامیہ کے تمام مسلمان بجا طور پر ازہر سے امید و توقع رکھتے ہیں کہ جس طرح ازہر نے اپنے سابقہ سنہری عہد اور شاندار ماضی میں عالم اسلامی کی زوال علمی اور دینی قیادت کی تھی اسی طرح وہ اس پرفتن دور حاضر میں بھی اپنی تمام تر دینی بصیرت اور حکمت و تدبر کے ساتھ اسلام کے اساسی حقائق اور بنیادی اغراض و مقاصد کو سامنے رکھ کر ایسی ہی راہ نمائی

رہنمائی کرے اور مسائل عصریہ کی دینی مشکلات اور پیچیدگیوں کو اس روشن اور پاکیزہ طریق پر حل کرے جس کا اسلام کی روح اور دین کا جوہر متقاضی ہے، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت اور اسلامی فقہ پر اس کا مدار ہو، یورپ کی پرفریب اور گمراہ کن تہذیب اور خدا پرستی کے جذبہ پر ضرب کاری لگانے والے تمدن کا اس پر سایہ تک نہ پڑے اور اس طرح اس یورپین تمدن کے تباہ کن طوفان کے مقابلہ کے لئے ایک مضبوط چٹان کی طرح میدان میں آجائے اور ایک آزمودہ کار مرد آہن اور تجربہ کار دانائے راز کی طرح مقابلہ کرے، اس لئے کہ بغیر کسی شک وشبہ کے اس وقت اسلامی دنیا کی امیدیں ازہر سے وابستہ اور نظریں ازہر کی طرف اٹھ رہی ہیں، جبکہ ہمارے پاس نہ اس سیلاب کے دھارے کو روکنے کے (مادی) وسائل ہیں اور نہ ہمیں اس کی امید باقی رہی ہے کہ ہم اس طوفان کا مقابلہ کرسکیں گے۔ لہٰذا اس یاس وناامیدی کے عالم میں بجا طور پر ازہر سے اس دینی فرض کو ایسے طریق پر انجام دینے کی توقع کی جاتی ہے جو رحمت خداوندی اور رضاء الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہو، تاکہ ازہر بزرگ تر اطراف واکناف عالم میں مسلمانوں کے لئے مقتدا اور دوسری قوموں کے لئے ایک مثالی نمونہ بن جائے۔

معزز حاضرین!

اسلامی اور یورپین تہذیب وتمدن کے اس تصادم وتلاطم کے زمانہ میں دنیا دو متضاد سمتوں اور کناروں پر کھڑی ہے، ایک طرف علماء دین کا گروہ ہے جن کو تصلب فی الدین اور تمسک بالشریعت نے ایسا جمود درثہ میں دیا ہے کہ انہوں نے حالات حاضرہ میں علم اور دین کی خدمت کے لئے جن تقاضوں اور وسائل کی شدید ضرورت ہے ان کو بالکل ہی نظر انداز کردیا ہے۔ دوسری طرف ان روشن خیال مفکرین کا گروہ ہے جس میں عہد حاضر کی مشکلات اور پیچیدگیوں کو سمجھنے کی اہلیت تو بدرجہ اتم موجود ہے وہ بہت اچھی طرح وقت کے ان تقاضوں سے واقف ہیں جن کی امت مسلمہ عہد حاضر کی مشکلات حل کرنے میں محتاج ہے۔ ان کے دلوں میں وہ ایمانی جرأت بھی موجود ہے جس کے تقاضہ کی بنا پر وہ اس خدمت کو انجام دینے کے لئے مضطرب ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان تمام دشواریوں اور پیچیدگیوں کو حل کردیں جنہوں نے امت کے ذہن وفکر کو حیرانی کے گرداب میں سرگرداں بنا رکھا ہے، لیکن وہ اس دینی بصیرت وایمانی فراست اور صحیح وپختہ علم دین کی کماحقہٗ واقفیت سے محروم ہیں جس کے بغیر عہد حاضر کی پیدا کردہ مشکلات وپیچیدگیاں حل نہیں ہوسکتیں، لہٰذا اس میں شک نہیں کہ یہ ہر دو فریق امت کی توقعات کو پورا کرنے سے قاصر ہیں اور ان جیسے عصری مسائل کو ان دونوں میں سے کسی بھی ایک گروہ کے سپرد کردینا اور اسی پر تکیہ کرلینا زبردست غلطی اور گمراہ کن نادانی ہوگی، نہ اس سے دین وملت ہی کو کوئی تقویت پہنچے گی اور نہ امت کی پیاس ہی بجھے گی۔

حضرات علماء وفضلا!

ہماری آرزو اور تمنا یہ ہے کہ اس تحریک کی بنیاد اس پر رکھی جائے کہ ایسے رجال دین کو کسی ایک جگہ جمع کیا

جو ہے جس کے لئے ایک طرف کتاب و سنت اور فقہ اسلامی کے علمی سرچشموں سے براہ راست سیراب ہونے کی صلاحیت ہو اور دوسری طرف عہد حاضر کی پیدا کردہ ان مشکلات اور پیچیدگیوں کو بھی خوب اچھی طرح سمجھنے اور ان کو حل کرنے کی بھی کماحقہ اہلیت رکھتے ہوں، اسی کے ساتھ ساتھ ایمانی بصیرت، اخلاص اور ورع و تقویٰ کے زیور سے بھی آراستہ ہوں یہ ادارہ "مجمع البحوث الاسلامی" ایک ایسی مجلس کی تشکیل کرے جس کے مستقل اراکین مذکورہ بالا متنوع صفات اور متفرق خصائص کے حامل ہوں، ایسی صورت میں اگر ہر رکن ان تمام اوصاف کا جامع نہ بن سکے تو ادارہ مجمع البحوث دونوں قسم کے ایسے علماء کو یکجا کرے جو اپنی علمی اور فنی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ اس دینی خدمت کو انجام دینے پر دل سے متفق و متحد بھی ہوں اور جن باہمی تعاون سے یہ جماعت بخوبی طور پر ان تمام ضروری اوصاف و خصائص کی حامل ہو سکے گی جن کا اوپر تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

معزز و محترم حضرات!

میں اس وقت بحث اجتہاد کی ان گہرائیوں میں نہیں جانا چاہتا جس کی تحقیق کا سہرا ان عظیم رجال فقہ کے سر ہے جو تدوین علوم و فنون کے قدیم تر عہد سے اس پچھلے زمانہ تک ہر دور اور ہر زمانہ میں اس کا حق ادا کرتے رہے ہیں، چنانچہ اس موضوع اجتہاد پر سب سے پہلے قلم اٹھانے والے مصنف قاضی ابو یوسف ہیں، ان کے بعد امام شافعی، پھر امام ابو جعفر طحاوی، ان کے بعد ابو بکر جصاص رازی، ان کے بعد ابو زید دبوسی، ان کے بعد بزدوی، پھر غزالی اور ابن حزم، ان کے بعد رازی و آمدی، ابن حاجب، بیضاوی، اسنوی، زرکشی، سبکی، قرافی، شنقیطی، امیر بادشاہ اور ابن ہمام رحمہم اللہ کی تصانیف اس موضوع کی تحقیق و تنقیح کا حق ادا کرتی رہی ہیں اور قاضی شوکانی رحمہ اللہ پر یہ سلسلہ تصنیف و تالیف ختم ہوتا ہے۔ ان بزرگوں نے اس موضوع پر چھوٹی بڑی محققانہ کتابیں جن میں کوئی ایک جلد میں ہے کوئی ایک سے زائد جلدوں میں لکھ کر اس موضوع کا حق ادا کر دیا ہے کہ اس پر اضافہ یا مزید بحث و تنقیح اور کسی بھی پہلو سے تحقیق و تلخیص کی گنجائش باقی نہیں چھوڑی، چنانچہ اجتہاد کی حقیقت، شرائط، اقسام اور مجتہدین کے طبقات، نیز یہ بحث کہ اجتہاد کا دروازہ کھلا یا جزاً کھلا ہے یا بند ہو گیا، یہ تمام مباحث بالکل طے شدہ اور بحث سے بالا تر ہو چکے ہیں، اس کے بعد اب اجتہاد کے عملی مبادی اور اصول پر بحث کرنے کا حاصل ایک بدیہی مسئلہ کو نظری بنا دینے کے سوا اور کچھ نہیں، مشاہدہ اس کا سب سے بڑا ثبوت ہے جس کا جی چاہے مذکورہ بالا مصنفین کی تصانیف کا مطالعہ، مشاہدہ کرے، ان مجتہدین عظام کی فنی تحقیقات اور مسائل کے استنباط جزئیات کے استخراج نو بنو پیدا ہونے والے مسائل اور حوادث کے حل کے جو اصول اور طریقے بحث و تحقیق کے بعد ان حضرات نے مقرر کر دیے ہیں وہ اس امر کی حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے روشن ترین دلیل اور قوی ترین حجت ہیں کہ کہاں اجتہاد ہو سکتا ہے اور کہاں نہیں اور کس قدر اجتہاد ہو سکتا ہے اور کس حد تک ختم ہو چکا اور یہ فیصلہ آج کا نہیں بلکہ قدیم ترین زمانہ سے قرون وسطیٰ تک یا زیادہ سے زیادہ متاخرین کے عہد میں ہو چکا ہے، یہ وہ بدیہی حقیقت ہے کہ اس سے انکار وہی شخص

کر سکتا ہے جو معاند ہو یا بہت دھرمی کرنے والا ہے۔

اس وقت مجھے سب سے زیادہ اہم چیز جو نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ میں شریک اجلاس علماء کرام اور فضلاء عظام کی توجہ چند اہم ترین امور کی جانب مختصر کرا دوں اور اس میں بھی بسط و تفصیل کے بجائے اشارات پر اکتفا کروں:

امر اول: یہ کہ تمام تر اجتہادی اور فقہی قانون سازی کے اساسی منبع و ماخذ صرف دو ہیں: ایک قرآن حکیم اور دوسرے سنت نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم۔

امر دوم: یہ کہ خلفاء راشدین، ابوبکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم کی سنت، ان کے بعد فقہاء مشاہدین مسعود، معاذ بن جبل، ابوالدرداء، زید بن ثابت، ابی بن کعب، ابوموسیٰ اشعری، حذیفہ، عمار، عبدالرحمن بن عوف، ان کے بعد ابن عمر، ابن عباس، ابن عمرو وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال و آثار بھی استدلال اور حجت میں لائق اتباع سنت اور علوم نبوت کے انوار حاصل کرنے کے لئے منارہ ہائے نور ہیں۔

امر سوم: یہ کہ امت محمدیہ کے اجماع خصوصاً اہل حرمین شریفین کے اجماع مدینہ کے سات یا نو فقہاء کے اجماع اور اس کے بعد درجہ بدرجہ فقہاء امت کے اجماع کو بھی اصول دین کے اندر ایک ایسا محکم اور پائیدار مقام حاصل ہے کہ اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

امر چہارم: یہ کہ امت محمدیہ کا علمی اور عملی متوارث و متواتر تعامل جو قرنا قرن سے چلا آ رہا ہے اس کا مرتبہ بھی اجماع صریح سے کم نہیں ہے۔

امر پنجم: یہ کہ وہ تمام ائمہ مجتہدین جن کے مذاہب مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے ہیں اور روئے زمین کے تمام متنفس مسلمان بلا استثنا انہیں کے مقرر کردہ اصول و فروع پر اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کر رہے ہیں اور انہیں میں سے کسی ایک کے مسلک کی پیروی اور ان کے نقش قدم پر چلنے میں اپنی نجات کے معتقد ہیں، یہ عظیم تر قبول عام ان حضرات کو صرف اس لئے میسر نہیں آیا کہ یہی کتاب و سنت کے سرچشموں سے سب سے زیادہ سیراب تھے اور علوم کتاب و سنت کے فوق العادہ حاذق و ماہر تھے، اجتہاد کے لئے جن علمی و فنی لوازمات کی ضرورت ہے ان میں یہ کامل الفن تھے یا زمانہ ہائے دراز تک یہ اس بحث و تمحیص میں لگے رہے تھے اور اسی میں انہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں اور عمریں صرف و وقف کر دی تھیں بلکہ اسی کے ساتھ ساتھ یہ مقدس ہستیاں ورع و تقویٰ میں، معرفت و خشیت الٰہیہ میں، اللہ کے دین کے لئے عظیم تر اخلاص میں، بندگان خدا کی رہنمائی میں اور اللہ کے دین اور اس کی کتاب اور عامۃ المسلمین کی خیر خواہی میں عہد نبوت سے قریب تر ہونے اور چشم خود آثار نبوت کا مشاہدہ کرنے میں اور اس ماحول میں زندگی بسر کرنے میں جو دین کی معرفت کا کامل معیار تھا اور پھر ان میں سے بعض حضرات خود ان قرون خیر کے اندر ممتاز اور نمایاں حیثیت کے مالک تھے، جن کے خیر ہونے کی شہادت دی گئی ہے

[illegible] سے بڑھ کر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کا فیصلہ تو کر دیا ہے وہ فیصلہ کیا ہے اور مختلف انبیاء و دنیا و اسلام میں آخری اصل مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کا فیصلہ تو کر دیا ہے وہ فیصلہ کیا ہے اور مختلف انبیاء و دنیا و اسلام میں آخری اصل مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کا فیصلہ تو کر دیا ہے وہ فیصلہ کیا ہے اور مختلف انبیاء و دنیا و اسلام میں آخری اصل مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کا فیصلہ تو کر دیا ہے وہ فیصلہ کیا ہے اور مختلف انبیاء و

[illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام [illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام [illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام [illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام

[illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام [illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام [illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام

[illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام [illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام [illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام

[illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام [illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام [illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام

[illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام [illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام [illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام

[illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام [illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام [illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام

[illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام [illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام [illegible] کے مختلف نظریے پیش کیے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ ان تمام

[illegible] کے مسلک اختیار کرنا پڑے۔ فقہ اس مذہب مجتہد میں کسی مذہب میں کسی مجتہد کی تقلید کی ضرورت ہی نہ رہی اور دشواری کا حل مل جائے اور اس سے وہ حلقہ داخل حل ہو جائے اسی سے استفادہ کریں اور اس کو دلائل سے پرکھ لیں تاکہ کسی مسئلہ میں جدید اجتہاد کی ضرورت ہی نہ رہے اور کسی مجتہد کی تقلید سے بچ جائیں۔ [illegible] کے مسئلے پیدا ہوتے ہیں اس لئے کہ فریضہ وقت کے تقاضا سے شریعت کے اجتہاد سے وہ زوایہ حل کیا ہے اور بالکلیہ بند کر دیا اور اس پر کسی کا اجتہاد اس اقوال اور نظریہ کے دوسرے حقدار کی راہ کی سد باب مستقیم ہے کہ ضرورت کے وقت اجتہاد کیا جائے اور وہ اجتہاد فقہ مذہب رائج کے اصول اور طریق کار سے باہر اور آزاد نہ ہو۔

مرد آہ ہے آج ہمارے [illegible] کی تعلیم کا اس طریقہ پر کرنا ہے ان مجتہدین کا اس کے جو مسلک صحابہ کے عہد میں تابعین موجود تھے اور ان سے کہیں اعلیٰ آتے تھے۔ ان سے کہ یہ مسلک مختلف تھا مذہب جدید تمدن کی پیداوار ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ [illegible] جاوداں عہد عظیم الشان اور شریعت حقیقت [illegible] کے مطالعہ کے مسلک صحابہ سے [illegible] کی تعلیم کا اس طریقہ کا اس کی [illegible] کی تعلیم میں بھی نہیں ہوتا ہیں بہتر اس کی تعلیم کی جائے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے دل کی رائے پر اعتماد اور اس کو قبول کرنے سے اجتناب کیا جائے کہ وہ دلائل کی [illegible] نظر اور تنقیح معلومات عامہ کریں نہ ہو جائے اس ذمہ داری کا بار اٹھانے کے لئے کیا جماعت سامنے آئے جس میں اہلیت کھوئی ہوئی [illegible] کا سلسلہ کھل موجود ہوں جن کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

اس سلسلہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کار کو اختیار کرنا ہے [illegible] صاحب موصوف کا طریقہ ہو سکتا ہے کہ وہ [illegible] کے قدیم اجتہاد میں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کا [illegible] ہوا ہے اور خود حضرات تابعین میں سے ہیں اور کتاب و سنت کے صریحی مرادوں سے مکمل طور پر واقف اور کتاب اللہ کی [illegible] کے ماخذ، تحقیق کی مشکلات، دشوار ترین مسائل اور اقتضاء قرآن سے متعلق تحقیق [illegible] کے حل کرنے میں روشن بصیرت اور اس کی قوت اور قدرت اجتہاد کے مالک ہیں باتفاق [illegible] آپ سے ائمہ مجتہدین نے آپ کو [illegible] مجتہدین تسلیم کیا ہے اور ائمہ محدثین اور [illegible] اللہ علیہ جیسے [illegible] مجتہدین آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ کا اجتہاد [illegible] قرآن و حدیث میں [illegible] ابو حنیفہ کی [illegible] جیسا کہ [illegible] اس عہد کی [illegible] صحیح ہیں اور ان کی [illegible] عہد ہیں قاسم اور [illegible] اور [illegible] وغیرہ کا [illegible] امام شافعی نے امام موصوف کا [illegible] ہونا تسلیم کیا ہے (۱)۔

لیکن ان تمام [illegible] اعداد اور [illegible] صلاحیتوں کے باوجود امام ابو حنیفہ کے فقہی [illegible] کی تدوین و تشکیل [illegible] مشکل ہے [illegible] ان میں مجتہدین صحابہ تابعین [illegible] اور [illegible] اور [illegible] کی [illegible]

(۱) [illegible] ۳۰ [illegible] ۱۲ [illegible] کتاب [illegible]

موجود ہوں (چنانچہ انہوں نے ایک اجتہادی کمیٹی بنائی جس کے مستقل ارکین قاضی ابو یوسف، امام زفر، محمد بن حسن شیبانی، حسن بن زیاد، اسد بن عمرو، نوح بن ابی مریم، عافیہ اثروی، حفص بن عبد الرحمن، ابن مبارک اور وکیع بن الجراح جیسے تقریباً پانچ ماہرین علوم وفنون ائمہ عصر جمع کئے جن میں سے ہر ایک مجتہد کسی نہ کسی علم وفن یا زہد وتقوی میں اختصاصی حیثیت کا مالک تھا، جیسا کہ موفق المکی نے اس "لجنۃ الاجتہاد" سے بحث کی ہے۔ تو دیکھئے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنی شخصی رائے پر اپنے مذہب کی بنیاد نہیں رکھی بلکہ حنفی مذہب کی تشکیل وتدوین ان تمام حذاق علوم وفنون اور ارباب ورع وتقوی ائمہ کی باہمی مشاورت ومساعدت سے ہوئی ہے، یہی وجہ ہے کہ دوسرے شخصی مذاہب کے بالمقابل جو صحیح اور محیط عالم تھوں عام حنفی مذہب کو میسر آیا ہے اور کسی مذہب کو میسر نہیں آسکا، اسی لئے جیسا کہ حنفی مذہب اپنے مؤلفین کے اعتبار سے سب سے زیادہ قدیم العہد اور پہلا مذہب ہے، اسی طرح دنیا سے انتشار اور زوال کے اعتبار سے بھی دنیا کا سب سے آخری مذہب ہوگا (انشاء اللہ) جیسا کہ امام شعرانی نے اس کی تصریح کی ہے۔ بہر حال عمر فاروق، خلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ کے بعد ابوحنیفہ پہلے مجتہد ہیں جنہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد (شخصی رائے کے بجائے) باہمی مشاورت اور اجتماعی رائے پر رکھی ہے تو بھلا اس تاریک دور تاریک دور میں جو اس عہد زریں اور ورع وتقوی، اخلاص اور یقین کے انوار سے روشن زمانہ سے کوئی بھی نسبت نہیں رکھتا بلکہ بالکل متضاد ہے، ہم کیونکر اس اجتماعی رائے اور مشاورت باہمی سے مستغنی اور بے نیاز ہو سکتے ہیں اللہ تعالی بھی آیت کریمہ ﴿إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا﴾ [الانفال: ۲۹] میں اسی کی جانب اشارہ فرماتے ہیں اور نبی علیہ الصلاۃ والتسلیم کی ایک حدیث سے تو اس مسئلہ کے تمام پہلو روشن بلکہ منصوص ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حافظ طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں بسند خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب ہمارے سامنے کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کے متعلق کوئی واضح بیان (نص کتاب وسنت) موجود نہ ہو، نہ امر ہو نہ نہی، نہ حکم ہو نہ ممانعت تو ایسے مسئلہ کے متعلق آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے مسئلہ میں تم فقہاء اور ارباب ورع وتقوی سے مشورہ کرو اور کسی بھی شخصی رائے پر فیصلہ نہ کرو (۱)۔ حافظ ہیثمی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں: اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور رجال صحیحین میں سے ہیں۔ (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد گرامی میں اسی اجتماعی اجتہاد اور اس کے شرائط کی طرف رہنمائی کی ہے جس کا حاصل حسب ذیل ہے:

① اجتہاد کی ضرورت صرف ایسے مسائل میں معتبر ہے جن میں (کوئی نص صریح نہ ہو) نہ رسول اللہ کی

---

(۱) المعجم الاوسط للطبرانی ج: ۲ ص: ۱۷۲، ط: دار الحرمین القاهرة

(۲) مجمع الزوائد ج: ۱ ص: ۱۷۷، ط: دار الفکر بیروت

دینی سنت (حدیث) اور دنیاوی امور (نص قرآن) ہو۔

(۲) ایسے مسائل کا حل بالعموم اجتماعی طور پر جماعت علماء کے مشورہ سے کیا جائے نہ کہ کسی شخص کی رائے سے۔

(۳) اس اجتہادی کمیٹی کے ارکین میں بیک وقت دو وصف ضرور موجود ہونے چاہئیں، ایک تفقہ فی الدین کا، دوسرا دنیا کے حالات کا۔

(۴) اس کمیٹی کے ارکین کی تعداد کم از کم پانچ ہو۔

اس تجویز کے متعلق ہمیں کوئی تفصیلی رائے نہیں دینا ہے، ہم صرف اس کے اندر قیمتی مواد دیکھتے ہیں جس کی بنا پر ہم اس کی تائید کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کی بنیاد اس حقیقت پر ہے کہ اسلامی شریعت کی تشکیل کے لئے آپ ہدایت موجود ہے، اس لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کا علم اس قدر محیط ہے کہ ہر وقت اور ہر زمانے کی ضروریات کا پورا لحاظ کرتے ہوئے اس نے اپنی ہدایت کی کوئی نہ کوئی شکل ہر دور میں نازل فرمائی ہے، اس سے وہ نظریہ بالکل غلط ہے کہ اسلام نے زندگی کے کسی مرحلہ میں نوع انسانی کے لئے کوئی ہدایت نہیں دی ہے، دوسری طرف اس کی قدرت بھی اس قدر کامل اور محیط ہے کہ وہ اپنے بندوں کے لئے ہر زمانہ میں کامل و مکمل نظام زندگی آسمان سے نازل فرمادے، ہر زمانہ میں ہر جگہ کا فی وافی ہدایتیں نازل فرمانے سے قاصر ہو، جو نہیں ہے، ایسی صورت میں قطعی طور پر ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ شریعت محمدیہ جو اب تک دنیا میں موجود ہے وہ یقیناً ہر شخص مقام پر نوع انسانی کی دستگیری کے لئے کفیل ہے اور اس کے آغوش علمی میں ہر زمانہ کی ضروریات کا حل یقیناً موجود ہے، صرف اتنی بات ہے کہ عام انسانی عقول و افکار اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے قاصر ہیں تو وہ اپنی علمی کا اعتراف اور اہل علم کی طرف رجوع کرنے کے بجائے اس عہد میں پیدا ہونے والے ان مسائل کے ناقابل عمل ہونے اور عصر حاضر کی ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہونے کے بارے میں شریعت کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔

اس کمیٹی کا قیام شریعت کے اندر اسی اصول تشریع کو سامنے رکھ کر ان عصری مسائل کا حل کرنے کے لئے کیا جائے اور ضرورت پڑنے پر قدم بڑھایا جائے اور اس مجمع بحوث اسلامی کے کارکنوں سے یہ توقع رکھی جائے کہ ان مسائل کے حل اور تجویز پر پہنچنے میں عجلت سے کام نہ لیں، بہت دقت نظر، بردباری، دیانت داری اور تقویٰ سے کام لیں، ان کے اجتہاد میں ربانیت کا احساس پیدا کریں، نظر دقیق اور رائے صائب سے کام لیں، ان کو جمع کرنے کی جو تجاویز پیش کی گئی ہیں ان کو بھی ملحوظ رکھیں، بتائی گئی ہیں اور اس امانت الٰہیہ کی حفاظت کی ذمہ داری کا احساس مشعور ہر لمحہ پیش نظر رکھیں، تاکہ وہ جس صحیح اسلامی نظام کی بارگاہ میں بھی مقبول ہو اور عام الناس کے نزدیک بھی پسندیدہ ہو، دل و جان سے اسلام کے لئے وقف ہو، تاکہ طریق کار و دراصل مقصد کے لئے لائق اتباع نمونہ ہو۔

کاش کہ ہمیں اس مؤتمر میں آنے سے پہلے زیر بحث مسائل کی اطلاع دے دی جاتی
سے زیادہ وسیع اور تیاری کے ساتھ مؤتمر کے تحقیقاتی کاموں میں حصہ لیتے۔

بہرحال اب بھی ہم ان تمام زیر بحث مسائل میں اپنا نظریہ پیش کرنے کے لئے تیار ہیں اور آپ سے اتنی
توقع ضرور رکھتے ہیں کہ مسائل شرعیہ میں صرف رخصتوں کا تتبع (۱) اور تلفیق بین المسائل (۲) پر مبنی
دھوکہ میں نہ پڑ جائیے کہ ہم نے شریعت کا دامن پکڑ رکھا ہے اور اس حربہ دین کو کہیں ہاتھ سے
مرتکب نہ ہو جائیے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے پرخلوص دعا ہے کہ وہ ہماری امیدوں کو ناکام و نامراد نہ فرمائیں اور یہ عظیم
خدمت "ازہر" کے زیر سایہ سید جہاں عبدالناصر صدر جمہوریہ عربیہ متحدہ کے عہد مسعود میں سالم اور مخلص علماء کی
مساعی سے پایہ تکمیل کو پہنچے۔

خاتمہ پر میں ممالک اسلامیہ کے محترم علماء و فضلاء کے سامنے معذرت خواہ ہوں کہ یہ
علمات "قاہرہ" پہنچنے کے دوران انعقاد مؤتمر کے پروگرام کا علم ہوتے ہی مصروف ترین اوقات میں سے دو چار گھنٹے نکال
کر قلم برداشتہ لکھ کر پیش کر رہا ہوں، امید ہے کہ ادائے مقصد میں ناکامی ہونے کی صورت میں چشم پوشی فرما کر
سے کام لیں گے۔

واللہ ولی التوفیق والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

[صفر ۱۳۸۴ھ]

---

(۱) تتبع رخص: مسائل شرعیہ میں مذاہب اربعہ میں سے ہر مذہب میں سے سہولتیں اور آسانیاں چھانٹ کر لینا۔
(۲) تلفیق بین المسائل: مذاہب اربعہ کے مسائل کو اس طرح خلط ملط کر دینا کہ ان کے امتیازات و خصائص مٹ کر ایک نئی فقہ بن جائے۔

اسلامی قوانین میں اجتہاد و عقل کا مقام

اور جدید مسائل میں اجتہاد کا طریق کار

تحریر: حضرت العلامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ: مولانا محمد یوسف لدھیانوی

"زیر نظر مقالہ "موقف التشریع الاسلامی من الاجتہاد ومنصب العقل فی الدین" کے عنوان سے "ادارہ تحقیقات اسلامی" راولپنڈی کی تین روزہ کانفرنس (۱۰، ۱۲، ۳) ذی القعدہ ۱۳۸۷ھ کے لئے لکھا گیا تھا، مقالہ چونکہ تاخیر سے تیار ہوا تھا اس لئے وہاں پڑھا نہیں گیا البتہ اس کا خلاصہ زبانی بیان کر دیا گیا تھا اس لئے اس کا ترجمہ ہدیہ قارئین ہے"۔ (مترجم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ المجاہدین للدین، وعلی الفقہاء المجتہدین والعلماء الراسخین الی یوم الدین، أما بعد:

فہذہ کلمۃ موجزۃ فی موضع الاجتہاد ولست أرید بسط القول فیما یتعلق بالموضوع من لفظ الاجتہاد ومعانیہ وحکمہ ورکنہ وشرطہ واقسامہ، واقامۃ الحجۃ علی المنکرین وما الی ذلک من ابحاث واسعۃ الارجاء، فقد تدفقت بہا کتب علماء اصول الفقہ من ائمۃ المذاہب، فلم یغادروا صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصوہا و نقحوہا بتحقیق و تخریج من اقدم عصور الاسلام الی منتہی عصور العلم، ولا ریب انہا ثروۃ عظیمۃ للامۃ الاسلامیۃ، لایستغنی عنہا من یدعی البحث والتفقہ او یدعی حل المشاکل العصریۃ.

فمن عہد الامام ابی حنیفۃ وصاحبہ الامام قاضی القضاۃ ابی یوسف ثم الامام الشافعی ثم الطحاوی ثم الجصاص الرازی ثم ابی زید الدبوسی ثم الفخر البزدوی والغزالی ثم وثم الی عہد الرازی والآمدی الی عہد الامیر الکاتب الاتقانی وابن الہمام الحنفی ظہرت فی المکتبۃ الاسلامیۃ العلمیۃ الفقہیۃ ما تندہش لہ العقول.

و انما احاول ان الفت انظار اہل العلم اولی التحقیق الی دعائم الاجتہاد فی المسائل الحاضرۃ والمشاکل الحدیثۃ، فقد احدثت المدنیۃ الحاضرۃ مسائل جدیدۃ نری

فيها اموراً تحتاج الى تطبيقها على قواعد الشريعة المحمدية والفقه الاسلامي.

ولا ريب ان الدين الاسلامي خاتم اديان العالم كفيل بكل مايحدث الى يوم القيامة ، فالكتاب والسنة وما يدوري حولهما كل ذلك ينابيع فياضة ينبع منها حل الحوادث ، فمذاهب الصحابة ومن بعدهم من التابعين ثم ائمة الدين رضوان الله عليهم انهم اجتهدوا وقاسوا على الاصول التي ثبتت احكامها بالنص واجتهدوا لتعديه حكم المنصوص الى الفروع والحوادث والنوازل ، فهكذا اصبح الاجتهاد والقياس مدركاً من مدارك الشرع وبه اتسعت دائرة التفقه في الدين ، ولسنا ممن يضيق هذه الدائرة او ان نسد هذه المنابع الفائضة في دين الله ، فدلائل الكتاب والسنة والعقل قائمة على توسيع هذه الدائرة في كل عصر من عصور الاسلام.

منها :قوله تعالى: ﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ﴾. [الحشر ٢]

ومنها:﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ﴾ [آل عمران:١٣]

ولا ريب ان الاعتبار هو رد حكم الشيء الى نظيره ومنه يسمى الاصل الذي يرد اليه النظائر عبرة.

ومنها : ﴿وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾ [النساء:٨٣]

وليس الاستنباط الا استخراج المعنى من المنصوص بالرأى ، كما يقوله السرخسي في الاصول.

ومنها قوله :﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾[النساء:٥٩]

ويقول السرخسي:

"فلا يجوز ان يقال المراد هو الرجوع الى الكتاب والسنة ، لانه علق ذلك بالمنازعة والامر بالعمل بالكتاب والسنة غير متعلق بشرط المنازعة ، ولان المنازعة بين المؤمنين في احكام الشرع قلما تقع فيما فيه نص من كتاب اوسنة ، فعرفنا ان المراد به المنازعة فيما ليس في عينه نص ، وان المراد هو الامر بالرد الى الكتاب والسنة بطريق التأمل فيما هو مثل ذلك الشيء من المنصوص، وانما تعرف هذه المماثلة باعمال الراى وطلب المعنى فيه".(اصول السرخسي ج:٢ص:١٢٩)

والاخبار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وعن الصحابة في حكم الاجتهاد والمقايسة والاعتبار في غاية الكثرة ، وقد استوفى منها قدرا صالحا السرخسي

في اصوله ، وابن عبد البر في جامع بيان العلم ، والحافظ ابن القيم في اعلام الموقعين وغيرهم من الاعلام . ونحن نكتفي بحديث معاذ في اليمن رواه الائمة وتلقاه بالقبول الامة جمعاء.

ويقول الامام الغزالي في المستصفى:

"حديث تلقته الامة بالقبول ولم يظهر احد فيه طعنا او نكارا وما كان كذلك ، فلا يقدح فيه كونه مرسلا، بل لا يجب فيه البحث عن اسناده وهذا كقوله لا وصية لوارث ولا تنكح المرأة على عمتها . فلا يتوارث اهل الملتين ، وغير ذلك مما عملت به الامة كافة ، الا انه نص في اصل الاجتهاد و لعله في تحقيق المناط وتعيين المصلحة فيما علق اصله بالمصلحة فلا يتناول القياس لابعمومه".(المستصفى للغزالي ص:٩٤)

غير انه طال البحث من طائفة وكثرت التساؤل عن سنده فناقش بصفوة تحقيق وتدقيق للمحدث المحقق الامام الكوثري في تقوية اسناده على اصولهم.(مقالات كوثري ص:٦٠الى ٦٤)

والحديث هذا قد اخرجه ابوداؤد والترمذي والدارمي عن معاذ بن جبل بالفاظ مختلفة.

"انه لما بعثه النبي صلى الله عليه وسلم الى اليمن سأله قائلا كيف تقضي؟قال اقضي بما في كتاب الله ، قال فان لم يكن في كتاب الله . قال فبسنة رسول الله ، قال فان لم يكن في سنة رسول الله . قال اجتهد رأي و لا آلو ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله لما يرضاه رسول الله".(١)

وهذا الحديث رواه عن اصحاب معاذ ، الحارث بن عمرو الثقفي وليس هو مجهول العين حيث ان شعبة يقول عنه : انه ابن اخ المغيرة بن شعبة ، ولا بمجهول الوصف من حيث انه من كبار التابعين في طبقة شيوخ ابي عون الثقفي المتوفى سنة ١١٦هـ.

ولم يثبت فيه جرح مفسر فيكفي بعدالته وقبول روايته ولم يبق حاجة الى ثبوت نقل توثيقه عن اهل صفته ، والتابعون كلهم مشهود لهم بالخير ، عدول مالم يثبت فيهم

---

(١) سنن ابي داؤد باب الاجتهاد في القضاء ص ٥٠٥ ط انور محمد.
سنن الترمذي ، باب ما جاء في القاضي كيف يقضي ج ١ ص ١٥٩.
سنن دارمي ص ٣٣ باب الفتيا و ما فيه من الشدة.

جرح مؤثر، وجرح مفسر ، واما الصحابة فكلهم عدول ، لايؤثرفيهم الجرح اصلاً مع ان الحارث هذا ذكره ابن حبان فى الثقات.

و لا مجال لتضعيف الحديث بتفرد ابن عون عن الحارث ، لان رد الحديث بتفرد راوٍ غير مجروح ليس من اصول اهل الحق و ابوعون هذا يروى عنه امثال الاعمش و ابى اسحاق و مسعر و شعبة والثورى وابى حنيفة وغيرهم وهو من رجال الصحيحين وتو ثيقه موضع اجماع بين اهل النقد.

وروى عنه هذا الحديث ابو اسحاق الشيبانى وشعبة بن الحجاج وعن ابى اسحاق ابو معاو ية الضرير وعن شعبه يحيى بن سعيد القطان و عثمان بن عمر العبدى و على بن الجعد ومحمد بن جعفر وعبد الرحمن ابن المهدى و ابو داؤد الطيالسى و غيرهم ، و عنهم من لا يحصون كثرةً حتى تلقت فقهاء التا بعين الحديث بالقبول.

ومحاولة توهين الحديث بانه روى عن اصحاب معاذ من اهل الحمص عن معاذ ، واصحاب معاذ مجاهيل محاولة فاسدة.

اما اولاً : فاصحاب معاذ معروفون بالدين والثقة ولا يمكن لاحد ان يثبت جرحاً فى احد اصحاب معاذ نصاً.

و اما ثانيا : فذكر الاصحاب بدون ذكر احد منهم يدل على مبلغ شهرة الحديث من جهة الرواية كما يقوله القاضى ابو بكر ابن العر بى(١)وغيره ، فالبخارى فى صحيحه (٢) فى حديث عرو ة البارقى يروى : سمعت اخى يتحدثون عن عروة ولم يخل الرواية عن الصحة ، وقال مالك فى القسامة (٣) انه اخبره رجال من كبراء قومه ، وايضا فى الصحيح (٤) عن الز هرى:حدثنى رجال عن ابى هر يرة (من صلى على جنازة فله قيراط).

و اما ثالثاً : فقد وقع فى لفظ شعبة فى تار يخ ابن ابى خيثمه [بحواله مقالات كوثرى ص٦٢] قال سمعت الحارث ابن عمروابن اخى المغيرة بن شعبة يحدث عن اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عن معاذبن جبل ومثله عند ابن عبد البر فى

---

(١)شرح ترمذى لابن عربى ج:٦ص:٧٣مطبوعه مصر

(٢)بحواله شرح ترمذى لابن عربى ج:٦ص:٧٣مطبوعه مصر

(٣)المؤطاللامام مالك،باب القسامة ص:٦٨٠ مطبوعه نورمحمد

(٤)صحيح مسلم ج:١ص:٣٧٠رشيديه دهلى

"جامع بیان العلم"(۱) فیذن اصحاب معاذ هم اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم وهم عدول.

اما رابعاً: فبقول الخطیب البغدادی فی "الفقیه والمتفقه"(بحواله مقالات الکوثری ص ۶۳) وقول الحارث ابن عمیر و: عن اناس من اصحاب معاذ یدل علی شهرة الحدیث و کثرة رواته ، و قد عرف فضل معاذ و زهده وقد قیل: ان عبادة ابن نسی رواه عن عبد الرحمن بن غنم عن معاذ ، و هذا اسناد متصل و رجاله معروفون بالثقة علی ان اهل العلم قد تقبلوه واحتجوا به ، فوقفنا بذلك علی صحة الحدیث عندهم و باجلة الحدیث صحیح ثابت عند فقهاء المحدثین الجامعین بین الفقه و الحدیث ورب یبلغ حد التواتر المعنوی مع ضم القرائن المحتفة و بقیة الروایات المؤیدة، انتهی ملخصاً.

ومن اجود الادلة فی حجیة الاجتهاد فی النوازل ماروواه النسائی فی سننه فی باب الحکم باتفاق اهل العلم: عن عبد الله ابن مسعود فی اثر طویل وفیه:

"فان جاء امر لیس فی کتاب الله ولا قضی به نبیه صلی الله علیه وسلم فلیقض بما قضی به الصالحون ، فان جاءه امر لیس فی کتاب الله ولا قضی به نبیه صلی الله علیه وسلم ولا قضی به الصالحون فلیجتهد رایه ولا یقول: انی اخاف ، انی اخاف ، فان الحلال بین والحرام بین وبین ذلك امور مشتبهات فدع ما یریبك الی مالا یریبك.(۲)". قال ابو عبد الرحمن (النسائی) هذا الحدیث حدیث جید جید ، وعنه عن عمر رضی الله عنه.

[سنن نسائی ج:۲ص:۲۶۴ ،سنن دارمی ص:۳۴]

و اما ضرورة الاجتهاد من جهة العقل فهو ظاهر جدا فیقول الامام السرخسی:

"ما من حادثة الا وفیها حکم الله تعالی من تحلیل وتحریم اوایجاب اوسقاط، و معلوم ان کل حادثة لا یوجد فیها نص ، فالنصوص محدودة متناهیة ولا نهایة لما یقع من حوادث الی قیام الساعة وفی تسمیته حادثة اشارة الی انه لا نص فیها فان ما فیه النص یکون اصلا معهودا الی آخر ما قال". [اصول السرخسی ج:۲ص:۱۳۹]

و باجلة: حوادث العالم تجری مستمرة وتحدث مسائل ونوازل فلا بد ان تحل تلك الحوادث النازلة بضوء من الکتاب والسنة واجماع الامة ومن تراث الائمة من غیر عمه وضلال وعجز و فشل.

(۱) جامع بیان العلم وفضله وماینبغی فی روایته وحمله،لابن عبد البر ج ۲ ص:۵۵،مطبوعه منیریه
(۲) سنن مجتبی للنسائی ج ۲ ص ۲۶۴،طبع نور محمد ،سنن دارمی ص:۳۳،ط:نظامی کانپور

وتاريخ التشريع الاسلامي وتكميل ادوار الفقه وتدوين الكتب في النوازل والاجناس في كل عصر من عصور العلم حجة مقطوعة على فتح باب الاجتهاد في المسائل الغير المنصوصة في الكتاب والسنة ، كما تعامل به الامة وتوارثت في القرون فلا داعي لمزيد الحث في جواز الاجتهاد ، فان الله سبحانه وتعالى قد خلق العقل وجعله مدارا في الانسان لحمل الامانة الالٰهية وحث على التدبر فيه و استعماله في البصائر والعبر.

و يقول الامام الفخر البزدوي في اصوله:

"انه نور في بدن الآدمي مثل الشمس في ملكوت الارض تضيء به الطريق الذي مبدأه من حيث تنقطع اليه اثر الحواس ثم هو عاجز بنفسه ، واذا وضح لنا الطريق كان الدرك للقلب بفهمه ، كشمس الملكوت الظاهر اذا بزغت و بدا شعاعها ووضع الطريق كان العين مدركة بشعاعها". [كشف الاسرار على اصول البزدوي ج:٤ ص:٢٣٢]

وبالجملة :هو نور تتجلى به ظلمات الاوهام ونور تشرق به علل الاحكام وقد اثنى الله سبحانه في التنزيل العزيز على العقل في كثير من الآيات القرآنية، فقال عزوجل:

١-﴿إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ﴾ [الرعد:٤]

٢-﴿فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَا﴾ [الحج:٤٦]

٣-﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ [الروم:٢٨]

٤-﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ [البقرة:١٧١]

٥-﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ [يونس:١١٠]

٦-﴿وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾ [العنكبوت:٤٣]

٧-﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ أَقْفَالُهَا﴾ [محمد:٢٤]

٨-﴿إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ [الرعد:١٩]

٨-﴿لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشٰى﴾ [طه:٤٤]

٩-﴿وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ﴾ [المومن:١٣]

١٠-﴿وَلِيَذَّكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ [ابراهيم:٥٢]

١١-﴿وَيَضْرِبُ اللهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ [ابراهيم:٢٥]

وليكن أمام الباحث انه نور وهّاج لكن له دائرة خاصة لا يمكن ان يتعداها و حيث ينتهي طيران العقل يبتدأمن هناك طور من وراء طور العقل ، وهو طور الوحي

الا لٰهي وطور النبوة الالٰهية. فلا ريب ان العقل يقصر من مدارك الوحي وكفاه فخرًا بان يدرك ما اليته الوحي والنبوة وبلغ الى ادراك حقائق الوحي بنوره الثاقب وادرك حكمها العالية ومصالحها الغامضة وعللها الخفية. وثبت من ذلك ان الكتاب والسنة والشرائع الالٰهية والاحكام المنصوصة لا غنى للعقل عن الخضوع امامها والقيام بين يديها بادب و وقار وانقياد وتسليم واذا لم يصل الى دركها اعترف امامها بقصوره.

وعلى كل حال تقديم العقل في كل شيء مع وجود نص الوحي تجاسر قبيح و تاخيره عن كل شيء مع عدم وجود النص قصور و عجز. فالامر بين الامرين و هذا هو الصراط المستقيم.

و لكن من المهم الى الغاية ان نشير الى نقاط ينجلي منها هذا الموضوع في وضوح:

الاولى : علم القرآن والسنة واجماع الامة والوقوف على مؤلفات الفقه الاسلامي ومعرفة العلوم التي يحتاج اليها في فهم القرآن والسنة خصوصاً بثلج الصدر بعلم اصول الفقه الاسلامي حيث لا مندوحة عنه.

الثانية : الفهم الثاقب والذكاء البالغ مع التقى والخشية الالٰهية والاخلاص لدين الله.

الثالثة : العناية بالاجتهاد الشوري حيث يشكل وجود رجال افذاذ في تلك الصفات فيجبر ذلك الوهن من رأي فردي شخصي بآراء جماعة تجتمع فيها هذه الصفات مجموعة فيهم وان لم تجتمع في فرد واحد منهم حيث ان الحديث النبوي ارشد الامة الى ان يشاوروا الفقهاء والعابدين من ان يقضوا برأي فرد كما ثبت ذلك في حديث رواه الطبراني عن علي وعن ابن عباس ، وابوحنيفة الامام مع كونه فقيه الامة لم يستبد بنفسه بل كون جماعة لهذا الغرض من اربعين من كبراء الكبراء كما يذكره الموفق في مناقب ابي حنيفة.

الرابعة : اذا صادفنا حلًا للنازلة في احد من مذاهب الائمة المتبوعين ولا يكون ذلك الحل من جملة شذوذ او خروج عن الاجماع ، نختاره لكي لا نضطر الى اجتهاد جديد او الخروج عن المذاهب.

الخامسة : ان المذهب السائد في هذه البلاد مذهب الامام ابي حنيفة فلا داعي لان نخرج عن اتباعه بدون الجاء شديد واضطرار اكيد ، وان نشوش راي العامة من غير أي جدوى.

السادسة : ان المسائل المنصوصة المقطوعة فوق دائرة الاجتهاد فى كل عهد، وان دائرة الاجتهاد فى غير المنصوصة وفى غير المسائل الاجماعية فاستخراج علة او مصلحة او حكمة وجعلها مدارا للحكم ، بحيث يجعل المنصوص غيرمعمول به او يكون خارقا للاجماع ، هذا مما لامساغ له و يكاد يقرب من الحاد او تحريف و قد ارتكبه كثير من الناس اما من جهل وعناد. [حجة الله البالغة،باب الفرق بين المصالح والشرائع]

السابعة : ان عهد الخلافة الراشدة وخصوصاً عهد الشيخين ابى بكر و عمر رضى الله عنهما لا يمكن لان يجعل نظيرا فى بعض المسائل و الاجتهاد الجديد ، فان منصب الخلافة فوق منصب الاجتهاد و اتباعه مامور به من الشارع عليه الصلاة والسلام.

الثامنه : ان يجتنب عن تلفيق الاقوال فى المذاهب وتتبع الرخص عند الائمة الا فى بعض المسائل عند الاضطرار فان ذلك يرادف الانخلاع عن الدين.

التاسعة : ان القوانين الجارية فى البلاد الغيرالاسلامية المتبعة فى الحضارة الجديدة التى تنافى روح الاسلام لا يجتهد فى تطبيقها فى البلاد الاسلامية ، سواء بسواء و يعتذر بالاضطرار اليها مع مخالفتها المقطوعات الاسلامية ، بل يجتهد فى تطبيق حلها بما نجد بدلا عنها فى الاسلام وذلك مثل مسئلة ربا البنوك والتامين والوكالات التجارية وغيرها فان فى الاسلام ابوابا من الشركة القراض والكفالة مافيه غنى عن اتخاذها قدوة واسوة.

وان المشكلة فيها قد احدثها تطبيق فروع غيراسلامية على اصول اسلامية ، فيظن بالاسلام انه لا يمكن ان يساير نظام العالم الحديث ، وليكن امام الباحث ان الاصول الاسلامية منبعها العلم الصحيح المحيط الى قيام الساعة والقدرة الازليه الكاملة لا تعجز عن شيء فجاءت من لدن عليم خبير ومن هو على كل شيء قدير.

العاشرة : ان يفرق فرقا واضحا جليا بين الالجاء والاضطرار و بين الترف والترفه ورغبة ، تو فيرالاموال واتخاذ الثروة ، ومن الظلم العظيم ان تو سوى بين رجل جائع لا يجد ما يسد به خلته وجوعه و بين رجل يتدفق بيته بانواع من النعيم و لا يسد نهمته شيء ، فذاك اضطرار وهذا سرف وتبذير ، وسوء الفهم يعمل المضحكات بل المبكيات، ورحم الله من انصف!

هذه اشارات موجزة فى موقف التشريع الاسلامى من الاجتهاد ، اكتفيت فيها بالاجمال دون الخوض فى غمار التفصيلات حرصاً على الوقت ، ولا شك ان الموضوع يحتاج الى بسط شافٍ نظرا الى اهميته ولكن ما لا يدرك كله لا يترك كله ، ودمع من عوراء

غنيمة باردة ، وجهد المقل دموعه، فكان الامر كما قال قائلهم:

جهد المتيم اشواق فيظهرها

دمع على صفحات الخد ينحدر

والله سبحانه ولي التوفيق وهو حسبنا ونعم الوكيل

یہ "اجتہاد" کے موضوع پر مختصر سا مقالہ ہے میں (اس وقت) موضوع سے متعلقہ تمام مباحث پر مشتمل بحث کا ارادہ نہیں رکھتا، مثلاً اجتہاد کی انواع کی تحقیق، اجتہاد کے معانی، حکم، ارکان، شرائط، اقسام، حجیت، اجتہاد پر دلائل اور اس قسم کی اور طویل بحثیں جن سے تمام مذاہب کے اصول فقہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں، چنانچہ ان کا ہم نے کسی چھوٹی بڑی بحث کو نہیں چھوڑا جس کی کماحقہ تحقیق و تنقیح نہ کر ڈالی ہو، یہ سلسلہ اسلام کے قدیم دور سے لے کر ہمارے دور کے آخری سرے تک چلا آرہا ہے، بلاشبہ یہ امت اسلامیہ کی ایک فخر و دولت ہے جس سے نہ کوئی اعتنا کرنے والا علم مستغنی ہے، نہ عصری مسائل کے حل کا مدعی اس سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔

چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلمیذ رشید قاضی القضاۃ ابو یوسف کے دور سے، پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام طحاوی، جصاص رازی، ابوزید دبوسی، فخر بزدوی، امام غزالی کے دور سے، امام سرخسی اور آمدی کے دور تک اور ان کے دور سے امیر کاتب اتقانی اور ابن امام حنفی کے دور تک اسلامی کتب خانے میں (اصول فقہ پر) اتنا بیش بہا ذخیرہ موجود ہے جس سے عقل حیران رہ جاتی ہے۔

آج کی فرصت میں میرے پیش نظر صرف یہ ہے کہ محققین اہل علم کی توجہ مسائل حادثہ و جدیدہ مشکلات میں اجتہاد کے اہم اصولوں کی طرف مبذول کراؤں، کیونکہ نئے زمانہ کے نئے مسائل کو حل کرنے کے لئے ان میں بہت سی چیزیں ایسی نظر آتی ہیں جنہیں قواعد شرعیہ اور فقہ کلیہ کے مطابق اجتہاد کی ضرورت ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ دین اسلام قیامت تک تمام عالم کے لئے خاتم اور قیامت تک کی ضرورتوں کا کفیل ہے، چنانچہ کتاب و سنت اور ان سے متعلقہ علوم و فنون میں جن سے حل مسائل کے سوتے پھوٹتے ہیں، ہم تجدید و تجدد اور ایک مجتہدین کا طریق کار ہمارے لئے روشنی کا مینار ہے، ان حضرات نے اجتہاد کیا اور جن اصول کے احکام نص سے ثابت تھے ان پر (غیر منصوص) کو قیاس کیا اور نصوص کے حکم کو فروع و حوادث کی طرف متعدی کرنے کے لئے اجتہاد سے کام لیا، اس طرح اجتہاد و قیاس اصول شریعت میں سے ایک اصول قرار پایا جس سے تقی الدین کا فرد و سیع ہوا، ہم اس حق میں نہیں کہ اس دروازے کو تنگ کر دیا جائے یا دین خداوندی کے ان فیاض چشموں کو بند کر دیا جائے، کیونکہ کتاب و سنت اور عقل کے دلائل سے ثابت ہے کہ یہ دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا۔

چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس تم عبرت لو اے عقل مندو۔

نیز ارشاد ہے: بے شک اس میں عبرت ہے بصیرت والوں کے لئے۔

اور ظاہر ہے کہ کسی شئی کے حکم کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانے کا نام اعتبار ہے، اسی لئے جس اصل کی طرف نظائر کو لوٹایا جائے اسے "عبرۃ" کہا جاتا ہے۔

نیز ارشاد ہے: اور اگر یہ لوگ اس کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اور جو ان میں اپنے امور کو سمجھتے ہیں ان کے حوالے کر دیتے تو ان میں جو لوگ اس کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس کو خود ہی جان لیتے۔

اور استنباط کے معنی ہیں۔ جیسا کہ سرخسی نے لکھا ہے:

"اجتہاد کے ذریعہ حکم منصوص کی علت دریافت کرنا"۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس اگر تم کسی امر میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ و رسول کی طرف لوٹاؤ۔

امام سرخسی لکھتے ہیں:

"یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ اللہ و رسول کی طرف لوٹانے سے مراد کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا ہے، کیونکہ یہاں "رد" کو منازعت پر معلق کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ کتاب و سنت پر عمل کرنا اس شرط پر متفرع نہیں، نیز جن احکام شرعیہ پر کتاب و سنت کے نصوص موجود ہوں ان میں اہل ایمان کے نزاع کی صورت مشکل ہی سے پیش آسکتی ہے، اس سے واضح ہوا کہ یہاں مراد وہ منازعت ہے جو ایسے واقعہ میں پیش آئے جس کے لئے کتاب و سنت کا صریح حکم موجود نہ ہو اور "رد" سے مراد یہ ہے کہ جس حادثہ میں نزاع واقع ہو غور و فکر سے کتاب و سنت کے منصوص احکام میں اس کی نظیر تلاش کی جائے اور یہ مماثلت اجتہاد کے ذریعہ علت حکم کی دریافت ہی سے معلوم ہو سکتی ہے"۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی احادیث، اجتہاد، قیاس اور اعتبار کے سلسلہ میں کافی تعداد میں موجود ہیں ان کی ایک اچھی مقدار امام سرخسی نے اپنی میں امام ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں اور حافظ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں اور دوسرے اکابر نے جمع کر دی ہے۔ ہم یہاں حدیث معاذ کے ذکر پر کفایت کرتے ہیں، جو سنن میں موجود ہے، ائمہ حدیث نے اسے روایت کیا ہے اور تمام امت نے اسے قبول کیا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ المستصفی میں لکھتے ہیں:

"اس حدیث کو امت نے قبول کیا ہے اور کسی نے اس میں طعن یا انکار کا اظہار نہیں کیا، اس نے اس کا مرسل ہونا قادح نہیں بلکہ اس کی سند کی تفتیش بھی ضروری نہیں، جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث جن پر پوری امت عمل پیرا ہے، مثلاً وارث کے لئے وصیت نہیں، کسی عورت سے اس کی پھوپھی پر نکاح نہ کیا جائے، دو ملتوں کے لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے وغیرہ (کہ اس عملی تواتر کے بعد ان کی اسنادی بحث غیر ضروری ہو جاتی ہے) البتہ یہ حدیث (معاذ رضی اللہ عنہ) اصل اجتہاد میں نص ہے اور شاید یہ "تحقیق

منوط" اور "تعیین مصلحت" کے بارے میں ہے، جہاں کہ اصل کا غیر مصلحت پر معلق ہونا اس لئے یقینی و صریح اپنے عموم کی بنا پر شامل ہوگی۔

مگر چونکہ بعض لوگوں نے اسے طویل بحث کا نشانہ بنایا اور اس کی وسعت کا سوال اٹھایا ہے اس لئے ہم یہاں امام کوثری کی تحقیق کا خلاصہ اور لب لباب پیش کرتے ہیں جو اصول حدیث کے تمام علماء کے مطابق انہوں نے اس کی قوت سند کے بارے میں فرمائی ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد، ترمذی اور دارمی نے مختلف اسناد میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

"جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو فرمایا: فیصلہ کیسے کرو گے؟ عرض کیا کتاب اللہ کے مطابق فرمایا: اگر اس کا حل کتاب اللہ میں نہ ہو؟ عرض کیا تو سنت رسول کے مطابق فرمایا: اگر سنت رسول میں بھی نہ ہو؟ عرض کیا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور غور و خوض میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے فرستادہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پسندیدہ طریق کی توفیق دی"۔

اس حدیث کو اصحاب معاذ رضی اللہ عنہ سے حارث بن عمرو ثقفی نے روایت کیا ہے اور حارث تابعی مجہول العین ہے، چنانچہ امام شعبہ فرماتے ہیں کہ وہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں اور نہ وہ مجہول الوصف ہے، کیونکہ وہ کبار تابعین میں ابوعون ثقفی (م ۱۱۶ھ) کے طبقہ شیوخ میں سے ہے اور ان سے بہت سے ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے، اس لئے ان کی ثقاہت اور قبول روایت کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد ان سے اس حد تک نقل و تثبیت کی حاجت نہیں رہ جاتی، اور تمام تابعین کے حق میں خیر کی شہادت دی گئی ہے وہ سب ثقہ اور عادل ہیں جب تک کہ ان میں جرح مؤثر اور جرح مفسر ثابت نہ ہو اور صحابہ سب عادل ہیں ان میں کسی قسم کی جرح بھی مؤثر نہیں، علاوہ بریں حارث کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

اور یہ حدیث اس وجہ سے بھی ضعیف نہیں قرار دی جا سکتی کہ ابن عون حارث سے اس کی روایت میں متفرد ہیں، اس لئے کہ ثقہ راوی کے تفرد کی وجہ سے حدیث کو رد کر دینا اس حق کا حصول نہیں اور ابن عون امام شعبہ، ابواسحق، مسعر، شعبہ، ثوری اور ابوحنیفہ جیسے اکابر کے استاذ، صحیحین کے راوی اور بالاتفاق اہل الثقہ ہیں۔

ابن عون سے اس حدیث کو ابواسحاق شیبانی اور شعبہ بن حجاج نے روایت کیا ہے اور ابواسحاق سے ابو معاویہ ضریر نے اور شعبہ سے یحییٰ بن سعید قطان، عثمان بن عمر عبدی، علی بن جعد، محمد بن جعفر، عبدالرحمان بن مہدی اور ابوداؤد طیالسی وغیرہم نے روایت کیا ہے اور ان حضرات سے بے شمار لوگوں نے روایت کیا یہاں تک کہ تبع تابعین نے اس حدیث کو باتفاق قبول کیا۔

اور اس حدیث کو اس وجہ سے رد کر دینا کہ یہ اصحاب معاذؓ سے مروی ہے اور وہ مجہول ہیں چند وجوہ سے غلط ہے:

اولاً اس لئے کہ اصحاب معاذ دین و ثقاہت میں معروف ہیں اور ممکن ہے کہ کوئی شخص اصحاب معاذ میں سے کسی ایک سے حق میں بھی جرح ثابت کر سکے۔ (اور ثقہ کا مبہم ہونا مضر نہیں)

ثانیاً اس لئے کہ اصحاب معاذ کا بالتعیین ذکر اس امر کی دلیل ہے کہ روایت کے اعتبار سے یہ حدیث حد شہرت کو پہنچی ہوئی تھی، جیسا کہ قاضی ابوبکر ابن عربی نے کہا ہے، چنانچہ امام بخاری نے عمرو بارقی کی حدیث کی سند اس طرح نقل کی ہے: میں نے قبیلہ کے لوگوں کو عمرو سے روایت کرتے سنا ہے" اس کے باوجود یہ روایت درجہ صحت سے نہیں گری، اور امام مالک نے قسامہ میں سند یوں بیان کی ہے: "اسے اس کی قوم کے بڑے لوگوں میں سے چند مردوں نے خبر دی" اور صحیح مسلم میں زہری سے یوں روایت ہے کہ مجھ سے چند مردوں نے بروایت ابوہریرہ یہ حدیث بیان کی ہے کہ "جس نے جنازہ کی نماز پڑھی اس کے لئے ایک قیراط ہے"۔

ثالثاً اس لئے کہ تاریخ ابن ابی خیثمہ میں بروایت شعبہ یہ لفظ ہیں: "میں نے مغیرہ بن شعبہ کے بھتیجے حارث بن عمرو سے سنا وہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاذ کی یہ حدیث بیان کرتے تھے"۔ حافظ ابن عبدالبر نے بھی جامع بیان العلم میں اسی طرح روایت نقل کی ہے، اندریں صورت اصحاب معاذ رضی اللہ عنہم سے مراد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ سب عادل ہیں۔

رابعاً اس لئے کہ خطیب بغدادی "الفقیہ والمتفقہ" میں لکھتے ہیں:

"حارث بن عمرو کا "عن اناس من اصحاب معاذ" کہنا شہرت حدیث اور کثرت رواۃ کی دلیل ہے اور حضرت معاذ کا فضل و زہد معروف ہے (ان کے اصحاب بھی معمولی درجہ کے لوگ نہیں ہوں گے) اور کہا گیا ہے کہ عبادہ بن نسی نے اسے بروایت عبدالرحمن بن غنم حضرت معاذ سے روایت کیا ہے اور یہ سند متصل ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں، علاوہ بریں اہل علم نے اسے بالاتفاق قبول کیا ہے اور اس سے استدلال کیا ہے جس سے واضح ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک درجہ صحت رکھتی ہے۔"

حاصل یہ کہ فقہاء محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح اور ثابت ہے اگر اس کے ساتھ خارجی قرائن اور تائیدی روایت کو بھی ملا لیا جائے تو یہ قیاساً تواتر معنوی کا درجہ رکھتی ہے، امام کوثری کی تحقیق کا خلاصہ ختم ہوا۔

اور جدید مسائل میں حجیت اجتہاد کی عمدہ ترین دلیل وہ حدیث ہے جسے امام دارمی نے اپنی سنن میں "باب الحکم باتفاق اھل العلم" کے ذیل میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے طویل اثر میں روایت کیا ہے کہ:

"پس اگر ایسا معاملہ پیش آئے جس کا صریح حکم کتاب اللہ میں ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ فرمایا ہو تو وہ فیصلہ کرے جو سلف صالحین نے کیا ہو اور اگر ایسا معاملہ درپیش ہو جو نہ کتاب اللہ میں ہو نہ

اسلاف نے اپنی بصیرت سے استنباط کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ میں کہاں تک ان کی پیروی کروں، میں کہاں تک ان سے اختلاف کر سکتا ہوں، یہ طریقہ حلال کیا ہے اور حرام کیا، اور حلال و حرام کے مابین کون سی چیزیں مشتبہ ہیں اس لئے اس پہلو کو چھوڑ دو جو شک پیدا کرے اور وہ پہلو اختیار کرو جس میں شک نہ ہو۔"

امام زہری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہمارے لئے حدیث ہے اور اسی کی مثل حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔

اور عقلی حیثیت سے اجتہاد کی ضرورت بالکل واضح ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کوئی حادثہ ایسا نہیں کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے صحت یا حرمت، وجوب یا عدم وجوب کا حکم نہ ہو اور ظاہر ہے کہ ہر حادثہ میں نص صریح نہیں ہوتی بلکہ خصوص، عموم اور قیاس ہی ہیں جن سے حوادث غیر متناہی کا حکم معلوم کیا جاتا ہے۔" اسی مضمون کا امام شافعی نے بھی اپنے رسالہ میں اس طرح اشارہ کیا ہے کہ "اس میں نص نہیں ہوتی اور نہ جس پر نص صریح موجود ہو وہ اصل موجود ہوتا ہے۔"

حاصل یہ کہ زندگی رواں دواں ہے اور وہ اپنے جلو میں بہت سے نئے مسائل کو لاتی ہے اس لئے ہر فرض یہ ہوتا ہے کہ ہر آفتاب وقت اور ہر لمحۂ عمر اپنے اسلامی کی روشنی میں ان جدید مسائل کا حل اس طرح تلاش کریں کہ وہ قرآن اور سنت کی دائروں میں محفوظ رہیں، ورنہ زندگی سے ہاتھ پڑ جائے گا اور ہم پیچھے رہ جائیں گے۔

تشریع اسلامی کی تاریخ فقہی دور کی گئیں اور ہر زمانے میں جدید مسائل پر کتابوں کی تصنیف اس امر کی تصدیق ہیں ہے کہ جن مسائل میں کتاب و سنت نے تصوص موجود نہیں ان میں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے، چنانچہ امت نے اسی اصول پر کار بند رہی ہے اس لئے ہوا جتہاد پر مزید بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے عقل پیدا کی ہے انسان میں امانت ادا کی برداشت کا مادہ رکھا ہے اور "بصائر و عبر" میں غور و تدبر کی بار بار دعوت دی ہے

امام فخر الاسلام بزدوی فرماتے ہیں:

"عقل ہر انسان میں ایک نور ہے جیسا کہ ذہنی عام میں آفتاب اس سے دو راہیں کھلتی ہیں جہاں وہ ان عام کی کو دائرہ ختم ہو جاتا ہے، پھر یہ بات نہ ہو رہا نہیں بلکہ اس کا کام صرف راستے کا اجاگر کر دینا ہے، راستہ واضح ہو جانے کے بعد یہ دیدہ ور آفتاب اپنے نور سے ہر اس شخص کو جو راستہ طے کرنا چاہے راستہ طے کرنے کے لئے آفتاب کی روشنی ہونی نہیں بلکہ ختم ہو جانی بھی ضرورت ہے۔"

ہر صاحب عقل ایک نور ہے اور اس کی روشنی میں وہ اپنی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں، ایسا نور جس سے عمل انسانی کی راہیں ہموار ہو جاتی ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں عقل کی مدح و توصیف فرمائی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

(آیات شریفہ کا ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ کا ہے)

ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ان کو جو غور کرتے ہیں۔

جو ان کے بس ہوتے جس سے سمجھتے۔

یوں کھول کر بیان کرتے ہیں ہم نشانیاں، ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں۔

بہرے گونگے اور اندھے ہیں سو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

اور وہ ڈالتا ہے گندگی ان پر جو نہیں سوچتے۔

اور ان کو سمجھتے وہی ہیں جن کو سمجھ ہے۔

کیا دھیان نہیں کرتے قرآن میں، یا دلوں پر لگ رہے ہیں ان کے قفل۔

سمجھتے وہی ہیں جن کو عقل ہے۔

شاید وہ سوچے یا ڈرے۔

اور سوچ وہی کرے جو رجوع رہتا ہو۔

اور نہ سمجھیں عقل والے۔

اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ فکر کریں۔

یہ بات خاص طور سے یاد رکھنے کی ہے کہ بلاشبہ عقل نور فروزاں ہے، مگر اس کے لئے ایک خاص دائرہ ہے، جس سے آگے قدم بڑھانا اس کے لئے ممکن نہیں اور جہاں عقل کی پرواز ختم ہوتی ہے وہاں سے مقتل سے باہر دائرہ شروع ہوتا ہے اور وہ وحی الٰہی اور نبوت الٰہیہ کا دائرہ ہے۔ لاریب کہ عقل ان امور کا ادراک نہیں کر سکتی جو وحی کی آنکھ سے نظر آتے ہیں۔ عقل کے لئے یہی فخر کیا کم ہے کہ وہ وحی کے بیان کردہ حقائق کا صحیح صحیح ادراک کرے، اور اپنے نور خداداد سے ان حقائق کی بلند حکمتوں، گہری مصلحتوں اور باریک در باریک رموز کا پتہ لگائے، بس وہ کامیاب ہو جائے۔

اس سے واضح ہوا کہ کتاب وسنت، شرائع الٰہیہ اور احکام منصوصہ کے سامنے سر جھکانے اور ان کو قبول و تسلیم و انقیاد کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا ہونے کے سوا عقل کو کوئی چارہ نہیں اور اگر حقائق وحی تک اس کی رسائی نہ ہو سکے تو اسے اپنی تنگ دامانی کا اعتراف کرنا ہوگا۔

مختصر یہ کہ نصوص وحی کے ہوتے ہوئی بھی عقل کو ہر چیز میں مقدم رکھنا بڑی گمراہی ہے اور نصوص وحی کے نہ ہونے کی صورت میں بھی اس سے کام لینے میں نہایت احتیاط اور کوتاہی ہے، صحیح راستہ ان دونوں کے بیچ سے ہو کر گزرتا ہے اور وہی صراط مستقیم ہے۔

البتہ یہاں چند اہم نکات کی طرف اشارہ ہمارے لئے بے حد ضروری ہے جن سے موضوع میں کچھ

روشن ہو جائے۔

اول: اجتہاد کے لئے قرآن و حدیث اور اجماع امت کا علم و فقہ اسلامی کی کتابوں سے واقفیت اور فہم کتاب و سنت کے لئے جن علوم کی ضرورت ہے ان میں مہارت از بس ضروری ہے خصوصاً علم اصول فقہ میں کامل بصیرت ہونی چاہیے کہ اس کے بغیر ہم یہ قدم آگے نہیں چل سکتے۔

دوم: دیانت فی النظر اور دقیقہ رسی کے ساتھ تقویٰ، خشیت الٰہیہ اور دین خداوندی کے ساتھ کامل اخلاص۔

سوم: شورائی اجتہاد کا اہتمام، چونکہ ہر ایک کیلئے اتنی کس کا وجود جو ان مجتہدانہ صفات میں کامل ہوں اب بہت مشکل ہے، اس لئے شخصی رائے کی کمی کو ایک جماعت کی آراء سے پورا کیا جانا چاہیے جن میں فرداً فرداً تو بعض کمی مجموعی حیثیت سے یہ تمام صفات کامل صورت سے جمع ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ جدید مسائل میں انفرادی رائے کے بجائے فقہاء و عابدین سے مشورہ کیا جائے۔ امام طحاوی نے یہ حدیث حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقیہ الامت ہونے کے باوجود انفرادی اجتہاد نہیں کیا بلکہ اس مقصد کے لئے ایسے چالیس فقہاء کی جماعت تشکیل کی جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ کیلئے کے زمانہ تھا جیسا کہ الموفق نے مناقب ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں ذکر کیا ہے۔

چہارم: جب کسی پیش آمدہ مسئلہ کا حل مذاہب اربعہ میں سے کسی میں موجود ہو بشرطیکہ وہ رائے شاذ اور جماع امت کے خلاف نہ ہو تو ہمیں اسی کو اختیار کرنا ہوگا تاکہ اجتہاد جدید اور مذاہب مجتہدین سے خروج کی ضرورت نہ رہے۔

پنجم: چونکہ ہمارے ملک میں حنفی مسلک رائج ہے اس لئے بدون شدید ضرورت کے باوجود اس سے ہٹنا دور سے عامۃ الناس کو اپنے اوپر پریشان کرنا غیر معقول ہوگا۔

ششم: جن مسائل میں نصوص قطعیہ موجود ہوں وہ دور میں داخل اجتہاد سے خارج ہیں، اجتہاد صرف ان مسائل تک محدود ہے جو نہ منصوص ہوں نہ اجماعی، اس لئے اس کی گنجائش نہیں کہ کسی حکم کی علت، مصلحت یا حکمت تراش کر اسے ایسے طور پر عام حکم قرار دے دیا جائے کہ اس سے نص کا غیر معمول بہ ہونا یا اجماع امت کا بے عمل ہونا لازم آئے، یہ طریق تحریف یا الحاد و تحریف سے جا ملتا ہے اور بہت سے لوگ جہل یا عناد کی بناء پر اس کے مرتکب ہیں۔

ہفتم: مسائل جدیدہ میں اجتہاد کے لئے خلافت راشدہ خصوصاً خلافت شیخین حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو نظیر بنانا ممکن ہے، کیونکہ خلافت راشدہ کا مقام منصب اجتہاد سے بالاتر ہے اور خلافت راشدہ کے فیصلوں کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے امت کو دیا گیا ہے۔

ہشتم: مذاہب مختلفہ کو ملانے (تلفیق) اور اضطراری حالات کے بغیر مذاہب فقہاء سے چھانٹ چھانٹ کر رخصتوں کو تلاش کرنے سے پرہیز کیا جائے کیونکہ یہ دین ہی سے نکل جانے کے مرادف ہے۔

نہم: جدید تمدن کی بدولت غیر اسلامی ممالک میں بیشتر ایسے قوانین رائج ہیں جو روح اسلام سے مزاحم اور قطعیات اسلامیہ سے ٹکراتے ہیں، انہیں اضطرار کے بہانے سے اسلامی معاشرے میں جوں کا توں منتقل نہ کیا جائے، بلکہ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے اسلام میں اس کا جو بدل موجود ہے اسے اختیار کیا جائے، مثلاً انشورنس کا مسئلہ ہے کہ اسلام میں اس کا بدل شرکت، قراض اور کفالت وغیرہ کی صورت میں موجود ہے جس کے ہوتے ہوئے ان حرام کے ارتکاب کی ضرورت نہیں رہتی۔

اشکال کی جڑ بنیاد یہ ہے کہ ہم غیر اسلامی قوانین کو من میں رتی بھر تبدیلی کئے بغیر اسلامی اصول پر منطبق کرنے بیٹھ جاتے ہیں اور جب وہ فٹ نہیں ہوتے تو گمان کر لیتا ہے کہ اسلام (معاذ اللہ) جدید دور کے ساتھ قدم ملا کر چلنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، یہ یاد رہے کہ اصول اسلامیہ کا سرچشمہ ذات خداوندی ہے جس کا علم صحیح تیرہ سو سال کے حوادث کو محیط ہے اور جس کی قدرت ازلیہ کاملہ کسی چیز سے عاجز نہیں لہٰذا یہ شریعت اس ذات کی طرف سے آئی ہے جو علیم وخبیر بھی ہے اور ہر چیز پر قادر بھی۔

دہم: (اضطرار کے درمیان اور عیش پرستی، زر اندوزی اور میرے سے یہ آگے بڑھنے کی حرص کے درمیان جو نمایاں فرق ہے اسے ملحوظ رکھنا چاہیے، ایک بھوکا ننگا فاقہ کش ہے، اسے قوت لایموت بھی میسر نہیں اور ایک وہ میر کبیر ہے جس کا گھر طرح طرح کے اسباب تنعم سے پٹا پڑا ہے مگر اس کی حرص کی جہنم کو بھرنے کے لئے یہ کتنا بڑا انعام ہوگا کہ دونوں کا حکم یکساں قرار دیا جائے، پہلی صورت اضطرار کی ہے (جس میں سد رمق تک حرام کھانے کی بھی اجازت ہے) اور دوسری اسراف وتبذیر کی (جس کے لئے مجبوری کا بہانہ مخلصی نہیں تو اور کیا ہے) اور یہ بھی (اس سرح کے) مضحکہ خیز طریقوں بلکہ تم انگیز حادثوں کو اختراع دیتی ہے۔

حق تعالیٰ رحم فرمائے اس پر جو انصاف سے کام لے۔

"اسلامی قوانین میں اجتہاد کے مقام" پر یہ چند مختصر اشارے عرض کئے گئے ہیں جن میں تنگی وقت کے پیش نظر تفصیلات کے بجائے اجمال سے کام لیا ہے، اس میں شک نہیں کہ موضوع کی اہمیت شرح وبسط کی متقاضی تھی تاہم جس چیز کا پورا ادراک ممکن نہ ہو اسے پورا چھوڑ دینا بھی مناسب نہیں، باقی آگہی کا دارومدار بھی صد فہمیت ہے اور نارسائی کل کائنات اس کے چند آنسو ہوتے ہیں میرا حال وہی ہے جو کسی شاعر نے کہا ہے۔

عاشق کی جمع پونجی دو موتی دروں ہے جس کو فگار رخسار پر بہتے ہوئے چند آنسو کہا کرتے ہیں۔

واللہ سبحانہ ولی التوفیق وھو حسبنا ونعم الوکیل

[محرم الحرام ۱۳۸۸ھ]

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا تحریری بیان

جو آپ نے "مجمع البحوث الاسلامیہ ازہر" کی تیسری کانفرنس میں پیش کیا

كلمة الوفود

الازهر

"مجمع البحوث الاسلاميه المؤتمر الثالث"

كلمة للمحمد يوسف البنورى الوفد الباكستانى

السكرتارية الفنية

احمد لله و اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله ﷺ وعلى آله وصحبه ومن اهتدى بهديه وهداه ، اما بعد:

السيد الرئيس والسادة الاجلة !

لاشك ان ادرة الازهر الشريف قديم وحديثاً مما يستحق كل اجلال وتقدير و عجاب من الامة الاسلامية خصوصاً فى اهل العلم . بانها ادارة وحيدة قامت بخدمة الدين والعلم فى حل المشاكل العلمية الدينية التى انشاتها المدنية الجديدة والحضارات الحديثة او الاستشراق الاوروباوى .

ومن مفاخر الازهر انه قد قام فى كل دور من ادوار الاسلام بما يقتضيه مصالح العصر وقام امام كل الحاد وتحريف سدا منيعا وحصنا حصينا ، فذب عن الاسلام و حوزة الدين الحنيف كل حملة شعواء وفتنة شنعاء ، فاصبح قدوة و اسوة فى العالم طوال القرون ومنارة النور توهج يستضيء بها السائرون فى العصور المختلفة.

وهذه منة جزيلة يستحق ان يشكرها المسلمون فى حديا ضلوعهم وطواء قلوبهم ، ومما يسر فان الكلمات الثلاث التى القيت فى حفلة المؤتمر صباحاً:

(۱) للاستاذ الاكبر (۲) وسيادة الامين العام لمجمع البحوث الاسلامية (۳) و السيد نائب الرئيس حسين الشافعى ، قد اتفقت على حل جميع المشكلات الدينية والعلمية بضوء القرآن الكريم والسنة النبوية والا يشوه وجهها بتحريف والحاد و تاويل يتبرأ عنه روح الاسلام وجوهر الدين ، كما اصبح هو دينن كثير من ارباب الاقلام ، فرجدى من القائمين بالامر ان يكون هذا اساسا عملياً لحل المسائل و المعضلات ، لكى يتلقى بالقبول فى بلاد الاسلام باذعان وانقياد وترحيب ولكى لا

يكون حلاً على صفحات القراطيس بل على صفحات القلوب.

ولا ريب انها ستكون خدمة نبيلة جالبة للرحمة الالهية مماثلة لما اختطته عقول سلفنا الصالحين من الائمة المجتهدين ومن بعدهم افذاذ اهل العلم والدين.

وبالجملة: الرجاء الاكيد ان تقدم حلول هذه المشاكل كافة للناس نا صعة الجبين مرضاة لرب العالمين.

وآمالنا معقودة بمؤتمرات مجمع البحوث الاسلامية بان تقوم بواجبها بكل كفاءة ودراية وهي احق بها واهلها.

والخطط المرسومة والقرارات والتوصيات فى المؤتمرين السابقين لمجمع البحوث الاسلامية تجعلنا مطمئنين للخُطُوات المتقدمة الى الامام ونرجو ان تكون له مزايا ومفاخر فى هذا الصدد بحيث لا يبارى ولا تجارى.

ووجود كبار العلماء فى الازهر وعلى راسهم الامام الاكبر شيخ الازهر فى مجمع البحوث الاسلامية كفيل بانجاح هذا الآمال المعقودة والاعمال المنشودة لكى تكون انوارا ثاقبة فى دياجى هذه المادية الغاشمة.

ثم فى رجاء ان:

الاول: ان يخصص مجمع البحوث و يكون لجنة خاصة للاشراف على الكتيف الصادرة فى جوهر الدين وحقائق الاسلام فى الجمهورية المتحدة، وان يرد على كل ما يستحق الرد من الخروج فى جوهر الدين او الشذوذ عن معتقد اهل الحق وان يلقموا احجارا فى افواه اولئك التابعين وراء كل ناعق، لكى تتم اعماله القيمة فى كل ناحية ذباً عن حريم الشريعة المحمدية وبذلك يحيى شعار الازهر القديم فى ربوع الدنيا مرة اخرى.

والثانى: ان فرع الارشاد والوعظ الدينى بالازهر ان يتسع نطاقه عملياً فى كل قطر من اقطار البلاد للارشاد الدينى وتربية العامة الذين اصبحت صلتهم بالدين فى غاية الوهن وان ينتخبوا علماء صالحين متبرعين بالخدمة والخروج الى القرى و الضواحى للنصح والتبليغ والتربية من غير ان تكون لهم رواتب سامية بدل هذه الخدمة و يصرفوا على رحلاتهم واسفارهم نفقات خاصة من عند انفسهم.

وقد قام فى بلاد الهند والباكستان عدى هذا الطراز جماعات للدعوة قد نشروا الدعوة الاسلامية عمليا ويمثلون حياة اسلامية خالصة فى حلهم وترحالهم، فحصل

بذلك خير كثير و بركات في كل ناحية.

والله سبحانه ولي كل توفيق ونعمة وهو حسبنا ونعم الوكيل.

جناب صدر اور آپ میں اکثر حضرات علماء!

اس میں شک نہیں کہ ازہر کا ادارہ ہمیشہ سے اور آج بھی پوری امت اسلامیہ خصوصاً اہل علم کے احترام، قدر دانی اور پرسش و تحسین کا مستحق ہے اس لئے کہ یہ وہ منفرد ادارہ ہے جس نے ہمیشہ ان تمام علمی اور دینی مشکلات کو حل کرنے کے جو جدید تمدن، جدید تہذیب اور یورپین (فتنہ) استشراق کی پیداوار ہیں علم اور دین کی خدمت بطریق احسن انجام دی ہے۔

ازہر کے لائق فخر کارناموں میں شاندار کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ہمیشہ اسلام کے ہر دور میں (دینی اور علمی) مصالح وقت کے تقاضوں کو مکمل طور پر پورا کیا ہے اور ہر گمراہی، انحراف اور دینی تحریف کے سیلاب کو روکنے کے لئے مضبوط بند اور دین کی پیشوں کے مقابلہ کے لئے مستحکم قلعہ بن کر سامنے آیا ہے اور اسلام اور حریم دین توحید کی جانب سے ہر اندھا دھند حملے اور بدترین فتنہ کا مکمل دفاع کیا ہے اسی بنا پر ازہر تمام عالم اسلامی کے لئے قرنا بعد قرن، ہر آنے والی نسل اور مختلف ادوار میں علمی اور دینی قائدین کے لئے روشنی کا منارہ (مینار نور) بنا رہا ہے کہ اس کی روشنی میں علماء دین اپنے اپنے ملک میں دینی قیادت کا فرض انجام دے رہے ہیں۔

یہ وہ احسان عظیم ہے جس کی بنا پر ازہر اس کا مستحق ہے کہ تمام ملکوں کے مسلمان اپنے دلوں کی گہرائیوں اور سینوں کی پہنائیوں میں ازہر کے شکر و سپاس کے جذبات محسوس کریں۔

ہمارے لئے انتہائی مسرت کا موجب یہ امر ہے کہ مجمع مؤتمر کے اجلاس میں جو تقریریں پڑھی گئیں:

(۱) استاذ بزرگ شیخ ازہر کا بیان (۲) مجمع البحوث کے صدر محمود شلتوت (۳) نائب صدر جمہوریہ متحدہ مصر جناب حسین شافعی کا بیان۔ وہ اس پر متفق ہیں کہ تمام دینی اور علمی مشکل اور پیچیدہ مسائل کا حل قرآن عظیم اور سنت نبویہ (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) کی روشنی میں حل کئے جائیں بغیر کسی قطع برید، تحریف و انحراف کے اور بغیر کسی ایسی تاویل کے جو اسلام کی روح اور اساس دین کے منافی ہو جیسا کہ یہ طریق کار اس زمانہ میں بدعت سے آزاد دانش قلم مصنفین و مؤلفین کا شیوہ بن گیا ہے لہٰذا مجمع البحوث نے ارباب اختیار سے کامل توقع ہے کہ مسائل حاضرہ اور مشکلات عہد جدید کے حل کرنے کی لئے یہی اساس علمی طور پر کار فرما بنائی جائے گی تاکہ (اس مسیر پر چلتے ہوئے) یہ حل تمام عالم اسلام میں یقین و اطمینان کی فضا پیدا کرے اور مسلمین کے ساتھ قبول عام حاصل کریں اور تاکہ یہ حل زینت صفحات کتب بننے کے بجائے صفحات قلوب پر ثبت ہو جائے اور عمل حاصل کریں۔

اور اس میں تو شک ہو ہی نہیں سکتا کہ یہ شاندار (دینی اور علمی) خدمت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا موجب

ہونے کے ساتھ ہی ساتھ ہمارے سلف صالحین، ائمہ مجتہدین اور ان کے بعد آنے والے یگانۂ روزگار علماء امت اور ارباب دین کی فہم و فراست کے اسوہ اور طریق کار کے مماثل و مشابہ بھی ہوگی۔

بہر حال قوی امید ہے کہ یہ روشن اور تابناک عمل (نہ صرف مصر کے لئے بلکہ) تمام عالم اسلام کے لئے پیش کئے جائیں گے اور رب العالمین کی رضا کا وسیلہ ہوں گے۔

اور ہماری تو تمام تر امیدیں مجمع البحوث الاسلامیہ کی ان کانفرنسوں سے وابستہ ہیں کہ وہ پوری اہمیت وصلاحیت اور دیانت داری کے ساتھ اپنا فرض ادا کریں گی اس لئے کہ وہی اس کی اہل ہیں اور وہی اس کی مستحق ہیں۔

مجمع البحوث کی سابقہ دو موتمروں کے رسمی طریق کار اور تجاویز و سفارشات ہمیں اس کے آئندہ اٹھنے والے قدموں کے بارے میں کلی طور پر مطمئن کرتی ہیں اور ہمیں توقع ہے کہ وہ اس (دینی و علمی خدمت کی انجام دہی کے) معاملہ میں ایسی امتیازی خصوصیات اور لائق فخر کارناموں کی مالک ہوگی جن کا نہ مقابلہ کیا جا سکے گا اور نہ انکار۔

مجمع البحوث میں ازہر کے کبار علماء اور ان کے سربراہ شیخ ازہر کا وجود مسعود ہماری ان امیدوں کے پورا ہونے اور شاندار کارناموں کے انجام پانے کی بہت بڑے ضمانت ہے، تاکہ اس سیاہ رو مادیت کی تاریکیوں کے دور میں وہ مشعل راہ بن سکیں۔

ملاوہ ازیں میں مجمع البحوث سے دو امر کی درخواست کرتا ہوں:

اول: یہ کہ مجمع البحوث جمہوریہ متحدہ مصر میں دین کے اساسی موضوعات اور اسلامی حقائق پر لکھی اور شائع کی جانے والی کتابوں پر خصوصی نگرانی کی غرض سے ایک مخصوص نگران کمیٹی کی تشکیل کرے، یہ نگران کمیٹی ان تمام تصنیفات و تالیفات کی دندان شکن تردید کرے جو اساس دین سے بغاوت یا اس حق کے مسلمہ معتقدات سے انحراف پر مشتمل ہوں اور ان اہل قلم کا منہ بند کرے جنہوں نے ہر نیو لعر و لگانے والے کی آواز پر لبیک کہنا اپنا شعار بنا لیا ہے، تاکہ ہر پہلو سے مجمع البحوث کے قابل قدر کارنامے شریعت محمدیہ کے دفاع کے باب میں کامل و مکمل ہو جائیں اور اس طریق پر ازہر کا شعار (امتیازی نشان) دنیا کے تمام آباد خطوں میں نئی زندگی حاصل کرے۔

ثانی: میں درخواست کرتا ہوں کہ ازہر کے شعبہ وعظ و تبلیغ کے حلقہ کی عملی طور پر ملک کے ہر ہر حصہ میں مزید توسیع کی جائے اور دینی وعظ و تبلیغ اور عوام کی دینی تربیت کا جال گوشہ گوشہ میں بچھا دیا جائے اس لئے کہ اس زمانہ میں عوام کا دین سے تعلق اور وابستگی انتہا درجہ مضمحل ہو چکی ہے۔ (ملک گیر تبلیغ دین کی شدید ضرورت ہے) اور اس تبلیغ و دینی تربیت کے لئے لوجہ اللہ کام کرنے والے ایسے علماء کا انتخاب کیا جائے جو بغیر کسی معاوضہ (تنخواہ) کے بستی بستی اور گاؤں گاؤں گشت کریں محض رضاء الٰہی کے لئے وعظ و تبلیغ اور مسلمانوں کی دینی تربیت کا فرض انجام دیں اور نہ صرف یہ کہ اس خدمت دین کا کوئی معاوضہ نہ لیں بلکہ آمد و رفت اور سفر کے اخراجات بھی خود ہی برداشت کریں۔

ہندوستان و پاکستان میں اسی طرز کی ایک ملک گیر تبلیغی جماعتوں کا نظام قائم ہے، یہ جماعتیں نہ صرف

ملک میں بلکہ بیرونی ممالک میں بھی اپنے سفر و حضر میں کسی طور پر خاص اسمائی زندگی کا نمونہ پیش کر رہی ہیں اور دین کی دعوت پہنچا رہی ہیں اور اس برکت تحریکی کی ایک شاخ کے ہر حصہ میں مسلمانوں کو زیادہ فائدہ اور نفع پہنچ رہا ہے۔

واللہ تعالیٰ ہی ہر تحریک خلافت خلط کرنے والے ہیں وہی ہمارے سے کافی ہیں اور بہت اچھے کارساز ہیں

کتبہ

محمد یوسف المتورنی ۱۹۶۲ء ۸ ۱۰

افادات حمادیہ

ہمارے زمانہ میں حضرت مولانا الحاج الشیخ حماد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان اکابر امت میں سے تھے کہ ان کے کمالات روحانیہ کو کسی نے صحیح طور پر پہچانا نہیں تو ناقدانہ نظر سے دیکھا اور ہر شخص نے اپنی استعداد کے موافق ان سے فیض پایا لیکن نسبت حاصلہ کی حقیقت اور اس کے مراتب کو بہت کم لوگوں نے سمجھا اور ان کے اسرار و رموز سے واقف ہوئے اور ان سے فیض پانے والوں میں سے بھی بہت کم لوگ ان کی خصوصیت تربیت سے واقف ہوئے ان کی تحریرات میں ان کے ملفوظات میں ان کے اقوال میں ان کے اعمال میں ان کے طریقہ تربیت میں ان کی مجالس اور مختلف تقاریر میں بہت باتیں ایسی تھیں جن کی حلاوت اور لذت سے اب تک ہم محروم ہیں ان افادات کو جمع کرنا اور ان کو ترتیب دے کر شائع کرنا بہت ضروری تھا تاکہ طالبین اور سالکین کے لئے بہت مفید ہوتا اور ان کی تحریرات قلم بند ہوتے تو ان کے ملفوظات کی بھی ان کو ضرورت نہ ہوتی اس لئے ان کے بعض مخلص متوسلین اور محبین نے یہ تجویز قلم بند کرنے کی ان کے ملفوظات کو بھی ان کی تحریرات کے ساتھ شائع کیا جائے اس تجویز کو بہت سے لوگوں نے پسند کیا اور اس کی ضرورت کو محسوس کیا اور اس کام کے لئے مجھ کو منتخب کیا اور مجھ سے فرمائش کی کہ میں ان کے ملفوظات کو جمع کروں اور ان کی تحریرات کے ساتھ شائع کرنے کا انتظام کروں اس لئے میں نے ان کے ملفوظات کو جمع کرنا شروع کیا اور ان کی تحریرات کے ساتھ شائع کرنے کا انتظام کیا اور اس کا نام افادات حمادیہ رکھا گیا اور اس کی پہلی جلد شائع ہو چکی ہے اور اس کی دوسری جلد شائع ہونے والی ہے اس کی تیسری جلد میں ان کے ملفوظات کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی چوتھی جلد میں ان کی تحریرات کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی پانچویں جلد میں ان کے مکتوبات کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی چھٹی جلد میں ان کے متفرقات کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی ساتویں جلد میں ان کے مواعظ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی آٹھویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی نویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی دسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی گیارہویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی بارہویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی تیرہویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی چودہویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی پندرہویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی سولہویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی سترہویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی اٹھارہویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی انیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی بیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی اکیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی بائیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی تیئیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی چوبیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی پچیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی چھبیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی ستائیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی اٹھائیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی انتیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی تیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی اکتیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی بتیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی تینتیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی چونتیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی پینتیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی چھتیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی سینتیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی اڑتیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی انتالیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی چالیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی اکتالیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی بیالیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی تینتالیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی چوالیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی پینتالیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی چھیالیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی سینتالیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی اڑتالیسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی انچاسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس کی پچاسویں جلد میں ان کے مجموعہ کو جمع کیا گیا ہے

فائدہ: ﴿اولئك الذين انعم الله عليهم﴾ الاية:

الانبياء هم الذين جعل الله سبحانه وتعالى قلوبهم موارد الوحي الالهي، ينزل عليها الوحي، والصديقون هم الذين جعل الله قلوبهم اوعية لذلك الوحي فتحفظ الوحي، والشهداء هم الذين يعملون بمقتضى الوحي، والصالحون هم الذين يعملون بمقتضى الوحي الالهي. فاجل هؤلاء بالعمل الذين اختارهم منزل ومورد لوحيه واعرفهم بحقائقه، ثم الذين قلوبهم اوعية بتلبيغها لحفظه فلا يضيع الوحي الالهي هناك ابدا، ثم الشهداء، ثم الصالحون هذا ما استفدته من العارف السندي مولانا الشيخ حماد الله السندي.

و يقول الشاه عبد العزيز المحجة الدهلوى فى فتح العزيز : النبى من تاثر بنور القدس الالهى من جهة القوة النظرية العلمية فيتجلى له الاشياء وحقا تقها من غير ان يقع فيها اشتباه ، ومن جهة القوة العملية بحيث تحصل له ملكة تصدر منها الاعمال الصالحة بغاية المحبة والرضاء وتنفر من اعمال الشر بطبيعته ثم اذا تم كمال قواه البدنية واستوفى عقله التجربى ونضج يبعث الى هداية الخلق و يؤيد بالمعجزات الالهية و بالآيات العقلية.

ثم بين تلك الآيات العقلية من اخلاقه الكريمة وعلومه الصادقة والبيان الواضح والحجة الواضحة وتاثر الخلق بانوار صحبته وما الى ذالك. وهذه الآيات يستدل بها اهل الفضل والكمال من الخواص كما ان المعجزات يستدل بها العامة.

والصديق يقارب النبى فى قوته النظرية دون العملية.

والشهيد من يثلج صدره باجابة النبى و يشاهد قلبه عياناً ذلك بحيث يستعد لكل تضحية من نفسه وما له بكل سهولة ، فهو يشبه النبى فى قوته العملية.

والصالح من لم يبلغ فى قوته اليه غير انه يتابع النبى فى حياته من اجتناب المعاصى والاتصاف بالعقائد الطاهرة وما الى ذلك ، و يطلق الولى فى العرف عليه وان كان يشمل هولاء الثلاثة والقدر المشترك بين الاربعة بان الله يحبهم و يضع لهم القبول فى الارض و يتكفل (رزقهم) ومعاشهم بامتياز من عامة الناس و يكون همتهم عالية لا يرضون بحطام الدنيا ، وتكون قلوبهم مستنيرة يتجلى لهم الاشياء ماتقصر عنها عقول الناس. انتهى ملخصاً(١)

ارشاد خداوندی ہے! جو تم مانے اللہ کے اور اس کے رسول کا پس یہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ کا انعام ہوا یعنی نبی، صدیق، شہید اور صالحین۔

انبیاء (علیہم السلام) وہ حضرات ہیں جن کے قلوب کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وحی الٰہی کا محل بنایا کہ ان پر

(١) یہاں تک اہل حق والایمان محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق بھی پیش نظر رہے تو مناسب ہے وہ فرماتے ہیں:

"اس قسم کے لوگ مذہب اسلام میں سے بے کہلاتے بھی ہیں سنے گئے ہیں۔ غرض کمالات اولی العزم کل دو کمالوں میں منحصر ہیں ایک کمال علمی دوسرا کمال عملی اور بنائے مدح کل انہیں دو باتوں پر ہے۔ چنانچہ کلام شریف میں چار فرقوں کی تعریف کی ہے نبیین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین جن میں سے انبیاء کو جو منبع العلوم اور جو محل اور صدیقین کو منبع العلوم اور جو محل سمجھئے اور شہداء کو منبع اعمال اور فاعل اور صالحین کو مجمع اعمال اور قابل خیال فرمائیے" (تحذیر الناس صفحہ ٥)

اس کے بعد حضرت نے تفصیل سے اس متن کی شرح کی ہے۔ یہ پوری بحث دلچسپ اور قابل مطالعہ ہے۔ (مدیر)

وحی نازل ہوتی ہے۔

صدیق: وہ حضرات ہیں جن کے قلوب کو حق جل شانہ نے خازن وحی بنایا وہ وحی کو محفوظ کرتے ہیں۔

شہید: وہ حضرات ہیں جو حریم وحی کی پاسبانی کے لئے جان و مال قربان کرتے ہیں۔

صالحین: وہ حضرات ہیں جو منشاء وحی کی تعمیل کے لئے ہر آن حاضر رہتے ہیں۔

پس جن حضرات (انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام) کو اللہ پاک نے اپنی وحی کا محل و مصدر بنانے کے لئے منتخب فرمایا وہ وحی کے حقائق و معارف کے علم اور اس کی تعمیل میں سب سے آگے ہیں ان کے نقش قدم پر وہ حضرات ہیں جو فطرۃً خازن وحی ہیں، ان حضرات کے ہوتے وحی الٰہی کے (علماً یا عملاً) ضائع ہوجانے کا احتمال نہیں، ان کے بعد شہداء کا پھر صالحین کا درجہ ہے۔ یہ تو عارف سندھی مولانا حمد اللہ کا افادہ ہے۔

اور شاہ عبدالعزیز دہلوی (نور اللہ مرقدہٗ) "فتح العزیز" میں فرماتے ہیں:

نبی وہ ہوتا ہے جس کی قوت نظریہ اور قوت عملیہ دونوں قدس الٰہی کے نور سے منور ہوں، چنانچہ اس کی قوت نظریہ کے اعتبار سے ان کے سامنے تمام اشیاء کے اصل حقائق روشن ہوجاتے ہیں۔

اور ان میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں رہتا اور قوت عملیہ کے اعتبار سے اسے ایسا فطری ملکہ حاصل ہوتا ہے جس کی بنا پر وہ کمال محبت و رضا کے ساتھ اعمال صالحہ پر قادر ہوتا ہے اور برے اعمال سے اسے طبعاً نفرت ہوتی ہے۔ پھر جب اس کی بدنی قوتیں پایہ تکمیل کو پہنچ جاتی ہیں اور عقل تجربی پوری طرح کامل و پختہ ہوجاتی ہے تو اسے مخلوق کی ہدایت کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے اور خدائی معجزات اور عقلی دلائل و آیات اس کی پشت پر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل حقیہ کی تفصیل بیان کی ہے، یعنی نبی کے خلق کریمہ، علوم صادقہ، بیان واضح، حجۃ قاطعہ، مخلوق کا اس کی صحبت سے اثر پذیر ہونا وغیرہ۔ خواص اہل فضل و کمال ان آیات سے نبی کی نبوت پر اسی طرح استدلال کرتے ہیں جس طرح کہ عوام حسی معجزات سے۔

صدیق: وہ ہوتا ہے جو قوت نظریہ میں نبی کے ہمرنگ ہو مگر قوت عملیہ میں نہیں۔

شہید: وہ ہوتا ہے جو نبی کی ہر بات شیخ صدر (قلبی اطمینان) سے قبول کرتا ہے اور اس کا قلب آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرتا ہے اور اسی بنا پر وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ ہر قسم کی جانی و مالی قربانی کے لئے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ یہ گویا قوت عملیہ میں نبی کے ہمرنگ ہوتا ہے۔

صالح: وہ ہوتا ہے جو اپنی دونوں قوتوں میں نبی (سے ہمرنگی) تک نہیں پہنچ پاتا تاہم وہ اپنی زندگی کے تمام لمحات میں نبی کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ عقائد و اخلاق میں بھی، اعمال و عبادت میں بھی اور گناہوں سے بچنے میں بھی۔ عرف عام میں اسی کو "ولی" کہتے ہیں، اگرچہ "ولی" کا مفہوم پہلی تین قسموں کو بھی شامل ہے۔

اور ان چاروں قسم کے حضرات کے درمیان قدر مشترک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتا ہے، ان

کی مقبولیت زمین میں پھیلا دی جاتی ہے، عام لوگوں سے کچھ نرالے انداز میں ان کے رزق و معاش کی کفالت فرماتا ہے ان کی ہمتیں بلند ہوتی ہیں، وہ دنیا کی متاع حقیر کو خاطر میں نہیں لاتے، ان کے قلوب روشن ہوتے ہیں، ان کے سامنے وہ حقائق روشن ہوتے ہیں جن سے عام انسانی عقلیں قاصر رہتی ہیں۔ اھ ملخصاً

فائدہ: حسنات الابرار سیئات المقربین

الابرار هم الذين يعملون الصالحات ابتغاء جنته ونعيمها وما اعد الله سبحانه لهم من الجنة الدائمة.

والمقربون هم الذين يريدون وجهه تعالىٰ وذاته العليا، بحيث فنيت شهواتهم و ارادتهم من دون كبريائه فوصلوا الىٰ درجة المحبة الذاتية، والابرار بقوا في درجة المحبة الصفاتية، ولم يرتقوا منها فكانهم يذكرونه ويحمدونه حصولاً لتلك النعماء الالهيه. كمثل رجل له ابنان، ابن يخدم اباه و يطمع عليه و يريد نظرًا الىٰ حصول ما وعده ابوه من اعطاء صلة ووراثة، فيعلم انه يستحقة اذا بر به ويحرم اذا عقه، فهذا اذا حصل له مراده فتر عطفه وبره أو ينتهي، أو اذا يئس منه وتيقن حرمانه لامر ينتهي عاطفته. وابن يخدم اباه محبةً مع شخصيته و ذاته دون ان يخطر بقلبه هذه الاغراض فان بره وعطفه لا ينتهي ابدًا، سواء حصل له من خير او لم يحصل. فالاول في درجة الابرار والثاني في درجة المقربين. فلا شك ان حسنةً يقوم بها الابرار غرضاً لتلك الصلة المادية سيئةٌ كبيرةٌ في نظر المقربين الذين لا يريدون الا وجهه، ولا يشوب محبتهم شيء من الاغراض المادية، فاذن علاقة المقربين علاقة متينةٌ قوية لا انفصام لها، وعلاقة الابرار واهية على شرف السقوط عند حصول المقصود، وبالجملة ليس الفرق بين هولاء وهولاء الا من جهة النيات دون الاعمال، فهم متفقون في ظواهرهم مختلفون في بواطنهم و انما الاعمال بالنيات و انما لامرئ ما نوى، والله اعلم.

ابرار وہ حضرات ہیں جو جنت اور نعمائے جنت کے لئے اعمال صالحہ کرتے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے جو پائیدار نعمتیں اور دائمی جنت تیار کر رکھی ہے اسے حاصل کر سکیں۔

مقربین وہ ہیں جو صرف حق تعالیٰ کی ذات اور اس کی رضا چاہتے ہیں، ذات کبریا کے سامنے ان کی خواہشیں اور ان کے ارادے مٹ چکے ہیں، پس مقربین محبت ذاتیہ کے مقام پر فائز ہو چکے ہیں اور ابرار ابھی محبت صفاتیہ کے مقام میں ہیں، اس سے اوپر نہیں گئے۔ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کا ذکر و حمد انعامات خداوندی کے لئے کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی سمجھو کہ ایک شخص کے دو بیٹے ہیں، ایک بیٹا باپ کی خدمت بھی کرتا ہے اس کی ضروریات بھی پوری کرتا ہے، اس کے ساتھ اظہار محبت بھی کرتا ہے مگر اس کا مقصد یہ ہے کہ والد جو جس انعام یا وراثت کا اس

سے اندازہ لگا سکتے ہے اسے محسوس کر سکتے ہے اسے معلوم ہے کہ وہ اپنے باپ کا مطیع و فرمانبردار ہو تو اس کی دعا سے اللہ تعالیٰ اس کی مشکل کو آسان کر دیتا ہے اور اگر وہ باپ کا نافرمان اور عاق ہونے کی صورت میں مبتلا ہے تو اس بیٹے کے بارے میں یہ توقع ہے کہ جب اس کا مطلب پورا ہو جائے گا تو اس کی خدمت و اطاعت میں کوتاہی آجائے گی یہ حساب بالکل ان کا ہوتا ہے اور اسی طرح اگر وہ کسی وقت اللہ سے مایوس ہو جائے اور اسے یقین آجائے کہ وہ ہم حال ناراض ہے اب اس کی خدمت گذاری کا سارا صلہ ملنا بند ہو جائے گا۔ اس لئے بزرگوں نے لکھا ہے کہ اپنے باپ کی خدمت اس کی ذات شخصیت سے محبت کی بنا پر کرتا ہے کسی غرض کا بھی خیال نہ ہو اس لئے کہ دنیا میں کوئی آدمی اپنے باپ کی طرف سے کوئی انعام ملنے یا نہ ملنے کی پرواہ نہیں کرتا ہے اور یہ ملاحظہ ہوتا ہے کہ باپ کس حد تک ہے اور وہ مقررین کے ذہن میں رہتا ہے ان کی وہ خدمات کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے اور مقررین کی نظر میں بہت بڑی غلطیاں ہوں تو وہ صرف اس کی وجہ پاتے ہیں ان کی ان غلطیوں کو اپنی آغوش عفو و کرم میں لے لیتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مقررین کا تعلق ایسا مضبوط ہوتا ہے کہ اس کے ٹوٹنے کا احتمال نہیں اور اس کا تعلق کمزور ہے وہ اس لئے کہ ان کا مقصود پورا ہوتے تو ہو جاتا ہے۔ بخلاف عام لوگوں کے کہ ان میں اور ان میں فرق ہے تو صرف بیعت کا ہے جس کا نہیں نظام دونوں کا ایک جیسا ہوتا ہے لیکن پائیدار نہیں ہوتا ہے اور وہ شخص دونوں ملے گا جس کی اس نے بیعت کی۔ واللہ اعلم۔ (۱)

---

(۱) یہاں مقصود صرف ان دونوں باتوں کے درمیان فرق بتانا ہے ورنہ یہ بات اپنی جگہ ظاہر ہے کہ ہر شیخ سے ہر مرید کو یکساں محبت نہیں ہوتی اور نہ ہر مرید کے ساتھ شیخ کا برتاؤ یکساں ہوتا ہے۔ بلکہ ہر شیخ کو اپنے ان مریدوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے جو اس کے پاس زیادہ آتے جاتے ہیں اور ان کی اصلاح پر زیادہ توجہ دیتے ہیں اور ہر مرید کو اپنے ان شیخوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے جن سے اس کو زیادہ فیض پہنچا ہے اور جن کی توجہ اور دعا سے اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوا ہے۔ اور یہ بات بھی اپنی جگہ ظاہر ہے کہ جو شیخ اپنے مرید کی اصلاح کی خاطر اس کی بعض ناگوار باتوں پر اس کو ڈانٹتا ہے یا اس کی بعض خواہشوں کو پورا نہیں کرتا ہے اس کی وجہ سے مرید کے دل میں شیخ کی عظمت اور محبت کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی ہے اور وہ اس کو اپنا سچا خیر خواہ سمجھتا ہے۔ اور جو شیخ اپنے مرید کی ہر خواہش کو پورا کرتا ہے اور اس کی ہر بات مانتا ہے اس کی وجہ سے مرید کے دل میں شیخ کی عظمت اور محبت بڑھتی نہیں بلکہ کم ہوتی ہے۔ اور وہ اس کو اپنا سچا خیر خواہ نہیں سمجھتا ہے۔ اس لئے مقررین کا تعلق اپنے شیخ سے اس قسم کا ہوتا ہے کہ وہ شیخ کی ہر بات کو مانتے ہیں اور اس کی ہر خواہش کو پورا کرتے ہیں اور اس کی ہر خدمت کو اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اس کی ہر ناگوار بات کو برداشت کرتے ہیں اور اس کی ہر ناراضگی کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی ہر خوشی کو اپنی خوشی سمجھتے ہیں اور اس کی ہر تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے ہیں اور اس کی ہر خواہش کو پورا کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور اس کی ہر ناراضگی کو دور کرنے میں جلدی

اس آیت کی تفسیر میں شاہ عبدالقادر دہلوی لکھتے ہیں: "لوگ کہتے ہیں جو کوئی اللہ کو پکارے تو قبع سے باز رہے وہ محب تحقیق نہیں، یہاں سے اس کی غلطی نکلی۔"

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ امام العارفین مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے: "جہاں تم تو اصلی عاشق ہیں"۔

درحقیقت محبت صفاتیہ ہی محبت ذاتیہ کا ذریعہ ہے، جب تک مقام صفات میں رسوخ نہ ہو مقام ذات تک رسائی کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟ اور ہم نادانوں کو حق تعالیٰ کی صفات و احسانات کا بھی شعور نہیں ذاتی محبت کیا کریں گے۔

[شعبان ۱۳۹۰ھ۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء]

افادات حمدیہ

فائدة : من باب المعرفة بالله:

قد بين السادة الصوفياء العرفاء للذكر اربع طبقات:

الاولى : الناسوت، والثانية : الملكوت،

والثالثة : الجبروت، والرابعة : اللاهوت.

فالناسوت : ظهور البشر فى عالم الوجود ، والمرأ اذا ظهر فى هذه المرتبة فله قرينان : النفس والشيطان وايضا هو محفوف بالحوائج الطبيعية من النفقة والمسكن وغيرهما.

فالنفس تشتهى لذائذ الدنيا وشهواتها كما اشار اليه سبحانه وتعالى فى قوله :

﴿زين للناس حب الشهوات من النساء والبنين والقناطير المقنطرة من الذهب والفضة﴾ [آل عمران:١٤]

والشيطان يزين لها تلك اللذائذ والشهوات والاعمال الفاسدة من الفسق والفجور كما بينه الله سبحانه وتعالى فى عدة آيات التنزيل :

﴿واذ زين لهم الشيطان اعمالهم﴾ [الانفال:٤٨]

﴿وزين لهم الشيطان﴾ [النمل:٢٤]

والحاجات البشرية المرأ بطبيعته يشتهيها فهذه الامور كلها تستدعى ان تكون محبوبة وتقع محبتهامن المرأ بجذر قلبه ونستولى عليه ، فالذكر باسم الجلالة "الله" يكون القصد بان ينفى محبة هذه الامور و يثبت محبة الله جل ذكره . فاذا قال : "الله الله" فكانه

یحبب النفس والشیطان بانی لاحب الا اللہ و لا محبة الا للہ جل ذکرہ ، فیکررہ و یقول "اللہُ اللہ" وھو الذکر فی مرتبة الناسوت.

ثم کانه یرتقی السالك الذاکر من هذه المرتبة الی مرتبة الملکوت (مبالغة فی المثلث بفتحتین) والملك لانفس هناك ولا شیطان ولا تلك الطبائع البشریة . والحاجات الطبعیة ومقصود الملائکة رضا اللہ جل ذکرہ ، فالذکر فی هذه المرتبة القصد فیها حصول رضا اللہ سبحانه وتعالی ، فیقول "اللہ اللہ" ابتغاء لرضاه تعالی.

ثم یرتقی منه الی مرتبة الجبروت وهی عبارة عن مرتبة صفات اللہ تبارك و تعالی فیلاحظ فی هذه المرتبة صفاته العلیا من جلال وکبریاء وعظمة واحسان و رافة و رحمة وباجملة فیراقب صفاته من جلال وجمال و یقول : "اللہ اللہ". استغراقاً فی صفاته تعالی جل وعلا.

ثم یرتقی من درجة الصفات و یلاحظ مرتبة اللاهوت (والتاء فیها زائدة مبالغة للنفی) کما فی قوله "لات" فکانه فی الاصل "لات هو" فنفی غیر اللہ سبحانه بقوله "لات" ثم اثبت ذاته البحتة بقوله "هو" فکانه رعایةً للجبروت وقع هذا الترتیب فاخرت التاء.

ففی هذه المرتبة یراقب و یلاحظ ذاته العلیا من غیر ملاحظة الصفات ، بان ذاته تعالی هو المقصود المطلوب دون ماعداه ، وانه من حیث هو هو مستحق لکل حمد و ثناء فیقول الذاکر "اللہ اللہ" نظراً الی ذاته البحتة وانه هو المقصود الاعظم فهکذا ، یقول الذاکر : "اللہ اللہ" مرتین فی مرتبة الناسوت جوابا للنفس والشیطان ثم یقول : "اللہ اللہ" مرتین طلبا لرضاه وابتغاءً لما یرضاه دون ما عداه ، ثم یقول "اللہ اللہ" مرتین ملاحظةً لصفاته العلیاء بانه یستحق الذکر من جهة هذه الکمالات ، ثم یقول : "اللہ اللہ" مرتین مراقبة لذاته العلیاء فیذکره بهذه النیة فاذن یذکره اسم الجلالة ثمانی مرات. کل مرتین بنیة مفردة ، وهکذا یختلف الملاحظة باختلاف النیات فی کل مرتبة.

وفی الشریعة له نظائر بان شیئا واحد یراد بنیات متعددة ویختلف تاثیراته علی مقتضی النیات والملاحظات . فمائة مرة فکذا حیث کل مرة تحوی ثمانی مرات من ذکر اسم الجلالة تکون سبحة واحدة تحوی ثمانی مائة مرة من اسم الجلالة : "اللہ" فینبغی کل یوم للذاکر مائة مرة من الذکر بهذه الکیفیة.

(هذا ملخص استفدت من الشیخ العارف السندی رحمة اللہ علیه)

حضرات صوفیاء کرام (رحمہم اللہ) نے ذکر کے چار درجے بیان فرمائے ہیں: ناسوت، ملکوت، جبروت، لاہوت۔

ناسوت سے مراد ہے انسان کا عالم وجود میں ظاہر ہونا۔ آدمی جب اس مرتبہ میں ظہور پذیر ہوتا ہے تو نفس و شیطان اس کے ساتھ لگے رہتے ہیں نیز وہ خوراک، رہائش اور اس قسم کی دوسری ضروریات میں گرفتار رہتا ہے۔

اب نفس دنیا کی لذات و شہوات پر پلتا ہے، جیسا کہ حق تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں اس کی طرف اشارہ فرمایا:

''آراستہ کی گئی لوگوں کے لئے محبت خواہشات کی یعنی عورتیں، بیٹے، سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے ڈھیر''۔

اور شیطان نفس کے لئے ان لذات و شہوات کو خوبصورت کر کے دکھاتا ہے، اور فسق و فجور اور اعمال بد کی ترغیب دیتا ہے۔

جیسا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے یہ قرآن مجید کی کئی آیتوں میں بیان فرمایا، ایک جگہ ارشاد ہے:

''اور جب آراستہ کر دکھائے ان کو شیطان نے ان کے عمل''۔ نیز ارشاد ہے:

''پس آراستہ کیا ان کے لئے شیطان نے''۔

اور انسانی ضروریات کا تقاضہ خود آدمی کی طبیعت میں موجود ہے، پس یہ سب چیزیں محبوب بننا چاہتی ہیں اور ان کی محبت آدمی کے دل کی گہرائیوں میں پیوست ہوا چاہتی ہے، پس حق تعالیٰ کے اسم گرامی ''اللہ'' کے ذکر سے مقصد یہ ہے کہ ان تمام امور کی محبت کی نفی کی جائے اور حق تعالیٰ کی محبت کا اثبات کیا جائے، پس جب ذاکر ''اللہ اللہ'' کہتا ہے گویا وہ نفس و شیطان کو جواب دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی سے محبت نہیں کرتا اور محبت اللہ جل شانہ کے سوا کسی کا حق نہیں، چنانچہ غیر اللہ کی محبت کو مٹانے اور صرف اللہ جل شانہ کی محبت کو راسخ کرنے کے لئے وہ بار بار ''اللہ اللہ'' کا ورد کرتا ہے یہ مرتبہ ناسوت کا ذکر ہے۔

پھر سالک ذاکر اس مرتبہ سے ترقی کر کے مرتبہ ملکوت میں پہنچتا ہے (ملکوت ملک کا مبالغہ ہے) مرتبہ ملکیت میں نہ نفس ہے، نہ شیطان، نہ بشری طبائع ہیں، نہ نفسی حاجات۔ ملائکہ کا مقصود صرف اللہ جل شانہ کی رضا جوئی ہے اس لئے اس مرتبہ میں ذکر کا مقصد محض حق سبحانہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے اور اس رضا ہی کے لئے ''اللہ اللہ'' کا ذکر کرتا ہے۔

پھر یہاں سے مرتبہ جبروت میں ترقی پاتا ہے اور یہ عبارت ہے حق تعالیٰ کے مرتبہ صفات سے، اس مرتبہ میں وہ حق تعالیٰ شانہ کی صفات عالیہ جلال، کبریائی، عظمت، حسن، شفقت، رحمدلی وغیرہ کا ملاحظہ و مراقبہ کرتا ہے اور صفات میں مستغرق ہو کر ''اللہ اللہ'' کا ذکر کرتا ہے۔

پھر وہ صفات سے ترقی کرتے ہوئے مرتبہ ''لاہوت'' کا ملاحظہ کرتا ہے (''لاہوت'' میں ''تا'' مبالغہ

نفی کے لئے زائد ہے) جیسے "لات" میں "لا" اور "لاہوت" اصل میں "لات هو" تھا "لات" سے غیر اللہ کی نفی کی گئی اور "هو" سے حق تعالیٰ شانہ کی ذات مقدس کا اثبات کیا گیا، نیز تجرید کی مناسبت سے "لات هو" میں "تا" کو موقوف کر کے "لاهو" بنا لیا گیا۔ (۱)

بہر حال اس مرتبہ میں صرف حق تعالیٰ کی ذات عالیشان کا خاطر ہوتا ہے، صفات کا بھی لحاظ نہیں ہوتا، ذاکر یہ تصور اور مراقبہ کرتا ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات ہی مقصود و مطلوب ہے اس کے سوا کچھ مطلوب نہیں اور وہ بالالتزام کسی اور چیز کے اپنی ذات کی وجہ سے ہر محمود شے کا مستحق ہے، پس محض ذات کا تصور باندھ کر وہ "اللہ اللہ" کا ذکر کرتا ہے کہ یہی مقصود و اعظم ہے، پس ذکر دو مرتبہ "اللہ اللہ" مرتبہ ناسوت میں کہتا ہے جس سے مقصود نفس و شیطان کو صاف صاف جواب دینا ہے، پھر دو مرتبہ "اللہ اللہ" کہتا ہے جس سے مراد حق تعالیٰ شانہ کی رحمت اور صفات کے حصوں ہے، پھر اس کی صفات عالیہ کو مدنظر رکھ کر دو مرتبہ "اللہ اللہ" کہتا ہے، مطلب یہ کہ وہ ان کمالات کی وجہ سے ذکر و تعظیم کا مستحق ہے پھر اس کی ذات عالی شان کا مراقبہ کرتے ہوئے دو مرتبہ "اللہ اللہ" کہتا ہے کہ ذات بحت ہی مقصود اعظم ہے، یہ اسم مبارک کا ذکر آٹھ مرتبہ ہوا اور ہر دو مرتبہ الگ نیت کے ساتھ ذکر کیا گیا، اسی طرح ہر مرتبہ میں نیتوں کے مختلف ہونے سے مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔ اور شریعت میں اس کے بہت سے نظائر ہیں، ایک ہی چیز میں مختلف نیتیں جمع کی جا سکتی ہیں اور ہر نیت کے مطابق اس کے الگ الگ اثرات ظاہر ہوتے ہیں، خواہ سو نیتیں جمع کر لی جائیں، اسی طرح جب اسم مبارک "اللہ اللہ" کا ایک بار ذکر مختلف نیتوں کے اعتبار سے آٹھ مرتبوں پر مشتمل ہوا تو ایک تسبیح اسم مبارک "اللہ اللہ" کے آٹھ مرتبہ ذکر کرنے کے قائم مقام ہوگی، لہذا ہر ذاکر کو چاہیے کہ ہر مرتبہ یومیہ اسی کیفیت سے ذکر کیا کرے۔

(یہ خلاصہ ہے اس تقریر کا جو مولانا حماد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنی)

فائدہ: تتعلق بالذکر علی طریقة اهل المعرفة:

ینبغی للذاکر ان یذکر اسم الجلالة علی ثلاثة تصورات:

اما اولا: فیلاحظ ان الله سبحانه وتعالی هو المحبوب الحقیقی لانه هو الخالق والرازق والمنعم لکل نعمة، فمنه تعالی الالطاف والنعم کلها، فیتصور ان قلبه یحب الله سبحانه و یعلم انه المحبوب الحقیقی فیدعو اسم الله سبحانه و یقول "الله الله".

واما ثانیا: فیلاحظ انه یخاطب الله سبحانه لانه مصدر کل کمال و جمال فیثبت لله تعالی کل کمال و ینفی عن نفسه کل کمال وصفة، فیراقب کمالاته تعالی ثم یدعوه و یناديه کانه یخاطبه. غیر انه لا یاتی بحرف النداء وهو مراد فی ذهنه وتصوره، فیقول:

---

(۱) یہ فقیر کی وجہ نہایت ہی لطیف اور نادر ہے۔ (مدیر)

"الله الله الله". و هكذا يستمر.

وثالثاً: يتصور انه الموجود الحق وان كل من سواه كائنه غير موجود، لانه يزول ويفنى ولا يبقى ﴿كل شيء هالك الا وجهه﴾ فيدعو الله سبحانه على هذه المراقبة، و يقول: "الله، الله، الله" و هكذا فيذكر الله سبحانه على هذه المراقبات والملاحظات الثلاث على هذا الترتيب وقتاً طويلا، و يناسب ان يكون نحو ثمانية آلاف مرة، وان لم يتسع وقته فعلى حسب وسعه و وقته، و اقله سبع عشرة مرة في اليوم، و يستوى الذكر الخفى من غير تلفظ او بتلفظ خفى او جهرا كما تقتضيه طبيعته، هكذا ارشدنى اليه الشيخ العارف بالله مولانا حماد الله السندى الهالجى من خلفاء الشيخ العارف تاج محمود الامروتى السندى القادرى طريقةً وشرباً.

ذاکر کو چاہیے کہ اسم مبارک "اللہ" کے ذکر میں تین دھیان رکھ کر کرے۔

اول ایوں دھیان کرے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ محبوب حقیقی ہیں، وہی خالق، وہی رازق ہیں، وہی ہر نعمت عطا کرنے والے ہیں، ساری عنایتیں اور نعمتیں اسی کی جانب سے ہیں، اب یہ تصور کرے کہ اس کامل اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور اس بات کا یقین کرے کہ وہی محبوب حقیقی ہے یہ دھیان باندھ کر اللہ سبحانہ کے نام کو پکارے، اور کہے: "اللہ اللہ"۔

دوم یہ دھیان کرے کہ وہ اللہ ہی سے خطاب کا شرف حاصل کر رہا ہے، کیونکہ وہی ہر کمال وجمال کا مصدر ومنبع ہے، پس اللہ تعالیٰ شانہ کے لئے ہر کمال کو ثابت کرے اور اپنے سے ہر کمال وصفت کی نفی کرے، اللہ تعالیٰ کے تمام تر کا مراقبہ کرتے ہوئے اسے پکارے، گویا وہ اللہ تعالیٰ سے خطاب کر رہا ہے، اگرچہ لفظوں میں نہیں لاتا، لیکن اس کے ذہن وتصور میں ہے پس خطاب کے دھیان سے کہے: "اللہ اللہ" اسی طرح کہتا رہے۔

سوم یہ تصور کرے کہ وہی موجود حقیقی ہے اور اس کے سوا جتنے ہیں وہ گویا وجود ہی نہیں رکھتے، کیونکہ زائل اور فانی ہیں ان کو بقا نہیں، ہر چیز مٹنے والی ہے سوائے اس کی ذات کے، پس اللہ سبحانہ کو اس دھیان اور مراقبہ کے ساتھ پکارے اور کہے: "اللہ اللہ اللہ" ان تینوں مراقبوں کے ساتھ علی الترتیب اللہ سبحانہ ذکر کرتا رہے۔ مناسب ہے کہ تقریباً آٹھ ہزار مرتبہ ذکر کرے اور اگر وقت میں اتنی گنجائش نہ ہو تو اپنی وسعت اور وقت کی گنجائش کے مطابق کر لیا کرے، مگر یہ سترہ مرتبہ سے کم نہ ہو خواہ ذکر خفی تلفظ کے ساتھ ہو خواہ آہستہ آواز سے، خواہ مناسب ہو سے، جیسا طبیعت چاہے کر لیا کرے، حضرت شیخ عارف باللہ مولانا حماد اللہ سندھی ہالیجوی نے مجھ سے اسی طرح فرمایا تھا آپ شیخ عارف باللہ مولانا تاج محمود امروٹی سندھی قادری کے خلیفہ تھے۔

[رمضان ۱۳۹۰ھ

افکار ڈاکٹر فضل الرحمن

ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب نے کچھ عرصہ خاموشی کے بعد پھر اپنا کام تیزی سے شروع کر دیا ہے۔ انہوں نے اللہ کی طرف سے قرآن کریم کے ابدی ہونے کے معنی یہ بتلائے کہ قرآن کے احکام ابدی نہیں بلکہ اس کے علل ابدی ہیں، یعنی احکام خداوندی سارے تبدیل ہو سکتے ہیں۔ سنت نبویہ کے بارے میں یہ تحقیق فرمائی کہ اس عہد کے قانون رائج الوقت کا نام تھا، آج ہم نئے حالات کے تحت نئے قوانین وضع کر سکتے ہیں، احادیث افسانے ہیں اور ہر دور میں مولوی احادیث بناتے رہے اور سنت میں اضافے کرتے رہے، نمازوں کی تعداد پانچ سے انکار کیا، نصاب شہادت کو ختم کیا، بینک کے سود کو جائز قرار دیا اور بیئر کو حلال بتلایا گیا، شرح زکاۃ کو قابل تبدیلی بتلایا وغیرہ وغیرہ۔ ان تحقیقات اسلامیہ سے جب فراغت ہوئی تو اب حدود اللہ کی باری آئی، چنانچہ تازہ پرچہ "فکر و نظر" میں اس پر گل افشانی فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ "حدود کی اصطلاح جرائم و سزا کے لئے نقطہ مرکزیہ ہے قرآن کریم نے حدود کو اس معنی میں استعمال نہیں کیا ہے، تو حدود کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگوں کو شر سے محفوظ رکھا جائے، زنا، چوری ڈاکہ، کے بعد اگر تائب ہو جائے تو یہ تمام جرائم اس کے لئے معاف کر دیئے جائیں گے" الخ۔ یہ ہیں وہ تحقیقات اسلامیہ جن پر لاکھوں روپیہ سالانہ خرچ کیا جا رہا ہے، ڈاکٹر صاحب اگر بارادہ اور بقصد تحریف والحاد یہ سب کچھ نہیں کہہ رہے ہیں اور یہی حسن ظن بھی ہے تو یہی کہا جائے گا کہ ان میں عربیت اور علوم دین کے صحیح فہم اور صحیح ذوق کا فقدان ہے، اگر ایک لفظ ایک لغوی عموم کے اعتبار سے قرآن میں ایک معنی میں استعمال ہوا تو شارع علیہ الصلوۃ والسلام کو گویا یہ حق حاصل ہی نہیں رہتا کہ کسی شرعی معنی میں اسی لفظ کو استعمال کر سکے، ڈاکٹر صاحب حکم اور حکمت میں آج تک فرق نہ کر سکے، ایک تو شرعی حکم ہے مثلاً نماز پڑھنا اور ایک اس کی حکمت ہے جو ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی یاد مقصود ہے، اب کوئی شخص آئے اور یہ کہہ دے کہ بس اللہ کی یاد مقصود ہے جس طرح کی جائے تو یہ کیسے صحیح ہوگا اور "چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" اپنے ان خیالات کو اس انداز سے پیش فرمایا ہے کہ امام محمد بن الحسن شیبانی اور عزالدین بن عبدالسلام اور تفتازانی قرافی اور شاہ ولی اللہ بھی ان کے ہمنوا ہیں، فیا للاسف۔ ہم ڈاکٹر صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ ان اکابر پر اتہام لگایا ہے وہ اس تہمت سے بری ہیں۔ سبحانك هذا بهتان عظيم، ہمت و جرأت ہو تو دعویٰ کا اثبات کریں، ڈاکٹر صاحب نے میگل یونیورسٹی میں اپنے استاذ محترم اسمتھ مستشرق کی نگرانی میں ایک کتاب تیار کی ہے اور ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری اسی پر ملی ہو، غالباً یہ مضامین اسی کتاب کے ابواب ہیں، جو تین سال سے ڈاکٹر صاحب اردو ترجمہ شائع کر کے اپنے شیخ کے خلف الرشید ہونے کا پورا حق ادا کرتے رہتے ہیں۔

جشن قرآن

مؤتمر عالم اسلامی کے سکریٹری جناب مسٹر انعام اللہ خاں صاحب کی طرف سے ایک اعلان "بینات" میں بغرض اشاعت موصول ہوا ہے جو آج ہی کے اخبار سے میں نہیں درج ہوا کہ جس میں قرآن کریم کی چودہ سو سالہ "سال گرہ" منانے کی تجویز پیش کی ہے، شاید یہ تجویز ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی ہے ہمیں تو اس موقع پر صحیح بخاری کی وہ حدیث یاد آتی ہے کہ یہود کہا کرتے تھے کہ آیہ کریمہ ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ [المائدۃ: ۳] اگر ہماری توراۃ میں اس قسم کی آیت ہوتی تو اس کے نزول کے دن کو یادگار مناتے، حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ ہمارے یہاں تو اس دن کو دو عیدیں ہیں، جمعہ کا دن اور عرفہ کا دن (۱)۔ یعنی خود بخود یادگار ہیں ہمیں اس کے علاوہ یادگار منانے کی کیا ضرورت ہے، ٹھیک اسی طرح حق تعالیٰ نے ہر رمضان کو قرآن کریم کا سال گرہ مقرر فرمایا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں جبریل امین کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے اور جس سال وصال ہوا تو دو مرتبہ دور فرمایا، پھر تمام روئے زمین پر جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں تراویح میں ختم قرآن کریم ہوتا ہے اور جشن قرآن منایا جاتا ہے اور تقریباً اکثر مسلمان ماہ رمضان میں ختم قرآن کرتے ہیں اور بعض اربابِ توفیق تو متعدد ختم کرتے ہیں، یہ قدرتی اور فطری یادگار ہر حیثیت سے معنی خیز اور مؤثر و بابرکت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو عبادت کی شکل دے دی ہے، لاکھوں مسلمان بچے، روزانہ ناظرہ قرآن کریم اور حفظ قرآن کریم میں مکاتب و معاہد میں مشغول رہتے ہیں اور کروڑوں مسلمان فجر کی نماز اور جہری نمازوں میں قرآن کریم پڑھتے اور سنتے ہیں، روزانہ عالم اسلام میں ہزاروں قرآن کریم کے ختم ہوتے ہیں، کہیں حل مشکلات کے لئے، کہیں ایصال ثواب کے لئے، دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں قرآن کریم مطابع میں چھپتے ہیں۔ روئے زمین پر کوئی کتاب قرآن کریم سے زیادہ نہ پڑھی جاتی ہے، نہ زیادہ دیکھی جاتی ہے، الغرض یہ سب جشن قرآن نہیں تو اور کیا ہے؟ جس چیز کی ضرورت ہے وہ قرآن کریم پر عمل کرنا اور اس کے حقائق ابدیہ سے عبرت و موعظت حاصل کرکے معرفت الٰہی کا ذریعہ بنانا ہے، اس کو قانون و دستور کی شکل دے کر دنیا کو نجات و سعادت دارین سے ہمکنار کرنا ہے، جس پر کہیں عمل نہیں ہو رہا ہے، وہ عمل بالقرآن ہے جو دین و دنیا کی عزت، مجد اور بلندی کا ذریعہ ہے، ضرورت ہے تو اس کی ہے کہ قرآن کریم کا قانون و آئین بنانے کی تدابیر پر غور و خوض ہو، اس پر عمل کرنے کے لئے مسلسل جد و جہد ہو، اس "حبل اللہ المتین" اور "العروۃ الوثقیٰ" کو سختی سے تھامنے کی ضرورت ہے، یادگار منانیں تو اس کے لئے منائیں۔

درحقیقت جس قوم سے روح نکل جاتی ہے اور جو قوم بے عمل ہو جاتی ہے وہ یادگاریں کر سکتی ہے، ورنہ اگر

(۱) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم ح: ۲ ص: ۶۶۲، ط: قدیمی

مسلمان عامل بالقرآن ہوں تو ان کو یادگار بنانے کی کیا ضرورت ہے، ہر مسلمان زندہ یادگار ہے، سیرت کے جلسے ہوں یا میلاد کی محفلیں، یہ سال گرہیں یہ مظاہرے، بے عمل اور بے روح قوم کی نشانیاں ہیں، مؤتمر عالم اسلامی اگر کوئی جاندار چیز ہے تو چاہیے کہ اس ملک اور تمام ممالک اسلامیہ میں قرآن کریم کو آئین بنانے کے لئے مؤثر تدابیر اختیار کرے نہ یہ کہ جگہ جگہ قدم قدم پر قرآن کریم کے حقائق ربانیہ اور احکام ابدیہ میں الحاد و تحریف و خود ساختہ تشریح کو روکنے کی کوشش کرے، سب سے بڑی ضرورت تو یہ ہے کہ قرآنی حکومت آخر تشکیل کی جائے اور دنیا کو ایک مرتبہ یہ باور کرایا جائے کہ "لن یصلح آخر هذه الامة الا ما اصلح اولها"( ) آج بھی قرآن کریم عہد قدیم کی یاد تازہ کر رہا ہے اور موجودہ معاشرہ اور دنیا کی قومیں جس تباہی و بربادی کے کنارے کھڑی ہیں ان کو نجات دلانے اور سربلندی عطا کرنے کے لئے قرآن کریم پکار رہا ہے۔

واللہ سبحانہ ولی التوفیق و لھدایۃ وھو حسبنا ونعم الوکیل وصلی اللہ علی خیر خلقه سیدنا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم.

عصر حاضر کے جدید مسائل کا حل

اور ایک غلط فہمی کا ازالہ

"بینات" کے چند مسلسل اعداد میں راقم الحروف نے علماء امت کی خدمت میں جو گذارش کی تھی اس کا حاصل یہ تھا کہ دین اسلام کامل ترین نظام حیات ہے، ہر عصر کے لئے صالح نظام ہے اور ہر مشکل کا علاج اس میں موجود ہے۔ قرآن کریم و سنت نبویہ دو ایسے سرچشمے ہیں جن کا آب حیات قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے حیات بخش ہے اور قیامت تک پیدا ہونے والے امراض کے لئے نسخہ شفا ہے، انہی دو چشموں سے اجماع امت اور قیاس فقہی کی نہریں جاری ہوئی ہیں۔ اور اس طرح سے کتاب و سنت یا قرآن و حدیث اور اجماع امت و قیاس سے فقہ اسلامی وجود میں آئی اور اسلامی قانون مدون ہوا ہے اور فقہاء امت کی مساعی مشکورہ سے ہزاروں لاکھوں مسائل قرآن و حدیث کی روشنی میں مرتب ہو گئے ہیں۔

فقہاء امت نے انہی اصلی ماخذ کی روشنی میں ہر دور کے نئے مسائل کو حل کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ابدی اور محکم ہے، ہر مرض کی دوا اس میں مل جاتی ہے جس طرح ہمارے سلف صالحین نے اپنے اپنے زمانے میں جدید واقعات و مسائل کا حل تلاش کیا اور امت کی رہنمائی کی اور امت کو گمراہی سے بچایا ٹھیک اسی طرح آج یہ فریضہ عہد حاضر کے علماء کے ذمے عائد ہوتا ہے کہ جدید تمدن سے جو جدید صورت حال رونما

( ) الریاض النضرة فی مناقب العشرة، الباب الثانی فی مناقب امیر المؤمنین ابی حفص عمر بن الخطاب ج: ۲ ص: ۴۰۲، ط: دار الکتب العلمیة بیروت

ہوئی ہے اس کے پیش نظر ہدوں و مرتب ذخیرہ فقہ کی روشنی میں ان سے نئے مسائل کا حل معلوم کرنے جدید تعلیم یافتہ لوگوں کو مایوسی سے بچائیں اور ایک دلچسپ تاریخی حقیقت کو باور کرائیں کہ دین اسلام اور قانون اسلامی ہر زمانے کے لئے کافی وشافی ہے اور یہ کہ فقہاء اسلام کی کاوشوں سے جو کچھ مرتب ہوا یہ ہمارا قیمتی سرمایہ ہے، امت کبھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتی، اس خیال کے تجزیہ سے یہ بات نہایت واضح ہے کہ جو کچھ قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں منصوص احکام مذکور ہوئے ہیں، وہ امت کے لئے ہر حالت میں واجب الاطاعت ہیں اور ہمارے اجتہاد کے ان سے بالاتر ہیں اور جو احادیث میں کچھ تشریح ہے یا قرآن کریم کی وہ آیات قطعی موجود نہیں ہے تو فقہاء امت اور مجتہدین کرام نے انہی مشکلات کے تصفیہ کے لئے اصول فقہ اور اصول حدیث کے علوم وفنون تدوین کئے ہیں اور وہ مسائل و بحاث اسی دائرہ میں آجاتے ہیں، الغرض دین کے احکام تین قسم کے ہیں۔

① احکام منصوصہ قطعیہ۔

② احکام اجتہادیہ ظنیہ۔

③ احکام اجتہادیہ ظنیہ۔

پہلی دو قسموں میں جدید اجتہاد کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، تیسری قسم میں بھی اجتہاد کی ضرورت نہیں سمجھتے البتہ اتنی گنجائش ہے کہ مذاہب فقہ میں راجح دشوار کی ہے اور امت محمدیہ واقعی تیسیر وتسہیل کی محتاج ہے اور علماء بھی صحیح وواقعی ہیں بھلی دلی دنیاں نہیں ہیں تو دوسرے مذاہب پر عمل کرنے و فتوی دینے کی گنجائش ہوئی اور ضرورت کس درجہ میں ہے اور ہے بھی یا نہیں؟ یہ سب امور علماء وفقہاء کی جماعت طے کرے گی۔

چوتھی قسم مسائل کی وہ ہے جو جدید تمدن نے پیدا کئے ہیں اور جو بتدریج ترقی کے ذخیرہ میں اس کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ ان مسائل میں ان جدید مقتضیوں کو پورا کرنا اور ان مشکلات کو حل کرنا دور حاضر کے علماء کا فریضہ ہے یعنی یہ کہ وہ ان مسائل کا قیاس واجتہاد سے قدیم ذخیرہ کی روشنی میں فیصلہ کریں، ان علماء میں حسب ذیل شرائط ہوں:

① اخلاص ② تقوی ③ قرآن وحدیث وفقہ اسلامی میں مہارت وبصیرت

④ وقت نظر وذکاوت ⑤ جدید مشکلات کے سمجھنے کی اہلیت۔

ان صفات کے ساتھ کسی فیصلہ کا دیا جانا بلکہ ان صفات پر متصف جماعت کا دوران نے فیصلہ سے مسائل حاضرہ حل کئے جائیں اہم حال قرآن کریم حجت ہے، احادیث نبویہ اور سنت نبویہ دین کی اہم بنیاد ہے، تعامل علماء امت واجماع امت شرعی حجت ہیں، فقہاء کرام کے اجتہادی مسائل واجب العمل ہیں، خلاصہ یہ ہے جو شخص یہ دعوی کرے کہ اجتہاد جدید کی ضرورت ہے یعنی سارا دین اسلام کا قدیم ذخیرہ جس کو جدید دماغ نہیں سمجھ سکتا یہ جانے دیا منصوص اجماعی متفق علیہ مسائل کو ازسر نو زیر بحث لایا جائے اور قانون اسلامی کے مستقر مسائل سے

خلاصی کی راہ ڈھونڈ نکالیں اور یہ سب کچھ صرف اس لئے کہ عصر حاضر کی خواہشات و تقاضے مذہبی نصوص سے پورے نہیں ہوتے۔ اگر کوئی صاحب یہ خیال قائم کریں تو کتنا غلط اور غیر واقعی خیال ہوگا۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم۔ بہر حال میرا یہ منشا قطعاً نہیں کہ فیصلہ شدہ مسائل جو عہد نبوت سے آج تک مسلمہ ہیں اور امت محمدیہ ان پر عمل پیرا ہے خواہ قرآن کریم کی تصریحات سے ہیں یا احادیث نبویہ میں فیصلہ شدہ ہیں یا فقہاء امت نے طے کر لئے ہیں، ان میں ترمیم کی گنجائش ہے یا تبدیل کا امکان! یہ سب قرن مراتب کے باوجود اصلی حیثیت سے سب کے لئے واجب الاطاعت ہیں۔

ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب ڈائریکٹر مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی کراچی نے اپنی تائید میں میرا جو حوالہ پیش کیا ہے مجھے اس پر تعجب ہے۔ ڈاکٹر صاحب بینک کے سود کو جائز قرار دیتے ہیں اور موجودہ معاشرے کے لئے بے حد ضروری خیال کرتے ہیں حالانکہ سود کے جملہ اقسام کی حرمت دین اسلام کا مسلمہ قانون ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے کہ علماء امت دوبارہ اس مسئلہ پر غور کر کے ان کی تائید و تصدیق کر دیں گے۔ حالانکہ ڈاکٹر صاحب کے خیال کا دار و مدار ہی اس حقیقت پر ہے کہ انہوں نے حرمت ربا کی احادیث نبویہ کو قطعاً نظر انداز کر دیا ہے اور حضرت رحمت عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور قرآن دانی اور منصب نبوت سے سراسر ناواقفیت کا ثبوت دیا ہے، نیز قرآن فہمی کے لئے جن علوم عربیت اور علوم بلاغت اور اصول فقہ کے مسلمہ قواعد و اصول کی ضرورت تھی یہ مضمون لکھ کر انہوں نے اپنی ناواقفیت کا ثبوت بہم پہنچایا ہے جس کی تفصیل و تحقیق ڈاکٹر صاحب ہی کی تعلیم تلمذ کے پیش نظر عنقریب پیش کی جائے گی اور ان کی جدید تحقیق کا تجزیہ کر کے دکھلایا جائے گا کہ ڈاکٹر صاحب سنت نبویہ اور سنت جاہلیہ کے حدود بھی متعین نہ کر سکے۔ ڈاکٹر صاحب احادیث نبویہ کو ایک حدیثی تحریک کی حیثیت ہی سے جانتے ہیں جو بعد کی پیداوار ہے، وہ اس کی تشریعی حیثیت کے بالکل منکر ہیں۔

ڈاکٹر صاحب "مجلہ فکر و نظر" میں جو اپنے مضامین شائع فرما رہے ہیں ان سے یہ خط واضح ہو گیا ہے کہ ان کی اصول موضوعہ کے پیش نظر دین اسلامی کے اساسی مسائل سب زیر بحث آ سکتے ہیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، شراب، زنا، سود سب میں تاویل و تحریف کر کے اچھا خاصا اسلام کا جدید ایڈیشن تیار ہو سکتا ہے، اور شاید جدید معاشرے کے لئے یا اسلام کے جدید ایڈیشن کی تیاری کی تدبیر ہو رہی ہے۔ قرآن کریم سے متن کی تشریح کے لئے اگر تعلیمات نبوت سے روشنی حاصل نہ کی جائے تو پورے کفر کا دوسرا نام اسلام ہو سکتا ہے، جیسا کہ قادیانی تحت اور دوسرے مرحد و باطنیہ کرتے رہے، پھر مستشرقین پر دیز کرتے رہے اور یہی کام خاکسار تحریک کے بانی نے کیا۔ کیونکہ خاکسار تحریک کی بنیاد بھی اسی انکار حدیث پر تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بحیثیت امیر کے مانتے تھے نہ بحیثیت نبوت، اس لئے ان کے نزدیک وفات کے بعد پیغمبر کے اقوال واجب الاطاعت نہیں رہتے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

آنحضرتؐ اساسی طور پر بنی نوع انسان کے اخلاقی مصلح تھے، وقتاً فوقتاً کچھ انفرادی فیصلوں کو چھوڑ کر جن کی حیثیت محض ہنگامی واقعات کی ہوتی تھی، آپ نے اسلام کی ترقی کی لئے بہت ہی کم عام قانون سازی کی طرف توجہ فرمائی ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی اسلامی تعلیمات کا بہت تھوڑا سا حصہ ہے جس کا تعلق عام قانون سازی سے ہے اتنا۔''

ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے:

''آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) جو وقت وفات تک اہل مکہ اور عرب کی اخلاقی اصلاح کی شدید جدوجہد میں مصروف اور اپنی قومی ریاست کی تنظیم میں مشغول رہے، ان کو اتنا وقت ہی نہ مل سکتا تھا [illegible] جزئیات کے لئے قوانین مرتب فرماتے''۔

ڈاکٹر صاحب کی تحقیق ہے:

''کہ اوقات نماز اور ان کی جزئیات کے بارے میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے امت کے لئے کوئی غیر لچکدار اور جامد انداز نہیں چھوڑا، یعنی لچکدار انداز چھوڑا''۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی تائید میں اپنے فہم کے مطابق موطا مالک کی پہلی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں صراحۃً پانچ نمازیں آپ نے پڑھی ہیں، لیکن اس میں راوی نے پانچ اوقات کی تصریح نہیں کی حالانکہ دوسری روایات میں ان پانچ وقتوں کی تصریح بھی آ گئی ہے، جہاں تک ڈاکٹر صاحب کی نگاہ نہیں پہنچی، بلکہ خود اسی روایت میں وقت الصلوٰۃ کا ذکر ہے، آگے خود موطا مالک ہی میں فجر، عصر، ظہر، مغرب، عشاء سب ہی اوقات کی احادیث موجود ہیں، لیکن ڈاکٹر صاحب کی تحقیق ملاحظہ ہو:

''بعد ازاں حدیث میں جب کبھی نماز پر زور دیا جاتا ہے تو ''صلوٰۃ'' کے ساتھ **"علی میقاتھا"** بھی شامل کر دیا جاتا ہے، یعنی نماز اپنے صحیح وقت میں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نمازوں کے لئے ایک معیاری وقت قائم کرنے کی مہم چلائی گئی۔'' (مجلہ فکر و نظر شمارہ نمبر: ۱ جلد نمبر: ۱)

دیکھا آپ نے کس صفائی کے ساتھ اب اعتراض فرمایا گیا کہ پانچ نمازیں بعد کی پیداوار ہیں، گویا نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ نمازیں پانچ اوقات میں پڑھی ہیں، نہ حکم دیا ہے، اللہ اللہ! جب ڈاکٹر صاحب کی تحقیقات یہاں تک بے نقاب ہو کر آ گئیں تو آئندہ کیا توقع رکھی جا سکتی ہے:

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

ڈاکٹر صاحب نے ''مجلہ فکر و نظر'' کے تین اعداد و شمار میں تقریباً ستر صفحات کا جو مضمون تحریر فرمایا ہے وہ سب اسی انداز کا ہے، اس سے چند جملے بلا تبصرے کے پیش کئے گئے تاکہ ناظرین مفصل تبصرے کے انتظار میں

زیادہ وزنت نہ ملا ہیں ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کافی عرصہ تک یہ بار اٹھائے رکھا۔ بھی تھی جب وہ اپنے موصوف نے چھوڑ دی تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب سے برداشت نہیں ہو سکی اور کہتے ہیں ان پر کوئی بوجھ اللہ ہے، یہ ہے پاکستان کا مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی! شاباش ہے ادارہ تحقیقات اسلامی! تو ایک پرویزی ہی مرغیہ خوانی کر رہے تھے یہ معلوم تھا یہ ادارہ خود ہی مرغ بن گیا ہے

والله اعلم بالصواب

اللہ تعالیٰ امت محمدیہ ﷺ کو ان کی دسیسہ کاریوں سے محفوظ فرمائے اور اپنے دین کی خدمت کے لئے کوئی بھی سامان فرمائے۔ وما ذلك على الله بعزيز۔

۲۷ رجب ۱۳۸۳ھ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی میں کی ہوئی
عالمانہ بطور کی تقریر کی تخلیص

تمہید

مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی کا یہ ہے نظر مذہب سے تابع ہونا معلوم ہوتا ہے ادارے کے ڈائرکٹر فضل الرحمن صاحب نے قسم سے جو مضمون شائع ہوا تھا اس سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے بنیادی مطالبات میں کتاب و سنت کی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس میں کتاب و سنت یا اجماع امت کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ اسلام کے بنیادی اور ضروری مسائل کی من مانی تعبیر کی جا رہی ہے۔ ڈائرکٹر صاحب نے جن شرائط میں ۹۳ فیصد عوام پر یہ مضمون چسپاں ہوا ہے جس سے ان کی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کتاب و سنت کی تعبیر میں وہ کس قدر آزاد خیال واقع ہوئے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے ادارہ تحقیقات میں مشترکین کی تعلیمات کس طرح پروان چڑھ رہی ہیں اور مذہبی اسلام پر مذہبی عمل کی شان سے بابت ان کی عقیدہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کوشش نے ملک کے اسلامی مسائل بلکہ اسلامی شعائر کی تحریف کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس مضمون میں جن خیالات کا اظہار کیا اور عزم کیا ہے آئندہ چل کر ان کی تردید کی جائے گی۔

رفیق ادارہ جناب مولانا محمد اویس صاحب نے ان تمام خیالات کا جائزہ لیا اور ڈائرکٹر فضل الرحمن صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ وہ بھی تصدیق کر دیں کہ ہمیں ہے اور اس تصدیق کے بعد وہ چند باتیں لکھتے ہیں۔ ڈائرکٹر صاحب موصوف نے اس خط کو دیکھنے کے بعد خواہش کی کہ پہلے ایک ملاقات ہو جائے تو بہتر ہے۔ چنانچہ اگلے روز ایک ملاقات کے پانچ میں میں راقم الحروف اور ڈائرکٹر صاحب کا تبادلہ خیال ہوا

[illegible] ڈاکٹر صاحب نے پڑھا مولانا محمد [illegible] صاحب اور فکر و نظر کے ایڈیٹر فاطمی بھی موجود ہوں گے میں صرف یہ کہنے کی خواہش کو برابر راست موقع ملا اور غنیمت سمجھا یہ مجلس تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہی۔ یہ پہلی پبلک مجلس تھی اس کی تفصیلات شائع کرنے کی اس وقت حاجت نہیں۔ البتہ اتنا کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ ڈاکٹر صاحب نے جو سوالات کئے تھے ڈاکٹر صاحب نے جو جوابات دیئے اور وجوہات موصوف کے دل کی صحیح ترجمانی ہے تو ان کی ذات کے متعلق تو شبہات ختم ہو جانے چاہئیں لیکن جہاں ان کی شخصیت کے بارے میں شبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے ان کے مضامین کے بارے میں شبہات کو دور کرنے کا کل اختیار کر لیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ بیان دیا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

الف: اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اس پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ آخرت پر یقین ہو۔ اللہ تعالیٰ کی صفت علم پر ایمان لانے کے بعد یوم جزا و سزا پر ایمان لانا ضروری ہے۔

ب: قرآن کلام اللہ تعالیٰ کا کلام ہے لفظاً معناً دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں۔

ج: قرآن مجید کے متعلق یہ بات صحیح نہیں ہے کہ صحابہ نے [illegible] یہ کہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوں کا یہ مطلب بتایا ہے۔

د: قرآن کریم کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریح و بیان کا حق دیا ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان دین اسلام کا جزو ہے۔

ہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیانات کا یہ حصہ دین میں محفوظ چلا آرہا ہے۔

و: آپ کے بیانات کا وہ حصہ امت کے سامنے جو صحیح سلسلہ نقل میں موجود ہے صحیح بخاری صحیح مسلم [illegible] وغیرہ میں آگیا ہے جن احادیث میں قیمتیں کمیاں کی گئی ہیں ان احادیث پر لکھے ہیں کہ شاید بعد میں ملائی گئی ہیں اس پر میں نے ان میں کہا کہ اگر ان احادیث کی صحیح توجیہات کی جائیں جن سے آپ کی تصدیق ہو گئی ہے تو پھر آپ کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے فرمایا وہ ہو سکتا ہے۔

ز: نبوت اللہ تعالیٰ کا ربانی عطیہ ہے اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا ہے ڈاکٹر صاحب سے کسی نے پوچھا نہیں۔

ح: واضح رہے کہ ڈاکٹر صاحب نے تفصیل کرنے کے بعد میں نے کہا کہ اب آپ سے بہت مفصل [illegible] سوالات کرنے کا حق ہے اور آپ اب ان کے مکلف ہیں کہ مجھے تفصیلی جواب دیں۔

ان کے بعد ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آپ اور سے میں ایک کتابچہ دیں جس میں دوسرے کے مذہب افراد موجود ہوں اور اپنے خیالات پیش کریں۔ میں نے اس خواہش کا احترام کیا اور دعوت قبول کی۔ اگلے روز ہر گروپ اور دوسرے پارٹی ممبر نے اس کتابچہ کا انتظار کیا جو ورکنگ پیپر کے طور پر کام کرنے کا تھا۔ انتظار کیا گیا۔

کچھ روز بعد ڈاکٹر صاحب کی طرف سے انگریزی میں اور ماہنامہ فکر و نظر میں ان کا خلاصہ جس انداز سے پیش کیا گیا اس

میں غلط فہمی کی گنجائش تھی کہ میں نے ادارے کے ساتھ خیر مقدم و تعاون کا اظہار کیا ہے اور ادارے کے موجودہ طرز عمل سے میں مطمئن ہوں مگر ماہنامہ "بینات" کے مطالعے سے بھی کسی قدر غلط فہمی کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ اس تقریر کا ریکارڈ ہم بھی ان سے حاصل کر کے اس کو شائع کریں تاکہ ناظرین کے سامنے تصویر کا صحیح رخ سامنے آئے اور غلط فہمی دور ہو۔ خطبہ کا مضمون یہ تھا:

ادارہ تحقیقات اسلامی کے اغراض و مقاصد کیا ہونے چاہئیں؟

نوٹ: تقریر چونکہ بہت طویل ہوئی تھی جب اس کو ٹیپ ریکارڈ سے مضامین کاغذ پر اتارا تو بعض مضامین خارج از سیاق سباق سائز سے متجاوز تھے اس لئے تلخیص ہی مناسب معلوم ہوئی۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه، أما بعد:

فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدة: ۳]

جناب صدر و معزز حضرات! مجھے اس وقت خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ آپ حضرات کے صدر محترم کی دعوت پر مجھے موقع مل رہا ہے کہ میں آپ کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کروں اور یہ حسن اتفاق ہے کہ ایک نئی و اتفاقی ملاقات میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں آپ حضرات کے سامنے اپنے خیالات ظاہر کروں۔ مجھے اس پر مسرت ہے کہ اس طرح مشاہدۂ گفتگو کرنے سے ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع مل جاتا ہے اس حیثیت سے اس اجتماع کو نہ صرف مفید بلکہ مبارک سمجھتا ہوں اور نیک فال سمجھتا ہوں۔

حضرات! اس نازک دور میں دین جس انداز سے خدمت کا محتاج ہے وہ محتاج بیان نہیں ضرورت ہے کہ ہم اپنی اپنی جگہ پر اللہ تعالیٰ نے جو اہلیت اور موقع جس کو دیا ہے وہ دین کی خدمت کرے اور دین کو فائدہ پہنچائے، اگر ہم اس طرح خدمت کریں گے تو دین کی یہ عمارت ہماری متفقہ کوششوں سے ایک خوشنما عمارت بن جائے گی جس کے ثمرات و برکات سے آئندہ نسل مستفید ہوگی اور ان کی تربیت کے لئے ایک ایسا ذخیرہ مہیا ہو جائے گا جو ہماری آخرت کے لئے مفید ہوگا۔

علماء و جدید تعلیم یافتہ حضرات کے اجتماع سے دینی مسائل کا حل

سوء اتفاق سے علماء حضرات اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کے درمیان اتنا وسیع خلیج حائل ہو گیا ہے کہ یہ خیال ہونے لگا کہ دونوں حضرات کا اجتماع ممکن ہی نہیں۔ یہ بالکل غلط ہے اور سوء تفاہم کا نتیجہ ہے۔ اگر اخلاص ہے اور مقصد صحیح ہے تو دونوں حضرات کے اجتماع سے آج کل صحیح خدمت دین کا موقع مل سکتا ہے اور بہت سے

مسائل کا صحیح حل نکل آئے گا۔

ادارۂ تحقیقات اسلامی کی غرض و غایت

ادارۂ تحقیقات اسلامی اس ملک میں قائم ہوا ہے، اس کے اغراض و مقاصد کیا ہونے چاہئیں؟ میں اس موضوع پر اپنے خیالات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ غرض و غایت متعین ہونے کے بعد ہی منزل مقصود تک پہنچنا آسان ہوگا اور اس کے بعد ہی یہ سمجھنے کا موقع ملے گا کہ جس راستہ کو ہم نے اختیار کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط اور اس راستے کو طے کرنے کے لئے کس قسم کے رفقاء اور کن معاونین کی ضرورت ہے۔ غرض غایت و غرض کے تعین کے بعد ہی رفقاء و سفر کا انتخاب اور طریق کار کی تعیین سے منزل مقصود تک رہنمائی ہوگی۔

آیۂ کریمہ جو میں نے تلاوت کی ہے درحقیقت یہی موضوع سخن ہے، ٹھیک ایک ہزار تین سو چوبیس برس قمری ذی الحجہ کا مہینہ تھا، عرفہ کا دن تھا، جمعہ کا مبارک دن تھا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا تیسواں برس تھا اور آپ کی حیات مقدسہ کا تریسٹھواں سال تھا، عصر کا وقت تھا، عرفات کا میدان تھا، سامعین کا ایک عظیم الشان مجمع ایک لاکھ کے لگ بھگ تھا، ایسا مجمع کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ مجمع کبھی جمع نہیں ہوا۔ آپ اپنی ناقہ قصواء پر سوار تھے اور ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرما رہے تھے جو نہ صرف اسلامی تاریخ میں بلکہ نسل انسانی کی تاریخ میں انتہائی مہتم بالشان تھا، جو آج بھی کائنات کے صفحات پر دست ربانی سے حروف سے لکھا ہوا ہے نسل آدم کی جس آخری تربیت کے عظیم مقصد کے لئے آپ کی بعثت ہوئی تھی اس کا آخری مرحلہ [illegible] یہ تکمیل تربیت کا بیڑا اٹھا چکے تھے آج اس کی تکمیل ہو رہی تھی، اس عظیم و جلیل موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور علیم و قدیر، عالم الغیب والشہادۃ کا خدائی اعلان ہوا کہ آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو ہر طرح کا کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا، یعنی اب قیامت تک کے لئے یہی دین رہے گا اور یہی آخری نعمت تھی جو تمہیں دی گئی۔

آیۂ کریمہ لفظ "دین" کی تشریح

دین نام ہے اس طریق کار کا جو نسل انسانی کی تربیت و تزکیۂ نفوس اور تعلق مع اللہ کے لئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک حق تعالیٰ نے آسمان سے بذریعہ وحی الٰہی سلسلہ جاری کیا ہے، حق تعالیٰ کی مرضیات کا اور اک عقل انسانی کے دائرہ سے بالاتر تھا، عقل کا دائرہ مشاہدات و مادیات و ظاہری کائنات تک محدود ہے، غیب و ماوراء الطبیعۃ کا دائرہ وہ عقل سے بالا تر تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے عقل کی رہنمائی کے لئے وحی و نبوت کا سلسلہ جاری فرمایا، درحقیقت عقل کی سرحد جہاں ختم ہوتی ہے وہیں سے نبوت کا دائرہ شروع ہوتا ہے۔

بہرحال مخلوق کا جو معاملہ خالق سے ہو گا اور خالق کی رہنمائی سے مخلوق کو ہونا چاہیے اس کا تعلق عقائد سے ہو، یا اعمال سے، اخلاق سے ہو یا معاملات سے، اس سب کا نام دین ہے۔ جو نظام نسل انسانی کے لئے اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے اس کا نام دین ہے۔ اسی حقیقت کے لئے قرآن کریم نے یہ تعبیر کی ہے۔ تفصیل میں جانے کی حاجت نہیں۔

''اسلام'' کی تشریح

عربی لغت میں اسلام کے معنی ہیں سونپنا، سپرد کرنا۔ یہاں یہ لفظ اس لئے لایا گیا ہے کہ جو شخص حلقہ بگوش اسلام ہو گیا اس نے اپنی جان و مال وقت اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ اب کبھی ان تین چیزوں میں سے کسی چیز کا مطالبہ ہو تو عذر نہ ہو گا۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے قرآن کریم میں متعدد آیتیں ہیں۔ ایک جامع آیت حسب ذیل ہے:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ [التوبۃ ۲۴]

صاف اعلان ہو گیا کہ باپ بیٹے، بیویاں، قبیلہ، مال، تجارت، مکانات، ان سب چیزوں کی محبت اللہ و رسول کی محبت میں حائل نہیں ہونا چاہئے۔ بوقت ضرورت ان سب کو اللہ و رسول کے لئے چھوڑنا چاہئے۔

اب یہ دین اسلام دین محمدی کا نام ہے۔ اس دین اسلام کو آخری قوت کہا گیا ہے اور اس کی تکمیل کا اعلان کیا گیا ہے۔ یہ عجیب و غریب آیت کریمہ ایک بشارت عظیمہ تھی جس کا اعلان بے نظیم الشان موقع پر کیا گیا۔ اس کی یاد ہر ہفتہ و ہر سال تازہ ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم محیط تھا۔ اس نے عہد ازل میں یہ بات موجود تھی کہ قیامت تک نئے آنے والے علوم میں یا کیا خرابیاں پیدا ہوں گی اور معاشرے کی اصلاح کس کس طرح ہو گی۔ اور حق تعالیٰ کی قدرت بھی کامل تھی کہ قیامت تک معاشرے میں پیدا ہونے والے امراض کے لئے ایک جامع ترین و کامل ترین نسخہ شفا اتارے۔ جب علم بھی محیط ہے اور قدرت بھی کامل ہے تو علم و قدرت کے مطابق دین اسلام جو آخری دین اس کائنات کے لئے تجویز ہوا اور نازل فرمایا، انسانی عقول و افکار و ادراکات سے بالاتر چیز ہے۔ اس لئے اس میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہ ترمیم و اضافہ کی کی۔ پھر قابل غور ہے کہ جس ہستی نے انسان کی تخلیق کی ہو اس کی نفسیات سے زیادہ واقف کون ہے؟ اس لئے قرآن کریم آخری ربانی پیغام ہدایت ہے جو نسل انسانی کو دیا گیا اور حضرت خاتم الانبیاء آخری رسول وہی ہیں جو قیامت تک کی امتوں و نسلوں کی رہنمائی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اب نہ کوئی اور کتاب آسمانی اور نہ کوئی

رسول کریم ﷺ پر دین اسلام مکمل اور مکمل ہو چکا ہے اس بات کو بھی سے بعد سارے ثبوت فراہم ہو چکے ہیں، یہ نظام چند عقول کی پیداوار نہیں جن کا دائرہ محدود ہے بلکہ یہ خاتم النبیین ﷺ کی طرف سے آیا ہے۔

قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ

قرآن کریم نے اس طرح ارشادات و ہدایات کا بیان فرمایا ہے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی اعلان کر دیا ہے کہ ایک سمجھنے سمجھانے والا بھی ساتھ ساتھ بھیجا جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور صاف صاف اعلان کر دیا کہ قرآن کی تعلیم [illegible] آیت [illegible] سمجھانے کا ذمہ دار [illegible] ہے اور [illegible] سمجھانے کا ذمہ دار نبی کریم ﷺ ہیں۔ اس طرح قرآن کریم میں ایک سے زیادہ آیتیں ایسی ہیں جن سے یہ مفہوم بالکل صاف ہو جاتا ہے اور اس کا قول اور عمل باقی نہیں رہتا۔ احادیث رسول ﷺ [illegible] کے صفحات پر جگمگاتا ہوا پیغام ثبوت ہے کہ کائنات نے کائنات پر حیات محمد ﷺ کا زمانے ثبت ہیں۔

دین اسلام کی علمی و عملی حفاظت

دین اسلام میں حق تعالیٰ کا منشا خدا کی زمین پر [illegible] قیامت تک محفوظ رہنا چاہیے اگر یہ محفوظ نہیں تو حق تعالیٰ کی حجت لوگوں پر پوری نہ ہوئی اس لئے ارشاد ہے: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر: ۹) دیکھئے کہ [illegible] قانون کا مسودہ تیار ہوا اس سے الفاظ جس ترتیب و مضمون سے محفوظ ہوئے، یعنی الفاظ جیسے ہیں اور جس کا یہ مطلب نکلتا ہے اور اس کا مفہوم و مطلب کا [illegible] کی حفاظت ہے معنی ہے اب تو ظاہر ہو گیا ہوگا کہ اس کے الفاظ و معنی صد درجہ محفوظ ہیں۔ قرآن کریم کے مقاصد و حصہ [illegible] رسالت اللہ علیہ وسلم [illegible] نبوت سے [illegible] ثبوت سے پہلے طور پر محفوظ ہوئے [illegible] اسلام [illegible] وغیرہ وغیرہ قرآنی [illegible] ہیں [illegible] محفوظ کر دیئے گئے [illegible] علمی اعتبار سے دین اسلام [illegible] ہے [illegible] قیامت تک محفوظ رہے گا اور [illegible] اس ایک [illegible] قیامت تک [illegible] سے [illegible] دین اسلام [illegible] پورے خدوخال کی حفاظت کرے گی اور ان [illegible] دین اسلام [illegible] کے [illegible] عہد نبوت کے بعد عہد خلافت راشدہ نے ہر لحاظ سے دین کی علمی و عملی حفاظت کی ہدایت کے [illegible] میں اسلام کی [illegible] اور [illegible] باقی ہے [illegible] کسی [illegible] کسی زندیق [illegible] قدرت نہ ہوئی کہ دین کے [illegible]

اسلامی مسائل میں کوئی تحریف کرے اور وہ چل جائے اور امت خائف رہے، آج تک الحمدللہ دین اسلام کا چہرہ نکھرا صحیح وسالم شکل میں موجود ہے، فرق صرف مناسب وقت پہلے صحیح عمل کرنے والے بہت تھے اور اب تھوڑے ہیں، بہر حال موجودہ دور میں اسلامی تصنیفات، اسلامی ادارے، دینی مدارس، دینی انجمنیں یہ سب درحقیقت دین اسلام کی حفاظت کی تدبیریں ہیں، اس لئے صفائی سے عرض کرتا ہوں کہ آپ کے "ادارہ مرکز تحقیقات اسلام" کا موضوع بھی یہی ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی آخری نعمت دین اسلام جس صورت میں آیا تھا ہم اس کی پوری حفاظت کریں، اگر آئندہ نسلوں کے لئے ہم نے اس نعمت کی حفاظت کی اور ہمارے ذریعہ سے یہ نعمت محفوظ ہوجائے تو ہماری کتنی بڑی سعادت ہوگی اور ہمارا منصب کتنا اونچا ہوگا، اگر ہماری خلوص سے اسلامستان کے باشندگان کی جان ومال وآبرو کی حفاظت فرض ہے، ہماری سرزمین، ہماری سرحدوں کی حفاظت فرض ہے، حکومت اپنی فوج، پولیس اور اپنے وسائل کے ذریعے اربوں روپیہ اس پر خرچ کرتی ہے اور اس مادی نظام کی حفاظت کرتی ہے جس سے ہمارا مختصر محدود تعلق ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے دین کی حفاظت نہ کرے جو ہمارا روحانی نظام ہے اور جس کے ذریعہ ہم غیر محدود ابدالآباد کی نعمتوں سے مالا مال ہوں گے، آپ کے "ادارہ تحقیقات اسلام" کا اصلی مقصد تو یہی ہونا چاہئے کہ وہ صحیح معنی میں "وانا له لحافظون" کی عملی تفسیر بنے، اس طولانی تمہید کے بعد اب میں ان نقطوں کو واضح کرنا چاہتا ہوں جو آپ کے ادارے کے لئے عملی خطوط ہوں۔

[ربیع الاول ۱۳۸۴ھ]

"مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامیہ" کے بنیادی مقاصد کیا ہونے چاہئیں؟

ادارہ تحقیقات اسلامیہ کے لئے دو اساسی اصول ہونے چاہئیں ① اسلامی عقائد اور ② اسلام کی حقانیت کے لئے عصر حاضر میں قدرت کاملہ نے جو سائنس کے ذریعہ تحقیقات کرائی ہیں ان سے استفادہ کے لئے کمر کمر باندھ لیا جائے، واللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا تقاضہ ہے کہ معجزات نبوت ورسالت کا دور ختم ہوجائے، یہ تھا نہ یہ نبوت کا دور ہوسکتا تھا نہ نبوت کے معجزات ظاہر ہوسکتے تھے، لیکن چونکہ اسلام دین قیامت تک کے لئے ہے اس لئے اس نے قدرت نے طبیعیات کونیات الخ کے مطالعہ کے ذریعہ ایسے مواد فراہم کردیئے ہیں جن سے ہر منصف حکیم وقت اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات وممکنات کے اعتقاد پر مجبور ہوجائے، اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کائنات کے خیر العقول نظام میں اس نے اتقن وتدبیر بالتصرف کے ساتھ وحدہ لاشریک معلوم کرنے سے اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہوجائے اور قیامت کے روز انکار کی گنجائش نہ رہے۔

جدید علم کلام

درحقیقت جدید علم کلام ہی اس طریقہ فکر کا نام ہے کہ نظام کائنات کے حقائق سے اصول اسلام کی تائید و تصدیق کا سامان مہیا کیا جائے۔ قرآن کریم نے اسی انداز میں فکر انسانی کو دعوت غور و فکر دی ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے اپنی کتاب "حجۃ الاسلام" اور "سراج الوہاج شرح مجتبائی" پر اور "الاقتصاد فی الاعتقاد" اور "قبلہ نما" اور "تقریر دلپذیر" اور "مکتوب قاسم العلوم" میں اس جدید علم کلام کی بنیاد رکھی ہے اور سلطان عبدالحمید خان کے عہد کے سب سے بڑے محقق عالم شیخ حسین بحر طرابلسی نے "الرسالۃ الحمیدیۃ" میں جدید علم کلام کی دعوت دی ہے اور ان کے معاصر شیخ عبداللہ ندیم الجسر مفتی طرابلس نے "قصۃ الایمان بین الفلسفۃ والعلم والقرآن" میں اسی موضوع کو اختیار کیا ہے (۱)۔ میرا یہ مقصد نہیں کہ ایسے جدید فکریات جو اب تک زیر بحث ہیں اور قطعیت کے درجہ تک نہیں پہنچے ہیں ان پر بیان لاکر قرآنی حقائق اور اسلامی اصول و عقائد میں غور و تاویل کرکے تحریف کا راستہ نکالا جائے۔ جدید سائنس نے قطعی اصول و تحقیقات کی روشنی میں دین اسلامی کے قطعی حقائق کی تصدیق کا راستہ نکالا ہے اور یہ وہ طریقہ رہا ہے جو اسلام و حقیقت سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں جیسے آج کل بہت سے مدعی تحقیق غیر شعوری طور پر اس خود میں مبتلا ہو چکے ہیں یہ بحث تفصیل کی محتاج ہے یہاں اشارہ کافی ہوگا۔

غرض پہلا بنیادی نقطہ یہ ہونا چاہئے کہ سائنس اور طبیعیات کی تحقیقات کی صحیح معلومات کے ذریعہ اصول اسلامی کی تصدیق و تائید کے دلائل و براہین کے جو کتابیں سائنس کا یہ اخیر یورپ کی زبانوں کے علاوہ عربی زبان میں بھی بہت کافی منتقل ہو چکا ہے اور عربی زبان بھی اس غرض کے لئے غنی زبان ہے۔ تمیں چالیس مستقل انسائیکلوپیڈیا عربی میں تالیف ہو چکی ہیں اور شاید ہی کوئی علم ایسا ہو کہ عربی زبان میں اس پر مواد نہ ملتا ہو چاہے مستقل تصنیف ہو یا ترجمہ ہو چکا ہو۔

عہد نبوت کے چند واقعات اور سائنس

عہد نبوت میں نبوت سے واقعات ایسے ملتے ہیں جو حقیقت حضرات رسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تھے اور صحابہ کرام نہیں کرتے تھے ان لئے کہ وہ ان واقعات کو مثل یورپ یا فلسفہ کی رو سے خلاف سمجھتے تھے لیکن آج سائنس کی ترقیات نے نہ صرف ان کا امکان ثابت کر دیا ہے بلکہ حقائق بن کر دنیا کی نگاہوں میں آگئے ہیں کچھ واقعات ایسے تھے کہ اسباب کے لحاظ سے وہ ممکن نہ تھے اور عقل انسانی کی رسائی سے بعد تھے

(۱) اس کا خلاصہ ہم نے عربی میں پیش کیا ہے۔

سیاب نے دائرے میں آ کے تو اب نجرات نہ رہے۔

مشاہدات کی دنیا میں ایک لمحے کے مجمع میں آپ اپنی معاذ اللہ میں خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں:
محسوس ہو رہا ہے کسی کو کوئی دقت محسوس نہیں ہو رہی ہے یا اس سے کوئی عجیب تر کیب واقعہ ہے جو حاضر کی دنیا میں
پیش آ رہے ہیں اس کی وہی تقریر آ کے مع مجمع میں ہوگی آج حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قیام کا وہی
مقام کا مجمع منتشر طور پر اپنے اپنے گھروں میں موجود ہے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قیام کا وہی
تھا وہاں آج کل مسجد بنائی گئی ہے وہ مسجد خیف کے نام سے مشہور ہے) خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں سب صحابہ
اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے اپنے اپنے گھروں میں پوری آواز سن رہے ہیں اس کو ریڈیو ٹیلی ویژن کہتے ہیں
ریڈیو اسٹیشن ہے یہ سب کچھ بغیر ان اسباب و آلات کے ہو رہا ہے جس کی ہمارے دین کی حدیث میں
اطلاع دی ہے:

"خطبنا رسول اللہ ﷺ ونحن بمنی ففتح اللہ عز وجل حتی کنا نسمع ما یقول
ونحن فی منازلنا فطفق یعلمهم مناسکهم حتی بلغ الجمار الخ.(۱)

آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حج کے مسائل تھے اور جس وقت مسائل بیان فرما رہے تھے اس وقت
اپنی اپنی قیام گاہوں میں یہ خطبہ سنتے تھے ہمیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آج ہماری قوت سماع بڑھا دی گئی ہے۔
اس حال یہ تو نبوت کا معجزہ تھا کہ غیر خارجی آلات مکبرہ کے بغیر مجمع جو میلوں میں پھیلا ہوا تھا اور
ہر شخص نے آپ کی آواز سن رہا تھا موجودہ ریڈیو نے کلام نبوی کے معجزہ میں اب یہ ترقی دی
ہے کہ ہم اپنے اپنے گھروں میں اپنی اپنی آواز پہنچا دیں۔

آپ اور بنیادی عقیدہ کا حل

یہ فلسفہ آزاد وحشی تھے اور یہ نظریہ تھا کہ وحشی دنیا میں آنے کے بعد وحشی ہو جاتا ہے اس نظریہ
کے اسلامی عقیدہ کا انسانی آوازیں سب محفوظ ہیں اور قیامت میں اللہ تعالیٰ جب چاہیں گے سنوا دیں گے
اس عقیدہ کے ساتھ جدید سائنس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ یہ آوازیں ہوا میں ہیں اور یہ ہوا سے ہوا میں
یا حرکات دماغ میں آنے کے بعد سب باقی رہتی ہیں اولیٰ پیرائے میں اولیٰ خرچ کی تعلیم کی
طویل تجربات نے اسلام کے عقائد و مسائل کو ثابت کر دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت پوری
کرنے کے لئے آج اس فلسفہ کے ذریعہ سے نظریات و مسائل و عقائد ثابت کر دیئے اس طرح اسلامی عقائد
کو ثابت کر دیا کہ اس کی تصدیق و تائید ہو گئی ﴿وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ﴾ [الاحزاب: ۲۵] فرق

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ، ص: ۲۷۰، ط: مجتبائی

سے کہ اتنا ہے کہ ان مخصوص آلات و وسائل کے ذریعے ان آوازوں کو محفوظ کرتا ہے اور رب العالمین خالق اسباب کے لئے ساری کائنات کے صفحات ریکارڈنگ کے وسائل ہیں، جلّت قدرتہ۔

عذاب قبر کے مسئلہ کا حل اور اس کی مثال

اسلامی عقائد میں ایک مسئلہ عذاب قبر کا ہے کہ انسان پر موت طاری ہونے کے بعد اور روح جدا ہونے کے بعد تکلیف و راحت کا احساس و شعور وادراک باقی رہ سکتا ہے اس مسئلہ سے زیادہ بعید از عقل اور کوئی مسئلہ نظر نہ ہوگا لیکن جدید فلاسفہ کی تحقیقات نے اس بعید من العقل مسئلہ کو بھی اتنا صاف کر دیا ہے کہ عقل حیران ہے، مسمریزم و علم روحانی کی تحقیقات و واقعات سے اس مشکل نے سہل و آسان بھی بنا دیا ہے، ڈاکٹر فریدوجدی مصری نے اپنی کتاب "دائرۃ المعارف" (انسائیکلوپیڈیا) ج ۱۰ ص ۷۰۳ میں ایک فرانسیسی ماہر مسمریزم و اس پر تجربہ کار ڈاکٹر [illegible] کا واقعہ لکھا ہے کہ ان کے پاس ایک مریض آیا، انہوں نے اس سے ایک شخص پر مسمریزم کا عمل توجہ کی راہ سے شروع کیا، وہ سونے لگا یہاں تک کہ معمول کی حرکت وغیرہ ختم ہو گئی جب دیر بند ہو گیا اور اس کو بہت آسائش ہوئی کہ شاید مر گیا، فوراً ایک دوسرے شخص پر عمل توجہ کیا تاکہ اس کے ذریعے سابق معمول کی حالت معلوم کر سکے، دوسرے معمول نے بتلایا کہ اس کی روح بدن سے فاصلے پر تھی ہے اور جس سے عمل کی آمد نہیں پہنچتی، وہ عمل اس کی تلاش میں روپیوں تک گیا، اس سے بالکل قریب پہنچ گیا، اس وقت دوسرے معمول نے کہا کہ اس وقت آپ کا ہاتھ اس کی پیٹھ پر ہے، ڈاکٹر نے ایک تنکا ہاتھ میں لے کر اس طرف ہوا میں ہلایا، فوراً اس معمول کی ناک سے اس تنکے کو ان کل آیا جہاں وہ روپیوں میں فاصلہ تھا۔

اس واقعہ سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی اس سے ایک قسم کا تعلق بدن سے رہتا ہے، یہ روح سے تعلق بدن متاثر ہوتا ہے، بیرونی دنیا کے لئے اس سے زیادہ واضح مثال یہ متعلق ہے، وہ یہ کہ آپ نے ٹیلیفون کا آلہ دیکھا ہے، اس تعلق مسئلہ کے لئے موجودہ جدید تحقیقات سے اور دلیل کی ضرورت نہیں، حق تعالیٰ نے جو خاصیت ٹیلیفون کے آلہ میں رکھی ہے، اس جدید معلومات سے بھی دلیل و ثبوت مل سکتے ہیں، یہ مقصد جدید علم کے تحصیل کنندگان میں سے علامہ محمد فرید وجدی نے ایک کتاب "الاسلام و الحضارۃ العربیۃ" حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی نے ایک کتاب "کفر ب الخاتم علی حدوث العالم" لکھی ہے، اس میں قدیم جدید طبعیات و الٰہیات سے دلائل دیئے ہیں لیکن وہ کتاب عربی میں ہے، ضرورت دقیق و مشکل ہے، اس میں ایک شعر اس مضمون کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام و اولیاء عظام کو جو معجزات دیئے ہیں وہ اس بات کی نظیر ہے کہ اللہ جس انسانی قالب کے اندر جس قسم کی قوت پیدا کرنے کا ارادہ فرما لیتے ہیں، اس سے کیسے کیسے مادی و تمدنی ترقیات کا پیش خیمہ بنا دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

وقد قيل ان المعجزات تقدم

بما يرتقي فيه الخليقة في مدى

عصر حاضر میں اس طرح ہم اسلام کی بڑی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

نیز قدیم متکلمین کے بعض نظریات جو فلسفہ ارسطو کے خلاف تھے یا اشاعرہ کے بعض مسائل جو معتزلہ کے خلاف تھے، آج نئی تحقیقات نے ان کی تصدیق کردی، اور ایک مستمر نزاع وجدال کا سلسلہ جو عرصہ سے جاری تھا آج مشاہدات کی روشنی میں حل ہوگیا، حضرت رسالت پناہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا واقعہ، حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہوائی تخت کا مسئلہ، جدید ترقیات وسائنس کے کارناموں نے اس کا امکان پیدا کردیا ہے، امکان کے بغیر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کا قطعی ہونا ایک مومن کے لئے کافی ہے۔

متکلمین نے تو لکھا تھا کہ روح انسانی کا تعلق بدن کے ساتھ پانچ طرح کا ہوتا ہے:

① حالت جنین، جبکہ شکم مادر میں ہو ② ولادت کے بعد، حالت بیداری ③ حالت نیند ④ موت کے بعد برزخی دور میں ⑤ مرنے کے بعد کی زندگی، جیسا کہ حافظ ابن القیم نے کتاب الروح میں اور ان کے علاوہ دیگر محققین نے لکھا ہے۔ نمبر ۴ تعلق کے اثبات کے لئے سابق فرانس کے عالم مسمریزم کے واقعہ نے بات صاف کردی۔

کسوف شمس (سورج گرہن) کے بارے میں قدیم سے یہ سوال چلا آیا ہے کہ یہ حسابی معاملہ ہے، کائنات میں یہ واقعہ ہمیشہ ہوتا رہتا ہے، جب کرہ قمر زمین وسورج کے درمیان حائل ہوتا ہے، یہ صورت نمایاں ہوتی ہے، اب احادیث نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پریشان ہوتے تھے نماز پڑھا کرتے تھے، نماز پڑھنے کا حکم دیا کرتے، خیرات وصدقات کا حکم دیا کرتے، اور اس نازک وقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے، دعا وزاری میں مشغول ہونے کا حکم دیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ، اس کی کیا وجہ ہے؟ لیکن جدید طبعیات کے نظام نے قطعی طور پر ثابت کردیا ہے کہ یہ وقت نظام عالم کے لئے خطرناک وقت ہوتا ہے، سورج میں جاذبیت کا نظم ہے اور زمین میں بھی کشش موجود ہے اور خطرہ ہوتا ہے کہ چاند کا کرہ درمیان میں زمین سے ٹکرا کر پاش پاش ہوجائے۔ الغرض یہ وقت انتہائی خطرناک ہوتا ہے، ایسے وقت پریشانی کا ہونا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ایک فطری تقاضا ہے اور بالکل قرین عقل ہے، اسی لئے تو نیوٹن کہتا ہے کہ کواکب کی حرکات حالیہ ممکن نہیں کہ عام قوت جاذبہ کے فعل کا نتیجہ ہوں، یہ قوت جاذبہ تو کواکب کو شمس کی طرف دھکیلتی ہے، اس لئے کواکب کو سورج کے گرد حرکت دینے والا ضروری ہے کوئی خدائی ہاتھ، وجود وقوت جاذبہ کی عام کشش کے ان کو اپنے اپنے مدارات پر قائم رکھ سکے، کوئی طبعی سبب ایسا نہیں بتلایا جاسکتا جس نے تمام کواکب کو کھلی فضا میں چکر کر بند کردیا ہے کہ وہ سورج کے گرد چکر لگاتے رہیں اور معین مدارات پر ایک خاص جہت میں حرکت کریں اور کبھی اس کے خلاف نہ ہو۔ میں تو سمجھ رہا ہوں کہ اللہ

تعالیٰ ان سائنسدانوں پر اپنی حجت پوری کر رہا ہے تاکہ قیامت کے روز یہ نہ کہیں کہ عقل ان باتوں کو برداشت نہیں کر سکتی تھی اور معجزات کا دور گذر چکا تھا۔ انبیاء کا زمانہ ختم ہو چکا تھا، گویا اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اپنے بعض معجزے ان ہی سائنسدانوں کے ذریعہ دکھلائے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی حجت قاہرہ اور سلطان قاہر کا مشاہدہ کریں، انکار کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ الغرض وقت کا ایک اہم کارنامہ یہ ہوگا کہ جدید تحقیقات و نظریات سے اسلام کے اساسی عقائد و مسائل کے دلائل و شواہد فراہم کی جائیں۔ یہ کہ اسلام کے عقائد کی تائید کی جدید نظریات سے کی جائے یا کسی سائنسدان نے کچھ کہا یا اس نے قبل کہا اس کی تحقیق کی جائے یا وہ پہلے ثبوت کو پہنچے اسلامی عقائد میں تحریف و تاویل و انکار کے راستے تلاش کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جن حقائق و کونیات کو بیان فرمایا ہے وہ قطعی و یقینی ہیں، چاہے ہم انہیں سمجھیں یا نہ سمجھیں، اللہ کے کلام کی حقانیت کی تائید و تصدیق انسانی عقول و ادراکات سے بالاتر ہے۔ مقصد صرف اتنا ہے کہ کوئی شخص جو جدید سائنس پر یقین رکھتا ہو قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منحرف ہو رہی ہے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کوئی سامان مہیا کیا جائے۔ خلاصہ یہ کہ ایک کام تو یہ ہوگا کہ ادارہ تحقیقات اسلامیہ اس انداز سے دین اسلام کی خدمت کا ارادہ کرے اور اپنے مقاصد میں اس کو شامل کرے اور تحقیقات اسلامیہ کا یہ ایک اصولی نقطہ ہوگا۔

فقہ اسلامی کی جدید تدوین

دوسرا مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ فقہ اسلامی کی تدوین جدید ہے۔ فقہ علم شریعت کا وہ علم ہے جس کا تعلق ہماری زندگی کے ہر شعبے سے ہے، خواہ وہ عبادات ہوں یا معاملات، عقوبات ہوں یا معاہدات، حدود ہوں یا تعزیرات۔ جدید تمدن و تہذیب نے زندگی کے ہر شعبے میں نئے نئے مسائل پیدا کر دیئے ہیں، علماء امت کے ذمہ اب یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ قرآن کریم اور سنت نبویہ اور احادیث نبویہ اور فقہ امت کی مدون کردہ فقہ کی روشنی میں جدید مسائل کا حل تلاش کریں۔ عبادات سے میری مراد وہ جدید مسائل ہیں جو نماز، روزہ، حج تقریباً ہر عبادت میں نئے نئے سوالات کے ساتھ پیدا ہو گئے ہیں۔ نماز ایک شخص نے صحیح وقت میں پڑھ لیتا ہے اور جیٹ طیارے میں ایسے ایسے ملک میں پہنچ جاتا ہے کہ ابھی نماز کا وقت داخل نہیں ہوا کیا یہ نماز دوبارہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ نماز کا وقت آ گیا ہوائی جہاز میں نماز ہو رہی ہے، جہاں ہوائی جہاز پہنچے گا یا اترے گا نماز قضا ہو جائے گی یہ نماز ہوائی جہاز میں پڑھی جائے گی یا قضا کی جائے گی؟ عید کی نماز ہوائی جہاز میں پڑھی یا کسی ایسے ملک میں آ گئے جہاں عید رمضان ہوتی ہے، یہ مثلاً ایسی ملک میں ماہ رمضان شروع ہوا ہے ہوں کے حساب سے روزہ شروع ہوا ہے دوسرے ملک میں پانچ جہاں دن بعد روزہ شروع ہوتا ہے اگر سابق ملک کا اتباع کرے گا تو ۲۸ روزے ہوں گے اور اگر آخری ملک کا اتباع کرے گا تو ۳۲ روزے رکھنے ہوں گے؟ حج کے بارے میں مثلاً میقات سے احرام باندھا جاتا ہے صحیح میقات

ذی حیات کا تعین مشکل ہو، ذی حیات کا مصرف ہونا واضح ہو، لیکن مختلف وجوہ آیت سے ہونا ثابت ہے، یا ہونا تو معلوم ہو لیکن کھانے کا مقصد تفریح ہے یا اور کوئی ایسا انگیشن جس سے بھوک اپنی ختم ہو جائے یا ایسا انگیشن جو مضر صحت ہو یا حرام ہو یا مضر ہو یا موجب کفارہ ہو، غیر ضروری ہو، الغرض زندگی کے ہر شعبے میں حتی کہ عبادات تک میں نئی نئی صورتیں پیدا ہو گئی ہیں اس تحمل خدمت سے متعلق ضابطہ دین اور صاف واضح تعلیمات کی مشکل ہی سے کوئی قول اقوال اطمینان صورت نکل سکے گی اور ہو بھی تو یہ انتظام ہونا یا نہ ہونا برابر ہوگی۔

مقصد یہ نہیں ہے کہ جدید معاشرے میں جو چیز قرآن نے جو صورت حال پیدا کر دی ہے اس کی خواہشات کی تسکین کے لئے نصوص تصریحیہ کے مقابلہ میں ترجیح دی جائے اور فیصلہ شدہ متفق مسائل پر جدید اجتہاد سے کام لے کر عملی جراحی شروع کی جائے۔ زنا و شراب، سود و قمار، قتل و غارت، بے حیائی و بے حیائی وغیرہ کے نصوص قطعیہ میں تو ترمیم کر کے دین اسلام کو مسخ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہ اسلام تو ایک مکمل آئین زندگی ہے جو اپنے خاص اصول پر ایک معاشرے کی تشکیل کرتا ہے جس میں اللہ و رسول کی اطاعت اس کا سرمایہ عبادت، نجات اور آخرت پر ایمان ہونا اس داخلی واردات قلبی سے پیدا ہونے والے تعلق سے یہ تعلق جو مخلوق خدا پر رحم، ایک انسان کی جان اور اس کی مال و آبرو اس کے حقوق ہونے پر اسلام امن و تمدن کے پیغمبر اور آبرو بات انسانوں نے قرآنی نے ذریعہ مصنف نظام ہو چکا ہے اس پر ہم کہ ان دونوں کل متضاد خطوں میں ولی ورسولی، ستاد ہیں۔

ہیں کہاں امت اول کے مسلماں

سابق شعبہ میں اس کا تعلق انتہائی اصول دین سے ہونا اس شعبہ پر اس لحاظ سے اہم ہونا کہ اس کی حقیقی دلائل و براہین سے اسلام کی برتری ثابت کرے اور اسلام کے سماج کی ثابت سے ایک کامیاب جدید مصنف نظام کے جو کچھ خراب کو پیش کرے صحیح پاس سے ایک تو ہے ایک مانچہ ہو یا ایک تیز دھار پاس اس میں فٹ نہ ہو تو سانچے کا کیا قصور؟ آپ چاہیں نہ مانیں اسلام ہو ہی آخر بیان کر دیں کہ خواہشات نفس کا جدید نظام اس میں سما جائے تو اسلام کے ماتھے کا داغ ہو جائے گا۔ الغرض جدید تعلیم سے میری مراد یہ ہے کہ اسلام ایک مکمل دین و مذہب ہے جس میں نفس انسانی کے لئے صحیح تزکیہ و پاکیزگی کے طریقے اسلامی کے لازمی تقاضے ہیں ان کا تعلق مشکوک ہونے سے ہو آیات قرآنی و احادیث نبوی سے ہو یا ایسے مسائل ہوں جن میں انسانی عقل نے ترقی کر لی ہو ان سے کوئی تعلق نہ ہو آیات قرآنی و احادیث

[illegible] ہیں۔

نے اصول سے پیش نظر اور فقہ سابق کی روشنی میں آپ فیصلہ کریں اور اس کا حل تلاش کریں۔

تجارت وخرید وفروخت اجتماعی زندگی کے لئے ایسا ضروری شعبہ ہے کہ کوئی حکومت یا دولت اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتی اور ظاہر ہے کہ آج کے دور میں کوئی ملک دنیا کے ملکوں سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتا اور درآمد برآمد کے بغیر کوئی ملک زندہ نہیں رہ سکتا۔ بلکہ پوری دنیا میں عملاً سودی زندگی رائج ہے جس کی بنیاد سود پر ہے۔

لہٰذا آج کل کیسے چل سکتا ہے تو ہمیں غور کرنا ہوگا کہ ایسا نظام تجارت وغیرہ اور ایسے بینک قائم کریں جو سب کے چل سکے، چاہے وہ مضاربت کے اصول پر ہو یا شرکت کے قانون پر ہو۔ یہ ہم پر واضح ہے کہ ہم بینک کے سود کو جائز نہیں سمجھتے۔ یہ وہ سود نہیں جس کو اسلام نے حرام کیا ہے، اس کو تو سمجھتا ہوں کہ درحقیقت بینک کا سود بھی وہی لعنت ہے جس پر سرمایہ داری کی ساری عمارت کھڑی ہے اور یہی لعنت ہے جو پہلے رأس المال سے علیحدہ شخصیت واشتراکیت کا سبب بن رہی ہے۔ کیپیٹل ازم ہی کے راستے سے دنیا میں کمیونزم کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ اس سے طبقاتی تفاوت کہ ایک انسان نان شبینہ کے لئے محتاج رہے اور دوسرا اربوں کا مالک بن جائے۔ یہ سودی کاروبار کی وجہ سے ہے۔

سرمایہ داریت میں تفریق اور مساکین کے ساتھ ہمدردی وغمخواری کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے۔ دل کے دل میں بے رحمی وقساوت پیدا ہو جاتی ہے، انسانی اخلاق کی جگہ بہیمانہ زندگی جنم لیتی ہے اس کی وجہ سے پوری قوم اور ملک وملت کے سرمایہ دولت پر چند سرمایہ داروں کا قبضہ ہو جاتا ہے، اس لئے قرآن کریم نے اعلان شدید اعلان فرمایا کہ اگر تم سود دینا چھوڑ دو تو تم سے اللہ اور رسول اعلان جنگ کرتے ہیں۔ دنیا میں اور قومیں وارث ہو جاتی ہیں، وہ خود اور سرمایہ دار کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔ اس لئے حدیث میں آیا ہے کہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ کبھی نہیں بھر سکتا علم کا حریص اور مال کا حریص۔ آج اگر قرض حسنہ کی بنیاد پر معاشرے کی تشکیل ہو اور سودی نظام کو ختم کیا جائے تو کمیونزم واشتراکیت خود بخود ختم ہو جائے گی۔

الغرض جدید مدون فقہ میں اس پر غور کرنا ہوگا کہ موجودہ نظام تجارت کو سود سے لیتے پاک کیا جائے اور یہ کہ سود کی جو گنجائش لی جائے، اسلام کا مثالیہ ہے کہ دنیا کے سارے سودی کھاتوں کی بنیاد پر سودی نظام پر قائم ہو، جس میں اخلاق اور انسانی ہمدردی کی روح کارفرما ہو اور روحانی رابطہ اس مادی نظام سے کٹ کر تو اسلامی بینک ہو یا اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے دو بنیادی مقاصد ہونے چاہئیں۔ ۱۔ اسلام کے اصولی نظام کی تشریح ۲۔ آج کے نظام کی جدید تشکیل۔ یہ مقصد کے لئے صحیح موزوں افراد کا انتخاب کرنا ہوگا، ورنہ ناہلوں کو کام پر لگانے سے ظاہر ہے مصر کے مجمع البحوث الاسلامیہ میں جس صریح قدیم وجدید علماء کے اشتراک عمل سے کام ہو رہا ہے، میں بھی اسی انداز سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ ہمارے ملک میں دینی تعلیمات سے بالکل بے خبر ہے اس لئے کہ ہماری تعلیم کی بنیاد دین پر نہیں، مصر وشام جیسے بلاد میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ آخر سال تک جس تعلیم

بہرہ ور رہتا ہے اس کی بنیاد دین اسلام پر ہے، اس لئے دینی معلومات اور اسلامی تعلیمات سے بڑی حد تک باخبر رہتا ہے، آئندہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جا کر البتہ کسی شعبے کو اختیار کر لیتا ہے، لیکن دینی معلومات سے بقدر ضرورت واقفیت ہوتی ہے، افسوس کہ ہمارے ملک میں اب تک جو نظام تعلیم رائج ہے وہ بالکل اس سے مختلف ہے، اس لئے ہمارے قدیم طرز کے علماء اور جدید تعلیم یافتہ حضرات میں قدر مشترک مفقود ہے جس کی وجہ سے اختلاف کی خلیج زیادہ وسیع ہو گئی ہے۔

بہر حال ہمارے ملک میں بڑی ضرورت ہے کہ فقہ اسلامی کی جدید تدوین کے ذریعہ نو قرآن و سنت اور حضرت حق جل ذکرہٗ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے مطابق صالحین کے مورد شاشہ کی روشنی میں کی جائے، جدید پیدا شدہ مسائل کا حل تلاش کر کے فیصلہ کر دینا چاہیے تاکہ دین اسلام کا مضبوط اور حسین و جمیل قلعہ قیامت تک اعداء اور اغیار کے حملوں سے محفوظ رہے، مشکل سب سے بڑی یہ ہے کہ ہم یورپ کے جدید معاشی و اقتصادی نظام اور معاشرتی نظام کو پہلے ہی سے اپنا لیتے ہیں اور پھر چاہتے ہیں کہ جوں کا توں یہ پورا نظام اسلام کے اندر فٹ ہو جائے یہ کیسے ممکن ہے، اس لئے کہ جس معاشرے کی بنیاد میں نہ عفت ہو، نہ عصمت، نہ حیا ہو نہ شرم، نہ حلال و حرام کی تمیز ہو، مرد و عورت کا آزادانہ اختلاط ہو، کلبوں اور سینماؤں کی دنیا ہو، شراب و قمار کا مشغلہ زندگی کا جزء لاینفک بن چکا ہو، سودی کاروبار تجارت کا جزء ہو، اس کا اللہ تعالیٰ کے اس قانون سے کیونکر لگ سکتا ہے جہاں حیاء کو ایمان کا جزء بتلایا گیا ہو، غض بصر کا حکم ہو، شہوانی زندگی پر پابندی ہو، زنا و شراب پر درے مارنے کا حکم ہو، یا سنگسار کرنے کا قانون ہو، پردہ اور حجاب کا حکم ہو، مرد و عورت کے اختلاط کی ممانعت ہو، شہوت کی نگاہ کو مسموم تیر سے تشبیہ دی گئی ہو، الغرض جس معاشرے کے کمالات و تمدن کے طریقے وہاں جرائم ہوں، تعزیرات و حدود اس پر لگائے گئے ہوں دونوں میں کیسے مصالحت ہو سکتی ہے؟ اس لئے خدائے تعالیٰ کی اس آخری نعمت دین اسلام کے صالح نظام کی حفاظت جو امت کے ذمہ فرض ہے اگر آپ کا ادارہ جس کو مالی و مادی ہر طرح کے وسائل حاصل ہیں یہ خدمت انجام دے سکے تو دنیا میں بھی اس کی عزت ہوگی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی قبولیت کی خلعت سے سرفرازی ہوگی، نیز اس کی ضرورت ہے کہ ادارہ تحقیقات اسلامی موجودہ نظام تعلیم کی اصلاح کے لئے بھی قدم اٹھائے۔

اور میٹرک تک تعلیمی نظام میں تعلیمات اسلام کا اتنا حصہ آجائے کہ اگر آگے چل کر تعلیم دین نہ حاصل کر سکے تو تب بھی سچا پکا مسلمان رہ سکے، اس ادارے کے ڈائریکٹر کا پہلا فرض یہ ہے کہ صحیح مقاصد متعین کرنے کے بعد ادارے میں صالح و متقی، باکمال، مخلص و افراد کا تقرر کرے، جن میں ان مقاصد کی تکمیل کی پوری اہلیت اور جذبہ ہو، افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری گزر فرما حکومت نے ایک اعلیٰ ترین خدمت اور اونچے منصب کے لئے مشاورتی کونسل قائم کر دی لیکن جن افراد کا انتخاب اس میں کیا گیا ہے ان میں سے اکثر اس کی اہلیت سے عاری ہیں، بلکہ بعض تو وہ افراد ہیں کہ اسلامی نظام کے ساتھ ان کا علاقہ و رابطہ وہی ہے جو مستشرقین اعداء اسلام کا اسلام

کے ساتھ ہے، موجودہ وقت کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ اربابِ حکومت اور علماء امت میں کوئی رابطہ نہیں ہے، بلکہ جانبین میں بے اعتمادی بلکہ بداعتمادی کے خیالات جڑ پکڑ رہے ہیں۔ ادارہ تحقیقات اسلامی اس طرف بھی توجہ کرنی چاہیے کہ یہ فتنہ ختم ہو جائے نہ یہ کہ اس کی پرورش ہوتی رہے۔

آج دنیا اسلام کے محاسن سے فائدہ اٹھا رہی ہے لیکن مسلمان اس نعمت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں، یورپ والے اسلام کی ظاہری خوبیوں کی بدولت دنیا کی عزت و وجاہت سے متمتع ہو رہے ہیں، راست بازی، راست گوئی، معاملات کی صفائی، اجتماعی روح، انسانی ہمدردی وغیرہ وغیرہ جو اسلام کی تعلیمات تھیں، آج دنیا کی حیثیت سے یورپ والے اپنا رہے ہیں، اگر مسلمان اسلامی روح و جوہر کے ساتھ ان پر عمل کریں تو دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی ان کے ہمکنار ہوگی، مسلمان ان باتوں پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے اور آخرت کے تصور سے عمل کرتا ہے، غیر مسلم صرف دنیا کی حیثیت سے عمل کرتا ہے، ظاہری صورت اگرچہ یکساں ہے لیکن حقیقت میں بڑا فرق ہے حدیث میں آتا ہے:

"لا یبقی بیت و بر ولا مدر الا ادخله الله الاسلام بعز عزیز و ذل ذلیل"(۱)

یعنی کوئی آبادی متمدن و غیر متمدن ایسی نہیں رہے گی جہاں اسلام نہ پہنچے خواہ لوگ چاہیں یا نہ چاہیں۔

ہمارے حضرت شیخ الاسلام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری فرماتے تھے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی خوبیوں کو دیکھ کر دنیا کے مذاہب اپنے اپنے مذاہب کی اصلاح پر مجبور ہوں گے اور اسلام کے بہت سے محاسن اپنا میں گے، اس وقت کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ نئی نسل کو اسلام سے روشناس کرائیں اور اسلام کے محاسن ان کے سامنے لائیں، تاکہ اسلام سے ان کو محبت و تعلق پیدا ہو جائے، انہی مقاصد کے پیش نظر پاکستان کے حصول کی کوشش کی گئی تھی لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان اپنے نصب العین سے کتنا دور ہوتا چلا گیا، ہماری سب کی مشترکہ کوشش ہونی چاہیے کہ ملک دنیاوی قوت و شوکت کے ساتھ معنوی و روحانی طاقت سے بہرہ ور ہو، اور ظاہر و باطن ہر طرح پاکستان کی یہ خوشنما عمارت "تسر الناظرین" کا مصداق بن جائے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ فتنوں کا بڑا مورچہ ہے، اگر ذرا اخلاص سے کام کیا جائے تو بہت زیادہ ثمرات ظاہر ہوں گے، افسوس کہ مسلمانوں میں آج اخلاص، عزم، دیانت، امانت، تدین، محنت و جفاکشی جیسی بہترین خصوصیات جو مسلمانوں کے امتیازی نشان تھے ختم ہو رہے ہیں، ان اخلاق کی جگہ نفاق، خود غرضی، خیانت، بے ایمانی، راحت طلبی، آسانی جیسے مہلک امراض پیدا ہو گئے ہیں، اگر آپ کا یہ ادارہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کام کرے تو ہم ہر قسم کے تعاون کے لئے آمادہ ہیں، یہی تو ہماری زندگی کا نصب العین ہے اور اگر خدانخواستہ یہ ادارہ اسلام کی جڑ کاٹنے کی کوشش کرے تو ہم تعاون تو کیا جو بھی اس کے خلاف کر سکیں گے کریں گے، سچائی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہوتا ہے کہ جس مقصد کے

(۱) مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، الفصل الثالث ص: ۱۶، ط: قدیمی

لئے اس کا تعین ہو وہ اپنی جان قربان کردے، ایک خادم دین کے سامنے دین و مذہب جان و مال سے زیادہ عزیز ہونا چاہیے، بہر حال اس دین کی حفاظت ہمارا نصب العین ہے، اس نصب العین کی حفاظت کی خاطر ہم ہر قربانی کے لئے تیار ہیں:

"ہر چہ باداباد ما کشتی در آب انداختیم"

ہم بوریہ نشینوں کی مختصر زندگی ہے اس کے لئے زیادہ فکر کی ضرورت نہیں، جس وقت آپ کا، بتامہ، فکر و نظر، وجود میں آیا مضامین دیکھ کر بہت مایوسی ہوئی کہ خدا خیر کرے کہ ایک نیا فتنہ اور ظاہر ہوا ہے لیکن آج کی ان مجلسوں سے کچھ توقع ہوگئی ہے کہ شاید رخ صحیح ہو سکے۔

یہ چند باتیں تھیں جو صفائی کے ساتھ "الدین النصیحة" کے پیش نظر آپ حضرات سے عرض کر دیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں و اعمال دونوں کی اصلاح فرما کر اپنی مرضیات کی توفیق نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اس تقریر کے ختم کے بعد جناب ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب نے شکریہ ادا کیا اور یقین دلایا کہ ہم کوشش کریں گے کہ موزوں افراد کا انتخاب کریں، اور دراصل یہ کام علماء کا ہے کہ وہ فقہ اسلامی کی تدوین کریں اور جدید معاشرے کو بتائیں کہ یہ کام اس طرح چل سکے گا (۱)، ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں میں فرق نہیں پائیں گے۔

[ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ]

چند حقائق اور توجہ طلب باتیں

① ہر طبیعت، ہر مزاج، ہر عقل، ہر فکر کے لئے قدرت ازلیہ نے ایک محدود و معین معیار مقرر فرمادیا ہے، ہر چیز کی پرواز اسی حد تک ہوئی جو قدرت الٰہیہ نے ازل سے اس کے لئے ٹھیک ٹھیک اندازہ کے مطابق تجویز فرمادی۔ ذلك تقدیر العزیز العلیم۔

علی ہذا ہر فن اور ہر علم کا ایک خصوصی اثر ہے، پھر اس علم و فن کی کثرت و مزاولت اور استمرار کے ساتھ اس کے مطالعہ درس و تدریس کا بھی ایک خاص اثر ہے، اسی طرح ماحول کے اثرات، تربیت کے اثرات، معاشرت کے اثرات بھی مستقل خصائص رکھتے ہیں۔

ان گوناگوں عوامل کے ہوتے بہت مشکل ہے کہ ایک انسان جس کی طبیعت میں تاثر و انفعال کا خاصہ قدرت نے خلقۃً رکھا ہوا ہے بالکلیہ اپنے معاشرہ اور ماحول کے اثرات سے محفوظ رہ سکے، ہاں کبھی کبھی قدرت الٰہیہ

---

(۱) مقصد تو یہی ہے کہ آپ کا ادارہ اس مقصد کے لئے جید علماء کا انتخاب کرے اور یہ کام اپنی نگرانی میں ان سے کرائے، حضرات علماء کے پیش نظر تو عرصہ سے یہ کام ہے ہی لیکن وسائل کے نہ ہونے سے وہ اب تک اس کی تکمیل نہیں کر سکے ہیں۔

الٰہی قسم کی غیر معمولی اور خارق العادہ مثالی ہستیوں کو پیدا فرما کر ارادۂ الٰہی کے "فوق کل شیئ" ہونے کا اظہار فرماتی رہی ہے، اسی کا نام مظہر قدرت الٰہی کا معجزہ ہوتا ہے، اسی نظام اسباب و عادات کی جانب اشارہ کرنے کے لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"اذا سمعتم بجبل زال عن مکانه فصدقوه واذا سمعتم برجل زال عن خلقه فلا تصدقوه".(۱)

اگر تم سنو کہ کوئی پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو یہ ممکن ہے اس کی تصدیق کر سکتے ہو اور اگر تم سنو کہ کوئی شخص اپنی فطرت سے ہٹ گیا تو یہ ناممکن ہے اس کی تصدیق مت کرو۔

① اگر آپ یہ چاہیں کہ مادر زاد اندھا کو سرخ و سفید، کالے پیلے مختلف قسم کے رنگ و الوان کے باہمی امتیازات سمجھا دیں اور وہ سمجھ لے تو یہ ناممکن ہے، اس میں اس تمیز کی اہمیت ہی نہیں، اگر آپ چاہیں کہ "خشم" جس کی قوت شامہ (سونگھنے کی قوت) مفقود ہو، کو بدبو خوشبو اور گلاب، کیوڑہ، مس کی خوشبو کا فرق سمجھا دیں تو یہ ناممکن ہے، علیٰ ہذا القیاس۔

② اگر یہ حقائق یقینی ہیں اور درست ہیں تو بتلایئے کہ کیا اس کا امکان ہے کہ جو شخص نعمت ایمان سے، اہل ایمان کی صحبت سے، ماحول سے، معاشرہ سے بالکل محروم ہے، آپ اس کو حلاوت ایمان سے آشنا کرا سکیں؟ جو شخص مومن نہیں آپ اس کو کیسے سمجھا اور باور کرا سکتے ہیں کہ ایک مومن کامل کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی عقیدت ہوتی ہے اور کیسی محبت اور کیسا قلبی تعلق ہوتا ہے اور کس درجہ کا والہانہ عشق، جو شخص ایمان سے محروم ہو، ایمانی معاشرت سے محروم ہو، اسلامی تہذیب و تمدن سے عاری ہو، اسلامی طرز فکر سے بے بہرہ ہو، علوم نبوت کی تعلیم و تعلم کی اسے ہوا تک نہ لگی ہو، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اور مرویات اس کو میسر نہ آئی ہو، علم اصول حدیث، علم اسماء الرجال سے بے خبر ہو، نہ اصل حاصل حدیث اسی بدبخت کی زندگی اور نفسیات سے واقف ہو، نہ ان کی فوق العادہ حرص حفاظت حدیث اور قوت حفظ سے، جملہ وہ محروم و بے بہرہ انسان کیا اندازہ لگا سکتا ہے کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذخیرہ کیوں کر محفوظ ہوا؟ اور سنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کس طرح سینہ بسینہ منتقل ہوئی؟ پھر جس کی نیت بھی صحیح نہ ہو، نگاہ بھی غلط ہو، شکوک، شبہات اور اوہام و خیالات فاسدہ سے ذہن بھی ماؤف ہو چکا ہو، کیا اس کا امکان ہے کہ وہ محدثانہ علوم، محدثانہ ذوق، محدثانہ بصیرت کا صحیح ادراک کر سکے؟ اہلیت کی خرابی تو ایسی تباہ کن بنیاد ہے کہ اس پر قائم شدہ تحقیق و نظریات کی پوری عمارت کے ایک دم گر جانے کا خطرہ ہر وقت لگا رہتا ہے، عداوت اہل حق تو جحود و انکار سے بھی زیادہ خطرناک اور سامان مرض بہم پہنچاتی ہے، یہی وہ مقام ہے جس پر پہنچ جانے کے بعد ﴿طُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ [المنافقون: ۳] کی مہر لگ جاتی ہے اور

(۱) مسند احمد بن حنبل، ومن حدیث ابی الدرداء عویمر ج: ۶ ص ۴۴۳ ط: عالم الکتب بیروت

﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ﴾ [البقرۃ:۷] کی مہر لگ جاتی ہے اور پھر ﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا﴾ [الاعراف:۱۷۹] ان کا طرۂ امتیاز بن جاتا ہے۔

مستشرقین نے آج تک جو علوم اسلامیہ پر ریسرچ کی ہے اور کرتے رہتے ہیں، خواہ وہ جدید ہوں یا قدیم، گولڈز یہر ہو یا شاخت، آربری ہو یا واٹ، ان سب کے متعلق یہی فطری اور نفسیاتی حقائق ہیں جن کو پیش نظر رکھ کر ان کی تحقیقات کو پڑھنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح ہماری نسل کے مفکرین و محققین جو نئی مستشرقین اور یورپین مصنفین کی گودوں میں پلے ہوئے اور انہی کی زیر تعلیم و تربیت طرز تفکر و تحقیق سیکھے ہوئے اور ان ہی کی ریزہ چینی اور ریزہ خوانی سے ان کے دماغوں اور ذہنوں کی نشوونما ہوئی ہے۔ مزید برآں گراں قدر وظائف لے کر ان کے رہین منت بھی رہ چکے ہیں، ان سے حدیث و سنت رسول اللہ کے متعلق کسی کلمہ حق اور کلمہ خیر کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟ سب سے زیادہ خطرناک امر یہ ہے کہ یہ مستشرقین اور انگریز مصنفین جن کے رگ و ریشہ میں اسلام سے عداوت و کینہ اور جذبہ انتقام پیوست ہو چکا ہے، انتہا درجہ زیرک و چالاک واقع ہوئے ہیں۔ ان کا واحد مقصد مسلمانوں کی نئی نسلوں کو لادینی کا شکار بنانا ہے۔ اس لئے اسلام اور مسلمانوں کے انتہائی ہمدرد اور خیر خواہ بن کر ان کے ایمان پر ڈاکے ڈالتے ہیں اور ان سے رہنمائی کے نام سے رہزنی پر مسلمانوں سے ہدیۂ تشکر و امتنان بھی وصول کرتے ہیں، استغفر اللہ العلی العظیم۔

حدیث کے بعد قرآن

یاد ش بخیر ہمارے دوست ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب ڈائرکٹر "مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی" کی ایک اور جدید تحقیق بھی سامنے آ گئی اب سے کچھ دن پہلے تو ڈاکٹر صاحب موصوف نے ۹۰ صفحات کا ایک طویل مقالہ تصور سنت اور تحریک حدیث کے عنوان سے سپرد قلم فرمایا تھا، جس کا مقصد تقریباً انکار حدیث تھا، ہم اس پر کچھ لکھنے کی فکر میں تھے کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ اطمینان دلا کر ہمیں خاموش کرنے کی سعی کی کہ اس میں کچھ حصے میرے منشا کے خلاف ترجمہ ہو گئے ہیں بعنقریب ان کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ انتظار کریں "المؤمن غر کریم" (مسلمان شریف اور بھولا بھالا ہوا کرتا ہے) ہم خاموش ہو کر چشم براہ تھے کہ کب اس کی وضاحت ہوتی ہے ہم نے سوچا کہ بمصداق "وکفی اللہ المؤمنین القتال" خود ڈاکٹر صاحب اپنی غلطیوں اور خامیوں کی تردید فرما دیں تو اچھا ہے، لیکن ہمیں معلوم ہوا کہ دوسری طرف ڈاکٹر صاحب اپنے حلقہ احباب و رفقاء کو یہ یقین دلاتے رہے کہ دیکھئے مولوی صاحبان سب خاموش ہیں، فالحمد للہ!

آخر مجبور ہو کر اور بسم اللہ کہہ کر ہم نے مقالہ تصور سنت و تحریک حدیث پر قلم اٹھانا چاہا تھا کہ ماہ اکتوبر ۱۹۶۴ء کے ماہنامہ "فکر و نظر" میں ایک نیا شگوفہ سامنے آیا، عنوان تو ہے "قرآن کی ابدیت" لیکن مضمون

(۱) حصل ہے آن کی عدم ہدایت [illegible] کا کوئی [illegible]

ارشاد ہوتا ہے:

"درحقیقت ہدایت ان ہی لوگوں کو حاصل ہے جو [illegible] دہ مرکی تبدیل ہیں اور ہو ہمیشہ آن سے [illegible]"

فرمائیے اب پرویز صاحب اور ان کے اصحاب [illegible] بلکہ زلزلی کیوں ہے؟

اسی طور مثال زدہ قوم کو مالی تکلیس اور اضطراب شہادت میں حیرت و ضلالت کے مرض قرار دے رہا ہے اللہ تعالیٰ قرآن کی قطعی نصوص میں ترمیم فرماتے اور ان کو من مانی قرار دیتے ہیں۔ پرویز صاحب اور ان کے ہم خیال دوسرے لوگوں نے ان میں شمار کر لیے ہیں، یعنی ترمیم و تنسیخ کا کام شروع کر دیتے ہیں آخر "تشابهت قلوبهم" قاتلهم الله انی یؤفکون" ان سے زیادہ اور کون مثال ہوں۔

"یا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ [illegible] اور [illegible] یا تھا کہ [illegible] حکمت یہ ہے کہ [illegible] کی صورت ہے ان کی رائے دوسری جو تم بیان کرتے ہیں یہ بکواس اور وقت اکارت ہیں۔ [illegible] کے مصداق ان کی تعبیر و تشریح کا تعین کیا ہے۔ حالت ہدایت کو [illegible] اور [illegible] کے مطابق ان میں ترمیم و تنسیخ ہوتی رہتی ہے۔ العیاذ باللہ، استغفر اللہ العظیم۔

کیا قرون وسطیٰ اور یورپ نے اپنے اپنے دور میں [illegible] کیا تھا اور [illegible] کیا تھا؟ اس نام نہاد تعین سے پیدا شدہ مخلوط فکر کی پیداوار "تصور قرآن" جس نے [illegible] اور [illegible] سے [illegible] سب مایوکلیف عقل کے پیدا کردہ ہے۔ [illegible] آن کی محکم ہدایت کی خواہش ہوتا ہے اور [illegible] اور ابدی قرار دے کر صریح نصوص و احکام میں ترمیم و تنسیخ کیجئے ہے؟ اس پر طرہ یہ ہے کہ اس [illegible] بتلاتا ہے "اسلامیت عقل زیادہ سے زیادہ [illegible] ہوتی ہے۔

یہ عقل اور خرد سے فقیر تو اتنا بھی نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے اور اس کا علم ہر مکان و زمان پر محیط ہے اس نے اپنی مخلوق کے [illegible] ہوتے ہوئے حالات [illegible] سب اس کے سامنے ہیں کچھ بھی خالق سے زیادہ مخلوق کی [illegible] اور مخلوق [illegible] ہدایات [illegible] سے زیادہ [illegible] ہے اور اس سے بہتر ان کی تدبیر ہو ان کر سکتا ہے؟ قدرت بھی اس کی کامل ہے۔ اختیار بھی ہمہ ہے۔ اسباب حکمت تدبیر و تصرف سے بھی [illegible] ہے ان مخلوق پر [illegible] رہتے کے بعد [illegible] ہدایات [illegible] ہے [illegible] ہوئے [illegible] ہدایات [illegible] کے ذریعہ [illegible] ہدایات پر عمل [illegible] کا عملی نمونہ [illegible] اور پھر [illegible] اور ان پر [illegible] ہدایات [illegible] آن پر [illegible] اسلام [illegible]

صاحب نے یہ علت و غایت بتلائی ہے کل کوئی اور نئے پرویز اور جدید ڈاکٹر صاحب اور کوئی علت و غایت بتلائیں گے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ آیات قرآنیہ و نصوص ربانیہ بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائیں گی"

یہ علم و بصیرت سے تہی دامن مسلمین اتنا بھی نہیں جانتے کہ نماز، روزہ، زکاۃ اور حج خالص عبادات ہیں، بذات خود مطلوب ہیں، اصل مقصد اللہ جل ذکرہٗ کی عبادت و عبودیت ہے، یہی اصل روح عبادت ہے اور یہی ان احکام کی علت و غایت ہے، شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی جو صورت اللہ تعالیٰ کے حکم سے مقرر فرمادی ہے اس میں سرمو ترمیم و تنسیخ اور تغیر و تبدل کی مطلق مجال نہیں، عبد (بندہ) کا کام معبود کی اطاعت و فرمان برداری ہے، بندہ کو جس طرح حکم ملا ہے آقا کی اطاعت ہو بسوای طرح کرنی ہوگی، بندہ اس کی علت و غایت سمجھنے کا نہ مامور ہے نہ مکلف، نہ اس کی عقل کی رسائی وہاں تک ممکن ہے، نہ ہی وہ اس کا مجاز ہے کہ اس کے مماثل یا اس سے بہتر کوئی اور صورت اپنی عقل و فہم سے تجویز کرے۔

یاد رکھئے! کسی عبادت کا قلب و قالب جسم، روح، ظاہر، صورت و معنی سب حضرت حق جل وعلا کی طرف سے تجویز و متعین کر دیئے گئے ہیں، ان جاہلوں کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ علت کسے کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں؟ اور جن کو یہ علت کہہ رہے ہیں وہ علت ہیں بھی یا نہیں؟ زیادہ سے زیادہ ان کو حکمت و منفعت کہا جا سکتا ہے اور حکمت و منفعت بھی وہ جس کو اپنی عقل نارسا سے دریافت کر سکا ہے۔

نماز اللہ تعالیٰ کی ایک عبادت ہے، یہی اس کی علت غائیہ ہے، نہ یہ کہ نماز نظم و ضبط کا عادی بنانے کے لئے ایک ورزش و ریاضت ہے، لہٰذا انسان کو حق حاصل ہے کہ جب چاہے اور جس طرح چاہے اور ہر دور میں جو وقت کا تقاضا ہو اس کے مطابق اس کی صورت تبدیل کرے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس عبادت میں یہ منفعت بھی رکھ دی گئی ہے جو انسان نے اپنی عقل کے مطابق سمجھی ہے۔

اسی طرح روزہ اللہ تعالیٰ کی ایک بدنی عبادت ہے مخصوص زمانہ میں معین وقت تک کے لئے ان مفطرات و مفسدات سے انسان کو منع کر دیا جاتا ہے جو اس کے طبعی تقاضے ہیں، اسی پابندی میں اس کی آزمائش ہے اور یہی مطلوب ہے اور یہی روزہ کی علت غائیہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر بالارادہ اور عمداً ایک لقمہ کی مقدار بھی کوئی چیز کھالی تو روزہ ٹوٹ گیا اور وہ شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا، کفارہ بھی لازم آئے گا اور توبہ بھی کرنی ہوگی، تب جا کر اس جرم کی اخروی سزا جہنم سے بچنے کی توقع ہو سکتی ہے، یہ سب کچھ کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ اس نے عمداً خدا کی نافرمانی کا ارتکاب کیا ہے، اور اگر بھول چوک سے پیٹ بھر کر بھی کھالے گا روزہ نہیں ٹوٹے گا اور یہ شخص روزہ دار رہے گا، صرف اس لئے کہ اس نے عمداً خدا کی نافرمانی نہیں کی اور یہ جو ظلم پیر ہو کر کھایا ہے یہ منجانب اللہ رعایت خاصہ اور مرحمت الٰہیہ تصور کی جائے گی، جبکہ پہلی صورت میں ایک لقمہ غذا بھی اللہ کے غضب کا موجب تھی یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ مدار فرمان برداری اور نافرمانی ہے، نہ کوئی مصلحت پیش نظر ہے نہ کوئی ملت معتبر ہے۔

اسی طرح زکاۃ اللہ جل شانہٗ کی ایک مالی عبادت ہے، اس کی شرح نصاب اور اموال زکاۃ خود شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مقرر فرما دیے ہیں، مصارف زکاۃ اور مستحقین بھی متعین کر دیے ہیں، اس کی حد محض عبادت اور تعمیل حکم ہے اور بس یہ کہ اس سے فقراء کی حاجات پوری ہوتی ہیں، یہ اس امت پر محض اللہ تعالیٰ کی مرحمت و مکرمت ہے ورنہ امم سابقہ میں زکاۃ اور صدقات سے انتفاع قطعاً ممنوع تھا، اس کو منفعت و حکمت تو کہہ سکتے ہیں مگر حد ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔

بہرحال زکاۃ محض ایک عبادت ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان لوگوں سے جنہوں نے زکاۃ کو ایک مالی ٹیکس سمجھ کر ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا، جہاد کرنے کا حکم دے دیا اور فرمایا: "جو شخص بھی نماز اور زکاۃ میں تفریق کرے گا، یعنی نماز کو تو عبادت سمجھے گا اور زکاۃ کو عبادت نہ سمجھے گا تو میں اس سے ضرور جنگ کروں گا"۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پہلے تو کچھ مخالفت کی لیکن جلد ہی حقیقت حال سمجھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اتفاق کر لیا اور مانعین زکاۃ سے قتال اور جنگ کرنے پر تمام صحابہ کا اتفاق اور اجماع ہو گیا(۱)، اگر زکاۃ کی ملت صرف حکومتی ٹیکس ادا کرنا تھا تو وہ تو کہتے تھے کہ "اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو ہمارے قبائل کے سردار اور حکمران ہوں گے ہم ان کو زکاۃ ادا کریں گے" علاوہ ازیں تیرہ سو سال سے امت برابر زکاۃ و صدقات کو ایک مالی عبادت سمجھ کر شریعت کے مقرر کردہ طریق پر ادا کرتی چلی آ رہی ہے، اگر یہ مالی ٹیکس ہوتا تو ظاہر ہے کہ ہر حکومت اپنے اپنے عہد میں اپنی صوابدید کے مطابق اس کی شرح مقرر کرتی اور حسب مصلحت اپنی ضروریات اور سرکاری مصارف میں صرف کرتی، نہ شرح زکاۃ محدود و متعین ہوتی اور نہ مصارف و مستحقین کی تحدید و تعیین ہوتی، لیکن آج تک پورے اسلامی دور میں دنیا کے تمام ممالک اسلامیہ میں کسی بھی حکومت و حکمران بلکہ کسی بھی عادل اسلام نے یہ جرأت نہیں کی کہ زکاۃ کو ایک مالی ٹیکس سمجھ کر اس کی شرح یا اموال زکاۃ میں تغیر و تبدل کا نام تک لے بلکہ حاکم و محکوم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر فرمودہ اموال میں سے مقررہ شرح کے مطابق اغنیاء سے زکاۃ لیتے اور فقراء کو دیتے چلے آتے ہیں۔

کیا موجودہ حکومتوں کا پیٹ دور حاضر کے ان جان لیوا ٹیکسوں اور خون آشام ٹیکسوں سے نہیں بھرتا، جن کے بارگراں سے قومیں کراہ رہی ہیں اور ان کی صلاحیتیں اور اہلیتیں ختم اور فنا ہو رہی ہیں اور اس ظلم و جور سے بچنے کے لیے غیر قانونی تدبیروں کے اختیار کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ کسی طرح ان ٹیکسوں کی گراں بار شرح سے بچ سکیں اور مضطرانہ جد و جہد میں ضمیر، دین و دیانت اور اخلاق کی صدہا سے تجاوز کر کے تباہ ہو رہے ہیں، کیا یہ کافی نہیں ہے کہ اب زکاۃ و صدقات جو محض فقراء اور بیوی کے لیے اللہ تعالیٰ نے حلال کیے ہیں ان کو بھی ٹیکس قرار دے

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ ج: ۱ ص: ۱۸۸، ط: قدیمی

کر شرح بڑھانے اور من مانے طریق پر خرچ کرنے کی غرض سے اپنے ایجنٹوں سے فتوے حاصل کر کے ضروریات دین میں تاویل وتحریف کی جارہی ہے، تاکہ حکمرانوں اور آمین وافسران حکومت کی عیاشیوں اور غیر اخلاقی عیش کوشیوں کی تکمیل اور حرص وآز کے جہنم کو بھرنے کا سامان کیا جائے، فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی طرح حج اللہ جل جلالہ کی ایک مخصوص عبادت ہے، اللہ تعالیٰ کی تجلیات خاصہ کے مرکز قدیم بیت اللہ کی عاشقانہ زیارت اور مقدسہ طواف وسعی، برکات وسعادت، ورحمت ورضوان الٰہی کے خصوصی روحانی فیوض کے حصول کا ذریعہ ہیں، ان مشاہد مقدسہ میں حاضری اور اس طرز کی بالبداہہ عبادات دلوں کے تزکیہ روحوں کے تجلیہ اور روح وتقویٰ کے حصول کے وسائل اور عبدیت کے کامل ترین مظاہر ہیں اور یہی اظہار عبدیت حج کی علت غائیہ ہے، یہ دوسری بات ہے کہ اس کے ذریعہ اور دوسرے انفرادی واجتماعی فوائد ومنافع بھی حاصل ہو جاتے ہیں، ایک مقدس خطہ زمین پر ہر سال تمام ممالک اسلامیہ وغیر واسلامیہ کے مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے اس بے مثل عظیم اجتماع سے گوناگوں دنیاوی منافع بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ کہنا کہ اسلام میں حج درحقیقت ان عرب اور غیر عرب اقوام کی جو بیت اللہ کی عظمت کی قائل ہیں ایک "سالانہ کانفرنس" کے طور پر مقرر کیا گیا ہے اور یہی اسلامیان عالم کا سالانہ اجتماع حج کی علت غائیہ ہے صریح کفر ہے، العیاذ باللہ۔

قرآن حکیم تو تمام نوع انسانی کو خطاب کر کے اعلان کر رہا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ [آل عمران:۹۷]

لوگوں پر محض اللہ کے لئے بیت اللہ کا حج فرض ہے جو سفر کرنے کی قدرت رکھتے ہوں۔

اور اللہ جل شانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرما رہے ہیں:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾ [الحج:۲۷]

اے ابراہیم! تم لوگوں میں حج کا اعلان تو کر دو، لوگ پاپیادہ اور ہر لحیف ونزار اونٹنی پر سوار، دور دراز راہوں کے سفر طے کر کے ضرور آئیں گے۔

اسی لئے اس مقدس ترین عبادت کو ملت ابراہیمی اور دین محمدی کے شعائر میں شمار کیا گیا ہے، چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اگر باوجود استطاعت کوئی حج نہ کرے تو چاہے وہ یہودی مرے یا نصرانی مرے، اللہ جل شانہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں"۔(۱)

---

(۱) سنن الترمذی، ابواب الحج عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء من التغلیظ فی ترک الحج ح:۱ ص:۱۰۰، ط: فاروقی کتب خانہ ملتان

اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے نبی کی تائید میں فرمادیا:

﴿وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [آل عمران:۹۷]

اور جو نہ مانے تو اللہ تعالیٰ کو تو تمام جہان والوں کی بھی پرواہ نہیں۔

اگر ان خرد باختہ محدوں کے قول کے مطابق حج صرف مسلمانانِ عالم کی ایک سالانہ کانفرنس ہوتی تو حکومتوں کو اختیار ہوتا جہاں چاہتیں یہ اجتماع کراتیں، پھر اس وادی غیر ذی زرع کی کیا ضرورت تھی، اور کیوں پابندی ہوتی کہیں وادیٔ کشمیر، یا سوئزرلینڈ جیسی سرزمین میں اس کا انعقاد ہوا کرتا، استغفر اللہ العلی العظیم۔

پس واضح اور قطعی طور پر سمجھ لیجئے کہ نماز عبادت ہے، ورزش ہرگز نہیں، روزہ عبادت ہے، حفظانِ صحت کی تدبیر ہرگز نہیں، زکاۃ عبادت ہے مال نکیس ہرگز نہیں، حج عبادت ہے سالانہ کانفرنس ہرگز نہیں، ان چار عبادتوں پر دینِ اسلام کی عمارت اسی طرح قائم ہے جیسے کلمہ شہادت پر، اور یہ پانچوں بنا، اسلام کے اساسی ارکان ہیں، خاتم انبیاء سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہے:

"بني الاسلام على خمس (١) شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله (٢) واقام الصلاة (٣) وايتاء الزكاة (٤) وصوم رمضان (٥) وحج البيت"(١)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ① اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ② نماز قائم کرنا ③ زکاۃ کو ادا کرنا ④ رمضان کے روزے رکھنا ⑤ بیت اللہ کا حج کرنا۔

جس طرح کلمہ شہادت یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے ٹھیک اسی طرح نماز، روزہ، زکاۃ اور حج، بعینہٖ اس متواتر شرعی صورت میں جس پر امت چودہ سو سال سے عمل کرتی چلی آرہی ہے کی فرضیت پر ایمان لانا بھی فرض ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادات عظمیٰ سمجھنا بھی فرض ہے، ان عبادات محضہ کو اللہ تعالیٰ کی محض عبادت نہ سمجھنا بھی کفر ہے، جس طرح سرے سے ان کا انکار کرنا کفر ہے، یہی حکم ان تمام نصوص قطعیہ اور ضروریات دین کا ہے جن پر چودہ سو سال سے امت کا اجماع ہے اور عملی تواتر امت ان کو مانتی اور ان پر عمل کرتی چلی آرہی ہے، یہ دین کے وہ قطعی احکام ہیں جن میں انکار اور تاویل دونوں کفر ہیں، جس طرح نماز کو ورزش کہنا کفر ہے، حج کو کانفرنس کہنا کفر ہے، ٹھیک اسی طرح زکاۃ کو ٹیکس کہنا اور ایک عورت کی شہادت کو ایک مرد کے برابر کہنا بھی کفر ہے۔

(۱) صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم بني الاسلام على خمس ج:۱ ص:۶، ط:قديمي. الصحيح لمسلم، كتاب الايمان، باب بيان اركان الاسلام ودعائمه العظام ج:۱ ص:۳۲، ط:قديمي

افسوس ہے کہ ان ڈاکٹروں اور ڈائرکٹروں کو نہ تو علماء دین سے علم دین حاصل کرنا نصیب ہوا، اور نہ صالحین متقین کی صحبت نصیب ہوئی علم دین اگر سیکھا تو یورپین معلمین اور مستشرقین سے، اور وہ بھی دارالکفر اور کافرانہ ماحول میں اور صحبت نصیب بھی ہوئی تو کافروں اور اعداء ایمان واسلام کی، اور اعداء بھی ایسے شاطر اور فرزانہ جو دشمنی کریں دوستی کی شکل میں، ان عوامل ومحرکات کے زیر میں دارالکفر کی معاشرت اور کفار کی صحبت کے اثرات سے اسلامی فطرت کا مسخ ہو جانا لازمی اور لابدی امر ہے، سچ فرمایا الصدوق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"کل مولود یولد علی الفطرة فابواہ یھودانه او ینصرانه او یمجسانه"(۱)

ہر بچہ فطرت (سلیمہ) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

اور یہ تو ہمارا حسن ظن ہے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ نیت ہی فاسد ہو چکی ہے، صرف علوم دینیہ سے جہل ہی نہیں ہے، بلکہ عمداً دین میں تاویلیں اور تحریفیں کر کے اس کی بیخ کنی کا بیڑا اٹھا چکے ہیں، ایمان ودیانت کے متاع گراں مایہ کی نعمت ہی سے محروم ہو چکے ہیں۔

چونکہ عوام میں ہر العزیزی مطلوب ہے، اس لئے کہ مسلمان بن کر اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنا چاہتے ہیں اور قرآن وحدیث کا نام لئے بغیر رائے عامہ کو اپنے لئے ہموار نہیں کر سکتے، اسلامی معاشرہ میں، اسلامی ملک میں صاف وصریح نصوص قرآنیہ کا انکار کرنے کی جرأت وہمت نہیں ہے، اس لئے چور دروازہ سے داخل ہو کر اور احادیث قرآن کا نعرہ لگا کر تاویلات وتحریفات کی راہ سے نصوص قرآن کی احادیث کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں، درحقیقت یہ جدید طاحدہ خواہ مستشرقین ہوں، خواہ ان کے چیلے مستغربین، ان سب کی کوشش یہی رہی کہ اسی دنیا الدین اور تحریف دین کے نت نئے طریقے نکالیں اور ضروریات دین میں تشکیک وارتیاب کی راہ سے ارکان دین وایمان کی عظمت وعقیدت مسلمانوں کے دلوں سے ختم کریں اور اس پر فریب طریق پر اسلام اور مسلمانوں سے انتقام لے کر اپنے دلوں کو ٹھنڈا کریں، اس لئے ہم مجبور ہیں کہ اس پوشیدہ وپنہاں الحاد وزندقہ کا تار وپود بکھیر دیں اور ان مدعیان علم وعقل کے سامنے ان کے علم وعقل کا آئینہ رکھ دیں کہ دیکھو اس میں اپنے جہل کی کریہہ ومہیب شکل نظر آتی ہے یا نہیں۔

وباللہ التوفیق

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

[دسمبر ۱۹۶۴ء، رجب ۱۳۸۴ھ]

"بینات" کے گذشتہ شمارے میں ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب ڈائرکٹر "مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی" کی بعض آراء پر تبصرہ کیا گیا تھا کہ زکاۃ مالی عبادت ہے، حکومت کا ٹیکس نہیں، عبادت کی کمیت وکیفیت کی تحدید سے

(۱) صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ماقیل فی اولاد المشرکین ج: ۱ ص: ۱۸۵، ط: قدیمی،
الصحیح لمسلم، کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة ج: ۲ ص: ۲۳۶، ط: قدیمی

عقل انسانی تو سر سے زیادہ سے زیادہ بعض نکات یا بعض جہات یا بعض منافع تک رسائی ہو جاتی ہے، لیکن وہ بھی حرف آخر نہیں ہو سکتا اس سلسلہ میں مزید تجربہ کی ضرورت ابھی باقی ہے۔

یہ بات تو صاف ہو گئی تھی کہ زکاۃ حکومت کے مصارف پورے کرنے کے لئے نہیں بلکہ فقراء و مساکین کی حاجت روائی کا ذریعہ ہے، ممکن ہے کسی کو یہ خیال گذرے کہ اب موجودہ شرح ارتھائی فیصد اس مقصد کے لئے کافی نہیں ہوگی، اس لئے یہ بات پیش نظر رہے کہ زکاۃ صرف آمدنی پر نہیں بلکہ سرمایہ پر واجب ہے، اس حیثیت سے اموال کی شرح بہت بڑھ جاتی ہے، مثلاً پاکستانی بینکوں کے پاس تین ارب سرمایہ ہے جس سے وہ کاروبار چلا رہے ہیں، اب تین ارب کے مالکوں کو تین ارب ہی کی زکاۃ نکالنی ہوگی، نہ یہ کہ جو آمدنی مالکان کو ہوگی صرف اس کی زکاۃ نکالنی ہوگی، پھر کارخانوں میں تیار شدہ اربوں کا مال تجارت جو جمع ہوگا اس سب پر زکاۃ ہوگی، نہ صرف یہ کہ کارخانوں سے جو فروخت شدہ مال کی رقم ہے صرف اس پر زکاۃ واجب ہوگی، پھر شخصی طور پر گھروں میں تجوریوں میں مضاربت شرکت وغیرہ کے ذریعہ جہاں بھی جو سرمایہ کا ہوگا اس سب پر زکاۃ آئے گی، پھر گھروں میں جو زیورات کی شکل میں یا سونے چاندی کے برتنوں کی صورت میں جو سرمایہ ہوگا اس سب کی زکاۃ دینی ہوگی، مثلاً اگر قوم کی سالانہ آمدنی ایک ارب روپیہ ہے تو زکاۃ ارتھائی کروڑ ہوگی، لیکن کل سرمایہ جو بینکوں میں جمع ہے یا کارخانوں میں بشکل مالی تجارت موجود ہے، یا دکانوں میں جو مال موجود ہے، یا گھر میں زیورات ہیں ان سب کی جتنی مالیت ہے اس سب پر زکاۃ واجب ہوگی، دیکھئے اس طرح سرمایہ اور آمدنی کی تناسب میں کتنا بڑا تفاوت ہو گیا، اگر آمدنی ایک ارب ہے تو سرمایہ دس ارب ہوگا، اور دس ارب کی زکاۃ پچیس کروڑ ہوگی، اسی لئے یہ بالکل یقینی امر ہے کہ اگر صحیح شرعی طریقے سے زکاۃ ادا کی جائے تو ممکن ہے کہ دنیا میں فقیر کا نام بھی باقی رہے، اس لئے جب زکاۃ کے بارے میں یہ خیال آئے کہ شاید اس زمانے میں یہ شرح کافی نہ ہوگی تو اس وقت فوق الذکر مدت اور ان کے فرق کو ضرور پیش نظر رکھنا چاہیے، پھر زکاۃ جو فقراء کا حق ہے وہ صرف نقد سرمایہ اور اموال تجارت ہی میں محدود نہیں ہے بلکہ زرعی پیداوار کی آمدنی میں بھی عشر یا نصف عشر (دسواں یا بیسواں) حصہ ادا کیا جاتا ہے، ان سب کو ملا کر زکاۃ کی شرح ممکن ہے کہ کروڑوں سے متجاوز ہو کر اربوں کو پہنچ جائے، اس لئے اسلام نے جو شرح مقرر فرمائی ہے وہ ہر دور میں کافی ہے اور اس طرح یہ صحیح ترین نظام ہر دور میں جامع ترین نظام رہے گا، سرمایہ و دولت میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہتا ہے ملکیت تبدیل ہوتی رہتی ہے لیکن تبدیل ملکیت سے زکاۃ پر اثر نہیں پڑتا، تعجب تو اس پر ہے کہ یہ حضرات جن کا فن ہے کہ ان حقائق پر غور کریں وہ ایسی سطحی باتیں کیسے کرتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دین کی عداوت میں عقلی صلاحیتیں بھی جواب دے چکی ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائے اور ارباب انصاف کو حق سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

(شعبان ۱۳۸۴ھ۔ جنوری ۱۹۶۵ء)

عصر حاضر کے جدید مسائل اور علماء کے فرائض

''بینات'' جلد ۲ شمارہ ۳، ۴ میں عصر حاضر کے مسائل کے بارے میں جو سروے شائع کیا گیا تھا اس میں عصر حاضر کے علماء امت کے ذمہ جو اہم فریضہ عائد ہوتا ہے وہ جدید مسائل کی عقدہ کشائی ہے، بدقسمتی سے ہمارے ماضی قریب کے علماء و مدارس کچھ وجوہ کی بنا پر اس کی طرف توجہ نہ دے سکے، ضرورت ہے کہ ان کی حیات میں جدید مسائل کا حل تلاش کرلیا جائے، تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں اس بارگراں سے سبکدوش ہوں اور حدیث نبوی ''اتخذ الناس رؤوسا جهالاً فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا''(۱) (ایسا زمانہ آئے گا کہ جاہل رؤساء باب فتویٰ ہوں گے، بغیر علم کے فتوے صادر کریں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ بنائیں گے) کے مصداق نہ بنیں جس وقت یہ خیال آیا تھا اور بینات میں علماء امت کے سامنے یہ فکر پیش کیا تھا، عین اس وقت ہندوستان کے ارباب علم و فضل کے حلقہ میں بھی یہی موضوع زیر بحث تھا۔ چنانچہ مجلس تحقیقات شرعیہ کے نام سے ندوۃ العلماء میں ایک علمی مجلس کی تشکیل وجود میں آچکی ہے، اور کام بھی شروع ہوگیا ہے اس سے شعبہ تصنیف و تالیف نے ان سے جس رابطہ کو قائم کیا ہے۔ انشورنس (بیمہ) کے مسائل سے مجلس نے افتتاح کیا ہے اور ایک سوالنامہ شائع کیا ہے، سوالنامہ سے قبل بطور تمہید بیمہ کی حقیقت اور اس کی قسمیں تفصیل سے بیان کی ہیں، تاکہ علماء سوال کی حقیقت سے پوری واقفیت حاصل ہونے کے بعد صحیح اور بصیرت اس کی روشنی میں علمی فقہی مسائل پر غور کرکے حل پیش کرسکیں، ہم ان حضرات کے ممنون ہیں کہ ان کی توجہ سے منقح سوالنامہ سامنے آیا، اب بینات کے پڑھنے والے اہل علم حضرات بھی اس مسئلہ کا حل پیش کریں گے، اس کے تمہید و سوالات دونوں شائع کئے جارہے ہیں اور جو جواب بینات کی طرف سے ہوگا آئندہ شمارہ میں وہ بھی شائع کیا جائے گا، واللہ الموفق۔

سوالنامہ متعلق انشورنس

(۱) بیمہ کی حقیقت

بیمہ انگریزی لفظ ''Insure'' (انشور) کا ترجمہ ہے جس کے معنی لغت میں یقین دہانی کے ہیں، اور کمپنی بیمہ کرانے والے کو مستقبل کے بعض خطرات سے حفاظت اور نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی کرتی ہے اس لئے اسے انشورنس کمپنی کہتے ہیں، یہ ایک معاملہ ہے جو بیمہ کے طالب اور بیمہ کمپنی کے درمیان ہوتا ہے اور اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ بیمہ کمپنی (جس میں بہت سے سرمایہ دار شریک ہوتے ہیں اسی طرح جس طرح تجارتی کمپنیوں

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم ج ۱ ص ۲۰، ط: قدیمی۔
الصحیح لمسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه ج ۲ ص ۳۴۰، ط: قدیمی

ہوتی ہیں) بیمہ کے طالب سے ایک معینہ رقم بالاقساط وصول کرتی رہتی ہے اور ایک معینہ مدت کے بعد وہ رقم اسے یا اس کے پسماندگان کو (حسب شرائط) واپس کر دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ایک مقررہ شرح فی صد کے حساب سے اصل رقم کے ساتھ کچھ مزید رقم بطور سود دیتی ہے۔ گو اس رقم کا نام ان کی اصطلاح میں ربا یا سود نہیں، بلکہ بونس یعنی منافع ہے۔

(۲) کمپنی کا مقصد اس رقم کے جمع کرنے سے یہ ہوتا ہے کہ اسے دوسرے لوگوں کو بطور قرض دے کر ان سے اعلیٰ شرح پر سود حاصل کرے، یا کسی تجارت میں لگا کر یا کوئی جائداد خرید کر اس سے منافع حاصل کرے۔ اس کے شرکاء اپنی ذاتی رقم خرچ کئے بغیر کثیر رقم بصورت سود یا منافع حاصل کرتے رہتے ہیں اور اس سود یا منافع میں سے بیمہ دار کو ایک حصہ دیتے ہیں۔

ممکن ہے کسی زاویہ میں ان لوگوں کا مقصد مصیبت زدہ و پریشان حال افراد کی امداد بھی ہوتا ہو، لیکن اصل مقصد وہی ہوتا ہے جو اوپر عرض کیا گیا ہے، اگر اس کی بحث سے ضرورت ہے۔ اس لئے کہ کسی مسئلہ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بیمہ کرانے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کا سرمایہ محفوظ رہے اور اس میں اضافہ بھی ہوتا رہے اس کے ساتھ ہی اس کے پسماندگان کو امداد اور رعایت حاصل ہو یا کوئی حادثات کی صورت میں اس نے نقصان کی تلافی ہو جائے۔

(۳) بیمہ کی تین قسمیں ہیں:

(الف) زندگی کا بیمہ (ب) املاک کا بیمہ (ج) ذمہ داری کا بیمہ۔

الف: زندگی کا بیمہ

اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ بیمہ کمپنی اپنے ڈاکٹر کے ذریعہ سے بیمہ کے طالب کا معائنہ کراتی ہے اور ڈاکٹر اس کی جسمانی حالت دیکھ کر اندازہ کرتا ہے کہ اگر کوئی ناگہانی آفت پیش نہ آئی تو یہ شخص اتنے سال تک زندہ رہ سکتا ہے، ڈاکٹر کی رپورٹ پر کمپنی اتنے سال کے لئے اس کی زندگی کا بیمہ کر لیتی ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بیمہ کے لئے ایک رقم مابین طالب و کمپنی مقرر ہو جاتی ہے، جو بالاقساط بیمہ دار کمپنی کو ادا کرتا ہے اور ایک معینہ مدت میں جب وہ پوری رقم ادا کر دیتا ہے تو بیمہ مکمل ہو جاتا ہے، اب اس کے بعد اگر بیمہ دار اتنی مدت کے بعد انتقال کر جاتا ہے جس کا اندازہ کمپنی کے ڈاکٹر نے کیا تھا تو کمپنی اس کے پسماندگان میں سے جسے وہ مناسب سمجھے یا اگر نامزد نہ کرے تو اس کے قانونی ورثاء کو وہ جمع شدہ رقم مع مزید رقم کے جس کو بونس (Bunus) کہتے ہیں پشت ادا کرتی ہے۔

اور اگر وہ مدت مذکورہ سے پہلے مر جائے خواہ طبعی موت سے یا کسی حادثے وغیرہ سے تو بھی کمپنی اس کے ذمہ

ماندگان کو حسب تفصیل مذکورہ پوری رقم مع کچھ زائد رقم کے ادا کرتی ہے، تو اس صورت میں شرح منافع زائد ہوتی ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ وہ شخص مدت مذکورہ کے بعد بھی زندہ رہے اس شکل میں بھی اسے رقم مع منافع واپس ملتی ہے، مگر شرح منافع کم ہوتی ہے، زندگی کا بیمہ تو پورے جسم کا بیمہ ہے لیکن اب تو انفرادی طور پر مختلف اعضاء کے بیمہ کا رواج بھی بکثرت ہو گیا ہے، مثلاً ہاتھوں کا بیمہ، سر کا بیمہ، ٹانگوں کا بیمہ وغیرہ، اس کی شکل بھی وہی ہوتی ہے فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ ان شکلوں میں ڈاکٹر کسی ایک عضوی زندگی یا کارکردگی کا اندازہ لگاتا ہے، اس کے اندازہ پر بقیہ معاملہ اسی طرح ہوتا ہے جس طرح زندگی کے بیمہ کی صورت میں اور واپسی رقم مع منافع کی شکلیں وہی تین ہیں، البتہ یہاں پورے جسم کی مدت کے قائم مقام صرف ایک حصہ جسم کی صحت یا اس کے ناکارہ ہونے کو قرار دیا جاتا ہے۔

ب: املاک کا بیمہ

عمارت، کارخانہ، موٹر، جہاز وغیرہ ہر چیز کے بیمہ کا رواج اب عام ہو گیا ہے اس کی شکل بھی وہی ہوتی ہے یعنی بیمہ دار ایک معینہ مدت کے لئے ایک رقم یا اقساط ادا کرتا ہے اور کمپنی ایک مدت کے بعد اسے وہ رقم مع کچھ زائد رقم کے واپس کرتی ہے اور اگر کسی حادثہ کی وجہ سے بیمہ شدہ املاک تلف ہو جائے، مثلاً کارخانہ میں آگ لگ جائے یا جہاز غرق ہو جائے یا موٹر کسی حادثے میں ٹوٹ جائے تو کمپنی اس نقصان کی تلافی کرتی ہے اور اس رقم کے ساتھ کچھ مزید رقم زیادہ شرح فیصد کے حساب سے بیمہ کرانے والے کو دیتی ہے۔

ج: ذمہ داریوں کا بیمہ

ناسمجھ بچے کی تعلیم، شادی وغیرہ کا بیمہ بھی ہوتا ہے، کمپنی ان کاموں کی ذمہ دار ہوتی ہے، رقم وغیرہ کی ادائیگی اور وصولی کی صورتیں وہی ہوتی ہیں۔

(۴) بیمہ کرانے والے کو ایک معینہ رقم بصورت اقساط ادا کرنی پڑتی ہے، لیکن اگر بیمہ دار (حسب قواعد وشرائط) کچھ اقساط ادا کرنے کے بعد مزید رقم کی ادائیگی بند کر دے تو اس کی ادا کی ہوئی رقم سوخت ہو جاتی ہے اور واپس نہیں ملتی لیکن اسے اختیار رہتا ہے کہ وہ جب چاہے درمیان کے بقایا اقساط ادا کر کے حسب سابق اقساط جاری کرائے، بقایا اقساط نہ ادا کرنے کی صورت میں بھی بعض قواعد کے ماتحت اقساط کا سلسلہ دوبارہ جاری ہو سکتا ہے لیکن اگر وہ سلسلہ منقطع کر دے جمع شدہ رقم واپس لینا چاہے تو ایسا نہیں کر سکتا۔

(۵) بیمہ دار اگر سود نہ لینا چاہے تو کمپنی اسے اس پر مجبور نہیں کرتی، وہ حسب شرائط اس کا اصل رقم واپس کر دیتی ہے۔

(۶) بیمہ دار ۲ سال تک قسط ادا کرنے کے بعد کم شرح سود پر قرض لینے کا مجاز ہو جاتا ہے۔

(۷) ہندوستان میں زندگی کے بیمہ کے متعلق حکومت نے ایک قانون بنایا ہے جس کی رو سے بیمہ کی یہ قسم نجی کمپنیوں کے ہاتھ سے نکل کر خود حکومت کے ہاتھ میں آ گئی ہے، اور اب کسی نجی کمپنی کے بجائے یہ معاملہ بیمہ دار اور حکومت کے درمیان ہوتا ہے۔ بظاہر حالات سے ایسا نظر آتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ پورا کاروبار نیشنلائز کر لیا جائے گا اور نجی کمپنیاں ختم کر کے حکومت خود یہ معاملہ کرے گی۔

خلاصہ

بیمہ کی یہ مختلف شکلیں ہیں لیکن ان سب کی حیثیت وہی ہے جو سب سے پہلے عرض کی جا چکی ہے، یہاں اختصار کے ساتھ مکرر پیش کیا جاتا ہے۔

حقیقت کے لحاظ سے انشورنس کا معاملہ ایک سودی کاروبار ہے، جو بینک کے کاروبار کے مثل ہے، دونوں میں جو فرق ہے وہ شکل کا ہے، حقیقت کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، حقیقت میں اگر فرق ہے تو صرف اتنا کہ اس میں ربوٰ کے ساتھ غرر بھی پایا جاتا ہے۔

بیمہ کرانے والا کمپنی کو روپیہ قرض دیتا ہے اور کمپنی اس رقم سے سودی کاروبار یا تجارت وغیرہ کر کے نفع حاصل کرتی ہے اور اس نفع میں سے بیمہ کرانے والے کو بھی کچھ رقم بطور سود ادا کرتی ہے، جس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس منفعت کے لالچ میں زیادہ سے زیادہ بیمہ کرائیں، بینک بھی یہی کرتے ہیں، البتہ اس میں شرح سود مختلف حالات واشخاص کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے عموماً ایسا نہیں ہوتا۔

بیمہ کے مصالح اور مفاسد

دنیاوی نقطۂ نظر سے بیمہ پالیسی خریدنے میں کیا مصلحتیں ہیں اور کیا مفاسد ہیں؟ ان کا تذکرہ درج ذیل ہے تاکہ حضرات اس عنوان پر نظر فرما کر فیصلہ فرمائیں، اس لئے یہاں صرف انہیں دنیاوی مصالح ومفاسد کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو فی نفسہ کسی نہ کسی درجہ میں شرعاً بھی معتد بہ ہیں، جو مصالح ومفاسد شرعاً غیر معتد بہ ہیں ان کا تذکرہ نہیں کیا گیا، مثلاً ایسی دنیاوی مصلحت کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا ہے کہ اس طرح خریدار کو سود ملتا ہے اور اس کی اصل رقم میں بغیر محنت اضافہ ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ مصلحت شرعاً غیر معتد بہ ہے بلکہ مصلحت کے بجائے مفسدہ ہے، اسی طرح اس مفسدہ کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ قلیل آمدنی والے افراد جب پالیسی خریدنے کے لئے کچھ رقم پس انداز کریں گے تو تحسینات میں کمی کرنے پر مجبور ہوں گے اور بعض جائز لذتوں سے محروم رہیں گے، اس لئے کہ شرعاً یہ مفسدہ غیر معتد بہ ہے۔

مصالح: ناگہانی حادثات کی صورت میں بیمہ دار تباہی وبربادی سے بچ جاتا ہے مثلاً:

① ہندو مسلم فساد میں بہت سے مسلمانوں کے رہنے خاک سیاہ اور تباہ وبرباد کر دیئے گئے، جن لوگوں

نے اپنے کارخانوں کا بیمہ کرالیا تھا وہ تباہی سے بچ گئے اور انہوں نے دوبارہ اپنا کاروبار جاری کر دیا، لیکن جنہوں نے اپنے کارخانوں کا بیمہ نہیں کرایا تھا وہ پورے طور پر برباد ہو گئے اور پنپ نہ سکے، دوکانوں اور مکانوں وغیرہ کی بھی یہی کیفیت ہوئی۔

نوٹ: فسادات ہندوستان کا روزمرہ معمول بن چکے ہیں اور انکا انسداد مسلمانوں کی استطاعت سے باہر ہے۔

(۴) اوسط طبقہ کے افراد جو کثیر العیال بھی ہوں، اگر ناگہانی طریقہ سے وفات پا جائیں تو ان کے پسماندگان سخت پریشانی میں پڑتے ہیں، اپنی قلیل آمدنی میں عموماً وہ کوئی رقم پس انداز کر کے نہیں رکھ سکتے جو ان کے پسماندگان کے کام آسکے، ایسی حالت میں اگر وہ بیمہ پالیسی خرید لیں تو ایک طرف تو انہیں پس اندازی میں سہولت ہوتی ہے، دوسرے ان کی ناگہانی وفات پر ان کی پس انداز رقم مع مزید رقم کے ان کے پسماندگان کو مل جاتی ہے جو ان کے لئے بہت مفید اور معاون ہوتی ہے۔

تعلیم وغیرہ کی صورت میں تو یہ مصلحت اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے اس لئے کہ اگر وہ اپنی اولاد کو مناسب تعلیم دلانے سے قبل وفات پا جائیں تو اولاد کا سلسلہ تعلیم منقطع نہیں ہوتا اور کسی نہ کسی دن اولاد اس قابل ہو جاتی ہے کہ کچھ کما سکے۔

(۵) اگر اولاد نابالغ ہو تو باپ کے مرنے کے بعد ماں کی طرف سے غفلت برتی جاتی ہے اور اس کا شرعی حق نظر انداز کر کے باپ کی کل جائیداد و املاک پر قابض ہو جاتی ہے۔

اگر شوہر بیمہ کی پالیسی خرید کر اپنی بیوی کو اس کا وارث قرار دے دے تو یہ رقم بیوہ کو بے خرخشہ مل جاتی ہے۔

اگر اولاد کے درمیان تحاسد و تباغض ہو یا بعض بچے چھوٹے ہوں اور دوسری اولاد سے خطرہ ہو کہ ان کے حقوق کو غصب کر لیں گے تو بھی ان کے نام سے بیمہ پالیسی خرید لینا مفید ہو سکتا ہے۔

(۶) چونکہ کمپنیاں عموماً اہل ہنود کی ہیں اس لئے بیمہ پالیسی خریدنا فساد کی تباہ کاریوں کو روکنے کا بھی ایک ذریعہ ہو سکتا ہے، اس لئے کہ فسادی یہ معلوم کر کے کہ مسلمان کی بیمہ شدہ مملوکہ شئی کو نقصان پہنچانا خود ہندوؤں کو نقصان پہنچانا ہے، شاید اس نقصان پہنچانے سے باز رہیں اس طرح ممکن ہے کہ کسی درجہ میں یہ حفاظت جان کا ذریعہ بھی بن جائے۔

نوٹ: اب سے دو چار صدی پیشتر مسلمانوں کے حالات مختلف تھے، اول تو ناگہانی حادثات کی اتنی کثرت نہیں تھی جو آج مشینوں کے رواج کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے، دوسرے بکثرت مسلمان اسلامی حکومتوں میں رہتے تھے جہاں بیت المال بڑے حد تک ان حوادث کے نتائج سے بچا دیتا تھا، تیسرے مصارف زندگی کا اتنا بوجھ بھی نہیں ہوتا تھا، چوتھے آپس کی ہمدردی کا جذبہ اتنا سرد نہیں ہوا تھا جتنا آج ہو گیا ہے، پانچویں تعداد کی قلت اور قوم کی بحیثیت مجموعی دولت مندی زکوٰۃ و صدقات کا رواج یہ سب امور مل کر اس قسم کے نقصانات کی تلافی کر دیتے

کرتے تھے، اب ان سب چیزوں کا تقریباً فقدان ہے، آبادی میں اضافہ مزید پریشانی کا باعث ہے، سود میں ایک کی تباہ حالی دور کرنا آسان ہے مگر سود میں ۲۵ کے ساتھ مواسات کرنا بہت مشکل ہے۔

مفاسد واضح رہے کہ یہاں صرف دنیوی مفاسد کا تذکرہ مقصود ہے، جن کی طرف بعض اوقات بعض اہل علم کی نظر نہیں جاتی، دینی مفاسد سے چونکہ ہر صاحب علم واقف ہے اس لئے ان کا تذکرہ نہیں کیا گیا:

① ایسے واقعات بھی ہوتے ہیں کہ کسی وارث نے بیمہ کی رقم وصول کرنے کے لئے مورث کو (جو کہ بیمہ دار تھا) قتل کروا دیا۔

② اس قسم کے واقعات بھی پیش آتے ہیں کہ بیمہ دار نے دھوکہ دے کر اپنی دکان یا اپنے مکان یا کسی اور چیز کی مالیت زیادہ ظاہر کر دی اور اس کا بیمہ کرا دیا اور کچھ عرصہ کے بعد سود کی رقم (جو اس کی مملوکہ شے کی مالیت سے معتد بہ حد تک زائد تھی) وصول کرنے کے لئے اس شے کو کسی طریقہ سے خود تلف کر دیا، مثلاً آگ لگا دی یا اور کسی قسم کی حرکت کی اور اس طرح نقصان کی تلافی کے ساتھ مزید نفع بھی اٹھایا، اس قسم کے واقعات کی تعداد اگرچہ قلیل ہے مگر نہ تو بعید از قیاس ہے اور نہ النادر کالمعدوم کہے جا سکتے ہیں۔

③ تجربات شاہد ہیں کہ جو دولت بے مشقت اور بے محنت ہاتھ آ جاتی ہے، آدمی اسے بہت بے دردی کے ساتھ خرچ کرتا ہے، نوجوان اولاد جو کہ باپ کے بعد بیمہ کی رقم بغیر محنت و کوشش کے پاتی ہے غالب یہی ہے کہ وہ اسے بے دریغ صرف کرے گی، اسراف و تبذیر کی عادت فی نفسہ مذموم ہونے کے علاوہ افلاس و تباہی کا پیش خیمہ بھی ہے، جو اخلاقی خرابیاں ایسی صورت میں پیدا ہوتی ہیں ان کی تفصیل بے ضرورت ہے۔

④ یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ بیمہ یا پالیسی کی خریداری میں سرمایہ دار طبقہ ہی پیش پیش ہو سکتا ہے، سود کی رقم ان کی دولت میں اور اضافہ کرے گی اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سرمایہ دار کو مزید ترقی ہوگی۔

ان تمہیدی امور کے عرض کرنے کے بعد حضرات علماء کرام سے درخواست ہے کہ "انشورنس" کے متعلق مندرجہ بالا حقیقت اور اس کے مصالح و مفاسد کو پیش نظر رکھ کر شریعت مقدسہ اسلامیہ کی روشنی میں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں اشد ضرورت ہے کہ براہ کرم جوابات مدلل و مفصل عنایت فرمائیں۔

سوالات

① انشورنس کی جو حقیقت بیان کی گئی ہے اس میں کمپنی جو رقم بطور سود دیتی ہے اس کا نام دے کر اپنی اصلاح میں منفق کہنے سے شریعت کا اصطلاحی رد ہے یا نہیں؟

② اگر سود مذکور شرعی اصطلاح میں رد ہے تو کیا مصالح مذکورہ کے پیش نظر اس کے حوالہ کی کوئی گنجائش نکل سکتی ہے اور نکل سکتی ہے تو کیا؟

⑦ زندگی کے بیمہ، املاک کے بیمہ، ذمہ داری کے بیمہ کے درمیان شرعاً کوئی فرق ہوگا یا تینوں کا حکم ایک ہی ہوگا؟

⑧ معاملہ کی یہ شرط کہ اگر بیمہ شدہ شخص یا شے وقت معین سے پہلے تلف ہو جائے تو اتنی رقم ملے گی اور اس کے بعد تلف ہوئی تو اتنی جبکہ تلف ہونے کے وقت کا تعین غیر ممکن ہے، اس معاملہ کو قمار کے حدود میں تو داخل نہیں کر دیتی ہے؟

⑨ اگر یہ قمار یا غرر ہے تو کیا مصالح مذکورہ کے پیش نظر اسے نظر انداز کر کے اس معاملہ کے جواز کی کوئی گنجائش نکل سکتی ہے؟ اور اگر نکل سکتی ہے تو کیسے؟

⑩ اگر بیمہ دار مندرجہ اقسام بیمہ سے کسی میں سود لینے سے بالکل محترز رہے اور اپنی اصل رقم کی صرف واپسی چاہتا ہو تو کیا یہ معاملہ جائز ہو سکتا ہے؟

⑪ جو رقم کمپنی بطور سود ادا کرتی ہے اسے ربا کے بجائے اس کی جانب سے اعانت و امداد اور تبرع و احسان قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

نوٹ: بعض کمپنیوں کے ایجنٹ اس کا مقصد امداد ہی ظاہر کرتے ہیں۔

⑫ اگر کوئی مسلمان کسی دار الحرب کا باشندہ ہو (مستامن نہیں) اور کمپنی غیر یوں ہی کی ہو تو کیا اس صورت میں یہ معاملہ مسلمانوں کے لئے جائز ہوگا؟

⑬ اس صورت میں جبکہ انشورنس کا کاروبار خود حکومت کر رہی ہو اور اس صورت میں جبکہ یہ کاروبار نجی کمپنیاں کر رہی ہوں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

⑭ اگر یہ کاروبار حکومت کے ہاتھ میں ہو تو کیا اس بنیاد پر کہ خزانہ حکومت میں رعیت کے ہر فرد کا حق ہوتا ہے، زیر بحث معاملہ میں سود کی رقم عطیہ حکومت قرار پا کر ربا کے حدود سے خارج ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور کیا اس صورت میں یہ معاملہ جائز ہو سکتا ہے۔

⑮ فرض کیجئے بیمہ کا کاروبار حکومت کے ہاتھ میں ہے، ایک شخص بیمہ پالیسی خریدتا ہے اور میعاد معین کے بعد اصل مع سود کے وصول کرتا ہے تعین:

(الف) سود کی کل رقم بصورت تعیین و چند و خود حکومت کو دے رہی ہے۔

(ب) ایسے کاموں میں لگا دیتا ہے جن کا انجام دینا خود حکومت کے ذمہ ہوتا ہے مگر وہ اپنی یا کسی دشواری کی وجہ سے انہیں انجام نہیں دیتی مثلاً کوئی جگہ ٹیڑھی یا درست ہو، کسی تعلیمی ادارے کو امداد دینا، کنواں کھدوانا یا کل لگوانا وغیرہ جہاں یہ امور قانوناً حکومت کے ذمہ ہوں۔

(ج) ایسے کاموں میں صرف کرتا ہے جو قانوناً حکومت کے ذمہ نہیں ہوتے مگر عام طور پر رعایا ان کے

بارے میں حکومت کی امداد چاہتی ہے اور حکومت بھی ان کی اس خواہش کو مذموم نہیں سمجھتی بلکہ بعض اوقات امداد کرتی ہے، مثلاً کسی جلسہ کتب خانہ کھول دینا وغیرہ۔

تو کیا مندرجہ بالا صورتوں میں اس شخص کے لئے بیمہ پالیسی کی خریداری جائز ہوگی اور اسے رہا لینے کا مناد تو نہ ہوگا؟

نوٹ: مندرجہ بالا تینوں صورتوں (الف، ب، ج) کے احکام میں اگر فرق ہے تو اسے واضح فرمایا جائے۔

⑩ بیمہ دار اگر سود کی رقم بغیر نیت ثواب کے کسی دوسرے شخص کو امداد کے طور پر دے دیتا ہے، تو کیا اس صورت میں انشورنس کا معاملہ جائز ہوگا؟

اگر انشورنس کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے تو کیا مصالح و حاجات مذکورہ کو سامنے رکھ کر:

(الف) اس کا کوئی بدل ہو سکتا ہے جس میں مصالح مذکورہ موجود ہوں اور اس پر عمل کرنے سے ارتکاب معصیت لازم نہ آئے اگر ہو سکتا ہے تو کیا ہے؟ یا

(ب) انشورنس کی مروجہ شکل میں کیا کوئی ایسی ترمیم کی جا سکتی ہے جو اسے معصیت کے دائرے سے خارج کر دے اور مصالح مذکورہ کو فوت نہ کرے اگر ہو سکتی ہے تو کیا ہے؟

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء بادشاہ باغ لکھنؤ

[شعبان ۱۳۸۰ھ۔جنوری ۱۹۶۵ء]

عصر حاضر کا خطرناک فتنہ

① وقت کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ علمی و دینی دقیق ترین مباحث اور اساسی اصول پر طبع آزمائی فرمانے میں بے علم و بے دین گریجویٹ حضرات جن کی عملی زندگی اس تعبیر کا بین ثبوت ہے، اللہ جل شانہ کا یہ دین جس کے حاملین ہر دور میں صلحاء امت اور علماء و فقہاء کی خدا ترس جماعت رہی ہے، آج بے علم و بے عمل خدا ناشناس بیرسٹروں کے لئے تختۂ مشق بنا ہوا ہے اور دین اسلام کے حقائق اور شرائط الٰہیہ ہر کس و ناکس کے لئے بازیچۂ اطفال بنے ہوئے ہیں، اس سے بڑھ کر قیامت کبریٰ کی اور کیا علامت ہوگی؟ صادق مصدوق نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اتخذ الناس رؤوسا جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا و اضلوا"(۱)

لوگ (آخر زمانہ میں) جاہلوں کو سردار (دینی پیشوا) بنالیں گے، پس ان سے دینی مسائل دریافت کئے

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم ج: ۱ ص: ۲۰، ط: قدیمی۔
الصحیح لمسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم و قبضہ ج: ۲ ص: ۳۴۰، ط: قدیمی

جائیں گے تو وہ علم کے بغیر فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

امانت اسے اس بری طرح ضائع ہو رہی ہے کہ جس مسلمان کے دل میں ذرا بھی خوف خدا ہو وہ اس صورت حال کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔

⑥ اس سے بھی بڑھ کر فتنہ یہ ہے کہ ذہنی نابالوں کو اہل سمجھا جا رہا ہے اور ان کروڑوں کو اسلامی موضوعات پر تحقیقات کی وہ تحریف تعویض کی جا رہی ہے اور ملک و ملت کا اربوں روپیہ اس نام نہاد اسلامی تحقیقات پر بے دریغ خرچ کیا جا رہا ہے۔

درحقیقت ریسرچ کے نام سے اسلام کا پوسٹ مارٹم اور تعمیر کے نام سے دین کی تخریب ہو رہی ہے اور تحقیقات کے نام سے علانیہ تحریفات کی جا رہی ہیں، جہاں انگریزی زبان و ادب میں بیرونی ممالک یا غداران ملک کی کوئی ڈگری کسی کے ہاتھ آئی اور گریجویٹ ہونے کا ٹھپہ لگ گیا اور تھوڑا بہت قلعے کا سیقہ آ گیا، تو انگریزی اردو ادب اور انشاء پردازی کی مشق کے مواقع میسر آ گئے۔ بس سارے شرائط اجتہاد فی الدین پورے ہو گئے اور اسلامی موضوعات پر برائے نام دو چار مقالے یا رسالے لکھ دیے اور بن گئے تجدد پسند محقق و مجتہد، اور اگر کسی کافر مستشرق کی تربیت بھی حاصل ہو گئی اور استشراقی انداز فکر کے تحت الحاد و تحریف کا جدید ذائقہ اور مشق نگارش بھی نصیب ہو گئی تو پھر معراج فضل و کمال حاصل ہو گئی۔

⑦ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ جو خدا ترس خاندان دین اس ظلم و عدوان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں ان کو قدامت پسندی، رجعت پسندی اور جمود کے طعنے دے کر ہدف ملامت بنایا جاتا ہے اور قوم کے جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور نئی نسل کے ذہنوں سے ان کی دینی عظمت اور دیانت کو ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کا جدید شاہکار

⑧ مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی کا جدید شاہکار "اجماع اور باب اجتہاد کا نئی بحث" نامی کتابچہ ہے، یہ کمال فاروقی صاحب کی تالیف ہے جن کا تعارف وزارت اطلاعات و نشریات کی طرف سے شائع شدہ کتابچہ پاکستان میں اسلامی عائلی قانون میں حسب ذیل الفاظ میں کرایا گیا ہے، یہی کمال فاروقی صاحب کا تعارف علم ہے۔

"مسٹر (کمال فاروقی) نے کیلیفورنیا یونیورسٹی سے خصوصی تعلیمات میں گریجویشن کیا، پھر مدینہ یونیورسٹی سے عربی ادبیات میں ڈگری حاصل کی، اب کمال فاروقی صاحب کراچی میں وکالت کر رہے ہیں، اور وہ مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی کے قانونی مشیر ہیں۔"

گویا اب ادارہ تحقیقات اسلامی نے کتاب و سنت کے بعد اجماع و اجتہاد پر بھی عمل جراحی اور جمع

آزمائی شروع کردی ہے شریعت محمدیہ کے چار ستون تھے کتاب وسنت اجماع وقیاس (الاحکام ۱)

تجدید وتطبیق (۱) مجبور ہے کہ ان چار بنیادی عطاؤں کی ازسرنو تعبیر اختیار کرے تاکہ دین کی اصل وحقیقی روح باقی رہے تاکہ وہ عصر حاضر کی کارروائی تنظیم وتصریف کرسکے اور عوام کو یہ باور کرائے کہ دین نے کسی اصول اور بنیاد پر بھی قفل نہیں لگایا بلکہ دین کی بنیادی قدریں ان اساسی اصول دین سے وابستہ ہیں۔

④ ظاہر ہے کہ علوم دینیہ میں قرآن وحدیث یعنی اللہ اور رسول کے کلام کو سمجھنے کے لئے علماء امت نے روز اول سے جن آلہ کی اور ضروری علوم وفنون کو مدون کیا ہے ان میں دقیق علم ہے اصول حدیث علم اصول فقہ ہیں اجماع واجتہاد کا تعلق اس مصدر الاحکام سے ہے اور یہ علم اجتہاد واستنباط کی نہایت دقیق اور نازک بحث ہے خصوصاً قیاس واجتہاد کے مباحث تو انتہائی غامض ودقیق ہیں قیاس واجتہاد سے مدارک احکام سمجھنے کے لئے تمام علماء امت میں بھی ہر دور کے اندر چند افراد سے زیادہ نہیں ملیں گے۔ ائمہ مجتہدین کے بعد علماء حنفیہ میں امام ابوبکر جصاص امام ابوزید دبوسی امام فخر الاسلام بزدوی امام شمس الائمہ سرخسی امام علاء الدین بخاری متاخرین میں امیر بادشاہ صدر الشریعہ ثانی (صاحب کتاب التلویح) شیخ عبدالعزیز بخاری (صاحب کشف الاسرار) ممتاز شخصیتیں ہیں جو علم کے ہر دور میں ان مشکل پہاڑوں کو فتح کرنے والے علماء امت سے وابستہ ہوئے ہیں جو علوم قرآن وحدیث اور مجمل علوم اسلامیہ میں اجتہادی خدمت دینے سے ماہر دین اور فقیہ الاکیا امت میں بھی شمار ہوئے ہیں درصلاح وتقوی زہد وعبادت میں بھی ممتاز مقام رکھتے تھے۔

مذہب حنفی اور شورائیت

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیت نے بھی جب سب سے پہلے اجتہاد اور مشاورت فقہی اجتہاد شروع فرمایا تو اپنے وقت کے کبار محدثین اور ازکیاء صالحین، عارفین وزاہدین کے چالیس افراد کی ایک جماعت انتخاب فرمائی اور ان کے تعاون ومشورہ سے تحقیق مسائل فقہیہ کا کام شروع کیا (۱) قاضی ابویوسف (۲) محمد بن الحسن الشیبانی (۳) زفر بن الہذیل (۴) اسد بن عمرو (۵) یوسف بن خالد السمتی (۶) نوح بن ابی مریم ابوعصمہ (۷) حفص بن غیاث (۸) حبان (۹) مندل (۱۰) عبداللہ بن مبارک (۱۱) وکیع بن الجراح (۱۲) ہشیم (۱۳) علی بن ظبیان (۱۴) عافیہ بن یزید الازدی (۱۵) حفص بن عبدالرحمن (۱۶) قاسم بن معن (۱۷) داؤد طائی جیسے اکابر علماء امت اس مجلس شوریٰ میں شامل تھے اس مجلس حدیث اور فقہ کے ان اکابر نے مل کر ہر مسئلہ کا بڑی باریکی سے جائزہ لیا اور کتاب وسنت کی روشنی میں اس کا حل تلاش کیا۔

یہی وجہ ہے کہ حنفی مذہب کو قبول عام حاصل ہوا اور یہ مذہب اس وجہ سے بھی ہے کہ اس کے تمام مسائل کو مل کر بھی بیٹھ کر حل کیا گیا ہے اور یہ مذہب ایک شورائی اور اجتماعی مذہب ہے اس لئے اس پر امت کے عمل کا

(۱) اس کا اردو ترجمہ بھی ہوا ہے جس کا خصوصی ذکر ڈاکٹر اقبال نے اپنی کتاب Reconstruction of islamic New میں کیا ہے۔

سال تک غور و خوض کیا تھا اس کی بالمقابل بقیہ مذاہب علاشہ انفرادی اور شخصی مذاہب کی حیثیت رکھتے تھے۔

⑤ اب خیال فرمایئے کہ اتنا اہم اور اعلیٰ وارفع موضوع ہو اور اس پر اس اور جدید میں قلم اٹھانے والے کون حضرات ہوں؟ وہ گریجویٹ اور بیرسٹر جنہوں نے قرآن و حدیث اور علوم فقہیہ تو ایک طرف، عربی زبان کے مبادی الف، ب، صرف و نحو بھی کسی عربی مدرسہ کے طالب علم کو چند ماہ معاوضہ (ٹیوشن فیس) دے کر سیکھے ہوں اور ہر موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے آیات و احادیث اور فقہی عبارتوں کے حوالے تنخواہ دار مولویوں سے نکلوا کر ان میں سائنٹیفک ریسرچ یعنی من مانی مسخ و تحریف کرتے ہوں۔ بتلایئے اس سے بڑھ کر امانت الٰہیہ کے ضائع ہونے کی لرزہ خیز اور روح فرسا کوئی مثال ہو سکتی ہے؟

عہد حاضر کی جاہلیت کا شاہکار

⑥ پھر یہ عہد حاضر کی جاہلیت کا شاہکار واقعی کوئی مبسوط تالیف یا تحقیق مقالہ ہے؟ نہیں چند صفحات کا مجموعہ ہے جس میں مصنف نے ایک دو عالموں سے اجماع و قیاس پر ایک مکتوب کے ذریعہ چند سوالات کئے ہیں اور ان کے مختصر سے جوابات پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھ کر کوشش فرمائی ہے کہ اجماع کا دائرہ کار اتنا وسیع کر دیں کہ دور حاضر کے عوام کا اجماع بھی سلف صالحین اور علماء عاملین کے اجماع کے قائم مقام ہو سکے اور اگر یہ خدمت انجام کی کوئی قانون ساز جماعت انجام دے دے تو سبحان اللہ! پھر تو اس کے حجت ہونے میں شک و شبہ یا چون و چرا کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہ سکتی، حالانکہ خود مولف کے لفظوں میں گذشتہ دس سالوں کے دوران میں انسانی علم، فہم اور وسعت کے اعتبار سے زبردست ترقی بھی کر چکا ہے۔

الغرض یہ تحقیقی مقالہ یا تالیف کیا ہے؟ چند بے معنی و مجمل تعبیرات، انوا استدلالات اور چند بے محل آیات کریمہ سے بے معنی استنباطات کا ایک مجموعہ ہے، فیا للاسف۔

ہمیں کمال صاحب کی نیت پر زیادہ بدگمانی نہیں، ہو سکتا ہے کہ وہ جو کچھ فرماتے ہوں خلوص اور نیک نیتی پر مبنی ہو، لیکن کیا کریں جو تحقیق و استدلال ہمارے سامنے ہے اس میں تو کمال صاحب نے کمال ہی کر دکھایا ہے۔

آخر میں ہم قارئین کرام سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کوئی عربی دان مولوی جس نے عربی زبان و ادب کی تحصیل و مزاولت میں ساری عمر گذاری ہو، صرف انگریزی ریڈروں پڑھ کر شیکسپیئر کے ڈراموں پر تنقید اور اس کی فصاحت و بلاغت پر تبصرہ کرنے لگے تو اس سے بڑھ کر کوئی اور مضحکہ خیز حرکت ہو سکتی ہے؟

قومی اسمبلی میں وزیر قانون نے
اسلامی کونسل کی سفارشات کا اعلان کر دیا

اسلامی مشاورتی کونسل کا تاریخی قدم کا روزنامہ جنگ کراچی ۲ جولائی ۸۵ء (بشکریہ ایڈیشن)
قسط وار ہے:

"راولپنڈی ۱ جولائی (اپنے نمائندے سے) آج پیر کو قومی اسمبلی میں وفاقی وزیر قانون سید محمد ظفر نے آئین کی دفعہ ۲۲۷ کے تحت سوالات کے دوران اعلان کیا کہ اسلامی نظریاتی کونسل اب تک مسلم عائلی قوانین سے متعلق ۱۵ سفارشات پر غور کر رہی ہے اور جلد ہی اپنی سفارشات پیش کر دے گی۔ انہوں نے وزارت تعلیم کی طرف سے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ حکومت نے شراب سے حاصل ہونے والے ریونیو کے بارے میں کونسل کی رائے طلب کی تھی جس پر کونسل سے مزید مشورہ طلب کیا گیا ہے۔ ایک ضمنی سوال کے جواب میں وزیر موصوف نے کہا کہ شراب کے مسئلہ پر کونسل کی رائے سے اس کے ایک رکن نے اختلاف کیا ہے اور اپنے اختلافی نوٹ میں لکھا ہے کہ اگر شراب سے متعلق سے واقعی نشہ نہ ہو تو قرآن و سنت نے اس کی ممانعت نہیں کی ہے اس لئے کہ صرف نشہ ہی ممانعت کرتا ہے۔ اس اختلافی نوٹ پر اظہار خیال کرتے ہوئے قومی اسمبلی کے شریعت بنچ کے رکن مولانا عبدالحق نے کہا کہ اسلامی کونسل کے ممبر کو اختلافی نوٹ لکھنے کا حق ہے اس کا نام بتایا جائے اور یہ بھی بتایا جائے کہ اسلامی کونسل کی رکنیت سے کیوں محروم نہیں کیا گیا ہے؟ وزیر قانون نے نام بتانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اس رکن سے ملاقاتی تمام ارکان نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ قرآن اور سنت کی رو سے کسی بھی حالت میں شراب کا استعمال جائز نہیں۔ وزیر موصوف نے مزید کہا کہ اسلامی کونسل نے یہ بھی طے کر دیا ہے کہ قرآن و سنت کی رو سے جس کے استعمال کو جائز کہا گیا ہے وہ قسم کے جوئے کونسل میں گھوڑ دوڑ بھی شامل ہے۔ کونسل نے اسلامی تعلیمات کے مطابق قرار دیا ہے۔ پریس کانفرنس کے بارے میں کونسل نے کہا کہ یہ فعل نہیں ہے جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔ کونسل نے اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا کہ اس میں کوئی قانون شریعت میں ترمیم کے بل کو منظور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اسلامی کونسل کی سفارشات

قومی اسمبلی میں مرکزی وزیر قانون سید محمد ظفر نے اسلامی نظریاتی مشاورتی کونسل کی جن ۱۵ سفارشات کا اعلان کیا وہ درج ذیل ہیں:

(۱) روزمرہ کی زندگی میں اسلامی قدروں پر عمل کرانے کی غرض سے ایک محکمہ مذہبی امور قائم کیا جائے جو خاص طور پر اسلامی اصولوں کے مطابق صلوٰۃ، تعظیم مساجد، زکوٰۃ و وراثت اور خدمت خلق وغیرہ کا انتظام کرے۔

⑦(الف) سرکاری اور عام تقریبات میں شراب پیش کرنے کی ممانعت کی جائے۔

(ب) فلم اور ٹیلیویژن کے ذریعے سرکاری تعلیمی اداروں، اسکولوں اور کالجوں وغیرہ کی طرف سے جلسے کرنے اور عصرانہ وغیرہ کو نماز کے اوقات میں جاری نہ رکھنے کا حکم دیا جائے۔

(ج) ماہ رمضان کے دوران سرکاری و عام تقریبات میں دوپہر کے کھانے کی دعوتوں اور چائے کی دعوتوں کے انتظامات پر پابندی لگائی جائے۔

⑧(الف) ایسی فلموں کی اجازت نہ دی جائے جن سے مذہبی جذبات مجروح ہوں جن سے مملکت کی سلامتی کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، جن میں اخلاقی پستی کا مظاہرہ کیا گیا ہو اور جو فحش ہوں۔

(ب) سنسر بورڈ میں ایسے افراد شامل کئے جائیں جو قومی ذمہ داریوں کا احساس رکھتے ہوں اور اسلامی نظریہ کو فروغ دینے کے اہل ہوں، ساتھ ہی ساتھ فحش ادب کی اشاعت پر پابندی لگائی جائے۔

⑨ایسے ناٹک کھیلنے کی اجازت نہ دی جائے جس میں عام شراب نوشی اور قحبہ گری کی تلقین ہوتی ہو۔

⑩دوائی ملاوٹ کے مجرم پائے جائیں ان پر بھاری جرمانہ کیا جائے ان کی پوری املاک بھی ضبط کی جاسکتی ہیں اور عمر قید کی سزا بھی دی جاسکتی ہے۔

⑪بچوں کو اغوا کرنے والوں کو عمر قید کی سزا دی جائے۔

⑫اسمگلنگ کی سزا دس سال قید رکھی جائے۔

⑬مذہبی مقررین کی چھان بین کے لئے مرکزی سنسر بورڈ قائم کیا جائے اور ضرورت محسوس ہونے پر اس کی صوبائی شاخیں کھولی جائیں۔

⑭ادب، فلم، اشتہارات، ریڈیو، ٹیلیویژن پروگرام، فوٹو، مجسمہ سازی، پینٹنگ، ناٹک، کلب اور رقص گاہوں میں فحاشی اور عریانیت کا خاتمہ کرنے کے لئے سخت پالیسی اختیار کی جائے۔

⑮پبلک پرائیویٹ اسکولوں میں ایسی تعلیم دی جائے کہ طلباء قوم کی نظریاتی ضرورتیں پوری کرسکیں۔

مذکورہ بالا خبر انتہائی مسرت انگیز اور تنقید و تبصرہ سے بالاتر ہے باقی جس رکن مشاورتی مجلس نے حرمت شراب کے مسئلہ پر اختلافی نوٹ لکھا ہے وہ بھی جانے پہچانے ہیں، انہی کی نگرانی میں بہت بڑا ادارہ تحقیقات اسلامی چل رہا ہے، کاش وہ اختلافی نوٹ میں ان آیات و احادیث کی نشاندہی بھی کردیتے جن پر ان کا اختلافی نوٹ مبنی ہے ہمیں بھی غور کرنے کا موقع ملتا۔

بہرحال مشاورتی کونسل کو اور خصوصاً اس کے صدر محترم کو ہم مبارکباد دیتے ہیں کہ تین سال کے عرصہ میں ہی سہی پہلی حق کی آواز تو اٹھائی گئی۔ اب مرکزی اسمبلی کا فرض ہے کہ بعد از بعد ان سفارشات کو آئینی شکل

دے کر قانون سازی کی رسمی کارروائی پوری کردے اور حکومت بلا تاخیر ان قوانین کو نافذ کردے۔

ہم بار بار صاف طور پر یہ کہہ چکے ہیں کہ مرکزی اسمبلی کا منصب ملک کے قانون کو شریعت کے مطابق بنانے کے بارے میں صرف شرعی احکام کو رسمی قانون کی شکل دینا ہے اور بس، درحقیقت احکام شرعیہ الٰہیہ ان کی قانون سازی کے دائرہ سے بالاتر ہیں، اسی طرح مشاورتی کونسل کا منصب یہ ہے کہ وہ صحیح احکام شرعیہ کی نشاندہی کرے اور قانون ساز اسمبلی کا فرض ہے کہ وہ ان کو قانونی شکل دے دے اور حکومت کا فرض یہ ہے کہ وہ ان کو نافذ کردے، نہ کسی کو ان میں ترمیم وتصرف کا حق ہے، نہ ان کی منظوری کے لئے کثرت وقلت رائے کا سوال ہے، قانون سازی کا دائرہ درحقیقت مملکت کے انتظامی امور اور اداری نظم ونسق تک محدود ہے۔

اسلامی نظریہ کی مشاورتی کونسل سے ہم متوقع ہیں کہ وہ مملکت کے دستور جس کی بنیاد کتاب وسنت پر رکھی گئی ہے، کے تحت تدریجی طور پر مگر تیز رفتاری کے ساتھ پوری شریعت اسلامیہ کے ملک میں اجراء کے لئے عملی اقدامات کرے، چند مسائل کی سفارشات وہ بھی زمانہ دراز میں اور چند جزوی احکام کے نفاذ کے لئے مختلف امور مذہبی کے قیام کا مطالبہ یہ سب ناتمام تصورات ہیں، یاد رکھئے ان چند جزوی ہدایات وسفارشات کردینے سے آپ شرعی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے، ہماری آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس اسلامی مملکت کو پوری شریعت اسلامیہ کو جلد از جلد ملک کا قانون بنا کر نافذ کردینے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس اسلامی مملکت کو دینی، سیاسی، اقتصادی اور فوجی غرض ہر اعتبار سے مستحکم ترین مملکت بنادیں اور اس وقت جبکہ بیشتر ممالک اسلامیہ آج قانون الٰہی کو چھوڑ کر فوضویت وانتشار، اختلال واضطراب اور فقدان استحکام کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں، ہماری حکومت پاکستان اسلامی شریعت کا ملک میں اجراء کرکے اسلامی دنیا میں سیادت وقیادت کی علمبردار بنے، صدر مملکت سے بھی ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنی خداداد جرأت وقابلیت سے جس طرح ملک کے سیاسی استحکام اور اقتصادی ترقی کو اپنا نصب العین بنا چکے ہیں اور اس میں شب وروز خاطر خواہ کامیابیاں وکامرانیاں حاصل کررہے ہیں۔ اسی طرح شریعت الٰہیہ کے نفاذ واجراء کو بھی اپنا مقصد حیات بنا کر دنیا وآخرت کی دائمی سرخروئی حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا کہ دوبارہ مسند صدارت پر ان کو جلوہ آرائی کا موقعہ نصیب فرمایا ہے، عملی شکریہ ادا کریں اور اللہ جل شانہٗ کی مزید نعمت ورحمت سے سرفراز ہوں، ﴿لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید﴾۔

[ربیع الاول ۱۳۹۵ھ - اگست ۱۹۷۵ء]

انسانیت کی نجات اور فلاح وبہبود کا راستہ

ابھی حال ہی میں صدر محترم نے اسلامی نظریات کی مشاورتی کونسل کے اراکین کو شرف ملاقات بخشا

ہے اور کچھ ہدایات بھی فرمائی ہیں (بحوالہ روزنامہ جنگ ۲۵ مئی ۲۰۰۶ء)

ہمارا حسن ظن یہ ہی ہے کہ صدر محترم بغیر نام لئے ڈاکٹر فضل الرحمن کو جو کونسل کے اجلاس سے صرف دو روز پہلے پریس کو ایک نہایت غیر ذمہ دارانہ بیان دے چکے ہیں اور اس میں اپنے غیر اسلامی نظریات کا اعلان کر چکے ہیں اور ان جیسے لوگوں کو اپنے خاص انداز میں نصیحت فرمانا چاہتے ہیں ارشاد ہے "ہمیں اپنی روزمرہ کی زندگی میں اسلامی نظریات سے مستقل رہنمائی حاصل کرنی چاہیئے"۔

اسلامی تعلیمات نے عقل اور علم کو بہت بلند مرتبہ عطا کیا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ انسانیت کو اسلام سے جو راہنمائی ہوئی ہے اس کے لئے عقل و علم سے کام لیکر فراہم کئے جائیں۔

بالکل بجا ارشاد فرمایا روزمرہ کی زندگی میں مستقل طور پر راہنمائی کا منصب صرف آسمانی تعلیمات اور اسلامی نظریات ہی کو حاصل ہے، انسانی عقل اور تدبر و تفکر کا کام یہ ہے کہ وہ ان خداوندی تعلیمات اور اسلامی نظریات کو عام انسانی فہم سے قریب تر بنانے کی غرض سے ان کی تائید و تصدیق علم و حکمت اور سائنس کی نو بنو تحقیقات و اکتشافات کی روشنی میں اس طرح کرے کہ وحی الٰہی پر ایمان و بصیرت میں برابر اضافہ ہوتا رہے اور یقین و طمانیت جس کی روزمرہ کی زندگی میں نشاط کار اور یقین محکم پیدا کرنے کے لئے شدید ضرورت ہے برابر بڑھتا رہے۔

یہی ماہنامہ بینات شروع سے ڈاکٹر فضل الرحمن اور ان کے رفقاء کار کو سمجھانے اور باز کرانے کی کوشش کرتا رہا ہے کہ:

مذہب اسلام کے قطعی احکام میں قطع و برید اور تاویلات و تحریفات کرتے رہنے کے بجائے اسلام کی حقانیت کے دلائل و براہین علوم جدیدہ اور سائنسی تحقیقات کے ذریعہ مہیا کیجئے (ملاحظہ فرمایئے ادارہ تحقیقات اسلامی میں راقم السطور کی تقریر ماہنامہ بینات بابت ماہ ربیع الثانی ۸۴ھ)۔

اس کے بعد صدر محترم فرماتے ہیں کہ:

"اگر جدید زندگی کے مسائل کے حل کے لئے مذہب اور سائنس کے امتزاج سے ایک نیا فلسفہ تیار کیا جائے تو اسلامی تصور حیات کو زیادہ بہتر طور پر پیش کیا جا سکتا ہے"۔

نہ معلوم صدر محترم نے کس انداز میں یہ بات فرمائی ہے اور پریس میں کس انداز سے آئی ہے؟ لیکن جو کچھ ہمارے سامنے ہے اس کے اعتبار سے ہم سمجھتے ہیں کہ سابق الذکر ارشاد کے ساتھ اس کا جوڑ صحیح نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ مذہب کا دائرہ عبادات، معاملات اور اخلاقیات کی تعلیمات سے لیکر معاشرہ کی اصلاح و بہبود اور نظام معیشت کے قوانین کی تعیین و تجدید سے ہے، سائنس کا دائرہ اس سے بالکل الگ ہے، وہ کائناتی نظام میں حق تعالیٰ کے جو لامحدود قدرتی خزانے اور قدرتی وسائل کے ذخیرے چھپے ہوئے ہیں اور اب تک وہ انسان کی نگاہ سے اوجھل رہے ہیں، سائنس شب و روز ان کی تلاش و جستجو میں منہمک اور ان کو منظر عام پر لانے اور انسان کے لئے

قابل انتقاض بنانے میں مصروف ہے۔

اب رہا ان کا استعمال اور ان سے کام لینا یہ خود انسان کا کام ہے، مذہب اس استعمال اور انتفاع میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے اور ان کو انسانیت کی فلاح و ترقی میں استعمال کرنے کے طریقے متعین کرتا ہے اور انہی اکتشافات و ایجادات سے انسانیت کی تباہی و بربادی کا ذریعہ بننے کے راستوں کی نشاندہی کرتا ہے اور ان راستوں میں ان خزائن قدرت کے استعمال کرنے کے ان خطرناک عواقب و نتائج سے جو ہوا و ہوس کے پجاریوں میں گرفتار انسان کی نظر سے اوجھل رہتے ہیں، ڈراتا اور خبردار کرتا ہے۔ الغرض قدرت کے خزانوں کو مذہب نسل انسانی کے لئے رحمت بناتا ہے اور وحی الٰہی کی تعلیمات قدم قدم پر انسان کی رہنمائی کرتی ہیں۔

اسی لئے روز مرہ کی زندگی میں اسلامی تعلیمات کی مستقل رہنمائی کی اشد ضرورت ہے، جیسا کہ صدر محترم نے اپنی مذکورہ بالا صدارتی ہدایات میں اراکین مشاورتی کونسل کو تلقین فرمائی ہے۔

چنانچہ نہ صرف تجربہ بلکہ بالکل فی الوقت مشاہدہ بھی یہی ہے کہ جب بھی اس اسیر ہوا و ہوس انسان نے ان قدرتی وسائل اور سائنس کے دریافت کردہ قدرتی ذخائر کو استعمال کرنے میں مذہب سے بغاوت کی ہے یہ وبال انسانوں کے لئے جہنم بن گئی ہے۔

دنیا کی قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ ہی نہیں بلکہ موجودہ دور میں یورپین ممالک اور اقوام کے فلسفہ زندگی اور نظام معیشت اور تباہ کن فلسفہ حیات، جدید تہذیب و تمدن کی شکل میں جہنم دیا ہے جس کے مہلک نتائج آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ظاہر ہو رہے ہیں نسل انسانی شدید ترین اخلاقی و اقتصادی تباہی میں گرفتار ہو کر کراہ رہی ہے، سکون و اطمینان مفقود ہو چکا ہے، دنیا دو گروہوں میں تقسیم ہو کر سائنسی ایجادات کے اسلحہ سے مسلح ہو کر ایک دوسرے کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے، سرد جنگ پورے عروج پر پہنچی ہوئی ہے ہر فریق اور اس کے حلیف زیادہ سے زیادہ خطرناک اور جہاں سوز ایٹمی اسلحہ تیار کرنے میں رات دن مصروف ہیں حکومتوں اور قوموں کے تمام تر مالی وسائل اور پیداوار انسانیت کی فلاح و بہبود میں اور معیار زندگی کو بہتر بنانے میں صرف ہونے کے بجائے متوقع یا ممکنہ جنگوں کے دفاع کی تیاریوں میں یا کمزور اقوام کی آزادیوں کو سلب کرنے میں صرف ہو رہے ہیں، دولت اور ترقی یافتہ ممالک نے جنگی ازمہ یا میٹریلزم کا ایسا تباہ کن اقتصادی اور سیاسی جال پھیلایا ہوا ہے کہ پسماندہ اور کمزور اقوام کے لئے ان میں سے کسی ایک میں پھنس کر شکار ہونا لازمی ہو گیا ہے، تو آزاد اور کمزور ممالک کے لئے بطرف دار رہ کر اپنے مالی وسائل اور پیداوار کو صرف اپنی فلاح و بہبود پر صرف کرنا ناممکن ہو گیا ہے اور یہ سب کچھ مذہب اور وحی الٰہی کی تعلیمات سے بغاوت کا لازمی نتیجہ ہے۔

دوسری طرف اسی مذہب سے بغاوت نے ایک ایسی تباہ کن تہذیب و معاشرت کو جنم دیا ہے جس میں تمام اخلاقی قدریں، پرسکون مائلی زندگی کے فطری پاکیزہ رجحانات اور جان، مال اور عزت و آبرو کا امن عملی طور پر

تباہ ہو چکا ہے، جدید سائنس کی دریافت کردہ ایجادات واختراعات، عریانی، فحاشی بے لگام شہوت رانی کو فروغ دینے میں صرف ہو رہی ہیں، نو بنو امن سوز جرائم تازہ بتازہ وحشی بے راہ روی کے کارنامے اس قدر عام ہو گئے ہیں کہ ان ممالک کا سنجیدہ طبقہ ششدر اور حیران ہے کہ اپنی اس تہذیب وتمدن کی تباہ کاریوں کا مقابلہ یا روک تھام کس طرح کرے، کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ اخبارات کے صفحات اس تباہ کن گندی تہذیب کی تباہ کاری کی داستانوں سے خالی ہوتے ہوں، لیکن درحقیقت سائنس اور اس کی نو بنو ایجادات واختراعات اور جدید انکشافات ہرگز اس تباہ کن جہان سوزی اور بے راہ روی کے ذمہ دار نہیں، سائنس اور اس کی ایجادات ہرگز انسان کو اس تباہ کاری، جہاں سوزی اور ہلاکت آفرینی کا درس یا ترغیب وتحریض ہرگز نہیں دیتیں، سائنس تو صرف حق تعالیٰ کے پیدا کردہ ان مخفی خزانوں، ذخیروں اور طاقتوں کو جو اب تک انسان کی نگاہ سے اوجھل تھے، منظر عام پر لاتی ہے اور انسان کے سپرد کر دیتی ہے وہ خود گونگی بہری اور بے جان وبے حس ہے اور کسی ذی عقل وذی ہوش مخلوق کی رہنمائی کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتی۔

اب اگر ان نو دریافت شدہ قدرتی خزانوں اور ذخیروں کو ذی عقل وذی ہوش انسان مذہب یعنی وحی الٰہی کی رہنمائی میں استعمال کرتا اور ان سے نفع اٹھاتا ہے تو یہی ذخیرے اور خزانے اس انسانی کے لئے خزائن رحمت بن جاتے ہیں اور اگر یہ خودسر اور ہوا پرست انسان مذہب اور تعلیمات وحی وثبوت سے بغاوت وسرتابی اختیار کرتا ہے تو یہی خزائن وذخائر قدرت نسل انسانی کے لئے قہر وغضب الٰہی کا سامان بن کر نسل انسانی کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹا دیتے ہیں۔

اگر مذہب اور سائنس کے امتزاج سے صدر محترم کی مراد یہی مذہب کی رہنمائی اور بالادستی ہے تو "چشم ما روشن دل ما شاد" کیا عمدہ بات ہے اور کتنی اچھی نصیحت ہے، اس امتزاج نے اسلام کے عہد عروج میں جو اسلامی تصور حیات پیش کیا ہے اس کے آثار وبرکات کی تعریف میں نہ صرف مسلمان مؤرخین بلکہ یورپین مورخین بھی رطب اللسان ہیں اور اسلامی تہذیب وتمدن کے موضوع پر انہوں نے مستقل تصانیف لکھی ہیں۔

اور اگر خدانا کردہ صدر محترم کی مراد یورپ وامریکہ کا خالص ہوا وہوس اور خود غرضی وخود پرستی کی اساس پر قائم شدہ مغربی تمدن اور نظام معیشت ومعاشرت ہے تو ہم بصد احترام صدر محترم سے عرض کریں گے کہ موجودہ مغربی تہذیب وتمدن نہ سائنس ہے اور نہ ہی اس کو سائنس کا تحفہ کہا جا سکتا ہے، جیسا کہ ہم اس سے قبل عرض کر چکے ہیں کہ مذہب اور سائنس دو بالکل علیحدہ اور مختلف الجنس چیزیں ہیں اور دو مختلف الجنس چیزوں کے اختلاط وامتزاج سے کسی نئے فلسفہ کے تیار کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

باقی رہی مغربی تہذیب وتمدن اور نظام معیشت تو اس کی بنا کت آفرینیوں سے تو یورپین اقوام بھی پناہ مانگ رہی ہیں، سائنس کی ترقی کے ذریعہ انسان نے ان تباہ کاریوں کو اس درجہ پر پہنچا دیا ہے کہ تمام آباد دنیا قطعی

اور یقینی ہلاکت کے کنارے پر کھڑی ہے۔

صدر محترم! آپ بچشم خود دیکھ رہے ہیں کہ سود و قمار کی بنیادوں پر قائم شدہ اقتصادی و تجارتی نظام شہوت رانی اور جنسی اختلاط و بے راہ روی کے آغوش میں پروان چڑھنے اور پرورش پانے والا معاشرہ، اخلاقی انارکی اور نت نئے جرائم کی جنم دینے والی سوسائٹی، انسانیت کش بہیمانہ رجحانات پیدا کرنے والی تعلیم و تربیت، سب اس بے لگام مغربی تہذیب کے برکات و ثمرات ہیں جنہوں نے انسانیت کی تمام تر مقدس قدروں کو یکسر پامال کر کے رکھ دیا ہے۔

اس لحاظ سے اس جدید تہذیب اور جدید سائنسی ترقیات کے دور میں تو مذہب کی بالادستی اور کنٹرول کی ضرورت ہزار درجہ پہلے سے زائد بڑھ گئی ہے، اگر سابق غیر متمدن عہد میں ایک شخص تیر و تفنگ سے ایک آدمی کو ہلاک کر سکتا تھا تو آج اسی ایک شخص کے صرف ایک بٹن دبا دینے سے کروڑوں انسان ہلاک ہو سکتے ہیں۔

ان حالات میں انسانیت کی نجات اور فلاح و بہبود کا راستہ اگر ہے تو وہ صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے روز مرہ کی زندگی میں مذہب حقہ کی عملی اور تعلیمات نبوت کی بالادستی اور مستقل رہنمائی۔

اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ مذاہب عالم میں کامل ترین اور جامع ترین مذہب صرف اسلام ہے، اس لئے اب انسانیت کی نجات کا راستہ زندگی کے تمام شعبوں میں خواہ انفرادی ہوں خواہ اجتماعی صرف اسلام کی فرمانبرداری میں مضمر ہے، وہی ربانی کی یہ دعوت آج بھی نسل انسانی کو متنبہ اور خبردار کر رہی ہے:

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

[آل عمران: ۸۵]

جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کسی بھی دین کو اختیار کرے گا وہ دین ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا اور وہ آخرت میں (آخرکار) خسارہ میں پڑنے والوں میں شامل ہوگا۔

اور اعلام عام کر رہی:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [النحل: ۹۷]

جو شخص بھی مرد ہو یا عورت نیک کام کرے گا بشرطیکہ وہ (خدا رسول پر) ایمان رکھتا ہو، ہم یقیناً اس کو پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے بہترین اعمال کی جزا ان کو ضرور دیں گے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اور مسلمان حکمرانوں کو دین اسلام کو سمجھنے اور اس پر پورے طور پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

هذا وصلى الله تعالى على خير خلقه صفوة البرية سيدنا محمد وآله واصحابه وبارك وسلم. [جون ۱۹۶۶ء، صفر ۱۳۸۶ھ]

فرضیت زکاۃ اور اس کی قطعیت

کون نہیں جانتا کہ زکاۃ بھی عبادت ہے جس طرح نماز، روزہ اور حج عبادات ہیں؟ کون نہیں جانتا کہ یہ چاروں اسلام کے بنیادی ارکان ہیں، کلمہ شہادت کے ساتھ مل کر یہ پانچ ستون ہیں جن پر اسلام کی عمارت قائم ہے اور ان کی فرضیت کا عقیدہ دین اسلام کا متوارث اور متواتر عقیدہ ہے جو عہد نبوت سے آج تک مسلسل چلا آرہا ہے جس کی تصدیق میں قرآن عظیم کی صدہا آیات اور سنت نبویہ (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) کی متواتر احادیث موجود ہیں۔ غرض کتاب وسنت اور اجماع وتوارث ہر دلیل و برہان سے زکاۃ کی فرضیت اور اس کا عبادت ہونا ثابت ہے۔ مکتب کا بچہ اور دار العلوم کا استاذ اس عقیدہ کو یکساں طور پر جانتے اور مانتے ہیں۔

جس طرح نماز کی رکعتیں اور ان کی تحدید اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ٹھیک اسی طرح زکاۃ کی شرح نقود یعنی سونا چاندی ہوں یا جاندار، اموال یعنی مویشی ہوں یا زرعی پیداوار سب کی شرح کو بھی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متوارث چلی آرہی ہے۔ زکاۃ وصدقات کے مصارف اور مستحقین خود حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعین فرمادیے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مطابق صرف اور تقسیم کرنے کو واجب فرمادیا ہے۔ زکاۃ اور اس کی شرح ان احکام شرعیہ میں سے ہیں کہ عہد نبوت میں ہی ان کے تحفظ کا اتنا اہتمام کیا گیا کہ نہ صرف خلفاء راشدین کو بلکہ تحصیل وصول صدقات کے لئے جو عمال بھی مقرر ہوتے تھے ان کو یہ احکام منضبط کر کے حوالہ کردیے جاتے تھے۔

مختصر یہ ہے کہ زکاۃ کی شرح اور مصارف کی تفصیلات کو کسی کے اجتہاد اور قیاس و رائے پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعیین فرما کر ان کی قطعیت پر آخری مہر ثبت کردی، قیامت تک کسی کو یہ حق نہیں دیا گیا کہ اس شرح میں ترمیم وتبدیل کرسکے۔

عہد صدیقی میں جب عرب کے چند مسلمان قبائل نے یہ خیال کر کے زکاۃ دینے سے انکار کیا کہ زکاۃ کی حیثیت سرکاری ٹیکس کی ہے، جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو امیر امت اور سربراہ مملکت تھے دنیا سے رخصت ہو گئے تو اس ٹیکس (زکوٰۃ) کی ادائیگی بھی ختم ہوگئی اب زکاۃ ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔

تو اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کے مجمع میں فرمایا:

"واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلاۃ والزکاۃ"

خدا کی قسم میں ہر اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکاۃ میں فرق کرے گا۔

نیز فرمایا:

"واللہ لو منعونی عقالا کانوا یؤدونہا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نقاتلنهم". (۱)

خدا کی قسم! اگر وہ مانعین زکاۃ ایک زکاۃ کا اونٹ باندھنے کی رسی بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کیا کرتے تھے مجھے دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے ضرور جنگ کروں گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث کا مضمون بھی یہی ہے، جو صحیحین میں موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"ان رسول الله ﷺ قال امرت ان اقاتل الناس حتى يشهدوا ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله ، و يقيموا الصلاة و يؤتوا الزكاة ، فاذا فعلوا ذلك عصموا مني دمائهم و حسابهم على الله". (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں۔ جب وہ اس پر عمل کرنے لگیں گے تب وہ مجھ سے (میری دست برد سے) اپنی جان و مال محفوظ کر لیں گے (مسلمان ہو جائیں گے اور ان کی جان و مال محفوظ ہو جائے گا) باقی ان (کے دلوں) کا حساب (کہ وہ دل سے مسلمان ہوئے یا نہیں) اللہ کے سپرد ہے۔

بیانات مادر جب وشعبان کے شماروں میں اس مسئلہ کی مزید تحقیق و تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ان ہر دو فیصلوں کو تمام صحابہ کرام نے متفق الکلمہ قبول کر لیا امت کا یہ سب سے پہلا اور سب سے قوی اجماع ہے جو رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے فوراً بعد پیش آنے والے حادثہ نازلہ میں منعقد ہوا اور آج تک امت مسلمہ میں مسلّم چلا آ رہا ہے، پہلا فیصلہ زکاۃ کے عبادت اور رکن اسلام ہونے کی قطعی دلیل ہے اور دوسرا فیصلہ شرط زکاۃ کے محدود متعین ہونے کی قطعی دلیل ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیش نظر یہی حقیقت تھی کہ جس طرح نماز عبادت ہے اسی طرح زکوٰۃ بھی عبادت ہے، وہ بدنی عبادت ہے اور یہ مالی عبادت ہے، قرآن کریم نے بھی واضح طور پر اعلان کیا ہے:

فَإِنْ تَابُوا وَ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ آتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ﴿التوبة: ۵﴾

پس اگر وہ (کفر و شرک سے) توبہ کر لیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، اسلام قبول کر لیں تو ان

---

(۱) صحيح البخاري، كتاب الزكوة، باب وجوب الزكوة ج ۱ ص ۱۸۸، ط: قديمي

(۲) صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب فان تابوا واقاموا الصلوة وآتوا الزكوة فخلوا سبيلهم ج ۱ ص ۸، ط: قديمي. الصحيح لمسلم، كتاب الايمان، باب الامر بقتال الناس حتى يقولوا لا اله الا الله... ج ۱ ص ۳۷، ط: قديمي

کارستہ پیمودہ وقت و عمارت سے ہاتھ روک لو۔

ڈائرکٹر (سربراہ) ادارہ تحقیقات اسلامی ڈاکٹر فضل الرحمن نے ادارے کے ترجمان ماہنامہ فکر و نظر بابت ماہ اکتوبر ۶۴ء میں خصوص قرآن میں قطع برید اور تحریف کی راہ ہموار کرنے کی غرض سے ابدیت قرآن کے عنوان سے جو تحقیقی مقالہ سپرد قلم کیا ہے اس میں تصریح فرماتے ہیں کہ:

''معاشرہ کی ضروریات کے لئے موجودہ شرح زکاۃ کافی نہیں حکومت کو اس میں اضافہ کا حق حاصل ہے''۔

اور اسی رسالہ کے ایک اور محقق اور قلمی معاون ڈاکٹر رفیع اللہ نے ڈاکٹر صاحب موصوف کی تائید میں فکر و نظر بابت ماہ نومبر ۶۵ء میں اس موضوع پر ایک تحقیقی مقالہ سپرد قلم کیا اس میں وہ فرماتے ہیں:

''معیشت کی تبدیلیوں کی وجہ سے اس نصاب (زکاۃ) میں کچھ خامیاں پیدا ہو گئی ہیں اس لئے اس پر ایک تحقیقی نظر ڈالنا ضروری ہے''۔

پھر اپنی خانہ ساز تحقیق و تفصیل کے بعد فرماتے ہیں:

''اب اوسط نصاب زکوٰۃ ۹۵ ۲۹۳ روپے ہونا چاہیے اور آج کل کے ماہرین معاشیات کا نقطہ نظر بھی یہی ہے کہ اس سے کم آمدنی والے لوگ ہر قسم کے ٹیکس سے مستثنیٰ ہوں''۔

یہ تو ادارہ تحقیقات اسلامیہ کی اندرون خانہ تحقیقات سے متعلق چند سطریں ہیں، ۲۱ مئی ۶۶ء کو راولپنڈی میں اسلامی مشاورتی کونسل کا اجلاس شروع ہونے سے دو دن پہلے ڈاکٹر صاحب موصوف پی پی اے کے نمائندے کو خصوصی انٹرویو دیتے ہیں کہ:

① قرآن مقدس میں مسلمانوں پر مملکت کو صرف ایک ہی ٹیکس لگانے کا اختیار دیا گیا ہے اور وہ زکاۃ ہے۔

② یہ ٹیکس بنیادی طور پر اس لئے وضع کیا گیا تھا کہ اسے مملکت کی مختلف ضروریات پوری کرتے ہوئے نہ صرف مسلم معاشرہ کی سماجی ترقی پر صرف کیا جائے بلکہ مملکت کی دفاعی اور دیگر ضروریات بھی پوری کی جائیں، انہوں نے کہا: زمانہ قدیم میں مسلم مملکت کی ضروریات اتنی زیادہ نہیں ہوتی تھیں جتنی آج کے زمانہ میں ہیں، جدید مملکت کے لئے معمولی شرح پر زکاۃ کا حصول بالکل بیکار ہے اور حاصل شدہ رقم سے اس کی مالی ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں، اس لئے ڈاکٹر فضل الرحمن نے زور دیتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں پر شرح میں اضافہ کے ساتھ زکاۃ عائد کرنی کی ضرورت ہے۔''

اسلامی مشاورتی کونسل کا اجلاس منعقد ہونے سے صرف دو دن پہلے ڈاکٹر فضل الرحمن جیسے رکن کونسل کے اس انٹرویو سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یا کونسل کے ایجنڈے پر یہ مسئلہ موجود ہے ورنہ خود ڈاکٹر صاحب کونسل کے اجلاس میں یہ تجویز پیش کرنے والے ہیں، چنانچہ پی پی اے کا نمائندہ اس عنوان سے یہ خبر دیتا ہے:

''اسلامی مشاورتی کونسل کے آئندہ اجلاس راولپنڈی میں تجویز پیش کی جائے گی کہ ملک کے جاری

ترقیاتی اخراجات پورے کرنے کے لئے زکوٰۃ کی مقررہ شرعی شرح میں اضافہ کر کے وصول کی جائے۔"

پی پی اے کی اس خبر اور ڈاکٹر فضل الرحمن کے اس انٹرویو سے ملک میں سخت اضطراب کی لہر دوڑ گئی اور ایک ہلچل مچ گئی۔ ملک کے ہر طبقہ کی جانب سے شدید مخالفت برسی اور غیظ و غضب کا اظہار ہونے لگا تو ڈاکٹر صاحب کو تو یہ کہنے بنی کہ:(۱)

"یہ میرے ذاتی نظریات ہیں۔ اسلامی مشاورتی کونسل اور اس کے ہونے والے اجلاس کی کارروائی سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔"(۲)

اور اسلامی نظریات کی مشاورتی کونسل کے چیئرمین علامہ علاء الدین صدیقی کو یہ تردیدی بیان دینا پڑا:

"کونسل میں زیر بحث مسائل سے متعلق امور پر ڈاکٹر فضل الرحمن کے ذاتی نظریات کو مشاورتی کونسل کی کارروائیوں سے خلط ملط کرنا غیر ضروری نہ جائز اور نامناسب ہے۔"

یہ خلط ملط کرنے کا معاملہ خود ڈاکٹر فضل الرحمن نے بعد از کونسل کے اجلاس شروع ہونے سے صرف دو دن پہلے انٹرویو دے کر پیدا کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسے غیر اسلامی نظریات کا مالک بلکہ ان کا پرچار کرنے والا شخص اسلامی مشاورتی کونسل کا رکن کیسے نامزد کیا گیا اور ایسے غیر ذمہ دار، غیر معتبر اور غیر اسلامی نظریات کا اعلان کرنے والے شخص کو کونسل کی رکنیت سے کیوں نہیں الگ کیا جاتا؟

ڈاکٹر فضل الرحمن کے متضاد بیانات یا قلابازیاں

پھر ایک طرف تو ان مذکورہ بالا ملک کی سامراج دشمن اور سرمایہ دارانہ نظام معیشت کی حمایت و سرپرستی کا یہ عالم ہے کہ اسی انٹرویو میں فرماتے ہیں:

"ترقیاتی مقاصد کے لئے سرمایہ پر سود کا مذہب کی پیروی کے منافی نہیں اور اس کا جواز موجود ہے۔"

نہ صرف یہ بلکہ وہ تین سال سے ماہنامہ فکر و نظر میں پورا زور قلم تجارتی سود کے جواز پر صرف کر رہے ہیں اور سرمایہ دارانہ نظام معیشت کی دوطرفہ وکالت فرما رہے ہیں اور دوسری طرف وہ بیرون ملک امریکی یونیورسٹی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی مذاہب کانفرنس میں پاکستانی مندوب کی حیثیت سے کس جسارت کے ساتھ

---

(۱) واضح رہے کہ ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب نے یہ بیان اس انٹرویو کے متعلق دیا ہے جو مشاورتی کونسل کے اجلاس سے صرف دو دن پہلے یہ انٹرویو دے کر تو ملی اسلامی حمیت و غیرت کا جو ثبوت دینا چاہتے تھے اس میں بری طرح ناکام رہے۔ اس انٹرویو کے ذریعہ وہ اس اسلامی فکر پر جو کاری ضرب لگا رہے ہیں وہ بیچ بچاؤ کے بعد کے بیان سے زائل ہونے والا نہیں ہے۔ واللہ اعلم! ابھی پاکستان کے مسلمانوں میں کچھ نہ کچھ ملی اسلامی حمیت باقی ہے تو ان شاء اللہ ان پر ردعمل کی لہریں کونسل کے ممبروں کی تبدیلی کو لازم کرنے میں بہت کافی ہے۔ ادارہ

(۲) جبکہ علامہ صاحب کا یہ بیان ان کا ذاتی تعلق نہیں ہے تو پھر یہ بیان خود انہیں کو اپنی ہی طرف سے جون ۸۷ء میں ڈاکٹر صاحب کا ایک اشتعال انگیز بیان نظر سے گزر آ کر دوبارہ ہمت میں اس کا جواب دینے کی زحمت گوارا کرنی چاہئے تھی۔

کمیونزم کی پرزور تائید کرتے ہیں، ارشاد ہے:

"بعض خصوصی سماجی حالات میں بیسویں صدی کا کامیاب مذہب کمیونزم ہے اس کی تردید نہیں کی جا سکتی"۔

دیکھئے کس قدر شاندار اللہ دے بندہ لے کہ کمیونزم کیپٹلزم (سرمایہ داری) کا سخت ترین مخالف اور سخت دشمن ہے مگر ڈاکٹر صاحب اس کی حمایت اور سرمایہ داری کی طرفداری کرنے اور اسی کے زیر سایہ پرورش پانے کے باوجود انتہائی شدومد کے ساتھ کمیونزم کو بیسویں صدی کا کامیاب مذہب قرار دے رہے ہیں۔

ایک اور عجیب تضاد

پھر ایک طرف تو وہ اندرون ملک برابر تین سال سے اسلام کی تعمیر نو میں اپنا زور قلم صرف کر رہے ہیں اور اسلام کی منصوص اور قطعی احکام کو موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق بنانے کے لئے زور و شور سے تحریکیں چلا رہے ہیں اور اس مذکورہ بالا تقریر میں اسی مسئلہ خود پر علماء اسلام کو مذہبی لیڈر کے الفاظ سے یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انہوں نے کہا کہ "اس سوال (مسئلہ ربوٰ) پر مذہبی لیڈروں نے غلط تاویل کی ہے کیونکہ قرآن کو چارج کرنے کے سوال پر خاموش ہے"۔

اور علماء اسلام پر ڈاکٹر صاحب کے الفاظ میں مذہبی لیڈروں پر وہ جدید حالات میں اسلام کی تاویل نہ کرنے کی وجہ سے عوام کے ساتھ غداری کرنے کا الزام لگاتے ہیں، ارشاد ہے انہوں نے کہا کہ "مذہبی لیڈروں نے جدید حالات میں اسلام کی تاویل پیش نہ کر کے عوام کے ساتھ غداری کی ہے"۔

دوسری طرف اوپر مذکور دیوبند کانفرنس میں پاکستانی مندوب کی حیثیت سے جو تقریر فرماتے ہیں:

"انہوں نے کہا کہ موجودہ زمانہ کی ضروریات کے لئے اسلام کی تاویل سے تقسیمی نقصان پہنچتا ہے، یہ مسلمانوں کے لئے خطرناک صورت حال ہے کیونکہ اگر وہ اپنی سوسائٹی کو جدید بنانا چاہیں جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے تو اسلام بحیثیت ایک سماجی طاقت کے ختم ہو جائے گا حالانکہ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ نفرادی زندگی ہی میں نہیں بلکہ معاشرتی زندگی میں بھی ایک طاقت ہے"۔

اب آپ ہی بتلائیے حقدار کون ہے؟ مذہبی لیڈر یا ہمارے یہ لامذہبی لیڈر، موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق اسلام کی تاویل نہ کرنے والے یا تاویل کرنے والے؟ یہ ہیں ہمارے وہ جدید اسلامی تحقیقی ادارے جو [illegible] اور واحد اسلامی نظریات کی مشاورتی کونسل کے کن رہنمائی کے مقتضا ہیں کہ [illegible] سود و غیر سودی بنکاری، انشورنس کمپنیوں کی مضاربت، سیونگ سرٹیفکیٹ کی سودی کاریوں اور قلابازیوں۔

آپ اندرون ملک تجارتی سود اور ترقیاتی قرضوں پر سود جیسے [illegible] سودی کاری اور

سوشلزم کا دعویدار ہے لیکن سرمایہ داری کی بنیاد پر نظام نظام معیشت کی تائید اور حمایت افزائی کرتے ہیں اور جن ملک پاکستان کے مسلمہ مذہب کی حیثیت سے تیسویں صدی کا کامیاب مذہب لیبل لگاتے ہیں جو کمیونزم اور سرمایہ داری کا شدید ترین مخالف اور دشمن ہے۔

ایک ہی سانس میں کمیونزم اور تیسویں صدی کا کامیاب مذہب کہنے والے لیڈر کی ذہنیت اور اس کے ماحول کی ترجمانی کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کی ذہنیت اور ماحول کی ترجمانی کرتے ہیں جو اس کی تائید کرتے ہیں اور اس کی تعریف کی مشاطگی کرتے ہیں ان رہنمائی کا ایسا شاندار اقتصاد ہے کہ اس تیسویں صدی میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

مارکسٹ لیننسٹ نے غریب طبقوں کو حاصل کرنے کی خاطر سب کی مذہب کی جڑ کاٹ دی ہے ہمارے یہ پاکستانی مسلمان مذہب فروش ہیں اپنی پیٹ کا دھندا چلتا ہے اس کی خاطر اسلام اور اسلامی معاشرہ کو بیچ دیا ہے کہ وہ عوامی لیگ ہو یا چین و ماسکو کی مشکل ہیں اس کی آبیاری کرنے والے ہیں اس لئے ان کی ہمدردی حاصل کرنے کی خاطر وہ اسلامی نظام معیشت کے نفاذ کی بات کرتے ہیں یہ ہے اسلامی نظام معیشت کی حقیقی تصویر جو مولانا مودودی نے پیش کی ہے یہ ہے اسلامی نظام معیشت کا فلسفہ جو پاکستانی مسلمان مذہب کی حیثیت سے اس کی پیشکش و نیز ان کے اسلامی مذہب کی کانفرنس میں شریک ہوئے۔

کیا چین کی سوشلزم کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان اسلام کو چین کی سوشلزم کی تائید کرے؟ اس تو کانفرنس نے ملک میں سوشلزم کو اور اسلام کو ایک ہی قرار دیا ہے کیا سوشلزم اور حقیقت ایک ہی ہے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اس نے اسلامی نظام معیشت کو پیش کیا ہے اس کا مقابلہ کن قوموں سے ہے ان قوموں کی نظام معیشت کا کیا فرق ہے اور ان کی اس خصوصیات کی قوموں کو چھوڑ کر اسلام

ہم نہیں سمجھتے کہ ڈاکٹر فضل الرحمن ایسے نادان ہیں کہ وہ ایسے متضاد بیانات دیں جن کے تضاد کو ایک طفل مکتب بھی محسوس کر سکتا ہے وہ تو نہ صرف میکگل یونیورسٹی کے فاضل ہیں بلکہ برسوں میکگل یونیورسٹی اور دوسری یونی ورسٹیوں میں پروفیسر بھی رہے ہیں اور اپنے شفیق استاد مشہور مستشرق ڈاکٹر اسمتھ کے شاگرد رشید ہیں، وہ درحقیقت طے شدہ منصوبہ کے تحت اسلامی تحقیقاتی ادارہ پاکستان کے سربراہ بنا کر بھیجے گئے ہیں تاکہ اپنے استاد ڈاکٹر اسمتھ اور دوسرے مستشرقین کی نیابت کریں۔ حکومت پاکستان غیر شعوری طور پر اس دسیسہ کاری کا شکار ہوئی ہے لیکن اب تو ڈاکٹر صاحب کی حقیقت پاکستان کے ہر مسلمان پر عیاں ہو چکی ہے اب تو حکومت کا فرض ہے کہ ان کو نہ صرف ان کے غیر اسلامی نظریات کی بنا پر بلکہ غیر ممالک میں ان رسوا کن بیانات کی بنا پر فوراً ان عہدوں سے معزول کرے ان کے خلاف محکمانہ کارروائی کرے اس لئے کہ ان کے یہ بیانات اسلام، علماء اسلام اور دستور پاکستان کے ساتھ غداری کے مرادف ہیں۔

اس وقت پوری قوم کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ اسلامی تحقیقاتی ادارہ پر جو ملک کا لاکھوں روپیہ سالانہ صرف ہو رہا ہے وہ نہ صرف ضائع جا رہا ہے بلکہ اسلام کی جڑ کٹنے پر صرف ہو رہا ہے اور متفقہ مطالبہ ہے کہ اسلامی نظریات کی مشاورتی کونسل اور اسلامی تحقیقاتی ادارہ کو جملہ از جملہ ڈاکٹر فضل الرحمن اور ان کے ہمنوا علمی معاونین سے پاک کر دیا جائے۔

خدا کا شکر ہے کہ ہمارا یہ بیان صرف اپنی مملکت خداداد پاکستان کے مفاد کے پیش نظر ہے اور محض دینی ذمہ داری کے احساس پر مبنی ہے، خدا شاہد ہے کہ ڈاکٹر صاحب سے ہمیں کوئی ذاتی عداوت نہیں بلکہ ہم نے تو ایک ڈیڑھ سال تک ان سے برادرانہ تعلقات بھی محض دین کی خاطر قائم رکھے اور ڈاکٹر صاحب کو کافی موقع دیا کہ وہ ملک و ملت کی صحیح خدمت انجام دیں تو ہم بھی ہر قسم کے تعاون کے لئے تیار ہیں اور خود ڈاکٹر صاحب سے ادارہ تحقیقات اسلامیہ میں جا کر تقریر اور تبادلہ خیالات بھی کیا اور اپنے بے لوث جذبات کے اظہار میں کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن جب بالکل مایوسی ہو گئی تو اظہار حق کا فریضہ تو ہر چیز پر مقدم ہے اس لئے آج تین سال بعد یہ آواز اٹھانی پڑی ہے۔ واللہ علی ما نقول وکیل۔

[صفر ۱۳۸۶ھ - جون ۱۹۶۶ء]

عصر حاضر میں اسلام کی بے چارگی
اور اس کے خلاف دشمنوں کی سازش

(۱) انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ہم ایسے دور سے گذر رہے ہیں جس میں تمام اسلامی حقائق کو مٹایا جا رہا ہے اور بعثت داعی کا جو فتنہ ہزار برس پہلے ظہور پذیر ہو چکا تھا آج تمام عالم میں پھیل گیا ہے اور جو نتیج

پڑھے ایک جاہل پنڈت کو دیکھا تھا جو ان سے بہت دور نہ تھا۔ اس وقت یونانی مصنفوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ان کی کتابوں کی چھٹی پڑی جاتی تھی۔ ان کے پیرو ان کی تعریف کرتے نہیں تھکتے تھے۔ ان کے بیان کو آخری بیان سمجھا جاتا تھا۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ لیکن ان کا اسلام ہمارے لئے بہت اہم تھا۔ ان کے ذریعہ ہمارے بہت سے رشتہ دار اور ہم وطن اسلام کی طرف مائل ہوئے تھے۔ ان کی قابلیت اور علم کی وجہ سے ان کا اپنی رائے پر مضبوط رہنا اور اپنے مذہب کی حمایت کرنا بہت بڑی بات تھی۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے بہت سے ہم وطن اور ہم مذہب ان کی پیروی کرنے لگے۔ ان کے بعد بھی ان کے خاندان کے بہت سے لوگ اسلام کی خدمت کرتے رہے۔ ان کے پوتے ابوالحسن اشعری سے لے کر علامہ تاج الدین سبکی تک بہت سے علماء نے اسلام کی بڑی خدمت کی۔ ان کے پڑپوتے ابوالحسن اشعری نے اسلامی عقائد کی حفاظت میں وہ کام کیا جو امام غزالی نے کیا تھا۔ ان کی کتابیں ان محققین کے لئے نمونہ ہیں جو اسلام کی سرپرستی کرتے تھے اور اسی لئے خداوند نے ان کی مدد کی۔ ان کے بعد بھی ان کی مدد ہوتی رہی۔ آج تک ہے کہ متکلمین اور محققین میں جو دین حق کی حفاظت کے لئے بے چین ہوتے ہیں وہ سب اسلام میں ان کی روحانی تاثیر کے قائل ہیں۔ ان کے متعلق ہمارے ایک شاعر نے کہا ہے:

"آں قدح بشکست و آں ساقی نماند"

اور ان کے بعد سے آج تک ہندوستان و بخارا و مصر کے علماء کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ان کے نام سے شروع کرتے ہیں کہ فلاں نے ان کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ ان کا کام تحقیق سلام ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اخلاق زیادہ تر اس طرح پھیلتے ہیں کہ ان کو دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے۔ کیا کیا جائے "از ما است کہ بر ما است" اسلام کی ترقی اور پھیلاؤ کا بڑا دار و مدار اخلاق حسنہ پر ہے اور عبادت کے بعد بھی بڑی بات ان اہل اللہ کی صحبت ہے کہ ان کی قلبی توجہ سے دل کی کدورتیں دور ہوتی ہیں اور ان کی دعا سے بہت سے لوگ ہدایت پاتے ہیں۔ ہم لوگ ان کی صحبت سے محروم ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان کی قدر و قیمت کو پہچانیں۔ ہم ان کی کتابوں کو دیکھتے ہیں تو ان کی بڑی قیمت ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کو اپنی رحمت میں جگہ دے۔ (ما لوم بخلت من علم ان عدم الا بخیر حرمان ان کی بخشش سے محروم ہے ہم لوگ ان کے لئے دعا کرتے ہیں)۔

قرآن کریم اللہ کا کلام اور وحی ہے

(۲) مسئلہ خلق قرآن کی تحقیق میں یہ آیت قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس آیت سے ان لوگوں کی صحیح تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے کلام کو اپنی ذات سے متعلق کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت کا مخلوق ہونا ناممکن ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی تین حالتیں ہیں۔ ان کے لئے قرآن کریم اور تمام کتب الہیہ کی تصریحات کے مطابق نظر ثانی ہوتی ہے۔ ان کو تبدیل کرنے کے موقعوں پر قرآن کریم اور تمام کتب الہیہ کی تصریحات کے مطابق نظر ثانی ہوتی ہے۔ اس لئے امین جو وحی کو فرشتوں سے لیتا ہے اس کو بھی وحی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل فرمائی تھی اس کے

کلمات واضحہ میں حضرت رسالت پناہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ذرا تصرف کرنے کا حق حاصل نہ تھا۔

قرآن کریم میں اس انزال وتنزیل کی تعبیرات کی کوئی حد نہیں، ذیل میں اس کلام مجید کے چند صوتی ملاحظہ ہوں:

(۱) ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ. عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ. بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ﴾ [الشعراء: ۱۹۳ تا ۱۹۵]

(۲) ﴿قُلْ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ [البقرۃ: ۹۷]

(۳) ﴿آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ﴾ [النساء: ۱۳۶]

(۴) ﴿اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا﴾ [الزمر: ۲۳]

(۵) ﴿وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ﴾ [البقرۃ: ۲۳]

(۶) ﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ [الفرقان: ۱]

(۷) ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنزِيلًا﴾ [الدھر: ۲۳]

(۸) ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً﴾ [النحل: ۸۹]

(۹) ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ [النحل: ۴۴]

(۱۰) ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ﴾ [الکہف: ۱]

(۱۱) ﴿وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ﴾ [الانعام: ۱۵۵]

(۱۲) ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ [القدر: ۱]

(۱۳) ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ [البقرۃ: ۱۸۵]

(۱۴) ﴿تَنزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [السجدۃ: ۲]

(۱۵) ﴿وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الشعراء: ۱۹۲]

(۱۶) ﴿وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ﴾ [محمد: ۲]

① اس کو امانت دار فرشتے لے کر آیا ہے، آپ کے قلب پر صاف عربی زبان میں تاکہ آپ کھلے ڈرانے والے بنیں۔

② آپ یہ کہئے کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہو (ہوا کرے) اس نے تو قرآن آپ کے قلب تک پہنچایا ہے خداوندی حکم سے۔

③ تم وہ اعتقاد رکھو اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور اس کتاب کے ساتھ جو اس نے اپنے

رحمان پارہ نمبر ۱۳

۱۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم کتاب نازل فرمائی ہے جو بیان کتاب ہے یا حق پر مشتمل ہے۔

۲۔ اور اگر تم لوگ جو خیالوں میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندہ خاص پر تو اچھا چھوٹا سا ایک سورہ ہی ایسا بنا لاؤ جو اس کا ہم پلہ ہو۔

۳۔ اللہ ہی عبادت کے لائق ہے جس نے یہ عظیم کتاب اپنے بندہ خاص پر نازل فرمائی تاکہ وہ تمام جہان والوں کو ڈرانے والا ہو۔

۴۔ ہم نے آپ پر قرآن تھوڑا اتارا ہے۔

۵۔ اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے جو تمام باتوں کا بیان کرنیوالا ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

۶۔ اور آپ پر بھی یہ قرآن اتارا ہے تاکہ جو مضامین اس میں ہیں آپ ان کو لوگوں سے بیان کر دیں۔

۷۔ تمام تعریفوں کا مستحق اللہ ہے جس نے اپنے بندہ پر کتاب اتاری۔

۸۔ یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم لوگ اس کی آیتوں میں تدبر کرو۔

۹۔ بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے۔

۱۰۔ اور رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن بھیجا گیا ہے۔

۱۱۔ یہ قرآن ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں پختہ کی گئی ہیں پھر اللہ کی طرف سے بیان کی گئی ہیں۔

۱۲۔ یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے۔

۱۳۔ اور ایمان لائے اس پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا ہے اور وہ حق ہے ان کے رب کی طرف سے ہے۔ (قرآن کی آیات تلاوت کی)

قرآن کی آیات کی تلاوت سے ہمارے دلوں میں قرآن کی عظمت پیدا ہوتی ہے۔

قرآن کی عظمت کا تقاضا ہے کہ ہم اس کی تلاوت کریں اور اس کو سمجھ کر پڑھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں تراویح میں پورا قرآن سناتے تھے۔ میں نے بھی اپنے [illegible] سے [illegible] اس کا نام [illegible] ہے [illegible] اس کا نام [illegible] ہے [illegible] مقدس کتاب ہدایت و سعادت کے سرچشمہ ہونے کے ساتھ ساتھ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] ان کی تعلیمات موجود ہیں جنہیں [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] قرآن کی روشنی میں تمام [illegible] ہے [illegible] قرآن [illegible] ہے [illegible]

امین اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اللہ کے سینے میں اتارا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بغیر ذرہ بھر تغیر کے امت تک پہنچا دیا یہ امت محمدیہ کا اجماعی عقیدہ ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں کتنی بڑی جہالت کی بات ہے جو یہ کہے کہ قرآن کریم کا چشمہ پیغمبر کے سینے سے پھوٹ کر بہا۔ جبریل کوئی خارجی شئی نہیں وحی کے لئے خارجیت نہیں اس کے سوتے قلب مبارک سے نکلے اور قرآن اگر کلام الٰہی ہے تو (معاذ اللہ) بایں معنی جیسے شاعروں کو آمد ہوتا ہے تمام مبادیات اور فن اور سیچ تو یہ ہے کہ کفار و مستشرقین نے جو کچھ زہر اگلا تھا وہی کی ترجمانی کی جا رہی ہے۔ اسی لئے کہا جا رہا ہے، لیکن تمہارا امت کے خوف سے کوشش یہ کی گئی کہ الفاظ کے گورکھ دھندوں میں پھنسا کر اپنا ایمانی تعہد بھی بچا لے گئے اور امت بھی بچی رہے اور ساری لغویات و خرافات کے بعد یہ کہا جا سکے کہ ہاں اللہ کا کلام بھی ہے اور رسول کا کلام بھی ہے، پھر اس کی تاویل کی جائے اور چاہے ہیں کہ اس کفر صریح کو الفاظ و تعبیرات کے پردوں میں چھپا کر پیش کریں اور یہ اللہ کے کلام کی تشریح کرنے والے مزید برآں وہ جرأت کرتے ہیں کہ اپنی جہالت اور شقاوت ازلی کا عقیدہ بتاتے ہیں۔ لیکن ایمانی بصیرت سے محرومی کی وجہ سے عقل و فہم کا حال یہ ہے کہ عام وحی الٰہی نبوت اور خوارق وحی کی کیفیت کی جو تشریحات یا تعبیرات ان بزرگوں سے منقول ہیں اس کو وحی قرآنی پر محمول کرتے چلے جاتے ہیں، سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ یہ سب کچھ ایمانی بصیرت اور ایمانی نور سے محرومی کا نتیجہ ہے یہ پھر ان حقائق الٰہیہ سے جہل عظیم کا ثمرہ ہے۔

خدارا انصاف کیجئے کہ تمام قرآن اور تمام وحی و پیغمبر کا خلاقی تجزیہ اور توضیح ذات بتلایا جائے کیا یہ صحیح تعبیر نہیں اور اب واحترام کے لہجے میں ایسی تعبیر کی جاتی ہے کہ عوام متاثر ہوں اور یہ خیال کریں کہ ان کہنے والوں کے دلوں میں اللہ اور اللہ کے رسول کا بڑا احترام ہے، لیکن حقائق عین نگاہ ہیں محسوس کرتی ہیں کہ اللہ دین اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ارشادات کی جڑیں کاٹ رہے ہیں اور اپنے سلف مستشرقین کی دلی آرزوؤں کو پورا کرنے کا کام انجام دے رہے ہیں جو ان سے نہ ہو سکا۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کے لئے اہل حضرات کون ہیں؟

یہ سطریں زیر قلم تھیں کہ یہ معلوم ہوا کہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے ذمہ داروں نے جو ان لغویات کے مبلغ تھے عوام کے احتجاج پر اپنے منصب سے برطرف کر دیئے گئے لیکن سوال تو یہ ہے کہ اس وقت تک ان کی رہنمائی میں ماہنامہ فکر و نظر اور اسلام وغیرہ کتابوں کے ذریعہ جو تخم ڈالا گیا ہے اس کا کیا ہو جائے گا؟

اب تک جتنا کچھ ظہور میں آیا ہے وہ "غرق مے ناب اولیٰ" کا مصداق ہے جب تک ان کا ریشہ نہ کیا جائے اس وقت تک کیا اطمینان ہے کہ پھر بھی کچھ نہیں ہوگا اور ان تحریفات الحاد پر اس وقت تک جو پاکستان کے خزانے سے لاکھوں روپیہ خرچ کیا گیا ہے اس کا کیا تدارک کیا جائے گا؟ اور جو اپنے خیال انصاف و اپنے ادا

گرد جمع کیا تھا اس کا کیا حشر ہوگا؟ ضرورت اس کی ہے کہ یہ اوراق امین ہاتھوں میں دیا جائے اور اس کی علمی و دینی معاونت کے لئے علماء امت میں سے معتمد ترین افراد کا انتخاب کیا جائے جن کے علم و تقویٰ پر جمہور امت کو اعتماد ہو اور وہ شرعی احکام و مسائل معلوم کرنے کے لئے ان کی طرف رجوع کرتے ہوں۔

اور یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ ان تحقیقات کے لئے دائرہ عمل متعین کیا جائے اور ان کے مصنفات کو زیر بحث لانے کی اجازت نہ دی جائے۔

جب تک یہ روک تھام نہ ہوگی اس وقت تک تو مکمل اطمینان کی صورت ملک میں پیدا نہ ہوگی۔

واللہ سبحانہ ھو الموفق

رجب ۱۳۸۸ھ

ادارہ تحقیقات اسلامی اور ڈاکٹر معصومی

مقام مسرت ہے کہ ادارہ تحقیقات اسلامی پاکستان کا رخ بدل رہا ہے اور جائے جدید استشراق قدیم عہد سلف لے رہا ہے اور جناب ڈاکٹر معصومی صاحب کی سرپرستی میں اونچے پیمانے پر علمی و دینی تحقیق کا حق ادا ہو رہا ہے۔ ادارے کا جدید شاہکار امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اختلاف الفقہاء" کی طباعت اور اس کا ایڈٹ کرنا ہے جس پر آئندہ اشاعت میں ایک مختصر بصیرت افروز مقالہ انشاء اللہ ناظرین کے سامنے آئے گا۔ مدت سے یہ تمنا تھی کہ ادارہ کے اساسی مقاصد اسی قسم کے ہونے چاہئے تھے خدا کرے استقامت نصیب ہو اور ملک و ملت کے لاکھوں روپے صحیح دینی علمی مقاصد پر خرچ ہوں اور قدیم اسلام میں مستشرقین کے جدید اسلام کا بیج نہ اگانے کی کوشش نہ ہو۔ جدید علم کلام اور فقہ اسلامی کی صحیح خدمت ہو تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق دونوں بیک وقت راضی ہوں۔

واللہ سبحانہ ھو الموفق لکل خیر

[جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ۔ جولائی ۱۹۷۲ء]

نزول قرآن کریم کا چہاردہ صد سالہ جشن

ادارہ تحقیقات اسلامی راولپنڈی کی طرف سے مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۷۱ء سے یکم مارچ تک ۱۱ قومی اور علمی کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا جس میں ممالک اسلامیہ اور عربیہ کی متعدد شخصیتیں شامل ہوئیں۔ ان میں الشیخ محمد امین المصری المصطفیٰ مصر سے، الاستاذ احمد حسن الباقوری مدیر ادارہ مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ سے، الاستاذ ڈاکٹر حسب اللہ، الشیخ منصور محبوب لیبیا سے، قاضی القضاۃ اور وزیر اوقاف کویت کے مستشار، شام کے مفتی الشیخ احمد کفتارو عراق سے الاستاذ جواد علی ترکی کے ڈاکٹر فوزی الیجری طرطان ایران سے ڈاکٹر عبدالامان فی وغیرہ شامل

۱۱۱۱ھ میں نے ڈابھیل کے بڑے محقق عالم اور دینی تعصب و تحقیق میں ممتاز ہیں، باجازت صدر جمہوریت صدر ایوب خان تقریر فرمائی اور فرمایا کہ افسوس کہ جناب مقرر نے جس احادیث سے استدلال کی ہے وہ احادیث بہت ہی ضعیف یا موضوع ہیں اور عقل کا دائرہ شریعت کے اندر محدود ہے، عقل کو یہ آزادی کبھی نہیں دی گئی کہ شریعت کے حدود سے باہر جائے، فلسفی عقل کے لئے شریعت میں کوئی جگہ نہیں، کسی عقل کو آزادی نہیں دی گئی ہے، باقی جو کچھ بقیہ تقریر کا حصہ تھا چونکہ وہ خالص اردو میں تھا اس لئے ڈاکٹر صاحب اللہ ہی سمجھ سکتے تھے، انہوں نے تردید فرما سکے۔ آخر میں صدر محترم السید الحسینی نے تنقید کے لئے اقم الحروف کو دعوت دی، میں نے چاہا کہ عربی میں تقریر کروں لیکن اردو خواں حاضرین نے اصرار کیا کہ تقریر اردو میں ہو تاکہ ان کے لئے بھی سمجھ پڑے، مجبوراً تقریر عربی میں تھی میری تقریر و تنقید کا خلاصہ یہ تھا کہ:

میری تقریر پڑھ کر جناب ڈاکٹر صاحب کی تقریر ہی کا خلاصہ ہے، امت محمدیہ کا اس پر اجماع ہے کہ جو حکم شرعی قرآن و حدیث میں واضح طور پر آ گیا ہے تو اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے نہ اس کی مخالفت کا امکان، اجتہاد کا دائرہ وہ حوادث و واقعات ہیں جہاں کتاب و سنت خاموش ہوں، جو جدید مسائل پیش آئیں ہیں قرآن و سنت نے اجتہاد کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ اس کا حکم دیا ہے، ان مسائل میں اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے، کان مسائل میں اجتہاد کو بند کرنا اسلام کو جامد بنانا ہے، لہٰذا جتہاد نے کے اہلیت اجتہادی شرائط کی اس کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں کہ جو شخص اجتہاد کا اہل نہ ہو وہ بھی اجتہاد کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صحیح حدیث میں جدید اجتہاد کے لئے بھی ایک فیصلہ کن رہنما موجود ہے، حدیث حافظ ابو بکر الدین قتی نے اپنی کتاب "مجمع الزوائد و منبع الفوائد" میں بحوالہ معجم وسط طبرانی روایت حضرت علی و حذیفہ سے ان الفاظ میں نقل کی ہے، حضرت علی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"عن علی رضی اللہ عنہ قال: قلت یا رسول اللہ، اذا نزل بنا امر لم یکن فیہ بیان لا امر و لا نہی فما تامرنا فیہ؟ قال: تشاورون الفقہاء و العابدین و لا تمضوا فیہ رای خاصۃ، وفی روایۃ ولا تقضوا فیہ برای خاصۃ"۔ (۱)

(۱) یہ حدیث رقم ۔۔۔ ۱۲۷۶ھ سے پہلے ہی مجمع الزوائد کی اشاعت ۱۳۵۲ھ کے بعد ہی ہوئی تھی، اس لئے ۔۔۔ اس حدیث کو نہ دیکھ سکے تھے، اس حدیث کو ۔۔۔ نے اپنی کتاب "اجتہاد" میں نقل کیا ہے، اس کتاب کی اشاعت ۔۔۔ ہوئی تھی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب ہمارے سامنے کوئی ایسا حادثہ پیش آئے جس کے بارے میں کوئی واضح حکم امر و نہی کا نہ ہو، اس کے متعلق آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ فرمایا: فقہاء و عابدین سے مشورہ کرو اور اس میں شخصی رائے نافذ نہ کرو، ایک روایت میں یوں ہے کہ اس میں شخصی رائے سے فیصلہ نہ کرو۔

حافظ حدیث امام نور الدین ہیثمی نے نقل کرنے کے بعد فرمایا:

ورجالہ موثقون من اھل الصحیح ( )

اسناد کے رواۃ سب ثقہ اور صحیح حدیث کے راوی ہیں۔

اس حدیث نبوی سے بات بالکل صاف ہوگئی اور حسب ذیل امور روشنی میں آ گئے:

(الف) جدید مسائل میں اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا۔

(ب) جب جدید مسائل پیش آئیں تو سب سے پہلے قرآن و سنت کے بیانات کی طرف رجوع کیا جائے۔

(ج) اگر اس کے تحت سے قرآن و سنت دونوں خاموش ہیں کوئی صریحی بیان نہیں ملتا تو اجتہاد کے ذریعہ فیصلہ کرنا چاہیے۔

(د) اجتہاد کے بھی دو ہیں:

① اجتہاد کرنے والے فقہاء ہوں جن کو دین کا فہم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔

② کسی اجتہاد سے گریز کیا جائے بلکہ اجتماعی یا انجمنی اجتہاد کیا جائے، بہت سے فقہاء و علماء مل کر غور کریں اور مسائل کا حل تلاش کریں، تنہا شخصی رائے قابل اعتماد نہیں۔

(ہ) اجتہاد کرنے والی جماعت دینی فہم و تفقہ کے ساتھ صلاح و تقویٰ و خدا ترسی، کثرت عبادت سے متصف ہو۔

دیکھئے کتنی صفائی کے ساتھ جدید اجتہاد کے شرائط روشن ہو گئے اور اجتہاد کے لئے یہ سب بنیادی چیزیں ہیں اگر کسی میں تفقہ فی الدین کی اہلیت نہیں تو ظاہر ہے کہ اس کا اجتہاد بازیچہ اطفال قرار پائے گا، کیونکہ کسی عاقل کے نزدیک یہ گنجائش ہے کہ کسی انجینئر سے امراض کا علاج کرایا جائے یا کسی طبیب سے مکان کا نقشہ بنوایا جائے۔ جب یہ بات مسلم ہے کہ "کل فن لہ رجال" ہر فن کے لئے اپنے اپنے آدمی ہیں تو اجتہاد کے لئے یہ کہنا کہ آزادی دی جا سکتی ہے کہ ہر شخص کو اجتہاد کرنے کا حق ہے، جب دنیا کے ہر معمولی پیشہ کے لئے ماہر کی شرط لگائی جاتی ہے تو آخرت اور دین کے معاملے میں یہ شرط کیوں ساقط کر دی جاتی ہے، ما انزل دین تو محض نقل سے تابع ہے

---

(۱) المعجم الاوسط للطبرانی ج: ۲ ص: ۱۷۲، ط: دار الحرمین القاہرۃ؛
مجمع الزوائد ج: ۱ ص: ۲۱۷، ط: دار الفکر بیروت

اور آخرت عقل کے ساتھ وحی الٰہی کی محتاج ہے۔

بہرحال اس صحیح حدیث کی روشنی میں جدید اجتہاد کا مسئلہ بالکل صاف ہوگیا اور ساتھ ہی ساتھ قرآن وسنت کی جامعیت کا بھی اندازہ ہوگیا کوئی مرض ایسا نہیں کہ قرآن وسنت نے اس کی دوا تجویز نہ کردی ہو اور کوئی دور ایسا نہیں کہ شریعت اسلامیہ کے شفاخانے میں اس کا مرہم نہ موجود ہو۔

الحمدللہ میری اس مختصر تقریر کی تصور سے بالاتر قدر افزائی ہوئی اور سامعین کو فوق العادہ سکون ہوا۔ عربی ممالک کے مندوبین میں سے الشیخ عبدالرحمن الکانی مراکش اور رباط کے مندوب نے اٹھ کر فرمایا:

یاشیخ! واللہ ان خطابک وھذا الحدیث الذی ذکرتہ کان بلسماً جرح وحنا

آپ کے اس بیان اور اس حدیث نے ہمارے زخموں پر مرہم کا کام کیا۔

دوسرے دن اجلاس میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا مقالہ بہت اہم تھا۔ اجلاس الاستاذ احمد بن الہ قوری (تمبوریہ مصر) کی صدارت میں شروع ہوا اور حضرت مفتی صاحب نے اپنا مقالہ اردو میں پڑھا جو "اسلام اور اقتصادیات اور اسلامی نظام معیشت" پر تھا پہلے کیا گیا بعد ازاں چائے کے وقفے کے بعد جناب اسعد چیف یاسف پیرا قاف کا انگریزی میں مقالہ تھا جس میں قرآن کریم سے اشتراکیت یا سوشلزم کے اثبات کی کوشش کی گئی تھی اور علماء امت پر کچھ ناشائستہ انداز سے تنقید تھی۔ مقالہ انگریزی میں تھا مقالہ ختم کرنے کے بعد ہال میں شور اور غوغا آرائی ہوئی بلکہ اتنی شور ہوا کہ معاملہ قابو سے باہر ہوگیا۔ آخر مولانا مفتی محمود صاحب نے استاذ باقوری سے تقریر کرنے کی اجازت لی کہ یہ ہنگامہ بغیر تردیدی تقریر کے خاموش نہیں ہوسکتا چنانچہ مفتی صاحب کی تقریر سے لوگوں کو تسلی ہوگئی اور اس روز کی مجلس بھی ختم ہوگئی۔

آخری دن ۳ رفروری ۵۶۸ء کو اختتامی اجلاس تھا خواجہ شہاب الدین وزیر مواصلات کی صدارت میں اجلاس شروع ہوا۔ ابتدائی تلاوت قرآن کریم کے بعد وزیر قانون جناب ایس ایم ظفر صاحب نے سیمینار کے مقاصد پر روشنی ڈالی اور معزز مندوبین کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔ تقریر انگریزی میں تھی عربی ترجمہ ڈاکٹر سید محمد یوسف صاحب کررہے تھے اس روز کوئی اہم مقالہ نہ تھا آخر میں صدر محترم جناب خواجہ شہاب الدین صاحب نے ایک مبسوط مقالہ پڑھا۔ مقالہ اردو میں تھا اور جہاں تک اس کے پڑھنے کا تعلق تھا خواجہ صاحب نے بہت عالمانہ محققانہ انداز سے پڑھا اور اسکون سے سنا گیا۔ مقالہ کی روح یہ تھی کہ مسلمانوں کی پستی اور زوال کا سبب سائنس سے دوری ہے اور مغرب اور یورپ کی ترقی کا راز مغربی سائنس سے فائدہ اٹھانے میں ہے اور قرآن کریم نے بھی اسی پر زور دیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی آیت انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء میں علماء سے مراد وہی علماء ہیں جو ان سائنس کے علوم کو جانتے ہیں اور کائنات و فطرت سے واقف ہیں۔

ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی عظمت تو اسی بات میں منحصر کرنا سراسر دل کے اندھا پن ہے قرآن تو

سب سے پہلے اصلاح نفوس وتزکیہ قلوب کی دعوت دیتا ہے ایمان ویقین توحید وصفات اور عبادات صحیحہ کا صحیح تصور پیش کرتا ہے، ہر ہر عمل پر محاسبہ آخرت اور جزا وسزا کا یقین دلوں میں اتارتا ہے، عقائد واعمال اور سیرت وکردار کی اصلاح کے ذریعہ انسانوں کو حیوانات کی صف سے نکال کر فرشتہ خصلت انسان بناتا ہے اور اس کے بعد دنیا کے ان وسائل سے صحیح فائدہ اٹھا کر خلق اللہ کی صحیح خدمت ان کے ذریعے کرانا چاہتا ہے اس طرح ان دنیوی وسائل کو تکبر اقتدار اور ظلم واستبداد کا آلہ کار بننے سے بچاتا ہے۔

اہل فہم ودانش طبقہ کو خواجہ صاحب کے مقالہ سے اختلاف تھا لیکن ان کے [illegible] ہوئے سکون سے سنتے رہے، لیکن ختم کے بعد نوجوان نسل سے برداشت نہ ہو سکا اور شور مچایا کہ خواجہ صاحب کے اس مقالہ پر تنقید کا موقع دیا جائے۔ نوری یا سفنی محمود کو تردید کا وقت دیا جائے، چونکہ اختتام کی یہ آخری نشست تھی اور دیر کافی ہو چکی تھی اس لئے اجلاس تو منتشر ہوا لیکن شدید ہنگامہ ہوا خواجہ صاحب کو بھی عوام میں [illegible] احساس ہوا اور وہ جلدی چپکے سے تشریف لے گئے، راقم نے سب حضرات سے عرض کیا کہ آپ حضرات مطمئن رہیں صحیح تردید کی جائے گی وقتی صورت پیدا نہ ہونے دی بلکہ جب یہ مقالہ ادارہ تحقیقات اسلامی کی [illegible] ہوگا تو اس کی تردید بھی ساتھ شائع ہوگی۔ اس صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے مرکزی وزیر قانون جناب محمد [illegible] ظفر صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ میں آپ کی قیام گاہ میں آکر ملنا چاہتا ہوں اور کچھ باتیں کرنی ہیں، چنانچہ وہ حسب وعدہ ٹھیک ۱۲/۲ بجے تشریف لائے اور قریباً ۳۵ منٹ بہت بے تکلفی سے مخلصانہ باتوں میں ان سب باتوں پر سیر حاصل گفتگو ہوئی اور الحمد للہ کہ موصوف کو ان باتوں سے بہت مطمئن پایا اور [illegible] پہچاننے اور قریب سے دیکھنے کا موقع مل گیا اور آئندہ کے لئے ان دینی موضوعات پر بھی [illegible] راستہ ہموار ہو گیا، مجھے خوشی ہوئی کہ وزیر موصوف کو میں نے ایک دردمند اور [illegible] اور ان کے دل میں کام کرنے کے صحیح جذبہ اور تڑپ کا احساس ہوا اور ادارہ تحقیقات اسلامی سے ایک مرتبہ پھر یہ توقع ہوگئی کہ شاید وہ اس انداز سے کام کر سکے جس سے خالق ومخلوق دونوں راضی ہوں اور وقت کے تقاضوں کے مطابق صحیح قدم اٹھایا جا سکے۔ وزیر موصوف نے گفتگو کے بعد فرمایا کہ انشاء اللہ آپ سے پھر ملاقات ہوگی اس طرح یہ خصوصی مجلس اور عمومی اجلاس دونوں ختم ہوئے، رات کو تمام مندوبین کی دعوت شیراز ہوٹل میں [illegible] تھی، وزیر موصوف نے میرے مزید ٹھہرنے کی خواہش ظاہر فرمائی لیکن مجھے کراچی [illegible] اس خواہش کی تکمیل نہ کر سکا۔

رات کے اجتماع میں جناب ڈاکٹر حسب اللہ کی بڑی اہم تقریر ہوئی جو سیمینار ہی میں ہونی چاہیے تھی چونکہ مجھے اس کا علم تھا کہ تقریر ہوگی اس لئے پہلے سے برادرم مولانا محمد تقی صاحب عثمانی سے کہا تھا کہ ان کی تقریر ضبط کریں اس کا کچھ خلاصہ اسی شمارے میں دوسری جگہ ملے گا۔

یہ مجلس مذاکرات بہت ہی نافع ہوتی اگر وقت کم از کم ایک ہفتہ ہوتا اس میں شک نہیں کہ جناب ڈاکٹر قانون، ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب اور بقیہ منتظمین نے بڑی عرق ریزی سے کام کیا تاہم یہ پہلا موقع تھا اس لئے بہت سی خامیاں رہ گئیں اور جتنی کامیابی کی توقع تھی وہ نہ ہوسکی، وقت بہت کم تھا تراجم کا انتظام تحریری یا تقریری ناممکن تھا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح خدمت علم، خدمت دین اور خدمت ملک کی توفیق عطا فرمائے تاکہ پاکستان کا علمی دینی اور سیاسی وقار بڑھے، آمین۔

[ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ]

تفاسیر قرآن اور مسلمان قوم

آج کل یہ دیکھا گیا جو تحریک اسلام کی نام سے اٹھتی ہے اور جو شخص اسلام کا نام لے کر اٹھتا ہے اس کی خواہش اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھوائے، اس پچاس سال کے عرصہ میں اس ملک میں کتنی تحریکیں اٹھیں اور کتنی اب بھی موجود ہیں اور سب کا تختۂ مشق قرآن کریم ہے، کیا اچھا ہوتا ہے کہ اس حق و باطل معرکہ کی جو تفاسیر موجود ہیں انہی کو مشغل راہ بناتے اور ان سے فائدہ اٹھاتے لیکن افسوس کہ وہ کس طرف جائیں وہ اس وقت سمجھیں یہ قرآن کریم حق تعالیٰ کا کلام ہے۔ بلاشبہ جہاں اللہ تعالیٰ نے نصیحت، عبرت و عمل کے لئے آسان کر دیا ہے وہاں علوم و حقائق و معارف ایسے کہ وہ سمندر ناپیدا کنار ہے کہ جس کی تہ تک پہنچنا کسی کی مجال نہیں ہے، اس لئے اکابر صحابہ جن کی زبان، اسلوب بیان اور اصطلاحیں تعبیر قرآن کریم نے اختیار کیں وہی اولین و بہترین مخاطب ہیں، ان کے سامنے اسباب نزول موجود ہیں ان کے سامنے وہ وحی ہے جس میں قرآن نازل ہوا ان کے سامنے وہ حیات مقدسہ ہے جو قرآن کریم کی عملی تفسیر ہے، غرض دنیا کی کوئی قوم اور کوئی دماغ ایسا نہیں کہ جو ان کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے، ان حالات و حیثیات کے ہوتے ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق سے لے کر تمام صحابہ کرام قرآن کی تفسیر کے اقدام سے گھبراتے تھے، ایک موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو بلاشبہ حضرت رسالت پناہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اعلم الناس بالقرآن تھے، وہ فرماتے ہیں:

"ای سماء تظلنی وای ارض تقلنی اذا قلت فی کتاب اللہ برأیی"(۱)

یعنی اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کیونکر رہوں گا اگر قرآن کریم کی اپنی رائے سے تفسیر کروں۔

خلفاء راشدین کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ وہ بزرگ ہیں کہ جنہوں

(۱) الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی، النوع السادس و ثلاثون فی معرفۃ غریبہ ج:۱ ص:۳۰۴، ط: بیروت، البرھان فی علوم القرآن للزرکشی فی معرفۃ غریبہ ج:۱ ص:۲۹۵، ط: دار المعرفۃ بیروت، کنز العمال، فصل فی حقوق القرآن ج:۲ ص:۴۴۵، ط: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

صحابہ اپنی مشکلات قرآن میں ان سے رجوع فرماتے تھے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں وہ حضرت ابن عباسؓ سے قرآن کریم پڑھا کرتے تھے۔ حضرت مجاہد نے جو کبار تابعین میں سے ہیں حضرت ابن عمرؓ سے تیس مرتبہ قرآن کریم پڑھا اور مشکلات حل فرمائیں۔ یہ ایک طویل داستان ہے جس کو یہاں بیان کرنا مقصود نہیں اس لئے علماء امت اور ائمہ تفسیر نے پندرہ علموں کی مہارت قرآن سمجھنے کے لئے ضروری قرار دے دی ہے کہ جب تک ان علوم میں مہارت نہ ہو قرآن کریم کی تفسیر پر اس کو اقدام کرنا جائز نہیں۔ لیکن افسوس کہ آج کل ہر شخص سمجھتا ہے کہ سب سے آسان کام یہی ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر و تشریح کا بیڑا اٹھائیں پھر چاہے اسلام کا بیڑہ بھی غرق ہو جائے۔ اس سب کی نیتوں پر شبہ نہیں کرتا لیکن طرز عمل پر تنقید کرتا ہوں یہ ہوا کہ کہیں کہیں عمدہ بات اور بہتر توجیہ بھی کر لیتے ہیں لیکن کہیں اپنی رائے کی حریت اور علم کی کمی سے ایسی باتیں لکھتے ہیں کہ ان کی تمام محنتوں پر پانی پھر جاتا ہے اور بسا اوقات وہ غلطی گمراہ کن اور خطرناک ہوتی ہے اور قطعی عقیدہ کے خلاف ہوتی ہے بطور مثال اس وقت ایک نمونہ پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر اسرار احمد اور تفسیر قرآن

ہمارے ایک محترم نے سورۃ العصر کی تفسیر و تشریح میں جس باطل حقائق کا اظہار فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے:

الف: سورۃ العصر میں نجات کی صرف چار شرائط بیان ہوئی ہیں اور ان سے کم پر نجات کی توقع نہیں کی جا سکتی یہاں کامیابی کی فرسٹ یا سیکنڈ ڈویژن کا تذکرہ نہیں بلکہ صرف آخری درجہ میں پاس ہونے کی شرح کا بیان ہو رہا ہے۔

ب: ایمان وعمل صالح، تواصی بالحق تواصی بالصبر چاروں شرطیں لازمی ہیں اور ان میں سے کسی ایک کو بھی ساقط نہیں کیا جا سکتا مسلمانوں کی ایک عظیم اکثریت کے ذہنوں میں یہ بات غلط بیٹھ گئی ہے کہ ہر کلمہ گو کی نجات لازمی ہے گویا نجات کے لئے صرف ایمان اور اس کا بھی محض زبانی اقرار کافی ہے۔ (دیکھو ان کا اصلی سرمایہ از ڈاکٹر اسرار احمد خان مطبوعہ ادارہ اشاعت ہو بہو ص۔)

افسوس کہ اس وقت تفصیلی گفتگو کا موقع نہیں صرف اجمالی و اختصار سے چند باتیں عرض کرتا ہوں:

(۱) قرآن کریم اور احادیث متواترہ اور اہل سنت والجماعت کی تصریحات میں کہ اصلی نجات یعنی ہمیشہ کی نجات جس کا نتیجہ ضمان اور دوامی جنت ہے صرف ایمان پر ہے جو کلمہ شہادت میں آ گیا ہے بشرطیکہ دل سے یہ عقیدہ ہو صرف زبانی اعتراف نہ ہو۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾ [النساء:۴۸]

یعنی بلاشبہ حق تعالیٰ شرک وکفر کو نہیں بخشتا اور اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دے۔

عمل صالح کو جزء ایمان ایسا ماننا کہ اس کے نہ ہونے سے نجات نہ ہو اور انسان کافر بن جائے، یہ مذہب خوارج کا ہے اور قریب اس کے معتزلہ کا مذہب ہے، بہر حال اس قسم کا نظریہ دور حاضر میں جناب مودودی صاحب نے اپنی کتابوں میں بہت زور وشور سے پیش کیا، شاید ہمارے محترم چونکہ ان کے رفیق کار تھے ان سے لیا گیا ہوگا اور مودودی صاحب سے پہلے غالباً مولانا فراہی صاحب مرحوم بھی اس قسم کی باتیں لکھ چکے ہیں، بہر حال کسی نے بھی کہا ہو یہ سراسر غلط ہے، قرآن کریم کی نصوص قطعیہ کے خلاف ہے اور اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ پھر سورہ والعصر میں جو کچھ بیان فرمایا گیا ہے اس کو تیسرے درجہ کی کامیابی سمجھنا سراسر غلط ہے، وہ تو اعلیٰ ترین کامیابی ہے جس کے اوپر کوئی درجہ نہیں ہوسکتا "وعملوا الصالحات" کی فہرست اتنی طویل ہے کہ اسلام کی کوئی بات باقی نہیں رہی جو اس میں نہ آئی ہو۔

اس وقت تفصیل کا موقع نہیں ورنہ صاف صاف ان غلطیوں کی نشاندہی کرتے جہاں ہمارے محترم سے غلطیاں ہوئی ہیں، دراصل باکمال اصحاب کی صحبت کے بغیر علم دین اور قرآن کریم کا فہم میسر نہیں آسکتا، اسی وجہ سے مودودی صاحب بھی ان خطرناک غلطیوں میں مبتلا ہوگئے کہ تعجب ہوتا ہے۔ نیز واضح ہو کہ ایمان یقین قلبی کا نام ہے محض زبانی اعتراف کا نام ایمان نہیں ہے قلبی اعتقاد قطعی کے ساتھ زبانی اعتراف کی ضرورت ہے ورنہ محض زبانی اعتراف ہو اور دل میں اعتقاد نہ ہو یہ نفاق وزندقہ ہے اس کو ایمان کہنا ہی غلط ہے، اگر کوئی شخص دل میں تمام اسلامی عقائد کا یقین کامل رکھتا ہے لیکن اعمال صالحہ پر اس کی تقصیر ہے تو ابدی جہنم سے محفوظ ہوگیا، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے معاف ہوجائے یا شفاعت سے معاف ہوجائے یا پھر سزا بقدر معاصی بھگتنے کے بعد نجات مل جائے، ایسی صورت میں مسلمان کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے اور کلمہ گو کے معنی یہ نہیں کہ محض زبانی اقرار ہو اور دل ایمان سے خالی ہو، اللہ تعالیٰ صحیح فہم عطا فرمائے اور انصاف نصیب فرمائے۔ (محمد یحییٰ ندوی عفی عنہ)

[رمضان وشوال ۱۳۹۷ھ۔ستمبر واکتوبر ۱۹۷۷ء]

"کتاب الزھد لابن المبارک" پر تبصرہ اور اس کا تعارف

حضرت رسالت پناہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ذخیرے کو محدثین امت نے آٹھ قسموں پر تقسیم کیا ① عقائد وتوحید کی احادیث ② احکام شرعیہ ③ آداب ومکارم اخلاق ④ تفسیر قرآن ⑤ سیر وتاریخ ⑥ فتن واشراط الساعۃ ⑦ مناقب وفضائل ⑧ زہد ورقاق، ان آٹھوں قسم کی احادیث کا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث آخرت اور جنت کی نعمتوں کا شوق پیدا کریں اور ان سے دنیا اور دنیا کی نعمتوں کی طرف سے بے

رکھتی پیدا ہوا اور حقیقت دنیا و نعیم دنیا کی محبت ہی مواعظ اور آخرت سے تعلق کی بنیاد ہے۔ اور عاشر کا سب سے بڑا فتنہ یہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن المبارک خراسانی کی یہ کتاب اس سلسلہ کی مشہور ترین کتاب ہے اور شاید امت میں پہلی کتاب یہی ہو، بعض ان کے معاصرین اور بعد کے کبار محدثین کی کتابیں بھی ہیں جن میں امام احمد بن حنبل کی "کتاب الزہد" معروف و مشہور ہے اور ملک عبدالعزیز بن سعود کی توجہ سے پہلی بار مکہ مکرمہ کے سرکاری پریس مطبعۃ ام القریٰ میں ۱۳۵۹ھ میں طبع ہو چکی ہے، اس طرح حافظ ابوبکر بن ابی الدنیا کی بھی دو کتابیں اسی موضوع پر ہیں "الکبیر، الصغیر" الکبیر کا ایک عمدہ نسخہ راقم الحروف کے پاس بھی مخطوطہ موجود ہے، ہند و پاک کے بڑے محدث اور رجال حدیث کے محقق عالم اور امام العصر حضرت شیخ مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ کے ممتاز اور یہ ناز تلمیذ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی زید مجدہ و برکاتہ ہمارے بے حد شکریہ کے مستحق ہیں کہ موصوف نے حضرت عبداللہ المبارک امام حدیث و فقیہ امت کی یہ کتاب از حد آب و تاب سے شائع کرانے کی سعی فرمائی ہے۔ موصوف کے رشحات قلم سے مجلس علمی کراچی وابستہ ہیں کے لئے مسند حمیدی کی تعلیقات و مقدمہ علمائے حدیث سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں اور عنقریب مجلس علمی کے لئے مصنف عبدالرزاق موصوف کے تحشیہ، تعلیقات و مقدمہ کے ساتھ جلد فراہم ہونے والی ہے۔ مسند احمد پر محدث احمد شاکر مصری کے تحشیہ و مقدمات پر فاضلانہ و محققانہ و محدثانہ تنقید امت کے سامنے آ چکی ہے، عبداللہ بن المبارک خراسانی مروزی امت محمدیہ کے ان افراد میں سے ہیں جن کے متعلق امام حدیث اسمٰعیل بن عیاش کا یہ جملہ بہت مشہور ہے:

"ما على وجه الارض مثل عبد الله ابن المبارك ولا اعلم ان الله خلق خصلة من خصال الخير الا وقد جعلها الله فى عبد الله بن المبارك". (۱)

روئے زمین پر عبداللہ بن مبارک جیسا شخص نہیں اور اللہ تعالیٰ نے خیر کی جتنی خصلتیں پیدا کیں ہیں میرے علم کی حد تک وہ سب عبداللہ بن مبارک میں موجود ہیں۔

جس کو شارح بخاری کرمانی، ابن الجوزی و خطیب بغدادی وغیرہ نے نقل کیا ہے، ان کی یہ قابل قدر کتاب موصوف کے نفیس مقدمہ و مفید ترین تعلیقات کے ساتھ امت کے سامنے آ رہی ہے۔ موصوف کی تحریرات کی خصوصیت ہے کہ نفس طویل اور حشو سے پاک ہیں، مقدمہ یہ مقدمہ نہایت عمدہ و محققانہ ہے، کتاب کی ادبیت کے لئے صاحب تعلیقات نے متعدد فہارس بنائی ہیں، فہرست ابواب، فہرست احادیث مرفوعہ، فہرست مراسیل، فہرست احادیث موقوفہ، فہرست آثار مقطوعہ، آخر کتاب میں اشعار، کلمات و تعقیبات اور مفصل صحت نامہ وقت کی اہم ضرورت اس کتاب سے پوری ہوگئی خدا کرے کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو جائے تاکہ

---

(۱) تاریخ بغداد، ذکر من اسمه عبد الله واسم ابيه المبارك ج: ۱۰ ص: ۱۵۷، ط: دار الكتب العلمية بيروت. البداية والنهاية، سنة احدى وثمانين ومائة ج: ۱۰ ص: ۱۷۸، ط: مصر

عوام بھی براہ راست استفادہ کر سکیں۔

ملنے کا پتہ: مولانا محمد عثمان مکتبہ احیاء المعارف مشرقی اقبال روڈ، مالیر کاؤں، ناسک، انڈیا۔

الابواب والتراجم پر تبصرہ

قرآن کریم کے بعد صحیح بخاری شریف پہلی کتاب ہے کہ آج تک امت محمدیہ اس کی شرح، تلخیص، ترجمہ وغیرہ میں مصروف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قبولیت کے جس معیار پر اس کو پہنچایا ہے کوئی کتاب بھی اس کی ہمسری نہیں کر سکتی، خطابی و ابن بطال مغربی سے لے کر آج تک اس کی شروح کا سلسلہ جاری ہے اور کہا جاتا ہے کہ حافظ ابن حجر شافعی اور حافظ بدرالدین عینی حنفی نے مل کر اس کی شرح لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ لیکن یہ بھی کہا گیا ہے کہ صحیح بخاری کے ابواب و تراجم کی تشریح کا حق ابھی امت کے ذمہ باقی ہے، امام بخاری کے تراجم یعنی عنوانات ابواب کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "فقه البخاری فی تراجمه" یعنی فقہی مسلک کی تحقیق اور دقت نظر امام کی انہی عنوانات میں جھلکتی ہے، اس لئے کبار محدثین اور اکابر محدثین نے ابواب و عنوانات کی مستقل شرحیں بھی لکھی ہیں، حافظ حدیث امام ابوعبداللہ بن رشید السبتی کی کتاب "ترجمان التراجم" امام بدرالدین ابن المنیر مالکی کی کتاب "المتواری علی تراجم البخاری" قاضی بدرالدین ابن جماعہ کی تصنیف، شیخ محمد بن منصور جمیلی کی کتاب "فتح الغفور فی البخاری المبهمة فی الجمع بین الحدیث والترجمة" اور دیوبند کے اسلاف کی مشہور تصانیف ہیں۔ آخری دور میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب بھی اسی موضوع پر بار بار طبع ہوئی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر طبع آزمائی فرمائی ہے، جب مالٹا میں اسارت کا زمانہ پورا کر رہے تھے قرآن کریم کا ترجمہ وتشریح مکمل فرمایا اور اس کے فوائد سورۃ والتین، والنساء کے مکمل فرمائے اور صحیح بخاری شریف کے ابواب و تراجم پر محشیہ شروع فرما دیا، ہمارے سامنے اس وقت جتنا ذخیرہ موجود ہے حضرت شیخ الہند کی یہ کتاب سب پر فوقیت رکھتی ہے، لیکن افسوس کہ کتاب بالکل ناتمام مروجہ پوری نہ ہو سکی تاہم جس انداز سے موصوف نے ایک حصہ لکھا ہے اور چند کلی مقصد و اشارات کے ذریعہ سے غرض بخاری کی وضاحت فرمائی ہے وہ نہایت قابل قدر ہیں، مجھ سے ہوا کہ یہ حصہ ایک مرتبہ دیوبند میں چھپ چکا تھا اور مجھ سے مفقود تھا ہمارے محترم دوست مفتی اکبر علی صاحب شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کی دوبارہ اشاعت فرمائی ہے اور اس بچالہ فائقہ کو دوبارہ عام کر دیا۔ مدرسین اطلبہ بخاری پڑھنے پڑھانے والے امید ہے کہ اس کی پوری قدر دانی کریں گے۔

پتہ: جناب مفتی اکبر علی صاحب، اشاعۃ القرآن بوائز سیکنڈری اسکول بڑا میدان کراچی نمبر ۱۔

[رجب ۱۳۸۷ھ]

تبصرہ بر رکن ایمان ترجمہ قرآن

از مولانا ابوالقاسم محمد عتیق بحر العلومی

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى خصوصاً على سيدنا محمد المصطفى وآله وصحبه ماكفى وشفى.

امابعد! قرآن حکیم حق تعالیٰ کا آخری پیغام نجات ہے، قیامت تک کی آنے والی نسلوں کے لئے نسخہ شفا ہے، الحمدللہ کہ امت مرحومہ نے ہر دور میں حق المقدور عصری تقاضوں کے مطابق قرآنی خدمت کا حق ادا کیا، یوں تو قرآن کریم حق تعالیٰ کی کتاب ہے مخلوق کے حیطہ قدرت سے اس کا حق ادا کرنا باہر ہے، وہ خزن اسرار الٰہی ہے کہ زبان فیض ترجمان نبوت سے "لا تنقضی عجائبه" کی حقیقت کا انکشاف ہو چکا ہے، اس کے لطائف ختم ہوں گے نہ اسرار تک عقل کی رسائی ہو سکے گی، چونکہ وہ ایک ابدی پیغام حیات و نجات ہے، ہر قوم، ملت اور ہر ملک و زمن کے باشندوں کے لئے نیر راہ ہے اور تمام امت اس کی مخاطب ہے، اس لئے حق تعالیٰ نے اپنی حجت پوری کردی ہے کہ ہر عہد میں عصری ذوق و تقاضے کے مطابق امت کو قسیر التشریح کی توفیق نصیب ہوئی، اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ گرامی قدر محترم المقام مولانا ابوالقاسم محمد عتیق صاحب زید مجدہم نے ایک خاص انداز سے قرآنی خدمت انجام دی ہے:

① قرآن کریم کا اردو محاورہ کا واضح ترجمہ فرمایا اور جہاں تفہیم مقصد کے لئے مزید توضیح کی ضرورت ہوئی قوسین میں علامت کا اضافہ فرمایا تاکہ نفس ترجمہ سے مقصد کی تشریح ہو جائے اور تشنگی باقی نہ رہے۔

② حاشیہ پر ہر آیت کریمہ کا ایک عنوان مقرر فرمایا یہ بجائے خود ایک مستقل خدمت ہے۔

③ ہر آیت کریمہ کا مختصر عنوان الگ قائم فرمایا جو آیت کے موضوع کا کاشف ہے۔

④ جن آیات کریمہ سے حضرت سالمت پناہ فداہ ابی و امی سیدنا ﷺ کی ذات گرامی یا کمالات نبوت میں کوئی وہم پیدا ہونے کا اندیشہ تھا اس کے ازالہ و تشفی کے لئے ایک مستقل عنوان کے ماتحت "التوضیح العجیب لآیات وردت فی حق الحبیب" تالیف فرمائی جو ایک سو پچاس ایسی آیات کی تفسیر ہے۔

⑤ ترجمہ و حاشیہ کے تفسیری مضامین کے ماخذ علماء امت کی قابل اعتماد تفاسیر ہیں، جن کا حوالہ ہر مقام پر دیا گیا ہے۔

⑥ ترجمہ کا نام "رکن ایمان ترجمہ قرآن" رکھا گیا۔

⑦ تمام اسماء و نام تاریخی ہیں جس سے مصنف کا استحضار تاریخ کا خصوصی ذوق معلوم ہوتا ہے۔

⑧ مصنف محترم حضرت بحر العلوم مولانا عبد النعیم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ملا نظام الدین مرحوم

جن کے نام نامی سے درس نظامی معروف و مشہور ہے، ان کے خاندان کے چشم و چراغ ہیں کو یا مصنف و مترجم موصوف کو یہ ذوق ورثہ میں ملا ہے۔ بہر حال دور حاضر میں قرآن کریم کی عمدہ خدمت ہے جو انتہائی قابل قدر ہے۔ مجھے امید ہے کہ مولانا موصوف کی خدمت عوام و خواص دونوں میں مقبول ہوگی اور حق تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں خلعت قبول سے سرفراز ہوگی۔

واللہ سبحانہ ولی کل توفیق

[جمادی الاخری ۱۳۹۰ھ/اگست ۱۹۷۰ء]

التقریظ والانتقاد

اختلاف الفقهاء للطحاوی رحمه الله

"مختصر اختلاف الفقهاء للرازی رحمه الله"

بلاشبہ علوم دینیہ اور علوم اسلامیہ میں فقہ یا تفقہ فی الدین کو جو مقام حاصل ہے وہ اظہر من الشمس ہے، صرف قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ اور صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث ہی اس کی مزیت اور اہمیت ثابت کرنے کے کافی ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ [التوبۃ: ۱۲۲]

سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ میں سے ان میں کا ایک حصہ (گروہ) تاکہ وہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تاکہ وہ خبر پہنچاویں اپنی قوم کو جب لوٹ کر آئیں ان کی طرف تاکہ وہ بھی بچتے رہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"ومن یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین"(۱)

(رواه البخاری ومسلم من حدیث معاویة والترمذی من حدیث ابن عباس وابن ماجه من حدیث ابی هریرة)

اللہ تعالیٰ جس کو خیر پہنچانا چاہتے ہیں اسے دین میں تفقہ اور سمجھ بوجھ عطا فرماتے ہیں۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین ج: ۱ ص: ۱۶، ط: قدیمی۔ الصحیح لمسلم، کتاب الزکوة، باب النهی عن المسئلة ج: ۱ ص: ۳۳۳، ط: قدیمی۔ ایضاً کتاب الامارة، باب قوله ﷺ لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق ج: ۲ ص: ۱۴۳، ط: قدیمی۔ سنن الترمذی، ابواب العلم عن رسول الله ﷺ، باب اذا اراد الله بعبد خیرا فقهه فی الدین ج: ۲ ص: ۸۹، ط: فاروقی کتب خانه ملتان۔ سنن ابن ماجه، المقدمة، فضل العلماء والحث علی طلب العلم ص: ۲۰، ط: قدیمی

لیکن یہ بھی ایک اہم پہلو ہے اور اس کی افضلیت بھی ہے اس کے ہر سماعی دور میں محدثین کی تعداد کے اعتبار سے کتنی تعداد ہوتی ہے اصحاب کرام کے عہد مبارک سے لے کر ان متقدمین تک کی کتاب سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ دراصل تفقہ فی الدین یا تفقہ فی الحدیث کے تحقق کے لیے علماء و فقہاء کی مجالس کے بعد انتہائی غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے اسی لیے مفکرین امت کی تعداد ہر دور میں کم ہوتی ہے اس لیے ان کے اقوال کو دلائل سے پرکھنے کے بعد انسانی عقول مختلف ہوتی ہیں چنانچہ یہ ضروری نہیں کہ ہر بات کو ہر شخص پرکھ سکے اس لیے اجتہادی مسائل میں اختلاف ناگزیر ہوتا ہے آئمہ کرام کے مابین جو اختلافات ہوئے ہیں ان میں بھی تمام مسائل دین کو دقیق و عمیق طریقہ سے بیان فرمانے کے باوجود بھی کچھ مسائل باقی رہ گئے اور امت نے فقہاء و مجتہدین کے اقوال کو اپنا لیا کہ ان مسائل کا استخراج و استنباط ان کے اقوال کی روشنی میں کیا جائے اور یہ سلسلہ قائم ہو گیا ان کے بعد تابعین کے عہد تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ محدث احمد بن علی [illegible] حدیث معلا [illegible] تفقہ فی الدین کی فضیلت کی حدیث بیان کی ہے اور اسی طرح تمام فقہاء [illegible] محدثین نے اپنے اپنے عہد میں [illegible] محدثین و فقہاء نظام [illegible] تقویٰ و پرہیزگاری [illegible] شمار ہوتے رہے اور ہر دور میں اصحاب حدیث اور اصحاب فقہ اور اصحاب اتقیاء کی تعریف کی جاتی رہی اور یہ سلسلہ قائم رہا اور ان مجالس میں [illegible] شامل ہوتے رہے [illegible] اور اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال رہا اور یہ سلسلہ تا قیام قیامت قائم رہے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطیہ ہے جو اس امت کے لیے مخصوص ہے اور اس امت میں ہر دور میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو اس کی حفاظت کریں گے۔

ہم جس موضوع کے لیے یہ سطور لکھ رہے ہیں وہ آئمہ حدیث کے تفقہ فی الحدیث کے بارے میں ہے اس لیے ہم نے اپنے عہد سے قبل کے محدثین کے اقوال کو [illegible] اس سے قبل کے ادوار میں [illegible] اس مقصد کے تحت امام ابو حنیفہ کے تلامذہ پر ایک مستقل کتاب لکھی اور اس میں ان کے طبقات میں پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے حدیث کے اقوال [illegible] فرمایا [illegible] ان کے بعد [illegible] ہوتا رہا۔

غرض یہ تفقہ فی الحدیث کے اقوال [illegible] اس کو بڑا تحفظ حاصل ہوا ہے اس کی حفاظت بہت ضروری ہے یہ ہم آئندہ کریں گے [illegible] اپنے اسلاف میں سے [illegible] اس دور سے [illegible] تالیفات میں ان [illegible] ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ امام محمد بن نصر المروزی المتوفی ۲۹۴ھ

۲۔ امام ابو بکر محمد بن المنذر المتوفی ۳۰۹ھ

۳. امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

٤. ابو حنیفة نعمان بن محمد المغربی

٥. ابو بکر الطبری الحنفی

٦. امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی ۳۲۱ھ

۷. امام محمد بن محمد الباهلی الشافعی ۳۲۱ھ

۸. ابو یحیٰی زکریا الساجی۔

یہ چند حضرات تو قدماء میں سے ہیں باقی قرن سادس میں قاضی ابو یعلیٰ محمد بن الحسین بن محمد بن خلف الحنبلی کی کتاب الاشراف ہے اور ابوالحسین الیمنی کی کتاب ہے۔

باقی رہ گئے علماء و محدثین جنہوں نے اپنی تصنیف مؤلفات میں مذاہب کے بیان کرنے کا التزام کیا ہے ان میں حافظ ابو عمر ابن عبدالبر مالکی ہیں جن کی کتاب "الاستذکار لمذاهب علماء الامصار" فقہ کی قدر کتاب ہے جس کی ایک جلد اس وقت "المجلس العلمی للشئون الاسلامیة" مصر کی توجہ سے جمع ہوگئی ہے اور ہمارے پاس آگئی ہے۔ ابن رشد اپنی کتاب بدایۃ المجتہد میں اسی الاستذکار سے مذاہب نقل کرتے ہیں۔

امام نووی شافعی کی شرح المہذب امام ابن قدامۃ الموفق حنبلی کی کتاب "المغنی" امام بدرالدین عینی کی کتاب عمدۃ القاری مطبوعات میں اور نخب الافکار شرح شرح معانی الآثار مخطوطات میں قابل ذکر کتابیں ہیں۔ متاخرین میں سے امام شعرانی اور عبدالرحمن دمشقی کی کتابیں مشہور ہیں اس فن کی کتابوں کی مراجعت سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سینکڑوں کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں ہندوستان نے علماء میں سے قابل ذکر شخصیت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی ہے جنہوں نے اپنی تفسیر مظہری میں تحقیق مذاہب اور ان کے ادلے کے بیان میں داد تحقیق حاصل کی ہے۔ جزاهم الله جمیعاً خیر ما یجزی عباده المحسنین، بہرحال ان کتابوں کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

ادارہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد نے امام طحاوی کی کتاب اختلاف الفقہاء کا ایک قطعہ جو شائع کیا ہے یہ ادارہ کی قابل قدر خدمت ہے اور علمی کتب خانے میں قابل قدر اضافہ ہے کاش ابتداء ہی سے ادارہ تحقیقات اسلامی پاکستان کا رخ اس طرف ہوتا تو آج تک خاصہ بڑا علمی ذخیرہ جمع ہوجاتا اور اس وقت تک جو ایک کروڑ سے زیادہ روپیہ اس ادارہ پر خرچ ہوچکا ہے اس کا قابل ذکر نتیجہ سامنے آجاتا اگر سابق ڈائریکٹر اور ڈائریکٹر کی توجہ اس طرف مبذول ہوتی تو ادارہ تحقیقات کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

جناب ڈاکٹر صفیر حسین صاحب معصومی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ موصوف نے اس کتاب کو حاصل کرنے میں بہت عرق ریزی سے کام لیا اور اس پر ایک قابل قدر بصیرت افروز مقدمہ لکھا ہے جو جائے خود

ایک نہایت مفید مقالہ ہے، مقدمہ میں ائمہ اجتہاد کے اختلافات کی اہمیت اور تقلید و اجتہاد کے باب کی شریعت و حکمت کو واضح فرمایا ہے اور فروعی اختلاف کی نعمت اور رحمت میں اس کے رحمت ہونے کی وضاحت فرمائی ہے۔ یہ دلائل صحیح کہ بعض مقامات میں اختلاف تو مذموم ہے لیکن فروعی مسائل میں اختلاف و تنوع رحمت ہی ہے۔ خدا لگتی کہ راقم الحروف ہی کے قلم سے بینات کے صفحات پر اس موضوع پر ایک بصیرت افروز مضمون آچکا ہے، بہر صورت کسی قلمی مخطوطہ کو طباعت کے لئے آراستہ کرنے اور مقدمات لکھنے کے ان دو فنی سے نافع تر بنانے کے لئے یہ پیمانہ کافی ہے کہ اس کی حقیقت وہی شخص جانتا ہے جو ان صحرا میں کئی بار پیمائی کر چکا ہو:

دریا ہوں گر نہ شوق کہے خوردی زد قدم
ہر نشہ کرد کند خار مغیلاں غم نور

مقدمہ کے صفحہ ۱۲ پر عمر مزی کا نام احمد بن نصر ذکر کیا ہے صحیح محمد بن نصر ہے۔

ڈاکٹر معصومی کی رائے سے اختلاف

جناب ڈاکٹر معصومی صاحب نے اس جمع شدہ حصہ کو امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ کی اصل کتاب کا ہی حصہ قرار دیا ہے اور صاحب کشف الظنون حاجی خلیفہ اور محقق مصر شیخ محمد زاہد کوثری کی رائے سے اختلاف کیا ہے، صاحب کشف الظنون کی رائے یہ ہے کہ امام طحاوی نے ایک مبسوط کتاب "اختلاف الفقہاء" لکھی ہے جو ایک سو تیس جزء سے زائد میں ہے اور شیخ کوثری نے بھی الطحاوی وغیرہ میں اسی کا ذکر کیا ہے اور قاہرہ میں کتاب کا جو حصہ موجود ہے وہ امام ابوبکر جصاص رازی کی کتاب کا حصہ ہے جو امام طحاوی کی کتاب کا اختصار ہے، یہ تو ظاہر ہے کہ ان اجزاء سے صدسی اجزاء مراد نہیں جو آج کل کے عرف کے مطابق دس بڑے اجزاء کا ایک مجلد بن جاتا ہے، گویا اس حساب سے امام طحاوی کی تالیف میں بارہ اجزاء (مجلدات) تھیں ہوگی، حاجی خلیفہ بہر حال اس فن کے امام ہیں مخطوطات پر جو ان کی نظر ہے اس کی وسعت سے کون انکار کر سکتا ہے، نیز شیخ کوثری بھی اس دور میں تراث قدیم کے وسیع پیمانہ پر محقق ہوئے ہیں ان کی وسعت نظر اور تحقیقی نگاہ میں کلام کی گنجائش نہیں، لیکن امام قاعدہ دے کہ اگر کوئی شخص کسی بات کا اثبات کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرا نفی ہے (اس کی نفی کرتا ہے) تو مثبت کو ترجیح دی جاتی ہے، اسی طرح ابن ندیم کا یا آخری دور میں خضری مصری کا یہ کہنا کہ طحاوی نے اپنی اس کتاب کا اختتام مغنی پر قاضی تک نہیں، علاوہ ازیں جو شخص بھی امام طحاوی کی تصانیف کی مزاولت کے نتیجہ میں ان کے انداز سے واقف ہو وہ محقق کے بعد بھی فیصلہ کرے گا کہ یہ امام طحاوی کی اصل کتاب نہیں ہے، نیز ظاہر یہ ہے کہ طحاوی کی اصل کتاب اس نے بھی طویل ہوگی کہ وہ اپنی تصانیف میں جو اخبار و آثار اور روایات پیش کرتے ہیں اپنی اسناد سے پیش کرتے ہیں، ان اسانید کو ہی اختصار کرنے والے نے حذف کیا ہوگا اور یہی عام طور سے ارباب اختصار کیا کرتے ہیں جیسوں کے

ہے جو مجمع البیان العلوم ہونے کے باوجود امامیہ کی کتاب ہے اس کی تلخیص دیکھ لیجئے۔

امام طحاوی کی مشکل آثار کے اختصار اور اختلف سے مختلف اور بھی بہت سی کتابیں ہیں اور ان کی شرحیں بھی ہیں معصومی صاحب نے ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ بصاص کی تالیف میں کسی نے اس اختصار کو ناپسند نہیں کیا، لہذا یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ کسی مصنف کی تمام تالیفات کا اختصار یا تفصیل ہونا ضروری نہیں ہوتا ہے اور اگر ایسا ہونا بھی چاہئے تو ضروری نہیں کہ ہر جگہ ایسا ہی ہو، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مصنف کی مختلف تالیفات کی فہرست میں اس کتاب کا ذکر نہیں ہے۔ بہر حال راقم ایک اور دلیل پیش کرتا ہے کہ یقینی ہے کہ معصومی صاحب بھی اس سے اتفاق فرمائیں گے، یہی آپ جس بنا پر معصومی صاحب نے آثار کو اختصار قرار دیا ہے اسی بنا پر بصاص کی تالیف کو بھی اختصار قرار دیا ہے، اس میں ایک اور واضح دلیل مل گئی ہے کہ یہ کتاب ابوبکر بصاص کی ہے اور اصل کتاب کا اختصار ہے اصل کتاب پر نہیں ہے، ملاحظہ فرمائیے مخطوطہ کتاب کے صفحہ ۱۰۱ کی عبارت یہ ہے:

فی الحلف بالامانة: "ذکر ابو جعفر عن اصحابنا فیمن حلف بامانة الله انها لیست بیمین".

ظاہر ہے کہ خود امام طحاوی کبھی ایسا نہیں کہتے کہ "ذکر ابو جعفر عن اصحابنا" بلکہ کسی طحاوی کی عبارت ہوتی تو یوں ہوتی: "قال ابو جعفر: قال اصحابنا" کے الفاظ ہوتے۔

بصاص یہ بھی اس پر تنقید فرماتے ہیں:

قال ابو بکر: ولیس کذلك الجواب فی الاصل بین عندهم وقال انك فعلی لیست بیمین اھ۔

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ابوبکر کہتا ہے امام طحاوی نے اس اختلاف کی اصل کو بیان نہیں کیا ہے بلکہ "کتاب" اصل یعنی مبسوط امام محمد میں مذکور ہے کہ یہ قسم نہیں ہے اور شافعی کے یہاں یمین نہیں ہے۔ "کتاب" اصل یعنی مبسوط امام محمد کا ذکر امام طحاوی کی کتاب میں نہیں ہے، اور بصاص نے اعتراض کیا ہے کہ اس مسئلہ میں امام طحاوی کی نسبت امام شافعی کی طرف درست نہیں ہے، امام شافعی نے اس کے خلاف بیان کیا ہے۔

یہ عبارت اور یہ تنبیہ بالکل صاف دلیل ہے اس بات کی کہ یہ کتاب ابوبکر الجصاص الحنفی کی ہے جو امام طحاوی کے شاگرد ہیں اور ابوبکر بصاص نے طحاوی کی کتاب کی تلخیص نہیں کی ہے اور نہ ہی معصومی صاحب کی یہ دلیل عبارت پر فٹ ہوتی ہے، اس عبارت کو دیکھ کر معصومی صاحب کے اس دعوے کی تردید فرمائیے، یہاں یہ تو ایک ضمنی بحث تھی، اصل بحث تو کتاب کے مؤلف سے آگاہ ہونا ہے، وہ بھی بڑی تفصیل طلب خدمت ہے، اس کا ذکر بھی ہم نے اختصار کے ساتھ کیا ہے، اس مختصر

پوری مل جاتی تو ہمارا بڑا کام چل جاتا کیونکہ ہمارے سامنے مطبوعات کے ذخیرہ میں کوئی ایسی کتاب نہیں کہ فقہاء باالخصوص ثوری، اوزاعی، حسن بن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ وغیرہ کے اقوال مع آثار کے ذکر کا التزام کرتی ہو، البتہ شیخ کوثری کا یہ فرمانا کہ "اس کتاب میں ائمہ اربعہ وغیرہ کے اقوال کا ذکر ہے" تو ہم اس میں معصومی صاحب کے ساتھ ہیں۔ یہ سہو قلم ہے، امام اعظم کے اقوال کا ذکر نہیں کیا گیا اور ممکن ہے کہ وجہ وہی ہو جو معصومی صاحب نے لکھ دی ہے، بہرحال ہمیں تو ان حضرات کے اقوال کی زیادہ ضرورت ہے جن کے مذاہب مدون نہیں ہوئے اور جن کے متبعین بھی دنیا سے اٹھ گئے ہیں، یعنی ثوری، اوزاعی، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ وغیرہ وغیرہ۔

واللہ سبحانہ ولی التوفیق

[رجب المرجب ۱۳۹۲ھ ستمبر ۱۹۷۲ء]

ماہنامہ "فاران انگلستان" کا اجراء

خوشی کی بات ہے کہ انگلستان میں مغرب کے افق سے ایک اردو دینی ماہنامہ "فاران" کا طلوع جناب مولوی سلیمان کرماڑی کی ادارت میں ہوا ہے، اس سے بڑھ کر مسرت کی بات یہ ہے کہ کاغذ، طباعت، حسن ترتیب اور ساری ظاہری رعنائیوں کے ساتھ ساتھ ماشاء اللہ ہر طرح سے معنوی حسن و جمال کا مرقع ہے، خیالات کی پاکیزگی مضامین مندرجہ کے انتخاب سے نمایاں ہے، اگر معنویت کا یہی انداز باقی رہا تو کفرستان مغرب میں ان شاء اللہ تعالیٰ نور ایمان کا کوکب درخشاں ہوگا، اللہ تعالیٰ مزید تابانی نصیب فرمائے، آمین۔

وہاں کے مسلمانوں کو اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔

Manager faran monthly

109 Rutterwals (slaffs) u.k tel.wa 22936

قصیدہ مناجاتیہ

حضرت مولانا نانوتوی نور اللہ مرقدہ نے یہ قصیدہ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ میں تحریر فرمایا تھا اور رجب الاول ۱۳۹۲ھ میں بینات میں شامل اشاعت ہوا۔ حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کے غیر مطبوعہ اشعار کا مجموعہ انوار قارئین کی خدمت میں "القصائد النبورية" کے نام سے پیش کیا جا چکا ہے۔ (مختار)

الٰہی انّ اٰثامی حوتنی	و ضلّ مذاهبی و بکٰی هداها
الٰہی میرے گناہ مجھ پر چھا گئے ہیں	مجھ سے میرے مذاہب گم ہو گئے ہیں اور ان کے نشان مٹ چکے ہیں
فجهد النفس فی شرك الأمانی	و تضییع الشباب فی هواها
نفس کی تمناؤں کی جدوجہد کرنا اور جوانی کو اس کی خواہش میں ضائع کرنا ہے	
و جهدی فی معاقرة الخطایا	و نفسی فی الهوی بغت مداها
میری کوشش خطاکاریوں میں مصروف ہے	اور میرے نفس کی سرکشی کی حد نہایت کو پہنچ گئی ہے
أضعت العمر فی لعب و لهو	فیا خفی علی نفسی و اهٰ
میں نے ساری عمر کھیل تماشے میں ضائع کر دی	ہائے میرے نفس پر چھپا ہوا میرا گناہ
صرفت العمر فی الأثام حتی	ضللت حائرا منها متاهٰ
گناہوں میں عمر کھو چکا ہوں یہاں تک کہ	اب حیران و سرگرداں پھر رہا ہوں
و قد مزقت ثوبا من تقاه	یوارینی سوآتی عزّا و جاها
میرا لباس تقویٰ تار تار ہے	جو عزت و وجاہت سے میری شرمگاہ کو چھپاتا تھا
و انی قد غرقت فی ذنوب	فخلصنی الٰهی من بلاها
اور میں ان گناہوں میں مستغرق ہوں	اے اللہ مجھے ان کی بلاؤں سے نجات عطا فرما
و قد ضیعت عمری فی الملاهی	و اشیاء انتنی من هواها
میں نے اپنی عمر ملاہی	اور خواہشات نفس سے پیدا ہونے والی بدبو میں ضائع کر دی
فکنت کلها اهواء نفس	بلیت بها فنفسی فی شجاها
یہ سب نفس کی خواہشات تھیں	جن میں مبتلا ہو کر میری جان غم زدہ ہو گئی ہے
ملاذی ملجئی مولای ربّی	الٰهی فاحمنی نارا لظاها
اے میرے ملاذ اے میرے ملجا اے میرے مولا اے میرے رب	اے میرے معبود مجھے آگ کے شعلے سے بچا لیجئے
نصیری ناصری و سلیك نفسی	رشیدی مرشدی هادی عداها
اے میرے مددگار اور میری جان کے مالک	اے میرے رہنما اے میرے مرشد اے میرے ہادی اے میرے مولا
الٰهی جئت اوّاها منیبا	فأنزل منك من مزن حیاها
اے اللہ میں آہ و زاری کرتا ہوا تیرے دربار میں حاضر ہوں	مجھ پر اپنی رحمت کے بادلوں کی بارش نازل فرمائیے

فما عندی لعاقبتی مزاد
میرے پاس کوئی توشہ آخرت نہیں
فأكرمنی بعفو من ذنوبی
میرے گناہوں کو معاف فرما کر مجھے ذلت سے بچا لیجئے
فان كان العباد بحار ذنب
اگر بندے گناہوں کے سمندر ہیں تو
و ان كان العبيد فی سقام
اور اگر بندے مختلف امراض میں گرفتار ہیں تو
الٰهی أنت ربی أنت حسبی
الٰہی آپ ہی میرے رب ہیں آپ ہی مجھے کافی ہیں
الٰهی قد ترعوت رقودًا
الٰہی میں خواب غفلت میں پل کر جوان ہوا
و هذا شهر رمضان المبارك
اور یہ رمضان کا مبارک مہینہ ہے
فشهر فيه نور قد أتانا
یہی مہینہ ہے جس میں ہمارے پاس نور (قرآن مجید) آیا
فايام و ليلات كريمة
اس کے دن رات میں کرم ہی کرم ہے
فنعم الشهر نعم الوقت ربی
میرے رب! یہ بہت خوب مہینہ، بہت ہی خوب وقت ہے
غنی أنت ذو جود غزير
آپ غنی ہیں بے پایاں جود و احسان کے مالک ہیں
فمنك الفيض ليس له نفاذ
پس آپ کی جانب سے نہ ختم ہونے والا فیض ہے
ومنك الـمـ ليس له نهاءٌ
اور آپ کی جانب سے رحمت کا بے پناہ سیلاب ہے
سألتك يالٰهی فی ليال
الٰہی میں نے تیرے سامنے دست سوال دراز کیا ہے راتوں میں
أتيتك سائلا والنفس ترجو
میں بغرض سوال تیرے دربار میں حاضر ہوا دل میں امیدیں ہیں
و عفوك يا الٰهی قد كفاها
الٰہی! اس کی بابت تیرا عفو ہی کفایت کنندہ ہے
و رحم واسع هو مقتضاها
اور میرے گناہوں کی بابت مجھ پر وسیع رحم فرمایئے
فبحر العفو منك قد طواها
تیری عفو و مغفرت کا سمندر ان کو پینے کے لئے کافی ہے
فعندك يا الٰهی من دواها
الٰہی تیرے پاس ان کی دوا موجود ہے
عليم بالنفوس و ما تواها
دلوں سے اور دلوں کے پوشیدہ خیالات سے باخبر ہیں
فايقظ نفس عبدك من كراها
پس اپنے بندے کو اس کی نیند سے جگا دیجئے
فدعوات تجاب لمن دعاها
جس میں مانگنے والوں کو منہ مانگی مرادیں ملتی ہیں
و شهر فيه انوار نراها
اور اس مہینے میں ہم واضح انوار کا مشاہدہ کرتے ہیں
فأسئل منك من كرم زهاها
میں آپ سے غایت کرم کا خواستگار ہوں
و أيام بليلات ضياها
اس کے دن اور راتیں باہم دگر خشاں ہیں
و نفسی اجذبت مما دهاها
اور میرا نفس اپنی آفات کی وجہ سے خشک بجر ہے
ومنك الجذب ليس لها دواها
اور انکی جانب سے ایسا فاقہ ہے جسکی دوا انکے پاس نہیں
و منها النشف ما منه غناها
اور اسکا کام اسے جذب کرنا ہے جسکے بغیر اسے چارہ نہیں
بخوف قد عرانی فی دجاها
ایسے خوف کیساتھ جو تاریکیوں میں مجھ پر طاری ہے
و أنت المنعم الموفی مناها
اور آپ انعام کرنے اور دلی آرزوؤں کو پورا کرنے والے ہیں

فطب فوقها فسطاط عفو
پس اس پر معافی کا خیمہ تان دیجئے

و فوض من خطایاها خباها
اور اس کی غلطیوں کے شیے نکھار دیجئے

ذنوبی ان عدت عدًا و حصرًا
میرے گناہ اگرچہ حد شمار سے متجاوز ہیں

فقضلك یا الٰهی قد عداها
لیکن الٰہی تیرا فضل ان سے بھی متجاوز ہے

فعاملنی و جاملنی بفضل
پس درگزر فرما کر مجھ سے فضل کا ویسا معاملہ فرما دیجئے

كما انت له أهل انها
جو آپ کی شایان شان ہو

والٰهم صل ثم سلم
اور اے اللہ! صلاۃ و سلام نازل فرمایئے

علی خیر البرایا مصطفاها
اس ذات عالی پر جو تمام مخلوق سے بہتر اور برگزیدہ ہے

الی ما تذرف العین دموعًا
جب تک آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں

و ما وجلت قلوب من بکاها
اور جب تک رونے سے دل کانپتے رہیں

[ربیع الاول ۱۳۵۳ھ پر ختم ہوا۔]

ماہنامہ بینات کے لیے تحریر کردہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے اداریوں اور مضامین کا مجموعہ

بصائر و عبر

رشحاتِ قلم

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

حصہ دوم

جمع و ترتیب

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ بینات
جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

فہرست مضامین

باب دوم : حالات حاضرہ

پاکستان اور اسلام ۱۵
اسلام کا قانون ۱۷
اسلامی قوانین کی ترتیب وتدوین کے لئے تحقیقی جدوجہد ۱۹
اسلام اور پاکستان ۲۲
قانون کا بنیادی مقصد ۲۳
انسانیت کے امراض اور انکا علاج ۲۴
اللہ جل شانہ کا کامل ومکمل آخری قانون ۲۴
کسی ملک کا دارالاسلام بننے کا مدار کس چیز پر ہے؟ ۲۵
اسلام کیا ہے؟ ۲۶
شریعت اسلامیہ کا نفاذ اور پاکستان ۲۷
سیرت کانفرنس اور اسلام ۲۸
اسلامی مملکت کیسی ہونا چاہئے؟ ۳۰
مسلمانوں کی دردناک صورتحال اور اس کا سبب ۳۲
اسلام کیا سکھاتا ہے؟ ۳۳
اسلامی مملکت کے صحیح خدوخال ۳۴
مملکت پاکستان اور مسلمانوں کا فریضہ ۳۶
دینی تحاد ۳۷
مجمع البحوث الاسلامیہ ۳۸
حکومت کے اوصاف اور سربراہ کے فرائض ۴۳
اسلامی میثاق افغانستان ۴۵
دستور پاکستان اور اس کی حقیقت ۴۵
کمیونزم اور اسلام ۴۸
ضروری تنبیہ ایمان وکفر، نفاق والحاد،
ارتداد وفسق ۴۹
پاکستان کا موجودہ نظام تعلیم ۵۲
مسجدوں میں دینی تعلیم کا حکم ۵۲
جدید تہذیب ومخلوط تعلیم کی برکات ۵۳
مدرسہ عربیہ اسلامیہ کا شعبہ تحقیق وتصنیف ۵۵
پہلی اسلامی سربراہ کانفرنس لاہور ۵۶
موجودہ کانفرنس کا بنیادی مسئلہ ۵۶
کانفرنس کا اصل مقصد کیا ہونا چاہئے؟ ۵۶
گندی سیاست ۵۹
مشاورتی کونسل اور شراب ۶۰
ہر کسے را بہر کارے ساختند ۶۴
اوقاف کے ناظم اعلیٰ کا حیرت انگیز اور
مضحکہ خیز بیان ۶۷
چوں کفر از کعبہ برخیزد ۶۸
محکمہ اوقاف اور اس کی ذمہ داری ۶۸
جمعیۃ علماء اسلام اور مولانا احتشام الحق تھانوی ۷۰
نعمت خداوندی پاکستان اور اس نعمت کا شکر
ادا کرنے کا طریقہ ۷۵
اسلام کو چھوڑ کر مادی اسباب اختیار کرنے کا خمیازہ ۷۶
ملک وقوم کیلئے ایک خطرناک ابتلاء اور آزمائش ۷۷
اسمبلیاں اور ان کا فائدہ ۷۸

حکومت اور ان کے بجٹ ۷۹

ادکام الٰہی سے سرتابی کا نتیجہ ۸۰

یہودی اسلام دشمنی ۸۱

استحکام پاکستان اور قیام امن کا راستہ اسلام اور
صرف اسلام ہے ۸۲

داخلی و خارجی فتنوں اور پریشانیوں کا سبب اسلام سے
بے وفائی ہے ۸۳

اسلام اور پاکستان، سوشلزم اور میوزم ۸۶

نئی تعلیمی پالیسی ۸۷

پاکستان اور داخلی و خارجی فتنے اور ان سے
بچاؤ کی تدابیر ۸۸

سوشلزم صیہونی جال کا ایک پھندا ہے ۹۰

اسلام کے نام پر حاصل کردہ مملکت پاکستان ۹۰

اسلام کا نام لے کر اسلام سے دشمنی ۹۱

اسلام اور پردہ ۹۳

اسلامی مساوات کسے کہتے ہیں؟ ۹۴

مملکت پاکستان پر اللہ کا شکر کس طرح
بجایا جائے؟ ۹۴

پاکستان کی حفاظت کے لیے لطیفہ غیبی

اور قوم کی ناشکری ۹۵

وراثت کی صورتحال اور اس کا علاج ۹۷

پاکستان کے بحران کے باطنی اسباب ۹۸

بھارت کا مشرقی پاکستان پر حملہ ۱۰۰

پاکستان میں اسلامی شعائر کا احترام اور اس کا اثر ۱۰۱

آئینی بحران اور اس کا دانشمندانہ حل ۱۰۳

قوموں کا آئین اور دستور ۱۰۴

سربراہ مملکت کی ذمہ داریاں ۱۰۵

آئین میں اسلامی نصب چند امور ۱۰۲

اسلامی آئین کسے کہتے ہیں؟ ۱۰۶

پاکستان کے جدید اور قدیم مسلمانوں کا فرق ۱۰۷

رحمت الٰہی اور رضاء خداوندی کا حصول
کرنے کا طریقہ ۱۰۸

موجودہ نام نہاد اسلامی آئین کی خامیاں ۱۰۹

صحیح اسلامی آئین ۱۱۰

اسلامی آئین کے نفاذ کا وقت ۱۱۰

فریضہ دعوت و تبلیغ اور مسلمان ۱۱۱

مغربی سیاست اور اس کے مضر اثرات ۱۱۲

قانون الٰہی سے روگردانی اور اس کی سزا ۱۱۴

پاکستان کی باطنی و ظاہری تعمیر ۱۱۶

ملکی قوانین اور اسلام ۱۱۷

مذاہب و ادیان کے مسائل میں قانون الٰہی ۱۱۸

پاکستان کی تعمیر کے لئے موثر اقدامات ۱۱۹

پاکستان کی باطنی تعمیر کے لئے اہم امور ۱۲۰

دین اسلام سے انحراف اور اس کی سزا ۱۲۱

مسلمانوں کی موجودہ پستی اور اس کا علاج ۱۲۵

کفر اور اس کا علاج ۱۲۶

جمعیت علماء اسلام اور اس کا منشور ۱۲۷

کتاب (آدمیت کی کہانی) اور جامعہ
اسلامیہ بہاولپور ۱۲۹

مسلمانوں کے تفرق و اختلاف و انتشار کے
ظاہری و باطنی اسباب ۱۳۰

مسلمانوں کے تفرق و انتشار کا علمی
وظاہری علاج ۱۳۳

پاکستان میں فسادات، ان کا سبب اور علاج ۱۳۵

انحطاط و تنزل اور اس کے اسباب ۱۴۹
انتخابات ۱۴۴
اسلامی قانون کا نفاذ ۱۴۵
اسلامی قانون ۱۴۷
صدر مملکت کے اختیارات و فرائض ۱۴۸
ایک نہایت اہم تنبیہ ۱۴۹
انتخابات اور اس کا نتیجہ ۱۵۱
دردناک قومی المیہ ۱۵۲
جمہوری الیکشن اور اس کی حقیقت ۱۵۲
وجود میں آنے والی اسمبلی کے فرائض ۱۵۳
پاکستانی قوم کے بائیس سال ۱۵۴
کامیابی و کامرانی کا راستہ ۱۵۵
نبی کریم ﷺ کے فرائض منصبی ۱۵۵
حضرات صوفیاء اور اشاعت دین ۱۵۷
اسلامی سیاست اور موجودہ سیاست ۱۵۷
مسلمانوں کی نمائندگی ۱۵۸
موجودہ حکومت اور اسلامی آئین ۱۵۹
راہ نجات ۱۶۰
علماء کرام اور الیکشن ۱۶۱
لسانی تعصب اور فتنہ رنگ و نسل کا اصل علاج ۱۶۴
مرزا ناصر احمد کا دورہ یورپ، در سعودی عرب نیلی
ویژن پر اس کی نمائش ۱۶۵
مسلمان فروعی اختلافات ختم کر کے تبلیغ میں
مشغول ہوں ۱۶۶
برطانوی عہد حکومت اور مسلمان ۱۶۷
حکومت برطانیہ اور فتنہ قادیانیت اور مرزائیت ۱۶۷
مرزا غلام احمد اور دعوی نبوت ۱۶۹
انگریزی دربار اور مرزا غلام احمد اور انکی امت ۱۷۰
تاج برطانیہ خود کاشتہ پودا ۱۷۱
قادیانی انگریزوں کے ایجنٹ ۱۷۱
کفر و ارتداد سے توبہ کا طریقہ ۱۷۳
مسئلہ ختم نبوت اور پاکستان ۱۷۷
عقیدہ ختم نبوت کو تسلیم کئے بغیر پاکستان
قائم نہیں رہ سکتا ۱۷۸
ایک تباہ حال خاندان اس کے اثرات ۱۷۹
غیر مسلموں سے مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) ۱۷۹
ایک غلط فہمی کا ازالہ ۱۸۰
قادیانیت کے خلاف ملک پاکستان کا شدید ردعمل ۱۸۱
برطانیہ کی اسلام دشمنی ۱۸۰
ربوہ ایک نیا قادیان ۱۸۲
تحریک ختم نبوت ۱۸۳
حادثہ ربوہ اور اس کے نتائج ۱۸۳
تحریک ختم نبوت کا صحیح طریقہ کار ۱۸۴
سپاس و تشکر ۱۸۸
آثار و نتائج ۱۹۰
پاکستان اور مسلمانوں کی بقاء اسلام سے وابستہ ہے ۱۹۰
اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد مرزائیوں کی حیثیت ۱۹۱
مرزائیوں سے متعلق مسلمانوں اور حکومت کے
کرنے کا اصل کام ۱۹۱
برطانیہ مسلم کا سب سے بڑا دشمن ۱۹۳
قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ پودا ۱۹۳
قادیانیوں کی پاکستان کے خلاف سازشیں ۱۹۴
قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے تقاضے ۱۹۴
قادیانی۔ آئینی ترمیم پر عملدرآمد ۱۹۳

غنڈہ گردی اور اس کا سدباب ۱۹۶
لفظ غیر مسلم لکھوانے سے قادیانیوں کا انکار ۱۹۶
دین اسلام اور رنگ و نسل و علاقائیت ۱۹۷
سندھ صدیوں کے آئینہ میں ۱۹۸
قادیانیت اور عالم اسلام (ایک سفرنامہ کا اقتباس) ۱۹۹
طاغوتی قوتوں کی اسلام دشمنی ۲۰۱
اعداء اسلام کی ریشہ دوانیوں کا سبب ۲۰۲
فتنہ انکار حدیث (فتنہ پرویزیت) ۲۰۴
پرویزی تحقیقات ملحدانہ پر ایک نظر ۲۰۳
اسلام اور پیغمبر اسلام کیخلاف یہودی زہر آلود ذہنیت ۲۰۶
مفتی محمود صاحب کی وزارت علیا ۲۰۹
بلوچستان کی وزارت ۲۱۱
پاکستان اور حقوق نسواں کمیٹی ۲۱۱
پاکستان کی سلامتی اسلامی قوانین کے جاری کرنے میں ہے ۲۱۳
اسلامی قانون کے نفاذ میں حائل عذر لنگ ۲۱۴
اسلامی نظریاتی کونسل کی جدید تشکیل ۲۱۵
یوم تجدید میثاق اور توبہ و انابت ۲۱۷
اسلام دشمن طاقتیں اور پاکستان ۲۱۸
بھٹو دور حکومت اور پاکستان ۲۱۹
قومی اتحاد اور مسٹر بھٹو ۲۲۰
قومی تحریک اور اس کی قیادت ۲۲۰
عزت و کامرانی کے اسباب ۲۲۱
بھٹو حکومت کا خاتمہ اور مارشل لاء کا نفاذ ۲۲۳
دین اسلام نعمت ربانی ہے ۲۲۴
تہذیب و تمدن کے علمبرداروں کی حالت زار ۲۲۵
حکومت کویت کا موسوعہ فقہ اسلامی ۲۲۶
رابطہ عالم اسلامی اور اس کے فرائض ۲۲۶
حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا سعودی عربیہ کے مشہور روزنامے "المدینۃ" کو انٹرویو ۲۲۹
قادیانیت سامراج کا لے پالک ۲۳۰
قادیانیت استعمار کا ایک حربہ ہے ۲۳۰
اسلامی اتحاد و باہمی اعتماد کی منزل تک پہنچنے کا راستہ ۲۳۰
باہمی اتحاد و تعاون ہی اسلام کی روح ہے ۲۳۱
مجمع البحوث قاہرہ کی کانفرنس اور اس کی تجاویز ۲۳۱
دین کے خلاف نئی جنگ ۲۳۲
رابطہ عالم اسلامی کو کیا کرنا چاہئے؟ ۲۳۴
مؤتمر قاہرہ کے مشاہدات و تاثرات - ادارہ مجمع البحوث الاسلامیہ کی مختصر روئیداد ۲۳۴
کانفرنس کا محل انعقاد ۲۳۷
مجمع البحوث الاسلامیہ اور اس کی پہلی کانفرنس کے بارے میں تاثرات ۲۴۰
مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ کی دوسری کانفرنس ۲۴۲
غیرت اسلام اور پاکستان ۲۴۲
ادارہ تحقیقات اسلامی اور اس کے سنہری کارنامے ۲۴۴
منصب نبوت ۲۴۵
الحاد و زندقہ ۲۴۶
یاس و ناامیدی کی تاریک گھٹاؤں میں امید و آس کی ایک کرن ۲۴۸
مؤتمر قاہرہ کے مشاہدات و تاثرات ۲۴۹
علمائے ازہر کے بارے میں رائے ۲۴۹
جدید ازہر کے خدوخال ۲۵۱
جمال عبدالناصر ۲۵۲
مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ کی پانچویں کانفرنس ۲۵۳

شیخ الازہر شیخ عبدالحلیم محمود کی پاکستان آمد ۲۵۸
عرب و اسرائیل جنگ اور شکست کے اسباب ۲۵۹
مسلمان قوم اور اس کے امراض ۲۶۱
بیت المقدس پر اسرائیل کا قبضہ ۲۶۳
اسرائیل کا بیت المقدس پر قبضہ علامت قیامت
پیش لفظ ۲۶۳
تعارف مرتب ۲۶۴
فتح یا شکست کے حقیقی اسباب ۲۶۵
قومیت و اشتراکیت کی حقیقت ۲۶۷
عالم اسلام کے تحفظ کی ضرورت ۲۶۹
مشرق وسطیٰ اور جمال عبدالناصر ۲۶۹
صہیونی جنگ سے درس عبرت ۲۷۵
مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل ۲۷۷
فلسطین کا سیاسی و عسکری پس منظر ۲۸۱
عرب لیگ اور شیخ محمد بن علی السنوسی ۲۸۲
عرب قوم کے امراض اور ان کا علاج ۲۸۳
مال و دولت کی فراوانی اور اس کا معاشرہ پر اثر ۲۸۵
انقلاب لیبیا ۲۸۶
سوشلزم اور کمیونزم کا صحیح مقام ۲۸۹
تن اور اس کی ضرورت ۲۹۶
سرمایہ کی جارحیت اور اس کا علاج ۲۹۲
لیبیا میں اسلامی دعوت تبلیغ کی پہلی کانفرنس ۲۹۶
سرور کونین کے نام نامی و اسم گرامی کی برکات ۲۹۹
قدس کی آزادی کے بعد اگلا مرحلہ (اداریہ)
کے لئے دعا ۳۰۱
اسلامی اتحاد کے ذرائع اور نوائے وقت کا اداریہ ۳۰۲
دور کا گلستان ۳۰۵
قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر اعتراضات ۳۰۸
علامہ اقبال کا تصور عشق اور اسلام ۳۰۵
مسلمان قوم کا اسوہ حسنہ اور نصب العین ۳۱۱
اسلام اور عشق ۳۱۳
امن عالم کا ضامن ۳۱۴
محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے نتائج ۳۱۴
قوم کی کامیابی کا طریقہ ۳۱۶
رویت ہلال و نظام شمسی ۳۱۵
رویت ہلال و شرعی نقطہ نظر اور مفتی محمد شفیع اور شیخ
احمد شاکر اور ڈاکٹر یوسف القرضاوی کا فتویٰ ۳۱۸
صوبائی خودمختاری کی تحریک ۳۲۰
چند تجاویز ۳۲۱
قابل توجہ ۳۲۲
مسلمانوں نے اندلس کیسے کھویا ۳۲۳
۹۶۵ کی پاک و ہند جنگ ۳۲۵
قابل عبرت تاریخی حقائق ۳۲۵
قوت خداوندی اور اس کا ظہور ۳۲۶
کی قوم کی موت ۳۲۶
مسلمانوں کی بنیادی قوت ۳۲۷
مصر کے ادارہ ۳۲۸
مدیر محترم کا نظریہ ۳۲۹
جہاد کے بارے میں ۳۳۰
پاکستان کی زندگی ۳۳۲
عالمی کی بے اعتدالیاں ۳۳۳
عالمی قریب کی سب سے مختصر ۳۳۳
عالمی خلافت اور غلبہ ۳۳۴
اسلامی وحدت کا حقیقی نقطہ ۳۳۵

مسلمانوں کو غیر اسلامی تعبیرات وافکار سے بچنا چاہئے ۳۳۶

جہاد کے متعلق حضرت تھانوی کے چند ملفوظات ۳۳۷

تکوینی قضا اور کافر کی کافرانہ حرکت ۳۳۸

ہدایت ۳۴۰

نقطۂ شرقی پاکستان ۳۴۰

حضرت حاضر کا سب سے بڑا المیہ ۳۴۱

نقطۂ شرقی پاکستان کے اسباب ۳۴۲

بدنی لعنتوں کی باطنی لعنت کی سزا ۳۴۴

خلوت وجلت کے الجھنے ۳۴۵

حیات وحفاظت اور قوموں کی موت ۳۴۵

منظور بھیتے علماء اسلام اور لیبر یونین ۳۴۶

پاکستان اور نظام تعلیم ۳۴۷

یا مغرب اور اسرائیل ۳۴۸

حکومت پاکستان اور سعودی عرب کو توڑنے کے سلسلے میں چند تجاویز ومشورے ۳۴۹

سود بلا سود میں بندوں کو دوبارہ آباد کرنے کا مسئلہ ۳۵۱

دینی مدارس میں شیخ حضرات کیلئے علیحدہ دینیات ۳۵۳

قوم کا تحفظ اور تحفظ مستقبل کے لئے ایک قول ۳۵۶

حکومت تشدد کرکے بھی کامیاب نہیں ہوسکتی ۳۵۵

مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ شہید ۳۵۶

ہمارے دعوے اور اس سے ان کا تعلق ۳۵۷

اخوت اسلامی اور اس کی اہمیت ۳۵۹

ہندو پاکستان اور اتحاد ۳۶۰

پاکستان کی اصلاح کیلئے چند ضروری تجاویز ۳۶۲

گروہ بندی، افتراق اور علمائے کرام ۳۶۲

مسلمانوں کے لئے دنیا کی عزت آبرو حاصل کرنے کا طریقہ ۳۶۳

دور فتن اور اس کے فتنے ۳۶۵

پاکستان اور اس کے دشمن ۳۶۶

نصرانیات زمین کا انتظام موجب نظر ہے ۳۶۷

روز افزوں خرابیاں اور ان کا تدارک ۳۶۸

امت اسلامیہ کی زبوں حالی اور اس کا اصل علاج ۳۷۰

اصلاح معاشرہ کا صحیح طریقہ ۳۷۱

پاکستان کے ہر انسان کی حقیقی صلاح وفلاح ان اللہ ۳۷۲

ایک خواب اور پیغام ۳۷۳

خواب اور پیغام ۳۷۳

مسلمانوں کی زبوں حالی کے اسباب اور اس کا حل ۳۷۲

قانون الٰہی کا نفاذ ۳۷۷

خانگی امور سے اجتناب ۳۷۸

درآمد شدہ نظریات کی ناکہ بندی ۳۷۹

اسلامی مفیشت کا نفاذ ۳۷۹

اسلامی اخوت ۳۸۰

اسلامی معاشرے کی اصل اور آزمائش ۳۸۲

عالم اسلام اور مسلمانوں کی حالت زار ۳۸۱

فرنگی قوانین کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کی جانب ایک قدم ۳۸۹

اسلامی حکومت میں غیر اسلامی مالی قوانین کا تحفظ ۳۹۰

خدا فراموشی اور اس کی سزا ۳۹۱

مملکت پاکستان کی روح ۳۹۲

قیام پاکستان کا مقصد ۳۹۲

ہماری معاشرتی زندگی کی ایک جھلک ۳۹۴

انسان کا کمال اور اس کی بدنصیبی ۳۹۵

عالم انسانیت اور پیٹ کا مسئلہ ۳۹۷
قرآن کریم کیا ہے؟ ۴۰۰
رویت ہلال ۴۰۲
ماہ رمضان اور اس کے برکات وفضائل ۴۰۷
نفس امارہ کا تزکیہ ۴۰۷
جشن قرآن کریم اور پاکستان ۴۰۸
محفل میلاد اور اجلاس سیرت النبی ﷺ ۴۰۹
حج بیت اللہ اور ارباب حکومت کو چند مشورے ۴۱۰
حج بیت اللہ سے متعلق چند ہدایتیں اور
حجاج سے چند شکایتیں ۴۱۴
مسجد حرام اور مسجد نبوی کی نماز اور عورتیں ۴۱۶
حج اور اس کے فوائد واسرار ۴۱۷
حکومت وقت کی حج پر پابندیاں اور اسکے نقصانات ۴۱۸
نیلی دیژن اور مشرکانہ پروگرام ۴۱۹
قابل توجہ مسائل حاضرہ ۴۲۰
عقود ومعاملات ۴۲۰
تعلیم وتربیت ۴۲۱
علاج الامراض وادویہ ۴۲۲
عبادات ۴۲۲
مسائل حاضرہ ۴۲۳
مسائل شرعی کے حل کا طریقہ ۴۲۴
اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے ضروری امر ۴۲۴
حکام پاکستان کا فریضہ ۴۲۵
ایک اچھا اقدام ۴۲۷
دینی مدارس اور پاکستان ۴۲۹
دینی مدارس کو حکومت کی تحویل میں لینے کا منصوبہ ۴۳۰
پاکستان میں دین واسلام کی بقاء دینی مدارس کی
مرہون منت ہے ۴۳۱
مدارس عربیہ کے لئے لائحہ عمل ۴۳۳
دینی مدارس کے علماء وطلباء کے لئے لمحہ فکریہ ۴۳۷
مکتوب مبارک ۴۳۸
جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں تخصص فی الفقہ الاسلامی
کا اجراء ۴۴۰
دارالتصنیف سے حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب
کا انسلاک ۴۴۱
مدرسہ عربیہ اسلامیہ کی تاسیس وابتداء
اور ارتقائی مراحل ۴۴۱
قدیم وجدید نصاب تعلیم کا امتزاج ۴۴۴
مدارس دینیہ اور مدارس عصریہ کے نصاب تعلیم
کا تقابل ۴۴۶
حقیقی علوم کیا ہیں؟ ۴۴۸

باب سوم: وفیات

مولانا مفتی محمد صادق بہاولپوری رحمہ اللہ ۴۴۹
مولانا اظہار الحق سہیل عباسی امروہی رحمہ اللہ ۴۴۹
الحاج خواجہ نظام الدین رحمہ اللہ ۴۵۰
مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ ۴۵۰
مولانا عبدالرحمن کامنپوری رحمہ اللہ ۴۵۳
مولانا محمد شفیع سرگودھوی رحمہ اللہ ۴۵۶
مولانا عبدالحنان ہزاروی رحمہ اللہ ۴۵۷
مولانا عبدالخالق رحمہ اللہ ۴۵۷
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی والدہ ماجدہ ۴۵۸
مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ ۴۵۹
مولانا جان محمد رحمہ اللہ ۴۵۹

مولانا آیۃ اللہ سندھی ندوی ۳۶۰
مولانا احمد حسن چاکانی ندوی ۳۶۰
مولانا محمد یحییٰ چاکانی ندوی ۳۶۱
مولانا قاری اسعد ندوی ۳۶۱
ادیب عصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری ۳۶۲
مولانا محمد ابو محمد علی لاہوری ندوی ۳۶۲
مولانا شاہ وصی احمد آبادی ندوی ۳۶۳
مولانا سید حمید الدین فیض آبادی ندوی ۳۶۴
مولانا شمس الحق ڈیانوی ندوی ۳۶۵
مولانا حسین الدین فورفقی ندوی ۳۶۵
مفتی مولانا حاجی محمد یعقوب کانپوری ندوی ۳۶۶
مولانا سید اللہ شاہ بخاری ندوی ۳۶۷
مولانا عبد الغفور عباسی مہاجر مدنی ندوی ۳۶۸
مولانا محمد امین خطیب ندوی ۳۷۰
مولانا محمد انوری ندوی ۳۷۰
مولانا شاہ محمد یعقوب مجددی بھوپالی ندوی ۳۷۱
مولانا سید طلحہ حسنی ندوی ۳۷۲
مولانا عبد الصمد رحمانی مونگیری ندوی ۳۷۳
مولانا نبی محمد صاحب جالندھری ندوی ۳۷۳
مولانا محمد علی جالندھری ندوی ۳۷۷
مولانا اللہ بخش ملتانی ندوی ۳۷۸
مولانا سید محمود احمد مدنی ندوی ۳۷۹
مولانا محمد عثمان پشاوری ندوی ۳۷۹
شیخ محمد لطیف ندوی ۳۸۰
مولانا محمد رمضان خان پشاوری ندوی ۳۸۱
مولانا خلیفہ عبد الحمید آبادی ندوی ۳۸۲
مولانا فرحت محمد بوچالی ندوی ۳۸۳

مولانا محمد خلیل انبوی ندوی ۳۸۳
مولانا حافظ خلیفہ عبد المجید الہ پوری ندوی ۳۸۴
مولانا فخر الدین مراد آبادی ندوی ۳۸۵
وفات ادیب کتبہ حضرت مولانا ندوی ۳۸۶
مولانا حبیب اللہ عثمانی ندوی ۳۸۷
مولانا عبد العزیز مہسوی والے ندوی ۳۸۸
مولانا عبد الجبار نوہ منڈی والے ندوی ۳۸۸
سید جلیل الرحمان دہلوی ندوی ۳۸۹
مولانا قاضی عبد الرب ندوی ۳۹۰
مولانا حافظ حبیب اللہ الہ پوری ندوی ۳۹۰
مولانا عبد الرحیم اشرفی ندوی ۳۹۱
حاجی ابراہیم صاحب سملکی ندوی ۳۹۱
آغا عثمان جان مجددی ندوی ۳۹۲
مولانا بلال حسین اختر ندوی ۳۹۳
مولانا پیر خورشید احمد ہمدانی ندوی ۳۹۳
حاجی ہوا حسن پشاوری ندوی ۳۹۳
حاجی حبیب احمد پکوال والے ندوی ۳۹۳
مولانا گل یار شاہ طوروی ندوی ۳۹۴
مولانا عبد الحق بلرفع ندوی ۳۹۵
حبیب ۳۹۸
مولانا عبد الرحمان میواتی دہلوی ندوی ۳۹۹
حاجی علی محمد موی ندوی ۵۰۰
الشیخ محمد یوسف مصری ندوی ۵۰۱
مولانا سید شمس الدین شہید ندوی ۵۰۱
مولانا عبد الرحمان جالندھری ندوی ۵۰۲
مولانا دوست محمد قریشی ندوی ۵۰۳
مولانا نبی محمد بیدلپوری مہاجر مدنی ندوی ۵۰۵

مفتی اعظم سید محمد امین الحسینی فلسطینی رحمۃ اللہ علیہ اور
مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۰۶
مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۰۹
حضرت مولانا یوسف عباسی رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۱۱
مولانا محمد زکی کیفی رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۱۲
سیدہ فاطمہ بنوریہ رحمۃ اللہ علیہا _____ ۵۱۳
شاہ فیصل شہید رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۱۵
حضرت مولانا عبدالودود مروائی رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۱۶
علامہ ابوالوفا شاہ قندہاری رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۱۷
قاری محمد حسن امروہوی رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۲۱
مولانا ابواحمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۲۱
مولانا فاروق احمد بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۲۲
مولانا گل محمد سکھروی رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۲۳
مولانا عبدالباری انصاری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۲۴
مولانا سید مہدی حسن شاہ جہاں پوری رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۲۵
حالات محدث شاہ جہاں پوری رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۲۷
مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۳۱
مولانا طیب علی بنگالی رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۳۴
نواب محمد مسعود علی رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۳۵
مولانا محمد احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۳۶
مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۳۶
حکیم عبدالسلام ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۳۷
والد ماجد حضرت بنوری
مولانا سید محمد زکریا بنوری رحمۃ اللہ علیہ _____ ۵۳۸

باب دوم

حالات حاضرہ

پاکستان اور اسلام

برسات کے صفحات پر عرصہ سے اس امر کو واضح کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ:

دین اسلام ہی اللہ تعالیٰ کی وہ آخری نعمت ہے جو اس عالم کو دی گئی اور عصر حاضر کی تاریخ میں پاکستان ہی ایک ایسا ملک ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا ہے۔

لیکن ان روشن حقائق کے باوجود:

پاکستان ہی ایسا ملک ہے جہاں نہایت سرعت کے ساتھ اسلام کے نام پر غیر اسلامی معاشرہ پھیل رہا ہے۔ پاکستان ہی وہ بدنصیب ملک ہے جہاں شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلامی شعائر، اسلامی خصائص اور اسلامی تہذیب کو فنا کیا جارہا ہے۔

پاکستان ہی وہ بدقسمت سرزمین ہے جہاں اسلام کے نام سے غیر اسلامی قانون بنائے اور جاری کئے جارہے ہیں۔

پاکستان ہی وہ خطہ ہے جہاں ملک و ملت کے خزانے کی بھاری رقمیں اسلام کی تحریف پر بہائی جارہی ہیں۔

پاکستان ہی وہ مملکت ہے جہاں آزادئ فکر اور آزادئ رائے کے بہانے سے تمام بیرونی مشنریوں کو تمام زنادقہ و ملاحدہ کو دل کھول کر اسلام پر اعتراض کرنے اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے کا موقعہ دیا جارہا ہے۔

پاکستان ہی وہ حکومت ہے جس کے جتنے حکمران بھی آئے ہر ایک کے عہد حکومت میں پاکستان کے دینی معیار کو بلند کرنے سے غفلت برتی گئی۔

توقع ہوگئی تھی کہ صدر محترم فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے جس طرح پاکستان کی اقتصادی اور سیاسی پوزیشن کو مضبوط کر دیا ہے شاید ان کے عہد میں دینی اقدار کو بھی استحکام نصیب ہو جائے اور ان کی وہ اصل حیثیت نہ رہے جو سابق ادوار میں رہی ہے لیکن افسوس:

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

تعجب و تاسف کا مقام یہ ہے کہ ایک طرف تو قرارداد مقاصد اور دستور میں یہ طے کیا جائے کہ کتاب

دستور پاکستان سے قانون کا عدم ارتکاب اور کتاب وسنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔

یعنی دو ہی صورتیں ہوں گی قانون بنائے جائیں کتاب وسنت کے خلاف بنائے جائیں۔

اور صرف اتنا ہی نہیں کہ کتاب وسنت کے خلاف قانون بنائے جا سکیں بلکہ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس کے ساتھ یہ بھی تو لکھا ہوا ہے کہ ان قوانین کو بڑی سے بڑی عدالت میں بھی چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی جدید قوانین ایسے بنائے گئے ہیں جن میں مکمل قانون بھی شامل ہے جس کی حفاظت کے لئے قانون بنایا گیا ہے کہ ان کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آخر اس ترمیم کی کیا ضرورت ہے قرارداد مقاصد ہی کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا جاتا؟ سابق دستور کو کیوں نہیں منسوخ کر دیا جاتا؟ پھر جو قانون مزاج چاہے بنا لیتے۔

بہر حال اس پر آشوب صورت حال میں ہمارے محترم ایس ایم ظفر وزیر قانون کا حالیہ بیان جو ۲۰ ستمبر ۹۱ء کی پریس کانفرنس میں انہوں نے دیا ہے وہ ان مایوس کن حالات میں امید کی ایک ہلکی سی کرن ہے، موصوف فرماتے ہیں:

"اسلام ہی ایک ایسا نظام حیات ہے جو مشرقی اور مغربی پاکستان کی ایک آہنی قوت کو برقرار رکھ سکتا ہے، پاکستان میں مسلم معاشرہ کی تشکیل کے لئے پروگرام مرتب کیا گیا ہے نوجوانوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے گا اور اس سلسلہ میں ایک جامع کتاب "اسلامی قوانین" شائع کی جائے گی جس پر آئندہ قانونی عمل درآمد ہوگا"۔

اس امید افزا بیان سے ہر مسلمان ہے جو خوش نہ ہوگا اور وزیر محترم کو خراج تحسین پیش کرے گا لیکن جب بات سے یہ عظیم کام انجام پائے گا بیان میں جو تضاد اس کی تفصیل آتی ہے افسوس کہ اس کی بھیانک تاریکی میں وہ امید کی کرن بھی تہہ بہ تہہ ظلمتوں میں چھپ جاتی ہے کہ آئندہ کے لئے کوئی امید باقی ہی نہیں رہتی فرمایا ہے:

"یہ کام ادارہ تحقیقات اسلامی نے سپرد کیا ہے اور ماہنامہ فکر ونظر (اردو) اسلامک اسٹڈیز (انگریزی) الدراسات الاسلامیہ (عربی) الامۃ (انگریزی) کے ذریعہ سے ادارہ کے محققین، پروفیسروں، ریڈروں اور سینئر فیلوز اور ریسرچ سکالروں کی نگرانی میں ہو رہا ہے"۔

یہ وہ مایوس کن تفصیل ہے جس نے جو امید بندھی تھی اس کو خاک میں ملا دیا اور بہ رنج مجبوری راقم الحروف نے پریس کو ایک بیان دیا جو ۲ ستمبر ۹۱ء سے مورخہ روزنامہ وفاق کراچی میں شائع ہو چکا ہے اور اس میں یہ کہنا پڑا کہ ادارہ تحقیقات اسلامی کی گزشتہ اب تک جو تحقیقی کارنامے منظر عام پر آئے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے یہ توقع غلط ہے کہ ان کی نگرانی میں اور ان کے قلمی رفقاء کے ذریعہ کوئی صحیح کام ہو سکے گا یا کوئی معیاری اسلامی کارنامہ وجود میں آئے گا۔ [illegible] یہ بھی صاف صاف بتا دیا کہ اس ملک کے [illegible] پر اعتماد نہیں ہے اور ان کی تنگ نظری کا شکوہ ہے تو پھر اس ملک [illegible] اسلامیہ شام [illegible] وقت دے کر اپنے چند ممتاز علماء محققین کو جو جدید

وقد تم صوم یوم الخمیس ۲۹ شعبان ۱۳۹۰ھ

(۱) الشیخ محمد مصطفی الزرقاء (۲) الشیخ محمد مبارک دمشقیہ

(۳) الشیخ محمد عبداللہ بن محمد السرطاوی الکویت (۴) الشیخ محمد بہجۃ البیطار حلب

(۵) الشیخ محمد عبداللہ العربی (۶) الشیخ ابوالخیر مودودی

یہ حضرات وہ ممتاز اہل علم ہیں جن سے حکومت پاکستان بھی متعارف ہے چنانچہ ۱۹۵۹ء میں جو اسلامی تعلیمات کمیشن تشکیل دیا گیا تھا اس میں شامل تھے اور ڈاکٹر محمود احمد غازی کے بقول اس کے بعد سے تقریباً عالم اسلامی کی ایک کانفرنس میں بھی نمائندگی کا وقوعہ نہیں ہوا تھا۔

لیکن ڈاکٹر صاحب اور ادارہ تحقیقات اسلامی کے موجودہ "ارباب تحقیق" پر ہمارے دوست فضل الرحمن، مسعود الحسن فاروقی، مسعود رفیق اللہ خان اور عمر احمد قزوینی جیسے حضرات ہی متوقع اسلامی معاشرہ کی تشکیل اور قوانین اسلام کی تدوین سے روح رواں رہے تو پھر:

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

تعجب اس پر ہے کہ ادارہ تحقیق سے وابستہ تحقیقات اسلامی میں بعض ایسے حضرات آ گئے ہیں جن سے کسی قدر صحیح کام کی امید ہو سکتی ہے تو یہ تو ان کی ذہانت و صلاحیت کے باوجود ان کے اپنی تعصب کی بنا پر علیحدہ کر دیا گیا ہے یا ان کو مفلوج بنا کر رکھ دیا گیا ہے جن سے اسلامی موضوعات پر وہ کام کرایا جاتا ہے مگر ان کے صحیح نام میں قطع برید کرنے سے اپنے مقاصد کے سانچے میں ڈھال لیا جاتا ہے۔

بہر حال ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۱ء کے روزنامہ جنگ میں مدیر محترم نے یہ قیمتی مقالہ اپنے ادارتی نوٹ کے ذیل میں اس موضوع پر ملک کو حکومت کو متوقع قدم سے بروقت متنبہ کیا ہے ہم شکریہ کے ساتھ قارئین ندوۃ کے لئے اس کو نقل کرتے ہیں:

اسلام کا قانون

"مرکزی وزیر قانون اس ایک نکتہ نے بتایا ہے کہ اسلامی تحقیق کا ادارہ اس وقت "اسلام کا قانون" نامی ایک کتاب مرتب کر رہا ہے یہ کتاب تقریباً چار جلدوں میں مکمل ہوگی اور یہ قانون کا کہنا ہے کہ اسے عدالتوں کی رہنمائی کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ محترم نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس کتاب میں عدالتی قوانین پر جدید و قدیم عدالتی فیصلوں کو شامل کیا جائے گا اور اس پر قومی کنونشن کی تجویز کو حتمی متصور کیا جائے گا کہ اس کے بعد سے ایوان مقننہ کو بہتر بنایا جا سکے۔ ظاہر ہے پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور اس ملک میں اسلام کا قانون ہی چلنا چاہیے لیکن مغرب کی غلامانہ ذہنیت نے پاکستان کے تعلیم یافتہ طبقہ کو کچھ اس طرح گرفت میں لے رکھا ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کی جانے والی

اس مملکت میں اسلام سے آخر انحراف ہوتا رہا، اسلام کو پوری قوی زندگی پر حاوی دیکھنے والے حلقے یقیناً وزیر قانون کے اس اعلان کا خیر مقدم کریں گے لیکن اس کتاب کی تدوین میں اس بات کا خاص خیال رکھنا ہوگا کہ قدیم کے ساتھ جدید علماء کے افکار پیش کرنے کی کوشش میں قرآن و حدیث کے مطلب و معنی کو خاص رنگ میں پیش نہ کیا جائے۔ اس کتاب کی ترتیب کا خیال بہت نیک ہے لیکن مسودہ کو قطعی صورت دینے سے قبل انتہائی احتیاط کے ساتھ اس کی جانچ ہونی چاہیئے، اس لئے کہ مختلف ادوار میں اسلام کو دانستہ یا نادانستہ مسخ کرنے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں، ہم اسلام کی سربلندی کے علمبردار ہیں، ہماری ذرا سی لغزش سے ایک نیا فتنہ کھڑا ہو سکتا ہے، لہٰذا اسلام کو بروئے کار لانے کے اقدامات میں ہمیں ضرورت سے زیادہ محتاط رہنا ہوگا، امید ہے اسلامی تحقیق کا ادارہ صحیح اسلامی اسپرٹ سے کام لے گا اور اس کتاب کی اشاعت سے قبل تمام اسلام پسند حلقوں کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تاکہ بعد میں تعمیری کمیٹی کے بجائے کوئی نیا فتنہ کھڑا نہ ہو جائے۔" (روزنامہ جنگ ۶ ستمبر ۱۹۶۹ء)

گذشتہ چند سال کے تلخ تجربوں کی روشنی میں مدیر موصوف نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے، ظاہر ہے کہ جب تک وزیر قانون یہ کام قابل اعتماد ارباب تحقیق کے سپرد نہیں کریں گے ہرگز قابل اطمینان اور ملک و ملت کے لئے قابل قبول نہ ہوگا بلکہ بقول مدیر موصوف ملک میں ایک نیا فتنہ کھڑا ہو جائے گا۔ بقول شاعر:

ایں رہ کہ تو می روی بترکستان است

واضح رہے کہ اگر حکومت یا وزیر قانون کی نیت بخیر ہے اور امت و ملت کو کسی فتنہ میں مبتلا کرنا مقصود نہیں ہے اور واقعی دستور اسلامی کا صحیح قانون بنانا مقصود ہے تو اب تک پاکستان میں جو کچھ ہوا ہے اس کی تلافی کرنے کا عزم ہو چکا ہے تو قبل از اس کی ضرورت ہے کہ وہ کام کا صحیح انتخاب کیا جائے اور ممالک اسلامیہ سے ایسے صحیح رجال کار کو بلا کر یہ کام سپرد کیا جائے جن میں اسلام و ایمان کی پختگی کے ساتھ ساتھ جدید و قدیم علوم سے واقفیت بھی اعلیٰ درجہ کی ہو یعنی شریعت محمدیہ کے صرف قوانین و احکام ہی جانتے ہوں بلکہ شریعت محمدیہ کے مزاج شناس ہوں اور عصر حاضر کے دینی تقاضوں کو اور پاکستانی مسلمانوں کے دینی مزاج و خواہشات کو سمجھتے ہوں۔

اگر ان حضرات کے بجائے کہیں یورپ و امریکہ سے چند مستشرقین کو بلایا گیا اور انھوں اور شاخت جیسے اعداء اسلام سے اس کام کی تکمیل کرائی گئی تو اس مضحکہ خیز طریقہ کار کی نہ صرف پاکستانی مسلمان بلکہ دنیا کا کوئی بھی مسلمان تحسین نہیں کر سکتا بلکہ یہ صورت کار جہاں اسلامی غیرت و دینی حمیت، ملکی مصلحت کے خلاف اور اپنی بے دینی و بد نیتی کا واضح ثبوت ہوگی ساتھ ہی اس ملک کے عوام میں شدید اضطراب و بے چینی پیدا کرنے کے مترادف اور بقول مدیر جنگ ایک نئے فتنہ کا دروازہ کھولنا ہوگا، اس دردناک صورت حال سے بدرجہا بہتر یہ ہے کہ صاف اعلان کر دیا جائے کہ اس ملک کے اندر "روس" یا "انگلینڈ" کا قانون یا امریکہ یا لندن کا قانون نافذ کیا جائے گا لیکن اگر اسلام کے نام سے ہمارے سروں پر کفر کے قانون کو مسلط کرنے کی کوشش کی تو یاد رہے کہ اس

ملک کے اندر غیر مختتم انتشار و اضطراب کا سلسلہ رونما ہوگا اور اس کے جو بدترین سیاسی نتائج نکلیں گے اس کی ذمہ داری انہی سربراہان حکومت پر ہوگی جو دیدہ و دانستہ اس عظیم گروہ کے مرتکب ہوئے ہوں گے، جب موجودہ "ادارہ تحقیقات" کا یہ عملہ باوجود دعویٰ اسلام و ایمان اور دعویٰ دین کے اسلامی قانون کی تشکیل کے لئے اہل نہیں تو شاخت اور اسمتھ جیسے مستشرقین عیسائی اور یہودی کیسے قابل اعتماد ہو سکتے ہیں اور یہ بتا قطعاً کھلا ہوا فریب ہے کہ ہم ان مستشرقین کو طریق کار سکھانے کے لئے بلاتے ہیں جیسا کہ موجودہ وزیر صاحب نے اب سے تین سال پہلے اپنے ایک ڈان مورخہ ۹/ ۱۰/ ۶۳ء میں شائع شدہ انٹرویو میں کہا تھا۔ یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کراچی میں روکر ان کو اس اقدام کی جرأت نہیں ہو سکی ہے اسی لئے ادارہ کو اسلام آباد راولپنڈی لے گئے ہیں، بہرحال ہم اس اقدام کے ابتدائی خطرناک نتائج سے بروقت حکومت اور وزیر قانون کو متنبہ کرتے ہیں، جدید طرز تحقیق کے ان سے بدرجہا بہتر و بہترین اس وقت اسلامی ممالک میں موجود ہیں جن کے تحقیقی شاہکار ان مستشرقین کے علی الرغم شائع ہو چکے ہیں۔

مزید وضاحت اور قارئین کی معلومات میں اضافہ کی غرض سے ادارہ ہذا نے روزنامہ حریت کراچی ۸/ اکتوبر ۶۶ء میں رفیق محترم مولانا مفتی ولی حسن کا اسی موضوع پر شائع شدہ مضمون پیش کرتا ہے:

اسلامی قوانین کی ترتیب و تدوین کے لئے تحقیقاتی جد و جہد

محترم وزیر قانون نے ۳۰/ اگست ۱۹۶۶ء کو راولپنڈی کی ایک پریس کانفرنس میں ایک اہم حقیقت کا اظہار فرمایا ہے کہ:

"پاکستان میں اسلامی نظریہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، ملک کے دونوں صوبوں کے درمیان یک جہتی کے لئے اسلام ایک مستقل قوت ہے اس لئے نئی نسل کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا ضروری ہے۔"

ہم محترم وزیر قانون کے اس خیال کی پرزور تائید کرتے ہوئے ان سے گذارش کرتے ہیں کہ آپ کے یہ الفاظ پاکستان کے دس کروڑ عوام کے دلوں کی آواز ہے، اسلامی نظریہ حیات پاکستان کی روح ہے اس مملکت کا قیام بھی اسی نظریہ کے لئے ہوا، اس کی بقا بھی اسی نظریہ میں مضمر ہے اور اس کی کامیابی بھی اسی کی رہین منت ہو سکتی ہے۔

پاکستان کے دونوں صوبوں کے درمیان وسیع خلیج کو یہی نظریہ حیات پاٹ سکتا ہے کیونکہ دونوں صوبوں کے درمیان اگر کوئی چیز مشترک ہے تو وہ اسلام اور صرف اسلام ہے اس لئے اس رشتہ کو جس قدر مضبوط کیا جائے گا اسی قدر پاکستان مضبوط ہوگا، اس کے دونوں صوبے ایک دوسرے سے قریب تر آ جائیں گے جس طرح حصول پاکستان کے وقت متحد تھے اور دونوں صوبوں کے درمیان علیحدگی پسند عناصر کا فتنہ اپنی موت آپ مر جائے گا۔

نئی نسل کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا ضروری ہے، ہماری نئی نسل پر مادیت کے سائے گہرے ہوتے جا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے برگزیدہ دین سے یہ نہ صرف ناواقف بلکہ منحرف ہیں، ہمارے تعلیمی

ادارے اس سلسلے میں جو کردار ادا کر رہے ہیں اس سے آپ بے خبر نہیں ہیں۔

محترم! ادارہ تحقیق اسلامی کے بارے میں آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہمارے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ ہم اپنی معروضات بعد اب پیش کر رہے ہیں، امید ہے کہ آپ ہماری معروضات پر تحمل سے دل سے غور فرمائیں گے۔ ہمارے اس ملک میں ادارہ تحقیق اسلامی کی ضرورت اپنی جگہ مسلم کیونکہ آپ نے جن وضاحت کی نشاندہی فرمائی ہے، واقعی ان پر کام کرنے کی ضرورت ہے مثلاً اسلامی قانون کی ترتیب و تدوین، اسلام کا معاشی نظام، اسلام کے اقتصادی اصول، اسلام کا سیاسی نظام وغیرہ لیکن ہمیں بصد افسوس عرض کرنا پڑتا ہے کہ موجودہ ادارہ تحقیق اسلامی جس پر ملک کا لاکھوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے اپنے مقصد تاسیس سے نہ صرف بہت دور بلکہ اس کی ضد ہے۔

محترم! آپ نے ادارہ تحقیق اسلامی کے مقصد تاسیس کو اس طرح بیان فرمایا ہے: "ادارہ کا بنیادی مقصد عوام الناس کو اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کی مطابق گذارنے میں مدد دینا ہے"۔

اس مقصد کو سامنے رکھ کر جب ہم ادارہ کے اب تک کے کام کا نہایت خلاص ۔ جائزہ لیتے ہیں تو ہم کو شدید مایوسی ہوتی ہے، ادارے کے قیام کو ایک عرصہ ہو گیا لیکن اس کی طرف سے اب تک اسلام کی کوئی قابل ذکر خدمت سامنے نہیں آئی ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ ادارہ ایک نئے اسلام کی داغ بیل ڈال رہا ہے جس سے یہاں کے عوام سخت انتشار میں مبتلا ہو گئے ہیں، اس کے اسلام کے بنیادی خصوصاً بطور نمونہ درج ذیل ہیں جن سے آپ ادارہ کے دانشوروں، علماء، محققین، پروفیسروں، ریڈروں اور ریسرچ فیلوز کے ذہنی رخ کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں:

① قرآنی احکام ابدی نہیں بلکہ ان کی علل و غایات بدلتی ہیں۔

② حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ مابعد کی پیداوار ہیں۔

③ سنت ہر زمانہ کے رسم و رواج کا نام ہے۔

④ شرعی سزائیں قابل تبدیل ہیں۔

⑤ قرآن ایک اضافی کتاب ہے۔

⑥ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن میں ہر چیز کا قانون موجود ہے، وہ پاگل اور کم فہم ہیں۔

⑦ بینک کا سود حلال ہے۔

⑧ زکوٰۃ دینی عبادت نہیں بلکہ ٹیکس ہے۔

⑨ زکوٰۃ کی شرح میں اضافہ ہونا چاہئے۔

⑩ بیئر شراب حلال ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہم نے اس مختصر مراسلے میں صرف چند ارشادات پر اکتفا کیا ہے، آپ اگر اس سلسلہ میں تحقیق کرنا چاہیں (جس کی ذمہ داری ادارہ کا صدر ہونے کی بنا پر آپ پر بھی عائد ہوتی ہے) تو ہم دار تحقیق اسلامی کے اب

تک کے کام کا تفصیلی جائزہ لینے میں آپ کا ہاتھ بٹا سکتے ہیں۔ ان محققین بلکہ متبحر دماغ عناصر کی تحقیقات و تصحیح اسلام کی روشنی میں آپ کو دکھا سکتے ہیں کہ یہ حضرات کس مشن کے تحت اسلامی تحقیقات کر رہے ہیں۔

جہاں تک اسلامی قوانین کی ترتیب و تدوین کا تعلق ہے تو اس بارے میں عرض ہے کہ ادارہ تحقیق اسلامی ترتیب و تدوین کا مطلب یہ سمجھتا ہے کہ کتاب و سنت کے منصوص و مقرر دفعات میں بھی ترمیم و اضافہ کیا جائے، زمانہ اور حالات کو کتاب و سنت کے ماتحت نہ کیا جائے بلکہ خود کتاب و سنت کو زمانہ اور حالات کے ماتحت کر دیا جائے۔ یہ نظریہ اور انداز فکر اسلام کے لئے نہایت خطرناک اور مہلک ہے، اس طرح تو یہ دین قیم بازیچہ اطفال بن جائے گا اور اپنی اہمیت کھو بیٹھے گا۔ ترتیب و تدوین کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ کتاب و سنت اور فقہاء و مجتہدین کی کاوشوں اور تحقیقات کی روشنی میں جدید ترتیب و تبویب کے ساتھ ایک ایسا مجموعہ قوانین اسلام مرتب کیا جائے جس میں منصوص احکام کو دوں کو تو باقی رکھا جائے، فقہ، امت کی تحقیق کی پیروی کی جائے اور جدید مسائل اور پیش آمدہ صورتوں کو قرآن و سنت اور فقہ کی روشنی میں حل کیا جائے۔

ادارہ تحقیق اسلامی سے اس ملک کے عوام کو بڑی توقعات تھیں کیونکہ اسلام کو اس ملک میں پھولتا پھلتا دیکھنا ان کی سب سے بڑی آرزو ہے اور جب اس ادارہ کی بنیاد رکھی گئی تو عوام کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی اور لوگ کہنے لگے تھے کہ حکومت نے بالکل صحیح قدم اٹھایا ہے لیکن ادارہ کے کام کو دیکھ کر توقعات سراب سے زیادہ ثابت نہیں ہوئیں، اب ان کے دلوں میں ناقابل تردید شکوک و شبہات بلکہ ناقابل برداشت "جراحتیں" ہیں جو ادارہ کے نام نہاد علماء محققین نے اسلام کے خلاف کام کر کے ان کے قلوب میں ڈالی ہیں جن کے پس منظر کی اطلاع بہت کچھ آپ کو بھی ہے۔

محترم! ان جراحتوں کا مرہم پریس کانفرنس نہیں بلکہ ادارہ کا صحیح رخ موڑنا ہے، ادارہ کا قیام شروع سے اب تک مینگل یونیورسٹی، یہودی و نصرانی مستشرقین کی تحقیقات میں آپ اس کا رخ کعبۃ اللہ، قرآن کریم، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہاء، محدثین و مفسرین اسلام کی طرف موڑ دیجئے، لوگوں کی جراحتیں مندمل ہو جائیں گی اور اسلام اور ملک و ملت کو ان سرگوشوں سے نجات مل جائے گی جو زیر زمین پھیلائی جا رہی ہیں اور اس ملک کے عوام آپ کو اسلام کے وکیل اور کامیاب وزیر قانون کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

[جمادی الثانیہ ۱۳۸۶ھ۔ اکتوبر ۱۹۶۶ء]

اسلام اور پاکستان (۱)

ہمارے ملک کے نامور قانون دان جناب تنزیل الرحمن صاحب ایم اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ اشیر قانون "از روئے تحقیقات اسلامی پاکستان" مجموعہ قوانین اسلام کے نام سے اسلامی قانون کی تدوین کا کام کر رہے ہیں، اس کی پہلی جلد پر جو قانون نکاح پر مشتمل تھی بیانات میں تفصیلی تبصرہ دنیا پڑھ چکا ہے، دوسری جلد جو قانون طلاق پر مشتمل ہے ہمیں کچھ دن ہوئے موصول ہوئی ہے، مصنف محترم اس کے مقدمہ میں اسلامی قانون طلاق کے بالمقابل یہودی عیسائی اور ہندو مذاہب نیز ترقی یافتہ مغربی ممالک کے رائج الوقت قانون "طلاق" کا جائزہ لیتے ہوئے آخر میں اپنے نتیجہ فکر کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"حقیقت یہ کہ ان نام نہاد "ترقی یافتہ" قوانین سے بدرجہا بہتر اسلامی قانون طلاق تھا جس عدل و انصاف، رواداری، اخلاق و محبت کی محافظت، محبت و مودت، مقاصد نکاح کے حصول، نجات اخروی، مصلحت عامہ اور انسانی فطرت کے اصولوں پر قائم ہے اور ہم فخر کے ساتھ دنیا کے سامنے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ چودہ سو سال پہلے جو قانون اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کیا ہے وہ مغربی دنیا کے موجودہ قوانین طلاق سے افضل اور برتر و بہتر ہے (اس دعوے کے ثبوت میں انتہائی اختصار در ماندگی سے ساتھ یہ کتاب حاضر ہے) درآصل مغربی دنیا کا قانون اخلاق قانون سے ساتھ ہی تہی نہیں رہا بلکہ وہ اپنی نکاح کے دیوانی تنازع کے مطابق ہو سکتے ہیں، اس کا اعتراف خود ہائیسر یا لارڈ آف انگلینڈ مرحوم نے اپنے تیسرے خطبہ (۱۳ فروری ۱۹۳۶ء) میں کیا ہے"۔

وسیع مطالعہ طویل غور و فکر اور مسلسل تحقیق و ریسرچ کے بعد ایک مسلمان عام قانون جس نتیجہ پر پہنچا ہے اسے متعدد غیر مسلم انصاف پسند دل نے بھی تسلیم کیا ہے مگر چونکہ وہ اعتراف حقیقت کے باوجود اسلامی قانون پر ایمان لانے سے محروم رہے ہیں اس لئے ہم انہیں کوئی اہمیت نہیں دیتے نہ انکی رائے یہاں نقل کرنا چاہتے ہیں۔

انسان نے خود ساختہ قوانین خواہ وہ مشرق والوں نے بنائے ہوں یا مغرب والوں نے، امریکہ اور انگلینڈ کے ہوں یا روس اور چین کے، دنیا کی ہو یا آج کی ترقی یافتہ قوموں کے، خدائے خالق و مالک کے نازل کردہ قوانین کے مقابلہ میں ان کی حیثیت وہی ہے جو خالق کے مقابلہ میں مخلوق کی ہو سکتی ہے، مجھ سے طلحہ تک ہیں بھی انسانی فطرت کو بہر حال تسلیم کرتی ہیں اور یہ کہ انسان اپنی فطرت کے تابع ہے، انسانی فطرت کے تمام تقاضوں، اس کی ضرورتوں، آسائشوں اور مشکلوں کا صحیح صحیح علم بھی انسان کو نہیں بلکہ خود خالق فطرت ہی کو ہو سکتا

---

(۱) حضرت قدس سرہ العزیز کی علالت کی بناء پر کتابت و طباعت میں کچھ تاخیر ہو گئی۔ لہٰذا آپ نے چند رشتہ دار طالبات کو ہدایت فرمائی ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ العالی نے ذیل کی تحریر ان ہی رشتہ دار طالبات کی بچی میں پڑھ کر سنائی ہے۔

ہے، وہی اس کی صحیح نشوونما کر سکتا ہے اور اسی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ فطرت کی راہنمائی کے لئے قانون سازی کرے، یہ کام نہ خود فطرت انجام دے سکتی ہے نہ انسان جو اپنے صحیح یا غلط فطری تقاضوں کے سامنے سپر انداز ہے۔

قانون کا بنیادی مقصد

ہم ترین مقصد عدل و انصاف کو بروئے کار لانا اور انسانیت کو ظلم و جور اور بہیمیت و درندگی کے چنگل سے نجات دلانا ہوتا ہے، لیکن اگر خود قانون کجروی اور درندگی کی آماجگاہ بن جائے، قانون ساز ادارے پر ظلم ریڈ درندوں کا اسٹاف ہو جائے اور وہ اپنی پست اور گھٹیا خواہشات کے مطابق اندھا دھند قانون سازی کرنے لگیں تو ظاہر ہے کہ قانون حفاظت عدل کے بجائے ظلم و عدوان کا پشتیبان اور پاسبان بن کر رہ جائے گا، اس خطرہ سے بچنے کے لئے ضرورت ہوگی کہ عدل کا مفہوم متعین کیا جائے اور اسے ظلم و عدوان سے ممتاز کیا جائے۔

عدل کیا ہے؟ اور ظلم کسے کہتے ہیں؟ یہ ایک ایسا نکتہ ہے جس کے بغیر قانون کا سارا دفتر غوایت و ہذیان کا پلندہ بن کر رہ جاتا ہے اور ہمیں یہ سن کر حیرت ہوتی ہے کہ دنیا کے اعلیٰ ترین مفکر اور ماہرین قانون، عدل کا ایسا مفہوم متعین کرنے سے عاجز ہیں جو تمام انسانیت کے لئے یکساں قابل قبول ہو اور جو شخص یہ نہیں جان سکتا کہ عدل کیا ہے؟ آخر کس قانون سے اسے قانون سازی کا حق حاصل ہے؟ ایک حق تعالیٰ ہی کی ذات ایسی ہے جس کا علم کائنات کے ذرہ ذرہ کو محیط ہے اور جس کی رحمت ساری انسانیت بلکہ ساری کائنات کے لئے عام ہے، انسانوں کے کسی خاص گروہ سے اس کا مفاد وابستہ نہیں، وہی انسانیت کے لئے "عدل" کا صحیح صحیح مفہوم متعین کر سکتا ہے اور اسی کا نازل کردہ قانون، قانون عدل کہلانے کا مستحق ہے، قانون الٰہی کے سوا دنیا کے خود تراشیدہ قانون نہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کر سکتے ہیں نہ انسانیت کو ظلم و ستم کے آہنی پنجے سے نجات دلا سکتے ہیں، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ [الحدید: ۲۵]

ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے والے ترازو کو نازل کیا تاکہ لوگ اعتدال پر قائم رہیں۔

جرم اور سزا کے درمیان وہی رشتہ ہے جو مرض اور دوا کے درمیان ہے، ایک ماہر طبیب مرض کی نوعیت اس کے اسباب و عوارض اور اس کے آثار و نتائج کو سمجھتا ہے، مریض کی عادت و طبیعت کا بغور مطالعہ کرتا ہے، اس کے کل و بود و باش اور تقاضائے سن و سال کو سوچ سمجھ کر اس کے لئے نسخہ تجویز کرتا ہے، طریقہ استعمال بتاتا ہے، غذا اور پرہیز کی ہدایات دیتا ہے، لیکن ایک عطائی کو ان چیزوں سے سروکار ہے نہ اہمیت، اس نے کہیں سے

انسانیت کے امراض اور ان کا علاج

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا مکمل و آخری قانون

انسان اس کا تصور بھی کر سکتا ہے؟ یہ تھی اسلامی شریعت! جس نے دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

قد جئتکم بالسمحة البیضاء لیلها و نهارها سواء(۱)

میں تمہارے پاس ایسی آسان اور روشن شریعت لایا ہوں جس کے رات دن یکساں روشن ہیں۔

پاکستان اس مقصد کے لئے معرض وجود میں آیا تھا کہ اسے دار الامن والایمان و مہد السلامۃ والاسلام، ایمان و اسلام کا گھر اور امن و سلامتی کا گہوارہ بنایا جائے گا۔ الا الی اللہ کا واسطہ ہے کہ ہم نے خدا اور رسول سے نیز دس کروڑ مسلمانوں سے عہد کیا تھا کہ اس مملکت خداداد کا آئین اسلام ہوگا، ہماری اجتماعی زندگی کا ایک ایک شعبہ اسلام کے زیر نگین ہوگا، ہم اپنے سفر حیات کی ایک ایک آن کو شریعت محمدیہ کے صراط مستقیم پر لائیں گے اور آج کی اقوام عالم کی رہبری دنیا کو بتائیں گے کہ تم جس متاع گم گشتہ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کی پیروی سے آج بھی مل سکتی ہے۔

اگر ہمارے ارباب اقتدار نفاق و رزمی سے کام نہ لیتے اور امت مسلمہ کے ساتھ ساتھ خدا اور رسول کو بھی صرف دعووں اور تقریروں سے نہ بہلاتے تو یہ ملک واقعۃً اسلام اور سلامتی کا گہوارہ اور پوری دنیا کے لئے مشعل نمونہ ہوتا۔ پاکستان کی اعلیٰ قیادت ایک نئی دنیا کی معمار ہوتی اور آج عالم اسلام کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ مگر یہاں بائیس سال سے جو کچھ ہوا اور اس کی جو قیمت پوری قوم کو ادا کرنا پڑی اور ہم اس کے نتیجہ میں جس خود غرضی، افراتفری، افتراق و انتشار اور ذلت و نکبت کا شکار ہوئے اس کا تذکرہ رنج والم اور ندامت و خجالت کا موجب ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا مقصد اسی وقت پورا ہو سکتا ہے اور اسلامی مملکت کا خواب اسی وقت شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے جبکہ یہاں اسلامی آئین نافذ ہو اور اسلامی شریعت اور خدائی قانون کو زندگی کے تمام شعبوں میں جاری کیا جائے، عدالتیں قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کے مطابق فیصلے کئے جائیں، حدود اللہ کا اجراء کیا جائے۔ اسلامی قانون کتاب و سنت اور فقہ اسلامی میں مدون و مرتب موجود ہے، عدالتیں اس پر عمل درآمد کر رہی ہیں، وہ آج بھی نافذ کیا جا سکتا ہے۔

کسی ملک کے دار الاسلام بننے کا مدار کس چیز پر ہے؟

تمام علمائے امت کا اتفاق ہے کہ کسی خطۂ زمین کے دار الاسلام بننے کا مدار اس بات پر نہیں کہ وہاں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب کیا ہے، بلکہ اس کا مدار قانون اسلام کے نفاذ پر ہے۔ جس ملک میں بر اقتدار جماعت کی جانب سے عوام کو اسلامی قانون کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے کا موقعہ دیا جائے، جہاں کفر اور جاہلیت کا

(۱) سنن ابن ماجه، المقدمة، باب اتباع النبی صلی الله علیه وسلم ص ۲، ط. قدیمی

آئین وقانون مسلط ہو اور جہاں سے ہے اس عوام مجلس انتخاب کے باوجود خدائی قانون کے بجائے طاغوتی قانون کے مطابق اپنے مقدمات فیصل کرانے پر مجبور ہوں اسے ہزار بار مسلمانوں کا ملک کہہ لیجئے لیکن اسے حقیقی معنی میں اسلامی مملکت اور دارالاسلام کہتے ہوئے حیا آتی ہے۔ اسلام کے گھر میں بھی اگر اسلام کو قدم ٹکانے کی اجازت نہ ہو تو دوسرے لوگوں کا گھر تو ہو سکتا ہے لیکن یاد رکھئے کوئی مملکت اسلام کا گھر ہرگز نہیں کہلا سکتا۔ پاکستان اگر واقعی "دارالاسلام" اسلام کا گھر ہے تو یہاں کے دس کروڑ فرزندان اسلام اور اس کے قائدین سے اپیل ہے جائز ہوئی کہ خدا کے لئے اس گھر میں اسلام کو قدم جمانے کی جگہ دیجئے اور اسے اپنے گھر کی اصلاح کرنے دیجئے۔

اسلام کیا ہے؟

بعض حضرات کی زبان فیض ترجمان سے اسلامی اقدار، اسلامی حسوں، اسلامی نظریہ حیات اور اسلامی سماوات جیسے مبہم الفاظ وقتاً فوقتاً سننے میں آتے ہیں، یہ قیمتی بڑی خلط بحثی اور تلبیس کا موجب ہو سکتی ہے۔ اسلام صرف چند اصولوں یا چند اخلاقی قدروں کا نام نہیں، بلکہ وہ عقائد، عبادات، معاملات، تعزیرات اور اخلاق کے تفصیلی قوانین کا مجموعہ ہے۔ اسلام اگر زنا، چوری، ڈاکہ، قتل، شراب نوشی جیسی شیطانی حرکات کو جرائم قرار دیتا ہے تو ان کے انسداد کے لئے ایک مفصل تعزیراتی نظام بھی دیتا ہے، وہ جہاں معاشی تحفظ کا وعدہ دیتا ہے وہاں اقتصاد و معاش کی جائز راہنمائی بھی کرتا ہے، اگر وہ معاملات میں عدل اجتماعی پر زور دیتا ہے تو اس کے لئے ایک دیوانی قانون بھی رکھتا ہے، اگر وہ اصلاح معاشرہ کی ذمہ داری لیتا ہے تو اس کے لئے ایک کامل لائحہ ہدایت بھی دیتا ہے۔

الغرض زندگی کا کون سا گوشہ ہے جس کے لئے اسلام نے تفصیلی قوانین وضع نہ کئے ہوں۔ دارالاسلام وہی ہو سکتا ہے اور اسلامی مملکت وہی ہو سکتی ہے جہاں اسلام کی ہمہ گیر فرمانروائی ہو اور جہاں اسلام کے وہ تمام احکام و قوانین جاری ہوں جن کی تفصیلات کتاب وسنت اور فقہ اسلامی میں موجود ہیں اور جن پر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور علماء کے عہد سے لے کر دور خلافت کے آخری دور تک عمل ہوتا رہا ہے، جو لوگ اسلام کا نام لیتے ہوئے شرماتے ہیں اور جو نئے اسلامی اصول اور اسلامی سماوات جیسی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں ان کے بارے میں یہ اندیشہ ناروا نہیں کہ وہ اسلام کے نام پر جاہلیت جدیدہ لانا چاہتے ہیں۔

فیڈرلزم سے شروع ہونے والا نیا سیاسی ملک میں نئے انقلاب اور نئی تبدیلیوں کا پیغام لا رہا ہے، پردہ غیب سے کیا کچھ طلوع ہوگا؟ اس کا ٹھیک علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے تاہم حالات کی نزاکت بتاتی ہے کہ اس موقعہ پر ذرا سی غفلت اور معمولی لغزش بے حد تباہ کن اور سنگین نتائج کی حامل ہوگی، اس لئے ضروری ہے کہ قوم کا ایک ایک فرد یہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے کہ مجھے کل اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کی جواب دہی کرنا ہوگی، اگر خدانخواستہ وقت کی نزاکت کا صحیح احساس نہ کیا گیا اور جس مقصد کی خاطر پاکستان بنا تھا اسے پس منظر میں ڈال دیا گیا تو اس کا

خمیازہ پوری قوم کو دنیا و آخرت میں بھگتنا ہوگا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی ذمہ داری مارشل لا حکومت پر عائد ہوتی ہے، موجودہ حکومت کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ اس نے قوم کے تمام طبقات کے لئے اطمینان بخش پالیسی اختیار کی ہے، اسے اس سے آگے بڑھ کر ایسی پالیسی بھی اختیار کرنی چاہئے جس سے اللہ اور رسول خوش ہو جائیں اور ایسے اقدامات بھی کرنے چاہئیں جس سے اسلامی نظام کے قیام کے امکانات روشن ہوں اور حکومت کو رضائے خداوندی کا تمغہ ملے۔ دوسری ذمہ داری طبقہ علماء پر عائد ہوتی ہے کہ تمام مزاحمات کو بالائے طاق رکھ کر کامل یکسوئی، جانفشانی اور للّٰہیت کے ساتھ قوم کا ذہن اسلام کے سایہ رحمت کے لئے تیار کریں۔ تیسری ذمہ داری قوم کے قائدین اور سیاست دانوں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ فروعی اور علاقائی نعروں کو چھوڑ کر صرف اسلام کے لئے کام کریں، سب سے آخری اور عظیم ذمہ داری مسلم عوام پر عائد ہوتی ہے کہ وہ صرف اسلام کے لئے اپنا حق رائے دہی استعمال کریں، یہ گذارشات نہایت اختصار کے ساتھ پیش کی گئی ہیں، ضرورت ہوئی تو انشاء اللہ کسی صحبت میں اس پر مفصل معروضات پیش کی جائیں گی۔

اے اللہ! ہماری حالت زار پر رحم فرما اور ہمیں ایسے اعمال کی توفیق عطا فرما جس سے تو راضی ہو اور ہمیں ایسی حرکات سے بچا جو دنیا و آخرت میں تیرے غضب کا موجب ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ صفوۃ البریۃ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

[۲ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ - جنوری ۱۹۷۰ء]

شریعت اسلامیہ کا نفاذ اور پاکستان

اسلام دین رحمت ہے اور ہر مسلمان جس کے دل میں ایمان کی رمق بھی موجود ہو اس کی دلی تمنا یہی ہونی اور یہی ہونی چاہیے کہ وہ اسلام کی سراپا عدل و رحمت حکمرانی کو ہر شعبہ زندگی میں جاری و ساری دیکھے، اسی کی خاطر مسلمانوں نے پاکستان کا مطالبہ کیا تھا، مگر گزشتہ ربع صدی میں اسلام سے سرد مہری اور لاپرواہی کا جو مظاہرہ ہوتا رہا اسے دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ پاکستان کی سرزمین میں اسلامی شریعت کے نفاذ کے لئے شاید عمر نوح کی ضرورت ہوئی، انگریز کی ذہنی غلامی اور مغرب کے بے خدا تمدن سے مرعوبیت ہم لوگوں پر کس حد تک مسلط ہے؟ اس کا اندازہ کرنے کے لئے صرف ایک چھوٹی سی مثال کافی ہے کہ تیئیس اکتیس سال کا طویل عرصہ گذرنے کے بعد ہمارے ارباب اقتدار کو اسلام پر اس قدر رحم آیا کہ یوم جمعہ کی سرکاری تعطیل کا اعلان کیا گیا اور وہ بھی فی الفور نہیں بلکہ اس شرط کے ساتھ کہ آئندہ جولائی سے اتوار کے بجائے جمعہ کی تعطیل ہوا کرے گی، بلاشبہ جمعہ ایک عظیم تر اسلامی شعار ہے اور جمعہ کا دن مسلمانوں کے نزدیک اس سے کہیں بڑھ کر مقدس و معظم ہے جتنا کہ عیسائیوں کے نزدیک اتوار، عیسائی ممالک میں ہفتہ وار چھٹی اتوار کو ہوتی ہے اس کے برعکس تمام ممالک اسلامیہ عربیہ میں یہ شعار

ہیں۔ ہے تو عجیب بات کہ ایک ملک میں بجائے تواتر سے ہونے کے ہر بار اسمبلی توڑ دی جائے مگر اسمبلی قوانین کے مقابلے میں اس کی کیا حیثیت ہے؟ اور جب انتیس سال بعد صرف یوم جمعہ کی تعطیل کا اعلان ہوا تو غور فرمائیے کہ اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے کتنی صدیاں درکار ہوں گی۔

سیرت کا نفرنس اور اسلام

قیام پاکستان سے لے کر آج تک ہر دور میں ارباب اقتدار کے دعووں کے باوجود اسلام اور اسلامی قانون سے محروم ہے اور اسلامیت کا بھرم رکھنے کے لئے ہر مصلحتی سہاروں سے کام لیا جا رہا ہے۔ چنانچہ قومی سیرت کا نفرنس کی بنیاد رکھی گئی جس کی اسلام میں کوئی ہیرت نہیں۔ اسلام کے آئین اور قومی تہوار ہیں اس کا نہیں پتہ نہیں۔ ہاں اسلامیت کی نمائش کے لئے ان مصنوعی چیزوں کو اپنانا درحقیقت اس امر کی علامت ہے کہ قوم میں اصلی رائج تو باقی نہیں رہی اس لئے اس مصنوعی اٹھانے سے دلوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

صحابہ کرام میں سیرت کانفرنس منعقد نہیں کرتے تھے نہ انکی ضرورت تھی کیونکہ اس دور میں ہر مسلمان اپنی شکل و وضع، رفتار و گفتار، نشست و برخاست، عبادات و معاملات الغرض اپنی ایک ایک چیز سے سیرت نبوی کا عملی نمونہ پیش کرتا تھا۔ مسلمانوں کی زندگی کا ایک ایک شعبہ اپنی جگہ عملی سیرت کانفرنس تھا۔ سیرت نبوی ان کا قول نہیں عمل تھا۔ نظریہ نہیں کردار تھا۔ وہ اسی پر جیتے تھے اور اسی پر مرتے تھے۔ اس کے برعکس جب سے سیرت نبوی کو زندگی کے ایک ایک شعبہ سے خارج کر دیا گیا ہے یا سیرت و عادات تو کجا شکل و وضع تک سیرت نبوی کے مطابق نہ رہی تو سیرت کی یاد منانے کے لئے سیرت کانفرنسیں ہونے لگیں۔ یہ کوئی بزبان حال اس امر کا اعتراف ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ دنیا سے گم ہو گئی ہے اور ہمارے کسی شعبہ زندگی میں اس کی نمود نہیں۔ اپنوں سے سیرت گم شدہ کی یاد منانے کے لئے سیرت کانفرنس یا میلاد کی مجلسیں کر رہے ہیں، حیرانی تو میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت کو بھلا کر اور فراموش کر کے جس طرح ان کا یوم میلاد منا رہی تھیں مسلمانوں نے بھی اسی کی نقالی شروع کر دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی یاد منانے کا سلسلہ چھٹی صدی ہجری میں موصل سے شروع ہوا تھا اگر پہلے محض مجلس نہ تھی بلکہ فقراء و مساکین پر خیرات دینا اور شیرینی بانٹنا تھا۔ انہیں کھانا کھلایا جاتا تھا اور کپڑے تقسیم کئے جاتے تھے۔ بہرحال خدا فراموش قوم کو اصل سے یاد دلانے کے لئے سیرت کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں لیکن جب مقتدر کی محض نمائش اور نقالی ہو تو اس پر کیا نتائج مرتب ہوتے ہیں؟ چنانچہ ان کانفرنسوں سے ان مقاصد کے لئے دلوں کی اصلاح ہوئی اخلاق بنے نہ عمل میں انقلابی صورتیں درست ہوئیں۔ نتیجہ تو سب کے سامنے ہے کتنے ہوئے اور کتنے بنے اس فیصلہ آپ خود فرمائیں۔

پھر تم بار بار یہ کہتے ہو کہ اس بے جان سی چیز کو اتنی اہمیت دی جاتی ہے کہ گویا اسلام کا سب سے بڑا شعار قرار دیا جا رہا ہے۔ بڑی شد و مد سے اعلان کیا جاتا ہے کہ جناب مجھوصاحب اس کا افتتاح کریں گے اور اس پر ٹیپ دیکر یہ نمائش ٹھیک اس وقت کی جاتی ہے جب جناب مجھوصاحب الیکشن کے لئے منتخب ہونے کے لئے گویا التجا ہے کہ کامیابی کے لئے پبلک کو اطلاع کا یہ نامور کا تعین دلانا ضروری ہے۔ اس نے بطور وسیلہ یہ ریاست کا نوٹس استعمال ہوئی اور انتخابی معرکہ میں سیاسی اسلحہ کو ہوا دینے کی بس یہی ایک صورت ہے جو ریاست میں کام آ سکتی تھی۔

"لا دین الا السیاسۃ"

گزشتہ پانچ سالوں میں حسن اتفاق سے تو دیانی امت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا مگر جب "دین" ان کے حوصلے اتنے بڑھ گئے کہ مسلمانوں کے خلاف ان میں ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور اس نے راجہ نے صورت پیدا کر دی تو مضحکہ خیز حوالہ ان کی اور پیچھے تو دیانی گروہ کے سربراہ مرزا ناصر نے قومی اسمبلی میں دیئے ان سے تمام ارکان اسمبلی ملک و ملت اور دین پر اتنے سنگین وار کرتے ہیں کہ ہر مسلمان کا خون کھول جاتا ہے۔ اب جو آنکھیں کھلیں کہ اب فیصلہ کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے کروڑوں افراد جو متفقہ ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں بقول تو دیانیوں کے نعوذ باللہ کافر و مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں یا پھر مرزا کی جدید نبوت پر ایمان لانے والے کافر و مرتد ہیں ایک وقت دونوں کو مسلمان تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ فیصلہ واضح تھا کہ کروڑ ختم نبوت ہی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اس لئے تمام ارکان اسمبلی نے متفقہ طور پر امت مرزائیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ بلاشبہ مجھوصاحب نے دیر سے ہی سہی مگر بات میں یہ تو بل قدر فیصلہ تو کیا لیکن صد افسوس کہ ترجمانی پر کرنے پر بھی اس کے لئے مناسب قانون سازی نہیں کی گئی کہ کوئی کمزوری نے دو دھاری تلوار میں ڈال کر اس کی وجہ تو یہ ہے کہ مجھوصاحب دل سے اس فیصلہ پر راضی ہی نہ تھے اس کے رفع الوقتی کے لئے آئین میں تو ترمیم کر دی گئی مگر تو دیانیوں کی دل جوئی کے لئے قانون سازی سے گریز کیا گیا۔ شاید اس لئے آئندہ انتخابات میں کیش کرانے کے لئے چھوڑا گیا تاکہ اس کو انتخابی نعرہ بنایا جا سکے اور اس کے ذریعہ اقتدار حاصل کیا جا سکے۔ آئندہ پانچ سالوں میں شاید یہ وعدہ بھی پورا کر دیا جائے۔ اس کے لئے مناسب قانون سازی کر دی جائے لیکن یہ اس وقت تک کہ کاغذ پر پابندی ہوگی اس کا جواز ختم ہو جائے گا اور اس پر ثوابی صدارتی ہوئی تعزیری قوانین جو ہیں ان کی مدت میں یا ترمیم بھی منسوخ کئے جائیں گے۔ اس لئے کہ دوسری شادی تو قانون تعزیر جرم ہے لیکن دوسری شادی رکھنا اور شب و روز حرام کاری اور بدکاری اب کوئی جرم نہیں۔

اسلام کے غداروں و عاملین میں سے شرعی قوانین و ضوابط میں سے اب اس پر ایک ضابطے کے لئے پانچ پانچ سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے جب لگا تھے کہ کیا اسلامی قانون سے نفاذ کا کام معمولی میں انتہا پہنچ سکتا ہے؟ ہاں

باقی خیال تو ہے کہ اسلام اب اقتدار سے اپنے دعووں کی پوری عملداری کی نہیں وقت کا تقاضا کچھ اور ہے تو یہ مسئلہ بھی تعلق کا نہیں ہندوستان یا کسی اور خاص ملک پر مشتمل ہے کہ آزادی ختم ہو جائے تو اس پر تعریب ملک میں اسلامی قانون کے نفاذ کا خواب بھی مشکل ہو جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بھی ہو کر رہے گا۔

جب سے روس کا واقعہ ہوا ہے علامہ اقبال کی خدمت سے قومی معلمے کا ہوا ہے ان سے اقبال کو لینا بیانات کا تعین ہو چکا ہے تو یہ ہندوستان سے لے کر اب تک یہ خوشنما نعرے لگتے رہے ہیں اور وہ اقبال کی شاعری کی تشریح نہیں ہوتی بلکہ اس کی توضیح ہوتی ہے اور یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اقبال اللہ پر ایمان رکھتا ہے قیامت سے حساب کتاب پر ایمان ہے آخرت کی جزا و سزا پر ایمان ہے تو یہ عمل یہاں تک پہنچ جاتا ہے اسلام سے ہے تعالیٰ دے دلائی کیوں اختیار کی جاتی ہے حضرت والد صاحب سلسلہ اس عالم میں جاری ہے اللہ تعالیٰ کی ذات بھی ہے جو ہمارا مالک الملک ہے اس کے قبضہ قدرت میں ہر بات ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر بات ان کی مشیت کے تابع ہوتی ہے اور واقعات آنکھوں کے سامنے آتے ہیں ظالموں کا انجام بھی دیکھ لیتے ہیں تاریخ بھی پڑھ لیتے ہیں واقعات کو تو بھلا نہیں سکتے مصر جو ظالموں کی تاریخ بھی پڑھ لیتے ہیں واقعات سے لے لیتا ہے۔

حق تعالیٰ ہمیں اس فریب سے بچائے اس ملک کے ارباب اختیار اقتدار اور علماء بھی اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور ان کا مقام کو سمجھیں اللہ تعالیٰ نے ذمہ داری سونپی ہے اور اس کی حفاظت بھی فرمائی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ صفوۃ البریۃ محمد وآلہ و صحابہ و تابعہ الی یوم الدین

(الفرقان ۳۹ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ)

اسلامی مملکت کیسی ہونا چاہیے؟

عرصہ دراز کے بعد ایک دفعہ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو موقع فرمایا کہ یہ خطہ ان کو آزادی دے دیا جائے مسلمانوں کی ایک مثالی مملکت ہو جہاں حق تعالیٰ کے قوانین جاری ہوں اور اس مملکت کے باشندے اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے مالا مال ہوں وہاں دولت کی ریل پیل ہو برکات سے مالا مال ہوں وہاں کوئی قحط نہ ہو جہاں کوئی آفت نہ آئے مخلوق ہو مسلمان اطاعت کی زندگی اور تعلیم پر ہوں کا دور ختم ہو جائے جس امانت اور کامل امانت اور سچائی کے ساتھ ہو ہر شخص ا

حقیقت میں اسلامی زندگی دنیا میں ہی جنت کی زندگی ہوتی ہے۔ سب سے بڑی نعمت جو صحیح اسلامی ریاست سے نصیب ہوتی ہے وہ سکون قلب اور عافیت واطمینان ہے۔ اگر ہزاروں نعمتیں حاصل ہوں، مال ودولت کی فراوانی ہو، عیش وعشرت کے تمام وسائل واسباب میسر ہوں لیکن قلبی سکون نہ ہو اور حزن وغم سے قلب حزیں ہو تو یہ تمام نعمتیں بے سود ہیں اور تمام باغ بے بہار ہے کار:

بہار گل دل آسودہ را بکار آید
چو دل ملول بود گل بدیدہ خار آید

خیال یہی تھا کہ پاکستان کے وجود میں آتے ہی ایک نیا نقشہ ہوگا جس طرح روئے زمین کے نقشہ پر پاکستان کا وجود ہوا اسی طرح زندگی کا ایک نیا نقشہ ہوگا، اخوت ومودت کا عالم ہوگا، سوہانی اور قومی وضعی اور لسانی تفریق مٹ جائے گی، نہ سندھی، نہ پٹھان، نہ پنجابی، نہ بلوچ، نہ مہاجر، نہ اصلی باشندہ، اسلام کی عالمگیر اخوت کا مظاہرہ ہوگا، نہ مشرقی کا فرق نہ مغربی کا فرق، ایک اسلامی روح تمام قوم پاکستان میں جلوہ گر ہوگی، رائی یا سربراہ مملکت کے دل میں اپنی رعیت کی محبت ومودت ہوگی، ان کے سارے تمام باشندے یکساں ہوں گے، بلا تفریق رنگ اور بلا تمیز مسلک سب حقوق انسانی برابری کے اصول سے یکساں طور پر دیئے جائیں گے، قرآن وحدیث میں جو کچھ اسلامی اخوت کے حقوق واصول بیان ہوئے ہیں اور جن کا ایک اچھا خاصا حصہ اس حقیر مجلہ "بینات" کے صفحات پر بارہا پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے خیال تھا کہ یہ نقشہ سامنے آئے گا، بنے گا، بنتا ہوا دیکھیں گے اور تڑپتے ہوئے دل اس کے مشاہدے سے تسکین روح حاصل کریں گے، لیکن جو چاہنے والا اور جو چاہا ہوا آپ کے سامنے ہے، خیال را چہ بیاں، انا للہ وانا الیہ راجعون، درحقیقت سب سے بڑی مصیبت صالح قیادت کا فقدان ہے، بالکل ابتدا میں کچھ توقع ہوئی تھی لیکن چشم زدن میں وہ توقع ختم ہوگئی:

از ماست کہ بر ماست

حدیث نبوی میں جو ارشاد ہوا کہ:

"بادشاہ یا اسلامی مملکت کا سربراہ حق تعالیٰ کا اس زمین میں سایہ ہے"(۱) یہ ظل اللہ کی یہ سایہ الٰہی اگر نصیب ہو تو پھر کس بات کا کھٹکا؟ خلافت راشدہ کا صحیح مظہر ایک اسلامی ملک کا سربراہ ہی ہو سکتا ہے، حق تعالیٰ شانہ کی ربوبیت کا پورا ظہور نسل انسانی میں کسی ملک کا صالح فرمانروا ہی ہوتا ہے، اس کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کا وہ ذمہ دار ہوتا ہے، بھوکوں پیاسوں کے لئے تمام انتظامات کرتا ہے، ضروریات زندگی کی کفالت کرتا ہے، غرض کہ تمام رعایا کے لئے ہر طرح صحیح معنوں میں ظل ماوی ہوتا ہے، حق تعالیٰ سے صحیح تعلق ہوتا ہے، پانچ وقت

(۱) شعب الایمان للبیہقی، فصل فی فضل الامام العادل ج ۶ ص ۱۵، ط دار الکتب العلمیۃ بیروت

اخلاق، پاکیزہ زندگی، باخدا زندگی کا مظہر اتم ہوتا ہے۔ مظلوم پر رحم کرتا ہے، ظالم سے مظلوم کے لئے انتقام لیتا ہے، جس طرح ان کی جسمانی ضروریات اور امراض کے لئے مستشفیات و ہسپتال قائم کرتا ہے، رعایا کی جان و مال کی حفاظت کے لئے پولیس کا محکمہ کیا جاتا ہے، مملکت کے حدود کی دشمن اسلام سے حفاظت کے لئے فوجیں ہوتی ہیں، سہولت معاش، وسائل رزق اور نقل و حمل اور درآمد و برآمد کے لئے صحیح تدابیر ہوتی ہیں، مظلوم کے لئے ظالم سے داد خواہی کے لئے شرعی محکمہ عدلیہ کا نظم ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ، ٹھیک اس طرح روحانی و اخلاقی کرداری و نقلی کے لئے دل و جان سے لگ کر مؤثر تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں، لیکن وائے ناکامی ہو کیا رہا ہے؟ کونسی برائی ہے جو روز افزوں ترقی پر نہ ہو؟ ہلکہ مختلف تدبیروں سے مسلسل ان برائیوں کو معاشرے میں پھیلایا جا رہا ہے اور نئی نسل بری طرح ان کی شکار ہو رہی ہے۔ افسوس کہ یہ ملک تباہی و بربادی کے کنارے پر پہنچ چکا ہے۔

مسلمانوں کی دردناک صورت حال اور اس کا سبب

دراصل جو موجودہ دردناک صورت حال کا نقشہ ہے پڑھ کر ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ معاشرہ تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ اب ان سے انتقام لیا جا رہا ہے کہ ان پر ایسے ایسے رحم مسلط ہو رہے ہیں کہ الامان والحفیظ۔ ایک بحران ہے ایک اضطراب ہے، ایک انتشار ہے، ہر طرف بے قراری، بے چینی، بدامنی اور خود غرضی، نہ کسی کی جان محفوظ، نہ کسی کی آبرو محفوظ، آج کا رخانے کا مالک ہے کل کا نہ شیشہ کا محتاج ہے، کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ کل کیا واقعہ پیش آجائے۔ ہر طرف اقتدار کی مجنونانہ ہوس ہے، نہ رحم ہے، نہ عطف، نہ اخلاق، نہ خدا ترسی، مگر افسوس روز افزوں بڑھ رہی ہے، ہر ایمانی بدعاملگی اور بدعہدی کا دور دورہ ہے، نہ پولیس اپنا فرض ادا کرتی ہے، نہ حکومت اپنے زیر دستوں کی فکر ہے، نہ مزدور کو چین نہ کارخانہ دار کو سکون نہ زمیندار کو اطمینان، نہ کاشت کار کو قناعت، ہر طرف حرص ہی حرص ہے، ہوس و دولت کی بھوک ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی، ملک کی پیداوار خزانہ شاہی بھرنے کی غرض سے باہر جاتی ہے تاکہ زر مبادلہ حاصل ہو جائے، لوگ بھوک سے مر رہے ہیں اور یہاں کی پیداوار باہر بھیجی جا رہی ہے، غریب نان و نفقہ کے لئے تڑپ رہے ہیں اندرونی ملک اپنی پیدا کردہ چیزوں سے محروم ہے اور جو کچھ زر مبادلہ حاصل ہوتا ہے وہ عیاشی و فضول کی نذر ہوتا ہے یا پھر چند مخصوص افراد کے پیٹ میں پہنچ جاتا ہے، غریب پھر بھی محروم رہتا ہے، نہ ملک کو زر مبادلہ سے فائدہ پہنچتا ہے نہ ملک اپنی پیداوار سے نفع اندوز ہوتا ہے، عمدہ و شیریں چیزیں باہر جائے اور اندرونی ملک کڑوے لئے ترستا رہے، گیس پر گیس کا وہ عالم کہ کوئی حد نہیں، غریب مزدور بھوکا ہے اس کے پاس نہ بدن ڈھکنے کا کپڑا ہے نہ سر چھپانے کی جگہ، نہ پیٹ بھرنے کا کوئی ذریعہ ہے نہ وہ علاج کا چارہ کر سکتا ہے، جب یہ لوگ تمام ضروریات زندگی کے لئے محتاج نظر آتے ہیں تو سوشلزم کی آواز اٹھاتے ہیں اور فساد سے اس کے ساتھ اسلام کا پیوند لگانے کا نعرہ بھی لگا دیتے ہیں اور اسلامی سوشلزم لانے کی چیخ و پکار کرتے ہیں تاکہ ان نعروں سے مزدوروں

وغریبوں کو دھوکا دے سکیں، کبھی جاگیروں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کرتے تو کبھی کارخانوں کو تو میانے کی تحریک کرتے ہیں، اسلام میں نہ سوشلزم کی گنجائش نہ کیمونزم کی گنجائش، نہ کسی کی جائیداد و مال پر قبضہ کرنے کی گنجائش، اسلام کا عادلانہ نظام اسلامی حکومت کے تمام شہریوں کی عام ضروریات کا کفیل ہوتا ہے، سربراہ مملکت گلی کوچوں میں پھر کر غریبوں کی خبر گیری کرتا ہے، نہ وہاں کوئی بھوکا رہتا ہے نہ کروڑوں کا مالک ہوتا ہے۔

اسلام کیا سکھاتا ہے؟

اسلام ماں باپ کے دل میں خدا ترسی پیدا کر کے رحم دلی پیدا کرتا ہے، اسلام فقیر کے دل میں آخرت کی نعمتوں کی یاد تازہ کرتا ہے اور اسے صبر و قناعت پر آمادہ کرتا ہے اور قناعت کی دولت سے اسے مالا مال کر دیتا ہے، غنی کو انفاق کی ترغیب دے کر جنت کی نعمتوں کا مستحق بناتا ہے، اسلام سراپا خیر ہے، سراپا سعادت ہے، اسلام سکون قلب کا سرچشمہ ہے، اسلام پاکیزگی سکھاتا ہے، اسلام انسان کو فرشتہ بناتا ہے، اسلام کو چھوڑ کر قیامت تک دنیا کا کوئی نظام بھی عالم کی اصلاح نہیں کر سکتا، اسلام کو چھوڑ کر خسارہ ہی خسارہ اور بربادی ہی ہے، نہ معلوم ان عقل کے دعویداروں کو کیا ہو گیا کہ اتنا بھی نہیں سمجھتے جو تمدن و تہذیب یورپ سے آیا ہے اور جس کی رات دن نقالی کی جا رہی ہے آخر اس کا کیا حشر ہوگا؟ اسلام کے آفتاب عالمتاب کو چھوڑ کر ان ظلمت کدوں سے کیا نور ملے گا؟ اور کیونکر فلاح کا راستہ نظر آئے گا؟ آج یورپ و امریکہ کی دنیا سراسر شہوات کی حیوانی دنیا ہے۔ وہ انسانیت کے تصور سے بھی محروم ہیں، انسانی صورتوں میں خالص درندے اور چارپائے ہیں، آج ان کی نقل اتارنا دنیا کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، انسانیت سے حیوانیت کی طرف لے جانا ہے، نور سے ظلمت کی طرف لے جانا ہے، سکون و اطمینان سے بے چینی کی طرف لے جانا ہے، آج کل ہماری مملکت خداداد کا جو حشر ریڈیو اور فلمی دنیا پر ہو رہا ہے یہ خطرناک مستقبل کی پیش گوئیاں کر رہا ہے، لا فعل الله وأعاذنا منه (خدا کرے ایسا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے)۔

آج اس ملک میں جو مناظر بازاروں، سڑکوں اور تفریح گاہوں میں نظر آ رہے ہیں انہیں دیکھ کر مسلمانوں کو ڈوب مرنا چاہئے، یہ سب کچھ تاریک عاقبت کی نشاندہی کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس امت پر رحم فرمائے، بجاہ نبیہ الکریم علیہ صلوات اللہ وسلامہ۔

درحقیقت یہ سب کچھ صالح قیادت کے فقدان سے ہو رہا ہے، اگر صالح تعمیر اور ملک کے لئے مخلص قیادت نصیب ہوتی تو آج یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا اور جس درد ناک حسرت ناک مقام پر پہنچ گئے نہ پہنچتے، صحیح اسلامی تعلیمات اور اسلامی تربیت نہ ہونے سے کالجوں، اسکولوں اور یونیورسٹیوں کا جو حال ہو رہا ہے آپ کے سامنے ہے، حیرت ہی حیرت ہے، کارخانے کے مزدوروں کو چھوڑیئے وہ غیر تعلیم یافتہ ہیں، ان تعلیم یافتگان کی حالت ملاحظہ کریں، یاد رکھو اور گوش ہوش سے سنو، جب تک صحیح اسلام نہ لایا جائے گا نہ تو رشوتیں ختم ہوں گی، نہ قارونی

حرص ختم ہوگی، نہ ہوس اقتدار ختم ہوگی، نہ عدالتوں میں انصاف ملے گا، نہ جان محفوظ ہوگی نہ مال محفوظ ہوگا، نہ آبرو محفوظ ہوگی نہ قلب کو سکون میسر ہوگا، نہ زندگی میں آرام نصیب ہوگا، یہ سب نعمتیں اسلام کی بدولت نصیب ہوتی ہیں، لیکن یاد رکھو کہ زبان کا اسلام نہیں، نام کا اسلام نہیں بلکہ ظاہر و باطن میں سچا اسلام کی ضرورت ہے تاکہ نہ حق تعالیٰ کے حقوق میں تقصیر ہو نہ بندوں کے حقوق میں تقصیر ہو:

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ [الاعراف: ۹۶]

اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی نعمتوں کے دروازے کھول دیتے لیکن جھٹلایا انہوں نے تو ان کے عمل کے بدلے ان کو پکڑ لیا ہم نے۔

اسلامی مملکت کے صحیح خدوخال

کسی اسلامی مملکت کے صحیح خدوخال یہ ہیں کہ وہاں اسلامی تعلیمات و ہدایات کی جلوہ گری ہو، اسلامی شعائر کا پرچم بلند ہو، اسلامی اقدار کا بول بالا ہو اور ایک مسلمان ہر اعتبار سے مملکت کی ادنیٰ علامت یہ ہے کہ دینی قدروں کو خواہشات والحاد کی سیم و تھور سے اور اسلامی شعائر اور خصائص کو مہم ہواؤں کی زد سے محفوظ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ مسلم کی عزت و وقار کے نازک آبگینوں کو معمولی ٹھیس سے بھی بچائے۔ اسے اسلامی تہذیب پر فخر ہو اور غیر اسلامی تہذیبوں سے بغض و نفرت۔

کل تک مسلمان یہ ماتم کر رہے تھے کہ برائی شیطانیت کا رشتہ ہزاروں سال کی پارینہ کافرانہ تہذیب سے جوڑا جا رہا ہے اور آج اس پر ماتم کیجئے کہ خود اپنے ملک کا ایک حصہ پنج پیر، مالہ کافرانہ تہذیب سے رشتہ عقیدت وابستہ کر رہا ہے اور اس بت پرستانہ تہذیب کے جیالوں کے لئے کروڑوں کی بھیک مانگی جا رہی ہے جسے قہر خداوندی کے تازیانے نے پیوند خاک کر دیا تھا خیر ملاحظہ فرمایئے:

"کراچی ۲۲ فروری صدر ذوالفقار علی بھٹو کل مون جو دارو میں سہ روزہ دیہی اقوامی سیمینار کا افتتاح کریں گے، صدر کل صبح ۱۰ بجے مون جو دارو ایئر پورٹ پر پہنچیں گے، جہاں ان کا استقبال مرکزی وزیر قانون مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ، مرکزی وصوبائی وزراء، اعلیٰ حکام، افسران اور شہری کریں گے ان کے ہمراہ وزیر اعلیٰ سندھ ممتاز بھٹو بھی ہوں گے"۔

معلوم ہوا ہے کہ مون جو دارو کو تیم و تھور کی تباہی سے بچانے کے لئے پاکستان نے سات کروڑ ڈالر کی امداد طلب کی تھی لیکن یونیسکو نے صرف ایک کروڑ ڈالر دینے پر رضامندی ظاہر کی۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۲۳ فروری)

اور یہ سب کچھ اس ملک میں ہو رہا ہے جس کا نصف اعلیٰ خود آثار قدیمہ بن چکا ہے جس کا باقی ماندہ بھی فتنہ و فساد کے سیم اور تھور کی زد سے محفوظ نہیں جس کے زندہ نوادرات ہی موسمی ہواؤں کی وجہ سے شکست و ریخت کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، جہاں انتشار و خلفشار کی طوفانی موجیں امن و عافیت کی دیواروں سے ٹکرا رہی ہیں اور جہاں غریب عوام کو پیٹ بھرنے کو روٹی، ستر پوشی کے لئے کپڑا اور سر چھپانے کے لئے جھونپڑا میسر نہیں:

بریں عقل و دانش بباید گریست

کیا پاکستان کے موجودہ حالات میں تباہ شدہ تہذیبوں کو زندہ کرنے کے لئے شاہی دربار منعقد کرنا اور اس کے لئے بھیک مانگ مانگ کر قومی دولت لٹانا قرین عقل ہے؟ اسلامی تہذیب و اقدار کو زندہ و در گور کرنا اور ہزاروں برس کی مردہ تہذیبوں کو نمود کر قومی ہیرو بنانا کیا اس بات کی علامت نہیں کہ یہ قوم ذہن و فکر کی ساری صلاحیتیں کھو کر خود آثار قدیمہ بن چکی ہے؟

ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی تھی کہ:

"لا تدخلوا مساكن الذين ظلموا انفسهم الا ان تكونوا باكين ان يصيبكم ما اصابهم"(۱)

ان تباہ شدہ ظالموں کی بستیوں میں داخل ہونا پڑے تو روتے ہوئے داخل ہو، مبادا جو عذاب ان پر نازل ہوا تمہیں بھی اپنی لپیٹ میں لے لے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا عملی نمونہ بھی پیش فرمایا چنانچہ جب غزوہ تبوک کو جاتے ہوئے قوم ثمود کی بستیوں کے کھنڈرات سے گذرے تو سر مبارک ڈھانک لیا اور نہایت تیزی کے ساتھ وہاں سے نکل گئے۔ مگر آج ہماری گمراہی و تجراہی کا تماشا دیکھئے کہ انہی تباہ شدہ بستیوں کو "تماشا گاہ عالم" بنایا جا رہا ہے، وہاں کانفرنسیں بلائی جاتی ہیں، محفلیں جمائی جاتی ہیں، عیش و عشرت کی داد دی جاتی ہے اور قوم اس پر فخر و مباہات کا غلغلہ بلند کر رہی ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم تو یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ نہ معلوم ہمارا بدنصیب ملک کس طرف جا رہا ہے اور افسوس کہ ہمارے سیاہ دن ابھی تک ختم نہیں ہوئے یا بالفاظ دیگر ہم ابھی تک سزا و ابتلاء کے دور سے نہیں نکلے، اللہ تعالیٰ اس ملک کی حفاظت فرمائے اور حکمرانوں کو صحیح اسلامی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

اللهم اهد قومي فإنهم لا يعلمون

[صفر ۱۳۹۳ھ - اپریل ۱۹۷۳ء]

(۱) صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ: والی ثمود اخاهم صالحا الخ ج: ۱ ص ۴۷۸، ط: قدیمی. صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب النهی عن الدخول علی اهل الحجر الامن یدخل باکیا ج: ۲ ص: ۴۱۰، ط: قدیمی

مملکت پاکستان اور مسلمانوں کا فریضہ

طاقت وقوت، دولت وثروت اور حکومت وسلطنت اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم نعمتیں ہیں جو مسلمانوں کو صرف اس لئے دی جاتی ہیں کہ ان کے ذریعہ اس سرزمین پر اللہ تعالیٰ کا قانون، احکام اور ہدایات نافذ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے تقسیم نہیں، بچا کھچا تقسیم یا ایک ہزار سال تک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان نعمتوں سے سرفراز فرمایا لیکن جب مسلمان قومیں دولت وحکومت کے نشہ میں مست ہوکر اس مقصد سے منحرف اور روگرداں ہوئیں تو اللہ کی پامال نے طور پر سلامتی کی اہلیت سے محروم ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں بھی ان سے چھن گئیں اور یہ بتلایا کہ ان نعمتوں سے محروم ہوئیں اور کہیں حقیقۃً تو چھن گئیں یا سے نامزد کیں۔

اسی قانون فطرت کے تحت محمد وہندوستان پر صدیوں مسلمانوں کا اقتدار اعلیٰ برقرار رہا ہے اور یہ بھی پچھلے اس پورے برصغیر پر چھا گیا تھا لیکن آخر شامت اعمال نے برسے تاریخ سامنے آئے اور ہندو قوم کے ابوالعجل نے مسلمانوں کی عزت وعظمت، دولت وثروت اور حکومت وسلطنت سب کو ختم کر دیا۔

غلامی کی رسوا کن زنجیریں کھانے کے بعد آنکھیں کھلیں تو مسلمان اپنے تہذیب ہی میں گریہ وزاری اور واویلا کرتے رہے اور کچھ عرصہ دولت رفتہ کو دوبارہ حاصل کرنے کی تدبیریں بھی کیں اور قربانیاں بھی دیں آخر بحر بے رحمت جوش میں آیا اور توفیق الٰہی نے سہارا دیا اور کچھ حوصلہ سلامت کا پھر سے دوبارہ اقتدار عطا فرمایا اس کا نام پاکستان ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ پاکستان کی تشکیل کا واحد مقصد حکومت الٰہیہ کا قیام تھا جس کا خواب علامہ اقبال نے اپنے بچے ہوئے مخلوق کے لئے دیکھا تھا اس کے قانون رحمت، قانون عدل وانصاف اور قانون حکمت وہدایت کو اس پاک سرزمین پر نافذ کرنا تھا تاکہ اس خطہ پر ایک پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل ہو اور اس پاکیزہ معاشرہ میں ایک خدا پرست صالح امت وجود میں آئے اور وہ اپنے پاکیزہ کردار اور مرکزیت وصالحیت کی بنا پر ہندوستان کے لئے حقیقی مدافعت کی صحیح معنی میں مستحق بنے اور دنیا پر اقتدار سے ایک معیاری حکومت الٰہیہ کی مملکت اور ایمانی قوت سے مسلح قوم بن کر جلد از جلد اس قابل ہو جائے کہ امت مسلمہ کے پچھلے روز افزوں جو ایک عالم گیر پیمانہ پر ہر قسم کی مصیبت میں مبتلا ہے ان کو اس ذلت آمیز غلامی کے خوفناک چنگل سے نجات دلائے۔

یہی وہ کام ہے جو ہر مسلمان کی تمنا ہونی چاہیے اسی خواہش نے تحریک پاکستان کو عزت پر جو پہنچا دیا تھا کہ اس کی راہ میں طرح طرح کی دقت طرازیاں حکمت اور سرشت بھی ہوئی ہے اور تقسیم کے شدید لمحہ بھی نمودار ہوئے لیکن الحمد للہ جو خواب تھا وہ پورا ہوا۔ جو چاہا آنکھ نے دیکھا جو کچھ پانے کا وہ مخلص اخلاص پر مبنی دراصل قوم کی ایک دلی دعا تھی تڑپ ہوتی ہے جو تڑپ وتمنا تعبیر اور طلب ادا کی شکل اختیار کرتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ حقیقت ناشناس طبع نے

لئے ہماری یہ تلخ نوائی قابل اعتراض ہو، ہوا کرے، واقعہ بہرحال یہ ہے ہم نہ تو کسی سیاست جانتے ہیں اور نہ سیاست حاضرہ کے مرد میدان ہیں نہ کسی سیاسی جماعت سے تعلق ہے نہ اس کی ترجمانی، نہ قومی اسمبلی میں کوئی کرسی حاصل کرنے کی خواہش ہے نہ کسی کرسی وزارت کی تمنا، ہاں یہ خواہش اور کوشش وکاوش ضرور ہے کہ قومی یا صوبائی اسمبلی کی کرسی پر بیٹھنے والے اور قلمدان وزارت وحکومت سنبھالنے والے افراد اس کرسی اور قلمدان کی واقعی اہلیت کسی نہ کسی طرح ضرور پیدا کریں اور جس طرح وہ دنیا میں عزت وعظمت سے ہمکنار ہوئے تھے اسی طرح آخرت کی سرخروئی سے بھی ضرور سرفراز ہوں، یعنی اللہ تعالیٰ کے قانون عدل وانصاف کو اس پاک سرزمین میں ضرور نافذ اور استوار کریں تاکہ اسلامی مملکت کا وقار خالق ومخلوق دونوں کی نظروں میں پیدا کر سکیں اسی مقصد کے لئے ہم وقتاً فوقتاً ان کو جھنجھوڑتے رہتے ہیں۔

بہرحال جس طرح ہر پاکستانی کا طبعی اور فطری جذبہ یہ ہے اور ہونا چاہیئے کہ ہمارا یہ ملک دنیا میں ایک مضبوط اور طاقت ور ملک اور اغیار واعداء کی گولہ باریوں ریشہ دوانیوں سے ہمیشہ محفوظ رہے اسی طرح ایک سچے پاکستانی مسلمان کے دل میں بحیثیت مسلمان ہونے کے یہ تڑپ بھی ضرور ہے اور ہونی چاہیئے کہ اس مملکت میں اسلامی قانون ضرور جاری ہو اور پاکیزہ اسلامی معاشرہ کی تشکیل ضرور ہو تاکہ حیات طیبہ اور پاکیزہ معیشت کی دینی اور دنیوی برکات سے یہ مملکت مالا مال ہو لیکن جب بھی وہ یہ محسوس کرے کہ حالات کی رفتار امید اور توقع کے بالکل برعکس ہے اور مقصد فوت ہو رہا ہے پوری قوم مجموعی طور پر سیرت وصورت گفتار وکردار، اخلاق واطوار اور جذبات ورجحانات غرض ہر اعتبار سے ایک خدا فراموش قوم کی صورت اختیار کرتی جارہی ہے تو اس کو یہ اندیشہ اور اس پر جانکاہ صدمہ بھی ضرور ہوگا کہ خدانا کردہ۔ خاکم بدہن۔ یہ آزمائشی طور پر دی ہوئی نعمت کہیں پھر نہ چھن جائے۔

اس لئے کہ کسی بھی شخص کے مسلمان ہونے کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ خدا اور رسول سے معاہدہ کر چکا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی بہرحال اطاعت کرے گا، احکام الٰہیہ کو بدل وجان تسلیم اور ان پر عمل پیرا ہوگا اور اگر اس کے ہاتھ میں اقتدار اعلیٰ ہے یا آئے گا تو ان احکام الٰہیہ کو ملک میں نافذ بھی کرے گا، اس حقیقت کے ہوتے ہوئے جب مسلمان اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے گا تو قوی اندیشہ ہے کہ وہ اس عہد شکنی کے جرم کی سزا میں جلد یا بدیر پکڑا نہ جائے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ ایک مسلمان مملکت کا مسلمان شہری ملک کی اس غیر اسلامی رفتار کو دیکھ کر خاموش بیٹھا رہے۔

دینی اتحاد

مسلمان از روئے مذہب جس طرح اس کا مامور ہے کہ اپنے ملک اور قوم کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے اپنی ملکی مسلمان برادری کے حق میں قولاً فعلاً جس طرح ممکن ہو خیر خواہی کرے اسی طرح وہ عالمگیر اسلامی

اخوت کی بنا پر ایک عالمگیر برادری مسلمان عالم میں منسلک ہونے کی حیثیت سے غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ملک کے مسلمانوں کے حق میں قولاً فعلاً جس طرح ممکن ہو خیر خواہی اور خیر کا کوئی کام فرض ادا کرے قرآن کریم کے واضح ارشادات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح احادیث اس عالمی اسلامی خیر خواہی کے باب میں بکثرت موجود ہیں۔

اس لئے کہ مسلمان کے لئے عالمگیر رابطہ عالم اسلام اور عالمگیر رشتہ اخوت اسلامی اور دینی وحدت ہے جس میں تمام روئے زمین کے مسلمان منسلک ہیں، یہ قومیت مسلمانوں کا رشتہ اتحاد ہے، نہ جغرافیہ، نہ رنگ اور نہ نسل۔ اسلامی قومیت کی اساس اتحاد خون، نسل، رنگ، ملک و وطن اور اتحاد زبان سب سے برتر اور ورا الورا، خالص دینی تعلق ہے جو محض ایک روحانی اور معنوی رشتہ ہے۔ ظاہر ہے کہ روحانی رشتہ مادی رشتہ سے بہت زیادہ اعلیٰ و ارفع و قوی و مستحکم تر ہوتا ہے، اس لئے تمام اسلامی حکومتوں اور تمام ممالک کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس روحانی رشتہ اسلامی وحدت کو ہر طرح کے اضمحلال اور ضعف سے محفوظ رکھ کر قوی سے قوی تر بنائیں۔

مجمع البحوث الاسلامیہ

اسی روحانی رشتے، اسلامی وحدت اور علمی و دینی مشکلات کو باہمی تبادلہ خیالات کے ذریعہ متفقہ صورت میں حل کرنے کی غرض سے پچھلے مہینے جناب شیخ ازہر قاہرہ کی دعوت پر برادرم حضرت مولانا مفتی محمد صاحب ۳۰ ستمبر ۶۱ء کو قاہرہ چلے گئے تھے، یہ دعوت محض علمی اور دینی نقطۂ نگاہ سے مجمع البحوث الاسلامیہ کی تیسری سالانہ کانفرنس کی شرکت کے لئے دی گئی تھی۔

جامع ازہر کے تین اہم شعبے ہیں:

① پہلا شعبہ ادارۃ الازہر ہے جس کے تحت معاہد ازہریہ اور کلیات ازہر (ازہر کے اسکول اور کالج) ہیں اور مختلف قدیم و جدید علوم و فنون میں تخصص (پی ایچ ڈی) کا ایک وسیع نظام ہے۔ اسی شعبہ کے ماتحت مدینۃ البعوث الاسلامیۃ (بیرونی اسلامی ممالک کے طلبہ کا شہر) ہے جس میں ساٹھ ممالک اسلامیہ کے پانچ ہزار طلبہ مختلف مراحل (تعلیمی درجوں) میں زیر تعلیم ہیں گویا یہ انہی طلبہ کی تعلیمی ادارہ متی بستی ہے۔

② دوسرا شعبہ المجلس الاعلی للشئون الاسلامیہ ہے جس کا سالانہ بجٹ ۲۵ لاکھ پونڈ ہے، اس شعبہ کا کام تمام مسلم اور غیر مسلم ممالک کے لئے عصری تقاضوں کے مطابق اسلامی طریق پر کرنا اور پہنچانا ہے، اس شعبہ کا قابل ذکر اور رائق تحفہ ہے نظیر کا رسالہ "المصحف المرتل" ہے یہ ۳۰ ریکارڈوں میں بھرا ہوا پورا قرآن عظیم ہے جو مذکورہ ذیل عالمی شہرت کے مالک اساتذۂ فن قرات و تجوید نے پڑھا ہے اور ریکارڈ کیا گیا ہے:

① الشیخ محمود مصری۔ ② القاری عبد الباسط عبد الصمد۔

⑤الشیخ محمد صدیق المنشاوی۔ ⑥القاری مصطفی کامل۔

جو روزانہ قاہرہ کے مختلف اور متعدد ریڈیو اسٹیشنوں سے مستقل طور پر پڑھا جاتا ہے اور وہ ان میں جہاں بھی ضرورت ہوتی ہے اس کے محل استعمالات (ریکارڈ) بھیج دیئے جاتے ہیں اس کے علاوہ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ اسلامی احکام کے ریکارڈ بھی جید علماء سے بھروائے گئے ہیں جو مصر اور مختلف ممالک میں بھی حسب ضرورت بھیجے جاتے ہیں۔

اس وقت اس شعبہ کے سربراہ (ڈائریکٹر) الاستاذ محمد توفیق عویضہ نہایت پرجوش فعال اور باخلاق نوجوان ہیں۔

⑥ تیسرا شعبہ مجمع البحوث الاسلامیہ (ادارہ تحقیقات اسلامی) ہے اس شعبہ کا کام یہ ہے کہ عصر حاضر میں جدید تمدن سے پیدا شدہ پیچیدہ اور دشوار مسائل کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں حل کئے جائیں اور اسلام اور اس کی تعلیمات واحکام پر ملحدین خصوصاً یہودی اور عیسائی مستشرقین نے جو اعتراضات کئے اور شکوک وشبہات پیدا کئے ہیں ان کے محکم اور مسکت جوابات دیئے جائیں نیز جدید نسل کی تربیت اور جدید معاشرہ کی تشکیل کے لئے اسلام کے جن پہلوؤں کو واضح کرنے کی ضرورت اور اس ہدایت کے دور میں اسلام کو جس اسلوب میں پیش کرنے کی حاجت ہے اس کے مطابق پیش کیا جائے اور ثابت کیا جائے کہ اس تاریک دور میں صرف اسلام کی روشنی میں ہی انسانی معاشرہ کی تطہیر واصلاح ممکن ہے۔

اس ادارہ کے مستقل اراکین جامعہ ازہر کے جدید وقدیم علوم کے ماہر چیدہ وہرگزیدہ علماء ومشائخ کے علاوہ اور دیگر اسلامی ممالک عربیہ کے چند سرفہرست علماء ومشائخ بھی شامل ہیں۔ (جن میں سے معروف ومتعارف حضرات کے اسماء گرامی گذشتہ صفحات میں "بینات" میں ذکر کئے گئے ہیں)

ان حضرات کے ذمہ مذکورہ بالا مقاصد کے تحت تجویز شدہ عنوانات ومسائل پر مبسوط مقالات ومضامین تیار کرنا اور مجمع البحوث الاسلامیہ کی سالانہ کانفرنس میں پڑھنا ہوتا ہے، اس کانفرنس میں مختلف اسلامی ممالک کے اور ان ملکوں کے جہاں مسلمان معتدبہ مقدار میں آباد ہیں مستند اور معروف علماء کو ہر سال ازہر کے خرچ پر اس کانفرنس میں شرکت کی اور تیار شدہ مقالات ومضامین پر تبادلہ خیالات اور جرح وتنقید کرنے کی عام دعوت دی جاتی ہے تاکہ مجمع البحوث کے اراکین کے تیار کردہ مقالات ومضامین اور پیچیدہ ودشوار مسائل کے حل متفقہ فیصلہ کے بعد عالم اسلام میں پیش کئے جائیں اور تمام معاصر امت کے لئے قابل قبول ہوں۔

چنانچہ اس ادارہ کی یہ تیسری کانفرنس تھی سابقہ دو کانفرنسوں کی مکمل بارہ والی مبسوط مقالات اور مضامین نہایت شاندار طریق پر تقریباً ۵۰۰ صفحات کی ضخیم کتاب کی شکل میں طبع کرا کے تمام شرکاء کانفرنس میں تقسیم کئے گئے۔

بہرحال کانفرنس کے منعقدین کا کام یہ ہوتا ہے کہ طے شدہ عنوانات ومسائل پر جو مقالات دوران

سال ارکین نے تیار کیے ہیں جن کی تائید شدہ کاپیاں تمام مندوبین کو اجلاس سے اٹھتے وقت پہلے تقسیم کر دی جاتی ہیں کہ وہ پڑھ کر بحث و تنقیح کے لئے تیار ہو کر آئیں۔ ہر مقالہ نگار اپنے مقالہ کو خود پڑھتا ہے اور مندوبین کی بحث و تنقیح یا جرح و تنقید کا جواب دیتا ہے یا تسلیم کر کے اپنے مقالہ میں ترمیم کرتا ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ اکثر اوقات مقالہ اسلامی روح تشریع کے منافی پایا گیا ہے تو مندوبین کے اصرار پر اس کو مجمع البحوث کی کارروائی سے بالکل خارج کر دیا گیا ہے۔

الغرض ایک خالص علمی اور دینی کانفرنس ہوتی ہے نہ سیاسی مسائل زیر بحث آتے ہیں نہ سیاسی تجاویز پاس کی جاتی ہیں۔ البتہ مندوبین کے اعزاز و احترام اور پاس جذبات کی خاطر ان کو موقع دیا جاتا ہے کہ اگر کوئی مندوب (ڈیلی گیٹ) اپنے ملکی یا علمی مسائل پر کوئی تقریر کرنا چاہے یا مقالہ پڑھنا چاہے تو اس کو موقع دیا جاتا ہے اور کلمۃ الوفود (مندوبین کے بیان) عنوان سے متعلقہ پریس والے اس کو اپنے شائع شدہ تقریر یہ مضمون کو بطور خود اخبارات میں شائع کر دیتے ہیں۔ مجمع البحوث کی طرف سے بعینہٖ وہ بیان یا اس کا خلاصہ الگ چھپتا ہے اور اگلے روز تمام مندوبین میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

بہرحال یہ تو ہر کوئی عام سیاسی طرز کی کانفرنس نہیں ہوتی جیسا کہ پاکستان کے پریس والے اور اخبارات کے قارئین نے ناواقفیت کی بناء پر سمجھا ہے اور غلط فہمی میں مبتلا ہوئے ہیں۔

اس کے برعکس سعودی حکومت کے تحت رابطۃ العالم الاسلامی کے نام سے جو ادارہ قائم ہے اس کی نوعیت بالکل سیاسی ہے اس کی بھی سالانہ کانفرنس ہر سال ہوتی ہے اور عالم اسلامی کی سیاست سے متعلق تجاویز اس کانفرنس میں پاس ہو کر شائع ہوتی ہیں شاید یہی اشتباہ غلط فہمی کا منشاء ہو کہ مجمع البحوث الاسلامیہ کو بھی رابطۃ العالم الاسلامیہ کی قسم کا سیاسی ادارہ سمجھ کر اس سے بھی اسی قسم کی تجاویز کی توقع قائم کر لی گئی ہو جیسی الرابطۃ العالم الاسلامیہ میں پاس ہوتی ہیں۔

بہرحال مجمع البحوث الاسلامیہ کی حیثیت مصر میں وہی ہے جو پاکستان میں مرکزی ادارہ تحقیق اسلامی کی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ مجمع البحوث کا پورا نظام جید اور مستند علماء امت کے ہاتھ میں ہے اور تمام امت کے علماء کے اتفاق رائے سے فیصلے کئے جاتے ہیں اور پاکستان کے ادارہ تحقیقات اسلامی کے سیاہ و سفید کا مالک اور مطلق العنان سربراہ (ڈائریکٹر) ایک میکال یونیورسٹی کا تعلیم و تربیت یافتہ مستشرقانہ نظریات کا حامل آزاد خیال نیم عالم ہے اسی کے ہم خیال و ہم نوا اس ادارہ کے تمام محققین اور لکھنے والے ہیں۔

اس فرق کے نتیجہ میں ہر دو اداروں کی مقتضا تحقیقات کے مندرجہ ذیل مقام اور آثار مشاہد ہیں:

① پاکستان کے ادارہ تحقیقات اسلامی کا فیصلہ ہے کہ زکوٰۃ اسلامی حکومت کا ایک ٹیکس ہے اس میں کمی بیشی تغیر و تبدل اور تصرف کا کلی اختیار حکومت وقت کو حاصل ہے۔

مصر کی مجمع البحوث الاسلامیہ کا فیصلہ ہے کہ زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے اس کی شرح میں کمی بیشی سوا

زکاۃ میں تغیر وتبدل وغیرہ کا اختیار امت کے کسی بھی فرد یا جماعت کو حاصل نہیں ہے۔

⑧ پاکستانی ادارہ تحقیقات اسلامی کا فیصلہ ہے کہ شاہی فرمان (آرڈی ننس) کے ذریعہ ملک میں جاری کردہ عائلی قوانین کے تحت اگر طلاق بصورت تحریر نہ ہو تو واقع نہ ہوگی اور دوسری شادی کے لئے زوجہ اول کی رضامندی اور عدالت کی اجازت کے بغیر قانوناً جائز نہ ہوگی۔

مصر کی مجمع البحوث الاسلامی کا فیصلہ ہے کہ شوہر کے زبانی طلاق دیتے ہی نافذ ہو جائے گی اگرچہ بصورت تحریر طلاق نہ بھی دی جائے، نیز دوسری شادی کے لئے نہ زوجہ اول کی رضامندی کی ضرورت ہے اور نہ عدالت کی اجازت کی حاجت، شرعی طریق پر گواہان کی موجودگی میں زوجین کے ایجاب وقبول کے بعد نکاح ثانی درست ہے۔

⑨ پاکستان کے ادارہ تحقیقات اسلامی کے نزدیک غذائی پیداوار اور معاشی وسائل کے اندیشہ کی بناء پر ضبط تولید اور تحدید نسل جائز اور درست ہے۔

مصر کی مجمع البحوث کے نزدیک قومی سطح پر تحدید نسل اور ضبط تولید دینی اقتصادی فوجی اور سیاسی غرض کے اعتبار سے سخت مضر اور شرعاً ناجائز ہے۔

⑩ پاکستانی ادارہ تحقیقات اسلامی کے نزدیک بینک کا سود قطعاً جائز ہے۔

مصر کی مجمع البحوث کے نزدیک ہر قسم اور ہر طرح کا سود قطعاً ناجائز اور حرام ہے۔

ظاہر ہے کہ جہاں بھی اسلامی تحقیقاتی ادارہ کا نظام ایسے عالم نما جاہلوں اور بے لگام لکھنے والوں کے ہاتھ میں ہو گا جو ڈوبتے کی چوٹ پر نیا اسلام (ماڈرن اسلام) تیار کرنے کا اعلان کر رہے ہیں وہاں دینی مسائل اور اسلامی شرائع واحکام کا یہی حشر ہوگا اور جہاں اسلامی تحقیقات کا نظام مستند اہل علم کے ہاتھوں میں ہو وہاں بھی اس قسم کے الحاد وتحریف اور خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین میں قطع برید اور مسخ وتشویہ (صورت بگاڑنے) کا وسوسہ بھی پاس نہیں پھٹک سکتا خیال تو بڑی بات ہے۔

انتہائی افسوس اور شرم کا مقام ہے کہ ہمارا اتنا بڑا ملک جس کے بسنے والے نہ صرف علم دینی اور علمی رفعت کے اعتبار سے بلکہ عوام بھی دینداری اور مذہبی روایات کی عملی پابندی کے اعتبار سے آج بھی مصر وشام وحجاز وغیرہ ممالک اسلامیہ سے کوسوں سبقت لے گئے ہیں اور جو اسلامی معاشرہ کے اعتبار سے بھی مغربی تہذیب ومعاشرت کے زہریلے جراثیم سے بہتا محفوظ ہے اور عوام تو دینی تمسک اور تعصب اور پختگی میں ان ممالک سے کہیں آگے ہیں وہاں تو دین اور اس کے احکام میں یہ معاندانہ قطع برید اور مسخ وتحریف ہو رہی ہو اور ایک آزاد اور یورپی تہذیب ومعاشرت میں سرتاپا غرق ملک میں دین اور اسلامی احکام وشرائع کی ہر قسم کے الحاد وتحریف سے اس طرح حفاظت ہو رہی ہو۔

ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان کی عملی زندگی اور عوامی زندگی حالت ان تمام تر خرابیوں کے باوجود جن کو ہم بغرض اصلاح وقتاً فوقتاً گناتے رہتے ہیں۔ آج تمام عالم اسلامی سے بہتر ہے پھر اپنی قوم پر گوناگوں حیلوں اور فریب کاریوں سے زبردستی غیر اسلامی معاشرہ مسلط کرنا شریعت کے صریح خلاف اور منافی احکام آزادی نفس کے زور سے نافذ کرنا اور جان بوجھ کر الجھاؤ پیدا کرنے کے دروازے کھولنا کتنا بڑا ظلم و عدوان ہے:

لمثل هذا يذوب القلب عن كمد

ان كان في القلب اسلام وايمان

اسی جیسی صورت حال پر دل غم کے مارے پگھلتے ہیں بشرطیکہ ان دلوں میں اسلام اور ایمان موجود ہو۔

مصری حکومت میں ہم نے جس چیز کا خطرہ سب سے زیادہ محسوس کیا وہ دو ہیں:

① مصری حکومت نے اشتراکی نظام۔ سوشلزم۔ کو پوری طرح اپنا لیا ہے بڑی بڑی جائیدادیں ضبط کر لی ہیں، بڑی بڑی صنعتیں حکومت نے اپنی تحویل میں لے لی ہیں اور اس اشتراکیت کے حق میں اتنی شدت کے ساتھ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ اس اشتراکیت نے عقیدہ کی صورت اختیار کر لی ہے اس لئے شدید خطرہ ہے کہ یہ اشتراکیت۔ سوشلزم۔ شیوعیت۔ کمیونزم۔ کی میز بھی نہ بن جائے چنانچہ متحدہ جمہوریہ مصر کے مخالفین نے تو ابھی سے اشتراکیت کو شیوعیت کا دروازہ کہنا شروع کر دیا ہے۔

② دوسرا خطرہ یہ ہے کہ عام دمشاغل کی آسودہ حالی اور ترفہ و تنعم (رئیسانہ زندگی) نے اس قدر عادی بنا دیئے ہیں کہ اگر ان کو حق بات کہنے میں اس ترفہ و تنعم (رئیسانہ زندگی) اور خوشحالی سے محروم ہو جانے کا ذرا بھی اندیشہ ہو تو وہ حق بات کہنے کی جرأت نہیں کرتے اس کے ان سے آئندہ کے تباہ کن خطرہ کے سامنے سینہ سپر ہونے کی توقع نہیں کی جا رہی ہے۔

یہ مصری کی خصوصیت نہیں بلکہ مغربی تہذیب و معاشرت کا جو تباہ کن سیلاب آ رہا ہے تمام تر ممالک اسلامیہ خصوصاً عرب ممالک تو اس کی خاص زد میں آئے ہوئے ہیں اور سب سے زیادہ اس سیلاب کی طوفان خیز موجوں میں بہہ رہے ہیں۔ ہمہ ڈوب رہے ہیں۔ دوسری طرف عرب قومیت کا بھوت سب کے سروں پر بری طرح سوار ہے اسلام کا نعرہ بھی برائے نام رہ گیا ہے اس پر مستزاد یہ کہ مال و دولت کی فراوانی و طغیانی نے جو زہریلے اثرات ہوا کرتے ہیں وہ بری طرح پیدا ہو رہے ہیں۔

ان حالات کو دیکھ کر شدید مایوسی ہوتی ہے جب تک کوئی غیبی و غیر فوق العادہ طریق پر ظاہر نہ ہو کوئی اصلاح کی توقع نہیں، بجز اس کے کہ دین اور اسلام کا درد رکھنے والے مسلمان رب العالمین کی بارگاہ میں رو رو کر اور دست بدعا ہوں کہ:

ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظالمين ونجنا برحمتك من القوم الكافرين۔ ربنا

لا تجعلنا فتنة للذين كفروا واغفر لنا ربنا انك انت العزيز الحكيم. وصلى الله على صفوة البرية خاتم النبيين وحبيب رب العالمين سيدنا محمد وآله واصحابه وعلماء امته وصالحي عباده وبارك وسلم.

[شعبان ۱۳۸۶ھ]

حکومت کے اوصاف اور سربراہ کے فرائض

بلاشبہ حکومت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے بشرطیکہ حکومت صالح ہو، اور صالح حکومت وہی ہے جو اپنی رعایا کی جان و مال اور عزت و آبرو کی محافظ ہو، اور ان کی ضروریات زندگی کی کفیل ہو، جس کے زیر سایہ رعیت کا ہر شخص سکون و اطمینان کی زندگی بسر کرتا ہو، حکمران کے دل میں رعیت سے ہمدردی و محبت ہو، ملکی ضروریات میں وہ عقل و تدبر اور عاقبت اندیشی سے کام لیتا ہو، قوم و ملک کی راحت رسانی کے لئے مضطرب اور بے چین ہو، تاجر، زمیندار، مزدور اپنی اپنی جگہ مطمئن ہوں، تجارت و زراعت پیشہ افراد پر ٹیکسوں کا بوجھ اتنا ہو کہ وہ برداشت کر سکیں، مظلوم کو ظالم سے نجات حاصل ہو، مملکت میں بداخلاقی و بے حیائی کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے مؤثر تدابیر ہوں، فساد پیشہ افراد کی کڑی نگرانی ہو، حکام فرض منصبی ادا کرتے ہوں اور ان کی کوتاہی پر شدید باز پرس ہو، رشوت سے ملک پاک ہو، انصاف و عدل حکومت کے ہر شعبے میں جلوہ گر ہو، داخلی نظم و نسق و حفاظت کا نظام بے نظیر ہو، خارجی خطرات اور سرحدوں کی حفاظت کے لئے فوجی نظام قابل تعریف ہو، حکمران رحم دل ہو، بہادر ہو، مدبر و سیاستداں ہو، قابل قدر سیاست سے قوم کی کشتی کو منزل مقصود پر پہنچانے کی صلاحیت رکھتا ہو، تباہی و بربادی کی موجوں سے اپنے سفینے کو ساحل کامرانی پر صحیح و سلامت پہنچانے کی اہلیت رکھتا ہو، ایسی بداخلاقیوں میں مبتلا نہ ہو جن کی وجہ سے رعیت اور قوم کے دلوں میں اس کا وقار نہ رہے، کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے اس کی عزت قلوب سے نکل جائے۔

الغرض شائستہ سیرت ہو، ملک کا خیر خواہ ہو، مملکت کو ہر طرح بام عروج تک پہنچانے کی اہلیت رکھتا ہو، خوش کردار و خوش گفتار ہو، مملکت کو ہر خطرے سے محفوظ رکھنے کا ذمہ دار ہو، عاقل، مدبر اور دور اندیش ہو، بردبار و حلیم ہو، طیش و غضب میں آنے والا نہ ہو، بلاشبہ ایسی حکومت رحمت ہے اور اگر حسن اتفاق سے کسی اسلامی مملکت کا مسلمان سربراہ ہو تو ان باتوں کے علاوہ اس کا اہم ترین فرض یہ ہے کہ مسلمان قوم کی قیادت قرآن و سنت اور اسلامی قانون کے مطابق کرے، معاشرہ سودی کاروبار سے پاک ہو، زنا و شراب پر پابندی ہو، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے محاکم احتساب قائم ہوں، ہر محکمہ عدلیہ میں حق تعالیٰ کا قانون رحمت جاری ہو، شریعت اسلامی کے مطابق فیصلے ہوتے ہوں، چوروں، ڈاکوؤں شراب خوروں اور زناکاروں پر شرعی حدود قائم ہوں، ایسا اسلامی نظام وجود میں آئے کہ دنیا کے بعد آخرت کی زندگی میں ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کی جنت اور نعمتوں کا مستحق ہو جائے،

گویا دنیا کے نظام کو درست کرنے میں کافر و مسلمان دونوں برابر کی حیثیت رکھتے ہیں، البتہ اخروی نظام کے لئے مسلمان سربراہ کے فرائض زیادہ ہو جاتے ہیں، عملی فتنوں سے مملکت کو بچانے کی تدبیر میں کوئی تقصیر نہ ہو، اسی طرح علمی فتنوں سے دین اسلام کی حفاظت کی مؤثر تدبیریں اختیار کرے، تعلیم کی بنیاد دین پر ہو اور اسلام کی حفاظت کے ساتھ جدید علوم جو نافع ہوں ان کی تعلیم کا انتظام ہو، غرض یہ کہ مسلمان حکمران کا فرض منصبی جس طرح دنیا کو درست کرنا ہے ٹھیک اسی طرح آخرت کی زندگی درست کرنے کی تدبیریں بھی اس کے ذمے ہیں، یہ وہ نظام ہے جس کو اسلام نے "السلطان ظل الله فی الارض من اکرمه اکرمه الله و من اهانه اهانه الله" (۱) کے منصب عالی پر پہنچا دیا اور جس کو آسمانی وحی نے ﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ [النساء: ۵۹] کے بعد ﴿وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ فرما کر اعلیٰ ترین منصب عطا فرما دیا، اس وقت علمی انداز سے حکمرانیات یا علمائے اخلاق نے جو کچھ لکھا ہے، اس کی تفصیل مقصود نہیں، حکماء و فلاسفہ نے جو کچھ لکھا ہے یا ابن خلدون، جلال الدین دوانی اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے جو کچھ لکھا ہے ان باتوں کو لکھنا منظور نہیں:

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

یہاں تو اقتدار کی ہوس ہے جس کی اکثی اس کی بھینس کا قصہ ہے، نہ صفات عالیہ کی بحث ہے نہ کمالات کا ذکر ہے، اس ملک کی تاریخ اور دور حاضر کے دیگر ممالک کی تاریخ خواہ اسلامی حکومتیں ہوں یا غیر اسلامی ہوں، ایشیائی مملکتیں ہوں یا یورپی، دیکھ کر عبرت ہی عبرت ہوتی ہے۔ دنیا میں کتنا بڑا زوال آیا ہر حکمران مسولینی، ہٹلر اور پرنس کی تاریخ دہرا رہا ہے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کو اپنی اعلیٰ ترین کامیابی سمجھتا ہے، یہاں حیا، رحم دلی، انصاف، خوف خدا خوف خلق خدا کا کیا سوال؟ حدیث نبوی میں "امام عادل" سات حکمران کا مرتبہ ان سات اشخاص میں ذکر فرمایا ہے جو قیامت کے روز عرش کے سایہ میں ہوں گے (۲)۔ موجودہ دور کے حکمرانوں کی حالت دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنی مخلوق سے ناراض ہو گیا ہے، ان پر بے رحم ظالموں کو مسلط کر دیا ہے جن کے سامنے ہوس اقتدار کے سوا کوئی اور مسئلہ نہیں۔ حق تعالیٰ نے اس دنیا کے منصب کو اتنا ذلیل کر دیا ہے کہ حافظ شیراز رحمۃ اللہ علیہ کا مصرعہ صادق آتا ہے:

طوق زریں ہمہ در گردن خرمی بینم

دور جانے کی حاجت نہیں اپنے بدنصیب ملک کی تاریخ پر ایک نظر ڈالو کے بعد دیگرے یہاں کیسے کیسے

---

(۱) شعب الایمان للبیهقی، فصل فی فضل الامام العادل ج:۶ ص:۱۷، ط: دار الکتب العلمیة بیروت

(۲) "عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال: "سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لا ظل الا ظله الامام العادل" الخ، صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوة و فضل المساجد ج:۱ ص:۹۱۰، ایضاً کتاب الزکوة، باب الصدقة بالیمین ج:۱ ص:۱۹۱، ط: قدیمی

افراد آ کے دیکھتے اور اپنی قسمت کو رو دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے عرصہ دراز کی خاموشی کے بعد ایک پیغام عطا فرمایا تھا کہ ہم اپنے دلوں کو بیچ کر رکھ سکیں لیکن جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے آپ کے سامنے ہے بجز حسرت و افسوس اور آہ و بکا اور کیا کر سکتے ہیں؟ اے اللہ اپنی مخلوق پر رحم فرما، ہمارے اس بگڑے نظام کو تو ہی درست فرما سکتا ہے، ہمارے ان حکمرانوں کو عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق حکومت چلانے کی صحیح اہلیت عطا فرما تاکہ صحیح معنوں میں یہ حکومت سایہ رحمت ہو دین و دنیا کی برکات سے مالا مال ہو، رعیت و قوم مطمئن اور آسودہ حال ہو، ظاہری و باطنی ترقیات نصیب فرما، اللہ نے اسلام اور کافروں کی ریشہ دوانیوں سے اس مملکت کی حفاظت فرما، ارائی رعیت دونوں کو اپنی ربوبیت کریمانہ و رحمانہ کا مظہر بنا، ایسا نظام مبارک عطا فرما جس کے ذریعہ آخرت و جنت کی نعمتوں کے ہم مستحق بنیں، اے اللہ آپ ہر چیز پر قادر ہیں، ہم عاجز ہیں تو قادر ہے۔

وصلی اللہ علی سید البریۃ خاتم النبیین محمد وعلی الہ وصحبہ اجمعین

اسلامی میلہ انگلستان

انگلستان میں اسلامی میلہ ہوا، اسلامی ملکوں اور عرب حکومتوں نے دل کھول کر عطیات دیئے اور اس اسلام کو اس کے ذریعہ اسلام اور مسلمان حکمرانوں سے انتقام لینے کا ایسا موقعہ ملا جو تاریخ میں کبھی نہ دیکھا ہوگا تمام تقریروں اور تحریروں میں ڈاکٹر عبدالعلیم محمود شیخ الازہر کی تقریر کے سوا کوئی چیز مسلمان کے لئے خوشی کی نہیں تھی مندوبین کے لئے تمام انتظامات تھے لیکن نماز کے لئے کوئی انتظام نہیں تھا، اللہ کسی نے اس کی ضرورت ہی محسوس کی، انا للہ!

''میلہ عالم اسلام'' کے الفاظ ہی اسلام کی نفی کرنے کے لئے کافی تھے اور پھر وہاں جو کچھ ہوا اور مسلمانوں سے جو کچھ کرایا گیا وہ اسلام دشمنی کا بدترین مظہر تھا۔ عجب بات یہ ہے کہ میلہ عالم اسلام کا افتتاح ملکہ برطانیہ نے کیا، گویا عیسائیوں نے مسلمان حکومتوں کی دولت و ثروت کے ذریعہ اسلام کو بدنام کرنے کے لئے اس میلے کو استعمال کیا، چنانچہ وہاں سب کچھ تھا دنیا بھر کی خرافات جمع تھیں اگر نہیں تھا تو اسلام یا اسلامی سیرت کا نمونہ نہیں تھا، افسوس ہے کہ مسلمان کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

حق تعالیٰ عقل و فہم اور ایمان و اخلاص نصیب فرمائے۔ آمین

[جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ - جون ۱۹۷۶ء]

دستور پاکستان اور اس کی حقیقت

مدتوں کی آرزوؤں، پیہم کوششوں اور عظیم جانی و مالی قربانیوں کے بعد دنیا کے نقشہ پر دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کے نام سے پاکستان وجود میں آیا اور حضرت استاذ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی برکات و توجہات سے قرارداد مقاصد میں اسلام اور کتاب و سنت پر اس مملکت خداداد کی بنیاد قائم ہوئی، کافی

عرصہ کے بعد پاکستان کا دستور بنا اور کتاب و سنت پر اس کی بنیادوں کو استوار کیا گیا۔

الغرض اسلام قرآن عظیم اور سنت نبویہ (علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم) کے نام پر اس جدید مملکت کا دنیا میں تعارف ہوا کچھ عرصہ کے لئے اسلامی تعلیمات بورڈ کے نام پر پاکستان کے لئے اسلامی قانون کے نفاذ کے لئے انتظار کرایا گیا اس کے دفنانے کے بعد اسلامی مشاورتی کونسل اور ادارہ تحقیقات اسلامیہ نے جنم لیا اور یاد کرانے کی کوشش کی گئی کہ اب عنقریب اسلامی قانون بن جائے گا۔

لیکن افسوس کہ ان تمام توقعات کی حقیقت سراب سے زیادہ نہ ثابت ہوئی اور نہ صرف یہ کہ اسلامی قانون کے نفاذ کی کوئی کوشش ہی نہیں کی گئی بلکہ مخالفانہ کوششیں اور قانون سازی جاری رہی اور اعداء اسلام کی مخالفانہ و معاندانہ کوششوں کو پورے طور پر ہوا دی گئی تاکہ نئی نسل کے دلوں سے حقیقی اسلامی قانون کا تصور ہی ختم ہو جائے اور اس کے بالمقابل اسلام کے خلاف تحریکوں کو پھولنے پھلنے کی پوری آزادی دی گئی اور عملی اعتبار سے معاشرہ میں عموماً ایک ننگ اسلام صورت حال پیدا کر دی گئی، شعائر اسلام کی توہین، منکرات و فواحش کی ترویج میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی گئی اور سب سے زیادہ تباہ کن اور تکلیف دہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کیا جا رہا ہے، زبان سے اسلام کا نام لیا جا رہا ہے، قرآن کا نام لیا جا رہا ہے، دین کا نام لیا جا رہا ہے اور رسول علیہ الصلاۃ والتسلیم کی سیرت کے تذکرے بڑے شاندار طریق پر کئے جا رہے ہیں اور انتہائی افسوسناک طریق پر یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ یہی اسلامی تعمیر و ترقی ہے، فواحش و منکرات پر "ثقافت اسلامیہ" کا لیبل لگایا جا رہا ہے، لادینی کو دین بنایا جا رہا ہے، مختصر یہ کہ ایک خدا فراموش خدا نما آشنا قوم کے جو اوصاف و طوار ہوتے ہیں وہ پورے طور پر ابھرتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا یہ "کاسہ بدست اسلام" دنیا کے لئے پیغام امن و سلامتی اور آب حیات بن سکتا ہے؟ اور کیا یہی نفسانی خواہشات کا پروردہ اسلام کمیونزم اور سوشلزم کا مقابلہ کر سکتا ہے؟

انتہائی افسوس کی بات یہ ہے کہ نام تو قرآن و سنت کا لیا جا رہا ہے لیکن مسلم عائلی قانون ملک بھر میں نافذ کر کے نکاح و طلاق و عدت و توریث جیسے اہم مسائل و احکام میں قرآن و سنت کی صریح خلاف ورزی کی جا رہی ہے، نام تو اسلام کا لیا جا رہا ہے لیکن قرآن اور قرآنی روح کے صریح منافی خاندانی منصوبہ بندی کی ترویج پر اس ملک میں جہاں باہمی رضامندی سے زنا جرم نہیں ہے۔ پورا زور صرف کیا جا رہا ہے، آخر اتنا بھی نہیں سوچا جاتا کہ ہم یہ کر کیا رہے ہیں؟ دستور کی بنیاد تو قرآن و سنت پر رکھی گئی ہو اور ملک میں جو قانون نافذ ہو جو منصوبہ بنے وہ قرآن و سنت کے خلاف اور منافی ہو، آخر اس منافقانہ روش پالیسی کا کیا حاصل ہے؟ جرأت کے ساتھ صاف اعلان کیوں نہیں کر دیا جاتا کہ پاکستان کی حکومت لامذہبی ہے، اسلام سے اس کا کوئی واسطہ نہیں، شام اور الجزائر کی حکومتوں نے غیر اسلامی حکومت ہونے کا اعلان کر دیا کسی نے ان کا کیا بگاڑ لیا؟

آخر اس اعلان کا کیا مقصد ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی اسلامی اصولوں کے منافی نہیں، اسلامی اصولوں

کے منافی ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرنے کا منصب آپ کو کب سے اور کیوں کر حاصل ہو گیا؟ ملک کی فوجی طاقت متوقع حملہ آوروں کے دفاع اور مقابلہ کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ اس کے فیصلہ کا منصب بے شک آپ کو حاصل ہے اس لئے کہ آپ نے اس میں پوری زندگی بسر کی ہے اس کے اسرار اور رموز کو بے شک آپ سمجھتے ہیں لیکن کسی قانون یا منصوبہ کے اسلام کے منافی ہونے یا نہ ہونے کے فیصلہ کا منصب تو انہی حضرات کو حاصل ہے جن کی زندگیاں اسلامی تعلیمات کے مطالعہ اور فہم میں گذری ہیں۔

علاوہ ازیں ایک خالص غیر اسلامی تحریک یعنی خاندانی منصوبہ بندی کی ترویج و اشاعت پر ملک کا خزانہ نہایت بے دردی سے خرچ کیا جا رہا ہے، پریس کی پوری طاقت نشر و اشاعت کے تمام وسائل عوام کو متاثر کرنے کے تمام نفسیاتی ذرائع بروئے کار لائے جا رہے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ ۱۲ راگست ۶۶ء لاہور سے یہ طلاع بھی (پ۔ پ۔ ا) کے ذریعہ شائع کی جا رہی ہے:

''مانع حمل ادویہ کا ناجائز استعمال حکومت کو گہری تشویش: لاہور ۱۲ راگست (پ پ ا) حکومت مغربی پاکستان کو غیر شادی شدہ شہریوں میں مانع حمل ادویات کے روز افزوں استعمال پر گہری تشویش ہے، باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ صوبائی ارباب اختیار ان ادویات کے ناجائز استعمال کی روک تھام کے سوال پر سنجیدگی سے غور کر رہے ہیں، خیال ہے کہ حکومت ان ادویات کی فراہمی پر پابندیاں عائد کرنے کی جس کی رو سے ضرورت مند شہریوں کو مانع حمل ادویات کی خریداری سے قبل اپنے رہائشی علاقہ کے معزز افراد کا ایک صداقت نامہ پیش کرنا ہوگا کہ وہ واقعتاً شادی شدہ ہیں؟ متعلقہ حکام کو اس بات کا سخت قلق ہے کہ حکومت نے خاندانی منصوبہ بندی کی خاطر مانع حمل اشیاء برائے نام قیمت پر بازاروں میں فراہم کی تھیں لیکن ان کو غیر شادی شدہ افراد خصوصاً نوجوان ناجائز مقاصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں، خاندانی منصوبہ بندی چونکہ مرکزی معاملہ ہے اس لئے صوبائی حکومت مرکز سے درخواست کرے گی کہ وہ خاندانی منصوبہ بندی کے نیک کام کو بدنامی اور برائی سے بچانے کے لئے ٹھوس اقدام کرے''۔ (روزنامہ ڈان کراچی ۱۳ راگست ۶۶ء)

اس اخلاق سوز تحریک اور منفعت سے بدرجہا زیادہ مضرت پہنچانے والے منصوبہ کا لازمی نتیجہ یہی ہونا تھا، اگر عالم اسباب کے پیش نظر کسی درجہ میں کوئی احتمالی فائدہ ہو بھی سکتا ہو تب بھی ایک ایسا منفعت سے زیادہ مضرت پہنچانے والا منصوبہ اور اس کو کامیاب بنانے کے لئے ایسی غیر محتاط جدوجہد جس کے نتائج معاشرہ کو تباہ کر ڈالنے کی صورت میں ظاہر ہوں کیسے برداشت کیا جا سکتا ہے۔

آخر ایک مدعی اسلام مسلمان کو حق تعالیٰ کی رزاقیت اور ربوبیت میں کیوں اور کس طرح شک و شبہ یا تردد و تنگیر ہو سکتا ہے؟ ظاہری وسائل رزق حلال کی تلاش و جستجو اور اہتمام و انتظام کو رزاقیت کا درجہ کیوں دے دیا گیا؟ ذرا غور کیجئے! اگر کچھ عرصہ پہلے انتظام و انصرام وسائل کا ٹھیکہ دار انسان یہ تصور کرتا کہ ملک میں روزانہ

ایندھن آتی مقدار میں صرف ہو رہا ہے اور ملک میں جنگلات جن سے کوئلہ لکڑی حاصل ہوتا ہے اتنے ہیں، اس رفتار سے تو سو سال میں ملک کے اندر ایندھن کی پیداوار بالکل ختم ہو جائے گی اس لئے اب ملک کے اندر کھانا صرف ایک ہی وقت پکایا اور کھایا جائے تاکہ ایندھن کم خرچ ہو تو ذرا سوچئے متبادل حقیقی یہ منصوبہ ہوتا آخر گیس، تیل، معدنی کوئلہ، الیکٹرک اور پھر معدنی اور مصنوعی گیس وغیرہ قسم قسم کے ایندھن ملک کے اندر ہی کوئلہ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے وجود میں آ گئے یا نہیں؟

"تعجب ہے اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر رازقیت اور لامحدود خالقیت کے یہ کرشمے ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے کے سامنے آئیں اور اسے اتنی بصیرت نصیب نہ ہو کہ جو ملک کی روز افزوں آبادی کو بڑھا رہا ہے وہی خوبو وسائل معاش اور غذائی مادوں کو پیدا کر دینے پر بھی قادر ہے، جو قادر مطلق ملک کی آبادی کو بڑھائے گا وہی ان کے روزی کے ذرائع کو بھی بڑھائے گا اس لئے کہ خالقیت بھی اس کی مخصوص صفت ہے اور رزق رسانی کا ذمہ بھی اسی نے لیا ہے، اسی سلسلہ میں خاص طور پر انسانی تدابیر کی درماندگی، بے چارگی قدم قدم پر عیاں ہے۔

کمیونزم اور اسلام

ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ پیرویز ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان کراچی کی طرف سے "منشور" کے نام سے ایک ماہنامہ نکلتا ہے جو آفسٹ پریس پر بارہ ہزار کی تعداد میں چھپتا ہے اور مرد و زن کے درمیان مفت تقسیم کیا جاتا ہے اور پی آئی اے کے ملازمین کی تنخواہوں میں سے ماہانہ ایک روپیہ اس ماہنامہ کی اشاعت کے لئے کاٹتی ہے۔

ماہنامہ کیا ہے؟ شعائر اسلام کی توہین، علماء دین اور ہر طبقہ کی تحقیر کمیونزم کی نشر و اشاعت، پاکستان کے خلاف نفسیاتی پروپیگنڈے، ممالک اسلامیہ کے خلاف زہریلے مواد فراہم کرنے کا ایک آرگن ہے۔ اتحاد اسلامی کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، جولائی ۶۶ء کی اشاعت میں صفحہ ۲۹ پر "اگر اجازت ہو" کے مستقل عنوان کے تحت پند صوم و صلوٰۃ مسلمان کا مذاق اڑایا گیا ہے، الفاظ ملاحظہ ہوں:

"فرشتوں کی ایسی تیسی تم اور تمہارے فرشتے سب فراڈ ہیں"

کیا پاکستان اس لئے بنا تھا کہ اسلامی معتقدات (فرشتوں) کا اس طرح مذاق اڑایا جائے؟

اور تو اور یہ ماہنامہ تو پاکستان کی بنیادوں کو بھی کھوکھلا کر رہا ہے، اور کیا ایسا مارشل اصغر خان کو اتنی بھی موقع نہ ملا کہ وہ دیکھیں ان کے حدود اختیارات میں کیا ہو رہا ہے؟ بہرحال واقعات و حقائق دردناک ہیں، اگر ہماری غفلتوں کی یہی حالت رہی تو اسلام و پاکستان دشمن بدکیش دشمنوں کا جہاز اس ملک سے عنقریب نکل جائے گا اور آنے والی نسل میں خدا کا نام لینے والا بھی کوئی ہونے سے نہ رہے گا۔

ضروری تنبیہ

ایمان و کفر، نفاق و الحاد، ارتداد و فسق

جس طرح نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج اسلام کے بنیادی احکام و عبادات ہیں اور دین اسلام میں ان کے مخصوص معنی اور مصداق متعین ہیں۔ قرآن و حدیث کی نصوص اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے تعامل سے ان کی حقیقتیں اور عملی صورتیں واضح و مسلم ہو چکی ہیں اور چودہ سو سال میں امت محمدیہ اور اس کے علماء و محققین ان کو جس طرح سمجھتے اور عمل کرتے چلے آئے ہیں اس تواتر و توارث عملی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے، ان عبادات و احکام اور ان نصوص کی تعبیرات کو ان کے متواتر شرعی معانی سے نکال کر کوئی نئی تعبیر اور نیا مصداق قرار دینا یقیناً دین سے کھلا ہوا انحراف ہے، ٹھیک اسی طرح کفر، نفاق، الحاد، ارتداد اور فسق بھی اسلام کے بنیادی احکام ہیں، دین اسلام میں ان کے بھی مخصوص و متعین معنی اور مصداق ہیں قرآن کریم اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے قطعی طور پر ان کی تعیین و تحدید فرما دی ہے، ان الفاظ کو بھی ان شرعی معانی و مصادیق سے نکالنا کھلا ہوا دین سے انحراف ہوگا اور ان کو از سر نو محل بحث و نظر بنانا اور امت نے چودہ سو سال میں ان کے جو معنی اور مفہوم سمجھے اور جانے ہیں ان کو تاویلیں کر کے ان سے ہٹانا کھلا ہوا الحاد و زندقہ ہوگا۔

ایمان کا تعلق قلب کے یقین سے ہے اور خاص خاص چیزیں ہیں جن کو باور کرنا اور ماننا ایمان کے لئے ضروری ہے، جو کوئی ان کو نہ مانے قرآن کریم کی اصطلاح اور اسلام کی زبان میں اس کا نام کفر ہے اور وہ شخص کافر ہے، جس طرح ترک نماز، ترک زکوٰۃ، ترک روزہ اور ترک حج کا نام فسق ہے بشرطیکہ ان کے فرض ہونے کو مانتا ہو صرف ان پر عمل نہ کرتا ہو، اور اگر انہی تعبیرات، صلاۃ، زکوٰۃ، صوم، حج کو اختیار کرنے کے بعد کوئی شخص ان کو معروف و متواتر شرعی معنی سے نکال کر غیر شرعی معنی میں استعمال کرے یا ان میں ایسی تاویلیں کرے جو چودہ سو سال کے عرصہ میں کسی بھی عالم دین نے نہ کی ہوں تو اس کا نام قرآن کی اصطلاح اور اسلام کی زبان میں الحاد ہے۔

قرآن کریم نے ان الفاظ کفر، نفاق، الحاد، ارتداد کو استعمال فرمایا ہے اور جب تک روئے زمین پر قرآن کریم موجود رہے گا، یہ الفاظ بھی انہی معانی میں باقی رہیں گے۔

اب یہ علماء امت کا فریضہ ہے کہ وہ امت کو بتلائیں کہ ان کا استعمال کہاں کہاں صحیح ہے اور کہاں کہاں غلط ہے؟ یعنی یہ بتلائیں کہ جس طرح ایک شخص یا فرقہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد مؤمن ہوتا اور مسلمان کہلاتا ہے اسی طرح ان ایمان کے تقاضوں کو پورا نہ کرنے والا شخص یا فرقہ کافر اور اسلام سے خارج ہے، نیز علماء امت کا یہ بھی فرض ہے کہ ان حدود و تفصیلات کو یعنی ایمان کے تقاضوں کو اور ان کفریہ عقائد و اعمال و افعال کو متعین کریں جن کے اختیار کرنے سے ایک مسلمان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے تاکہ نہ کسی مؤمن کو کافر اور اسلام سے

خارج کہہ جا سکتا اور نہ کسی کافر کو مومن و مسلمان کہا جا سکے۔

ورنہ اگر کفر و ایمان کی حدود اس طرح متعین و متعین نہ ہوئیں تو دین اسلام بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائے گا اور جنت و جہنم افسانے۔

یاد رکھئے! اگر ایمان ایک متعین حقیقت ہے تو کفر بھی ایک متعین حقیقت ہے، اگر کفر کے لفظ کو ختم کرنا ہے اور کسی کافر کو بھی کافر نہیں کہنا ہے تو پھر ایمان و اسلام کا بھی نام نہ لو اور کسی بھی فرد یا قوم کو نہ مومن کہو نہ مسلمان۔ رات کے بغیر دن کو دن نہیں کہہ سکتے، تاریکی کے بغیر روشنی کو روشنی نہیں کہہ سکتے، پھر کفر کے بغیر اسلام کو اسلام کیونکر کہہ سکتے ہو؟ اور پھر یہ کہنا اور فرق کرنا بھی سراسر بے ناطہ ہوگا کہ یہ مسلمانوں کی حکومت ہے اور یہ کافروں کی اور یہ تو اسلامی حکومت ہے اور وہ کفریہ حکومت ہے، پھر تو حکومت سیکولر اسلیٹ یعنی لا دینی ہو گئی، غرض کفر اور کافر کا لفظ ختم کرنے کے بعد تو اسلامی حکومت کا دعویٰ ہی بے معنی ہوگا یا پھر یہ لفظ الیکشن جیتنے کے لئے ایک دل کش نعرہ اور حسین فریب ہوگا۔

غرض یہ ہے کہ علماء پر کچھ بھی ہو۔ قیامت تک یہ فریضہ عائد ہوتا رہے گا کہ وہ کافر پر کفر کا حکم اور فتویٰ لگائیں اور اس میں پوری پوری دیانت داری اور علمی تحقیق سے کام لیں اور حدود زندیق پر الحاد و زندقہ کا حکم اور فتویٰ لگائیں اور جو بھی فرد یا فرقہ قرآن و حدیث کی نصوص و تصریحات کی رو سے اسلام سے خارج ہو اس پر اسلام سے خارج اور دین سے بے تعلق ہونے کا حکم اور فتویٰ لگائیں جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو قیامت نہ آ جائے۔

چونکہ کفر و اسلام کے حکم لگانے کا معاملہ بے حد اہم اور انتہائی نازک ہے اور ایک شخص جذبات کی رو میں بھی بہہ سکتا ہے، در فکر و رائے میں غلطی بھی کر سکتا ہے اس لئے علماء امت کی ایک معتد بہ جماعت جب اس کا فیصلہ کر دے گی تو وہ فیصلہ یقیناً حقیقت پر مبنی اور شک و شبہ سے بالاتر ہو جائے گا۔

بہر حال کافر، فاسق، ملحد، مرتد وغیرہ شرعی احکام و اوصاف ہیں اور قرآن و سنت کے عقائد یا اقوال و افعال پر مبنی ہوتے ہیں، لہٰذا ان کی شخصیتوں کو نہ اقوال پر اس کے برعکس گالیاں جن کو دی جاتی ہیں ان کی ذاتوں اور شخصیتوں کو دی جاتی ہیں، لہٰذا اگر یہ الفاظ صحیح محل میں استعمال ہوتے ہیں تو یہ شرعی احکام ہیں ان کو سب و شتم اور ان احکام کے لگانے کو دشنام طرازی کہنا یا بات سے بات پیدا کرنا ہے، ہاں کوئی شخص غیظ و غضب کی حالت میں یا از راہ تعصب و عناد کسی مسلمان کو کافر کہہ دے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اور یہ گالی دینے والا خود ہی کافر ہوگا اور تعزیر کا مستحق اور اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کسی واقعی مسلمان کو کافر کہہ دے تو یہ کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔

علماء حق جب کسی فرد یا جماعت کی تکفیر کرتے ہیں تو درحقیقت ایک کافر کو کافر بتلانے والے اور مسلمانوں کو اس کے کفر سے آگاہ کرنے والے ہوتے ہیں نہ کہ کسی کو کافر بنانے والے، کافر تو وہ خود بنتا ہے جب کفریہ عقیدہ یا اقوال و افعال کا اس نے ارتکاب کیا اور ایمان کے ضروری تقاضوں کو پورا نہیں کیا، تو وہ باختیار خود

فرمان آیا نہ ایسا کہ مدعیوں کو کافر بنانے کے سوا اور کیا آتا ہے سرمہ جہالت ہے یا بے دینی۔

اگر علماء ربانی حقائق اور اسلام کی حدود کی حفاظت نہ کرتے تو اسلام کا نام ہی صفحہ ہستی سے کبھی کا مٹ چکا ہوتا جس طرح کسی حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنی ملت کی سرحدوں کی حفاظت کرے اور ان کے تحفظ کے لئے فوجی طاقت اور دفاعی سامان جنگی وغیرہ کی تیاری میں ایک لمحہ کے لئے غافل نہ ہو اسی طرح ایمان، اسلام، اسلامی معاشرہ مسلمانوں کے دین و ایمان کو طرح طرح کے فتنہ پردازوں اور جاہلوں کے حملوں سے محفوظ رکھنا علماء حق اور فقہاء [illegible] ہے۔ [illegible] چند دن کا قصہ ہے جب بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا اور حکومت پاکستان نے جہاد کا اعلان کیا اور پاکستان کی افواج [illegible] اور عوام نے اس جہاد میں جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیا تو بھارت کے لوگوں کو یہ کہنے کا موقعہ مل گیا کہ [illegible] اسلامی حکومت" نہیں ہے اور یہ لڑائی اسلامی جہاد نہیں ہے اور اگر ہے تو پھر ہندوستان بھی اسی طرح دارالاسلام ہے جس طرح پاکستان، اسلامی قانون تو دونوں ملکوں میں نافذ ہے نہ یہاں مسلمان وہاں بھی رہتے ہیں یہاں بھی بھارت کو یہ کہنے کا موقعہ کیوں ملا؟ صرف اس لئے کہ یہ پاکستان میں اسلامی قانون نافذ ہے ورنہ اسلامی معاشرہ موجود ہے۔ یہ ہماری وہ کمزوریاں ہیں جن سے دشمن نے ایسے نازک موقعہ پر فائدہ اٹھایا اگر اس ملک کے اندر ختم نبوت کا مدعی اور ختم نبوت کا منکر مرزا غلام احمد قادیانی کی امت (مرزائی فرقہ) بھی مسلمان ہے اور پورے اسلام کے چودہ سو سال اسلامی عبادات و معاملات کے نقشہ کو مٹا ڈالنے والا اور جنت و دوزخ سے صریح انکار کرنے والا غلام احمد پرویز اور اس کی جماعت بھی مسلمان ہے اور قرآن کے منصوص احکام کو عصری تقاضوں کے سانچوں میں ڈھالنے والا، سنت رسول کو ایک تاریخی اصطلاح اور رواجی قانون بتلانے والا، سود کی حرمت سے قرآن کو نہ سوچ کر حلال کرنے والا بھی نہ صرف مسلمان ہے بلکہ اسلامی تحقیقی ادارہ کا سربراہ ہے تو پھر یاد رہے کہ محض قرآن کریم کو "اردو زبان" کے سنہری حروف میں لکھوانے سے قرآن کی حفاظت قیامت تک نہیں ہو سکتی اور یہ دعوی انتہائی مضحکہ خیز ہے یا پھر عوام کو بے وقوف بنانے کا ہتھکنڈہ ہے۔

کچھ کل تک یہی محدثین مسلمانوں کو طعنہ دیا کرتے تھے کہ قرآن مجید اس لئے نازل نہیں ہوا ہے کہ ریشمی رومالوں میں لپیٹ کر اس کو بوسے دیئے جائیں، پیشانی سے لگایا جائے اور سروں پر رکھا جائے، یہ تو مسلمانوں کے لئے ایک علمی قانون ہے عمل کرنے کے لئے نازل ہوا ہے۔ پھر آج اس حقیقت سے یہ بے اعتنائی کیوں ہے کہ باہمی رضامندی سے زنا کو جرم نہیں قرار دیا جاتا۔ بینکاری سود کو شیر مادر کی طرح حلال قرار دے کر خود حکومت سود لے رہی اور دے رہی ہے، ریس کورس جیسی مذہب قمار بازی کے، شراب کی درآمد و برآمد اور خرید و فروخت کے لائسنس دیئے جا رہے ہیں، نکاح و طلاق و وراثت کا قانون سب صریح قرآن و سنت کی تصریحات کے خلاف جاری ہے، جرائم اور سزاؤں کا تو کہنا ہی کیا فرض قرآن و سنت کو بالائے طاق رکھ کر قانون سازی کا سلسلہ جاری ہے اور زر و زری کے سنہری حرفوں میں لکھوا کر قرآن عظیم کی حفاظت کا اہتمام بھی کیا جا رہا

ہے، نہایت عبرآزما حقائق ہیں آخر مسلمانوں کو کیا ہو گیا کہ اتنے واضح حقائق کی فہم کی توفیق بھی سب ہوئی؟

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔

[جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ ستمبر ۱۹۶۶ء]

پاکستان کا موجودہ نظام تعلیم

صدمے کی بات ہے کہ تمام عربی اسلامی دنیا میں ابتدائی تعلیم کی بنیاد دین پر رکھی جاتی ہے، دنیا کی ضروریات کو یقیناً تعلیم کا جز بنا دیا گیا ہے لیکن ڈھانچہ دینی ہے، چنانچہ حکومت کے ابتدائی مکاتیب (پرائمری اسکول) میں ہی مسلمان بچے بقدر ضرورت یعنی فرض عین دین سے واقف ہو جاتے ہیں لیکن ہماری بدنصیب مملکت ہے کہ آج تک اس کے تعلیمی نظام کا ڈھانچہ دینی نہ بن سکا، اگر بچہ ابتدائی دینی مکتب میں یا اپنے گھروں میں والدین کے زیر سایہ دین نہ سیکھ سکا تو موجودہ اسکولوں، کالجوں کے دائرے میں وہ مسلمان کبھی نہیں بن سکتا نہ فرائض دین سے واقف ہو سکتا ہے، نہ عقائد اسلامیہ سے یہ ہمارے اس تعلیمی نظام کا سب سے بڑا المیہ ہے، جو ہمدردان ملت کی اولین توجہ کا محتاج ہے۔

مسجدوں میں دنیوی تعلیم کا حکم

روزنامہ مشرق مورخہ ۲ راگست ۱۹۶۸ء میں حسب ذیل خبر شائع ہوئی ہے:

"کراچی ۱۱ راگست (مشرق رپورٹ) مغربی پاکستان میں مذہبی تعلیم کی اشاعت و ترویج کے سلسلے میں محکمہ اوقاف کے تحت کراچی کے سرکردہ علماء کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت ناظم اوقاف کراچی زون نے کی، کانفرنس میں مدرسوں، اسکولوں اور کالجوں میں مذہبی تعلیم کو لازمی قرار دیے جانے کی سفارش کی گئی اور اس مسئلے پر خاص طور پر غور کیا گیا کہ شہر کی درسگاہوں میں مذہبی تعلیم کی صحیح تدریس میں ائمہ مساجد کیا کردار ادا کر سکتے ہیں، کانفرنس میں مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا محمد طیب، مولانا متین خطیب، قاری زاہر قاسمی، مولانا عبید اللہ اور میاں عبدالعزیز نے شرکت کی۔

اجلاس میں اس مسئلہ پر مکمل اتفاق رائے پایا گیا کہ مسلم اوقاف کی انتظامیہ پر یہ لازم ہے کہ وہ مذہبی تعلیم کی اشاعت و ترویج میں نمایاں کردار ادا کرے اور اس سلسلہ میں ائمہ مساجد کے دائرہ کار کو وسعت دینے کے سوال پر طویل غور و خوض ہوا، اجلاس کی رائے میں مذہبی تعلیم کو مدرسوں، اسکولوں اور کالجوں میں لازمی قرار دیا جانا چاہیے کہ اسلامیات سے نابلد طلباء دوسرے علوم کی صرف مادی افادیت کے قائل ہو کر نہ رہ جائیں، اسلامیات کا مضمون بذات خود اتنا وسیع ہے کہ اس کے گوشے زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہیں۔

اجلاس میں شریک علماء کی اکثریت اس بات پر متفق تھی کہ اسلامیات کی تعلیم کے لئے صرف وہ اساتذہ

مفید ثابت ہو سکتے ہیں جنہیں اس مضمون پر عمل عبور حاصل ہو، علاوہ ازیں ان اساتذہ کا موجودہ سائنسی دور کے تقاضوں کو بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے، طے پایا کہ محکمہ اوقاف مطلوبہ معیار کے اساتذہ پیدا کرنے کے لئے مناسب قدم اٹھائے اور اس تمام پروگرام میں ائمہ مساجد کی مسلم معاشرہ میں اہمیت اور افادیت کو مدنظر رکھے"۔

اس خبر کو پڑھ کر نہ صرف تعجب ہوا بلکہ انتہائی صدمہ ہوا کہ حکومت کے ذمہ دار اعلیٰ مناصب کے مالک حضرات بھی عوام کی سطح پر آ کر خلاف واقعہ بات کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے، واقعہ صرف یہ ہے کہ جمعہ ۹ راگست کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے اعزاز میں جناب محمود صاحب اور ان کے بھائی جناب مسعود صاحب چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف مغربی پاکستان نے عصرانہ کی دعوت دی اور راقم الحروف کو باصرار بلایا، باتھ آئی لینڈ کی ایک سرکاری کوٹھی میں یہ دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ راقم الحروف اور مہمان خصوصی حضرت مولانا قاری طیب صاحب اور قاری زاہر القاسمی وہاں پہنچے دونوں بھائیوں نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا، مسعود صاحب مہمان خصوصی کے ساتھ خود بھی بیٹھے اور راقم الحروف کو بھی بٹھایا، فوٹو گرافر فوٹو لینے جب آیا تو راقم الحروف نے فوٹو لینے سے سختی سے منع کیا اس پر مسعود صاحب نے پوچھا کیا ناجائز ہے؟ میں نے کہا جی ہاں حرام ہے، فرمایا پشاور میں دو صد علماء جمع تھے بعض مشاہیر کا نام بھی لیا ان میں سے کسی نے تو فوٹو لینے کو جائز کہا بعض نے مکروہ کہا، اس پر میں نے جواب دیا مجھ پر کسی کا علم حجت نہیں ہے میں حرام سمجھتا ہوں، حضرت مولانا طیب صاحب نے بھی دریافت فرمانے پر فرمایا "ممنوع ہے"۔ اس کے بعد ایک خاص فرقہ کے کروڑوں روپے کے اوقاف پر محکمہ اوقاف کے قبضہ نہ کرنے کے سلسلے میں گفتگو ہوئی اس پر موصوف نے اپنی مجبوری کا اظہار فرمایا۔

اتنے میں ہم نے اجازت چاہی اور روانہ ہو گئے راستہ میں قاری طیب صاحب سے مسعود صاحب نے پوچھا اگر مساجد میں دینی تعلیم ہو تو حرج ہے؟ قاری صاحب نے فرمایا اس میں کیا مضائقہ ہے، اس اتنی بات ہوئی اور ہم چلے آئے، بعد میں باقی ماندہ چند مدعوین تھے، ان کے درمیان کوئی تجویز پاس ہوئی یا نہیں ہوئی؟ اس کا ہمیں علم نہیں لیکن انتہائی مستند ذریعہ سے ہے کہ عصرانے کی دعوت کو کانفرنس کہنا اور جس بات کا ذکر بھی مجلس میں نہ آیا ہو اس کو تجویز بتا دینا کتنی حیرت انگیز بات ہے، رہا یہ کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ دراصل ان کے دل کی آواز ہے اور وہ انتہائی کوشش میں ہیں کہ کسی نہ کسی طرح مساجد پر قبضہ کر کے ان کو اسکول کے بچوں کی آماجگاہ بنا دیں۔ اسی قسم کی باتوں کو "کلمة حق ارید بها الباطل" کہا کرتے ہیں۔ دینی تعلیم ہمیشہ مساجد میں ہوتی رہی ہے اور آج بھی ہو رہی ہے، بڑے بڑے شہروں میں آج بھی مساجد قرآن و حدیث کی آوازوں سے گونج رہی ہیں لیکن آپ یہ چاہیں کہ مسجدوں میں بچوں کو کتوں، بلیوں کے قصے پڑھائے جائیں تو مسلمانوں سے اس کی توقع نہ رکھیں، مسجدیں اللہ تعالیٰ کی عبادت گاہیں ہیں ان میں جو کام عبادت یا وسیلہ عبادت نہ ہو اس کی اجازت ہرگز نہیں دی جا سکتی۔ بعض فقہاء نے تو تعلیم القرآن کو بھی اگر تنخواہ لے کر ہو تو ممنوع قرار دے دیا ہے، بہرحال اس وقت اس سے بحث نہیں کہ یہ

کہ یہ صحیح ہے یا غلط، افسوس اس کا ہے کہ شاطرانہ طریقے پر عصرانے کی دعوت کو کانفرنس میں تبدیل کر دیا گیا۔ انا للہ، مہمانان خصوصی کے تو فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی، ہی ہاں! صحیح بخاری شریف کی یہ حدیث میں ہے:

ان مما ادرك الناس من كلام النبوة الاولى اذا لم تستحى فاصنع ماشئت (۱)

انبیاء سابقین کی تعلیمات میں سے یہ بات مشہور چلی آتی ہے کہ شرم اٹھا اگر نہ ہو تو پھر جو جی چاہے کرگذرو۔

اللہ تعالیٰ ہم فرمائے اور ارباب مناصب کو اپنے شایان شان تحمل و وقار کو برقرار رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔

یہ بالکل ظاہر ہے کہ مسجدوں میں مذہبی تعلیم و تربیت سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن دراصل سوال یہاں مذہبی تعلیم کا نہیں بلکہ سوال تو یہ ہے کہ مسجدوں کو سکول بنا دیا جائے؟ یا ان جاہل جاہلوں کی تعلیم ہے اور جو تعلیم اس میں پڑھائی جاتی ہیں کیا وہ سب مذہبی کتابیں ہیں اور مذہبی تعلیم ہے؟ کیا یہ مذہبی چیزیں اور تصویروں کو بنانے کے لئے ڈرائنگ کی تعلیم بچوں کو مسجد سے نکال کر باہر میدان میں دی جائی گی؟ اصل مقصد اس حیلے سے مساجد اللہ کی آزادی کو ختم کرنا اور مذہبی آزادی و تعلیم کا گلا دبانا ہے، عنوان کتنا دل فریب ہے لیکن مقصد کتنا نفرت انگیز ہے، اللہ تعالیٰ صحیح نیت اور صحیح علم اور صالح عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

وصلی اللہ علی صفوۃ الکائنات سید السادات محمد وآلہ وصحبہ وبارك وسلم.

[جمادی الثانیہ ۱۳۸۸ھ

جدید تہذیب و مخلوط تعلیم کی برکات

گذشتہ دنوں کراچی میں ہاکس بے کا جو واقعہ پیش آیا اس پر نہ صرف تمام جرائد اخبارات بلکہ خلق اللہ بھی چیخ اٹھی کہ جدید نسل کی بے حیائی نے مسلمانوں کا شرم و حیا کے مارے زندہ درگور کر دیا، بے شرمی و بے حیائی کو خود اپنے ہاتھوں پھیلانے کے بعد پھر نہ معلوم کیوں چیختے ہیں، یہ جدید تہذیب کی برکات اور جدید مخلوط تعلیم کے ثمرات ہیں۔ تعجب و افسوس تو اس پر ہے کہ اس قسم کے شرمناک واقعات کے جو حقیقی عوامل و اسباب ہیں ان کو کیوں پیش نظر نہیں رکھتے مخلوط تعلیم کی درسگاہوں اور لڑکیوں کا بے تکلف اختلاط، عام معاشرہ میں دینی ماحول کا فقدان، کالجوں اور اسکولوں میں دینی تربیت کا فقدان، تزیب و زینت کر کے تقریبات کا ہوں میں ان کو لے جانا، سینما اور فلم کے روح فرسا مناظر کا رات دن کا مشغلہ، قدم قدم پر عریاں سر بازار حیا سوز مظاہر اور پھر یہ شکوہ؟ خود کردہ را چہ

(۱) صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب حدیث الغار ج: ۱ ص: ۴۹۰

ایضا کتاب الادب، باب اذا لم تستحی فاصنع ماشئت ج: ۲ ص: ۹۰۴، ط: قدیمی

علاج؟ جب یہ جدید نظامِ تعلیم کے ترجمان ہیں تو کیوں اس پر نظر ثانی کرتے کہ اس نظام کو ہمارے اس سے بیگانگی کا قلع قمع کیا جائے۔ اس کے تمام اسباب کو چن چن کر ختم کیا جائے۔ تمام ہے ذریعہ ان تمام شر و فتن کی جڑ ہی جدید تارک کو پیدا ہونے سے روکا جائے۔ اس کا حل کہ اسکولوں کالجوں میں جبراً بچوں اور بچیوں کو لے جانے کی بجائے انہیں گلیوں بازاروں اور اڈوں پر جھونکا جائے کی بجائے ان کے لئے کسی درجہ میں اسکولوں کی تعلیم ضروری ہے تو صرف دینی و مذہبی ابتدائی تعلیم تک پرائمری میں ہونا چاہئے۔ لہٰذا یہ دو سال پابندی ضروری ہے۔ تعلیم کو ممنوع قرار دیا جائے ورنہ جو شر ناک مظاہر ہمیں آئے آئندہ اس سے زیادہ کا خطرہ ہے۔

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

مدرسہ عربیہ اسلامیہ کا شعبہ تحقیق و تصنیف

الحمد للہ! کہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں ایک مستقل شعبہ تحقیق و تصنیف قائم ہوا۔ اس طرح یہ دینی ضرورت پوری ہوئی کہ ایک ایسا ادارہ وجود میں آجائے جو فی سبیل اللہ اصلاح و تربیت اور دین متین کے خلاف پراپیگنڈوں سے بچانے کے لئے اہل سنت والجماعت کی کتابیں شائع کرے۔ شعبہ تحقیق و تصنیف کے درج ذیل اہم مقاصد ہیں:

ایک وقتی تقاضوں کے مطابق عصری موضوعات پر اور مسائل پر تحقیق کرنا اور ان تحقیقات و تالیفی شکل میں منظر عام پر لانا اور دوسرے عمدہ اور بہترین کتابوں کو منتخب کر کے ان کے اردو مختلف زبانوں میں شائع کرنا۔

ہمیں اپنی کوتاہ دستی اور علم و تجربہ کی کمی کے ساتھ ساتھ اس راستے کی مشکلات کا پورا احساس ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی نصرت و اعانت کے بھروسے پر اپنے تحقیقی وسائل کے مطابق کئی موضوعات پر کام شروع کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے مخلص و محقق اہل علم و اہل قلم اس خدمت کے لئے آگے بڑھیں جو ان سے تحقیقی مقالات اردو، عربی اور انگریزی تینوں زبانوں کے ہدیہ کریں۔

عربی سے اردو ترجمہ کے لئے سب سے پہلے شیخ مصطفیٰ سباعی مرحوم کی کتاب "السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی" کو منتخب کیا گیا جو اپنے موضوع پر بے نظیر جامع کتاب ہے۔ اس کی پہلی جلد طبع ہو چکی ہے اور دوسری زیر طبع ہے۔ اردو کتابوں میں مولانا محمد اسحاق صدیقی کی تصنیف "دینی نفسیات" پہلی کتاب ہے جو زیر طبع ہے۔ اس کے بعد مصنف کی دوسری تصنیف "محبوبات" منظر عام پر لائی جائے گی۔ جس میں مسئلہ محبوبات کے عقلی و نفسیاتی پہلوؤں پر نئے انداز سے بحث کی گئی ہے۔

کتابوں کی نشر و اشاعت کے لئے مکتبہ رشیدیہ کے مدیر مسئول و شعبہ تحقیق و تصنیف مدرسہ عربیہ اسلامیہ کی جانب سے وکیل عام بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس ذمہ داری کو خوشی اٹھانا منظور کر لیا ہے۔ ہمیں حق تعالیٰ کے الطاف غیبیہ سے امید ہے کہ جس طرح مدرسہ کی مشکلات کے حل کرنے

میں ہماری دستگیری فرمائے جس طرح اس شعبہ کی ضروریات کی تکمیل میں ہماری امداد فرمائیں گے۔

وھوولی التوفیق والنعمة وھو حسبنا ونعم الوکیل

[جون ۱۹۷۲ء۔ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ]

پہلی اسلامی سربراہ کانفرنس لاہور

گزشتہ دنوں لاہور میں اسلامی سربراہ کانفرنس ہوئی جس میں پہلی مرتبہ ۳۷ مسلم ملک کے سربراہان مملکت اور نمائندے ایک جگہ جمع ہوئے۔ بلاشبہ یہ تاریخی واقعہ ہے جسے شاید موجودہ خصومت کا زمانہ شمار کیا جائیگا۔ دراصل امت اسلامیہ کا سب سے بڑا المیہ آپس کی پھوٹ اور تشتت وافتراق ہے۔ مسلمانوں کا یہی کمزور پہلو ہے جس سے اعداء اسلام نے ہمیشہ فائدہ اٹھایا آج بھی اگر یہ شقاق ونفاق ختم ہوجائے اور اتحاد وایک جہتی کی نعمت میسر آجائے تو عالم اسلام دنیا کی سب سے بڑی طاقت کی حیثیت سے ابھر سکتا ہے۔ مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے دنیا کے نقشہ پر کلیدی مقامات عطا کئے ہیں۔ خانہ بدوش صحرانوردوں پر دنیا کے خزانوں کے منہ کھول دیئے ہیں اور ان بے کار صحراؤں اور ریگستانوں سے دو زمینی ذخائر عطا کئے کہ آج کفر کی تمام طاقتیں ان کی محتاج ہیں۔ کاش یہ مادی وسائل ترقی اسلام پر صرف ہوتے تو آج عالم اسلام کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

موجودہ کانفرنس کا بنیادی مسئلہ

کانفرنس کا بنیادی مسئلہ قدس اور مقبوضہ علاقوں کو اسرائیلی جارحیت سے پاک کرانے کا عزم بالجزم تھا جہاں تک قراردادوں کا تعلق ہے الحمدللہ اتفاق رائے سے پاس ہوئیں لیکن کیا اچھا ہوتا کہ اسلام کی سربلندی اور اعلائے کلمۃ اللہ کا عہد کیا جاتا۔ مسلمانوں میں عہد نبوی کے اسلام کو زندہ کرنے کی تدابیر پر غور کیا جاتا اور حقیقی منزل مقصود تک پہنچنے کا عزم راسخ تصور پذیر ہوتا۔ اگر اربوں روپے کا خرچ ہزاروں دن لوگوں کی شبانہ روز محنت وخدمت سڑکوں کی آرائش محفلوں کی زیبائش یہ سب چھوڑ کر صحیح اسلام کی سربلندی کے لئے ہوتا تو سودا سستا تھا۔ ورنہ کیا حاصل؟

کانفرنس کا اصل مقصد کیا ہونا چاہیے؟

کانفرنس کے اصل مقاصد کیا ہونے چاہئیں اور کون سے امور نکات عالم اسلام کے ممتاز نمائندوں کی اولین توجہ کے مستحق ہیں؟ اس سلسلہ میں چند مختصر تجاویز ایک محضر کی شکل میں تمام سربراہان عالم اسلام کی خدمت میں بھیجی گئیں۔ توقع ہے کہ ان تک پہنچی ہوں گی نامناسب نہ ہوگا اگر اس کے عربی متن کا ترجمہ "بینات" کے "بصائر وعبر" میں پیش کردیا جائے۔

حضرت! قائدین اسلام اور ہمنایان ملت اسلامیہ! اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو، پاکستان کے علماء یہاں کے دینی مراکز اور علمی ادارے آپ کو دل کی گہرائیوں سے خوش آمدید کہتے ہیں، اس موقع پر ہم آپ حضرات کی خدمت میں چند آرزوئیں پیش کرتے ہوئے توقع رکھتے ہیں کہ یہ آپ کی مساعی جمیلہ سے بارآور ہو سکیں گی۔ یہ ایک خیر خواہی ہے کہ جو امت اسلامیہ (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) کے ہر فرد پر فرض ہے۔

① اسرائیل اور دیگر تمام ملعون طاقتوں کا استیصال کرنے کے لئے عالم اسلام کی صفوں میں اتحاد و یک جہتی پیدا کرنا اور ہر ممکن طریقہ سے آپس کے اختلافات اور رنجشوں کو رفع کرنا از بس ضروری ہے، کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اقدام کو خلافت اسلامیہ کے احیاء کا ذریعہ بنا دے جو اسلام کے اہم ترین مقاصد میں سے ہے۔

② ہمارے جہاد کا مقصد اور ہماری تمام کوششوں کا محور محض اعلائے کلمۃ اللہ اور اسلام کی سربلندی ہونا چاہئے جو رنگ و نسل قوم و وطن اور زبان کے تمام نعروں سے بالاتر ہو۔

③ تمام اسلامی ممالک میں ہر شعبہ زندگی میں اسلامی قانون کا نفاذ ہو، اسلامی نظام تعلیم کا اجراء ہو اور احتساب کے محکمے قائم کئے جائیں، جو علمی و عملی طور پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں۔ یہی ایک چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہو سکتی ہیں۔

④ عالم اسلام کو ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے نہایت چوکس رہنے کی ضرورت ہے، جو بظاہر اسلام کا لیبل لگا کر آتے ہیں مگر ان کے مخصوص مذہبی عقائد اور غیر اسلامی نظریات اب کسی سے پوشیدہ نہیں رہے، یہ لوگ "خدمت اسلام" کے دلفریب عنوان سے اسلامی ممالک میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ان کا کام اسلامی ممالک میں اعداء اسلام کی سازشوں کی تکمیل ہوتا ہے۔

⑤ نوجوان نسل کو اعلیٰ فنی تعلیم کے لئے باہر بھیجنے کے بجائے یہ ضروری ہے کہ خود اپنے ممالک میں اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کے مراکز قائم کئے جائیں اور دنیا بھر کے ماہرین کو پُرکشش معاوضہ دے کر جمع کیا جائے تاکہ اسلامی ماحول میں نوجوانوں کی تعلیم و تربیت ہو۔

⑥ اسلامی ممالک میں اسلحہ سازی کے کارخانے قائم کئے جائیں جن میں عصری تقاضوں کے مطابق جدید ترین اسلحہ تیار کیا جائے اور اس مقصد کے لئے امکانی وسائل کے مطابق جرمنی، جاپان اور چین سے فنی ماہرین طلب کئے جائیں۔

⑦ عالم اسلام کا ایک مشترکہ غیر سودی بنک قائم کیا جائے جو شرکت و مضاربت کے اسلامی اصولوں پر کام کرے اور اس کے ذریعہ پسماندہ اسلامی ممالک کو بھرپور مدد دی جائے۔

یہ چند بنیادی نکات ہیں، آپ حضرات کی دور رس نگاہوں اور مدبرانہ بصیرت کے پیش نظر ان کی توضیح و تشریح کی ضرورت نہیں، آپ کے قیمتی اوقات کا لحاظ رکھتے ہوئے ہم صرف اشارات پر اکتفا کر رہے ہیں، امید ہے

کہ اللہ تعالیٰ اسلامی طاقت کو متحد اور مسلمانوں کے شیرازہ کو مجتمع فرمائے، قائدین اسلام کو قوت دے کر ان کی نصرت وحمایت فرمائے اور کافر وظالم دشمنان اسلام کے شر سے محفوظ رکھے، اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کی قیمتی متاع اور مسلمانوں کی ناقابل تسخیر قوت کی حیثیت سے تادیر قائم رکھے، آمین۔

محمد شفیع	محمد ہاشم	محمد یوسف بنوری
صدر دارالعلوم کراچی ۱۴۔	شمالی ناظم آباد کراچی ۳۳۔	صدر جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی ۵

یہ حضرت نانوتوی قدس سرہ کی اصل اسلام کی شاہ کار تالیف کا منشور، عالم اسلام کے لئے فیصلہ کن دعوت عمل اور ملت اسلامیہ کے دل کی آواز ہے، اس کی تشریح وتفصیل بھی موقعہ ہوا تو پھر عرض کی جائے گی، البتہ ایک بات مزید اس سلسلہ میں کہنے کو جی چاہتا ہے، وہ یہ کہ بلاشبہ وحی آسمانی کا حکم ہے کہ کفار اور اعدائے اسلام کے مقابلہ کے لئے پوری قوت خرچ کرنا اور جدید سے جدید اسلحہ مہیا کرنا نہایت ضروری اور امت اسلامیہ کا فرض ہے، لیکن یہ اس لئے کہ کامیابی ونصرت کا مدار ان مادی وسائل اور مادی طاقتوں پر نہیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ دشمنان اسلام پر مسلمانوں کا رعب قائم رہے ورنہ حق تعالیٰ کا صاف صاف ارشاد ہے کہ فتح ونصرت کا مدار نہ تو خارجی قوت وطاقت پر ہے نہ کثرت پر اللہ تعالیٰ کی نصرت وتائید شامل حال ہو تو بے ساز وسامان فوج بھی فتح مند ہو سکتی ہے اور تھوڑی سی جماعت بھی بڑی بھاری جماعت پر غالب آسکتی ہے، اس لئے امکانی حد تک ساز وسامان کی تیاری میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ حق تعالیٰ کا حکم ہے، مگر توکل واعتماد ان وسائل واسباب پر نہیں بلکہ محض حق تعالیٰ کی ذات اور اس کی غیبی امداد پر ہونا چاہیے، بے شبہ آج بھی اسلامی حکومتیں اسلحہ سازی پر پوری توجہ کریں تو بہت کچھ کر سکتی ہیں لیکن ظاہر ہے کہ دشمنان اسلام کی طاغوتی طاقتیں بھی خاموش نہیں بیٹھیں گی، بیس پچیس سال میں نہیں سے کہیں تک پہنچ جائیں گی، اس لئے مسلمانوں کو اس کے بغیر چارہ کار نہیں کہ ان کا اصل اعتماد اس ذات عالی پر ہو جو تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہے، آسمان وزمین کی تمام طاقتیں اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں، انہی سے تعلق قائم کیا جائے، قرآن پاک میں صاف ارشاد ہے کہ: "نصرت تو حق تعالیٰ ہی نازل فرماتا ہے فرشتوں کا نازل فرمانا صرف تمہاری تسلی کے لئے ہے"۔ [آل عمران: ۱۲۶] حاصل یہ کہ اس عالم اسباب میں اسباب سے غنا نہیں، اپنی مقدور کے مطابق ممکن وسائل واسباب مہیا کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی جائے، لیکن توکل واعتماد صرف حق تعالیٰ کی ذات پر ہو، اسلام کے دور اول کی فتوحات میں یہی راز مضمر تھا جنگ حنین میں شکست کے اسباب یہی بتلائے گئے کہ تعداد کی کثرت پر اعتماد کیا گیا۔

[صفر ۱۳۹۳ھ - مارچ ۱۹۷۳ء]

گندی سیاست

عرض ہوا کہ حضرت مولانا عبدالہادی دین پوری کی دعوت تحریک پر ایک مختصر اجتماع ہوا تھا جس کا اساسی مقصد جماعت عظیم یعنی سنت مجلس ختم نبوت، جمعیت علماء اسلام اور احرار اسلام کے درمیان اتحاد تھا۔ ان جماعتوں کی مشترکہ مجلس عمل وجود میں آئی تھی جس کا مقصد اسلامی جماعتوں کا مشترکہ لائحہ عمل تیار کرنا تھا یہ اجتماع اس تاریخی دن ہوا جس کی شام کو ایوب خان کے اقتدار کا آفتاب غروب ہوا اور صدر یحییٰ کے مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہونے کا اعلان نشر ہوا۔

اس اجتماع میں ایک بات یہ طے ہوئی تھی کہ اسلامی معاشیات پر ایک اسلامی خاکہ تیار کیا جائے، اس کام کے لئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا مفتی محمود صاحب، مولانا مفتی ولی حسن صاحب، مولانا مفتی رشید احمد صاحب اور راقم الحروف کے نام تجویز ہوئے۔ راقم الحروف کی دعوت پر مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی میں یہ دستہ طے پایا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی علالت کی بنا پر ان کے دو ممتاز شاگرد مولانا محمد رفیع صاحب اور مولانا محمد تقی صاحب کو ان کی نیابت کے طور پر شرکت کی دعوت دی گئی، خالص علمی و دینی انداز سے کام شروع ہوا اور ابتدائی خاکہ دس دن میں تیار ہوا، مولانا مفتی محمود صاحب سے جو سابق حسن ظن تھا کہ وہ فقہی بصیرت میں امتیازی خصوصیت رکھتے ہیں اس موقعہ پر اس کا خوب خوب مشاہدہ ہوا۔

چند دن ہوئے ایک پمفلٹ نظر سے گذرا جو کسی کے استفسار کے جواب میں مولانا مفتی رشید احمد صاحب نے مرتب کیا ہے جس میں اس بادقار علمی مجلس کی روئیداد جس انداز سے مرتب کی گئی ہے اسے جس نازیبا اور بے ڈھنگا اسلوب دیا گیا، مضامین مندرجہ کو جس نہج سے خلاف واقعہ گھڑا گیا ہے اور جس طریقہ سے اس مجلس کو محض دو شخصوں کے سوال و جواب اور جدال و مناظرہ کا مرقع بنا کر پیش کیا گیا ہے اسے دیکھ کر انتہائی حیرت ہوئی۔ انا للہ۔

میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ کوئی عالم دین اور مدعی علم و تقویٰ اس انداز سے خلاف واقعہ افسانہ طرازی اور واقعہ سازی کر سکتا ہے اور عقل باور نہیں کرتی کہ کوئی مفتی شرع متین اس قدر افترا پردازی کر سکتا ہے، نہ معلوم کس ظالم کی نوک قلم نے اس علمی مجلس کو مسخ کر کے واقعات کی فرضی تصویر تیار کی اور پھر اس سارے افسانے کو مفتی رشید احمد صاحب کی طرف منسوب کر دیا۔

اجیر مشترک اور اجیر خاص کا مسئلہ جس انداز میں مفتی محمود سے منسوب کیا گیا ہے وہ جہاں بالکل خلاف واقعہ ہے، وہاں جہالت عقل کے بھی خلاف ہے، ایک بری کو متہم کرنا انتہائی دردناک چیز ہے۔ اس پمفلٹ کے سلسلہ میں مختلف جہات سے استفسارات کئے جا رہے ہیں اس لئے بادل ناخواستہ مختصر اشارات تحریر ہوئے اسی

مسئلہ میں ایک نقطہ نظر تو یہ ہے مولانا محمد ادریس صاحب نے لکھ کر ترجمان اسلام کو بھیجا ممکن ہے دوبارہ وضاحت وصراحت کی ضرورت پڑے۔ (۱)

اللهم ارزقنا من خشيتك ماتحول به بيننا وبين معاصيك، واجعلنا من الذين يخافون عقابك و يرجون ثوابك. وصلى الله تعالىٰ على اتقى البشر و اخشاهم لله وآله وصحبه وبارك وسلم.

مشاورتی کونسل اور شراب

روزنامہ جنگ مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۶۴ء کا شذراتی نوٹ مدیر روزنامہ کے قلم سے:

''مغربی پاکستان کے وزیر مالیات آبکاری شیخ مسعود صادق نے انکشاف کیا ہے کہ ملک میں امتناع شراب کے سوال پر اسلامی مشاورتی کونسل میں اتفاق رائے نہیں پایا جاتا ہے''۔

شیخ صاحب کا یہ بیان اپنی نوعیت کا انوکھا اور بے حد دلچسپ بیان ہے اس لئے کہ شراب بندی پر اسلامی مشاورتی کونسل کے ارکان کے اختلاف رائے کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس ادارے کے بعض معزز اراکین شراب بندی کے خلاف ہیں۔ جب اتنے واضح مسئلہ پر اس کونسل کا یہ حال ہے تو آگے چل کر اور تر قانون اور آئینی مسائل پر کیا ہوگا، اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ گناہ وثواب کا تصور اسلام میں انسان کی معاشرتی اخلاقی اور معاشی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ شراب نہ صحت کے لئے مفید ہے اور نہ مالی اعتبار سے سود مند۔ شراب کی ممانعت کے لئے یہی دو دلیلیں کافی وشافی ہیں۔ تعجب ہے اسلامی مشاورتی کونسل میں اس پر کیسے اتفاق رائے نہ ہو سکا شاید ایسے ہی مواقع کے لئے کہا گیا ہے:

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

نہ جانے کس قدر افسوسناک ہے مدیر جنگ کا تبصرہ۔ اتنا ہی مسرت انگیز ہے افسوس کہ یہ ہے مشاورتی کونسل کا

---

(۱) جناب عتیق رحیم صاحب کی طرف منسوب مراسلہ جنگ کی ڈاک میں بھی شائع ہوا ہے۔ نیز مرکزی جمعیت علماء اسلام نے اپنا ترجمان ''ہفت روزہ جمعیت'' مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۴ء میں اس کا شذرہ نمبر ۲ میں کارڈ بانٹنا کارکنوں کے ساتھ اسے شائع کیا ہے۔ ۔۔۔ رائیاں تھے کہ کارکنوں اور تصویر کے ذریعہ پروپیگنڈہ ''سنتوں'' کا شعار ہے یا نئی قسم کے اسلام پسندوں کا۔ اہل حق کا اتحاد تو خیر دیوانہ ہوا یا ہوائی۔ ہم تو اس حلقہ سے بیزار ہے مگر جمعیت علماء اسلام نے اس وزنی ہتھیار کا رخ کیونکر کیا۔ خیال ہوا کہ اسلام کی آواز بلند کرنے کے لئے حضرات اہل اتحاد کے ذریعہ بھی ان چھپ چھپائے آلات اور اوچھے ہتھیاروں کی ضرورت مسلم ہے۔ اگلی بات یہ ہے کہ کسی صاحب دیوانے منہ اور نوٹے قلم سے بھی اس پر تکفیر کی توفیق نہ ہوئی۔ یہی کیفیت دوسری جمعیت کے بعض حامی پرچوں کی ہے۔ کاش ہمارے یہ بزرگ اسلامی سیاست اور اسلامی حکومت کا کوئی پختہ نمونہ پیش کرتے۔ پندرہ اضلاع، نصرت اور جسارت وغیرہ کی نانی علماء کرام اور ان کے تابعین خلاص شان سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں یہ سب کچھ آج کی گندی سیاست کے پیدا کئے ہیں۔

کارنامہ انجام دیا۔

دین اسلام کی وہ ضروریات جن کا علم وعقیدہ وعمل ہر کلمہ گو مسلمان پر فرض ہے مثلاً پانچ نمازیں، ماہ رمضان کے روزے، زکاۃ، حج بیت اللہ جس طرح یقینی قطعی ہیں اور دین اسلام کے بنیادی مسائل ہیں۔ ہر مسلمان پر ان کا جاننا بھی فرض اور عمل کرنا بھی فرض ہے، اسی طرح شراب، جوا، سود، زنا، چوری وغیرہ وغیرہ کی حرمت بھی یقینی وقطعی ہے، ہر مسلمان کو اس کی حرمت کا علم ہونا اور اس کی حرمت پر عقیدہ رکھنا فرض ہے اور اس سے بچنا واجب ہے۔

کون نہیں جانتا کہ بہت سے حلال وحرام کے مسائل اسلام کے تشریعی نظام میں تدریجی طور پر نافذ ہوئے ہیں، قطعی حرمت سے پہلے کچھ اشارات ہوئے ہیں، اس کے بعد قطعی تحریم نازل ہوئی، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حساس طبیعتوں میں شراب نوشی کی قباحتیں خود بخود آگئیں اور بحثیں شروع ہوگئیں اور بعض فوائد شمار کرنے لگے اور بعض مضار ونقصانات بتلانے لگے اور سوالات شروع ہوئے۔ چنانچہ سورہ بقرۃ کی آیت میں ارشاد ہوا ہے:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ [البقرۃ:۲۱۹]

وہ آپ سے شراب وجوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان دونوں کا گناہ فائدہ سے بہت زیادہ ہے۔

چنانچہ اس سوال کے جواب میں صاف صاف بتلادیا کہ بے شک ان میں کچھ منفعتیں بھی ہیں لیکن بڑا گناہ ہے اور گناہ نفع سے بہت بڑا ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد ہی محتاط طبیعتیں شراب نوشی کی عادت سے دستبردار ہوگئیں، کسی موقع پر نماز مغرب باجماعت ہورہی تھی، امام سورہ کافرون میں نشہ کی حالت میں "لا اعبد ما تعبدون" کی جگہ "اعبد ما تعبدون" پڑھ گیا ظاہر ہے کہ مقصد بالکل معکوس ہوگیا اور شرک سے اظہار برأت کی جگہ شرک کی دعوت بن گئی فوراً آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ [النساء:۴۳]

اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی مت جاؤ جب تک سمجھنا لو جو کچھ تم کہتے ہو۔

اس حکم سے مزید ناپسندیدگی کا اظہار ہوگیا لیکن ابھی تک حرمت کا صاف اعلان نہیں ہوا تاہم بہت سے حضرات نے شراب نوشی بالکل چھوڑ دی اور جو مبتلا رہے انہوں نے بھی عصر اور مغرب کی نمازوں کے بعد اس لئے

لڑکے کو دی کہ نماز کا وقت قریب ہوتا ہے۔ بہرحال یہ صاف صریح اشارات اور قرائن تھے کہ عنقریب حرمت کا اعلان ہونے والا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں آیتوں کے نازل ہونے کے بعد بہت بے تابی سے کہتے تھے:

"اللهم بين لنا في الخمر بياناً شافياً"(۱)

اے اللہ! شراب کے بارے میں فیصلہ کن حکم نازل فرما دیجیے۔

مگر چونکہ عرب میں شراب کا رواج انتہا کو پہنچا ہوا تھا دفعۃً ممانعت کرنا مخاطبین کی عادت کے لحاظ سے آسان نہ تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ شانہ نے نہایت ہی حکیمانہ انداز میں اول اشارے کر کے فطرت بنا دی گویا زمین پوری طرح ہموار کر دی، دین اسلام کا یہ حکیمانہ تدریجی نظام نفسیاتی اعتبار سے کتنا عجیب ہے، بالآخر سورہ مائدہ میں جو قرآن کی ترتیب نزول سے آخری سورت ہے قطعی ممانعت کا حکم اس عجیب وغریب وموثر انداز سے جس میں ام الخبائث کی حرمت وممانعت کی حکمت اور اس کی گندگی کا درجہ سب کچھ بیان کر دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ. وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ [المائدۃ:۹۲]

اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے بالکل بچتے رہو تاکہ تم کو فلاح ونجات ہو۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم میں شراب وجوئے کے ذریعہ بغض وعداوت ڈلوا دے اور روکے تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے، کیا اب تم باز نہیں آؤ گے۔ اللہ ورسول کی اطاعت کرو اور (مخالفت سے) ڈرتے رہو، پھر تم (اب بھی) اعراض کرو گے تو ہمارے رسول نے تو صرف حکم پہنچا دینا ہے۔

دیکھئے اس آیت کریمہ میں شراب کی حرمت کس موثر انداز سے بیان فرمائی ہے کسی حرام ومنع چیز کی حرمت کا اعلان اس انداز سے نہیں کیا گیا اور ساتھ ہی ساتھ ممانعت کی علت وحکمت بھی دی، دنیوی دینوی دونوں پہلو سے بیان فرما دی، کسی تشریح وتفہیم کے بغیر صرف ترجمہ سمجھ کر اس آیت کو بار بار پڑھئے اور سوچئے کہ کتنا جامع وموثر بیان اختیار کیا گیا ہے، آیت کریمہ جن نکات پر مشتمل ہے ذیل میں اجمالاً اس کا ذکر کیا جاتا ہے:

① خمر یعنی شراب کی شناعت وقباحت کو محسوس کرانے کے لئے انصاب وازلام سے ساتھ ہی ساتھ ان کا ذکر کیا گیا جن کی قباحت جس طرح واضح ہے ٹھیک اسی طرح شراب نوشی کی شناعت بھی جلی ہوتی ہے۔

---

(۱) کنز العمال، مسند عمر رضی اللہ عنہ، حد الخمر ج:۵ ص:۶۹۲، ط: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

① رجس گندی چیز ہے قابل نفرت ہے ہر عقلمند کو نفرت کرنی چاہئے۔

② شیطانی عمل ہے اس میں خیر کا نام تک نہیں نہ ہی خیر کی توقع رکھنی چاہئے۔

③ جب اتنی بری اور قبیح چیز ہے تو اس سے اجتناب چاہیے اس کے قریب بھی نہ جانا چاہیے۔

④ تمہاری فلاح دارین وبہبودی ہر پہلو سے اس سے بچنے پر موقوف ہے۔

⑤ خمر ومیسر کے ذریعے شیطان مومنین کے قلوب میں بغض وعداوت پیدا کرتا ہے جن قلوب میں انتہائی محبت ومودت ہونی چاہیے شیطان اس کے ذریعے اس کو ختم کرنا چاہتا ہے۔

⑥ شراب نوشی اور جوئے کے سبب اللہ تعالیٰ کی یاد جو مسلمان کے لئے سب سے بڑی دولت ہے اس سے محرومی ہوتی ہے۔

⑦ نماز جیسی نعمت جو ایمان کی سب سے بڑی علامت ہے اور دین کی عمارت کا بنیادی ستون ہے اس سے شرابی غافل ہو جاتا ہے۔

⑧ اتنی محسوس وواضح برائیوں کے بعد کیا ایمان والے شراب نوشی سے باز نہیں آئیں گے؟

کیا کوئی عاقل ان خرابیوں کے بعد اس معصیت کے ارتکاب کی جرأت کر سکتا ہے؟

⑨ کل "انما" قواعد بلاغت کی رو سے اس لئے لایا گیا کہ ان حقائق کے بدیہی ہونے کا دعویٰ کیا جائے یعنی کسی عاقل کو شک وشبہ کی گنجائش ان میں نہیں یہ حقائق اتنے یقینی ہیں کہ ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہیں، پھر اس حکم کے آخر میں اللہ ورسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا تاکہ حجت پوری کر دی جائے کہ ان احکام کا ماننا فرض ہے پھر آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا اتنی صاف صریح ہدایات واحکام پر بھی اگر عمل نہ کریں تو پیغمبر اسلام کا تبلیغی فریضہ پورا ہو گیا۔

غور فرمایئے کہ حرمت کے اعلان کے لئے کتنا مؤثر وجامع طرز اختیار فرمایا گیا ہے ان حقائق کے بعد کتنا احمقانہ خیال ہے اور کتنا جاہلانہ تصور ہے کہ یہ کہا جائے کہ قرآن کریم نے نہ تو صریح حرام کا لفظ استعمال کیا ہے اور نہ ہی ان محرمات کا جہاں ذکر ہے وہاں بیان کیا ہے، اثم، رجس، اجتناب، انتہاء، عمل شیطان، سبب بغض وعداوت، نماز وذکر اللہ سے غفلت کا باعث وغیرہ وغیرہ تعبیرات سے کیا ایک لفظ حرام زیادہ مؤثر ہو سکتا ہے؟ کیا کسی چیز کی ممانعت کی ایک ہی تعبیر ہو سکتی ہے کل کو زنا کے بارے میں بھی کہا جائے گا کہ حرام کا لفظ کہاں ہے وہاں تو صرف "لا تقربوا الزنا" کا حکم ہے وغیرہ وغیرہ کیا اس قسم کے خرافات علمی دلائل کے سامنے کچھ وقعت رکھتے ہیں، بعض خود پڑھے اونچے منصب داروں سے میں نے خود سنا ہے کہ جس چیز میں حکومت کا انسداد ہو یا خارجی سیاست کا تقاضا ہو اس پر پابندی نہیں لگائی جا سکتی، انا للہ وانا الیہ راجعون، کیا ایسی باتیں بھی تبصرہ وتفسیر کی محتاج ہیں۔

افسوس کہ ایسا دور آ گیا ہے کہ آج دین اسلام کے مسلمات دین محمدی کے مہمات اور ضروریات

وقطعیت شریعت اسلامیہ کے محاسن وکمالات بھی محل شبہات بن گئے، کیا ہماری اس اسلامی مملکت کے ارباب حل وعقد اور مشاورتی کونسل کے اراکین شعائر اسلام اور مسلمات دین میں اسی طرح اختلاف کرتے رہیں گے؟ اس کا حاصل تو یہی رہا کہ مسلمات میں شکوک پیدا کر کے فیصلہ شدہ احکام کو مجروح کر دیا جائے، کرنا کیا چاہئے تھا اور کر کیا رہے ہیں؟ کیا شراب جیسی چیز جس کی حرمت دین اسلام کی قطعیات میں داخل ہے جس کی خرابیوں ونقصانات پر امریکہ والندن میں کتابیں ومقالات لکھے جا رہے ہیں، جس کے ضرر ونقصانات سے کافر بھی تنگ آ گئے ہیں اس الخبائث کی حلت پر غور کیا جا رہا ہے؟ خدارا! اسلام پر رحم کیجئے، آپ کو اگر پینا ہے تو پیتے رہیے لیکن حرام کو حلال تو نہ بنائیے اور فسق سے نکل کر کفر کے دائرہ میں تو نہ آیئے، اور دین دونیا کے دونوں وبال سے بچیے۔

[جمادی الاولی ۱۳۸۴ھ]

ہر کسے را بہر کارے ساختند

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال بینما النبی صلی الله علیه وسلم فی مجلس یحدث القوم جاءه اعرابی فقال: متی الساعة؟ فمضی رسول الله صلی الله علیه وسلم یحدث، قال: این السائل عن الساعة؟ قال: ها انا یا رسول الله! قال: اذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة فقال: کیف اضاعتها؟ قال: اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة.(۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں تشریف فرما تھے حدیث بیان فرما رہے تھے، ایک اعرابی (دیہاتی) آیا پوچھا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ حدیث بیان کرنے میں مشغول تھے، جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ قیامت کا سوال کرنے والا کہاں ہے؟ سائل نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ میں حاضر ہوں فرمایا: جب امانت (الٰہی) ضائع ہو جائے، قیامت کا انتظار کرو۔ سائل نے دریافت کیا کہ امانت کیونکر ضائع ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب معاملات نااہلوں کے سپرد ہوں قیامت کا انتظار کرو۔

دیکھئے کیسا عجیب سوال وجواب ہے اور کتنا واضح وصاف بیان ہے اور کیسی روشن علامت بیان فرمائی ہے، دنیا کا نظام اسی طرح چلتا ہے کہ جو شخص جس کام کے لئے موزوں ہو اس کے لئے اسی کا انتخاب کیا جائے، صدر مملکت سے لے کر چپڑاسی تک چوکیدار تک غور کر لیجئے، یہی قانون فطرت کارفرما ہے، یہی معقول وموزوں زندگی کا نظام ہے، دنیا کا صحیح نظم اسی وقت تک قائم رہے گا جب تک اس قدرتی وطبعی اور عقلی قانون پر عمل کیا جاتا رہے گا، جب اس قانون کے خلاف کیا جائے گا نظم ونسق میں خلل واقع ہوگا، حکیم وطبیب کا کام انجینئر کے کسی نے سپرد نہیں

---

(۱) صحیح البخاری: کتاب العلم، باب فضل العلم ج: ۱ ص: ۱۴، ط: قدیمی

کیا، کسی منطقی و فلسفی یا ریاضی کے استاذ کو فقہ و حدیث کا درس کسی نے حوالہ نہیں کیا، کسی ادیب یا شاعر کو وعظ و خطبہ کا درس حوالہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح میدان جنگ میں قیادت افواج کا کام کسی فلسفی مفکر کے کسی نے حوالہ نہیں کیا "ہر کسے را بہر کارے ساختند" مثل مشہور ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کبار میں بھی یہ علاحیتوں کا تنوع و اختلاف واضح تھا جو کام حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کا تھا ابوذر غفاری سے نہیں لیا گیا۔ یہ جامعیت کہ ہی تو صرف حضرت خاتم الانبیاء سید المرسلین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات میں تھی پروفیسر مائیکل ہارٹ نے اسی عبقریت کا مذکرہ کرتے ہوئے لکھا تھا اور سارے کمالات علمیہ و عملیہ آپ کی ذات گرامی میں جمع کر دیئے تھے، آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔

ان حقائق کی روشنی میں ذیل خبر ملاحظہ فرمائیے:

"اسلام کی تعبیر و تشریح کی ذمہ داری کسی مخصوص گروہ کو نہیں سونپی جا سکتی"۔

وزیر قانون شیخ خورشید احمد کی تقریر:

پشاور ۱۲ اکتوبر (اپ پ اپ پ) مرکزی وزیر قانون شیخ خورشید احمد نے آج ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے ممبروں کو خطاب کرتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں کہا:

"اسلام کی تعبیر و تشریح کا کام کسی ایک مخصوص گروہ کو نہیں سونپا جا سکتا اس لئے یہ ذمہ داری قانون سازوں کے سپرد کی گئی ہے جو منتخب نمائندوں کی حیثیت سے عوام کے ضمیر کے نگہبان اور محافظ ہیں"۔

تعجب کی کیا بات ہے! اب بھی اگر قیامت کے قرب کا آپ کو یقین نہیں آئے تو کب آئے گا، وزیر قانون کے بارے میں سنی سنائی باتوں کی بنا پر ہمیں عقیدت تھی کہ اس دور میں اور موجودہ انتظام میں ان کا جو وہ پھر بھی غنیمت ہے لیکن افسوس "خود نخود بود آنچہ با پندار قسمت" قرآن کریم اور احادیث نبویہ جو دین اسلام کے دو بنیادی ستون ہیں ان کے حقائق اور فقہی مسائل کے استنباط کے لئے تو کہ رحمۃ میں بھی چند خاص خاص شخصیتیں متعین تھیں، عام صحابہ کی دسترس سے بھی یہ حقائق بالاتر تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت قرآن کریم میں اپنی رائے سے کوئی بات بیان کرنے سے گھبرایا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

"ای سماء تظلنی وای ارض تقلنی اذا قلت فی کتاب اللہ برأیی"(۱)

کس آسمان کے زیر سایہ و کس روئے زمین پر میں رہوں گا جب اللہ کی کتاب میں اپنی رائے کو دخل دیئے بیٹھوں گا۔

---

(۱) الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی، النوع السادس والثلاثون فی معرفۃ غریبہ ج: ۱ ص: ۳۰۴، ط: بیروت، البرہان فی علوم القرآن للزرکشی، فی معرفۃ غریبہ ج: ۱ ص: ۲۹۵، ط: دار المعرفۃ بیروت، کنز العمال، فصل فی حقوق القرآن ج: ۲ ص: ۴۴۵، ط: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

قرآن کریم واحادیث نبویہ وفقہ اسلامی میں جن کی زندگیاں گذری ہیں اگر وہ ان کا حق ادا کرسکیں تب بھی غنیمت ہے لیکن اگر یہ مخصوص گروہ بھی اس عظیم کام سے علیحدہ کردیا جائے تو پھر کیا رہے گا؟ کارِ حفلاں تمام خواہد شد۔

آخر جب کوئی حکومت قانون بناتی ہے یا قانون کی تعبیر وتشریح میں کوئی اختلاف ہوجاتا ہے تو ماہرین قانون ہی کی خدمات حاصل کرتی ہے؟ تو اگر انسانی دماغوں کے ساختہ پرداختہ قوانین کی تعبیر وتشریح کے لئے ماہرین کی ضرورت ہے تو احکم الحاکمین کے قوانین کے لئے ماہرین قانون اسلامی سے کیوں کر استغنا ہوسکتا ہے؟

میں اس سلسلہ میں لائق احترام وزیر قانون موصوف کو چند قطعی اور یقینی امور کی طرف متوجہ کرنا اور اس کے بعد چند اہم سوالات کرنا چاہتا ہوں امید ہے کہ موصوف ان امور پر توجہ فرمائیں گے اور ان سوالات کے جوابات ایک بیان کی صورت میں دیں گے:

① تیرہ سو سال سے امت کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ اسلام اتنا کامل واکمل اور ایسا واضح وروشن مذہب ہے کہ وہ کسی کی تعبیر وتشریح کا محتاج نہیں، اسلام کی تعبیر وتشریح کا کام اور اس کام کو کسی کے سپرد کرنے کا سوال صرف انہی لوگوں کی زبان پر آتا ہے جو اسلام کو اپنی اغراض وخواہشات کے ڈھانچہ میں ڈھالنا چاہتے ہیں ورنہ امت مسلمہ تو تیرہ سو سال سے بغیر کسی کی تعبیر وتشریح کے علی وجہ البصیرت اسلام کو جانتی پہچانتی اور اس کے احکام پر عمل کررہی ہے۔

② ایسے جزئی حوادث ومسائل جو زمانے کے ساتھ بدلتے اور نو بنو وجود میں آتے رہتے ہیں ان کے متعلق اسلام کا قطعی اور اساسی اصول شارع علیہ السلام والسلام نے حسب ذیل بیان فرمایا ہے:

عن عبیؓ قال : قلت یارسول اللہ ! ان نزل بنا امر لیس فیہ امر ولا نہی فما تامرنی؟ قال: "شاوروا فیہ الفقہاء والعابدین ولا تمضوا فیہ رأی خاصۃ"(۱)۔

رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ موثقون من اھل الصحیح

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آئے جس میں کوئی واضح بیان (نص کتاب وسنت) موجود نہ ہو نہ امر (حکم) ہو نہ نہی (ممانعت) ہو ایسے مسئلہ کے بارے میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں (ہم کیا کریں)؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے مسائل میں تم فقہاء اور عبادت گذاروں سے مشورہ کیا کرو اور کسی بھی شخصی رائے سے ان کو طے نہ کیا کرو۔

سوال: لائق احترام وزیر قانون سے میں دریافت کرتا ہوں کہ:

(۱) المعجم الاوسط للطبرانی ج:۲ ص:۱۷۲، ط: دار الحرمین القاہرۃ۔
مجمع الزوائد ج:۱ ص:۲۱۷، ط: دار الفکر بیروت

رحمت میسر آتی ملعون زندگی ملعون معاشرہ اور ظلم وستم کی گرم بازاری یک قلم ختم ہو جاتی اور حق تعالیٰ کے ارشاد:

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ [الاعراف:۹۶]

اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان وزمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

کے مطابق برکات وتجلیات کا ظہور ہوتا اور ہر طرف اسلام کے روح پرور نظارے سامنے آتے۔

مگر ہم شاہراہ نعمت کے راستہ کو چھوڑ کر خدا فراموش قوموں کے راستے پر چلے قرار دادِ مقاصد اور پھر ۱۹۵۶ء کے دستور میں فیصلہ ہوا تھا کہ ملک کا قانون کتاب وسنت کی مطابق ہوگا یہ آج تک اس وعدہ کے ایفاء کی توفیق ہوئی؟ یہاں حکومتوں پر حکومتیں بدلیں کئی حکمران آئے اور گئے مگر ان سب میں قدر مشترک یہ تھی کہ ہر حکمران اپنے دور اقتدار میں اس سے پہلو تہی کرتا رہا اور اس کے نتائج ہمارے سامنے آتے رہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ ہمارا ملک تجارت کی لائن میں کچھ آگے بڑھا زراعت نے شعبہ میں کچھ ترقی ہوئی، زمیندار اور متوسط طبقہ کے کچھ لوگ مالدار ہو گئے، کچھ چھوٹے پیزیوں کے کمین بنگلہ نشین ہو گئے، کچھ بے روزگار افراد کو نوکری اور روزگار مل گیا مگر کیا کسی اسلامی حکومت کا اہم کارنامہ بس یہی ہے جس پر فخر کیا جائے۔

اسلام کو چھوڑ کر مادی اسباب اختیار کرنے کا خمیازہ

دین کو چھوڑ کر ہمارے یہاں مادی ترقی کے لئے جو راستہ اختیار کیا گیا وہ ہلاکت وبربادی اور فساد وخون ریزی کی مہیب وتاریک وادیوں پر جا کر ختم ہوا، مال ودولت کی اندھی محبت، استحصال کے غلط طریقوں، متمول طبقہ کی ستم رانیوں، دولت کی غیر منصفانہ تقسیم اور ہمارے بزرجمہروں کی مصنوعی منصوبہ بندی نے معاشرے میں زمین وآسمان کا معاشی تفاوت پیدا کر دیا اس کے ردعمل میں طبقاتی کشمکش پیدا ہوئی جس نے بالآخر مہیب، بھاشانی اور بھٹو کی شکل اختیار کی اور دیکھتے ہی دیکھتے قوم کے امن وسکون کو نذر آتش اور ملک کو سنگین بحران سے دوچار کر دیا، ہماری فہم وفراست کو داد دینی چاہیے کہ ہم تباہی کے اسی راستے پر اب تک دوڑے چلے جا رہے ہیں اور کسی کو یہ سوچنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ ہماری غلط روی کا نقطۂ آغاز کیا ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا؟

ہم تو یہ سمجھتے ہیں اور ایسا سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر ہمارے ملک میں موجودہ دنیا کی چہل پہل نہ بھی ہوتی، عصر حاضر کے تمدن کی یہ رعنائیاں اور عقل فریبیاں نہ بھی ہوتیں، یہ بڑے بڑے بینک، یہ بڑے بڑے کارخانے اور انڈسٹریاں، یہ دیو قامت عمارات، یہ حسین وجمیل کاریں نہ بھی ہوتیں بلکہ یہاں صرف صحیح مسلمان ہوتے، صحیح اسلامی معاشرہ ہوتا، رشوت کی گرم بازاری نہ ہوتی، قتل وغارت کی بے رحمانہ وخونخوار وارداتیں نہ ہوتیں،

اختیار کر کے اس فتنہ کی حمایت کی جارہی ہے، جہاں جہاں اسلام پسند طبقوں نے اس طرح کا دھوکہ کھایا ہے آج وہاں نہ وہ اسلام پسند موجود ہیں اور نہ وہاں اللہ کا نام لینے والا کوئی ہوتی ہے، انگلو امریکی سامراج کے لائے ہوئے سرمایہ دارانہ نظام کی مخالفت اور معاشی انصاف اور عدل عمرانی کے قیام کے لئے اسلام کا لفظ اختیار کرنا کوئی دوائی ہے اگر اس پرفریب اصطلاح سے کلی طور پر اجتناب نہ کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ ملحد و بے دین طبقہ اسلام کی آڑ لے کر ماؤزے تنگ کا لادینی نظام قائم کر لے گا ہماری نظر میں یہ مسئلہ صرف پاکستان ہی کی موت و زیست کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس ملک میں اسلام کی بقاء اور عدم بقاء کا مسئلہ بھی ہے، اس لئے سوشلزم اور اسلامی سوشلزم کی مخالفت ہمارا ایمان ہے اور جس طرح سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے اسی طرح سوشلزم اور اسلامی سوشلزم کے خلاف جہاد کرنا بھی وقت کا سب سے بڑا فریضہ ہے، اس فتنہ کی سرپرستی خواہ کوئی فرد کرے یا کوئی جماعت اور گروہ دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سنی، مقلد اور اہل حدیث سب کو مل کر اس لادینی فتنہ کی مخالفت اور اس کے خلاف جہاد کرنا ناگزیر اور ضروری ہے۔ والسلام

(مولانا) احتشام الحق تھانوی

[رجب / مرجب ۱۳۸۹ھ۔ اکتوبر ۱۹۶۹ء]

نعمت خداوندی پاکستان اور اس نعمت کا شکر ادا کرنے کا طریقہ

اس حقیقت کا اظہار بار بار کیا گیا کہ مملکت خداداد پاکستان حق تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے، جو شدید و مدید ابتلاء کے بعد عطا ہوئی ہے، قانون الٰہی یہ ہے کہ اگر نعمت کا شکر ادا کیا جائے تو نعمت میں روز افزوں ترقی ہوتی ہے اور ناشکری پر زوال ہی کا نہیں بلکہ انتقام کا بھی خطرہ لاحق رہتا ہے۔ جو فرد یا قوم کسی نعمت کے استعمال اور اس کا شکر ادا کرنے میں نااہل ثابت ہو اس سے نہ صرف یہ کہ وہ نعمت سلب کر لی جاتی ہے بلکہ اس بے قدری نعمت پر اسے ذلیل و رسوا بھی کیا جاتا ہے:

﴿وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ [ابراھیم: ۷]

اس نعمت الٰہی کا شکر یہ تھا کہ یہاں ایک خدا ترس اور صالح حکومت قائم ہوتی جو ملک و ملت کی بے نوث خدمت انجام دیتی، قانون الٰہی کے سایہ رحمت میں یہاں ایک صالح معاشرہ تشکیل پاتا جو اقوام عالم کے سامنے اسلام کے مثالی معاشرہ کا نمونہ پیش کرتا، یہاں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کو نافذ کیا جاتا جو اس کائنات کے لئے حق تعالیٰ کی آخری نعمت، انسانی رحمت نجات و فلاح کا آخری پیغام اور سعادت دارین کا واحد راستہ ہے، ہماری عدالتیں عدالت نبوت سے منور ہوتیں، قانون الٰہی کے سایہ رحمت تلے پوری قوم چین کی زندگی بسر کرتی، فوج ہو یا پولیس، دفتر ہو یا کان، کارخانہ ہو یا تجارت ہر طرف اسلامی قانون کے انوار جگمگاتے، قلب کو سکون اور دماغ کو

جمعیت علماء اسلام کے اجلاس منعقدہ ملتان میں اس امر کا اعلان کیا گیا تھا کہ اب پاکستان بن جانے کے بعد اسلامی خطوط پر اس کی تعمیر کا مسئلہ ہے، لہٰذا کانگریسی اور غیر کانگریسی کا امتیاز ختم کر دینا چاہئے حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری نے مجھے جمعیت علماء اسلام کا ناظم اعلیٰ مقرر فرمایا تھا مگر میں نے بعض وجوہ کنارہ کشی کا فیصلہ کر لیا تھا اس لئے بار بار اصرار کے باوجود میں نے مولانا احمد علی صاحب لاہوری سے معذرت ظاہر کر کے معافی مانگ لی تھی، اگر کانگریسی اور غیر کانگریسی کی تفریق میرے گوشۂ خیال میں ہوتی تو دستوری نکات ترتیب دینے کے سلسلہ میں ہر مکتب فکر کے علماء کے اجتماع میں مولانا احمد علی صاحب لاہوری اور مولانا محمد علی صاحب جالندھری، مولانا محمد یوسف صاحب بنوری اور مولانا مودودی صاحب کو کیوں شریک کرتا وہ اجتماع میری اور صرف میری رائے سے ہوا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ تعمیر پاکستان کے مسئلہ میں کانگریسی اور غیر کانگریسی کا امتیاز کبھی میرے وہم وگمان میں بھی نہیں رہا۔

سابق صدر ایوب خان نے اپنی خانہ ساز کتاب میں پاکستان کی مخالفت کے سلسلہ میں جن کانگریسی علماء کا اور مولانا مودودی صاحب کا تذکرہ کیا ہے وہ بھی میری نظر میں خلاف واقعہ اور بے بنیاد ہے جس کا اظہار میں نے بارہا اپنی تقریروں میں کیا ہے، کیونکہ کانگریسی علماء کا اختلاف جس فارمولے پر مبنی تھا وہ مسلمانوں کے مستقبل کے اعتبار سے محفوظانہ اور ان کے نقطۂ نظر سے نیک نیتی سے متعلق تھا اور مولانا مودودی صاحب نے تحریک پاکستان کی جس قیادت پر عدم اعتماد کا اظہار کیا تھا وہ بھی بےجا یا دور از واقعی نہ تھا اور اگر پاکستان قرآن وسنت کی حکومت قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو تو تحریک پاکستان سے اختلاف کے اسباب اور وجوہ غلط نہیں قرار دیئے جا سکتے، اگر اسلامی حکومت کے نصب العین میں پاکستان کامیاب ہو جاتا ہے تو تحریک پاکستان سے متعلق تمام اختلافات کو بے بنیاد غیر صحیح اور توہمات کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ پھر خاصیانہ کا الزام میری طرف سے اس وقت صحیح ہوگا جب میں جمعیت علماء اسلام کا دعویدار ہوتا، مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے وصال سے پچھلے روز قبل علالت کی حالت میں عمرہ کے لئے جاتے ہوئے غریب خانے پر تشریف لا کر فرمایا تھا کہ میری انجمنی خواہش ہے کہ آپ جمعیت علماء اسلام کو سنبھالیں۔ میں نے اس وقت نہایت ادب سے عرض کیا تھا جی بہتر ہے۔

پھر مولانا غلام غوث ہزاروی اور مفتی محمود صاحب دونوں حضرات نے مولانا عبداللہ صاحب درخواستی کا استخارہ بیان کرتے ہوئے مجھے جمعیت علماء اسلام کے لئے فرمایا میں نے معذرت پیش کر دی تو ایسی صورت میں میری طرف سے قبضہ خاصیانہ کا الزام دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مجھے نہ کانگریسی علماء سے اختلاف ہے ورنہ جمعیت علماء اسلام کی موجودہ قیادت سے بلکہ اصل اختلاف اس عالمگیر دراسلام کش فتنہ سے ہے جو کمیونزم اور سوشلزم کے نام سے ہمارے ملک میں سر اٹھا رہا ہے اور جمعیت علماء اسلام کے پیٹ فارم سے یا اس کے اخبار ترجمان اسلام سے اسلامی سوشلزم کی پرفریب مگر مہلک اصطلاح

عظمت و احترام کے بھی مدعی ہیں جو تحریک پاکستان کے مسئلہ میں اختلاف کے باوجود ان اکابر امت کے لئے میرے دل میں جگہ رکھتے ہے۔

اخبار جہاں کے انٹرویوں کی نوبت یہ ہوئی کہ ۱۲ جون بروز جمعرات صبح دس بجے اسلامیہ کالج ریلوے میں طلبہ کی جانب سے میرے اعزاز میں ایک جلسہ تھا اور یہ تاریخ ایک ہفتہ پہلے سے میری ڈائری میں درج تھی اتفاق سے اسی روز بعد عصر ایک روز پہلے اخبار جہاں کے دفتر سے فون آیا کہ اس کے نمائندے کل صبح انٹرویو لینے کے لئے آنا چاہتے ہیں میں نے ڈائری کا پروگرام دیکھ کر بتادیا کہ اس وقت مجھے اسلامیہ کالج کے جلسہ میں جانا ہے اگر آپ آنا چاہیں تو ۹ بجے صبح آجائیں لیکن اخبار جہاں کے نمائندے ساڑھے نو بجے کے بعد میرے پاس پہنچے انٹرویو دینے والے پندرہ بیس منٹ ہی گذرے تھے کہ اسلامیہ کالج کے طلبہ مجھے لینے کے لئے آگئے میں نے اخبار جہاں کے نمائندے سے معذرت کی کہ اس وقت آپ تشریف لائیں تو دوبارہ باقی حصہ میں مکمل کرادوں گا کہنے لگے نہیں مانے اور کہنے لگے کہ آپ میرے چند سوالات کے جوابات ہاں یا نہیں میں مختصر سے لکھتے جائیں میں انہیں اپنے اخبار میں چھاپ کر لکھنے والوں کا، چنانچہ ان سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ جمعیت علماء اسلام مغربی پاکستان کے موجودہ عہدے دار کیا پاکستان کی تحریک میں شامل تھے میں نے جواب دیا نہیں۔ بلکہ ان حضرات کو تحریک پاکستان سے اختلاف تھا اور اسی اختلاف کی بنا پر مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت علماء اسلام کی تشکیل فرمائی تھی۔ دوسرا سوال یہ تھا کیا مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی افتائی ذمہ داری نہیں نبھا رہے وہ میدان میں آکر نظریہ پاکستان کی حفاظت کریں؟ میں نے جواب دیا بے شک یہ افتاء کی ذمہ داری ہے مولانا ظفر احمد عثمانی جو مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی اور ہم عصر ساتھی ہیں انہیں اس میں بحث کرنی چاہیے۔ یہ وہ مکمل جوابات ہیں جن کا چھپا ہوا انٹرویو ترتیب دینے والے صاحب نے اپنے الفاظ اور اپنی عبارت میں دیا۔ خاصا بڑا قصہ کانگریسی علماء، پاکستان دشمن وغیرہ جیسے الفاظ پانچ سال کے عرصہ میں کبھی کسی نے میری زبان سے نہ سنے ہوں گے اور نہ میں ایسی تعبیر کا عادی ہوں۔

تحریک پاکستان سے اختلاف کی وضاحت چند کے مسئلہ میں نظر بندی سے رہائی کے بعد لاہور کے استقبالیہ کی تقریر میں کر چکا ہوں جس کی صدارت شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب نے کی تھی اور اس میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بھی شریک تھے اسی طرح کی وضاحت ۱۹۴۱ء پہلے پروفیسر غفاری خان کی ایک تقریر میں بھی کر چکا ہوں جس کی بنا پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض متوسلین نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ میں اپنے بیانات تحریر میں کر شائع کرادوں کانگریسی علماء، قبضہ علماء الفاظ بھی میرے نہیں ہیں جانے کیوں میرے یعنی یہ کہ یہ حضرات تحریک پاکستان سے اختلاف رکھتے تھے پھر پاکستان بننے کے بعد ان حضرات نے جمعیت علماء اسلام کی تنظیم کو اپنایا ہے۔

مولانا احتشام الحق صاحب نے تو کیا "اخبار جہاں" میں ایک اشتہار چھپوا کر وہ اختلاف جس نے دراصل اختلاف کی خلیج کو وسیع بنا دیا تھا، جمعیۃ علماء اسلام کی شوریٰ کا اجلاس لاہور میں ہو رہا تھا۔ وہ بیان سر منڈتے ہی مولانا مفتی محمود صاحب نے کیفیتوں پر گفتگو کے اس بیان کے بارے میں دریافت کیا کہ آخر کیا مولانا احتشام الحق صاحب نے یہ بیان دیا ہے تو ہم اس کا جواب تفصیل دیں۔ مولانا موصوف اس کی تردید فرما دیں۔ اس وقت میں نے مولانا احتشام الحق صاحب سے ٹیلیفون پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن مولانا سے رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ تاہم میں نے جمعیۃ علماء والوں کی طرف سے بیان دینے سے گریز کیا۔ اس کے بعد مولانا احتشام الحق صاحب خود آپ کے پاس پریس کانفرنس ہوئی اور ان کے بیان کا اثر آیا تو ہم نے محسوس کیا کہ ہمیں بھی اس کا جواب دینا چاہیے۔ اس لئے ان کی تردید میں ایک بیان میں نے تحریر کیا۔ میرا ذاتی خیال تھا کہ یہ بیان شائع نہ ہو تو بہتر ہو گا لیکن مفتی محمود صاحب کو یہ بات پسند نہ آئی اور انہوں نے فرمایا کہ جمعیۃ علماء اسلام کی اس توہین کی تردید ہونی چاہیے۔ اس لئے وہ بیان شائع کر دیا گیا۔ اس تردید میں ایک بات میں نے یہ بھی لکھی تھی کہ مولانا احتشام الحق صاحب کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنے ہی ساتھیوں کے بارے میں اس قسم کی زبان استعمال کریں۔ اس کے بعد مولانا احتشام الحق صاحب خاموش ہو گئے۔ اس لئے اب جب کہ بات ہوئی ہے تو وہ اصل بیان شائع کر دیا جائے۔ فی الحقیقت بعض بیانات ایسے ہوتے ہیں جو نہیں ہونے چاہئیں۔ مولانا احتشام الحق کا وہ مکتوب حسب ذیل ہے:

۲۲ جون ۱۹۷۹ء

محترم مکرمی قدر جناب محمد حسین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مشرقی پاکستان سے پندرہ روزہ دورے سے واپسی پر آپ کا مخلوف مراسلہ اور اشتہار دونوں میری نظر سے گذرے۔ اسی قسم کے پمفلٹ اور خطوط بھی اس سے پہلے مجھے موصول ہوئے تھے جن میں معاندانہ اور مفسدانہ انداز اختیار کیا گیا تھا اس لئے میں نے ان کو قابل اعتنا نہیں سمجھا اور خاموشی اختیار کی لیکن آپ کی تحریر سے اخلاص اور ادب کا انداز دیکھ کر میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو صورت حال سے مطلع کر دوں۔

اشتہار کے صفحہ ۳ پر صفحہ ۴ پر جو عبارتیں نقل کی گئی ہیں ان میں سے صفحہ ۴ کی عبارت کا تعلق مفتی محمد شفیع صاحب سے ہے اور میرے افکار و خیالات کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ صفحہ ۳ پر جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ اخبار جہاں نے اخبار نویسانہ اقتباس ہے جس میں الفاظ اور عبارت اخذ و جمع کے ترتیب دینے والے صاحب کے ہیں اور مفہوم تقریباً میرا ہے۔ الفاظ اور عبارت سے عام تاثر یہ ہوتا ہے کہ میں نے تحریک پاکستان سے اختلاف رکھنے والوں کو پاکستان کا دشمن قرار دیا جبکہ ان میں بعض حضرات مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر بھی شامل تھے اور دوسرا تاثر یہ ہوتا ہے کہ میں اس مسئلہ اختلاف کو آڑ بنا کر جمعیت علماء اسلام مغربی پاکستان کی مخالفت کرنا چاہتا ہوں حالانکہ یہ دونوں تاثرات بالکل غلط ہیں۔ اصل امر یہ ہے کہ میں اپنی فکر میں اپنی اور جمع کے بعض خلاف ہیں اور ان

اہم تدبیر ہے کہ اس معاہدہ کے ذریعے یہ راستہ روک دیا جائے اور لیبر یونین کو سوشلزم کے بجائے خالص اسلامی معاشی نظام کے جھنڈے کے نیچے لا کر کھڑا کر دیا جائے۔ ۵۰ لاکھ مزدوروں کو چند گمراہ لیڈروں کی گود میں کیسے چھوڑا جا سکتا ہے اگرچہ ان کی اپنی پرانی تنظیم ہے لیکن ان میں نفوذ کا بھی راستہ کھلا ہے، علاوہ ازیں یہ ان کی آخری رائے نہیں ہے۔ ۲۶ ستمبر کو سرگودھا میں شوریٰ کے اجلاس میں یہ مسئلہ پیش ہوگا ہو سکتا ہے کہ بجائے توثیق کے تنسیخ ہو جائے، دوسرے فریق کا خیال تھا کہ اصولاً یہ تو صحیح ہے کہ لیبر یونین کی اصلاح کی ضرورت ہے اور سیاسی اعتبار سے بھی یہ صحیح ہے لیکن طریقہ کار جو اختیار کیا گیا ہے غلط ہے ان کو اپنی جماعت میں آنے کی دعوت دینا چاہیے تاکہ وہ تابع ہو کر آئیں موجودہ صورت حال میں خطرہ ہے کہ علماء ان میں مدغم ہو کر اپنے مستقل وجود کو ختم کر دیں گے بہرحال یہ اختلاف رائے باقی رہا اور اس مسئلہ میں اتفاق نہ ہو سکا۔

میرے نزدیک فریقین کا اتفاق بے حد ضروری تھا اس لئے کہ اس میں شک نہیں کہ اس ظاہری اور غیر اصولی اختلاف رائے کو خود غرض عناصر ہوا دے کر اصولی اختلاف بنانے اور فتنہ انگیز عواقب و نتائج پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ میری رائے میں علماء کا اتحاد و اتفاق لیبر یونین کے معاہدے سے زیادہ قیمتی تھا، میرے نزدیک تو اگر کوئی ایک فریق اپنے محاذ کو چھوڑ کر دوسرے فریق کو ذمہ داری سپرد کر دیتا تو افتراق سے بدرجہا بہتر تھا، لیکن یہ آرزو پوری نہ ہو سکی تاہم جانبین ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے اور باہمی مباحثہ و گفتگو سے بہت سی غلط فہمیاں دور ہو گئیں اور حسب ذیل بیان مرتب کر کے فریقین کے دستخط ہو گئے بیان کا مسودہ یہ ہے:

کچھ روز سے بعض اخباری بیانات اور اسلام دشمن عناصر کی ریشہ دوانیوں سے جمعیت علماء اسلام کے رہنماؤں کے مابین جو اختلافات اور کشیدگی پیدا ہو گئی ہے اس کو دور کرنے اور باہم ایک دوسرے سے قریب کرنے کے لئے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا محمد یوسف بنوری صاحب، مولانا اطہر علی صاحب، مولانا عبدالحق صاحب حقانی اور مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی پر مشتمل ایک کمیٹی مفتی محمود صاحب اور مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب کی منظوری سے قائم کی گئی ہے، یہ کمیٹی مفاہمت اور مصالحت کے مذاکرات جاری رکھے گی امید ہے اس کمیٹی کے ارکان اور مفتی محمود صاحب و مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب نے بالاتفاق اعلان کیا ہے کہ مفاہمت کی گفتگو جاری ہے فریقین میں سے ہر ایک اپنے اپنے کام کو جاری رکھے ہوئے کسی دوسرے پر تقریروں میں یا اخباری بیانات میں حملے نہ کریں اور ہر فریق دوسرے کا احترام باقی رکھے۔

① مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
② مولانا محمد یوسف صاحب بنوری
③ مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی
④ مولانا مفتی محمود صاحب
⑤ مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب
⑥ مولانا عبدالحق صاحب حقانی اکوڑہ
⑦ مولانا اطہر علی صاحب کشور گنج مشرقی پاکستان۔

جمعیۃ علماء اسلام اور مولانا احتشام الحق تھانوی

۲ راگست ۱۹۶۹ء کو کراچی میں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی رہنمائی میں کل مرکزی جمعیۃ علماء اسلام کی جدید تشکیل وجود میں آئی، مشرقی پاکستان کی چند مشہور شخصیتیں بھی مندوبین میں شامل تھیں، ۲۴ راگست ۶۹ء کو سکھر میں وفاق المدارس العربیۃ کا اجلاس تھا اور سندھ کے تقریباً تیس چالیس مدارس دینیہ نے وفاق سے الحاق کا ارادہ کیا تھا اس لئے میرا سکھر جانا ضروری تھا جمعیۃ علماء کے اجلاس میں شریک نہ ہو سکا۔

۲۴ ر کی شام کو میرے نام حضرت مولانا اصہر علی صاحب کا تار ملتان پہنچا جس کی اطلاع بذریعہ ٹیلیفون مجھے ۱ بور ملی کہ تم جلد سے جلد کراچی پہنچو اور مولانا عبدالحق صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ کو بھی دعوت دو اور ہو سکے تو مولانا شمس الحق افغانی کو بھی دعوت دو اور دونوں جماعتوں میں مصالحت کی کوشش کرو چنانچہ اور حضرات کو بھی دعوت دی گئی تھی اور مولانا مفتی محمود صاحب اور مولانا غلام غوث ہزاروی کو بھی مدعو کیا گیا تھا ٹیلیفون پر سب حضرات سے رابطہ قائم کیا گیا اور طے پایا کہ ۳۰ راگست ۶۹ء کراچی پہنچ کر مفاہمت و مصالحت کی کوشش کی جائے گی اور سب حضرات کی خدمت میں گذارش کی گئی کہ اس عرصہ میں کوئی فریق پریس یا اخبارات میں دوسرے فریق کے خلاف بیان نہ دے، چنانچہ حسب وعدہ راقم الحروف اور بقیہ حضرات بھی ۳۰ راگست کو کراچی پہنچ گئے، اتوار ۳۱ راگست کو پہلے مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں پھر حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کے یہاں جیکب لائن میں پھر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے یہاں دارالعلوم کورنگی میں اجتماعات جاری رہے، آخری اجتماع یکم ستمبر کو صبح مولانا احتشام الحق صاحب کے یہاں رکھا گیا جس میں حسب ذیل حضرات شریک رہے:

① حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
② حضرت مولانا احتشام الحق صاحب
③ مولانا غلام غوث صاحب
④ مولانا مفتی محمود صاحب
⑤ مولانا عبدالحق حقانیہ والے
⑥ حضرت مولانا اصہر علی صاحب (مشرقی پاکستان)
⑦ اور راقم الحروف۔

بحث و تمحیص کے بعد یہ بات صاف ہوئی کہ الحمد للہ دونوں فریق کے درمیان کوئی اصولی اختلاف نہیں ہے، سوشلزم یا کمیونزم کے سیلاب کو روکنے کے لئے مشترکہ جد و جہد ضروری ہے اور اس کی مخالفت میں فریقین کے درمیان مطلق کوئی اختلاف نہیں نیز یہ کہ سرمایہ دارانہ نظام بھی قطعاً اسلامی روح کے منافی ہے اس پر بھی اتفاق رائے تھا، خلاف کا آخری نقطہ وہ معاہدہ تھا جو جمعیۃ علماء اسلام نے لیبر یونین سے کیا تھا جمعیۃ علماء اسلام کا نظریہ یہ تھا کہ سوشلزم کا دروازہ بھی لیبر یونین سے ہے جب بھی سوشلزم اس ملک میں آئے گا اسی راستہ سے آئے گا اس لئے یہ ایک

کے محکمے کے متعلق ۔۔۔ ماہرانہ تجزیہ کیا ہے۔ اس کے مطابق اس محکمے کی انتظامیہ میں بہت سی خامیاں ہیں۔ اس کے علاوہ اس کی مقامی کمیٹیوں میں بھی بہت سی خامیاں ہیں۔ اس کے علاوہ اس کی مقامی کمیٹیوں میں بھی بہت سی خامیاں ہیں۔

جہاں تک اوقاف کی تنظیم کا تعلق ہے اس کے بارے میں بھی بہت سی باتیں کہی جا سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ اوقاف کی آمدنی کے بارے میں بھی بہت سی باتیں کہی جا سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ اوقاف کی آمدنی کے بارے میں بھی بہت سی باتیں کہی جا سکتی ہیں۔

اتنی گری ہوئی بات کہنے سے احتراز فرمائیں گے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

[ربیع الاول ۱۳۸۹ھ]

چوں کفر از کعبہ برخیزد!

جامعہ بہاولپور میں ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا ہے، ۱۲ مارچ ۷۰ء کے جنگ میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ:

"گورنر مغربی پاکستان جامعہ اسلامیہ میں تشریف لے گئے اور بہت سے طلبہ کو بے ریش دیکھ کر حیرت سے پوچھا کہ آپ لوگوں کی داڑھیاں کیوں نہیں۔

رئیس الجامعہ نے فوراً کہا کہ "اسلام داڑھی میں نہیں ہے"۔

انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ گورنر صاحب تو داڑھی کا احترام کریں اور علوم دین حاصل کرنے والے طلبہ سے توقع رکھیں کہ ان کی صورت سیرت اسلامی تعلیمات کا آئینہ ہوگی، لیکن جامعہ کے ذمہ دین صاحب اس جرأت کے ساتھ دین کا تمسخر اڑائیں؟ کاش یہ کہتے کہ اسلام صرف داڑھی میں نہیں تو معاملہ آسان ہوتا کہ ہم مقصر ہیں دین کے تقاضے کون پورے کر سکتا ہے؟ بہرحال ان فتنوں کے دور میں یہ بات زیادہ عجیب نہیں کہ علم و عمل کا تطابق نہ ہو، علوم تو انبیاء سے حاصل کریں اور شکل وصورت اس یونین کی ہو۔ بہرحال یہ واقعہ اپنے پہلو میں عبرت کے بہت سے پہلو لئے ہوئے ہے، گویا اب یہ دور آ گیا کہ عوام یا غیر علماء تو انبیاء و صالحین امت کے اس شعار کو مدت ہوئی متروک کر کے چھوڑ چکے الا ماشاء اللہ، مگر اب جانشین مسند نبوت بھی ان کے پیچھے جا رہے ہیں۔ انا للہ!

"بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است"

رحم اللہ الامۃ للرشاد وجنبھم عن الزیغ والالحاد

[صفر ۱۳۹۰ھ - اپریل ۱۹۷۰ء]

محکمہ اوقاف اور اس کی ذمہ داریاں

محکمہ اوقاف کی طرف سے لاہور میں ۲۳ اگست ۱۹۶۹ء سے ۲۷ اگست ۶۹ء تک ایک سیمینار (مجلس مذاکرہ) منعقد کیا گیا تھا، راقم الحروف کو بھی دعوت دی گئی تھی کہ کتاب و سنت اور اسلام کے موضوع پر ایک مقالہ کی فرمائش بھی کی گئی تھی، دعوت نامے سے یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ بین الاقوامی سطح پر مجلس منعقد ہوگی اور ممالک اسلامیہ اور ممالک عربیہ سے بھی مندوبین شرکت کریں گے، اسی کشش کی وجہ سے باوجود عدیم الفرصتی کے دعوت قبول کر لی تھی اور فرمائش کی تکمیل بھی کر لی، عین وقت پر لاہور پہنچ کر معلوم ہوا کہ مجلس صرف مقامی ہے اور زیادہ تر اوقاف

① اسلامی (عمومی) تعبیر و تشریح کے متعلق مذکورہ بالا فیصلہ کرنے کا مجاز ان کو یا کسی اور کو کس نے بنایا ہے؟

② کیا یہ منتخب نمائندے اس اہلیت کے مالک اور اس معیار پر پورے اترتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس ملک پر رحم فرمائے اور ارباب اقتدار کو صحیح فہم عطا فرمائے۔

[جمادی الثانیہ ۱۳۸۴ھ]

اوقاف کے ناظم اعلیٰ کا حیرت انگیز اور مضحکہ خیز بیان

پچھلے دنوں اخبارات میں اوقاف کے ناظم اعلیٰ کے ایک دو بیان نظر سے گذرے جن سے حیرت تو نہیں ہوئی اس لئے کہ درخت سے ہی پھل پہچان لیا جاتا ہے، اس ناظم اعلیٰ سے اس سے زیادہ کوئی توقع ہو ہی نہیں سکتی، جو شخص نہ دین کو جانتا ہو، نہ دینی مزاج رکھتا ہو، ہوش سنبھالنے کے بعد سے ہی جو نقوش اس کے لوح قلب پر مرتسم ہو چکے ظاہر ہے کہ ان کے اثرات سامنے آکر رہیں گے، لیکن افسوس دصد افسوس اس کا ہے کہ جب ایک خالص دینی منصب پر ایک ایسے شخص کو مامور کر دیا جائے تو یہ رشد و ہدایت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق قیامت ہی کی علامت ہو سکتی ہے (۱) کسی بھی باوقار مملکت میں کوئی منصب بھی ایسے نااہل شخص کو پیش کرنا جو کسی طرح اس کے لئے موزوں نہ ہو افسوس کی بات ہے، پھر مارشل لاء کی حکومت میں جبکہ قوم کو ابھی ابھی سکون کا سانس لینا نصیب ہوا ہے ایسے اشتعال انگیز بیانات دینے کی جرأت کرنا قوم کے بڑے طبقہ میں اضطراب و انتشار پھیلانا کہاں کی مصلحت اور کہاں کی دانائی ہے؟ امامت و خطابت کا منصب اسلام میں ایک اعلیٰ و ارفع منصب ہے جب رسول نبی امت میں ہوتے ہیں تو یہ فریضہ منجملہ حیثیت سے نبی کا ہوتا ہے اور نبی کی غیر موجودگی میں جو اپنے صفات میں ان سے اشبہ و اقرب شخصیت ہوتی ہے یہ منصب اس کے سپرد کیا جاتا ہے امامت کے فرائض میں معاشی نظام کی خدمت اور پوسٹری فارم اور نرسنگ ہوم کے فرائض انمہ مساجد اور خطباء کے لئے تجویز کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی مملکت کے حکمران کے لئے یہ شرط لگائی جائے کہ وہ جراح بھی ہو اور مجتری کے فرائض اچھی طرح انجام دے سکتا ہو، اور مزید افسوس اس بات پر ہے کہ انداز بیان ایسا اختیار کیا جاتا ہے جس سے اسلامی اقدار اور اسلامی شعائر کی عظمت مجروح ہوتی ہے، یہ کہاں کی دانائی ہے کہاں کا انصاف ہے؟ بہر حال دونوں مضمون انتہائی مضحکہ خیز بھی ہیں اور دل آزار بھی، جہاں امامت کے منصب سے بعید ہیں اسی طرح ایک اونچے درجہ دار افسر کے منصب کی شان سے بھی فروتر ہیں، کیا ہم توقع کر سکتے ہیں کہ ہمارے محترم ناظم اوقاف آئندہ قوم کے جذبات کو مجروح کرنے سے اور اپنے منصب سے

(۱) "عن ابی هریرة رضی الله عنه قال بینما النبی ﷺ فی مجلس یحدث القوم..... قال: اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة". صحیح البخاری، کتاب العلم، باب فضل العلم ج: ۱ ص: ۱۴، ط: قدیمی

آئے دن کے یہ دردناک واقعات نہ ہوتے جن سے نہ کسی کی جان محفوظ نہ عزت و آبرو، نہ مال و متاع، اغواء کے ہولناک حوادث اور تمدن و دولت کی فراوانی و طغیانی کے پیدا کردہ حیا سوز مناظر نہ ہوتے، یہ اکھ پتی، کروڑ پتی اور ارب پتی نہ ہوتے، یہ بڑے بڑے کانفڈی منصوبے نہ بھی ہوتے، یہ اربوں کے غیر ملکی قرضے نہ بھی ہوتے صرف اسلامی عدالت کا محکمہ عدل و انصاف ہوتا، مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت ہوتی، دین محفوظ ہوتا، اخلاق پاکیزہ ہوتے، تقویٰ و طہارت، اخوت و مساوات، ہمدردی و خیر خواہی کا قابل رشک معاشرہ ہوتا۔ سبحان اللہ! کیا عجیب منظر ہوتا اگر اسلامی تعلیمات کی صحیح ترویج اور اسلامی معاشرہ کی صحیح تشکیل ہوتی تو نہ صوبائی عصبیت کو سر اٹھانے کا موقع ملتا نہ بنگلہ دیش کی تحریک کا کہیں نام و نشان ہوتا، نہ ملک کی سالمیت کو خطرات لاحق ہوتے یہ جو کچھ ہو رہا ہے ہماری بدترین مجرمانہ غفلت کے نتائج ہیں جو سامنے آ رہے ہیں۔

ملک و قوم کے لئے ایک خطرناک ابتلاء و آزمائش

اچھا جانے دیجئے کہ یہ ہوا نہ وہ ہوا پاکستان اسلامی ملک کی حیثیت سے کم از کم اتنے دینی تقاضوں کو تو پورا کرتا کہ جو لوگ صحیح مسلمان رہنا چاہتے ہوں وہ آزادی سے زندگی بسر کر سکتے، دین پر الحاد و دہریت کے جو حملے ہر چہار طرف سے ہو رہے ہیں ان کا دفاع کر سکتے، اسکولوں اور کالجوں میں نئی پود (نوجوان طبقہ) کی اسلامی تعلیم و تربیت ہوتی اور اسے اخلاقی بگاڑ سے بچایا جا سکتا ہے، الغرض ہمارا دین ہر طرح سے محفوظ ہوتا تب بھی غنیمت تھا لیکن صد افسوس کہ اب تو نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ اس اسلامی ملک میں اسلام بھی محفوظ نظر نہیں آتا، اہل باطل تو جو چاہیں کریں اور اس حق کو اتنی بھی اجازت نہیں کہ وہ حق کو حق اور باطل کو باطل کہہ سکیں، ذرا سچ کہا جائے تو اسے فرقہ وارانہ اختلاف کہہ کر جرم قرار دیا جاتا ہے اور ان حق پرست مجرموں کو ان تمام مراحل سے گذرنا پڑتا ہے جس کے مستحق خلافی مجرم ہیں بلکہ بعض اوقات تو یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ سینہ قتل کے ملزم قابل ضمانت سمجھے جاتے ہیں مگر حق گوئی کا جرم عظیم ناقابل ضمانت قرار دیا جاتا ہے۔

اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ اللہ تعالیٰ نے بند کر دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آخری امت ہے اور قرآن کریم آخری پیغام الٰہی ہے اس کے بعد اور کوئی وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں آئے گی نہ آ سکتی ہے، نبی کریم کو اتنا سمجھنا بھی اب جرم ہوتا جا رہا ہے۔ صدیق و عمر و عثمان و علی (رضی اللہ عنہم اجمعین) امت مسلمہ کا عظیم سرمایہ ہیں اس عقیدے کی حفاظت کرنا بھی جرم بنتا جا رہا ہے، خلفائے راشدین کی سیرت کو نصابی کتابوں سے کھرچ کھرچ کر نکالا جا رہا ہے گویا پاکستان اب ایسی مملکت کا نام بنتا جا رہا ہے جہاں ہر عیاشی و فحاشی اور ہر بداخلاقی و بے حیائی تو خوب پھل پھول رہی ہے مگر مسلمانوں کے لئے اپنے اسلامی عقیدے کا اظہار بھی جرم ہے، مزید تعجب و افسوس اس پر

ہے کہ پاکستان کے دشمن تو پاکستان کے خیر خواہ سمجھے جائیں اور مملکت کے استحکام و انصرام کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہ سمجھا جائے۔ ظاہری و باطنی غداروں کے لئے مسند اقتدار بھی بچھائی جائے مگر ملک کے وہ مخلص مسلمان جو ملک حق تو بر ملا کہہ جاتے ہیں مگر غداری اور سازش کے مفہوم سے بھی نا آشنا ہیں ان کی مخلصانہ آواز کو بہ ممکن طریق سے دبانے کی کوشش کی جائے۔ ایک حدیث میں علامات قیامت کے ذیل میں فرمایا گیا ہے:

"و یؤتمن الخائن و یخون الامین"(۱)

خائن کو امین اور امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے اور حکمرانوں کو اس اسلامی مملکت کو ظاہری و باطنی فتنوں سے ہر طرح محفوظ کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔ و اللہ تعالیٰ پاکستان کو صحیح طور پر اسلامی بنا کر تمام عالم اسلام کی قیادت کا اسے عہدہ دار بنائے۔

اسمبلیاں اور ان کا فائدہ

سیاسی جوڑ توڑ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ دستور ساز اسمبلی کی ہوا میں سیاسی لیڈروں کے دماغوں کو معطر کرنے لگیں ہر جماعت کو اقتدار کا فکر لاحق ہے، وزارت کس پارٹی کی ہو اور وزیر اعظم کون ہو، معما کا ایک حصہ تھی منکشف ہو گیا ہے یہ حقیقت واضح ہے کہ ان اسمبلیوں میں حق کی آواز کی کامیابی کی کوئی توقع نہیں، عائلی قانون جیسے خلاف قرآن قانون کی ترمیم بھی نہیں کرائی جا سکی جبکہ خلاف قرآن ثابت کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی گئی لیکن باوجود اس کے ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ وہ تمام تر اقدام محبت سے اسمبلی کے میدان سے اور کوئی موزوں مقام نہیں تو یہ دیکھنا کہ میابی یا اخلاقی طور پر کوئی توقع نہیں صرف مؤثر انداز سے آواز اٹھانے کی تدبیر ہے جو بالآخر پارلیمان میں تو اس کی گنجائش ہو سکتی ہے بشرطیکہ اتفاق رائے یا اکثریت اس کی حمایت کرے لیکن جو نقشہ سامنے آ رہا ہے اس سے اگر کچھ امید ہو بھی سکتی تھی تو ختم ہو گئی، تاہم اور بہت سے اکابر اور جو اب فکر کی بھی رائے ہے کہ علماء کو اگر پارلیمان میں پہنچنا ہی ضروری ہو تو وزارت یا وزارت عظمیٰ سے سروکار نہ رکھنا چاہئے بلکہ اظہار حق کے لئے اگر تفوق و اکثریت ممکن نہ ہو تو حزب مخالف کی حیثیت سے رہتے، اس اشارے کی تشریح کی جا سکتی ہے، اس وقت شاید یہ کافی ہو گا۔ وما علینا الا البلاغ

ندائے با تو گفتم حال دل تو شنیدم — کہ از زبان و شنیدن زبان زیادت است

(شعبان ۱۳۹۱ھ۔ اکتوبر ۱۹۷۱ء)

---

(۱) مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ج: ۲ ص: ۱۶۲، ط: عالم الکتب بیروت۔
کنز العمال، الاکمال من اشراط الساعۃ الکبری ج: ۱۴ ص: ۲۷۴، ط: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

حکومتیں اور ان کے بجٹ

کسی مملکت کے فرائض میں بجٹ تیار کرنے کا کام بہت اہمیت رکھتا ہے، اس موقع پر ملک کی آمدنی اور اس کے اخراجات کا تخمینہ لگایا جاتا ہے، درآمد برآمد پر نظر ڈالی جاتی ہے اگر ضرورت ہو تو قرض لینے دینے کے فیصلے کئے جاتے ہیں، وسائل و ذرائع آمدنی کا جائزہ لیا جاتا ہے اور مصارف مقرر کئے جاتے ہیں، کسی ملک کا نظام بغیر آمد و خرچ کے نظم کے نہیں چل سکتا اور بجٹ کی تیاری کے بغیر ان میں توازن اور نظم قائم نہیں ہو سکتا، جس کے بغیر ملک کی معاشی کشتی کے غرق ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حکومتیں اس کی تیاری میں پوری دماغی صلاحیتیں صرف کر دیتی ہیں۔ اس کد و کاوش کا مقصد اگر قوم کی فلاح و بہبود ہو تو یہ بہت لائق تحسین ہے اور ایسی حکومت ملک کے شکریے کی مستحق اور قوم میں محبوب ہوتی ہے، لیکن اگر اس سے مقصد صرف اپنے اقتدار کی بقا اور حکومت کی گدی سے وابستگی ہو تو یہ بجٹ ملک و قوم کے لئے بہت منحوس ثابت ہوتا ہے، معاشی بدحالی کی بادخزاں ملک کے چمن کو خشک کر دیتی ہے اور حکمراں طبقہ یا ان کے کاسہ لیسوں کو مستثنیٰ کر کے عام افراد قوم کے لئے زندگی ایک تلخ حقیقت بن جاتی ہے۔

پاکستان کے قیام کو ۲۶، ۲۷ سال کی مدت گذر چکی اس مدت میں متعدد بجٹ بن چکے ہیں مگر ان سب میں یہ خصوصیت مشترک طور پر پائی جاتی ہے کہ انہیں بناتے وقت اس حقیقت واضحہ کو نظر انداز کر دیا گیا جو ہر مسلمان کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیے، اس اہم کام کو انجام دیتے وقت بجٹ بنانے اور بنوانے والوں کے ذہن کے کسی گوشہ میں بھی اس بدیہی حقیقت کی روشنی نہیں ہوتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی ایک ایک پائی اور ایک ایک بندے اور صفر کے لئے جواب دہ ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ"(۱) یہی وجہ ہے کہ اس کے مداخل و مصارف میں حلال و حرام، طاعت و معصیت اور خیر و شر کا امتیاز مفقود ہوتا ہے، مداخل میں سود، شراب، قمار وغیرہ ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی بلا تکلف داخل کی جاتی ہے اور مخارج میں معاصی اور فسق و فجور کو رواج دینے اور ان کی ہمت افزائی کرنے کے لئے مصارف کو منتخب کرنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں محسوس کی جاتی، البتہ مصارف کے اس وسیع احاطے میں اسلام کے فروغ، احکام شریعت کی تنفیذ، معروف کی ترویج اور منکرات کو مٹانے، اسلامی قوانین جاری کر کے ملک میں اخلاق حسنہ کو رواج دینے اور بد اخلاقیوں سے انہیں بچانے، کتاب و سنت کی اتباع اور صحابہ کرامؓ کی پیروی کو ملک و قوم کا مزاج بنانے کے لئے کسی مد کو جگہ نہیں ملتی۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب قول اللہ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ج: ۲ ص: ۱۰۵۷، ط: قدیمی

احکام الٰہی سے سرتابی کا نتیجہ

حقیقت یہ امراض اور اسقام کا نام لے کر احکام الٰہی سے سرتابی کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جو کبھی شکست کی شکل میں آتا ہے کبھی سیلاب اور زلزلہ کی شکل میں اور کبھی اور کسی مصیبت و آفت کے روپ میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾ [النحل: ۱۱۲]

"اللہ تعالیٰ ایک بستی کی حالت عجیبہ بیان فرماتے ہیں کہ امن و اطمینان میں تھے ان کے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت کے ساتھ ان کے پاس پہنچا کرتی تھیں پس انہوں نے خدائی نعمتوں کی ناقدری کی اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی حرکات کی وجہ سے ایک محیط قحط اور خوف کا مزہ چکھایا۔"

ذلت، شکست اور لاکھوں مسلمانوں کی جان و آبروئی بھینٹ لے کر آدھا ملک الگ ہو گیا جو باقی رہ گیا وہ بھی بہت کمزور اور مضمحل ہے۔

خلافت ترکیہ کے اضمحلال کے زمانہ میں یورپ والوں نے ترکی کو "یورپ کے مرد بیمار" کا لقب دیا تھا یہ صحیح تھا یا غلط اس سے بحث نہیں مگر پاکستان کی سیاسی، معاشی زبوں حالی کو دیکھتے ہوئے اسے ایشیا کا مرد بیمار کہیں تو بے جا نہیں۔ دوستوں کے دلوں سے اس کا وقار اور دشمنوں کے دلوں سے رعب رخصت ہو چکا ہے، دوست نما دشمنوں کی حریصانہ نظریں اس پر لگی ہوئی ہیں، افراط زر، گرانی، بیم و تھور و تیرہ و تار کے پریشان کن مسائل سامنے ہیں اور انہیں جس قدر سلجھایا جاتا ہے اسی قدر الجھتے جاتے ہیں، جرم کمی سے پرورش پانے والوں کا حقہ اپنی تجوریاں بھر رہا ہے مگر ملک کی اکثریت فلاکت (ناداری، مفلسی) اور معاشی بدحالی کا شکار ہے، مصائب کے اس جال سے رہائی کی کتنی ہی تدبیریں کی جائیں رہائی ممکن نہیں کیونکہ ان کا اصل سبب اللہ تعالیٰ کا غضب ہے جو ہماری نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے ملک کی طرف متوجہ ہوا ہے، باب توبہ ابھی کھلا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ شانہ کی رحمت بے پایاں اب بھی اپنی طرف متوجہ کیا جا سکتا ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾ [الزمر: ۵۳]

آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے بندو جنہوں نے اپنے نفس کے ساتھ زیادتی کی ہے (جتنا بھی معصیت ہوئے) تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہ معاف فرماتے ہیں۔

ارباب اقتدار اگر حقائق کا ادراک کرلیں اور کتاب وسنت اور اسوۂ صحابہ کی روشنی میں صحیح راہ منزل متعین کر کے مکی وقومی قافلے کو لے چلیں تو فلاح وکامرانی پاکستان کے قدم چومے گی، ہر سنگ راہ چور چور ہو کر دور ہو جائے گا اور ہمارا ملک دنیا میں ممتاز حیثیت حاصل کرلے گا، بالکل بدیہی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کسی تدبیر سے نہیں ٹالا جاسکتا، انابت الی اللہ اور اطاعت احکام الٰہیہ اسے ٹالنے کی واحد تدبیر ہے۔ کیا ارباب اقتدار حالات سے عبرت ونصیحت حاصل کریں گے؟ کیا ان میں کوئی اس آواز کا سننے والا اور اس سچی بات پر کان دھرنے والا ہے؟ الیس منکم رجل رشید؟

یہود کی اسلام دشمنی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا﴾

[المائدة: ۸۲]

اور تم یہود اور مشرکین کو مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن پاؤ گے۔

قرآن مجید کی اس خبر کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہود کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کی عداوت اور ان سے عناد وحسد کی جو آگ بھڑک رہی ہے وہ کسی طرح سرد نہیں ہوتی، اس کا تازہ نمونہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو فلم کی صورت میں پیش کرنے کی ناپاک کوشش جاری ہے، اس کا مقصد وحید یہ ہے کہ خاکم بدہن عظمت رسالت دلوں سے کم کردی جائے، اس سے پیشتر "فجر اسلام" کے نام سے ایک فلم بنا کر یہ لوگ صحابہ کرامؓ کی توہین کر چکے ہیں، اس فلم کا تصور بھی درحقیقت یہودی دماغ ہی کی اختراع تھا اور یہ بھی اسی سازشی اور مجرم ومفسد ذہن کی ایجاد ہے۔ افضل الخلائق سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات زندگی کو لہو ولعب کا ذریعہ بنانا، ایکٹروں اور ایکٹرسوں کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات کا پارٹ ادا کرنا اور ان مقدس ہستیوں کی سوانح زندگی کو پردۂ سیمیں پر پیش کر کے اسے ذریعہ تفریح بنانا یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں سخت گستاخی اور صحابہ کرامؓ کی شان میں بے ادبی ہے، یہ ایسی واضح حقیقت ہے کہ جس کے لئے کسی استدلال کی حاجت نہیں، فریب یہ دیا جارہا ہے کہ اس سے سیرۃ طیبہ کا عام تعارف ہوتا ہے جو تبلیغ ودعوت اسلام کے مرادف ہے، حیرت ہے کہ یہود کے اس جال میں بعض عربی ممالک بھی پھنس گئے اور اسلام کے یہ نادان دوست اس فلم کی تیاری کی ہمت افزائی کر رہے ہیں، اسے اشاعت دین اور تعلیم وتعارف سیرۃ سید المرسلین کا ذریعہ کہنا خالص فریب ہے، بے شک دونوں باتیں مطلوب ومحمود ہیں مگر ان کا طریقہ وہی ہوسکتا ہے جو ان مقدس اور عظیم الشان مقاصد کے ساتھ مناسبت رکھتا ہو اور ان کے شایان شان کہا جاسکے، یہ ذلیل اور پست طریقہ ان پاکیزہ

مقاصد عالیہ کے ساتھ ادنیٰ مناسبت بھی نہیں رکھتا۔ یہ بقینا بارگاہ رسالت و رشان سخن میں سخت بے ادبی اور گستاخی ہے۔ سہولت فہم کے لئے قومی جھنڈے کی مثال کافی ہے کیا کوئی عقل اسے گوارا کر سکتا ہے کہ اس کا قومی جھنڈا تعارف کے مقصد سے کسی میلے اور کوڑے خانے پر نصب کر دیا جائے؟ واضح ظاہر ہے کہ یہ جگہ اس کے شایان شان نہیں۔ اس لئے جھنڈے کی توہین ہے۔ اسی طرح فلمی پردہ مقاصد مذکورہ کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتا اور نہ اس کے شایان شان نہیں اس فلم کی خبر نے مسلمانان عالم کے دل مجروح کر دیئے ہیں۔ دنیا کی تمام مسلمان حکومتوں اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کی تیاری رکوانے کی پوری کوشش کریں۔ ہم اس کے متعلق اپنی حکومت سے کہنے کا حق زیادہ رکھتے ہیں۔ ہنا ہریں ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے امکانی ذرائع اور وسائل سے اسے رکوانے کی پوری کوشش کرے۔ پاکستان کے عوام مسلمین بھی یہ عزم کر لیں کہ اگر یہ فلم خدانخواستہ تیار ہو جائے تو کسی قیمت پر بھی پاکستان میں اس کی نمائش کو گوارا نہ کریں گے اور اس سیمہ کو دنیا میں باقی نہ چھوڑیں گے جو اس کی نمائش کی جرأت کرے۔

| جمادی الاخری ۱۳۹۵ھ جولائی ۱۹۷۵ء

استحکام پاکستان اور قیام امن کا راستہ

اسلام اور صرف اسلام ہے

پچھلے دنوں پاکستان کے نئے صدر محترم جنرل یحییٰ خان نے پشاور کور ہیڈ کوارٹر میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "پاکستان اسلام کی بنیاد پر قائم کیا گیا تھا۔ اس لئے ملک کے استحکام اور اسلام کے وقار کے سوال پر کوئی حکومت نہیں ہو سکتا"۔ شاید اس انداز اور اس صراحت سے پہلی مرتبہ پاکستان کی کسی ذمہ دار شخصیت نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے جس کا اعلان حمد روان اسلام روز اول سے کرتے آئے ہیں ہم جہاں اس اعلان کا خیر مقدم کرتے ہیں وہاں اس امر کا اظہار کرنے پر بھی مجبور ہیں کہ ابتدا ہی سے خصوصاً قائد ملت لیاقت علی خاں مرحوم کے بعد تدریجاً حکومت کا رخ جس طرح ہو گیا اس سے ارباب اقتدار کے بارے میں پاکستان کے دل میں شکوک و شبہات پیدا ہوتے گئے اور حالات و واقعات نے لوگوں کو یہ سمجھنے پر مجبور کر دیا کہ "یہ سب روگردانی کی روش پاکستان سے ہے"۔

گذشتہ خطاب نے اس حقیقت کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے کہ ملک میں امن کے قیام اور پاکستان کے استحکام کا راستہ اسلام اور صرف اسلام ہے۔ مشرقی و مغربی پاکستان کے درمیان رشتہ اتحاد بھی صرف اسلام ہے اور اسی اصل متین کے ذریعہ دونوں میں رابطہ قائم رہ سکتا ہے۔ جو خطوط سے پیوستہ ہیں اور جو شیاطین کو مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے خواب نظر آ رہے ہیں ان کے انسداد کے لئے سوائے اسلامی وحدت اور رابطہ کے اور کوئی مؤثر طاقت نہیں ہو سکتی ہے جس طرح سوشلزم، کمیونزم اور مغربی استعمار جیسے جاہلی فتنوں کو کچلنے کے لئے بھی ایک ہی

ذریعہ ہے اور وہ ہے اسلام!

لیکن یہ واضح رہے کہ صرف اسلام کا نام لینا ہی کافی نہیں بلکہ اسلام کا قانون اور اسلام کا ہمہ گیر نظام جب تک جاری نہ ہوگا اس وقت تک یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ گذشتہ دنوں ملک جس ہنگامی کیفیت سے دو چار رہا، ہر طرف بے اطمینانی کا جو طوفان برپا رہا اور پاکستان کی تمام مخالف طاقتوں کو کھل کر کھیلنے کے جو مواقع ملے ہیں ان سب کا واحد علاج اسلامی قوانین کی تنفیذ اور اسلام کے مستحکم نظام عدل کا نفاذ ہے، جب تک دین اسلام کے سایہ رحمت میں محاکم شرعیہ عدلیہ کا قیام نہ ہوگا اور جب تک شرعی سزائیں جو کہ ارحم الراحمین والی کمین کے منشاء عدل کی تکمیل و تشریح ہے جاری نہ ہوں گی اس وقت تک نہ پاکستان میں امن قائم ہوگا اور نہ پاکستان کو استحکام حاصل ہوگا، اسلامی قوانین کے نفاذ کے بغیر پاکستان کے استحکام کا دعویٰ محض سراب ہے نیز اسلام زندہ باد کے کھوکھلے نعروں اور پاکستان زندہ باد کی آوازیں اسلامی نظام کے بغیر صدا بصحرا ہیں۔

قیام پاکستان کو بائیس سال ہوئے ہیں اس وقت کے بچے آج بچوں کے باپ ہیں، اس وقت کے نوعمر آج سفید ریش ہیں اور اس وقت کے ادھیڑ آج مسافر آخرت ہیں لیکن اسے کیا کہیے کہ بحیثیت قوم کے گویا ہم ابھی شیر خوار بچے ہیں، جنہیں جب سے اب تک صرف اسلام، اسلام کی لوریوں سے بہلانا سہلانا کافی سمجھا گیا، اس ربع صدی کی طویل مدت میں ہم نے اپنے مطلب اپنے مفاد اور ذاتی اغراض کے لئے "پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے"، "پاکستان محض اسلام کی خاطر معرض وجود میں آیا"، "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ"۔ جیسے فقرے اور نعرے اتنی شدت و کثرت اور اتنے اصرار و تکرار سے دہرائے اور بڑی فیاضی سے مسلسل دہراتے چلے گئے کہ ہمارے ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئیں، ہماری زبانیں خشک ہوگئیں، مگر قوت و اقتدار و وسائل کی فراوانی اور ہر طرح کی آزادی کے باوجود ہمیں کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ ہمارے ان دعوؤں کے کچھ عملی تقاضے بھی ہیں جن کے لئے خدا کے حضور میں جواب دہ ہونا ہوگا اور یہ کہ اس وسیع دنیا میں پھیلی ہوئی انسانیت کی آنکھیں ہمارے قول و عمل کا بڑی باریک بینی سے مطالعہ کر رہی ہیں، یہ عالمی عدالت ہمارے کھوکھلے نعروں پر نہیں بلکہ ہمارے عمل کو ناپ تول کر ہی ہمارے اخلاص و نفاق اور سچ جھوٹ کا فیصلہ کرے گی۔

داخلی و خارجی فتنوں اور پریشانیوں کا سبب

اسلام سے بے وفائی ہے

ہمارا حال وقت اسلام کی خالی خولی رٹ لگانے پر ضائع ہو چکا ہے، اگر اس سے کم عرصہ میں پاکستان میں اسلام کے نظام تعلیم و تربیت، نظام عدل و سیاست، نظام تمدن و معاشرت، نظام معیشت و اقتصاد اور نظام عبادات و اخلاق کو اپنانے اور ایمان داری کے ساتھ اسے زندگی کے تمام شعبوں میں جاری و ساری کرنے کی کوشش کی جاتی

تو تاریخ کا مختصر سا جائزہ بتاتا ہے کہ آج اسلام اپنی ساری برکات کے ساتھ ہمارے سروں پر سایہ فگن ہوتا اور یہی برکات جن سے یہ امت مرحومہ خلافت راشدہ کے دور میں فیضیاب ہو چکی ہے توفیق الٰہی ہماری راہنما اور نصرت خداوندی ہماری مددگار ہوتی۔ وہی نصرت جس کا اس امت سے وعدہ ہو چکا ہے: ﴿إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ﴾ (محمد: ۷)

ہمیں بھوک اور افلاس کے لئے امریکہ و برطانیہ کے دروازوں پر کشکول گدائی لے کر نہ جانا پڑتا بلکہ ہم اسلام کا علم لے کر نکلتے۔ ہمیں عزت کے ساتھ اسلام پھیلانے کے ساتھ ہی یہ قبول کرنا ہوتا۔ وہ ہمیں حقارت سے نہ دیکھتے بلکہ اسلام کے مقابلہ میں قیصر و کسریٰ کی طرح ان کی ذات کا تماشہ دنیا دیکھتی۔ ہمیں معاشی نابرابری ختم کرنے کی لئے روس اور چین کے غیر فطری نظام درآمد کرنے کی ضرورت نہ رہتی۔ ہمارے خود ساختہ اس مساوات سکھنے کے لئے دنیا کو اسلام میں داخلہ لینے کی ضرورت محسوس ہوتی۔ مغرب کے مشرق اور مشرق کے مغرب والوں کے درمیان اتحاد قائم رکھنے کے لئے ہم ان مصنوعی رشتوں کی تلاش میں نہ نکلتے بلکہ اسلامی وحدت کی کوشش آپ سے آپ ہمیں میدان عرفات میں بلا لیتی۔ ہمیں تفرقہ کے لئے بدیں اور بے ایمان قوموں کی طرح ہمیشہ اور کہیں نہ کہیں لڑنے کی بجائے ہمیں اپنا دین و ایمان غارت کرنے اخلاق و انسانیت کے رسمی ڈانڈے اور سرمایہ دولت برباد کرنے کی ضرورت اور فرصت نہ ہوتی بلکہ ذکر الٰہی، اقامت صلوٰۃ اور اعمال صالحہ ہمارے لئے تسکین روح، اطمینان قلب، راحت و سکون اور آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوتے۔

ہماری ساری الجھنوں، تمام پریشانیوں، ہر قسم کے داخلی و خارجی خطروں کا اصل سبب یہی ہے کہ ہم نے اسلام سے بے وفائی کی۔ ضرورت کے ہر موقعہ پر اسلام کا نام لیا ہے مگر عملی طور پر اس سے بالکل بیگانگی برتی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف ہماری اجتماعی قوتیں اور افرادی صلاحیتیں ضائع ہوئیں بلکہ ہمارا اجتماعی وجود اور قومی تشخص خطرے کی زد میں آ گیا۔ عالمی میدان میں ہماری ہوا اکھڑ گئی۔ عالم اسلام میں ہمارے ہمدردوں کے لئے ہماری زبوں حالی و اضطراب و آشوبش کا سبب بن گئی اور ہمارے بدخواہوں نے ہماری حالت زار پر نہ صرف خوشی کے شادیانے بجائے بلکہ ہمارے طرز عمل سے ہمارے مقدس دین کی (نعوذ باللہ) غلط تصویر کشی کر کے ہماری غیرت کو للکارا۔ ان حالات میں جب سرپرست کا طبعی نظام کسی وجہ سے معطل ہو جاتا ہے تو بیرونی آفات سے مصنوعی تحفظ کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہماری سلامتی اول سے بعض مضمرات مختلف قسم کے نظریاتی آفات کے خلاف [illegible] ہمارے [illegible] کی قریبت [illegible] کی بجائے [illegible] کی [illegible] سامراج کے انجکشن دیئے جا رہے ہیں۔ کہیں مادی اور معاشی خرابات سے اس کا علاج ہو رہا ہے، کہیں مغربی جمہوریت کے نام پر ٹھنڈا پانی دیا جا رہا ہے، کہیں اشتراکیت کے ڈنڈے کو بگڑے ہوئے دماغ کا علاج بتایا جا رہا ہے لیکن مصنوعی تنفس سے مریض کو زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رکھا جا سکتا۔ ہمارا احساس یہ ہے کہ اس ملک کے جسم سے اگر اسلام کی روح نکل گئی ولا فعل اللہ ذلک تو اس کا شدید بے جان کو پھر سے زندہ کر دینا کم از کم کسی

انسان کے بس کی بات نہیں ہوگی، ہمیں سوچنا چاہیے کہ آج جو سرخ و سفید سامراج کرگسوں کے غول اس کے سر پر منڈلا رہے ہیں وہ کہیں اسی روز بد کی تاک میں تو نہیں؟

بہر حال آج ہمیں دو ٹوک فیصلہ کر لینا چاہیے کہ ہمیں ایک باعزت، باغیرت، باضمیر اور پر مقصد قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے، ملک کو داخلی سازشوں اور استعماری یورشوں سے بچانا ہے تو ہمیں نئے عزم، نئے یقین پورے خلوص اور دیانت داری سے اسلام قبول کرنا اور اسے زندگی کے تمام شعبوں میں نافذ کرنے کا نئے سرے سے عہد کرنا ہوگا ورنہ اگر ہماری بد عملی، نفاق، درزی اور سیاست بازی کا رنگ ڈھنگ یہی رہا تو ہمیں اس سے بھی زیادہ خطرات پیش آ سکتے ہیں۔

یہ سطریں زیر تحریر تھیں کہ صدر محترم کا پیغام ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کے موقعہ پر انہوں نے جاری کیا ہے اخبارات میں شائع ہوا خاتمہ کلام پر اس کا نقل کر دینا مناسب ہوگا:

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے اہم ترین موقع ہے اس روز ہر مسلمان ہی نوع انسان کے اس پیشوا کے عظیم کی مقدر یاد تازہ کرتا ہے اور انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہے، ان کی یاد آتے ہی ہر مسلمان کے دل میں عقیدت و احترام اور جاں نثاری کے جذبات امڈ آتے ہیں اور ان جذبات کا اظہار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے سے ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اللہ کا پیغام لے کر آئے بلکہ خود ان کی اپنی زندگی ان اوصاف حمیدہ کا ایک نمونہ تھی جن کی انہوں نے تبلیغ کی۔ ان کے ذریعہ سے بدولت دنیا نے غلامی، جہالت اور پسماندگی کی بیڑیوں کو توڑ کر معاشرے کی مادی اور روحانی ترقی کی راہ کھولی تھی۔ پیغمبر خدا نے فرمان الٰہی اور اپنی مثال کے ذریعہ دنیا کی رہنمائی کی اور وہ راستہ بتایا جس پر چل کر انسان پر مسرت و خوشحال زندگی گزار سکتا ہے، انہوں نے دنیا کو اخلاقی، روحانی، مادی، دنیوی زندگی کے ایک متوازن نظریہ سے ہمکنار کیا۔ مسلمانوں نے جب بھی اور جہاں بھی ان کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ پر عمل کیا وہ کامیاب و کامران رہے لیکن جب بھی انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ سے انحراف کیا انہیں تباہی و بربادی کا سامنا کرنا پڑا۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر ہی آزادی حاصل کی اور انہیں ایک نیا وطن نصیب ہوا۔ بانیان پاکستان کا یہ خواب تھا کہ (اس نئے وطن میں) مسلمان اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی اسلامی تصریحات و مقاصد اور پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعین کئے ہوئے طریقہ کے مطابق گزاریں گے۔ لوگ آزادی کے لئے پوری جہد و جہد کے دوران انہی نظریات سے سرشار رہے۔ پاکستان کا قیام ان نظریات اور اقدار کی فتح تھی۔ اس لئے اس ملک میں زندہ رہنے کے لئے اسوۂ حسنہ کی پیروی اور اپنے نظریاتی اور روحانی ورثہ کے مطابق زندگی گزارنے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے"۔

حق تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کی بھی توفیق دیں۔

اللهم لا تهلكنا فجأة ولا تاخذنا بغتة ولا تغفلنا عن حق ولا وصية.
وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه سيدنا محمد النبي الأمي وعلى آله و اصحابه و بارك وسلم.

[ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ۔ جون ۱۹۶۹ء]

اسلام اور پاکستان، سوشلزم اور کمیونزم

جب سے دولت خداداد وجود میں آئی ہے اہل اسلام کا درد رکھنے والا ہر طبقہ ہمیشہ کڑھتا رہا ہے کہ پاکستان کا مقصد پورا نہیں ہو رہا نہ اسلامی قانون رائج ہوا نہ اسلامی تعلیمات کا عملی نظام جاری ہوا، یہ دونوں فیصلہ مقاصد تھے لیکن روز بروز پاکستان اپنے ان مقاصد سے دور ہوتا گیا اور ظاہر ہے کہ جب نہ اسلامی تعلیم ہو نہ اسلامی قانون تو اسلامی اخلاق کا ظہور کیونکر ممکن ہوگا؟ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اسلامی اخلاق ایک ایک کر کے ختم ہوتے رہے اور کافرانہ تہذیب اور یورپ کی خدا فراموش زندگی کو ترقی ہوتی رہی اور صرف اتنا ہی نہیں کہ اسلام کا قانون جاری اور اسلامی تعلیمات کا نظام قائم نہیں کیا گیا بلکہ اس کے برعکس اسلام کے اساسی مقاصد کی وہ بیخ کنی کی گئی جس کی نظیر نہیں، اسلامی احکامات کے استیصال کے لئے ادارے قائم کئے گئے، افراد و اشخاص کو تحریف کی پوری آزادی دی گئی، اسلام کے نام سے الحادی نظریات کو پھیلایا گیا اور جامعیت جدیدہ کے لئے قرآن کریم کو بے دھڑک استعمال کیا گیا، عیسائی مشنریوں کو آزادی دی گئی اور کروڑوں روپیہ اسلامی تہذیب کو برباد کرنے پر خرچ ہوا۔

آخر اسی لادینیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کے اندر مزدوروں کی ہمدردی کے نام سے سوشلزم کو فروغ ہوا، کمیونسٹوں کو اسلام سے انتقام لینے کا موقع ملا انہوں نے اسلامی حقائق کا مذاق اڑایا اور نئی پود (نئی نسل) کو دین سے برگشتہ کرنے اور اللہ و رسول سے باغی بنانے پر اپنی قوتیں صرف کر دیں، اس مقصد کے لئے روس اور چین کا زر بے لٹریچر اس ملک میں بڑی طرح تقسیم ہوا اور پھیلایا گیا، دوسری طرف رشوت، سود، قمار اور حرام کے راستے سے سرمایہ داروں کو اکتناز دولت کے وہ مواقع ملے کہ غریبوں کی زندگی دوبھر ہو گئی، حالت بد سے بدتر ہو گئے، اس ذہنی تضاد اور طبقاتی تفاوت کے نتیجہ میں یہ وقت بھی آیا کہ پاکستان کے شرق و غرب میں دہائی اور آہ و بکا غیر محفوظ ہو گئی تھی، یہ سب کچھ اس غیر اسلامی نظام کا لازمی نتیجہ تھا جو شروع سے اب تک یہاں مسلط رہا اگر موجودہ مارشل لاء حکومت نہ آتی تو نہ معلوم اس تو ڑ پھوڑ اور قتل و غارت میں اس ملک کا کیا حشر ہوتا، بہر حال یہ خدا فراموشی کی سزا تھی اور ہمارے غلط طرز زندگی کا وبال تھا:

﴿مَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَ يَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ﴾ [الشوریٰ: ۳۰]

جو کچھ تمہیں مصیبت پہنچتی ہے وہ صرف تمہاری شامت عمل کا نتیجہ ہے اور بہت کچھ تو اللہ تعالیٰ نے

معاف فرمایا۔

نئی تعلیمی پالیسی

اس مایوسی کے دور میں جس طرح جدید حکومت رحمت ثابت ہوئی اور خدا کرے یہ جب تک ہے رحمت بن کر ہی رہے، ٹھیک اسی طرح حکومت کی اقتصادی کونسل کے ایک رکن کی طرف سے نئی تعلیمی پالیسی میں اسلامی تعلیمات کو اہمیت دینے کی خوشخبری سنائی گئی، پاکستان کی بائیس سالہ زندگی میں پہلی مرتبہ ایک ذمہ دار اور اونچے درجے کے افسر نے نہایت دل سوزی و عرق ریزی کے ساتھ تعلیمی جائزہ پیش کیا جو ہر طرح تبریک و تحسین کا مستحق ہے اور مزید قابل تبریک بات یہ ہے کہ اپنی رائے کو زبردستی قوم پر مسلط کرنے کی کوشش اور خواہش نہیں کی گئی بلکہ ۱۵ اگست ۶۹ء تک تمام ناظرین سے تجاویز و ترامیم طلب کی گئی ہیں۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی اور ادارۃ العلوم کراچی کے ذمہ دار حضرات نے تقریباً پانچ گھنٹے اس تعلیمی جائزہ رپورٹ پر غور کیا اور نہایت دیدہ ریزی کے ساتھ اس کے دور رس نتائج کو سمجھنے کی کوشش کی، اردو ترجمے کے علاوہ انگریزی مسودہ کی بھی مراجعت کی گئی، پورے غور و خوض کے بعد کچھ تجاویز و ترامیم پیش کی گئی ہیں، بینات کے اس شمارے میں ان کا خلاصہ ناظرین کی نظر سے گذرے گا اور اس بحث و تمحیص کے سلسلہ میں کراچی یونیورسٹی اور باوانی کالج کے چند ماہرین تعلیم کی تجاویز بھی اسی شمارے میں ملاحظہ سے گذریں گی۔

مجھے اس وقت صرف اتنی بات عرض کرنی ہے کہ اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹی کے نظام تعلیم کو اسلامی بنانے اور طلبہ کی اسلامی اخلاق کے مطابق تربیت کرنے کا ہر طرف سے خیر مقدم کیا جائے گا اور یہ دیرینہ آرزو پوری ہو جائے گی کہ جدید تعلیم یافتہ حضرات اسلامی تعلیم و تربیت سے بہرہ ور ہونے کے بعد پاکستان کی قیادت کی صحیح ذمہ داری کا بار اٹھانے کے قابل ہو جائیں گے اور اس طرح یہ امکان پیدا ہو جائے گا کہ ایک عظیم الشان اسلامی مملکت کے خواب کی صحیح تعبیر سامنے آسکے لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہوگا کہ قدیم دینی درسگاہوں کی ضرورت ختم ہو جائے گی، قرآن و حدیث و تفسیر و فقہ و اصول وغیرہ وغیرہ جو اسلامی و دینی علوم ہیں ان کی اہمیت و ضرورت بدستور اپنی جگہ قائم رہے، یہ علوم انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت ہیں، ان کا اپنا ایک خاص مزاج ہے ان کے لئے ایک خاص ماحول درکار ہے اور ان کی تعلیم و تربیت کا ایک خاص طرز ہے جو بظاہر کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ماحول میں نہیں چل سکتا نہ یہاں ٹھوس ماہرین پیدا ہو سکتے ہیں، ہاں اس کی ضرورت سے انکار نہیں کہ جدید علوم ریاضی، سائنس، جغرافیہ اور اسلامی تاریخ کی شدید ضرورت ہے، مناسب ہے کہ دینی درسگاہوں کے نصاب میں اس کا جوڑ لگایا جائے، قدیم بطلیموسی ہیئت کی جگہ جدید فلسفہ پڑھا جائے اور قدیم علم کلام کے ساتھ جدید علم کلام بھی پڑھایا جائے تاکہ قدیم علوم کی افادیت میں ترقی ہو، نیز اس سے انکار نہیں کہ ابتدائی اسکولوں میں جس طرح قرآن

ریم کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ ان کی صحت کی طرف بھی توجہ دینی ضروری ہے۔ اس کے لئے ان کی خوراک میں مناسب وٹامن اور حیاتین کا شامل کرنا بھی ضروری ہے۔ بے شک اسلام نے ہمیں جو ہدایات زندگی کے ہر شعبے کے لئے دی ہیں ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اسلام کے تمام شعبوں کی طرف توجہ دینی ہے۔ ہمیں اپنے ملک کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کی طرف بھی توجہ دینی ہے۔ ہمیں اپنے ملک کی حفاظت کے لئے بہترین ہتھیار بنانے ہیں۔ ہمیں اپنی فوج کو ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس کرنا ہے۔ ہمیں اپنی فوج کو ہر قسم کی جدید تربیت دینی ہے اور ہمیں اپنے علوم و ثقافت کی حفاظت کے لئے صحیح افادیت پیدا کرنے کے لئے جدید تعلیم کی ضرورت ہے جس سے ہم اپنی مدد آپ کر سکیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے ہمیں جو تعلیم دی ہے وہ ہماری زندگی کے ہر شعبے کے لئے ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم نے اس بارہ سال تعلیم کے بعد جو تعلیم پائی ہے اس کو بھی بیکار سمجھ لیں۔ ہمیں اپنے بچوں کو خصوصی مہارت پیدا کرنے کے لئے خصوصی تعلیم دینے پڑیں گے۔ ہمیں ان کو خصوصی تربیت بھی دینی ہے۔ اس کے بعد یہ صورت ہو گی کہ ہمارے بچے خصوصی فنون میں کامل ہوں گے۔ اس طرح ہمارے ملک میں ہر قسم کے فنون کی ترقی ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی صنعت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی تجارت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی زراعت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی ترقی ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی خوشحالی ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی دولت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی طاقت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی عزت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی شوکت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی عظمت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی سربلندی ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی فتح ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی کامیابی ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی برتری ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی فضیلت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی بزرگی ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی عظمت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی شان ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی آن ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی بان ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی جان ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی روح ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی زندگی ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی موت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی بقا ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی فنا ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی ابدیت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی ازلیت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی لامحدودیت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی لامتناہیت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی لامکانیت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی لازمانیت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی لاشیئیت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی لاوجودیت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی لاموجودیت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی لاکائنات ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی لاشے ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی لاشیئیت ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی لاوجود ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی لاموجود ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی لاکائنات ہو گی۔ ہمارے ملک میں ہر قسم کی لاشے ہو گی۔

پاکستان اور داخلی اور خارجی فتنے اور ان سے بچاؤ کی تدابیر

آج کل پاکستان کی روحانی زندگی میں ایک عظیم خطرہ نظر آ رہا ہے۔ یہ خطرہ پاکستان کی اندرونی اور بیرونی دشمنوں کی طرف سے ہے۔ ملک میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو ملک کی ترقی کو دیکھ کر جل رہے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ ہمارے ملک کی اقتصادی حالت بہتر ہو رہی ہے۔ ہمارے ملک کی صنعت و حرفت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی تجارت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی زراعت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی فوج ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی دولت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی طاقت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی عزت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی شوکت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی عظمت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی سربلندی ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی فتح ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی کامیابی ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی برتری ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی فضیلت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی بزرگی ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی عظمت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی شان ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی آن ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی بان ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی جان ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی روح ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی زندگی ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی موت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی بقا ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی فنا ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی ابدیت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی ازلیت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی لامحدودیت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی لامتناہیت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی لامکانیت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی لازمانیت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی لاشیئیت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی لاوجودیت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی لاموجودیت ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی لاکائنات ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے ملک کی لاشے ترقی کر رہی ہے۔

﴿وضرب اللہ مثلا قریۃ کانت اٰمنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغدا من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون﴾ [النحل ۱۱۲]

اللہ تعالیٰ نے یہاں جس مثال بیان فرمائی ہے اس میں اطمینان سے جس کی روزی فراوانی سے ہر جگہ سے آتی تھا اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا

اس کے کرتوتوں کی بنا پر۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی ہے اس سے کوئی معین بستی مراد نہیں ہے جیسا کہ بعض مفسرین کی رائے ہے، ہر ملک اور انسانی آبادی کا حصہ اس کا مصداق بن سکتا ہے جو اپنی صورت آیت کریمہ کے آئینہ میں دیکھ سکے۔ جس انسانی آبادی کا ذکر ہو رہا ہے اس کی کیفیت یہ تھی کہ وہ امن کی چادر اوڑھے ہوئے اطمینان و سکون کی فضا میں سانس لے رہی تھی، اس کی سرحدیں محفوظ، اس کی فوج جدید ترین اسلحہ اور ساز و سامان سے لیس ملک کی حفاظت کے جذبہ سے سرشار پہرہ دے رہی تھی، اس کی فوج میں ایسے غدار نہیں تھے جن کی وفاداریاں دشمن ملکوں سے وابستہ ہوں، دوسری طرف وہ داخلی فتنوں سے مامون، اخلاقی و روحانی اور مادی اطمینان و سکون سے زندگی کی شاہراہ پر گامزن تھی، رزق کی فراوانی تھی، ہر طرف سے رزق و دولت کے انبار ان کی طرف پہنچ رہے تھے، غرض داخلی و خارجی فتنہ سامانیوں سے بہت دور یہ بستی طمانیت و راحت کی زندگی گذار رہی تھی کہ اس بستی نے اپنے پروردگار کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ اپنے مقصد وجود کو بھول کر خود کو شہوت و غضب کی قوتوں کے حوالہ کر دیا، روحانی قدریں پامال کر دیں گئیں، انسانیت و اخلاق کی روایات زریں کو پارہ پارہ کر دیا گیا، پیغمبر کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اغیار کے دروازوں کو دستک دینے لگے، اپنے نظام حیات کو چھوڑ کر فکر مستعار کے غلام ہو گئے، رشوت و چور بازاری اس ملک کا شیوہ بن گئی، عصبیت کے عفریت نے ان کے اتحاد کو پاش پاش کر دیا۔ اس کی فوج کی عظمت و شوکت کا سورج غروب ہونے لگا۔ التدریب العزت نے ان کو سزا دی، ان کو خارجی و داخلی فتنوں نے گھیر لیا، امن اور اطمینان کا لباس اتار کر ان کو خوف اور بھوک کا لباس پہنا دیا گیا، خوف اور بھوک ان کے وجود کے ساتھ لازم ہو گئی، جدا اور علیحدہ ہونے کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔

آج ہمارا ملک بھی اسی قسم کے اندوہناک احوال سے گذر رہا ہے، اس کا ہمسایہ ملک روز بروز طاقتور بنتا جا رہا ہے، ایٹم بم کے تجربہ کے بعد وہ ہمارے دروازے پر ہائیڈروجن بم کا تجربہ کر رہا ہے، دوسری طرف قحط سالی کا خطرہ ہے جو ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے اس کے علاوہ وہ داخلی فتنے ہیں جو ہماری جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں، ملک کا بڑا حصہ کٹ چکا ہے، دوسرے حصوں کا رشتۂ اتحاد دن بدن کمزور ہوتا جا رہا ہے، اس دردناک صورت حال کا صحیح علاج تو یہ تھا کہ:

... اپنے رب کی طرف انابت، در اپنے گناہوں سے استغفار کیا جاتا۔

... پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو زندگی کا مطمح نظر بنایا جاتا، کتاب و سنت کے مطابق زندگی گذارنے کا عہد کیا جاتا۔

... اسلام کا نظام زندگی ہر شعبہ میں جاری کیا جاتا۔

... اسلام کا نظام عدل و قضا بروئے کار لایا جاتا۔

سوشلزم صیہونی جال کا ایک پھندا ہے

غرض اسلام کے مہر جہاں تاب کی روشنی سے قلب و نگاہ کو منور کر کے از سر نو زندگی کا سفر شروع کیا جاتا، آپ دیکھتے کہ تھوڑے ہی دنوں میں نکبت و ذلت کے یہ بادل چھٹ جاتے اور ہماری عظمت رفتہ لوٹ آتی لیکن اس کے برعکس یہ ہو رہا ہے کہ وہی داستان دہرائی جا رہی ہے جس سے یہ صورت حال پیدا ہوئی۔ اسلامی سوشلزم کے نعرے بڑے زور و شور سے لگائے جا رہے ہیں، بعض وقت تو اسلامی کا لفظ بھی غائب کر دیا جاتا ہے اور صرف سوشلزم ہی رہ جاتا ہے، اس نعرہ کا تقریر و تحریر کے ذریعہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے، دنیا جانتی ہے عقل و شعور رکھنے والا شخص سمجھ سکتا ہے کہ سوشلزم کا اسلام سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے، سوشلزم ایک نظریہ ہے جس کے پس منظر میں خالص مادی نقطۂ نگاہ کارفرما ہے، اس کی مستقل تاریخ ہے، روحانی اور اخلاقی قدروں سے عاری یہ نظریہ جب کسی ملک میں گیا اپنے پس منظر اور تاریخ کے ساتھ گیا، اس ملک کے اپنے نظریہ کو اس نے ختم کر دیا اور اس کی تاریخ سے اس کو اپنی تاریخ سے محروم کر دیا، مارکس اور لینن خدا فراموش ہی نہیں خدا دشمن تھے اس کے روح رواں تھے، حقیقت یہ ہے کہ سوشلزم صیہونی جال کا ایک پھندا ہے جس قوم کے گلے میں یہ پھندا پڑ جاتا ہے وہ قوم روحانیت، اخلاق انسانیت سے تہی دامان ہو کر مادیت اور حیوانیت کے ظلمت کدہ میں بھٹکتی پھرتی ہے، اللہ تعالیٰ کا انکار، پیغمبر کی تعلیمات سے انحراف، باحیت، اخلاق باختگی اس کا شعار بن جاتا ہے، پھر حیرت در حیرت اس پر ہے کہ سوشلزم کے نعرے اس ملک کے ذمہ دار لگا رہے ہیں جس کے دستور میں کتاب و سنت پر عمل کرنے کی ضمانت دی گئی ہو اور جس کا سرکاری مذہب اسلام ہو، کیا ان کو معلوم نہیں کہ اسلام جامع ترین نظام حیات ہے، عقائد، عبادات، منکرات، محرمات کے ساتھ ہی ساتھ اس کا اپنا اقتصادی نظام ہے جو نہایت متوازن اور معتدل ہے وہ افراط و تفریط سے خالی ہے، وہ انفرادی ملکیت کی اجازت دیتا ہے لیکن اس کے ساتھ مالداروں پر فرائض بھی عائد کرتا ہے اور تقسیم دولت کا حامل ہے، وہ ارتکاز دولت کا مخالف ہے، اس نے زکاۃ، عشر، صدقہ فطر اسی لئے عائد کئے تاکہ دولت چند ہاتھوں میں مرتکز نہ ہو جائے، پھر وہ جہاں حقوق عطا کرتا ہے وہاں فرائض بھی عائد کرتا ہے، ہمیں شبہ ہے کہ سوشلزم کا نعرہ لگانے والے یا تو سوشلزم سے واقف نہیں یا اسلام سے واقف نہیں، اگر واقف ہیں تو قوم اور ملک کو تضاد و نفاق میں مبتلا کرنے سے کیا فائدہ؟ شاید ان کو معلوم نہیں کہ قوموں کی زندگی میں تضاد اور نفاق سم قاتل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو صحیح فہم عطا فرمائے، آمین۔

[ذوالحجہ ۱۳۹۴ھ - جنوری ۱۹۷۵ء]

اسلام کے نام پر حاصل کردہ مملکت پاکستان

کہا جاتا ہے کہ دنیا کے نقشے میں پاکستان پہلا ملک ہے جو اسلام اور صرف اسلام کے نام سے وجود میں

آیا، یعنی قیام پاکستان کے لئے جو سیاسی سطح پر جدوجہد ہوئی وہ صرف اسلام کے نام سے ہوئی، متحدہ ہندوستان میں جو تحریک چلائی گئی، تمام مسلمانوں کو متحد کیا گیا اور سیاسی تنظیم جس انداز سے ہوئی وہ صرف اسلام کے نام پر ہوئی، عوام یہی سمجھے، خواص یہی سمجھے، علماء یہی سمجھے، جاہل یہی سمجھے، تجارت پیشہ حضرات یہی سمجھے اور مزدور کار یہی سمجھے، غرض قوم کے تمام افراد سے یہی کہا گیا اور اسی انداز سے اتحاد کی کوششیں ہوئیں اور عوام کو یہی باور کرایا گیا کہ پاکستان کے معنی ہیں "لا الہ الا اللہ"۔

البتہ خواص الخواص یا اونچے قائدین یا برطانیہ کے ارباب اقتدار کچھ اور سمجھے ہوں تو ہو سکتا ہے بلکہ اس کا یقین ہوتا جا رہا ہے کہ ان کی نیت کچھ اور تھی اور بعد کے حالات سے کچھ اس کی تائید ہوتی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ اتنے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود آج تک پاکستان میں ان حقائق کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا جن کا عوام کو یقین دلایا گیا تھا، کاش عوام کو اپنی حالت پر چھوڑتے تو اسلام اتنا رسوا نہ ہوتا، تاجر طبقے نے کارخانے اور انڈسٹریاں چلا کر مالی و اقتصادی ملک کی حالت مضبوط کی اور علماء امت اور صالحین نے دینی ادارے، دینی مراکز، مساجد وغیرہ دینی نظام کی حفاظت کی، پاکستان ایک باوقار مملکت کی حیثیت سے دنیا کی سطح پر ابھرا لیکن افسوس کہ عرصہ دراز تک آئین اسلامی سے محروم رہا، وہی برطانیہ کا متعفن نظام جاری رہا اور اب بھی ہے کچھ عرصہ سے برائے نام آئین اسلامی وجود میں بھی آیا تو اس کے مطابق قانون سازی کا نظام اب تک شرمندہ عمل نہ ہو سکا بلکہ اسلام کی بیخ کنی کے لئے تدبیریں اختیار کی گئیں جن کے دہرانے کی ضرورت نہیں:

ما خانہ رسیدگان ظلیم　　پیغام خوش از یار ما فیست

اسلام کا نام لے کر اسلام سے دشمنی

عقل حیران ہے کہ اس بدنصیب ملک کا کیا انجام ہوگا، قدرت کی طرف سے ایک شدید مزاحمت گئی اور نصف پاکستان ختم کر دیا گیا بقیہ نصف کا اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہو، لیکن اب تک نہ صرف یہ کہ ہوش نہیں آ رہا ہے بلکہ غفلت و بے حسی انتہا تک پہنچ گئی، اسلام کے نام سے تمام اسلام کے ساتھ بدترین عداوت کا جو معاملہ ہو رہا ہے اس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ایک طرف اگر پنجاب اسمبلی میں قرآن و سنت کی روشنی میں اقتصادی نظام کی باتیں سنائی دے رہی ہیں تو دوسری طرف سوشلزم کے نعرے اتنے زور سے لگائے جا رہے ہیں کہ کانوں کے پردے پھٹے جا رہے ہیں، تعجب ہے کہ پنجاب اسمبلی نظام زکوٰۃ رائج کر کے زکوٰۃ وصول کرنے کی قرارداد منظور کرا رہی ہے گویا باقی سارا اسلامی نظام تو رائج ہو گیا زکوٰۃ کے نظام کو درست کرنے کی تدبیر سوچی جا رہی ہے، کون نہیں جانتا کہ نماز اسلام کی بنیاد اور بنیادی رکن ہے، اس کے لئے تو کوئی تدبیر نہ سوچی جائے، اسلامی عقائد کی حفاظت کی کوئی تدبیر نہ سوچی جائے، روزہ کی حفاظت کی کوئی تدبیر نہ کی جائے اور ملک میں ماہ رمضان المبارک

اسلام اور پردہ

سیرت کانگرس کے آخری اجتماع میں ہمارے وزیر اعظم نے جو تقریر فرمائی اس سے سیرت کانگرس سے وابستہ مقصد بے نقاب ہو گیا اور اسلامی پردے کے خلاف جو کچھ فرمایا اس پر بجز افسوس و حیرت کیا ہو سکتا ہے؟ ہمیں نہیں چاہتا تھا کہ ہمارے ملک کے سب سے بڑے صاحب اقتدار عالم اسلامی کے مندوبین کے سامنے ایسے رسوا ہوتے، عقل کا تقاضا یہ ہے کہ جس موضوع کی پوری اہلیت نہ ہو اس کو چھیڑا ہی نہ جائے، اسلامی پردے کی واضح ہدایات حق تعالیٰ کے آخری پیغام میں موجود ہیں، سورۂ نور میں جس طرح احکام دیے گئے ہیں انہیں وہ شخص جو قرآن کریم کا مطالعہ کر چکا ہو بخوبی جانتا ہے، سورۂ احزاب میں تو امہات المومنین ازواج مطہرات کو جن کی طرف نگاہ اٹھانے سے ایمان ہی سلب ہو جاتا ہے، ان کو مخاطب کر کے اعلان کیا گیا:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ [الاحزاب: ۳۳]

کہ گھر میں جم کر بیٹھ رہو، باہر نکل کر جاہلیت اولیٰ کی سی بے حیائی و بے پردگی کا مظاہرہ مت کرو۔ جب امہات المومنین جیسی پاک دامن اور مقدس ہستیوں کو یہ حکم دیا جا رہا ہے تو عام مسلمان عورتیں کیسے اس سے مستثنیٰ رہ سکتی ہیں؟ بہر حال ہمارے وزیر اعظم کو سیرت کانگرس میں پردہ کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ خیال ہوا ہوگا کہ شاید میرے احترام کی وجہ سے باہر سے آنے والے مہمان خاموش رہ جائیں گے اور اس خاموشی کا فائدہ اٹھایا جائے گا لیکن اہل مندوبین سے اس فرض کفایہ کو ادا کرنے کے لئے جناب یوسف ہاشم رفاعی حکومت کویت کے سابق وزیر اوقاف نے ہمارے وزیر اعظم کے خیالات کی سخت تردید فرمائی، ان کی تقریر عربی میں تھی اور پھر خود انہوں نے انگریزی میں اس کا ترجمہ بھی کیا اور خود عربی یا انگریزی ترجمہ اس لئے نہیں کیا کہ کوئی دوسرا شخص مضمون میں قطع و برید نہ کرے۔ حیرت ہے کہ کویت کے اجتماع میں ہمارے محترم وزیر اعظم نے پردہ کے خلاف تنقیدی صادر فرما کر کچھ پردہ نشین عورتوں کو (نہ معلوم وہ بھی واقعی پردہ نشین تھیں یا مصنوعی طور پر پردہ نشینی کا پارٹ ادا کرنے والی بیگمات تھیں) حکم دیا کہ پردہ سے باہر نکل آؤ، خبر رساں ایجنسی کا کہنا ہے کہ ان عورتوں نے وزیر اعظم کے حکم کی تعمیل میں پردہ اٹھایا اور بے پردہ مردوں کے انبوہ میں شامل ہو گئیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو وہ عورتیں جو اللہ و رسول کے حکم کے خلاف کسی کے حکم کی تعمیل کرنے والی ہیں بڑی لعنت کی مستحق ہو گئیں، کسی بھی شخص یا حکمران کی ایسی اطاعت جو اللہ و رسول کے قانون شرعی کے خلاف ہو واجب الامتثال نہیں ہے، بڑی جسارت ہے کہ ایک شخص اسلامی قانون سے سراسر بے خبر ہو اور وہ ایسے احکامات کا اقدام کرے جو سراسر اسلام کے خلاف ہوں، بجز افسوس اور حیرت کیا ہو سکتا ہے اور کمال ہے کہ قدم قدم پر ان غیر شرعی احکامات کے اعلانات ہوں اور دعویٰ ہو کہ ہم اسلامی قانون نافذ کرنے والے ہیں۔

اسلامی مساوات کسے کہتے ہیں؟

اور کمال یہ ہے کہ عورتوں کی عفت و عصمت کے محافظ پردہ کو اسلامی مساوات کے خلاف سمجھا جاتا ہے، کیا مساوات کے معنی یہ ہیں کہ مردوں اور عورتوں کے فرائض ایک جیسے ہوں گے؟ حق تعالیٰ نے ہر ایک نوع کو اور ہر ایک جنس کو ایک کام کے لئے پیدا کیا ہے، بیل گائے کا کام نہیں کر سکتا، گائے بیل کا کام نہیں انجام دے سکتی، آنکھ کا وظیفہ فطری دیکھنا ہے، کان کا سننا ہے، ہر ایک کی اپنی خاصیت ہے، اگر مرد کا کام عورت سے لیا جائے گا تو یہ ظلم ہوگا جس طرح عورت کا کام مرد سے لینا خلاف فطرت ہے ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ [الروم: ۳۰] حق تعالیٰ نے ہر چیز کی خاص فطرت رکھی ہے وہ چیز اپنے فطری تقاضے کو پورا کرے گی، کیا اسلامی مساوات کے یہ معنی ہیں کہ مرد و عورت سب ایک ہی گاڑی میں جت جائیں؟ اور مرد و زن کا فرق نہ رہے؟ اسلامی مساوات کے معنی یہ ہیں کہ اسلام سے مشرف ہونے کے بعد عربی عجمی قرشی حبشی کالے گورے مکی مدنی افریقی یورپی سب میں اسلامی اخوت کی وجہ سے مساوات ہے، حق تعالیٰ کے یہاں سب برابر ہیں، سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اگر تفاوت مراتب ہے تو صرف تقویٰ و تقدس کی زندگی کی وجہ سے ہے، جس کا اعلان قرآن کریم کی سورہ حجرات میں کیا گیا ہے اور جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان فرمایا تھا، یہ ہے اسلامی مساوات، یہاں اسلام میں قومیت، نیشنلزم اور انیشی وسوسہ کا کوئی سوال نہیں، سب بھائی بھائی ہیں، فطرت نے جو نظری خواص ہر صنف میں رکھے ہیں ان کو مٹا کر مساوات کا نعرہ لگانا فطرت الٰہی کو مسخ کرنے کے مترادف ہے، جو حقوق والدین کے ہیں اولاد کے نہیں، جو بیوی کے ہیں بھائی بہن کے نہیں، جو مرد کے ہیں عورت کے نہیں، جو عورت کے ہیں مرد کے نہیں، تعجب ہے کہ اتنی موٹی سی بات بھی نہیں سمجھی جا سکتی ہے، اللہ تعالیٰ صحیح فہم عطا فرمائے اور عناد و ضد سے بچائے اور اللہ تعالیٰ اسلام کو بازیچۂ اطفال نہ بنائے اور جس منصب کا جو اہل ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس پر فائز کرے اور نااہلوں کی حکومت و اقتدار سے اس امت کو نجات عطا فرمائے، آمین۔

[ربیع ثانی ۱۳۹۶ھ۔ مئی ۱۹۷۶ء]

مملکت پاکستان پر اللہ کا شکر کس طرح بجالایا جائے؟

قدیم ترین آسمانی قانون الٰہی ہے کہ نعمت کے شکر ادا کرنے سے جس حق نعمت ادا ہوتا ہے وہاں نعمت میں ترقی بھی ہوتی ہے قرآن حکیم کا ارشاد ہے: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ﴾ [ابراہیم: ۷] اگر شکر نعمت ادا کرو گے تو اور زیادہ دیں گے۔ ملک خداداد پاکستان بلاشبہ عطیہ الٰہی تھا اس شکر نعمت کا طریقہ یہی تھا کہ صحیح حکومت ہوتی، صالح قیادت کی سرپرستی میں قانون عدل کا پرچم لہراتا، شراب نوشی، لاٹری، بے غیرتی، ڈاکہ، چوری، قتل و قتال پر شرعی سزائیں نافذ ہوتیں، ہر طرح جان و مال و آبرو کی حفاظت ہوتی، خدا ترسی کی زندگی ہوتی، مسجدیں

آباد ہوتیں، ایک بہترین معاشرہ وجود میں آتا، حق تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتیں، آسمان کے فرشتے دعائیں کرتے، زمینی مخلوق تعریفیں کرتی، ہر شخص اپنی جگہ مطمئن و قانع ہوتا، پولیس رعایا کی جان و مال کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرتی، فوج مملکت کے حدود کی حفاظت کو اپنا فخر سمجھتی، سرکاری اداروں میں خدمت انجام دینے والے احتساب پر اپورا فرض منصبی ادا کرتے، نہ حرام خوری ہوتی، نہ رشوت ستانی ہوتی، نہ خیانت ہوتی، الغرض ایک پاکیزہ اور صالح ترین معاشرہ جنم لیتا اور یہ دنیا بھی باشندوں کے لئے جنت بنتی:

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد　　کسے را با کسے کارے نباشد

خدا بھی راضی، مخلوق خدا بھی راضی، روح بھی خوش، پیٹ بھی پرسکون۔

یہ ایک سرسری جائزہ ہے کہ نقشہ پاکستان کا کیسے ہونا چاہیے تھا، پھر بھی گریہ محسوس ہوتا کہ اتنی بڑی نعمت کا حق شکر ادا نہیں ہوا تو تقصیر کا احساس ہوتا اور اس تقصیر کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے، بقول شیخ سعدی:

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش　　عذر بدرگاہ خدا آورد

ورنہ سزاوار خداوندیش　　کس بتواند کہ بجا آورد

لیکن جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کا نقشہ سامنے ہے، عیاں را چہ بیاں۔

"خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید"

پاکستان کی حفاظت کے لئے لطیفۂ غیبیہ اور قوم کی ناشکری

۱۵ ستمبر میں ایک بڑے اور حیرت انگیز لطیفہ غیبیہ کا ظہور ہوا کہ پاکستان کی ظاہری ترقی و قوت کو اعداء اسلام دیکھ نہ سکے اور آنکھیں خیرہ ہونے لگیں، بین الاقوامی قانون جنگ سے بے نیاز ہو کر ہندوستان کی ہندو حکومت نے پاکستان پر بلا اعلان جنگ حملہ کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے کیسی حفاظت فرمائی اور دشمن اسلام اپنے ناپاک ارادے میں کیسے ناکام ہوا اور حق تعالیٰ نے کیسے غیبی حصار کے ذریعہ ملک کو بچا لیا؟ دنیا پر پاکستان کا رعب بیٹھ گیا ایک ہی رات میں قوم باخدا بن گئی، ولی کامل بن گئی، اللہ تعالیٰ نے نجات عطا فرمائی، غیب کے فرشتوں نے حفاظت کی، اس عظیم نعمت کا شکر ادا کرنے کی ضرورت تھی، ایک لمحہ بھی تنبیہ تھی کہ سنبھل جائیں لیکن ہوا کیا کہ سرکاری احکامات جاری ہو گئے کہ اس فتح عظیم کو جشن نہ کہا جائے، بجائے صدقات و نماز سے شکرانہ ادا کرنے کے رقص و سرود کی محفلیں قائم کی گئیں، دارائی شو کے روح فرسا مناظر دکھائے گئے، اس طرح شکریہ ادا کیا گیا، انا للہ۔ بجائے طاعت و عبادت کے معصیت، فسق و فجور اور بے حیائی کا مظاہرہ کیا گیا، آخر عزیز منتقم نے سزا دی اور روس و امریکہ جیسی شدید اعداء قوتوں کو پاکستان کے خلاف متحد و متفق کر کے ہندوستان سے حملہ کروا کر آدھے سے زیادہ ملک کو ہم سے کاٹ دیا اور دنیا کے نقشے پر جو سب سے بڑی اسلامی مملکت تھی وہ چھوٹی حکومت میں تبدیل ہو گئی، کاش اس

کتنے سے غیر ملکی حملہ آور کے ٹکڑے ہوا کیا "وہ جو آپ دیکھ رہے ہیں اس پانچ سالہ حکومت میں کیا ہوا اور اس سے پہلے پچیس سالہ دور حکومت میں کیا ہوا سب آپ کے سامنے ہے۔

اب ہمارا محسوس ہونے لگا ہے کہ شاید حق تعالیٰ ان قوموں سے ناراض ہے اور ان کے ظلم کے آثار نمایاں ہونے لگے ہیں اور شدید خطرہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ان پر بارش دھوئیں جیسا نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے آمین۔ انتخابات کی بنا پر مار دھاڑ شروع ہوئی۔ خدا خدا کر کے وہ ہنگامے ختم ہوئے لیکن اس ہنگامہ آرائی نے کیسی خطرناک ہنگامہ آرائی کا پیش خیمہ ثابت ہو گا یہ معلوم نہیں کہ اس کی عاقبت کیا ہوئی "اس بنا پر ہوئی خبر کیا ہوئی"

اعداء اسلام پاکستان پر نظر جمائے ہوئے ہیں وہ یہاں کی تبدیلی حکومت کے خواہشمند ہیں۔ اگر بالفرض کوئی صالح دینی قیادت ابھرتی نظر آتی ہے تو ہمیں اس کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے اور "الکفر ملة واحدة" تمام کفر ایک ملت ہے کے مصداق آپس کے اختلافات کو ختم کر کے اس کے خلاف سب اعداء اسلام متفق ہو جاتے ہیں اور جو بھی جمہوری قیادت ہو اس کو لیبک کہتے ہیں۔

دردناک صورت حال اور اس کا علاج

بہر حال موجودہ صورت حال ایک طرف انتہائی دردناک ہے اور شدید خطرہ ہے کہ کسی بھی وقت بدامنی اور بے چینی کا دور دورہ شروع ہو کر خون ریزی شروع نہ ہو جائے۔ دردناک دور شروع نہ ہو جائے جس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، دوسری طرف اصلاح انتہائی مایوس کن ہے اس لئے کہ گذشتہ تیس سال کے تجربات نے اصلاح کی صورت سے مایوس بنا دیا ہے موجودہ صورت کا علاج ہماری نگاہ میں حسب ذیل ہے:

الف: تمام دوست اسلامیہ پاکستان کے باشندے یوم توبہ و انابت منائیں۔ انفرادی و اجتماعی طور پر یوم توبہ مقرر کر کے صوم و صلوٰۃ، تہجد، تسبیح اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ:

"اے اللہ ہم گنہگار ہیں اور بدکار ہیں اور ہم اپنے گناہوں اور تقصیرات سے توبہ کرتے ہیں ہمیں معاف فرما اور اس غضب آلود زندگی سے نجات عطا فرما کر رحمت آمیز حیات طیبہ نصیب فرما اور اس ملک و قوم پر اپنا فضل فرما کر صالح قیادت ہمیں نصیب فرما اور جو بزرگوں کو ہم نے گالیاں دی ہیں اور ان کی توہین کی ہے اور تیرے انبیاء و صالحین و اتقیاء امت کی توہین و تحقیر کی ہے ہمیں معاف فرما اور آج تک جس جس کی پگڑی اچھالی ہے اور ان کو ایذاء دیتے ہیں اے اللہ ہمیں معاف فرما اور اے اللہ پورے تیس سال پاکستان کے بنتے سے اس دوران ہم نے جو بداعمالیاں کی ہیں اور تیرے غضب کو دعوت دینے والی جو زندگی اختیار کی ہے ہمیں معاف فرما اور اصلاح و تقویٰ کی زندگی عطا فرما اور ہمیں اپنی رحمت کاملہ سے مالا مال فرما۔

الغرض ایک بات تو یہ ہے کہ اس طرح انفرادی و اجتماعی توبہ کر کے سابقہ زندگی پر ندامت کے ساتھ

آئندہ صالح زندگی کا عزم کیا جائے۔

ب: امت اسلامیہ پاکستان کے خواص وعوام دعوت واصلاح کی طرف توجہ کریں اور امت کی اصلاح کی علمی وعملی تدابیر اختیار کریں اور آج کل تبلیغی جماعت کے طرز پر عوام کے ساتھ اس کی اصلاح کی تدبیروں میں لگ جائیں اور دینی نفع پہنچانے کی محنت کریں اور ہر شخص اپنی صلاحیت وفرصت کے مطابق ہمت وتوجہ کرے۔

اور محسوس بھی ہوا کہ جب تک اس معاشرے کی اصلاح نہ ہو انتخابات کا صحیح نتیجہ ہوگا نہ پارلیمانی نظام سے فائدہ ہوگا۔ اکثریت واقلیت کی بحثوں سے نتیجہ برآمد ہوگا نہ پارٹیوں کی حکومت سے فائدہ پہنچے گا۔ اگر قوم کی اصلاح ہو جائے تو پھر ان میں جو نمائندہ حکومت قائم ہوگی وہی درحقیقت قوم کے امراض کا صحیح علاج کرے گی، پھر جو کام انتہائی جدوجہد سے نہ ہو سکے گا وہ اشاروں میں ہوگا۔ بلاشبہ اس کام کے لئے کچھ عرصہ درکار ہوگا اور وقت لگے گا لیکن یہ مطلب بھی نہیں کہ بقیہ سیاسی تدابیر یکسر ترک کر دیں اور غیر صالح قیادت کو آزاد اور بلامزاحمت چھوڑ دیں اگر ایسا ہوگا تو حکومت کی پوری طاقت ومشینری سے الحاد ودہریت کی قوتیں ابھر آئیں گی کہ اس سیلاب کو بند لگانا آسان نہ ہوگا بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ اصلاح کے دونوں طریقوں سے کام لینے کی ضرورت ہے، جس طرح خارجی سیاسی تدابیر بروئے کار لائی جاتی ہیں اس سے زیادہ معاشرے کی اصلاح از روئے دعوت وتبلیغ کی بھی ضرورت ہوگی اور جو صالح افراد پارلیمنٹ میں پہنچیں ان کا فریضہ صرف پارلیمانی تقاضوں کو پورا کرنا نہ ہوگا بلکہ اس کے ساتھ دوسرے فریضے کی طرف بھی پوری توجہ دینی ہوگی بہرحال اصلاح کی تکمیل تک اس عبوری دور میں دونوں طریقے بالمقابل علاج سے کام لینا ہوگا۔

اس وقت جو سب سے بڑی فروگذاشت ہوئی وہ یہ کہ صرف سیاسی تدبیروں کو واحد علاج سمجھا گیا یا عملاً ایسا ہی ہوا، اگر ابتدائی طریقہ کار یہ ہوتا کہ خارجی وباطنی دونوں طریقے بروئے کار لائے جاتے تو یہ روز بد ہمیں نہ دیکھنا پڑتا اور آج ہم قابل رشک مقام پر پہنچتے، اسی طرح اربوں ڈالر اور اسلحہ کا خزانہ جات اور کان ہائے سونا اگر صرف اپنی دنیا پر قانع نہ ہوتے اور اسی نعمت کو پاکستان کی قیمت نہ سمجھتے بلکہ اپنی اور دوسروں کی اصلاح ودعوت کی طرف توجہ کرتے تو آج جو خطرات ان کو پیش آئے اور آرہے ہیں اور وہ نعمت بھی چھینی گئی یا چھننے والی ہے یہ سب امور ان کو دیکھنا پڑتا، ہمارے پاس ابھی وقت باقی ہے بلکہ شاید اب امتحان کا وقت آگیا ہے کہ دیکھیں یہ قوم اپنی دولت وشان کے ساتھ رہنا چاہتی ہے یا اپنے اصل دین اسلام کی قوم مذاب کے بادل چھا جانے کے بعد اخلاص سے توبہ کرنے سے نجات پا سکتی ہے تو یہ دنیا کی کامیابی نہیں ہوگی بلکہ بڑی غلطی ہوئی اور ہو رہی ہے لیکن اب بھی ان دیانت اقوام کو یہ بشارت سے رحمت الٰہی کے دروازے کھل سکتے ہیں، چند افراد کی آہ وبکا سے نجات کی توقع عرب سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی، احادیث نبویہ میں یہ تصریحات موجود ہیں کہ بدی کی طاقتیں جب زیادہ

ہوجائیں تو صالحین کے ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوسکتا ہے اور قوم تباہ ہوسکتی ہے(۱)۔ اور قرآن کریم میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [الانفال: ۲۵]

اور تم ایسے وبال سے ڈرو کہ جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں گناہوں سے مرتکب ہوتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

حق تعالیٰ پاکستان اور پاکستان والوں کی حفاظت فرمائے اور امت کو صالح قیادت نصیب فرمائے اور امت کو صالح بننے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یارب العلمین۔

وصلی اللہ علی خیر البریۃ سیدنا محمد رحمۃ للعالمین وعلی اصحابہ وامتہ المرحومین

ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ، اپریل ۱۹۸۹ء

پاکستان کے بحران کے باطنی اسباب

﴿هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ [الاعراف ۲۰۳]

پچھلے عرصہ سے ہماری یہ اسلامی مملکت شدید ترین بحران سے دوچار ہے۔ یہ بحران سیاسی بھی ہے اور اقتصادی بھی اور فوجی بھی۔ حق تعالیٰ کے تکوینی نظام کے کچھ اسباب بھی ہوا کرتے ہیں۔ یہ اسباب ظاہری بھی ہوتے ہیں اور باطنی بھی۔ ہمیں اس وقت ظاہری اسباب کے بارے میں کچھ نہیں کہنا ہے۔ ان سطحات میں بارہا ان کی طرف اشارات وتنبیہات کرچکے ہیں۔ وہ دوائے دقیق اور گہرے حق نہیں ہیں کہ عوام کے فہم سے بالاتر ہوں۔ اس وقت تو باطنی اسباب یا امر اور قدرت کے بارے میں کچھ عرض کرنا مقصود ہے۔ گذشتہ ستمبر ۸۵ء میں ایٹمی دھماکہ جس طرح ظہور ہوا اور نصرت الٰہی اور غیبی برکات نے جس طرح اس ملک کو مالا مال اور دشمنان اسلام کی تدبیروں سے محفوظ فرمایا اور مغربی پاکستان پر ہندوستان کی یلغار کو اس طرح روکا اور ناکام بنایا کہ مسلمانوں میں حق تعالیٰ کی طرف رجوع اور انابت کی روح پیدا ہوئی، دشمن کا رعب دلوں سے نکل گیا، پوری قوم چند لمحوں میں اپنے باہمی اختلاف کو بھلا کر سیسہ پلائی دیوار بن گئی، اخلاقی حالت میں تو عظیم الشان انقلاب آگیا، مدارس تقریباً ختم ہوگئے اور جرائم پیشہ افراد

(۱) "عن زینب بنت جحش ان النبی ﷺ دخل علیها فزعا یقول لا الٰه الا الله ویل للعرب من شر قد اقترب، فتح الیوم من ردم یاجوج وماجوج مثل هذه، وحلق باصبعیه الابهام والتی یلیها، فقالت زینب بنت جحش: قلت یارسول الله انهلك وفینا الصالحون؟ قال: نعم اذا کثر الخبث". صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب قصة یاجوج وماجوج، ج: ۱ ص: ۴۷۲، ط: قدیمی. صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعة، فصل من اشراط الساعة خروج یاجوج وماجوج، ج: ۲ ص: ۳۸۸، ط: قدیمی.

طبقات تائب ہو گئے، مسجدیں نمازیوں سے آباد اور تلاوت قرآن سے گونجنے لگیں، گھروں میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور آیات قرآن کے ہوے نظر آنے لگے، سنگ دل تاجروں کے دلوں میں بھی رقت پیدا ہوئی۔ یہ افسانہ نہیں واقعات ہیں، کل کی بات ہے، سب جانتے ہیں، مغربی پاکستان کی سالمیت کو اللہ تعالیٰ نے بدستور محفوظ و برقرار رکھا دشمنان اسلام کے اس گٹھ جوڑ کے ٹکڑے کرنے کے منصوبے خاک میں مل گئے، حق تعالیٰ نے اس عظیم احسان کا قوم کو شکر ادا کرنا تھا لیکن ہو کچھ رہا ہے آپ کے سامنے ہے:

"سب ہی راجہ بیسان"

چنانچہ اس کے چند ہی روز بعد اس سرعت سے معاشرے کی حالت بگڑنی شروع ہوئی اور اس حیرت انگیز انداز سے تمام فواحش و منکرات نے سر اٹھایا کہ عقل انگشت بدنداں ہے، اس ناشکری اور بے معاصی اور گناہوں کے نتیجہ پر قدرتی اثرات رونما ہوئے تمام ملک ان کی لپیٹ میں آ گیا جس طرح زہر کھانے سے موت آتی ہے اور جمال گوٹہ کھانے سے دست آتے ہیں، ٹھیک اسی طرح ہر معصیت اور گناہ کی ایک تاثیر ہوتی ہے جس کا ظاہر ہونا لازمی ہے۔

ہمارے ملک میں جو مہلک بیماریاں اس وقت روز بروز ابھر رہی اور پیدا ہو رہی ہیں، ملک کے عوام و خواص سب ہی شدید معاشی، اقتصادی اور سیاسی اضطراب میں مبتلا ہیں، محکوم و حاکم دونوں ناقابل برداشت حد تک پریشان ہیں، قلوب میں سکون و اطمینان کلی طور پر مفقود ہو گیا ہے، دشمنوں کا رعب اور دبا حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے، ان کی چیرہ دستیوں سے روزانہ چشم پوشی کر رہے ہیں، مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے خطرات خطرناک صورت میں پیدا ہو گئے ہیں اور دوبارہ پاکستان کی سالمیت خطرہ میں ہو رہی ہے، ان سب خرابیوں اور امراض کے پیچھے باطنی اسباب ہیں، ہمارے معاشرے میں جو برائیاں ناسور کی شکل اختیار کر چکی ہیں وہ یہ ہیں، سود ہے، رشوت ہے، شراب نوشی ہے، زنا ہے، قتل ہے، اپنے محارم سے بدکاری، اور چوری ہے، سب پر ڈکیتی اور غریبی ہے، ان مفاسد اور جرائم کی اتنی کثرت ہو گئی ہے کہ عقل حیران ہے، سود نے تمام معاشرے کو مفلوج کر دیا ہے، اس معصیت کو نہ چھوڑنے پر حق تعالیٰ کی طرف سے صریح اعلان جنگ ہے فرمایا ہے:

﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ [البقرة:۲۷۹]

اگر تم سود نہیں چھوڑو گے تو اللہ اور اس کے رسول کا اعلان جنگ سن لو، معاذ اللہ۔

رشوت کے لئے بارگاہ نبوت سے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو رشوت لینے اور دینے والے پر(۱)، شراب کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو شراب پیے یا پلائے یا بنوائے اور جس

---

(۱) "عن عبداللہ بن عمرو قال لعن رسول اللہ ﷺ الراشی والمرتشی" سنن الترمذی، ابواب الاحکام عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم ج:۱ ص:۱۵۹، ط. فاروقی کتب خانہ ملتان. سنن ابی داؤد، کتاب القضاء باب فی کراھیۃ الرشوۃ ج:۱ ص:۵۰۴، ط. حقانیہ.

کے لئے خریدے اور جو فروخت کرے اور جو تیر بنائے وغیرہ وغیرہ (۱) اور اتنی وعیدیں آئی ہیں کہ عقل لوگوں کے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، حدیث شریف میں صاف اور صریح الفاظ میں آیا ہے: "ملاپ سود خوری اور زنا کاری پر دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہے" (۲)۔

افسوس ہے شرمناک اور جرأت ہے کہ ملک میں روز بروز یہ لعنت پھیلتی ان کی اشاعت ہوتی جا رہی ہے حکومت نے شراب اور زنا کے انسداد سے ہی ہے حرام پیشوں کی شرح پیدا اور بھی روز افزوں ترقی پر ہے، ماہ رمضان المبارک میں ہوٹل کھلے رہتے ہیں علی الاعلان قانون خداوندی سے بغاوت اس ملک میں ہوتی رہی ہے مختصر یہ کہ کون سی معصیت ہے جو ہمارے معاشرے میں نہیں ہو رہی یہ قسم گناہوں کی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب و عقوبت لا رہے ہیں اور رحمت الٰہی سے محروم کر رہے ہیں، دوسری طرف عبادات نماز، روزہ، تقویٰ و طہارت کی زندگی دینداری وغیرہ جو حق تعالیٰ کی رحمت کے نزول کا ذریعہ ہیں وہ تیزی کے ساتھ روز افزوں تنزل پر ہیں، ختم نبوت جو اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اس کے نہ ماننے والوں کو اقتدار سونپا جا رہا ہے، ان اکابر امت کے صدقے اسلام کی یہ نعمت آج تک محفوظ رہی ہے ان کو برسر اقتدار لایا جا رہا ہے اور ان کے ہاتھوں میں ہی اقتدار آ رہا ہے، ان تمام نزاکتوں کا ہی لازمی نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت روز بروز دور ہوتی جا رہی ہے، مصیبتیں برس رہی ہیں، قلوب سے سکون و اطمینان مفقود ہو رہا ہے، دماغوں میں صحیح شعور اور ادراک کا مادہ ختم ہو رہا ہے۔

یہاں تک میں تقریباً آخر شعبان میں لکھ چکا تھا دو بار رمضان المبارک کے بعد حرمین شریفین سے واپس پر چند حروف اپنے قلم کر رہا ہوں۔

بھارت کا مشرقی پاکستان پر حملہ

آخر وہ شدید خطرہ جو اب تک تھا اس کا ظہور ہو گیا اور دشمن نمبر ۱ دشمن پاکستان طاقت (بھارت) نے ازلی دشمن نے اسلام طاقتوں کے ایماء پر مشرقی پاکستان پر دوبارہ باقاعدہ حملہ کر دیا بلاشبہ ہمارے اعمال تو اس لائق ہیں کہ ان کی سزا دی جائے کیونکہ حکومت پاکستان کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہی تھی ہم نے اس کا شکر نہیں ادا کیا نہ

(۱) "عن ابی علقمة وعبدالرحمن بن عبدالله الغافقی انهما سمعا ابن عمر یقول قال رسول الله ﷺ: لعن الله الخمر وشاربها وساقیها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة الیه"
سنن ابی داؤد، کتاب الاشربة، باب العنب یعصر للخمر ج ۲ ص ۵۱۷، ط: حقانیہ۔
سنن ابن ماجه، کتاب الاشربة، باب لعنة الخمر علی عشرة اوجه ص ۲۴۲، ط قدیمی
(۲) "عن ابن عباس قال نهی رسول الله ﷺ ان یشتری الثمر حتی یطعم وقال اذا ظهر الزنا والربا فی قریة فقد احلوا بانفسهم عذاب الله" شعب الایمان للبیهقی ج ۴ ص ۳۹۷، ط: دار الکتب العلمیہ بیروت۔
مجمع الزوائد، باب ما جاء فی الربا ج ۴ ص ۲۱۳، ط: دار الفکر بیروت

صرف یہ ہمکہ ۶۵ کی عظیم الشان نعمت خداوندی، نصرت غیبی کے شکر کا جو تقاضا تھا اس سے بھی ہم نے مجرمانہ غفلت اختیار کی، خطرہ تو ہے کہ کہیں یہ اسی جرم کی سزا نہ ہو لیکن حق تعالیٰ کی رحمت بے غایت اور بے انتہا ہے اگر وہ ہمارے گناہوں پر مواخذہ فرماتا تو ہم مدتوں پہلے ختم ہو گئے ہوتے اور ہم میں سے کوئی شخص بھی زندہ نہ ہوتا لیکن اس کی بے پایاں رحمت ہے کہ ہم اب تک زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے مالا مال ہیں، امید ہے کہ یہی رحمت الٰہی اب بھی پاکستانی مسلمانوں کی دستگیری فرمائے گی اور جس طرح ۶۵ میں غیبی نصرت کے خوارق و معجزات پیش آئے تھے اسی طرح اب بھی پیش آئیں گے، امید ہے کہ رب کریم اپنے لازوال کرم سے دوبارہ ہمیں معاف فرما دے۔

بلاشبہ حالات انتہائی خوف و رجاء اور امید و بیم کی صورت اختیار کر رہے ہیں، ہماری حالت تو اگرچہ پاداش و سزا کی مقتضی ہے لیکن حدیث قدسی میں ارشاد ہے: "میری رحمت میرے غضب سے پہلے اور غالب ہے" (۱)۔ اس لئے امید ہے کہ پروردگار عالم اپنے فضل و کرم سے امید اور رجاء کا پہلو خوف و بیم پر غالب رکھیں گے اور اس میں تو شک ہی نہیں کہ توبہ کا دروازہ ابھی بند نہیں ہوا ہے، اب ضرورت ہے کہ ہم اپنے گناہوں سے بصدق دل توبہ کریں اور اپنی تقصیرات و ناشکری کی معافی مانگیں اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سنت ہے یعنی ایسے نازک مواقع پر نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا اس کو صدق دل سے اختیار کریں، صبح کی نماز میں دوسری رکعت سے رکوع کے بعد اسلام، عساکر اسلام اور مسلمانوں کی نصرت کی دعائیں مانگی جائیں، امام بآواز بلند دعائیہ کلمات کہے اور مقتدی پوری توجہ اور خشوع و خضوع کے ساتھ آمین کہتے رہیں، کراچی کے بعض محققین نے عوام کی رہنمائی کے لئے قنوت نازلہ اور اس کے پڑھنے کے طریقے کو ایک پمفلٹ کی شکل میں طبع کرا کے شائع کر دیے ہیں اور نماز جمعہ کی کیا تخصیص ہے اپنی تمام دعاؤں میں اسلام اور مسلمانان عالم کی فتح و نصرت خصوصاً پاکستانی مسلمانوں کی کامیابی اور دشمنان اسلام کی تباہی کی دعائیں کرنی چاہئیں۔

پاکستان میں اسلامی شعائر کا احترام اور اس کی وجہ

اگر قریب سے تمام ممالک اسلامیہ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ الحمد للہ پاکستان میں اب بھی اسلامی شعائر کی تعظیم و احترام جتنا ہے اس سے بہت زیادہ موجود ہے۔ پاکستانی عوام کے ذریعہ آج بہت اچھی دینی چہل پہل برقرار ہے، پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد یہ تمام مجلسیں، دینی مدارس، مکاتب اور ان میں حکومت کے اثر سے آزاد دینی خدمات جس قدر انجام پا رہی ہیں یہ سب پاکستان کے عام ارباب خیر کی دینی

(۱) صحیح البخاری، کتاب بدأ الخلق، باب ماجاء فی قول اللہ وھو الذی یبدأ الخلق ثم یعیدہ وھو اھون علیہ ج ۱ ص ۴۵۳، ط قدیمی۔
صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ وانھا تغلب غضبہ ج ۲ ص ۳۵۶، ط قدیمی

حیثیت اور نوشتوں کا تقاضہ ہے۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے اس ملک کے مسلمان بھی اس معاملہ میں پاکستانی رہو ہے کہ ان کا ہم نہیں کر سکتے۔

[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [

آئینی بحران اور اس کا دانشمندانہ حل

الحمد للہ آئین نے مسئلہ پیدا کرنے والا ایسا عمل ہے جو آ رہا ہے تھا اور جس نے بڑھتے بڑھتے سنگین صورت حال اختیار کر لی تھی بالآخر اس تدریجی عمل پر قدرت نے اس پر قدرتی پردہ ڈال دیا جو ہر انسان کے اندر ایک دفاعی نظام چھپا ہوا ہوتا ہے جو مدافعت کی صلاحیت رکھتا ہے اور جب اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق آئین کو نظر انداز کیا جاتا ہے تو یہ مایوس کن صورت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہوتی ہے امید کے ساتھ امید کی کرن پھوٹتی ہے اور حالات میں خوشگوار تبدیلی ہوتی۔ فالحمد للہ حمد کثیرا!

یہ بحران دوسرے بہت سے مسائل کی طرح جناب اللہ اور جناب الطاف کی رسہ کشی کی پیداوار تھا جناب الطاف کو اپنی آخریت پر ناز اور اپنی طاقت پر اتنا گھمنڈ ہو گیا تھا کہ وہ ہر معاملے میں اپنی رائے پر بضد رہتے اپنے گروہ کو ہر صورت منوانے پر مصر تھے، اور جب الطاف کی نہ مانے سے دستور کے خلاف عوامی تحریک چلانے کا اعلان کیا ہے تو انہیں کامیابی تھی کہ گروہ دستور پر قائم رہنے والا کوئی نہیں تھا اس نے عوامی طاقت ان کے ساتھ ہوتی، خدانخواستہ قتل و قتال، فساد اور فساد پھیلنے کی یہ کیفیت باقی رہتی تو حالات وہ رخ اختیار کر لیتے اور گروہ انتشار مرتب ہوتا اس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ فریقین کو بروقت صحیح سمجھ آ گئی، جانبین نے موقع کی نزاکت کو اچھی طرح محسوس کر لیا، غلط فہمیاں دور ہوئیں اور بڑی حد تک خیر سگالی کی فضا پیدا ہو گئی، جناب الطاف کی چھ ترمیمات قبول کر لی گئیں اور بعض ترمیمات سے دستبردار ہونے میں انہوں نے تسلیم سے کام لیا کہ چلئے جتنا کام ہو جائے اچھا ہے بقیہ کی تکمیل پھر ہوتی رہے گی۔ ان دنوں کی حالات میں جو پیشرفت ہوئی وہ بھی صد فیصد تھی، بہرحال بیس فیصد کی امیدیں خاک میں نہیں ملیں، ورنہ صد فیصد کی امید میں خطرہ تھا کہ قوم کی کشتی آئین کے ساحل سے ٹکرا کر ایک بار پھر ڈوب جائے گی، اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ:

"رسید بلا بے دعائے کہ شت"

آئینی بحران اور اس کا دانشمندانہ حل ہمارے قومی رہنماؤں کے لئے ایک سبق آموز واقعہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ تمام متنازع فیہ مسائل کو اسی طرح سلجھایا جا سکتا ہے، ضد، تعصب اور ہٹ دھرمی سے مسائل الجھ جاتے ہیں، کشمکش پیدا ہوتی ہے اور انتشار پھیلتا ہے اور شدہ شدہ اصل مدعا کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے اور ہم دائرے میں گھومتے رہتے ہیں اور مسائل کے سلجھانے میں مدد ملتی ہے، ہمارے یہاں یہ بڑی بری رسم چل نکلی ہے کہ جو شخص اپنی رائے سے موافقت کرتا ہو اس کی ہر خطا صواب ہے اور ہر گناہ ثواب اور جو شخص اختلاف رائے کا مرتکب ہو اس کے لئے بدترین القاب کا انتخاب کرنا ضروری ہے، جب ہر فریق اپنے آئین عقل کل سمجھے، جب مخالف کی آواز کو ہر جائز و ناجائز طریقہ سے دبانے کی کوشش کی جائے اور جب متانت، سنجیدگی، عدل و انصاف اور باہمی عزت و احترام کے

بجائے شور و شغب، ظلم و تعدی اور دوسروں کی تجسس و تحقیق کو کامیابی کا راستہ فرض کر لیا جائے تو معمولی سے معمولی مسئلہ بھی عقدہ لاینحل ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کے برعکس جب ہر شخص تواضع اور فروتنی کا پیکر ہو، جب جہد البقاء کے سفر میں ہر شخص کو دوسروں کی مدد کی ضرورت کا بھرپور احساس ہو اور جب آپس میں ایثار و قربانی کی فضا قائم ہو تو دنیا کا کوئی مشکل سے مشکل مسئلہ ایسا نہیں جسے حل نہ کیا جا سکے۔

خطا و نسیان بشریت کا خاصہ ہے اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی شخص نہ معصوم ہے اور نہ مطاع مطلق، کوئی شخص کمزوریوں سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا، اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دوسروں کی خوبیوں کا اعتراف کرو اور اپنی کمزوریوں پر نظر رکھو، اس سے باہمی رواداری اور حق شناسی کے جذبات ابھریں گے اور باہمی محبت و احترام کی فضا پیدا ہوگی برخلاف اس کے کبر و غرور سے نفرت و بیزاری پیدا ہوگی اور عداوت و بداعتمادی کا ماحول جنم لے گا۔

شیطان یہ سمجھتا ہے کہ اگر تم نے دوسرے کی بات مان لی تو تمہاری سبکی ہو جائے گی، ناک کٹ جائے گی اور دنیا تمہیں حقارت کی نظر سے دیکھے گی، اس کے برعکس نبوت کی تعلیم یہ ہے کہ:

من تواضع لله رفعه الله ومن تكبر وضعه الله(۱)

جو اللہ کی خاطر جھک جائے اللہ تعالیٰ اسے اونچا کر دیتے ہیں اور جو تکبر کرے اللہ تعالیٰ اسے نیچا کر دیتے ہیں، کبر سے ایک تو معاملات الجھتے ہیں، دوسرے خود متکبر لوگوں کی نظر میں ذلیل ہو جاتا ہے اور فروتنی سے نہ صرف معاملات سلجھتے ہیں بلکہ ایسے شخص کو عزت و وقار اور قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

الغرض آئینی مصالحت سے جو خیر سگالی کی فضا پیدا ہوئی ہے اس کو مزید بڑھانے کی ضرورت ہے، باہمی تو تکار سے تلخی بڑھتی ہے، کشیدگی میں اضافہ ہوتا ہے، قلوب میں نفرت و بیزاری کے کانٹے چبھتے ہیں، افسانہ کدورت حقائق مشتبہ ہو جاتے ہیں، باہر کی دنیا میں ہوا اکھڑ جاتی ہے، وزن گھٹ جاتا ہے اور زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔

قوموں کا آئین اور دستور

دستور ساز اسمبلی کے آخری اجلاس میں صدر مملکت کی تقریر کا یہ جملہ قابل قدر ہے کہ "آئین کوئی مقدس صحیفہ نہیں کہ اس میں مناسب ترمیم نہ کی جا سکے"۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آئین میں بعض چیزیں اصلاح طلب ہو سکتی ہیں، اس ضمن میں ہماری گذارش یہ ہے کہ یہ اصلاح کا کام جتنی جلدی ہو جائے اچھا ہے، اس کو محض اس انتظار پر ملتوی نہیں رکھنا چاہیے کہ جب لوگوں کی طرف سے اس کا مطالبہ ہوگا و راس کے لئے باقاعدہ تحریک چلے گی یا جب حکومت کو کسی قانون کے نفاذ میں دقت پیش آئے گی تو آئینی شق کی اصلاح کر دی جائے گی، سب جانتے ہیں کہ دستور کسی قوم کا وہ بنیادی قانون ہے جو اس کے قومی رجحان کے لئے خشت اول کی حیثیت رکھتا ہے، اگر اس میں ذرا بھی کجی

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الغضب والکبر ج: ۲ ص: ۴۳۴، ط: قدیمی

رہ جائے تو "تا ثریا می رود دیوار کج" کا مقصد ہوتا ہے، دستور مملکت سے قومی سفر کا سلسلہ منسلک ہے، جو اسے انسان منزل سے آگاہ کرتا ہے، سابقہ دساتیر کی غلطیوں نے قوم کو آج تک "وادی تیہ" کا مسافر بنائے رکھا جو پچیس سال گھومی پھری، سفر کے بیان سے اس کے قویٰ مضمحل اور اعضاء شل ہو گئے گمراہ سے منزل تک رسائی نصیب نہ ہوئی اگر اس متفقہ دستور میں خدانخواستہ کوئی نادانستہ غلطی بھی باقی رہی تو ہمیشہ سے نجات مشکل ہے کہ قوم آج نہیں تو کل پھر اپنی منزل سے بھٹکنے لگے، آئین آئے دن نہیں بنا کرتے نہ عقلاء و جہلاء کے جم غفیر کا کسی چیز پر متفق ہونا آسان ہے۔

سربراہ مملکت کی ذمہ داریاں

آئین کی متفقہ منظوری کے بعد صدر محترم کی شخصیت باہر کی دنیا میں بڑی قدر آور ہو گئی ہے اور ان کا وزن کئی گنا بڑھ گیا ہے، اب ان کا تعارف صرف اکثریتی پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے نہیں ہوگا بلکہ پوری قوم کی نمائندگی کا تاج ان کے سر پر ہوگا اور وہ بیرونی حریفوں سے پورے عزم و اعتماد کے ساتھ نبرد آزما ہو سکیں گے لیکن اگر ایک طرف ان کے وقار میں اضافہ ہوا ہے تو دوسری طرف پوری قوم کی عظیم مسئولیت بھی انہی پر آن پڑی ہے کل فرد نے قیامت میں اللہ ذوالجلال کی عدالت میں جب ان کی پیشی ہوئی تو پوری قوم کا بار امانت ان کے کندھوں پر ہوگا اور انہیں پوری قوم کے اعمال اور کارناموں کے بارے میں جوابدہی کرنا ہوگی، اگر ملک میں صحیح آئین نافذ ہوا اس کی روشنی میں خدا تعالیٰ کا پسندیدہ قانون رائج ہوا اور عدالتوں میں اسلامی عدل کے مطابق فیصلے ہوئے تو ان سب کا اجر و ثواب ان کے نامہ عمل کی زینت ہوگا اور اگر ان کے مرتب کردہ آئین میں ایک بھی غلطی ہوئی اور اس کے مطابق ایسے قوانین وضع کئے گئے جن پر رضائے خداوندی کی مہر ثبت نہیں تھی اور عدالتوں میں غیر اسلامی قانون کے مطابق فیصلے ہوئے تو اس کا بار گناہ بھی سربراہ مملکت کی گردن پر ہوگا، رعایا کے جو حقوق اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکومت پر عائد کئے گئے ہیں اگر ان کے ادا کرنے میں کسی امیر، وزیر یا محکمہ افسر نے کوتاہی کی تو اس کی باز پرس صرف اسی سے نہیں بلکہ صدر مملکت سے بھی ہوگی، ارشاد نبوی ہے:

الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته (۱)

کان کھول کر سن لو تم میں سے ہر شخص (اپنے اپنے دائرے میں) نگہبان ہے اور ہر شخص اپنی رعیت کے بارے میں مسئول ہوگا۔ صدر مملکت کی اس اہم ترین ذمہ داری حیثیت کے پیش نظر ان کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ آئینی اصلاحات کو فراموش کے انتظار پر معلق نہ رکھیں بلکہ جہاں ممکن ہو صدارتی چوٹی کے ماہرین سیاست اور ماہرین قانون اسلام سے مشورہ لے کر آئین کو بہتری سے ممکن حد تک پاک کرائیں اور پھر اس کے مطابق صحیح قوانین وضع

(۱) صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب قول الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ج ۲ ص ۱۰۵۷، ط قدیمی۔

کرائیں تاکہ یہ امت رب العالمین کی رحمت اور بے پایاں کرم کے نظارے ظاہر دنیا سے پیش از پیش مستفیض ہو۔ ایسا نہ ہو آئین پاکستان و قانون اسلام پھر اور ایسا نہ ہو کہ ہمارے دین اور ہمارے آئین کے مابین ہم آہنگی نہ ہونے کی وجہ سے اسلام اور مسلمان کا مظلوم صادق آئے اور قرآن کریم ایسی پاکیزہ کتاب کے ہوتے ہوئے اور اس پر ایمان کے باوجود ہمارے احوال ایسے ہوں کہ:

"جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود"

تمام رائج الوقت قوانین جو آئین اسلام کے خلاف ہیں یک جنبش قلم انہیں موقوف کر دیا جانا چاہیے اور جو قوانین اسلامی احکام سے متصادم نہ ہوں انہیں نافذ اور رائج کئے جانے پر بھی انہیں ایک صورت ہے جس کے ذریعہ ہم رفتہ رفتہ ان کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ قہر خداوندی سے بچ سکتے ہیں اور ایک اور مہلت جو ہمیں عطا کی گئی ہے اس سے دانشمندی کے ساتھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

آئین میں اصلاح طلب چند امور

اسلامی نقطہ نظر سے آئین میں جن اصلاحات کی ضرورت ہے ان کے بارے میں تو اپنی ناقص رائے کا اظہار ہم بحث کریں گے جب پورا آئین ہمارے سامنے آئے گا البتہ اخبارات کے ذریعہ جتنا کچھ سامنے آسکا ہے اس سے پیش نظر کمی کمزوری اور بے اعتدالی کا پورا اندازہ لگتے ہوئے یہاں چند امور کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اسلامی آئین کسے کہتے ہیں؟

آئین کے واضعین کی جانب سے بڑی شدت و اصرار کے ساتھ یہ فرمایا گیا ہے کہ آئین اسلامی جمہوری اور وفاقی ہے۔ یہ امر کسی تشریح کا محتاج نہیں کہ وہی آئین اسلامی آئین کہلانے کا مستحق ہوگا جس میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ کیا گیا ہو کہ:

(۱) حکومت کا کوئی اقدام اسلام کے خلاف نہیں ہوگا۔

(۲) مملکت کے تمام مسلم شہریوں پر اسلامی فرائض کی پابندی قانوناً لازمی ہوگی۔

(۳) تمام شہری اسلام کے مقررہ حدود کے اندر اسلامی معاشیات کا نفاذ ہوگا۔

(۴) تمام مطبوعات شائع ہونے سے پہلے اسلامی نظریات جانچی جائیں گی۔

(۵) مملکت کی تمام مشینری صرف اسلامی قانون کی پابند ہوں گی اور اس آئین کے نفاذ کے دن سے تمام رائج الوقت غیر اسلامی قوانین منسوخ سمجھے جائیں گے۔

(۶) قرآن اور رسول کے صریح احکام بغیر کسی مسخ و تحریف کے نافذ کئے جائیں گے اور ان پر کسی اختلافی کو

رائے زنی کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

⑨ مجلس قانون ساز کا کوئی فیصلہ اگر اسلامی اصول کے منافی ہو تو عدالت عالیہ میں اسے چیلنج کرنے کا ہر مسلمان کو حق ہوگا۔

⑩ اسلامی شعائر کا تحفظ کیا جائے گا اور ان کی بے حرمتی مستوجب سزا ہوگی۔

⑪ منافی اسلام سرگرمیاں ممنوع ہوں گی۔

⑫ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کسی کو اجازت نہیں ہوگی اور

⑬ ارتداد کو اسلام کے خلاف بغاوت تصور کیا جائے گا اور اس کی وہی سزا ہوگی جو بغاوت کی ہو سکتی ہے۔

پاکستان کے جدید اور قدیم دساتیر کا فرق

اس میں شک نہیں کہ اسلامی نقطۂ نظر سے نیا دستور سابقہ دساتیر سے فی الجملہ بہتر ہے، اس کا دیباچہ اسلام کے حق میں خاصا پرجوش ہے، دیباچہ دستور میں اللہ کی حاکمیت کا اعلان بھی خوب ہے (اگرچہ وزیر قانون کی وضاحت کے مطابق سے کسی قسم کا آئینی تحفظ حاصل نہیں، نہ اس کی کوئی آئینی حیثیت ہے) دستور میں یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے (اگرچہ بڑی ردوکد اور گریز پائی کے بعد ہی سہی) کہ ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا، صدارتی عہدہ کے لئے اسلام کی شرط بھی رکھی گئی ہے، حزب اختلاف کی درخواست پر سوشلزم کا لفظ حذف کر دیا گیا ہے اور یہ ضمانت بھی دی گئی ہے کہ کوئی قانون کتاب وسنت کے منافی نہیں بنایا جائے گا (اگرچہ اس کو برسوں پر معلق کر دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ مشاورتی کونسل کی "ایوبی بدعت" کا لاحقہ بھی چسپاں کر دیا گیا ہے) ہم ان تمام امور کے لئے واضعین دستور کے شکر گذار ہیں مگر یہ ساری چیزیں تو کم وبیش سابقہ دساتیر میں بھی موجود تھیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا نئے آئین میں یہ بات بھی گئی ہے کہ ہر معاملہ میں اسلام کو بالادستی حاصل ہوگی؟ یا کسی اسلامی عقیدے، اسلامی شعائر یا اسلام کے کسی اصول اور قانون کو آئینی تحفظ دیا گیا ہے؟ کیا اسلامی عدالت پر اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کی پابندی عائد کی گئی ہے؟ کیا اسلامی تعزیرات کے نفاذ کا اعلان کیا گیا ہے؟ کیا مسلمانوں پر اسلامی فرائض کی پابندی کو لازم کیا گیا ہے؟ کیا الحاد اور ارتداد کے لئے پھانسی کیا گیا ہے؟ کیا اسلام کش سرگرمیوں پر قدغن لگائی گئی ہے؟ کیا یہ اعلان کیا گیا ہے کہ اسلامی مملکت خدا اور رسول کے احکام کو جوں کا توں نافذ کرنے کی پابند ہے؟ کیا یہ ضمانت دی گئی ہے کہ اگر پارلیمنٹ یا کوئی ماتحت ادارہ اسلام کے خلاف کوئی فیصلہ کرے تو اسے چیلنج کیا جا سکتا ہے؟

اگر ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے تو خود اپنے ضمیر سے دریافت فرمایئے کہ یہ دستور کہاں تک اسلامی دستور کہلانے کا مستحق ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کی کیا قیمت ہوگی؟ اگر اسلام کے کسی اصول کو آئینی تحفظ حاصل نہیں اور صرف وعظ کے درجہ میں عوام کی فہمائش کے لئے اسلام کا نام لیا گیا ہے تو کیا یہ بھی کچھ ہے جس

پر سرِ عام اشتہار دے کر شائع نہ کیے جائیں؟ کیا اسے اسلام سے وفاداری کہا جائے گا؟ اور کیا ہمارا یہ طرزِ عمل حق تعالیٰ کی رضا و رحمت کا موجب ہوگا؟

رحمتِ الٰہی اور رضاءِ خداوندی حاصل کرنے کا طریقہ

بالکل ظاہر ہے کہ جب تک ہم حق کو ترک کر کے ساری قانون کو اپنانے کا عہد نہیں کیا جائے گا جب تک زندگی اسلامی اسانچے میں نہیں ڈھالی جائے گی اور جب تک قول اور فعل کا تضاد ختم نہیں کیا جائے گا جب تک ہماری زندگی کا مستقل مظہر نہ ہو جائے تب تک حق تعالیٰ کی رحمت کی نوید ہو سکتی ہے؟ قول و فعل اور عقیدہ و عمل کا تضاد حق تعالیٰ کے نزدیک نہایت مکروہ اور ناپسندیدہ چیز ہے ارشادِ خداوندی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ [الصف: ۲، ۳]

اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضگی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

پاکستان کی ابتدائی نشاۃ سے آج تک قوم کو طفل تسلیوں سے بہلایا گیا کہ یہاں اسلامی قوانین مرتب اور نافذ ہوں گے، کبھی نفاذ کے لئے تعلیماتِ اسلام کا بورڈ قائم کیا گیا، کبھی مشاورتی کونسل تشکیل کی گئی، کبھی تحقیقاتی ادارے بنائے گئے مگر اسلامی قانون کا خواب آج تک شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ ان بورڈوں کے سامنے شعائرِ اسلام کی تخفیف ہوئی، ان مشاورتی کونسلوں کے علی الرغم محرمات کو فروغ دیا گیا اور ان تحقیقاتی اداروں کے جلو میں کفر و الحاد کو رواج دیا گیا، اسلامی عقائد کو پامال کیا گیا اور اسلامی شعائر کو مسخ کیا گیا۔ آخر اس نفاق اور دوغلے عمل کا نتیجہ کیا نکلا؟ اس کے سوا کیا ہے کہ آسمانوں کا یہ ولی اپنے سابقہ پروگرام (سنتِ اللہ) ﴿فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ﴾ کی یاد تازہ کر کے ہمیں اپنے نفاق، دوغلی پالیسی کی بدولت قوم کو بھی آتش فشاں کے دہانے پر کھڑا کر کے ہلکے سے جھٹکے سے ہلا دے اور باقی کو خدا جانے کہ کتنے دانا و بینا اہلِ الرائے حضرات عوام کو چند دن غلط فہمی میں مبتلا رکھا جا سکتا ہے، خوش آئند وعدوں اور خواب آور تسلیوں کے سہارے انہیں کچھ عرصہ کے لئے مسرور کیا جا سکتا ہے لیکن بالآخر اس تزویر و فریب کی قلعی کھل جاتی ہے اور حق تعالیٰ تو ایک لمحہ کے لئے بھی دھوکا نہیں دیا جا سکتا:

"باخدا تزویر ہا چیزے نیست"

البتہ وہ ظالموں اور سرکشوں کو ڈھیل دیتا ہے، غافلوں اور مجرموں کو مہلت دیتا ہے اور نافرمانوں اور بدکاروں سے درگزر کرتا رہتا ہے اس کے اسی حلم و عفو سے کچھ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جو شقاوت و بدبختی

---

(۱) ایسا ہی قارون کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے اس کو اس کے محل سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ [القصص: ۸۱]

کی علامت ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ [الاعراف:۹۹]

ہاں! تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ناگہانی پکڑ سے نڈر ہو گئے تو (خوب سمجھ رکھو) کہ اللہ تعالیٰ کی ناگہانی گرفت سے کوئی نڈر نہیں ہوتا سوا ان کے جن کی شامت ہی آ گئی ہو۔

اور آنحضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ان الله ليملي الظالم حتى اذا اخذه لم يفلته ، ثم قرأ: ﴿وكذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى وهي ظالمة ان اخذه اليم شديد﴾". (۱)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت ضرور دیتے ہیں تاآنکہ جب اسے پکڑتے ہیں تو پھر اسے چھوڑتے نہیں، یہ فرماتے ہوئے آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور آپ کے رب کی داروگیر ایسی ہی (سخت ہوتی ہے) جب وہ کسی بستی والوں پر داروگیر کرتا ہے جبکہ وہ ظلم کیا کرتے ہوں بلاشبہ اس کی پکڑ بڑی دردناک اور سخت ہے۔

کس کو کب تک ڈھیل دی جائے؟ اور اسے کب اور کس طرح پکڑا جائے؟ یہ حق تعالیٰ کے تکوینی مصالح ہیں جن کو وہی جانتا ہے۔

نعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله

موجودہ نام نہاد اسلامی آئین کی خامیاں

الغرض ہمیں اپنی تاریخ سے عبرت لینی چاہیے، اگر نئے دستور کے سانچے میں سوشلزم کو (جسے اسلامی سوشلزم سے ملمع کیا جاتا ہے) پرچار کیا جاتا ہے، اگر انگریزی دور کے مسخ شدہ کالے قوانین کی عملداری قائم رہتی ہے، اگر ایوبی آمریت کی مکروہ یادگار دفعہ ۲۰۳ کی قانون بدستور نافذ رہتا ہے، اگر اسلامی تعزیرات کو نافذ نہیں کیا جاتا، اگر پارلیمنٹ کے فیصلوں کو اسلامی احکام کے منافی ہونے کی بنا پر چیلنج نہیں کیا جا سکتا تو کیا یہ دستور اسلامی ہوگا؟ وہ وفاقی جمہوری ہوتو ہو لیکن اسلامی نہیں ہو سکتا جس دستور کے تحت ہر قسم کے فواحش و منکرات اور کفر و الحاد کی آزادی ہو، مذاہب بالدین کی کھلی چھوٹ ہو، اسلام سے انحراف و ارتداد کی اجازت ہو، شعائر اللہ کو مسخ کیا جا سکتا ہو، قطعیات دین میں تاویلیں کرنے کی گنجائش ہو، حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کوئی جرم نہ ہو، کفر، ارتداد پر سب و شتم کی ممانعت نہ ہو، جدید نبوت پر ایمان لانے والوں کی عزت افزائی کی جائے اسے اسلامی دستور کا نام دے کر اللہ تعالیٰ کو خوش کیا جا سکتا ہے؟ جو دستور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ پاکیزہ دین اس کے عقائد و احکام کے تحفظ کی ضمانت نہیں دیتا کیا یہ توقع رکھی جائے کہ اللہ تعالیٰ اس دستور کی اور اس ملک کی جس میں یہ دستور نافذ ہے

(۱) صحیح البخاری، کتاب التفسیر سورۃ ہود، باب قولہ "وکذالک اخذ ربک" ج: ۲ ص: ۶۷۸، ط: قدیمی

حفاظت فراہم کرتی ہے؟

صحیح اسلامی آئین

ان معروضات کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ آئین میں جو اسلامی دفعات رکھی گئی ہیں وہ خوب ہیں قابلِ تائید ہیں۔ اس کے باوجود اسلامی نقطۂ نظر سے آئین بہتر تشکیل اور اخراجِ اصلاح ہے۔ اگر معاملہ صرف بندوں تک محدود ہوتا تو معاملہ چندوں دشوار نہیں تھا۔ ہمیں پروپیگنڈے کی طاقت، مع کاری کی ساحری اور پارلیمانی اکثریت کی دلیل سے مطمئن کیا جا سکتا تھا مگر اسلام کا معاملہ اس سے مختلف ہے وہ اللہ رب العالمین کا نازل کردہ دین ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں نام و نمود اور ریا و نمائش کی کوئی قیمت نہیں وہاں سے پروپیگنڈے سے فریب دیا جا سکتا ہے نہ اس کے سامنے یہ دلیل چل سکتی ہے کہ ہم قوم کے نمائندے تھے۔ ہماری اکثریت تھی اور قوم نے پہلی بار بالغ رائے دہی کے اصول سے ہمیں ایوان میں بھیجا تھا اور ہمیں اپنی مرضی کا آئین تیار کرنے کا اختیار دیا تھا۔ ہم نے قوم کو ایسا آئین دیا جو ان کی امنگوں کی عکاسی کرتا تھا، اس دلیل سے قوم کے ذہن کو اپیل کی جا سکتی ہے مگر اس سے اللہ تعالیٰ کو خوش نہیں کیا جا سکتا اور اس کی خوشنودی کا فیصلہ ہمارے حق میں ہو سکتا ہے۔ اس سے اگر آئین کو اسلامی بنانا ہے تو اس میں ایسی اصلاحات از بس ضروری ہیں جن سے خدا کے بندوں پر خدا کی حکمرانی عملاً نافذ ہو۔ ہم یہ سوچ کر مطمئن ہیں کہ یہ آئین عوام کے نمائندوں کا تیار کردہ ہے اس لئے کوئی شخص اس کو اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتا مگر ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ سابقہ دستور بھی قہرِ خداوندی کا نشانہ بنے جو خلا محمد، اسکندر مرزا، ایوب خان اور یحییٰ خان کی شکل میں نمودار ہوا اور جب قہر الٰہی نازل ہوتا ہے تو وہ نہ عوام کو پوچھتا ہے نہ عوام کے نمائندوں کو وہ نہ ملک کی پروا کرتا ہے نہ اس کے مقدس آئین کی ہمیں دستور کی پاسداری کے سلسلہ میں صرف عوامی طاقت پر تکیہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ قہرِ خداوندی سے حفاظت کی بھی فکر کرنی چاہیے۔

اسلامی آئین کے نفاذ کا تقاضہ

اسلامی آئین کے نفاذ کے بعد سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ اخلاص و دیانت داری کے ساتھ اس کے تقاضوں کو پورا کیا جائے اور خدا خوفی کے ساتھ اس پر عملدرآمد شروع ہو جائے اور اس کے لئے عوام و خواص کی اسلامی اصولوں کے مطابق اخلاقی تربیت کی جائے۔ میں پہلے بھی بارہا یہ چیز کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں کہ قرآنی آئین بنا دینا قوانین وضع کر دینا جب تک مسلمانوں کو عملی طور پر حقیقی مسلمان بنانے کی کوشش نہ کی جائے جب تک ہمارے حکمران، سیاست، جمہوریت، دستور اور پارلیمان جیسی چیزوں کو مغرب سے درآمد کرنے کے بجائے ان میں سے ایک چیز بھی ایسی نہیں جو اسلامی اصولوں کو راسخ کرنے والی اور صحیح اسلامی زندگی کی راہ ہموار کرنے والی ہو۔ اس سے ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تازہ نوجوان پیدا ہوں گے جن کے اخلاق میں بلندی، ان کے نفس میں طہارت، ان کے تعامل میں

مقامات اور ان کے انعام میں رزالت کے اوصاف بھی ہیں، اور جو پوری قوم کو ﴿اشداء علی الکفار رحماء بینھم﴾ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل بنا دے، یہ کوئی پارٹی نہیں ہے، نہ حکومت، نہ مالی، نہ ملکی، نہ دستور، نہ پارٹی، نہ وزارت بلکہ وہ صرف اسلام کی دعوت و تبلیغ اور افراد امت کا تزکیہ ہے۔

فریضۂ دعوت و تبلیغ اور مسلمان

افسوس ہے کہ قرون مشہود لھا بالخیر کے بعد امت دعوت و تبلیغ میں بہت مقصر رہی ہے اور اب تو اس بنیادی چیز کو چھوڑ کر دوسری چیزوں ہی کو مقصود بنا لیا ہے، بادشاہ سلاطین اسلام نے سیف و سنان اور جہاد و قتال سے بہت سے کارنامے انجام دیئے اور اس کے نتیجہ میں بہت سے ملک حلقہ بگوش اسلام ہوئے لیکن اسلام کے تابناک اور اہم اصول و اخلاقی دعوت و تبلیغ کے راستے سے اسلام کو پھیلانے کی کوششیں بہت کم ہوئیں اور نہ دنیا کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا، اسلام کا وہ نور جو دعوت و تبلیغ کے راستے سے دلوں میں اترتا ہے وہ بڑا قوی پائیدار اور بارآور ہوتا ہے۔

غزوۂ خیبر کے موقعہ پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو اسلامی پرچم عطا فرماتے ہوئے جو ہدایت فرمائی اسے صحیح بخاری شریف نے ان لفظوں میں نقل کیا ہے:

"انفذ علی رسلك حتی تنزل بساحتھم ثم ادعھم الی الاسلام واخبرھم بما یجب علیھم من حق اللہ فیہ فواللہ لان یھدی بك اللہ رجلا واحدا خیر لك من حمر النعم"۔ ( )

اطمینان سے جاؤ یہاں تک کہ ان کے قریب جا کر فروکش ہو جاؤ، پھر انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اور ان کو جو حقوق اللہ کی جانب سے اسلام لانے کا ہو حق ان پر عائد ہوتا ہے اس سے انہیں آگاہ کرو، پس خدا کی قسم اگر تمہاری وجہ سے ایک آدمی کے لئے بھی اللہ تعالیٰ ہدایت کا فیصلہ فرما دیں تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

اسلام تو دراصل نام ہے اس دین کا جس کی بنیاد ہی دعوت و تبلیغ پر قائم ہے جس کا سب سے بڑا مایہ شفقت و رحمت اور محبت و مودت ہے اور جس کا پیغام امن و سلامتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بنیادی مقاصد صرف دعوت و تبلیغ، اصلاح و تزکیہ اور قلوب میں ایمان و عقائد اور ایمان بالآخرۃ کو پختہ کرنے کے لئے مختص تھے، جب دعوت و تبلیغ کا کام اپنی آخری حد کو پہنچ گیا اسلام کی صداقت اور اس کی اخلاقی قوت ہر خاص و عام کے سامنے روز روشن کی طرح کھل کر واضح ہو گئی اور باطل پھر بھی اپنی ضد سے باز نہ آیا اور جب ہر طرح کی مدبرانہ کوششیں ناکام ہو گئیں اور مسلمانوں کو امن و عافیت کی دعوت سے انتہائی مجبور کن حالات کا سامنا کرنا پڑا تو جہاد بالسیف کی اجازت دی گئی اور حکم ہوا کہ اب باطل کا کانٹا صاف

( ) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر ج: ۲ ص: ۶۰۶، ط: قدیمی۔

کر دیا جائے اور فتنہ پردازوں سے اللہ کے خدائی زمین کو پاک کر دیا جائے۔ ارشاد ہوا:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ [حج ۳۹]

اب اُن کی ان قوموں کو اجازت دی گئی جن سے کافروں کی طرف سے جنگ کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

ہر حال کہنا یہ ہے کہ جب تک اسلامی قومیں اور ان کی قیادت قرآنی دعوت کے اصول پر آمادہ نہ ہو جائے اب تک اصلاح کی توقع نہیں ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وہ قول جو ہم صور پر الہام ہوا تھا کہ امت اللہ حنیف کی طرف منسوب ہے آج بھی اپنی جگہ پر حقیقت ہے فرمایا:

"لن يصلح آخر هذه الامة الا بما صلح به اولها". (۱)

آخری دور میں بھی اس امت کی اصلاح صرف اسی نہج پر ہو سکتی ہے جس نہج پر پہلے دور میں اس کی اصلاح ہوئی۔

قرآنی اصول کے مطابق اسلامی دعوت کو جب تک عام نہیں کیا جاتا جب تک اس کام کو کار عظیم نہ سمجھا جائے امت اس دعوت سے نہیں ابھر سکتی ہو جب تک اس دعوت کی آواز گھر گھر نہیں پہنچتی جب تک اصلاح محض فکر نہیں آتی، امت کی حیات نو اور بقا و تحفظ کا اس کے سوا کوئی اور طریقہ نہیں ہے اس کے علاوہ جتنے طریقے اپنائے جائیں گے ان سے کوئی قدر فائدہ ہو گا بھی تو محض عارضی، وقتی، ہنگامی اور غیر مستقل ہو گا۔

مغربی سیاست اور اس کے مضر اثرات

مغربی سیاست نے جس بیماری کو جنم دیا ہے اس سے عداوت، نفرت، تعصب، تنگ نظری، انتشار کے کانٹے تو پیدا ہو سکتے ہیں مگر محبت، رواداری، امن، ترقی اور اتحاد کے پھول نہیں کھل سکتے۔ یہ جمہوریت کا سب سے بڑا عیب ہے کہ یہ عوامی حمایت ہے جس کی پشت پناہی کے لئے اکثریت، اکثریت اور جمہوریت سے بلند و بالا مقدس کے تصور کئے جاتے ہیں۔ پارٹیوں کی مختلف پالیسیاں اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مختلف قسم کے دائرے بناتی ہیں اور مختلف حربے سے استعمال کرتی ہیں۔ ان میں باہمی رقابت چلتی ہے۔ رقابت کی وجہ ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈا ہوتا ہے۔ ایک کا عیب دوسرا نمایاں کرتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے عمل میں رخنہ ڈالتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملک کی ترقی رک جاتی ہے۔ منشور چھپتے ہیں۔ اشتہارات لگتے ہیں۔ جلسے جلوس ہوتے ہیں۔ وعدوں اور تشہیر پر جو وظائف جو رضاکاروں کو دوڑنے کے لئے پڑتے جاتے ہیں۔ مقصد صرف یہ کہ رائے دہندگان

(۱) ابو بکر محمد بن جعفر الخرائطی، اعتلال القلوب فی مناقب امیر المؤمنین ابی حفص عمر بن الخطاب، ذکر وصف علی لہ بایتہ اھل سمہ للخلافۃ، ج ۲، ص ۴۰۲، ط: دار الکتب العلمیہ بیروت

سند ووٹ۔ کسی طرح ہمیں حاصل ہو جائے تاکہ ہم عالم بالا، حکومت و کونسل میں پہنچ کر من مانی کریں۔

دنیا کی گمراہ قومیں جن میں یہودی، عیسائی اور لامذہب سب شامل ہیں وہ تو خیر اس طریق کار پر مجبور تھیں کہ اول تو ان کا منتہائے مقصود اور نقطۂ عروج حکومت و سلطنت سے آگے نہیں جاتا پھر وہ دین و مذہب سے بالکل بے بہرہ ہیں یا اگر برائے نام مذہب ہے بھی تو صرف چند رسوم و قیود تک محدود ہے، وہ تو خیر مجبور تھے کہ حکمرانی کے اصول وضع کریں، قانون سازی کے ادارے تشکیل کریں اور قوم کے لئے صحیح خط قانون و دستور تیار کریں لیکن امت مسلمہ کو ان کی نقالی کی کیا ضرورت تھی؟ ان کے پاس خدا کا نازل کردہ آئین حیات مکمل طور پر موجود تھا ہر شعبہ زندگی کے رہنما اصول سے لے کر جزئی قواعد و ضوابط تک موجود ہیں، ہر مرض کے لئے نسخہ شفا موجود تھا آخر ان کو کیا مصیبت پڑی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے اس رحمت اور قانون عدل کے بجائے چند افراد کے وضع کردہ ضوابط کو ذریعہ نجات سمجھنے لگے، خالق کائنات کے قانون رحمت و عدل کو چھوڑ کر مخلوق کے ساختہ پرداختہ قانون میں امن و عافیت ڈھونڈنا کہاں کا فلسفہ ہے؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے اٹھ کر یہودیوں اور عیسائیوں کے طریقہ کار اور فلسفہ حیات میں پناہ لینا کیا عقل و دانش کی بات ہے؟

ہیں از کہ بریدی و با کہ پیوستی!

چھوڑو پارلیمانی دستوروں کو اور انسانوں کے خود ساختہ قانون کو! کیا قرآن کریم جیسی وحی ربانی تمہارے پاس نہیں؟ کیا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سنت کا ذخیرہ اور مقدس صحیفے تم سے گم ہو چکے ہیں؟ کیا اسلامی قانون اپنی پوری جامعیت اور ہمہ گیری کے ساتھ مکمل ضابطہ حیات کی شکل میں تمہارے ہاتھ میں نہیں؟ سب کچھ ہے مگر مسلمانوں کا زاویۂ نظر صحیح نہیں رہا ورنہ مسلمان کیوں اس تباہ کن زندگی میں مبتلا پایا جاتا ہوتے؟ اگر انہیں اپنے گھر کی خبر ہوتی تو کیوں کشکول گدائی لے کر انسانیت کش نظاموں سے بھیک مانگنے کو جاتے آج جتنی جدوجہد اسمبلی کی نمائندگی کے لئے کی جاتی ہے، حکومت سازی کے لئے جتنے پاپڑ بیلے جاتے ہیں اور ان نمائشی ڈراموں پر جتنی خطیر قیمتیں ادا کی جاتی ہیں اگر آج مسلمان اس کا عشر عشیر بھی دعوت و تبلیغ پر خرچ کرتے تو اس شقاق و افتراق سے محفوظ رہتے اور رحمت الٰہی کے مستحق ہوتے، صالح معاشرہ وجود میں آتا، پاکیزہ سیرتیں جلوہ گر ہوتیں، سکون و اطمینان کی زندگی نصیب ہوتی، آخرت سے پہلے جنتی زندگی کے پاکیزہ نظارے مشاہدہ جان کو مبتلا کرتے، اللہ تعالیٰ صحیح توفیق عمل نصیب فرمائے آمین۔

وصلی اللہ علی خیر خلقه صفوة البرية خاتم النبيين سيدنا و مولانا محمد وآله وصحبه واتباعه اجمعين.

[ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ - جون ۱۹۷۳ء]

قانون الٰہی سے روگردانی اور اس کی سزا

سنن ابن ماجہ و مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہم) کی روایت سے ایک حدیث مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من جعل الهموم هما واحدا هم آخرته كفاه الله هم دنياه ومن تشعبت به الهموم في احوال الدنيا لم يبال الله في اى اوديتها هلك"(۱) او كما قال.

جس نے اپنی تمام فکروں کو ایک ہی فکر یعنی فکر آخرت بنا لیا حق تعالیٰ شانہ دنیا کے افکار سے اسے نجات عطا فرمائے گا اور جو دنیا ہی کی فکروں میں پریشان خاطر ہو کر رہ گیا تو وہ دنیا کی کس وادی میں ہلاک ہوا؟ حق تعالیٰ اس کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا۔

مقصد ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے لئے حق تعالیٰ کی حفاظت جب نہیں رہے گی تو اس کی تباہی و بربادی میں کیا شک ہے، آج کل ہمارا پاکستان جس دور سے گذر رہا ہے اور جو کچھ پیش آیا اور آ رہا ہے جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس حدیث نبوی کی عملی تفسیر ہے مسلمان ایک معاہد قوم کا نام ہے جس نے اللہ و رسول سے یہ معاہدہ کر لیا ہے کہ چونکہ دنیا عبوری دور ہے اور منزل مقصود آخرت ہے اس لئے عبوری دور میں جو احکامات خداوندی ہوں گے وہ بسر و چشم ان کی اطاعت کرے گا اور اس کی تنفیذ (نافذ کرنے) میں حتی المقدور کوئی تقصیر نہیں کرے گا۔

عرصہ دراز کی آہ و بکا کے بعد ہمیں دنیا کا اکھوں مربع میل خطہ زمین اس شرط پر ملا کہ اس پر حق تعالیٰ کی حاکمیت کا ظہور اور احکامات خداوندی کا اجراء ہوگا لیکن جو کچھ ہوا وہ سب کے سامنے ہے "میں راجہ بیاں" آخر اس کا ہولناک نتیجہ بھی سامنے آیا بلاشبہ ہم نے فیکٹریاں بنائیں، انڈسٹریاں چلائیں، ملیں بنائیں، بنک عمارتیں بنائیں، درآمد و برآمد میں حیرت انگیز ترقی کی، باہر ملکوں میں سفارتیں قائم کیں، منصوبے بنائے، سودی قرضے لئے، بینک کھولے، انشورنس کمپنیاں جاری کرائیں، تھیٹر بنائے، سینما چلائے، ریڈیو اسٹیشن قائم کئے، ٹی وی اسٹیشن لگائے وغیرہ وغیرہ ترقیات کہاں تک گنوائیں، سب کچھ ہم نے کیا جو دنیا کی متمدن قومیں کرتی ہیں جو یورپ نے کیا، جو امریکہ نے کیا، جو خدا فراموش قوموں نے کیا، سب کی نقلیں اتاریں اور نقالی میں وہ سب کچھ کیا جو خدا فراموش قوم کیا کرتی ہے، جوئے شراب اور زنا کے کلب قائم کئے، عورتوں کو برہنہ کیا، سیرتوں کو بگاڑا، صورتوں کو مسخ کیا، ناچنے اور گانے والیوں کو باہر بھیجا، باہر سے بلایا، ورائٹی شوکی محفلیں سجائیں، لاکھوں کروڑوں روپیہ سے حیائی و عریانی پر مبنی فلمیں بنائے، بازار حسن میں جلوے دکھائے، ہر کفر و فحاشی کی حوصلہ افزائی کی، سچائی کو دبایا، رشوت کا

(۱) سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب الهم بالدنيا ص: ۳۰۲، ط: قديمي

المستدرك على الصحيحين للحاكم، تفسير سورة حم عسق ج: ۲ ص: ۴۸۱، ط: دار الكتب العلمية بيروت

بازار گرم کیا، حق کو باطل اور باطل کو حق بنانے میں کوئی کسر باقی اٹھا نہیں رکھی، ذرا سوچئے کہ حق تعالیٰ کی غضب ڈھانے والی کون سی معصیت ہے کہ ہم نے نہیں کی، پھر جو سزا ملی اور مل رہی ہے اس پر تعجب کیوں ہے؟ جو زہر ہلاہل کھائے گا مرے گا، جو شعلہ فشاں آگ میں کودے گا جلے گا، جو متلاطم سمندر کی موجوں میں چھلانگ لگائے گا غرق ہوگا، معاہد قوم جب بغاوت کرے گی بغاوت کی سزا بھگتے گی۔

نہ صرف یہ کہ ہم نے قانون رحمت کو جاری نہیں کیا اور قانون عدل سے قوم کو محروم رکھا بلکہ دنیا کی کافر قوموں کے ہاں جو ظاہری خوبیاں تھیں، اتحاد تھا، تنظیم تھی، دنیوی معاملات میں صفائی تھی، ملک و قوم سے وفاداری تھی وہ بھی نہ اپنائیں، ملک و قوم کو ترقی دینے کے لئے جو وسائل و ذرائع ہو سکتے تھے ان میں سے کسی کو اختیار نہیں کیا اور کافر قوموں میں جو برائیاں تھیں ان کی ایسی نقل کی کہ اصل سے بڑھ جائے اور جو خوبیاں تھیں ان میں سے ایک کو بھی اختیار نہیں کیا، فوجی حکومت کے سہارے زندگی بسر کی جو فوجی حکومت کو لعنت سمجھتے تھے آج اس لعنت میں خود گرفتار ہیں، نہ زمیندار کو راحت ہے، نہ کسان کو چین، نہ کارخانے دار کو سکھ ہے، نہ مزدور کو آرام، نہ کسی کی جان محفوظ، نہ کسی کا مال محفوظ، نہ کسی کی آبرو محفوظ، حدیث نبوی "لم یبال اللہ فی ای اودیتھا ھلك" (اللہ کو کچھ پرواہ نہیں کہ وہ کس گڑھے میں گرا) کی اس سے زیادہ کیا واضح تفسیر ہوگی؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کاش! یہ مصیبت صرف دنیا کی ہوتی تو آخر ختم ہو جاتی، سب سے بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ ہمارے یہاں زندگی کا جو نقشہ تیار ہوا ہے یہ آخرت کے مصائب کو دعوت دے رہا ہے، ایک حدیث نبوی میں دعا کے یہ کلمات کتنے عجیب ہیں:

"اللھم لا تجعل مصیبتنا فی دیننا ولا تجعل الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلط علینا من لا یرحمنا"۔(۱)

اے اللہ! ہماری مصیبت دین کی نہ ہو اور دنیا ہمارا مقصد زندگی اور اڑھنا بچھونا نہ ہو، صرف دنیا ہی ہمارے علم کی پرواز نہ ہو اور ہم پر ایسوں کو نہ مسلط فرما جو ہم پر رحم نہ کریں۔

افسوس ہے کہ نہ مرض کی صحیح تشخیص کی کوشش ہے، نہ صحیح علاج کی فکر، بلکہ اس سے بڑھ کر افسوس اس کا ہے کہ نہ صرف یہ کہ مرض کا احساس ہی نہیں بلکہ مرض کو صحت و تندرستی سمجھ لیا گیا ہے، نہ ماضی سے عبرت، نہ مستقبل کی فکر، نہ حال کا خطرہ، اب علاج ہو تو کیونکر ہو اور کرے تو کون کرے؟ عقل و فکر سے کام لے کر یہ سوچنے کی بھی زحمت نہیں کی جاتی کہ پاکستان کی تخریب سے کیا کیا عوامل تھے اور دوبارہ تعمیر جدید کے کیا عوامل ہو سکتے ہیں، جب ذہنی جمود اس حد تک پہنچ جائے تو نجات کی کیا توقع۔

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی جامع الدعوات ج: ۲ ص: ۱۸۸، ط: قدیمی۔

پاکستان کی باطنی وظاہری تعمیر

گذشتہ شمارے میں پاکستان کی باطنی تعمیر جو پاکستان کی روح ہے اس کا بیان ہم کر چکے ہیں اور ظاہری تعمیر جو پاکستان کا جسد اور قالب ہے اس کا ذکر بھی آچکا ہے، قومی روح اور قومی جسد ہو تو کمال صحت وقوت وتوانائی حاصل ہوگی، مریض جسد میں کمزور روح سے کیا ترقی ونجات کی امید! آخر موجودہ صورت حال سے کوئی سبق نہ لینا کیا جنون نہیں ہے؟ تزکیہ روح سے انتہائی غفلت کے ساتھ تقویت جسد سے بھی غفلت شعاری انتہائی ناقابل برداشت صورت حال ہے، سیاسی مزاج کی صحت کے لئے جس تدبر وتحمل کی ضرورت ہے وہ مفقود ہے، قومی اتحاد کے لئے جس بصیرت وعواقب اندیشی کی ضرورت ہے وہ غیر موجود ہے، فکری استحکام کے لئے [illegible] انائی وفراخی اور سمجھ بوجھ کی ضرورت ہے وہ عنقا ہے، صبح کو ایک اعلان اور شام کو دوسرا حکم، جس کے معنی یہ ہیں کہ صرف دینی مزاج کا فقدان ہی نہیں بلکہ سیاسی مزاج بھی مفلوج ہو کر رہ گیا ہے، کیا کسی باوقار ملک میں پولیس نے بھی ہڑتال کی ہے؟ جب ذہنی پراگندگی اور انتشار اتنا شدید ہو جائے کہ پولیس والے بھی ہڑتال کرنے لگیں تو ملک کا خدا ہی حافظ ہے، نہ معلوم اس بدنصیب قوم اور اس بدنصیب ملک کا کیا حشر ہوگا، طبیب خود ہی مریض مرض میں مبتلا ہو گیا ہے، علاج کس سے کروائیں، کسی لطیفہ غیبیہ کا اس ملک میں ظہور ہو تب ہی نجات کی امید ہو سکتی ہے۔

مزید افسوس اس کا ہے کہ اہل علم کے مزاج پر بھی سیاست کا اتنا غلبہ ہو گیا ہے کہ ہر بات کو دینی نقطۂ نظر کے بجائے سیاسی انداز سے سوچا جاتا ہے، پارٹی کے مفاد کی حیثیت سے غور کیا جاتا ہے، جب ارباب دین کے گھر سے دین رخصت ہوا اور ارباب علم کے حلقوں سے دین ہجرت کرے اور دین علم کی جگہ سیاست ہو اور سیاست بھی دینی سیاست نہ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ ہی عاقبت بخیر کرے، اہل حق میں بھی خیر کا پہلو بہت کم ہوتا جا رہا ہے، مخلصین کے اخلاص کے ساتھ غیر شعوری طور پر انتہائی آمیزش ہو جاتی ہے کہ اخلاص کا پتہ چلانا بہت مشکل ہو جاتا ہے، یہ حقیقت اب واضح ہوتی جا رہی ہے کہ سیاسی راستوں سے اس قوم وملت کی اصلاح نہیں ہو سکتی ویسے بھی حضرت خلیفہ راشد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وہ جملہ مشہور ہے جو اکثر حضرات نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر دیا ہے "لن یصلح آخر هذه الامة الا ما اصلح اولها"(۱) کہ امت کے آخری دور کی اصلاح بھی اسی چیز سے ہوگی جس سے پہلے دور کی اصلاح ہوئی تھی، وہ دین اور محض دین ہے کیا اچھا ہوتا کہ رہنمایان قوم تمام کے تمام اپنی پوری طاقت ومحنت وخوبی الی الخیر اور دعوت الی اللہ پر خرچ کرتے اور کچھ عرصہ پوری توجہ اسی پر ہوتی تو توقع ہو سکتی تھی کہ اس کے مبارک ثمرات امت کے سامنے آتے اور منجدھار میں پھنسی ہوئی کشتی ساحل مراد تک پہنچ جاتی اور پھر یہ اصلاح شدہ

(۱) الریاض النضرة فی مناقب العشرة، الباب الثانی فی مناقب امیر المومنین ابی حفص عمر بن الخطاب، ذکر وصف علی لہ بما یناھل معہ للخلافة ج: ۲ ص: ۴۰۲، ط: دار الکتب العلمیہ بیروت

تزکیہ یافتہ قوم جہاں بھی جاتی راستہ صاف ہو جاتا، چاہے وہ اسمبلی ہال میں ہو، یا دفتر کی کرسی پر، منصب صدارت پر جلوہ افروز ہو یا پولیس کے تھانے میں، الغرض باخدا قوم تیار کرنے پر بڑی محنت کی ضرورت ہے بلا شبہ یہ مرحلہ کٹھن ہے لیکن مایوسی کی کوئی وجہ نہیں، ہمت و محنت کی ضرورت ہے، "صبر اگرچہ تلخ است و لے شیریں دارد"

مصلحت دیدمن آنست کہ یاران ہمہ کار
بگذارند و خم طرہ یارے گیرند

ابھی یہ موضوع تشنہ ہے اس پر بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے، وباللہ التوفیق۔

عائلی قوانین اور اسلام

یہ معلوم ہو کر افسوس ہوا کہ حکومت کی ایک ذمہ دار شخصیت نے یہ اعلان کر دیا کہ عائلی قوانین میں کوئی ترمیم نہ ہوگی اور اسی طرح نافذ رکھا جائے گا، تعجب، حیرت ہے کہ ایک طرف تو یہ دعویٰ بانگ دہل کیا جاتا ہے کہ کتاب وسنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا اور یہ کہ کتاب وسنت کے مطابق آئین تیار ہوگا اور دوسری طرف عائلی قوانین کو بدستور رکھنے کی خوشخبری سنائی جاتی ہے، یہ تضاد قابل حیرت بھی ہے اور قابل افسوس بھی ہے، عائلی قانون وہ رسوائے عالم قانون ہے جو قرآن کریم کی نصوص قطعیہ صریح احادیث نبویہ، مذاہب اربعہ اہل سنت اور مذہب اہل شیعہ سب کے مخالف ہے، یہ وہ ایوبی کا معون قانون تھا، جمعیت علماء اسلام کے قائد مولانا مفتی محمود نے قومی اسمبلی میں اس کی مؤثر و مدلل تردید فرمائی اور ستر وتر میمیں پیش کیں اور علمائے امت نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور مستقل رسالے تصنیف کئے اور کوئی شک کسی کو باقی نہ رہا کہ وہ تقریباً سراسر اسلام کے خلاف ہے اور عقل کے بھی خلاف ہے، اس خلاف عقل اور خلاف نقل رسوائے عالم قانون کے بارے میں یہ اعلان کرنا کتنی حیرت انگیز ہے اور اس قسم کے اعلانات کے ہوتے ہوئے اس اعلان کی کیا وقعت رہ جاتی ہے کہ کتاب وسنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا، آخر دنیا یہ باور کرنے پر مجبور ہوگی کہ اس قسم کے جتنے اعلانات ہیں سراسر دھوکہ اور خداع ہے، اس کی کوئی صحیح حقیقت نہیں گویا صرف نعروں سے قوم کو بہلانے کی کوشش ہو رہی ہے(۱) اور یہ پہلے سے پاکستانی سنت چلی آرہی ہے کہ محض عوام کو خوش کرنے کے لئے کچھ نعرے لگائے جائیں، سکندر مرزا کے تعمیر نو، دور ایوبی

(۱) صرف اسلامی قانون کے نفاذ کی بات نہیں بلکہ ہر شعبہ میں یہی ریت چل گئی ہے کہ رہنمایان قوم گھسے پٹے خواب آور نعرے لگایا کریں اور نیم مدہوش قوم ان نعروں کی تنفیذ کے لئے دیوانوں کی طرح مرمٹنے کو تیار ہو جائے اور کسی کے منہ سے کچھ نہ نکلنے پائے، ورنہ نکال ہی جائے تو اسے گالیوں سے نواز جائے۔ مشرقی بازو کاٹ پھینکا ہے اور مغربی حصہ طوفان کی زد میں ہے مگر قوم کو اس نشہ کی اتنی چاٹ پڑی ہے کہ چھٹنے نہیں چھٹتی، رہنماؤں کو احساس ہی نہیں کہ اس نشہ کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اور عمل کو چھوڑ کر گلیوں بازاروں میں نعرے لگانے والی قوم کر سکتے دن بنے گی اور اسی کے ساتھ وہ سراسر نشہ پارٹی مفاد کا ہمارے قومی فائدہ اس پر سوار ہے ان کا نظریہ یہ ہے کہ مک جائے تو جائے مگر پارٹی مفاد پر آنچ نہ آئے، حکومت ہے تو ہماری ہے اور چلے تو تبھی چلے قوم کو زوال آئے تو آئے مگر پارٹی کی موچھ نیچی نہ ہونے پائے۔

ملک ادارہ تحقیقات اسلامیہ بلکہ قرار داد مقاصد کا بنیادی اعلان پر سب ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور صالح حکومت کی نعمت نصیب فرمائے۔ آمین۔

یارب العالمین و یا ارحم الراحمین

[صفر ۱۳۹۲ھ اپریل ۱۹۷۲ء]

عذاب وسزا کے سلسلہ میں قانون الٰہی

حق تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ کسی قوم پر جبکہ کوئی رسول نہ بھیج دیا جائے عذاب نازل نہیں فرمایا جاتا بلکہ پہلے عمومی تنبیہ اور سرزنش کی جاتی ہے بار بار کا کوڑا جاتا ہے اس پر بھی جب وہ خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتی تو عذاب الٰہی اپنی مہیب شکل میں نازل ہو جاتا ہے اور پھر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ پاکستان پر جس عذاب الٰہی اور غضب خداوندی کا ظہور ہوا وہ بھی اچانک نہیں بلکہ پون صدی کی طویل مدت میں بار بار تنبیہ کرنے کے بعد ہوا اور جو کچھ ہوا وہ ہمارے اعمال اور غفلت شعاری کا لازمی نتیجہ تھا:

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ﴾ [الشوریٰ: ۳۰]

اور تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے (پہنچتی ہے) اور بہت سی تو درگذر بھی کر دیتا ہے۔ (بیان القرآن)

لیکن سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ عذاب نازل ہو اور عذاب کا احساس نہ ہو جب دلوں کی قساوت اس خطرناک حالت تک پہنچ جاتی ہے تو اس کے نتائج بے انتہا دردناک ہوتے ہیں۔ پاکستان پر نازل ہونے والا تاریخی حادثہ کبریٰ نازل ہوا جس کی کوئی مثال اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی اور ابھی تک یہ ملک موت وحیات کی کشمکش میں ہے لیکن افسوس صد افسوس! کہ قوم جہاں تھی وہیں کی وہیں ہے نہ اپنے اعمال پر ندامت، نہ توبہ، نہ استغفار، نہ اصلاح اخلاق و کردار کی فکر، وہی خود پسندی و خود غرضی کے وہی مظاہرے، بے تحاشہ وہی بے حیائی کے وہی مناظر، اخلاق و اعمال کی وہی گراوٹ، انتشار، خلفشار کے وہی ہنگامے، بے عملی، بدکرداری کے وہی روح فرسا مظاہرے سمجھ میں نہیں آتا اور عشرت کدے آباد، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پاکستان کی تعمیر کے لئے مؤثر اقدامات

موجودہ حکومت نے بار بار اعلان کیا ہے کہ وہ پاکستان کی نئی تعمیر کرے گی اب تک جتنے آنسو عوام ان کا بھی تک کے استحکام و تعمیر ہی کا تھا مگر ان کے عمل سے وہ پھر رہا ہوا جو آج دنیا کے سامنے ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آئندہ ہر قدم نہایت دانشمندی خلوص اور جزم و احتیاط کے ساتھ اٹھایا جائے آئندہ تعمیری پروگرام کے دو شعبے ہو سکتے ہیں اور دونوں میں مؤثر اقدامات کی ضرورت ہے ظاہری تعمیر، باطنی تعمیر، مثلاً ظاہری تعمیر کے لئے یہ کرنا:

⑤ ملک کے تمام صوبوں کے عوام کو اعتماد میں لیا جائے، ان میں باہمی تعاون یک جہتی اور ایثار و ہمدردی کی فضا پیدا کی جائے اور ان کے جمہوری حقوق بحال کئے جائیں مگر اس سلسلہ میں گذشتہ حکومتوں کی طرح محض حفظ تسلیوں سے گریز کیا جائے۔

⑥ مارشل لاء کو ختم کر کے ایک عبوری آئین کے تحت قومی اسمبلی کا اجلاس بلایا جائے اور قومی اہمیت کے مسائل میں قومی اسمبلی کو فیصلہ کرنے کا موقع دیا جائے۔

⑦ صوبوں میں جو نمائندہ حکومتیں تشکیل دی جائیں انہیں مناسب حدود کے اندر وسیع اختیارات دیئے جائیں مگر ساتھ ہی شر پسندوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔

⑧ بھارت اور اس کی ہمنوا سازشی طاقتیں مشرقی پاکستان کو ہڑپ کرنے کے بعد سیر نہیں ہوئی ہیں بلکہ اب ان کی پروپیگنڈا مشینری اور نشری ادارے، مغربی پاکستان میں صوبائی عصبیت اور منافرت پھیلانے میں مصروف ہیں اور بدقسمتی سے انہیں اس کے لئے مناسب فضا میسر آ گئی ہے۔ اس لئے یہ مسئلہ سب سے اہم اور فوری توجہ کا مستحق ہے کہ اعداء اسلام کی اندرونی اور بیرونی ریشہ دوانیوں کا دفاع کس طرح کیا جائے؟ یہ کام نہ مارشل لاء کے ڈنڈے سے ہو سکتا ہے، نہ خالی تقریروں، وعدوں اور دھمکیوں سے، بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ملک کے ہر فرد کو امن و انصاف میسر ہو، اندرونی طور پر کسی کو کسی سے شکایت نہ ہو اور پاکستان کا ہر شہری یہ محسوس کر سکے کہ اس ملک میں اس کے حقوق محفوظ ہیں، الغرض جب تک ملک اندرونی طور پر مستحکم نہیں ہوگا اور یہاں کا ایک ایک فرد پورے خلوص اور اطمینان کے ساتھ حکومت کی پشت پر نہیں ہوگا اس وقت تک اعداء اسلام کو اپنی زبوں حرکتوں کا موقع ملتا رہے گا۔

⑨ پاکستان اس وقت مالی اعتبار سے جس قدر کمزور ہے اس کا اظہار صدر مملکت کی زبان سے کئی بار ہو چکا ہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ مظلوم ملک اور اس کے غریب شہری نہ سرکاری شعبے میں شاہ خرچی کے متحمل ہیں، نہ بڑے لوگوں کی عیش کوشی کو برداشت کر سکتے ہیں اس کے سد باب کے لئے اوپر سے نیچے تک اصلاح ناگزیر ہے مثلاً:

☆ بڑے افسروں کی تنخواہوں میں تخفیف اور زیادہ سے زیادہ تنخواہ کا منصفانہ معیار قائم کرنا ہوگا۔

☆ سرکاری و غیر سرکاری شعبوں میں تمام غیر ضروری اخراجات بند کرنے ہوں گے۔

☆ شاہانہ دعوتوں ضیافتوں اور پارٹیوں کا سلسلہ ختم کرنا ہوگا۔

☆ پوری قوم کو کفایت شعاری اور سادہ زندگی کا خوگر بنانا اور اس کے لئے بڑے لوگوں کو قابل تقلید نمونہ پیش کرنا ہوگا۔

☆ تمام غیر ضروری اشیاء کی درآمد بند کر کے صرف بنیادی ضرورت کی چیزیں منگوائی جائیں گی۔

[illegible] ملک ہے کہ وہ اپنی صنعتوں پر جو روپیہ صرف ہو رہا ہے [illegible] فلم سازی وغیرہ اسے کسی مفید صنعت میں لگا دے۔

الغرض اسی معیشت سے [illegible] کے صرف و نقل و تعلیم کافی نہیں بلکہ خلوص اقدامت کی ضرورت ہے، سوچنے کی بات ہے کہ مغلوب قوم جس کا نصف نصف [illegible] نصف نصف [illegible] کا شمار [illegible] خانہ خراب ہوا [illegible] ریاست کی آخری بقا [illegible] سے بڑوں کا [illegible] [illegible] [illegible]

بیدار نہ ہوئی تو حق تعالیٰ کا قانون مکافات پھر حرکت میں آئے گا اور اس کا انجام نہایت دردناک اور حیرت ناک تباہی ہوگا، معاذ اللہ۔

بلاشبہ اعداء اسلام برطانیہ، امریکہ اور روس نہ کسی صحیح اسلامی حکومت کو برداشت کر سکتے ہیں، نہ صالح معاشرہ کی تشکیل ان کو بھاتی ہے، انہوں نے اسلامی ملکوں کو اتنا اپاہج اور کمزور کر رکھا ہے کہ کوئی اسلامی ملک ان کے اشارے کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا مگر صالح قیادت کی دانشمندی یہ ہے کہ ان متلاطم موجوں سے گذر کر اس ٹوٹے ہوئے سفینہ ملک کو ساحل پر پہنچایا جائے اور ﴿الا ان تتقوا منهم تقاة﴾ کو چراغ راہ بنایا جائے۔

اسلامی ممالک میں پاکستان ہی ایک ایسا ملک تھا جس میں بظاہر کچھ جان تھی جس سے اسلامی ملکوں کا وقار قائم تھا اور جس سے اسلامی بلاک اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی توقعات وابستہ کی جا سکتی تھیں، مگر بین الاقوامی سازش نے اپنوں کی غداریوں اور خیر خواہوں کی حماقتوں کے ذریعہ اس پر ایسی ضرب لگائی جس سے پورے عالم اسلام کی کمر ٹوٹ گئی، موجودہ صورت حال اتنی نازک ہے کہ اگر فوری طور پر اصلاح کی کوشش نہ کی گئی تو سامراجی طاقتیں اسے ایک اور دھکے سے صفحۂ وجود سے مٹانے کی کوشش کریں گی اس لئے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر جلد سے جلد ظاہری و باطنی تعمیر پوری قوت، دانائی اور عزم و ہمت سے شروع کر دینی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری لغزشیں معاف فرمائیں اور ہر قدم پر ہماری رہنمائی فرمائیں اور اس ملک کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه صفوة البریة محمد وعلی آله واصحابه واتباعه اجمعین.

[محرم الحرام ۱۳۹۲ھ - مارچ ۱۹۷۲ء]

دین اسلام سے انحراف اور اس کی سزا

﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ [آل عمران: ۱۹]

اسلام خدا تعالیٰ کا آخری آسمانی دین رحمت ہے، جو پوری انسانیت کی دنیوی و اخروی فلاح و کامیابی کے لئے نازل کیا گیا، جو شخص اسلام اور اسلامی تعلیمات کو اپنائے گا وہ دنیا و آخرت میں سرخ رو ہوگا اور جو شخص اس سے انحراف کرے کسی اور طرف دیکھے گا وہ دنیا میں ذلیل و خوار اور آخرت میں خائب و خاسر ہوگا، اسی انحراف کے نتیجہ میں ۲۸ سال سے ہمارا ملک آفات کا تختۂ مشق بنا ہوا ہے۔ مگر صد حیف کہ تباہ کن آفتوں، سیلابوں، زلزلوں اور جھکڑوں سے بھی نہ ہمارے ارباب اختیار کو کوئی عبرت ہوتی ہے، نہ عام لوگوں کو ہوش آتا ہے۔ مقتدر طبقہ کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ اٹھتے بیٹھتے دو سوشلزم وغیرہ کے غلط اور لادینی نعرے لگاتے رہتے ہیں اور ملک میں اسلام کش

تحریکیں چل رہی ہیں مگر انہیں کوئی پروا نہیں، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ معاذ اللہ اسلام کی عقائد و عبادات نامکمل ہیں اور ان کی تکمیل کے لئے یہودیت، عیسائیت یا ہندو مذہب کی پیوند کاری کی ضرورت ہے تو یہ دو مسلمان ہوگا؟ اسی طرح جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسلام کے ہوتے ہوئے سوشلزم یا کسی اور نظریۂ حیات کی ضرورت ہے یا اسلام کے معاشی نظام میں سوشلسٹ نظریات کو سمونے کی حاجت ہے یا اسلام کو زمانے کے مطابق ڈھالنے کی احتیاج ہے وہ درحقیقت اسلام کی صداقت اور اس کے دینِ خداوندی ہونے کی نفی کرتا ہے اس سے بڑھ کر افسوس کی بات یہ ہے کہ جو حضرات کل بڑے شد و مد سے سوشلزم کو کفر قرار دیتے تھے وہ آج "سکوت مصلحت آمیز" کی چادر تانے آرام سے سو رہے ہیں، اگر پاکستان کو تباہی و بربادی ذلت و رسوائی اور خدا تعالیٰ کے قہر و غضب سے بچانا ہے تو خدا کے لئے ان لوگوں کو باز رکھو جو خدا تعالیٰ کے دین کی مخالفت کر کے قہر الٰہی کو دعوت دے رہے ہیں۔ یہاں ہم عبرت و موعظت کے لئے ایک معروف عالم دین کا وہ خط درج کرتے ہیں جو بینات (رجب ۸۹ھ) میں پانچ سال قبل شائع ہوا تھا:

۲۳ر جولائی ۱۹۶۹ء

محترم گرامی قدر جناب محمد حسین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اشتہار کے صفحہ ۳ و صفحہ ۴ پر جو عبارتیں نقل کی گئی ہیں ان میں سے صفحہ ۴ کی عبارت کا تعلق مفتی محمد شفیع صاحب سے ہے اور میرے افکار و خیالات کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، البتہ صفحہ ۳ پر جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ اخبار جہاں کے انٹرویو کا اقتباس ہے جس میں الفاظ اور عبارت انٹرویو کے ترتیب دینے والے صاحب کے ہیں اور مفہوم تقریباً میرا ہے، الفاظ اور عبارت سے عام تاثر یہ ہوتا ہے کہ میں نے تحریک پاکستان سے اختلاف رکھنے والوں کو پاکستان دشمن قرار دیا جبکہ ان میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر امت بھی شامل تھے اور دوسرا تاثر یہ ہوتا ہے کہ میں اس مبینہ اختلاف کو آڑ بنا کر جمعیت علماء اسلام مغربی پاکستان کی مخالفت کرنا چاہتا ہوں حالانکہ یہ دونوں تاثرات نہ صرف یہ کہ بے اصل اور بے سروپا ہیں بلکہ میری دینی اخلاق و طبع کے بھی خلاف ہیں اور اس عظمت و احترام کے بھی منافی ہیں جو تحریک پاکستان کے مسئلہ میں اختلاف کے باوجود ان کی برمت کے لئے میرے دل میں ہمیشہ سے ہے۔

اخبار جہاں کے انٹرویو کی صورت یہ ہوئی کہ ۱۲ر جون بروز جمعرات صبح دس بجے اسلامیہ کالج کراچی میں طلبہ کی جانب سے میرے اعزاز میں ایک جلسہ تھا اور یہ تاریخ ایک ہفتہ پہلے سے میری ڈائری میں درج تھی ۱۱ر جون بروز بدھ صرف ایک روز پہلے اخبار جہاں کے دفتر سے فون آیا کہ اس کے نمائندے سے کل صبح انٹرویو لینے کے لئے آنا چاہتے ہیں میں نے ڈائری کا پروگرام دیکھ کر بتادیا کہ دس بجے مجھے اسلامیہ کالج کے جلسہ میں جانا ہے اگر آپ

آنا چاہیں تو ۹ بجے صبح آ جائیں لیکن اخبار جہاں کے نمائندے ساڑھے نو بجے کے بعد میرے پاس پہنچے، انٹرویو دیتے ہوئے پندرہ بیس منٹ ہی گذرے تھے کہ اسلامیہ کالج کے طلبہ مجھے لینے کے لئے آ گئے، میں نے اخبار جہاں کے نمائندے سے معذرت کی کہ کسی دوسرے وقت آپ تشریف لائیں انٹرویو کا باقی حصہ میں مکمل کرادوں گا مگر وہ نہیں مانے اور کہنے لگے کہ آپ میرے چند سوالات کے جوابات ہاں یا نہیں میں مختصراً دے دیجئے، میں انہیں اپنے الفاظ میں پھیلا کر لکھ لوں گا، چنانچہ ان سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ جمعیت علماء اسلام مغربی پاکستان کے موجودہ عہدے دار کیا پاکستان کی تحریک میں شامل تھے میں نے جواب دیا نہیں، بلکہ ان حضرات کو تحریک پاکستان سے اختلاف تھا اور اسی اختلاف کی بنا پر مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت علماء اسلام کی تشکیل فرمائی تھی۔ دوسرا سوال یہ تھا کیا مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی رفقاء کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ میدان میں آ کر نظریہ پاکستان کی حفاظت کریں؟ میں نے جواب دیا بے شک یہ رفقاء کی ذمہ داری ہے اور مولانا ظفر احمد عثمانی جو مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی اور ہم عصر ساتھی ہیں انہیں اس میں پہل کرنی چاہیے۔ یہ وہ مکمل جوابات ہیں جن کا پھیلا کر انٹرویو ترتیب دینے والے صاحب نے اپنے الفاظ اور اپنی عبارت میں کیا، غاصبانہ قبضہ، کانگریسی علماء، پاکستان دشمن وغیرہ جیسے الفاظ بائیس سال کے عرصہ میں کبھی کسی نے میری زبان سے نہ سنے ہوں گے اور نہ میں ایسی تلخ گوئی کا عادی ہوں۔

تحریک پاکستان سے اختلاف کی وضاحت چاند کے مسئلہ میں نظر بندی سے رہائی کے بعد لاہور کے استقبالیہ کی تقریر میں کر چکا ہوں جس کی صدارت استاذ العلماء حضرت مولانا رسول خاں صاحب نے کی تھی اور اس میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بھی شریک تھے، اسی طرح کی وضاحت دو سال پہلے ڈیرہ غازی خان کی ایک تقریر میں بھی کر چکا ہوں جس کی بناء پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض متوسلین نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ میں اپنے خیالات ضبط تحریر میں لا کر شائع کرادوں، کانگریسی علماء اور قبضہ غاصبانہ الفاظ بھی میرے نہیں ہیں بلکہ مضبوط میرا ہے یعنی یہ کہ یہ حضرات تحریک پاکستان سے اختلاف رکھتے تھے پھر پاکستان بننے کے بعد ان حضرات نے جمعیت علماء اسلام کی تنظیم کو اپنا لیا ہے۔

جمعیت علماء اسلام کے اجلاس منعقدہ ملتان میں اس امر کا اعلان کیا گیا تھا کہ اب پاکستان بن جانے کے بعد اسلامی خطوط پر اس کی تعمیر کا مسئلہ ہے، لہٰذا کانگریسی اور غیر کانگریسی کا امتیاز ختم کر دینا چاہئے حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری نے مجھے جمعیت علماء اسلام کا ناظم اعلیٰ مقرر فرمایا تھا مگر میں نے بچند وجوہ کنارہ کشی کا فیصلہ کر لیا تھا اس لئے بار بار اصرار کے باوجود میں نے مولانا احمد علی صاحب لاہوری سے معذرت ظاہر کر کے معافی مانگ لی تھی، اگر کانگریسی اور غیر کانگریسی کی تفریق میرے گوشۂ خیال میں ہوتی تو دستوری نکات ترتیب دینے کے سلسلہ میں مکتب فکر کے علماء کے اجتماع میں مولانا احمد علی صاحب لاہوری اور مولانا محمد علی صاحب جالندھری،

مولانا محمد یوسف صاحب بنوری اور مولانا مودودی صاحب کو کیوں شریک کرتا وہ اجتماع میری اور صرف میری رائے سے ہوا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ تحریک پاکستان کے مسئلہ میں کانگریسی اور غیر کانگریسی کا امتیاز کبھی میرے وہم و گمان میں بھی نہیں رہا۔

سابق صدر ایوب خان نے اپنی خانہ ساز کتاب میں پاکستان کی مخالفت کے سلسلہ میں جن کانگریسی علماء کا اور مولانا مودودی صاحب کا تذکرہ کیا ہے وہ بھی میری نظر میں خلاف واقعہ اور بے بنیاد ہے جس کا اظہار میں نے وہاں اپنی تقریر میں کیا ہے کیونکہ کانگریسی علماء کا اختلاف جس فارمولے پر مبنی تھا وہ مسلمانوں کے مستقبل کے اعتبار سے مخلصانہ اور ان کے نقطۂ نظر سے نیک نیتی سے متعلق تھا اور مولانا مودودی صاحب نے تحریک پاکستان کی جس قیادت پر عدم اعتماد کا اظہار کیا تھا وہ بھی بےجا یا غیر واقعی نہ تھا اور اگر پاکستان قرآن و سنت کی حکومت قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو تو تحریک پاکستان سے اختلاف کے اسباب اور وجوہ غلط نہیں قرار دیے جاسکتے، اگر اسلامی حکومت کے نصب العین میں پاکستان کامیاب ہو جاتا ہے تو تحریک پاکستان سے متعلق تمام اختلافات کو بے بنیاد اور غیر صحیح اور تردد کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔ پھر غاصبانہ کا الزام میری طرف سے اس وقت صحیح ہوگا جب میں جمعیت علماء اسلام کا دعویدار ہوتا، مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے وصال سے کچھ روز قبل علالت کی حالت میں عمرہ کے لئے جاتے ہوئے غریب خانے پر تشریف لا کر فرمایا تھا کہ میری انتہائی خواہش ہے کہ آپ جمعیت علماء اسلام کو سنبھالیں، میں نے اس وقت نہایت ادب سے عرض کیا تھا کہ میں کیا کہتا ہے۔

پھر مولانا غلام غوث ہزاروی اور مفتی محمود صاحب دونوں حضرات نے مولانا عبید اللہ صاحب درخواستی کا استخارہ بیان کرتے ہوئے مجھے جمعیت علماء اسلام کے لئے فرمایا میں نے معذرت پیش کردی تو ایسی صورت میں میری طرف سے قبضہ غاصبانہ کا الزام لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مجھے نہ کانگریسی علماء سے اختلاف ہے اور نہ جمعیت علماء اسلام کی موجودہ قیادت سے بلکہ اصل اختلاف اس عالمگیر اور اسلام کش فتنہ سے ہے جو کمیونزم اور سوشلزم کے نام سے ہمارے ملک میں سر ابھار رہا ہے اور ---------- کے پیٹ فارم سے یا اس کے ہمنوا ---------- سے اسلامی سوشلزم کی پرفریب مگر مہلک اصطلاح اختیار کرکے اس فتنہ کی حمایت کی جارہی ہے، جہاں جہاں اسلام پسند جماعتوں نے اس طرح کا اتحاد کیا ہے آج وہاں نہ وہ اسلام پسند موجود ہیں اور نہ وہاں اللہ کا نام لینے والا کوئی باقی ہے، امریکہ و امریکی سامراج کے بنائے ہوئے سرمایہ دارانہ نظام کی مخالفت اور معاشی انصاف اور عدل عمرانی کے قیام کے لئے اسلام کا نعرہ اختیار کرنا کافی و وافی ہے اگر اس پرفریب اصطلاح سے کلی طور پر اجتناب نہ کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ خدانخواستہ دین جتنا اسلام کی آڑ لے کر ماؤزے تنگ کا الحادی نظام قائم کرلے گا، ہماری نظر میں یہ مسئلہ صرف پاکستان ہی کی موت و زیست کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس ملک میں اسلام کی بقاء اور عدم بقاء کا مسئلہ بھی ہے، اس لئے سوشلزم اور اسلامی سوشلزم کی

مخالفت ہمارا ایمان ہے اور جس طرح سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے اسی طرح سوشلزم اور اسلامی سوشلزم کے خلاف جہاد کرنا بھی وقت کا سب سے بڑا فریضہ ہے، اس فتنہ کی سرپرستی خواہ کوئی فرد کرے یا کوئی جماعت اور گروہ، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سنی، مقلد اور اہل حدیث سب کو مل کر اس نادیدنی فتنہ کی مخالفت اور اس کے خلاف جہاد کرنا ناگزیر اور ضروری ہے۔

| شعبان ۱۳۹۵ھ ستمبر ۱۹۷۵ء |

مسلمانوں کی موجودہ پستی اور اس کا علاج

''رباط کا فریضہ'' سے دنیا بھر کے مسلمانوں کو یہ توقع تھی کہ عالم اسلام کے معزز سربراہ ارض مقدس فلسطین اور مسجد اقصیٰ کو اسرائیل کے پنجۂ استبداد سے واگذار کرانے کے لئے اہم ترین فیصلے کریں گے، اس سے ایک نئی تاریخ ابھرے گی اور عالمی سیاست کے دھارے بدل جائیں گے لیکن افسوس کہ یہ توقع پوری نہ ہوسکی اور مغصوبہ عرب علاقے اسرائیلی جارحیت کے پنجۂ استبداد میں بدستور سسکتے تڑپتے رہ گئے، علاج صرف ایک ہے کہ اسلامی ممالک مغربی یا اشتراکی بلاک سے انصاف کی امید نہ رکھیں، اقوام متحدہ کے دروازوں پر دستک دینا چھوڑ دیں، اپنے متحدہ وسائل بروئے کار لائیں اور اللہ کی ذات کے بھروسے پر ''اسلامی جہاد'' کا اعلان کریں، سعودی سفیر برائے پاکستان جناب محمد عبداللہ المطلق کی خواہش پر جس کا اظہار موصوف نے ایک ملاقات میں کیا تھا راقم الحروف نے شرکاء کانفرنس کے نام جو پیغام بھیجا تھا اس میں عالم اسلام کے سربراہوں کی خدمت میں یہ گذارش کی گئی تھی کہ آج کا مرض کیا ہے؟ اس کا علاج کیا ہونا چاہیے؟ پیغام کا مضمون یہ تھا:

''دعوت وتبلیغ کی ناکامی کے بعد صرف جہاد ہی اصلاح امت کا واحد راستہ ہے، وہ جہاد جس کا مقصد تمام سیاسی ومادی اغراض سے ہٹ کر محض اعلاء کلمۃ اللہ ہو، مسلمانوں کی موجودہ ذلت ونکبت کا سب سے بڑا سبب اسلامی جہاد کا ترک کرنا ہے، فلسطین کا غصب، بیت المقدس کا سقوط، مسجد اقصیٰ کی آتشزدگی اور تمام اسلامی آثار کو مٹا ڈالنے کے ناپاک صیہونی عزائم اسلام کے لئے ایسا دردناک حادثہ ہے جسے مسلمانوں کے عرق خجالت سے لکھا جانا چاہیے، یہود جیسی ملعون قوم کا یہ جبری اقتدار ہماری شامت اعمال کی بدلی ہوئی شکل ہے، اور اس صورت حال کے بنیادی سبب دو ہیں:

① مسلمانوں کا اسلام دشمن طاقتوں پر اعتماد کرنا ان ہی سے اپنی مشکلات کے حل کی توقع رکھنا اور ان کے وعدوں کو صحیح سمجھنا یہی وہ بنیادی غلطی ہے جس نے عالم اسلام کے لئے گوناگوں مسائل کو جنم دیا۔

② مسلمانوں میں راحت پسندی، عیش پرستی اور جدید تمدن کی وجہ سے دنیا کی محبت اور موت سے نفرت ہوگئی، اسی کو حدیث نبوی میں ''وھن'' (دون ہمتی) سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے کثرت

تعداد کے باوجود مسلمان کس مپرسی کی حالت میں ہوں گے جیسے سیلاب کا معمولی ریلا بہا لے جاتا ہے(۱) مسلمانوں کو کبھی مدد ملتی ہے (تعداد اور سامان کی کثرت سے کامیابی نہیں ہوتی، ان کی کامیابی کا ایک ہی طے شدہ اصول ہے اور وہ یہ ہے:

﴿إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ [آل عمران: ۱۶۰]

اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہاری مدد سے ہاتھ کھینچ لے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کو آئے؟ اور اہل ایمان کو لازم ہے کہ وہ صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ کریں۔

ہماری تمام مشکلات کا صحیح حل یہ ہے کہ ہم راحت طلبی اور تن آسانی اور تشتت و افتراق کی فضا ختم کریں، علم و اسلام کی مجلس متحد و قائم کریں، اسلام دشمن طاقتوں سے کٹ کر صرف حق تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کریں اور کفر کے مقابلہ میں بنیان مرصوص بن کر اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے سر سے کفن باندھ کر میدان جہاد میں کود جائیں، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ [محمد: ۷]

اگر تم اللہ کی مدد کے لئے نکلو گے تو اللہ تمہاری مدد کے لئے نکلے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

مقام شکر ہے کہ علمائے حرمین نے جہاد کا فتویٰ دیا ہے اور سعودی عرب کے فرمانروا شاہ فیصل بن عبد العزیز اور ان کے تمام امراء و وزراء اور عوام و خواص اور مشاہیر اہل قلم نے علانیہ جہاد کا اعلان کر دیا ہے، ان کی تو مقتدر ہیں سعودی عرب کے اخبارات اور مجلہ المنہل میں شائع ہو چکی ہیں، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء سے آگے بڑھ کر کوئی عملی قدم اٹھایا جائے اور ارض مقدس کو یہودی نجاست سے پاک کر دیا جائے۔

کفر اور امن عالم

حیدر آباد اور جنوبی ہند کے بعض دوسرے شہروں میں مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کو جس درندگی، بربریت اور قساوت سے تباہ و برباد کیا گیا ہے اور جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے وہ بھارتی حکومت کے گروہ چہرے پر کلنک کا ٹیکہ ہے، تمام دنیا کے ضمیر نے بیچاریوں نے عفت و عصمت اور ثقافت و انسانیت کے سارے

---

(۱) "عن ثوبان قال قال رسول اللہ ﷺ: یوشک الامم ان تداعی علیکم کما تداعی الاکلۃ الی قصعتہا، فقال قائل: ومن قلۃ نحن یومئذ؟ قال: بل انتم یومئذ کثیر ولکنکم غثاء کغثاء السیل ولینزعن اللہ من صدور عدوکم المہابۃ، ولیقذفن اللہ فی قلوبکم الوہن، فقال قائل: یا رسول اللہ! وما الوہن؟ قال: حب الدنیا وکراہیۃ الموت" سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب فی تداعی الامم علی الاسلام، ج: ۲ ص: ۵۹۰، ط: حقانیہ

تقاضوں کو پس پشت ڈال رکھا ہے، پانچ سال سے مسلسل یہی ہوتا چلا آ رہا ہے کہ تھوڑے مسلمانوں کو فسادات کا نام دے کر بے دریغ قتل کیا جاتا ہے اور پھر بھارتی حکومت نہ صرف یہ کہ ان مفسدوں کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرتی بلکہ یہ سارا قصہ یہ کہہ کر چکا دیا جاتا ہے کہ یہ فسادات پاکستان کی سازش سے ہوئے۔ پاکستان اگر ایسی ہی سازشی ہے تو سوال یہ ہے کہ وہ اپنے ملک کی غیر مسلم اقلیتوں کی عزت و ناموس کی حفاظت کیوں کرتا ہے؟ دراصل یہ بھارتی مسلمانوں کو صرف ان کے مسلمان ہونے کی سزا دی جا رہی ہے اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ کفر ہمیشہ تنگ نظر، سفاک اور ظالم رہا ہے، گاندھی ازم کے پرستاروں نے بھارت میں جو خونی ڈرامہ کھیلا یورپ و امریکہ کے مہذب درندوں نے ویت نام وغیرہ میں جو کچھ کیا اور سوشلزم کے نقیبوں نے سمرقند و بخارا اور دوسرے سوشلسٹ ممالک میں جو کارنامے انجام دیئے یہ کفر کی طبعی افتاد ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ کفر کے پاس امن عالم اور انسانی سلامتی کے لئے کچھ نہیں، صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو عالم کے لئے پیغام رحمت اور انسانیت کے لئے مژدۂ امن و سلامتی ہے۔ چنانچہ پاکستان میں تمام غیر مسلم اقلیتوں کا نہ صرف جان و مال محفوظ ہے بلکہ ان کی مادی ترقی اور آسودہ حالی قابل دید ہے اور نقریباً یہی حال تمام ممالک اسلامیہ کی غیر مسلم اقلیتوں کا ہے وہ کفر تھا اور یہ اسلام ہے:

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

جمعیۃ علماء اسلام اور اس کا منشور

جمعیت علمائے اسلام کی مرکزی مجلس عمومی نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۸ ستمبر ۱۹۶۹ء (بمقام سرگودھا) میں اتفاق رائے سے جو منشور منظور کیا ہے اس کا خلاصہ اخبارات میں اور پورا متن ہفت روزہ ترجمان اسلام (۱۰ اکتوبر ۱۹۶۹ء) میں شائع ہو چکا ہے اجلاس میں پاکستان کے دونوں حصوں سے ممتاز شخصیتیں شامل ہوئیں جن میں اکثریت علماء کرام کی تھی۔

منشور کی دفعات و عنوانات میں بڑی حد تک جمعیت کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، نظر حکومت کی توضیح پر ۱۴ دفعات ہیں، ۷ دفعات محکمہ احتساب شرعی کے قیام اور اس کے فرائض کی تعیین پر ہیں، تعمیم کے ۲۶ نکات میں قریب قریب وہ تمام تجاویز آ گئی ہیں جو نئی تعلیمی پالیسی کے سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور راقم الحروف کے زیر اہتمام کراچی کے علماء کی تعلیمی جائزہ کمیٹی نے متفقہ طور پر پیش کی تھیں، معاش و اقتصاد اور تجارت سے متعلقہ نکات میں اعتدال پسندی سے کام لیا گیا ہے، صنعتوں اور کارخانوں کے سلسلہ میں موجودہ فتنوں کے پیش نظر جدید مشکلات کی رعایت کی گئی ہے، زراعتی پالیسی پر ۷ دفعات ہیں، مسئلہ مزارعت میں صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے مفتی بہ قول کو لیا گیا ہے اور ناگزیر حالات میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور ائمہ کے قول کی روشنی میں "بٹائی" کے بجائے اجارہ (ٹھیکہ) کے اصول کو تسلیم کیا گیا ہے اور حتی الامکان تجدید مکیت کے نظریہ سے

اختیار کیا گیا ہے۔ آخر میں اس بات کی تصریح کر دی گئی ہے کہ منشور بنانے کی دعوت میں قرآن و سنت کی نصوص اور ملک و ملت کے مفاد کے تحت تجدید و اجتہاد کی گنجائش کی تجویز پر غور کیا جا سکتا ہے۔ منشور کا سب سے اہم جزو وہ بائیس نکات ہیں جنہیں ۱۹۵۱ء میں حضرت مولانا السید سلیمان ندوی نے زیر اہتمام ملک کے جید علماء کی مجلس تنظیم نے بالاتفاق منظور کیا تھا۔ یہ متفقہ بائیس نکاتی مسودہ پاکستان کی مذہبی اسلامیہ نے تیار و اتفاق کا ملک بنیاد ہے۔ اس مجلس تنظیم میں ملک کے تمام فرقوں کے نمائندے اور مختلف دینی اور سیاسی مذہبی شخصیتیں شامل تھیں (جناب مولانا مودودی صاحب خود بھی اس میں شامل تھے) جو آج دوبیہ علماء نے اسلام سے سیاسی انتقام لینے کے لئے ان نکات سے انحراف کرتے ہوئے خود اپنے ہی کو اوچھا ثابت کر رہے ہیں "کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انكاثا" جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اتحاد ملت کی جو بنیاد ایک دفعہ رکھی جا چکی ہے اسے بھی اکھاڑ پھینکا جائے اور امت کو ہمیشہ کے لئے انتشار و افتراق میں مبتلا کر دیا جائے۔

بہر حال کہنا یہ ہے کہ منشور واقعات موجود دینی حیثیت جامع بھی ہے اور قابل عمل بھی۔ اور اس کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ موجودہ مشکلات کو حل کرنے اور معاشرہ کی ہمہ گیر اصلاح کو سیدھا کرنے کے لئے قدم قدم پر قرآن و سنت کی نصوص اور اسلامی اصول کو سامنے رکھا گیا ہے اور ہر ایک تجویز کا خیر مقدم کیا گیا ہے جو قرآن کی روشنی میں ملک و ملت کے لئے مفید تر ہو اور یہ قرارداد منظور کی گئی ہے کہ ہر لیجسلیٹو پارٹی اس اسلامی منشور کو تسلیم کرے تو معاہدہ کی توثیق کی جاتی ہے۔

جمعیت نے رکنیت کے بارے میں جو شرائط تجویز کی تھیں اور جن سے اتفاق ہونے کا وعدہ کیا تھا اس منشور کے بعد اسے ختم ہو جانا چاہیے۔ جمعیت علماء پاکستان کا یہ فرض ہے کہ وہ اس اسلامی منشور کی تائید و حمایت کا اعلان کریں اور اگر ان کی طرف سے اس کی موافقت کا اعلان نہ ہو تو جمعیت کو اعلان کر دینا چاہیے کہ ان کی شرائط سے متفق معاہدہ باقی نہیں۔ یہ معاملہ صاف ہو جانا چاہیے تاکہ شقاق و افتراق کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے۔

کتاب "آدمیت کی کہانی" اور جامعہ اسلامیہ بہاول پور

چوہدری محمد یوسف ایڈووکیٹ

ہفت روزہ چٹان لاہور (۲۰ اکتوبر ۱۹۶۰ء) میں کسی انگریز مصنف ہنڈرک ون لون کی کتاب "آدمیت کی کہانی" (THE STORY OF MANKIND) کے کچھ حصے شائع ہوئے ہیں جن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر نہایت غیر شائستہ انداز میں حملے کئے گئے ہیں۔ ہمارے علم میں یہ کتاب محکمہ اوقاف کے زیر کنٹرول ادارہ جامعہ اسلامیہ بہاول پور کے نصاب میں شامل ہے۔

پاکستان کے صدر محترم جناب جنرل محمد ایوب خان کی زیر سرپرستی یہ ادارہ چلتا ہے۔ اسلام اور نظریہ پاکستان

کے خلاف کوئی چیز برداشت نہیں کی جا سکتی" اور وزارت تعلیم کی طرف سے اطمینان دلایا جاتا ہے کہ نئی تعلیمی پالیسی کے ذریعہ ملک کے نظام تعلیم کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے گا۔

ہمارے نزدیک ایسی گندی کتاب کو پاکستان میں داخلہ کی اجازت دینا نہ صرف حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے توہین آمیز ہے وفائی ہے بلکہ اسلامی عزت و ناموس اور اسلامیان پاکستان کی حمیت دینیہ کے خلاف کھلا چیلنج ہے۔

سوال یہ ہے کہ پاکستان میں یہ کتاب کس نے درآمد کی؟ محکمہ اطلاعات و نشریات نے کیوں اس کا نوٹس نہیں لیا؟ محکمہ تعلیم نے اس کی منظوری کیسے دی؟ اوقات کے ناظم علی مسند مسعود جو اکثر مساجد کو اور دو نمازوں کو ایک آنہ اجرت پر مرغیوں کے ڈبے گانے کی تربیت کا اعلان بڑے دینی جذبے سے فرمایا کرتے ہیں وہ اس کتاب کے مندرجات سے کیوں غافل رہے؟ جامعہ کے پرنسپل مولانا نور الحق الندوی الازہری اور جامعہ کی انتظامیہ اور تعلیمی کمیٹی نے اس نجس کتاب سے اپنی دامن آلودگی کو کس حوصلہ سے برداشت کر لیا؟ سارا قضیہ ہی گہری اور ناپاک سازش کا پتہ دیتا ہے۔

ہم ارباب اقتدار سے گذارش کرتے ہیں کہ اس کتاب کو فوراً جامعہ کے نصاب سے خارج اور ملک میں اس کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے، نیز جن افراد کی بھی بھگت سے اس کتاب کے ذریعہ اسلامیان پاکستان کی دینی غیرت کو للکارا گیا ہے ان کا کڑا محاسبہ کیا جائے اور انہیں عبرت ناک سزائیں دی جائیں، جو ملک اللہ و رسول کے نام پر کلمہ طیبہ کے نعروں سے حاصل کیا گیا تھا اور جس کے لئے قرآن مجید ہاتھ میں لے کر اسلام کا واسطہ دیا گیا اور جس کے لئے مسلمانوں نے جان و مال کی لٹیں عزت و ناموس تک کو قربان کر دیا الہ آباد اور احمد آباد وغیرہ میں ابھی تک یہ قربانی دی جا رہی ہے کتنی شرم کی بات ہے کہ آج اسی پاک ملک میں اللہ و رسول کے نام کی تحقیر، کلمہ طیبہ کی بے حرمتی، قرآن مجید کی سوختی اور اسلام کی پامالی کے لئے سازشوں کے جال پھیلائے جا رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر افسوسناک بات یہ ہے کہ محکمہ اوقاف کے زیر سایہ اللہ و رسول کے نام پر پلنے والی دینی درسگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر کے اسلام اور پاکستان کا مذاق اس طرح اڑایا جاتا ہے کیا یہی پاکستان ہے؟ کیا یونیورسٹی کا یہی اسلامی نظام تعلیم ہے؟ کیا محکمہ اوقاف کی یہی خدمت کار کردگی ہے؟ کیا یہی جامعہ اسلامیہ بہاولپور کی خوبیاں ہیں؟

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا﴾ [الاحزاب: ۵۷]

[رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ نومبر ۱۹۶۹ء]

مسلمانوں کے تفرق، اختلاف وانتشار کے ظاہری و باطنی اسباب

آج کل پاکستان جس بدترین دور سے گذر رہا ہے وہ انتہائی دردناک ہے اور شاید پاکستان کی ۴۳ سالہ زندگی میں اتنا دردناک دور کبھی نہیں آیا ہوگا۔ تقریباً ۱۵ سال میں بلاشبہ ایک ایسا ہولناک دور آیا تھا جس میں پاکستان کے وجود کے لئے خطرہ پیدا ہوا تھا اور مکار دشمن نے اس شدت سے ملک پر پاکستانی تخم و ریزی سے مسلط جانے لیکن حق تعالیٰ نے محض فضل و کرم سے اس کے شر سے بچایا تمام ملک و بیرونی قوم میں ایک نئی امنگ اور جوش و حرارت میں ایمانی روح کی لہر دوڑ گئی اور اس کے نتیجے میں تھوڑے سے بہادر کارکنوں اور مخلصوں کی تائید ہوئی اور قوم و ملک تباہی و بربادی سے بچ گئے۔ اس وقت ضرورت تھی کہ اس کی دل کی گہرائی سے شکر ادا کیا جاتا کیونکہ یہ ہوتا تو حق تعالیٰ کا وعدہ ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (ابراہیم: ۷) پورا ہوتا اور ملک قوی سے قوی تر ہو جاتا۔ قوم مفاد پرست لوگوں کی زندگی بھر کی محنت پر پانی پھر جانے کے بعد پھر اسلام کے دامن میں پناہ لیتے ہیں۔ لیکن افسوس صد افسوس! کہ ایسا نہیں ہوا۔ ہر شخص اس کی دل کھول کر تعریف کرتے اور اس نے قوم و پاکستان کے بدخواہوں سے جلد از جلد خلاصی کرانے کی کوشش کی۔ یوں اس ملک کو تباہی و بربادی کے راستے پر ڈالا گیا۔ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں، یہ ابھی کل کی تاریخ ہے جو دنیا کے سامنے ہے ہم نے خود اپنے ہاتھوں وہ حالات پیدا کئے جن کے متعلق ہمارے سامنے آرہے ہیں، شدید خطرہ ہے کہ کہیں حق تعالیٰ کے دوسرے قانون ﴿وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (ابراہیم: ۷) (اور اگر تم میری ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے) کا نفاذ نہ ہو جائے۔

مسلمانوں کو اغیار سے کبھی اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا اپنوں سے پہنچا ہے۔ ان کی صفوں میں غداری، بددیانتی، دھوکہ دہی ہمیشہ سے ہوتی رہی ہیں اور اب بھی ہو رہی ہیں مگر ان کے نتائج کبھی اتنے دردناک نہیں نکلے جس قدر کہ اپنوں کی غداریوں، خیانتوں اور حرکتوں سے ملک و ملت و بلاشبہ تباہی سے دوچار ہوئے ہیں۔ یہ بڑا خوفناک جہنمی تباہی سے ملاعین مفلسین کے زوال تک مسلمانوں کی یہی تاریخ ہے۔

مشرقی پاکستان میں جو کچھ آج کل ہو رہا ہے خدا جانے کیوں زیادہ تر لوگ اس کو بنگالی بنام بنگلہ دیش کی تحریک سمجھ رہے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اس کا مقصد کبھی بھی پاکستان کی ضرورت بنگالی کی تحریک سے پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ اکثریت کی قوت سے ایک پورے ملک میں ایک بالکل نئی قوم کی تشکیل کی جا رہی ہے۔ اس کے لئے ایک ایسی قوم کو جو ایک ہزار سال سے ایک ساتھ رہتی چلی آرہی ہے، ایک دوسرے سے الگ کیا جا رہا ہے۔ پاکستانی قوم اپنی انتہائی اعلیٰ صلاحیتوں کے ساتھ ایک دوسری اور نئی قوم ہے جس کی تمام صلاحیتیں اسلام کی تربیت کی اہلیت ہوں اور اس خطہ پر اسلام خدا کے دین کو قائم کرنے کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔ اس میں اسلام کے صرف یہ کہنے کی گنجائش رہتی ہے کہ اسلام ہمارا مذہب ہے۔ اسلام کی وہ حقیقی روح جو اس کی بنیاد ہے اس سے کوسوں دور ہے۔

لیکن جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ مخفی نہیں، تمام دعوے غلط ثابت ہوئے، تمام آرزوئیں خاک میں مل گئیں، اصل مقصد فنا ہوں سے اوجھل ہو کر محاق نسیان کی زینت بن گیا اور ہمارے سامنے صرف ایک مسئلہ رہ گیا اور وہ ہے پیٹ کا مسئلہ، اس کو حل کرنے کے لئے بھی بدترین قسم کے نظام سرمایہ داری کا راستہ اختیار کیا گیا، معیار ترقی کے نام پر ملک کی آخری حدود کو چھو لیا گیا، سود، قمار، رشوت، بدکاری، فحاشی، ڈرگ کلچر کا گھن ملک کی عوامی معیشت کے تمام مغز و حیات کو کھا گیا، غریبوں کی ضروریات کو پس پشت ڈال دیا گیا، بے حیائی و عریانی، فواحش و منکرات کا بازار خوب خوب گرم ہوا، دین کے دشمنوں کو کھل کھیلنے کی دعوت دی گئی، اسلام کو دین سمجھنے کی تذلیل کی گئی، محرمات کو حلال تجارت کرنے کے لئے اربوں کھربوں کے مصارف سے ادارے قائم کئے گئے اور خدا کے دین کا نام ملائیت رکھ دیا گیا، الغرض وہ کون سی کسر ہے جو یہاں باقی چھوڑی گئی، سیاسی، اقتصادی، دینی، تعلیمی، اخلاقی، سماجی ہر اعتبار سے قوم قعر مذلت میں گرتی چلی گئی، اگر قوم کے نام نہاد لیڈروں کی آنکھیں دیکھیں، اگر سکیں۔

بالآخر یہ حقائق رنگ لائے اور ان کے بدترین نتائج ہمارے سامنے آئے، آج جو سیاسی بحران نظر آ رہا ہے، داخلی و خارجی مصیبتیں امڈ رہی ہیں، بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے، ایک ہی قسم کے اعضاء ایک دوسرے کے خلاف نفرت و بیزاری کے بھیانک مظاہرے کر رہے ہیں اور ملک پاک کا نازک آبگینہ چور چور ہے میں ٹوٹ کر منتشر ذرات میں تحلیل ہوا چاہتا ہے، یہ سب اسی خدا فراموشی کی بدولت ہے، چنانچہ خدا فراموش قوم کے تمام خدوخال آج ایک ایک کر کے سامنے آ رہے ہیں۔

ہماری ناقص رائے میں موجودہ حالات کے دو سبب ہیں، ایک ظاہری اور ایک باطنی ان دونوں کی طرف ہم نے اشارہ کر دیا۔

باطنی سبب تو یہ ہے کہ پاکستان کے اصل مقصد وجود کو نظر انداز کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کی ناشکری کی گئی، عرصہ دراز سے مسلمانوں کی آزادی کی کوششیں جاری تھیں ۱۸۵۷ء اور اس کے بعد سے مختلف سیاسی تحریکیں کی گئیں، سنت اللہ یہ ہے کہ بغیر قربانی کے اتنی بڑی نعمت نہیں ملتی۔ بالآخر وہ قربانی لاکھوں نامور دینی گھرانوں کی بڑی آنکھوں جانیں ضائع ہوئیں، عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوئے، ہزاروں مسلمان اپنے گھر، بار، مال و اسباب اور جائیدادوں کی ہجرت کرتی پڑی، یہ وہی نقشہ تھا جو قول فرعون کا قرآن نے بیان کیا:

﴿كَمْ تَرَكُوا مِن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ. وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ. وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ﴾ [الدخان: ۲۵تا۲۷]

وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جن میں وہ خوش رہا کرتے تھے چھوڑ گئے۔

آخر اسی نعمت نے پاکستان کی شکل میں ان کا بدلہ دیا، سلطنت ہی، دولت و ثروت ہی، عزت و حرمت ہی، دولت خداداد پاکستان کا وقار اونچا کیا اور اسے سربلندی عطا فرمائی، کارخانے، دوکانیں، تجارتیں، ہیں،

افغانستان ہو یا کچھ کیا تھا اس سے بڑھ کر یہ آخر ان قوتوں کا کارنامہ تھا جو انقلابی تبدیلیوں کی زمام اختیار اپنی تھی کتاب و سنت کا خاندانی قانون نافذ کرنا تھا اسلامی حکومت و معاشرت کے جو شعبے تباہ کر دیئے تھے ان سے تمام تر مالی و انسانی اور قومی مصیبتیں ختم ہو چکی تھیں بہرحال ایک باہمت قوم نے آخر وہ نشان قائم کر لیا تھا جو دنیا سے زیادہ دین کی ترقی کی علمبردار تھی لیکن یہ سب کچھ نہ ہو سکا۔

وہ تو اللہ تعالیٰ بھلا کرے قوم کے صالح افراد کا کہ انہوں نے خلافت کی شمع پر کر دیئے نہیں ہو تو قوم کے صالح اور درد مند لوگوں نے انفرادی تعاون سے ہزاروں مسجدیں بنائیں سینکڑوں مدرسے چلائے ہدایت سے ادارے قائم کئے مسلمان بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جب جا کر اسلام کا کچھ نشان باقی رہا اور اللہ تعالیٰ نے مذہب کی مذہب اپنی نہ معلوم کس شکل میں آتا لیکن جیسا کہ عرض کیا یہ دینی خدمت جو تھوڑی بہت دینی افراد کی شکل میں ہوئی غیر قومی و غیر ملکی سیکولر پر آخر شک کوئی قومی قدر قائم نہ ہو سکا ۱۹۲۳ء سے اسلامی دستور اور اسلامی قانون کے لفظی فروغ سے فضا گونج رہی ہے مگر عجیب بات ہے کہ آج تک نہ اسلامی قانون کا اپنی حیثیت کچھ بھی ہوا نہ اسلامی دستور کو اب تک مقدس تصور ہونا نصیب ہوا جب اللہ کے مطابق جب کسی قوم سے اجتماعی جرم سرزد ہوتا ہے تو اس قوم پر بلا تفریق جرم اس کی نوعیت و اجتماعی دبا آتا ہے یہ ہے اصل باطنی سبب اس شدید قسم کے سیاسی، مذہبی اور اقتصادی بحران کا جس نے پوری قوم کو موت و حیات کی کشمکش میں ڈال دیا ہے اور اس کا اخلاقی سبب اسلامی صالح قومی مقاصد اور بیدار مغز قیادت کا فقدان ہے۔

اول ملک ہمیشہ سے غیار اور دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیوں کی آماجگاہ رہا ہے اندرونی قیادت نے اپنے داخلی اور خارجی اور خارجی قوتوں سے زیادہ اغیار کے افکار اور پر مصدر آمد کوشش سے حکومت مدنی سمجھا مقاصد اور شریعت کو مضمحل کرنے کی کھلی چھٹی دی گئی ان کی اصلاح کرنے اور رائج، اور حکومت پر لانے کی صحیح تدبیر نہیں کی گئی صوبائی خطہ کو تو ڈر پہلے اسلامی نظام (ون یونٹ) بنایا گیا۔ اسکے بس منظر میں بھی نہ اسلامی رشتہ اتحاد کو مضبوط کرنا تھا نہ اسلامی نظام کے اجراء کے لئے اچھی فضا پیدا کرنا بلکہ سیاسی خواہش اور مقاصد کارفرما تھے جس کی صورت الا اللہ کا خاتمہ شاید اسلام سے قریب تر تھا مگر اسے تو ڈر پھر صوبائی نظام اور دوبارہ مسلط کر دیا گیا۔ پٹھان، پنجابی، سندھی، بلوچی، بنگالی، مشرقی و مغربی کی قید پھر سے عائد کر دی گئی اور اسلامی وحدت پارہ پارہ ہو کر رہ گئی۔

ثانیاً شر پسند عناصر جو پہلے ہی سے بے قابو تھے ان پر کوئی دخل نہ کیا گیا اس سے مفسدہ پردازوں اور فتنہ انگیز عناصر کو اپنے ناپاک عزائم کی بیان دوڑ دعوت آزمانے کا موقع مل گیا اور صوبائی تعصبوں کی آڑ میں اپنی ذاتی اغراض کی تکمیل نے قیادت کی کمزوری اور نااہلی کو واضح کر دیا۔

ثالثاً سرمایہ داری اور دولت کی طغیانی نے غریب عوام کے لئے مشکلات کا پہاڑ کھڑا کر دیا ہے

قائدین نے اس رستے ہوئے ناسور کا بروقت مداوا کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ نتائج پسماندہ اور مظلوم طبقوں کے مسائل حل کرنے کی طرف توجہ ہوئی، عوام میں اس سے یہ جانبی کیفیت پیدا ہوئی اور آج کے زمانہ کے جذباتی لوگوں نے حق پر قیل کا کام دیا۔ ظلم و استحصال کی داستانیں بڑھا چڑھا کے میں سنائی گئیں کہ قوم ان کو خضر راہ سمجھ بیٹھی۔ آخر ان حالات نے مہیب اور بھیانک شکل اختیار کر لی۔

''شامت اعمال ماصورت نادر گرفت''

''از ملامت کے برآمد است''

''خود کردہ را چہ علاج''

فرمان خداوندی ہے:

﴿وَ مَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾ (الشوریٰ۔ ۳۰)

''جو بھی تمہیں پہنچ رہا ہے یہ خود تمہارے اپنے ہاتھوں نے کرتوت ہیں اور بہت کچھ تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔''

مسلمانوں کے تفرق و انتشار کا باطنی و ظاہری علاج

مرض کی عین تشخیص کے بعد صحیح علاج ہو تو مریض کے جانبر ہونے کی امید کی جا سکتی ہے۔ باطنی مرض کا علاج تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے سابقہ زندگی سے توبہ کی جائے، انابت الی اللہ کا راستہ اختیار کیا جائے اور عہد کر لیا جائے کہ اس دلکش ہوتے ہی پہلی فرصت میں اسلام کا عادلانہ قانون نافذ کر دیا جائے گا اور صالح معاشرے کے قیام و تشکیل میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی جائے گی۔ حق تعالیٰ کو ناراض کر کے قوم کی رضامندی حاصل کرنے کی دانستہ کوشش نہ کی جائے اور خدا کرے حق تعالیٰ سے اپنے اعمال کی معافی مانگی جائے۔ خصوصیت کے ساتھ سورۃ بقرہ کی آخری آیت میں جو دعا سکھائی گئی ہے: ''ربنا لا تؤاخذنا'' سے آخر آیت تک اسے ہر وقت اور ہر نماز کے بعد پڑھا جائے اور آخر میں آمین سورہ والشریف پڑھیں۔

ظاہری علاج یہ ہے کہ نہایت تدبر و اخلاص کے ساتھ معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کی جائے اور عادتوں میں جو اجنبیت آ گئی ہیں ان کی اصلاح کے لئے مناسب تدبیریں حزم و احتیاط، مروت و شرمندی و دانائی کے ساتھ اختیار کی جائیں ہو نہ سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے'' کا مصداق ہوں۔ یہ مختصر اور ناقص اشارے ہیں جو پیش کئے گئے ہیں:

اندکے پیش تو گفتم حال دل تر سیدم

کہ آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں ایک عرصہ سے بیرون حرمین شریفین میں قریب ایک دہائی کے گذر گیا اور اس کے بعد "المجلس

الاعلی للشئون الاسلامیۃ" کی دعوت پر قاہرہ پہنچا ہوا ہے اور اس سلسلہ میں اس کی ملاقات مصر کے مفتی اعظم سے بھی ہوئی جب یہاں سے عرصہ تک ثم یطہرن کو نہ ہونا ہے تو پاکستانی وفد کے تمام حضرات سے پہلے آنے والے تو ہمارا کا طہر بدل جاتا ہے اور اس کا وہاں کے مذاہب کے مطابق ہوتی ہے اور یہاں کے اوپر بھی اس کا اثر ہوتا ہے اس کے بعد یہ ہوا کہ ہمارے ساتھ جو ڈاکٹر صاحبہ تھیں انہوں نے ان سے پوچھا کہ کیا ہمارے لئے کوئی ایسی صورت ہے کہ ہم اپنے مسلک کے مطابق عمل کر سکیں تو انہوں نے کہا کہ ہاں اس کی گنجائش ہے اور اس کے بعد ہم نے ان سے پوچھا کہ اس کی کیا صورت ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو ایک خط لکھ دیتے ہیں اس کو آپ اپنے ساتھ رکھیں اور ضرورت کے وقت اس کو پیش کر دیں۔

جب ہم لوگ قاہرہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گئے تو وہاں کے امام صاحب نے ہم سے کہا کہ آپ کا خط دکھائیں ہم نے ان کو خط دکھایا تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو اجازت نہیں دے سکتے کیونکہ ہمارے ملک میں اس کا رواج نہیں ہے اس طرح ہمارے ساتھ ایک اور واقعہ پیش آیا کہ ہم لوگ ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گئے تو وہاں کے امام صاحب نے ہم سے کہا کہ آپ کا خط دکھائیں ہم نے ان کو خط دکھایا تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو اجازت نہیں دے سکتے کیونکہ ہمارے ملک میں اس کا رواج نہیں ہے اس طرح ہمارے ساتھ ایک اور واقعہ پیش آیا کہ ہم لوگ ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گئے تو وہاں کے امام صاحب نے ہم سے کہا کہ آپ کا خط دکھائیں ہم نے ان کو خط دکھایا تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو اجازت نہیں دے سکتے کیونکہ ہمارے ملک میں اس کا رواج نہیں ہے

اس بارہ میں قرآن کی واضح تصریح ہونے اور اس کے خلاف کسی حدیث کے نہ ہونے کے باوجود ہمارے ملک میں اس کے خلاف جو عملی کوتاہی پائی جاتی ہے اس کا سبب صرف اور صرف یہ ہے کہ ہمارے ملک میں اس کے خلاف ایک رسم چل گئی ہے اور اس رسم کی وجہ سے ہمارے ملک کی عورتیں اس کے خلاف عمل کرنے کی عادی نہیں ہیں اور اس کے خلاف عمل کرنے میں ان کو دقت محسوس ہوتی ہے اور اس دقت کی وجہ سے ہمارے ملک کی عورتیں اس کے خلاف عمل کرنے کی عادی نہیں ہیں اور اس کے خلاف عمل کرنے میں ان کو دقت محسوس ہوتی ہے اور اس دقت کی وجہ سے ہمارے ملک کی عورتیں اس کے خلاف عمل کرنے کی عادی نہیں ہیں اور اس کے خلاف عمل کرنے میں ان کو دقت محسوس ہوتی ہے

اس طرح ہمارے ملک میں اس کے خلاف عمل کرنے کی عادت نہیں ہے

فتنة للقوم الظالمين ونجنا برحمتك من القوم الكافرين ، وصلى الله على صفوة البرية رحمة للعلمين محمد وعلى آله وصحبه وتابعيه اجمعين.

[صفر المظفر ۱۳۹۱ھ، اپریل ۱۹۷۱ء]

پاکستان میں فسادات - ان کا سبب اور علاج

گذشتہ چند ماہ میں جو ہنگامہ آرائی رہی ملک و ملت کے سکون کا شیرازہ جس دردناک طریقے سے منتشر ہوا اور پاکستان کی تاریخ کے خونچکاں صفحات میں مسلمان کی جان و مال و آبرو غیر محفوظ تھی خصوصاً مشرقی پاکستان میں جو روح فرسا واقعات پیش آئے، حتیٰ قریب میں اس کی نظیر تاریخ میں نہ ہوگی، یہ سب کچھ ہوا اس ملک میں جو اسلام کے نام سے وجود میں آیا ہے اور اس ملک میں جس کی غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے اور جو کچھ غیر مسلموں نے اور جو کچھ ہوا مسلمانوں کے ساتھ، ان عبرتناک واقعات نے ثابت کر دیا کہ اس ملک میں مشکلات کے لئے جو حل تجویز کیا گیا تھا وہ صحیح نہ تھا، وہ تریاق نہ تھا، زہر تھا، جو نسخہ تجویز کیا گیا وہ صحیح نہ تھا اور جو نسخہ عمل ہوا اور اس نسخے کی تاثیر تھی جو اس ملک کے لئے اور اس قوم کے لئے غلط تجویز کیا گیا اس کے برے اثرات سے نہ رائی بچا نہ رعیت، امیر و فقیر یکساں طور پر متاثر ہوئے:

﴿وَ مَا أَصَابَكُمْ مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَ يَعْفُوا عَن كَثِيرٍ﴾ [الشوریٰ: ۳۰]

اور جو بھی مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے کاموں کی وجہ سے آتی ہے اور بہت کچھ تو اللہ (اپنے رحم و کرم سے) معاف کرتا رہتا ہے۔

آخر کب تک یہ غلط تجربات کئے جائیں گے اور کب تک ہم اعداء اسلام کے آلہ کار بنتے رہیں گے، اگر اس غفلت کی نیند سے آنکھیں نہیں کھولی گئیں تو خاکم بدہن تاریخ سے ہمارا نام مٹ جائے گا۔

یہ حسرتناک انجام سب کے سامنے ہے، ارباب حکومت ہوں یا اس ملک کے ارباب تجارت ہوں یا اصحاب زراعت، کارندار ہوں یا پیشہ ور، کارخانہ دار ہوں یا مزدور سب نے یہ تماشا دیکھ لیا، صدارتی نظام بھی آزما لیا گیا اور نام نہاد جمہوری نظام بھی، برطانوی طریقہ حکومت کا تجربہ بھی کر لیا گیا اور امریکی طرز حکومت کا بھی، سب تمام ملک و ملت کے لئے اسلام اور اسلامی آئین کا ایک ہی صراط مستقیم باقی رہ گیا ہے:

﴿وَ أَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ﴾ [الانعام: ۱۵۳]

اور بیشک یہ میرا سیدھا راستہ ہے پس تم اسی کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں کی پیروی مت کرو کہ وہ تم کو میرے راستہ سے منتشر کر دیں گے۔

بلاشبہ اس وقت تمام عالم اسلام شدید انتشار میں گرفتار ہے، عربی ممالک خصوصاً اسلام کی ریشہ دوانیوں کے مراکز بنے ہوئے ہیں، کہیں عربی قومیت کا بھوت سوار ہے، کہیں مال و دولت کی فراوانی نے قوم اپنی قیمت کھو دی ہے، کہیں عیش پرستی اور آسائش نے قوم کو تباہی کے گڑھے میں پہنچا دیا ہے، ظاہری اسباب بھی ہیں لیکن حقیقی سبب حق تعالیٰ کے قانون سے روگردانی ہے، یہ اسلامی آئین کا تقاضا ہے، دنیا کی تمام قوموں کی تہذیب و تمدن کی بنیاد ہے، بازاروں میں، ہوٹلوں میں، سیر گاہوں میں، تفریح گاہوں میں، کلبوں میں، کلبوں گھروں میں، کلبوں میں، کلبوں میں، کلبو

سے نکل کر تمام دنیا میں پھیل گئے ہیں۔ تمام جماعتیں اپنی پوری صلاحیتوں اور تمام وقت اور تمام مخلص اور مخلص پاکستان کے دنوں بازوؤں سے کام کریں اور کام کریں یعنی تبلیغ کے لئے یا تنظیم کی تقویت کے لئے یا تنظیم کے دفتر سے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں یہ پوری قوت کے ساتھ اور اس سے زیادہ بڑھ کر تنظیم کے ساتھ اس ملک میں کام کریں اور تمام مسلمان زیادہ سے زیادہ اس کام میں حصہ لیں اور خاص طور پر زمیندار زمیندار پیشہ لوگ ہیں جتنے لوگ زیادہ سے زیادہ شرکت کریں وہ وقت ایسا ہے کہ پورا ایک سال کے لئے پاکستان کے کونے کونے میں پہنچ جائیں بڑی بڑی بستیوں اور شہروں میں مستقل ڈیرے لگائے جائیں اور وہاں مقررہ وقات میں گشت کئے جائیں اور اللہ کی وحی جو تبلیغی جماعت کا ہے کہ "لا تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ" (کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا) کے مصداق ہوں۔ بہت قلیل عرصے میں اللہ تعالیٰ حیرت انگیز آثار ظاہر ہوں گے۔

دیکھئے ماضی قریب میں تقریباً ۵۰ سال میں جب ہندوستان کے ساتھ جہاد کی نوبت آئی تو کس طرح لاکھوں افراد سے تو مسلح مزاج دینی بن گئی تھا مرد، عورتیں، بچے، جوان، بوڑھے سب ہی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے تھے پھر کتنے غیر طریقے سے حق تعالیٰ کی رحمت و قدرت نے مجاہدین کی مدد فرمائی کہ دیکھنے میں آئے۔ ایسی ایسی امداد غیبی تھیں کہ یکدم وہ افراد امت قوم فوجیں مسجدوں نمازیوں سے بھر جاتی تھیں گھروں میں ذکر و تلاوت قرآن کی آوازیں گونج رہی تھیں ہونے لگیں اگر اس صورت حال کو باقی رکھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ صاف بات ہے کہ بہت ہی ظالمانہ انداز سے اس صورت حال کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی اور اس نے مبارک جوش کو مٹانے کی پوری سعی کی گئی۔

بہر حال دنیا اب بھی نہیں سمجھ رہی ہے دنیا قوموں کا مزاج آج بھی وہی ہے اور ان میں بھی کمی نہیں ہے اور ذرا سی تبلیغی اور اصولی محنت چالیس جماعت کے ذریعہ تھوڑے سے عرصے کے لئے پوری قوت کے ساتھ اس محنت کو انجام دیا جائے تو بہت جلد امید ہو سکتی ہے کہ اس کوشش و جوش کے مبارک آثار ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے اور ہر وہ جو حقیقتیں مختلف انسانوں کے نام سے تحریکیں اٹھا رہی ہیں وہ سب اللہ کی محنت میں لگ جائیں اور جو چاہئے کہ اخلاص سے ساتھ مخلص علماء موجود ہوں اور محنت و حکمت کے اصول پر تربیت کریں اور عوام پر محنت کرنے کے لئے بار بار پوری جماعت سے جماعت تشکیل اس محنت کے لئے تنظیم کی جائے اور سب وقت لگائیں، یہ کام اس معاشی رہنمائی میں زیادہ بہتر طریقے پر انجام پذیر ہو گا تو تبلیغی تحریک کی محنت کرنے والے اس کام کو کرتے رہیں بہر حال تنظیم کے ساتھ اصلاح معاشرے کی پوری جدوجہد انتہائی ضرورت ہے۔

(۲) دوسری تدبیر یہ ہے کہ ملک میں جو کام کرنے والی جماعتیں اور تحریکیں ہیں جمعیت علماء اسلام، جمعیت علماء پاکستان، تنظیم اہل سنت ہو یا تحریک ختم نبوت، احرار، مجلس ہو یا جماعت اہل حدیث، شیعہ یا غیر شیعہ یہ تمام

جماعتیں تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کے لئے متحد ہو جائیں اور تمام امت کو صرف اسلام کے جھنڈے تلے جمع کریں اور ایسے طریقوں سے جدوجہد کا آغاز کریں کہ بہرصورت اس ملک میں اسلامی دستور کے تحت کتاب وسنت کے مطابق آئندہ قانون بنایا جائے، ملک میں موجودہ سیاسی جماعتیں مسلم لیگ، کونسل مسلم لیگ یا کنونشن لیگ اگر اس اسلامی علم کے نیچے جمع ہو سکیں تو ان کو بھی موقع دیا جائے، بقیہ سیاسی تنظیمات جس طرح چاہیں بعد میں یہ پروگرام طے کریں لیکن ملکی قانون کے اسلامی ہونے پر متحد ہوں، مؤخر الذکر جماعتوں کے لئے بھی جو مستقبل میں خطرات لاحق ہیں ان سے بچنے اور دنیوی نجات کے لئے بھی بس یہی ایک راستہ رہ گیا ہے ورنہ خدانخواستہ اگر یہ دینی طاقتیں کامیاب ہوتی ہیں تو ظاہر ہے کہ ان جماعتوں کے لئے بھی سوائے اس کے کہ دین دونیا دونوں کی تباہی ہو اور کوئی صورت نجات نہیں اگر دین سے عداوت نہیں ہے یا عداوت انتہا کو نہیں پہنچی ہے تو دنیا کی خیر منانے کے لئے بھی دین ہی کی ضرورت ہوگی اور دین ہی کے دامن میں پناہ ملے گی، دین ہی ایک ایسا مرکزی نقطہ ہے جس پر اسلامی، دینی تمام جماعتیں متحد ہو سکتی ہیں، گذشتہ ہنگاموں میں سیاسی اور فکری اضطراب انگیزی کے جو دردناک مناظر سامنے آئے کیا ان سے عبرت نہیں ہوگی؟ اگر نجات آخرت مطلوب ہے تو اس کا راستہ بھی اسلام کا صراط مستقیم ہے اور اگر دنیا کی نجات مقصود ہے اور سکون قلب کی خواہش ہے تو اسلام ہی کے ذریعہ یہ نعمت بھی حاصل ہوگی۔ خدا کا شکر ہے کہ دین پور شریف کے سجادہ نشین حضرت مولانا عبدالہادی کی مبارک کوششوں سے مسلمانوں کی تین جماعتیں جمعیۃ علماء اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت، تنظیم اہل سنت متحد ہو گئی ہیں اور چند ہی روز قبل ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو مارشل لاء نافذ ہونے سے چند گھنٹے قبل ملتان میں راقم الحروف کی موجودگی میں تینوں جماعتوں میں سے ایک ایک نمائندہ پر مشتمل ایک جماعت "اسلامی مجلس" کے نام سے وجود میں آ چکی ہے اور توقع ہے کہ مجلس احرار اسلام بھی اس میں شمولیت کر لے گی۔ اس مجلس کے لائحہ عمل میں یہ چیز واضح کر دی گئی ہے کہ تمام اسلامی جماعتوں کو صرف اسلام کے نام پر متحد بنانے کی جدوجہد کی جائے اور سب مل کر آئینی طریقوں سے منزل مقصود تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ مولانا مفتی محمود صاحب اور مولانا محمد علی جالندھری صاحب اس مجلس کے ممتاز رکن ہیں، مولانا محمد علی صاحب کو اس مجلس کا کنوینر بنایا گیا ہے، اگر کسی جماعت میں ذرا بھی اخلاص وانصاف ہے تو اس جماعت کے ساتھ اتفاق واتحاد کا رابطہ قائم کر کے اس دینی محاذ کو مضبوط کرنے کی، خدا کا شکر ہے کہ موجودہ مارشل لاء کے عہد میں اس قسم کے پرسکون مقاصد کے لئے یہ خاموش فضا نہایت سازگار ہے، اس طرح خدمت انجام دینے سے حکومت وقت کی بھی اعانت ہوگی، آخر میں ہمیں موجودہ حکومت سے بھی یہ توقع ہے کہ ۱۹۶۲ء کے قانون میں سے مسلمانوں کی قوانین کو جو اسلامی قانون اور کتاب وسنت کے سراسر خلاف ہے منسوخ کر کے مسلمانوں کو مطمئن کر دے گی تو مارشل لاء کے دور کا یہ مبارک ترین کارنامہ ہوگا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح سمجھ عطا فرما کر اپنی رحمت کاملہ سے صحیح توفیق عطا فرمائے اور امت

[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] مقصود ہے [illegible]

وصلی اللہ علی خیر خلقہ رحمۃ للعالمین وآلہ وصحبہ اجمعین

[illegible] ۱۳۱۹ھ

انحطاط وتنزل اور اس کے اسباب

مقصد وجود انسان جس سے مسلمان کی حکومت اور اقتدار اس سے محروم ہوئے تھے اور اپنی [illegible] اور [illegible] ہوئے تھے اور ان کی حکومت ان سے چھینی گئی تھی۔

حق تعالیٰ کی سنت دول میں سے ایک اصل یہ ہے کہ وہ "قائما بالقسط" ہے جس طرح [illegible] ہے اس کے عدل کا تقاضا ہے کہ وہ ہر قوم کی وقت کی وقت کی [illegible] ہے اور [illegible] ہے اور [illegible] ہے اور [illegible] ہے کہ وہ کسی قوم کی [illegible] ہے اور [illegible] ہے اور [illegible] ہے اور

اس کی تعلیم کے بعد اس نے اپنی زندگی کا مقصد اسلام کی خدمت قرار دیا۔ اس نے اپنی تمام صلاحیتیں اور اپنی قوم کے وسائل اسلام کی خدمت کی نذر کر دیے۔ اس کی حکومت و شوکت سے مرعوب ہو کر اس کے مخالف بھی اس کی تعریف کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اسلام کی خدمت کی۔ اس کی وفات پر اس کے دشمن بھی اس کی تعریف کرنے پر مجبور ہو گئے۔

اس نے تخت پر بیٹھنے کے بعد اپنی ان تمام باتوں کو جو اسلام کے خلاف تھیں، ختم کر دیا۔ اس نے اپنی تمام توجہ اسلام کی خدمت پر مرکوز کر دی۔ اس نے اپنی حکومت کے تمام وسائل اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیے۔ اس نے اپنی زندگی کا مقصد اسلام کی خدمت قرار دیا۔ اس نے اپنی تمام صلاحیتیں اور اپنی قوم کے وسائل اسلام کی خدمت کی نذر کر دیے۔

اس نے تخت پر بیٹھنے کے بعد اپنی ان تمام باتوں کو جو اسلام کے خلاف تھیں، ختم کر دیا۔ اس نے اپنی تمام توجہ اسلام کی خدمت پر مرکوز کر دی۔ اس نے اپنی زندگی کا مقصد اسلام کی خدمت قرار دیا۔ اس نے اپنی تمام صلاحیتیں اور اپنی قوم کے وسائل اسلام کی خدمت کی نذر کر دیے۔

اس نے تخت پر بیٹھنے کے بعد اپنی ان تمام باتوں کو جو اسلام کے خلاف تھیں، ختم کر دیا۔ اس نے اپنی تمام توجہ اسلام کی خدمت پر مرکوز کر دی۔ اس نے اپنی زندگی کا مقصد اسلام کی خدمت قرار دیا۔ اس نے اپنی تمام صلاحیتیں اور اپنی قوم کے وسائل اسلام کی خدمت کی نذر کر دیے۔

اور قربانیاں رنگ لائیں اور مالک الملک کی رحیمی وکریمی نے اسلام کے نام پر بنوا مسلمانوں کو بطور امتحان ملک کا ایک خطہ پاکستان کے نام سے دوبارہ عطا فرما دیا "لینظر کیف تعملون"۔

تاکہ دیکھیں اب تم کیا کرتے ہو۔

اب اس کا آپ خود فیصلہ کیجئے کہ یہ مسلمان اور پاکستان کے حکمران اس امتحان میں کہاں تک کامیاب ہوئے۔

ایک ملک اسلام کے نام پر بنا کیا، اس ملک میں اسلامی قوانین نافذ کرنے کی غرض سے تمام جانی و مالی نقصانات اور حوادث و آلام برداشت کئے گئے کہ اس خداداد مملکت پر پھر ایک دفعہ اسلام کا جھنڈا لہرائے گا نہ صرف یہ کہ اس پاک سرزمین میں اسلامی شریعت کے قوانین نافذ ہوں گے بلکہ یہ مثالی اسلامی حکومت تمام عالم اسلام کو بھی راہنمائی و رہنمائی دے گی اور پاکستان سے لے کر ترکی اور مراکش تک یہ اسلامی حکومت مسلمانوں کی قیادت کرے گی، اسلام کا جھنڈا اس کے ہاتھ میں ہوگا، طاقتوروں کی چیرہ دستیاں کمزوروں پر، مالداروں کی درازدستیاں غریبوں پر معدوم کی جائیں گی، استحصال اور ظلم و عدوان کے جملہ ذرائع اور سرمایہ دارانہ سیہ قوانین یکسر ختم کر دیئے جائیں گے، وہ اسلامی شریعت کے عادلانہ قوانین نافذ ہوں گے جن کے ذریعہ مظلوموں کی دادرسی ہوگی۔

زنا کاری اور شراب نوشی کے اڈے ختم کر دیے جائیں گے، بے حیائی و عریانی اور فواحش و منکرات کی نجاست سے اس پاک سرزمین کو پاک و صاف رکھا جائے گا، چوروں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے، زنا کاروں کو سنگسار کیا جائے گا یا کوڑے لگائے جائیں گے، ڈاکوؤں کو سرِ راہ سولی پر لٹکا دیا جائے گا، اقتصادیت کا عادلانہ نظام قائم کر کے جان و مال کی حفاظت کی جائے گی، فقر و افلاس کا ملک سے خاتمہ کر دیا جائے گا، کوئی شخص خوراک و لباس سے محروم نہ رہے گا، کوئی غریب بے روزگار نہ رہے گا، سرمایہ دارانہ معاشی نظام سود اور سودی کاروبار اور بینکاری سسٹم جس کے ذریعہ ملک کی دولت چند افراد یا خاندانوں میں منتقل ہوتی ہے اور غریب غریب سے غریب تر اور امیر امیر سے امیر تر ہوتا چلا جاتا ہے اور ملک معاشی بحران کا شکار ہو جاتا ہے اور غیر متوازن معاشرہ کو جنم دیتا ہے یکسر ختم کر کے اس کی جگہ اسلام کا وہ عادلانہ نظام معاشی جاری کیا جائے گا جس کے ذریعہ دولت کی گردش برابر جاری رہتی ہے، اجتماعی امتیازات کے ساتھ ساتھ ملک کا ہر حصہ فارغ البالی و خوشحالی سے زیادہ سے زیادہ بہرہ یاب ہوتا رہتا ہے اور کیمونزم، سوشلزم کے سیلاب کو روکنے کے لئے سد سکندری کا کام دیتا ہے۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان کی پچیس سالہ سرگذشت نے ثابت کر دیا کہ یہ تمام دعوے جھوٹے تھے، تمام نعرے سیاسی ڈھونگ تھے، اسلام کی شیدائی سادہ لوح قوم کو یہ باور کرا کر کہ چند خود غرض افراد اور جماعتوں نے عوام کو اپنا آلہ کار بنایا تھا، نہ اسلام کو سربلند کرنے کی نیت تھی نہ اسلامی قوانین نافذ کرنے کا ارادہ تھا بلکہ مٹھی بھر دولت مندوں اور ان کے سرپرست حکمرانوں نے بے خوف و خطر اور بے شرمانہ طریقے سے معاشی

لوٹ کھسوٹ اور انتشار کی فضا سے یہ ملک حاصل کیا تھا اسی لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ اس سلسلہ میں اس سے پہلے اور بعد میں جو قوانین بنے ہوں اور جو اور ملک سے اسلامی خلاف قوانین بھی بنے گئے ہوں یا اور کتاب و سنت کے خلاف قوانین بنائے اور نافذ کئے گئے ہوں اور شراب کی کی اور دوسری چیزوں کو حلال اور جائز ثابت کرنے کی کوششیں کی گئیں اس وقت جو مسئلہ پیدا ہوا ہے اور جو مشکلات سے جو مختلف گروہ سے پیدا ہو رہے ہیں اور حقیقت پر مبنی ہے اس لئے اسلامی نظام معیشت اور معاشرت اور اس کے لئے قانون تیار کرنے کا مطالبہ ہے اس آئینی اور پارلیمانی طریقہ کار کی مخلصانہ علامہ محمد تقی عثمانی اور مولانا مفتی محمود خان نے اور خصوصاً میں قوموں کی چیز ہے اسلام کی جو پاسداری کی اور قوم ان غیر اسلامی خلاصوں کے اور میں سے ان خداداد اصلی زندگی اور حلال و حرام کی پہچان کے لئے ہوئے رابطہ کی لعنت میں غرق ہو چکی ہے اس کا چند سال پیشتر تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا یہ جیسا کہ صورت حال ہے اب ملک میں اسلامی قوانین نافذ کرنے کی بنیاد اسے بازگشت ہے شرعی محکمہ عدلیہ قائم کرنے کی۔

آخر جب ملک کو موجودہ بدترین حکمرانوں سے نجات ملی اور اپنی پسند میں لے لیا تو موجودہ مشکل اور مخلوط حکومت قائم ہوئی اور ملک و قوم کی بہتری کے لئے سے بچ پارلیمانی قومی حکومت کے طریق کار سے پھر پختہ قدم قائم ہوئی ہیں، اس مشکل اور مخلوط حکومت نے بالغ رائے دہی کے اصول پر آزادانہ انتخابات کرانے کا اعلان بھی کیا ہے، انتظامات بھی کر رہی ہے اس لئے اب پھر اسلام اسلام کے نعرے لگائے جا رہے ہیں اور سیاسی پارٹیاں اور پارٹی لیڈر بھی ہیں اور زندہ و تمام سیاسی لیڈر جن کے بیانات اور کارناموں سے ملک کا بچہ بچہ واقف ہے وہ بھی عوام کو اسلامی قوانین نافذ کرنے کے وعدے کا جا رہے ہیں حتیٰ کہ بعض غاصب کیمونسٹ اور سوشلسٹ پارٹیاں بھی سوشلزم پر اسلام کا ملمع لگا کر اسلامی سوشلزم کے نعرے لگا رہی ہیں، ہر پارٹی اور اس کا لیڈر اسلام اور پاکستان کا وفادار اور قدرتی ہونے کا مضحکہ خیز دعویٰ کر رہا ہے حالانکہ اس کی سوشل زندگی بلکہ اس دعوے کی تردید کر رہی ہے، اس کی صورت اسلام کے معیار کے مطابق اسلامی ہے، نہ سیرت، نہ اس کے اخلاق و اطوار اسلام کے معیار پر اسلامی ہیں، نہ کردار اسلامی ہے اب وقت میں تو علماء کی تمام جماعتوں اور جمعیتوں کا فرض تھا کہ ان سیاسی نظاموں سے الگ تھلگ رہ کر تبلیغی محنت میں اسلامی حکومت قائم کرنے کی خوش تدبیروں میں مصروف رہتے اور جو قومی تبلیغی افراد کی ساتھ کہنا پڑتا ہے لیکن یہ بھی ناگزیر ہے کہ تبلیغی کارکن اخلاق و اخلاص کا ثبوت دیتے رہیں۔

اس تمام مختصر آرائی اور گفتگو سے قبل اس سے یہ بات ثابت کی ہے اور یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد پر پاکستانی قوم اور پاکستانی عوام کی اکثریت واقعی مسلمان ہے اور اسلام سے محبت رکھتی ہے اور اسلام کے نام پر جو بھی آواز دیئے گئے ہے قربانی دینے کے لئے تیار ہے، اسی لئے ہر پارٹی اور ہر جماعت صرف عوام سے ووٹ حاصل کرنے کی خاطر سے خلوص کے ساتھ اسلامی نظام کے نفاذ کے دعوے کرتی ہے، اگر یہ قوم اسلام سے بیگانہ ہوتی تو کوئی پارٹی اسلامی قوانین نافذ کرنے کے اور اسلامی نظام قائم کرنے کے دعوے نہ کرتی، اسلام اور مسلمان دشمن پارٹیاں بھی اسلام کے نعرے لگاتے اور بلند کرتے

ہیں: ''یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں''۔

بہر حال تصویر کا یہ رخ انتہائی امید افزا ہے کہ بائیس سالہ دور عیش و عشرت اور جمہ گیر فسق و فجور میں بھی اسلام ختم نہیں ہوا ہے اور مسلمانوں کے دلوں سے اسلام کی محبت نہیں نکلی ہے اسلامی قوانین ملک میں نافذ کرنے کے لئے زمین تیار ہے صرف تخم ریزی کی دیر ہے۔

لیکن تصویر کا دوسرا رخ انتہائی یاس انگیز ہے کہ غیر سوشلسٹ سیاسی اور دینی جماعتوں میں بھی شدید اختلاف و انتشار ہے، نہ صرف یہ بلکہ اختلاف رائے دلوں کے اختلاف اور شقاق و افتراق تک پہنچ چکا ہے اور فتوے بازی تک کی نوبت آ گئی ہے، افسوس! ان بے محل فتووں نے برمحل فتاویٰ کی قدر و قیمت کو بھی کم کر دیا، کون نہیں جانتا کہ وہ کمیونزم اور سوشلزم جس کو مارکس و لینن یا ماؤزے تنگ جیسے خدا دشمن، اعداء اسلام نے اختراع کیا ہے جس کی بنیاد ہی حق تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کے وجود کے انکار پر رکھی گئی ہے، وہ کفر صریح ہے اور کون نہیں جانتا کہ قوم کے بعض لیڈر جو بر ملا عوام کو ہر قسم کی تباہ کاریوں قتل و غارت، آتش زنی، خیرا ؤ، لوٹ کھسوٹ پر اکسا رہے ہیں وہ باہر کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں، وہ اعلیٰ درجہ کے خود غرض اور اقتدار پرست ہیں ان کی شخصی اور عملی زندگی اس کا روشن ثبوت ہے۔

بہر حال اس ہنگامہ آرائی کے پیش نظر شدید خطرہ ہے کہ کہیں اس اختلاف و انتشار ہی کو ملک میں اسلامی قوانین نافذ نہ کرنے کا بہانہ بنا لیا جائے۔

بظاہر یہ آخری موقع ہے کہ رائے عامہ کے متفقہ مطالبہ کے تحت اسلامی قانون کو کمکت کا قانون بنایا جا سکتا ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ اہل حق کی تمام جماعتیں صدق دل سے اس مقصد پر متفق اور شانہ بشانہ متحد ہو کر اپنی تمام تر قوتوں اور توانائیوں کو اسی مرکزی نقطہ پر صرف کریں اور اس جہاد عظیم کی راہ میں اپنے ترمیم شخصی اور جماعتی اغراض و مقاصد کو قربان کر دیں۔

مارشل لا، حکومت کے حکمرانوں اور کارپردازوں کے سینوں میں بھی اگر ایمان و اخلاص ہو اور واقعی وہ ملک میں اسلامی قانون نافذ کرنے کی تڑپ رکھتے ہوں تو جس طرح انہوں نے جرأت کے ساتھ بالغ رائے دہی کے اصول پر انتخابات کرانے کا اعلان کیا ہے اسی طرح وہ پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا اعلان بھی کر سکتے ہیں اور جس طرح انہوں نے ون یونٹ توڑ کر سابقہ صوبے عملی طور پر بحال کر دیئے ہیں اسی طرح ملک کی تمام عدالتوں میں فوری طور پر اسلامی قانون کے مطابق فیصلے کرنے کے احکامات بھی جاری کر سکتے ہیں، اس لئے کہ بالغ رائے دہی کے اصول پر انتخابات کرانے کے مطالبہ کی بہ نسبت بدرجہا زیادہ تحقیقی قوم کا متفقہ مطالبہ ملک میں اسلامی قوانین نافذ کرنے کا مطالبہ ہے، پاکستان کا کوئی ایک فرد یا جماعت بھی اس مطالبہ سے اختلاف نہیں کر سکتا ''ون یونٹ'' توڑنے یا نہ توڑنے کے بارے میں تو تھوڑا بہت اختلاف رائے تھا بھی، اسلامی قانون ملک میں نافذ کرنے

انتخابات

پر ستارا اس نظام کہن سے بیزار ہو چکے ہیں اور نیا جنم لے چکے ہیں۔

بہر حال ۱۹۶۵ء کا سال اس حیثیت سے پاکستان کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اگست ۱۹۴۷ء سے چل کر ۱۹۶۵ء میں ستر و سال مسلسل چلنے کے بعد کسی نہ کسی درجہ میں جمہوریت کے دروازے پر تو پہنچا اور اس جہت سے موجودہ صدر مملکت کا یہ ایک کارنامہ سمجھنا چاہیے اگر چہ اس کا بے انتہا صدمہ ہے کہ اس برائے نام جمہوریت کی منزل تک پہنچنے میں بھی قوم کو بہت بڑی قربانی دینی پڑی ہے۔ وہ کون سا ظلم و عدوان ہے جو نہیں ہوا؟ کہاں کہاں حق و انصاف کا گلا نہیں دبایا گیا؟ کامیابی سے پہلے بھی اور کامیابی کے بعد بھی افسوس کہ یورپ و امریکہ کی نقالی بھی صحیح طور پر نہیں آئی، وہاں بھی ہزاروں، لاکھوں نہیں کروڑوں افراد کو موت کے گھاٹ اتار لیتے ہیں مگر کسی کو خراش تک بھی نہیں آتی، بس دو تین کی نسبہ تک بھی نہیں چھوتی، لیکن یہاں جو اکا دکا واقعہ دو خونریزی قتل و غارت غرض کوئی ہنگامی اب رہی اور بعض وعدہ کا مظاہرہ ہے جو آپ نے اخبارات کے صفحات میں نہ پڑھا ہو، فاعتبروا یا اولی الابصار۔ یہ ہے ہمارے اس ملک اور بدنصیب قوم کی جمہوریت۔

جب کسی قوم کا ستارہ اقبال غروب ہو جاتا ہے اور خدا کی لعنت ہوتی علی الشیم رحمت سے وہ منہ موڑ لیتی ہے تو تاریخ عالم شاہد ہے کہ اس قوم کا ہمیشہ ایسا ہی حشر ہوا ہے۔ مسلمان ایک معاہد قوم ہے یعنی یہ قوم خدا اور رسول سے اسلام کے نام پر معاہدہ کر چکی ہے، معاہد قوم کی بد عہدی بھی برداشت نہیں کی جاتی، فوراً سزا ملتی ہے اس کے برعکس کفار غیر معاہد قوم ہے وہ پہلے سے ہی باغی ہیں ان کو اسلام لانے کی غرض سے دنیا کی آسائشوں سے محروم نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ وہ آخرت کی نعمتوں سے کلی طور پر محروم ہیں۔

اسلامی قانون کا نفاذ

بہر صورت پہلا مرحلہ صدارت کا مسئلہ طے ہو گیا، اب دوسرا مرحلہ ملک میں اسلام اور قانون اسلامی کے بقا و نفاذ کا ہے۔ اسلام کی زبان میں اور شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں صرف اسی ملک کو اسلامی کہا جاتا ہے جس میں اسلامی قانون رائج ہو، محاکم شرعیہ قائم ہوں، کتاب و سنت اور فقہ اسلامی کے مطابق احکامات نافذ ہوتے ہوں، غرض قانون الٰہی کا سایہ رحمت باشندگان ملک کے سروں پر سایہ فگن ہو اور رحمت خداوندی کا آفتاب عالمتاب اس ملک میں ضوفشاں ہو، اس لئے کہ رب العالمین کی صفت نماں ہی "قائما بالقسط" ہے اس کی اس صفت قسط و عدل کا ظہور اس کے قانون عدل و انصاف کے نفاذ کی صورت میں ہی ہو سکتا ہے تا آخرت کے عدل و انصاف کا ایک ہلکا سا نمونہ دنیا میں بھی جہت و موعظت کے لئے قائم رہے اور حقیقی و اصل جزاء سے پہلے ہی انعام عام کے تحفظ کے لئے دنیا میں بھی عدل الٰہی کی مظہر دادگاہیں قائم ہوں اور مجرموں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور یہ عدالتیں صحیح معنی میں مظہر صفت الٰہیہ بن جائے۔

علاوہ ازیں کسی ملک و مملکت کے تمام حسن و جمال اور اس کے حسن کے حقیقی خدوخال کا مظہر بھی یہی نظام عدل و داد ہوا کرتا ہے اس لئے کہ انسانی جان و مال اور انسانی آبرو ہی انسان کا سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ ہے کسی قانون کے کمال و خوبی کا آئینہ وہ عدالتی نظام ہی ہوتا ہے جس میں اس سرمایہ کے زیادہ سے زیادہ تحفظ کی ضمانت ہو، ایسے عدالتی نظام کا نفاذ اور اس کا بہتر سے بہتر ہونا ہی ملک کا اس کے ثمرات سے مالا مال اور بہرہ یاب ہونا ہی اس کی سب سے زیادہ قابل قدر دولت ہے جس ملک میں انسانوں کی جان و مال و آبرو محفوظ نہ ہوں وہ ملک جانوروں اور درندوں کا ملک تو ہو سکتا ہے انسانوں کا ملک ہرگز نہیں ہو سکتا۔

پیغمبر اسلام تاجدار اعظم سید الفصحاء و البلغاء اسلام نے اس آخری اور تاریخی خطبہ سے چند لمحات طیبات ہو آپ نے نبوت کے تیئیسویں سال من جانب اللہ تکمیل دین اسلام کا اعلان ہو جانے کے بعد حجۃ الوداع کے موقعہ پر میدان عرفات کے دن وادی منیٰ میں تمام و بیش ایک لاکھ انسانوں کے مجمع میں دیا تھا حسب ذیل ہیں:

"فان دماءکم واموالکم و اعراضکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا"۔ (۱)

بے شک تمہاری جان مال اور آبرو تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس شہر (مکہ) میں تمہارے اس ماہ (حرام) میں تمہارے اس (آج کے) دن کی حرمت (عظمت) ہے۔

یعنی جس طرح تمہارے ذہنوں میں اس شہر (مکہ) کا اس مہینہ (حرام) کا اور اس دن (یوم عید الاضحیٰ) کا احترام مسلم ہے بالکل اسی طرح اللہ کے دین اسلام میں مسلمانوں کی جان و مال و آبرو کا احترام و تقدس و قیمت مسلم ہے اور جس طرح ان تینوں چیزوں کے احترام کی حفاظت کو تم اپنا فرض سمجھتے ہو بالکل اسی طرح مسلمان سے ان تین قیمتی سرمایوں کی حفاظت کو ہمیشہ اپنا فریضہ سمجھو جیسے وہ اندرونی معاملات میں ہے ہی بیرونی معاملات میں بھی اور جیسے ان تینوں چیزوں کی حرمتوں کا تحفظ اندرونی امانت میں خیانت ہے ایسے ہی مسلمانوں کے ان تینوں سرمایوں پر دست درازی بھی اللہ کے دین میں خیانت ہے۔

مسلمانوں کی جان و مال و آبرو کے تحفظ کی اس ضمانت دینے کے بعد ارشاد فرمایا:

"لا فلیبلغ الشاھد الغائب"۔

جو وہاں موجود ہے اور یہ پیغام سن رہا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ ان لوگوں تک اس وقت موجود نہیں ہیں ان کو یعنی آنے والی نسلوں کو یہ پیغام پہنچا دے۔

یہ ہے وہ آخری پیغام جو پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسانی دنیا تک کے لئے امت محمدیہ کو دیا ہے اور یہ ہے وہ مسلمان کے جان و مال و آبرو کے تحفظ کی ضمانت جو اسلام اور اس کا قانون دیتا ہے کان کھول کر سن

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، ج ۲، ص ۶۳۲، طبع قدیمی

لیں! مسلمان تمہیں دوبارہ باب اقتدار

اسلامی قانون

پاکستان اب کسی نہ کسی درجہ میں جمہوریہ تو بن گیا ہے اب رہا اسلامیہ بننا تو اس کے لئے ضرورت ہے کہ غیر مسلم حکمرانوں اور غیر ملکی فرمانرواؤں نے جو ہماری بدنصیبی سے ہمیں غیر اسلامی قانون کا تحفہ دیا تھا وہ فی الفور "عطا تو بلقائہ" کہہ کر واپس کر دیا جائے اور وہ قدیم ترین مقدس تحفہ جو نہ صرف مسلمانوں بلکہ ساری کائنات کے لئے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ رحمٰن و رحیم اور علیم و قدیر رب العالمین نے امت محمدیہ کو عطا فرمایا ہے یعنی اسلامی قانون مملکت اس کو صدر از جملہ بنا کر پورے ملک میں نافذ کر دیا جائے۔

یہ دور تا سر رحمت و سعادت قانون فطری ہے جس کا اس روئے زمین پر سالہا سال تجربہ بھی ہو چکا ہے اور چشم فلک اس قانون پر عمل کرنے والوں کے سروں پر دنیا کی عظمت و مجد کا تاج اور دنیا کی دوسری قوموں کے مقابلہ میں سربلندی و سرخروئی کا سہرا دیکھ چکی ہے تاریخ کے صفحات پر اس کا ریکارڈ ثبت ہے۔

"ثبت است بر جریدۂ عالم دوامما"

اسی قانون کی برکت و سعادت سے ایک ہزار سال تک مسلمان دنیا پر حکومت کر چکے ہیں وہ ملک اللہ جس کی شان ہے:

﴿تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [آل عمران: ۲۶]

تو جس کو چاہتا ہے ملک و سلطنت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک و سلطنت چھین لیتا ہے جس کو تو چاہے عزت (غلبہ و اقتدار) دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلت دیتا ہے (اور غلبہ و اقتدار سے محروم کر دیتا ہے) تیرے ہی ہاتھ میں تمام تر خیر (و خوبی) ہے بے شک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

اس کی رضا و خوشنودی کا حصول بھی اسی قانون خداوندی کے اجراء پر موقوف ہے آخرت کی لازوال نعمتیں بھی اسی سے وابستہ ہیں دنیا کی قوموں پر غلبہ و اقتدار بھی اسی کا رہین منت ہے اور حکومت خداوندی کا جھنڈا فضاء عالم میں بلند کرنے کا عملی ثبوت دینے کا واحد وسیلہ بھی یہی ہے یاد رکھیئے:

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ [المائدۃ: ۴۴]

اور جو اللہ کے نازل کردہ قانون پر فیصلے نہ کریں وہی لوگ کافر ہیں۔

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [المائدۃ: ۴۵]

اور جو اللہ کے نازل کردہ قانون پر فیصلے نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں۔

﴿ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفسقون﴾ [المائدۃ:۴۷]

اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون پر فیصلے نہ کریں وہی لوگ فاسق ہیں۔

اللہ جل جلالہ کے قانون کو نہ ماننا، اس پر عمل نہ کرنا، اس کو نافذ نہ کرنا، وحی الٰہی (قرآن) کی زبان میں اس کا نام کفر ہے، ظلم ہے، فسق ہے، اس کفر، ظلم و فسق سے نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ قانون الٰہی بلا تاخیر اور بغیر کسی حیلہ بہانے کے جلد از جلد نافذ کر دیا جائے ورنہ اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ رب العالمین کے قانون کو پس پشت ڈال دینا اور انسانی دماغوں کے ساختہ پرداختہ قانون کو اپنانا اور سینے سے لگانا اس سے بڑھ کر ہے یہ ظلم ہوگا، ظلم العالمین کی مخلوق پر بھی یہ ظلم ہے اور مالک الملک کے ملک پر بھی یہ ظلم ہے، اس میں رب العالمین نے مقابلہ پر قانون بنانے؟ استغفر اللہ، نعوذ باللہ، یاد رکھئے "ان الحکم الا للہ" نہیں ہے مگر اللہ کا۔

صدر مملکت کا اب دوبارہ برسر اقتدار آنے کے بعد اولین فرض یہ ہے کہ جس طرح وہ دنیا کے اقتدار اعلیٰ کی عدالت سے سرفراز ہوئے ہیں اس طرح رب العالمین کے قانون کو نافذ و جاری کرنے کی عدالت کی ذمہ داری کی نسبت اعتبارات سے بھی بہرہ ور ہیں اور مالک الملک کی عطا کی ہوئی نعمت حکومت و سلطنت و شکر یہ ادا کریں اور اس سلسلہ میں جو غلطیاں اور کوتاہیاں ہو گزری ہیں ان کی تلافی کریں اور آئندہ ان کا اعادہ نہ ہونے دیں اور جو حالات و واقعات اس انتخاب کے دوران پیش آئے ہیں ان سے صحیح معنی میں عبرت حاصل کریں اور اس اقتدار اعلیٰ کو صحیح طور پر استعمال کریں، اللہ رب العالمین کی مخلوق پر رحم کرتے ہوئے اسلامی قانون کو عملی طور پر نافذ کریں تاکہ دنیا و آخرت دونوں کی سرخروئی ان کو حاصل ہونے والی ہے، اللہ جل جلالہ کی شان "وتنزع الملک ممن تشاء" بھی ہے اس موقعہ و مکان کو نہیں ایکشن سے دور ہیں صدر محترم نے جو وعدے کئے ہیں دنیا منتظر ہے کہ ان کی عملی تصدیق جلد از جلد اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔

انتہائی مسرت و طمانیت کا مقام ہے کہ صدر محترم کی آخری تقریر بہت پختہ امید افزا ہے اور بجا طور پر توقع ہے کہ صدر محترم اپنی پوری قوت و ہمت کے ساتھ ان وعدوں کو اپنی ذات پر اپنی صداقت کا عملی ثبوت دیں گے۔

صدر مملکت کے اختیارات و فرائض

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی قانون کے تحت صدر مملکت یا جماعت شوریٰ (مجلس قانون ساز) کا منصب قانون سازی نہیں ہے بلکہ اسلامی قانون کو نافذ اور جاری کرنا ہے، نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو اسلامی قانون کتاب و سنت میں موجود ہے اس میں نہ کسی مشاورت و استصواب رائے کی ضرورت ہے نہ کسی اصلاح و ترمیم کی گنجائش ہے، صدر مملکت اور ماہرین قانون اسلامی کا دائرہ عمل محدود ہے صرف ان انتظامی اور تنفیذی حدود کے اندر جہاں اسلام نے کوئی خاص رہنمائی ضروری نہیں سمجھی اور حالات کے تقاضوں پر چھوڑ دیا ہے

لیکن جن امور و معاملات کے متعلق صاف اور صریح احکام موجود ہیں ان کی پابندی حاکم و محکوم دونوں پر اسی طرح ضروری ہے جس طرح عبادات کی پابندی ضروری ہے۔ مشاورتی کونسل کا فرض صرف اتنا ہے کہ صدر مملکت یا اراکین اسمبلی جن دینی احکام سے ناواقف ہوں اور اراکین مشاورتی کونسل سے دریافت کریں وہ انتظامی و مالیات داری کے ساتھ کتاب و سنت کی روشنی میں ان احکام کو بتلادیں۔ ان کو زیر بحث لانے کا سوال ہے۔ ان پر رائے زنی کا اسی لئے ضروری ہے کہ مشاورتی کونسل کے اراکین اپنی فرض کو انجام دینے کے اہل ہوں یعنی کتاب و سنت سے مستند علماء اور قانون اسلامی (فقہ اسلامی) کے ماہر ہوں۔

اب شرعی احکام کے اجراء کو اسمبلی کے فیصلے یا مطالبہ پر موقوف رکھنا اور بے معنی آئینی گورکھ دھندوں میں الجھا کر شرعی احکام کے نفاذ سے انحراف اور روگردانی کے مترادف ہے خصوصاً جب کہ موجودہ دستور کے تحت پورے اختیارات یا ۹۰ فیصد اختیارات خود صدر مملکت کو حاصل ہیں ایسی صورت میں اس قسم کے دینی اور اسلامی امور کو اسمبلیوں کے سپرد کرنا اور ان کی منظوری یا مطالبہ پر موقوف رکھنا عذر لنگ نہیں تو اور کیا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے رسوائے عالم عائلی قوانین کو ایک آرڈی ننس (صدارتی حکم) کے ذریعہ اسی طرح ختم کریں جس طرح آرڈی ننس کے ذریعہ سے نافذ کیا تھا یا کم از کم جو ترمیمات علماء کرام کر چکے ہیں ان کو فوراً قبول کریں اور اس کے علاوہ بقیہ اسلامی قوانین کے اجراء کا بھی اعلان فرمادیں اور صرف اعلان پر اکتفاء نہ کریں بلکہ تدریجی طور پر ۱۱ اہم ترین کے اصول پر شرعی قانون نافذ کرتے رہیں تاکہ کم سے کم مدت میں مکمل اسلامی قانون ملک میں نافذ ہو جائے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ فقہ حنفی کو جو اس ملک کے عام باشندوں کا مذہب ہے اساس قرار دیں اور اس پر عمل کرنے کے لئے محاکم عدلیہ میں وہ دو، تین تین فقہ اسلامی خصوصاً فقہ حنفی کے مستند ماہرین کا تقرر فرمائیں۔

ایک نہایت اہم تنبیہ

آخر میں ایک نہایت ضروری اور اہم تنبیہ گوش گذار کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اصول اسلام کے مطابق ملکی قوانین بنائے جائیں گے۔ چنانچہ آج ہی ایک روزنامہ میں وزیر قانون جناب خورشید صاحب کے بیان میں یہی فقرہ شائع ہوا ہے یاد رکھیئے! اس فقرہ کی حقیقت بھی وہی ہے جو مرزائی اسلامی تحقیقاتی ادارہ کے ڈائرکٹر صاحب دا تحقیق دے رہے ہیں کہ قرآن کے ابدی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کی عملی ہدایات ابدی ہیں لہٰذا قرآن میں ترمیم و تنسیخ کی جا سکتی ہے جس کی واضح اور قطعی تردید ہی بیانات میں آچکی ہیں۔

اس قسم کی پرفریب تعبیر میں ایک خطرناک تلبیس (دھوکہ) مضمر ہے جس کی طرف عوام کے ذہن منتقل

نہیں ہو سکتے عوام تو اس قسم کے بیان سن کر خوش اور مطمئن ہو جاتے ہیں کہ چلئے اسلام کے اصول کی پابندی تو حکومت نے تسلیم کر لی لیکن یاد رکھئے! کہ اسلام نے جو اصول بتلائے ہیں عدل و انصاف کو قائم کرنا، مجرموں کو سزا دینا وغیرہ وغیرہ انہی اصول پر خود قانون بھی بناتے ہیں اور ان قوانین کا بنانے والا کوئی انسانی دماغ نہیں ہے بلکہ علیم وقدیر رب العالمین نے خود وحی رسالت کے ذریعہ کتاب وسنت میں وہ قوانین متعین فرما دیئے ہیں۔ مثلاً مجرم اگر چور ہے تو اس کے جرم کی سزا خود مقرر فرما دی ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، اگر غیر شادی شدہ مرد و عورت زنا کریں تو مجمع عام میں ان کے سو درے لگائے جائیں اور اگر شادی شدہ مرد و عورت اس جرم کا ارتکاب کریں تو انہیں سنگسار کیا جائے۔ اب اگر کوئی شخص یہ قصد بد کرلے کہ ان مجرموں کو سزا تو دے لیکن یہ سزا نہ دے جو اسلام نے تجویز کی ہے اور قرآن میں اس کی تصریح موجود ہے بلکہ کوئی اور خود ساختہ سزا دے تو یہ صریح اسلامی قوانین کی خلاف ورزی ہوگی اور "ومن لم یحکم بما انزل اللہ" کے تحت داخل ہوگا اگرچہ ایسے شخص کو سزا تو دے ہی جو ان حضرات کے بقول اصول اسلام کا تقاضا تھا، یاد رکھئے! اسلام تو درحقیقت احکام تجویز کرتا ہے اصول ان احکام سے اخذ کئے جاتے ہیں بالفاظ دیگر مقدم اور اصل احکام ہیں اور اصول ان احکام سے ماخوذ و مستنبط ہیں نہ یہ کہ اصول مقدم اور اصل ہیں اور احکام ان پر مرتب۔ یہی خداوندی قانون سازی اور انسانی قانون سازی میں فرق ہے یہ دوسری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں ان کی حرکات وعمل ہوتے ہیں اور درحقیقت جن کو تم اصول کہتے ہو وہ تو دراصل وہ مقاصد و غایات اور مصالح و حکم ہیں جو ان احکام پر مرتب ہوتے ہیں اسلامی احکام کی اساس اور اصول صرف خدا پرستی ہے اور بس جیسا کہ آیت کریمہ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات: ۵۶] سے واضح ہے۔ بدقسمتی یا سوئے فہم سے تشریع الٰہی (خداوندی قانون سازی) کی صورت کو برعکس سمجھ لیا گیا اور انسانی قانون سازی پر قیاس کر لیا گیا۔

اسی لئے انسان نہ ان احکام کو بدلنے کا مجاز ہے اور نہ ان غایات و مقاصد اور مصالح و حکم کو قوانین احکام کے ذریعہ حاصل کرنے کا اسے اختیار ہے کہ اس قسم کا تصرف خدا پرستی کے منافی ہے اس لئے اس کو کفر فسق اور ظلم کہا گیا ہے۔

غرض جس علیم وقدیر رب العالمین نے اصول بتلائے ہیں اسی نے فروع (احکام) بھی مقرر فرما دیئے جس طرح ان اصول کا اتباع ضروری ہے ٹھیک اسی طرح ان فروع و احکام کی متابعت بھی ضروری ہے، مدار خدا پرستی حکم پر ہے اصول پر نہیں، ہم کو احکام کا مکلف بنایا گیا ہے اصول کا نہیں، قیامت کے دن سوال ان احکام پر عمل کرنے یا نہ کرنے کا ہوگا عبادت و اطاعت کا مظہر بھی تعمیل احکام ہی ہے۔

یاد رکھئے! اگر اس تمییز کا سد باب نہ کیا گیا اور اس پر فریب تعبیر کو اپنایا گیا تو اسلام کی پوری عمارت منہدم ہو جائے گی، نہ عبادات محفوظ رہیں گی نہ معاملات اور یہ محمد خدا کے بھیجے ہوئے اور رسول اللہ کے

ہوئے دین کو مسخ کر کے رکھ دیں گے العوذ باللہ منھم، یہی وہ الحاد ہے جو یاد ش بخیر جناب پرویز پھیلانے میں مصروف ہیں اور یہی فریب کاری اس قماش کے اور بہت سے لوگ کر رہے ہیں اور یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے اب سے بہت پہلے باطنی ملاحدہ اسی قسم کی تلبیس و تحریف کرتے رہے ہیں اور اسی راستہ سے مستشرقین یورپ اسلام اور اس کی تعلیمات پر حملہ آور ہوئے ہیں اور بدقسمتی سے اسی رو میں ہمارے مستغربین بھی بہے چلے جا رہے ہیں۔

اس پر فریب تعبیر و تشریح کا دائرہ خدانخواستہ اگر وسیع ہو گیا اور مسلمان اس فریب میں آ گئے تو نماز، روزہ، زکاۃ، حج اور حرمت سود و قمار و شراب و زنا اور حدود و قصاص وغیرہ وغیرہ تمام ہی حدود اللہ اور شعائر دین ختم ہو جائیں گے اور اسلام دنیا سے اسی طرح اٹھ جائے گا جیسے مت ابراہیمی کفار و مشرکین عرب کی دستبرد سے اور دین موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام یہود و نصاریٰ کی تلبیس و تحریف سے مسخ ہو گیا تھا۔

اسی لئے میں مکرر، سہ کرر تنبیہ کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مسلمان ہوشیار رہیں، اس دل کش اور خوشنما تعبیر میں پوری تلبیس والحاد مضمر ہے اور اس طرح سے بیان دینے والے (دانستہ یا نادانستہ) اسلام کی قطع کنی کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح سمجھ عطا فرمائیں، وہ دانا دشمن اور نادان دوست دونوں سے بچ جائیں، آمین ثم آمین۔

وصلی اللہ علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وآله واصحابه [illegible] وسلم

[فروری ۱۹۶۵ء/رمضان ۱۳۸۴ھ]

انتخابات اور اس کا نتیجہ

اس وقت پاکستان کے گوشے گوشے سے 'انتخابات' 'انتخابات' کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، اور ایک شور و غوغا برپا ہے، بیانات، پریس کانفرنس، مقالات، مضامین، جلسے جلوس، گرفتاریاں، تحقیقات، اتہامات گویا ہنگامہ محشر برپا ہے۔ علماء، زعماء اور عوام و خواص سب میدان انتخاب میں دوڑے جا رہے ہیں، ہر سیاسی و غیر سیاسی پارٹی، کیا دین دار کیا بے دین اس فکر میں ہے کہ زیادہ سے زیادہ نشستوں پر قابض ہو۔ اس کے لئے جماعتی مشورے ہو رہے ہیں، تدابیر سوچی جا رہی ہیں، جوڑ توڑ ہو رہا ہے، وزن بڑھانے کے لئے اتحاد کے معاہدے کئے جا رہے ہیں ان اتحادی معاہدوں میں یہ بھی ہو رہا ہے کہ دو جماعتوں میں اصولی فرق ہے، دونوں ایک دوسرے کے سامنے سے بھاگتے ہیں، مگر انتخاب کی سوچ بچار ہے کہ اتحاد کی نمائش پر مجبور کر رہی ہے ﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ﴾ [الحشر: ۱۴] بظاہر مل بیٹھے ہیں مگر دل پھٹے ہوئے ہیں، مخالفوں پر چوٹیں ہو رہی ہیں اور ان کے لئے تحقیر و مذمت کے گھٹیا سے گھٹیا لفظ استعمال ہو رہے ہیں۔ ادھر ہر جماعت کا یہ دعویٰ ہے کہ ۱۲ کروڑ عوام ہمارے ساتھ ہیں ملک بھر کے دوست ہمارا دم بھر رہے ہیں اور ہمارے سوا سب ملک کے دشمن اور عقل کے کورے ہیں، فنڈ جمع ہو رہے ہیں، تجویزیں پیش کی جا رہی ہیں اور دروں خانہ خدا جانے کیا کیا ہو رہا ہے۔

ملک کی سیاست کو جس رخ پر ڈال دیا گیا ہے اور افراتفری اور شور شوری کی جو کیفیت پیدا ہو گئی ہے اس کے نتیجہ میں اس معرکہ جہاد کے بعد پیش آنے والے واقعات کا تقاضا ہے کہ چند باتیں صاف صاف عرض کر دی جائیں تاکہ ملک کا ہر ذمہ دار فرد غور و فکر کے بعد صحیح فیصلہ کر سکے۔

دردناک قومی المیہ

انتخابات کو اتنی اہمیت دی جا رہی ہے کہ گویا یہ زیادہ آخرت کی نجات، عافیت اور امن و سلامتی پر موقوف ہے۔ تمام مشکلات کا حل صرف قانون ساز اسمبلی سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔ پاکستان کا مقصد وجود یہ تھا کہ اسلام کی سیاسی، سماجی اور معاشی زندگی اس میں عملاً آئے۔ ہر پارٹی کا دعویٰ ہے کہ ہم برسر اقتدار آتے ہی اسلام نافذ کریں گے اور عوامی مشکلات حل کریں گے۔

اس بحث کو چھوڑ دیجئے کہ مغربی طرز کے جمہوری انتخابات اسلامی تقاضوں کو کہاں تک پورا کر سکتے ہیں، مگر اس حقیقت سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انتخاب صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی۔ اچھی قیادت بھی منتخب ہو کر اوپر آ سکتی ہے اور بری بھی۔ اقتدار پر مخلصین کا قبضہ بھی ہو سکتا ہے اور خود غرض لوگوں کا بھی۔ اب ذرا انصاف اور حقیقت پسندی سے حالات کا جائزہ لیجئے۔ مدعیان دین و سیاست پارٹیوں میں اکثریت ان حضرات کی ہے جن کے گذشتہ کرتوتوں سے سب کو معلوم ہیں۔ ان کی اسلامی خدمات بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ماضی قریب میں ان کے قول و عمل کے تضاد کی سیاہی ابھی تک خشک نہیں ہوئی اور حال میں ان کے افکار، نظریات، ان کی دعوت، ان کی زندگی کے اغراض و مقاصد اور ان کا سیاسی مستقبل آنکھوں کے سامنے ہے۔ ان سب باتوں سے یہ اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ وہ آئندہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے کیا کچھ نہیں کریں گے۔ لیکن تعجب ہے اور افسوس بھی کہ عوام کو خدا ماضی سے عبرت ہے نہ حال کا مشاہدہ، نہ مستقبل کی فکر ہے، انتخابی نعروں نے فریب میں ان تمام حقائق سے آنکھیں بند کئے ہوئے ماضی و حال کے عادل گواہوں کی شہادت کے خلاف مستقبل کا فیصلہ فرما رہے ہیں، افسوس!

جو قومیں ماضی سے سبق نہیں لیتیں ان کو شاید مستقبل کی نہیں بلکہ حسرت ناک انجام کی توقع رکھنی چاہیے اور جس قوم نے افراد کی آنکھوں سے سب کچھ دیکھنے کے باوجود پردہ پھینکنے سے انکار کر دیا ہو ان سے آئیں یا چند انسانوں کی حاضر پوری قوم کی مکمل زمام ہاتھوں میں سونپ دینے پر آمادہ ہو جائیں ان کی سادہ لوحی کا ماتم کرنے کے سوا ہمارے پاس اس دردناک قومی المیہ کو محسوس کیا کہوں۔

جمہوری الیکشن اور اس کی حقیقت

اب ذرا الیکشن کی کامیابی و ناکامی کے نقشہ پر بھی ایک نظر ڈالئے۔ اس وقت ملک میں پارٹی در پارٹی کا رجحان غالب ہے۔ تقسیم در تقسیم کے عمل نے ووٹروں کے حساب سے سیاسی جتھوں و تنظیموں کو جنم دیا ہے اور ہر جماعت اس خوش فہمی میں مبتلا ہے یا محض فریب دینے کے لئے قوم کو مغالطہ دیا جاتا ہے کہ پچیس فیصد ووٹ جیسی ملیں گے اور شاید

بعض حضرات اس سے بھی زیادہ خبط میں مبتلا ہوں اور ۸۰، ۹۰ فیصد نے خواب دیکھ رکھے ہوں لیکن یہ تمام قیاس آرائیاں تھی ہیں، جن وقت پر معلوم ہوگا کہ:

"خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا"

ابھی یہ ہوگا کہ عہد و پیمان کس طرف تھا اور ووٹ کس کو ملا۔ خلط کیا، نتیجہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قصہ ہوگا۔ نہیں، ہمت نہیں کیا ہوگا کہ نہیں ترغیب و ترہیب کے ذریعے آزمائے جا چکے ہیں کہ نہیں وعدہ و وعید کی کارفرمائی ہوگی کہ نہیں اثر و رسوخ سے کام نکالا جائے گا۔ گذشتہ دور میں یہ سب کچھ ہوتا رہا ہے اور آئندہ کیا کچھ نہیں ہوگا؟ انتخابی جنگ میں اس لئے سلحہ کا استعمال بند ہونا چاہیے تھا مگر ابھی تک اس کی روک تھام کا خیال نیک خواہشات سے آگے نہیں بڑھا۔ ان حالات میں یہ سمجھنا کہ کوئی پارٹی بھاری اکثریت سے کامیاب ہو جائے گی خود فریبی کے سوا اور کیا ہے؟

وجود میں آنے والی اسمبلی کے فرائض

اب دیکھئے کہ الیکشن کے نتائج کیا ہوں گے؟ سب کو معلوم ہے کہ صدارتی حکم کے مطابق ۱۲ ماہ کے اندر وجود میں آنے والی اسمبلی کو ۱۲۰ دن میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا اسلامی دستور بنانا ہوگا۔ خدانخواستہ اس مدت میں وہ کسی متفقہ دستور کا فیصلہ نہ کر سکے تو آئین ساز اسمبلی خود بخود معطل سمجھا جائے گا اور صدر محترم اپنی صوابدید کا دستور نافذ کریں گے۔

اور حریف سیاسی جماعتوں کی ذہنی سطح کا اندازہ اوپر کے دیئے گئے نقشہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ انہیں انتخابی مہم میں کی وجہ سے۔ یا غالباً بیرونی مداخلت کے نتیجہ پندار کی بنا پر۔ اس پر غور و فکر کرنے کی مہلت ہی نہیں ملی کہ یہ موسم سیاسی جنگ لڑنے کا ہے یا کہ روحانی عصبیت یا ذہنی خوش فہمیوں کے لئے موزوں ہے۔ قوم کی کشتی منجدھار میں ہے، سب مل جل کر اسے پار لگانے کی فکر کرنی چاہیے تھی۔ بادی النظر قوم میں ہے آئین اور نئے دستور الیکشن نہیں بلکہ آئین۔

اگر ہمارے سیاسی لیڈر فی الواقع مخلصانہ موجودہ حالات میں کام لیتے تو الیکشن سے پہلے آئینی امور پر اتفاق ضروری تھا مگر یہاں آئین تو کیا کسی آئینی بنیاد پر بھی اتفاق رائے ضروری نہیں سمجھا گیا۔ ہمیشہ کی نفرت انگیزی کے بل پر سیاسی معرکہ شروع کر دیا گیا جس کا نتیجہ خام ہے۔ اب تو کسی پارٹی میں اتنا وزن نہیں کہ اپنے نمائندوں کی بھاری اکثریت آئین ساز اسمبلی میں بھیج دے۔ بالفرض ایسا ہو بھی جائے تو اس بات کا کیا اطمینان ہے کہ پارٹی کے معزز ممبر اسمبلی میں پہنچ کر پارٹی کے وفادار رہیں گے۔ کسی ہوا تو ڈر سے گئی اور خدا پرستی کا شکار نہیں ہوں گے۔ وہ جاتے ہی اس دستوری دعوت مرتب کرنا شروع کر دیں گے اور سب ایک زبان ہو کر برق رفتاری کے ساتھ آئین مسودہ ۱۲۰ دن میں بنا ڈالیں گے۔ اگر ایسا ہو جائے اور خدا کرے ہو جائے تو بلاشبہ یہ پاکستانی قوم کی بہت بڑے

...ہوتی ہے اور باہر کی تنگی کے پیش نظر اس کی ضرورت کے امکانات بہت کم ہیں اور اگر بالفرض اکثریت ایک آئینی مسودہ پر متفق ہو جائے تو یہ ضروری ہے کہ وہ تسلیم بھی کرا لیا جائے گا اور کوئی غیر متفق اقلیت اس میں ہونی ضم نکال کر اسے ہوا میں اڑانے کی کوشش نہیں کرے گی۔

خلاصہ یہ کہ دستور ساز اسمبلی جن حالات میں کام کر رہی ہے اور جس انداز سے سیاسی زور آزمائی ہو رہی ہے اس سے دلیل تو یہ حاصل ہوتا ہے کہ اس کا راستہ ایک ایسے موڑ پر جا کر ختم ہوتا ہے کہ اس کے بعد جو خلا پیدا ہوگا اس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کہاں کا آئین؟ کہاں کا دستور؟ کہاں کا اسلام؟ اور کہاں کا ریاض؟ افسوس ہے کہ بیرونی سازشوں اور خفیہ ہاتھوں سے جن خطرات کا سامنا ہے ان کی طرف ہمارا سارا شعور بھی نہیں جاتا ہے اور جو ہمارے اختیار میں ہے اسے "کچھ نہ کہنا ہے بھلا کچھ نہ کہا" کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

یہ سیاسی بازی گری جس کی خاطر ہم اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں، انگریز مسلمانوں سے لوں میں عداوت و نفرت اور برادر دشمنی کے بیج بو کر نہیں ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پر تیار کر رہے ہیں، قوم کا کروڑوں روپیہ اس دنگا پر لگا دیا ہے، بے حد قیمتی صلاحیتوں کو ضائع کر دیا گیا ہے تب کہ مسلمانوں کی عزت و حرمت کو بھی موت بانٹ دیا ہے اس کا نتیجہ موہوم مشکوک بلکہ سراسر خلاف حقیقت ہے کہ اس نے حقیقی مسائل کا جائزہ لے کر ان کی اصلاح کی جائے ان تمام اسباب پر تفصیل سے گفتگو کرنا تو مشکل ہے البتہ بعض بنیادی امور کی نشاندہی ضرور کی ہے۔

پاکستانی قوم کے بائیس سال

بائیس سال سے اوپر ہوئے پیچھے تک قوم کی دینی و اخلاقی اور معاشی صحت کو برباد کرنے نے اس حد تک ترقی کر لی ہے کہ یہ سوال ہی بے معنی ہو گیا ہے کہ قوم کی اصلاح و تربیت کے لئے کوئی ملک گیر اہتمام کیوں نہیں کیا جاتا ہے۔ قوم کے مختلف عناصر میں باہمی تعاون، اخوت، مواسات اور ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کیا جائے، ان میں باہمی اور معاشرتی آخرت کی جواب دہی کا احساس پیدا کیا جائے، اسلامی شعائر سے رشتہ جوڑا جائے، دینی اعمال زندگی سے خارج ہونے کا نتیجہ ظاہر ہے۔ اس کے بعد کسی خیر کی توقع کیسے ہو سکتی ہے۔ اشاعت اور تعلیم و تعلم کے ہر ذریعہ کو دینی اخلاقی بنیادوں پر جس قوم کی قیادت اور تربیت نہ ہو اس سے عقلی مطالبہ کرنا تو ہو سکتے ہیں مگر موجودہ وقت کا کوئی معقول آدمی ایسا نہیں ہے جو اس کی توقع رکھتا ہو۔ دین و مذہب کا تعلق تو ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے اس کی طرف کسی توجہ کی ضرورت نہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ قوم کا اخلاقی مزاج بگاڑ دیا جائے اور دینی ڈھانچہ تباہ کر دیا جائے۔ فحاشی کے اڈوں میں اضافوں کا ذکر بھی فضول ہے ان کی طرف سے جو کوششیں انتخابات کی لئے کی جا رہی ہیں اگر ان سے آدھی محنت بھی اصلاح پر صرف کی جائے تو قوم کا نقشہ ہی بدل جائے گا۔ اور جب معاشرہ میں صلاح و تقویٰ کی فضا پیدا ہو جائے تو انتخابات پر کروڑوں روپے کے خرچ کی ضرورت نہ رہے گی۔ اخباروں میں عداوت و نفرت کے

بیج بونے کی ضرورت، نہ بے ضمیر افراد کے ابھر آنے کا اندیشہ، نہ کسی سازش کے آلہ کار بننے کا خطرہ۔ بنیاد صحیح اور مضبوط ہو تو اس پر جو عمارت بنائی جائے گی وہ مضبوط ہوگی ورنہ ہم ریت پر ہوائی قلعے تعمیر کر کے خوش ہوں گے اور نتیجہ "کوہ کندن و کاہ برآوردن" ہوگا۔

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگزارند و خم طرۂ یارے گیرند

کامیابی و کامرانی کا راستہ

یہاں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مشہور ارشاد جسے محب طبری نے "الریاض النضرۃ" میں نقل کیا ہے یاد آتا ہے:

"لن یصلح آخر هذه الامة الا ماصلح به اولها"(۱)

اس امت کے آخری حصے کی اصلاح بھی اس اسی چیز سے ہو سکتی ہے جس سے اس کے پہلے حصہ کی اصلاح ہوئی۔

ربع صدی سے یہاں سب کچھ آزمایا جا چکا ہے، آیئے اس جدید نظریہ کو بھی آزمائیے:

"فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی

قرآن حکیم نے چار مقامات پر حضرت خاتم الانبیاء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار منصب بیان فرمائے ہیں:

① آیات پڑھ کر سنانا۔
② تزکیہ کرنا، یعنی کفر و شرک، بد عملی و بد اخلاقی اور امور جاہلیت سے ان کو پاک و صاف کرنا۔
③ کتاب اللہ کے احکام کی تعلیم دینا اور اس کے مضامین کی تشریح کرنا۔
④ حکمت و دانائی، احکام کے علل و غایات اور شریعت کے اصول و مقاصد کی تعلیم دینا۔

تزکیہ سے مراد عقائد و نظریات اور اعمال و اخلاق کی پاکیزگی ہے، قرآن کریم نے تین مقامات پر تزکیہ کا "تعلیم" سے مقدم ذکر فرمایا جس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ بقدر ضرورت تزکیہ تعلیم سے پہلے ہونا چاہیے تعلیم اسی وقت مفید اور بار آور ہو سکتی ہے جبکہ قلوب میں اس کے قبول کرنے کی اہلیت اور جذب کرنے کی

---

(۱) الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، الباب الثانی فی مناقب امیر المومنین ابی حفص عمر بن الخطاب، ذکر وصف علی لہ بما یناھل معہ للخلافۃ ج: ۲ ص: ۴۰۲، ط: دار الکتب العلمیہ بیروت

سلامیت موجود ہو، دل میں کوئی پہلے کا شبہ کے قابل نہ پایا جائے۔ پھر تحریری کی جانے والی کیفیت دل جو عارف شیرازی نے فرمائی:

یاراں کہ در طہارت صحبش طواف کعبہ است
دریاب آں دلے را کہ در او نشور و یزداں است

یہ تزکیہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان صحبت اور مکارم اخلاق سے حاصل ہوتا تھا اور اب بھی بقدر استعداد اللہ تعالیٰ کے قبول بندوں سے یہ تعلق اور ان کی صحبت اور رفاقت سے حاصل ہو سکتا ہے۔

دوسری بات یہ علوم و فنون کی تعلیم اگر اس خدمت سے بھی اصل مقصود تزکیہ ہے، یہ نہ ہو تو ساری تعلیم بیکار ہے۔ عقل و اخلاق کے بغیر ساری علوم و معارف کی حق تعالیٰ نے یہاں کوئی قدر نہیں، آدمی ساری دنیا کی کتابیں چاٹ لے لیکن اگر انسانی اخلاق اور ایمانی اعمال نہیں تو پڑھا لکھا جانور تو ہو سکتا ہے مگر انسان کہلانے کا مستحق نہیں۔

تزکیہ نے بغیر نہ ایمان میں رسوخ کی کیفیت اور یقین و اطمینان کی قوت پیدا ہو سکی نہ اخلاق درست ہو سکیں نہ خلاص کی دولت ملی نہ دل پر ہدایت نصیب ہوئی، نہ اندر کا فرعون (تکبر نفس) ہلاک ہو سکا، یہ خلق سے لڑائی نہ ہو سکی:

نفس با ہم نفس تزاد فرعون است

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں: "تعلمنا الایمان ثم تعلمنا القرآن" (۱) کہ ہم نے پہلے ایمان سیکھا پھر قرآن سیکھا، یہ ایمان کا سیکھنا ہی تو ہے کہ قلب غیر اللہ کے تعلق سے پاک ہو، اعمال ریا وغیرہ سے پاک ہوں اور نفس کبیٰ اخلاق سے پاک ہو، معاشرہ کی مذموم عادتوں سے پاک ہو، کمائی حرام اور مکروہ ذرائع سے پاک ہو وغیرہ وغیرہ۔

یہی تزکیہ تھا جس کی وجہ سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی بشارتوں سے نوازا اور انہیں آسمانی وحی کی شہادت اور سند دی، سورۂ فتح میں ان کے امتیازی اوصاف ذکر کرتے ہوئے ایک وصف باہمی رحمت و شفقت ذکر کیا گیا ہے: "رحماء بینھم" اور یہ وصف کامل تزکیہ کے بعد ہی حاصل ہو سکتا ہے، ورنہ کون نہیں جانتا کہ خانہ جنگی نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بدولت پیدا ہوئی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کا یہ وصف بھی بیان فرمایا: "ابرھم قلبا" کہ ان کے دل بہت پاک صاف تھے، اور یہ وصف بیان فرمایا: "واعمقھم علما" ان کا علم بڑا گہرا تھا، تیسرا وصف بیان فرمایا: "واقلھم تکلفا" ان کی زندگی تکلفات اور تصنع سے پاک تھی (۲)۔

(۱) سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، باب فی الایمان، ص ۷، ط قدیمی

(۲) مشکوۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۳۲، ط قدیمی

حضرات صوفیاء اور اشاعت دین

حضرات صوفیا کرام (رحمہم اللہ) جن کے ذریعہ دین کی تبلیغ و اشاعت سلاطین کی تلوار اور علماء کے قلم سے بھی زیادہ ہوئی ہے ان کا خاص وصف یہی ہے کہ نفوس کی تربیت اور اخلاق کا تزکیہ کیا جائے۔ ان کے یہاں بھی تربیت کا ایک طریقہ یہ ہے کہ پہلے جذب ہو پھر سلوک۔ اسی کا نام مجذوب سالک رکھتے ہیں۔ بظاہر یہ طریقہ اقرب الی القرآن ہوگا۔

البتہ قرآن کریم میں صرف ایک جگہ جہاں آنحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا نقل فرمائی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان چار مناصب میں سے تزکیہ کو کتاب و حکمت کی تعلیم کے بعد سب سے آخر میں رکھا ہے۔ اس سے ایک تو اس طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کا اول و آخری مقصد تزکیہ ہے، دوسرے اس طرف اشارہ ہے کہ تزکیہ بقدر ضرورت تو تعلیم سے پہلے ہونا چاہئے مگر کامل تزکیہ کی نوبت عمر کے بعد ہی آسکتی ہے یعنی علم کے بعد عمل ہو اور علم ہی ذریعہ بنے کامل تزکیہ کا۔ گویا اس آیت میں تربیت کا دوسرا طریقہ بیان فرمایا ہے جو حضرات صوفیا (رحمہم اللہ) کے یہاں سالک مجذوب کہلاتا ہے۔ لوگوں کی استعدادیں مختلف ہوتی ہیں کسی کو تعلیم کے بعد بھی تزکیہ کی ضرورت رہتی ہے اور کسی کو تزکیہ کے بعد تعلیم کی حاجت ہوتی ہے۔ یہ تزکیہ کے مراتب ختم ہوتے ہیں نہ تعلیم کی ابتدا ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب صرف تعلیم اور سمجھا ہی نہیں تھا بلکہ اس کی تعمیل کرانا اور قوم کو ایک باعمل امت بنانا بھی تھا۔ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے نقشہ کے مطابق تعلیم و تربیت پر محنت نہیں ہوتی اور افراد کی اصلاح کے ذریعہ ایک پاکیزہ و صالح معاشرہ وجود میں نہیں آتا سیاسی محنت صحیح طریق پر بار آور نہیں ہوگی اور تمام قومیں شر و فساد کی نذر ہو جائیں گی۔

اسلامی سیاست اور موجودہ سیاست

دینی تربیت کے فقدان ہی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ باوجود ایک تمام تر مذہبی اور سیاسی بیدار اسلامی خدمت کا اعلان فرما رہے ہیں اور ملک و ملت کی صحیح زندگی کا دم بھرتے ہیں یقیناً ان میں سے بعض حضرات مخلص بھی ہوں گے اور وہ اسلام کے نام کو محض اقتدار طلبی کے لئے استعمال نہیں کرتے ہوں گے لیکن ان اسلامی نمائندوں کی اکثریت کی یہ حالت ہے کہ اس سے بھی واقف نہیں کہ اس مقدس نام سے وہ کیا کام لیتے ہیں اسی اسلام نے سیاست کے کچھ اصول تجویز کئے ہیں اور سب سے پہلی سیاست باری پر کچھ پابندیاں عائد کی ہیں۔ مثلاً موجودہ سیاست کی بنیاد اس بات پر قائم ہے کہ ایک شخص اقتدار طلبی کے لئے کھڑا ہو اپنی پارٹی بنائے، اپنا پروگرام قوم کے سامنے رکھے اور قوم سے اپیل کرے کہ اس کو ووٹ دے کر برسر اقتدار پارٹی قرار دیا جائے اس کے بعد وہ جانے اور قوم کے مسائل۔

اب دیکھئے اس عارف اللہ ربانی نے حرام کی کمائی کو کتنا ہلکا کر دیا ہے، اسلام اقتدار کی کوائش کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ ایسی ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ ہوائے نفس کو آگے نہ بڑھنے دے:

﴿لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا﴾ [القصص: ۸۳]

جو نہیں چاہتے زمین میں اونچا ہونا اور فساد۔

کے معیار پر پورے اترتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسے شخص کو جو عہدہ کی درخواست لے کر آئے عہدہ نہیں دیتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہاتھ جوڑ کر درخواست نہیں کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منصب و عہدہ سے دیجئے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ و عبدہ و تعاون پیش کش کی انہوں نے ارشاد کیا میرے امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے باپ نے بھی تو قبول نہیں کیا تھا، وہ شیخین کی ان میں سے ہوں گے میں نہیں، امیر المومنین نے مدت دراز تک خلافت کی، عمران کی خلافت کا آخر تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمت نہیں پڑتا مگر کسی اور کو بنانا بھی کوئی بھی اس کے لئے آمادہ نہ ہوگا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی جامع مسجد دہلی میں وعظ تھا اس میں ایک انگریز بھی موجود تھا، تقریر کے بعد اس نے مسلمانوں سے سوال کیا کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے حکومت کیوں جاتی رہی؟ کسی نے کچھ جواب دیا کسی نے کچھ، اس نے کہا میں بتاتا ہوں کہ اصلی وجہ یہ تھی کہ اس منصب کے اہل لوگوں نے اس سے کنارہ کیا اور نااہل لوگ اوپر آ گئے اور یہی نااہلی زوال سلطنت کا باعث بنی۔

مسلمانوں کی نمائندگی

ہم جانتے ہیں کہ اس زمانہ قحط الرجال میں جس میں ہمیں زندگی گزارنے کا اتفاق ہے ہم تو یہ نہیں کہتے کہ اسلام کا معیاری معاشرہ ہے نہ معیاری نمائندے مل سکتے ہیں لیکن کم از کم اتنا تو ہو کہ جو لوگ اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی نمائندگی کا دعویٰ کرتے ہیں ان میں صوم و صلوٰۃ کی پابندی، دینی شعائر کا احترام، اسلام کے خلاف حرکت پر دل میں اضطراب اور اسلامی اخلاق و اعمال پائے جائیں، دوسروں کے لئے نہ سہی اپنے ہوں، انہیں قریب سے مسلمانوں کے مسائل کی سمجھ بوجھ اور دینی احکام کا شعور ہو، جماعت کے تمام افراد کے لئے نہ سہی، بہت سوں میں اسلام کی طاقتوں کے ہاتھ کھوٹا نہ بیچیں، کم از کم بہت سے ایسے تربیت یافتہ اور نیچے سے اوپر تک صالح شدہ نمائندوں نے اسمبلیوں میں بیٹھنا چاہئے، جب ہم اپنی آنکھ سے دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے مطالبہ پر کس طرح ایک ہی دن میں ایک ہی وقت میں ملک کے طول و عرض میں ہمارے لاکھوں کارکن اور اس سے زیادہ ہمدرد میدان میں آنے والے دستور ساز اسمبلی کے ارکان کو تاریں بھیجتے ہیں تو ان کا حشر بھی وہی ہوگا جو پہلے ہو چکا ہے، یہ تو ہماری جماعت کی تاریخ ہے کہ آج سے پچاس برس پہلے ۱۹۲۰ء میں جب ہم نے [illegible] تو ہم نے نمائندے منتخب نہیں ہو سکے۔ لا فعل اللہ ذالک۔

جن لوگوں کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے، دوبارہ ان ہی کا تجربہ کئے چلے جانا اور جن کی اسلامیت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے ہے، ان پر اعتماد کر لینا، اس کا نتیجہ سوائے ندامت کے اور کیا ہوگا، حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر چند کاز مودم از وے نبود سودم

من جرب المجرب حلت به الندامة

میں نے ہر چند اسے آزمایا مگر مجھے اس سے کچھ نفع نہ پہنچا جو شخص تجربہ شدہ کو آزماتا ہے اسے ندامت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

موجودہ حکومت اور اسلامی آئین

موجودہ حکومت نے اپنی صوابدید کے مطابق یا رائے عامہ کا احترام کرتے ہوئے جو بہت سے اہم اقدامات کئے ہیں اور ان کے بارے میں جو فیصلے مخالف آواز کے باوجود پوری قوت سے نافذ کئے ہیں، ان کے تذکرہ کی ضرورت نہیں، سوال یہ ہے کہ کیا اسلامی آئین کا مسئلہ اتنا الجھا ہوا ہے کہ اسے آئندہ اسمبلی پر ٹال دیا گیا؟ اسمبلی جن حالات و کوائف میں وجود میں آئے گی وہ کسی سے ڈھکے چھپے نہیں اور اس سے ہونا قابل اصلاح بحران پیدا ہو جانے کا قوی امکان ہے وہ بھی مخفی نہیں۔

اس کا احساس برحاستی کو بھی ہے کیا اس کا نتیجہ یہ نہیں ہوگا کہ قوم ہمیشہ کے لئے بے دستور رہے اور اسلامی آئین کی راہ میں ایک ایسی خندق حائل کر دی جائے جسے صدیوں تک پاٹنا ممکن نہ ہو، قوم مسلمان ہے ملک مسلمانوں کا ہے اسلام ہی کے نام پر حاصل کیا گیا ہے یہاں بغیر کسی بحث و تمحیص کے اسلامی آئین نافذ ہونا چاہیے، جو خود گومگو کی حالت میں ہوں گے، جو متنہ و ذہن لے کر اسمبلی میں جائیں گے اور جن کی ناکامی کی سزا پوری قوم کو خدا جانے کب تک ملتی رہے گی۔

مارشل لاء حکومت کی بے نفسی و بے غرضی اس صورت میں زیادہ نمایاں ہو سکتی ہے کہ وہ ارباب حل و عقد، علماء و زعماء اور ماہرین قانون کے مشورے سے ایک مسودہ آئین تیار کر کے اسے منظور کر لیتی، اس کے مطابق انتخابات ہوتے اور آئین ساز اسمبلی کو حق دیا جاتا کہ وہ اسے منظور کرے یا اس میں مناسب ترمیم کرے یا اسے یکسر اتنا ہی کر لیا جاتا کہ ایک آئینی مسودہ اسمبلی میں پیش کر دیا جاتا اور اس کے ساتھ یہ تصریح کر دی جاتی کہ دستور کی فلاں فلاں دفعات جن کا تعلق اسلامی قانون کے نفاذ سے ہے زیر بحث نہیں آئیں گی اور ان کے علاوہ انتظامی نوعیت کی دفعات میں ایوان کو ترمیم کا حق ہوگا، تب بھی امکان تھا کہ اسمبلی ۱۲۰ دن میں اس بھاری بوجھ سے عہدہ برآں ہو سکتی، غالباً یہ پہلا تجربہ ہے کہ اسمبلی کو کسی مسودہ کے بغیر ہی آئین سازی کی زحمت دی جائے اور اس کے

ے چار دن مدت میں تمام کر دینی ہو ہے۔

جہاں تک ملکی قوانین کے نفاذ کا تعلق ہے وہ مملکت مسلمہ کی مشکل کو حل کر دیتا ہے اس پر اسے زبانی، بحث، تمحیص اور مناظرہ یا اقناع کے ذریعہ نافذ نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے لئے ایک مضبوط انتظامی ادارہ ہوتا ہے جو اس کے احکام کی تعمیل کراتا ہے۔ اس کے لئے ایک مضبوط پولیس کی تنظیم اور ایک صحیح نظام عدالت ہونا چاہئے تاکہ ان کے ذریعہ سے مملکت اسلامیہ کے اصول و قواعد اور احکام و مسائل پر مبنی قانون کی تعمیل کرائی جا سکے۔ اس کے بغیر کوئی قانون نافذ نہیں کیا جا سکتا۔

راہ نجات

اوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے مختصر سے ہیں نکات واضح ہو جاتے ہیں جن پر عمل کر کے ہم نجات پا سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ:

(۱) سب سے پہلے ہمیں اور اس کے قائدین و مشیر کو اپنی ذہنی اور فکری کمزوریوں کو دور کرنا ہوگا۔ ہمیں اپنی خامیوں کو دور کرنا ہوگا۔ ہمیں اپنی مفادات سے بالاتر ہو کر امت کے مفاد کی بنیاد پر سوچنا چاہیے۔ ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اصولی طور پر ہمیں کبھی بھی اقتدار کے لئے نہیں بلکہ دستور بنانے کے لئے لڑنا ہے۔ اگر ہماری نیت خلوص پر مبنی ہوگی اور ہم اقتدار کو خلوص نہیں بنائیں گے تو دستور بنانے کا کام بھی ہمیں نہیں آپ پڑے گا۔ ہمیں اپنے قائدین کی اس تاریک وقت میں ایک دم سے پیدا نہ ہونے کی بات کو بھی سمجھنا چاہیے۔ ان کی اس تاریک وقت میں ایک دم سے پیدا نہ ہونے کی بات کو بھی سمجھنا چاہیے۔ ان کی اس تاریک وقت میں ایک دم سے پیدا نہ ہونے کی بات کو بھی سمجھنا چاہیے۔ ان کی اس تاریک وقت میں ایک دم سے پیدا نہ ہونے کی بات کو بھی سمجھنا چاہیے۔

(۲) ہمیں اپنے قائدین کی اس تاریک وقت میں ایک دم سے پیدا نہ ہونے کی بات کو بھی سمجھنا چاہیے۔ ان کی اس تاریک وقت میں ایک دم سے پیدا نہ ہونے کی بات کو بھی سمجھنا چاہیے۔ ان کی اس تاریک وقت میں ایک دم سے پیدا نہ ہونے کی بات کو بھی سمجھنا چاہیے۔ ان کی اس تاریک وقت میں ایک دم سے پیدا نہ ہونے کی بات کو بھی سمجھنا چاہیے۔

(۳) ہمیں اپنے قائدین کی اس تاریک وقت میں ایک دم سے پیدا نہ ہونے کی بات کو بھی سمجھنا چاہیے۔ ان کی اس تاریک وقت میں ایک دم سے پیدا نہ ہونے کی بات کو بھی سمجھنا چاہیے۔ ان کی اس تاریک وقت میں ایک دم سے پیدا نہ ہونے کی بات کو بھی سمجھنا چاہیے۔ ان کی اس تاریک وقت میں ایک دم سے پیدا نہ ہونے کی بات کو بھی سمجھنا چاہیے۔

(۴) ہمیں اپنے قائدین کی اس تاریک وقت میں ایک دم سے پیدا نہ ہونے کی بات کو بھی سمجھنا چاہیے۔ ان کی اس تاریک وقت میں ایک دم سے پیدا نہ ہونے کی بات کو بھی سمجھنا چاہیے۔ ان کی اس تاریک وقت میں ایک دم سے پیدا نہ ہونے کی بات کو بھی سمجھنا چاہیے۔ ان کی اس تاریک وقت میں ایک دم سے پیدا نہ ہونے کی بات کو بھی سمجھنا چاہیے۔

⑦ ملک کے بارہ کروڑ عوام کو اچھی طرح محسوس کرنا چاہیے کہ دستور سازی کا سارا بوجھ صدر مملکت نے دراصل ان کے کندھوں پر ڈال دیا ہے اگر قوم کسی آئینی بحران کا شکار ہوئی تو اس کی مسئولیت سے کوئی فرد بھی بری الذمہ نہیں ہوگا، جو نمائندے آپ کے ووٹ سے منتخب ہوں گے ان کی اچھی یا بری کارگذاری آپ کے سر ہوگی، اس لئے ملک کے ایک ایک فرد کا یہ فرض ہے کہ وہ کسی حلقے سے خود غرض، مفاد پرست، بددین اور منافقت پیشہ لوگوں کو کامیاب ہونے کا موقعہ نہ دیں بلکہ صرف ان ہی افراد کو منتخب کریں جن کے دین و دیانت پر اعتماد ہو، جو اسلام پر غیر متزلزل ایمان رکھتے ہوں، مسلمان اور بددین نہ ہوں، دینی شعائر کا احترام کرتے ہوں، اعمال شرعیہ کے پابند ہوں، ملک و ملت کے خیر خواہ ہوں، غریب عوام کا واقعی درد رکھتے ہوں، ان کی زندگی اور سیرت و کردار پر ظلم و ستم کے داغ نہ ہوں، خواہ ان کا تعلق کسی پارٹی سے ہو۔

علماء کرام اور الیکشن

ہم نے حضرات علماء کرام - ثبتنا الله و ایاهم علی دینه - کی خدمت میں بہت کچھ لکھا ہے مگر اب تک یہ ہوا ہے کہ ہر فریق نے اپنے مطلب کی باتیں لے لیں اور باقی تھوک دیں، بقول عارف رومیؒ:

ہر کسے از ظن خود شد یار من
وز درون من نجست اسرار من

اس لئے اب مزید لکھنے کو جی نہیں چاہتا تاہم ملک و ملت کے نئے حالات کا تقاضا ہے کہ دونوں طرف کے بزرگوں سے ایک دوسرے کے بارے میں ایک بار پھر عرض کیا جائے کہ:

"صل من قطعك واعف عمن ظلمك واحسن الى من اساء اليك"(۱)

جو تم سے کٹے تم اس سے جڑو، جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کردو اور جو تم سے برائی سے پیش آئے تم اس سے بھلائی کرو۔ ارشاد نبوت ہے اور حضرات علماء کرام ہی سے اس اخلاق نبوت کے نمونے کی توقع رکھی جاسکتی ہے۔

رہا نظریات کا اختلاف تو یہ محض سراب اور دھوکہ ہے:

بقول دشمن پیمان و دست بشکستی
ببیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

اسی دھوکے میں آکر ایک فریق مبتدع جماعتوں کے ساتھ تو معاہدہ کرتا ہے کہ ان کے خلاف لب کشائی ہوگی نہ قلم کو جنبش آئے گی اور دوسرے فریق کو سوشلسٹ کہا جاتا ہے اور یہ دوسرا فریق ایسے لوگوں کے ساتھ جن کی

---

(۱) جامع الاصول فی احادیث الرسول، کتاب الیمین، احادیث متنوعة تبین آفات النفس ج: ۱۱ ص: ۶۸۸، رقم الحدیث ۹۳۱۸، ط: رئاسة ادارة البحوث العلمية مكة المكرمه

اسلام سے وابستگی کا حال سب کو معلوم ہے انتخابی وعدہ کرتا ہے اور ان کے ہر قول وعمل کی توثیق خدا کی سمجھی جاتی ہے مگر پہلے فریق کو امریکی سامراج اور سرمایہ داروں کا ایجنٹ قرار دیتا ہے، انا للہ کہو یہ جن بزرگوں کی داڑھیاں قال اللہ وقال الرسول میں سفید ہوئیں اور آج بھی بحمد اللہ اسی خدمت میں مشغول ہیں وہ تو یکا یک خدا واسطے ایک طرف سے سوشلسٹ اور دوسری طرف سے امریکی سامراج کے ایجنٹ بن گئے اور جن کے پیمان وفا کا نیا نیا انکشاف ہوا ہے وہ پکے مسلمان یا اسلام پسند ہیں، صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

"ویقضی اباہ ویدنی صدیقہ"(۱)

ہمارا مقصود ان معاہدوں پر یا ان بزرگوں کے اخلاص پر تنقید کرنا نہیں، ہم خود اس حق میں ہیں کہ اس نازک وقت میں زیادہ سے زیادہ امت کو اسلام کے ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے، ہماری تمنا ہے کہ وہ ان کو اور یہ ان کو کھینچ کر لائیں اور امت واحد بنادیں اور پر جو کچھ کہا گیا ہے اس کا منشا یہ ہے کہ:

① جب دو دو ہو کر صلح ہو سکتی ہے اور معاہدے کئے جا سکتے ہیں تو غلط فہمیوں کے غبار میں ان دو پیمان والوں سے ملنے کو کیوں کسر شان سمجھا جائے؟

② جس سے انتخابی معاہدہ کرلیا جائے کیونکر اس کے ہر قول وعمل کی توثیق کی جائے؟

③ اگر ایک کا موقف دوسرے کی سمجھ میں نہیں آیا تو اس کے لئے ضرورت افہام وتفہیم کی ہے یا کہ شاہباز را بالا لقاب کی؟

④ اصول یہ ہونا چاہیے کہ صحیح بات اگر حریف کہے تو رد نہ کرو اور غلط بات حلیف کہے تو تاویلیں نہ کرو۔

بہرحال یہ ایک ضمنی بات تھی جو بادل ناخواستہ زبان قلم پر آگئی، اصل بات جو حضرات علماء سے عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو اور ان کے ساتھ تمام مخلص مسلمانوں کو ناکام کرنے کا منصوبہ بن چکا ہے اور اس کی تفصیلات طے ہو چکی ہیں، نصف منصوبہ الیکشن سے پہلے کا ہے اور نصف اس کے بعد کا، بائیس سال سے باطل قوتیں دھیرے دھیرے اپنا راستہ بنا رہی تھیں مگر انہیں کھل کر سامنے آنے کی ہمت نہیں تھی، انہیں ان جوہر پوشین درویشوں اور دین وملت کے پاسبانوں کی قوت ایمانی کا احساس تھا اچانک تاریخ نے ایک نیا ورق الٹا اور یہ الیکشن سامنے آیا جس کا تامل وما بعد پیش کیا جا چکا ہے، طاغوتی قوتوں نے محسوس کیا کہ یہی موقعہ ہے کہ راستے کے اس پتھر کو ہٹا دیا جائے اور علماء کو ان ہی کی تلوار سے کاٹ دیا جائے، چنانچہ پروپیگنڈے کے ذریعہ علماء میں پھوٹ کی بنیاد ڈالی گئی، اخبارات میں جھوٹی سچی خبریں چھاپی گئیں، لگائی بجھائی کے لئے دونوں طرف مضمونوں کا ایک نول مقرر کیا گیا، ایک وحشیہ سامراج کے خلاف اسے کام پر لگا دیا گیا، دوسری طرف سرخ آندھی کے خطرہ کی گھنٹی بجائی گئی، نئی

(۱) سنن الترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء فی اشراط الساعۃ، ج: ۲ ص: ۴۵، ط: فاروقی کتب خانہ ملتان

آ سے نہ آ سکے مگر دونوں طرف سے علماء کو کھل دیا گیا، جہاد کے دونوں فریق اسلام کے لئے لڑ رہے ہیں مگر جب معرکہ کارزار ختم ہوگا تو پتہ چلے گا کہ مال غنیمت دوسروں کے حصہ میں آیا اور اسلام کے بے ثبوت سپاہیوں کے حصے میں گہرے زخم۔ جن سے کبھی جانبر نہ ہو سکیں۔ یہ کم از کم ان کی نیس ہمیشہ باقی رہے۔

خود غرض مفسدوں نے دونوں طرف کا تمام اسلحہ اسی خانہ جنگی میں ختم کرا دیا، بد باطن ملاحدہ خوش ہیں کہ دونوں طرف کے بزرگوں نے ایک دوسرے پر ضمیر فروشی اور کفر تک کے فتوے لگا کر اپنے ہاتھ خود کاٹ لئے ہاتھوں کی دو طرفہ تیر اندازی سے ان کے بازو شل اور جسم چھلنی ہو گئے، وہ مجموعی طور پر آئندہ بھی باطل کے لئے خطرہ نہیں بنیں گے نہ ان کا فتویٰ کبھی ان سے تجاوز کرے گا۔

ادھر عالم مسلمان ششدر ہیں، حیران ہیں، پریشان ہیں کہ یہ اللہ یہ کیا یک لخت آفت آ گئی اور اب صورت حال یہ ہے:

لا یصلح الناس فوضی لا سراۃ لھم
و لا سراۃ اذا جھالھم سادوا

ترجمہ: فوضیت (انتشار و پراگندگی) کے ہوتے ہوئے جب کہ قوم کے رئیس باقی نہ رہیں، اصلاح کی کوئی توقع نہیں جس طرح کہ جاہلوں کی قیادت میں کوئی خیر نہیں اس کا وجود عدم سے بدتر ہے۔

یہ تھا منصوبے کا پہلا حصہ جو بڑی چابکدستی سے نافذ کیا گیا، کہ کسی کو احساس تک نہ ہونے دیا گیا (اور دوسرے حصہ کا خاکہ تیار ہے مگر ابلیکشن تک خود ان کا سفینہ غائب ہے) اس کا نتیجہ ہے کہ اب سے کچھ پہلے کسی کو جرأت نہ تھی کہ وہ علمائے کرام پر فقرے چست کرے، اخباروں کے مزاحیہ کالم بڑوں بڑوں پر لکھے جاتے تھے لیکن کسی عالم دین پر لکھنا سوء ادب سمجھا جاتا تھا اب نہ صرف علماء پر گھٹیا قسم کے مقالے لکھے جا رہے ہیں بلکہ تیسرے اور چوتھے درجہ کے صحافی جنہیں شاید صبح الخیر کرنے کا بھی نصیب نہ ہوتا ہو اللہ تعالیٰ کے ایسے ایسے مقبول بندوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں، جن کے آنسوؤں سے بوقت سحر گاہی زمین سیراب ہوتی ہے، جن کی دعائیں عرش پر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کھینچ لاتی ہیں اور جن کے وجود کی برکت سے عذاب ٹلتا ہے:

"أفبما تنصرون و ترزقون بضعفائكم"(۱)

اب کیسے یقین دلایا جائے کہ بعد اللہ وہ سوشلسٹ ہیں نہ یہ کسی کے ایجنٹ، انسانی کمزوریوں سے معصوم اگر کوئی بھی نہیں نہ ہم، نہ وہ، نہ یہ، نہ کوئی دوسرا (جو کچھ عرض کیا گیا ہے یہ محض شاعری نہیں سچے تجزیے منصوبے کی نشاندہی ہے) کاش کسی بڑی سے بڑی ذات کا واسطہ دے کر عرض کیا جا سکتا کہ اے حضرات علماء

(۱) سنن الترمذی، ابواب الجهاد عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء فی الاستفتاح بصعفائكم المسلمين، ج: ۱ ص: ۲۰۳، ط: فاروقی کتب خانہ ملتان

کرام اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر کوشاں رہے اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ قربانیاں رنگ لائیں اور ان کی بدولت ہی آج ہم آزاد فضا میں سانس لے رہے ہیں۔ ہمارے اسلاف کی یہ قربانیاں ہم سے تقاضا کرتی ہیں کہ ہم بھی اپنے اندر وہی جذبہ پیدا کریں اور اپنے اسلاف کی طرح اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے ہر قربانی دینے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾

[الانفال: ۴۶]

اور آپس میں جھگڑو نہیں، ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر سے کام لو، اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

تمنے پیش تو گفتم حال دل وقت سپید
کہ آزردہ شوی ورنہ سخن سیر است

اللهم ارحم امة محمد ﷺ، و الف بين قلوبهم واصلحهم واصلح ذات بينهم و نصرهم على عدوك وعدوهم، وصلى الله تعالى على خير خلقه صفوة البرية سيدنا محمد النبي الامي وعلى آله واصحابه واتباعه وبارك وسلم.

(۱۰ جمادی الاخری ۱۳۹۰ھ بمطابق ۱۲ اگست ۱۹۷۰ء)

صوبائی تعصب اور فتنہ رنگ و نسل کا اصل علاج

خدا خدا کر کے طویل انتظار کے بعد پہلی مرتبہ جمہوری اور براہ راست انتخاب ہوا۔ انتخاب کے نتائج اگرچہ زیادہ امید افزا نہیں ہیں، بعض وجوہ سے افسوس ناک ہیں تاہم اس حد تک ضرور اطمینان ہوا کہ ایک مدت کے بعد ملک میں پہلی دفعہ ایک نمائندہ حکومت کے قیام کا امکان پیدا ہوا ہے۔ اللہ کرے کہ اس وقت اس ملک کا جو سیاسی مرکز پر لگ جانے کا خطرہ ہے وہ ٹل جائے اور ہماری قوم سے یہ ملک دشمن طاقتیں کھیلنا چھوڑ دیں۔ ہم اس ملک میں اسلامی دستور اور اسلامی آئین نافذ کریں گے اور اس ملک میں کتاب و سنت کا قانون بنے گا۔ اب یہ ان کے شہید اجتماع کا وقت ہے کہ یہ طے ہو جائے کہ ہم کہاں تک سچے تھے اور ان میں جو صداقت تھی، اس کا ہم نے بہت صاف عرض کر چکے ہیں کہ اس ملک کا مزاج اسلامی ہے اور سچی اسلام کے سوا اور کوئی نسخہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب قوم اسلامی قانون کی خواہاں ہو اور رہنمایان قوم نے بھی کا اعلان کیا ہو اور مشرقی و مغربی پاکستان میں اتحاد کا بھی ایک ہی رشتہ ہو اور ایک ہی راستہ تو خدا کرے کہ رہنمایان قوم اس ملک پر رحم کریں اور اپنے جب

اسلامی دستور تیار کرنے کے بعد اسی قانون کو نافذ کریں۔ اگر وہ اسلامی قانون نافذ ہو گیا تو یہ تمام مسئلے نظریاتی صوبائی تعصبات، لسانی تعصبات اور رنگ و نسل کے یہ فتنے سب کے سب ختم ہو جائیں گے۔ ان فتنوں کی سرکوبی کے لئے ایک ہی نسخہ شفا ہے اور وہ قرآن و اسلام ہے۔ پھر اسلام کی برکات سے اس ملک کا محروم رہنے کی بنیاد تمام علاقائی تعصبات سے کہیں زیادہ تلخ ایک قدیم ترین اسلامی رشتے میں منسلک ہو جائے گا اور اسلام کے تمام مخالف بے نقاب ہو جائیں گے۔ مغربی جمہوریت، روسی کمیونزم یا چینی سوشلزم کے درمیان نقطہ امتیاز صرف اسلام ہی ہے اس کے علاوہ ہر مسئلہ حل کرنے سے قاصر ہے۔ قومی انتشار کبھی ختم نہ ہوگا، ذہنی انتشار و اضطراب کا علاج روحانی اقدار میں ہے جب تک روح کا علاج نہ ہو جائے اور قومی و ملی اقدار پر قدریت نہ ہو جائے اور اس مخلوق کا خالق سے رابطہ مضبوط نہ ہو جائے اس وقت تک سکون و طمانیت محال ہیں۔ بہر حال اگر رہنمایان قوم کے ذہن میں ذرا بھی صداقت ہے تو انتخابی قوانین کے انجماد میں اسلامی قانون سے جو قدر مشترک ہے ہرگز گریز نہ کریں بلکہ جلد سے جلد اسلامی دستور و اسلامی آئین تیار کر کے خدائے تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے سامنے سرخرو ہو جائیں۔

مرزا ناصر احمد کا دورۂ یورپ اور سعودی عرب میں ٹیلیویژن پر اس کی نمائش

پچھلے دنوں مرزا غلام احمد آنجہانی کا پوتا مرزا ناصر احمد بہ نظر اللہ کی مدد سے یورپ کے دورے پر گیا خبر آئی ہے کہ اس کے دورے کے مناظر سعودی عرب میں ٹیلیویژن پر دکھائے گئے۔ جس مرزا ناصر کے دورۂ یورپ سے تعجب نہیں کیونکہ جس حکومت نے اس ناپاک پودے کی کاشت سرزمین پنجاب میں کی تھی اسے اس کی ہر قسم کی نگہداشت بھی بہر حال کرنی ہوگی، اب اگر اس دورے کے ذریعہ وہاں کے کسی مسلمان کو گمراہ اور مرتد کیا جا سکتا ہے تو انگریز کا اس سے دلچسپی لینا بھی ایک منطقی بات ہے آخر کون کاشتکار اپنے خود کاشتہ پودے سے پھل اٹھانے کا متمنی نہیں ہوتا۔

لیکن جو بات ہمارے لئے ناقابل فہم ہے وہ یہ ہے کہ سعودی عرب میں مرزا ناصر کے مناظر دکھانے کی کیا تک ہوئی، گذشتہ حج پر بہ نظر اللہ قادیانی اپنے چند رفقاء سمیت شاہ فیصل کا مہمان بن بیٹھا اور اب یہ قصہ پیش آیا، سرزمین مقدس اور مرزا غلام احمد جیسے دجال، سیمہ پنجاب اور بدکردار آدمی کے متبعین کی پذیرائی؟

چہ نسبت خاک را بہ رخ کجا ماند مسلمانی؟

دنیا بھر کے ۸ کروڑ مسلمانوں کے لئے ڈوب مرنے کی بات ہے کہ ان کا قبلہ اول یہودیوں کے قبضے میں ہے اور اللہ کا پیدا کردہ قادیانی مرتدین کی یلغار کی زد میں ہے اور کعبہ اتو بے نیاز ہے! ہمیں یہ روز بد بھی دیکھنا تھا کہ کعبہ کے پاسبانوں کے سامنے کعبے کی حرمت یوں لٹے گی؟ کون کہہ سکتا تھا کہ بیت المقدس پر موشے دیان اور حرم مقدس پر بہ نظر اللہ قادیانی مرتدین دندناتے پھریں گے اور پھر بھی عرب کے سادہ لوح ٹیلیویژن پر مرزا ناصر

[illegible]

مسلمان فروعی اختلافات ختم کر کے تبلیغ میں مشغول ہوں

مرزا صاحب نے دوسرے پیرائے میں اپنی نبوت کے دلائل میں یہ بھی فرمایا ہے کہ مسلمانوں نے تمام آپسی فروعی اختلافات بھلا کر تبلیغ اسلام میں مشغول ہو جانا چاہئے:

[illegible]

مرزا صاحب یہ فرماتے وقت شاید بھول گئے کہ ابھی چند سال پہلے تک تمام مسلمان مرزائیوں کو "کفر یہ البغایا وخنزیر الفلاۃ" (زانیوں کی اولاد اور سؤر سے بدتر مخلوق) سے کم نہیں سمجھتے تھے اور مرزا صاحب کی وفات کے بعد بھی ان کے متبعین کا یہی خیال ہے کہ مرزا صاحب کو شرانی نے اسی لئے قتل کر دیا تھا کہ وہ امت محمدیہ کو شرانی کے لقب سے ملقب کرتے تھے اور قادیانیت کو امت محمدیہ سے الگ ایک نئی امت تصور کرتے ہوئے ان کا اجتماع جداگانہ ہوتا تھا۔ یہ سب فروعی اختلاف تھے۔ مرزائی جو بالاتفاق امت مرتدہ اور خارج از اسلام ہیں آپ جانتے ہیں کہ ان فروعی اختلاف کے معمولی فرق ہوں کی وجہ سے انہوں نے پاکستان میں ان مرتدوں کو مسلمانوں کی فہرست مردم شماری میں شامل کھلایا (اگرچہ مرزائی امت بنانے والے ان ضمیر فروشوں کو آج تک کافر ہی سمجھتی رہی جس طرح تقسیم ہند سے پہلے قادیانی نے قائد اعظم کو بھی ان سے ساتھ ملانے کی مذموم کوشش کی تھی) اور مرزائیوں نے اپنے ووٹ مسلم امیدواروں کے بجائے اپنے مطلب پر ان کو مسلمانوں سے جدا کر دیا تھا۔ ہمیں ایک ایک تفصیل یاد ہے ہمیشہ کی طرح ہم نے اس وقت بھی مسلمانوں کو متحد ہونے کی عملی تلقین کی تھی آج مرزا صاحب یہ فرما کر مسلمانوں سے کہتے ہیں:

اے باصفا یہ ہمدم دیرینہ کیا ہوا

تو ہم مرزا صاحب کا وہ خط اپنی جگہ قائم ہے جو ہم نے تمام مسلمانوں سے اپیل کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اپنے تمام فروعی اختلافات بالائے طاق رکھ کر ایک پلیٹ فارم سے متحد ہو کر تبلیغ اسلام میں مشغول ہو جائیں۔ اب مرزا صاحب نے اس اعلان کے بعد تمام مسلمانوں کو متحد نہیں ہونے دیا۔ اب بھی ہماری یہی تجویز ہے کہ مسلمان ان مرتدین سے علیحدہ ہو کر ان کا سوشل بائیکاٹ کر دیں تاکہ یہ مرتدین مسلمانوں پر تحمل نہ ہو سکیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خلقہ صفوۃ البریۃ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

[illegible]

برطانوی عہدِ حکومت اور مسلمان

امت اسلامیہ کا یہ آخری دور بہت ہی پرفتن ہے، قدم قدم پر فتنے ہی فتنے ہیں، برطانوی عہد حکومت میں سب سے زیادہ انتظام مسلمانوں سے لیا گیا۔ ہر ملک میں نہایت خطرناک فتنے کھڑے کئے گئے، متحدہ ہندوستان میں انگریزوں کے قدم جمے تو چونکہ یہ سرزمین اہل علم میں چشتی اور دینی بصیرت کے لئے ممتاز تھی اس لئے یہاں کے مسلمانوں کو سب سے زیادہ انتقام کا نشانہ بنایا گیا اور دین اسلام سے مسلمانوں کا رشتہ منقطع کرنے کے لئے سب سے زیادہ فتنوں کی تخم ریزی کی گئی مثلاً:

(الف)... علماء و صلحاء کو چن چن کر پھانسی دینے کی کوشش کی گئی، مسلمانوں کے مذہبی اوقاف ضبط کر لئے گئے، ان کے معابد و مدارس اجاڑ دیئے گئے، دینی راہنماؤں کو عوام کی نظر میں ذلیل کرنے کے لئے طرح طرح کے القاب وضع کئے گئے، ملک میں مسیحی مشنریوں کا جال پھیلایا گیا اور لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے ترغیب و ترہیب کے تمام ذرائع اختیار کئے گئے۔

(ب)... اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مغرب کا ملحدانہ نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم رائج کیا گیا اور اس کے ذریعہ اسلامی عقائد پر کاری ضرب لگانے کی کوشش کی گئی، نئی نسل کے دل و دماغ کو خالص الحاد و بے دینی میں ڈھالنے کے سانچے تیار کئے گئے اور دین سے نفرت و بیزاری اور اسلام کی ہر بات میں تشکیک و تذبذب ہی تعلیم کا سب سے اونچا معیار سمجھا گیا۔

(ج)... پورے اسلامی معاشرہ پر مغربی تہذیب کی یلغار ہوئی اور وہ تمام گندگی جو تہذیب مغرب کا خاصہ ہے، غلامانہ ذہنیت کا فیشن قرار پائی، گویا تعلیم جدید نے ذہن و قلب کو بدلا تھا اور مغرب کے تہذیبی تحفے نے یہاں کے مسلمانوں کی صورت و سیرت، وضع و قطع، اخلاق و معاشرت، تہذیب و ثقافت کے تمام زاویئے ہی بدل ڈالے اور تہذیب جدید کے متوالوں کے لئے یہود و نصاریٰ کی تقلید عزت و افتخار کا نشان بن گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

الغرض اس طرح کے بے شمار فتنے کھڑے کئے گئے جن کی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہیے، مگر ان تمام فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ اور امت اسلامیہ کے خلاف سب سے بڑی سازش جو برطانوی حکومت نے کی وہ فتنہ قادیانیت اور مرزائیت ہے جو مرزا غلام احمد آنجہانی کے ذریعہ ظہور میں آیا۔

حکومتِ برطانیہ اور فتنۂ قادیانیت و مرزائیت

انگریزوں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ ہزار کوششوں کے باوجود وہ اس بات میں کامیاب نہیں ہو سکے کہ امت اسلامیہ کا رشتہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن نبوت سے بالکل ہی کاٹ ڈالیں، انہیں اس بات کا بھی خوب تجربہ ہوا کہ مسلمان خواہ ایمانی و اخلاقی انحطاط کے آخری نقطہ تک پہنچ چکے ہوں لیکن جب محمد رسول اللہ کی

عزت و حرمت کا سوال سامنے آتا ہے تو امت اسلامیہ کے دل میں ایمان کی چھپی چنگاری بھی ایک شعلۂ آتش فشاں کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور وہ کسی نہ کسی غازی علم الدین شہید کو سامنے لا کھڑا کرتی ہے، اس لئے انہیں ایک ایسے دین و مذہب کی ضرورت تھی جو دین کے نام پر سب دینی کام ترک ہو جس کے ظاہر میں دین کا متدین نام ہو اور باطن میں سراسر کفر پوشیدہ ہو۔

انہیں ایک ایسی تحریک درکار تھی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی کو ایک ایسی نئی نبوت سے وابستہ کر دے جس کی تمام ذمہ داریاں انگریزی حکومت کے لئے ثابت ہوں۔ انہیں سرزمین ہند میں ایک ایسا خار دار خود رو کانٹے دار پودا نصب کرنے کی ضرورت تھی جس کے کانٹوں میں الجھ کر امت اسلامیہ کا اتحاد تار تار ہو جائے اور جس کے سائے میں انگریزی طاغوت کو استحکام نصیب ہو۔ انہیں معلوم تھا کہ مہدی و موعود کا دعویٰ اسلامی تاریخ کا کوئی انوکھا واقعہ نہیں ہے اس سے پہلے بہت سے طالع آزما کذاب مجددیت چوکا کر دجل و فریب کا بیوپار کر چکے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ مسلمانوں میں ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہوتا ہے، اور عوام کالانعام میں جاہلانہ اعتقاد نہ جانے کس شیطان نے پھیلا دیا تھا کہ چودھویں صدی ہی بس آخر صدی ہے اس کے بعد کوئی صدی نہیں۔ قیامت سے پہلے جن چیزوں کے وقوع کی خبر احادیث میں دی گئی ہے یعنی ظہور مہدی، خروج دجال، نزول عیسیٰ، یاجوج و ماجوج، دابۃ الارض وغیرہ وہ سب اسی صدی میں ہوں گی۔ (۱)

ادھر یہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم اسلام کے مسلمانوں کے سیاسی حالات نہایت ابتر تھے اور عام لوگ ان حالات کے سامنے بالکل بے بس اور بیچارہ نظر آتے تھے، ان پر ذہنی جمود اور یاس و قنوطیت کے بادل منڈلا رہے تھے اور فطری طور پر ان حالات کے مقابلہ کے لئے مرد غیب کے منتظر تھے، اسلام اور مسلمانوں کے ازلی دشمنوں نے سوچا کہ ان حالات میں مجددیت، مہدویت اور مسیحی نبوت کا بھی سکہ چلایا جائے تو بڑی آسانی سے چل سکتا ہے، چنانچہ اس مقصد کے لئے صوبہ پنجاب میں قادیان ضلع گورداسپور کے مرزا غلام احمد کو منتخب کیا گیا، اس مہم کے لئے پنجاب اور قادیان کا حسن انتخاب بھی بڑا معنی خیز تھا، پنجاب اپنے مخصوص مزاج کی وجہ سے انگریز سرکار کا سب سے زیادہ وفادار صوبہ تھا اسے فوجی کمک سب سے زیادہ یہیں سے مہیا ہوتی تھی اور قادیان

---

(۱) مرزا قادیانی نے اس جاہلانہ خیال سے فائدہ اٹھانے کی پوری کوشش کی، چنانچہ ایک جگہ وہ فرماتے ہیں "خدا تعالیٰ نے شروع سے اس بات پر مہر لگائی کہ وہ (مسیح موعود) چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا اور یہ کہ پنجاب میں ہوگا" اور ضمیمہ تحفہ گولڑویہ میں لکھتے ہیں: "احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا سر ہوگا" (نعوذ باللہ من ھذہ الاحادیث المکذوبۃ) یہ مرزائی کی جسارت ان جھوٹوں کذابوں میں سے ایک خاص نبوت ہے، اسی نبی سے شاف اور کئی حدیث میں یہ نہیں آتا کہ مسیح علیہ السلام فلاں صدی میں تشریف لائیں گے اور یہ کہ پنجاب میں ہوگا، یہ مرزا کا ذہنی اختراع ہے جس سے انہوں نے جاہلوں کو دھوکہ دیا، اس کے برعکس احادیث صحیحہ میں تو یہ ہے کہ نظریت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دمشق کے شرقی منارہ پر ہوگا۔ (مرتب)

میں مرزا صاحب کا خاندان انگریزی عملداری کے آغاز ہی سے انگریز کا سب سے بڑا پشتیبان اور تاج برطانیہ کی اطاعت گذاری و وفاشعاری اور نمک خواری کا دعویٰ تھا، اس لئے سیاسی نبوت کے لئے اسی پشتینی وفادار خاندان کے ایک فرد کا انتخاب نہایت موزوں تھا، یوں بھی پنجاب کی زرخیز سرزمین میں بیسیوں مریدوں کا قحط نہیں تھا۔ یہاں بااثر سجادہ نشین کو مریدوں کی اچھی خاصی تعداد کا میسر آجانا ایک معمولی بات تھی۔

مرزا غلام احمد اور دعویٰ نبوت

مرزا صاحب نے مسیحائی کے مراتب طے کرنے کے لئے بڑی محتاط تدریجی رفتار اختیار کی، پہلے چپکے چپکے نمائی سے نمل کر وہ ایک مناظر اسلام کی حیثیت سے قوم کے سامنے آئے اور تمام ادیان باطلہ کے مقابلہ میں اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے "براہین احمدیہ" کی پچاس جلدیں لکھنے کا اشتہار دیا اور قوم سے چندہ کی اپیل کی۔ (۱)

جب وکیل اور عالم کی حیثیت سے ان کی روشناسی ہوئی تو اپنے دعاوی میں علی الترتیب محدث، ملہم من اللہ، امام الزمان، مجدد، مہدی موعود، مثیل مسیح، مسیح موعود، ظلی نبی کے درمیانی مدارج طے کرتے ہوئے تشریعی نبوت کی منزل پر پہنچ گئے اور بالکل اہل دل نبوت اور معجزات کا اعلان کر دیا اور "محمد رسول اللہ" کا مصداق خود بن بیٹھے۔ قرآن کریم کی جو آیات حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تھیں ان کو اپنی ذات پر منطبق کیا، اپنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان افضل بتایا، اولوالعزم انبیاء کرام کی توہین کی، انبیاء علیہم السلام سے افضلیت کا دعویٰ کیا، اپنی وحی کو قرآن مجید کی قطعی وحی بتایا اور جو لوگ ان کی اس خانہ ساز نبوت پر ایمان نہیں لائے انہیں کافر و جہنمی قرار دیا، بلکہ انہیں واجب القتل بتایا، انگریزوں کی اور اخبار اور کتوں کے نام سے یاد کیا، نبی تشریعی نبوت کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے جن اجزاء کو پامال کر دیا، برطانوی حکومت وقت فی الارض کا خطاب عطا ہوا، اس کی اطاعت کو فرض اور اسلام کے دو حصوں میں سے ایک حصہ قرار دیا، کافروں سے جہاد کا حکم منسوخ ہوا اور انگریزوں کے مقابلہ میں جہاد کے حرام ہونے کا فتویٰ صادر ہوا، دین کے قطعی عقیدہ کا مذاق اڑایا، احادیث متواترہ کی تکذیب کی، قرآن کریم کی بے شمار آیتوں میں کھلی تحریف ہوئی، خطاب مرام بھی اللہ منہم وبلی کے خطاب سے نوازا، مسلمانوں سے شادی بیاہ کرانا ان کے جنازے میں شریک ہونا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع اور حرام قرار پایا، الغرض ایسے صریح ترین دعوے کے بیان میں

---

(۱) مرزا صاحب کو اس پر خوب چندہ ملا، انہوں نے مسلمانوں کا چندہ کھا کر یہاں جملوں سے بھرے صفحے پر کئی جلدیں تیار کیں، ان میں سے صرف ایک جلد کے بارے میں [illegible]

انگریزی دربار اور مرزا غلام احمد اور اس کی امت

حکومت کے استحکام کی خاطر ہے اور انگریزوں کی اطاعت کو توسیع قلمرو یا ملت سے نکلنے پھوٹنے کی خاطر ہے (۱)

تاج برطانیہ کا خود کاشتہ پودا

مرزا صاحب اور ان کی امت نے جس طرح خود کو تاج برطانیہ کا خود کاشتہ پودا بنایا، علمائے برطانیہ اور دیگر اعلیٰ انتظامی حکام کے حضور میں جس طرح یہ درخواستیں لکھتے رہے کہ ہمارے خاندان نے سرکار کی بڑی خدمت کی ہے ہمارا تعلق اور خوشامد کا ڈھنگ اور گھٹیا انداز اختیار کیا اور گورنمنٹ برطانیہ کے حق میں مسلمانوں کی رائے کو ہموار کرنے کے لئے فتویٔ حرمت جہاد کی چھپی ہوئی اشاعتیں ان کے حوالے دیئے وہ آج بھی ان کی مطبوعہ کتابوں میں محفوظ ہیں، یہاں ان کے نقل کرنے کی گنجائش ہے نہ ضرورت ہے۔

قادیانی انگریزوں کے ایجنٹ

الغرض قادیانی جہاں جاتے اور جس ملک میں ہوتے وہ انگریز کے ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرتے، کیونکہ دونوں کے مفادات متحد تھے اور ان مفادات کا تحفظ بھی ممکن تھا جب کہ ان کا اٹ قومی تشخص ہو، اس لئے وہ انگریزی دور میں بھی مسلمانوں سے الگ اپنے قومی تشخص پر زور دیتے تھے، چنانچہ تقسیم ملک کے وقت باؤنڈری کمیشن کے سامنے انہوں نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ چونکہ وہ مسلمانوں سے الگ ایک قوم ہیں اس لئے انہیں ایک الگ خطہ دیا جائے لیکن ان کے اس مؤقف کا فائدہ ہندوستان کو ہوا کیونکہ ملک کی تقسیم ظلم اور غیر منصفانہ طریقہ پر ہوئی تھی اور جب مرزائیوں نے خود اپنے کو غیر مسلم ظاہر کر دیا تو جس خطے کا وہ مطالبہ کر رہے تھے وہ ہندوستان کا حق قرار پایا اور یوں مسلمانوں کے جو مرکزی پاکستان کے حصہ میں آتے تھے ہندوستان کا استحقاق ان پر ثابت ہو گیا، قیام پاکستان کے بعد وہ اپنے روحانی مرکز کو چھوڑ کر پاکستان چلے آئے اور یہاں آ کر انہوں نے کیا کیا:

(الف) پاکستان میں ایک عارضی مرکز (۲) قائم کیا جائے، چنانچہ ایک مستقل مرکز ہونے کے باوجود ان کروڑیوں کے مول لیا گیا اور وہاں ربوہ کے نام سے خالص مرکزی شہر آباد کیا گیا یہاں سے ربوہ تک چناب کی، وادی قائم کئے گئے، کالج اور اسکول کھولے گئے، اخبارات جاری ہوئے، اغراض کے نام سے ایک مکمل فوج تیار

---

(۱) خلیفہ قادیان کا ایک اعلان یوں کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۱۷ء، ۱۹ مارچ ۱۹۱۷ء، ۱۹ مارچ ۱۹۱۷ء،

ن کی اب ربوہ پاکستان میں ایک مستقل ریاست کی حیثیت رکھتا ہے، جہاں عملاً حکومت خلیفہ قادیان کی ہے۔ پاکستان کے ہر خطہ میں مرزائی آباد ہو سکتے ہیں لیکن کیا مجال کہ اس قادیانی ریاست میں کوئی مسلمان رہ سکے! حکومت پاکستان نے تمام اوقاف اسلامی پر قبضہ کیا لیکن ان کے کروڑوں کے اوقاف کو نہیں چھیڑا۔

(ب) خلیفہ ربوہ کی ہدایت کے مطابق سول و ملٹری فوج اور بیرونی سفارت خانوں میں زیادہ سے زیادہ مرزائیوں کو بھرتی کرنے اور کلیدی آسامیوں پر انہیں مسلط کرنے کی اسکیم تیار کی گئی۔ بدقسمتی سے پاکستان کا سب سے پہلا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ قادیانی ہوا، اس نے اپنے اثر و رسوخ سے اندرون و بیرون ملک قادیانیت کی جڑیں خوب مضبوط کیں، یہاں تک کہ پاکستان کے ہر دور میں اس فتنہ کی آبیاری ہوتی رہی۔ آج اعداد و شمار بتا سکتے ہیں کہ قادیانیوں کی کل تعداد کتنی ہے اور وہ تمام محکموں میں کتنے بڑے حصے پر قابض ہیں۔

(ج) مذہبی طور پر اگرچہ مرزائیوں نے اپنا الگ تشخص باقی رکھنا ضروری سمجھا مگر مسلمانوں کو کافر بننے کی پالیسی میں کچک پیدا کر لی اور ۱۹۵۳ء میں میجر عدالت میں مرزا محمود نے اعلان کر دیا کہ ہم غیر احمدی مسلمانوں کو کافر نہیں کہتے مگر یہ سب جعل اور نفاق تھا، دراصل ہوا کا مخالف رخ دیکھ کر مرزائیوں نے محسوس کر لیا تھا کہ اب مسلمانوں کو کافر کہنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انہیں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے گا اور مسلمانوں میں شامل رہ کر جن کلیدی آسامیوں پر وہ فائز ہیں اس استعمال کے دروازے بند ہو جائیں گے، یہ مرزائیوں کا انیسواں جعل تھا جس نے گذشتہ دور کے سارے تجربوں کو ناکارہ بنا دیا۔

(د) اندرون ملک مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوششیں تیز کر دی گئیں اور اپنی سیاسی طاقت پیدا کرنے کے لئے مسلم کمیونٹی پاکستان کے صوبہ احمدی بنانے کی خوفناک تحریک کی گئی۔

(الفضل ۱۳/اگست ۴۸ء خلیفہ ربوہ کا خطبہ)

(ہ) انگریزوں کی خفیہ ایجنسی کا کام نہایت ہی منظم اور خفیہ طریقہ سے جاری رکھا اور مغربی ممالک کے علاوہ اسلامی اور عربی ممالک میں سازشیں پھیلانے کے لئے وہاں مشن کھولے، چنانچہ اسرائیل کے ساتھ پاکستان سمیت اسلامی ممالک کے تعلقات نہیں ہیں مگر قادیانیوں کے ان سے باقاعدہ روابط ہیں اور انگریزوں کو ان پر یہاں تک اعتماد ہے کہ ایک ضمن نے اس امر کا اظہار کیا کہ اگر فلاں قادیانی کو بنا دیا جائے تو ہماری بیرونی امداد بند ہو جائے گی، غالباً اسی وجہ سے کہ قادیانیوں کو قیام پاکستان سے لے کر اب تک کلیدی عہدوں پر تقرر حاصل رہا ہے، ایوب خان نے تمام سابق سیاست دانوں کو ملک کا غدار کہا مگر بقول ان کے غداروں کے دور میں جو قادیانی جن بڑے عہدوں پر فائز تھے ایوب صاحب نے انہیں ان سے الگ نہیں کیا بلکہ انہیں مزید ترقی دی اور مزید قادیانی بھرتی کئے، موجودہ دور میں ایوب خان کو بھی کوسا جاتا ہے لیکن قادیانی ابھی تک وہیں سے بند عہدوں پر فائز ہیں۔

الغرض ہر دور میں اس فتنہ کی آبیاری ہوتی رہی۔ انہیں تبلیغ اسلام کے نام پر غیر ملکوں میں مشن کھولنے کے لئے زرمبادلہ کی خطیر رقمیں مہیا کی گئیں۔ لیبیا، انڈونیشیا وغیرہ اسلامی ممالک میں مسلمانوں کے نام سے قادیانی ڈاکٹر انجینئر اور دیگر ماہرین بھیجے گئے اور اب تو پانی سر سے گذر گیا ہے اور تمام سابقہ ریکارڈ ٹوٹ گئے ہیں اور جب عربی اسلامی حکومت اور وہاں کے علماء و مشائخ کو اس کفر و صورت حال کا علم ہوا تو وہ چیخ اٹھے، انہیں اس مہیب خطرے کا احساس ہوا تو انہوں نے علماء ہند و پاک کی موافقت کی اور اس فرقہ کافرہ کی تکفیر کی۔ اس کے عقائد و نظریات اور عزائم و مقاصد پر رسالے لکھے اور مضامین و مقالات شائع کئے اور پہلی مرتبہ بین الاقوامی سطح پر ان حقائق نے پر زور اٹھان اور عالمی اسلامی تنظیموں نے تمام اسلامی ممالک سے اپیل کی کہ مرزائیوں و غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ یہ امر وہ عام اسلام میں اسرائیل کے ایجنٹ ہیں، یہ سب کچھ اخبارات و رسائل میں چھپ چکا ہے، اب تو مرزائیوں کے حوصلے اتنے بڑھ گئے ہیں کہ ان کے موجودہ خلیفہ مرزا ناصر نے افضل میں پاکستان کی موجودہ حکومت کو بھی دھمکی دے ڈالی، یہ ملک کی بدنصیبی ہے کہ پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر ۱۳، ۱۴ مرزائی پہلی مرتبہ مرکزی اسمبلی کے لئے مسلمانوں کے ووٹوں سے منتخب ہوئے، الغرض انسان ان دردناک حقائق کو کہاں تک شمار کرے، بہرحال عالم اسلام میں بیداری کی لہر پیدا ہوئی تو امت مرزائیہ کو بھی اپنی فکر ہوئی اور مرزا ناصر احمد نے انجمنی کے دعوی نبوت میں تاویلات کرنے شروع کیں، مرزائیوں کے طرز عمل سے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب وہ ظاہری سطح پر جس رہے ہیں اور مرزا آنجہانی کو مجدد ماننے کی طرف آرہے ہیں، جس طرح لاہوری پارٹی ان کو مجدد مانتی ہے، پہلے بھی اسلامی ممالک میں جہاں ان کو ابتلاء پیش آیا تو تقیہ کر کے مرزا آنجہانی کی نبوت سے انکار کرنا شروع کر دیا، ان کی اس تبدیلی رخ کا مقصد صرف یہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر ان کے خلاف جو ہنگامہ آرائی شروع ہو گئی ہے وہ ذرا دب جائے اور طوفان کا یہ ریلا نکل جائے اس لئے اس صورت حال کے پیش نظر چند گذارشات پیش کرنا ضروری ہے۔

کفر و ارتداد سے توبہ کا طریقہ

① اگر کوئی کافر یا مرتد اپنے کفر و ارتداد سے تائب ہو کر مسلمان ہونا چاہتا ہے تو اسلام کی وسیع اور عالمگیر رحمت کے دروازے اس کے لئے بند نہیں ہیں، وہ صاف و صریح توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو سکتا ہے اور اسلامی برادری کا معزز فرد بن سکتا ہے "چشم ما روشن دل ما شاد" مگر اسے اپنے تمام سابقہ کفریہ عقائد سے اجمالاً و تفصیلاً توبہ کرنا ہوگی اور اپنے سابقہ عقائد سے برأت کا اعلان کرنا ہوگا۔

② جس شخص کا کفر و ارتداد ثابت ہو جائے اور اس کے کفریہ عقائد میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو، اس کو نام، متقی، مصلح اور مجدد ماننا بھی کفر ہے۔ کیونکہ ایسے شخص کو امام اور مجدد ماننے کے معنی یہ ہیں کہ یہ شخص اس مرتد کے عقائد و نظریات اور اس کے تمام دعووں کو تسلیم کرتا ہے، ایک مسلمان کو مسلمان کہنا اور سمجھنا جس طرح ضروری ہے

تکفیر ان کے نزدیک ایک دجال، دجل اور مرتد کو کافر کہنا بھی خلاف ورزی اور فرض ہے۔ چنانچہ مرزائیوں کی لاہوری جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مجدد تھے نبی نہیں تھے مگر علمائے امت نے اسی نکتہ کی بنیاد پر بھی ان کو کافر ہی سمجھا بلکہ انہیں تو قادیانی مرزائیوں سے بھی زیادہ خطرناک سمجھا ہے۔

(۴) مرزائیوں کو اگر واقعی اپنی گمراہی کا احساس ہو گیا ہے اور وہ توبہ کر کے مسلمان ہونا چاہتے ہیں اور پاکستان کے سچے محب وطن اسلامی برادری میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو مرزائی امت کو (خواہ قادیانی ہوں یا لاہوری) صاف صاف اپنے عقائد کفریہ سے توبہ کا اعلان کر دینا چاہیے اور اس امر کا اقرار واعتراف کرنا چاہیے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے تمام دعاوی میں واقعی جھوٹے تھے، ملحد تھے، کذاب تھے، دائرہ اسلام سے خارج تھا، اگر وہ ایمانی جرأت سے کام لے کر اپنے نفاق اور تاویلات سے توبہ کرنے پر آمادہ ہیں تو ماشاء اللہ کیا کہنا وہ دوسرے بھائی ہوں گے اور اخوت اسلامیہ کی عالمگیر برادری میں شامل ہو جائیں گے۔

اپنے مالیا سال کے عقائد کو غلط کہنا اور باپ دادا کے مذہب کو خیر باد کہنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ آدمی اس میں بڑا خجالت محسوس کرتا ہے، گو حق بات کا ماننا اگرچہ مشکل اور بہت مشکل ہے لیکن اس سے آدمی کی عزت و وقار کو کبھی نہیں کوئی گلہ اس میں اضافہ ہی ہوتا ہے، تو مرزائیوں کو اطمینان دلاتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی سچی نبوت سے پیچھے ہٹنے کے بجائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن نبوت سے وابستہ ہو جائیں تو ان کے کسی سابقہ قول وفعل پر کوئی مسلمان نہیں مارے گا بلکہ تمام مسلمان انہیں سر آنکھوں پر بٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اگر وہ دین مرزائیت سے تائب ہونا چاہتے ہیں تو انہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی تمام تاویلات سے توبہ کرنی چاہیے اور غلام محمدی احمدی نبوت تک سے کنارہ کرنا چاہئے اور اندرون و بیرون ملک مرزائیت کے تمام اداروں کو ختم کر دینا چاہیے۔

مرزائی امت تقریباً سو سال سے تاویل در تاویل کے گرداب میں پھنسی ہوئی ہے۔ مجدداً تم عیسائی کی موت اور احمدی تیلم کے آسمانی نکاح کی پیشگوئی ہو یا مرزا قادیانی کے عجیب وغریب دعوے ہوں، مرزائیت کی تو کوئی کل بھی سیدھی نہیں، مرزائی امت کے سامنے یہ سو سال سے تاویل کے پیشوں سے اس کی تراش خراش میں مصروف ہیں، مگر جسے خدا نے ٹیڑھا پیدا کیا ہو اسے کون سیدھا کر سکتا ہے "ولن یصلح العطار ما افسد الدھر" یقیناً مرزائی امت سو سال تک مرزا قادیانی کی بیان کردہ تاویلات کی لئی سیدھی نہ کر سکے گی، کتنے چکے ہوں گے خود ان کا ضمیر بھی انہیں ملامت کرتا ہوگا کہ وہ صریح غلط بیانیوں کو خواہ مخواہ تاویل کے بہانوں سے تراش تراش کر سچ ثابت کرنے کی عبث کوشش کیوں کر رہے ہیں، نکلنے والے اس جال میں پھنسے ہوئے ہیں ایک جھٹکا دے کر توڑ دیتے اور نکل بھی جاتے، مگر یہ مولوی جو گیدڑ ہیں ان پر سو سال سے محاری ہے اس سے ان کی طبیعت ہی ہو چکی۔

(۵) ہم جس امر مرزائی سے دنیا دین مرزائیت سے تائب ہونا چاہتے ہیں تو اسلام کی آغوش ان کے لئے

اب بھی کشادہ ہے اور مسلمان انہیں گلے لگانے کے لئے تیار ہیں لیکن اگر انہیں اپنے مقام پر اصرار ہے اور وہ مرزا آنجہانی کو بدستور مسیح موعود اور مہدی معہود یا مسیلمہ اور مجدد مانتے ہیں اور صرف ہوا کا رخ دیکھ کر اور وقتیہ اپنے نظریات کو تاویلات کے لفافے میں پیش کرنے سے مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں تو انہیں یہ غلط فہمی ذہن سے نکال دینی چاہیے کہ وہ ہمیں دھوکہ دے کر اسلام سے مسلمانوں کی صفوں میں ایک بار پھر گھس آئیں گے۔ من حسب المجوب حدث به الند امة۔

اسے بدقسمتی کہا جائے یا کچھ اور کہ امام الزمان نے دو سو سے زائد خطابات مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمائے ہیں اور ہمیشہ یاد رہیں گے جن سے مرزا نے آنجہانی نے مسلمانوں کو نوازا تھا۔ مسلمانوں کو مرزائیوں کے تالیف دل سے دو میوں اعلانات بھی خوب یاد ہیں جن میں بڑے غرور اور تحدی سے کہا جاتا تھا:

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔" (آئینہ صداقت مصنفہ مرزا قادیانی)

"حضرت مسیح موعود نے تو فرمایا ہے کہ ان کا (یعنی مسلمانوں کا) سارا قرآن ہمارے برخلاف ہے اور ان کا ہر ایک حدیث ہمارے برخلاف ہے ہمارا اور ان کا اختلاف اسی طرح پر بات میں ان سے اختلاف ہے۔" (مرزا محمود کی تقریر)۔

"یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح پر اور چند مسائل میں ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان سے ہمیں اختلاف ہے۔"

④ کیا ان واضح علامات کے بعد بھی اس کا امکان ہے کہ مرزا آنجہانی سے واضح غلط بیانات کی تصدیق کرنے کے باوجود مرزائیوں کو مسلمانوں کی صفوں میں گھسنے کی اجازت دی جائے گی؟ مرزائی امت نے مسلمانوں کو آخر سمجھا کیا ہے جس کیوں سمجھ لیا ہے کہ وہ مرزائیوں کی صدہا سالہ تاریخ کو یکسر بھول جائیں گے۔ مرزائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت پر حملہ کریں، مرزا آنجہانی کو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کا کھلا اکھلا کریں بلکہ آپ سے بھی اونچا مقام دیں، انبیاء کرام کی توہین و تذلیل کریں، مسلمانوں کو ہر محل سے سور اور ان کی مقدس کتابوں کو گالیاں دیں، کل مسلمان ان تمام چیزوں کے باوجود انہیں امت اسلامیہ کی صف میں جگہ دیں۔ الغرض مرزائیوں کے لئے صف واحد رہتے ہیں یا تو اپنے مذکورہ بالا عقائد سے ہاتھ چھوڑ کر مسلمان ہو جائیں یا پھر مسلمانوں کی صفوں میں گھسنے کا سودائے خام اپنے ذہن سے نکال دیں۔ انہیں خوب یاد رکھنا چاہیے کہ وہ مرزا آنجہانی کی نبوت کو ظلی و بروزی کے پردوں میں لپیٹ کر مجدد و مہدی کے روپ میں پیش کریں لیکن امت اسلامیہ کا بچہ بچہ انہیں کبھی نظر نہیں کر سکتا۔ علاوہ ازیں مرزائی صاحبان کو اپنے مسیح موعود کی وصیت یاد رکھنی چاہیے کہ:

"تمہیں دوسرے فرقوں کو جو عوام سے تعلق رکھتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا۔" (ملفوظات)

"خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار کرے جو جان بوجھ کر ان لوگوں میں سے جو اسلام سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے مشابہت کی مخالفت ہے۔" (الحکم ۲۷ فروری ۱۹۰۳ء)

ہم بھی مرزائی صاحبان سے یہی درخواست کرتے ہیں کہ انہیں مسلمانوں کو الگ ترک کرنا پڑے گا اور مسلمانوں میں گھس کر انہیں منشاء الٰہی کی مخالفت کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ (۱) یہ کہ وہ اپنے دین مرزائیت سے تائب ہو کر نئے سرے سے اسلام میں داخل ہو جائیں۔

⑤ ہم اپنی حکومت سے بھی گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ ۲۹ سال تک پاکستان میں مرزائیت نوازی کی سرکاری مہم جاری رہی انہیں مسلمانوں کے حقوق دیئے گئے اور ان کو جبری طور پر مسلمان بنانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ انہیں اندرون و بیرون ملک سازشوں کا موقعہ ملتا رہا۔ اب یہ صورت حال تبدیل ہو جانی چاہئے مستقبل میں مؤقف کی نزاکت کا احساس کریں۔ اسلامی ممالک جو پاکستان کے تحفظ کا ذریعہ ہیں ان سے صحیح ہمدردی کی توقع کی جا سکتی ہے۔ صرف ارباب طرفی خوشنودی کے پیش نظر ان کی ہمدردی اور دوستی و تعاون سے چشم پوشی نہ کریں۔ آخرت کے غضب الٰہی سے قبل دنیا کے عذاب اور ذلت سے بچنے کی تدبیر کریں اور بحالت موجودہ سیاسی و اقتصادی مشیر اور ہوائی اور بری و بحری قیادت کی جو صورت حال ہے اس کو فوراً ختم کریں اور سابق حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کے نتیجے میں جو تباہی نازل ہو چکی ہے اس سے کچھ تو عبرت حاصل کریں۔ اسلامی و عربی ممالک جن کے ساتھ ہمارے اخوت اسلامی کے مضبوط رشتے ہیں اور جو ہر آڑے وقت میں پاکستان کے بہترین دوست ثابت ہوئے ہیں افسوس ہے کہ انہیں بھی ہماری اس داخلی کمزوری اور مرتد نوازی کا علم ہو چکا ہے اور ان ممالک میں قادیانی اسرائیل کھوجوں پر بخشیں ہو رہی ہیں ان کے اثرات ہمارے حق میں یہود کے ارادتمندی کے ساتھ ہونے کی بات ہے۔ یہاں ہم یہ شکایت بھی ارباب اقتدار کے گوش میں دینا چاہتے ہیں کہ ایک طرف تو یہ حالت کہ جب مسلمانوں کی جانب سے قادیانیوں کا ذرا بھی تعاقب کیا جائے تو فوراً امن عامہ کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے فرقہ واریت کا جن بوتل سے باہر نکل آتا ہے اور قانون اپنے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے بڑی تیزی سے حرکت میں آ جاتا ہے زبانیں بند اور جلسے جلوس اور اجتماع پر پابندی۔

اور دوسری طرف مرزائی ہیں کہ کھلے بندوں کھلی گلی اور سڑکوں حضرت مسیح موعود کا پرچار کر رہے ہیں اور یہاں تک جرأت کہ مسلمانوں کی مسجدوں اور دینی اداروں میں جا کر بڑے معصومانہ انداز سے مرزائے قادیانی کی رسالت و نبوت کی تشریح کرتے ہیں۔ ہم صاف صاف کہہ دینا چاہتے ہیں کہ یہ صورت حال مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ مرزا آنجہانی کے ہفوات و بذیانات کے تیروں سے مسلمانوں کے سینے چھلنی ہو چکے ہیں وہ اس مکتب پاک میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غداروں کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ قادیانیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تاج ختم نبوت پر

ہاتھ ڈال کر نقصان دینے سے روکا جائے اور ان کی تحریک ارتداد پر پابندی عائد کی جائے اور اگر اصرار ہو کہ مرزائی بھی امت اسلامیہ کا ایک حصہ ہیں تو ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ وہ اقلیتہ امت کا ایک ایسا کارسرطان ہے جسے جسم امت سے الگ کر دینا ہی اس کا صحیح علاج ہے، ورنہ اس ناسور کا زہر ملت اسلامیہ کے پورے وجود میں سرایت کر جانے کا اور اس کا نتیجہ موت اور تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ اس مسئلہ کا حل کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے ایک معمولی قلیت کی خوشنودی کے لئے ایک بڑی اکثریت کو ناراض کرنا آخر کون سی سیاست ہے؟ حق تعالیٰ صحیح فہم نصیب فرمائے۔

وصلی اللہ علی خیر خلقه سیدنا محمد وآله واصحابه واتباعه اجمعین.

[رجب، شعبان ۱۳۹۳ھ ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۳ء]

مسئلہ ختم نبوت اور پاکستان

پاکستان کی بنیاد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر رکھی گئی تھی اور خدا تعالیٰ سے جہاد اور قوم سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اس میں اسلام کا عادلانہ نظام قائم کیا جائے گا، یہاں کی حکومت خلافت راشدہ کا نمونہ ہوگی، مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی اسلام کی جیتی جاگتی تصویر ہوگی، یہ ملک عالم اسلام کے لئے ایک مثالی نمونہ ہوگا اور اسلامی فلاحی مملکت قائم کر کے پوری دنیا پر ثابت کیا جائے گا کہ اگر راحت و سکون کی زندگی مطلوب ہے تو خدا تعالیٰ کے آخری پیغام کو اپنانا ہوگا جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، وغیرہ وغیرہ۔ مگر جو کچھ ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔ "تعبیر ہے جس کی حسرت و یاس"۔

بدقسمتی سے آزادی کے بعد سے اب تک جو لوگ برسر اقتدار آئے انہوں نے ملت اسلامیہ کے اجتماعی ضمیر میں جھانکنے کی کبھی زحمت گوارا نہیں کی، کیا اسلامی ملک اور نئی قوم کے تقاضے یہی ہیں؟ ملت اسلامیہ کی تشکیل کن عناصر سے ہوئی ہے؟ اس کے حقیقی خدوخال کیا ہوتے ہیں؟ جس قوم نے خدا اور رسول کے نام پر انہیں اسلامی ملک کی مسند اقتدار پر فائز کیا ہے وہ ان سے کیا کیا توقعات رکھتی ہے؟ ان سوالات پر غور انہوں نے کبھی کیا ہی نہیں یا شاید وہ اس کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے تھے، ان کے سامنے دور غلامی کا پامال راستہ تھا جس پر وہ رواں دواں تھے، وہی آئین و قانون، وہی نظم ملکی کے اصول اور پیمانے، وہی جبر و استبداد اور مطلق العنانی، وہی افسر شاہی کی ناز کے مزاج، جو کبھی انگریز کی پشت پناہی کی بنا پر دور غلامی میں عطر ناک سمجھے گئے وہ اپنے اخلاص و اہلیت قومی خدمات اور حب الوطنی کے باوجود ان نئے حکمرانوں کی نظر میں بھی خطرناک اور معتوب ہی رہے اور ان پر وہی گالی کا پہرہ برستور رہا اور جن لوگوں کی انگریزی اور نشوونما انگریز نے اپنے مخصوص مقاصد کے لئے کی تھی وہ اسلامی ملک میں بھی برسر اقتدار اور معتمد علیہ رہے۔

اُن ان حکمرانوں میں معمولی سی بات دینی حس یا کم از کم صحیح سیاسی بصیرت ہی موجود ہوتی تو دور غلامی کے نوکر شاہی ذہن کو بدل کر نئے ملک کے لئے نئے تقاضوں کو سمجھتے، امت مسلمہ کی نفسیات کا مطالعہ کرتے اور مسلمانوں کے وہ متفقہ اجتماعی وملی مسائل جنہیں شدید مطالبوں کے باوجود انگریز کی حکومت نے لائق توجہ نہیں سمجھا تھا بغیر کسی تقاضے کے خود آگے بڑھ کر انہیں حل کرتے، اگر انہوں نے اس فہم وتدبر اور مسلمانوں سے ہمدردی وبہی خواہی کا مظاہرہ کیا ہوتا تو بے چینی کی فضا ختم ہو جاتی، ملت کا شیرازہ مستحکم ہو جاتا اور دنیا کی نیک نامی کے ساتھ آخرت کی سعادت بھی ان کے حصہ میں آتی۔

مگر یہاں ہوا یہ کہ جب بھی مسلمانوں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا تو دفع الوقتی سے کام لیا گیا اور شدت سے مطالبہ ہوا تو پائے استقرار سے ٹھکرا دیا گیا، معاملہ بے قابو نظر آیا تو گولہ بارود سے جیالوں والے باغ کی یاد تازہ کر ڈالی اور اپنی ہی قوم کو اقتدار کی طاقت سے کچل ڈالا گیا، نتیجہ یہ کہ حکمران خود تو بصد ذلت ورسوائی کیفر کردار کو پہنچے ہی مگر ان کی غلط اندیشی اور کم ظرفی نے ملک کو تباہ کر ڈالا، اس طرح نہ صرف یہ کہ پاکستان کا مقصد وجود ظہور پذیر نہ ہو سکا بلکہ ہم الٹی سمت سفر کرتے کرتے کہیں سے کہیں جا نکلے، چنانچہ ایک مدت سے ہم شک وتذبذب افراتفری وبدامنی اور بے یقینی وبے چینی کے لق ودق بیابانوں میں بھٹک رہے ہیں، آج ہمارے سامنے مسائل کا جنگل ہے مگر ہم میں سے ہر شخص جس کے منہ میں زبان اور ہاتھ میں قلم ہے وہ اپنے سوا ہر شخص کو وطن دشمن اور غدار کا خطاب دے کر یہ فرض کر لیتا ہے کہ مسائل کا یہ جنگل اس خطاب غداری کی چنگاری سے خود بخود بھسم ہو جائے گا، ملک دولخت ہو چکا ہے اور بقیہ السلف پر بیرونی سازشوں کے گرگس منڈلا رہے ہیں، مگر ہمارے زعماء باہم دست وگریبان ہیں، سوچنا چاہیے کہ ان حالات میں اس ملک کا مستقبل کیا ہوگا؟

انا للہ وانا الیہ راجعون

عقیدہ ختم نبوت کو تسلیم کئے بغیر پاکستان قائم نہیں رہ سکتا

کسی عمارت کی بنیادیں کھوکھلی کر کے انہیں اپنی جگہ سے ہٹا دینا اور پھر یہ توقع رکھنا کہ عمارت جوں کی توں قائم رہے گی ایک مجنونانہ حرکت ہے، ملت اسلامیہ کا شیرازہ حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے قائم ہے اور یہی وجود پاکستان کا سنگ بنیاد ہے، جو شخص اس سے انحراف کرتا یا اسے منہدم کرتا ہے وہ اسلام، ملت اسلامیہ اور پاکستان تینوں سے غداری کا مرتکب ہے، ایک ایسے شخص سے جو ملک وملت کی جڑوں پر تیشہ چلا رہا ہو کسی مفید تعمیری خدمت کی توقع رکھنا خود فریبی نہیں تو اور کیا ہے، جو شخص رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار نہ ہو وہ ملک وملت کا وفادار کیونکر ہو سکتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ملت اسلامیہ کا اجتماعی ضمیر کبھی برداشت نہیں کر سکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے کسی اور شخص کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رحمۃ للعالمین کی حیثیت سے

کمزور کیا جائے اور اس کے لئے وہ تمام حقوق و مناصب اور آداب و القاب تجویز کئے جائیں جو مسلمانوں کے مرکز عقیدت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مختص ہیں۔ وہیں ہمیہ یہ اصرار بھی کیا جائے کہ وہ مسلمان ہے، ملک و ملت کا وفادار ہے اور مسلمانوں کو اس پر اعتماد کرنا چاہیے۔

ایک ناگہانی حادثہ اور اس کے اثرات

۲۹ رمئی کا سانحہ قوم کے لئے ایک ناگہانی حادثہ تھا، جس نے قوم کو طویل خواب غفلت سے اچانک جگا دیا، جذبات کے سوتے ابل پڑے اور ملک بھر میں اس کا شدید ردعمل رونما ہوا، قومی جذبات کو نظم و ضبط کا پابند رکھنے اور انہیں اجتماعیت کے دائرے میں لانے کے لئے ایک ایسی مجلس عمل کی تشکیل ناگزیر ہوئی جو ملک بھر کی دینی و سیاسی جماعتوں کی نمائندہ ہو، یہ بات بڑی خوش آئند اور باعث تسکین ہے کہ موجودہ عوامی حکومت نے بھی قوم کے ملی جذبات کا احترام کرتے ہوئے ان کے مطالبہ پر ہمدردانہ غور کا وعدہ کیا ہے اور اس کے لئے قومی اسمبلی کی ایک خصوصی کمیٹی تجویز کر دی گئی، توقع ہے کہ اس طور کی اشاعت تک کمیٹی کے غور و فکر کا کوئی واضح نتیجہ سامنے آچکا ہوگا، کمیٹی کی کارروائی کے پیش نظر ملک میں قادیانی مسئلہ کے بارے میں اخبار خیال پر پابندی عائد ہے، اس لئے ہم بھی اس مسئلہ کے اعتقادی، مذہبی، سماجی و معاشرتی اور سیاسی و اقتصادی پہلوؤں سے تعرض نہیں کرتے البتہ تمام اہل وطن سے اپیل کرتے ہیں کہ یہ بہت نازک وقت ہے، پوری قوم کے امتحان کا موقعہ ہے، تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ نظم و ضبط کو برقرار رکھیں اور ملک میں امن و امان کا مسئلہ ہرگز پیدا نہ ہونے دیں، بلکہ جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنی آواز متعلقہ افراد تک مسلسل پہنچاتے رہیں، تاآنکہ مسئلہ کے اطمینان بخش حل کی صورت نکل آئے۔

ملک و ملت کے یہ خواہ اس موقعہ پر نہ صرف خفیہ ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں بلکہ اس کوشش میں بھی ہیں کہ اشتعال انگیزی کے ذریعے حالات مخدوش کر دیئے جائیں، مختلف ذرائع سے مطبوعہ لٹریچر مسلمانوں کے گھروں میں پہنچایا جا رہا ہے، گذشتہ دنوں لاکھوں روپے کے بڑے بڑے اشتہارات قریباً تمام اخبارات میں مسلسل کئی دن تک شائع ہوتے رہے جن کا مقصد اشتعال دلانے کے سوا کچھ نہیں تھا، ہمیں معلوم ہے کہ یہ کس دماغ کی اختراع تھے، ان کے لئے سرمایہ کس نے مہیا کیا اور جس انجمن کا فرضی نام غلط طور پر استعمال کیا گیا ہم اس کے ارکان سے بھی متعارف ہیں، بہر حال ہماری اپیل یہی ہے کہ مسلمانوں کو پرامن رہنا چاہیے۔

غیر مسلموں سے مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ)

ان دنوں یہ شرعی مسئلہ خاص طور سے زیر بحث ہے اور اس سلسلہ میں بار بار سوال کیا جاتا ہے کہ کیا کسی غیر مسلم سے مقاطعہ جائز ہے؟ یہاں پر مفصل بحث کی گنجائش نہیں مختصر یہ کہ کسی کافر سے معاملات اور دوستی کا برتاؤ کسی حال میں بھی جائز نہیں، نہ انہیں ملی مشوروں میں شریک کیا جا سکتا ہے، نہ ملک کی پالیسیوں میں انہیں دخیل بنایا

جا سکتا ہے، نہ کسی کافر کو کسی کلیدی اسامی پر فائز کیا جا سکتا ہے، رہا تعین دین اور میل جول کا سوال تو کافر اگر ذمی یا باغی ہو، مسلمانوں کے مقابلے میں برسر پیکار ہو اور اس سے تعین دین کا معاملہ مسلمانوں کے حق میں مضر ہو تو اس سے ہر قسم کے تعلقات ختم کر لینا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے، آنحضرت ﷺ کا قریش کی ناکہ بندی کرنا سیرت نبوی کا معروف واقعہ ہے، اسی طرح حضرت ثمامہ بن اثال کا واقعہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے کافروں کی رسد روک کر ان کا ناطقہ بند کر دیا تھا اور جب تک کافروں نے بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر معذرت اور منت و سماجت نہیں کی ان کی رسد بحال نہیں ہوئی (۱) قرآن کریم میں اجمالاً اور بخاری شریف میں تفصیلاً حضرت کعب بن مالکؓ اور ان کے رفقاء کے مقاطعہ کا عبرت آموز قصہ بھی موجود ہے (۲) جس سے واضح ہوتا ہے کہ سنگین موقعہ پر تادیب اور سرزنش کے لئے بعض اوقات ایک مسلمان سے بھی مقاطعہ صحیح ہے، یہ تو کفار ہیں اور بعض اوقات مسلمانوں سے مقاطعہ کا مسئلہ تھا اور جو شخص دین اسلام سے العیاذ باللہ منحرف ہو کر مرتد ہو گیا ہو اس کے ساتھ تو کسی نوع کا بھی تعلق قطعاً جائز نہیں، یوں بھی اسلامی غیرت اس کو برداشت نہیں کرتی کہ باغیان اسلام کے ساتھ کسی قسم کا ربط رکھا جائے، ایسے موقعوں پر عموماً انسانی ہمدردی اور اسلامی رواداری کی اپیل کی جاتی ہے مگر کون نہیں جانتا کہ انسانی ہمدردی اور رواداری کی بھی کچھ حدود ہوتی ہیں، بعض اوقات جرم کی نوعیت ہی کچھ ایسی سنگین ہوتی ہے کہ انسانی ہمدردی اور رواداری کے سب پیمانے ٹوٹے جاتے ہیں اور رحم کی اپیل مسترد کر دی جاتی ہے، یہ ہمارے سامنے روز مرہ کے واقعات ہیں، ارتداد اسلام کی نظر میں بدترین جرم ہے کیونکہ وہ بغاوت کا دوسرا نام ہے، اس لئے مرتد کے معاملہ میں انسانی ہمدردی و رحم کی کوئی اپیل اسلام کی عدالت میں لائق التفات نہیں، تاوقتیکہ مجرم اپنے جرم بغاوت سے باز نہ آ جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عکل اور عرینہ کے چند افراد نے اس جرم کا ارتکاب کیا تھا مرتد ہو کر انہوں نے صدقات کے اونٹوں پر قبضہ کر لیا اور راعی کو قتل کر ڈالا تھا، پکڑے گئے، آنحضرت ﷺ نے قصاص میں ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر انہیں چلچلاتی دھوپ میں ڈلوایا، دو دن پانی کی شکایت کرتے تو پانی

---

(۱) "عن ابی هریرة.....فاتی الیمامة حبس عنهم فضجوا وضجروا فکتبوا الیه بالصلة قال: وکتب الیه". (مسند احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة، رقم الحدیث ۷۳۵۵، ج: ۲ ص: ۲۴۶، ط: مؤسسة قرطبة قاهرة.) وفی روایة البخاری، "عن ابی هریرة بعث النبی ﷺ خیلا قبل نجد فجاءت برجل من بنی حنیفة یقال له ثمامة بن اثال.....فبشره رسول الله ﷺ وامره ان یعتمر فلما قدم مکة قال له قائل: صبوت، قال: لا ولکن اسلمت مع محمد رسول الله ﷺ، ولا والله لا یاتیکم من الیمامة حبة حنطة حتی یاذن فیها النبی ﷺ. (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفة وحدیث ثمامة بن اثال، ج: ۲ ص: ۶۲۷، ط. قدیمی.)

(۲) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک وقول الله عزوجل "وعلی الثلاثة الذین خلفوا" ج: ۲ ص: ۶۳۴، ط: قدیمی.

تک نہ دیا جاتا، بالآخر ان صریح تڑپ تڑپ کر اپنے انجام کو پہنچے۔ سوال ہوا کہ ان کے معصوم بچوں کا کیا قصور ہے؟ مگر اس کا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دے دیا ہے چنانچہ عرض کیا گیا کہ کافروں کی بستی پر رات کی تاریکی میں حملہ کیا جائے تو ان کے بچے بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں فرمایا: "ھم من آبائھم"(۱) وہ بھی تو کافروں کے ہی بچے ہیں یعنی جو حکم کافروں کا ہے وہی کافروں کے بچوں کا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگوں کی جانب سے یہ غلط فہمی پھیلائی جارہی ہے کہ مجلس عمل میں چونکہ دینی و سیاسی جماعتیں شریک ہیں لہٰذا یہ سیاست بازی ہے۔ حالانکہ ملک بھر کی جماعتوں کا کسی ایسی مسئلہ پر متفق ہوجانا صرف ایمانی تقاضہ ہے اسے سیاست سے کیا تعلق؟ بلاشبہ یہ تمام امت مسلمہ کا مشترک سرمایہ ہے، جس میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی تفریق بے خطا ہے، خود وزیر اعظم برملا اعلان کرچکے ہیں کہ وہ منکرین ختم نبوت کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں، اس لئے یہ ذمہ داری تو سب سے بڑھ کر اقتدار جماعت پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلام کے ایک قطعی اور بنیادی مسئلہ میں مسلمانوں کو مطمئن کرے، اندریں صورت اس مسئلہ کے تقدس کو سیاسی الزام سے مجروح کرنا نہایت افسوسناک بے انصافی ہے۔

[رجب المرجب ۱۳۹۴ھ، اگست ۱۹۷۴ء]

قادیانیت کے خلاف اہل پاکستان کا شدید ردعمل

کسے کیا معلوم تھا کہ "ربوہ" کا واقعہ ایک عظیم انقلاب کا ذریعہ بن جائے گا اور انتہائی ناکامیوں اور مایوسیوں کے بعد پاکستان کی سرزمین ایک عظیم نعمت سے مالا مال ہوگی اور جو کام ستائیس برس میں نہ ہوسکا وہ تین ماہ کے قلیل عرصہ میں انجام پذیر ہوگا۔

برطانیہ کی اسلام دشمنی

برطانیہ کی اسلام دشمنی ضرب المثل ہے، محتاج بیان نہیں، دوسری جنگ عظیم میں برطانیہ کو جب شکستوں پر شکستیں ہونے لگیں اور اسے شدید خطرہ لاحق ہوگیا کہ انگلستان کے بچانے کے لئے اگر پوری طاقت جمع نہ کی گئی تو

---

(۱) "عن الصعب بن جثامة ان النبي صلى الله عليه وسلم قيل له لو ان خيلاً اغارت من الليل فاصابت من ابناء المشركين قال: هم من آبائهم". صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب جواز قتل النساء والصبيان في البيات من غير تعمد، ج: ۲ ص: ۸۵، ط: قديمي". صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب اهل الدار يبيتون فيصاب الولدان والذراري، ج: ۲ ص: ۶۳۲، ط: قديمي.

صفحہ عالم سے مٹ جانے گا ان حالات کی وجہ سے وہ متحدہ ہندوستان کی تقسیم پر آمادہ ہوگیا، جبکہ مسلمانوں کی عظیم الشان اکثریت تقسیم ملک کا مطالبہ کر رہی تھی، انگریز کو برصغیر سے بوریا بستر لپیٹنا پڑا تو جاتے جاتے پاکستان کو لنگڑا لولا بنانے کے لئے ایک سازش کر گیا، صوبہ بنگال مسلم اکثریت کا صوبہ تھا اور پنجاب میں بھی مسلم اکثریت تھی تقسیم ہند کے طے شدہ اصول کے مطابق یہ دونوں صوبے پورے کے پورے پاکستان کے حصے میں آتے تھے لیکن انگریز نے ان دونوں کی تقسیم کی شکل نکالی چنانچہ دونوں صوبوں کی تقسیم ضلعی اکثریت کی حیثیت سے وجود میں لائی گئی، یہ برطانیہ کی مسلمانوں کے ساتھ پہلی غداری تھی، ہندو کو خوش کیا اور مسلمانوں پر ظلم کیا، اس موقعہ پر چاہئے تھا کہ مسلمانوں کی اکثریت کی طاقت اس جدید منطق کو ٹھکرا دیتی لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا اور ہماری غفلت یا تغافل سے دشمن نے فائدہ اٹھایا، پھر بنگال اور پنجاب دونوں کو تقسیم کرنے کے بجائے مناسب صورت یہ تھی کہ مشرقی بنگال کے بدلے پاکستان کو مشرقی پنجاب دے دیا جاتا تاکہ روز روز کے جھگڑے نہ ہوتے اور پاکستان کے دونوں حصوں میں ایک ہزار میل کا غیر فطری فاصلہ حائل نہ ہوتا جس کی وجہ سے ہمیں اے ۱۹۷۱ء میں روز بد دیکھنا پڑا لیکن افسوس یہ بھی نہ ہو سکا اور یہ انگریز کی دوسری غداری و مکاری تھی، پھر جو کمیشن تقسیم پنجاب کے لئے مقرر ہوا اس میں بھی برطانوی کمیشن نے غداری کی کہ مشرقی پنجاب کے وہ حصے جو پاکستان میں آنے والے تھے اور جو پاکستان کے شہ رگ کی حیثیت رکھتے تھے وہ ہندوستان کے نقشے میں لائے گئے، چنانچہ قادیان، پٹھان کوٹ وغیرہ کے خطے پاکستان کا حق تھے مگر برطانیہ اور ان کے گماشتوں کی سازش سے بھارت میں چلے گئے جس کی وجہ سے کشمیر کا مسئلہ پیدا ہوا اور آج تک عقدہ لاینحل بنا ہوا ہے، یہ مسلمانوں کے ساتھ برطانیہ کی تیسری غداری اور سازش تھی، پھر برطانیہ نے سر ظفر اللہ خاں قادیانی کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر کرانے پر اصرار کیا، اس نے سات سال کے عرصہ وزارت میں پاکستان کے اندر اور باہر قادیانیوں کی جڑوں کو خوب مضبوط کیا، اس کے دور وزارت میں پاکستان کے بیرونی سفارت خانوں میں چن چن کر قادیانی بھیجے گئے اور وہ قادیانی مشن کے طور پر کام کرتے رہے اور یہ چوتھا خنجر تھا جو انگریز نے مسلمانوں کے سینے میں ایسا گھونپا کہ اس کا نکالنا مشکل ہوگیا۔

''ربوہ'' ایک نیا قادیان

پاکستان میں ایک نیا ''قادیان'' بسانے کے لئے ایک علیحدہ خطہ ربوہ کے نام سے پاکستان میں حاصل کیا گیا اور اس کے لئے اس وقت کے انگریز گورنر پنجاب نے خاص کارنامہ یہ انجام دیا کہ پاکستان کے قلب میں ایک وسیع خطہ قادیانی ریاست کے لئے مخصوص کر دیا اور ربوہ کے قادیانیوں کو ایسی آزادی دی گئی کہ عملاً پاکستان کی حکومت وہاں نہیں تھی، گویا پنجاب میں اس کو ایک آزاد ریاست کی حیثیت حاصل تھی، جسے ریاست در ریاست کہنا صحیح ہوگا تبلیغ اسلام کے نام پر دو لاکھ سالانہ زرمبادلہ قادیانی وصول کرتے رہے جس کے ذریعہ مشرقی افریقی

ممالک میں وسیع پیمانے پر مرزائیوں نے اپنے مبلغ بھیجے اور ارتداد کا جال پھیلایا یہاں تک کہ اسرائیل کی یہودی حکومت سے حکومت پاکستان کا کوئی تعلق اور رابطہ نہیں تھا مگر مرزائیوں نے ان کے مرکز تل ابیب اور حیفہ میں مرکز قائم کئے اور اس طرح بر عظیم کا خود کاشتہ پودا نہ صرف پاکستان میں بلکہ تمام اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں بھی ایک تن آور درخت بن گیا۔ الغرض یہ کہ محمد مرزا اور ایوب کی غلط کاریوں یا غداری کی وجہ سے پاکستان کے کلیدی مناصب پر مرزائی چھا گئے اس طرح مخفی طور پر مرزائی پاکستان پر حکومت کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔ حکومت نے محکمہ اوقاف کے ذریعہ سے مسلمانوں کے تمام اوقاف وقف املاک کے ماتحت قبضہ میں لے لئے لیکن قادیانی مرزائیوں کے اوقاف کو ہاتھ نہیں لگایا گیا جس کے ذریعہ نہ صرف ان کی مالی حیثیت اور قوی ہوئی بلکہ ان میں خود مختار ریاست کا تصور شدت سے ابھرا علاوہ اس کے بین الاقوامی سطح پر اشتراکی اسلامی امریکی و برطانیہ وغیرہ کی جانب سے ان کی جو مخفی اعانت ہوتی رہی اور سر ظفر اللہ نے تین سال زندگی میں اقوام متحدہ کی نمائندگی کے دوران باہر کی دنیا میں مرزائیت کی جڑوں کو جو مضبوط کیا وہ اس پر مستزاد ہے جس سے مرزائیوں کو اپنی بین الاقوامی پوزیشن کے مضبوط ہونے کا گمان ہونے لگا۔ الغرض ان متعدد عوامل کے تحت یہ فتنہ روز بروز قوی تر ہوتا گیا جس کی تفصیلات حیرت ناک بھی ہیں اور دردناک بھی۔

تحریک ختم نبوت

۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی لیکن افسوس اور صد افسوس کہ خواجہ ناظم الدین جیسے دیندار اور صالح نمازی کے زمانے میں مسلمانوں کی یہ مقدس تحریک سیاست کی بھینٹ چڑھائی لاکھوں ہزاروں مسلمانوں کی خون ریزی ہوئی۔ ان کی لاشوں کو نذر آتش کیا گیا اور دریائے راوی کی لہروں کے سپرد کر دیا گیا مسلمانوں پر وہ مظالم ڈھائے گئے جو نیت سنگھ کے زمانے میں نہیں ہوئے تھے اور اس طرح مسلمان حکمرانوں کے ذریعہ مسلمانوں کا خون بہایا گیا اور تحریک کو کچل کر رکھ دیا گیا لیکن ان شہداء ختم نبوت کی روحیں تڑپتی ہوئی بارگاہ الٰہی میں پہنچیں اور انہوں نے رحمت الٰہی کے دروازے کھٹکھٹائے آخر ربوہ کا حادثہ پیش آیا اور انجام وہی ہوا جس کی ضرورت تھی اور اگر روز اول سے یہ صورت اختیار کی جاتی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کا قصہ پاک کر دیا جاتا تو یہ خوفناک صورت حال پیدا نہ ہوتی۔

حادثۂ ربوہ اور اس کے نتائج

۲۹ مئی ۷۴ء کو ربوہ کا حادثہ پیش آیا اور حالات نے نازک صورت اختیار کی مسلمانوں کے جذبات بھڑک اٹھے اور حکومت نے بروقت صحیح قدم نہیں اٹھایا ۳۰ جون ۷۴ء کو پنڈی میں علماء کرام اور مختلف فرقوں کا نمائندہ اجتماع ہوا اس کو بھی ناکام بنانے کے لئے تین منصوبے مولانا مفتی زین العابدین، مولانا حکیم عبدالرحیم

تحریک ختم نبوت کا طریق کار

ختم نبوت کی تحریک کا آغاز ۱۹۰۱ء میں ہوا اور اس کے بعد سے اب تک اس کے طریق کار میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ اس تحریک کا طریق کار یہ ہے کہ جب کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کے دعویٰ کی تردید کی جاتی ہے۔ اس کے دلائل کا رد کیا جاتا ہے۔ اس کے دعویٰ کے بطلان کے لیے ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کے ماننے والوں کو کافر قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کے ماننے والوں کو کافر قرار دینے کے لیے ایک مجلس عمل بنائی جاتی ہے۔ اس مجلس عمل کے ذریعے اس کے ماننے والوں کو کافر قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کے ماننے والوں کو کافر قرار دینے کے لیے ایک مجلس عمل بنائی جاتی ہے۔ اس مجلس عمل کے ذریعے اس کے ماننے والوں کو کافر قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کے ماننے والوں کو کافر قرار دینے کے لیے ایک مجلس عمل بنائی جاتی ہے۔ اس مجلس عمل کے ذریعے اس کے ماننے والوں کو کافر قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ہے کہ ان کا یہ عزم ہی ان کی شہادت کا سبب ہوا ورنہ اس وقت جو جرأت مرزائیوں کو ہوئی ہے اگر اس وقت اس کا تدارک نہ کیا گیا اور وہ غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیئے گئے تو مسلمانوں کے جذبات بھڑکیں گے اور ان کی جان و مال کی حفاظت حکومت کے لئے مشکل ہوگی۔ اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد اس ملک میں ان کی حیثیت "ذمی" کی ہوگی اور ان کی جان و مال کی حفاظت شرعی قوانین کی رو سے مسلمانوں پر ضروری ہوگی۔ اس طرح ملک میں امن قائم ہوجائے گا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ پر خارجی غیر اسلامی حکومتوں کا دباؤ ہوگا لیکن اس کے باوجود ان اسلامی ممالک کا فرض بھی ہے کہ ان کو جو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے جن ممالک سے ہمارے اسلامی تعلقات بھی ہیں اور ہر قسم کے مفادات بھی وابستہ ہیں، خارجی دنیا میں غیر اسلامی حکومتوں کے جانے اسلامی مملکتوں کو مطمئن اور خوش کرنا زیادہ ضروری ہے، نہ کہ ایک معمولی سی اقلیت کو خوش کرنے کے لئے اتنی بڑی اکثریت کو غیر مطمئن کرنا دانشمندی نہیں۔ اگر آپ حق تعالیٰ پر توکل و اعتماد کرکے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے مسلمانوں کے حق میں فیصلہ فرمائیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کا بال بیکا نہیں کرسکتی اور اس راستہ میں موت بھی سعادت ہے۔ غلام محمد، سکندر مرزا اور ایوب خان کا جو حشر ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔ اور شہید ملت شہید ملت ہوگئے۔ الغرض گفتگو بہت طویل تھی۔ میں ٹھیک ۳۰ منٹ تک بوتار بار درمیان میں ایک آدھ سوال وزیر اعظم صاحب نے کیا جس کا جواب شافی نور الہدیٰ نے دیا اور ان کو خاموش ہونا پڑا۔ بقیہ حضرات نے بھی فرداً فرداً اپنے تاثرات پیش کئے۔ ۱۳ بجے دن کو وزیر اعظم صاحب نے اردو میں بھی تقریر کی جو ریڈیو پر نشر ہوئی جس میں حادثہ ربوہ پر ایک حرف بھی نہیں فرمایا البتہ آخر میں بہت پر اپنا ایمان ظاہر فرمایا کہ میں مسلمان ہوں، میرا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں لیکن یہ مسئلہ بہت پرانا ہے، اتنا جلد کیسے حل ہوسکتا ہے۔ ۱۴ جون ۱۹۷۴ء کو وزیر خیبر سے کراچی تک اور ایبٹ آباد سے لورالائی تک ایک ہڑتال ہوئی جس کی نظیر پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملے گی۔

۱۶ جون کو راقم الحروف نے فیصل آباد میں اجتماع رکھا تھا جس میں وزیر اعظم صاحب کی تقریر پر تبصرہ ہوا اور تنقید کی گئی کہ وزیر اعظم نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کے مطالبہ سے پیچھے ہٹنے یا عدم دلی کا ثبوت نہیں دیا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ نیشنل اسمبلی میں صرف ایک قرارداد پیش کرنے کے خواہشمند ہیں اور پھر اس قرارداد کو سپریم کورٹ یا مشاورتی کونسل کے حوالے کرکے سرد خانے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ قرارداد خواہ صوبائی اسمبلی کی ہو یا قومی اسمبلی کی، آئینی طور پر اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس کی حیثیت صرف ایک مشورے اور سفارش کی ہے۔ جبکہ مسلمانوں کے لئے مطالبہ کے پیش نظر ضرورت اس امر کی تھی کہ جیسے آئین ہو دستور میں واضح طور پر ختم نبوت پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے ضروری قرار دیا جائے اور جو شخص اس پر ایمان نہیں رکھتا اسے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے اور نیشنل اسمبلی میں ترمیمی بل اس مقصد کے لئے پاس کرایا جائے۔ وزیر اعظم صاحب چونکہ اکثریت کے لیڈر بھی ہیں اس لئے ان پر سب سے پہلے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی جماعت کے ارکان کو اس مسئلہ میں

آزاد نہ چھوڑیں بلکہ انہیں ملک و قوم کے تحفظ کی خاطر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر مامور و مجبور کریں، نیز مسئلہ کی اہمیت اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی بے چینی کا تقاضا یہ ہے کہ بجٹ سیشن کو ملتوی کر کے سب سے پہلے اس مسئلہ کو حل کیا جائے۔

مجلس عمل کے لاہور کے اجلاس میں راقم الحروف کو مجلس کا عارضی صدر مقرر کیا گیا، میری خواہش تھی کہ اس نازک ذمہ داری کے لئے کسی اور موزوں شخصیت کو صدارت کے لئے منتخب کر لیا جائے گا:

"قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند"

اب کے مجلس عمل کا مستقل صدر پھر راقم الحروف کو باتفاق حاضرین منتخب کیا گیا، بہر حال یہ طے کیا گیا کہ پر امن طریقے پر تحریک کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے پوری جدوجہد کی جائے اور قادیانیوں کا بائیکاٹ جاری رکھا جائے اور تحریک کو سول نافرمانی سے بہر قیمت بچایا جائے ادھر مجلس عمل کی پالیسی تو یہ تھی کہ حکومت سے تصادم سے بہر صورت گریز کیا جائے، ادھر حکومت نے ملک کے چپے چپے میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی، پریس پر پابندیاں عائد کر دیں، انتظامیہ نے اشتعال انگیز کارروائیوں سے کام لیا اور مسلمانوں کو گرفتار کرنا شروع کیا، چنانچہ سینکڑوں اہل علم اور طلبہ کو گرفتار کیا گیا، انہیں نارواایذائیں دی گئیں، کبیر والا، اوکاڑہ، سرگودھا، فیصل آباد، کھاریاں، ضلع گجرات وغیرہ میں دردناک واقعات رونما ہوئے، جن کو مظلومانہ صبر کے ساتھ برداشت کیا گیا، صرف ایک شہر اوکاڑہ میں ان مظالم کے خلاف احتجاج کے طور پر بارہ دن مکمل اور مسلسل ہڑتال ہوئی، اسی سے اندازہ کیجئے کہ ملک بھر میں مجموعی طور پر کتنا ظلم اور اس کے خلاف احتجاج ہوا؟ جگہ جگہ لاٹھی چارج کیا گیا، اشک ریز گیس کا استعمال بڑی فراخدلی سے کیا گیا، مجلس عمل کی تلقین تمام مسلمانوں کو یہی تھی کہ صبر کریں اور مظلوم بن کر حق تعالیٰ کی رحمت اور غیبی تائید الٰہی کے منتظر رہیں، قریباً پورے سودن تک ان حالات کا مقابلہ کیا گیا اور تمام سختیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے جن کی تفصیل کی ان اوراق میں گنجائش نہیں۔

جناب وزیر اعظم بھٹو صاحب مترقی پاکستان (حال بنگلہ دیش) کے دورے سے جب واپس آئے تو پوری قومی اسمبلی کو ایک خصوصی کمیٹی کی حیثیت دے کر اس کے سامنے دو قراردادیں پیش کی گئیں کہ اسمبلی بحیثیت خصوصی کمیٹی کے ان پر غور و فکر کرے:

① کہ آئین میں مسلمان کی تعریف کی جائے (پھر اس کے نتیجے کے طور پر یہ فیصلہ کرنا سپریم کورٹ یا مشاورتی کونسل کا کام ہوگا کہ مرزائی غیر مسلم ہیں یا نہیں)

② کہ مرزائیوں کو دستوری حیثیت سے غیر مسلم اقلیت قرار دے کر غیر مسلم اقلیت کی فہرست میں ان کا نام درج کیا جائے، پہلی قرارداد حزب اقتدار کی جانب سے جناب وزیر قانون نے پیش کی اور دوسری حزب اختلاف کے ارکان نے، یہ بھی طے کر دیا گیا کہ کمیٹی کے لئے چالیس اشخاص کا کورم ہوگا ان میں سے ۳۰ رکن

حزب اقتدار کے اور ۱۰ حزب اختلاف کے ارکان ہوں گے، گویہ اصولی طور پر طے ہوگیا کہ جب تک حزب اختلاف کے دس ارکان کمیٹی کے فیصلہ کی تصدیق نہیں کریں گے وہ فیصلہ کالعدم ہوگا بہرحال ایک رہبر کمیٹی بنی اور خوشی کی بات ہے کہ غارشات کے تمام مراحل اتفاق رائے سے طے ہوتے چلے گئے اس دوران حکومت نے مرزائیوں کو صفائی پیش کرنے کا موقع دینا ضروری سمجھا، چنانچہ مرزا ناصر نے ۱۹۲ صفحے کا صفائی نامہ پیش کیا اور مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کے صدر صدرالدین نے تحریری بیان پیش کیا، دو دن تک مرزا ناصر پر جرح ہوتی رہی اور تین دن صدرالدین پر جرح ہوئی، جرح کے دوران تمام اراکین اسمبلی کے سامنے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ مرزا غلام احمد مدعی نبوت دجال ہے اور بی او مجد تو کیا ایک شریف آدمی کہلانے کا بھی مستحق نہیں، دوسری قرار داد جو حزب اختلاف کی جانب سے پیش کی گئی تھی اس کی تشریح و توضیح کے لئے دو صد صفحے کی ایک کتاب جو مجید طرز پر مرتب کی گئی تھی ان ارکان کی جانب سے پیش کی گئی اور ایوان میں سنائی گئی، جس سے تمام ممبران اسمبلی کو مرزائیوں کی مذہبی حیثیت اور ان کے سیاسی عزائم سے آگاہی ہوئی اور ان کی آنکھیں کھل گئیں۔

بہرحال مسلمانوں کی کوششیں نیشنل اسمبلی کی سطح پر اور باہر مسلمانوں کی عام سطح پر پرامن طریقے سے جاری رہیں، آخر جناب وزیراعظم بھٹو صاحب نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء آخری فیصلہ کے اعلان کی تاریخ مقرر کردی، حالات آخر تک مایوس کن تھے اور توقع نہ تھی کہ مطالبہ کا احترام کیا جائے گا اس لئے کہ تین ماہ کے عرصہ میں تحریک کو کچلنے کی کوئی کسر باقی نہیں رکھی گئی لیکن "واللہ غالب علی امرہ" حق تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، قلوب بھی حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور زبانیں بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں، خوف و رجائی کے بہت سے مراحل آتے رہے، بالآخر جناب وزیراعظم بھٹو صاحب نے چھ اور سات کی درمیانی رات کو رات کے بارہ بجے کے بعد مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم کرلیا، اگلے دن تجمر کو اڑھائی بجے رہبر کمیٹی کا اجلاس ہوا، ساڑھے چار بجے نیشنل اسمبلی کا اجلاس ہوا اور ساڑھے سات بجے ایوان اعلیٰ کا اجلاس ہوا، تمام جماعتہ ارکین کے اتفاق سے مسلمانوں کا مطالبہ منظور ہوگیا اور آخری اعلان آٹھ بجے کی خبروں میں ہوگیا اور اس طرح الحمدللہ یہ مسئلہ بخیر و خوبی طے ہوگیا، جب سے پاکستان بنا ہے مسلمانوں کو کبھی اتنی مسرت اور خوشی نہیں ہوئی جتنی کہ اس خبر سے ہوئی کہ اس سرزمین پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا آئینی تحفظ دے کر پاکستان کے مسلمانوں نے تاریخ اسلام میں ایک زریں باب کا اضافہ کیا، اب ان گذشتہ باتوں کو دہرانے کی ضرورت نہ تھی مگر یہ چند اجمالی اشارے دو وجہ سے ضروری سمجھے گئے، اول یہ کہ مسلمان یہ جاننے کے لئے بیتاب تھے کہ ان کی ملی تحریک کن مراحل سے گذری اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے اسے کامیابی سے ہمکنار کیا، دوم یہ کہ بعض حلقوں کی جانب سے یہ تاثر دیا گیا کہ مسلمان مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرکے خدانخواستہ ظلم کررہے ہیں، حالانکہ تحریک کو اول سے آخر تک دیکھا جائے تو قدم قدم پر مسلمانوں کی مظلومیت کے نقوش ثبت ہیں، مظلوم کو فریاد کرنے کی بھی اجازت نہ دینا

سپاس و تشکر

[illegible] اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے اپنے فضل و احسان سے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں [illegible] اپنی عطا سے اس کے توفیق عطا فرمائی اور اس کے [illegible] اس محفل کے دل میں شمع ایمان روشن فرمائی۔ الحمد للہ وحدہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ، الحمد للہ وحدہ، نصر عبدہ و اعز جندہ و ھزم الاحزاب وحدہ۔ ساتھی نے ایک ایک لفظ سے اس محفل میں [illegible] اللہ تعالیٰ نے اس محفل کو [illegible] فضل سے ظاہری طور پر [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] فرمایا۔

محفل کے [illegible] کے بعد [illegible] صاحب نے [illegible] مبارک باد اور [illegible] پیش کرتے ہوئے [illegible] میں [illegible] کی [illegible] اور [illegible] کی [illegible] آئے ہوئے اور [illegible] کے [illegible] اپنے مسلمانوں کو [illegible] اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا جناب [illegible] صاحب نے [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی

جلوہ و گوشہ مبارک بنے کے مستحق ہیں اور کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ اگر ان نوجوانوں کی ہمت و ارادہ کے دھارے کے رخ پر بہنے لگیں اور ان کی ایسی تربیت ہو کہ وہ اس پاکستان کی پاک سرزمین میں ہر قسم کی فرسودہ بندیوں اور فروعی مفادات سے بالاتر ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر محنت کرنے والے بن جائیں تو اس ملک کا نقشہ ہی بدل جائے۔ وما ذالك على الله بعزيز۔

اس موقعہ پر حزب اختلاف کی جماعتوں کے کردار کو دہرانا بے انصافی ہوگی۔ سیاسی جماعتوں کا مزاج ہی کچھ ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی مناسب موقعہ سے بھی فائدہ اٹھانے سے نہیں چوکتیں مگر ہماری تحریک محض اللہ و للہ فی اللہ تھی۔ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور آپ کی ختم نبوت کی آئینی حفاظت اس کا مشن تھا۔ اس لئے جو بھی جتنیں بھی مجلس عمل میں شامل ہوئیں انہوں نے پوری شدت کے ساتھ اس مقدس تحریک کو سیاسی آلائشوں سے پاک رکھنے کا عزم کیا اور عملی طور پر اس کا پورا پورا مظاہرہ بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔

قومی پریس پر سخت پابندیاں عائد تھیں۔ تحریک کی خبروں کی اشاعت چھن چھن کر ہوتی تھی اس کے باوجود قومی پریس نے مسلمانوں کی ملی تحریک سے متی ان امکان ہمدردی اور تعاون کا مظاہرہ کیا۔ خصوصیت کے ساتھ نوائے وقت اور جسارت نے بڑے بصیرت افروز اداریے اور مقالے شائع کئے۔ انصاف یہ ہے کہ دیگر دینی جرائد کے ساتھ نوائے وقت کا اس مقدس تحریک میں بہت ہی بڑا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذمہ دار اصحاب کو بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے اور دنیا و آخرت میں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔

تاہم یہ دوگی اگر ہم اس موقعہ پر عالم اسلام کی ان مایہ ناز اور پروقار شخصیتوں کا ذکر نہ کریں جنہوں نے اس نازک موقعہ پر پاکستان کے مسلمانوں سے ہمدردی فرمائی اور اہل حل و عقد کو اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید کیا میں ان کی خدمت میں پاکستان کے تمام مسلمانوں کی طرف سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اس مسرت و شادمانی کے موقعہ پر ہمیں اپنے ان بزرگوں کی یاد آتی ہے جنہوں نے اپنی ساری زندگی اس کے لئے بے چینی میں گذاری۔ حضرت استاذ العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا سید احمد امرتسری، حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائپوری، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا لال حسین اختر اور دیگر بہت سے اکابر رحمہم اللہ نے اپنے وقت میں مرزائی فتنہ کے استیصال کے لئے اپنی جتنیں صرف فرمائیں۔ حق تعالیٰ ان کو بہترین درجات عطا فرمائے کہ انکی کی جوتیوں کے طفیل آج مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوئی۔ یہاں خصوصیت سے علامہ اقبال مرحوم کا تذکرہ ضروری ہے کہ سب سے اول انہوں نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ فرمایا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک میں یا تحریک کے موجودہ مرحلے میں جن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر اپنی جان نثار کی اور جام شہادت نوش فرمایا ہم ان کی ارواح طیبہ پر بھی عقیدت کے پھول نچھاور کرتے

ہیں ان کی قربانیوں کو یاد رکھیں اور جس مقصد کے لئے انہوں نے اپنی جان کا ہدیہ پیش کیا تھا بالآخر اللہ تعالیٰ نے وہ مقصد حاصل کرا دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بلند درجے عطا فرمائے اور ان کی خوشیوں سے ہمارا دامن بھر دے۔

آثارِ وطن

قوموں کی زندگی میں اس قسم کے تاریخ ساز واقعات ہمیشہ نہیں آتے اس لئے ہی چاہتا تھا کہ پاکستان کی تاریخ کے اس زریں واقعے کے آثار تاریخ پر پھر تفصیل سے لکھا جائے۔ مگر افسوس کہ اس کی فرصت ہے نہ گنجائش۔ مختصر یہ کہ اس وقت مشرقی پاکستان سے پاکستان کے مسلمانوں کو جو گہرا زخم پہنچا تھا اس سے بیشتر مسلمانوں کا وقار مجروح ہوا بلکہ خود اسلام کے بارے میں بھی (جو اس ملک کا سنگِ بنیاد تھا) خانگی طاقتوں نے طرح طرح کے پروپیگنڈے شروع کر دیے۔ الحمد للہ قومی اتحاد نے ایمانی فیصلے سے اس کی بڑی حد تک تلافی ہوئی۔ نظامِ اسلام میں پاکستان کا وقار بلند ہوا جس کا اندازہ دنیا کی تازہ ترین تاریخ سے ہو رہا ہے جو ازیں اہم اور مؤثر تمام ملک دورے کر رہے ہیں، بلکہ کافر ممالک کو بھی یہ احساس ہوا کہ اسلام ایک زندہ حقیقت ہے اور مسلمانوں میں ابھی ہمت و اردہ موجود ہے اور وہ اپنے دین کی سربلندی کے لئے ذات مند نہ اقدام کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اسلام نے صرف ایک مسئلہ اور بنیادی مسئلہ کو پانے کی یہ بات ہے اگر ہمارے حکمران کمال اخلاص کے ساتھ خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے پورے کا پورا دین (انفرادی اور خلوتی دونوں شعبوں پر) اپنا لیں تو آخرت میں تو جو اجر ملے گا ملے گا انشاء اللہ دنیا کی بہتری بھی مسلمانوں کو نصیب ہو سکتی ہے۔

پاکستان اور مسلمانوں کی بقا اسلام سے وابستہ ہے

ہمارے ملک میں جو عرصے سے لادینی سیاست نظام بنا رہی ہے اس نے اسلامی معاشرہ میں بے چینی پیدا کر دی ہے۔ عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان کے نعروں سے فریب دیا جا رہا ہے اور رائج الوقت ذرائع ابلاغ سے ایسے مضامین شائع اور نشر کئے جا رہے ہیں، قومی اسمبلی کا حالیہ تاریخی فیصلہ اس عمل کی علامت ہے کہ جو شخص یہاں کے عوام و اسلام سے برگشتہ کرنے کے کھیل کھیلتا ہے وہ چند دنوں کے لئے فریب دے سکتا ہے لیکن بالآخر اسے منہ کی کھانی ہوگی۔ پاکستان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کلمہ طیبہ کے نام پر اور اسلام کی خاطر بنا ہے جو وقت یہاں کے مسلمانوں کے دل سے اسلام کی محبت نکالنا چاہتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام لیواؤں سے مسلمانوں کو بدلتے ہیں اور دراصل پاکستان کے وجود کو مٹانے کے درپے ہیں۔ قوم ایک بار پھر یہ حقیقت چاہتا ہے اور ان شاء اللہ آئندہ پاکستان اور پاکستان کے مسلمانوں کی بقا اسلام اور صرف اسلام سے وابستہ ہے۔

اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد مرزائیوں کی حیثیت

مرزائیوں کی حیثیت قبل ازیں کفار محاربین کی تھی اور قومی اسمبلی کے فیصلہ کے بعد ان کی حیثیت پاکستان کے غیر مسلم شہریوں کی ہے جن کو ذمی کہا جاتا ہے (بشرطیکہ وہ بھی پاکستان میں بحیثیت غیر مسلم رہنا قبول کریں اس لئے کہ عقد ذمہ صرف معاہدہ سے انعقاد ہوتا ہے) اور کسی ذمی کے جان، مال پر ناحق دست اندازی کرنا سخت جرم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں ایسے شخص کے خلاف دعویٰ دائر کریں گے۔ اس بنا پر تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان کی جان و مال کی حفاظت کریں مجلس عمل نے مرزائیوں سے مکمل بائیکاٹ کا فیصلہ کیا تھا جو مسلمانوں کے دائرہ اختیار کی چیز تھی لیکن جن مرزائیوں نے قومی اسمبلی کا فیصلہ تسلیم کر کے اپنے غیر مسلم شہری ہونے کا اقرار کر لیا ہو اب ان سے سوشل بائیکاٹ نہیں ہوگا اور جو مرزائی اس فیصلہ کو قبول نہ کر رہے ہوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مسلمانوں سے ترک محاربت پر آمادہ نہیں۔

مرزائیوں کو آئینی حیثیت سے غیر مسلم تسلیم کرنے کے بعد پھر انتظامی اقدامات میں جو حکومت پاکستان سے متعلق ہیں، متوقع رکھتے ہیں کہ حکومت اس بات میں تامل سے کام نہیں لے گی اس سلسلہ میں زیادہ اہم یہ ہے کہ خفیہ ریشہ دوانیوں پر نظر رکھی جائے اور اسی کی سازش کو پامال کرنے کے امکانات کو نظر انداز نہ کیا جائے۔

مرزائیوں سے متعلق مسلمانوں اور حکومت کے کرنے کا اصل کام

حکومت اور عام مسلمانوں سے متعلق جو چیز ہے وہ یہ ہے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مشن پورا نہیں ہو جاتا بلکہ یہ تو اس کا نقطۂ آغاز ہے، اصل کام جو ہمارے کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے کسی بھائی غرض یا کسی غلط فہمی کی بنا پر اس مرزائیت سے وابستہ ہوئے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی ہر بات میں اپنے کے لئے حجت کی جائے، ان کے کچھ شبہات ہوں تو ان کو حل کیا جائے، ان کی کچھ غلط فہمیاں ہوں تو ان کو رفع کیا جائے، مرزائیوں نے عام طور پر مسلمانوں ہی کو شکار کیا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کو پوری ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ اسلام سے ٹکرانے کی فکر کی جائے۔ پاکستان کے اندر اور باہر جس قدر لوگ مرتد ہوئے ہیں ان میں کچھ سے اسلام کی دعوت دی جائے، غرض مرزائیوں کو خارج از اسلام قرار دینا اصل مقصد نہیں تھا بلکہ ان کو داخل در اسلام کرنا اصل مقصد ہے، اس سلسلہ میں ایک سبق آموز واقعہ ہے جو صحابہ میں سے لئے تو بابوں دینے کو تیار ہوں گے ان کے لئے اشاعۃ اللہ بڑی ہی بشارتیں ہیں، واقعہ ان حرف کے ایک تجارت گھس دست جو شیخ محمود صاحب عدلی نے ہوائی مشق میں ہیں ایک گرامی نامہ تحریر فرمایا ہے اس کا ایک قیمتی ورق یہاں نقل کرتا ہوں:

"فی ابشرکم ان رأیتکم فی المنام لیلۃ ۳ شعبان ۹۴ھ رؤیۃ جلیلۃ جداً. ھنئکم بھا، واختصرھا لکم، رایتکم مع جماعۃ علیھم سیما الصلاح والتقوی متقدمین فی الیسر، وکلھم یعملون فی جمع صفحات القرآن

الذی کتبتموہ بخطکم وقلمکم احمل بمداد لونہ وعفرانی وقصدکم طباعۃ هذا القرآن ونشرہ بین الناس لتعمیم الفائدۃ ، هکذا سمعت منکم واتم تشیرون الی فی غایۃ من الفرح والسرور و الابتهاج ، وعند ما تیقظت لصلاۃ الفجر قمت متضائلا والفرحۃ تملأ قلبی و یقنت بأن اللہ تعالی کلل اعمالکم بالفوز والنجاح، والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات" انتهی باختصار۔

ترجمہ: میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ میں نے ۳ شعبان ۱۳۹۲ھ کی رات کو آپ کے بارے میں بہت عمدہ اور مبارک خواب دیکھا ہے جس کی آپ کو مبارک باد دینا چاہتا ہوں۔ اس کو یہاں مختصر نقل کرتا ہوں۔ میں نے آپ کو اپنے شیوخ کی جماعت کے ساتھ اور دیکھا جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان پر احسان و تقویٰ کی علامات نمایاں تھیں۔ یہ سب حضرات اس قرآن کریم کے مطبوعات نسخہ کے متعلق مصروف تھے جو آپ نے اپنے قلم سے اپنی روشنائی سے خود تحریر کیا ہے اور آپ کا قصد یہ ہے کہ اس دینی خدمت کے اجر کو لوگوں میں شائع کیا جائے۔ آپ نے اپنے اس قصد کا اظہار نہایت مسرت و شادمانی اور سرور کی حالت میں میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ میں نے آپ کو اس کامیابی پر مبارکباد دی اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے اس اول کوشش نے کامیابی و کامرانی کا نشان پا لیا ہے، اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے جس کی نعمت سے تمام نیکیاں تکمیل پذیر ہوتی ہیں۔

خواب مختصر الفاظ میں ختم ہوا۔

اس قسم کے خواب سے مراد ہے قرآن کریم کی آیات جس طرح نازل ہوئیں اور ان میں تاویل تحریف کرنے والوں نے جو مفہومات اپنی طرف سے قرآن مجید کی طرف منسوب کر کے لوگوں میں شائع کرنے کی کوشش کی تھی اس نے ان کی تغلیط کی جائے گی اور صحیح تشریحات دنیا کے جس جس حصے تک پہنچی ہوئی ہیں ان کے اثرات وہاں سے مٹائے جائیں اور قرآن کریم کی صحیح تعلیمات کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے گی۔ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص اور تابع دار پسند بندوں سے بھی اس سلسلہ میں کچھ خدمت لے لیں۔ واللہ مالک الملک ہی اعلم بحقائق الامور ہے۔

اب دیکھئے وہ کون خوش قسمت لوگ ہیں جو قرآن کے ان صحیح تشریحات کو نافذ کرنے کے لئے میدان میں آتے ہیں:

وے توفیق و سعادت رہنمائی کند و بخت

کہ بیدان درنے آید سوداں راہ شد

والحمد للہ اولا وآخرا والصلاۃ والسلام علی خیر خلقہ صفوۃ البریۃ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

[رمضان المبارک وشوال المکرم ۱۳۹۴ھ، اکتوبر ۱۹۷۴ء]

برطانیہ: اسلام کا سب سے بڑا دشمن

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ اپنے اساتذہ سے سنا تھا کہ "اسلام کے خلاف دنیا میں کہیں بھی کوئی سازش کی گئی ہو اس میں برطانیہ کا ہاتھ ضرور ہوگا" واقعہ یہ ہے کہ برصغیر پر غاصبانہ تسلط کے دوران اسلام کو جتنا نقصان حکومت برطانیہ نے پہنچایا اتنا شدید نقصان شاید تمام طاغوتی طاقتوں کی مجموعی قوت سے بھی نہیں پہنچا، صلیبی قریب میں اسلام کا سب سے بڑا دشمن، سب سے بڑا حریف اور سب سے بڑا مجرم انگریز رہا ہے، اسلامی تہذیب و حضارت، اسلامی قلب و قالب اور اسلام کی روح و معنویت کو اس خفیہ دشمن نے جیسا مسخ کیا اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی، یہی دشمن ہے جس نے خلافت عثمانیہ کے عظیم و وسیع اسلامی قلعہ کو مسمار کر کے عالم اسلام کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم کروایا، جس نے اسرائیلی مملکت کے درمیان شقاق و نفاق کے کانٹے بوئے، جس نے اسلام کے مقامات مقدسہ کی حرمت کو پامال کیا، جس نے اسلامی شعائر کو مغربیت کی کند چھری سے ذبح کیا، جس نے مسلمانوں کی اسلامی و ملی غیرت کو کچل ڈالا، جس نے انسانیت کو بنیت و درندگی اور مکاری و عیاری کا درس دیا، جس نے خواتین اسلام کے سر سے ردائے عفت چھین لی، جس نے صنف نازک کو بازار فسق کا پابند بنا ڈالا۔

ہاں یہی طاغوت ہے جس نے لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا، جس نے ہزاروں دوشیزاؤں کو بیوہ اور لاکھوں بچوں کو یتیم و یسیر بنایا، جس نے معصوم بچوں کے خاک و خون میں تڑپنے کا تماشہ دیکھا، جس نے پورے شیطان اسلام کو درندگی و بہیمیت کا نشانہ بنایا، جس کی سازش نے عالم اسلام کے جگر میں اسرائیل کا مصیبتی خنجر گھونپا، جس نے لاکھوں فلسطینیوں کو خانہ بدوشی کی سزا دی، مقدس زمین میں کون سی جگہ ہے جہاں انگریز کے جور و ستم اور سازشوں کے نقش ثبت نہیں؟ عالم اسلام کے پیچھے پیچھے پراس کے دندان حرص و آز کے زخم موجود ہیں۔

جانشین ہونے کے اس سے دو ہی مقصد حاصل ہوگا، ایک طرف انگریز برطانوی حکومت کے حق میں فعل اللقیٰ وارث کا تاثر دیانی تصور قائم رہے گا اور دوسری طرف قادیانی نبوت انگریزی داشتہ کی حیثیت سے کام کرے گی، برطانیہ کو جہاد کے خطرہ سے نجات ملے گی اور اسلام کی جگہ قادیانیت کو پنپنے کا موقعہ ملے گا۔

قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ پودا

اس مقصد کے لئے افریقی ممالک میں جس طرح عیسائیوں کے لئے مکتب، اسپتال اور گرجے قائم کئے گئے، ٹھیک اسی طرح قادیانیوں کے اسپتال، اسکول اور گرجے بنائے گئے، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہاں مسلمانوں و عیسائیت اور مرزائیت کی چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پیس ڈالا گیا اور حیرت ہے کہ قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں نے ان ممالک کے سادہ لوح عوام کو یہ تاثر دیا کہ پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت قائم ہے، ربوہ دارالخلافہ ہے اور پاکستان کا امیر المومنین خلیفہ ربوہ ہے، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کے فریب سے جھوٹے

بھائے مسلمانوں کو تحفظ آئینی سے محروم کیا ہوگا؟ اس نے شدید ضرورت ہے کہ ان تمام تحفظات کا تجزیہ کیا جائے اور ختم نبوت کے جھنڈے تلے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی صحیح نشر و اشاعت کی جائے۔ یہ مسئلہ تمام اسلامی ممالک کی توجہ کا اولین مستحق ہے خصوصاً پاکستان کی حکومت پر اس کی سب سے بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کے لئے بہترین صلاحیتوں کے مخلص پڑھے لکھے اور باہمت نوجوانوں کی ضرورت ہے جو پرچم اسلام کو بلند کرنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتیں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وقف کر دیں۔

قادیانیوں کی پاکستان خلاف سازشیں

یہ دیکھ کر بے حد صدمہ ہوا کہ قادیانی گروہ جو انگریز کی اطاعت و فرمانبرداری اور خوشامد و تملق کا خوگر ہے اس نے تقسیم ملک کے بعد پاکستان کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا ہے بیرونی ممالک میں قادیانیوں پر حکومت پاکستان کے مظالم کی فرضی داستانیں تراش تراش کر پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا کر رہے ہیں قادیانی اسلحہ سازی کی ان رکاوٹ کا نوٹس لینا اور ان کے خلاف پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے اس حکومت داخلی تھا اور پاکستانی عدالت خانوں کو اس کا نوٹس کرنا چاہیے تھا اگر فرصت ہے تو اس طرح تو جہ نہیں کی اور اس فیصلے کے خلاف تشہیر و اشاعت سے مخالفانہ روا رکھی گئی اس لئے مجبوراً یہ خدمت بھی مجلس تحفظ ختم نبوت کو انجام دینا پڑی الحمد للہ اسلامی ممالک کے علاوہ افریقی ممالک میں بھی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شاخیں قائم کی جا رہی ہیں اور مجلس کے مبلغین اپنے محدود وسائل کی حد تک قادیانیوں کے گمراہ کن اثرات کو زائل کرنے میں مصروف عمل ہیں، بہرحال پاکستان کی حکومت اور پبلک کے لئے قادیانی مسئلہ کا یہ پہلو بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے تقاضے

ستمبر ۱۹۷۴ء کے آئینی فیصلے کے تقاضے ابھی تشنہ ہیں اور مسلمان ان کی تکمیل و تعمیل کے لئے مضطرب ہیں اس سلسلہ میں روزنامہ مساوات لاہور (۳ جنوری ۱۹۷۶ء) کا اداریہ مسلمانوں کے جذبات کا صحیح ترجمان ہے اس کے ذیل میں نقل کر کے ملک کے ارباب حل و عقد کو اس اہم ترین فریضہ پر توجہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

قادیانی..... آئینی ترمیم پر عملدرآمد

مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ایک تقریب میں جو کراچی میں اس تنظیم کے سربراہ مولانا محمد یوسف بنوری کے اعزاز میں منعقد ہوئی یہ بتایا گیا کہ مجلس کا ایک وفد جلد ہی وزیر اعظم سے ملاقات کرے گا اور اس بات پر زور دے گا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لئے ستمبر ۱۹۷۴ء آئین میں اتفاق رائے سے جو ترمیم کی گئی تھی اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے ضروری اقدامات میں مزید تاخیر نہ کی جائے۔

آئین میں یہ ترمیم پوری صفحے کے مسلمانوں کی جس طرح اور ایمان افروز جدوجہد کے بعد کی گئی تھی وہ محتاج وضاحت نہیں اور اس کی منظوری کے موقع پر وزیر اعظم مسٹر بھٹو کا یہ کلمہ فخر بالکل بجا تھا کہ ان کی حکومت کو ایک بہت پرانا اور نازک مسئلہ حل کرنے کی متفرد سعادت حاصل ہوئی ہے، اس کے ساتھ انہوں نے قومی اسمبلی میں اپنی تقریر کے دوران میں ان دوسرے متعلقہ اہم معاملات کی طرف بھی جلد ہی مناسب توجہ کرنے کا واضح یقین دلایا تھا جو مسلمانوں کے اس بلیادی مطالبہ کے ذیلی مضمرات کی حیثیت رکھتے تھے، ان میں فوری نوعیت کا معاملہ یہ تھا کہ تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں ملک بھر میں جن علمائے کرام، سیاسی کارکنوں اور دوسرے اصحاب کے خلاف مقدمات درج کئے گئے تھے وہ واپس لئے جائیں، یہ فوری معاملہ بھی تدریجاً اور قسطوں میں ہی حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ابھی تک پوری طرح حل نہیں ہوا کیونکہ گاہے گاہے مختلف مقامات سے ان مقدمات کا سلسلہ ختم کرنے کے مطالبات منظر عام پر آتے رہتے ہیں لیکن بیشتر دوسرے اور نسبتاً کم تر مضمرات ابھی تک تشنہ تکمیل چلے آرہے ہیں، ہماری مراد قادیانیوں کو کلیدی مناصب سے علیحدہ کرنے، ملازمتوں کے سلسلہ میں ان کی آبادی کے تناسب کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ اس صورت حال کو بھی مستقلاً ختم کرنے سے ہے جو قادیانیوں کی طرف سے اپنے آپ کو مسلمان بلکہ بعض مسلمان مسلمانوں سے بھی بہتر مسلمان ظاہر کرنے پر اصرار سے پیدا ہو جاتی ہے۔

پچھلے سال کے شروع میں آئینی ترمیم کی روشنی میں ضابطہ تعزیرات میں مناسب تبدیلی کے لئے ایک مسودہ قانون قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا تھا لیکن ابھی تک اسے منظور نہیں کرایا گیا اور یہی بات اضطراب وتعجب کا باعث بنی ہوئی ہے، یہ امر واقعہ ہے کہ اس دوران میں شناختی کارڈوں، پیشہ ورانہ تعلیم کے بعض اعلیٰ اداروں میں داخلہ، حج عمرہ کے لئے درخواستوں وغیرہ کے سلسلہ میں عقیدہ ختم نبوت پر کامل ایمان کے اظہار کے لئے حلف نامے ضروری قرار دیئے جا چکے ہیں لیکن ضابطہ تعزیرات میں تبدیلی کا مسودہ قانون منظور کرنے میں جو تاخیر ہو رہی ہے اس کی وجہ سے جہاں قادیانی حسب سابق اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہاں انہوں نے طنز وتضحیک کے انداز میں اصل مسلمانوں کو محض آئینی قانونی مسلمان قرار دینے کا بھی اشتعال آفریں سلسلہ شروع کر رکھا ہے اور ان کے بعض اخباروں اور ترجمان جرائد نے تو اس حرکت کو معمول بنا لیا ہے۔

ضابطہ تعزیرات میں آئینی ترمیم کے مطابق تبدیلی کرنے میں تاخیر سے یہ عجیب صورت بھی پیدا ہو گئی ہے کہ جو لوگ آئینی طور پر غیر مسلم قرار پا چکے ہیں وہ نہ صرف اسلام کے تبلیغ ہونے کے دعویدار بنتے ہیں بلکہ ان اسلامی اصطلاحات کو بھی بے دریغ استعمال کرتے ہیں جو عقیدہ وایمان اور تاریخ وروایت کے اعتبار سے صرف اسلام کا حصہ اور مسلمانوں کا ورثہ اور سرمایہ ہیں، قادیانیوں کی طرف سے یہ عمل اور اشتعال آفرین سلسلہ اسی طرح ختم ہو سکتا ہے کہ ضابطہ تعزیرات میں بھی تبدیلی کرنے میں مزید تاخیر نہ کی جائے تاکہ آئین میں تاریخی ترمیم کے اصل مقاصد پورے کرنے کی راہ ہموار ہو سکے۔

[illegible] ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنے [illegible] کا جو [illegible] بنایا ہے اس کو پورا کرنے کی شرف [illegible] کا [illegible] میں پاکستان کو ۱۹۷۴ء میں اپنے [illegible] عقیدہ اور [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ و [illegible] کے لئے باقاعدہ آئینی [illegible] کرنے کی جو سعادت حاصل ہوئی تھی اور [illegible] پایہ تکمیل تک پہنچ جانے کی [illegible] آئینی [illegible] [illegible] [illegible]

غیر مسلم اقلیتوں کی فہرست میں شامل کیا جا چکا ہے، انہیں مرزائی فرقہ کے آرگن روزنامہ الفضل ربوہ نے اعلان کیا ہے کہ ہم شناختی کارڈ اور دوسرے کاغذات میں غیر مسلم لکھنا برداشت نہیں کریں گے، مرزائیوں کا یہ اعلان آئین کی صریح خلاف ورزی ہے اور اس کا نوٹس لینا آئین کے محافظوں کا فرض ہے، تاہم یہ امر واضح ہے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت کی حیثیت سے جو آئینی تحفظ دیا گیا اگر وہ اس حفاظتی بند کو خود توڑنے کی جسارت کریں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ انہوں نے یہ آئینی معاہدہ خود منسوخ کر دیا اس کے بعد ان کی حیثیت شرعاً حربی کافروں کی ہوگی اور مسلمان اسی بات پر شرعاً و اخلاقاً مجبور ہوں گے کہ مرزائیوں سے مکمل سوشل بائیکاٹ کریں۔

دین اسلام اور رنگ و نسل و علاقائیت

خدا جانے ہمارے ارباب اقتدار کو کیا ہو گیا کہ حیرت انگیز حقائق و واقعات سے حیرت نہیں ہوتی؟ غفلت کی انتہا ہو گئی کہ آنکھیں نہیں کھلتیں، اسلامی اتحاد اور اسلامی اخوت کی عالمگیر نعمت کی قدر دانی نہیں اور ہمی لسانی اور مقامی تہذیب و ثقافت کے محدود ترین دائرہ میں سوچتے ہیں اور اس کے احیاء کی کوشش کرتے رہتے ہیں، مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک وحدت اسلامی کی "سلک مروارید" کو چھوڑ کر سندھی، پنجابی اور بلوچی تہذیبوں کے احیاء کی کوشش فرماتے ہیں، جس کے ذریعہ نہ صرف وحدت اسلامی کو پارہ پارہ کرتے ہیں بلکہ پاکستانی جسد ملت کے اتحاد کو بھی پارہ پارہ کر کے مشرقی پاکستان کی دردناک و حسرت ناک اور شرمناک صورت حال کو دعوت دے رہے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسلام نے پہلے قدم پر رنگ و نسل اور وطن کے تمام بتوں کو توڑ کر بے نظیر روحانی رشتہ میں سب روئے زمین کے مسلمانوں کو پرو دیا تھا، پاکستان بنانے کی سب سے بڑی دلیل یہی تھی کہ دنیائے اسلام کی سب سے بڑی حکومت وجود میں آئے گی اور اس کے ذریعہ تمام عالم اسلام کے اتحاد کا روح پرور منظر وجود میں آئے گا۔

اسلام ہی وہ عالمگیر مذہب ہے جس نے جاہلیت قدیمہ و جاہلیت جدیدہ کی لعنتوں کو ختم کیا تھا اور مشرق و مغرب کے مسلمانوں میں روحانی جبل المتین کا وہ رشتہ قائم کیا جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی، یہ وہ طاقت تھی کہ دشمنان اسلام اس سے لرزہ براندام تھے اور اس رشتہ کی برکت سے ایک ہزار برس تک اسلام کا علم لہراتا رہا، دشمنان اسلام نے صدیوں محنتیں کر کے اور کروڑوں روپیہ خرچ کر کے اس کو تباہ کرنے کی ریشہ دوانیاں کیں، یہاں تک کہ خلافت عثمانیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے وہ لیا اور عرب دنیا کو "ترکی بھوت" سے ڈرا کر اتحاد اسلامی کو پارہ پارہ کیا، پھر عرب اتحاد کے خوف سے ان کے سینوں پر معون یہودی حکومت قائم کرا دی، تاکہ وہ بارہ قیامت تک متحد نہ ہو سکیں اور آج جو کچھ نقشہ آپ کے سامنے ہے یہ صدیوں کی سوچی سمجھی ہوئی اسکیم تھی جس کا ظہور ہوا ہے۔

اعدائے اسلام کی امید کے خلاف مسلمانوں کی ایک بہت بڑی قوت پاکستان کی صورت میں دنیائے

سندھ صدیوں کے آئینہ میں

قادیانیت اور عالم اسلام

(ایک سفرنامہ کا اقتباس)(۱)

حج سے پہلے رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری شیخ محمد صالح قزاز صاحب سے حضرت مولانا مدظلہ کی ملاقات ہوئی، مولانا نے ان کو اپنے سفر کے تاثرات سنائے جس پر انہوں نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا اور دعائیں دیں، حضرت مولانا نے ان کو بھی یہ تجویز پیش کی کہ رابطہ کی طرف سے کتاب "موقف الامة الاسلامية من القاديانية" کی صباعت کا انتظام ہو اور اسے بلاد اسلامیہ میں تقسیم کیا جائے، جسے انہوں نے بخوشی قبول کیا اور کتاب کو متعلقہ کمیٹی کے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا۔

موسم حج میں ہر سال رابطہ کی طرف سے "بین الاسلامی مجلس مذاکرہ" منعقد ہوتی ہے، اس مجلس کے اجلاس جاری تھے، شیخ محمد صالح قزاز صاحب نے حضرت مولانا کو اس میں شرکت کی دعوت پیش کی اور اصرار کیا کہ کم از کم اس کے اختتامی اجلاس میں آپ ضرور شرکت فرمائیں، جسے آپ نے قبول فرمالیا، اس "بین الاسلامی مجلس مذاکرہ" میں جن موضوعات پر مقالے پیش کئے گئے وہ یہ ہیں:

① قادیانیت ② غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیتیں

③ اسلام میں عورت کا مقام۔

مجلس کا آخری اجلاس ۵ ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۷۵ء کو عشاء کے بعد رابطہ کے ہال میں شروع ہوا، حضرت مولانا نے بھی اس میں شرکت فرمائی، رابطہ کے حضرات نے آپ کا استقبال کیا اور شیخ محمد صالح قزاز اپنی جگہ چھوڑ کر آئے اور مولانا کو خاص مہمانوں کی جگہ بٹھایا، اس اجلاس میں مسلم اور غیر مسلم ممالک کے سینکڑوں علماء نے شرکت کی۔

اس اجلاس میں مندرجہ بالا موضوعات سے متعلق مجلس مذاکرہ کی خصوصی کمیٹی نے اپنی سفارشات پڑھ کر سنائیں، قادیانیت کے متعلق جو سفارشات پیش کی گئیں وہ یہ ہیں:

بین الاسلامی مجلس مذاکرہ کی طرف سے قادیانیت سے متعلق مقررہ کمیٹی نے بڑے غور و خوض سے قادیانی جماعت کے اغراض و مقاصد کا مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ یہ جماعت بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی جڑیں کاٹ کر مسلمانوں میں اپنے خبیث نظریات پھیلاتی ہے اور اسلام اور مسلمانوں کے عقائد کے خلاف مندرجہ ذیل امور کی مرتکب ہے:

(۱) یہ سفرنامہ جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب سلمہ نے تحریر فرمایا۔

ف۔ اس جماعت کے لیڈر مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

ب۔ اپنے گھٹیا اغراض کے لئے قرآن کریم کی آیات کی تحریف کی۔

ج۔ اپنے آقا انگلستان اور صیہونیوں کو خوش کرنے کے لئے جہاد کے منسوخ ہونے کا اعلان کیا، نیز کمیٹی نے ان عقائد کے بیان اور اجتماعی خصوصیات کا بھی مطالعہ کیا جن کا اس جماعت کی وجہ سے عالم اسلامی کو خطرہ لاحق ہے اور بعض فضلاء کی زبانی یہ سن کر افسوس ہوا کہ یہ جماعت افریقہ، ایشیا، یورپ اور امریکہ کے بعض ممالک میں اپنا کام کر رہی ہے اس لئے یہ کمیٹی مندرجہ ذیل قرار داد پیش کرتی ہے:

① چونکہ رابطہ عالم اسلامی مجلس مذاکرہ ان اسلامی حکومت کو مبارک باد پیش کرتی ہے جنہوں نے قادیانیت کے بارے میں اپنا واضح موقف اختیار کرتے ہوئے اسے غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور یہ مجلس تمام اسلامی حکومتوں اور دینی تنظیمات سے پرزور مطالبہ کرتی ہے کہ وہ بھی یہ اعلان کریں کہ قادیانیت غیر مسلم جماعت ہے اور اسلام کی دائمی تعلیمات کے خلاف ہے۔

② چونکہ اتفاق سے اس وقت نائجیریا کے سربراہ مملکت دیار مقدسہ میں موجود ہیں اور جیسا کہ معلوم ہے کہ نائجیریا میں قادیانی سرگرمیاں بہت تیز ہو رہی ہیں اور اب یہ جماعت وہاں کی یوریا زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع کرنا چاہتی ہے، اس لئے کمیٹی یہ سفارش کرتی ہے کہ علماء افاضل کا ایک وفد تشکیل دیا جائے جو نائجیریا کے صدر محترم سے ملاقات کرے اور ان کے سامنے اس غیر مسلم اور باغی جماعت کے بارے میں امت اسلامیہ کے مؤقف کی وضاحت کرے اور ان سے اپیل کرے کہ وہ ان کے اس خطرناک منصوبے کو پورا ہونے سے روکیں۔

③ مسلمانوں کو مختلف وسائل کے ذریعہ قادیانی لٹریچر پڑھنے سے روکا جائے اور اس لٹریچر کو مسلمانوں میں پھیلانے کا سدباب کیا جائے خصوصاً قرآن کریم کے تحریف شدہ ترجمے۔

④ کمیٹی یہ سفارش کرتی ہے کہ اس غیر مسلم گروہ کی جماعت کی سرگرمیوں پر نظر رکھی جائے اور رابطہ عالم اسلامی اس سلسلہ میں ایک خاص شعبہ قائم کرے جس کا کام اس جماعت کی سرگرمیوں اور اس کی نقل وحرکت پر نگاہ رکھنا اور اس کی مقاومت کے لئے مناسب قدم اٹھانا ہو۔

⑤ جن بلاد میں یہ فتنہ پھیل چکا ہے وہاں کثرت سے اپنے مخلص مبلغین کو بھیجا جائے جو قادیانی مذہب اس کے مقاصد اور اس کے طریقہ کار سے خوب واقف ہوں۔

⑥ جن ممالک میں قادیانی سرگرمیاں موجود ہیں وہاں مدارس، ہسپتال اور یتیم خانے قائم کئے جائیں تاکہ مسلمان بچے ان کے مدارس اور ہسپتالوں میں جانے پر مجبور نہ ہوں۔

⑦ یہ کمیٹی رابطہ عالم اسلامی سے یہ بھی مطالبہ کرتی ہے کہ اسلامی ممالک میں اتنی کتابیں کثرت سے شائع کرے جو اس فرقہ کے خطرات سے آگاہ کرتی ہوں تاکہ مسلمان ان کے فاسد عقائد اور ناپاک اغراض پر مطلع ہو سکیں۔

③ اسلامی حکومتوں سے یہ بھی اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنے ہاں شائع ہونے والی کتابوں کی نگرانی کے لئے ایسے حضرات کا تقرر کریں جو صحیح اسلامی فکر کے مالک ہوں۔

④ ہزاروں مخلص جہلاء یا دھوکے میں قادیانیت کے جال میں پھنس چکے ہیں ان کو نہایت نرمی اور حکمت عملی سے اسلام کی دعوت دی جائے اور اس سلسلہ میں مذہب تقابل اور اصول دکام میں ان کی رہنمائی کی جائے۔ وباللہ التوفیق۔

حرمین شریفین میں متقی علمی اور دینی شخصیات کے علاوہ دوسرے ممالک سے آئی ہوئی شخصیت سے بھی ملاقاتیں ہوئیں اور ان سے اس موضوع پر تبادلہ خیالات ہوا اور ان کو مذکورہ کتاب پیش کی گئی ان ممالک میں جاپان، انڈونیشیا، ملایا، فلپائن، ہندوستان، شام، عراق، اردن، لیبیا، تانگانیکا، یا، سیرالیون، ماریشس، ٹرینیڈاڈ، ٹوبیگو، افریقہ اور ترکی قابل ذکر ہیں۔

وصلی اللہ علی سیدنا محمد خاتم النبیین وآلہ واصحابہ وسلم

[ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ ص ۱۹۔]

طاغوتی قوتوں کی اسلام دشمنی

اس پر آشوب دور میں علمی وعملی فتنوں کا سیلاب ہر طرف سے امڈ رہا ہے کوئی گوشہ ایسا نہیں، جہاں سے کسی نہ کسی فتنہ کا پیش نہ اٹھتا ہو، اور جس طرح اسلامی حکومتوں کے خلاف تمام طاغوتی طاقتیں متحد ہو کر تیار کر رہی ہیں کہ ان اسلامی دولتوں کو صفحۂ ہستی سے حرف غلط کے طرح مٹادیں اسی طرح یہ حکومتیں کمزور کرنے کے لئے ان افکار کے ذریعہ بھی کی جدوجہد میں مصروف ہیں کہ کسی طرح دین اسلام کے کسی بھی خدوخال کو صحیح باقی نہ رہنے دیا جائے، بڑی بڑی طاقتیں اور بڑی بڑی تنظیمیں اور بڑی بڑی تحریکیں اس کام میں مشغول ہیں کہ کسی طرح اسلامی شعائر اور اسلامی خصوصیات مٹ جائیں، بڑی بڑی خطیر رقمیں اس کام کے لئے لگائی جارہی ہیں اور ایسے مشنری مدارس جو مستشرقین کی تربیت میں اپنے اتحاد سے بھی کوسوں بعد ہو چکے ہیں ان کو منتخب کر کے ان کے ذریعہ یہ کام لیا جارہا ہے، ان ملعون طاغوتی طاقتوں کو اصل دشمنی دین اسلام سے ہے اور وہ اسلامی حکومتوں کو ختم کرنا کیوں ضروری سمجھتی ہیں کہ ان حکومتوں سے صحیح اسلام کی روح نکال دیں، اس مہم کو کامیاب بنانے کے لئے وہ ان پر بڑی تیزی کے ساتھ کام کر رہی ہیں۔

ایک یہ کہ ایسی نسل جو دینی اقدار، دینی مقاصد اور دینی مسائل سے نا آشنا ہے اس سے وہ مٹے اسلامی ایسی تعمیر کی جائے کہ اگر کسی کو صریح پر اسلامی لیبل لگا دیا جائے تو وہ اس کو اسلام سمجھنے لگے، دوسری طرف اہل حق اور ارباب دین میں مختلف ذرائع سے اتنا شدید اختلاف واقتشار پیدا کر دیا جائے کہ ان کی قوت مفلوج ہو کر رہ جائے۔ ظاہر ہے کہ جب محمد بن قاسم بننے والے کسی اور دھندے میں مشغول ہوں گے تو اسلام کو فتح کرنے کا ان سے نہ اور کوئی موقع نہیں آئے گا۔

اعدائے اسلام کی ریشہ دوانیوں کا سبب

درحقیقت اعدائے اسلام کی ریشہ دوانیوں کا سبب تمام اسلامی ممالک میں (پاکستان ہو یا انڈیا یا مصر ہو یا مراکش والجزائر) مسلمانوں کی غفلت اور اسلام سے تعلق کی کمی ہے۔ کسی جگہ نہ دین اسلام کی علمی روح باقی رہی، نہ عملی قالب سالم باقی رہا، پھر برائے نام اسلام کا کوئی مشرب ہو یا وہ مستعد نہیں۔ پھر ان سب پر مستزاد یہ فتنہ ہے کہ اسلام کے نادان دوست نہ معلوم نادانستہ یا دانستہ کسی خود غرضی کی بنا پر خدمت اسلام کے نام پر اسلام کی جڑیں اکھاڑ رہے ہیں۔ فیا عجبا یہ الاسلام!

فتنۂ انکار حدیث (فتنۂ پرویزیت)

نہ معلوم نہیں کہ فتنۂ انکار ختم نبوت کے بعد اس سرزمین میں سب سے بڑا فتنہ انکار حدیث کا پیدا ہوا جو عام طور سے فتنہ پرویزیت کے نام سے معروف ہے اور جس نے اسلام کے بنیادی اصول تمام مسائل کو مجروح کرنے کی کوشش کی، عقائد، عبادات، اخلاق، اعمال، شعائر اسلامی، معاشرت اسلامی، اقتصادی نظام وغیرہ کسی چیز کو بھی نہیں چھوڑا، جس کو مجروح نہ کیا ہو اور اپنے زعم باطل میں اسے ختم نہ کیا ہو۔ آخر مجبور ہو کر علماء حق نے اپنی مسئولیت کے پیش نظر ان کفریات سے نقاب اٹھایا اور حق کو واضح کیا۔

سکندر مرزا کے عہد حکومت میں ۱۹۵۸ء میں جو کھوکھر ہور میں ہوا تھا اور تمام اسلامی ملکوں کے ارباب علم موجود تھے، جب پرویز کے مقالات سامنے آئے تو مصری، شامی، مغربی وغیرہ تمام اہل علم نے ان کے خلاف متفقہ آواز اٹھائی کہ یہ صریح کفر ہے اور اسلام سے نابلد یہ صریح کفر قابل برداشت نہیں۔ اس موقعہ پر غلام احمد پرویز کی جو رسوائی ہوئی وہ اپنی نظیر آپ تھی، جس کی وجہ سے سکندر مرزا کا سارا کھیل ناکام رہا اور اس طرح پاکستان کے لاکھوں روپے غارت ہو گئے۔ اس ناکامی کے بعد امریکن فاؤنڈیشن کمیٹی نے فوراً ہی دوسرا ٹھوکر اپنی میں منتقل کر لیا لیکن اس کو بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ لیکن افسوس اور صد افسوس کہ آج دوبارہ وہی باب قلم جس پر حسن ظن بھی رہتا ہے نہ معلوم کیوں خامہ فرسائی کر رہے ہیں کہ پرویز سے اختلاف فروعی ہے اور علماء کو تکفیر کا فتویٰ واپس لے لینا چاہئے اور کسی جدید تالیف میں چند باتیں اپنے مزاج کی دیکھ کر اس کی تعریف میں رطب اللسان ہو گئے۔ نامہ پرویز صاحب کی یہ نئی کتاب جس سے متاثر ہو کر ہمارے بعض ارباب قلم علماء کو فتویٰ واپس لینے کا مشورہ دے رہے ہیں ابھی تک ہماری نظر سے نہیں گذری۔ اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں اسلام کے بارے میں کیا کچھ لکھا گیا ہوگا تاہم فرض کر لیجئے کہ یہ کتاب صحیح حقائق سے لبریز بھی ہو اور کوئی بات اس میں کفر کی نہ بھی ہو لیکن جب تک تمام سابق ریکارڈ کی جو کفریات سے مالا مال ہے مسٹر پرویز تردید نہ کریں تو ایک کتاب میں چند اچھی باتیں لکھ دینے کو کیسے رجوع الی الحق سمجھ لیا جائے؟ کیا ارباب کفر اور دشمنان اسلام تمام باتیں کفر کی کرتے

ہیں؟ نہیں بلکہ بسا اوقات اچھے اچھے حقائق بھی ظاہر کرتے ہیں، کائنات اور کونیات ربانیہ کے اسرار و رموز خفیہ ظاہر کرتے ہیں اور اس کائنات کے حقائق باطنیہ سے پردے اٹھا کر تمام عالم کو ان سے روشناس کراتے ہیں، لیکن یہ حقائق اپنی جگہ اور ان کا کفر اور کفریہ کارنامے اپنی جگہ، کیا ضروری ہے کہ جھوٹا آدمی ہر بات جھوٹی ہی کیا کرے؟ ہر گز نہیں، تو پھر چند باتوں کے پسند آنے سے سابق کی تمام مخلصانہ باتیں کیسے صحیح ہو جائیں گی؟

پرویزی تحقیقات ملحدانہ پر ایک نظر

ہم یہاں مسٹر پرویز کے کراچی کے چند قصرے پیش کرتے ہوئے اہل عقل و انصاف سے اپیل کرتے ہیں کہ براہ کرم ان پرویزی تحقیقات پر دوبارہ نظر ڈالیں اور پھر خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ کیا یہ فروعی مسائل ہیں یا اسلام کے بنیادی اصولی اساسی مسائل ہیں؟ جن کی جڑوں پر مسٹر پرویز نے تیشہ چلا کر پورے اسلام کو کاٹنے کی کوشش کی ہے، حوالہ جات بغرض اختصار نہیں دیئے مگر تفصیلات کے لئے مدرسہ عربیہ اسلامیہ کی شائع کردہ کتاب "علماء امت کا متفقہ فتویٰ پرویز کافر ہے" کا مطالعہ کیا جائے۔

① قرآن کریم میں جہاں اللہ و رسول کا ذکر آیا ہے اس سے مراد مرکز نظام حکومت ہے۔

② رسول کو قطعاً یہ حق نہیں کہ لوگوں سے اپنی اطاعت کرائے۔

③ رسول کی اطاعت نہیں کیونکہ وہ زندہ نہیں۔

④ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ اب نبی میں انقلاب شخصیتوں کے ہاتھوں نہیں بلکہ تصورات کے ذریعہ رونما ہوا کرے گا۔ اب سلسلہ نبوت ختم ہو گیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اب انسانوں کو اپنے معاملات کے فیصلے آپ کرنے ہوں گے۔

⑤ اب رہا یہ سوال کہ اگر اسلام میں ذاتی ملکیت نہیں تو پھر قرآن میں وراثت وغیرہ کے احکام کس لئے دیئے گئے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن انسانی معاشرے کو عبوری دور کے لئے بھی ساتھ ساتھ راہنمائی دیتا چلا جاتا ہے، ورثہ، قرضہ، لین دین، صدقہ خیرات سے متعلق احکام عبوری دور سے متعلق ہیں۔

⑥ صحیح قرآنی خطوط پر قائم شدہ مرکز ملت اور اسکی مجلس شوریٰ کا حق ہے کہ وہ قرآنی اصول کی روشنی میں صرف ان جزئیات کو مرتب کرے جن کی قرآن نے کوئی تصریح نہیں کی، پھر یہ جزئیات ہر زمانہ میں ضرورت پر تبدیل کی جا سکتی ہیں، یہ اپنے زمانہ کے لئے شریعت ہیں۔

⑦ جس اصول کا میں نے اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے وہ قانون اور عبادت دونوں پر منطبق ہوگا، نماز کی کسی جزئی شکل میں جس کا تعین قرآن نے نہیں کیا اپنے زمانے کے کسی تقاضے کے ماتحت کچھ ردوبدل اگر ضروری سمجھے تو وہ ایسا کرنے کی اصولاً مجاز ہوگی۔

⑥ "حماقوں کو قرآن سے دور رکھنے کے لئے جو سازش کی گئی اس کی بنیاد یہ تھی کہ قرآن کے ساتھ رسول کا بھی نام لیا جاتا ہے اس لئے رسول کے ارشادات کو قرآن سے الگ کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ جو قرآن میں محفوظ ہے ایک اور وحی بھی تھی جو حدیث کی روایات میں ملتی ہے۔ دیکھتے دیکھتے روایت کا ایک انبار جمع ہو گیا اور اسے اتباع سنت رسول اللہ قرار دے کر امت کو اس میں الجھا دیا گیا۔ یہ تھی وہ چیز جس نے امت کو مذہب کی بنیاد وحی کی بجائے متضاد کتابوں کا انبار فراہم کر دیا۔ قرآن سے ماخوذ قرآن کی مکمل تشریح کی بجائے ان احادیث مقدسہ سے جو حدیث کی سب سے زیادہ مستند کتابوں میں محفوظ ہیں اور جو صدیوں کی غلط بیانیوں اور دانستہ اندیشی سے ہمارے دین کا جز بن گئی ہیں۔ اسلام میں کچھ اور باتیں ملا لیجئے اور ہاتھ ملا لیجئے، جنت مل گئی، وہ مسلمان جو یہ مصالحہ فراہم کرتے ہیں آج ان دونوں سے بہت پیچھے اندھیری گلی میں پہنچ گئے ہیں اور اب سمجھ میں آیا ہے اور سمجھ لیجئے جنت جا رہے ہیں۔

⑦ اور آج جو اسلام دنیا میں مروج ہے وہ دراصل قرآن کا مذہب ہے جو وہ آلہ دین ہے اس کا دین نہیں۔

⑧ فحشاء عبارت ہے ان حرکات سے جنہیں انسان اپنے اندر محسوس کرتا ہے اس سے تو انسان خود بھی واقف ہے اور حقیقت انسان کی اپنی فطرت عالیہ کے اعلیٰ کی اطاعت ہے۔

⑨ قرآن کا اصل کام صرف وحی رکھنے سے بجائے ہمیشہ مستقبل کو سامنے رکھنے کی تاکید کرتا ہے اس کا دین ایمان پر ہے۔

⑩ ہم جان مرنے کے بعد کی جنت اور اس مقامات نہیں انسانی ذات کی نہایت ہیں۔

⑪ ملائکہ سے مراد وہ نفسیاتی محرکات ہیں جو انسانی قلب میں اثرات مرتب کرتے ہیں۔ ہر انسان کے سامنے لکھنے کے مراد یہ ہے کہ یہ قوتیں جنہیں انسان خود محسوس کر سکتا ہے انہیں انسان کے سامنے لکھا ہوا پاتا ہے۔

⑫ آدم کوئی خاص فرد نہیں تھا بلکہ وہ انسانیت کا تمثیلی نام ہے تو ہم آدم کی خاص فرد کا قصہ نہیں بلکہ انسانی زندگی کی داستان ہے جسے قرآن نے تمثیلی انداز میں بیان کیا ہے۔

⑬ رسول اکرمؐ کو قرآن نے معجزے نہیں دیئے۔

⑭ معراج اس خواب کا نام ہے جو آپ کو ضروری شب ہجرت کا دیا گیا ہے اس طرح آپ کی مدینہ کی ہجرت ہوئی تھی آپ نے معراج کا تذکرہ فرمایا۔

⑮ تمام انبیاء نے یہ سب کچھ اس طرح سے کیا کہ وہی جو آپ نے کیا اور انہوں نے تمام زندگی اسی کے لئے وقف کر دی اور ان کے معجزوں میں جو ایمان بتایا۔

⑯ اب ہماری صلوٰۃ وہی ہے جو مذہب میں پوجا پاٹ یا الٰہ کو خوش کرنے کی ملاتی ہے وہ سب وہی ہیں جنہیں مذہب میں بدعت کہتے ہیں۔ نکاح وہی شے ہے جسے مذہب والوں نے بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ اسلام مذہب کی دنیا ہے آپ نے دیکھا کہ اس نے دین (انجام زندگی) بلکہ مذہب کی ہر وہ کیل اور کانٹے سے پاک کر

ہے نہ عقل و بصیرت سے کچھ واسطہ۔

⑭ قرآن کریم نے نماز پڑھنے کے لئے نہیں کہا بلکہ قیام صلوٰۃ یعنی نماز کے انعقام کے قیام کا حکم دیا ہے، عجم میں مجوسیوں کے ہاں پرستش کی رسم کو نماز کہا جاتا تھا لہٰذا اسلامی تہ کی جگہ نماز نے لے لی۔

⑮ زکوٰۃ اس ٹیکس کے علاوہ اور کچھ نہیں جو اسلامی حکومت مسلمانوں پر عائد کرے، اس ٹیکس کی کوئی شرح متعین نہیں کی گئی۔

⑯ حج عالم اسلامی کی بین الملی کانفرنس کا نام ہے، اس کانفرنس میں شرکت کرنے والوں کے خورد و نوش کے لئے جانور ذبح کرنے کا ذکر قرآن میں ہے۔

⑰ یہ عقیدہ کہ بلا سمجھے قرآن کے الفاظ دہرانے سے ثواب ہوتا ہے یکسر غیر قرآنی عقیدہ ہے، یہ عقیدہ درحقیقت عبد سحر کی یادگار ہے۔

یہ چند کفریات مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ذکر کئے گئے، ان کے حوالہ جات اور پوری تفصیل اور ان کے جوابات اور جوابات کی تصدیق پر علماء امت کے دستخطوں کے لئے مکمل اور مفصل کتابی صورت میں فتویٰ ملاحظہ فرمائیں، خدارا انصاف پرویز کی ان تصریحات کو سامنے رکھ کر بتایئے کہ اللہ و رسول، اطاعت اللہ و رسول، جنت، دوزخ، یوم آخرت، ختم نبوت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، تلاوت قرآن، قربانی اور تقدیر سے انکار، شریعت اسلامیہ کے منسوخ ہونے کا دعویٰ، احکام قرآن محض عبوری دور کے لئے تھے، اب ان کا حکم باقی نہیں، وراثت خیرات و صدقہ وغیرہ وغیرہ تمام احکام وقتی تھے اب مرکز ملت کو اختیار ہے کہ جو فیصلہ صادر کرے حق ہے، الغرض آخر اسلام کی کون سی چیز باقی رہ گئی جس پر مسٹر پرویز نے ہاتھ صاف نہ کیا ہو حدیث تو ہمیشہ سازش ہے، حدیث کا انبار بے معنی چیز ہے اور اب جو اسلام مسلمانوں کے پاس ہے وہ سب افسانہ عجم ہے، وغیر ذلک من الھفوات والاکاذیب۔

بتایئے کیا یہ مسائل فروعی مسائل ہیں؟ اور اگر یہ فروعی مسائل ہیں تو اصولی مسائل کیا ہوں گے اور کیا تکفیر کبھی بھی فروعی مسائل کے انکار سے ہوتی ہے؟ قرآن حدیث، تمام عبادات، تمام احکام شرعیہ، بیک جنبش قلم ختم کر دیئے گئے پھر بھی سب اچھا ہے اور اسلام بخیر ہے! اسلام کی قریبی تاریخ میں مرزا کے سوا آج تک اتنا بڑا ملحد پیدا نہیں ہوا جس نے بیک وقت تمام شریعت کی اس طرح تحریف کی ہو، گویا مرزا غلام احمد قادیانی کی روح چودھری غلام احمد پرویز میں آ گئی ہے، ڈائرکٹر فضل الرحمٰن سابق ڈائرکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی یہ سب ایک طرح کے دین اسلام کو مسخ کرنے والے ہیں، افسوس کہ اسلام اتنا غریب الدیار بن گیا ہے کہ جو بے رحم زندیق الحاد آئے اسلام کو ذبح کرے، جس طرح چاہے اس کی شہ رگ پر کند چھری چلائے کوئی چھڑانے والا نہیں! ہاں، ان ملاحدہ کو کوسنے والے خالص انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تصور بھی اس کا نہیں ہو سکتا تھا کہ پاکستان کی سرزمین پر ایسے ایسے گمراہ و ملحد اس آزادی کے ساتھ اسلام کی گردن پر چھری چلائیں گے کہ کوئی آہ بھی نہ کر سکے گا، ایک طرف یہ دردناک صورت حال ہے، دوسری

[illegible] اسلامی تعلیمات اور محبت رسول ﷺ پر مشتمل ہے جس کی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمان اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی اشاعت کے لئے مختلف زبانوں میں اس کے تراجم کئے گئے۔ اسی طرح ایک صدی قبل انگریز کے سامراجی دور میں مرزا غلام احمد قادیانی نے مسلمانوں کی محبت رسول ﷺ کے جذبہ کو ختم کرنے کے لئے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں مختلف مناظر رفیا غربۃ الاسلام و بیاضیۃ المسلمین۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور اس مملکت پاکستان کی سرزمین کو صحیح اسلام کا گہوارہ بنائے اور ایسی مثالی حکومت قائم فرمائے جو تمام عالم اسلام کی دینی و سیاسی قیادت کر سکے۔

اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف یہودی زہر آلودہ ذہنیت

ایک عرصہ سے پاکستان میں امریکہ کے ایک یہودی مصنف کی ایک کتاب درآمد کی جا رہی ہے جس کا نام ہے "جیول ان دی لوٹس" (JEWEL IN THE LOTUS) جس کا ترجمہ ہے "کنول میں ہیرا" اس کتاب کے مصنف کا نام ہے ہیوسٹن سمتھ۔ یہ کتاب کیا ہے؟ یہودی ذہنیت کی رذیل ترین مثالوں میں سے ایک مثال ہے۔ آج تک اس قدر اخلاق سے ساقط معیار پر اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف زہر آلود ذہنیت کا مظاہرہ کسی نے بھی نہیں کیا۔ افسوس کہ ایسی رسوائے عالم کتاب کا داخلہ پاکستان میں کیسے ہوا؟ نوائے ہدایت آزادی سے یہاں فروخت ہو رہی ہے۔ نہ معلوم کہ اربابِ اقتدار کیسی تکلیف دہ غفلت میں مبتلا ہیں۔ بہر حال جمعیۃ المشائخ نے فراہم کردہ اقتباسات معترجم اور انتقادی نوٹ یہاں دیا جاتا ہے، پڑھئے اور ہوشیار کہ ظلم و ستم اور مسلمانوں کی بے حسی اور مخلصانہ شعاری کی داد دیجئے۔

نام کتاب "جیول ان دی لوٹس" (JEWEL IN THE LOTUS)

تصنیف: ہیوسٹن اسمتھ ایڈورڈ ارلنڈن۔

کتاب مذکور جس کی پہچان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کسی ایسے ملک سے پاکستان میں برآمد کی جا رہی ہے اور جس میں جناب نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام، اسلام، صحابہ کرام اور ہمارے قابل قدر اسلاف کے متعلق انتہائی غلیظ، فحش، گندی اور بازاری زبان استعمال کی گئی ہے۔ اسلام نے مسلمانوں خاص کر علماء و یہود نے اسلام کے متعلق جو کچھ آج تک لکھا ہے وہ کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں لیکن جو مواد اس کتاب میں ہے اس سے قبل اس قدر دیدہ دلیری کسی دشمن بدبخت اور بدبخت انسان نما درندے نے نہیں کی۔ اس کتاب سے نہ صرف مسلمانان پاکستان ہی کے نہیں مسلمانان عالم کے دل بھی تجروح ہوئے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ جہاں حکومت کے کارندے سابقہ اربابِ اقتدار کے خلاف ایک نقطہ برداشت نہیں کرتے اور ادنیٰ تحریر جو کسی لیڈر کے متعلق لکھی گئی ہو اسے فوراً دبوچ لیتے ہیں اور تحریر کو ضبط کر لیا جاتا ہے لیکن ایسی کتاب جس میں پیغمبر اسلام کے متعلق یاوہ گوئی کی گئی ہو بڑے آرام سے سرحد پار کر کے اس مملکت اسلامیہ میں داخل ہوتی ہے اور برسرِ عام فروخت ہوتی ہے لیکن اس کی آمد پر نہ تو متعصب یہود کے کانوں پر جوں رینگتی ہے اور نہ ہی ایوانوں میں کوئی بے چینی یا اضطراب پیدا ہوتا ہے۔

ہم حکومت وقت سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ جلد از جلد اس کتاب کو ضبط کرے اور خدارا ایک ایسا بورڈ بنائے جو خاص طور پر ایسے لٹریچر پر نگاہ رکھے۔

ہم عاشقان رسول اللہ سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ کتاب کی ضبطی کے لئے پرامن احتجاج کریں اور حکومت پر زور دیں کہ اس کتاب کو ضبط کرے اور برطانوی حکومت کے نمائندوں کو یہ ثابت کردیں کہ مسلمان ابھی زندہ ہے اور اپنے پیغمبر اسلام کے خلاف کسی قسم کی توہین برداشت نہیں کرسکتا''۔

SOME OF THE EXTRACTS TAKEN FROM THE BOOK WRITTEN BY A JEW ALLEN EDWARDS, PRINTED BY TANDEM BOOK LTD. LONDON. THE TITLE OF THE BOOK IS 'JEWEL IN THE LOTUS'!

1. The golden crescent of El Islam denoted Vulva. Elmehrab in the mosques and sacred black stone of El Kaaba in Mecca are symboles of female Genitalia.
Page 55.

2. The Arabs in all seriousness pledged 'I swear upon the Cullions of Lord Mohammad' page 73.....

3. The Minarets sleek and white is most architectural phallic in origin. The Star of Islam is representative of sexual conjunction.
Page 81.....

4. One of the ninety nine names of God 'Elfutooh' the opener proclaims his divine command over the Vulva of Maidenhood.
page 93.....

5. In Elhijaz province of Saudi Arabia women and boys flock outside Mecca and Medina clamouring to sell their bodies to pilgrims were thereafter allowed to revel in the debauchery as their rewards. Page 126.....

6. Pilgrimage to Mecca is not completely perfected

saved by copulation with the camel. Page 240 .

7. Guest Harlotry, thus excused by the Prophet, soon made its appearance. The custom of lending wives and daughters to guests proved lucrative to the lazy 'Deyyose' who did nothing but, to entertain wealthy guests Page 128.....

8. This tail never ends like the entrails of Omar. This road never ends and as long as the puzzle of Omar. This black guard is like Omar, born without anus and suckled on the blood Page 216.....

9 Tipoo saheb, the demented tiger of Mysore took pains to capture the children of Europeans, then when he felt the urge he ordered them into his private chamber . In emulation of Turks, Tipoo saheb sought and tried every method of gratification known to man. Women had long ago satiated the tiger, and was tired of men and boys as well. Taking a large goose he said 'you must one day try this: it is wonderfully singular He (Tipoo) was also wont to display his ability with sows and goats.
Page 222/223.

ترجمہ:

① اسلام کا مشہور و بدنام عورت کی جانے مخصوص کی ماننے ہے اور مسجد میں خراب کھیل شروع ہوئی
بھی عورت کے خاص مقامات کی نشاندہی ہوئی ہے۔

② عرب کی بہت سخیدگی سے مخصوص کیے گئے سوں پاک (قربانی جانور) کے فضلوں کی قسم ہے۔

③ مسجد کے صحن اور پتے چنار کے مردانہ عضو تناسل سے مشابہت رکھتے ہیں اور علامہ شاہ رخ
ہاتھ میں تسبیح کی طرح گھماتا ہے۔

④ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے اونٹ کی مادہ کو حلال قرار دیا ہے جس سے ایک مقبول ہے جس کے
سبب اونٹنی سے جنسی مقامات کھولے۔

⑤ ہندوستان کی عرب نے حرم پالیاں لڑکیاں اور لڑکے مہیا کرنے کے لیے مہمان نوازی کے

لئے اکٹھے ہو جاتے، بعد ازاں زائرین کو چھوارا تمام ان سے طلف اندوز ہونے کی اجازت دی جاتی۔ صفحہ: ۱۶۶۔

⊙ مکہ میں حج تب تک مکمل تصور نہیں کیا جاتا جب تک زائرین اونٹ کے ساتھ بدفعلی نہ کرتے۔ صفحہ: ۲۴۔

⊙ مہمانوں کو لڑکیاں پیش کرنے کی رسم جیسا کہ پیغمبر (توبہ نعوذ باللہ) نے اجازت دی تھی جدید مہمانوں کو لڑکیاں اور بیویاں پیش کرنے کی رسم کا اس اور ذلیل میزبان کے لئے نہایت نفع بخش کاروبار بن گیا جو اپنے دولت مند مہمانوں کو خوش کرتا تھا۔ صفحہ: ۱۲۸۔

⊙ یہ کہانی (خاکم بدہن) حضرت عمر کی افترایوں سے بھی لمبی ہے اور نہ ختم ہونے والی ہے، یہ مذاق اتنی لمبی ہے جتنی کہ عمر کا عضو یہ کالا حبشی حضرت عمر کی طرح ہے کہ بغیر مقعد کے پیدا ہوا اور خون پر پلا ہوا۔ صفحہ: ۲۱۲۔

⊙ نیپو صاحب میسور کا ذلیل شیر بڑی جدوجہد کرکے یورپی بچوں کو مرتد کرتا اور جب بھی خواہش ہوتی تو انہیں اپنے شب خوابی کے کمرے میں بلواتا، ترکوں کی طرح نیپو صاحب نے اپنی جنسی شہوت کی تسکین کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا، عورتوں سے بہت مدت سے دل بھر چکا تھا اور مردوں اور بچوں سے بھی تھک چکا تھا ایک دن اس نے ایک بڑا انوکھا چکر کیا کہ ایک دن میں اس کو بھی استعمال کروں گا وہ (نیپو) سوریوں اور بکریوں کے ساتھ بھی بدفعلی کرتا تھا۔ صفحہ: ۲۲۲۔ ۲۲۳۔

| جمادی الاخری ۱۳۹۴ھ جولائی ۱۹۷۴ء |

مفتی محمود صاحب کی وزارت علیا

الحمد للہ کہ پاکستان کی تاریک گھٹاؤں کے اندر بھی کبھی سورج کی شعاعیں نظر آجاتی ہیں اور مایوسیوں کے تہہ بہ تہہ بادلوں میں بھی آچھا امیدکی کرنیں پھوٹ پڑتی ہیں۔

خدا کا شکر کہ اس جدید مایوس کن دور میں ایک دفعہ پھر امید پیدا ہوگئی کہ شاید یہ ملک اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہو سکے، صوبہ سرحد میں وزارت علیا کے منصب پر ایک عالم اور صحیح عالم جلوہ افروز ہوا ہے اور خوشی ہے کہ عصر حاضر کے دینی و سیاسی تقاضوں سے بھی موصوف کو حظ وافر ملا ہے، سیاسی مجالس میں اپنے حریفوں سے برابر اپنا لوہا منوا چکے ہیں، سب سے بڑا فائدہ اس ملک میں یہی رہا ہے کہ جو سیاست دان ہیں اور نظام مملکت کا شعور رکھتے ہیں وہ دین سے بے بہرہ اور بے خبر ہیں اور جو مسند علم و دین پر متمکن ہیں وہ عصر حاضر کے سیاسی تقاضوں سے بے خبر اور نابلد ہیں، اسلام کے قرون اولیٰ اور قرون اخیرہ میں یہی بنیادی فرق رہا ہے۔

منصب وزارت پر فائز ہوتے ہی ام الخبائث (شراب) کی کلی طور پر ممنوعیت کا اعلان کیا گیا ہے اور تمام قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا عزم فرمایا گیا ہے تو قع ہوگئی کہ ان شاء اللہ العزیز صوبہ اسلامی شعائر کی

خلافت میں گوئے سبقت لے جائے گا اور پنجاب وسندھ وبلوچستان کے لئے بھی باعث عبرت ہے گا۔ اگرچہ طاغوتی طاقتیں بدحواس ہو رہی ہیں، کوئی یہ احمقانہ اعلان کرتا ہے کہ شراب پر بندش انسانی بنیادی حقوق کے خلاف ہے، ان احمقوں کو اب تک انسانی بنیادی حقوق کی ہوا بھی نہیں لگی، کوئی یہ کافرانہ صدا بلند کرتا ہے کہ شراب کو بند کر کے غیر مہذب دنیا کی طرف لوٹایا جا رہا ہے، کوئی یہ اعلان کرتا ہے کہ مسیحیوں کے لئے تو شراب حلال ہے ان پر پابندی کیسے برداشت ہوگی، الغرض شیاطین سب قرار ہو گئے ہیں بظاہر طرح طرح کی باتوں پر اتر آئے ہیں، کوئی دریدہ دہن سیاسی شعبدوں کے ذریعہ موصوف کو ناکام بنانے کی تدبیروں میں لگا ہوا ہے اگر حق تعالیٰ کا فیصلہ اس امت پر رحمت نازل فرمانے اور غضب سے بچانے کا ہو چکا ہے تو یہ تمام سازشیں ناکام ہوں گی اور ضرور ہوں گی اور اگر اس بدنصیب ملک کے حق میں تباہی مقدر بن چکی ہے، خاکم بدہن تو تمام اصلاحی کوششیں ناکام رہ جائیں گی۔

بہرحال دعا ہے کہ حق تعالیٰ حکومت سرحد کو اپنے مبارک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے اور کتاب وسنت پر مبنی صحیح قانون رائج کرنے کا راستہ اور پاکستان صحیح معنی میں اسلامی مملکت بنے، سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ملک میں ناپاک سیاست کا حلقہ ایسا ہوا کی طرح پھیل گیا ہے کہ ہر نیک اور اچھی سے اچھی تحریک وصاف سیاسی مصالح کے پیش نظر ناکام بنانے کی پوری کوشش کی جاتی ہے، بہرحال جو کام آج تک مرکز میں نہ ہو سکا وہ پاکستان کے ایک گوشے میں ہی ہو جائے تو بڑی غنیمت ہے ممکن ہے کہ مرکز کے لئے اور بقیہ صوبوں کے لئے یہ ایک سبق آموز درس ہو جائے، اس وقت ہر اس شخص کے لئے جس سے اسلام چھپا ہوا انتہائی مسرت اور شکر گذاری کا مقام ہے کہ سرحدی وزارت اعلیٰ پر فائز ہونے کا ایک ایسی شخصیت کو منجانب اللہ موقع ملا ہے جس کی طویل زندگی کا پورا حصہ درس وتدریس میں گذرا ہے اور ایک دینی علمی درس گاہ کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس بھی رہے ہیں، صاحب بصیرت، وباذاق فقیہ ہیں، محقق عالم ہیں، صاحب قلم ہیں، مجالس عامہ میں اظہار مافی الضمیر پر غیر معمولی قدرت رکھتے ہیں، سیاسی داؤ پیچ سے بخوبی واقف ہیں، دینی سیاست کے ماہر ہیں، منصب کے بھوکے نہیں ہیں، جاہ ومنصب اور وجاہت کے تصور سے بھی بالاتر ہیں، شاید قرون خیر کی اسلامی تاریخ میں اس کی نظیر نہ ملے کہ اس منصب پر ایسا شخص برسر اقتدار آیا ہو، الحمد للہ جو کچھ کر رہا ہوں انتہائی احتیاط اور بصیرت کے ساتھ کر رہا ہوں اور تجربے سے بہرہ ہوں، ضرورت اب اس بات کی ہے کہ ایسے آزمودہ کار مشیر اور اچھے رفقاء اور اعوان وانصار جو توفیق الٰہی سے مل گئے ہیں جمع ہو جائیں جو اس کے عزائم واردات کی تکمیل میں سچے دل سے پوری جدوجہد کریں، تاکہ اسلامی قانون کے اثرات وبرکات سے تمام ملک بہرہ اندوز اور سرفراز ہو، اعداء اسلام کو کہنے کا موقع نہ ملے کہ یہ اسلامی قانون ایک پسماندہ دستاویز ہے، اس دور میں نہیں چل سکتا، زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ ناکامی نظام وتدبیر کی ہوتی ہے مگر بدنامی اسلام کے نام پر تھوپ دیتے ہیں، الغرض پاکستان سے لے کر لندن وامریکہ تک تمام اسلام دشمن اور

پاکستان دشمن قوتیں حیران ہیں کہ یہ کیا ہو گیا؟ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ اپنے فضل و کرم سے ہماری اس تمام کوشش کو مثمر فرمائے اور امت مسلمہ کو صحیح فکر و عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

بلوچستان وزارت

افسوس ہے کہ بلوچستان میں اس معیار پر وزارت نہ بن سکی، بعض ایسے حضرات منصب وزارت پر جلوہ افروز ہوئے ہیں جن میں اگر چہ دین و علم کا جذبہ ضرور ہے لیکن اس کے ساتھ جس عقل و تدبر اور سیاسی شعور و جرأت کی ضرورت ہے وہ مفقود ہے، کسی زمانہ میں کہا گیا ہے کہ "یک من علم را دو من عقل باید" اس وقت تو یہ جذبہ عمل نہ ہوگا کہ "یک من علم را صد من عقل باید" اس وقت اگر ان علمائے دین نے جو منصب وزارت پر فائز ہوئے ہیں حکومت کے صحیح تقاضوں کو پورا نہ کیا تو بدقسمتی سے یہی سمجھا جائے گا کہ اسلامی قوانین اس دور میں نہیں چل سکتے، اس لئے ہر بھی انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے کہ ایسی صورت پیش نہ آئے، ورنہ اسلام اور تمام مسلمانوں کی رسوائی ہوگی، خدا کرے کہ ہمارے خسرانوں کی نیتیں بھی درست ہو جائیں، اگر مرکز میں کسی وجہ سے وہ اسلامی آئین صحیح معنی میں نہ بنا سکیں تو انہیں صوبوں کو آئینی آزادی ضرور دے دینی چاہئے تاکہ وہ جس طرح چاہیں اسلامی آئین کا نفاذ کرائیں اور ان کے راستے میں رکاوٹیں نہ کھڑی کریں اور باہر کے اشاروں کے تحت مشکلات نہ پیدا کریں، مرکز اور صوبوں کے صحیح ربط ہی سے اس ملک کے استحکام اور سالمیت کی حفاظت ہو سکتی ہے، بہرحال حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس ملک کی غیبی تائید کے اسباب میسر فرمائے اور اسلامی قانون و اسلامی آئین اور اسلامی دستور کی برکات سے اس مملکت کو سرفراز فرمائے۔

[جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ / جولائی ۱۹۷۲ء]

پاکستان اور حقوق نسواں کمیٹی

عصر حاضر کی تاریخ میں مملکت خداداد پاکستان پہلا ملک ہے جو اسلام کے نام سے حاصل کیا گیا ہے اور عرصہ دراز کی رسوائیوں کے بعد وہ وقت بھی آ گیا کہ اس کے دستور میں یہ تسلیم کیا گیا:

(الف) حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔

(ب) پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔

(ج) تمام قوانین قرآن و سنت کے مطابق بنائے جائیں گے۔

لیکن نہ معلوم کہ دستور کے مطابق قوانین اسلامی بنانے کا موقع کب آئے گا، مرزائی امت کو خارج از اسلام تسلیم کر لیا گیا اور پارلیمان میں ایسا متفقہ فیصلہ ہوا جس کی نظیر مشکل سے ملے گی اور دستور میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیتوں کی فہرست میں درج کیا گیا لیکن پرزور وعدوں کے باوجود اس کے لئے قانون سازی کا خواب شرمندہ

تعبیر اب تک نہ ہو سکا، عرصہ ہوا کہ اس کے لئے اب کمیٹی بھی بنا دی گئی، لیکن غالباً ابھی تک اس کو کوئی اجلاس بھی نہیں ہوا، سب سے بڑا صدمہ یہ ہے کہ ہمارے ارباب اقتدار کے طرز عمل سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جس طرح عوام کو اپنے خوشنما وعدوں سے فریب دے کر مطمئن کر لیتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید اسی طرح آسمانی بھی مقتدرت بھی ان کے زبانی بلا خرچ سے مطمئن ہو جاتا ہوگا، انہیں یہ معلوم نہیں کہ اس کے عواقب کتنے خطرناک ہوتے ہیں، مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں جو رسوائی ہوئی، فوجی اور مادی حالت کی جس طرح تباہی آئی اور دنیا کی دو بڑی طاقتیں آپس کی شدید عداوت کے باوجود پاکستان کی تباہی پر جس طرح متفق ہو گئیں یہ سچی باتیں ہیں، لیکن افسوس کہ کوئی عبرت نہیں ہوئی جو قوم حق تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والی زندگی اختیار کرتی ہے اس قوم کا حشر اسی طرح دردناک ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

اسی سال جنوری میں حکومت نے حقوق نسواں کمیٹی کی تشکیل کی، اس کی رپورٹ سامنے آئی ہے اس پر بجز مایوسی کے کیا ہو سکتا ہے؟ عائلی کمیشن کے دو رسوائے عالم قوانین جو قرآن و سنت کے خلاف تھے عقل کے خلاف تھے اور جن کی تردید پر بے شمار مقالات رسائل و اخبارات میں لکھے گئے، ان قوانین کو حقوق نسواں کمیٹی کی رپورٹ کا جزو بنایا گیا، جس پر متعدد مجالات میں واویلا مچایا گیا، وہ مجالات کے گذشتہ شماروں میں بھی اس پر تنقید کی گئی، اب تک معلوم نہ ہو سکا کہ اس کا کیا حشر ہوا، کوئی صاف بات ابھی تک نہیں آئی، لیکن الحمد للہ یہ خوشی کی بات اخبارات میں آئی کہ بلوچستان میں شرعی قوانین کا نفاذ کر دیا گیا اور قاضیوں کا تقرر عمل میں لایا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ خوشخبری جلد تکمیل تک پہنچ جائے اور ایسا نہ ہو کہ بعض وقتی مصالح کے پیش نظر یہ اعلان کیا گیا ہو، مقصد پورا ہونے کے بعد کوئی عذر لنگ پیش کیا جائے، کون بدنصیب مسلمان یہ ہوگا کہ پاکستان کی سرزمین میں اسلامی قوانین کا نفاذ نہ چاہتا ہو، ملک کے استحکام اور ملک میں امن و امان کے قیام کے لئے اسلامی قوانین کے نفاذ کے بغیر اور کوئی چارہ کار نہیں، اگر بلوچستان والوں کو یہ نعمت دی گئی تو بقیہ پاکستان کو کیوں اس نعمت سے محروم رکھا جاتا ہے؟ اگر وہاں کوئی مصلحت درون پردہ ہے تو وہ مصلحت بیرون پردہ و درون پردہ یہاں بھی انشاء اللہ تعالیٰ ظہور میں آئے گی، ملک پر جو نظام اب تک مسلط رہا ہے اور جو نظام مسلط کیا جا رہا ہے تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ ناکام ہے، دلوں میں اضطراب ہے، دماغوں میں بے چینی ہے، امن و امان مفقود ہے، کسی کی جان و مال و آبرو محفوظ نہیں، عیاشوں اور بدمعاشوں کو آزادی مل گئی ہے، شراب نوشی اور قمار بازی سے خدا کی مخلوق تنگ آ چکی ہے، بے دینی و بے حیائی نے پاکستان کو برباد کر دیا ہے، روز افزوں کرائی نے لئے نئے جرائم کو فروغ دیا ہے، خدائی مخلوق پر رحم کرو اور اپنی جانوں پر رحم کرو، شراب نوشی اور قمار اور بے حیائی کے لئے نئے نئے مراکز بنا کر خدا تعالیٰ کے غضب و دعوت نہ دو، ہم ان صفحات پر بار بار لکھ چکے ہیں کہ جب تک زبان پر اسلام کا دعویٰ ہے اور من حیث القوم آپ مسلمان کہلاتے جاتے ہیں، شراب نوشی و بدمعاشی ان پر راس نہیں آتی ہے، آخر قوم عاد کا انجام تباہی و بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہوا، آخر

آنکھوں پر کیوں پردے پڑے ہوئے ہیں، تازہ بتازہ تباہی کا منظر آپ کے سامنے ہے جس معاشرے سے یورپ بھی چیخ اٹھا ہے، آخر قوم کو اس معاشرے میں کیوں دھکیلا جا رہا ہے؟ کیا پاکستان اس لئے بنایا گیا تھا کہ وہاں کا سکون ختم ہو، جان و مال اور آبرو غیر محفوظ ہو، ہر طرف فساد ہی فساد ہو، غنڈہ گردی عروج پر پہنچ جائے، زر، سود، خارن ایکسچینج کی حرص میں قوم اپنی ملکی پیداوار کی نعمتوں سے محروم ہو، روح فرسا گرانی عوام کو حواس باختہ بنائے، قومی اداروں، قومی مدارس دینی معاہد اور مساجد کو ہر وقت خطرہ لگا رہے کہ آج حکومت نے قبضہ کیا، آج کیا، جو کام حکومت کے کرنے کے تھے بیچاری قوم کن کن مشکلات میں ان کو خود انجام دیتی رہے اور جب تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں تو نااہلوں کا استیلا ہو جاتا ہے، کاش اس کی خدمت کا حق ادا کرتے تو پھر بھی مضائقہ نہ تھا، جن مقاصد کے پیش نظر بنائے جاتے ہیں کاش وہ حاصل ہوتے، کیا یہ پاکستان ہے کہ کسی کی دنیا محفوظ ہو نہ دین محفوظ ہو، نہ جان امن میں ہو نہ مال امن میں ہو۔ فاخسر الدنیا والآخرۃ ذالک ھوالخسران المبین کا مفہوم کہ وہ مبارک دن کب آئے گا کہ جو وعدے کئے گئے وہ پورے ہوں، اسلامی قوانین عدل و رحم جاری ہوں، ہر شخص کی جان و مال و آبرو کی حفاظت و کفالت ہو، عصمت فروشی کے اڈے یکسر ختم ہوں، شراب نوشی کے مراکز بند ہوں، بے حیائی، بے پردگی جرم ہو، اشیائے ضرورت عوام کے لئے سستی ہوں، عیاشی و بدمعاشی کے تمام ذرائع پر پابندی ہو، پولیس اپنے فرائض میں کوتاہی نہ کرے، فوج مملکت کی حدود کی حفاظت کے لئے ہر وقت سربکف ہو، ہر طرف اعلاء کلمۃ اللہ کی صفیں گرم ہوں، اتفاق و اتحاد کا روح پرور منظر ہو، کشمیر ان کا تصور صحیح طور پر ملک و ملت کی خدمت ہو، قوم و رعیت کی خیر خواہی اس کا نصب العین ہو، لیکن افسوس کہ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ کیا جا رہا ہے اس کا نقشہ آپ کے سامنے ہے، کیا کہا جائے:

خموشی مصلحت دارد کہ در گفتن نمی آید

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

پاکستان کی سلامتی اسلامی قوانین کے جاری کرنے میں ہے

اب کہنا یہ ہے کہ خدارا اس ملک پر اور اس قوم پر رحم کرو، بلکہ اپنی عاقبت کے پیش نظر جلد سے جلد اسلامی قوانین کا اجراء کر دیا جائے، عدالتوں میں قضاۃ کا تقرر کیا جائے، اسلامی حدود اور تعزیرات جاری کئے جائیں، سرکاری سکولوں اور کالجوں میں دینی تعلیم و تربیت لازمی قرار دی جائے، عربی زبان کو لازمی مضمون کی حیثیت دی جائے، اسلامی اوقاف انہی مقاصد پر خرچ ہوں جو واقفین کے شرائط ہیں، سودی نظام اور سودی کاروبار کو جلد ختم کیا جائے۔

ہم صاف صاف یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ بلاشبہ بدکرداری کی سزا تو آخرت میں ملے گی جو صحیح معنی

میں دار الجزاء ہے لیکن حق تعالیٰ کی حکمت کا تقاضہ ہے کہ دنیا کو ایک حد تک آخرت کا نمونہ بنایا گیا ہے جہاں سے آنکھ بصیرت دیکھ لے۔ دنیا میں بھی کچھ نمونہ سزا کا مل جاتا ہے، یوں ہی نہیں چھوڑا جاتا۔ آخر پاکستان کے سابق حکمرانوں کا حشر بھی دنیا نے دیکھ لیا کہ جو ملک کے غدار ہوتے ہیں ان کا حشر کتنی عبرت ناک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نظام مملکت چلانے کی جو صلاحیتیں اسے رکھی ہیں اگر ان کے ساتھ دینی نظام برکت و سعادت بھی جاری کر دائیں تو دنیا کی نیک نامی بھی ان کے سامنے ہوگی اور کامیابی بھی ان کے قدم چومے گی اور آخرت پر اگر ایمان ہے تو اس کی کامیابی اور سعادتیں بھی نصیب ہوں گی۔

اسلامی قانون کے نفاذ میں حائل عذر لنگ

اسلامی قانون کے نفاذ میں سب سے بڑا عذر لنگ جو نیا وقت علی خاں کے دور سے لے کر آج تک پیش کیا جا رہا ہے اور جسے اباحیت پسند طبقوں کی طرف سے مسلسل چلا چلا کر دہرایا جا رہا ہے، یہ ہے کہ صاحب یہاں کوئی ایک فرقہ تو نہیں ہے جس کا فقہی قانون اٹھا کر ملک میں نافذ کر دیا جائے، یہاں تو مختلف فرقے آباد ہیں، بھانت کی بولیاں ہیں، ایک فرقہ کا فقہی قانون نافذ کرو تو دوسرا فوراً مشتعل اور برافروختہ ہو جائے گا، یہ ہے اصل رکاوٹ اسلامی قانون کے نفاذ میں۔

مگر یہ عذر لنگ جس پاپی عذر خواہ کے زبان سے آتا ہے، ان دانش مندوں سے کوئی پوچھنے والا نہیں کہ آپ نے تیس سال سے جو انگریز کا چبایا ہوا نوالہ اور اس کا کافرانہ قانون اس پاک مملکت میں نافذ کر رکھا ہے، ذرا بتائیے کہ اس پر کون کون سے اسلامی فرقے ایمان رکھتے ہیں اور اس کے نفاذ میں تم نے کن کن مسلمان فرقوں کی دل جوئی ملحوظ رکھی ہے؟ کتنے شرم کی بات ہے کہ یہاں کے سواد اعظم کا قانون تو اس لئے نافذ نہیں کیا جاتا کہ باقی اقلیتی فرقے ناراض ہو جائیں گے مگر تاج و تخت کے علی الرغم خدا اور رسول کے حی و علی الرغم تمام اسلامی فرقوں کے علی الرغم اور یہاں کے جمہور عوام کے علی الرغم انگریز کا کافرانہ قانون ملک پر مسلط کرتے ہوئے نہ خدا اور رسول کی ناراضی کا اندیشہ کسی کو لاحق ہوتا ہے نہ کسی اسلامی فرقے کے جذبات و تحفظات کی پروا کی جاتی ہے، گویا خاص کفر ملک پر مسلط رہے تو مضائقہ نہیں لیکن اسلامی قانون اگر نافذ کر دیا جائے تو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے کہ کہیں اس ملک پر قیامت ہی نہ ٹوٹ پڑے اور یہ ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ختم نہ ہو جائے۔

اور پھر ہم پوچھتے ہیں کہ اس ملک پر ایوبی دور میں جو عائلی قانون مسلط کیا گیا اور آج بھی مسلط ہے اس میں کن کن اسلامی فرقوں کے جذبات کو بطور خاص ملحوظ رکھا گیا؟ اور اب جو حقوق نسواں بمعنی کی سفارشات پر ایک لادینی قانون مسلط کیا جا رہا ہے اس کی سفارش کس اسلامی فرقے نے کی ہے؟

سیدھی بات یہ ہے کہ یہاں کے اباحیت پسند جنہیں بدقسمتی سے اقتدار میں ہمیشہ رسوخ حاصل رہا ہے،

ان کا اسلامی قانون کی تدوین سے کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا ان کے خلاف کے معاملے میں مختلف ہیں۔ وہ پاکستان کی پیلک لا کمیشن رپورٹ پڑھنا چاہتے ہیں اسلامی قانون کا نفاذ اس میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اس لئے وہ عوام کو بھی یہی سمجھاتے ہیں کہ اس مائے قانونی ڈھانچے سے ہٹ کے رہتے ہیں وہ یہ معاملوں کا فرقہ وارانہ اختلاف اسلامی قانون کی راہ میں کبھی حائل نہیں ہوا ہے یہ فرقہ واریت پچھلی پیدائش ہوئی ہے اس وقت کبھی تھی جب اسلامی قانون کا پورا نظام ساری دنیا میں لاگو تھا تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کے فقہی اختلافات نے کبھی اسلامی قانون کے راستے بند نہیں کئے۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ پاکستان کی پیدائش کا مقصد کیا تھا۔ چونکہ پاکستان میں مختلف مذاہب فرقے آباد ہیں اس لئے اسلامی قانون یہاں نافذ نہیں ہو سکتا۔ ان امور اسلامی قانون کے نفاذ کے متعلق سفارشات کا عمل کے پیش کر دیئے جائیں تو ایسے سماں کے اندر اندر انگلستان یہ ملک انگریز کے کالا قانون سے آزاد ہو گا۔ اس کی جگہ اسلامی نظام قائم ہو گی۔ ہم دیکھ لے کہ اس کے بعد عدل و رحمت میں کسی مسلمان فرقے کو پاکستان کی مخالفت کا موقع نہیں ہوئی:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ [الحج: ٤١]

وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو حکومت دیں زمین میں تو نماز قائم کریں زکاۃ ادا کریں اچھی باتوں کا حکم دیں اور بری باتوں سے منع کریں اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

[ڈاکٹر ۔۔۔ ۱۹۷۶ء بحوالہ ترجمان القرآن ۔۔۔ ۱۳۹۶ھ]

اسلامی نظریاتی کونسل کی جدید تشکیل

حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے جو مایوس کن صورت اختیار کر لی تھی وہ ختم ہوئی اور اس کی امید ہوئی کہ ہماری قوم موجودہ ذلت اقوام سے نجات پائے گی۔ اس درجہ میں صحیح نمائندہ حکومت برسر اقتدار آ جائے گی لوگوں کو حکومت کے سیاسی مقاصد میں کچھ دلچسپی نہیں ہوتی ہے کہ وہ کون سی جماعت ہے جو حکومت سے ہٹا کر قوم کو ظالموں کے پنجے سے نجات دی اور انہیں نصیب ہوا وہاں آخر حکومت اسلامی کے لئے راستہ بھی ہموار ہو گیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی جدید تشکیل سے بھی بہت کچھ توقعات وابستہ ہوئیں اور حسب ذیل بنیادی تبدیلیاں کی گئیں۔

الف ۔۔۔ یہ ادارہ مستقل آزاد ادارہ ہو گا کسی وزارت کے ماتحت نہیں ہو گا جیسا کہ اب تک وزارت قانون کے ماتحت چلا آتا تھا۔

ب ۔ اس کی حیثیت محض مشیر کی نہیں ہوگی بلکہ اس کی سفارشات حتمی ہوں گی اور ان پر وفاقی حکومت کے ادارہ کا راسے روکنے کا حق نہیں ہوگا اور نہ وہ اکثریت و اقلیت کی رائے شماری کے چکر میں آئیں گی۔

ج ۔ ادارہ تحقیقات اسلامی اس کے ساتھ ملحق ہوگا اور اس کا ایک بڑا ہوگا علمی تحقیقات کے لئے اس کے تین مجلے اسلامک اسٹڈیز (انگریزی) الدراسات الاسلامیہ (عربی) اور فکر و نظر (اردو) اس کے ترجمان ہوں گے اور اس کی معاونت کا کام ان سے لیا جائے گا۔

د ۔ اس کی تمام سفارشات امت کے سامنے آنے کی اور کوئی تجویز بھی سفارشات میں نہیں رکھی جائے گی، توقع رکھنی چاہیے کہ ان چار باتوں سے اسلامی کونسل میں جان آجائے گی۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل نو کی پیش نہاد پہلے تصریحات پر مبنی تھی اور اب سفارشی کونسل پر اسلامی نظریاتی کونسل کے نام سے ادارے قائم کئے اور ان اداروں نے کچھ کام بھی کیا لیکن ارباب اقتدار کو چونکہ اسلام سے نہیں بلکہ صرف نام سے غرض تھی اس لئے ان کی سفارشات کو نافذ کیا جاتا ان کی سفارشات تک کو سیف دراز میں رکھ دیا گیا۔ ان حکومتوں نے صرف عوام کو مطمئن کرنے کے لئے یہ مشروع کر رکھا تھا ورنہ عملی طور پر ان اداروں کی سفارشات کو ردی کی ٹوکری میں ڈالا جاتا رہا اور عوام کو قصداً اس سے بے خبر رکھا گیا تاکہ کوئی احتجاج نہ کر سکے۔ سفارشات کو قبول کیوں نہیں کیا جاتا اور نہ بہت کچھ کام ہو گیا تھا، اگر سابقہ حکومتیں اسلام کے بارے میں مخلص ہوتیں اور ان سفارشات کو نافذ کرواتیں تو آج یہ روز بد دیکھنا پڑتا، یہ لمحوں کی خطا ہے صدیوں کی سزا ہے۔ خدا خدا کر کے ایک پسند یدہ نظام (اگرچہ ابھی تو معاملہ ہی پسند یدہ تھا اب الحمد للہ اسلامی) حاصل ایک مستقل اور بااختیار ادارہ کی حیثیت سے جدید انقلاب کے ساتھ پھر وجود میں آئی ہے اب تو عوام یہ دیکھنا ہے۔ ادارہ اسلام کے نفاذ میں کتنی فعال کتنی سرگرم اور کتنی مخلص ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان ایام میں وہ سب کچھ کرائے جو مسلمانوں کے حال میں نہ ہو سکا۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کا رخ اس وقت تک اسی طرف لگا رہا کہ اسلام کا جدید یہ ماڈل تیار کیا جائے جس میں یہ صلاحیت ہو کہ جدید تہذیب کے تمام کارآمد خیالات موجودہ ہوں، اسی مقصد کے پیش نظر جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کو بنا کر ڈاکٹر فضل الرحمٰن کو ادارہ کا سربراہ بنایا گیا تھا۔ ابتدا میں اس کا دس بارہ کا بجٹ تھا پھر بارہ لاکھ پھر ۳۰ لاکھ کا سالانہ بجٹ رہا اور یہ کروڑوں روپے حکومت کا ادارہ پر بہت کی نذر ہوتا رہا۔ اشتراک شمولی نے کبھی بھی ایک آدھ علمی کتاب بھی شائع کرائی تاکہ عوام کی زبان بند ہو اور کوئی شکایت نہ کر سکے کہ کام نہیں ہو رہا ہے، خوشی کی بات ہے کہ جناب محمد نعیم صدیقی صاحب چیف مارشل (بایں مشیر) نے اس ادارہ کو اسلامی کونسل سے جوڑ دینا کرامت پر ایک اور احسان کیا ہے اب اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے رفقاء ادارہ کو صحیح خدمت اسلام کی توفیق عطا فرمائے۔

یوم تجدید میثاق اور توبہ وانابت

اسلامی کونسل نے قوم وملت سے ایک دن مقرر کر کے توبہ وانابت اور تجدید میثاق کی اپیل کی ہے، مقصد یہ کہ حکومت اور عوامی دونوں سطح پر ایک ایسا دن مقرر کیا جائے کہ سب مل کر بارگاہ قدس میں توبہ کریں، تیس سالہ دور میں جو اللہ تعالیٰ سے بد عہدی کی ہے اور غیر اسلامی زندگی کو جس انداز سے عام کیا ہے اس کی معافی مانگی جائے اور آئندہ کے لئے یہ عہد کیا جائے کہ جس مقصد کے لئے پاکستان بنایا گیا تھا اس مقصد کے لئے سرتوڑ کوشش کی جائے گی اور اس ملک میں صحیح معنوں میں حکومت الٰہیہ قائم کی جائے گی۔

ہم نے بینات کے صفحات پر بار بار ان حقائق کا واشگاف اظہار کیا ہے کہ خدا کے لئے اس ملک پر رحم کرو اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والی زندگی سے توبہ کرو، موجودہ صورت اور دردناک حالات ہماری شامت اعمال کے نتائج ہیں، جن کے ذریعہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم ہو گئے، نہ جان محفوظ نہ آبرو محفوظ، نہ مال محفوظ، بجائے روز افزوں ترقی کے روز افزوں قعر مذلت میں گرتے جارہے ہیں، بہر حال اس وقت اس کی ضرورت ہے کہ ہمارے واعظین اور خطباء ومقررین ان حقائق کو امت کے کانوں تک پہنچائیں اور ہمارے اخبارات ومجلات، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ ذرائع نشر واشاعت سے ان حقائق کو واضح کرائیں اور صحیح اسلامی معاشرت سے زندگی کے ثمرات ونتائج سے روشناس کرائیں اور اسلامی حکومتیں جن خطرناک غلطیوں سے دنیا کے صفحے سے مٹ گئی ہیں ان کی عبرت ناک داستانیں سنائیں اور بتائیں کہ مسلمانوں پر من حیث القوم بحیثیت فراموش زندگی کبھی راس نہیں آئی اور ظلم وکبر اور بربریت کے ساتھ کوئی حکمران بھی اس کے برے عواقب سے بچ نہیں سکتا اور حق تعالیٰ کی حکمت ومصلحت سے آخرت سے پہلے بھی ان مجرموں کو دنیا میں بھی سزا مل جاتی ہے، آخر پاکستان کے اندر ہی کیا کوئی مرقع عبرت نہیں؟ آخر سکندر مرزا، ایوب خان کا حشر کیا ہوا؟ اور قائد عوام کا حشر اب دنیا دیکھ رہی ہے اور مزید دیکھے گی، اللہ تعالیٰ کی اس مخلوق کو کس بے رحمی اور ظلم سے ستایا گیا اور کیسی عبرت ناک تفصیلات جرائد اور اخبارات کے صفحات پر آرہی ہیں، ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کی اس خداداد مملکت کو کس طرح نعمت دنا بود کرنے کی کوشش کی؟ کون سی گندگی اور بے رحمی ہے جس کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو؟ بے حیائی، گندگی، بے رحمی کے ریکارڈ توڑ دیئے گئے، دنیا کے جابر وظالم ڈکٹیٹروں نے اس دنیا میں جو کچھ کیا ان سب کو یہاں ختم کر دیا، آخر مخلوق تو خدا کی ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی حکمران کو اپنی خدائی نہیں دی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ جو چاہے کرے لیکن حق تعالیٰ صبور وحلیم ہے ہر چیز کے لئے ایک وقت مقرر ہے "لکل اجل کتاب"، بہر حال ایک وقت آتا ہے کہ "عزیز ذو انتقام" کی صفت کا بھی ظہور ہوتا ہے، واقعات ناظرین کے سامنے ہیں بیان وتفصیل کی حاجت نہیں۔

اسلام دشمن طاقتیں اور پاکستان

موجودہ بحران سے جو افسوسناک حقیقت واشگاف ہو کر سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان میں اسلام دشمن و شریر طاقتیں منظم ہو کر حق کے مقابلہ میں رونما ہوئی ہیں، تمام شر کی قوت منظم ہو کر خیر سے نبرد آزما ہو گئی ہے، گذشتہ قیادت کا سب سے بڑا کارنامہ بھی یہی ہے کہ اس کی بدولت منتشر شر و فساد کی طاقتیں منظم ہوئیں اور ظاہر ہے کہ جسمی روح ویسے فرشتے، الحاد و دہریت اور لادینی کے پرستار دین کے دشمن تمام عناصر متفق ہو گئے ہیں اور لادینی قیادت ہی چاہتے ہیں، ہمارے بعض حضرات ان حقائق سے غافل نظر آتے ہیں، وہ اپنے جلسوں میں سامعین کی اکثریت دیکھ کر یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ بس سب تو آنکھیں بند کر کے صالح قیادت ہی کی حمایت ہو گی، دوسری طرف سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں کیا ہو رہا ہے اور پنڈی میں شر و فساد کے عناصر کے حیرالعقول اجتماعات سے فیصلہ لگانا بھی حقائق سے چشم پوشی ہے؟ بلاشبہ غلبہ حق کا ہوتا ہے بشرطیکہ خالص حق ہو، اگر دال میں کچھ کالا ہے تو پھر کیونکر اطمینان ہو سکتا ہے اور کیوں انسان خوش فہمی میں مبتلا ہوتا ہے، عہد نبوت میں حق خالص ہونے کے باوجود اپنی اکثریت پر گھمنڈ ہوا تو کیا حشر ہوا؟ وقی آسمانی میں غزوہ حنین کے واقعہ سے کیا عبرت نہیں ہوتی؟ مسلمان کا شیوہ یہ ہونا چاہیے کہ ہر وقت حق تعالیٰ پر ہی توکل ہو اور ضعف و ناتوانی پیش ہو اور حق تعالیٰ کی نصرت و بے نیازی سامنے ہو، نہ معلوم کس وقت کیا تکوینی مصلحت ہو، لن ترانیاں اور دعوے اسلامی مزاج کے بالکل خلاف ہیں، افسوس ہے کہ اچھے اچھے حضرات بھی پھسل جاتے ہیں اور ان حقائق سے غفلت کی وجہ سے خلاف توقع صورتیں پیش آ جاتی ہیں، پھر شیطانی وساوس شروع ہو جاتے ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ دشمن یعنی کافر کے مقابلے کی آرزو مت کرو، لیکن جب واسطہ پڑے تو پھر کہاں یہ ہے کہ قدم نہ ڈگمگائے (۱)۔ یہ ہر سہ عام اجتماعات میں جلسوں اور جلوسوں میں نعرے لگانے اور یہ کہ ہم یوں کر دیں گے اور یوں کر دیں گے، یہ تمام اسلامی مزاج کے خلاف ہیں۔ بہر حال حضرت رسالت پناہ علیہ صلوات اللہ وسلامہ کی زندگی اور اسوۂ حسنہ اور صحابہ کرام علیہم رضوان اللہ کا طرز زندگی اور واقعات مسلمانوں کے سامنے رہنے کی ضرورت ہے اسی میں خیر و برکت ہے، اسی میں فلاح دارین اور سعادت کونین ہے، بلاشبہ موجودہ قیامت اگرچہ بصورت فوجی حکومت ہے لیکن بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا جلوہ ہے اس کی شکر گذاری کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کرے کہ ان کے ذریعہ سے تمام روڑے راستے سے ہٹ جائیں قیادت کے لئے راستہ ہموار ہو جائے اور مجرمین کو سزا مل کر دنیا کو راحت و سکون کا سانس نصیب ہو اور تمام عناصر رذیل و رسوا ہوں اور اس مملکت خداداد میں عدل و انصاف کا دور دورہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت [illegible]

---

(۱) "... ثم قام في الناس فقال يا ايها الناس لا تتمنوا لقاء العدو وسلوا الله العافية فاذا لقيتموهم فاصبروا" الخ. صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب لا تمنوا لقاء العدو، ج ۱ ص ۴۲۴، ط قديمي.

پرنور ہو اور خدا فراموش زندگی سے نجات نصیب ہو اور یہ مملکت دنیا کے ممالک اسلامیہ میں باعزت ہو اور تمام عالم اسلام کی قیادت کی صلاحیت حاصل ہو اور تمام مایوسی کی گھٹاؤں کے بعد امید کے آفتاب عالم تاب کی شعاعوں سے دنیا منور ہو، وما ذالك على الله بعزيز۔

ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ نومبر ۱۹۷۷ء

بھٹو دورِ حکومت اور پاکستان

عرصہ ہوا کہ یہ بدنصیب ملک شدید سے شدید حالات سے دوچار ہوتا جا رہا ہے جس وقت جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب مسند آرا مملکت ہوئے تو قطعاً وابستہ ہوگئیں کہ موصوف بلا کے ذہین اور زیرک ہیں اور سابقہ ادوار سے عبرت آموز ہو گئے ہیں اور جب عہدِ یوبی میں وزارت خارجہ کے منصب سے فائز تھے بعض امور ایسے پیش آئے تھے جن سے حسن ظن پیدا ہو گیا تھا لیکن وائے ناکامی کہ موصوف جس وقت سے کرسی اقتدار پر آئے حیرت انگیز واقعات ایسے پیش آتے رہے جن سے یہ یقین ہو گیا کہ ان کی ساری ذہانت ان کی قوت عمل، ان کی حرکت، ان کی تدبیر صرف اپنی ذات کے لئے ہے، ملک وملت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکا، وہ جب سے مطلع سیاست پر نمودار ہوئے ہیں ملک مسلسل فتنوں اور بحرانوں کی منجدھار میں ہے انہوں نے سب سے پہلا بحران ۱۹۷۱ء میں "ادھر تم ادھر ہم" کے نعرہ سے پیدا کیا جس کے نتیجہ میں ملک دولخت ہو گیا اور ہماری آبادی کا بڑا حصہ کٹ کر الگ ہو گیا اور باقی ماندہ کنبے اپنے ملک پر دہ دادِ حکمرانی دینے لگے، گویا ان کا اقتدار ان کے خود آوردہ بحران کی پیداوار تھی، اس کے بعد اپنے پنج سالہ دور میں انہوں نے مسلسل پے در پے اتنے بحران تخلیق کیے اور قوم و ملک کے زخم خوردہ جسم پر اتنے چرکے لگے کہ قوم نیم جان ہو کر رہ گئی، حکومت کا سب سے بڑا فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ ملک کے شہریوں کو امن وامان اور راحت وآسائش کی ضمانت دے مگر بدقسمتی سے مسٹر بھٹو کا دورِ اقتدار پاکستان کی تاریخ کا وہ سیاہ ترین دور ہے جس میں کسی کو سکھ کا سانس لینا نصیب نہ ہوا، نہ کسی کی جان محفوظ رہی نہ مال، نہ آبرو، ملک کے ممتاز لیڈروں کو دن دہاڑے سڑکوں پر خون میں نہلایا اور موت کے گھاٹ اتارا گیا، غنڈوں کو من مانی کرنے کی کھلی چھٹی ملی اور پرامن شہریوں کو جیلوں میں سڑنے پر مجبور کیا گیا۔ ذیلدیوں کی عزت اور حوصلہ افزائی کی گئی اور شرفاء کو گھناؤنے مقدمات میں پھنسا گیا، مزدوروں، طالب علموں اور عورتوں پر لاٹھیاں اور گولیاں برسائی گئیں، وکلاء کو ذلیل کیا گیا، علماء سے توہین آمیز سلوک روا رکھا گیا، بھٹو حکومت کی غلط پالیسیوں اور اللے تللے اخراجات کی بدولت گرانی اور افراط زر کا دور دورہ ہوا، مصنوعی قحط کا دیو عریاں ناچنے لگا، متوسط طبقہ کی قوت خرید جواب دے گئی، غریب عوام کی زندگی اجیرن ہو گئی اور ملازم طبقہ بدحالی و پریشانی کا شکار ہو گیا۔

قومی اتحاد اور مسٹر بھٹو

[illegible] کا پیدا کردہ آخری بحران (جس کے بعد آخری دور) اور دوسری جنگ عظیم کے بعد ان تین بحرانوں میں سے ایک تھا جب [illegible] تھے۔ اب وہ قوم میں مقبول نہیں رہے ہیں اور ان کے خلاف نفرت کی وجہ سے قوم کا بیشتر حصہ اکٹھا ہو چکا ہے۔ اس سے انتخابات میں [illegible] کی گئیں اور پھر پارلیمانی دور میں پارلیمانی نظام سے [illegible] کے لئے قوم میں زیادتی کو برداشت نہ کر کے بلکہ دوبارہ انتخابات کا مطالبہ کیا۔ انصاف کا تقاضا تھا کہ سابقہ نتائج کو منسوخ کر کے نئے انتخابات کرائے جاتے اور قوم کو موقع دیا جاتا کہ وہ اپنے نمائندوں کے ذریعے اپنی رائے کا اظہار کرے۔ [illegible] کی بجائے [illegible] کے ذریعے [illegible] کے [illegible] کے [illegible] ک

تدوین میں عالم اسلام میں ممتاز ہیں، وہ ایک تبحر العلوم محدث، نہایت کامیاب مدرس، نامور خطیب، نہایت ذکی و مدبر اور غیر مرعوب شخصیت اور حاضر دماغ و حاضر جواب سیاست دان ہیں، دنیا کے جو وہ منصب ہے باترین ہیں، ان کے لئے کرسی، اقتدار، گھر کی چار دیواری اجنبی کی تاریک کوٹھری اور مسند درس و تدریس سب یکساں ہیں، انہیں نہ کسی قیمت پر خریدا جا سکتا ہے نہ دنیا کے معاملہ دیدان سے پائے استقامت میں لغزش پیدا کر سکتے ہیں، نہ دار و رسن کا خوف انہیں کلمہ حق کہنے سے روک سکتا ہے، وہ عالم ہیں بحثتی ہیں، دل و زبان پر قابو یافتہ ہیں، دینی و شرعی سیاست سے باخبر ہیں، وہ مغربی گندی سیاست سے باترین اور اس ناپاک سیاست سے کبھی مرعوب نہیں ہوتے۔ وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مملکت کی دینی خدمات کے لئے انہیں کامیابی و کامرانی کے ساتھ تادیر سلامت رکھے اور اس مملکت کے سفینہ کو کامیابی کے ساتھ ساحل مقصود تک پہنچائے اور قوی اتحاد کے تمام معزز قائدین کو اسلام کی حفاظت و خدمت کے لئے باہم متفق و متحد رکھے، آمین۔

اس دوران سعودی حکومت اور اس کے فرمانروا جلالۃ الملک شاہ خالد اور ولیعہد بادشاہ و وزیر اعظم جناب رئیس الخطیب نے جس حسن تدبر، ہمدردی و اخلاص کا ثبوت دیا اور اس بحران سے نکالنے کے لئے جو پرخلوص جدوجہد فرمائی، ہم اس کے شکریہ کے قاصر ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو دارین کی عزت و سعادت عطا فرمائے اور دونوں جہاں کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے اور مزید اسلامی اخوت و صداقت کی نعمت سے سرفراز فرمائے، آمین۔

کچھ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اگر پاکستانی امت اس شدید ابتلاء و امتحان سے باہر آنے اور مافات کی تلافی کے لئے مسلسل جدوجہد کرے تو امید ہے کہ مستقبل روشن ہو جائے گا اور خدانخواستہ اگر اس انتباہ کے بعد بیدار نہیں ہوئی اور روبی خدا فراموش سابقہ زندگی ہے تو شاید پھر وہ وقت موقع ہاتھ نہیں آئے گا اور مستقبل جس اندھیرے سے تاریک ہوگا اس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

عزت و کامرانی کے اسباب

عام طور سے دنیا میں مال و دولت سے عزت آتی ہے اور حکومت سے امن و چین نصیب ہوتا ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج عرب اسلامی ممالک میں جو مال و دولت کی فراوانی ہے غیر اسلامی حکومتیں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتیں تھیں، لیکن باوجود اس مال و دولت کے وہ عزت و حریت سے محروم ہیں، وہ خوف زدہ و دہشت میں ہر وقت اندر اسلام کا خوف دامن گیر رہتا ہے، کسی کو امریکہ کا خوف ہو یہ کسی کو اسرائیل کا خوف کھائے جا رہا ہے اور کسی کو روس کی یلغار کا خطرہ دامن گیر ہے، یہ سب کچھ نتیجہ ہے اس بات کا کہ مسلمانوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے منقطع ہو گیا ہے اور دنیا کے مال و دولت کو اپنا مقصود بنا لیا ہے، اسلام کی صحیح خدمت نہیں کی، عیش و عشرت کی زندگی میں ڈوبے ہوئے ہیں، مٹھی بھر اسرائیل کا خطرہ و ہوا جن بنا ہوا ہے، یہ ہے کہ اسرائیل امریکہ کی دولت و اسلحہ

قوت اور برطانیہ کی حمایت وحکومت کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت وعزت وجبروت کے سامنے ان دنیا والوں کی طاقت وقوت کی کیا حیثیت ہے، اگر مسلمانوں کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے قوی ہوجائے اور ربانی ہدایات وارشادات "واعدوا لهم ما استطعتم من قوة" پر عمل کریں تو دنیا میں سب سے باعزت قوم مسلمان ہوں، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا:

"يا ابا عبيدة اذا طلبت العزة بالله اعزك الله واذا طلبت العزة بغير الله اذلك الله".(۱)

اے ابوعبیدہ! جب تم اللہ تعالیٰ سے عزت کے طالب ہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عزت دیں گے اور جب غیر اللہ سے عزت چاہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل کر دیں گے۔

یہ وہی ابوعبیدہ ہیں جن سے حضرت فاروقؓ نے فرمایا:

"كلنا قد غيرته الدنيا الا انت يا ابا عبيدة"(۲)

اس دنیا نے ہم سب کو بدل دیا ہے مگر ایک آپ ہیں اے ابوعبیدہ!

میں تو سمجھتا ہوں کہ ہماری دینی کامرانی وکامیابی کے دو بنیادی اصول ہیں:

① ظاہری مضبوط اسباب کی فراہمی میں پوری جدوجہد کر کے توکل واعتماد صرف حق تعالیٰ کی ذات پر ہو، اسباب پر مدار نہ ہو۔ ﴿وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ [ابراهيم: ۱۱] ۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر مسلمانوں کا توکل بھروسہ ہو۔

② اصلاح امت کے لئے وہی قدیم ترین آسمانی نسخہ استعمال کریں جس سے اس امت کی پہلی اصلاح ہوئی تھی۔ لن يصلح آخر هذه الامة الا ما اصلح اولها۔

پاکستانی مسلمان من حیث القوم توبہ واستغفار کریں اور جتنا دین پر چلنا ان کے قبضہ وقدرت میں ہے اس پر صحیح طریقے سے عمل کریں، نمازیں پڑھیں، حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں، تمام منکرات سے خود بچیں اور دوسروں کو بچانے کی کوشش کریں۔ الغرض تمام معروفات شرعیہ پر عمل کریں دوسروں کو عمل کرنے کی تلقین کریں، منکرات سے بچیں، دوسروں کو منکرات سے بچانے کی سعی کریں، سورۃ العصر میں حق تعالیٰ نے ان چار باتوں کا حکم دیا ہے اس میں تقصیر نہ کریں، اگر ایسا ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد نقشہ بدل جائے گا اور مایوس

---

(۱) حلية الاولياء، عمر بن الخطاب، ج: ۱ ص: ۴۷، ط: دار الكتاب العربي. البداية والنهاية، فتح بيت المقدس على يدى عمر بن الخطاب، ج: ۷ ص: ۶۰، ط: مكتبة المعارف بيروت.

(۲) الرياض النضرة فى مناقب العشرة، الباب العاشر فى مناقب ابى عبيدة، ذكر زهده، ج: ۲ ص: ۳۱۲، ط: مصر. اسد الغابة فى معرفة الصحابة، ج: ۶ ص: ۲۰۲، ط: دار الكتب العلمية بيروت.

کن حالات ختم ہو جائیں گے، بفضلہ تعالیٰ۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ راقم الحروف کے نام ایک تازہ گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کے یہاں کے حالات کے لئے دعاؤں میں بہت اہتمام کر رہا ہوں اور کرا رہا ہوں، ایک آدھ دن کو اس کی خبر سنتا ہوں تو دو دن یاس اور ناامیدی کی، اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و کرم سے پاکستان کے حال پر رحم فرمائے، کتنی امیدوں اور دعاؤں کے ساتھ پاکستان بنا تھا اور حضرت مدنی جیسے حضرات اور اللہ مرحوم ہمارے اکابر کی زبان سے کئی دفعہ خود میں نے یہ فقرہ سنا کہ ابتداء میں تو ہم مخالف تھے اور ہماری رائے کے خلاف بنا لیکن جب بن گیا تو اب اس کی سلامتی اور ان امیدوں کو پورا ہونے کے لئے دل سے دعا کرتے ہیں جن امیدوں پر یہ قائم کیا گیا، حضرت مدنی سے تو اس کا کہ دو نے کئی دفعہ اس قسم کی رائے سنیں اور حضرت رائپوری سے بھی اور دیگر اکابر سے بھی جو ابتداءً مخالف تھے، اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و کرم سے ان امیدوں کو پورا کرے جو اس سے وابستہ تھیں"۔

[رجب المرجب ۱۳۹۷ھ جون ۱۹۷۷ء]

بھٹو حکومت کا خاتمہ اور مارشل لاء کا نفاذ

الحمد للہ جو مایوسی کن گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں چھٹ گئیں اور خلاف توقع ایک لطیف فیصلہ کا ظہور ہو گیا اور امید ہو گئی کہ اب وقت آ گیا کہ جس مقصد کے لئے پاکستان کی نعمت امت کو مل گئی تھی اب اس کی صحیح ہدایت کی شمع روشن ہو جائے اور تیس سال شدید ابتلاء کا دور گذر گیا اور یہ امت شاید قابل معافی ہو گئی اور حق تعالیٰ کے ابر رحمت کی مستحق ہو گئی اور جمال خیال الحق کی صورت میں یہ رحمت ظاہر ہو گئی، اگر مارشل لاء ایسا ہوتا ہے جس کا ظہور اس وقت ہو گیا، بلا شبہ یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی رحمت ہے کہ اگر تمام عمر یہ مارشل لاء ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، دلوں کو سکون نصیب ہو، دماغوں کو یکسوئی حاصل ہو اور ایسی صورت پیدا ہو گئی کہ ہزاروں مایوسیوں کے بعد یہ توقع ہو گئی کہ اس خدا داد مملکت میں قانون، عدلیہ اور محکمہ عدل کا نظام جاری ہو سکے اور آزاد و صحیح انتخابات ہوں، البتہ شدید امتحان کا وقت آ گیا اور پاکستانی قوم کے سامنے ایک آخری مرحلہ امتحان کا آ گیا ہے کہ وہ اپنے ووٹ و رائے کی قیمت کو سمجھیں اور اخلاص کے ساتھ اپنے ووٹ اس شخص کو دیں جس کے دین و ایمان اور فکر و عمل پر زندگی پر یقین ہو، ان میں خدمت قوم کی صحیح اہلیت ہو اور ان کے دل میں خدمت اسلام کا قوی جذبہ ہو، ان کا ماضی بے لوث ہو، ان سے مستقبل کی صحیح توقعات وابستہ ہوں، ذاتی مفاد سے بالاتر ہوں، پرزوں کی گندی سیاست سے اعلیٰ و ارفع ہوں، خدمت دین و خدمت ملت کا صحیح جذبہ رکھتے ہوں، حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ اور قدرت کاملہ سے یہ آخری موقع مہیا کر دیا

ہے کہ تمام رجال کار منتخب ہوں اور ان کے ہاتھوں میں زمام حکومت منتقل ہو اور ان کے ذریعہ قانون عدل نافذ ہو اور اللہ تعالیٰ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور رضا کے لئے یہ خدمت انجام دیں اور تمام غیر اسلامی اثرات ختم ہوں اور اسلامی مظاہر وجود میں آئیں ہو "ویکون الدین کلہ للہ" کی حقیقی تصویر دنیا کی آنکھوں کے سامنے آئے۔ دنیا یہ منظر کب سے دیکھنے کی منتظر ہے اور یہ موقع نصیب ہو اور تحریک آزادی سے فرشتوں اور آسمان کی چیلوں اور صحرا کی لومڑیوں اور زمین کی مخلوق کی دعاؤں کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی برکتیں اس پر نازل ہوں گی اور وارثین کی سعادتوں سے مالا مال ہوگی۔ بظاہر یہ آخری موقعہ ہے کہ قوم ماضی کا آزادانہ انتخاب کا موقع ہاتھ آیا اگر خدانخواستہ اب کے یہ آخری موقع ضائع کیا تو بظاہر یہ ہے ختم ہوگئی اور پاکستان ایک بے حقیقت چیز ہوگی اور پھر اس ملک کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے کوئی چیز بچانے والی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے اپنے غضب سے بچائے اور توفیق عمل عطا فرمائے۔ پاکستان ایک مثالی معیاری حکومت بنے اور عالم اسلام کی قیادت کرے اور عالم اسلام کو جو توقعات وابستہ ہیں وہ پوری ہو جائیں۔

آخر میں معاصر اقتدار سے بھی گذارش ہے کہ وہ نبوت کی تاریخ اور بیداری اور نبوت کے تدبر سے کام لے اور کڑی نظر رکھے کہ غلط طاقتیں نہ ابھریں اور ان کی تباہ کن تدبیریں خاک میں مل جائیں، وہ تناؤ فضا نہ پیدا کر لیں اور سد باب اختیار کرنے میں کوتاہی نہ کرے اور حق تعالیٰ کی ذات پر توکل و بھروسہ کرے اور رضا الٰہی اپنا مقصد بنائے۔

دین اسلام نعمت ربانی ہے

اسلام حق تعالیٰ کی آخری نعمت ہے۔ اگر صحیح اسلام نصیب ہو تو سب دنیا کی اصلاح ہو جائے گی، آخرت سے پہلے دنیا میں بھی جنت کا نمونہ نصیب ہوگا، جان و مال و آبرو محفوظ رہنے کی قلب و دماغ کو راحت ہوگی، کسے رہا بکے کا ڈر نہ ہوگا، انشاء اللہ سامنے آئے گا مخلوق خدا کی محبت دل میں ہوگی، خدا کی مخلوق پر رحم آئے گا، مسلمانوں کی تکلیفوں سے دل کو دکھ ہوگا، دنیا کے کسی گوشے کے مسلمان کو کوئی تکلیف ہوگی تو اپنے قلب کے کچھ اندر میں بھی وہ تکلیف محسوس کرے گا۔ اتحاد امت کا جذبہ موجزن ہوگا، دشمن سے آنے والے خطرات کا احساس ہوگا، ان کے مقابلہ کی فکر ہوگی، اسلام کے دشمنوں سے نفرت ہوگی، اسلام پر چلنا آسان ہوگا، اسلام کے دشمنوں کی چالوں کو سمجھنا آسان ہوگا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دل کانپے گا، حق تعالیٰ کا خوف دل میں ہوگا، اللہ تعالیٰ کی محبت کی آرزو ہوگی، مخلوق خدا پر ظلم و زیادتی سے دل دکھے گا، اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم آئے گا، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کا جذبہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کی تکبیر و تحمید کی عادت ہوگی، اللہ تعالیٰ کی یاد سے دل کو راحت ہوگی، یہ ہے اسلامی طرز معاشرت۔ اسلامی طرز معاشرت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"لتتبعن سنن من كان قبلكم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتى لو دخل احدهم جحر ضب لدخلتموه" ( )

کہ یہود و نصاریٰ کی اتباع میں غالب آئے گا کہ اگر ان میں سے کوئی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا تم بھی داخل ہوگے یعنی بعینہٖ اور بے سوچے سمجھے ان کی اتباع کرو گے۔

تہذیب وتمدن کے علمبرداروں کی حالت زار

جو قومیں اخلاقی لحاظ سے تباہ ہو چکی ہیں اور تہذیب وتمدن کی مدعی ہیں دلیل میں ان کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

جنسی بیماریاں:

عالمی ادارہ صحت (WHO) کی رپورٹ کے مطابق دنیا میں جنسی بیماریاں ہر زمانہ میں ترقی پر ہیں ایک محتاط اندازہ کے مطابق دنیا میں ہر سال ۲۵ کروڑ نئے سوزاک اور ۵ کروڑ نئے آتشک (Gonorrhea Syphilis) میں مبتلا ہوتے ہیں یورپ امریکہ میں انسانی قدروں کی بربادی اور انسانی ذلت کی وجہ سے سفلہ جنسی بیماریوں کی تعداد ہر سال بے حد تیزی سے بڑھ رہی ہے نیویارک شہر میں جولائی ۱۹۷۰ء سے ۳۰ جون ۱۹۷۲ء تک (PARKEN BERGEN REPORT JULY1973) رپورٹ کے مطابق سوزاک کے ۱۳ لاکھ ۳۱ ہزار ۵ سو ۳ رپورٹ سے زائد کے اضافوں کی تعداد ۸۰ ہزار ۵ سو ریکارڈ کی گئی ہے یہ تو وہ رپورٹ ہے جو قانونی طریقے سے قلمبند ہوئی ہیں نہ جانے کتنی ایسی اس سے کئی گنا زیادہ تعداد ہوگی جو قانونی دائرہ سے باہر رہتی ہیں وہ اس قدر ہوتے ہوں گے سوزاک وہ آتشک جنسی متعدی امراض کی موجودگی ہی صرف اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ تہذیب یافتہ ممالک میں بے جا جنسی اختلاط کی بدولت (جس کی عمل کرنے میں ہمارے مرد وزن ہمدم کوشاں ہیں) بے راہ روی کس قدر ہے کیا یہی مغربی سوسائٹی مرد وزن کے درمیان ہونی چاہئے؟ ایسی بیماریاں طبی یا ریفارمری صرف چھڑکاؤ سے تو نہیں ہوگئیں ان کا منبع صرف اور صرف مرد وزن کے ناجائز اختلاط کی وجہ سے ہے مغربی اقوام اس بڑھتے ہوئے معاشرتی خرابیوں اور بگڑتے ہوئے ناسوروں سے اب پریشان ہیں اور اسلامی معاشرے نے تو چودہ سو سال پیشتر ہی اس سے پرہیز کا حکم دیا تھا۔

بن بیاہی ماؤں:

موجودہ زمانہ میں بن بیاہی ماؤں کی تعداد (نیویارک ۲۰ جولائی ۱۹۷۲ء ٹائمز نیوز) ۱۹۷۰ء میں ۱۹۰ لاکھ تھی

(۱) صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لتتبعن سنن من کان قبلکم، ج ۲، ص ۱۰۸۸، ط قدیمی

والے شخص کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد ان کی پھٹی ہوئی قمیص اور ان کے ہاتھ میں موجود لاٹھی کو بطور ثبوت پیش کیا گیا۔ ان کے خلاف مقدمہ چلایا گیا۔ ان کے وکیل نے عدالت کو بتایا کہ ان کے موکل کو ان کے گھر سے گرفتار کیا گیا ہے جبکہ وہ اس وقت اپنے گھر میں موجود تھے۔ ان کے گھر پر چھاپہ مارا گیا تھا۔ ان کے گھر کی تلاشی لی گئی تھی۔ ان کے گھر سے کچھ برآمد نہیں ہوا تھا۔ ان کے گھر سے کوئی ہتھیار نہیں ملا تھا۔ ان کے گھر سے کوئی منشیات نہیں ملی تھی۔ ان کے گھر سے کوئی ایسی چیز نہیں ملی تھی جو ان کے خلاف ثبوت بن سکے۔ ان کے گھر سے کوئی ایسی چیز نہیں ملی تھی جو ان کے خلاف گواہی دے سکے۔ ان کے گھر سے کوئی ایسی چیز نہیں ملی تھی جو ان کے خلاف دلیل بن سکے۔ ان کے گھر سے کوئی ایسی چیز نہیں ملی تھی جو ان کے خلاف ثبوت بن سکے۔

حکومت کویت کا موسوعہ فقہ اسلامی

حکومت کویت نے اپنی اچھی پالیسی کی وجہ سے اپنے قیام کے بعد ہی سے ترقی کے راستے پر گامزن ہے۔ اس نے اپنی معیشت کو مضبوط بنانے کے لیے تیل کی دریافت کے بعد اس کی صنعت پر توجہ دی۔ اس کے نتیجے میں کویت دنیا کے امیر ترین ممالک میں شمار ہونے لگا۔ اس کی فی کس آمدنی دنیا کے بہت سے ترقی یافتہ ممالک سے بھی زیادہ ہے۔ اس کے باوجود اس نے اپنی اسلامی شناخت کو برقرار رکھا ہے۔ اس نے اپنی معیشت کو اسلامی اصولوں پر استوار کیا ہے۔ اس نے اپنی معیشت کو سود سے پاک کیا ہے۔ اس نے اپنی معیشت کو جوا سے پاک کیا ہے۔ اس نے اپنی معیشت کو غرر سے پاک کیا ہے۔ اس نے اپنی معیشت کو ظلم سے پاک کیا ہے۔ اس نے اپنی معیشت کو استحصال سے پاک کیا ہے۔ اس نے اپنی معیشت کو اسلامی اصولوں پر استوار کیا ہے۔ اس نے اپنی معیشت کو اسلامی اصولوں پر استوار کیا ہے۔

حکومت کویت کے زیر اہتمام اسلامی فقہ کی ترویج کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اس کا آغاز ۱۹۷۰ء میں ہوا تھا۔ اس کا مقصد اسلامی فقہ کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کرنا ہے۔ اس کا مقصد اسلامی فقہ کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کرنا ہے۔ اس کا مقصد اسلامی فقہ کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کرنا ہے۔ اس کا مقصد اسلامی فقہ کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کرنا ہے۔

| ربیع الاول ۱۴۰۸ھ |

رابطہ عالم اسلامی اور اس کے فرائض

گزشتہ سال "الرابطة الاسلامية" کی مدت پوری ہونے کے بعد اس کی جگہ "الرابطة الاسلامية" کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا گیا کہ اس کا مقصد اسلامی تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اس کا مقصد اسلامی تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اس کا مقصد اسلامی تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اس کا مقصد اسلامی تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔

العروبة" (اتحاد عرب) پر رکھی گئی، اگر چہ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ اتحاد عرب ہمارے مقاصد کی پہلی سیڑھی ہے اور "وحدت اسلام" کے لئے تمہیدی قدم ہے، تاہم ان کے اس نعرے کو اسلام ازم کے خلاف فیشنفرم سمجھا گیا اور کہا گیا کہ اسلام نے قومیت وطنیت اور رنگ ونسل کی جس لعنت کو ختم کرنے کا اعلان کیا تھا یہ اس سے متصادم وقدام ہے، قرآن حکیم نے سورہ حجرات میں ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ﴾ [الحجرات: ۱۳] اور حضرت رسالت پناہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغمبرانہ تاریخی خطبہ میں جو حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا، صاف اعلان فرمادیا تھا:

"الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لأسود علی احمر ولا لأحمر علی اسود الا بالتقوی، ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم"(۱)۔

بہرحال صرف عرب کا اتحاد قومیت کی بنیاد پر تھا اور یہی سمجھا گیا، اس لئے ضرورت تھی کہ عالمی اسلامی اخوت کی بنیاد پر دوبارہ تحریک اٹھے اس حیثیت سے سعودی حکومت تعریف وثناء کی مستحق ہے کہ انہوں نے وحدت اسلام کے پیش نظر "الرابطة الاسلامیة" کی عالمگیر تاسیس کی اور اکثر اسلامی ممالک سے نمائندے منتخب کئے، ابتداء صرف ستر وہ نمائندے تھے جن میں مسلمانان ہند سے بھی ایک نمائندہ منتخب کیا گیا تھا اور سال میں دو مرتبہ الرابطہ کا اجلاس ہوتا تھا (۱) رجب میں (۲) ذی الحجہ میں، حج کے بعد اسی ملک فیصل کے عہد میں "الرابطة الاسلامیة" کے سلسلہ کو مزید توسیع دی گئی ہے اور ممالک اسلامیہ سے مزید نمائندے منتخب کئے گئے اور اجلاس سال میں ایک مرتبہ ہی رکھا گیا، چنانچہ امسال اس مؤتمر میں ساٹھ ممالک سے مندوبین یا تو بلائے گئے یا حج بیت اللہ کے موقع پر جو مشہور حضرات یا ارباب علم آئے ہوئے تھے ان کو مدعو کیا گیا، اس طرح پچاسی ساٹھ ملکوں کے نمائندے شامل اجلاس ہو سکے، پاکستان سے دو قسم کے نمائندے مدعو ہوئے، بعض حضرات کو خود پیک سے منتخب کیا گیا اور بعض کو حکومت پاکستان کے ذریعے بلایا گیا، حکومت نے اپنے نقطۂ نگاہ کے مطابق افراد کو بھیجا، کچھ قرار دادیں پاس کی گئیں اور "الرابطة الاسلامیة" میں مختلف شعبے قائم کئے گئے، شعبہ ثقافت، شعبہ دعوت وارشاد، شعبہ تبلیغ وغیرہ وغیرہ اور ہر شعبہ کے لئے مختلف ارکان کا تقرر وانتخاب عمل میں آیا اور اب یہ بھی ارادہ ہے کہ ہر ملک میں الرابطہ کا ایک باقاعدہ دفتر ملازم رکھا جائے اور دفتر کھولا جائے تاکہ الرابطہ کے اغراض ومقاصد کی اشاعت ہو سکے، خدا کرے کہ تجاویز وقرار دادوں تک یا محض دماغی پروپیگنڈے تک یہ جدوجہد محدود نہ رہے بلکہ عملی اقدامات اور مقاصد کی تکمیل کے لئے صحیح ومؤثر تدابیر اختیار کی جائیں، تاکہ ممالک اسلامیہ میں صحیح اسلام کی روح جلوہ گر ہو اور مغربی تہذیب نے جو جدید خدوخال چھوڑے ہیں مسلمان کو ختم کر دیا جائے اور سیاست سے

(۱) حلیۃ الاولیاء، المنذر بن مالک، ج:۳ص:۱۰۰، ط: دار الکتاب العربی بیروت۔

زیادہ دین مغلوب ہوا اور قالب سے زیادہ روح پر توجہ ہوئی اور ظاہر سے زیادہ باطن کی اصلاح کی کوشش ہوئی، مال و دولت کی بے پناہ فراوانی سے جو برائیاں پیدا ہو رہی ہیں ان کی اصلاح کی تدبیریں سوچی جائیں، نئی نسل میں مغربی تہذیب کو اپنانے کا جو ولولہ پیدا ہو رہا ہے اس کے روک تھام کی کوشش کی جائے، جدید تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم پر پوری توجہ ہو، جس طرح مسجد حرام اور مسجد نبوی کی قابل قدر توسیع پر بے دریغ دولت خرچ کی گئی ہے اس سے زیادہ منسک حج کے صحیح ادا کرانے کی طرف توجہ ہو، وادی عرفات میں، وادی عرنہ کے مقام پر وقوف صحیح نہیں لیکن ہزاروں حجاج وہیں وقوف کرتے ہیں جن کا حج ہی ختم ہو جاتا ہے، وادی مزدلفہ میں مقام مشعر حرام جو مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان تقریباً ساڑھے پانچ سو گز طولاً قطعہ ہے وہاں مبیت و وقوف دونوں جائز نہیں، ہزاروں حجاج وہیں رات گذارتے ہیں، وہیں صبح وقوف کرتے ہیں، اس کی طرف کوئی توجہ نہیں، تجویز یہ ہے کہ "مشعر مزدلفہ" اور "مسجد اسمٰعیل" کا جو بورڈ لگایا گیا ہے اس سے لوگوں کو مزید غلط فہمی ہو جاتی ہے، مسجد حرام میں نمازوں میں عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہوتی ہیں اس کی طرف کوئی توجہ نہیں، موجودہ تدبیر قطعاً ناکافی ہے، طواف بیت اللہ شریف میں مرد و عورتوں کا اختلاط بری صورت اختیار کر جاتا ہے، اس کی اصلاح پر توجہ مرکوز کرنے کی حاجت ہے، الغرض اس قسم کے مختلف مسائل ہیں جن پر "الرابطة الاسلامية" کو پوری توجہ کرنے کی ضرورت ہے، رؤیت ہلال کا مسئلہ جس کا قرآن مجید میں تصریح کے ساتھ "مواقيت للناس والحج" میں ذکر فرمایا گیا ہے اس کی شہادت در رؤیت کا صحیح شرعی نظام نہیں، وقوف عرفات کی تاریخ میں اکثر اشتباہ ہو جاتا ہے، اس سال یہی قصہ پیش آیا۔

کاش "الرابطة الاسلامية" جس کے معنی قرار دادوں اور بے عمل تجاویز سے زیادہ توجہ ان مسائل پر کرتی تو مخلوق خدا کے حج ہونے کی قابل اطمینان صورت پیدا ہوتی، جس طرح شاہ فیصل نے افتتاحی تقریر مدلل اور مؤثر انداز میں فرمائی ہے اسی کی روشنی میں عملی اقدامات کی طرف توجہ بھی ہونی چاہیے، تاکہ معاملہ صرف ایک تقریر تک محدود نہ رہے، حاکمیت و اقتدار کے حصول کے بعد تقریر سے زیادہ عمل کی ضرورت ہے، تجویز سے زیادہ تنفیذ کی ضرورت ہے۔

ایک حاجی احرام کی حالت میں تلبیہ پڑھتے ہوئے سرزمین حرم میں داخل ہوتا ہے اس کا جی چاہتا ہے کہ مقدس سرزمین حرم کے جلال و عظمت کے پیش نظر جو اس وقت اور اس مقام کے مناسب افکار و تصورات ہونے چاہئیں ان میں کوئی چیز مخل نہ ہو لیکن ہوتا یہ ہے کہ ڈرائیور اس وقت بھی اور ان مقامات میں بھی ریڈیو سے اور ریڈیو گرام سے گانا سناتا ہے اور روکنے سے بھی نہیں رکتا، سرزمین حجاز میں غنا کی یہ کثرت اور ابتلا انتہائی تکلیف دہ ہے، سنا ہے کہ جدہ میں تھیٹر و سینما کی اجازت بھی دی گئی ہے اور ٹیلیویژن بھی لگ گیا ہے، انا للہ۔

بیست یارا ن طریقت بعد ازیں تدبیر ما

الغرض اس طرح کے سینکڑوں مسائل ہیں جن پر رابطہ اسلامیہ کو بے حد توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

شعائر اللہ کی تقدیس و تعظیم ایمان کا جزء ہے، ہر قیمت پر توجہ کے مستحق ہیں، مال کی فراوانی اور مواصلات کی آسانی، نقل و حرکت اور سیاحت کی کثرت سے ایک ملک کی برائیاں بہت سرعت کے ساتھ دوسرے ملک میں پہنچ جاتی ہیں، خدا کرے کوئی خلیفہ خلیفیان مراکز ان دن میں جلد سے جلد ظہور پذیر ہو جس سے اس سیلاب کی روک تھام ہو سکے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

[محرم ۱۳۸۵ھ / مئی جون ۱۹۶۵ء]

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ کا سعودی عربیہ کے مشہور روزنامے ''الندوۃ'' کو انٹرویو

☆ باہمی اتحاد و اعتماد ہی اسلام کی روح ہے۔

☆ ''رابطہ اسلامیہ'' اور دعوت الی اللہ کے میدان میں اس کا کردار۔

☆ قادیانیت مسلمانوں کے خلاف ایک محاذ جنگ ہے۔

☆ اسلامی اتحاد سے زیادہ عالی و ارفع دنیا کا کوئی اتحاد نہیں ہو سکتا۔

☆ باہمی اتحاد و اعتماد ہی اسلام کا جوہر اصلی ہے۔

☆ اس اسلامی اتحاد کی طرف دعوت کے بارے میں کتاب و سنت کی بے شمار نصوص (تصریحات) موجود ہیں۔

مکہ مکرمہ روزنامہ ''الندوۃ'' کے نمائندہ صالح جمال آفندی انٹرویو سے پہلے مندرجہ ذیل الفاظ میں حضرت مولانا موصوف کا تعارف کراتے ہیں:

اس سال بھی حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نے فریضہ حج ادا کیا۔ موصوف پاکستان کے اکابر علماء میں سے ہیں، آپ اپنے قلم و علم والوں کے ذریعہ حریم اسلام سے دفاع اور دین متین اور عربی زبان کی خدمت میں مصروف ہیں۔

جس مدرسہ کے آپ مہتمم ہیں وہ پاکستان کی ان قدیم ترین درس گاہوں میں سرفہرست شمار ہوتا ہے جنہوں نے اسلامی نشر و اشاعت اور اسلامی تعلیمات کی ترویج و توسیع میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور فتنہ قادیانیت اور ملحد (کتاب و سنت) کے محاذوں پر معرکہ سے جاری پیدا کئے ہیں۔

ان تعارفی کلمات کے بعد نامہ نگار موصوف لکھتے ہیں:

میں نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری سے ملاقات کے بعد پہلا سوال پاکستان میں قادیانی تحریک کے بارے میں کیا۔

قادیانیت سامراج کا آلہ کار

س: پاکستان میں قادیانیت اپنی سیاسی اغراض کے ہدف اصلی مسلمانوں نے ہر اعتبار اور ابتدا ہی سے جدوجہد کے نکرے کر ڈالے ہیں اس تحت اتنی اسلامی کے خلاف پے در پے تگ کر رہی ہے کیا آپ کے خیال میں کوئی مقتدر اثر اتحاد اسلامی کی مساعی کو ناکام بنانے کی صورت میں مرتب ہو سکتا ہے؟ اور یہ بھی کہ قادیانیت راتی قوی ہے کہ وہ اسلامی اتحاد اور مسلم ممالک کے باہمی ارتباط کی تحریک کے فروغ اور نشوونما پر کسی بھی پہلو سے اثر انداز ہو سکے گا؟

قادیانیت استعمار کا ایک حربہ ہے

مولانا انوری نے جواب دیا:

قادیانیت کی تمام تر کوششیں صرف برطانوی سامراج کے ہاتھ مضبوط کرنے اور برطانیہ کے استعماری منصوبوں کے لئے اسلامی ملکوں میں زمین ہموار کرنے اور ان کو کامیاب بنانے کی غرض سے ہمیشہ اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور ان کے باہمی ارتباط و اتحاد کو تار و مار کرنے کے لئے وقف رہی ہیں۔ چنانچہ قادیانیت کا عقیدہ ہے کہ برطانوی سامراج روئے زمین پر اللہ کا سایہ ہے، جیسا کہ اس فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں اس کی تصدیق کی ہے۔

لہٰذا یہ فرقہ خالص استعماری پیداوار ہے، برطانوی سامراج نے اسے اگایا ہے، اسی لئے مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں ان کے خلاف ہر قسم کی سازش کو یہ فرقہ اپنی مذہبی فریضہ قرار دیتا ہے اور اپنے خالق و مربی استعمار کا حق نمک ادا کرتا ہے۔ ایسی صورت میں ان قادیانیوں کا وجود اسلامی ملک اور ان کے مسلمانوں کے لئے زہر ہلاہل ہے۔

اور جب یہ واضح ہو گیا کہ قادیانیت اسلامی ممالک میں کام کرنے کے لئے برطانوی استعمار کا ایک خود کار (آٹومیٹک) حربہ ہے تو ان قادیانیوں کی طاقت و قوت کے اصل سرچشمہ اور ان کی ذات سے کلیتہً آنے والے خطرناک نتائج و عواقب کا معلوم کرنا بہت آسان ہے۔

اسلامی اتحاد و باہمی اعتماد کی منزل تک پہنچنے کا راستہ

س: دنیا کی مسلمان قومیں عمومی طور پر عرب ممالک اور خصوصی طور پر ایک خطہ میں پائے جانے والے اتحاد و تعاون پر متفق و متحد ہو جائیں تو یہ دنیا میں اتنی بڑی اور زبردست طاقت بن سکتے ہیں جس کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے خیال میں وہ کون سا راستہ یا طریقہ کار ہے جس کو اختیار کرنے سے باہمی اتحاد و تعاون کی یہ

جزئی طور پر حاصل کیا جاسکتا ہے؟

جواب: شیخ بنوری نے فرمایا: اسلامی اتحاد و تعاون باہمی کے اتنے فوائد اور عظیم ثمرات ہیں جن سے کسی طرح انکار نہیں کیا جاسکتا باقی اس مقدس آرزو کو پورا کرنے کے لئے میرے خیال میں چند ضرر یتے ہیں۔

① دین اسلام اور اس کی امن وسلامتی کی ضامن تعلیمات کی اشاعت پوری قوت کے ساتھ دنیا کے چپہ چپہ پر کی جائے، خصوصاً جن ممالک کے لوگ اسلامی تعلیمات کے لئے تشنہ اور بے چین ہیں اور صرف تعلیمات کی اشاعت پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اسلامی اخلاقی تربیت اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل نیز دینی شعور کو بیدار کرنا اور اسلامی احساسات و رجحانات پیدا کرنا بھی از بس ضروری ہے۔

② تمام اسلامی ممالک میں یکساں نظام تعلیم رائج کیا جائے اور تربیتی پروگراموں میں بھی یکسانیت پیدا کی جائے۔

③ پھر یہ اسلامی ممالک وسیع تر علمی مفادات کو سامنے رکھ کر آپس میں تجارتی، اقتصادی، سیاسی اور ثقافتی معاہدے کریں۔

ان تدابیر سے بڑھ کر یہ ہے کہ:

تمام اسلامی حکومتوں کے دستور اور رسمی قوانین یکساں ہوں اور وہ اسلامی شریعت اور اسلامی قوانین کی روشنی میں بنائے جائیں۔

باہمی اتحاد و تعاون ہی اسلام کی روح ہے

س: ... اس باہمی اتحاد و تعاون کی ظرف مقدس دعوت کے نتیجہ میں امت مسلمہ کے لئے جس عمومی خیر وصلاح کی امید کی جاسکتی ہے اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: ... باہمی اتحاد و تعاون تو اسلام کی روح اور جوہر اصلی ہے لہٰذا اسلام تو نام ہی ہے باہمی اتحاد و یگانگت اور امن وسلامتی کی ضمانت کا، قرآن کریم کی بہت سی آیات واحادیث میں اس اتحاد و تعاون کی دعوت صراحۃً موجود ہے اور اسلامی اخوت تو بے شمار آیات واحادیث میں منصوص ومعروف ہے لہٰذا اس باہمی تعاون و یگانگت سے اعلیٰ وارفع اور کون سا اتحاد و تعاون ہوسکتا ہے جس کی دعوت ہم اور آپ حلیف دیتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ ہر مسلمان اس اعلیٰ وارفع شرعی و دینی دعوت پر لبیک کہے گا اور جب اس دعوت کی روح اخلاص ہو اور اس کی اساس آسمانی تعلیمات پر قائم ہو تو اس میں کامیابی یقینی اور اس کے مقدس ثمرات کا حصول قطعی ہے۔

مجمع البحوث قاہرہ کی نفرنس اور اس کی تجاویز

س: ... آپ نے مجمع البحوث قاہرہ کی تیسری کانفرنس میں شرکت فرمائی ہے، مؤتمر مختلف اسلامی

دین کے خلاف محاذ جنگ

مطابق جس حد تک چاہے زکوٰۃ کی مقدار میں اضافہ کر سکتی ہے۔

⑫ (قرآن حکیم کا) عورت کی شہادت کو مرد کی شہادت کا نصف قرار دینا اس زمانہ کی بات ہے (جبکہ اس وقت عورتیں ان پڑھ ہوا کرتی تھیں) لیکن آج کے پڑھے لکھے دور میں ایک مرد کے ساتھ ایک عورت کی شہادت بھی کافی ہے ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کی ضرورت نہیں۔

غرض ڈاکٹر فضل الرحمن نے قرآن کے تمام منصوص (صریح) اور قطعی (یقینی) احکام میں تغیر و تصرف کرنے کی غرض سے یہ (مذکورہ بالا) اصول وضع کر رکھا ہے، چاہے وہ احکام نماز سے متعلق ہوں، چاہے زکوٰۃ سے یا روزہ اور حج سے۔

⑬ ڈاکٹر فضل الرحمن کہتے ہیں:

"وحی کی وہی بات قابل قبول ہے جو عقل و بصیرت اور تاریخ کے مطابق ہو" اس اعتبار سے وحی الٰہی اور نبی دونوں اپنے ماحول کے تاریخی اثرات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے"۔

⑭ اور کہتے ہیں: "قرآن و سنت کے اکثر و بیشتر احکام وقتی اور اس زمانہ کے مخصوص ظروف و حالات کے ساتھ مخصوص تھے"۔

⑮ اور کہتے ہیں: "سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بیشتر حصہ اس زمانہ کے مروجہ رسم و رواج پر مشتمل ہے جو اسلام سے پہلے عرب میں رائج تھا، بعد میں فقہاء نے یہودیوں اور ایرانیوں کی روایات کو اس میں داخل کر دیا" گویا ان کے نزدیک سنت (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال کا نام نہیں بلکہ) فقہی قوانین کے مجموعہ کا نام ہے جو ان غیر مسلم اقوام اور ان کے قوانین سے ماخوذ ہیں۔

نیز ڈاکٹر فضل الرحمن (۱) نزول مسیح علیہ السلام سے انکار کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ [illegible] یہ عقیدہ عیسائیوں سے لیا گیا ہے (۲) معراج جسمانی (۳) شفاعت (۴) [illegible] کا بھی انکار کرتے ہیں (اور ان عقائد کو بھی عیسائیت سے ماخوذ بتلاتے ہیں)۔ اسی قسم کے [illegible] جانب سے کئے جاتے ہیں، جو امام نے قطعی عقائد سے انکار کرتے ہیں [illegible] سے ان کی جنگ ہے، یہ ڈاکٹر فضل الرحمن کے ان بہت سے انکار و نظریات کا ایک نمونہ ہے [illegible] میں پیش نہیں کئے جا سکتے (مشتے نمونہ از خروارے)

مولانا نے فرمایا:

مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی کا ماہنامہ بینات (خاص طور پر) ڈاکٹر فضل الرحمن (اور ان کے فکری رفقاء)

نے ان افکار و نظریات کو پوری تفصیل سے مطرح کیا ہے اور انتہائی دیانت داری اور انصاف کے ساتھ ان پر جرح و تنقید اور علمی معیار پر تردید کا فریضہ ادا کر رہا ہے۔

حضرت مولانا نے مزید فرمایا:

میں نے عالم اسلام کے گیارہ علماء کو جن میں شیخ عبداللہ بن حمید بھی شامل ہیں، ڈاکٹر فضل الرحمٰن مصنوف نے ان ملحدانہ افکار و خیالات سے خوفناک آگاہ کر دیا ہے۔

رابطہ عالم اسلامی کو کیا کرنا چاہیے؟

س: امیر نظام موصوف بتاتے ہیں اس کے بعد میں نے رابطہ عالم اسلامی سے متعلق اپنی تجاویز کے بارے میں سوال کیا جن کے ذریعہ رابطہ اپنے پیغام عالم اسلامی کے وسیع سے وسیع تر دائرہ تک پہنچا سکے اور تمام عالم اسلامی کی ترجمانی کر سکے۔

جواب: میرے خیال میں رابطہ کے تین مقاصد حسب ذیل امور ہونے چاہئیں:

① تمام بلاد اسلامیہ میں خصوصاً مغربی ممالک سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت خصوصاً وہ ممالک جن میں اسلامی دعوت پر لبیک کہنے کی زیادہ امید ہے، جاپان، چین اور جنوبی کوریا جیسے ممالک آج بہت سے قلوب اپنے دین کے شدید پیاسے ہیں جو ان کے بقاء و استحکام کے ساتھ ہی سارے روحانی اطمینان اور قلبی سکون کا باعث بن سکتے ہیں عہد حاضر میں اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ میں نے اپنی یہ رائے رابطہ اسلامیہ کے لائبریرین الحاج محمد جمیل بیگ بڑی سے ملاقات کے وقت بھی پیش کی ہے اور انھوں نے اس رائے سے پورا اتفاق کیا ہے اور اس سلسلہ میں عملی قدم بھی اٹھانے والے ہیں۔

② رابطہ کی نسل میں اپنی دعوت و زیادہ سے زیادہ عام کرے اور جو نو مسلم ان ممالک میں اسلام قبول کرتے ہیں انھیں اسلامی ممالک میں بلا کر ان کی دینی تعلیم و تربیت کا خاص طور پر انتظام کیا جائے۔ اسلامی تعلیمات ان کے قلوب میں راسخ ہو جائیں اور وہ اپنے وطن واپس جا کر اسلام اور اس کی تعلیمات کو اپنی مقامی زبان میں زیادہ سے زیادہ پھیلا سکیں۔

[ربیع الاول ۱۳۸۸ھ]

مؤتمر قاہرہ کے مشاہدات و تاثرات

(از روزنامہ الجمعیۃ الاسلامیۃ کی مختصر روئیداد)

۲ مارچ ۱۹۶۴ء رات کے ۲ بجے جاپان ایئر لائنز سے ہمارا یہ سفر شروع ہوا اور ۳ مارچ ۱۹۶۴ء کو ۸ بجے صبح پی آئی اے کے ذریعہ ہم واپس کراچی پہنچ گئے، تین روزہ قاہرہ میں قیام ہر دو حیثیت سے مفید رہا

مکہ مکرمہ میں اور ایک رفقاء عراق و ایران میں اور کل ۱۲ افراد آمد و رفت و پرواز پر صرف ہوئے اس طرح ۲۰ ۲۰ ایک دن اور چند گھنٹوں میں وطویل فاصلے طے ہوا تو وہ معاذ اللہ کی دعوت پر شروع ہوا تھا، جامعہ نے اپنی نظامت علمیہ میں ایک ادارہ تحقیق و علوم اسلامیہ کے نام سے قائم کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ جدید ذہن نے جو مسائل پیدا کئے ہیں قرآن و سنت اور فقہاء امت کی مدون کردہ فقہ اسلامی کی روشنی میں ان مسائل کا تحقیقی جائزہ لیا جائے۔ مجمع الفقہ الاسلامیہ ایک ادارہ ہے (۱) جو چند سالوں سے قائم ہے اور اس کے لئے مصر اور سوڈان اور مغربی افریقہ کے بعض عربی ممالک سے ممتاز اہل علم کا انتخاب کیا گیا ہے، چند حضرات کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) فضیلۃ الشیخ الجلیل فرج اللہ الزکزاکی	(۲) فضیلۃ الشیخ محمد ابوزہرہ
(۳) فضیلۃ الشیخ محمود عبدالرحیم	(۴) فضیلۃ الشیخ علی الخفیف
(۵) الشیخ الدکتور عبداللہ العربی	(۶) الشیخ الدکتور عبدالحلیم محمود

اس ادارے کے ڈائرکٹر جنرل ڈاکٹر محمد حبب اللہ ہیں جو قدیم و جدید علوم کے ایک محقق عالم ہیں اور نہایت سنجیدہ و باوقار شخصیت کے حامل ہیں یہ حضرات اس ادارے کے مستقل اعضاء اور ارکان ہیں۔

جامعہ ازہر کے اربابِ اقتدار نے چاہا کہ اس اکیڈمی کی طرف سے اسلامی ملکوں کی ایک کانفرنس بلائی جائے جس کے مقاصد حسب ذیل ہوں:

الف — ان موضوعات و مقالات پر علمی تبادلۂ خیال ہو جو اب تک لکھے جا چکے ہیں۔

ب — جو مسائل زیر بحث نہیں آئے ان کو متعین کیا جائے کہ کن کن موضوعات پر لکھنے کی ضرورت ہے۔

ج — اس تبادلۂ افکار و بحث و تمحیص سے ان ناکیوں کو واضح طور پر متعین کیا جائے جن پر آگے چل کر کام کرنا ہے۔

د — کتاب و سنت، اجماع، قیاس کی عام چار شرعی دلیلوں کو امت کے سامنے آخر میں اور ایک

---

(۱) ادارے کے ملک میں کئی ممالک میں ... اس تعلق سے پیش کئے ہوئے ... (۲) ... (۳) ... فرد ... کاری ... سے ان پر خصوصیت پر شکریہ ... ادا کیا جاتا ہے ... مقصد ... ہے ... ان ... ہوئے ... ان ... ہے ... ان ... ہے ... ان ... ہ

[illegible] سے چار مذاہب داخل میں آتے ہیں، لیکن اس کا امکان تھی ہے کہ جدید مسائل حل کرنے میں چار مذہبوں میں سے ایک خاص مذہب فقہی کی پابندی نہ ہو بلکہ جس مذہب میں گنجائش زیادہ ہو اسکی اس کو اختیار کیا جائے۔

[illegible] ان فقہی مسائل کے حل کرنے کے علاوہ اس پر غور کیا جائے کہ اسلامی دعوت، رشد و ہدایت جو [illegible] تمام عالم میں پھیل گئی تھی اس کے کیا اسباب و عوامل تھے۔ ان عوامل و اسباب کی روشنی میں دعوت و دعوت حق نے نشر و اشاعت کی کیا کیا تدبیر اختیار کی جائیں۔ الغرض جو مقالات پڑھے گئے اور دوازکون پہلے سے تیار کر [illegible] تھے ان سب میں پیش کر دیا جاوے گا تھی، چنانچہ اس کانفرنس کے لئے تمام بلاد اسلامیہ اور غیر اسلامیہ کے [illegible] دعوت دی گئی تھی، ابتدائی مرحلے میں کانفرنس نے مندوبین ۲۱۳ ممالک سے پہنچ گئے، بعد میں ۲۰۰ اور پھر پچاس تک تعداد پہنچ گئی، ان میں لندن، یوگوسلاویہ، ہنگری، جرمن، جاپان، روس سے بھی اسلامی [illegible] تھے، لیبیا، تونس، الجزائر، سوڈان، عراق، جنوبی ترکی، مورچ نیا (مغربی افریقہ) کویت، بحرین، [illegible] کینیا، پاکستان، افغانستان، بھارت، جاوا، ملایہ، فلپائن وغیرہ وغیرہ سب ہی دیئے تھے تین تعجب ہوا کہ سیریا (شام)، حجاز، ایران ان تین اسلامی ملکوں کے نمائندے شامل نہ تھے۔

ان مندوبین کی تعداد ابتداء ۱۵۰ تھی بعد میں سو سے متجاوز ہو گئی تھی۔ ان سب نمائندوں کو قاہرہ کے دو ائیر پورٹوں "فدق اطلس" اور "کورنتیل ہوٹل" میں ٹھہرایا گیا تھا۔ ان سب نمائندوں کو ہوائی جہاز کے فرسٹ کلاس [illegible] سرکاری سفارت خانوں کے ذریعے بھیجے گئے تھے۔ یہ پورٹ پر استقبال کے لئے معہ وفد موجود تھے [illegible] ۱۰ مارچ ۶۲ء کانفرنس کا آغاز ہوا، لیکن کانفرنس کی کارروائی ۷ مارچ سے شروع ہوئی ۹ مارچ کو صرف [illegible] ۱۰ مارچ بعد کا پروگرام تھا۔ ایئر لنڈ نشن، تین وجیل، بس اور کاروں کے ذریعہ وفود کو جامع ازہر کی تاریخی [illegible] جامع مسجد میں پہنچایا گیا۔

[illegible] مسجد تاریخی اور قدیم ترین ہے، پہلی مسجد جامع عمرو بن العاص، جو مصر قدیم فسطاط میں [illegible] حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرو کا مزار مبارک بھی ہے۔ [illegible] مصر میں وہ ممتاز بزرگ ہیں جنہوں نے عہد نبوت ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] پڑھ لیا تھا اور احادیث سنتے تھے کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا جس کا نام "الصحیفہ" تھا۔ (۱)

[illegible] جامع ازہر میں جو ستون ہے جو ستون کے نمونے پر تیار کی گئی تھی اور مسجد جامع میں وضو خانہ تھا جیسے [illegible]

تیسری مسجد جامع ازہر ہے جو چوتھی صدی میں فاطمیین کے دور میں بنائی گئی تھی۔ اسی جامع ازہر نے

(۱) ان کی تفصیل ابن سعد اور حافظ ابو نعیم اور عبدالبر اندلسی کی کتاب "جامع بیان العلم" اور مسند دارمی" میں ہے۔ اور اس مبارک مجموعہ [illegible] کی احادیث سے زیادہ مجموعہ موجود تھا۔ (نورنی)

جامعہ ازہر کی صورت اختیار کی اور دنیا ئے اسلام کے ہزاروں ممتاز علما یہاں سے نکلے اور اسلام کی علمی تاریخ دنیا اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ جامع ازہر کے دائیں بائیں طلبہ کے لئے دارالاقامہ بنایا گیا ہے جو "رواقات" کے نام سے مشہور ہے، ہر ملک کے طلبہ کے لئے علیحدہ علیحدہ "رواقات" ہیں۔ رواق افغان، رواق الشوام، رواق الجزیرت وغیرہ وغیرہ۔ اب ازہر کے جدید نظام میں یہ حلبہ مستقل ایک بستی میں جو مدینۃ البعوث کے نام سے بنائی گئی اس میں رہتے ہیں، اس مدینۃ البعوث میں اس وقت ۶۰ ملکوں کے تین ہزار طلبہ قیام پذیر ہیں، جن کو ۴۰ پونڈ ماہوار کی وظیفہ دیا جاتا ہے اور ۵ پونڈ ان سے ناشتہ کھانا چارپائی بستر وغیرہ کے عوض وصول کیا جاتا ہے، یہ وفود جامع ازہر پہنچے، جامع ازہر کے دروازے پر دو طرفہ سیاہ وردی میں زرق برق پولیس انتظام اور استقبال کے لئے کھڑی تھی، راستہ کو قالینوں سے سجایا گیا تھا، صف اول میں مہمانوں کے لئے نشست مخصوص تھی، قاہرہ میں عام مسجدوں میں سب قالینیں کا فرش ہوتا ہے اور ان مساجد کا انتظام و تولیت وزارت اوقاف کی طرف سے ہوتی ہے اور یوں تو تمام مساجد میں بجائے بوریا یا شطرنجی کے قالین ہی بچھائے جاتے ہیں لیکن ذرا اہتمام کر کے نئے قالین بھی بچھا دیئے گئے تھے، حسب معمول، وزارت اوقاف کی طرف سے ہر جامع مسجد میں نماز جمعہ سے قبل نصف گھنٹہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے کے لئے بہترین خوش الحان قاری مقرر ہوتے ہیں، چنانچہ جب ہم پہنچے تو یہاں بھی ایک قاری نہایت مؤثر اور دردانگیز لہجہ میں تلاوت فرما رہے تھے، اذان ہوئی، سنتیں ہوئیں، ایک نوجوان ازہری عالم خطیب تھے۔ انہوں نے عمدہ خطبہ دیا، اجتہاد و تقلید کے موضوع پر یہ خطبہ تھا جو بظاہر اس موقع کے مناسب سوچ کر دیا گیا تھا (ہمارے نقطۂ خیال سے اس خطبہ میں گرفت کے مقامات بھی تھے) نماز سے فراغت کے بعد وفود ہندوستان میں تعارف کے لئے ایک ہال میں اجتماع ہوا جو جامع ازہر کے ایک گوشے میں تھا اور پر تکلف کرسیوں اور بہترین قالینوں سے آراستہ تھا، قہوہ مصری سے تواضع کی گئی، ورسلام و مصافحہ اور سرسری ملاقات کے بعد اپنی اپنی موٹروں میں اپنے ہوٹلوں میں پہنچا دیئے گئے، وہاں اگلے روز یعنی ۷ مارچ کا پروگرام بھی بتلایا گیا کہ کل مجمع البحوث الاسلامیہ کی مؤتمر کا افتتاح ہوگا اور ۹ بجے جانا ہوگا۔

کانفرنس کا محلِ انعقاد

قاہرہ ویسے بھی خوبصورت شہر چلا آ رہا ہے اور اس وقت تو ۴۵ لاکھ کی آبادی کا سرکز قدیم و جدید تمدن کا خوبصورت ترین مخلوط شہر بن گیا ہے، خصوصاً شہر کا وہ حصہ جو دریائے نیل کے کناروں میلوں تک چلا جاتا ہے دوتوا جواب ہے، قاہرہ کے اس علاقہ میں قدیم اشیاء کا "متحف" یعنی میوزیم یہ عجائب گھر ہے جس میں فراعنہ مصر کے تاریخی آثار ہیں، اور فراعنہ کی محنوط کی ہوئی لاشیں ہیں۔ اس مقام میں جامع الدول العربیۃ کی عظیم الشان عمارت ہے جہاں چند روز پیشتر مؤتمر القمہ کے نام سے ملوک بلا، عرب کی کانفرنس ہوئی تھی جس میں ۱۳ ممالک

کی طرف سے بحیثیت وکیل حکومت مصر اور ان حضرات کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس عظیم ترین مقصد کے لئے مجمع البحوث کے مؤتمر کا اجلاس بلایا تھا۔ محمود نے اتحاد اسلامی پر زور دیا اور وقت آسانی کی رہنمائی کی اہمیت و عظمت بیان کی اور نہایت سادہ لہجہ میں عمدہ اور مختصر تقریر فرمائی، پھر ڈاکٹر محمود حب اللہ کی تقریر اور شیخ خلیل محمود حصری کی تلاوت قرآن پر یہ کارروائی ختم ہوئی۔ اس کے بعد اوپر کی منزل کے ہال میں جناب ابرکیس حسین شافعی نے ظہرانہ سے ملاقات و مصافحہ کا موقع فراہم کیا تھا جس کے بعد مؤتمر کا پہلا اجلاس ختم ہوگیا۔ سب تقریروں میں مقصد کی اہمیت اور وقت کی نزاکت اور علماء و نمائندگان بلاد اسلامیہ کی تہنیت خیر مقدم کی روح جلوہ گر تھی۔ اب مؤتمر کا نظام یہ مقرر ہوا کہ شام کو ۵ سے ساڑھے سات بجے تک اور صبح کو ۹ سے ایک بجے تک اجلاس ہوا کریں گے۔

۲۷ مارچ ۱۹۶۴ء کو شام ۵ بجے سے مؤتمر کا باقاعدہ اجلاس شروع ہوا۔ "معہد الحفاظ" کی شاندار عمارت کی پہلی منزل کے ایک ہال میں جو نہایت خوبصورت تھا پورا ہال ایئر کنڈیشن تھا تین طرف نشستیں ترتیب دی گئی تھیں۔ ارکان مؤتمر کے لئے ایک طرف مستقل نشستوں کا بھی انتظام تھا۔ ہر شخص کی کرسی کے سامنے میز پر ایک خوبصورت پلاسٹک کا مائیکروفون بھی ہوتا تھا اس کے نیچے میز پر ہیڈ فون اور شیشے کے نیچے ایک ورق لگا دیا گیا تھا۔ سامنے ایک چھوٹی مشین تھی اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی کہ آپ عربی فرانسیسی، انگریزی جس زبان میں چاہتے اس کی سوئی گھما کر لگا دیجئے۔ اسی ہال کے ایک حصہ میں ترجمہ کرنے والوں کے لئے تین کیبن تھیں جیسا آج کل یو این او کے اسمبلی ہال میں انتظام ہوتا ہے اور جو ہمارے پاکستان کی اسمبلی میں بھی اسی طرح کا انتظام ہے لیکن یہاں ترجمہ کا انتظام خاطر خواہ نہیں جس انداز سے یہاں ترجمہ ہوتا تھا یہ محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ ترجمہ ہو رہا ہے بلکہ یہ محسوس ہوتا تھا کہ اسی زبان میں مقرر بول رہا ہے اور پھر علمی اصطلاحات اور علمی تحقیقات کا اس سرعت و فصاحت سے ترجمہ کرنا حیرت انگیز تھا۔ الغرض اس انداز سے اس کا نظم و نسق تھا۔ مختلف موضوعات پر مجمع البحوث کے ارکان کے وہ مقالات تھے جو وہ لکھ کر اپنے ساتھ لائے تھے جس روز مقالہ پڑھا جاتا تھا اگلے روز چھاپ کر تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ مؤتمر کے مندوبین کو ان مقالات پر مناقشہ و مباحثہ کا حق ہوتا تھا۔ نیز صدر کی طرف سے کوئی جدید مقالہ جدید موضوع پر لکھے یا ان موضوعات پر لکھنے اجازت ہوتی تھی۔ حسب ذیل موضوعات پر مقالات تھے:

① اسلامی دعوت کے جلد پھیلنے کے کیا اسباب و عوامل تھے؟

② اجتہاد کے مختلف ادوار کا جائزہ۔

③ مختلف اسلامی فقہی مذاہب سے مسائل منتخب کرنا، اس کا عنوان تھا "التلفیق بین المذاہب"۔

④ ملکیت زمین کا مسئلہ اسلام میں (لیکن اس موضوع پر کسی نے مقالہ نہیں پڑھا)۔

ان کے علاوہ چند اور موضوعات بھی تھے خیال ہے کہ آئندہ میقات کی اشاعت میں ان مباحث کا خلاصہ پیش کیا جائے۔ راقم الحروف نے بھی اجتہاد پر ایک مختصر مقالہ دو بار مرتب کیا جو فل اسکیپ سائز کے ۲۰

[illegible] نے سابق مقالات پر بحث میں حصہ لیا اور تنقید کی اور اپنے مقالہ میں [illegible] میں اس مذہب پر علمی روشنی ڈالی اور مقالہ نگار کی رائے سے اختلاف کیا۔ دوسرے رفقاء میں سے مولانا مفتی محمود صاحب اور مولانا غلام غوث صاحب نے بعض موضوعات پر مقالات پیش کئے۔

[illegible] اسلامیہ اور اس کی پہلی کانفرنس کے بارے میں تاثرات

[illegible] کا سب سے عظیم الشان فائدہ یہ ہوا کہ حکومت جمہوریہ متحدہ و عربی ممالک کے اتحاد کے لئے [illegible] گئی۔ یہ محسوس ہو رہا تھا عربی تحریک جلد اسلامی تحاد آ رہے اور ایسا محسوس ہوا کہ ہندوستان [illegible] کو وحدۃ الاخوۃ میں ناکامی ہونے کے بعد اب ان کی توجہ اسلامی اتحاد کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اگرچہ وہاں کے [illegible] وہ حضرات بھی کہا کرتے تھے کہ عربی اتحاد سے ہماری غرض یہ ہے کہ اتحاد اسلامی کی یہ پہلی کڑی ہے۔ بہر حال اس [illegible] اس کانفرنس سے یہ سیاسی فائدہ بھی اٹھایا گیا کہ اسلامی اخوت اور عالمگیر اسلامی رشتہ مودت کی [illegible] قائم فرمایا ہے [illegible] اس وجہ سے مشرقی فریقہ کے جدید آزاد شدہ ممالک کی طرف خاص توجہ تھی اور اسی وجہ [illegible] کوشش ہوئی رہی کہ سب مندوبین اسلامی عالمگیر اخوت کے رشتہ کی اہمیت زیادہ [illegible] یہ محسوس کریں اور یہ سمجھیں کہ جمہوریہ متحدہ عربیہ کے پیش نظر اسلامی اخوت کا رشتہ مضبوط ہے۔ اس موتمر میں اخبارات میں شائع ہونے سے قبل سب وفود کو یہ خبر سنائی گئی کہ دستور اساسی تیار ہو گیا اور اس میں یہ بات طے ہو گئی کہ حکومت جمہوریہ عربیہ متحدہ کا مذہب اسلام ہوگا اور سرکاری زبان عربی ہوگی۔ اس موتمر میں پہلے [illegible] کانفرنس [illegible] نے واضح الفاظ میں یہ اعلان کیا کہ حکومت نے مصحف مرتل کے لئے ایک خاص [illegible] ہے جس کے [illegible] ہوگا۔ اس پر صرف قرآن کریم روزانہ چودہ گھنٹے نشر کیا جائے گا۔ مصری وقت کے مطابق صبح ۹ بجے سے ۱۰ بجے تک اور ۱۱ بجے سے ۱۲ بجے تک اور ۴ بجے سے ۵ بجے رات تک۔ صدر جمال عبدالناصر نے وفود سے جب ملاقات کی تو سب سے مصافحہ اور مزاج پرسی کے بعد کہا:

"حضرات! میری خوش قسمتی ہے کہ میں آج آپ حضرات کی زیارت کر رہا ہوں۔ ہم سب اسلامی اخوت کے رشتہ میں منسلک تھے۔ استعماری طاقت نے اپنے سیاسی اغراض کے لئے جدا کر دیا اور استعماری سیاست نے [illegible] دیا (یہ جملہ [illegible] اور اس پر زور دیا) میں اس وقت مشغول ہوں رخصت چاہتا ہوں خدا [illegible] کا یہ جملہ تھا:

"ایھا السادۃ! انی لسعید برفیتکم" اور آخری جملہ تھا "سیروا علی برکۃ اللہ"۔ اس [illegible] سے صدر فلسطین کی سلسلہ کی عدم بندی پر جہاں یہ داد کا تحفظ [illegible] موجود ہے سب وفود کو چار سو کیلو [illegible] سے یہ تجویز پاس کرائی کہ فلسطین کا قضیہ تمام عالم اسلامی کا مشترکہ قضیہ ہے یہ تجویز

عربی ممالک کا قضیہ نہیں اس لئے ہم تمام نمائندگان ممالک اسلامیہ اور مسلمانان عالم متفقہ احتجاج کرتے ہیں کہ فلسطین میں مہاجرین کو جلد از جلد آباد کیا جائے اور سب مندوبین سے اس قرارداد کی تائید کے لئے کہا گیا۔ دوسرا نمبر راقم الحروف کا آیا جس نے ذیل عربی الفاظ میں قرارداد کی تائید کی:

"ایها السادة وفود البلاد الاسلامية وعلماء المسلمين! لا شك فى ان المؤمنين اخوة على تواصى بلادهم واقطارهم وهم كما قال سيدنا الرسول صلى الله عليه وسلم :"المؤمنون فى تراحمهم وتوادوهم و تعاطفهم كجسد واحد اذا اشتكى عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى"(۱)

ولا ريب ان قضية فلسطين قضية اسلامية عالمية ليست قضية عربية فقط، فمن واجبنا ان نقوم للدفاع عنها متكافئين فى سبيلها وحل مشاكلها. وايها السادة! ان قضية فلسطين وقضية كشمير متماثلتان متجانستان، فاربعة ملايين من المسلمين تئن تحت سيطرة حكومة غاشمة ظالمة مستبدة ، تحكم عليهم بكل قسوة وجفوة ليست فيها أية رحمة وعاطفة فالرجاء ان نتحد لها كذلك.

ترجمہ: حضرات! ممالک اسلامیہ کے نمائندو! بلاشبہ مسلمان کہیں کے بھی باشندہ ہوں ان میں اسلامی اخوت کا رشتہ موجود ہے اور حضرت رسالت پناہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ساری دنیا کے مسلمان اپنی ہمدردی، تعلق و محبت میں ان کی مثال ایک بدن کی ہے، بدن کے کسی حصہ میں اگر کوئی شکایت ہے تو سارا بدن بخار و بے خوابی میں مبتلا رہتا ہے، بلاشبہ فلسطین کا قضیہ تمام عالم اسلامی کا مسئلہ ہے تنہا عربی ممالک کا نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے ہم سب متحد ہو کر سوچیں۔

حضرات! جس طرح فلسطین کا مسئلہ تمام عالم اسلامی کا مسئلہ ہے، ٹھیک اسی طرح کشمیر کا قضیہ بھی تمام عالم اسلامی کا مسئلہ ہے، چالیس لاکھ مسلمان کشمیر میں ایک ظالم بے رحم حکومت کے پنجۂ استبداد کے نیچے کراہ رہے ہیں، تو ہمیں اس کے لئے بھی متحد ہونے کی ضرورت ہے۔(۲)

---

(۱) صحيح البخارى، كتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم ج: ۲ ص: ۸۸۹، ط: قديمى.
صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والادب، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم ج: ۲ ص: ۳۲۱، ط: قديمى

(۲) عالم اسلام کے نمائندہ وفود کے اجتماع میں قاہرہ جیسے مرکزی مقام پر مسئلہ کشمیر کی یہ ایسی مؤثر ترجمانی ہوئی ہے کہ اس پر ہماری حکومت کو حضرت علامہ نوری کا ممنون ہونا چاہیے، خصوصاً حضرت ممدوح نے مسئلہ کشمیر کو مسئلہ فلسطین کا ہم پلہ قرار دے کر اتنا وزن بڑھا دیا کہ اس سے زائد کا تصور کوئی سیاسی مدبر بھی نہیں کر سکتا۔ (ع، م)

لغزش پیش نہ ہوئی۔ اب عرب دنیا بھی اپنے مسائل و مشکلات سے نکل رہے ہیں اور اسلامی تعاون سے بے نیاز نہیں ہو سکتی اور خدا کا شکر ہے کہ ان کو بھی اس کا احساس ہو چلا ہے۔

[محرم الحرام ۱۳۸۶ھ مئی جون ۱۹۶۶ء]

مجمع البحوث الاسلامیۃ قاہرہ کی دوسری کانفرنس

موتمر ربطہ عالم اسلامی منعقدہ مکہ مکرمہ کے بعد قاہرہ میں ۱۹۶۵ء میں مجمع البحوث الاسلامیۃ کی دوسری موتمر منعقد ہوئی، ۱۳ مئی سے ۲۳ مئی تک کانفرنس جاری رہی۔ اب تک مختلف اسلامی ممالک پاکستان سے چار نمائندوں کو دعوت دی گئی: (۱) راقم الحروف (۲) مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (۳) علامہ غلام غوث ہزاروی (۴) مولانا تاج الدین الہاشمی (مشرقی پاکستان)۔ میں مکہ مکرمہ میں تھا، دعوت نامہ وہیں سے ہوتا ہوا مدینہ پہنچا، وزارت خانہ تجارت و صنعت متحدہ جمہوریہ عربیہ سے بھیجا گیا تھا، براہ راست قاہرہ روانگی کے لئے آمادگی کا اظہار بھی کر دیا لیکن میرے ساتھ خاندان کا ایک فرد تھا، اس لئے میں نے براہ راست قاہرہ جانے کی معذرت کی، کراچی نے دعوتی فرمان بھیجا (وہ بھی ہوائی جہاز سے) کہ تین چار دن کی شرکت ہی کافی ہو جائے گی، اس لئے کہ خاص علمی مباحث اور پیچیدہ مسائل پر گفتگو تو دل خیال اور علمی مذاکرات میری دلچسپی کے موضوعات تھے، لیکن سفارت خانہ جمہوریہ عربیہ متحدہ کے تیور سے معلوم ہوا کہ پاکستان کی وزارت خارجہ کے کارکنوں نے میری غیر موجودگی کو غنیمت سمجھا اور جمہوریہ عربیہ متحدہ کے سفارت خانے سے سفارش کی کہ ان کے خصوصی نمائندے سے میری قیمتی خانہ پری کروائی جائے، اس حال میں قاہرہ جانا مناسب نہ سمجھا۔

غیرت اسلام اور پاکستان

موتمر مجمع البحوث الاسلامیہ میں اس سال جو مقالات پڑھے گئے ان میں اسلامی مالیاتی نظام اور بینکاری ہی پر صرف دو علمی مقالے زیر بحث تھے اور جو مقالہ پڑھے گئے ان میں تین مقالے سب سے زیادہ اہم تھے۔

(۱) ایک زکوٰۃ و صدقات پر شیخ یوسف دجوی انتہائی محققانہ اور مفصل علمی مقالہ۔

(۲) دوسرا بینکاری اور اسلام پر ڈاکٹر محمد عبداللہ عربی کا مفصل جامع اور مدلل مقالہ۔

(۳) تیسرا مقالہ علامہ سید سلیمان ندوی کے نظام سیرت پر شیخ [illegible] کا تھا۔

ممتاز [illegible] مقالے اس [illegible] سے [illegible] ہوئے [illegible] اس [illegible] ہوئے [illegible] اور [illegible] علامہ [illegible] پر [illegible] مقالہ [illegible] قرار دیئے اور [illegible] امت نے خراج قرار دے کر مطالبہ کیا کہ اس مقالہ کو مجمع البحوث سے مقالات بلکہ موتمر کی روداد سے نکال دیا جائے اور مقالہ نگار کو اس خیال اور عقیدہ سے توبہ کا اعلان کرنا چاہیے۔

غیمت ہے کہ اس دور انحطاط و زندقہ میں اور ایک ایسی سرزمین اور ملک میں جس کو "حریت رائے" کے لئے ضرب المثل سمجھا جاتا ہے اتنی حرارت ایمانی اور ایسی غیرت دینی کا مظاہرہ و اعجوبہ کا مقام ہے کہ ہمارے اس اسلامی ملک اور پاک سرزمین میں جس کے بسنے والوں کے قلوب میں مذہبی حمیت دینی تصلب اور شعائر اسلامی کا احترام و تعظیم تمام ممالک اسلامیہ اور بلاد عربیہ سے زیادہ موجزن ہے اور ایسی اسلامی مملکت میں جو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت ہے اور اس کے ایسے خیر سرکاری ادارہ کی طرف سے جس پر حکومت کا لاکھوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے تجارتی سود کے جواز پر اردو عربی اور انگریزی زبانوں میں مستقل مقالے شائع ہوں اور نصوص قطعیہ قرآنیہ (قرآن کی قطعی اور صریح آیات) میں تاویلیں اور تحریفیں کی جائیں اور اعلانیہ کہا جائے کہ:

قرآن کی صرف علل و غایات ابدی اور قطعی ہیں نصوص قرآن (قرآن کے صریح الفاظ) میں بدلے ہوئے حالات و ظروف کے تحت تصرف کیا جا سکتا ہے۔

اور ہمارے تمام ارباب دین، ارباب فکر و نظر، ارباب قلم، ارباب مدارس عربیہ و مراکز دینیہ اور مدعی اسلام حکمران غرض راقم سے لے کر رئیس تک سب ہی خموش ہیں، فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اگر ہماری غفلت و بے خبری، بے اعتنائی و بے توجہی کا یہی عالم رہا تو نہ معلوم یہ سیلاب کہاں جا کر رکے گا؟ راقم کے صفحات میں بار بار ہر طبقہ فکر کو توجہ دلائی گئی اور حسب مقدور بہت کچھ لکھا بھی:

ولکن لا حیاۃ لمن تنادی

کچھ محسوس ایسا ہوتا ہے کہ ارباب اقتدار علماء دین کی بے حسی بے خبری اور بے دست و پائی سے اور عام تعلیم یافتہ طبقہ کی محسوس دینی معلومات سے بے بصیرتی اور ناواقفیت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر بالارادہ اس ملک میں یہ کام منظم طریق پر کرا رہے ہیں جس کے نتیجہ میں یہ دردناک وقت آ گیا ہے کہ پاکستان بھی ان اسلامی ملکوں کی صف میں شامل ہو گیا جہاں مذہبی غیرت اور دینی حمیت کا کوئی مظاہرہ نہیں ہوتا یا نہیں ہو سکتا۔

گذشتہ اسمبلی کے اجلاس میں باتفاق آراء پاکستان کے دستور کی بنیاد کتاب و سنت پر رکھی گئی ہے، نظام ہے کہ جدید تمدن اور یورپین تہذیب کے جس کی بنیاد ہی بے لگام نفس پرستی اور فحاشی پر رکھی گئی ہے، ملک میں سود یہ کاری، سود خوری، قمار بازی، شراب نوشی، زنا کاری، فحاشی و اخلاقی اور معاشرتی بدکاریوں کے جو جراثیم (قوم کے اعلیٰ اور متوسط طبقہ میں پیدا کرائے جا رہے ہیں اور شراب و زنا کے مناظر سے اعلیٰ سے اعلیٰ سینما ہالوں میں رقص کا دھوں اور

(۱) اس کے نتیجہ پر ہے "الفجور" کے حقیقی معنی "ہر اس ہونے حالت و ظروف" کے ہیں جدید تمدن کی پیدا کردہ اجرائی اور بے روک ٹوک ہے جس کے تحت وہ سود خوری، قمار بازی کو جائز کر دیتے ہیں اور اقتناع شراب نوشی کی مخالفت کرتے ہیں۔

بنگلوں، کوٹھیوں میں ہو رہے ہیں، اسلامی شریعت اور کتاب وسنت کی تعلیمات بہ صاف ان کو بلا کر ان کے تصور کو بھی ایک لمحہ کے لئے برداشت نہیں کر سکتیں اب دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں۔

① ایک یہ کہ دوبارہ اسمبلی دستور میں ترمیم کر دے اور کتاب وسنت کی پابندی کا جوا اپنی گردنوں سے اتار پھینکیں۔

② دوسری صورت یہ ہے کہ کتاب وسنت اور تعلیمات شریعت میں اتنی وسعت پیدا کر دی جائے کہ جدید تہذیب وتمدن کے پیدا کردہ تمام مسائل من مرضی خواہش کے مطابق حل ہو سکیں۔

ادارۂ تحقیقات اسلامی اور اس کے سنہرے کارنامے

رائے عامہ کے باوقار علمی رسوائی کے خوف کی وجہ سے پہلی صورت اختیار کرنے کی جرأت نہیں ہے، اس لئے دوسری صورت ہی اختیار کی جا رہی ہے اور ہمارے مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی کراچی کے تو اہم معلوم ہوتا ہے اس کار خیر کا بیڑہ اٹھایا ہوا ہے، چنانچہ اس ادارہ کے ڈائرکٹر ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب اور ان کے تمام کے تمام علمی رفقاء بڑی ہی فشانی اور تن دہی سے یہ خدمت انجام دینے میں ہمہ تن مصروف ہیں اور ماہنامہ فکر ونظر (اردو)، اسلامک اسٹڈیز (انگریزی) اور لدراسات الاسلامیہ (عربی) سندھ طاس (بنگلہ) کے صفحات ان نام نہاد اسلامی تحقیقات (صحیح تحریفات) کے لئے وقف ہیں تاکہ اس شیریں اور دل آویز زہر کو ہر زبان کا چرکھنے والا زہر مار کر لے۔

اول کتاب اللہ کے بارے میں صاف صاف اعلان ہوا کہ قرآن حکیم کے ابدی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جن علل وغایات پر احکام الٰہیہ کا مدار ہے وہ علل وغایات ابدی ہیں، بدلے ہوئے حالات وظروف کے تحت قرآن کی نصوص (صریح آیات) میں انہی علل وغایات کے تحت تصرف، تغیر وتبدل اور اخذ وترک کیا جا سکتا ہے، پھر ان علل وغایات کے سمجھنے، جاننے اور متعین کرنے والے کون ہیں؟ مجتہد عصر ڈاکٹر فضل الرحمن اور ان کے تجدد پرست قلمی رفقاء، جو "سائنٹیفک ریسرچ" کی تربیت حاصل کر رہے ہیں اور مجتہد عصر بننے کے امیدوار ہیں اور قرآن کی ابدی علل وغایات وہ ہیں جو ادارۂ تحقیقات اسلامی کے ترجمان مذکورہ بالا ماہنامہ اور سہ ماہی رسائل پیش کر رہے ہیں جس کا لب لباب یہ ہے:

① زکوٰۃ اسلامی حکومت کا ٹیکس ہے اور اس کی علت رفع فقر اور رفع مسکنت ہے، اس لئے اسلامی حکومت شریعت کی مجموعی اور متواتر شرح زکوٰۃ اور اموال زکوٰۃ میں موجودہ زمانے کے بدلے ہوئے حالات کے تحت جتنی چاہے شرح زکوٰۃ مقرر کر سکتی ہے اور جہاں مناسب سمجھے صرف کر سکتی ہے۔

② قرآن حکیم کا منصوص نصاب شہادت دو فقہ مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس زمانہ کی پیداوار اور غیر

تعلیم یافتہ عورتوں کے پیش نظر تھا، اس زمانہ کی تعلیم یافتہ، بیدار مغز اور مضبوط دل و دماغ کی ایک عورت بھی ایک مرد کے برابر ہے اور ایک مرد اور ایک تعلیم یافتہ عورت سے نصاب شہادت پورا ہو جاتا ہے اور ان کے علاوہ اور آزاد اجتہادات جن کے بینات کے صفحات میں مختصر مگر شافی جوابات دیئے جا چکے ہیں، مگر افسوس یہ ہے کہ عموماً قارئین فکر و نظر تک یہ جوابات نہیں پہنچ پاتے۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کے سربراہ ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب نے اپنے اور اپنی زیر تربیت مجتہدین کے اجتہادات کو کتاب و سنت کے تحت لانے کی غرض سے سنت کے تیرہ سو سالہ معروف مجمع علیہ معنی میں اپنے سفید فام معلم اور مشہور و معروف یہودی مستشرق ڈاکٹر جوزف شاخت کی رہنمائی سے عجیب و غریب توسیع (نہیں تحریف) کی ہے اور ان اجتہادات کے لئے داغ بیل ڈالنے کی غرض سے ایک نہایت طویل و عریض مقالہ سنت، اجماع اور اجتہاد پر لکھا ہے، اسی مقالہ سے ماہنامہ فکر و نظر کی بسم اللہ یعنی افتتاح کیا ہے، اور اس مقالہ میں قرن اول و دوم کے مجتہدین کی تصانیف کے اقتباسات کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور پورا زور قلم اس پر صرف کیا ہے کہ سنت درحقیقت ایک "تعاملی اصطلاح" ہے جس کی تشکیل آزاد شخصی رائے سے ہوتی ہے، اور عوام الناس یا رائے عامہ کے قبول کر لینے کے بعد وہی سنت بن جاتی ہے اور رائے عامہ کے اس قبول کر لینے کا نام ہی اجماع ہے جس کو وہ آزاد اجماع کے نام سے یاد کرتے ہیں اور ان کی تحقیق کے مطابق:

① ملت مجموعی طور سے اپنے آپ کو سنت نبوی کے مشمولات کی تخلیق کے ضروری استحقاق کی متحمل سمجھتی ہے۔

② ملت الفاظ پر زور نہیں دیتی بلکہ اس روح کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہے، جس کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان شدہ ثابت شدہ کو اخذ میں وحی ربانی کا مفہوم متعین کرنے اور اس کی تفسیر کرنے کے لئے کوئی اقدام فرمایا (۱) اور اس تعاملی اصطلاح کو جاری و ساری رکھنے کی غرض سے ڈاکٹر صاحب موصوف اس کا نام سنت جاریہ یا زندہ سنت رکھتے ہیں، کتنا حسین اور دلکش نام ہے اور امت مسلمہ کی مجمع علیہ اور متواتر سنت پر کتنی سخت چوٹ ہے اور اپنے مفروضات کو ثابت کرنے کے لئے قرن اول اور دوم کے کبار مجتہدین کی تصانیف سے اقتباسات پیش کئے ہیں۔

منصب نبوت

حالانکہ یہ قطعاً ظاہر اور ناقابل انکار حقیقت ہے کہ رسول اور نبی کی دینی حیثیت اور منصب ہی یہ ہے کہ اس کو سرتاپا معصوم اور امت کے لئے سراپا اسوہ اور قدوہ بنایا جاتا ہے، اس کی اطاعت جزو ایمان ہوتی ہے، ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللهِ﴾ [آل عمران: ٦٤]

(۱) مذکورہ بالا اقتباسات کے لئے ملاحظہ فرمایئے، ماہنامہ "فکر و نظر" بابت ماہ جولائی و اگست ۱۹۶۳ء، شمارہ نمبر (۱) جلد (۱) مقالہ "تصور سنت"۔

ہم نے ہر رسول و پیغمبر کو اپنے حکم سے واجب الاطاعت بنا کر بھیجا ہے۔

تمام نبی کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام خواہ وہ موسیٰ، صالح، لوط، شعیب، ہود یا عیسیٰ سب ہی یکساں زبان سے یہی دعوت دیتے ہیں: ﴿فاتقوا اللہ واطیعون﴾

پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

الغرض رسول نبی کی سنت کا واجب الاتباع ہونا تو ہر دین والی کا متفقہ اسلامی عقیدہ ہے، اسلامی تعلیمات اور شریعت محمدیہ مظہر کی تشریعی اصطلاحات کے وجود میں آنے کے بعد کتاب وسنت قرآن وحدیث کے الفاظ اپنے مخصوص شرعی اور اصطلاحی معنوں میں استعمال ہونے لگے۔ یعنی جہاں شریعت یا موسوم شریعہ میں کتاب کا ذکر کرآنے کا تو اس سے مراد کتاب اللہ اور قرآن ہی ہوگا جو حضرت خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری وحی الٰہی کی صورت میں نازل ہوا اور ایسا کون جاہل ہو سکتا ہے جو یہ کہے کہ اس کتاب سے کوئی بھی لکھی ہوئی کتاب مراد ہے، بالکل اسی طرح علوم و تعلیمات شریعہ یا تشریع اسلامی کے ذیل میں جہاں بھی مطلق (یعنی سنت) کا ذکر آئے گا اس سے مراد وہ سنت رسول اللہ ہی ہوگی۔

الحاد و زندقہ

یہی جہاں شرعی اصطلاح مقرر ہو جانے کے بعد ان الفاظ کے معانی شرعیہ چھوڑ کر لغوی معنی اختیار کرنا ہی الحاد ہے۔ یعنی تحریف فی الدین کو ان کہیں جانتا کہ ایمان، اسلام، صلوٰۃ، زکاۃ، صوم، حج یہ سب عربی زبان کے کلمات تھے جو نزول قرآن کریم سے پہلے عرب میں مستعمل تھے اور لغت عرب کے مطابق اپنے لغوی معانی میں مستعمل تھے، اسلام کے دنیا میں آنے کے بعد ان کلمات کے خاص خاص شرعی معانی متعین کئے گئے، مگر ان میں ان کلمات کو استعمال کیا گیا شرعی اور لغوی معنی میں مناسبت کے ہوتے ہوئے بھی ان شرعی معانی میں بالکل جدید حیثیات و خصوصیات پیدا ہو گئیں۔ اب ان شرعی معانی مقصودہ کو چھوڑ کر لغوی معنی مراد لینا اور ان میں استعمال کرنا ان شرعی اصطلاحات کو لغت کے تابع کر کے ساری شرعی حیثیات و خصوصیات کو ختم کر دینا یہی الحاد فی الدین اور "ان الذین یلحدون فی آیاتنا" کا مصداق ہے، جس کو امت محمدیہ کے تمام محققین نے بالاتفاق خلت (اول سے آخر تک) متفقہ طور پر الحاد و زندقہ قرار دیا ہے، اسی موضوع پر حجۃ الاسلام امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے "فیصل التفرقہ بین الاسلام والزندقۃ" اور "قانون التاویل" جیسی مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، اسی سلسلہ میں آخری اور جامع ترین تصنیف حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ نور اللہ مرقدہ کی تصنیف "اکفار الملحدین فی ضروریات الدین" ہے جس کا اردو ترجمہ حق چار یار کلب علی کراچی کی طرف سے شائع ہونے والا ہے۔

بہر حال یہ کہنا کہ سنت ایک تعاملی اصطلاح ہے اور اس کی تحقیق تشکیل نو اسی راستے سے ہونی ہے اور اب ہم اس کی توثیق کرتی ہے اصطلاحات شرعیہ کے ساتھ یقیناً تعامل ہے۔ یہی نظم نذیر احمد صاحب نے اپنے پیش رو حنفی اداروں کے اتباع نے اختیار کر رکھا ہے اور رات دن اس کی نشر و اشاعت میں لگے ہوئے ہیں اطلاعات پاکستان کے مسلمان ان کے متعلق اپنے فیصلہ کا اعلان کر چکے ہیں وفاقی محتسب کو اس سے سبق لینا چاہیے اور اس طریق کار کو چھوڑ دینا چاہیے اس سے پہلے کہ پاکستان اور اس کے مسلمان ان کے متعلق کوئی فیصلہ کریں۔

یہ ایک جملہ معترضہ تھا جو "الدین النصیحۃ" کے بیان سے بیچ میں آ گیا۔ اب اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

زیر نظر اقتباس میں اصطلاحات شرعیہ قرار پانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب کوئی شخص ان کلمات کو لغوی معنی میں نہیں بھی استعمال نہیں کر سکتا جیسا کہ قرآن حکیم میں "واقیموا الصلاۃ" میں نماز صلاۃ کو عبادت مخصوصہ کے معنی میں استعمال کرنے کے باوجود آیت کریمہ "وما کان صلاتھم عند البیت الا مکاء وتصدیۃ" (الانفال ۸: ۳۵) میں اسی لفظ صلاۃ کو غیر شرعی یعنی لغوی معنی میں استعمال فرمایا ہے۔ بلکہ ان کہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یا امام الزرقانی یا کسی اور بزرگ نے "ھو السنۃ عندنا ھذا سنۃ بلدنا" یا "سنۃ المسلمین" وغیرہ کے الفاظ اپنے شہر کے یا اپنے ملک کے یا عہد تابعین کے مسلمانوں کے تعامل کے لیے جو اصطلاحی سنت بھی پیش نظر ہو تا تھا استعمال کیا ہے تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان کے نزدیک کتاب وسنت کے ساتھ ساتھ لفظ سنت ماخذ تشریع کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس لیے بھی یہی سنۃ الناس یا تعامل مراد ہے اور یہی سنت کی حقیقت ہے جیسا کہ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ "درحقیقت سنت ایک تعاملی اصطلاح ہے" اور اس کا نام سنت جاریہ یا زندہ سنت رکھ کر یہ تاثر پیدا کرنا کہ ہر زمانہ میں امت نے سنت نبوی میں تحقیق و پرتحقیق کا عمل جاری رکھا ہے لہٰذا ہم بھی اس استحقاق کے مالک ہیں اور ہمیں بھی تحقیق سنت کا حق ہے۔ تلاش لقمہ اور کتاب زندہ سنت جو کہ اور فریب ہے"۔

کیا اچھا ہوتا کہ اس لفاظی کو ختم کر کے جرأت کے ساتھ یہ اعلان کر دیا جاتا کہ:

عہد حاضر میں ہم ایک دوسری ہی زندگی کے اس طرح عادی ہو چکے ہیں اور جدید قانون سے ہم اس طرح مانوس ہو چکے ہیں اور اس سلسلہ میں ہم اتنے آگے بڑھ چکے ہیں کہ اب اس کو چھوڑ کر پیچھے لوٹنا ہمارے لیے بے حد مشکل بلکہ کل ہے ہم مجبور و معذور ہیں اس زندگی کو نہیں چھوڑ سکتے، اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائیں۔

یہ بات بہتر ہوتا بہ نسبت اس کے کہ یہ کہا جائے کہ:

موجودہ دور کی تمام ترقیات اور تمدن جدید کے تمام اخلاقی معاشرتی اور اقتصادی مسائل کتاب وسنت کی روح کے عین مطابق وموافق ہے۔

مگر ہو یہ رہا ہے کہ کتاب وسنت کے نام پر اپنی تمنیات وتحریف میں پرداز زور قلم اور تمام تر توانائی فکر ونظر صرف کی جارہی ہے، یہ تمنیات نہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل خنود ورگذر ہوسکتی ہے، نہ ہی امت مسلمہ کا دیندار وایماندار طبقہ اس ابلہ فریبی کو وقعت کی نظر سے دیکھ سکتا ہے، البتہ اعداء اسلام یہودی ومسیحی مستشرقین اور ان کے پروردہ مسلمان مستغربین ضرور خوش ہوسکتے ہیں کہ ایک مسلمان کا زور قلم ہی اسلام کی بیخ کنی کررہا ہے:

از ماست کہ بر ماست

سنت جاریہ کے پردہ میں چھپے ہوئے جس فریب اور کذب وافترا کو بے نقاب کرنے کے لئے بینات کے اس شمارہ میں سنت جاریہ اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے عنوان سے ایک مبسوط تنقیدی مقالہ کی پہلی قسط شائع ہورہی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مسلمانوں کو حسن نیت، فہم صحیح اور حسن عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

یاس وناامیدی کی تاریک گھٹاؤں میں امید وآس کی ایک کرن

انتہائی مسرت کا مقام ہے کہ پاکستان ہی کے ایک صالح نوجوان شیخ احمد ارشاد ایم اے نے جو سالہا سال تک مکہ کے اندر وباہر رہ کر بینکاری کی مکمل قابلیت وتجربہ حاصل کرنے کے بعد بینکاری نظام اور سودی کاروبار کی تباہ کاریوں اور اسلامی نظام مالیات کی رفاہیت آفرینی پر پہلی مرتبہ قابل قدر کتاب بلاسود بینکاری کے نام سے تصنیف کی اور گزشتہ سال اس کا انگریزی ایڈیشن اور اس سال اس کا اردو ایڈیشن شائع کیا ہے اور عملاً بھی "دی کوآپریٹو انویسٹمنٹ اینڈ فنانس کارپوریشن لمیٹڈ" کی بنیاد رکھی ہے (۱) تاکہ جلد سے جلد اس اسلامی نظام کے تجربات بھی سامنے آجائیں، موصوف ہر طرح تہنیت وتبریک اور حوصلہ افزائی کے مستحق اور پاکستان کے لئے باعث فخر ہیں کہ انہوں نے تمام اسلامی ملکوں سے پہلے پاکستان میں اسلامی نظام کی نعمت کے لئے بروقت یہ عملی قدم اٹھایا اور اس سنت حسنہ کی بنیاد رکھی، اب ضرورت ہے کہ پاکستان کا مسلمان کاروباری طبقہ دل کھول کر اس کی معاونت اور حوصلہ افزائی کی طرف ہاتھ بڑھائے کہ یقیناً یہ معاونت "تعاونوا علی البر والتقوی" کا مصداق ہے اور آج جو بینکوں میں بارہ سو کروڑ روپیہ ڈپازٹ کی مد میں پڑا ہوا ہے، اس میں سے معتد بہ حصہ نکال کر اس کارپوریشن میں لگائیں اور سعادت دارین حاصل کریں۔

انہی دنوں قاہرہ کے مشہور فاضل استاذ محمد عبداللہ العربی نے بھی بینکاری کے موجودہ نظام اور اسلامی

(۱) راقم الحروف نے بھی عراق سے جب اسعد گیلانی، استاذ عبدالقادر ایرانی کی معیت میں اس کارپوریشن کی تقریب افتتاح میں شرکت کی ہے۔

نظام مالیات پر عربی میں ایک محققانہ کتاب شائع کی ہے(۱) جس کا نام "المعاملات المصرفية الحاضرة ورأى الاسلام فيها" ہے، نیز اسی موضوع پر عربی میں ایک بصیرت افروز مقالہ مؤتمر مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ میں پیش کیا ہے، جس میں ارتکاز دولت کی قباحتیں اور اس کے بالمقابل اسلامی نظام مالیات کے محاسن پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

بہر حال عہد حاضر کی یہ کوششیں یقیناً ان انگیز گھٹاؤں میں مسرت و کامرانی کی ایک چمک اور متوقع لطیف نسیم کا پیش خیمہ ضرور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مخلصین و مصلحین کی ان مساعی کو کامیاب اور مثمر فرمائیں اور یہ صنف امت محمدیہ بلکہ نوع انسانی کو ان برکات سے مالا مال ہو اور سرمایہ داری و سود خوری کی لعنت سے نجات پائے اور مسلمان دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں، واللہ الموفق۔

| صفر ۱۳۸۵ھ جولائی ۱۹۶۵ء |

مؤتمر قاہرہ کے مشاہدات و تاثرات

گذشتہ صفحوں میں ناظرین کے سامنے تصویر کا ایک رخ سامنے آ گیا ہوگا، اس کا اصلی مقصد یہ ہے کہ ہمارے ارباب اقتدار بھی صحیح مقاصد کے پیش نظر عالم اسلامی کو متاثر کرنے کے لئے گامزن ہوں، ایسا اقدام کریں، اور جو عربی دنیا پاکستان یا باقی اسلامی دنیا سے تقریباً کٹی ہوئی نظر آتی ہے اس کو جوڑنے کی ان تھک کوشش کرنی چاہیے، صحیح حالات پیش کرنے سے میرا مقصد یہی ہے کہ جو مفید اور کام کی بات ہو اس سے فائدہ اٹھایا جائے، کیونکہ صحیح مقاصد کے حصول کے لئے تنافس اور تسابق تو عین اسلام ہے۔ الحمد للہ جو پیش قدمی کی گئی ہے وہ اشخاص کی تعریفوں سے اور ذاتی اغراض سے بالاتر سطح پر وہ کی گئی ہے، جب مقصد عبرت و سبق حاصل کرنا ہو تو کسی قوم یا فرد یا ملک کے محاسن کے ذکر سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے نہ کہ برائیوں کے تذکرہ سے، لیکن واقعاتی سطح پر "خوگر مدح" کو تھوڑا سا "گلا" بھی احتیاط و اعتدال کے ساتھ کرنا پڑے تو چنداں مضائقہ نہ ہوگا، ایک مؤرخ کا حق اسی طرح ادا ہو سکے گا اور ایک مؤرخ کا قلم اپنے منصبی فرض سے صحیح معنی میں سبکدوش ہو سکے گا۔ بندہ مؤتمر اور جدید ازہر اور جمال ناصر کے متعلق چند تاثرات جو دوسرے رخ کی ترجمانی کریں گے اس لئے پیش کئے جاتے ہیں کہ ہم ان سے بچنے کی تدبیر سوچیں اور وہ حضرات اس کی اصلاح کی تدابیر پر غور کریں۔

علمائے ازہر کے بارے میں رائے

ہندوستان و پاکستان کے اکابر علماء میں جو خصوصیت ہے محسوس ہوا کہ عربی ممالک کے اس علم سے وہ

(۱) اردو میں اس کتاب کا مختصر سا ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ ارشاد صاحب کو اس کتاب کے مطالعہ سے بہت سے ہمارے نئے خصوصاً اسلامی دقیق معلومات کے حصول میں۔

خصوصیت سے مدت اول کی حکومت کو پہلی ہے یہ تین اصحاب و مختلف خلفاء کی مدت کی بغاوتی و شورش یا خوف لوم الائم حق کے اظہار میں جرأت اور قوت ایمانی کا ثبوت کسی غیر صحیح مقصد کے لئے حکومت وقت کا آلہ کار بننا اور اس مسلک میں جو مواقب و نتائج پیش آئیں ان کو پیش کرنے میں بیک نظر میں محتاط ہوں لیکن جو مواقب للاسلام پیش آئے ہیں ان کو بیان کرنے میں بے محابا ہوں۔ اس کے بعد مسلمانوں کی اجتماعی زندگی سے وہ حصہ جو عرب مؤلف نے خاص کیا ہے غیر مسلم ہندوستان کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ ہر ربانی عبد اللہ غلام علی شیخ امام بخش محدث دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبد العزیز دہلوی حضرت سید احمد بریلوی، حضرت اسمٰعیل شہید حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنے رنگ میں اس کی کیسی مرمت کی ہے۔

جو حضرات ازہر کے فارغ علماء تھے اور جو ہندوستان کے مدارس علمیہ مثلاً دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور وغیرہ سے آئے تھے ان حضرات میں دو بات کمیوں نہ ہو گی جس کی ان سے توقع تھی اور جو مسلمانوں کی ذہنیت کو بدلنے کا اور مرض کی جڑ کو زیادہ پہچاننے کا پایا ہے یہ حضرات جدید رو میں بہنے کے لئے تیار نہ تھے۔ میرا احساس یہ ہے کہ حضرات مصر کے پیش نظر جو کام تھے وہ زیادہ تر یہ تھے کہ کسی نہ کسی طرح ان مقاصد اسلامی کی پیش میں جس کا تحفظ ضروری ہے مدارس کی وہ ہیئت نظر آئی ہیں:

(۱) ان کو یہ خطرہ دامن گیر ہے کہ اگر ان مسائل کو اس طرح حل نہ کیا جائے جس طرح حکومت سے مقابلہ کی تکمیل ہو سکے تو اس سے خطرناک عواقب پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۲) یا یہ خیال ہے کہ مسلمہ حاضر میں اتنا خلوص ہے اور قوت عمل و آزادی ضروری ہے کہ اس کی اصول قرآن و سنت و زمان پر جائے تو پھر رخصت و تیسیر پر عمل کرنا یا کسی ضعیف قول کو اختیار کرنا بین حکمت اور اب ہے بلکہ اس وقت یہی صواب ہے۔

بہر حال وجہ جو بھی ہو ایک قسم کی مداہنت عام علماء میں زیادہ محسوس ہوئی۔ کلمۃ حق عند سلطان جابر کا مصداق ان نے سامنے کلمہ حق کی جرأت ان میں نہیں ہے۔ یہ عقیدہ کی پختگی اور ایمان کی کمزوری ہے۔ ان کے خوف سے یہ حکومت پیدا ہوئی اور اس نے مدارس کے ان مقامات میں جو منتقل ہوئے وہاں سے تحریر سے تھے ان میں یہ بھی ضعف نمایاں ہوا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس میں دل مقصد پر نہیں ہے جس کی تکمیل کی کوشش کی جا رہی ہے اور وہی کمی ہے جو مدارس کے طلبہ کے اندر سے کہ اس کی اہمیت نہیں محسوس ہوتی۔ لیکن یہ کہ سب مقالات پڑھ کر ان علم نے قلم سے تھے اس لئے ایسے دستے جیسے پہلے کی قسم نے دیئے تھے یا اردو ثقافت سے دین اور اسلام یا لائف ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے علم مقالات ہوتے ہیں جن میں ضروریات دین کے قطعی حقائق کو مجروح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جو صرف یہ ہے کہ وہ قسم کے علماء کے مقالات میں ہمارے

سک کے مسئلہ اکابر کی تحقیقات کی جو نوعیت ہوتی تھی وہ روح جلوہ گر نظر نہیں آتی۔

جدید ازہر کے خدوخال

مؤتمر کے دوران مندوبین کے سامنے جو علمی و دینی کارنامے سامنے آئے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہم الازہر یونیورسٹی کا تجدیدی نظام یا الازہر کی نشاۃ ثانیہ ہے، جس کی عظیم الشان عمارت کی بنیاد قاہرہ و مصر کے جدید شہر مدینۃ النصر میں رکھی گئی ہے۔ مدینۃ النصر کے جس علاقہ میں اس جدید یونیورسٹی کے لئے کئی مربع میل کا احاطہ تھا اس میں جس جگہ بنیاد رکھی جانے والی تھی، ایک عظیم الشان حسین و جمیل پنڈال بنایا گیا تھا جس میں اسکندریہ سے قاہرہ تک ازہر کی مختلف شاخوں سے آکر بیٹھنے والے طلباء و علماء کی بیس ہزار تھے، اسٹیج پر صرف مندوبین اور المؤتمر کے وفود اور جمال عبدالناصر اور ان کے نائبین کے لئے کرسیاں تھیں، جن پر نام لکھے تھے، میں نے اپنی زندگی میں اتنا خوبصورت اور عظیم الشان پنڈال، نہایت خوبصورت قیمتی قالینوں سے فرش شدہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ جس خوبصورتی سے سجایا گیا تھا قابل دید تھا، اتفاق سے جمال عبدالناصر اس روز مکہ حسین والی اردن کے دوائی امور میں مشغول تھے، اس لئے نہ آسکے اور حسین محمود شافعی نے ان کی نیابت کی، خلیل مصری کی قرأت سے افتتال کی کارروائی شروع ہوئی، پھر تقریریں ہوئی اور اس کے بعد سنگ بنیاد رکھا گیا، جس میں فود کی طرف سے شیخ ابراہیم نیاس نے وکالت کی، اس موقع پر ایک بڑا تمغہ سب مندوبین کو دیا گیا جس پر کوئی خط میں "تذکار وضع حجر الاساس للازہر الجدید" کی عبارت کندہ تھی یہ تمغہ ایک مخملی ڈبے میں رکھا ہوا تھا۔

اس مؤتمر کے مصارف کے لئے ابتدائی طور پر حکومت نے دس ملین پونڈ یعنی دس کروڑ روپیہ کی منظوری دے دی تھی، جدید یونیورسٹی میں جو جو کالج اور شعبے قاہرہ و اسکندریہ یونیورسٹی میں ہیں وہ سب کے سب مزید ترقی یافتہ صورت میں موجود ہوں گے اور یورپ کی چند زبانوں میں سے فرانسیسی، انگریزی، جرمنی، ایطالوی کوئی نہ کوئی زبان سیکھنا ازہری عالم کے لئے ضروری ہوگا، جہاں تک علوم دینیہ کی مہارت کے ساتھ یورپ کی کسی زبان سیکھنے کا تعلق ہے اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ آج کل تبلیغ، تالیف و تحقیق کے لئے ان زبانوں میں سے کسی ایک کا حاصل کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ اگر متقی علماء دین اس طرف توجہ کریں تو اسلام کی تبلیغ، تحقیق کا نقشہ ہی بدل جائے، لیکن جہاں تک علوم دینیہ میں مہارت کا تعلق ہے یعنی تفسیر و حدیث فقہ و اصول فقہ، فلسفہ، کلام میں اعلیٰ ترین قابلیت کا تعلق ہے اس جدید نظام میں یہ پہلو بہت کمزور ہے۔ الازہر کی جو خصوصیت چلی آرہی تھی کہ علوم اسلامیہ و دینیہ کے ماہرین یہاں پیدا کئے جائیں وہ خصوصیت اب ختم ہو جائے گی، یوں تو تقریباً ایک سو سال سے یہ ضعف اندر بڑھتا ہی جا رہا تھا لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب اس امتیاز کا خاتمہ ہی ہو جائے گا۔ آخر ان جدید علوم کے لئے کیا ضرورت تھی کہ الازہر بھی اس خدمت کو انجام دیتا۔ مصر میں یونیورسٹیاں اور وزارت معارف

اقلیت کے ادارے اس خدمت کو انجام دے رہے تھے قرآن وسنت سے محققین وماہرین پیدا کرنے کی جو ضرورت ہے وہ اس صورت سے پوری نہ ہو سکے گی، بلکہ اگر یہ ہوتا کہ علوم دینیہ میں تو ابتدائی مہارت پیش نظر رہتی اور علوم جدیدہ میں کسی قدر وہ اقلیت اور یورپ کی کوئی زبان ضروری قرار دی جاتی تو بہت ہوتا، لیکن جو صورت اختیار کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ علوم دینیہ سے تو بقدر ضرورت واقفیت رہے اور جدید علوم میں مہارت خصوصی حاصل ہو، ظاہر ہے کہ یہ صورت حال امید افزا نہیں ہے، اس کی وجہ سے الازہر کو جو تاریخی خصوصیت حاصل تھی وہ بتدریج ختم ہو جائے گی۔ میرے خیال میں اگر کوئی قوی العزم، باوقار محقق عالم اور دینی منکرین حسن تدبیر کے ساتھ صحیح طریقہ پر جمال عبد الناصر کو سمجھانے کی کوشش کرتا تو شاید یہ بھی مؤثر ہوتی لیکن محسوس ہوا کہ اس وقت تو کوئی شیخ الازہر ہی نہیں، شیخ محمود شلتوت مرحوم کے بعد اب تک اس جلیل القدر عہدے کے لئے کسی کا انتخاب نہیں ہوا ہے، سنا ہے کہ شیخ عبد الرحمن تاج اس جلیل القدر منصب کے لئے موزوں شخصیت ہیں۔ افسوس ہے کہ ان سے ملاقات نہ ہو سکی اور ان اجتماعات واحتفالات میں ان کا یکسر شرکت نہ کرنا یا تو ان کے معتکف ہونے کی وجہ سے تھا یا پھر ان کے اس تجدید سے غیر مطمئن ہونے کی دلیل ہے۔ بہر حال علماء الازہر جو حکومت کے نظام سے وابستہ ہیں اگر تدبر وحکمت کے ساتھ قدم اٹھائیں تو شاید بہت کچھ اصلاح ہو سکے گی۔

جمال عبد الناصر

جمال عبد الناصر اور ان کے کارنامے یا عمل نامے پر میرا موضوع سخن نہیں اس لئے اس زیادہ میں اس کا تذکرہ بے محل ہے، لیکن ممکن ہے کہ بعض حضرات گذشتہ صفحات میں جو کچھ لکھا گیا ہے اور مؤتمر کا جس انداز سے جائزہ لیا گیا ہے اس سے کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں، اس لئے چند سطریں وضاحتاً پیش خدمت ہیں:

اس میں شک نہیں کہ جمال عبد الناصر ایک فوق العادہ شخصیت کے مالک ہیں، عزم وارادے کا اتنا مضبوط آہنی انسان ہے کہ شاید ہی مسلمانوں میں ازمنہ متاخرہ میں اس قوت وارادے کی کوئی شخصیت اس درجہ کی گذری ہو، جمال ناصر استعماریت اور یورپ خصوصاً برطانیہ کے شدید ترین مخالف ہیں، ان کی شاید ہی کوئی تقریر استعماریت پر سخت سے خالی ہوتی ہو، وہ انتھک کام کرنے کے عادی ہیں، بہترین خطیب ہیں، عیاشی سے ان کی زندگی خالی ہے، اخلاقی کمزوریوں پر ان کے دشمن بھی ان کو متہم نہیں کر سکتے، وہ روزانہ اٹھارہ گھنٹے کام کرنے کے عادی ہیں، ان کا دماغ ہمیشہ کوئی نہ کوئی اسکیم سوچتا ہی رہتا ہے، ناصر کی زندگی سادہ ہے، عہد طفلت ہونے سے پہلے سب کرنل تھے تو جس مکان میں رہتے تھے اب بھی اسی میں رہتے ہیں، ان کی اہلیہ کا وہی مکان ہے اور مہینے میں دو بار خود ناصر اپنے کار سے جاتے ہیں، ان کے بچے سائیکل پر اسکول جاتے ہیں، جتنا پردہ پیغمبر دان کے خلاف ہوتا رہا ہے ناصر کی موجودہ بیگم نے سب کو غلط ثابت کر دیا ہے، وہ نہ تو اشیف کے حلیف ہیں نہ امریکہ و برطانیہ

کے، البتہ اپنے ملک میں اشتراکیت کو اشتراکیت سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں اور موجودہ کمیونزم کا جواب سوشلزم سے دینا چاہتے ہیں، اس سوشلزم کے اختیار کرنے کی وجہ سے روس کا قدرے اعتماد حاصل ہو چکا ہے، روس کو دراصل یہ طمع ہو گئی ہے کہ شاید آئندہ کسی وقت یہ ملک کمیونسٹ بن جائے لیکن ناصر ایک سخت دل انسان ہے، اپنے مخالف کو ختم کرنے میں کوئی رحم نہیں کرتا، جب انتقام پر اترتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے دل میں رحم کا شائبہ بھی نہیں۔

بہرحال ناصر اپنی رائے میں بہت مستبد ہیں بہت کم کسی کے مشورے پر عمل کرتے ہیں، گو ان کی رائے ہمیشہ صحیح بھی نہیں ہوتی ان کی تربیت دینی نہیں ہوئی نہ مزاج دینی پایا ہے، اس لئے جس حرص و دینوی مسائل نے سمجھنے کی ان میں اہلیت ہے، دین کو سمجھنے کی نہیں ہے، اس لئے جس انداز سے دنیا کی طاقت و شوکت کے طریقوں کو سوچ کر وہ آگے بڑھ رہے ہیں دین کی حیثیت وہاں صفر نظر آتی ہے، کاش ناصر کا مزاج دینی ہوتا تو آج مصر کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا، وہ اپنی رائے میں بسا اوقات اتنی جلد بازی کر جاتے ہیں کہ نقصان تک اٹھانا پڑتا ہے، وہ ابتداء عرب ملک کے اتحاد میں کوشاں تھے اور عرب سیادت کے خواب دیکھ رہے تھے لیکن اس مقصد میں ناکام ہو کر اب وہ فریقہ کے جدید آزاد شدہ ممالک میں رسوخ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اسلامی ممالک سے اپنے تعلقات درست کرنے کی خواہش رکھتے ہیں، چنانچہ اس سلسلہ کی ایک کڑی مجمع البحوث کی پانچویں موتمر کو سمجھنا چاہیے۔

نہر سویز کی آزادی، اسوان ہائی ڈیم، اسکندریہ کی بندرگاہ، مدینہ التحریر، مدینۃ النصر، مدینۃ الحمال اور الازہر کی جدید انشاء، دار القرآن کی عظیم الشان عمارت کی تاسیس، المصحف المرتل کے ریکارڈ سارے اسلامی دنیا میں بھیجنا اور خود قاہرہ میں مخصوص ریڈیو کے اسٹیشن سے ۲۴ گھنٹہ قرآن کریم (المصحف المرتل) نشر کرنا، افریقہ کے ممالک میں ہزاروں مبلغ و معلم بھیجنا، جمال کی زندگی کے روشن کارنامے ہیں۔

اب دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مسلمان ممالک کے سربراہوں کو اسلام کی شوکت بازرفتہ دوبارہ واپس لانے کے لئے متحد کرے اور مسلمان مملکتوں کے مادی وسائل سے مستفید ہو کر دین اسلام کی اشاعت ثانیہ کا ذریعہ بنائے اور غیر کی رہنمائی سے محفوظ رکھے۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

[صفر ۱۳۸۴ھ]

مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ کی پانچویں کانفرنس

قمری سال کے آخری ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ کے اواخر میں قاہرہ میں "مجمع البحوث الاسلامیہ" کی پانچویں کانفرنس منعقد ہوئی، اس دفعہ حکومت پاکستان کی وساطت سے راقم الحروف کو کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دی گئی

ری ز مہ داری انھوں پر پاکستانی مندوبین کی حیثیت سے جا رہا ہے۔

ہوا یہ کہ ڈوری مہ رشے آفرس اور مہ آپا سے وزارت خارجہ نے نیلا ڑی نے کیفیوں پاکستان میں ایک عہدی کا فرض ہو رہی ہے اور آپ کو پاکستانی نمائندہ کی حیثیت سے جانا ہوگا۔ میں نے عذر پیش کیا کہ میں فروری ۱۹۵۰ء کو تاریخ کو حج بیت اللہ کا فخر حاصل کر چکا ہوں اس لئے میں کا فرض کی شمولیت سے معذرت خواہ ہوں۔ تیمر ری صاحب کی طرف سے اصرار ہوا اور فرمایا کہ حج بیت اللہ سے واپس آ کر مکہ تشریف لے جائیں۔ میں نے بتایا کہ بھی مشکل ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ تاریخ معلوم کر لیں تاکہ انتظام کر لیا جائے کہ آپ جہاز سے قاہرہ براہ راست چلے جائیں۔ چنانچہ میں نے تاریخیں معلوم کیں تو ۲ فروری ۱۹۵۰ء کو ۱۳۸۹ھ کو کا فرنس شروع ہوئی اور جب کمیٹ آپ سے کا تو پاکستانی سفارت خانے جدہ سے جا کر پاکستانی وفد مقیم جدہ سے رابطہ قائم کریں اور کمیٹ والوں کے کام چلے جائیں۔ میں نے عرض کیا کہ یہ ممکن ہے۔

۲۷ فروری ۱۹۵۰ء کو پاکستانی وفد مقیم جدہ سے ملا۔ معلوم ہوا کہ ایک جہاز آیا ہے کہ ڈوری کو قاہرہ جانے پر آمادہ کریں کمیٹ جب پہنچی ہے کہ فوراً ہی سے واپس آپ فوراً ہی سے رابطہ قائم کرنے پہنچ جائیں۔ میں ۲۰ فروری کے پہنچنے پر یہ تجویز مشکل تھی اس لئے میں نے جدہ سے مشورے سے طے پایا کہ میں کمیٹ کے ساتھ قاہرہ پہنچ جاؤں۔ (۱)

۲۰ ماہ مقدس اس زمانہ میں ہوائی جہازوں پر سفر ہونے کی وجہ سے عین وقت پر سیٹ کا مطابقت دشوار ہوتا تھا۔ عین "الوکالۃ الحسبیۃ" سے عدم تعاون کی وجہ سے یہ مرحلہ پیش آیا۔ میں ۲۸ کو ۲۰ ہی شب میں قاہرہ پہنچ گیا۔

یہ کانفرنس تمام سابقہ مؤتمرات سے زیادہ اہم تھی۔ عالم اسلام نے اضطرار سے بھی محسوس کیا تھا کہ اتحاد کے مستقل کار تھی ہو۔ اس پر مقالہ وفد پاکستان کی دیے گئی ہوئی تھی۔ مرحوم صاحب نے مجھے یہ مقالہ دیا تھا کہ دیکھ لوں کہ کوئی ضرورت تبدیل تو نہیں مشاورت، ویزا وغیرہ وغیرہ کے معاملات میں انجام دیے۔

جدہ سے ۲۰ فروری سے کانفرنس کا اختتام ۲۰ مارچ ۱۹۵۰ء تھا۔ ۱۵ مارچ ۱۹۵۰ء کو کانفرنس ختم ہوئی لیکن بعض اہم تجاویز ہونے کی وجہ سے طول کانفرنس کا باعث بنیں ہوا تھا۔ اس لئے جانا ضروری تھا۔ میں نے مندوبین سے مشورہ کیا تو سب کی رائے تھی کہ [illegible] ۲۱ فروری کو [illegible] سے قاہرہ کانفرنس شروع ہوئی تھی اس لئے [illegible] کانفرنس کی [illegible] ہوئی تھی [illegible]

(۱) [illegible] سفارت خانہ کی [illegible] سے [illegible] کی [illegible] [illegible] سے [illegible]

اور اگلے روز کلمۃ الوفود کے عنوان سے نمائندوں کو اپنے تاثرات کے اظہار کا موقع دیا گیا کہ وہ کانفرنس کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہیں۔

یوں تو عام طور سے مجمع البحوث کی ہر کانفرنس میں ہی بڑی اہم تجاویز منظور ہوتی رہی ہیں ان میں زیادہ تر اہم تجاویز تو مجمع البحوث کے وفد کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں اور مندوبین کو ان پر بحث و مباحثہ کا حق دیا جاتا ہے لیکن اس دفعہ تمام کانفرنس میں فلسطین اور قدس کا مسئلہ خاص طور پر پیش نظر تھا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس کانفرنس کا اصل مقصد یہی ہے کہ تمام عالم اسلامی کی رائے اس سلسلہ میں معلوم کی جائے اور اس مشکل کے حل کے لئے ان کے ذہنوں میں جو تجویزیں ہیں وہ معلوم کی جائیں اور اس طرح تمام عالم اسلام کو ان نمائندوں کے ذریعہ بیت المقدس کے مسئلہ پر متفق کیا جائے، اس لئے اکثر مقالات کا تعلق اسی موضوع سے تھا۔

چنانچہ شیخ الازہر ڈاکٹر محمد فرغلی کے مقالے کا عنوان تھا: "استرداد بیت المقدس" (بیت المقدس پر مسلمانوں کا دوبارہ قبضہ)

ڈاکٹر عبداللہ قاضی کے مقالے کا عنوان تھا: "الجهاد بالمال فی نظر الاسلام" (اسلام میں جہاد بالمال کی اہمیت)

ڈاکٹر اسحاق موسیٰ حسینی کے مقالے کا موضوع تھا: "الجانب الاسلامی من القضیة الفلسطینیة" (فلسطینی مسئلے کے بارے میں عالم اسلامی کی رائے)

قائد ڈاکٹر محمد وثیت خطاب کے مقالے کا عنوان تھا "اهداف اسرائیل التوسیعیة فی البلاد العربیة" (عربی ممالک پر اسرائیل کی توسیعی جنگی نظریں)

قائد عبدالرحمٰن امین کا مقالہ تھا: "التولی یوم الزحف" (جہاد کے موقعہ پر میدان جہاد سے پشت پھیرنا)

ڈاکٹر بہی مصری کے مقالے کا موضوع تھا: "اسرائیل والدین" (دین اسلام اور اسرائیل)

الاستاذ عبدالمنعم خلاف کے مقالہ کا عنوان تھا "الغارة الصهیونیة غارة دینیة علی الاسلام والانسانیة" (یہودیوں کا حملہ تمام اسلام اور انسانیت کے خلاف ہے)

اس کے مقالات کے موضوعات کا علم ہونے کے بعد جماعت مندوبین کو بھی اپنے ملکوں کی طرف سے اسی موضوع پر اظہار خیال ضروری تھا، چنانچہ اپنی مملکت خداداد پاکستان کی طرف سے راقم الحروف نے بھی اسی موضوع پر اظہار خیال کیا جس کا ترجمہ خلاصۃً حسب ذیل ہے:

جناب صدر اور معزز حاضرین!

میں جمہوریہ متحدہ کی حکومت اور ادارہ مجمع البحوث الاسلامیہ کا خصوصاً شکر گذار ہوں جن کی مساعی سے ہمیں اس خالص اسلامی مسئلہ پر اظہار خیال کا موقع ملا ہے میں اپنی حکومت مملکت اسلامیہ جمہوریہ پاکستان اور اس

کے باشندوں کی طرف سے یعنی حکومت اور پبلک دونوں کی طرف سے یہ پیش کرتا ہوں اور واضح الفاظ میں اعلان کرتا ہوں کہ بیت المقدس پر یہود کے غاصبانہ قبضہ سے تمام عالم اسلامی کو بے حد صدمہ ہے اور اس صدمے میں ملت پاکستان کسی عربی مملکت سے پیچھے نہیں، بلکہ احتجاج کے طور پر جلسوں اور جلوسوں کے لحاظ سے شاید آگے ہو۔ مجاہدین "الفتح" ہمارے ملک میں پہنچ چکے ہیں اور بیشتر مساجد میں جمعہ کے دن مسلمان دل کھول کر ان کی اعانت کرتے ہیں، جامع مسجد نیو ٹاؤن کراچی میں راقم الحروف بھی اس تعاون میں حصہ لیتا رہا ہے اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ کے فاضل اساتذہ نے نہایت موثر انداز میں ان کی عربی تقریروں کی اردو زبان میں ترجمانی کی ہے۔

محترم حضرات! میرے خیال میں بیت المقدس کے مسئلہ کا حل صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے اسلامی جہاد، لیکن اسلامی جہاد کے لئے جن امور کی ضرورت ہے میرے ناقص خیال میں وہ حسب ذیل ہیں:

① اول: اس جہاد کا مقصد قومیت، وطنیت، جنسیت سب سے بالاتر ہونا چاہئے اور واحد مقصد صرف اعلاء کلمۃ اللہ ہونا چاہیے۔

② ثانیاً: حتی المقدور اسباب و وسائل اور سامان جنگ مہیا کرنے کے بعد اعتماد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو نہ کہ اسباب و وسائل پر۔

③ ثالثاً: اسلامی جہاد میں استعماری طاقتوں میں سے خواہ مغرب میں ہوں یا مشرق میں ان دونوں میں سے کسی پر بھی اعتماد کرنے کے بجائے صرف اور محض حق تعالیٰ کے اس کلمہ پر توکل و اعتماد کرنا ہوگا جس کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے، **لا شرقیۃ ولا غربیۃ**۔

④ رابعاً: ہماری زندگی میں مغربی تہذیب کے زہریلے اثر سے جو تعیشات سرایت کر گئے ہیں، ان کو یکسر قلم چھوڑنا ہوگا، سادی زندگی، سادی معاشرت اختیار کرنی ہوگی، جب تک عیش و عشرت کی یہ زندگی ختم نہ ہو کامیابی موہوم ہے۔

⑤ خامساً: قرآن کریم نے جس آیت کریمہ میں (۱) سامان جہاد کی تیاری کا جس میں جہاد بالمال بھی شامل ہے (اس کی تفصیل زبانی بیان کی) حکم دیا ہے اس کے آخر میں ارشاد ہے: ﴿وما تنفقوا من شیء فی سبیل اللہ یوف الیکم وانتم لا تظلمون﴾ میں سمجھتا ہوں کہ اس آیت کریمہ میں یہ اشارہ بھی ہے کہ اگر تم جہاد فی سبیل اللہ کرو گے تو اس کے پورے پورے ثمرات کے حصہ پاؤ گے اور کوئی خالم طاقت تم پر مسلط نہ ہو سکے گی، لہٰذا کسی خالم طاقت کا ہم پر مسلط ہونا اس کی دلیل ہے کہ ہم نے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ انجام نہیں دیا، میری

(۱) پوری آیت یہ ہے: ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾ [الانفال: ۶۰]

دعا ورآرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے صحیح اسلامی جہاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

چنانچہ "مقترحات من كلمة السيد محمد يوسف البنوري وفد باكستان" کے عنوان سے اس تقریر کا چھپا ہوا خلاصہ عربی میں کانفرنس کے اگلے اجلاس میں تقسیم کیا گیا۔

کانفرنس کے اختتام کے بعد جمال عبدالناصر سے گورنمنٹ ہاؤس میں مندوبین کی ملاقات مقرر تھی، چنانچہ تمام مندوبین اپنی اپنی کاروں میں تھے۔ اس موقع پر جو مرافقین مقرر تھے ان کو بھی علیحدہ کر دیا گیا۔ جہاں عبدالناصر سے ملاقات کے لئے گئے، ملاقات ہوئی اور صدر موصوف نے سب سے پرتپاک مصافحہ کیا، اس اثناء میں جو شخص ان سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہتا بھی تھا اور بہت اطمینان سے وہ سنتے بھی تھے، راقم الحروف نے ان کی کوششوں کو سراہتے ہوئے متنبہ کیا کہ اگر صرف حق تعالیٰ کی ذات کی طرف اور اس کے دین کی تائید کی طرف توجہ ہوگی تو غیبی امداد ضرور آئے گی۔

﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ [محمد: ۷]

اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی امداد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔

ملاقات کے بعد جمال عبدالناصر نے مختصر سی تقریر کی جس کا حاصل یہ تھا:

"میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ مصر آئے اور بیت المقدس کے استرداد کے لئے ہمدردانہ غور وخوض کیا، جو قراردادیں آپ حضرات نے پاس کی ہیں وہ میں نے پڑھ لی ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ان تجاویز کو عملی جامہ پہنایا جائے، اس وقت جو ہماری کوششیں کارفرما ہیں وہ مشکل سے حل کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں، ہمارا مقابلہ تنہا اسرائیل سے نہیں ہے بلکہ پس پردہ بہت بڑی طاقتور حکومت امریکہ سے ہے، جو اسرائیل کو ہر طرح امداد پہنچا رہی ہے، ابھی پچھلے دنوں ہوئے کہ جدید ترین بمبار طیارے امریکہ نے اسرائیل کو دیئے ہیں، دنیا کے تمام یہودی اسرائیل کی کافی امداد کر رہے ہیں، پانچ سو ملین ڈالر کا چندہ اسرائیل کو ابھی ابھی پہنچ چکے ہیں اور مزید پانچ سو ملین ڈالر کی امداد پہنچائی جانے والی ہے، اس لئے مسلمانوں کو اور تمام عالم اسلام کو بھی اسی طرح اس عظیم مقصد کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، یہ مسئلہ تنہا عرب قوموں کا نہیں تمام عالم اسلام کا ہے، بلکہ عیسائیوں کا بھی ہے، اس لئے کہ دو ہزار عیسائیوں کو بھی قدس سے نکلنا پڑا ہے، جو لوگ پناہ گزین بن کر ہمارے ملک میں آئے ہیں ان میں عیسائی بھی کافی ہیں، ضرورت ہے کہ تمام مسلمان متحد ہو کر ہماری طرح امداد واعانت کریں تاکہ ہم اسرائیل کے مقابلہ کے لئے جدید ترین اسلحہ مہیا کر سکیں، اگر مسلمانوں نے کسی حد تک توجہ کی تو کچھ بعید نہیں کہ آئندہ سال اس کانفرنس کے موقع پر یہ حالات بدل چکے ہوں گے"۔

آخر میں جمال عبدالناصر نے مندوبین کے اعزاز کے طور پر اپنے ساتھ ہر ایک کا یادگار فوٹو کھینچنے کے لئے کہا، راقم الحروف کی جب باری آئی تو صف سے علیحدہ ہو کر پیچھے کرسی پر جا بیٹھا، دو شخص آئے کہ جمال عبد

انتظار کر رہے ہیں کہ فوٹو لیا جائے، میں نے معذرت کی اور کہا کہ میں اس کو صحیح نہیں سمجھتا اور میرے نزدیک اس کی کوئی دینی قیمت بھی نہیں، اس لئے معذرت خواہ ہوں، اگلے روز پہلی فرصت میں قاہرہ سے جدہ کے لئے سیٹ مل گئی اور قاہرہ سے جدہ ہو کر مدینہ طیبہ پہنچا اور مدینہ سے مکہ مکرمہ، غرض جو سفر درمیان میں ناتمام رہا تھا پورا کر کے مراجعت بالخیر ہوئی، وللہ الحمد۔

خوشی ہوئی کہ عین اس وقت جب کہ قاہرہ کانفرنس ختم ہوئی جدہ میں اسلامی ممالک کے وزراء خارجہ کی کانفرنس منعقد ہوئی اور کثرت رائے سے طے پایا کہ ممالک اسلامیہ کا ایک مشترکہ پلیٹ فارم اور مشترکہ سیکرٹریٹ جس کے ذریعہ تمام مشترکہ اسلامی مسائل حل کئے جائیں قائم کیا جائے، رباط کانفرنس میں یہ تجویز پاس ہوئی اور اس کی تشکیل کے انتظامات بھی شروع ہو گئے، مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ ہماری مملکت کے ایک معزز وزیر نے اس سلسلہ میں قابل قدر کردار ادا کیا اور تمام مندوبین نے اس کی تحسین کی، شام، عراق کی عدم شمولیت سے افسوس ہوا ان حکومتوں کا عدم اشتراک ان کی نیتوں کی غمازی کر رہا ہے، آج سب سے بڑا فتنہ یہی ہے کہ اکثر ملوک و امراء کے دلوں میں شقاق و نفاق بھرا ہوا ہے، "تحسبهم جميعا وقلوبهم شتى" کا مصداق ہیں، اسی لئے اعداء کے دلوں میں ان کی ہیبت اور رعب ختم ہو گیا، دوسرا فتنہ علماء امت کا اختلاف ہے جس کی وجہ سے عوام کے دلوں میں سے علماء کی عظمت و ہیبت نکل گئی، بلکہ دین سے برگشتہ ہو رہے ہیں، بلا تخصیص تمام علماء پر اس کی مسئولیت عائد ہوتی ہے، ابھی وقت ہے، کاش! اب بھی علماء امت متفق و متحد ہو کر تمام باطل قوتوں کی سرکوبی کے لئے متحد ہو جائیں اور صرف اسلام کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کی امت کو دعوت دیں۔

وما علينا الا البلاغ المبين

[صفر الخیر ۱۳۹۰ھ / اپریل ۱۹۷۰ء]

شیخ الازہر شیخ عبدالحلیم محمود کی پاکستان آمد

گذشتہ ماہ میں ہماری وزارت اوقاف کی دعوت پر جامع ازہر کے شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود پاکستان کے سرکاری دورے پر آئے، موصوف سے براہ راست تعارف و تعلق تھا اس لئے موصوف نے حکومت کو مطلع کیا تھا کہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ تشریف لائیں گے اور راقم الحروف سے ملاقات کریں گے۔ چنانچہ اسلام آباد سے متعدد فون آئے اور پروگرام بھی بتایا گیا اور اس خواہش کا ذکر بھی ہوا، بلاشبہ جمہوریہ مصر میں شیخ الازہر کا مقام وہاں کے وزیر اعظم سے بھی اونچا ہوتا ہے اور صدر مملکت کے بعد ہی اس کی شخصیت ہوتی ہے اور قدیم زمانہ سے ہی ان کی یہ حیثیت و شخصیت محفوظ چلی آتی ہے، ہمارا دستور مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں روز اول سے یہی رہا کہ خود کسی بڑی شخصیت کو دعوت نہیں دیتے لیکن کوئی بڑی شخصیت خود آنا چاہے تو رد کرتے بھی نہیں، خود ان کی خواہش تھی کہ وہ مدرسہ میں تشریف

لائیں، میرا ان سے براہ راست تعارف تھا، اس لئے اپنی بساط کے مطابق اہتمام کیا، یہ ہمارا ''بینات'' کا موضوع نہیں اور نہ یہ مختصر صفحات اس کے لئے ہیں کہ یہ لکھیں کہ موصوف نے کیا فرمایا؟ اور ہم نے کیا کہا؟ اگرچہ تمام ریکارڈ محفوظ ہے۔

الحمد للہ کہ موصوف کو مدرسہ دیکھ کر خوشی بلکہ حیرت ہوئی اور جب ایک امریکن نومسلم طالب علم یوسف طلال نے ان کے سامنے فصیح وبلیغ عربی زبان میں ایک تقریر پڑھ کر سنائی تو موصوف کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ نیویارک کا یہ نومسلم انگریز عربی زبان کا کس خوبی سے تلفظ کرتا ہے، فرمانے لگے کہ زندگی میں پہلی مرتبہ ایک انگریز کو صحیح عربی تلفظ کرتے دیکھا، ہمارے طلبہ کے تخصصات (ڈاکٹریٹ) کے بعض مقالات کا جب ان کو علم ہوا تو خواہش ظاہر فرمائی کہ دو مقالے جن میں سے ایک عبداللہ ابن مسعود پر تھا وہ ادارہ از ہر شریف کی طرف سے شائع کریں گے، یہ محض حق تعالیٰ جل ذکرہ کا احسان ہے کہ ہمارے ایک گمنام ادارے کی حیثیت اتنی کردی کہ دنیائے اسلام کی سب سے بڑی علمی یونیورسٹی اس کے طلبہ کے مقالات کو شائع کرنے کی خواہش کرتی ہے، ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔ وزارت اوقاف کے سیکریٹری جناب تجمل حسین صاحب ہاشمی ساتھ تھے اور ساتھ ہی ان کا فی وی کا عملہ بھی تھا، جب فلم بنانے کے لئے کارروائی شروع کی تو راقم الحروف نے سختی سے منع کیا کہ یہ فوٹو ہمارے مسلک میں حرام ہیں ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے، تو اس پر ہاشمی صاحب نے فرمایا کہ چونکہ یہ سرکاری دورہ ہے اور حکومت کا حکم ہے کہ اس کی فلم بنائی جائے اس لئے یہ تو کرنا ہی ہوگا، اس پر ہم بے بس ہوگئے اور کہہ دیا کہ شرعی ذمہ داری اب آپ پر ہوگی، ہم بری ہیں، مصری سفیر نے تعجب سے یہ ماجرا سنا جب چائے کی محفل پر بیٹھے تو مجھ سے گفتگو شروع کی، شیخ الازہر بھی سن رہے تھے میں نے کہا کہ آپ کے شیخ محمد بخیت مطیعی جو اپنے زمانے میں شیخ الازہر تھے انہوں نے فوٹو کے جواز پر رسالہ لکھا تو ایک شاگرد رشید نے اسی زمانے میں اپنی کتاب ''النهضة الاصلاحية للاسرة الاسلامية'' میں بڑی شدت کے ساتھ اپنے شیخ کے خلاف لکھا، ڈاکٹر عبدالحلیم محمود سن رہے تھے اور تبسم فرما رہے تھے، بہرحال اس صورت حال کو واضح کرنے کے لئے یہ چند سطریں لکھنی پڑیں کہ آگے چل کر کوئی ہمیں متہم کر کے معصیت میں مبتلا نہ ہو، یا اس واقعہ کو فوٹو کے جواز کی دلیل نہ بنائے، واللہ سبحانہ ولی التوفیق۔

[ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ رمئی ۱۹۷۴ء]

عرب واسرئیل جنگ اور شکست کے اسباب

مسجد اقصیٰ، بیت المقدس، قبۃ الصخرہ وغیرہ مقامات مقدسہ مسلمانان عالم کا مشترک ملی سرمایہ ہیں اور ان کی حفاظت تمام عالم اسلام کا مشترکہ دینی فریضہ ہے، شرق اوسط کا حالیہ سانحہ کبریٰ یعنی قدس پر صیہونی تسلط اور

یہودی اقتدار دورِ حاضر کا انتہائی دردناک حادثہ اور سلطنت بخاری کی تباہی اور خلافت آلِ عثمان کی بربادی کے بعد سب سے بڑا المیہ ہے۔ ابھی دس سال پیشتر کا قصہ ہے کہ برطانیہ، فرانس اور اسرائیل کا سہ طاقتی حملہ پوری شدت اور قوت کے ساتھ مصر پر ہوا تھا مگر حملہ آوروں کو شرمناک شکست اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا اور آج بلا ہر تنہا اسرائیل حملہ آور ہوا اور مصر، شام، اردن، حجاز، عراق، لیبیا، الجزائر اور کویت وغیرہ تقریباً ایک درجن عرب ممالک نے مشترکہ دفاع کیا اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ صدر جمال عبدالناصر کو شکست ندامت اور ذلت کا یہ اعتراف کرنا پڑا جس کا تصور وہ خود بھی نہیں کر سکتے تھے جس سے عالم اسلام پر یکایک نزع کا عالم طاری ہو گیا اور دوسری طرف تل ابیب، لندن اور نیویارک میں مسرت کے شادیانے بجنے لگے آخر یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ دس سال کے قلیل عرصے میں اتنا بڑا تغیر کیسے آ گیا؟ اور وہ کون سے عوامل ہیں جن کے نتیجے میں پورے عالم اسلام کو بالعموم اور عرب ممالک کو بالخصوص غرقِ ندامت ہونا پڑا؟

یہ ایک اہم سوال ہے جس کا جواب ہر قسم کی جذباتیت، طنطنہ بازی اور سطحیت سے بالاتر ہو کر پوری سنجیدگی اور گہرے غور و فکر کے ساتھ ہمیں دینا ہوگا۔

ذرا شرقِ اوسط کی وہ سامنے کی تاریخ کو سامنے لائیے، ایک طرف اسرائیل کی ملعون قوم ہے جس نے ان دس سالوں کا ایک لمحہ بھی غفلت میں ضائع نہیں کیا، عسکری تربیت، جدید ترین اسلحہ کی فراہمی اور جذبہ انتقام کی پرورش میں ذرا کوتاہی نہیں کی بلکہ ہر قیمت پر انتہائی قوت اور خوفناک جارحانہ عزائم میں برابر اضافہ کرتا چلا گیا۔ برطانیہ اور امریکہ نے اسرائیلی جارحیت کو پروان چڑھانے اور قوی سے قوی تر بنانے کے لئے اندھا دھند مدد دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جس کے نتیجے میں ہیں پچیس لاکھ کا پورا ملک جنگی کیمپ اور فوجی چھاؤنی میں تبدیل ہو گیا۔ دوسری طرف جانب مخالف نے فتح و کامرانی کے نشہ میں مدہوش ہو کر اس دس سال کے وقفے میں اپنی طاقتوں کا بے محل استعمال شروع کیا، باہمی خانہ جنگی اور سرپھٹول میں مالی اور فوجی قوت کا خزانہ لٹایا، دشمن کی بڑھتی ہوئی طاقت پر صحیح نظر رکھنے اور دفاعی تدابیر بروئے کار لانے سے تغافل برتا، مصنوعی پروپیگنڈا، اخباری شور و غوغا، کھوکھلے نعروں، دھمکی آمیز بیانوں اور تقریروں پر قناعت کی، جس قوم کو اعداء اللہ کے مقابلے کے لئے اپنی تمام ممکنہ قوتوں کے مجتمع رکھنے کا خطاب تھا ﴿واعدوا لهم ما استطعتم من قوة﴾ وہ اپنی تمام قوتیں جھوٹے وقار پر ضائع کرنے لگی، جس قوم کو سامی اتحاد اور اسلامی اخوت کا آفاقی نصیب العین دیا گیا تھا وہ قومیت اور نیشنلزم جیسی لعنتوں میں مصروف پیکار ہو گئی، جس امت کو مرتے دم تک اسلام پر قائم رہنے کی تلقین کی گئی تھی ﴿لا تموتن الا و انتم مسلمون﴾ ان کی لغت میں اسلام پر جمنا ایک طعنہ بن کر رہ گیا، جس امت کو کفر اور شعار کفر سے بیزاری کا حکم دیا گیا تھا ﴿انا براء منكم وما تعبدون من دون الله كفرنا بكم﴾ اس نے شکل و وضع، صورت و سیرت، تہذیب و تمدن اور افکار و نظریات میں کفر اور شعار کفر کی نقالی کو مایۂ فخر سمجھا، جس امت کو تمام مادی وسائل،

سامان حرب وضرب اور عدد وعُدہ کی فراہمی کے ساتھ ساتھ اللہ سے گڑگڑا کر دعا مانگنے، اسی کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرنے اور اسی سے فتح ونصرت کی دعائیں کرنے کی تلقین کی گئی تھی اس نے سو بوسہ مادی قوت پر اعتماد کرتے ہوئے خدا فراموشی کا راستہ اختیار کیا ﴿نسوا اللہ فنسیھم﴾ آخر اس تمام پس منظر کا نتیجہ "شامت اعمال صورت نادر گرفت" کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا؟ اس چشم دید اور دردناک صورت حال کی طرف چند مختصر اشارے گزشتہ ماہ کے بصائر وعبر میں کر چکا تھا، افسوس کہ جس چیز کا مجھے اندیشہ تھا وہی ہو کر رہی، انا للہ۔ روس ہو یا امریکہ، برطانیہ ہو یا فرانس، چین ہو یا جاپان جب تک مسلمان ان بتوں کو دل سے نہیں نکالیں گے خصوص اسلامی بنیادوں پر اتحاد عالم اسلام بروئے کار نہیں لائیں گے، صدق دل سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر چلنے کا عہد تازہ نہیں کریں گے اور اسلامی تاریخ کے سبق آموز واقعات سے عبرت پذیر نہیں ہوں گے اس وقت تک کوئی قوت ان کو حرمان وخسران سے نہیں بچا سکتی:

﴿إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ﴾ [آل عمران: ۱۶۰]

آخر اسرائیل جیسی مغضوب اور ملعون قوم جسے نبیوں کی زبانی ملعون کہا گیا، اس کی یہی کامیابی ہمارے لئے کیا کچھ کم عبرت آموز ہے؟ مگر وہ اسی پر قانع نہیں، خدانخواستہ ہماری خود فراموشی اور غفلت کی یہی ناگفتہ بہ صورت حال قائم رہی تو۔ خاکم بدہن۔ اسرائیل خیبر و مدینہ کے خواب دیکھ رہا ہے اور بنی نضیر، بنی قریظہ، بنی قینقاع اور یہود خیبر کا انتقام لینے کے لئے دانت پیس رہا ہے، فیا غربۃ الاسلام و یا حیۃ المسلمین۔ کاش! یہی تازیانہ عبرت مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگانے اور اسلامی ممالک کے سربراہوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہو جائے، کاش عالم اسلام کے کسی گوشے سے کوئی صلاح الدین ایوبی شہید اٹھے اور ارض مقدس کی تطہیر کے لئے علم جہاد بلند کرے۔

مسلمان قوم اور اس کے امراض

عالم اسلام بالخصوص عرب کے صحراؤں میں قدرتی وسائل، خام ذخائر اور مال ودولت کی کمی نہیں، بلکہ فراوانی اور طغیانی ہے مگر یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ ان کے مال ودولت کا بڑا حصہ یا تو غیر ملکی بینکوں میں جمع ہونے کی وجہ سے دشمنان اسلام کے کام آتا ہے، یا شاہ خرچی، عیش پرستی، عافیت کوشی اور آسائش پسندی کے لئے ضائع کیا جاتا ہے، یا پھر ایسی منصوبوں اور بے مصرف صنعتوں پر برباد کیا جاتا ہے، لیکن فوجی استحکام، عسکری تربیت اور اسلحہ سازی تقریباً صفر ہے دشمنان اسلام جگہ جگہ ہوائی اڈے، بحری بیڑے، فوجی چھاؤنیاں اور اسلحہ سازی کے بڑے بڑے کارخانے قائم کر رہے ہیں، مگر عالم اسلام خدا فراموشی کے ساتھ ساتھ ظاہری تدابیر سے بھی مجرمانہ

غفلت میں مست ہے۔

مسلمان قوم کو تن آسانی، آسائش پسندی اور عیش پرستی کبھی راس نہیں آئی۔ اندلس اور بغداد کی تباہی سے لے کر ترکی اور ہندوستان تک کی تاریخ پڑھیے اور سبق لیجیے۔ اسلام کے خیر القرون میں بھی جب اللہ تعالیٰ کی نصرت وتائید کی طلب میں ذرا سی غفلت یا اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشادات کی تعمیل میں معمولی سی کوتاہی ہوئی یا خود ہی ساز وسامان پر نظر گئی تو فوراً تنبیہ کی گئی اور بعض اوقات ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

بہرحال مسلمان قوم اور مسلمان حکومتیں حسب ذیل امراض میں مبتلا ہیں جن کا ازالہ جلد از جلد ہونا چاہیے:

① اسلامی اخوت کے بجائے قومیت کا نعرہ۔

② اقتدار اور حاکمیت کے باوجود اسلامی قوانین واحکام کو نافذ نہ کرنا۔

③ تن آسانی، تن پروری، عیش وعشرت اور واجب پر مال ودولت کا برباد ہونا۔

④ فوجی اور عسکری قوت اور جدید ترین جنگی اسلحہ سے بے بہرہ اور غافل۔

⑤ صرف مصنوعی سطحی اور وقتی نعروں پر قوم کی تنظیم کا خبط۔

⑥ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اسلامی دینی جہاد کی روح کو ختم کر کے ہوس ملک گیری اور شخصی قیادت کے جنون میں گرفتار ہونا۔

⑦ اسلامی معاشرت کی جگہ مغلوب قوموں کی تہذیب ومعاشرت کو اپنانا۔

⑧ اسلامی اخوت، ایثار وقربانی اور غریب پروری کے جذبہ کا ختم ہو جانا۔

⑨ غلط نظام معیشت کی وجہ سے ایک طبقے کا دولت کی فراوانی کے بیضہ میں مبتلا ہو جانا اور دوسرے طبقے کا دن بدن شدید کے لئے بلکنا۔

⑩ اللہ تعالیٰ مالک الملک، خالق ورازق اور قادر مطلق سے غفلت برتنا اور دنیا سے گزر کی طاغوتی طاقتوں کو قبلۂ حاجات سمجھنا اور ان سے ہمدردی اور خیر کی توقع رکھنا۔

⑪ اسلامی نظام معیشت کی جگہ بینک کے موجودہ کافرانہ نظام مالیات کو اختیار کرنا اور اسی کو ذریعہ نجات اور مشکل کشا سمجھنا۔

⑫ اسلامی فلسفہ تعلیم کی جگہ خدا بیزار اور آخرت فراموش نظام تعلیم کو اپنانا اور اسی کو معراج ترقی سمجھنا۔

میں سمجھتا ہوں کہ عصر حاضر میں مسلمانوں کی تباہی کے حقیقی اسباب یہی ہیں۔ کاش! ان کے ازالہ واصلاح کی طرف عالم اسلام کو متوجہ ہونے کی توفیق ہو جائے۔

بیت المقدس پر اسرائیل کا قبضہ

بہر حال جون ۱۹۶۷ء کے پہلے عشرہ کے چار دنوں میں بیت المقدس پر یہود کا قبضہ خلیج عقبہ پر ان کا تسلط اور غزہ و عریش اور صحراء سینا پر ان کا اقتدار دور حاضر کی تاریخ کا دردناک حادثہ اور عالم اسلام کی جبین پر سیاہ داغ ہے، کہنے والوں کا کہنا ہے کہ یہ سارا قصہ چار دن میں نہیں صرف چھ گھنٹوں میں طے ہو گیا تھا، پھر تقریباً ڈیڑھ لاکھ باشندگان قدس و خلیل کا انتہائی ذلت سے بیک بینی و دو گوش ملک بدر کیا جانا یہود کی قلبی قساوت اور سنگدلی کا نیا ریکارڈ ہے جس بدبخت اور تاریخی مجرم قوم نے انبیاء کرام علیہم السلام کے خون سے ہاتھ رنگین کئے ہوں ان سے انسانیت کی توقع کب ہو سکتی ہے؟ امریکہ و برطانیہ کا اس یہودی سازش میں بلا واسطہ شرکت کرنا، اقوام متحدہ کی نام نہاد سلامتی کونسل (۱) کا اظہار حق کی جرأت سے احتیاط کرنا، عین وقت پر روس کا اپنے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود پہلو تہی کرنا اور برطانیہ و امریکہ کی سامراجیت سے گٹھ جوڑ کرنا ہماری عبرت کے لئے کیا کچھ کم ہے؟ جو کچھ ہونا تھا ہو گیا، اب بعد از وقت روس کا اسرائیل سے سفارتی تعلقات ختم کر لینا، ان دردناک زخموں کو کبھی مندمل نہیں کر سکتا، روس اور اس کے ہمنوا ممالک اب جو کچھ کر رہے ہیں وہ "مشتے کہ بعد از جنگ بیاد آید بر کلہ خود بیذرد" کا مصداق ہے، کیا اب بھی ان دشمنان اسلام سے دوستی اور خیر خواہی کی توقع رکھی جا سکتی ہے؟ افسوس ہے کہ ہمارے عرب اور غیر عرب ملوک و سلاطین کی آنکھیں اب بھی نہیں کھلتیں، کوئی روس کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے اس کے کافرانہ اشتراکی نظام کا حلقہ بگوش بنا ہوا ہے اور کوئی امریکہ و برطانیہ کی مدح سرائی اور قصیدہ خوانی میں مست ہے، فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسرائیل کا بیت المقدس پر قبضہ، علامات قیامت کا پیش خیمہ

فلسطین و بیت المقدس پر یہود کے استیلاء سے اب جو نقشہ بن گیا ہے کچھ بعید نہیں کہ یہی ملحمۂ کبریٰ اور ان ملاحم کے لئے جن کا ذکر احادیث میں بسلسلۂ اشراط الساعۃ آتا ہے پیش خیمہ ہو اور آثار بھی ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بے خبر دنیا کے ختم ہونے کا وقت شاید قریب آ پہنچا ہے۔

یہاں تک لکھ چکا تھا کہ جنگ مورخہ ۱۴ جون ۱۹۶۷ء میں مراکش کے شاہ حسن کا بیان نظر سے گذرا جس سے میری معروضات بالا کی تائید ہوتی ہے، اقتباس ملاحظہ ہو:

---

(۱) اس عالمی ادارے کا اختیار اپنی جگہ لیکن ستمبر ۶۵ء کی پاک بھارت جنگ اور شرق اوسط کے حالیہ بحران کے دوران اس ادارے نے جو کردار ادا کیا ہے وہ عالم اسلام کے لئے قطعاً ناقابل فہم ہے، یہ ادارہ صرف بڑی طاقتوں کا اکھاڑہ اور جارحیت و صیہونیت کا آلہ کار بن کر رہ گیا ہے، یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ جو عالمی ادارہ عالمی مسائل کے تصفیے کے لئے وجود میں آیا تھا وہ طاقت و جارحیت کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کرنے سے عاجز ہے، اور مظلوم کے حق میں ایک لفظ تک کہنے سے اس کی زبان تنگ ہے۔

"شرق اوسط کی حالیہ جنگ میں عربوں کی شکست کی سب سے بڑی وجہ عرب ریاستوں کا عدم اتحاد اور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے گناہ ہیں، خدا نے ہم میں ہمارے گناہوں کی سزا دی ہے اور ہمیں متحد ہونے کی ہدایت کی ہے، خدا نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ایک دوسرے کی توہین نہ کی جائے اور ہم نے زبانی اور تحریری طور پر ایک دوسرے کی توہین کی ہے، خدا نے ہمیں ایک اور موقع دیا ہے کہ ہم اس کے دیئے ہوئے احکامات کی پابندی کریں اور اپنی زندگی کو خدائی قانون کے مطابق ڈھالیں، خدا نے ہم سے اس لئے آنکھیں موڑ لیں کہ ہم خود اس سے دور ہو گئے۔"

بانیٔ پاکستان نے صفائی سے جن حقائق کا اعتراف کیا ہے قرآن کریم اور احادیث نبویہ نے ان حقائق کو دیئے کا اتحاد کا ذکر ملتا ہے اور اسلام نے اس کے [illegible] شواہد فراہم کر دیئے ہیں کہ جس دل میں نور ایمان کا کوئی ذرہ موجود ہو اور جو پوری طرح مسخ نہ ہو گیا ہو وہ ان کا اثر قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اے اللہ اس امت پر رحم فرما، اس کے گناہوں کو معاف فرما، ان کو سچا مسلمان بننے کی توفیق عطا فرما اور انہیں دنیوی سرخروئی اور اخروی نجات نصیب فرما۔ (آ ۔)۔

اتحادِ عالم اسلام

ان تلخ حقائق اور دردناک حوادث میں اگر کسی قدر خوشی کی جھلک نظر آتی ہے تو وہ عرب ممالک کا اتحاد خصوصاً اسلامی اتحاد کی طرف رجحان ہے، بلا شبہ وقت کا فوری تقاضہ یہ ہے کہ تمام عالم اسلام ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائے اور امریکہ و برطانیہ کی تحریک تفریق بین المسلمین کو ناکام بنا کر اسلامی بلاک وجود میں لایا جائے، اگر آج بھی مسلمان عقلمندی سے کام لیں اور اس تباہی سے عبرت پکڑیں تو متحدہ مساعی سے اپنی سیاسی، اقتصادی اور عسکری قوتوں میں استحکام پیدا کر سکتے ہیں، اگر ہمارے ملکوں پر مسلط شدہ کافرانہ نظام معیشت، نظر معاشرت اور درآمد شدہ نظریوں کی اصلاح کر لی جائے تو بدولت ثابت کے راستے کو اختیار کر لیا جائے تو تو ہو شدہ عزت، امجد اور شرف و وقار کو واپس لوٹایا جا سکتا ہے، مسلمانوں میں آج بھی خالد بن ولید، طارق بن زیاد اور صلاح الدین ایوبی کے جانشین پیدا ہو سکتے ہیں، جو ارض مقدس کو صیہونیت کے نجس قدموں سے پاک کر دیں اور [illegible] من یسومھم سوء العذاب ﴾ کا قرآنی وعدہ پھر ایک بار پورا کر دکھائیں، لیکن اگر مسلمان ہی صیہونی پورٹ ادا کرنے لگیں اور یہود و نصاریٰ اور ہنود و مجوس کی سی زندگی کو اپنا لیں تو اقبال کے لفظوں میں:

جنگ میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

تو خدا کو ایسے "بد تر از کندہ ناتراشیدہ" قسم کے نام نہاد مسلمانوں کی ضرورت نہیں ہے، پھر ان کی ذلت اور موت مقدر ہو چکی ہے، (لا یبالیھم اللہ بالۃ) معوذ احمد۔

فتح وشکست کے حقیقی اسباب

حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرت و ربوبیت آسمان سے لے کر زمین تک تمام کائنات پر محیط ہے، اس عالم کون وفساد کا کوئی ذرہ نہ اس کی قدرت سے خارج ہے نہ اس کی ربوبیت سے بے نیاز، قوموں کا عروج وزوال، ترقی و بربادی، فتح وشکست اور کامیابی وناکامی بھی براہ راست مشیت خداوندی کے تحت داخل ہے، الغرض حق تعالیٰ کا غیر مرئی نظام قدرت ونظام ربوبیت عالم کے ہر ہر جزء میں جاری وساری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عالم میں اسباب ومسببات کا ایک ظاہری سلسلہ جاری فرمادیا ہے لیکن اسباب ومسببات کا خالق ومالک بھی وہی ہے اور اقتدار وتصرف بھی اسی قادر مطلق کے قبضۂ قدرت میں ہے، پھر جس طرح اس عالم میں ظاہری اسباب کا سلسلہ جاری ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کارخانۂ قدرت میں اسباب سے بالاتر بھی ایک مخفی نظام کارفرما ہے، ظاہری اسباب کبھی اسی وقت مؤثر ہوتے ہیں جبکہ حق تعالیٰ شانہٗ کی حکمت ومشیت کا تقاضا ہو ورنہ اسباب وتدابیر کا تمام کارخانہ بے کار اور معطل ہو کر رہ جاتا ہے، فتح ونصرت کے لئے جس طرح ظاہری اسباب موثر ہیں اس سے کہیں زیادہ باطنی اسباب اور غیبی نظام ہی تاثیر فیصلہ کن ہوتی ہے۔

شرق اوسط کے دردانگیز حالات پر جہاں تک غور کیا یہی سامنے ہوا کہ ظاہری ومادی اسباب ایسے نہ تھے کہ ایسی حیرت ناک اور ذلت آمیز شکست مسلمانوں کو ہوتی بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہماری جمعیتوں کی پراگندگی میں قدرت کا مخفی نظام حرکت میں آیا، مصری حکومت پر غلط فہمی اور غفلت طاری کردی گئی، یوں اس کا فوجی نظام تہہ وبالا کردیا گیا اور سالہا سال کی جنگی تدبیروں اور دفاعی استحکام کو آن کی آن میں پیوند خاک کردیا گیا۔

﴿إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ﴾ [التوبۃ:۲۵]

درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تازیانۂ عبرت ہے تاکہ ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں، خدا فراموش زندگی سے توبہ کرلیں اور حق تعالیٰ سے ٹوٹے ہوئے رشتے کو دوبارہ جوڑ لیں، یہ سانحہ کسی خاص ملک کے لئے نہیں بلکہ مصر، شام، تیونس، الجزائر، حجاز اور کویت بلکہ تمام اسلامی ممالک کے لئے تازیانۂ عبرت تھا، جیسا کہ بینات کے سابقہ شذرے میں تفصیلی اشارے کئے گئے تھے لیکن صد حیف کی بات یہ ہے کہ اس عبرت انگیز شکست اور سبق آموز صورت حال سے جیسی عبرت ہونی چاہیے تھی نہیں ہوئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ماضی کی ہلاک شدہ قوموں کی عبرت ناک تباہی کی داستانیں پڑھنے سے جو بنیادی بات آدمی محسوس کرتا ہے وہ یہی ہے کہ ان کے ذی وسائل طبقے غفلت سے اس قدر ماؤف ہو چکے تھے کہ ان پر عذاب آتا مگر انہیں یہ احساس بھی نہ ہوتا کہ یہ حق تعالیٰ کا عذاب ہے بس یوں ہی اسباب کی طرف منسوب کرکے بڑی حد تک مطمئن ہو جاتے اور اگر کہیں اسباب کا کوئی سراغ ملتا تو ان حوادث کو بخت واتفاق کا کرشمہ قرار دے دیتے ﴿قد مس آباءنا الضراء

والسراء﴾ غفلت، بے پروائی اور تکذیب کی یہی وہ خطرناک سرحد تھی جس سے گذرنے کے بعد ان کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا ﴿هل تحس منهم من احد او تسمع لهم ركزا﴾ موجودہ حسرت ناک اور دردناک صورت حال میں بھی یہی محسوس ہو رہا تھا۔ فتح و شکست کوئی نئی چیز نہیں بلکہ یہ سلسلہ تو ابتدا ہی سے چلا آ رہا ہے لیکن شکست کے علل اور حقیقی اسباب پر غور نہ کرنا قابل صد افسوس ہے۔ قرآن حکیم نے اسی حقیقت کو واضح فرمایا ہے ارشاد ہے:

﴿أَوَ لَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ﴾ [التوبة: ۱۲۶]

اور کیا وہ دیکھتے نہیں کہ انہیں آزمایا جاتا ہے ہر سال ایک مرتبہ یا دو مرتبہ۔ پھر بھی نہ وہ توبہ کرتے ہیں اور نہ وہ غور کرتے ہیں۔

"ولا هم يذكرون" نہایت ہی قابل غور ہے۔ نیز ارشاد ہے:

﴿فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (۱) [الانعام: ۴۳]

پھر وہ کیوں نہ گڑگڑائے جب ان پر ہمارا عذاب آیا تھا لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور اچھا کر اعمال ان کو شیطان نے جو کچھ وہ پہلے سے کر رہے تھے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ﴾ [المؤمنون: ۷۶]

اور یقیناً ہم نے ان کو عذاب میں پکڑا تھا پھر بھی تو وہ اپنے رب کے سامنے نہ جھکے اور نہ وہ گڑگڑاتے ہیں۔

اسی قسم کی آیات سے واضح ہے کہ واردات سے عبرت نہ پکڑنا اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کرنا نہایت خطرناک حالت ہے۔

---

(۱) اشارہ ہے اس طرف جو قرآن حکیم نے اور حدیث و تاریخ نے اقوام و ملل کی صورت حال کا مطالعہ کرنے کے بعد بیان کیا ہے کہ پہلے ہمارے یہاں یہ بات چلی ہوئی تھی کہ ہم ترقی کے لئے اسباب سے بڑی رکاوٹ یعنی مذمت، دعوت اور ملامت پر اس کے ذریعہ اس کی اصلاح کرتے اور ملامتی سوشلزم کو اپنا چاہیے۔ صرف جب اس کی اشاعت کیلئے پابندی اور تحدید پر تلی کے خواہ یہاں پر یا دوسرے جاتے تھے جب نے ایسا کیا وہ "عباذ الله" ولی باس شدید "کی تاب پر ان بھی نہیں ا ۔ لیکن ہمارے نظر انداز میں اب بھی تبدیلی نہیں ہوئی اور ہمارے مفکرین کا ذہن اب بھی مذہب کی اشاعت کیلئے ہی حرکت ہے۔ امت نے عمومی فساد اور ان کی انتہا پر پہنچنے کے بعد بھی تنبیہ اور ملامت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سنت جاری فرمائی ہے کہ جب امتوں سے انتہائی فساد ہوتا ہے تو ان کی طرف رسول بھیجے جاتے ہیں۔ اور ان سے انتقامات لئے جاتے ہیں۔ اب دنیا میں کوئی رسول نہیں آئے گا۔ اس لئے اب یہ کام امت کے ذمہ ہے۔ "واذا اراد الله بقوم سوء فلا مرد له" یہ تنبیہ ہے اس حقیقت کی جس کی جانب ہم نے اشارہ کیا ہے کہ ہمارے ذہن میں پیچھے رہ گئے تھے اس نے انہیں شکست دی اور یہ معاملہ تو ہے اس کا کہ ہمارے ذہن میں کچھ ان پر چلنے کے مسلمان رہا کرتے ہیں اور اب ہماری ترقی اور خوشی انتظام پر فرق ہے ہمارے ہی میں ان کی طرف سے ان کی نہیں جاتی کہ یہ بات تعلق مع اللہ اور ایمانی قوت اور خود اعتمادی کی دولت کو چھین لے اس سے ان کو محروم کر دے اس لئے ان کی اہمیت کم ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے کوئی قیمت نہیں رہتی۔ (ادریس)

عرب قومیت اور اشتراکیت کی نحوست

عرب ممالک میں بظاہر ممتاز فوجی قوت، عسکری نظام، ماری سازوسامان اور جدید اسلحہ کے اعتبار سے مصری حکومت ہی اس پوزیشن میں تھی کہ اسرائیل اور امریکہ و برطانیہ کی سامراجیت سے پنجہ آزمائی کر سکے، پھر مصر کے صدر جمال عبدالناصر کے حوصلوں سے کسی اچھے کارنامے کی توقعات وابستہ ہو سکتی تھیں لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ عرب قومیت اور اشتراکیت کی نحوست سے تمام کارناموں پر پانی پھر گیا، مان لیجیے کہ اتحاد عرب کی تحریک اتحاد اسلام کے پیش خیمہ کے طور پر شروع کی گئی ہوگی، یعنی پہلے اپنے گھر کو بنائیں پھر باہر کی دنیا کی خبر لیں گے، لیکن ہوا یہ کہ اتحاد عرب نے اتحاد اسلام کی جگہ لے لی اور وہ بذات خود مقصد بن کر رہ گیا، جس سے اسلامی اتحاد کمزور ہوتا گیا اور اعدائے اسلام کو اسی راستے سے گھسنے کا موقعہ مل گیا، پھر بعض سیاسی غلطیوں یا ہوس اقتدار سے عرب اتحاد بھی پارہ پارہ ہو گیا اور افسوس ہے کہ اس نازک موقعہ پر جو اتحاد عرب کی توقع پیدا ہو گئی تھی اعداء اسلام کی عیاری اور اپنوں کی سادہ لوحی کی وجہ سے وہ بھی ختم ہو گئی، جنگ کے بعد حالات نے جو نئی کروٹ لی ہے اس سے قوی اندیشہ اس امر کا ہو گیا ہے کہ جمہوریہ مصر، شام، عراق اور الجزائر تو روسی بلاک میں شامل ہو کر اسلامی عربی انفرادیت کو کھو بیٹھیں گے بلکہ شاید روس کی دوستی کی قیمت ادا کرنے کے لئے۔ خاکم بدہن۔ اپنے ملکوں سے اسلام ہی کو ختم کر دیں گے اور دوسری طرف بقیہ چند عرب ممالک امریکہ و برطانیہ سے دوستانہ تعلق کو مزید استوار کر کے اسلام کے لئے مستقل خطرہ بنیں گے۔ بہرصورت موجودہ نقشہ انتہائی دردناک ہے جس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، خدا فراموشی، تن پروری اور اقتدار پرستی کا تاریک انجام یہی ہو سکتا ہے جو ہوا، فالی اللہ المشتکی۔

شکست کے اسباب صرف یہ بتلائے گئے کہ دشمن کے پاس سامان زیادہ تھا اور یہ کہ ہمیں حملہ کا خطرہ مشرق سے تھا لیکن حملہ مغرب سے ہوا (۱) گویا محض مادی اور ظاہری اسباب پر ایمان لا کر صرف اسلحہ کی کمی کو پورا کر لینا ہی معراج کمال سمجھا گیا اور ساتھ کے ساتھ اشتراکیت پر عزم کا بھرپور اظہار کیا گیا تاکہ کہیں "پیغمبر اشتراکیت"

---

(۱) انقلاب مصر کی ۱۵ ویں سالگرہ کے موقعہ پر صدر ناصر کی جو تقریر متعدد اخبارات میں شائع ہوئی ہے اس کے بعض جملے بلاشبہ قابل تحسین ہیں، صدر ناصر نے کہا: اللہ تعالیٰ ہمیں ایک سبق دینا چاہتا تھا جو ہم نے سیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی وہ سبق یہ تھا کہ ہم اپنی خامیوں کو دور کریں، اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور اپنے وطن کی تعمیر میں لگ جائیں، اب ہم نے یہ حق حاصل کر لیا ہے، ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور اگر ہم فتح حاصل کرنے کی جدوجہد کریں گے تو وہ یقیناً ہمیں فتح و نصرت سے نوازے گا۔ انہوں نے کہا: ہم کسی عرب ملک کو موشلسٹ نظام کے تحت لانے کی کوشش نہیں کریں گے، اسرائیل کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر عرب محاذ ہونا چاہیے۔ انہوں نے مزید کہا: میں نے سربراہ کانفرنس طلب کرنے کے لئے سوڈان کے وزیراعظم کی تجویز منظور کر لی ہے، ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ عرب ملک جو کچھ کر سکتے ہیں کریں اور اپنی طرف سے کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں، کاش اللہ تعالیٰ تمام عرب سربراہوں کو اپنی اور اپنی خامیوں کو سمجھنے، گناہوں سے توبہ کرنے اور وطن کی تعمیر کے بجائے اعلاء کلمۃ اللہ کو نصب العین بنانے کی توفیق بخشیں، ضرورت جن چیزوں کو اصل سمجھ لینے کی تھی اب تو انہیں زبان پر لانا بھی شاذ و نادر ہی ہوتا ہے اور عرب سربراہ کانفرنس بھی مفید اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ شرکت کرنے والے جذبہ مفاہمت سے شریک ہوں اور ایک دوسرے کی غلطیاں بغیر یاد دلائے معاف کر دینے کے لئے تیار ہوں اور اگر صرف اپنی کہنے اور اپنی منانے کے جذبہ سے شرکت کی گئی تو نتیجہ وہی ہے کہ اس کا انجام تو اتحاد تو درکنار مزید کی جدائی ہو سکتا ہے۔ (مدیر)

روس کا راستہ روکا جائے اور روسی بحری بیڑے کے سکندریہ اور سویز پہنچنے پر اطمینان کا سانس لیا گیا تھا کہ اب جس راستے پر بیڑے نے سفر کرنا ہے تین ہفتے کا راستہ ہے اور اس راستے تک روس کی اطمینان دلانے والا تھا کہ اسرائیل کی طرف سے حملہ نہیں ہوگا۔ ثم تملے میں ہاں نہ سہی اور حسین اس وقت تک اسرائیلی درندے مصر، شام اور اردن پر بمباری کر رہے تھے راستی بیڑہ کچھ زیادہ دور نہیں تھا اور روس اور امریکہ کے درمیان عدم مداخلت کا سمجھوتہ ہو رہا تھا۔ اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو پھر کیا تعجب اور افسوس کا مقام نہیں کہ روس پر اس کے بعد بھی اعتماد باقی رکھا جائے۔ یہ صحیح ہے کہ جدید اسلحہ اور دیگر جنگی سامان کے لئے ہمیں خاصہ فروش قوموں میں سے جس کو سودا بہتر سمجھا جائے اس سے خریدا جائے گا لیکن صرف اسی کو دوست سمجھنا کہاں کی عقل اور کہاں کی تدبیر ہے۔

اگر خدانخواستہ عقبہ، غزہ، عریش اور بحر احمر سینائے بعد سویز پر بھی ان کا قبضہ ہو جاتا ہے جو بظاہر امریکہ و برطانیہ کی پوری سازش ہے تو عرب جمہوریہ کی شہ رگ کٹ جاتی ہے اور اس کے بعد اسلام اور مسلمانوں پر جو کچھ گزرتی اس کا تصور بھی آج نہیں کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال عرب ممالک کا موجودہ نقشہ اور زمانہ کے پیش آنے والے حالات و واقعات ایک مسلمان کے لئے انتہائی ناقابل برداشت صدمہ کا موجب ہیں، جو کچھ پہلے لکھا گیا ہے اب لکھ رہا ہے الحمد للہ وہ صرف اپنے ضمیر کی آواز ہے۔ نہ پہلے کسی کی غلطی کو خوبی سمجھا نہ اب کسی کی واقعی خوبی سے انکار ہے۔

عالم اسلام کے اتحاد کی ضرورت

خلاصہ یہ ہے کہ آج کا مسئلہ صرف عرب ممالک کا نہیں بلکہ تمام عالم اسلامی کا مسئلہ ہے، مکہ، مدینہ اور قدس تمام عالم اسلام کا مشترکہ مسئلہ ہے، اس لئے موجودہ صورت حال میں تمام عالم اسلام کو متحد و متفق ہونا چاہیے۔ عرب ممالک کا فرض ہے کہ وہ عرب ممالک کے سربراہوں کا اجتماع بلانے کے بجائے عالم اسلامی کے سربراہوں کا فریضہ منعقد کریں۔

خدا کا شکر ہے کہ اس ابتلاء میں پاکستان کا اصولی موقف ممتاز اور قابل فخر رہا اور ترکی نے بھی قابل قدر موقف اختیار کیا، ان ہمدرد ممالک میں عرب اور اسلام کی مشترکہ مشکلات کو حل کرنے کے لئے اتحاد اسلام کا تقاضہ ہے، دشمنان اسلام انتہائی عیاری اور چالاکی سے جس طرح عرب حکومتوں میں تفریق کے بیج بو رہے ہیں اسی طرح اس کوشش میں بھی مصروف ہیں کہ جلد سے جلد چند اسلامی ملکوں کا بلاک قائم کر کے عالم عرب سے الگ کر دیا جائے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چین کے خوف نے روس اور امریکہ کو کسی خفیہ سمجھوتے پر مجبور کر دیا ہے اور وہ ہمدرد ان نائندہ عرب ممالک کی قسمت کا فیصلہ بھی کر چکے ہیں، اگر اس خیال میں کچھ بھی واقعیت ہے تو روس کی دوستی پر

اعتماد کرنا اور اسی کو ذریعہ نجات اور وسیلہ کامیابی سمجھنا بڑی خطرناک اور تباہ کن غلطی ہوگی۔

جہاں تک جدید اسلحہ سازی کا تعلق ہے عرب اور دیگر ممالک اسلامیہ اتنے پیچھے ہیں کہ سو سال میں بھی یہ توقع نہیں کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں گے، ان حالات میں صراط مستقیم یہی ہے کہ پورا عالم اسلام متحد ہو کر مشترکہ فوجی تنظیم اور جنگی سامان کی تدابیر کرے، حتی المقدور تمام ممکن وسائل جہاں کہیں سے بھی حاصل ہوں سمیٹ کے جائیں، اللہ تعالیٰ سے صحیح رشتہ جوڑیں، قانون اسلام نافذ کریں، اعلائے کلمۃ اللہ کو نصب العین بنا کر جدید تہذیب و تمدن کی تمام لعنتوں کو اپنے اپنے ملکوں سے نکال پھینکیں، متحد ہو کر عالمی ترازو میں اپنا وزن ڈالیں، اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کے چکروں سے نکلیں اور اسلامی اخوت کی پناہ میں آ جائیں، اس طرح انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی و کامرانی ان کے قدم چومے گی۔

لیکن اگر اس کا امکان نہیں تو مستقبل میں اپنی تباہی و بربادی اور ناکامی و ذلت کے لئے تیار ہو جائیں، جس سے نہ روس کی اشتراکیت بچا سکے گی نہ امریکہ و برطانیہ کا ظل عاطفت۔

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگذارند و خم طرہ یارے گیرند

ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم، واللہ سبحانہ وتعالیٰ ولی التوفیق وھو حسبنا ونعم الوکیل

[جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ]

مشرق وسطیٰ اور جمال عبدالناصر

گذشتہ ستمبر ۱۹۷۰ء میں اردن میں جو خونچکاں اور روح فرسا واقعات پیش آئے ان پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے، مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا وہ قتل عام بجا طور پر دور حاضر کا تاریخی المیہ کہلانے کا مستحق ہے، وہ طاقت جو اسرائیلی طاغوت کے مقابلے میں خرچ ہونی چاہیے تھی آپس میں خانہ جنگی کی نذر ہو کر رہ گئی، جہاد کے بجائے خانہ جنگی کی مکروہ ترین و دردناک صورت حال سامنے آئی، اسباب کیا تھے؟ اور صحیح واقعات کیا ہیں؟ یہ ایک معمہ بن گیا ہے، خیر اسباب کچھ بھی ہوں نتائج بہرحال ہمارے سامنے ہیں، اتنا ضرور ہے کہ اعداء اسلام نے جانبین کی حوصلہ افزائی کے لئے نہ صرف ریشہ دوانیاں کیں بلکہ دونوں طرف مادی تعاون بھی جاری رہا اور مسلمان اپنے ہی بھائیوں کا گلا کاٹنے کے لئے اعداء کے آلہ کار بن گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس المیہ کے ظاہری علل و اسباب کچھ بھی ہوں مگر اس کا باطنی سبب تو بظاہر شامت اعمال ہی معلوم ہوتا ہے، خدا فراموشی، نسل پرستی، اعلائے کلمۃ اللہ کے تصور کا مفقود ہو جانا، جدید تمدن و تہذیب سے نہ صرف مرعوب

ہونا بلکہ اس میں مستغرق ہو جانا، قدم قدم پر عربی اور فواحش اشعرات کے روح فرسا مناظر، ریاکاری، خود پسندی، خود غرضی اور جدا عتمادی کے مظاہر یہ ہیں وہ چیزیں جنہوں نے عقلوں کو بے ہوش بنا دیا تھا:

"شامت اعمال ماصورت نادر گرفت"

یہی وہ نازک صورت حال تھی جہاں عبدالناصر جیسی مضبوط اور آہنی شخصیت کے لئے جان بچانا مشکل ہوتی۔ یہ ان کی زندگی کا بے مثال کارنامہ ہے کہ فریقین اور تمام عرب ممالک کے سربراہوں کو بلا کر ان کی صلح کرائی اور ان کے تدبر سے آخر یہ گتھی سلجھ گئی، جمہوریہ عربیہ متحدہ کے سفیر جناب علی صبری سے معلوم ہوا کہ جمال ناصر مرحوم کو دو راتیں مسلسل نیند نہیں آئی، ڈاکٹروں کے اصرار پر خواب آور گولیوں کی مدد سے دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں بمشکل دو گھنٹے آرام کرتے تھے، بلاشبہ یہ ان کی زندگی کا آخری کارنامہ ان کے نامہ اعمال کا زریں حصہ ہے۔

مشرق وسطیٰ کے حالات عرصہ سے پیچیدہ ہیں اور اب جمال عبدالناصر کی وفات سے اور زیادہ پیچیدہ ہو گئے، عرصہ دراز کے بعد عرب ممالک میں استعماری طاقتوں خصوصاً امریکہ، برطانیہ اور یہود کا مضبوط ترین مخالف پیدا ہوا تھا، چنانچہ مرحوم کی وفات کے بعد ان کی مقبولیت کا صحیح اندازہ دنیا کو ہوا، امریکہ، برطانیہ عرب ممالک میں جو ریشہ دوانیاں کر رہے ہیں ان کے لئے جمال ناصر کا وجود ایک آہنی دیوار تھا، ان کا سب سے بڑا دشمن استعمار دشمنی تھا، جہاں تیسری دنیا استعماریت کے خلاف تحریک شروع ہوئی انہوں نے نہ صرف اس کی حمایت کی بلکہ ممکن سے ممکن اعانت سے بھی دریغ نہ کیا، الجزائر کی آزادی میں اول سے آخر تک جو حیرت انگیز اعانت کی وہ بجائے خود ایک مستقل کارنامہ ہے، برطانیہ، فرانس اور یہود کے سر طاقتی تھے کہ جس برادری تدبر سے پسپا دو قائل حیرت ہے، اگر خوان المسلمین ان کے سیاسی حریف نہ بنتے اور ان کے قتل سے ان کا دامن داغدار ہوتا تو دنیا میں اس کی مقبولیت تاریخی طور پر بے مثال ہوتی۔ اس وقت بظاہر امریکہ و برطانیہ کی ملعون سازشوں کے لئے میدان خالی سا ہو گیا ہے، چنانچہ فورڈ امریکہ نے تقریباً بیس ارب ڈالر کا دفاعی بجٹ منظور کر کے اسرائیل کو ۲ ارب ڈالر قرض دینے کی تجویز پیش کر دی اور وہ میزائل دار ے فلسطین میں تعینات کرانے کا مضبوط بنا دیا، اس طرح عرب ممالک کی مشکلات میں اضافہ ہو گیا اور یہود سے قدس اور مقبوضہ سرزمین کے انتخاص کی امید خاک میں مل گئی۔

خیر یہ تو سیاسی مسائل تھے ملی و دینی مسائل ہمارے بھائی جہاد کا اصل میدان ہے، جہاد از ہر کے میزانیہ کو سات لاکھ نوے ہزار تک پہنچایا، اس کے تعلیمی سلسلہ کو اس قدر حیرت انگیز ترقی دی کہ عقل حیرت میں ہے، سات ہزار بیرونی ممالک کے طلبہ کے لئے کالجز مقرر کئے اور مدینۃ البعوث میں ان سات ہزار طلبہ کے لئے رہائش کا انتظام کیا، معدہ سے عمدہ غذائیں ان کے لئے فراہم کیں، ناشتے میں خوں ورانڈے، دوپہر اور شام کے کھانے میں ہفتہ میں تین روز مرغ اور آخر مقدر میں کہ جتنا چاہیں کھائیں اور اگر طلبہ نے مہمان بھی بلائے تو ان کے لئے الگ انتظام مطبخ سے مزید جتنا چاہیں کھانا طلب کریں، دینی یا غیر دینی اداروں اور قومی یا حکومتی مدارس اور معاہد

میں تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر تھی۔

سرکاری مناصب ازہریوں کے لئے کھول دیئے گئے اور دین و دنیا کی تفریق علوم و معارف میں جو قائم ہوگئی تھی ناصر پہلا شخص ہے جس نے اسے ختم کر دیا اور تمام شعبوں میں خواہ انجینئرنگ ہو یا اکنامکس، دین کا اتنا حصہ شامل کر دیا کہ آدمی جاہل نہ رہے۔ "کلیۃ الھندسۃ" (انجینئرنگ کالج) کا نصاب دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ہمارے یہاں اسلامیات کی تعلیم جو ایم اے میں ہوتی ہے اس کے مقابل میں صفر ہے۔ الغرض دوسرے ممالک کے طلبہ کے لئے بھی آسائش حیرت انگیز ہے اور جب خرچ کے لئے ۷۵ روپئے کا وظیفہ دیتا اس پر مستزاد، خود مصریوں کے لئے تمام تعلیم مفت یعنی کتاب، پنسل اور کاپی تک حکومت دیتی ہے اس لئے فوج کے علاوہ تمام وزارتوں سے وزارت تعلیم کا بجٹ زیادہ ہوتا ہے۔

ازہر کی زیر نگرانی ایک شعبہ مجمع البحوث الاسلامیہ کا قائم کیا جس میں جدید مسائل کتاب و سنت کی روشنی میں حل کئے جائیں گے، اس کے لئے اکثر عرب ممالک سے مستقل ارکان اور اعضاء کا انتخاب کیا، پھر یہ اہتمام کیا کہ یہ مسائل تمام عالم اسلام کے علماء کے سامنے پیش کئے جائیں، اس کے لئے مؤتمرات یعنی کانفرنسیں ہوتی ہیں اور ان کانفرنسوں میں ہر نمائندے کو رد و قدح کی اجازت ہوتی ہے، فیصلہ ہونے کے بعد کتابی صورت میں وہ مسائل و مقالات چھپتے ہیں۔

ازہر میں ایک شعبہ قائم کیا جس کے زیر اہتمام تمام عالم میں۔ خواہ اسلامی ہوں یا غیر اسلامی۔ عربی ادب، عربی علوم یا اسلامی دعوت کے لئے علماء بھیجے جائیں، چنانچہ امریکہ سے پاکستان تک یہ سلسلہ جاری ہے، کراچی، ڈھاکہ، لاہور، پشاور تمام جگہ یہ اساتذہ عربی سکھانے یا قرأت سکھانے یا بقیہ علوم سکھانے کے لئے موجود ہیں اور بعض ممالک میں تو اتنے علماء بھیجے کہ حد ہوگئی، صومالی لینڈ میں سو کے قریب عالم بھیجے، اس طرح ہزاروں کی تعداد میں مبعوثین باہر کی دنیا میں بھاری مشاہرات سے بھیجے جاتے ہیں اور اہل و عیال سمیت ان کے آنے جانے کے لئے ہوائی جہازوں تک کے تمام مصارف حکومت برداشت کرتی ہے۔

دینی علمی کتابوں کی نشر و اشاعت کے لئے ایک مستقل ادارہ "المجلس الاعلی للشئون الاسلامیۃ" قائم کیا اور اس میں ایک شاخ "احیاء التراث الاسلامی" قائم کی جس نے ان چند سالوں میں درجنوں اعلیٰ سے اعلیٰ کتابیں لاکھوں کی تعداد میں شائع کی ہیں، یہ کتابیں علمی اداروں اور تمام اسلامی و غیر اسلامی ممالک کے مطالبے پر مفت اپنے خرچ پر بھیجتے، بلکہ افراد و اشخاص کے نام ارسال کرتے ہیں اور ان میں اسلامی اصول اور جدید انداز سے اسلامی علوم کی جو خدمت کی گئی عقل حیران ہے۔

قاری محمود خلیل مصری کی تلاوت سے امام حفص رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت کو ۳۸ ریزرو ریکارڈوں میں تمام قرآن کریم کو ریکارڈ کر کے تمام ممالک اسلامیہ میں اس کے سیٹ بھیج دیئے، تاکہ حکومتیں اسے ریڈیو پر نشر کرتی

دیں اس طرح امام حرم شریف کی قرات کے ۶۵ ریکارڈ بنائے گئے اور مراکش اور افریقہ وغیرہ ممالک میں بھیجے گئے۔ وہاں عام طور سے لوگ مالکی مذہب کے ہیں اور وہ امام حرم شریف کی قرات پڑھتے ہیں۔ اسی طرح قاری عبدالباسط عبدالصمد کی تلاوت کو ریکارڈ کرنے کے لئے مخصوص کر دیا گیا اور وہ قاہرہ ریڈیو سے نشر کی جاتی ہے۔ قاہرہ میں ایک مستقل ریڈیو اسٹیشن قائم کیا گیا جس کا نام "محطة اذاعة القرآن الكريم" رکھا ہے۔ اس اسٹیشن پر صرف قرآن کریم کی تلاوت روزانہ چوبیس گھنٹہ ہوتی ہے۔ اس طرح ریڈیو میں حفاظ قرآن کے لئے آسانی کی گئی اور قرآن کریم کے احترام کے لئے کوئی چیز اس اسٹیشن سے نشر نہیں کی جاتی۔

قرآن لکھنے کے لئے اچھے کاغذ بہت بھرے اور تمام دنیا میں اس کو عام کرنے اور اشاعت سے اس کی قیمت رکھی اور ملت تمام ممالک میں بھیجے۔ قرآن کریم کے لاکھوں نسخے چھپے عمدہ سے عمدہ سائز بہترین کاغذ پر طبع کرائے اور یہ نسخے ان تمام ممالک کو بھیجے جو آزاد ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ سفارت خانوں کی معرفت تمام اسلامی ممالک میں بھیجے ہیں۔ یہ قرآن مطبع امیریہ سے محفوظ رہے اور قرآن کی تلاوت عام ہو۔ پچھلے سالوں میں جب ریڈیو والوں نے تحریف قرآن شائع کیا تو اس کے جواب میں تمام عالم کے لئے قرآن چھاپ کر مصر کی حکومت نے ہر گوشے گوشے میں نسخے ارسال کئے۔ قرآن کریم کی اشاعت، قرآت، طباعت جتنی اس کے دور میں ہوئی کبھی نہیں ہوئی۔ ماہ رمضان مبارک میں تمام عالم اسلامی میں مراکش سے کر انڈونیشیا تک قاری بھیجے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہر سال پچاس پچاس قاری پاکستان بھی آتے ہیں۔ کیا اسلام کے دشمن ایسے کام کرتے ہیں؟ اگر یہ غرض ہوتی تو دوسرے اسلامی ممالک ایسا کیوں نہیں کرتے؟

غالباً پانچ برس کی بات ہے کہ مجمع البحوث الاسلامیہ کی موتمر کے زمانے میں راقم الحروف بھی مدعو تھا اس وقت قاہرہ میں ہمارے پاکستان کے سفیر [illegible] (عبدالحمید خان دہلوی) تھے جو اس دوران میں کچھ مالوں سے ہو گئے تھے اپنی قیام گاہ پر (یہ وہ ہے نیل پر آباد خاں کی ایک عظیم الشان کوٹھی تھی، حکومت پاکستان کو دی گئی تھی) مجھے واشنگٹن دعوت دی۔ ضیافت کے بعد مجھ سے کہا کہ میرا ایک پیغام آپ ہمارے صدر مملکت جناب ایوب خان کو پہنچا دیجئے۔ ان کو بتائیں کہ یہ میں حکومت ایسی ہوئی ہے جیسی صدر جمال عبدالناصر کرتے ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیسی؟ اس کے بچے سکول اور کالج سائیکل پر جاتے ہیں۔ ان کے لئے موٹریں نہیں ہیں ان کا کوئی محل نہیں جتنی آمدن ان کی ملکیت تھی صدر بننے کے بعد اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا جس وقت وہ رہتے تھے اس وقت جس مکان میں رہتے تھے بدستور اسی مکان میں رہتے ہیں۔ کوئی ملاقات والے میں نہیں رہتے صرف ملاقات کے لئے یہاں آیا کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ [illegible] میں نے کہا کہ آپ خود براہ راست یہ پیغام کیوں نہیں پہنچاتے؟ کہا یہ ہمارے منصب کے نہیں۔ تم جیسے ذرا سے معمولی لوگوں کا کام ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ اگر ایوب خاں صاحب سے ملاقات ہو گئی تو ضرور یہ پیغام ان کو پہنچا دوں گا۔

ناصر کا سب سے بڑا جرم یہ سمجھا جاتا ہے کہ اشتراکیت کی بنیاد ڈالی اور عرب قومیت کی علمبرداری کی، ہمیں ان کی وکالت نہیں کرنی، ہر شخص قیامت کے روز اپنے اعمال کا مسئول ہوگا، پہلی بات تو یہ ہے کہ جمال عبد الناصر عبد حاضر کا فرمانروا تھا، وہ فاروق اعظمؓ نہ تھا کہ دین و دنیا کے تمام نظام میں اسلامی شریعت اور آسمانی قانون کی اتباع سے سرمو تجاوز نہ کرے، اس معیار پر نہ جانے بمشکل تاریخ اسلام میں کتنے افراد نکلیں گے، لیکن قابل غور یہ ہے کہ وہ اشتراکیت یا اشتمالیت جس کا سرا مارکس و لینن سے جڑتا ہے اور جو سراسر کفر والحاد ہے اسے ایک لمحہ کے لئے کوئی مسلمان تو درکنار، ایک عاقل انسان بھی برداشت نہیں کر سکتا، لیکن جو ملک غلط نظام معیشت کی وجہ سے عیش پرستی کا مرکز ہو، طبقاتی تفاوت زمین و آسمان کا ہو، ایک کو عیش پرستی کا ہیضہ ہو اور ایک نان شبینہ کے لئے ترستا ہو، اخلاقی و دینی گرفتیں ڈھیلی ہو جائیں، ایسے نظام کی اصلاح کے لئے تدبیر کرنا تو جرم نہیں، البتہ تدبیر میں شرعی اصولوں سے ٹکرانا جرم ہے، تمام دنیا میں سرمایہ داری اور عیش پرستی کے ردعمل کے طور پر کمیونزم آ رہا ہے، اگر کوئی شخص اس مہلک سیلاب کے روکنے کی تدبیر کرے اور صریح کفر سے بچائے تو کیا یہ قابل قدر کارنامہ نہ ہوگا؟ تمام یورپ کے علماء یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں مصر ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں روس کا کمیونزم نہیں آ سکتا، جو اقتصادی نظام وہاں جاری ہے اس میں کمیونزم کے سیلاب کو مصر میں آنے سے روک دیا ہے، یوں بھی وہاں کمیونزم اور قادیانیت دونوں خلاف قانون ہیں۔

بلاشبہ روسی اشتراکیت یا اشتمالیت دونوں کفر ہیں اور اگر کسی نے محض اسلام کے اقتصادی نظام کا نام اشتراکیۃ الاسلام یا اسلامی سوشلزم رکھ دیا تو بلاشبہ یہ بھی غلط ہے، اسلامی نظام اقتصاد کو اجنبی نام سے پکارنا بھی گناہ ہے، اسی طرح اسلام کے مالی نظام کے لئے دوسرے نظاموں سے استعارہ کر کے نام رکھنا بھی جرم ہے، یہ ذہنی مرعوبیت اور فکری غلامی کی دلیل ہے کہ اسلامی ناموں کو چھوڑ کر غیر اسلامی نام رکھا جائے، حق تعالیٰ نے اسلام کے تمام نظام کو خواہ اس کا اقتصادی شعبہ ہو یا سیاسی و معاشرتی شعبہ دوسروں سے مستغنی کر دیا ہے، ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ روس یا چین کے ناموں سے اسلامی چیزوں کو پکاریں، لیکن واقعی سوشلزم برا نام اور چیز ہے اور صرف اسلامی مالی نظام کو سوشلزم سے تعبیر کرنا ایک دوسری چیز، دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، ایک صریح کفر اور دوسرا گناہ ہے، اخوان المسلمین کے ایک مشہور رکن رکین مصطفیٰ سباعی مرحوم نے اسلامی مالی نظام پر ایک ضخیم کتاب لکھی اور اس کا نام "اشتراکیۃ الاسلام" رکھا کیا نام رکھنے سے وہ کافر ہو گیا؟ العیاذ باللہ، ہاں اگر اسلامی نظام کے بالمقابل روس کی اشتراکیت کو سراہا جائے جیسا کہ سید قطب کی کتاب "العدالۃ الاجتماعیۃ" سے مترشح ہوتا ہے تو بڑی خطرناک اور بڑی ناسمجھی کی بات ہے، بہرحال جو جرم اخوان المسلمین کے رکن نے کیا یہی جرم ناصر نے بھی کیا ہے۔

ناصر کی سب سے قابل مواخذہ بات درحقیقت عربی قومیت میں غلو ہے، اگرچہ وہ خود یہ کہتے تھے کہ

اتحاد اسلامی سے پہلے وحدۃ العرو بۃ یعنی عرب اتحاد کی ضرورت ہے اور یہ اتحاد اسلامی کی طرف ہمارا پہلا قدم اور پہلی منزل ہے لیکن ہوا یہ کہ تمام اعداء اسلام نے خود اس کو اتنا اچھا کہ یہ ایک مستقل حقیقت بن گئی اور تمام عرب ممالک کا دامن اس نیشنلزم سے ملوث ہوگیا، اعداء اسلام کو موقع مل گیا کہ اس کو اتنی قوت پہنچائیں کہ اتحاد اسلامی کا نعرہ دفن ہو کر رہ جائے، عرب اور غیر عرب کے درمیان تفریق ہو جائے اور قومیت کے ساتھ وطنیت کی لعنت سوار ہو جائے، اس جذبے نے اتنی ترقی کر لی کہ عرب عیسائی غیر عرب مسلمان سے بہتر سمجھا جانے لگا، بلاشبہ یہ مذاب تمام عربی ممالک پر مسلط ہوگیا اور مصر اگرچہ ابتداء اس نعرے کا مرکز رہا لیکن دوسرے ممالک ان سے بھی اب نمبر لے گئے، حق تعالیٰ رحم فرمائے۔ بہرحال جو نظام عہد ناصری میں جاری ہوا اس سے بڑی حد تک غریبوں کا مسئلہ حل ہوگیا اور ایک غریب فلاح و تعلیم و ہسپتال وہ سہولتیں میسر آئیں جو کسی وقت صرف امیر کو میسر ہو سکتی تھیں، تاہم ہم نے اس نظام کی ظلمت محسوس کی یہ معلوم یہ حقیقت ہے یا ہمارا فریب نظر۔

یوں تو مصر کی سرزمین آزادی کے لئے تاریخی طور پر مشہور ہے، صدیوں پہلے حافظ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری میں اس کی بڑی تلخ شکایت کی تھی، مگر جب سے نپولین کا قدم قائم ہوا اور فرانسیسی تہذیب قاہرہ و اسکندریہ میں لا کر بسائی گئی تو بے پردگی کا رواج عام ہوتا گیا، نئی نسل میں بالخصوص شہری آبادی میں "سفور" یعنی بے حجابی کی وبا پھیل گئی، تعلیمی مدارس کے تمام شعبوں میں لڑکیاں تعلیم پانے لگیں، تاہم ازہر میں دینی تعلیم کے دروازے لڑکیوں کے لئے بند تھے، ناصر کے عہد میں پہلی بار یہ پابندی اٹھائی گئی، ازہر کے دروازے لڑکیوں کے لئے کھول دیئے گئے اور ان کے لئے لڑکوں سے الگ انتظام کر دیا گیا، ہمارے نزدیک بے حجابی ایک لعنت ہے خواہ مصر میں ہو یا شام میں، افغانستان میں ہو یا پاکستان میں اور بے پردگی لعنت ہے خواہ وہ تعلیم کے لئے ہو یا پارلیمنٹ کی ممبری کے لئے، جدید تعلیم کے لئے ہو یا قدیم کے لئے، میڈیکل کالجوں میں ہو یا پولیس تھانوں کی خدمات کے لئے، کرسی عدالت ہو یا مسند تدریس پر ہم کسی موقعہ پر بھی "سفور" (بے پردگی) کی حوصلہ افزائی برداشت نہیں کر سکتے، یہ نہ صرف فطرت سے انحراف اور تقاضائے انسانیت سے بغاوت ہے بلکہ انسانیت کے مظلوم طبقہ (عورتوں) پر مزید ظلم ڈھانے اور اسے نشانہ ہوس بنانے کے لئے ایک شیطانی حربہ ہے، اور جدید کی بے پردگی مغرب کے بے خدا بے دین اور بے غیرت قوموں اور تہذیبوں کا لایا ہوا تحفہ ہے، ناپاک اور نجس تحفہ۔ اسلام کی نظر میں عورت سراپا ستر ہے اور جو اس ستر کو برہنہ کرے وہ ملعون ہے۔ عورت کو برہنہ کر کے مغرب جس گرداب میں پھنس چکا ہے کاش ہمارے مسلمان بھائی اس سے عبرت پکڑتے اور خدا اور رسول کے حکم کی مخالفت کر کے شرف انسانیت کو یوں رسوا نہ کرتے۔

| رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ نومبر ۱۹۷۰ء |

مصر و اسرائیل جنگ سے درس عبرت

ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ میں مصر، شام اور اسرائیل کے درمیان جو جنگ ہوئی اس میں امریکہ کی یہودنواز انگیسن حکومت نے اسرائیل کو چار پانچ دن میں تین ہزار ملین ڈالر کا جدید سے جدید ترین اسلحہ مہیا کیا اور بقول "بی بی سی لندن" امریکہ و اسرائیل کے درمیان ہوائی پل بنا ہوا تھا اور ہوائی رستے سے سامان جنگ مسلسل اسرائیلی محاذ پر پہنچ رہا تھا امریکہ کی پوری طاقت اور توجہ اس مہم پر خرچ ہو رہی تھی اس کے باوجود جب اسرائیل کسی طرح کامیاب نہ ہو سکا تو قبرص سے تازہ دم امریکی افواج نے آکر جنگ کا نقشہ بدل دیا، اس طرح امریکہ کھل کر اس جنگ میں کود پڑا، جبکہ اس نے اپنے روایتی نفاق کا ثبوت دیا اور زبانی دعووں سے زیادہ کوئی مؤثر امداد نہیں دی، الغرض اس جنگ میں اسرائیل کو دی جانے والی امریکی امداد اور روس کے منافقانہ رویہ کی وجہ سے اگرچہ فاتح و مفتوح کے درمیان کچھ زیادہ فرق نمایاں نہیں ہو سکا لیکن الحمد للہ مسلمانوں کو اس سے متعدد فوائد اور تجربات حاصل ہوئے۔

① مشرق وسطیٰ کی یہ پہلی جنگ تھی جو بڑی حد تک قوم و وطن کے تصور سے بالاتر ہو کر صرف اسلام کے نام پر اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اسلامی جہاد کی حیثیت سے لڑی گئی، اسلامی جہاد بہت ہی اعلیٰ و ارفع مقصد ہے اس کے لئے بہت اونچے ایمان و اخلاص اور توکل علی اللہ کی ضرورت ہے اور مسلمان اگر واقعتاً اس منزل مراد کو پانے میں کامیاب ہو جائیں اور نصرت خداوندی کے اسلحہ سے لیس ہو کر اسلام کی سربلندی کے لئے میدان میں نکل آئیں تو کفر کی بڑی سے بڑی طاغوتی طاقتیں ان کے سامنے ٹک نہیں سکتیں، تاہم اس جنگ میں اسلام کے نام پر لڑنے کا بالکل ساتجربہ ہوا۔

② عرب ممالک اور شرق اوسط کی حکومتیں ایک مدت سے باہمی شقاق و نفاق کے مرض میں مبتلا تھیں اگرچہ کبھی کبھی بظاہر یہ نظر آیا کہ وہ متحد ہو گئے ہیں لیکن جب ذرا غور سے دیکھا تو "تحسبهم جميعا وقلوبهم شتى" کا حال نظر آیا (یعنی تم گمان کرتے ہو کہ وہ متفق و متحد ہیں حالانکہ ان کے دل پراگندہ و مختلف ہیں) مانا کہ یہ صورت حال برطانیہ و امریکہ اور یہود و نصاریٰ کی ریشہ دوانیوں سے پیدا ہوئی لیکن اسباب خواہ کچھ ہی ہوں نتائج سب کے سامنے ہیں، الحمد للہ ماضی قریب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اسلامی و عربی ممالک کو اتحاد و اتفاق کی نعمت کا کچھ احساس ہوا، عرب سربراہوں کے آپس میں صلاح مشورے ہوئے اور مراکش اور شرق اوسط سے لے کر انڈونیشیا تک مسلمانوں میں فی الجملہ یک جہتی نظر آئی، کاش! مسلم ممالک کے سربراہوں کو اللہ تعالیٰ عقل عطا فرمائے اور تمام امور اسلام میں کامل اتحاد پیدا ہو جائے تو ان کے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

③ ایک مدت سے مسلمانوں پر مغرب سے مرعوبیت کا "کاؤس" طاری ہے وہ فکر و نظر سے لے کر روئی

پانی تک اور اسلحہ سے لے کر سامان تعیش تک میں مغرب کے دست نگر ہیں، یہ بات ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آتی کہ وہ ان گورے کافروں کی اعانت، حمایت اور دوستی و مواسات کے بغیر بھی جی سکتے ہیں، اسی جنگ میں پہلی بار مسلمان سربراہوں کو احساس ہوا ہے کہ صرف وہی گوروں کے محتاج نہیں بلکہ وہ گوروں کو بھی احتیاج کا مزہ چکھا سکتے ہیں، یورپ و امریکہ کی ساری ترقیات کی کلید خود ان کے ہاتھ میں ہے، وہ جب چاہیں تیل کی سپلائی بند کر کے یورپی و امریکی صنعت کا پہیہ جام کر سکتے ہیں، وہ جب چاہیں مغربی بینکوں سے سرمایہ نکال کر ان کی اقتصادیات کو مفلوج کر سکتے ہیں اور جب چاہیں مغربی امریکی اور یہودی مصنوعات کا بائیکاٹ کر کے ان کے سارے تجارتی کاروبار کو تلپٹ کر سکتے ہیں، الحمد للہ پہلی بار مسلمانوں نے اس جانب کچھ قدم اٹھایا ہے اور پہلی بار مملکت سعودیہ کے سربراہ ملک فیصل نے امریکہ کو نہایت جرأت مندانہ جواب دیا ہے، اگر اس تجویز کو مزید آگے بڑھایا جائے تو عالم اسلام متحد ہو کر مغربی و امریکی فرعونوں کو جھکنے پر مجبور کر سکتا ہے۔

◎ الحمد للہ یہ بھی بڑی مبارک علامت تھی کہ یہ جہاد مادی تصورات سے بالاتر تھا اور اس لئے مصر و شام کے مجاہدین میں اسلامی روح جلوہ گر اور دینی جذبات و عواطف موجزن تھے، چنانچہ پہلی مرتبہ مصری فوجوں میں نصرت الٰہی کے آثار نظر آئے اور یہود و اسرائیل میں غضب الٰہی کے آثار نمایاں تھے اور سیریا کے سربراہ نے پہلی مرتبہ یہ اسلامی جذبات سے لبریز اعلان کیا کہ "ہم اس وقت تک نہ لڑیں گے جب تک کہ اسرائیل کا جو صفحۂ ہستی سے نہیں مٹ جاتا، اگرچہ مصر و شام دنیا کے نقشے سے مٹ جائیں، کیونکہ اسرائیل مٹ جائے تو صیہونی طاقت ختم ہو جائے گی مگر مصر و شام کے ختم ہونے سے اسلام ختم نہیں ہوگا"۔ اگر واقعی مسلمان وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ (اور لڑو ان سے یہاں تک کہ فتنے کا وجود مٹ جائے) کی قرآنی ہدایات کو مقصد بنا کر سرگرم ہو جائیں تو انشاء اللہ آخری نتائج ان کے حق میں ہوں گے۔

◎ دنیا کو پہلی مرتبہ اس کا بھی احساس ہوا کہ اسرائیل کوئی ناقابل شکست اور ناقابل تسخیر قوت نہیں ہے، اس مرتبہ اگر سنڈے صرف اسرائیل کا ہوتا اور امریکہ درمیان میں نہ کودتا تو مصر و شام کی افواج قاہرہ اسرائیل کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے کافی تھیں، دراصل اسرائیل کیا؟ کسی بھی باطل میں کوئی قوت نہیں، اسرائیل تو دنیا کی وہ بدترین مغضوب اور ذلیل و خوار قوم ہے جو صدیوں سے ذلت و رسوائی میں ضرب المثل چلی آئی ہے، کچھ یہی حال خود کا ہے اگر مسلمان یہود و ہنود سے پٹتے ہیں تو اس کے معنی یہ نہیں کہ یہود و ہنود معزز ہو گئے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ نادان شہزادے کی گوشمالی کے لئے ایک بھنگی سے پٹوایا جا رہا ہے، واقعۃً اسرائیل کا قیام اور اس کا عربوں کو دانت دکھانا ہماری شامت اعمال کا نتیجہ ہے ورنہ مسلمان ذرا سی ایمان کی انگڑائی لے کر خواب غفلت و معصیت سے جاگ اٹھے تو اسرائیل بے چارے کی کیا حقیقت ہے؟ ہاں! یہ وقت بھی انشاء اللہ آئے گا جبکہ اسرائیلیوں کو سر

چھپانے کی جگہ بھی نہیں ملے گی اور شجر و حجر پکار کر کہیں گے کہ اے مسلمان! یہ یہودی چھپا بیٹھا ہے اسے قتل کر۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔(۱)

⑤ اور یہ تو خیر بارہا تجربہ ہو چکا ہے اور اب بھی ہوا اور خوب تلخ تجربہ ہوا کہ مسلمانوں خصوصاً عربوں کو کافروں پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے، ادھر جیسائی امریکہ نے اسرائیلی یہودی ہر قسم کی کھل کر مدد کی، ادھر روس روسیاہ نے ہمیشہ نفاق کا ثبوت دیا، دراصل چین کی ابھرتی ہوئی طاقت کے خطرے سے امریکہ اور روس دونوں لرزہ براندام ہیں اور ہر ایسے موقع پر بظاہر ان کا موقف مختلف ہوتا ہے مگر اندر ہی اندر یہ دونوں طاقتیں کوئی خفیہ معاہدہ سا کر لیتی ہیں، مشرقی پاکستان میں جو جنگ پاکستان اور ہندوستان کے مابین ہوئی اس میں روس ہندوستان کا کھل کر حامی تھا اور امریکہ نفاق کی پالیسی پر عمل پیرا تھا، شرق اوسط میں اس کے بالکل برعکس امریکہ کھلے بندوں اسرائیل کی پشت پر تھا اور روس "آج دارو مریز" کی نفاق آمیز پالیسی پر گامزن رہا۔ گویا روس نے مصر سے انتقام لیا اور جب صلح کی ضرورت پیش آئی تو کیسن کے اشارے پر روسی وزیر اعظم لوزا مصر اور دمشق پہنچ گیا اور اس نے جو خاکہ مرتب کیا اس میں رنگ بھرنے کے لئے امریکہ کا یہودی وزیر خارجہ پہنچ گیا اس سے تمام مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہو جانا چاہیے کہ مسلمان خواہ کسی طاغوت پر انحصار کریں ہمیشہ مار کھائیں گے۔

⑥ اگرچہ اس بار عربوں کو یہ فائدہ بھی ہوا کہ سفارتی اور اخلاقی سطح پر بیشتر ممالک کی ہمدردیاں انہیں حاصل ہوئیں مگر اس سے استفادہ خود ان کے دست و بازو کی طاقت پر منحصر ہے، عالمی رائے عامہ صرف طاقت ور کے سامنے جھکتی ہے اور کمزور کو کسی التفات کا مستحق نہیں سمجھتی بلکہ اسے پاؤں تلے روندتی آگے بڑھ جاتی ہے خواہ وہ کتنا ہی مظلوم ہو۔

مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل

آیئے ان تازہ حقائق کی روشنی میں غور کریں کہ مسلمانوں کا آئندہ لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے، مسلمانوں پر حق تعالیٰ شانہ کا یہ عظیم احسان ہے کہ ان کے پاس ہر شعبہ زندگی کی طرح صلح و جنگ کے لئے بھی آسمانی و ربانی ہدایات موجود ہیں، سورۃ انفال اور سورۃ توبہ میں صلح و جنگ اور اعداء اسلام اور منافقین کے مقابلہ کا مفصل دستور العمل موجود ہے قرآن کریم کا کتنا صاف اعلان اور واضح مطالبہ تھا:

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ

---

(۱) "عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "لا تقوم الساعة حتی تقاتلوا الیهود حتی یقول الحجر و راء الیهودی: یا مسلم! هذا یهودی ورائی فاقتله"
صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب قتل الیهود ج: ۱ ص: ۴۱۰، ط: قدیمی

وَ عَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ [الانفال: ۶۰]

اور ان کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے تیاری رکھو اور پلے ہوئے گھوڑوں سے ان پر دھاک رکھو اور اس کے ذریعہ تم رعب جمانا چاہتے ہو اللہ کے دشمن پر اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے ان کو اللہ ہی جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے تم کو پورا پورا دے دیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کچھ کمی نہیں ہوگی۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

یہ ارشاد ربانی مسلمانوں پر ہر دور خاص پر فریضہ عائد کرتا ہے کہ ان کے پاس ہر وقت اتنی قوت موجود رہنا ضروری ہے جس سے وہ اسلام مرتب دشمن اور ہر اندرونی و بیرونی اسلام قوتوں کی تیاری میں مصروف رہنا چاہیے۔

مگر مسلمانوں پر صدیوں سے ایک بھوت سا سوار ہے اور وہ کس پر قرآنی تعلیم کو عملی اور اسلامی زندگی میں نہ اپنانے کی وجہ سے چھائے ہوئے ہیں کہ عرصہ دراز سے مسلمان حکومتوں نے اس فریضہ الٰہی سے غافل رہتی ہیں۔ حالانکہ اور سورۃ انفال کی واضح ہدایات کے ہوتے ہوئے غفلت و جہالت کی وادیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ جبکہ اسلام و اسلام دشمنی سے کبھی غافل نہیں ہوئے۔ اس دور کی غفلت و بے عملی کے ہوتے ہوئے آئے تھے دن رسوا کر رہے ہیں جس طرح دنیا میں اور خدا کے خواص ہیں اسی طرح اعمال کے بھی خواص ہیں۔ جو شخص زہر کھاتا ہے وہ ہلاک ہوگا اسی طرح ان ارشادات سے روگردانی کی سزا کو سمجھ لیجئے۔

حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو کلیدی مقامات عطا فرمائے۔ دنیا کے نقشہ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ دنیا کے قلب اب بھی مسلمانوں کے محیط اقتدار میں ہے۔ قدرت نے نقشہ کچھ ایسا بنایا کہ تمام عالم اسلام باہم مربوط ہو۔ ایک اسلامی ملک کی سرحدیں دوسرے سے ملی ہوئی ہیں، پھر مسلم ممالک خصوصاً عرب ممالک دنیا کی وہ فراوانی عطا فرمائی کہ عقل حیران ہے، اگر ان وسائل کو اسلامی ترقی اور فوجی طاقت مہیا کرنے پر صرف کیا جاتا تو عالم اسلام کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا اور آج یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا، اب اگر عرب اور مسلم ممالک یہ چاہتے ہیں کہ ان کفار اور دشمنان اسلام کی سازشوں سے محفوظ رہیں تو مندرجہ ذیل تدبیر پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے:

الف۔ قومیت، وطنیت اور جاہلیت کے مادی روابط سے بالاتر ہو کر صرف اسلام کے "اخوۃ ایمانی" اور "حبل متین" کو مضبوطی کے ساتھ تھاما جائے اور مشرق و مغرب کی تمام لعنتوں کو خیرباد کہہ کر سچے دل سے اسلام سے وفاداری کا عہد کیا جائے اور باہمی اتفاق و اتحاد کے رشتے مضبوط سے مضبوط تر کئے جائیں۔ تمام اسلامی ممالک کو متحد ہو کر ہر قسم کے باہمی نفاق و شقاق اور حسد و کبر کو دل سے نکال دیں، یہ یقین دلوں میں جاگزیں ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کی عزت، قدم اور اسلامی زندگی کے اپنانے میں منحصر ہے، اسلام سے انحراف کرنے اور اس کی ہدایت

دوبارہ پیدا نہیں کرتی۔ یہ قوم کبھی مرتی اور فنا ہوتی ہے۔ اس لیے کہ

ب ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے جو مادی اور عقلی تعریب عطا فرمائے ہیں ان کے ذریعہ مسلمان دنیا کے کارخانے کا نظم کریں اور اپنی کوشش سے جدید سے جدید ایجادات میں خود کفیل ہو جائیں اور شاید اس میں دیر لگنے کی یہ بھی ایک وجہ ہے کہ ان کو اس مقصد کے حاصل کرنے کا اس وقت تک احساس نہیں ہوا جب تک کہ ان کی حالت بالکل ہی بے حس نہ ہو گئی ہے اور یہ دیکھ کر کہ دوسری قومیں ان کی جائیدادوں پر قابض ہو رہی ہیں اور ان کی کوششوں کو ناکام بنا رہی ہیں ان کے خلاف احتجاج کرنے لگے ہیں۔ مسلمان اپنے وطن میں اقلیت کی حیثیت سے رہنے کے عادی نہیں ہیں۔ اب تک مسلمان اقلیتی قوموں میں حیثیت سے رہنے کے عادی نہیں ہیں۔ اب تک مسلمان اقلیتی قوموں میں حیثیت سے رہنے کے عادی نہیں ہیں۔ وہ دوسری قوموں کی دوستی کی وجہ سے قدم باہر نکال سکتے ہیں۔ جیسی کی مثال ہمارے سامنے ہے وہ قوم چالیس پچاس سال پہلے ایک قدامت پسند قوم تھی اور اپنی بے مائگی میں غرب مشرق تھی آج وہ جاپان سے کہیں آگے نکل گئی ہے اور مسلمان اس کے مقابلہ میں اس کے مقابلہ میں مناقشہ کی حالت پر ہیں۔ ان کی ترقی کا راز صرف یہ نہیں جیسا کہ ہمارے جاپان کے بارہ میں پروپیگنڈہ کرتے ہیں بلکہ اتحاد و اتفاق قومی سے استقلال اور اپنے اوپر اعتماد پیدا کرنے کی وجہ سے ہے۔ افسوس جب تک عرب اور مسلم ممالک اپنے پاؤں پر کھڑے نہ ہوں گے اور ان اندرونی اسلام کا نظام عمل روبہ زوال رہے گا اس سے بے نیاز نہ ہوں گے اس وقت تک یہی صورت حال قائم رہے گی جس کا فلسفہ کے نقطہ نظر سے ہم نے ذکر کیا ہے۔

ج ۔ آج کل عالم اسلام کے اتحاد کی باتیں بہت کی جاتی ہیں اس کے لئے کانفرنسیں ہوتی ہیں، مقالے پڑھے جاتے ہیں، تجاویز سوچی جاتی ہیں لیکن اس نکتے سے غافل ہیں کہ جب تک سب کا ایک مرکز نہ ہو اور تمام ہمسر ممالک اور عوام اپنے مفادات اپنی ذاتی اغراض اور اپنی انا کو چھوڑ کر ایک مرکز پر جمع ہونے کے لئے آمادہ نہ ہوں ان منتشر کوششوں میں کامیابی پیدا نہیں ہو سکتی ہے۔ شاید آج کے ماحول میں یہ بات کہنا یا لکھنا بھی جائے گی لیکن حقیقی بات یہ ہے کہ جب تک مسلمان خلافت اسلامیہ کا احیا نہیں کریں گے جس پر ہماری سازش اور اس اتحاد کی بنیاد ہے اس وقت تک عالم اسلام متحد ہو گا اور نہ ان کا کوئی مسئلہ حل ہو گا۔ اب مسلمان پر ہیں تو خواہ مخواہ یہ کام آج کریں کہ سب متحد ہو کر ایک "خلیفۃ المسلمین" بنائیں اور سب کے سب اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں یا کچھ عرصہ مزید ذلیل و خوار ہوتے رہیں، کافروں کی ٹھوکریں کھاتے رہیں اور بعد میں جو زندہ رہے گا وہ یہ کام کرے گا بہرحال مسلمانوں کے مسائل کا آخری حل خلافت کی تشکیل و احیا ہے۔

مسلمانوں نے ایک لمبے زمانہ تک قومی حیثیت سے دنیا پر حکومت کی ہے، صفحۂ ہستی پر نہایت درخشاں نقوش چھوڑے ہیں، دنیا تاریخ عالم پر اپنے کارناموں کے ناقابل تنسیخ نقوش ثبت کر گئے ہیں لیکن آج بادی النظر میں ان

جیسا آسمانی ہدایت کا سامان کئے ہاتھ میں ہے اور خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین جیسا ہادی برحق ان کا رسول ہو اور ان کا عقیدہ و بیشہ ہے کہ آج ان کی ذلت و نکبت اور بے حسی و بے خبری کا تماشہ دیکھو کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی کا پینگ کرتے ہیں لیکن اپنے ملکوں میں ہمدرد بیش پر حق دین آسمانی آپس کے ہمدردانہ اور برادرانہ سلوک و محبت کے لئے آمادہ نہیں ہوتے زمین کے خزانے اور دنیا بھر کے وسائل ان کے قبضہ میں ہیں مگر انہیں اپنی خرچ کیا جارہا ہے؟ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی اور جہاد فی سبیل اللہ پر نہیں بلکہ تماشوں اور تفریحوں پر، ٹیلیویژن پر، ریڈیو اور سینما پر، کھیلوں اور ہوٹلوں پر، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ آج کی ان کے حق میں کا اس کا ہے:

﴿فَلَمَّا اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ﴾

[التوبۃ: ۷۶،۷۷]

سو جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے (بہت سامان) دے دیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے اور روگردانی کرنے لگے اور وہ تو روگردانی کرنے والے ہی ہیں سو اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق قائم کر دیا جو خدا کے پاس ہونے کے دن تک رہے گا۔ اس سبب سے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے اپنے وعدہ میں خلاف کیا اور اس سبب سے کہ وہ اس وعدہ میں شروع ہی سے جھوٹ بولتے تھے۔

اس آیت کریمہ کو بار بار پڑھئے اور غور کیجئے کہ مسلمان ان کفار مستعمرین سے اجتناب سے آزاد ہونے خواہ وہ فرانس ہو یا برطانیہ امریکہ سے لے کر پاکستان تک کیا ان ممالک نے وعدے پورے کئے؟ کیا صحیح اسلامی حکومت قائم کی؟ یا اس کے لئے کوشش کی؟ کوشش تو کیا اس کی خواہش بھی نہیں ہے، کا، درحقیقت یہ تو "بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون" کی سزا ہے جو روز افزوں نزول اور ذلت کے نرغوں میں گرتے جارہے ہیں۔

الغرض مسلمانان عالم کو چاہئے کہ تمام مقدرت نے عطا کردہ وسائل اپنی قومی قوت و ذات میں کرنے پر خرچ کریں اور غریب ملکوں میں جہاد کا فنڈ قائم کر کے مسلمانوں سے جہاد کے لئے مال جمع کریں اور صرف اسی صحیح مقصد پر خرچ کریں اور اتحاد و اتفاق پر اپنی پوری توجہ مرکوز کریں۔

ان سب تدابیر و اسباب کو اختیار کرنے کے بعد توکل و اعتماد صرف حق تعالیٰ ہی کی ذات اقدس اور اس کی غیبی امداد پر ہو، ان وسائل کو حاصل کرنا اس لئے ضروری تھا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد اور وعدہ یہی ہے ایک رہتو مسلمانوں کی ذلت و نکبت سے بدلنے کا یہ مفہوم ہوتا ہے۔

فلاح وکامیابی اور عزت وترقی کا راستہ

اس کے سوا ایک راستہ اور بھی ناقص خیال میں آتا ہے، عرب وعجم کے سب مسلمان اسلامی دعوت وتبلیغ کے لئے وقف ہوجائیں، یہ مقصد نہیں کہ تمام کاموں کو چھوڑ کر اس میں لگ جائیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ ہر مسلمان قوم کا کافی حصہ اگر کے ممالک میں اسلامی اصولوں پر دعوت تبلیغ دین کا کام شروع کرے اور قافلے کے قافلے طرف پھیل جائیں، زیادہ تر توجہ ان ممالک پر مرکوز رکھیں جن قوموں کو اسلام سے سخت عداوت نہ ہو اور ان میں کچھ وغرور بھی نہ ہو اور وہ اپنی تمدن سے اکتا چکے ہیں، سکون قلب تقریباً کھو چکے ہیں، پریشان ہیں، ان کو اسلام کی دعوت دے کر مسلمان بنانے کی کوشش کریں، ان کوششوں کو زیادہ تر دائر یورپی ممالک سے ملا دو چین وجاپان کو بھی لیں ہوسکتا ہے کہ کسی وقت یہ طاقتور قومیں اسلام کی حلقہ بگوش ہوجائیں اور مسلمانان عالم کا نقشہ ہی بدل جائے۔

﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ﴾ [محمد ۳۸]

اور اگر تم منہ پھیرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم لے آئیں گے پھر وہ تم جیسے نہیں ہوں گے۔

کاموں سامنے آئے، نبی کریم علیہ الصلوات والسلام نے کیا یہ دعا نہیں فرمائی:

اللهم ايد هذا الدين باحب الرجلين اليك ابي جهل وعمر (۱)

اے اللہ! اس دین اسلام کو دو آدمیوں میں سے جو آپ کو پسند ہو اس کے ذریعہ قوت عطا فرما۔ آج ہم بھی اس سنت نبوی کی روشنی میں چین وجاپان کی ہدایت کے لئے یہ دعا کرسکتے ہیں، تبلیغی حلقوں سے اس تدبیر میں کوشش نہیں کرنی چاہئے۔

الغرض میرے ناقص خیال میں یہی دو تدبیریں ہیں اور اگر دونوں کو اختیار کرلیا جائے تو بہتر ہے، حکمران یہی تدبیر اختیار کریں اور علماء امت اور عوام دوسری پر عمل پیرا ہوں، اگر یہ اصلاحی صورتیں اختیار کی جائیں تو توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ان کوششوں کو ضائع نہیں فرمائے گی، اور ہم آج غربت کی سوسائٹی سے نکل کر عزت کی سوسائٹی بن جائیں گے، انسان کوشش ہی کا مکلف ہے، نتائج حق تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ وحدہ علیہ توکلت والیہ انیب. وصلی اللہ علی خاتم النبیین وسید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین.

[ماہنامہ بینات، شعبان ۱۳۹۳ھ، ص ۳۵]

(۱) سنن الترمذی، ابواب المناقب، مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۰۹، ط: فاروقی کتب خانہ، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، الباب الثانی فی مناقب امیر المؤمنین ابی حفص عمر بن الخطاب، النصب الربیع فی اسلامہ، ج ۱ ص ۱۹۷، ط: مصر۔

[illegible] ورنگ محمد خان علی السندوسی [illegible]

[illegible]

رومانی اور یونانی آثار قدیمہ آج بھی تاریخ کے دوام سابقہ کی عظمت کی داستانیں تازہ کر رہے ہیں۔

حکومت لیبیا میں دو یونیورسٹیوں میں ایک جامعہ لیبیا جو طرابلس الغرب میں ہے اور دوسری جامعۃ السید محمد بن علی السنوسی الاسلامیہ جس کا مرکز صوبہ بیضاء ہے، یہ جامعہ نو عمر ہے، جسے قائم ہوئے کوئی چار سال کا عرصہ ہوا ہے لیکن اس وقت اس کا سالانہ میزانیہ (بجٹ) تین ملین پونڈ ہے، اس کے شیخ الجامعہ کی حیثیت اور تنخواہ وزیر کے عہدہ سے کسی طرح کم نہیں ہوتی، شیخ الجامعہ الشیخ عبد الحمید بن عطیہ الدیبانی بڑی جامع کمالات اور جاذب ترین شخصیت کے مالک ہیں، میں اس پورے سفر میں جس شخص سے سب سے زیادہ متاثر ہوا وہ شیخ الجامعہ ہی کی شخصیت تھی۔

عرب قوم، ان کے امراض اور ان کا علاج

بہر حال اس سفر کی تفصیلات پیش کرنے کا نہ ارادہ ہے نہ مقصد، بے ساختہ چند حروف زیر قلم آ گئے، کہنا یہ ہے کہ ان عرب ممالک کو دیکھ کر میرے اس سابقہ یقین میں مزید اضافہ اور استحکام پیدا ہوا کہ عرب قوم مزمن شدید قسم کے امراض میں مبتلا ہے، جو بقیہ تمام بیماریوں کے لئے ام الامراض کا درجہ رکھتے ہیں، یعنی ① عرب قومیت پرستی ② مغربی تہذیب وتمدن کا تسلط، یہ ضرور ہے کہ مصری جہاد حکومت اس کی نمایاں طور پر عہدہ دار ہے لیکن یہ مرض اب سارے عرب کا مشترکہ روگ ہے جو اس کے جسم میں خون کی طرح سرایت کر گیا ہے۔

"قومیت" عربی ہو یا عجمی، مشرقی ہو یا مغربی، دین اسلام کی نظر میں وہ بہر حال ایک لعنت ہے، وہ ایک بت ہے جس کی پرستش کو اسلام شعار جاہلیت قرار دیتا ہے، قومیت اور اس کی بنیاد پر ابھرنے والے تمام نعروں اور نظریوں کو کچل ڈالنے کی دعوت دیتا ہے لیکن یا للاسف! آج قوم عرب جو اسلام کی دعوت الی اللہ کی اولین حامل تھی، اس لعنت کا بری طرح شکار ہے، قومیت کے طاغوت نے عرب ممالک میں اسلامی اخوت کو پارہ پارہ کر ڈالا ہے، آپ کو یہ سن کر دکھ ہوگا کہ اسرائیل اور عربوں کی جو خلیج ان دنوں جاری ہے اس سلسلے میں عرب رائے عامہ کے جو بیانات، خطبات اور لٹریچر ریڈیو پر نشر کئے جاتے ہیں ان میں خدا اور رسول یا دین اسلام کا نام مشکل سے آنے پاتا عرب قومیت، عرب جمعیت، عرب افواج اور ملکی وسائل وثمرات ہی کو وظیفہ بار بار پڑھا جاتا ہے، مزید برآں یہ کہ ایک خطیب افتتاحی جملہ "بسم اللہ" کے بجائے "باسم القومیۃ العربیۃ" اور "باسم الکرامۃ العربیۃ" تک ان سے جب معاملہ یہاں تک پہنچ جائے تو خیر و صلاح کی توقع بہت ہی کم باقی رہ جاتی ہے۔

افسوس ہے کہ اسلام نے جس لعنت کو مٹایا تھا برطانوی طاغوت نے مسلسل تدابیر سے اس لعنت کو دوبارہ جنم دیا۔ "ولقد صدق علیہم ابلیس ظنہ" (ابلیس ملعون تدابیر سے اس نے پہلے تو خلافت اسلامیہ کو ختم کرنے کے لئے عرب وترک دشمنی کا بیج بویا اور بھائی بھائی کو دشمن بنایا اور جب اس میں کامیابی ہوئی تو وطنیت کا زہر پھیلایا، آج قومیت، وطنیت اور رنگ ونسل کی ان لعنتوں نے عربوں کو اتنی کمزوری ڈالا کہ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں عربوں کے قلب کا نام اور عرب ممالک کے تین ہوائی اڈے تباہ ہو گئے، اس کے علاج سے

[illegible] سے دو ماندہ ہیں اور اسرائیل کا حوصلہ کتنا بڑھ گیا ہے؟ اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ [illegible] کی تقریریں سننے کے بعد اسرائیلی ریڈیو نے کہا:

"تم یکچر دیتے رہو اور افسانے اڑاتے رہو جب وقت آئے گا تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اسرائیل کون [illegible] ہے قول کا نہیں، نرے دعووں سے کچھ نہیں ہوتا"۔

لعنہ اللہ و خذلہ

کیا یہ اپنی اپنی ڈفلی بجانے والے قومیت اور وطنیت کے پرستاروں کے لئے عبرت کا مقام نہیں؟ کیا [illegible] کہ تمام عالم اسلام کلمہ، ایمان خدا اور رسول اور اسلامی اخوت کے نام پر متحد ہو کر "بنیان [illegible] اور دشمنان اسلام نے غلط فہمیاں پھیلا کر اختلاف و تفرق کے جس غار میں ہمیں دھکیل دیا ہے اس سے باہر آنے کی تدبیر کریں؟

[illegible] ہے کہ "اسرائیلی سانپ" کو قلب اسلام میں ڈسنے کے لیے امریکہ و برطانیہ نے مل کر جنم دیا [illegible] اس کی پرورش کرتے رہے ہیں اور آج بھی اس کی پشت پر یہ طاقتیں موجود ہیں، لیکن آخر ان طاقتوں کو [illegible] اختلاف و تفرق ہی سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا، اس اختلاف و تفرق کی ایک مکروہ صورت حال اسی سفر [illegible] ان آنکھوں نے دیکھی، طرابلس (لیبیا) کے اندر میلوں کے رقبہ میں پھیلا ہوا عظیم امریکی ہوائی اڈہ اور [illegible] سے دریافت کرنے پر اس کی مصلحت یہ بتلائی گئی کہ مصری حکومت کے خطرے کے پیش نظر طرابلس کی حفاظت کے لئے یہ تدبیر کی گئی ہے، سبحان اللہ! ڈاکوؤں، رہزنوں اور قزاقوں کو پاسبانی کا شرف [illegible] اور انہی کو محافظ، چوکیدار بنایا جاتا ہے، شدید ترین دشمنوں سے دوستی کی توقع رکھی جاتی ہے، سادہ لوحی [illegible] کی بھی انتہا ہوگئی اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج انہی ہوائی اڈوں سے اسرائیل کی امداد ہو رہی ہے اور اسے تمام عالم اسلام کے مقابلے میں فتح و کامرانی سے ہمکنار کیا جا رہا ہے، نہ معلوم یہ عقلیں اتنی کیوں مسخ ہوگئیں، ان ملکوں [illegible] ہیں، اللہ تعالیٰ اپنا لطف و کرم فرمائے اور تمام عرب ممالک کو صدق و اخلاص کے ساتھ [illegible] اور اپنے تمام اختلافات کو بھول کر مل بیٹھنے کی توفیق بخشیں۔ (۱)

---

(۱) [illegible] اتحاد کی جو خبریں آرہی ہیں وہ تمام عالم اسلام کے لئے نوید مسرت ہیں، ان کے شاہ [illegible] سے محبت سے بچھڑے ہوئے دو بھائیوں کی طرح ملنے اور ان دونوں ملکوں کے سربراہوں کا مشترکہ دفاعی [illegible] عمل آفرید مثال بھی ہے اور موجودہ تاریخ کا زریں باب بھی، اسی طرح صدر ناصر کا یمن سے مصری افواج [illegible] کا فیصلہ بھی تحسین ہے، کاش تمام ممالک اسلامیہ میں ایمانی گہرائیوں سے یہ اتحاد عمل میں آجائے محض نمائشی، سیاسی [illegible]

اللھم [illegible] قلوب المؤمنین واصلحھم واصلح ذات بینھم واجعل فی قلوبھم الایمان، [illegible] امۃ محمد ﷺ، آمین بحرمۃ سید المرسلین ﷺ

مال و دولت کی فراوانی اور اس کا معاشرہ پر اثر

اسی طرح ان عرب صحراؤں اور ریگستانوں میں جب سے سونے کی کانیں نکلنا شروع ہوئیں اور چاندی کی نہریں بہنے لگیں، مال و دولت کی فراوانی اور طغیانی نے ان پر مغربی تہذیب و معاشرت کے [illegible] اس سے اس قدر متاثر ہیں کہ "اتق" کی طرح مغربی تہذیب و تمدن کا مرض ان کے [illegible] قریب قریب ناعلاج صورت اختیار کر چکا ہے۔ عرب قومیت نے اگر اسلامی عالمیہ اخوت [illegible] صورت تہذیب و تمدن اور معاشرت و ثقافت میں مغرب کی نقالی و اس اسلام [illegible] معاشرے میں جس رفتار سے تہذیب مغرب نفوذ پیدا کرتی جائے گی اسی رفتار سے قلوب [illegible] اسلامی اقدار رخصت ہوتی جائیں گی، اسی لئے ایک موقعہ پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] پندرہ جوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"فو الله ما الفقر اخشى عليكم ولكنى اخشى عليكم ان تبسط الدنيا عليكم كما بسطت على من كان قبلكم فتنافسوها كما تنافسوها وتهلككم كما اهلكتهم. (اخرجه الشيخان واللفظ لمسلم)(۱)

پس بخدا میں تمہارے حق میں فقر کا اندیشہ نہیں رکھتا، بلکہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر بھی اسی طرح دنیا پھیلا دی جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر پھیلائی گئی تھی، پھر تم بھی اس پر اسی طرح [illegible] رکھے، پھر یہ تمہیں بھی ہلاک کر ڈالے جس طرح انہیں ہلاک کر ڈالا۔

جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا ہے مال و دولت کا یہ غلبہ اور اس کے نتیجے میں یورپی تہذیب کا [illegible] ہے، کویت وغیرہ میں ان صحراؤں اور ریگستانوں کا منظر دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، بازاروں میں جا بجا [illegible] اور موٹر کاروں جیسے سامان تعیش کو دیکھ کر تو امریکہ کا دھوکا ہوتا ہے، بلڈنگیں بھی تک کھجوروں کی آبادیوں کی [illegible] فقر و مسکنت اور مزدور طبقہ کی مساجدی زینت ہے، مال کی فراوانی کے سیلاب میں [illegible] کب تک یہ نظام قائم رہے گا؟ ان ممالک نے اونچے طبقہ میں اور اہل ثروت بھی پیدا ہو چکے ہیں جن کا ذکر یہاں ضروری نہیں ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

حال کے آئینہ میں مستقبل کے منظر کتنے بھیانک نظر آتے ہیں!

ان حالات میں مسلمانوں کا فرض ہے کہ "وما ان الفقر" کی جامعیت، عموم [illegible]

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزهد، ج: ۲ ص: ۴۰۷، ط: قدیمی۔

صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زهرة الدنیا والتنافس فیها، ج: ۲ ص: ۹۵۱، ط: قدیمی

ایک ملک میں تعلیم ہوں یا دین قوت و تدبیر سے اصلاح کا کام شروع کیا جائے، اگلی نسلوں میں تو ایسا ہو ہی جاتا ہے کہ اگلی نسلوں کی دینی و دنیوی پختہ بنیادیں موجود ہوتی ہیں، اگلی نسلوں میں ان کی روشنی مکمل ہوتی جاتی ہے، اگلی نسلوں میں ان قوموں میں بھی جانے لگتی ہے جن کے اصلاح کی تمنا تھی مدتوں میں اس لئے اصلاح کی توقع کی جا سکتی ہے لیکن آخر میں پھر وہاں کی ظلمت میں خود بخود کمی آنے لگتی ہے، دینی حرارت کم ہو جانے لگتی ہے اور اس وقت اصلاح کی نئی توقع پیدا ہوتی ہے۔

[illegible] ایک انقلاب میں ان کی تعلیم کی اشاعت کی [illegible] ہوش کی تعلیمیں [illegible] وہاں محسوس ہوتا ہے [illegible] ہیں جہاں تک [illegible] ہیں، بلکہ بعض [illegible] حیثیت سے ان قدیم [illegible] اب تعلیم یافتہ [illegible] ایسے مل جائیں گے جن کو ملا [illegible] اصلاح کو شش بار آور ہو سکتی ہے، [illegible] لبنان [illegible] رحمان میں [illegible] دارالعلوم الاسلامیہ وہ [illegible] میں امید کی کرنیں ہیں، ان سب سے زیادہ قیمتی وہ [illegible] ہیں جو [illegible] تعلیمیہ اصلاحی [illegible] میں اپنی [illegible] سے بچے ہوئے [illegible] ہیں۔

[illegible] ہیں [illegible] ان [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

عبادت گذار بھی تھا اور شیخ طریقت بھی، باقاعدہ بیعت وارشاد کی مسند ان کے دم سے آباد تھی، رعایت فیاض اور عادل بادشاہ تھا، غریب پروری اور رحمدلی میں موجودہ بادشاہوں میں ان کی نظیر نہ تھی، صوبہ بیجاپور میں یوسف عادل (تذکرہ پول) کے بعد دوسرا پایہ تخت تھا، ۵۰ ملین پونڈ کا عظیم الشان مطبع دے کر فقراء اور مساکین کے لئے مکانات تعمیر کرائے تھے، بادشاہ کی طرف سے یہ اعلان تھا کہ جو شخص نئی بیت اللہ کے لئے جانا چاہے اور نیز مستحق محکومت اس کی معاونت کرے گی، یہی وجہ ہے کہ یہ آبادی کے تناسب کے اعتبار سے پہلا ملک ہے جس سے شرکاء حج کی تعداد تمام اسلامی ممالک سے گوئے سبقت لے گئی تھی، یعنی انڈیا کی آبادی کل ۱۵ کروڑ ہے اور پندرہ ہزار یاتری حجاج کرام سال گذشتہ حج میں موجود تھے۔

شاہ اورنگ زیب نے بیجاپور میں اپنے جد امجد کے نام پر ایک یونیورسٹی قائم کی تھی جس کا نام جامعہ شیخ محمد بن علی السنوسی الاسلامی اس کا میزانیہ ابتدائی اخراجات میں ۳۵۰ ملین پونڈ سالانہ ہے۔ اس سے ماتحت معاہد ومدارس میں گذشتہ دو سال سے قبل تک ۷ ہزار لڑکے اور لڑکیاں قرآن مجید حفظ کر رہے تھے لڑکیوں کے لئے اس عظیم الشان پیمانے پر حفظ قرآن کا یہ انتظام تمام عالم اسلام میں بے نظیر تھا۔ اساتذہ کے لئے مستقل مدینۃ العلم کے نام سے بیجاپور میں ایک شہر کی تعمیر ۲۰ ملین پونڈ کی لاگت سے کرایا جا رہا تھا۔

الغرض بہت سے مناخر ہیں جن کا مالک بادشاہ تھا، البتہ نظم حکومت اور استحکام مملکت کے لئے جس حزم وتدبر کی ضرورت ہوتی ہے اس کی کمی تھی، اسی وجہ سے پڑوسی ممالک کے جبر واستبداد اور ناگہانی قتل سے بچنے کے لئے امریکہ کو ایک عظیم الشان ہوائی اڈہ خراب میں قائم کرنے کی اجازت دی ہوئی تھی، گویا امریکہ ہی کے رحم پر جی رہا تھا اور بیت المقدس کے سقوط میں اس امریکی ہوائی اڈے کا کارنامہ سب کو معلوم ہے ممکن ہے تحمل ہو اور یہی غفلت مملکت کے زوال کا باعث بنی ہو، ایک بار بادشاہ نے وزیر اعظم کو تین ہوائی جہاز خریدنے کا حکم دیا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ اس فرمان کی تعمیل میں صرف تین ہوائی جہازوں کی خریداری ہوئی تھی، اوتات [illegible] کو جب علم ہوا تو اتنا شدید صدمہ پہنچا کہ قریب تھا کہ حرکت قلب بند ہو جائے اور اس وزیر اعظم کو برخاست کر دیا۔

بہر حال کہنا یہ ہے کہ سوشلسٹ یا کمیونسٹ ملک اور قوم کے لئے اس سے بہتر نظام حکومت کبھی قائم نہیں کر سکتے جو اس شاہ معزول کے عہد میں قائم تھا اور یہ محض فریب اور دھوکا ہے کہ غریبوں اور مزدوروں کی امداد وفلاح کے جذبے کے تحت عام بردران اشتراکیت ملکوں میں انقلابات برپا کرتے ہیں، بالکل نہیں ہے، اس میں کوئی حقیقت نہیں، چنانچہ لیبیا پر قبضے کا یہ منصوبہ محض ایک ارب پونڈ سالانہ کے تیل اور پانچ سال کی آمدنی پر قبضہ کرنے کے لئے بنایا گیا ہے اور نہ اس کا کوئی امکان نہیں ہے کہ جس طرح شاہ مخلوع اختراعات وسائنس اور ایجاد کی صلاحیت رکھتا تھا، انقلابی حکومت اس کا عشر عشیر بھی کر سکے گی، اشتراکیت تو غریبوں اور مزدوروں کی امداد وفلاح کے نام سے خدا کی مخلوق پر وہ مظالم ڈھاتی ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، سمرقند وبخارا کی تاریخ دنیا کے سامنے ہے، وسط ایشیا کا

[illegible] خطہ خالص اسلامی ملک تھا اس کا کیا حشر ہوا؟ الا ماشاء اللہ۔ آج اس طویل و عریض سرزمین کا [illegible] اسلام اور اسلامی ورثہ کا متقل دشمن ہے، ہاں یہ درست ہے کہ اب سیاسی مصالح کے پیش نظر اس بربریت، وحشت اور دہشت انگیزی کا دور دورہ نہیں رہا اور زمانہ کے تقاضوں سے مجبور ہو کر یہ کمیونسٹ بھی اسلام کش پالیسی [illegible] رہتے ہیں، لیکن اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ یہ خدا دشمن گروہ غریبوں اور محتاجوں کے نام سے تسلط و اقتدار حاصل کرتے ہیں اور پھر اسلام کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، سوڈان عربی ممالک میں اپنے دینی مزاج کے لحاظ سے ممتاز تھا لیکن آج وہاں اسلامی نظام مرثیہ خواں ہے، اگر اخبارات و جرائد اور خبر رساں ایجنسیوں کے بیانات صحیح ہیں تو چند دنوں میں اسلام کا نام بھی نہ رہے گا، افسوس اس امر کا ہے کہ اگر یہ اسلامی حکمران ان اسلامی حکومتوں میں صحیح نظام [illegible] قائم کر لیتے تو اس کی ظاہری و باطنی برکات ان ملکوں کو ان تمام فتنوں سے محفوظ رکھ سکتی تھیں، دراصل یہ حق تعالیٰ کی طرف سے خدا فراموشی کی سزا ہے، سقوط بیت المقدس اور پھر مسجد اقصیٰ کے جلانے کا [illegible] واقعہ اگر غور کیا جائے تو ہماری شامت اعمال کا نتیجہ ہے، "شامت اعمال ما صورت نادر گرفت" پھر مالک [illegible] حقیقی شاہانہ اور اس کے قوانین سے انحراف کرنے کے بعد کسی نے روس کو خدائی کا درجہ دے دیا اور کسی نے [illegible] اور ان ہی خدا دشمن قوموں کو اپنا مشکل کشا سمجھ لیا، آفتاب نیمروز کی طرح یہ حقیقت واضح ہے کہ یہ صرف ان ہی ملکوں میں اسلامی قانون نافذ و رائج نہ کرنے کی سزا ہے کہ آج یہ اسلامی ممالک بے دین سوشلسٹوں کے [illegible] پامال ہو رہے ہیں، کاش ہمارے ملک کے رہنماؤں اور لیڈروں کی آنکھیں کھل جائیں۔

بدقسمتی سے اس اسلامی ملک میں سرمایہ دارانہ نظام اور سودی کاروبار نے ایک طبقہ کے دلوں میں وہ [illegible] بے دینی پیدا کر دی ہے جس کے نتیجہ میں اشتراکیت کا سیلاب آ جانے کا خطرہ ہے، یہ اشتراکیت یا [illegible] درحقیقت رکمالیت کا رد عمل ہے، حکومت پاکستان کو اس اسلامی دنیا سے اور ان ورنا کلر تقاضات سے [illegible] عہدہ برآ ہونے کی شدید ضرورت ہے، نجات کا راستہ اسلام اور صرف اسلام میں منحصر ہے، لیکن نام کا اسلام نہیں [illegible] عملی اسلام، جس کے لئے دو تین فوری اقدامات میں اسلامی قانون کو نافذ کرنا، اسلامی اقدار و اخلاق کو اپنانا، اسلامی [illegible] تعلیم رائج کرنا، بے حیائی اور بداخلاقی و بداطواری کے حیا سوز مظاہر کی یک قلم بیخ کنی کرنا ہوگی، اسلامی حدود [illegible] کو جاری کرنا ہوگا، اسلام کے معاشی نظام کو قائم کرنا ہوگا، شخصی و قومی اور نفرادی و اجتماعی گوشوں میں مادرانہ [illegible] نظام کو لانا ہوگا، تب کہیں جا کر سوشلزم کی لعنت سے نجات مل سکے گی، صرف کھوکھلے نعروں، وعظوں، لیکچروں [illegible] کانفرنسوں، پمفلٹوں اور کتابوں سے اس سیلاب کو روکنا ناممکن ہے، یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ علاج ہرگز [illegible] کسی حکیم کے صرف نسخہ لکھ دینے سے مریض نہیں جایا کرتا جب تک کہ نسخہ کا صحیح استعمال اور پرہیز کی پابندی نہ ہو۔

سوشلزم اور کمیونزم کا صحیح علاج

بہر حال سوشلزم یا کمیونزم کا صحیح علاج غریب طبقہ کی مشکلات کو انتہائی ہمدردی کے ساتھ سمجھ کر اسلام کے معاشی نظام سے ان کا ازالہ کرنا اور ۹۰ فیصد آبادی کو مطمئن کرنا ہے۔ اس کے لئے اسلامی اصول و اقدار کی ترویج و اشاعت کے ذریعہ ملک گیر تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے، اسے خدا فراموش زندگی سے نکال کر خدا ترس زندگی سے روشناس کرنا ہوگا اور معاشرے کی اصلاح اسلامی احکامات و ارشادات اور اسلامی قانون سے کرنا ہوگی، صرف اتنی بات ہرگز کافی نہیں کہ ان کے پیٹ کا انتظام کر دیا جائے اور روح و قلب کی اصلاح سے غفلت برتی جائے، ورنہ تو کسی وقت بھی وہ غلط اقتدار کا آلہ کار بن سکیں گے، علماء، واعظین، اداروں اور جمعیتوں کا اصلی مقصد معاشرے کی اصلاح کرنا ہونا چاہیے، تب جا کر توقع ہو سکے گی کہ یہ مہیب سیلاب رک جائے، ورنہ اس کے بغیر ''ایں خیالست و محالست و جنوں'' حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طویل حدیث ہے جو صحیح بخاری و مسلم میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے اس کے آخر میں ضمناً ارشاد ہے:

"الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهی القلب". (۱)

''سنو! جسم انسانی میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اس کی اصلاح سے تمام جسم انسانی کی اصلاح ہوگی اور اس کے فساد سے تمام بدن میں فساد ہوگا اور وہ دل ہے۔

دل کی اصلاح ظاہر ہے کہ اسلام کے عملی نظام کا نفاذ کرنے ہی سے ہوگی۔

اتحاد اور اس کی ضرورت

اس کا صدمہ ہے کہ اس وقت علماء حق کی دو جماعتوں میں تصادم ہو رہا ہے، انصاف سے دیکھا جائے تو صرف طریقہ فکر یا طریقہ عمل کا اختلاف ہے لیکن خود غرض اصحاب جو دونوں طرف بری طرح چمٹے ہوئے ہیں ان کو حقیقی اختلاف بنا کر دینی اقدار کو شدید نقصان پہنچا رہے ہیں، جہات کے گذشتہ شمارے میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا تھا لیکن آج مزید صراحت کے ساتھ یہ گذارشات پیش کی جا رہی ہیں:

① اس پر آشوب دور میں علماء دین اور خصوصاً مشاہیر اہلیا کا برکا اتفاق بے حد ضروری ہے۔

ایسا اختلاف جو حدود سے متجاوز ہو ہر دور میں انتہائی مضر رہا ہے لیکن آج تو اس سے بچنے کی اور بھی شدید ضرورت ہے "واياكم وفساد ذات البين فانها هی الحالقة" (آپس کے فساد سے بچتے رہنا!

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینه، ج:۱ ص:۱۳، ط: قدیمی. صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب اخذ الحلال و ترك الشبهات، ج:۲ ص:۲۸، ط: قدیمی

دلائل پر اپنی کامل تسلی نہ پاتا ہو تو اس کا فیصلہ بھی اس کے حق میں نہیں ہوسکتا ہے۔ (۱)

⑥ اگر کسی فریق نے کسی سے اپنے مقدمہ کے متعلق کچھ لکھنے کی اجرت طے کی ہو تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنے کو تمام دلچسپیوں سے الگ کرلے اور اپنے فرض کو صرف ایک پیشہ سمجھ کر ادا کرے اور اس کی تکمیل میں کسی قسم کی کاہلی سے کام نہ لے اور اپنی تمام تر توجہ اس کی طرف مبذول کرے۔

⑦ وکالت قسم کی بڑی خدمت ہے اور اپنی ذمہ داری کو سمجھ کر اس کو انجام دینا چاہئے اور اس کے تقاضوں سے انحراف نہ کرے اور قانون کے احترام کو ملحوظ رکھے۔

⑧ اگر کوئی شخص کسی سے اختلاف رکھتا ہو تو جہاں تک ممکن ہو اس کے ساتھ نرمی اور شائستگی سے پیش آئے اور اس کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرے جس سے اس کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔

⑨ اگر ایک شخص کسی کے ساتھ بے جا زیادتی کرتا ہے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ بھی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرے بلکہ اس کو چاہئے کہ اس کے ساتھ عفو و درگزر سے کام لے اور اس کی زیادتی کو نظر انداز کردے۔

⑩ اگر ایک شخص کسی کے ساتھ بے جا زیادتی کرتا ہے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ بھی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرے بلکہ اس کو چاہئے کہ اس کے ساتھ عفو و درگزر سے کام لے اور اس کی زیادتی کو نظر انداز کردے۔

⑪ اگر ایک شخص کسی کے ساتھ بے جا زیادتی کرتا ہے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ بھی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرے بلکہ اس کو چاہئے کہ اس کے ساتھ عفو و درگزر سے کام لے اور اس کی زیادتی کو نظر انداز کردے۔

⑫ ایک فریق کی رائے یہ ہے کہ اس نے جس شخص سے اس کے معاوضہ کا معاہدہ کیا ہے اس کو ہر حال میں اس کا معاوضہ ادا کرنا ہے خواہ اس کا مقدمہ جیتے یا ہارے اور دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ اس کو معاوضہ اسی وقت ادا کرنا ہے جب کہ اس کا مقدمہ جیت جائے اور اگر مقدمہ ہار جائے تو اس کو معاوضہ ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ (۲)

⑬ ایک فریق کی رائے یہ ہے کہ اس نے جس شخص سے اس کے معاوضہ کا معاہدہ کیا ہے اس کو ہر حال میں اس کا معاوضہ ادا کرنا ہے خواہ اس کا مقدمہ جیتے یا ہارے اور دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ اس کو معاوضہ اسی وقت ادا کرنا ہے جب کہ اس کا مقدمہ جیت جائے اور اگر مقدمہ ہار جائے تو اس کو معاوضہ ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۱) سنن الترمذی، ابواب الزہد، باب اصلاح ذات البین، ج ۲، ص ۷۳، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ

(۲) یہ مسئلہ ہندوستان کے موجودہ حالات کے لحاظ سے بہت اہمیت رکھتا ہے اور اس پر مفصل بحث ہونی چاہئے۔

کون نہیں جانتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی مدت تک جہاد کیا تھا؟ کون نہیں جانتا کہ قرآن کریم کی سورہ برأت کے باوجود انتہائی نفرت کے ساتھ کفار کے ساتھ کئے گئے معاہدوں کا بھی احترام کیا گیا؟ کون نہیں جانتا کہ قرآن کریم میں کفار قریش کے بارے میں ہے کہ ﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ اور اسی سورہ انفال میں ﴿وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ﴾ [الانفال: ۶۱، ۶۲] وغیرہ وغیرہ صاف آیات موجود ہیں۔ اگر کفار سے معاہدات کرنے میں نفرتیں تو پھر مسلمان جماعت جو مسلم سے مختلف ہے کے ساتھ معاہدہ کرنے پر مسلم نے معاہدے کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ پس اس کی ضرورت ہے کہ یہ فرق بھی جلد سے جلد پوری شدت کے ساتھ واضح کرے تاکہ جہاد کی دوبارہ بنیاد رکھی جا سکے۔ یہ بات بھی ضروری ہے کہ مشترکہ مظاہروں اور جلسوں میں وہی غیر اسلامی شعارات وغیرہ اسلامی تحریر نہ ہوں اور غیر اسلامی جھنڈے ہوں جو مسلمانوں کے شعار ہیں ان سے پرہیز کیا جائے۔ نیز جماعت کے اخبار تو زمان اسلام میں غیر ذمہ دارانہ مضامین یا ایسے مضامین جن سے مسلم کی بو آتی ہو بالکل ختم کرنا چاہیے اور اگر کسی کی ذاتی رائے اس قسم کی ہو تو اس کی ضرورت ہے کہ اس کو علیحدہ کر دیا جائے تاکہ خواہ مخواہ جماعت بدنام نہ ہو، بلکہ سچ یہ ہے کہ اس وقت جماعت کی بدنامی کا باعث اس اخبار کا طرز نگارش اور اس کے بعض مضامین ہیں۔ وہ شہ لیبر پولیس کے بعض لیڈروں کا تذکرہ کرنا کہ مسلم سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے واقعیت سے بعید ہے اور اس قماش کے لوگوں کے لئے نشستوں کو محفوظ کرانے کے مطالبات کرنا کہاں تک دانشمندی ہے، اور اس کی کیا ضمانت ہے کہ کل وہ ملامتی ہمنوائی اور ان کی کوششوں سے برسر اقتدار آ جائیں تو وہ ملامتی تربیت نہ کریں گے۔ اب اگر کوئی یہ بات قائم کرے کہ مسلم کو راستہ دکھانے کے بجائے ایسا نہ ہو جائے کہ ان کے لئے راستہ صاف ہو جائے اور ملامتی خود کاشتہ پودا بن کر اپنی امیدیں پوری کریں گے تو کیوں اس رائے کو ہوا و ہوس کی نذر سمجھا جاتا ہے۔ بہرحال شکوک و شبہات کا ازالہ تو بہت وسیع ہے وہ ہر طرح موجود ہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ یہ صرف شبہات ہی ہو سکتے ہیں اور ہر بات کی تاویل کی بھی گنجائش ہے۔ اگر ہر جماعت اور ہر فریق کوشش کرے کہ "الحجاب کل ذی رای برأیہ" کے فقرے سے محظوظ ہو جائے تو معاملہ بہت آسان ہے اور روز روز اختلافات کی یہ نوبت ہی نہ آنے پائے گی اور ملامتی بدنام ہوں گے، عوام سے لیے دیے ہی رہیں گے ان کا بعد بڑھتا جائے گا اور جو تعین نے وقار کا باعث ہو جائے گا اور اس طرح دینی وقار کو جو نقصان پہنچے گا اس کے تصور سے بھی تکلیف ہوتی ہے۔ یہ چند حقائق تھے جو عرض کئے گئے، امید ہے کہ اکابر و احباب اس تلخ نوائی سے معاف فرمائیں گے۔ یہ طور کہی جا چکی تھیں کہ ۱۸ ستمبر ۲۹ء کی اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ مشرقی پاکستان کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے تمام دیوبندی مساجد کے مغربی پاکستان کے مولوی صاحبان سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے اختلافات کو دور کریں۔ اپیل کا متن یہ ہے۔

"آپ حضرات کے درمیان اگر کسی قسم کا کوئی اختلاف ہے تو اللہ و رسول کے واسطے سارے اختلافات

سے صرف نظر کر کے دشمنان دین کے مقابلہ کے لئے آپس میں متحد ہو جائیں، علمائے کرام کے آپس کے اختلافات اور توہین آمیز جملوں کی جو خبریں اخبارات میں شائع ہو رہی ہیں ان کے باعث پاکستان کے اسلام دشمن عناصر خصوصاً مشرقی پاکستان کے اسلام دشمن مفاد پرست حلقے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور یہاں تحفظ اسلام کے نام پر جدوجہد کرنے والوں کو مشکلات پیش آ رہی ہیں اور عام مسلمان بددل ہو رہے ہیں"۔ (جنگ کراچی)

حق تعالیٰ ہمیں عبرت لینے کی توفیق بخشیں ایسا نہ ہو کہ دوسروں کے لئے ہمارا جو عبرت کا موجب بن جائے۔

اللھم الف بین قلوب المؤمنین واصلحھم واصلح ذات بینھم، آمین

اسرائیلی جارحیت اور اس کا حل

اگست کی ۲۱ تاریخ کو مسجد اقصیٰ میں آتش زنی کا روح فرسا اور المناک سانحہ پیش آیا جس نے اسلام سے وابستہ تمام غیر متعصب اور انصاف پسند دنیا کے باشندے ملک و ملت تاریخ کے اس ہولناک واقعہ کی ذمہ داری اسرائیل پر ڈالی اور اسے صیہونی عزائم کی تکمیل کی ایک کڑی قرار دیا، اسلامی ممالک میں پے در پے جلوس نکلے، جلسے ہوئے، تقریریں کی گئیں، قراردادیں پاس ہوئیں، پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک کے نمائندوں کی کوششوں سے سلامتی کونسل کا اجلاس طلب کیا گیا، قرارداد مذمت پیش کی گئی، سات دن کی بحث و تمحیص کے بعد سلامتی کونسل کے گیارہ ممبروں کے ووٹ سے منظور کی گئی، قرارداد نے اس کی جزوی تائید کی، اسرائیل نے اسے پہلے قدم پر ٹھکرا دیا، برطانیہ آخر دم تک ہچکچاتا رہا (اور جب اسے یقین دلایا گیا کہ اس قرارداد میں اسرائیل کی براہ راست مذمت نہیں کی گئی ہے تو قرارداد کے حق میں ووٹ دینے پر راضی ہوا) امریکہ نے مکمل کر قرارداد کی مخالفت کی اور اس کے زیر اثر سلامتی کونسل کے تین ممبروں نے چپ سادھ لی نتیجہ یہ ہوا کہ ووٹنگ سے تین پاس!

کہ سلامتی کونسل اتفاق رائے سے ہی اسے منظور کر لیتی تب بھی کیا حاصل تھا؟ اقوام متحدہ کی متعدد قراردادیں ہیں جنہیں اسرائیل جوتے کی نوک سے ٹھکرا چکا ہے، آج تک اس کا کسی نے کیا بگاڑ لیا؟ ظلم اور درندگی کی حد ہو گئی، ادھر مسجد اقصیٰ سے آگ کے شعلے بلند ہو کر سترکروڑ مسلمانوں کے دلوں کو غمگین کر رہے ہیں اور ادھر امریکہ ان آگ کو بجھانے کے لئے اسرائیل کو قتم قسم کے ہتھیاروں سے سپلائی کر رہا ہے، اس سے پہلے ان صفحات میں کئی بار عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ مسئلہ نہ ہماری تقریروں اور وعظوں سے حل ہوگا، نہ اقوام متحدہ کی قراردادوں سے، اس کے لئے نہ امریکہ سے توقع رکھی جا سکتی ہے نہ روس سے، "آزمودہ را آزمودن جہل است" اگر دنیا بھر کے ستر کروڑ مسلمان اتحاد و ہم فکر بھی نہیں رکھتے کہ وہ اپنے مقامات مقدسہ کی۔ جو انہیں اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ حفاظت کر سکیں تو انہیں پوری دنیا سے مایوس ہو جانا چاہیے۔

مقام شکر ہے کہ اس سانحہ پر غور کرنے کے لئے اسلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس رباط میں ۲۲ر

ستمبر سے شروع ہو رہی ہے، تادم تحریر ۲۶ اسلامی ممالک کی طرف سے اس میں شرکت کی دعوت قبول کرنے کی خبر موصول ہو چکی ہے قبل از وقت کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ کانفرنس عالم اسلام کو کیا دے گی؟ تاہم ہماری دعا ہے کہ حق تعالیٰ عالم اسلام کے سربراہوں کو اس سلسلہ میں صحیح اور نتیجہ خیز فیصلوں پر متفق ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔

اتنی بات بالکل واضح ہے کہ اس وقت اصل مسئلہ صرف مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کا نہیں بلکہ فلسطین میں اسرائیل کے ناجائز وجود اور اس کی کھلی جارحیت کا ہے اور اس کا اصل سبب بڑی طاقتوں کی طوطا چشمی ہے اس لئے یہ مسئلہ اسی وقت حل ہو سکتا ہے جبکہ:

① اسرائیل کے خلاف تمام اسلامی ممالک مل کر اعلان جہاد کریں۔

② عالم اسلام اپنا متحدہ محاذ بنائے اور اقوام متحدہ سے کنارہ کش ہو جائے۔

③ امریکہ اور اس کے حلیفوں پر واضح کر دیا جائے کہ اگر وہ اسرائیل کی پشت پناہی سے باز نہ آئے گا تو اس سے سفارتی روابط توڑ لئے جائیں گے۔

④ ان کو پٹرول کی سپلائی بند کی جائے۔

⑤ اسلامی ممالک کا جتنا سرمایہ یورپ کے بینکوں میں جمع ہے اسے واپس لیا جائے۔

⑥ یہودی مصنوعات کا داخلہ اسلامی ممالک میں ممنوع قرار دیا جائے۔

ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ تجاویز لفظاً جتنی آسان ہیں عملاً اتنی ہی دشوار بھی ہیں، بہت سی مشکلات پیش آئیں گی، خطرات کا سامنا ہوگا، مادی مفادات پر ضرب پڑے گی، لیکن ہمارے لئے قبلہ اول اور مقامات مقدسہ کی ناموس کی خاطر ہمت و عزیمت، قوت ایمانی اور نصرت خداوندی کے سہارے وقت کے اس چیلنج کو قبول کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

مسجد اقصیٰ اور قدس کے مسئلہ پر آج اگر عرب اور اسلامی ممالک میں اتحاد ہو سکا تو قیامت تک امکان نہیں کہ ان میں اتفاق ہو سکے، دو سال سے اتنے مسئلہ پر متفق نہ ہو سکے کہ سربراہوں کی کانفرنس کہاں پر ہو اور اس کا ایجنڈا کیا ہو؟ انتہائی صدمہ ہے کہ آج تمام عالم اسلام ایک خطرناک دور سے گذر رہا ہے اور ان حالات میں اگر اتفاق سے محروم رہے تو مستقبل میں کیا توقع ہو سکے گی۔ افسوس کہ اگر ان کا اجتماع بھی ہوتا ہے تو آخری نتیجہ تشتت و افتراق ہی نکلتا ہے "تحسبهم جميعا وقلوبهم شتى" کا نمونہ ہے، حق تعالیٰ صحیح فہم عطا فرمائے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمام اسلامی ممالک میں اسلامی رابطہ بہت کمزور ہو گیا ہے اور عربی ممالک میں مزید کمزوری آ گئی ہے، اس لئے روحانی رابطہ کے ضعف کی تلافی کرنے کے لئے مادی وسائل کی تلاش میں مبتلا ہو گئے، عربی ممالک میں اس وقت سب سے بڑا فتنہ عرب قومیت کا ہے اس کے بعد وطنیت کا بھوت آ جاتا ہے، اسلامی روح نکلنے کے بعد رفتہ رفتہ تمام مادی فتنوں کے لئے زمین تیار ہو جاتی ہے، پھر کہیں اشتراکیت و اشتمالیت آ جاتی ہے اور کہیں ملوکیت

تحریف ہے اور آخر پر "نسوا اللہ فانساھم انفسھم" (وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا اللہ نے انہیں اپنے آپ سے بھلا دیا) سے قانون الٰہی کے مطابق ان کی نافرمانی میں مبتلا ہونے کی نشاندہی کی ہے۔

العیاذ باللہ، اللھم لا تھلکنا بما فعل السفھاء منا ھی الا فتنتک۔

[ترجمان القرآن، ۹۹ (۳) اپریل ۱۹۸۳ء، ص ۵۹۹]

نیجیریا میں اسلامی دعوت و تبلیغ کی پہلی کانفرنس

ماہ رمضان المبارک کے اواخر میں راقم الحروف مدینہ منورہ (جی سے بھی اخیر دن ۲۸ مارچ) میں معتمر تھا کہ مملکت نیجیریا کے پرنسپل امارت خانے کا ۱۲ مارچ کا ایک مکتوب موصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ کانو (نیجیریا) میں ایک اسلامی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے، اکثریت پر انتظامی معاونت آپ کی جماعت دعوۃ الحق کی ہے، اس لیے آپ کی شرکت ضروری ہے۔ اس مکتوب کے ساتھ ہی ہوائی جہاز کا ٹکٹ بھی بھیجا گیا تھا۔ یہ مکتوب ۱۲ مارچ کو لکھا گیا تھا اور ۱۸ مارچ کو مجھے موصول ہوا۔ اس میں تاخیر کی وجہ سے ٹکٹ کی تاریخ روانگی بھی گزر چکی تھی۔ اب نئے سرے سے ٹکٹ کا انتظام کیا گیا۔ اس میں ۲۸ مارچ کی تاریخ روانگی درج تھی۔ اس طرح مجھے ۲۸ مارچ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہونا تھا۔ ۲۸ مارچ کو ہی میرا عمرہ کا احرام تھا۔ اس لیے میں نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور ۲۸ مارچ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر ۲۹ مارچ کو کانو پہنچا۔ کانو ایئرپورٹ پر مجھے لینے کے لیے جماعت کے ذمہ دار احباب موجود تھے۔ ان کے ساتھ ہی میں کانو کے امارت خانے پہنچا۔ امیر کانو سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ساتھ ہی ان کے وزیر اطلاعات سے بھی ملاقات ہوئی۔ ان سے معلوم ہوا کہ کانفرنس کا انتظام کانو کی ریاستی حکومت نے کیا ہے۔ اس کے لیے ۲۵ لاکھ نائرہ کا بجٹ منظور کیا گیا ہے۔ اس کانفرنس کا ایجنڈا یہ ہے کہ نیجیریا کی ۱۹ ریاستوں میں سے ہر ریاست سے ۲۵ نمائندے بلائے جائیں گے۔ ان کے علاوہ ۲۵ نمائندے وفاقی حکومت کی طرف س

جانے کراچی گئے جدہ ہی سے روانہ ہوں گا، میری سیٹ کراچی واپسی کے لئے ۳۰ نومبر ۷۰ء کو بک ہو چکی تھی اور مدینہ طیبہ میں نماز عید کے فوراً بعد جدہ روانگی طے ہو چکی تھی لیکن اس کانفرنس کی شرکت کی غرض سے کراچی کی روانگی ملتوی کر دی، کانفرنس ۲ دسمبر سے شروع ہونے والی تھی اس نے مجھے مزید ایک عشرہ حرمین شریفین میں قیام کا موقع دیا، کانفرنس کا نام تھا "المؤتمر الاول للدعوة الاسلامية" یعنی اسلامی دعوت تبلیغ کی پہلی کانفرنس، پروگرام کا سرنامہ یہ آیت کریمہ تھی:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ [حم السجدة: ۳۳]

اس شخص سے بہتر بات اور کس کی ہو سکتی ہے جو حق تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلائے اور خود بھی نیک عمل کرے اور اعلان کرے کہ میں بلاشبہ مسلمان ہوں۔

دعوت نامہ تو مبہم تھا لیکن پروگرام کے ایجنڈے کے کلمات حسب ذیل تھے:

(۱) محاربة الغزو الفكري في البلاد الاسلامية والمناطق المؤهلة للاسلام.

(۲) تحديد المناطق الاكثر احتياجاً للدعوة الاسلامية.

(۳) بحث شروط الداعية للاسلام وحقوقه.

(٤) أية مقترحات اخرى.

یعنی اسلامی ملکوں میں جو یہ تہذیبی اور ادبی کی وبا پھیل رہی ہے اس کی اصلاح اور مقابلہ کی تدبیر کرنا، جن مقامات میں اسلامی دعوت کی زیادہ ضرورت ہے ان مقامات کی تعیین کرنا اور جو شخص دعوت دے اس کے لئے کن شرائط کی ضرورت ہے اور اس سلسلہ میں جو مزید تجاویز پیش ہوں۔

بہر حال ابتدائی مسرت ہوئی کہ اس پر آشوب مادی دنیا کی مایوس کن فضا میں پہلی مرتبہ اسلامی دعوت وتبلیغ کی آواز اٹھی، بلاشبہ قابل صد مبارک باد ہے، بڑی سے بڑی اسلامی حکومتوں کو آج تک یہ توفیق نصیب نہیں ہوئی، عام طور سے اگر کوئی دینی آواز اٹھی بھی تو غور کرنے سے پتہ چلا کہ اس کا پس منظر بھی سیاست ہے، اکثر و بیشتر اسلامی ممالک میں اگر بھی سطح پر کچھ کام ہوتا بھی ہے تو وہ اس انداز سے کہ اسلامی اساسی مسائل میں قطع و برید کا سلسلہ جاری رہتا ہے یا جدید تہذیب و تمدن کا پیوند لگانے کی کوشش ہوتی ہے اور آخر میں یہی کہنا پڑتا ہے:

"واثمهما اكبر من نفعهما"

فائدہ سے نقصان زیادہ ہے۔

بہر حال خلاف توقع یہ کانفرنس جہاں تک راقم الحروف کا خیال تھا اور تمام ارباب بصیرت مندوبین کا بھی یہی فیصلہ تھا کہ یہ کانفرنس تمام سیاسی آلائشوں سے پاک وصاف ہے، اگر آگے چل کر حکومت کا رخ نہ بدلا اور

[illegible]

کا فرض ہے کہ وہ اس کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں عملاً نافذ کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے بغیر وہ اللہ تعالیٰ کے [illegible]

کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اسلامی تعلیمات کو دنیا تک پہنچانے کے لئے ہمارے اکابر نے جو قربانیاں پیش کی ہیں وہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

(۱) مولانا محمد یعقوب: آپ کی ولادت ۱۲۴۸ھ میں نانوتہ میں ہوئی۔ آپ کے والد مولانا مملوک علی نانوتوی علوم دینیہ کے ماہر تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد اور شیخ احمد علی محدث سہارنپوری سے حاصل کی۔ پھر دہلی جا کر مملوک العلی نانوتوی سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ آپ نے شاہ عبدالغنی مجددی سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں شیخ محمد عابد انصاری، شیخ رحمت اللہ کیرانوی اور مفتی صدر الدین آزردہ شامل ہیں۔ آپ نے ۱۲۷۲ھ میں حج کیا اور مکہ مکرمہ میں شیخ محمد عابد انصاری سے حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی اور مولانا عبدالعلی میرٹھی شامل ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۲۹۷ھ میں ہوا۔

(۲) مولانا محمد قاسم نانوتوی: آپ کی ولادت ۱۲۴۸ھ میں نانوتہ میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا اسد علی سے حاصل کی۔ پھر دہلی جا کر مملوک العلی نانوتوی سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ آپ نے شاہ عبدالغنی مجددی سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں شیخ محمد عابد انصاری، شیخ رحمت اللہ کیرانوی اور مفتی صدر الدین آزردہ شامل ہیں۔ آپ نے ۱۲۷۲ھ میں حج کیا اور مکہ مکرمہ میں شیخ محمد عابد انصاری سے حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی اور مولانا عبدالعلی میرٹھی شامل ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۲۹۷ھ میں ہوا۔

(۳) مولانا رشید احمد گنگوہی: آپ کی ولادت ۱۲۴۸ھ میں گنگوہ میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا ہدایت علی سے حاصل کی۔ پھر دہلی جا کر مملوک العلی نانوتوی سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ آپ نے شاہ عبدالغنی مجددی سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں شیخ محمد عابد انصاری، شیخ رحمت اللہ کیرانوی اور مفتی صدر الدین آزردہ شامل ہیں۔ آپ نے ۱۲۷۲ھ میں حج کیا اور مکہ مکرمہ میں شیخ محمد عابد انصاری سے حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی اور مولانا عبدالعلی میرٹھی شامل ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۲۹۷ھ میں ہوا۔

(۴) مولانا ذوالفقار علی دیوبندی: آپ کی ولادت ۱۲۴۸ھ میں دیوبند میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا محمد علی سے حاصل کی۔ پھر دہلی جا کر مملوک العلی نانوتوی سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ آپ نے شاہ عبدالغنی مجددی سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں شیخ محمد عابد انصاری، شیخ رحمت اللہ کیرانوی اور مفتی صدر الدین آزردہ شامل ہیں۔ آپ نے ۱۲۷۲ھ میں حج کیا اور مکہ مکرمہ میں شیخ محمد عابد انصاری سے حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی اور مولانا عبدالعلی میرٹھی شامل ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۲۹۷ھ میں ہوا۔

(۵) مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی: آپ کی ولادت ۱۲۴۸ھ میں مرادآباد میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا عبدالرحمٰن سے حاصل کی۔ پھر دہلی جا کر مملوک العلی نانوتوی سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ آپ نے شاہ عبدالغنی مجددی سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں شیخ محمد عابد انصاری، شیخ رحمت اللہ کیرانوی اور مفتی صدر الدین آزردہ شامل ہیں۔ آپ نے ۱۲۷۲ھ میں حج کیا اور مکہ مکرمہ میں شیخ محمد عابد انصاری سے حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا عبدالعلی میرٹھی شامل ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۲۹۷ھ میں ہوا۔

(۶) مولانا عبدالعلی میرٹھی: آپ کی ولادت ۱۲۴۸ھ میں میرٹھ میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا عبدالرحمٰن سے حاصل کی۔ پھر دہلی جا کر مملوک العلی نانوتوی سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ آپ نے شاہ عبدالغنی مجددی سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں شیخ محمد عابد انصاری، شیخ رحمت اللہ کیرانوی اور مفتی صدر الدین آزردہ شامل ہیں۔ آپ نے ۱۲۷۲ھ میں حج کیا اور مکہ مکرمہ میں شیخ محمد عابد انصاری سے حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی شامل ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۲۹۷ھ میں ہوا۔

(۷) مولانا محمد عابد انصاری: آپ کی ولادت ۱۲۴۸ھ میں [illegible] میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا [illegible] سے حاصل کی۔ پھر دہلی جا کر مملوک العلی نانوتوی سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ آپ نے شاہ عبدالغنی مجددی سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں شیخ رحمت اللہ کیرانوی اور مفتی صدر الدین آزردہ شامل ہیں۔ آپ نے ۱۲۷۲ھ میں حج کیا اور مکہ مکرمہ میں شیخ محمد عابد انصاری سے حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی شامل ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۲۹۷ھ میں ہوا۔

(۸) مولانا رحمت اللہ کیرانوی: آپ کی ولادت ۱۲۴۸ھ میں کیرانہ میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا [illegible] سے حاصل کی۔ پھر دہلی جا کر مملوک العلی نانوتوی سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ آپ نے شاہ عبدالغنی مجددی سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں شیخ محمد عابد انصاری اور مفتی صدر الدین آزردہ شامل ہیں۔ آپ نے ۱۲۷۲ھ میں حج کیا اور مکہ مکرمہ میں شیخ محمد عابد انصاری سے حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی شامل ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۲۹۷ھ میں ہوا۔

(۹) مفتی صدر الدین آزردہ: آپ کی ولادت ۱۲۴۸ھ میں دہلی میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا [illegible] سے حاصل کی۔ پھر دہلی جا کر مملوک العلی نانوتوی سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ آپ نے شاہ عبدالغنی مجددی سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں شیخ محمد عابد انصاری اور شیخ رحمت اللہ کیرانوی شامل ہیں۔ آپ نے ۱۲۷۲ھ میں حج کیا اور مکہ مکرمہ میں شیخ محمد عابد انصاری سے حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی شامل ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۲۹۷ھ میں ہوا۔

(۱۰) مولانا [illegible]: آپ کی ولادت ۱۲۴۸ھ میں [illegible] میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا [illegible] سے حاصل کی۔ پھر دہلی جا کر مملوک العلی نانوتوی سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ آپ نے شاہ عبدالغنی مجددی سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں شیخ محمد عابد انصاری، شیخ رحمت اللہ کیرانوی اور مفتی صدر الدین آزردہ شامل ہیں۔ آپ نے ۱۲۷۲ھ میں حج کیا اور مکہ مکرمہ میں شیخ محمد عابد انصاری سے حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی شامل ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۲۹۷ھ میں ہوا۔

اسلامی دعوت ملکوں میں پھیلائیں اور مستشرقین و معاندین اسلام کی تدبیروں کو ناکام بنائیں۔ انشاء اسلامی۔ تمام مذاہب فقہاء کے ساتھ۔ یہ اسلام کی بڑی عظیم الشان دعوت ہے تیرہ سو سال کا قدیم ترین سرمایہ ہے، اس کی حفاظت کی جائے اور اس کی روشنی میں تمام جدید مسائل حل کئے جائیں، یورپ وغیرہ کے قوانین صرف سو یا ڈیڑھ سو سال کی متاع کا سدھیں، نیز ان کا طویل تجربہ بھی نہیں ہو سکا ہے اس کے اسلامی فقہ کے مقابلہ پر ان کی کوئی حیثیت نہیں ہو سکتی، لہٰذا فقہ اسلامی کے مطابق مجموعہ قوانین تیار کیا جائے اور تمام اسلامی ملکوں میں اس کو رائج کیا جائے اور ہر ملک کا قانون اسی کے مطابق بنایا جائے تاکہ تمام ملکوں میں تشریعی یکانگت پیدا ہو اور سیاسی و انتظامی اختلافات مت جائیں، حق تعالیٰ کی ذات لطیف و خبیر ہے اس نے عالم انسانی کے لئے جو قانون مرتب فرمایا ہے انسانی عقول اس قسم کا ہمہ گیر قانون بنانے سے قطعاً عاجز ہیں، اس نے اس کا بنایا ہوا آسمانی قانون ہی انسانیت کے لئے ذریعہ نجات و سعادت بن سکتا ہے، نیز قطعی دلائل سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جو قانون خالق کا بنایا ہوا ہے وہ کامل اور اکمل ہے اور جو مخلوق نے بنایا ہے وہ ناقص و ابتر ہے۔

اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کے طلبہ کو اسلامی شعائر اور اسلامی تہذیب کا پابند بنایا جائے، تمام اسلامی حکومتیں جو انگلستان، امریکہ وغیرہ دوسرے ملکوں میں ہیں ان کے ذمہ اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کا فریضہ عائد کیا جائے، مسلمان بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے سلسلہ وار اسلامی تعلیمات کے سیٹ مرتب کئے جائیں، عربی ملکوں میں عربی زبان میں ہوں، غیر عربی ملکوں کے لئے ان کے تراجم کئے جائیں، نیز تمام غیر اسلامی ملکوں میں بھی اسلامی مراکز قائم کرنے چاہئیں جن میں مسجد و کتب خانہ اور ہسپتال اور اسلامی لٹریچروں کے لئے ٹاؤن ہال قائم کئے جائیں، ایک کمیٹی ایسی بنائی جائے جو عربی کی ان اہم کتابوں کے جو اسلامی دعوت کے لئے مفید ہوں دوسری زبانوں میں تراجم کرے، اسی طرح دوسری زبانوں کی اہم کتابوں کے عربی زبان میں تراجم ہوں، اسلامی دعوت و ارشاد کے لئے مستقل کالج ہوں اور ان میں علوم دینیہ سے فارغ التحصیل طلبہ کو دعوت و ارشاد کے لئے تیار کیا جائے جس شخص کو اسلامی دعوت دینے کے لئے منتخب کیا جائے وہ حسب ذیل صفات کا مالک ہو:

(الف) اس کا ایمان قوی ہو۔

(ب) اسلامی اخلاق و ملکات سے آراستہ ہو۔

(ج) قرآن کریم اور دین اسلام کے ضروری علوم سے پورا واقف ہو۔

(د) اس ملک کی زبان و عادات و رسومات سے واقف ہو، بہترین خطیب ہو، تفہیم و افہام کا سلیقہ رکھتا ہو۔

(ہ) اس قوم کے غم و خوشی اور معاشرتی زندگی میں باقاعدہ حصہ لے وغیرہ وغیرہ۔

یہ چند اہم قراردادوں کا خلاصہ ہے جو قارئین کے سامنے پیش کیا گیا ہے، بلاشبہ اگر اس انداز سے یہ خدمت انجام دی جائے تو اسلامی دعوت و تبلیغ اور نشر و اشاعت کا فریضہ جس کے ادا کرنے میں عرصہ دراز سے امت

سربراہ کانفرنس کے نام جناب حسین شافعی کا پیغام

گذشتہ شمارے میں شاہان اور سربراہی خدمت میں ایک درخواست پیش کی گئی تھی اور سرزمین پاکستان میں پہلی مرتبہ سربراہ کانفرنس کو غنیمت جان کر اسلامی خیرخواہی کے پیش نظر پندرہ نکاتی درخواست پیش کی گئی تھی، اب یہ تجویز ان بیدار مغز حضرات کی اعلیٰ فکر و تدبر کی منتظر ہے تاکہ اس کی اہمیت واضح ہو سکے۔ بیان کردہ نکات میں تجویز کردہ کی ہوئی شاہان اسلام کے ہدیہ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ہدیہ عقیدت کے ساتھ ساتھ ہر اسلامی ملک کے نام ایک ایک پیغام بھی ہے جو ان کے مخصوص حالات کے پیش نظر تحریر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر اسلامی ملک کے نام ایک ایک پیغام بھی ہے جو ان کے مخصوص حالات کے پیش نظر تحریر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر اسلامی ملک کے نام ایک ایک پیغام بھی ہے جو ان کے مخصوص حالات کے پیش نظر تحریر کیا گیا ہے۔

سربراہ کانفرنس کے نام:

"میں ماتم کرتا ہوں اس خدا کے ہزار شکر ہیں جس نے اپنی کتاب میں آپ کو امت واحد قرار دیا اور درود و سلام ہو ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو دنیا کے لئے رحمت بن کے آئے اور جنہوں نے ہمارے لئے ہمیشہ اتحاد اور اتفاق کی راہ متعین کی۔"

اگلے سطور میں یہودیوں کے خلاف مسلمانوں کی لڑائی کے نتیجہ میں مسجد میں داخل ہونے، یہ حقیقت بھی مسجد سے ملی ہے کہ قدس اور مسجد اقصیٰ کی آزادی اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک مسلمان متحد ہو کر آزادی کے لئے میدان میں نہ نکلیں اور جہاد کی حیثیت حاصل ہے، لہٰذا میں کہتا ہوں کہ اس سے فلسطین کے قضیہ کو دوبارہ نسیان میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔

رمضان کے ان معرکوں نے دلوں پر چھائی ہوئی مردنی کو ختم کر دیا ہے اور مسلمانوں کو عزت سے جینے کا حوصلہ دیا۔ ان معرکوں نے حق کا بول بالا پیدا کرنے میں اور امت کو حیات نو بخشنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کے ساتھ ان معرکوں نے پوری دنیا کو بھی بیدار کر دیا ہے۔ اس سے پہلے میں کئی بار عرب اسرائیل جنگ کے دوران اپنی تحقیقات پیش کر چکا ہوں۔ اسرائیلی جنگ پر مسلم سربراہ کانفرنس نے اتفاق رائے ظاہر کیا ہے اور عربی جنگ پر افریقہ نے مسلم ممالک کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ اب ہمارے تمام ممالک نے ازسرنو اپنے دوستوں کا حساب کیا ہے اور دوستوں نے ان کے پاس آنا جانا شروع کیا ہے اور ہمارے اعلیٰ عہدیدار حکومت کے مالک ہیں جس سے وہ گزر رہے ہیں اس کا اللہ نے ان بلند اور

واقعی قدر سے فراز ہے جس کی گہرائیوں کا ادراک ناممکن ہے۔

یہ بے جا نہ ہوگا اگر اس موقع پر اس سربراہ کانفرنس کا ذکر کر دیا جائے جو لاہور میں منعقد ہونے والی ہے میں اس کانفرنس کو جس سب کر کے مصر کا پیغام پہنچانا چاہتا ہوں کہ بے شک آپ کا ہر عمل قابل احترام اور مکمل ہے لیکن اعمال کی بلندی، مقاصد و اہداف کی بلندی کے تابع اور اس پر موقوف ہے اور ان بلند مقاصد میں کامیابی کا راز صدق نیت، مضبوط ارادے اور سچے انقلابی جذبے میں مضمر ہے۔

اس سے قبل بھی اسلام کے نام پر اجتماعات منعقد ہوئے ہیں اور جزوی طور پر اسلام کے مسائل آگے بڑھانے کے قابل قدر خدمات انجام دیتے رہے ہیں لیکن موجودہ اجتماع کی حیثیت ان سے مختلف ہے، یہ مصر نے اس معرکہ کے بعد منعقد ہو رہا ہے جو اس دور میں قدرت کا ایک معجزہ ثابت ہوا اس لئے اس اجتماع سے بھی بجا طور پر ہم اس کی معجزانہ شان کی امید وابستہ کرتے ہیں۔

اس اجتماع کے اسباب و محرکات متعدد ہو سکتے ہیں تاہم اگر صرف بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کا تقدس اس کا واحد اور محرک ہو تو بھی کافی ہے کیونکہ یہ تنہا اتنا بڑا مسئلہ ہے جو اس اہتمام کا یقیناً مستحق ہے۔ اب ضرورت ہے کہ اسلام کے سربراہ کلمہ توحید کے علمبردار سے نکل کر باہمی اتفاق سے کسی ایسے ٹھوس اور ثابت طریق کار کو اپنائیں جس میں ان کی موجودہ خستہ حالی کی اصلاح اور درپیش چیلنج کا جواب ہو۔ اب وقت ہے کہ وہ خود کو یہ سوچنے پر مجبور کریں کہ آخر اپنے ملکوں میں وہ اپنے بے سہارا بن کر کیوں رہ رہے ہیں؟ ان کا رعب ان کے دشمنوں کے دلوں سے کیوں نکل گیا؟ وہ معزز ہونے کے باوجود ذلیل و خوار کیوں ہو رہے ہیں؟

کوئی بھی اسلامی اجتماع اس وقت تک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ قرآن کے اس واضح اور روشن مؤقف کے معیار پر نہ اترے کہ عزت درحقیقت اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے: فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (المنافقون: ۸)

ہم صرف اس وقت راہ راست پر ہو سکتے ہیں کہ عزت کا معیار اپنا عقیدہ اور اپنے دین کے احکام کی پابندی کو سمجھیں۔

بیت المقدس کا مسئلہ اس اجتماع کے پروگراموں کا اصل اور اہم موضوع بحث ہونا چاہیے اس وقت ہماری نگاہیں پوری دنیا کے مسلمانوں پر مرکوز ہیں اس وقت ہر مسلمان زبان حال سے اپنی قوم کو مخاطب کر کے یوں کہہ رہا ہے کہ بیت المقدس کی آزادی کا حل تلاش کیجئے ورنہ آپ قصوروار اور عظیم گناہ کے مرتکب قرار دیئے جائیں گے۔ یہ فریضہ آپ پر صرف وہاں کے مسلمان باشندوں کی خاطر نہیں بلکہ تمام ممالک اسلامیہ اور مطلق عقیدہ کی آزادی کی خاطر بھی عائد ہو رہا ہے کیونکہ اسلام ہی وہ دین ہے جو سب سے پہلے اس عظیم حقیقت کا اعلان کر چکا ہے "لا اکراہ فی الدین" دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے۔

اے الامور کے اجتماع میں شریک ہونے والی قوم کے رہنما! بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں اور (اس کے عوض) ان کے لئے جنت تیار کی ہے یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور خود بھی مارے جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کا سچا وعدہ ہے:

﴿إِنَّ اللهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ﴾

(التوبۃ: ۱۱۱)

مسلم نوا صرف آپ ہی کا دین یہ امتیاز رکھتا ہے کہ وہ پوری دنیا کے لئے رحمت بن کر آیا، اللہ کے برحق انبیاء میں تفریق نہ کرنا اور ہر سماوی عقیدہ پر ایمان اس دین کی اولین شرائط میں داخل ہے۔

اب ان حقائق کی روشنی میں اپنے مقدسات کی آزادی کے لئے ہونے والی جنگ ہمارے لئے دو رخی حقیقت مبغوض تعصب اور قابل نفرت فرقہ واریت کے خلاف جنگ ہوگی، اس سے اسلام کی فراخدلی کی تائید اور اس کی وسیع النظری دنیا پر عیاں ہوگی۔

یہود اور مسیحی گذشتہ چودہ صدیوں تک مسلسل مسلمانوں کو قدس، مسجد اقصیٰ اور دوسرے مقدسات کے کلید بردار تسلیم کرتے رہے، وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر یروشلم القدس اور دنیا کے دوسرے اسلامی ممالک میں اسلام کی وسعت قلبی کے زیر سایہ امن وامان کی زندگی گذارتے رہے، البتہ اسلام کی وسعت قلبی ہمیشہ ایسے وقت میں لڑائی کی اجازت بلکہ اس کو ضروری قرار دیتی ہے جبکہ دوسرے عقیدے کے ہمدرد سماوی عقیدہ کی راہ میں کوئی رکاوٹ بن کر کھڑا ہونے کی کوشش کرے۔

قدس کی آزادی کے بعد اگلا مرحلہ مسلم اتحاد کے لئے کوشش

قدس اور مسجد اقصیٰ کو دشمن کے قبضہ سے چھڑا لینے کی تدبیر اور منصوبہ بندی کے بعد اس اجتماع کا دوسرا اہم مسئلہ مسلم اتحاد کے لئے خصوصی اقدام ہونا چاہیے، جائے اس کے کہ مسلمان آپس میں منتشر ہو کر دوسروں کے رحم وکرم پر زندہ رہیں ان میں اتحاد پیدا کر کے ان کو امت واحدہ بنانا چاہئے۔

وحدت امت کی دعوت دے کر میں کوئی مخصوص اور محدود گروہ بندی مراد نہیں لے رہا ہوں، کیونکہ اسلام کسی گروہ یا قوم کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیا کے لئے دین رحمت بن کر آیا ہے میں تو صرف حکم خداوندی کے مطابق مسلمانوں کو پوری دنیا کی ہدایت کے لئے متحد دیکھنا چاہتا ہوں۔

دنیا میں موجود یہ متعدد گروہ بندیاں مختلف نظریات کی بنیاد پر وجود میں آئی ہیں، یہ نظریات اپنے مبدا اور فکر کے اعتبار سے کتنے ہی بلند کیوں نہ ہوں، بہر حال انسانی ارادے کے تابع ترمیم واصلاح کے قابل،

کمزوری اور کوتاہی کے اسباب کی تلافی کے محتاج ہوتے ہیں لیکن اسلام اندکی و دوائی اور ناقابل تغیر شریعت ہے جس میں مجرد قصور و ضعف کے لئے ذرا بھی گنجائش نہیں۔

﴿ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [الروم: ۳۰]

یہی ہے سیدھا دین لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

یہ نظریات وجود میں آکر ختم ہو جاتے ہیں ترقی کے بعد تنزل کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن اسلام اپنے اصول میں پہاڑ کی طرح بلند اور بے پایاں رسوخ کا مالک ہے، اس کے متبعین اس وقت بھی مصائب سے دوچار ہوئے ہیں جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ نفس و خواہشات کے بندے دنیا کے پیچھے پڑ گئے اور دنیا نے ان سے منہ موڑ کر طویل سمجھوتی کے عالم میں ان کو حیران و سرگردان چھوڑ دیا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی بڑی طاقتیں جب بھی اپنے کسی نظریہ کو فروغ دینا چاہتی ہیں تو ایک ایسی مادی کش مکش اور جنگ کا ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں انسانی معاشرہ ایک طویل عرصہ کے لئے مصائب و آلام سے دوچار ہو جاتا ہے، یہ معاشرہ ان مصائب کا حل تلاش کرتے کرتے ناداستہ طور پر اسلام کے قریب آجاتا ہے لیکن اسلام کے مفکرین اپنے موقعوں کو غنیمت سمجھ کر فائدہ نہیں اٹھاتے کہ حقیقت پسندی اور راہ نجات کی نشاندہی کرتے ہوئے اس حیرت زدہ معاشرہ کو بتلائیں کہ اب ان آلام و مصائب سے اس کی خلاصی صرف اس دین کی اتباع میں ہے جو پوری دنیا کے لئے رحمت بن کر آیا ہے۔

اس وقت دنیا ایک المناک تشنج میں مبتلا ہو کر جہالت پر پیشانی اور گمراہیوں نے اس کو بری طرح گھیر رکھا ہے، وہ ان خود ساختہ مذاہب کی بندشوں سے نجات پانے سے لئے بے قرار ہے، بیشک یہ آزادی صرف اس وقت اس کو نصیب ہو گی جبکہ فکر اسلامی کے لئے راہ ہموار کرنے والی رحمت کے فیضان قرآن کی صحیح تحقیق اور دنیا کے موجودہ افکار و نظریات کے متبادل کا سامان فراہم کریں۔

دنیا کے تمام وضعی نظام جو بظاہر اجتماعی عدل و انصاف کے نظریہ کے تحت وجود میں آئے ہیں وہ اشتراکیت ہو یا شیوعیت یا سامراجیت ہو یہ سب بلا استثنیٰ اسلام کے مقابلہ میں عدل اور انصاف پر مبنی نظام کے مقابلہ سے عاجز اور بے بس ہیں، یہ تمام وضعی نظام وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتے رہتے ہیں، ہر تجربہ اور تحقیق عمل کے بعد ان کے بہت سے اصول فرسودہ اور غلط ثابت ہو جاتے ہیں، یہ ہر حال انسانی ذہن کی پیداوار ہیں اور انسان اپنی ذات میں، اپنی موت اور حیات میں، اپنی تندرستی اور مرض میں، اپنی خشی اور غضب میں جیسے عاجز بے بس اور قوانین قدرت کا پابند واقع ہوا ہے ایسے ہی اس کی خود ساختہ ہر چیز عجز و قصور اور حدوث و نقص کا مجسم نمونہ اور پیکر ہے لیکن اسلام کا وضع کردہ نظام سرتا پا خیر ہے وہ اپنے اندر دائمی توانائی اور حیات جاوداں رکھتا ہے، وہ نقص و حدوث کے شائبہ سے بالا ہے، وہ دین دنیا کی فلاح کا نظام ہے، وہ ایمان و عرفان کا سرچشمہ ہے، وہ حق اور

انعام نے کا موں اور دکا ئنات کے لئے رحمت کا پیغام ہے۔

اب اگر اس حقیقت سے وقت کے ان مفکرین نے پہلو تہی کرلی جو امت مسلمہ کو درپیش مسائل کے حل کے لئے غور کررہے ہیں تو وہ اپنا راستہ کھو بیٹھیں گے، ترقی کے اسباب کی تلاش میں ان کی محنت اکارت ہی ثابت ہوگی، وہ مطلوب منزل تک کبھی پہنچ نہیں پائیں گے اور آخری اور حتمی نتیجہ یہی ہوگا کہ اپنے تمدن اور ترقی سے ہاتھ دھو کر زبوں حالی کا شکار ہوں گے۔

برادران اسلام! ان وقتی ظلموں کی وہ خوبیاں جو انسان کی فلاح و بہبود سے متعلق ہیں اسلام میں بدرجہ اتم موجود ہیں، جبکہ اسلام کے اسلوب کو یہ برتری حاصل ہے کہ وہ رحمت کا دین بن کر ہمیشہ انسان کو عزت و تکریم سے ہمکنار کرتا چلا آرہا ہے، اسلام انفرادی، اجتماعی اور عالمی سطح پر اپنی رحمت کے مظاہرہ کے لئے اسلوب جدا گانہ رکھتا ہے، وہ اس اسلوب عمل سے اس بات کی پرزور تعلیم دیتا ہے کہ بنی نوع انسان کا باہمی ربط، اخوت و صداقت کے جذبات پر مبنی ہونا چاہیے، باطل و قبیل کی داستان غم کو مزید طول دینے کی وہ اجازت نہیں دیتا۔

اسلام انسان کو وہ بلند و بالا عزت مقام دیتا ہے جس کی تحدید خود خدا وند قدوس نے اس انسان کی تھی جبکہ اس کے علم سے فرشتے آدم علیہ السلام کے سامنے ان کی عزت و اکرام کے لئے سربسجود ہو گئے تھے۔

آئیے ہم سب کا فرض انصاف سے کام لے کر نظریہ اسلام کی اشاعت کے لئے فوراً قدم اٹھائیں اپنا نصب العین بنالے تاکہ اللہ کے اس دین میں جوق در جوق داخل ہونا شروع ہو جائیں گے، دنیا کی طاقتیں اپنے افکار و نظریات کو مادی قوت کے ذریعہ نافذ کرتی ہیں، جبکہ اسلام اپنا علم و انصاف پھیلانے میں روحانی قوت کا سہارا لیتا ہے جس دن اسلام کے داعی اور مبلغ دنیوی اشغال سے جان چھڑا کر خیر کی مخلصانہ دعوت دینا شروع کریں گے تو اس وقت انسانی معاشرہ میں نئی مادی طاقتیں کرشمہ سے چھوٹے گروہ نجات پا کر امن پائے گا۔

میں ایک بار پھر اس حقیقت کو دہراتا ہوں کہ میں توحید کے علمبرداروں کو اتحاد کی دعوت دے کر دنیا کی موجودہ گروہ بندیوں کے معیار پر ایک اور گروہ کا قیام نہیں چاہتا ہوں بلکہ میں صرف ان کا اتحاد ان پر عائد شدہ فرائض کی انجام دہی کے لئے ضروری سمجھتا ہوں، اس وقت ان کا کام سے مقدم یہ ہے کہ وہ اسلام کے نور کو پھیلائیں اس کے اصول کی حقانیت اور وقت کے خود ساختہ تمام افکار و نظریات پر اس کا غلبہ ثابت کردکھائیں اور اس میں شک نہیں کہ اسلام اپنے عادلانہ اصول سے کائنات کے رحمت بن کر وقت کی مشکلات کے حل پر قادر چلا آیا ہے۔

قرآن کریم کہتا ہے:

اللہ کا ارشاد ہے کہ اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو، اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت دار وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ

اکرمکم عند اللہ اتقاکم ﴾ (الحجرات: ۱۳)

یہ ہے عزت واکرام کی وہ تحدید جو خالق اپنی مخلوق کے لئے کرتا ہے انسان ہی دراصل اس وجود کائنات کا مدار اور اہتمام کا مرکز ہے انسان سے ہر چیز کی بقاء وابستہ ہوتی ہے اس کی اصلاح پر دنیا کی اصلاح موقوف اور اس کے فساد پر دنیا کا فساد مرتب ہے انسان اس اکرام و اعزاز کا مستحق کیوں نہ ہو جبکہ اس کے جد اعلیٰ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ بنایا۔

اسلام ہمیشہ اپنے اصول وتعلیمات کے ذریعہ اپنے پیروؤں کی بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ چلنے کی صلاحیت پیدا کرتا چلا آیا ہے، وقتے وقتے کے ساتھ وحی کے قرآنی نزول سے اسی کی جو تربیت ہوئی ہے اس میں احوال وظروف کی تبدیلی کو ملحوظ رکھنے کی یہی حکمت کارفرما تھی۔

اسلامی ان تربیت یافتہ اقوام کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ قرآن کریم کی روشنی میں وقت کی ہر مشکل کا اسلامی حل تلاش کریں، وہ صرف قرآن کے حفاظ، اس کی تفسیر اور حدیث پر اتھارٹی کرنے والے نہ ہوں بلکہ قرآن ان کا نصب العین ہو، ان کے باہمی معاملات میں حکم اور ان کی سیرت وسلوک کے لئے مشعل راہ ہو، ان کی شان یہ ہو کہ وہ فہم کے ساتھ متاثر ہونے والا دل بھی رکھتے ہوں، شعور کے ساتھ اخلاق سے بھی متصف ہوں اور متدین ہونے کے ساتھ اپنے تدین پر فخر کرنے والے بھی ہوں، کیونکہ کسی بھی دین کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پیرو سب سے پہلے اس کو اپنے لئے باعث ناز وافتخار سمجھتے ہوں، دنیا میں اس وقت اگر کوئی جتھہ بندی پائی جارہی ہے تو یہ ان بھلی اور خود ساختہ نظاموں کا نتیجہ ہے، جبکہ اسلام کا وہ اسلام جو مکمل اور سماوی ہے انسان کی عزت واکرام کے لئے آیا ہوا دین ہے۔

اسلامی اتحاد کے دوررس اور خوش آئند نتائج

اس فضل ایزدی کا کیا کہنا جس کی یہ امت صرف اور صرف اس وقت مستحق ہوئی جبکہ راہ حق پر چل کر اپنے خالق، خدائے برتر سے تعلق جوڑنے کا اعلان کردے، اس وقت اتحاد کی جو بے پایاں عجوبیاں اس پر اللہ کی طرف سے ان کا تصور اور ادراک ناممکن ہے، اس امت کی نصرت وفلاح اس کی استقامت علی الحق اور تعلق باللہ کی مقدار پر ہوگی۔

تالیف قلب اور باہمی اخوت کے جو آثار گذشتہ رمضان کی جنگ میں نظر آئے اس وہم میں اس سے قبل ان کی نظیر شاید ہی کسی نے دیکھی ہو، عربوں نے باہمی اتحاد کا ثبوت دے کر اپنا وجود ثابت کیا اور اس عام پیشہ ور اہل تالیف بین القلوب کا وہ اکرام خداوندی تھا جس کو قرآن کریم ان الفاظ میں بیان کرتا ہے "اگر تم روئے زمین کے سارے خزانے بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت نہ پیدا کر سکتے مگر (وہ تو) اللہ (ہی تھا) جس نے

ان لوگوں میں الفت پیدا کر دی۔ ﴿لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ﴾ (الانفال: ۶۳)

اب غور کرنے کی بات ہے کہ صرف عرب اتحاد دشمن سے برسر پیکار ہونے کے وقت جب یہ نتائج پیدا کر سکتا ہے تو اسلامی اتحاد سے کہیں زیادہ قیمتی اور دور رس نتائج کی امید وابستہ کی جا سکتی ہے، امت مسلمہ کے متحد ہونے کی صورت میں وہ دور رس نتائج اور آثار ظاہر ہوں گے جن کی فعالیت اور قوت کا اندازہ حساب و شمار کی قید سے بالاتر ہوگا۔

پس اے میرے خدا! اپنے فضل سے امت مسلمہ کا انتشار اتحاد میں تبدیل کر کے اس کو اپنے دشمن کے مقابلہ کے لئے ایک صف میں کھڑے ہونے کی توفیق عطا فرما، اے اللہ حق کی راہ میں اس کو جمع ہونے اور ایسی قوت بن جانے کی توفیق عطا فرما جس سے تیرے اور ہمارے دشمن خوف زدہ ہوں، وہ دشمن جن کو ہم جانتے ہیں اور وہ بھی جن کو ہم نہیں جانتے صرف آپ ہی ان کو جانتے ہیں، اے اللہ! ہمارے اس اجتماع کو اس کے کاموں میں درستی کا سامان عطا فرما، اس اجتماع کے ذریعہ اس امت کو وہ سعادت نصیب فرما جو ان کے اسلاف کو نصیب ہوئی تھی بے شک آپ ہر چیز پر قادر اور دعا قبول کرنے والے ہیں۔

[ربیع الاول ۱۳۹۴ھ / اپریل ۱۹۷۴ء]

دورۂ انگلستان

الحمد للہ ماہ رمضان المبارک میں کچھ لمحات حرمین شریفین میں نصیب ہوئے، انگلستان کی دینی دعوت آئی تھی، اگرچہ صحت اچھی نہیں تھی اور ڈاکٹروں کی حتمی رائے سفر نہ کرنے کی تھی اور خود مجھے بھی تردد ضرور تھا لیکن استخارہ کر کے اللہ کا نام لے کر میں جدہ سے ۲۲ نومبر ۷۳ء کو روانہ ہو گیا، مانچسٹر فیلڈ میں جاتے ہی ایک جدید حادثہ سے دوچار ہوا، ڈاکٹروں نے تین روز سکوت اور ایک ہفتہ آرام کا مشورہ دیا لیکن بیانات کا نظم بن چکا تھا اور اس کا اعلان ہو گیا تھا اس لئے بادل نا خواستہ ڈاکٹروں کے مشورے کے خلاف کرنا پڑا، الحمد للہ کہ تقریباً تمام پروگرام حق تعالیٰ شانہ نے پورا کر دیا متعدد مقامات پر جانا ہوا اور جن دینی اہم مسائل کی ضرورت سمجھی ان پر بیانات ہوئے بدر سفیلڈ، بولٹن، ڈیوزبری، بلیک برن، پرسٹن، بریڈفورڈ، گلسٹر، واسال، برمنگھم، وارمنسٹن، کونٹری، لسٹر، لیسٹر اور خود لندن کے مختلف مقامات میں پروگرام بن چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے باوجود صحت کی خرابی و حیثیت کی ناسازی کے محض اپنے فضل و کرم سے توفیق نصیب فرمائی، متعدد دینی موضوعات پر بیان ہوا مثلاً:

① دین اسلام حق تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔
② اسلام اور بقیہ مذاہب کا موازنہ۔
③ دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا موازنہ۔
④ دنیا کی زندگی کی حقیقت۔

⑧ محبت قلب دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کا ذریعہ حقیقی اسلام ہے۔

⑨ اسلام کی طرح ہدایت قلوب کا ذریعہ ہے تیک کی طرح بقائے ملک کا ذریعہ بھی ہے۔

⑩ ہندوستان میں مسلمانوں کی زندگی و فلاح۔

⑪ دنیا کی زندگی میں انبیاء اور آخرت سے دوری کی حکمت۔

⑫ انگلستان میں مسلمانوں نے انگریزی انتخاب نمائندہ کیا تو ان کا عقل نہایت نازیبا ہے۔

⑬ انگلستان کی پارلیمانی زندگی میں مسلمان نمائندوں کی تجویز۔

⑭ نظام تعلیم کے ذریعہ کے نتائج مہلک سے بچنے کے لئے اقدامات۔

⑮ محبت رسول کی روشنی میں سنت و بدعت کا مقام۔

⑯ حضرات انبیاء کرام کی عصمت اور حضور پر نور کا مقام۔

⑰ انگلستان میں علماء دین کی زندگی کی تجویز۔

⑱ روایت بدل دینے کے بعض مسائل میں علماء کا اختلاف اور اس کا حل۔

⑲ قادیانی مسئلہ اور اس کا تحقیقی حل۔

وغیرہ وغیرہ ان تمام کے علاوہ سینکڑوں سوالات اور ان کے جوابات میں دارالحرب اور دارالاسلام اور ان کے احکام کے مختلف زاویوں اور پہلوؤں کی اسلام میں اہمیت اور ان کے مصالح و مفاسد وغیرہ وغیرہ بے شمار مسائل زیر بحث آئے اور پوری مقدور کے مطابق ان اشکالات کے حل کرنے کی کوشش کی گئی۔

انگلستان کے اس سفر میں جہاں یہ خوشی ہوئی کہ وہاں فضا مسلمانوں میں بھی جاری ہے اور ہر شہر میں مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہے، جماعت خانے اور مسجدیں بھی کثرت سے بنتی جارہی ہیں، مکتب اور سکول قائم کیے جارہے ہیں، تبلیغی جماعت کی نقل و حرکت سے بھی تعداد نوجوانوں میں دینی رجحانات بڑھتے جارہے ہیں، لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ احساس شدت سے پیدا ہوا کہ ہم مسلمان خصوصاً اہل علم فریضہ دعوت و تبلیغ میں انتہائی مقصر ہیں، مسلمانوں کو بے حیائی، اصلاح کی ضرورت ہے اور اگر حکمت و نظم کے ساتھ موثر انداز سے اربابِ کفر کو بھی دعوت پیش کی جائے تو قبول کرنے کی بڑی توقع ہے، ان کافروں کا خصوصاً نوجوانوں میں [illegible] تہذیب و معاشرت [illegible] ہے [illegible] کی تلاش [illegible] سکون دل اور آرام جان کے لئے [illegible] ان کے [illegible] ان کے [illegible] ان ک

اپنی کمزوری اور موت زدگی سے تائب ہونے کے لئے فوراً تیار ہو جائیں۔

یورپ کے ملکوں میں کہ مسلمانوں کی زندگی صحیح اسلامی زندگی ہوتی مرے سے یہ تک کہ اسلام موجود ہے اور اخلاق و ملکات تمام مسلمانوں کے سے ہوتے ان کی صورت، ان کی سیرت جس پر کہ ہوتی تو ان کے وجود سے خاموش تبلیغ ہوتی بغیر زبان ہلائے اور باب کھولے تبلیغ ہوتی۔ اسلامی اخلاق اور اسلامی صورت و سیرت میں غضب کی جاذبیت ہے۔ ذرا بھی جدید تعلیم کو ٹھیس نہ لگے بات تک پیدا ہوتے ہیں اور بسا اوقات مسیحی پادری اسلام کو بدنام کرنے کے لئے اسلام پیش کرتے ہیں تاکہ جہالت اسلام سے نفرت کریں۔ اس وقت کتنی اندازاً اور موثر سیرت پر اقدام و تنظیم کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر اسلامی علوم کے ساتھ صورت و اسلامی سیرت مل جائے تو ہر ایک شخص مبلغ اور داعیت بن جائے، بہرحال موثر ترین چیز کردار و عمل ہے۔ اگر علم بہت بھی ہے لیکن زندگی غیر اسلامی ہے تو غالباً اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ دعوت و تبلیغ کی تاثیر کے لئے ضروری ہے کہ عمل کردار، قول و بیان کی تکذیب نہ کرے اس لئے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾

[البقرة: ٤٤]

کیا خوب ہے کہ اوروں کو نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے؟ حالانکہ تم تلاوت کرتے ہو کتاب کی تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے؟

لیکن افسوس کہ یہ ہو رہا ہے کہ مسلمان اور کافر کے درمیان نہ صورت میں کوئی فرق رہا نہ سیرت میں، نہ تہذیب میں، نہ معاشرت میں، نہ اطوار میں، نہ اخلاق میں تو کافر کس چیز سے متاثر ہو؟ بلاشبہ مسلمان کے دل میں عقیدہ اسلامی ہے لیکن اگر یہ عقیدہ دل میں راسخ ہے تو سیرت کی تخلیق میں اس کو موثر ہونا چاہئے بلکہ اس کے برعکس ہو رہا ہے کہ مسلمان معاصرت میں کافروں سے زیادہ گئے گذرے ہیں۔ جھوٹ، دھوکہ، وعدہ خلافی، خیانت، بے رحمی اور ظلم و تعدی ان ایسی باتیں ہیں جن میں اس طرح مبتلا نظر آتے ہیں کہ ایمان و اخلاق۔

کتنے شرم کی بات ہے کہ مسلمان اسلام کا علمی اور عملی اور اخلاقی و تہذیبی نمونہ پیش کرنے کے بجائے ایسے کردار کے حامل ہوں کہ جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود و نصاریٰ کافروں کے تمام مظاہر مغربی اخلاق و اعمال کی بنیاد محض نفس اور مفاد پر ہے یا زیادہ سے زیادہ ان کے پیش نظر ہیں لیکن ایسے دیانتدار ہیں کہ اپنے خیال کو ہمیشہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دیانتداری کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھتے ہیں کہ مسلمان وعدہ خلافی، خیانت اور جھوٹ ہی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں۔ ظاہر فریب ان کو دیکھ کر پسند کرتے ہیں۔ الغرض اسلام کی تبلیغ میں سب سے زیادہ رکاوٹ خود مسلمانوں کی نااہلی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اور مسلمانوں کو دے ان کے لئے یہ بات ہے جس وہ بے تاب کر دینے والی ہے۔

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر مبشرات

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جانا بہت ہی عظیم برکات کا کارنامہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے منکروں کا مسلمانوں سے خارج کرنا صرف مسلمانوں کے حق میں ایک نا سور تھا بلکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک بھی بے تاب تھی، قادیانی مسئلہ کے حل پر جہاں تمام ممالک کی جانب سے تہنیت وصول ہوئی کے پیغامات آئے وہاں متعدد مبشرات کے ذریعہ عالم ارواح میں اکابر امت اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت و بہجت بھی محسوس ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق مبشرات ذکر کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تاہم اہل ایمان کی خوشخبری کے لئے اپنے دو بزرگوں سے متعلق بشارت منامیہ بعض مخلصین کے اصرار پر ذکر کرتا ہوں۔

جمعہ ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ صبح کی نماز کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ گویا سفر سے تشریف لائے ہیں اور غیر معتدبہ کے صورت لوگوں کا بہت ہجوم ہے لوگ مصافحے کر رہے ہیں جب ہجوم ختم ہو گیا اور تنہا شیخ رہ گئے تو دیکھتا ہوں کہ بہت وسیع چبوترہ ہے جیسے اینٹ بنا ہوا ہو اس پر فرش ہے اور اوپر جیسے شامیانہ ہو، بالکل درمیان میں شیخ تنہا تشریف فرما ہیں، دو تین سیڑھیوں پر چڑھ کر خدمت کے لئے پہنچا، حضرت شیخ اٹھے اور گلے لگایا، میں ان کی ریش مبارک اور چہرہ مبارک کو بوسے دے رہا ہوں، حضرت شیخ میری داڑھی اور چہرے کو بوسے دے رہے ہیں، دیر تک یہ ادا رہا، چہرہ و بدن کی تازگی زندگی کے آخری ایام سے بہت زیادہ ہے، بے حد خوش اور مسرور ہیں، بعد ازاں میں زانوؤں ہو کر فاصلے سے باادب بیٹھ گیا اور آپ سے باتیں کر رہا ہوں، اسی سلسلہ میں یہ بھی عرض کیا کہ بھول گیا کہ "معارف السنن" حاضر کرتا، فرمایا میں نے بہت خوشی اور مسرت کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا ہے اب پچھلی جلد کا مطالعہ کر رہا ہوں، میں نے عرض کیا کہ میرے پاس تو علم نہیں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا بس اس کی تشریح و توضیح و خدمت کی ہے، بہت مسرت کے لہجے میں فرمایا کہ بہت عمدہ ہے۔

شوال ۱۳۹۴ھ میں لندن کے قیام کے دوران خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا وسیع مکان ہے گویا ختم نبوت کا دفتر ہے، بہت سے لوگوں کا مجمع ہے، میں ایک طرف جا کر سفید چادر جس طرح کہ احرام کی چادر ہوتی ہے باندھ رہا ہوں، بدن کا اوپر کا حصہ برہنہ ہے کوئی چادر یا کپڑا نہیں، اتنے میں حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی زیارت میں کہ احرام والی سفید چادر کی لنگی باندھی ہوئی ہے اور اوپر کا بدن مبارک بغیر کپڑے کے ہے میرے دائیں کندھے کی جانب سے تشریف لائے اور آتے ہی مجھ سے چمٹ گئے، پہلا جملہ یہ ارشاد فرمایا "واہ میرے پھول" پھر دیر تک معانقہ فرمایا، میں خواب ہی کی حالت میں خیال کرتا ہوں کہ مبارک باد کے لئے تشریف لائے ہیں واللہ۔

منامات کی حیثیت مبشرات کی ہے اس سے زیادہ ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، بہر حال تادیبی ناسور کے علاج سے نہ صرف زندہ بزرگوں کو مسرت ہوئی بلکہ جو حضرات دنیا سے تشریف لے گئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بھی اس سے بے حد و پایاں خوشی ہوئی ہے، فالحمد للہ۔

علاقائی ثقافتی میلے اور اسلام

یکم دسمبر سے کراچی میں ایک ثقافتی میلہ منعقد کیا جارہا ہے، جس میں سندھی، پنجابی، پٹھانی اور بلوچی ثقافتوں کی نمائش کی جائے گی، اسلامی لغت "ثقافت" کے لفظ سے نا آشنا ہے، قرآن کریم حدیث نبوی اور دیگر اسلامی ذخائر میں یہ لفظ کہیں نہیں ملتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد مکارم اخلاق کی تکمیل قرار دیا(۱) مگر یہ کہیں نہیں فرمایا کہ میں ثقافت کی تعلیم کے لئے آیا ہوں۔

دراصل انگریزی میں کلچر کا لفظ تہذیب و تمدن اور اسلوب زندگی کے معنی میں رائج تھا، ہمارے عرب اباء نے اس کا ترجمہ ثقافت سے کرڈالا اور جب سے یہ لفظ مسلمانوں میں کثرت سے استعمال ہونے لگا مگر یہ مہمل لفظ آج تک شرمندۂ مفہوم و معنی نہیں ہوا، ہر شخص نے اپنے ذوق کے مطابق اس کا مفہوم متعین کرنے کی کوشش کی اور آج کل عموماً اسے رقص و سرود، ناچ رنگ، عریانی اور حیائی کے مناظر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، خیر کچھ بھی ہو کہنے کی بات یہ ہے کہ اس اسلامی ملک میں ان علاقائی ثقافتوں کی ترویج و نمائش، درحوصلہ افزائی کا کیا مقصد ہے؟ سندھی ثقافت آخر کیا بلا ہے؟ اس سے مراد محمد بن قاسم کی ثقافت ہے یا راجہ داہر کی؟ پنجابی ثقافت کیا چیز ہے؟ کیا راجا رنجیت سنگھ کی ثقافت کا احیاء مقصود ہے؟

سندھی ایک مسلمان بھی ہوسکتا ہے اور کافر بھی، پنجابی ایک مومن بھی ہوسکتا ہے اور ایک سکھ بھی، بلوچی بھی ایک مسلم بھی ہوسکتا ہے اور ایک یہودی بھی، جب آپ سندھی، پنجابی اور بلوچی ثقافتوں کی نمائش کریں گے تو وہ ایک مسلم و کافر کی مشترکہ میراث ہوگی، سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان کو بحیثیت مسلمان کے اس سے کیا دلچسپی ہے؟ کیا پاکستان انہی چیزوں کو نمایاں کرنے کے لئے بنایا گیا جن میں دنیا بھر کے کافروں کی تسلی کا سامان تو ہو مگر اسلام اور مسلمانوں کو ان سے کوئی واسطہ نہ ہو؟

اگر یہ ایک اسلامی ملک ہے اور یہاں کے شہری مسلمان ہیں تو ان سب کے لئے ایک ہی ثقافت ہوسکتی ہے، قرآن حکیم کی تعلیمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ، عقل و ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ اسلام،

---

(۱) "عن ابی هریرة رضی الله عنه، ان رسول الله ﷺ قال: "بعثت لاتمم مكارم الاخلاق"
(المستدرك على الصحيحين، ومن كتاب آيات رسول الله ﷺ التي هي دلائل النبوة ج ۲: ص: ۶۷۰، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

اسلامی تعلیمات اور اسوۂ نبوی کی کسی کو فکر نہیں، مسلمانوں کے اخلاق و معاشرت کی سدھار کی طرف کسی کو توجہ نہیں، اور زندہ کیا جا رہا ہے تو ان ہی تہذیبوں کو؟ اس کے لئے ہزاروں، لاکھوں روپیہ اس مفلس ملک اور بے بس قوم کا صرف کیا جا رہا ہے۔

اور یہ بات بھی شاید ہمارے ارباب حل وعقد کے سوا کسی کی عقل میں نہیں آ سکی کہ ایک طرف تو زبانی بیع خریخ کے طور پر چاروں صوبوں کے درمیان اتفاق و اتحاد کی ضرورت پر زور دیا جاتا ہے، علاقائی عصبیت پھیلانے والوں کو ملک وملت اور قوم و وطن کے غدار کے خطاب سے نوازا جاتا ہے اور دوسری طرف ہزاروں روپیہ خرچ کر کے علاقائی ثقافتوں کو ابھار کر علاقائی عصبیت کی چنگاری کو ہوا دی جاتی ہے۔ ان سندھی، پنجابی، پٹھانی، بلوچی ثقافتوں کو جب اچھالا جائے گا تو اس کا نتیجہ اس کے سوا کیا ہوگا کہ لوگوں میں سندھیت اور پنجابیت، پشتونیت اور بلوچیت کا احساس ابھرے گا، صوبوں کے درمیان منافست اور منافرت بیدار ہوگی اور علاقائی عصبیت کا بھوت عریاں رقص کرنے لگے گا، ایک وطن، ایک قوم، ایک ملت اور ایک مقصد کا احساس اگر کسی کے گوشۂ قلب میں موجود ہوگا تو وہ بھی دب کر رہ جائے گا، کہیں یہ ثقافتی میلے، یہ علاقائی رنگ کی نمائش ملک کے مزید حصے بخرے کرنے کی سازش تو نہیں؟ کیا یہ مسلمانوں میں مزید جنگ وجدال برپا کرنے کی تمہید تو نہیں؟

ان علاقائی ثقافتی میلوں کا ایک اور دردناک پہلو بھی نہایت اہم ہے، اس وقت پورا ملک ہوشربا گرانی اور قلت رسد کی لپیٹ میں ہے، پنجاب، سرحد اور بلوچستان کے بعض علاقوں میں قحط کے سے آثار نمودار ہو رہے ہیں، لوگوں کو ستر پوشی کے لئے کپڑا اور جسم وجان کا رشتہ قائم رکھنے کے لئے قوت لایموت کا حصول بھی مشکل ہو رہا ہے، خشک سالی نے آئندہ فصل کے لئے بھی بیم وخوف کی شکل پیدا کر دی ہے، بجلی اور پانی کی قلت سے زمین بنجر اور کھڑی فصلیں خشک ہو رہی ہیں، حالات کے دباؤ نے لوگوں میں اندیشہ ہائے دور دراز پیدا کر دیئے ہیں، ہر شخص فکرمند نظر آتا ہے۔

اگر کسی کے دل میں رحم و انصاف کی کوئی رمق ہو تو اسے سوچنا چاہیے کہ ان سنگین حالات میں یہ ملک ان ثقافتی عیاشیوں کا متحمل ہے؟ ان حالات میں تو یہ واستغفار اور انابت الی اللہ کی ضرورت ہے یا ان مختلف علاقوں کے ناچ رنگ کے ڈراموں کی؟

خدارا! اس ملک پر رحم کیجئے، اس قوم پر رحم کیجئے، قوم وملک کو ان لعنتوں میں گرفتار کر کے خدا کے غضب کو دعوت نہ دیجئے، اگر اسلامی ملک کی اصلاح وفلاح اور مسلمانوں کے امن وسکون کے اسباب مہیا کرنا آپ کے بس کی بات نہیں ہے تو کم از کم ان تباہی و بربادی کے جہنم میں تو نہ دھکیلئے:

"مرو نخیز تو امید نیست، بد مرسان"

مسلمانوں کا اسوۂ و نمونہ اور نصب العین

زندہ قومیں تاریخ کے دھارے میں اپنا راستہ خود بناتی ہیں ان کے پاس خود اپنا نصب العین ہوتا ہے وہ اپنا طریق کار خود وضع کرتی ہیں انہیں دوسروں کے اشارہ و چشم و آبرو کی حاجت نہیں ہوتی وہ ان کی دوسری غیروں کے پامال راستوں پر چلنے کی انہیں عبادت دیتی ہے مسلمانوں کے پاس سفر حیات کے لئے اپنا نصب العین ہے اپنا طریق کار ہے اور اپنا توشہ سفر موجود ہے انہیں کسی نظریہ حیات سے نصب العین مستعار لینے کی ضرورت نہیں وہ زاد سفر کے لئے غیروں کی زلہ ربائی کی حاجت نہیں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ تکمیل اغراض میں یہ اپنے نصب العین سے غافل ہو کر اپنے گھر کی ساری دولت سے ہاتھ دھو بیٹھے اس کا نتیجہ ہے کہ آج ان کے لئے اسوۂ و نمونہ انبیاء و دنیا نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ ہیں وہ چیز جس غیروں کے دست نگر ہیں ان کی مثال ان بدقسمت شاعر کی ہے جو چند دریوزہ گر فقروں کے بھکاوے میں آ کر گھر سے نکل جائیں اور در بدر جا کر بھیک مانگا کریں وہ بھی وقت پوری دنیا کی قسمت کے مالک تھے لیکن آج قوموں نے بڑے بڑے دستر خوان کی ریزہ چینی میں فخر محسوس کرتے ہیں فیا لعجب۔

اسلام اور سوشلزم

ایک مدت سے ہمارے یہاں سوشلزم کے نعرے لگ رہے ہیں مسلمانوں کو بہکانے کے لئے اس پر بڑے حسین و دلنشیں لیبل چپکائے جا رہے ہیں، اسلامی سوشلزم، اسلامی مساوات، مساوات سوشلزم وغیرہ وغیرہ لیکن ان بھولے شاعروں سے کون پوچھے کہ حضرات یہ سوشلزم کس کے دستر خوان کا چبایا ہوا نوالہ ہے جسے آپ فخر سے کھا رہے ہیں، سوشلزم کی تحریک کا بانی کون تھا؟ اس کی تاریخ کیا ہے؟ اس کے بنیادی عناصر کون کون ہیں؟ اس کا طریق کار کیا ہے؟ یہ کہاں سے آیا؟ کن کن راستوں سے گذرا؟ اس میں کیا کیا تبدیلیاں پیدا ہوئیں؟ اس نے اس نوبت سے کیا کیا سلوک کیا؟ وغیرہ وغیرہ۔

جس قوم کے پاس قرآن حکیم جیسا دستور العمل موجود ہو، جو نبی آخر الزماں حکیم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ عقیدت سے وابستہ ہو، جسے اسلام جیسا پاکیزہ دین نصیب ہوا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جو قوم خداوند ذوالجلال کی عنایت و ہدایت اور نصرت و مدد اپنے ساتھ رکھتی ہو اسی قوم کے افراد کی ذہنیت اور زبوں حالی دیکھو کہ وہ روٹی کے چند ٹکڑوں کے لئے کارل مارکس اور لینن کے دروازہ پر سجدہ ریز ہے، مغربیات کی مزبلیں خوشنما اور شیف ماؤزے تنگ سے چھپ چھپ کر تعلیم کر رہی ہے اور زندگی کے ہر گام و قدم میں قرآن فرقان اور محمد ان ہدایت کے نقش پا کو دیکھ دیکھ کر چھٹی کر رہی ہے۔

ہم مسلمانوں کو دو ٹوک لفظوں میں بتا دینا چاہتے ہیں کہ اسلام کسی ازم اور کسی نظریہ حیات کا محتاج نہیں،

نہ ان سے مصالحت اور پیوند کاری کا متحمل ہے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا قطعی فیصلہ ہے:

"لو کان موسی حیاً لما وسعه الا اتباعی"(۱) (مشکوۃ)

"موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔

امن و عافیت کا راستہ

جو لوگ مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کے لئے اسلام کے ساتھ سوشلزم وغیرہ کے نعرے لگاتے ہیں وہ مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں بلکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا رشتہ عقیدت توڑ کر انہیں غیروں کی دریوزہ گری کی دعوت دیتے ہیں اور سچ پوچھئے تو یہ لوگ نہ اسلام کے مخلص ہیں، نہ سوشلزم کے، اسلام اور سوشلزم کے ملغوبے سے ان کا مقصد محض اپنی خواہشات کی تکمیل ہے اور بس۔

سوشلزم کے مصنوعی نعروں کا شیرازہ قوم اے، میں ایک بار بکھر چکی ہے، ملک دو ٹکڑے ہوا، زلات و رسوائی کا ریکارڈ پہلی بار مسلمانوں نے قائم کیا، اندرون ملک بے چینی و بے قراری نصیب ہوئی، امن و امان اور راحت و سکون قصہ پارینہ بن گیا، روٹی کپڑے کے لئے یہ سب کچھ کیا گیا، مگر جو پہلے بنتی تھی وہ بھی چھن گئی وغیرہ وغیرہ۔

سوشلزم کے یہی انعامات کافی ہیں جو ہمارے ملک کو عطا ہوئے، خدارا اب انعامات کی اس بارش کو بند کیجئے، ان مصنوعی نعروں سے ملک و قوم کے مسائل حل نہیں ہوں گے بلکہ مزید الجھیں گے، امن و عافیت کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ اسلام کی اصل متین کو مضبوطی سے تھامنا، عالم و عامی، راعی اور رعایا، تاجر اور مزدور جب تک اسلام سے نفاق ورزی کی روش نہیں چھوڑیں گے خدا تعالیٰ کی عنایات ان کی جانب متوجہ نہیں ہوں گی۔

وصلی اللہ علی خیر البریة سیدنا محمد وآله واصحابه واتباعه اجمعین الی یوم الدین۔

[ذوالقعدہ ۱۳۹۴ھ / دسمبر ۱۹۷۴ء]

معاہدۂ تاشقند اور اس کے نتائج

جنوری کے پہلے ہفتہ میں تاشقند کانفرنس منعقد ہوئی، اس کے نتیجہ میں پاکستان اور بھارت کے درمیان ایک قرارداد طے پائی، اس قرارداد سے دونوں ملکوں کی فوجوں کے درمیان فائر بندی کی تکمیل ہوگئی اور فائر بندی کی خلاف ورزیوں کا سلسلہ بھی ختم ہوگیا اور اب ایک مقررہ مدت میں جنگی محاذوں سے فوجوں کی واپسی کا مرحلہ سامنے ہے۔

اس قرارداد کا بغور مطالعہ کیا جائے تو وہ گفتگو میں جو تینوں ملکوں کے سربراہوں کے درمیان ہوتی رہی ہیں اور وہ عوامل و محرکات جنہوں نے بالکل آخری مرحلہ پر کانفرنس کو ناکامی سے بچالیا، دنیا کے سامنے نہیں ہیں، اس لئے اس

(۱) مشکوۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی ج: ۱ ص: ۳۰، ط: قدیمی

پوری صورتحال پر صحیح تبصرہ مشکل ہے لیکن جو دردناک حقیقتیں سامنے آچکی ہیں ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے کانفرنس کے نتائج افسوسناک اور مایوس کن ہیں۔

ایک خالم و جارح ملک رحم ملک کے ساتھ ظالمانہ سلوک کرتے ہوئے اخلاق و تواضع اور رحم و کرم کا یہ معاملہ جو قرارداد تاشقند کی صورت میں سامنے آیا ہے سمجھ سے باہر ہے:

امور مملکت خویش خسرواں دانند

جہاں پاکستان کے موقعہ پر پاکستان کے تمام باشندوں میں اتحاد و اتفاق کی جو روح پیدا ہوگئی تھی اور حکومت کو عوام کی غیر مشروط وفاداری اور ان کے درمیان ہر اعتبار سے حاصل کرنے میں جو کامیابی حاصل ہوگئی تھی اور اس کے ساتھ عام مسلمانوں کے عزائم اور حوصلوں میں جو قوت اور پختگی پیدا ہوگئی تھی تاشقند کی اس قرارداد نے اس سب کو ختم کر دیا۔

مزید ستم ظریفی یہ ہوئی کہ جب اس افسوسناک اور ایثار پیشہ قوم نے اس اعلان پر آزادی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کیا تو اس کو دبانے اور ختم کرنے کے لئے جو طریقے اختیار کئے گئے وہ بھی انتہائی افسوسناک تھے۔

اگر قوم کے ان جوانوں کے پرجوش اور مخلصانہ جذبات کی قدر کی جاتی اور انہیں موثر تدبیر اختیار کر کے ان میں اعتدال پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی تو نہ صرف یہ کہ حکومت پاکستان کے حق میں یہ صورت مفید ہوتی اور ملک کے مستقبل کے لئے ایک فال نیک ثابت ہوتی بلکہ دوسرا فریق بھی اس سے متاثر ہوتا اور بھارتی حکومت پر بھی دباؤ پڑتا اور اس کے نتیجہ میں وہ کشمیر کے متنازعہ فیہ مسئلہ کی شدت و اہمیت کو محسوس کر کے اس کو حل کرنے کے لئے جدّ و جہد آمادہ ہو جاتی لیکن اس بے تدبیری نے خود اپنی صفوں میں بھی انتشار اور خلفشار پیدا کر دیا ہے جو اس سلسلہ میں اختیار کی گئی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ نہ اپیلوں کے ساتھ طرز عمل میں حکمت و مصلحت کا لحاظ رکھا گیا ہے اور نہ فریق نزاع کے ساتھ روابط کو طے کرنے میں معاملہ فہمی سمجھ بوجھ کا ثبوت دیا گیا ہے ایک مشہور عربی مثل ہے:

"عذہ بالموت حتی یرضی بالحمی"

بمرگش بیچ تا بپا رضی شود

بہرحال یہ وہ صورت حال ہے جو واضح ہو کر سب کے سامنے آچکی ہے لیکن ہم ان حالات کے ان داخلی اسباب و عوامل کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں جن کو ارباب اختیار نے اب تک قابل اعتنا نہیں سمجھا یا ان کی طرف بہت ہی کم توجہ کی گئی ہے غور طلب یہ ہے کہ آخر یہ انقلاب کیسے آیا وہ حالات کیوں بدل گئے جو دو ان ہنگ روشن حقائق بن کر سامنے آگئے تھے اتحاد کی جگہ افتراق اور یکجہتی اور محبت و مودت کی جگہ بغض و نفرت کیوں پھوٹ پڑے یہ حقیقتیں آخر کیوں بدل گئیں۔

ذہن میں رکھا جائے تو اس سوال کا جواب واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد پاکستان میں پاکستانی افواج، پاکستان کی حکومت اور پاکستانی قوم پر جو انعامات کئے وہ تصور سے بھی بالاتر ہیں، ہر موقع پر نصرت الٰہی کی جو غیبی تائیدات پیش آئیں اور قدرت کاملہ کے جو خوارق و معجزات ظاہر ہوئے ان سے کسی کو انکار کی مجال نہیں ہو سکتی، پوری قوم عزت و مجد سے سرفراز ہوئی، دنیا میں اہل پاکستان کی دھاک قائم ہو گئی اور دوست دشمن سب ہی پاکستانی افواج کی بے مثال بہادری جفاکشی اور پائیدار استقامت کے معترف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی ان عظیم نعمتوں کا حق شکر گذاری سب سے زیادہ صدر محترم پر واجب تھا، پھر وزرائے مملکت پر اور اس کے بعد عام مسلمانوں پر، کیا ہم سب اس حق شکر سے عہدہ برآ ہو گئے؟

نعمت الٰہی کا شکر ادا کرنے کا طریقہ

ظاہر ہے کہ ہر شخص کی شکر گذاری اس کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے، صدر محترم کے ذمہ اس نعمت الٰہی کا شکریہ تھا کہ وہ اپنے اختیارات کو اللہ تعالیٰ کے قانون رحمت و عدل و انصاف، قرآن حکیم، سنت نبویہ اور فقہائے امت کے مرتبہ قوانین کے نفاذ و اجراء کے لئے استعمال کرتے، عزم و ہمت کے ساتھ اس کے لئے فوری تدابیر اختیار کرتے تاکہ جلد سے جلد اس ملک میں محاکم عدلیہ شرعیہ قائم ہو جاتے۔ ان کے عہد حکومت میں قرآن و سنت کے خلاف جو قوانین نافذ کئے گئے تھے ان سب کو منسوخ کیا جاتا، عائلی قوانین کی جو قرآن کی ہدایات و احکام کے خلاف ہیں منسوخی کا اعلان کیا جاتا یا کم از کم ان ستر و تجویزات کو نظر ثانی کے لئے سابق اسمبلی کے متعلقہ علماء پیش کر چکے ہیں ان قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق بنایا جاتا، خاندانی منصوبہ بندی کی اسکیم کو ختم کیا جاتا، شراب نوشی، زنا، سود خواری کی لعنت سے امت کو نجات دلائی جاتی، رقص و سرود کی محفلوں کو خلاف قانون قرار دیا جاتا اور عصمت فروشی کو جرم قرار دیا جاتا، غرض وہ تمام اقدامات کئے جاتے جو صدر محترم کے اس عہد کو پورا کرنے کے لئے ضروری تھے جو انہوں نے غیبی تائیدات کو محسوس فرما کر قوم کے سامنے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔

وزرائے مملکت اپنے دائرہ اختیارات میں عوام میں اسلامی روح پیدا کرنے کی کوشش کرتے، وزارت تعلیم ابتدائی ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے تمام مراحل میں عربی اور دینی تعلیم کو لازمی قرار دیتی، وزارت جنگ فوجی نظام میں غیر اسلامی رسوم کی اصلاح کرکے نمازوں کی پابندی کے احکام نافذ کرتی، اسی طرح مواصلات اور امور خارجہ کی وزارتیں فریضہ حج کی ادائیگی میں سہولتیں اور زیادہ سے زیادہ حجاج کرام کو سفر کی آسانیاں فراہم کرنے کی کوششیں کرتیں، اسلامی ممالک سے زیادہ قریبی اور مستحکم تعلقات قائم کرنے کی تدابیر اختیار کرتیں، وزارت داخلہ مسلمانوں میں اسلامی معاشرت کے پھیلانے اور خدا فراموش قوموں کی تہذیب و تمدن کے ناپاک اثرات سے ملک کو پاک کرنے کی کوشش کرتی۔

عوام کی شکر گذاری یہ تھی کہ جس طرح وہ جنگ کے دوران اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر گناہوں سے تائب ہو چکے تھے اور مسجدوں کو آباد کر چکے تھے، اسی طرح وہ مزید اصلاح، حسن عمل اور حکومت کی ان نیک مساعی میں پر خلوص تعاون کی طرف قدم بڑھاتے۔

اگر ان میں سے ہر طبقہ نے اپنا فریضہ شکر ادا کیا ہوتا تو ہم دیکھتے کہ اس قوم کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبولیت کی کیا کیا برکتیں نازل ہوتیں اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ بڑا اور خاموش عہد پورے ہوتے تو ہماری قوم بھی وعدہ الٰہی کے مطابق قیادت اقوام کی عزت و سیادت کبریٰ کے تاج مرصع سے سرفراز ہوتی، آج ہمارے درمیان جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس ناشکری کے عواقب اور اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد اقرار پورا نہ کرنے ہی کے نتائج ہیں۔

﴿ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ [الانفال: ۵۱]

یہ اسی سبب سے ہے جو کچھ تمہارے ہاتھوں نے کمایا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

دنیا بھی ایک مختصر دار الجزاء ہے، روز جزاء سے پہلے ہی لوگوں کی عبرت و بصیرت کے لئے بعض اعمال کی جزاء کے نمونے بھی اس دنیا میں دکھائے جاتے ہیں، ایسا نہ ہو تا تو طاغوتی طاقتیں اس دنیا کو مسلسل ظلم و عدوان اور فساد و خوں ریزی سے بھر دیتیں۔

اعلان تاشقند کے موضوع پر قارئین بینات کی خدمت میں تفصیلی گذارشات پیش کرنے کا ارادہ تھا لیکن ابھی ابھی "الجمعیۃ" لائلپور کے توسط سے محترم مولانا عبدالرحیم اشرف صاحب کے تاثرات ہم تک پہنچے ہیں اس لئے مزید کچھ عرض کرنے کی بجائے ان ہم آہنگ خیالات ہی کو قارئین بینات کے لئے اس شمارہ میں کسی جگہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ وہ بھی موصوف کے ان پاکیزہ ترشحات قلم سے مستفید ہو سکیں۔

رؤیت ہلال اور نظام شریعت

رؤیت ہلال کے متعلق شریعت کے نظام بالکل فطری مکمل اور پوری طرح قابل اطمینان ہے، جو ایک حکیم فلسفی علم ہیئت کے ماہر اور ایک غیر تعلیم یافتہ بدوی دونوں کے لئے یکساں طور پر قابل اعتماد ہے، قمری نظام جو مشاہدہ اور رؤیت بصری پر مبنی ہے اس حسابی شمسی نظام سے بدرجہا زیادہ باعث یقین اور وجہ طمانیت ہے، جو محض عقل حساب اور یادداشت پر قائم ہے، حساب اگرچہ تقریبی طور پر یقینی ہے لیکن محض عقلی اور علمی ہے اور مشاہدہ و رؤیت کا درجہ یقیناً عقلی اور قمری نتائج سے زیادہ تشفی اور قابل اعتماد و اطمینان ہے، اسی لئے ہر اس کے علاوہ متعدد وجوہ سے شریعت اسلامی نے عبادات، صوم و روزہ کا مدار ہلال کی رؤیت پر رکھا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ [التوبۃ: ۳۶]

بلاشبہ مہینوں کا شمار اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ مہینے ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جس دن کہ پیدا کیا تھا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ان (بارہ) میں سے چار حرام ہیں۔ (جن میں لڑنے کی ممانعت ہے) یہ درست دین ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ [البقرۃ: ۱۸۹]

وہ آپ سے ہلالوں کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے وہ لوگوں کے لئے مقرر وقات (کے بیانیے) ہیں اور حج کے لئے۔

چونکہ ہلال کے ان فطری وقائیت کا معیار و مدار اس کی شکل، رویت و مشاہدہ کو قرار دیا ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا وهكذا"(۱)

ہم ان پڑھ قوم ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب رکھتے ہیں مہینہ یوں اور یوں اور یوں ہوتا ہے آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے اشارے سے ایک مرتبہ تیس اور ایک مرتبہ انتیس کے شمار کی طرف اشارہ فرمایا۔

اور فرمایا:

"صوموا لرؤيته و افطروا لرؤيته فان غم عليكم الهلال فاكملوا عدة شعبان ثلاثين يوما"(۲)

روزہ رکھو اس (ہلال) کو دیکھنے سے اور افطار کرو اس کے دیکھنے سے اور اگر تم پر بادل کے سبب (نہ دیکھنے) سے مانع ہو تو شعبان کا شمار تیس دن پورا کرو۔

قرآن و حدیث کی ان نصوص شرعیہ سے فقہائے امت نے رویت ہلال کے لئے ایک مفصل نظام اور قانون مرتب کیا ہے اور رویت کے شرعی ثبوت کے لئے ایک مفصل طریق کار اور نظام عمل واضح فرمایا ہے اگر علامت پاکستان شرعی طریقوں پر عمل کرے تو عبادات کی تنظیم اور ان کے اوقات کے صحیح تعین میں کبھی انتشار و اضطراب پیدا نہیں ہو سکتا۔

اس مسئلہ میں بعد کے بعض مجتہدانہ اختلاف و اضطراب پیش آیا اس کی وجہ یہی تھی کہ اس موقعہ میں شرعی دستور عمل کو نظر انداز کر دیا تھا اس کے نتیجہ میں قوم کو مذہبی معاملات کے متعلق خلجان سے دوچار ہونا پڑا اور مقتدر ادارے اور حکومت کو اس کے تدارک کے لئے تجدد سے کام لینا پڑا۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ لا نکتب ولا نحسب، ج: ۱ ص: ۲۶۵، ط: قدیمی

(۲) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ اذا رأیتم الهلال... ج: ۱ ص: ۲۵۶، ط: قدیمی

رؤیت ہلال کے شرعی ثبوت کے لئے فقہائے امت اسلامیہ نے جو اصول بیان فرمائے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(الف) رؤیت ہلال کی شہادت علماء کے سامنے آئے اور وہ اس کے رد و قبول کا فیصلہ کریں۔

(ب) شاہد اگر خود علماء تک نہ پہنچ سکیں تو ہر شاہد اپنی شہادت کے دو گواہ بنائے اور پھر یہ گواہ علماء کے سامنے اس شہادت پر گواہی دیں۔

(ج) ... اگر کسی جگہ علماء اور قاضیوں کے سامنے شرعی شہادت پیش ہو جائے تو دوسرے علاقہ میں اس عالم یا قاضی کی سربمہر تحریر پر دو شاہد اپنی شہادت پیش کریں۔

(د) ...ان تین طریقوں کے علاوہ ایک چوتھی صورت استفاضہ خبر (خبر کی شہرت اور تواتر) کی بھی ہے اور وہ یہ کہ ملک کے مختلف علاقوں سے عام اطلاعات ملیں اور ان خبروں سے رؤیت کا ایک گونہ یقین حاصل ہو جائے۔

روزہ اور فطر کو رؤیت ہلال پر موقوف رکھنے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشاد اور فقہاء کے استخراجی اصول و قوانین کے ساتھ اگر اس مصلحت عامہ کو پیش نظر رکھا جائے جو اسلام کے تمام اصول و احکام فرائض اور ادائے فرائض کے سلسلہ میں محفوظ رکھی گئی ہے اور جس کو سمجھنے کے لئے کسی غیر معمولی عقل و فہم کی ضرورت نہیں ہے تو ہلال کی طبعی اور عادی رؤیت و مشاہدہ پر روزہ و افطار کا مدار رکھنے کے اس حکم کی حکمت و حکمت بہ آسانی سمجھ میں آسکتی ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "الدین یسر (۱)" دین آسانی ہی ہے۔

روزہ اور فطر ایک مسلمان کے انفرادی فرائض اور ذمہ داریاں ہیں فرضیت کے شعور اور ادائے فرض کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے اس پر آلات رصدیہ کے استعمال اور فوق الفاظ وسائل سائنس اختیار کرنے کی ذمہ داری عائد نہیں کی گئی، ہوسکتا ہے کہ ایک مسلمان یا مسلمانوں کی ایک آبادی ایسی جگہ ہو جہاں ان کو آلات رصدیہ اور حسابی سائنس کی سہولتیں حاصل نہ ہوسکتی ہوں، یہ صورتحال خود ہمارے ملک ہی میں موجود ہے، بہت سے دیہات اور قصبات ایسی الگ تھلگ وادیوں اور دور دراز علاقوں میں واقع ہیں جہاں ماہرین سائنس اور آلات رصدیہ کی سہولتیں تو کیا شہری علاقوں سے جلد خبریں پہنچنے اور حاصل کرنے کی آسانیاں بھی میسر نہیں ہیں اور ان مسلمانوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ چاند کی طبعی رؤیت و مشاہدہ پر ہی روزہ اور افطار کا انحصار رکھیں، اس لئے اگر صرف اپنے ہی ملک پاکستان میں عید کی وحدت اور اجتماعیت پیدا کرنے کے لئے ہم سائنس اور رصدیہ آلات کے ذریعہ چاند کی دریافت کو معیار بنائیں تب بھی۔ اس سے قطع نظر کہ اس فوق الفاظ اجتماعیت کے ہم مکلف نہیں ہیں۔ ان پسماندہ و دور افتادہ بستیوں میں روزہ و افطار کی یہ وحدت اور یکسانیت ممکن نہیں ہوں اور

(۱) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر، ج: ۱ ص: ۱۰، ط: قدیمی

مشرقی و مغربی پاکستان میں تو روزہ اور عید کی یہ یکسانیت طول بلد کے فرق کی وجہ سے بسا اوقات سائنس اور حسابی اصول کے بھی خلاف ہوگی۔

شریعت کی مطلوب وحدت و اجتماعیت میں بھی عوام کی سہولت و مصلحت ہی ملحوظ ہے، جمعہ اور عیدین میں مسلمانوں کا اجتماع مطلوب شرعی ہے لیکن کثیر آبادی کے شہروں میں شہر کی پوری آبادی کے لئے کسی ایک ہی مسجد یا عیدگاہ میں اجتماع کو ضروری قرار دینا حرج عام اور غیر شرعی تکلیف ہے، اسی طرح ایک ایک ملک کے وسیع علاقہ میں مطالع کے طبعی اور حسابی فرق اور اختلاف کو نظر انداز کر کے روزہ اور عید میں بے تکلف وحدت و اجتماعیت پیدا کرنا غیر معقول بھی ہے اور شرعی طور پر غیر مطلوب اور عوام کو حرج و تنگی میں مبتلا کرنے کے مترادف ہے:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [البقرة: ۱۸۵]

اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانیاں برتنا چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی اور سختی نہیں چاہتا۔

اس نے فرائض عبادات (حج و روزہ و زکاۃ) کے لئے آسان صحیح اور مکمل نظام الاوقات دیا ہے جو قرآن و سنت نے بلال اور اس کی عادی رؤیت و مشاہدہ پر قائم کیا ہے اور جس کے لئے فقہائے امت نے نہایت مرتب اور منظم اصول و قواعد مرتب فرما دیئے ہیں۔

رؤیت بلال کے مسئلہ میں ضروری اصول و احکام اور چند مفید تجاویز پر مشتمل حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور راقم الحروف [شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری] کا ایک مشترکہ بیان اخبارات کو دیا گیا ہے جس کو یہاں بھی نقل کیا جا رہا ہے، تاکہ اس مسئلہ کی اہمیت اور اس کا طریق کار عوام اور حکومت کے سامنے پوری طرح واضح ہو جائے اور ایک ایسا دستور العمل معین ہو جائے کہ آئندہ اس قسم کے اختلاف و اضطراب کی صورت پیش نہ آئے۔

ہم صدر محترم سے جنہوں نے رؤیت بلال کے سلسلہ میں عالیہ فروگذاشت سے متعلق تحقیقات کا حکم بھی جاری فرما دیا ہے اور محترم وزیر داخلہ سے جنہوں نے اس فروگذاشت کے لئے معذرت کا اظہار فرمایا ہے، توقع رکھتے ہیں کہ شرعی نظام رؤیت کی حکمت و مصلحت اور ایک عام دیرپا مسلمان کی ضرورت اور اہمیت پر غور فرمائیں گے اور ان احکام و تجاویز کی روشنی میں رؤیت ہلال کے متعلق ایک واضح دستور العمل معین فرمائیں گے۔

رؤیت ہلال اور شرعی نقطۂ نگاہ

مولانا مفتی محمد شفیع اور شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف بنوری کا مشترکہ بیان

[illegible] عید کے موقع پر رویت ہلال کمیٹی اور اس کے فیصلہ کے سرکاری [illegible] سے ہونے والے انتشار و اضطراب [illegible] عام مسلمانوں میں پیدا ہوا ہے، شکر ہے کہ اس کا احساس فرما کر پاکستان نے صدر محترم نے تحقیقات کا حکم

دیا اور وزارت داخلہ کی طرف سے معذرت کے ساتھ آئندہ روایت ہلال کمیٹی کی بجائے تنظیمیں اور ان سے انکار کو بہتر بنانے کا اعلان کیا۔ یہ دونوں چیزیں بلاشبہ قابل تحسین و شکر ہیں۔

لیکن اس معاملہ میں جو تنقید آیا اس کا سبب صرف اعلان کی تاخیر نہیں بلکہ روایت ہلال کمیٹی کی تشکیل اور اس کے نظام و ترکیب کی شرعی حیثیت سے بہت سی نارسائیاں بھی ہیں جن کی اصلاح کے بغیر ملک میں یکسوئی و وحدت کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔

اب جبکہ حکومت نے اس کی اصلاح کا تصور کیا تو ضروری معلوم ہوا کہ اس معاملہ سے شرعی پہلوؤں کی وضاحت و راہنمائی کے متعلق کچھ تجاویز پیش کر دی جائیں۔ ۱۳۸۰ھ میں بھی ایسے مرحلہ اسی طرح کا اختلاف پیش آیا تھا، اس وقت احقر نے روایت ہلال کے نام سے ایک کتابچہ میں اس کی وضاحت کی تھی اس رسالہ کی چند باتیں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

اول یہ کہ ہماری میڈیا عام دنیا کے فرقوں اور مذاہب کی میڈیوں کی طرح بھی تو نہیں بلکہ عبادات میں جن میں شریعت کی ہدایات کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، آزاد ہوا اور ہر پال اور راؤوں کی تو بات کہاں تک بھل نہیں۔

دوسرے یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہے کہ رمضان یا عید کرنے کے لئے چاند کا صرف وجود کافی نہیں بلکہ اس کا رویت ضروری ہے، یعنی چاند کا افق کے اوپر اپنے اندازہ میں موجود ہونا جس کو مسلمانوں کی نگاہیں دیکھ لیں، جو چاند عام نظروں کے دیکھنے کے قابل نہ ہو اس کو آلات رصدیہ کے ذریعہ یا ہوائی جہاز میں اڑ کر دیکھ لینا کافی نہ سمجھا جائے اسی لئے شریعت میں بال کا مدار روایت پر رکھا گیا ہے حسابات پر نہیں۔

تیسرے یہ کہ جب چاند کی رویت عام طور پر نہ ہو سکے صرف دو چار آدمیوں نے دیکھا ہو تو یہ صورت بھی اگر ایسی فضا میں ہو کہ مطلع بالکل صاف ہو، چاند دیکھنے سے کوئی ہوا یا غبار وغیرہ مانع نہیں ہو تو ایسی صورت میں صرف دو ثقہ آدمیوں کی رویت اور شہادت شرعاً قابل اعتبار نہیں ہوگی۔ جب تک مسلمانوں کی بڑی جماعت اپنے دیکھنے کی شہادت نہ دے، چاند کی رویت تسلیم نہ کی جائے گی، جو دیکھنے کی شہادت دے رہے ہیں ان کا مخاطی یا جھوٹا قرار دیا جائے گا۔

ہاں اگر مطلع صاف نہیں تھا، غبار، دھواں، بادل وغیرہ افق پر ایسا تھا جو چاند دیکھنے میں مانع ہو سکتا ہے تو ایسی حالت میں رمضان کے لئے ایک ثقہ کی اور عیدین وغیرہ کے لئے دو ثقہ مسلمانوں کی شہادت کا اعتبار کیا جا سکتا ہے مگر حکومت کے لئے ایسی شہادت کا اعتبار کر کے ملک میں اعلان کرنے کے واسطے تین معتبر آدمیوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ان صورتوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے تو ان شہادت کی بنیاد پر عید کا اعلان کرنا حکومت

کے لئے یا کسی ذمہ دار جماعت کے لئے جائز نہیں۔ دو تین صورتیں اصطلاح شریعت میں یہ ہیں:

① شہادت علی الروایۃ ② شہادت علی شہادۃ الروایۃ ③ شہادت علی القضاء

اس کی تشریح یہ ہے:

اول یہ کہ کسی ایسے بڑے عالم یا جماعت علماء کے سامنے یہ شہادت دینے والے بذات خود پیش کئے جائیں جن کی احکام شرعیہ فقہیہ اور اسلام کے ضابطہ کی مہارت پر ملک میں پورا اعتماد و اطمینان کیا جاتا ہو اور یہ عالم یا علماء مشافہۃ حضور پر اس شہادت کو قبول کرنے کا فیصلہ کریں۔

دوسرے یہ کہ اگر یہ گواہ خود حاضر نہیں ہو سکتے تو جو ایک گواہ کی گواہی پر دو گواہ ہوں اور یہ گواہ عالم یا علماء کے سامنے یہ شہادت دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شخص نے یہ بیان کیا ہے کہ میں نے فلاں رات میں فلاں جگہ اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے۔

عمومی اعلان کی شرطیں

تیسرے یہ کہ جس مقام پر چاند دیکھا گیا اگر وہاں کچھ ایسے علماء موجود ہیں جن کے فتوی پر عام طور سے عمل کرتے ہیں اور یہ چاند دیکھنے والے ان کے پاس پہنچ کر اپنی یہ شہادت پیش کریں اور وہ علماء ان کی شہادت کو قبول کریں تو ان علماء کا فیصلہ اس حلقہ کے لئے تو کافی ہے جس میں یہ شہادت پیش ہوئی ہے مگر پورے ملک میں اس کے اعلان کے لئے ضروری ہے کہ حکومت کی نامزد کردہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے سامنے ان علماء کا یہ فیصلہ شہادت کے ذیل پیش ہو۔

یہ سب علماء یہ تحریر کریں کہ فلاں فلاں وقت ہمارے سامنے دو یا زائد شاہدوں نے بچشم خود چاند دیکھنے کی گواہی دی اور ہمارے نزدیک یہ گواہ ثقہ اور قابل اعتماد ہیں اس لئے ان کی شہادت پر چاند ہونے کا فیصلہ دے دیا۔ یہ تحریر دو گواہوں کے سامنے لکھوا کر دستخط کرا لی جائے اور یہ دو گواہ یہ تحریر لے کر مرکزی کمیٹی کے علماء کے سامنے اپنی اس شہادت کے ساتھ پیش کریں کہ فلاں علماء نے یہ تحریر ہمارے سامنے لکھی ہے۔

مرکزی کمیٹی کے نزدیک اگر ان علماء کا فیصلہ شرعی قواعد کے مطابق ہے تو اب یہ کمیٹی پورے ملک میں مرکزی حکومت کے دیئے ہوئے اختیار کے ماتحت اعلان کرتی ہے اور یہ اعلان سب مسلمانوں کے لئے واجب التسلیم ہوگا، اور بھی اس شرط کے ساتھ کہ یہ اعلان عام خبروں کی طرح نہ کیا جائے، بلکہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے نامزد کردہ کوئی مفتی یا مفتیان ریڈیو پر اس امر کا اعلان کریں کہ ہمارے پاس شہادۃ علی الروایۃ یا شہادت علی شہادۃ الروایۃ یا شہادت علی القضاء کی تین صورتوں میں سے فلاں صورت پیش ہوئی ہے جس کے تحقیقات ہونے کے بعد اس پر چاند ہونے کا فیصلہ دیا اور مرکزی حکومت کے دیئے ہوئے اختیار کی بنا پر ہم یہ اعلان پورے پاکستان کے لئے کر رہے ہیں، یہ چند

اصولی باتیں ہیں جن کا رؤیت ہلال اور اس کے اعلان کے معاملے میں پیش نظر رہنا ضروری ہے۔

اور اب تک جو انتشار یا مغالطے اس معاملے میں ملک کے اندر پائے جاتے ہیں وہ انہیں بنیادی اصولوں کے نظر انداز کرنے کی وجہ سے پائے جاتے ہیں۔

چند تجاویز

حالیہ عید کے موقع پر جو صورت حال اعلان کی تاخیر سے پیش آئی وہ مزید برآں ہے، اس لئے صرف تاخیر کی تحقیقات کرنا کافی نہیں، ضرورت اس کی ہے کہ بنیادی اصول کے ماتحت رؤیت ہلال اور اس کے اعلان کے جدید انتظامات کئے جائیں، جدید انتظامات سے متعلق تجاویز حسب ذیل ہیں:

① مرکزی ہلال کمیٹی جس کا فیصلہ پورے ملک کے لئے واجب العمل قرار دیا ہے اس کمیٹی میں ایسے علماء کا ہونا ضروری ہے جن کے فتوی پر عام مسلمانوں میں اعتماد معروف و مشہور ہے تاکہ ان کا فیصلہ قبول کرنے میں عام مسلمانوں کو تامل نہ رہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کمیٹی کے فیصلے کو خود کمیٹی کے کوئی عالم اپنے الفاظ میں نشر کریں عام خبروں کی سطح پر اس کا اعلان نہ ہو۔

② ملک کے بڑے شہروں میں ذیلی کمیٹیاں رؤیت ہلال کے لئے بنائی جائیں تاکہ گواہوں کو مرکزی کمیٹی ہی میں پیش ہونے کی ضرورت نہ رہے، ان کمیٹیوں میں حکومت کا کوئی ذمہ دار افسر شریک ہو جو شہادت لینے اور خبر پہنچانے کے انتظامات سرکاری خرچ پر سرکاری ذرائع سے کرانے کا مجاز ہو، مثلاً مغربی پاکستان میں پشاور، پنڈی، لاہور، ملتان، کراچی اور مشرقی پاکستان میں ڈھاکہ، چاٹگام، سلہٹ وغیرہ۔

③ رمضان اور عید سے ایک دو روز پہلے ریڈیو اور اخبارات سے اس امر کی پوری اشاعت کی جائے کہ جو شخص کسی جگہ چاند دیکھے وہ اپنے قریبی تھانے میں فوراً اطلاع کرے، اگر بلا وجہ تاخیر کی تو مجرم سمجھا جائے گا اور اس کی شہادت قابل قبول نہ ہوگی۔

④ ہر تھانہ کو یہ ہدایت دی جائے کہ جس وقت کوئی ایسا گواہ آئے اسی وقت تھانے کا ذمہ دار افسر یہ کام کرے کہ اپنے سے قریب تر رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار سرکاری افسر کو ٹیلیفون پر اطلاع دے کہ اتنے آدمی چشم خود چاند دیکھنے کی شہادت دے رہے ہیں، ہم ان کو آپ کے پاس بھیجنے کا انتظام کر رہے ہیں اور یہ ذیلی کمیٹی کو اس صورت حال کی اطلاع دے دے۔

⑤ مرکزی کمیٹی غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ تک ملک کی ذیلی کمیٹیوں کی خبر کا انتظار کرے، اگر یہ معلوم ہو کہ ملک کے کسی حصے میں چاند کی شہادت پر غور کیا جا رہا ہے تو چاند نہ ہونے کا قطعی اعلان کرنے کے بجائے اسی صورت حال کا اعلان کرے کہ لوگ انتظار کریں جس وقت بھی فیصلہ ہو جائے گا اس کا اعلان کیا جائے گا۔

① مرکزی کمیٹی کے علماء اور ارکان اس کے پابند ہوں کہ قطعی فیصلہ ہونے سے پہلے منتشر نہ ہوں۔

② مرکزی ہلال کمیٹی اس کی پابند ہو کہ ملک میں شہادت کی بناء پر رؤیت ہلال کا فیصلہ اس وقت تک نشر نہ کرے جب تک مذکورالصدر تین صورتوں میں سے کسی صورت پر ان کے نزدیک ثبوت مکمل نہ ہو جائے۔

قابل توجہ

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اس طریق کار میں یہ ضروری ہے کہ یا تو خود وفاق پاکستان کی مرکزی کمیٹی کے سامنے حاضر ہوں یا پھر کسی ذیلی کمیٹی کا فیصلہ لے کر وفاق اس کمیٹی کے سامنے شہادت دیں کہ فلاں شہری ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ لکھ کر ہمارے سپرد کیا ہے، اس میں یہ عملی دشواری ہے کہ دور دراز علاقوں سے چند وفود کا پنڈی پہنچنا ضروری ہوگا جو ہوائی جہازوں کے دور میں تو نہ سہی مگر اشکال سے خالی نہیں۔

اس مشکل کا حل اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ وفاق والوں کو تو صرف اپنی قریبی ہلال کمیٹی تک پہنچنا پڑے اور اس ہلال کمیٹی کے علماء ان کی شہادت شرعی اصول پر لینے کے بعد فیصلہ کریں، پھر حکومت کا کوئی ذمہ دار افسر جو ہلال کمیٹی کے اراکین میں سے نہ ہو، اس فیصلہ کی اطلاع مرکزی ہلال کمیٹی کو بذریعہ ٹیلیفون دے دے، جس میں اس کی تفصیل موجود ہو کہ فلاں فلاں علماء کے سامنے یہ شہادت پیش ہوئی اور انہوں نے اس کو قبول کیا، مرکزی ہلال کمیٹی کو اگر ان علماء کے فیصلے پر اطمینان ہو جائے تو وہ اعلان میں اپنا فیصلہ نشر کرنے کے بجائے اس ذیلی کمیٹی کے فیصلہ کو اس تصریح کے ساتھ ریڈیو پر نشر کرے کہ فلاں فلاں علماء نے شہادت یہاں قبول کر کے فیصلہ کیا، مرکزی ہلال کمیٹی ان کے فیصلہ کو درست قرار دے کر حکومت کی طرف سے اعلان کرتی ہے کہ پاکستان کے مسلمان سب اس پر عمل کریں۔

اس طرح مرکزی کمیٹی کے سامنے شہادت کی ضرورت نہ رہے گی کیونکہ وہ خود کوئی فیصلہ نہیں کر رہی بلکہ دوسرے علماء کے فیصلہ کو نشر کر رہی ہے، اس فیصلہ کی اطلاع ٹیلیفون پر بھی دی جا سکتی ہے، بشرطیکہ ٹیلیفون کسی معتمد آدمی کا ہو اور اس میں کسی کی مداخلت کا خطرہ نہ ہو۔

اس کے بعد حضرت مولانا بنوری صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام ہمارے پاس خدا کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے، ایک ایسی نعمت جو ہمارے اسلاف کی چودہ سو سالہ قربانیوں کے بعد ہمیں حاصل ہوئی ہے، ہمارے اسلاف نے تلوار کی دھار پر چل کر اس دولت کو ہمارے لئے محفوظ رکھا ہے اور اس کی حفاظت ہم میں سے ہر ایک فرد کی ذمہ داری ہے، ہم نے اس ذمہ داری کو کہاں تک ادا کیا ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب ہمارے پاس ندامت کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں، اللہ نے جانی جہاد کے ذریعہ ہمیں اس ذمہ داری کی طرف دوبارہ متوجہ فرمایا ہے، اداء مرتا ذیانے کے بعد بھی ہم بیدار نہ ہوئے تو خطرہ ہے کہ کہیں ہم اس آیت

کے مصداق نہ بن جائیں کہ:

﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ﴾ [الانعام: ۴۴] (۱)

[شوال ۱۳۸۵ھ فروری ۱۹۶۶ء]

مسلمانوں کے لئے دوسرا اسرائیل بھارت

یہاں زخم ایک نہیں جس کے لئے رویا جائے، جس طرح برطانیہ امریکہ نے اسرائیل کے ذریعہ مصر وغیرہ کی فوجی طاقت کو ٹھکانے لگانے کی سازش کی اور انہیں کامیابی ہوگئی، ٹھیک اسی طرح امریکہ و برطانیہ، چین کا ہوا کھڑا کر ہندوستان کو مضبوط سے مضبوط تر کر رہے ہیں اور روس بھی اس سازش میں ان کا ہمنوا اور بھارت کا مدد معاون ہے، جبکہ بھارت ۹ ارب سے لے کر ۱۰ ارب روپیہ صرف دفاع پر خرچ کر رہا ہے، روس اور امریکہ کی مشترکہ مدد سے ۲۲ راسلحہ ساز کارخانے دن رات کام کر رہے ہیں، روس اور دیگر ممالک سے کثیر مقدار میں جنگی جہاز، ٹینک طیارے اور جدید ترین اسلحہ فراہم کر رہا ہے، یہ ایک نئی اسرائیلیت ہے جو خالم بدھن صنف پاکستان کو مٹانے کے لئے پرورش کی جا رہی ہے، ان حالات کے پیش نظر ہمیں ہر وقت چوکنا رہنے کی ضرورت ہے، ہمارے لئے غفلت کا ایک لمحہ بھی تباہ کن ثابت ہوگا، ضرورت ہے کہ جہاں سے بھی بن سکے جدید اسلحہ فراہم کیا جائے، اندرون ملک اسلحہ سازی کے کارخانے قائم کئے جائیں، رضا کاروں کو باقاعدہ فوجی تربیت دی جائے، اور عام نوجوانوں کے لئے فوجی تربیت لازم قرار دی جائے۔ حق تعالیٰ کے فضل و احسان سے ہمیں ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی لیکن ہمیں زیادہ مغرور نہیں ہونا چاہئے، دس سال پہلے مصر کو بھی کامیابی ہوئی تھی یہ ہمارے لئے مستقل عبرت ہے، عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ شکست خوردہ قومیں نئے سرے سے تیاری شروع کر دیتی ہیں اور فاتحین نشہ فتح میں سست روی اختیار کر لیتے ہیں، جس کے نتیجے میں کچھ مدت بعد پانسہ پلٹ جاتا ہے، اس لئے ہمارے عزم، استحکام اور جہد مسلسل میں ادنیٰ رخنہ بھی ہمارے لئے خطرناک ہوگا، حق تعالیٰ ہماری اور تمام عالم اسلام کی نگہبانی فرمائیں اور امت مسلمہ کو اپنی مرضیات کی توفیق نصیب فرمائیں۔

وھو علی کل شیء قدیر

[ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ]

---

(۱) چاٹگام میں سب سے بڑی جامع مسجد میں حضرت مولانا رحمہ اللہ نے ۱۳۸۵ھ میں ایک خطاب فرمایا تھا جس کا یہ ایک اقتباس ہے۔

۱۹۶۵ء کی پاک و ہند جنگ

الحمد للہ کہ ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء مطابق ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ کے مبارک دن مملکت خداداد پاکستان میں ایک جدید اور مقدس باب کا افتتاح ہو گیا۔ یہ تاریخ پاکستان کی قومی زندگی کی کتاب میں ایک نئے باب کا آغاز ہے، اور پاکستان کی عزت و مجد کے عنوانات میں ایک شاندار عنوان کا اضافہ ہے۔ مہاجر قوم کے بعد مجاہد قوم اور ہجرت کے بعد جہاد! سبحان اللہ نور علیٰ نور۔ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی قابل قدر اور فائق حمد تشکر نعمت ہے۔

چند امر حقیقتیں اور قومی عبرت بننے تھیں بھی اس مبارک افتتاح میں منظر عام پر آ گئیں:

① ہندو بنیائی حکومت کی بدنیتی، مکاری، عیاری اور نفاق۔

② ان کے حسن معاشرت اور بہتر مسائل کے تعلقات کی توقعات کا سراب سے زیادہ کچھ نہیں:

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

③ پاکستانی عساکر و افواج قاہرہ کے مجاہدانہ ولولے اور عزائم، سرفروشانہ جذبات اور احساسات دین و وطن پر مر مٹنے کی پوری اہمیت و صحت اور میدان کارزار میں استقلال و استقامت اور ذوق و شوق شہادت۔

④ پاکستانی افواج منصورہ کی فنی مہارت، قابلیت، بحری، بری اور فضائی افواج قاہرہ کے فوق العادۃ حیرت انگیز کارنامے جن سے سلف صالحین کے محیر العقول کارناموں کی یاد تازہ ہو گئی اور اقوام عالم کے سامنے پہلی مرتبہ پاکستانی فوجوں نے جوہر اس طرح کھلے کہ دشمن اسلام پر بھی سکتہ طاری ہو گیا اور آخر ان کو بھی پاکستانی افواج کی برتری اور قابلیت نیز سرفروشانہ و جاں نثارانہ خصوصیت کا اعتراف کرنا پڑا۔ والفضل ما شهدت به الاعداء (بزرگی وہ ہے جس کی دشمن بھی شہادت دیں)۔

⑤ دشمن قیدیوں کے ساتھ بھی رواداری کے بعد انتہائی ہمدردانہ، شریفانہ اور حوصلہ مندانہ انسانیت نواز سلوک۔

⑥ پاکستانی افواج اپنے ملکی دفاع کی پوری قابلیت اور صلاحیت رکھتی ہیں اور وہ مسلح آور دشمن کی چند فوجی طاقت اور سامان جنگ کی فراوانی کے باوجود ہر محاذ پر منہ توڑ جواب دے سکتی ہیں۔

⑦ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان -أيده الله بنصره- کے حسن تدبر، مجاہدانہ عزیمت، اہلیت، قیادت اور شجاعت و جواں ہمتی کے ساتھ ہی ساتھ سیاسی تدبر کے جوہر بھی اس طرح منظر عام پر آ گئے کہ دنیائے اسلام کو اس کا یقین ہو گیا کہ موصوف دنیائے اسلام کی قیادت کی صلاحیت کے مالک ہیں۔

⑧ پاکستانی قوم بھی اس قدر باشعور اور سمجھدار ہے کہ ملکی دفاع کے نازک ترین مرحلہ پر اپنے تمام باہمی اختلافات اور ذاتی منافع کو پس پشت ڈال کر اپنے حکمرانوں کی ہر آواز پر لبیک کہنے، تعاون کرنے اور تن من

دشمن سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہوگئی اور زندگی کے ہر شعبہ میں اتحاد اور تنظیم کا مکمل مظاہرہ کیا اور اس قدر حوصلہ مند ہے کہ دشمن کی تباہ کن بمباریوں سے شکستہ خاطر اور ہراساں ہونے کے بجائے اس کے جوش وخروش اور ذوق وشوق شہادت میں چند در چند اضافہ ہوتا ہے، والحمد للہ علی ذلک۔

قابل عبرت نتائج وحقائق

ان بصیرت افروز حقائق اور عبرت انگیز واقعات سے جو عظیم نتائج نکلے ہیں وہ بھی قوموں کی زندگی کی تاریخ میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں:

① جہاد فی سبیل اللہ اور رضائے اللہ کا فریضہ ادا ہوتے ہی سوئے ہوئے پاکستانی قوم میں ایک نئی روح پیدا ہوگئی۔

② دشمنان اسلام کے دلوں پر پاکستانیوں کا رعب چھا گیا ﴿ترھبون به عدو الله وعدوکم﴾ "تم اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر اس سے ہیبت اور رعب طاری کرو" کی تفسیر سامنے آ گئی۔

③ مسلمان اگر اللہ تعالیٰ پر مکمل اعتماد وتوکل سے بہرہ ور ہوں تو ان کی امداد ونصرت کے لئے اب بھی اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد انوکھے انداز میں ضرور آتی ہے۔

④ امریکہ ہو یا روس، برطانیہ ہو یا فرانس یہ سب کفری طاغوتی طاقتیں ہیں، ان سے کسی بھی خیر کی توقع رکھنا خالص حماقت ہے اور اخروی سے پہلے دنیوی خسران کا موجب ہے۔

⑤ پاکستان کو صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ رکھنا چاہیے اور زندگی کے ہر شعبہ میں جلد از جلد اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی پوری پوری جدوجہد کرنی چاہیے، اور ارشاد خداوندی:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ [الانفال: ۶۰]

اور جو بھی طاقت وقوت تم ان کے مقابلہ کے لئے مہیا کر سکتے ہو اس کی تیاری کرو پر مکمل طور سے عمل کرنا چاہیے اور اس سلسلہ میں کسی بھی قسم کی تقصیر یا تغافل ہرگز روا نہ رکھنا چاہئے۔

بہر حال ہندوستانی حکومت نے تمام بین الاقوامی اصول پس پشت ڈال کر بغیر کسی سابقہ اعلان جنگ کے رہزنوں کی طرح پوری فوجی طاقت وقوت اور تیزی کے ساتھ پاکستان پر چوطرفی حملہ کر دیا اور اپنی بربریت اور وحشیانہ سلوک میں بھی اصلاً کوتاہی نہیں کی لیکن اٹل حکم الٰہی کے قانون قدرت نے کمزوروں کا ساتھ دیا اور آیت کریمہ:

﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ [القصص: ۵]

اور ہم چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو روئے زمین پر کمزور سمجھ لیا گیا ہے ان پر احسان فرمائیں اور انہی کو

مقتدی (یعنی الاقوامی تحریک) بنادیں اور انہی کو ان (کے ملک وسلطنت) کا وارث بنادیں۔

تفسیر وتشریح ایک بار پھر دنیا کے سامنے آگئی کہ مٹھی بھر توان اور (بہ لحاظ سے) کمزور افراد کو اللہ تعالیٰ نے وہ قوت وصلاحیت بخشی کہ دشمن کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے اور آج دشمن کے ۱۲ سے زیادہ مراکز میں روئے پر پاکستانی فوجیں تعینات ہیں اور پاکستانی پرچم لہرا رہا ہے۔ صدر مملکت سے لے کر چپڑاسی تک اور تاجر وصناع کارخانے کے معمولی مزدور سے لے کر آجر تک خواص وعوام ساری قوم میں حیرت انگیز اور بے مثل اتحاد وتعاون کی روح پورے طور پر کارفرما ہے اور پوری قوم دشمن کے سامنے "بنیان مرصوص" (آہنی دیوار) بن کر کھڑی ہوئی ہے۔

نعمت خداوندی اور اس کا شکریہ

اللہ تعالیٰ کی اس برق فروغت عظمیٰ کا شکر یہی ہے کہ ہم صلاح وتقویٰ کی راہ پر گامزن ہونے کو مستقل طور پر اختیار کرلیں جو اس وقت پاکستان کے مسلمان عرب نے پوری قوم کے اندر پیدا کردی ہے اور خوف وخشیت خداوندی اور ذکر الٰہی کو اپنا شعار بنالیں اور منکرات وفواحش کو جو اس اسلامی ملک میں غیر ملکی تہذیب وتمدن کے تسلط اور ان یورپین خدا ناشناس قوموں کی تابع شر مظالی کی بدولت پروان چڑھ چکے ہیں یک قلم ترک کردیں اور مغرب کی گندی مجلسی اور بزدل بنا دینے والی معاشرت کے بجائے سیدھی سادی اور سستی اسلامی معاشرت کو مستقل طور پر اپنا لیں۔ اجتماعی زندگی میں فوق اعداد وطبقاتی تفوقات کو جہاں تک ممکن ہو ختم کردیں۔ شجاعت وبہادری کے احساسات کو بیدار کرنے والے خصائل یعنی مردوت، جفاکشی وسخت کوشی، جوانمردی وحوصلہ مندی کو اختیار کریں۔ راحت پسندی وتن پروری، بے روح نام ونمود اور نمائش پسندی وغیرہا کو مٹادیں۔ خصوصاً غریبوں اور کمزوروں پر تحمود وشفقت کے جذبات کو زیادہ سے زیادہ بیدار کریں۔ جو نوجوان فوجی بے اور مجاہدات اجتماعیات سے سرشار ہو۔ الغرض ایک ایسے صالح معاشرہ کی تشکیل کی جائے جو "باللیل رھبان و بالنھار فرسان" (رات میں تہجد گزار اور دن میں شہسوار) کی تصویر ہو۔

کسی قوم کی موت

حقیقت یہ ہے کہ جب کسی قوم میں دو مرض پیدا ہوجاتے ہیں ① ایک دنیا کی محبت ② دوسرے موت کا ڈر تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ قوم مرچکی اور جب کسی قوم کو ان دونوں بیماریوں سے نجات نصیب ہوجاتی ہے تو وہ قوم حیات ابدی سے ہمکنار ہوجاتی ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ایک حدیث آئی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تم پر دنیا کی قومیں اس طرح یلغار کریں گی جس طرح کھانے والے کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس زمانہ میں ہم مسلمانوں کی تعداد اتنی تھوڑی ہوگی فرمایا نہیں تم تو بہت زیادہ ہوگے لیکن سیل کی طرح تمہاری جتنی تعداد ہوگی مگر تمہاری

مثل ایسی ہوگی جیسے سیلاب پر خس و خاشاک۔ دشمنوں کے دل سے تمہاری ہیبت نکل جائے گی اور تمہارے دلوں میں وہن پیدا ہوجائے گا۔ پوچھا کہ وہن کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے خوف (۱)۔ اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی کا عددی اکثریت پر کبھی بھی مدار نہیں رہا ہے۔ نہ ہی عددی اکثریت میں اسلام کی قوت مضمر ہے بلکہ مسلمانوں کی طاقت و قوت کا راز یہ ہے کہ ان کے قلوب دنیا کی محبت سے پاک اور موت کے خوف سے ان کے دل آزاد ہوں۔

آپ نے دیکھا کہ اس موجودہ معرکۂ حق و باطل میں مسلمانوں کا جو جوہر سب سے زیادہ نمایاں رہا ہے وہ مسلمان نوجوانوں کے دلوں میں دنیوی زندگی کی بے وقعتی اور شہادت کی موت کو لبیک کہنے کا ذوق و شوق ہے۔ دنیا نے ایک بار پھر اسلامی روح اور اسلامی قوت و طاقت کا منظر دیکھ لیا اور مسلمان افواج کی بے نظیر شجاعت اور شوق شہادت نے تاریخ میں ایک نئے اور شاندار باب کا اضافہ کر دیا یہ واقعہ اور حاضر کی تاریخ کا سنہرا باب ہے جس کو عصر حاضر کا مؤرخ زریں حروف میں لکھے گا۔

کاش! اگر ہماری قوم کی غالب اکثریت میں یہی روح کارفرما ہوجائے تو دنیا اور اس کی قیادت کا نقشہ ہی بدل جائے پھر نہ دنیا پر امریکہ کی بالادستی نظر آئے نہ اس کی۔

مسلمانوں کی بنیادی قوت

یہ حقیقت بالکل ظاہر و عیاں ہے کہ موجودہ اسباب و وسائل کی مادی دنیا میں ہم مسلمان ان کفر کی طاغوتی طاقتوں اور اسلام دشمن قوموں کے مقابلہ پر خواہ روس ہو یا امریکہ، جرمنی ہو یا برطانیہ بہت پسماندہ ہیں۔ مادی وسائل اور حیرت انگیز سائنسی ترقیات میں ہم ان سے بہت پیچھے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمارے لئے عقلاً بھی ان کے مقابلہ کا یہی مختصر اور محکم راستہ ہے کہ ہم اس رب العالمین سے اپنا رشتہ مضبوط جوڑ لیں اور عبدیت کا تعلق استوار کریں جو ان تمام مادی وسائل کا خالق حقیقی ہے اور اس کی قدرت کاملہ اور قوت قاہرہ کے سامنے ان کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے۔ بھلا اس خالق کائنات کی قدرت کاملہ کے سامنے ان ایٹم بموں اور ہائیڈروجن بموں کی کیا حقیقت ہوسکتی ہے جن کا وہ خود پیدا کرنے والا اور حقیقی موجد ہے۔

اس کا یہ مقصد ہرگز نہ سمجھا جائے کہ ہم مادی اسباب و وسائل سے بے نیازی اختیار کرنے اور غفلت برتنے کا درس دے رہے ہیں۔ یہ تو خود خدا کا حکم ہے کہ جتنی بھی طاقت و قوت تمہاری استطاعت میں ہو دشمنان اسلام کے مقابلہ کے لئے اس کو فراہم کرنے میں مطلق کوتاہی نہ کرو۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اعتماد کا اصل مرجع و مرکز وہ ذات قدسی صفات ہونی چاہیے جس کے قبضۂ قدرت میں یہ تمام محیر العقول وسائل ہیں اور وہی ان کا حقیقی مالک

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب فی تداعی الامم علی الاسلام، ج: ۲ ص: ۵۹۰، ط: حقانیہ

وتصرف ہے، آپ نے دیکھا چینی قوم جواب سے تیس سال پہلے تک دنیا کی پست ترین "افیمی قوم" کہی جاتی تھی آج وہ قوم اپنی ہمت وجرأت اور تنظیم واتحاد، جفاکشی وسخت کوشی اور سرفروشی کی بدولت نہ صرف صنعت وحرفت میں بلکہ فنی وحربی قوت اور فوجی حالت میں امریکہ اور روس کے لئے بھی وبال جان بنی ہوئی ہے اور وہ دنیا جو پیلے خطرہ سے لرزہ براندام ہوا کرتی تھی اب "زرد خطرہ" سے پریشان اور حواس باختہ ہے حتیٰ کہ اس نے اب امریکہ وروس کے ایوان سیاست وتدبیر کو بھی متزلزل کر دیا ہے، اگر ستر کروڑ چینی، امریکہ وروس کو مرعوب کر سکتے ہیں تو کیا دنیا کے ستر کروڑ مسلمان اگر آج تنظیم واتحاد، ہمت وعزیمت، ایثار ومحنت اور سرفروشی کی نعمت سے سرفراز ہو جائیں تو وہ ان طاغوتی طاقتوں کو مغلوب ومقہور نہیں کر سکتے؟

آج اگر دنیا کی مسلمان قومیں اور حکومتیں اغیار کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ ومامون ہو جائیں اور جو قدرتی ذخائر ان بلاد اسلامیہ میں قدرت نے پیدا کئے ہیں ان سے ان "اغیار سفید فام" قوموں کے بجائے خود وہ مستفید ہونے لگیں تو دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور اور باعزت قوم مسلمان بن جائیں۔

الغرض وقت کا تقاضہ ہے کہ مادی ترقیات میں بھی ہم زیادہ سے زیادہ اغیار سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں مگر اس سے پہلے اللہ جل شانہ سے اپنا رشتہ جوڑیں اور تعلق استوار کریں تو آخرت کی نعمتوں کے ساتھ ساتھ دنیا کی نعمتوں سے بھی مسلمان ہی سرفراز ہوں گے۔ فاعتبروا یا أولی الابصار۔

عصر حاضر اور علماء کرام

بدقسمتی سے علماء امت کو ہر دور میں بدنام اور متہم کیا گیا ہے کہ یہ لوگ وقت کے تقاضوں سے غافل اور بے خبر رہتے ہیں، ان میں سخت ترین جمود اور تعطل کارفرما رہا ہے، یہ خالص رجعت پسند ہیں، قدامت پرست ہیں، ہر زمانہ میں قومی ترقی کی راہ میں یہی لوگ رکاوٹ بنتے رہے ہیں وغیرہ وغیرہ، یہ وہ طعنے ہیں جو آج بھی علی الاعلان علماء کو دیئے جا رہے ہیں۔

جی ہاں! علماء کا تصور صرف یہ ہے کہ وہ قدیم ترین قانون الٰہی اور دین فطرت وانسانیت کے لئے واحد ذریعہ نجات سمجھتے ہیں، وہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت الٰہیہ کو ہی وسیلہ سعادت دارین مانتے ہیں، فرائض شرعیہ، نماز، روزہ، زکاۃ اور حج کی پابندی کو جزو ایمان جانتے ہیں، محرمات ومنکرات شرعیہ، زنا، شراب، سود، قمار، تصویر، سینما، رقص وسرود، بے حیائی اور حیا سوز عریانی، مردوں اور عورتوں کے بے محابا اختلاط اور مخلوط تعلیم وغیرہ کو قطعاً حرام اور قوم کے کردار کی تباہی اور اخلاقی پستی کا واحد ذمہ دار سمجھتے ہیں اور ان فواحش ومنکرات کے مٹانے پر قولاً وعملاً کمربستہ اور سینہ سپر رہے ہیں اور یہ بدیہی امر ہے کہ انسانی ترقی اور انسانیت کے ارتقاء سے ان فواحش کا دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں، بلکہ یہ انسانی ارتقاء کی راہ میں سخت ترین رکاوٹ ہیں اس لئے کہ یہ فواحش تو

خالص بہیمیت اور شہوت رانی کے مظاہر تھیں۔

اور ہاں! یہ علماء قرآن و حدیث کے منصوص اور صریح عقائد و احکام کو ہر طرح کی تاویل و تحریف اور تبدیل و تغیر سے بالاتر سمجھتے ہیں، امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) کے اجماعی اور قطعی معتقدات و مسائل کو واجب الاتباع جانتے ہیں، فقہاء امت رحمہم اللہ کے اجتہادات کو عملی زندگی کے لئے رہنما اصول کے طور پر تسلیم کرتے ہیں اور جدید مسائل کے حل کرنے میں ان سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں، یہ ہے علماء کی رجعت پسندی اور قدامت پرستی۔

اور ہاں! یہی ہیں وہ علماء اور محافظین تہذیب و تمدن اسلامی جو یورپ و امریکہ کی دہریت و الحاد کے سیلاب کی راہ میں مضبوط چٹان بن کر ہمیشہ صف آرا ہوئے ہیں، یہی وہ علماء ہیں جو پیٹ پر پتھر باندھ کر شعائر اللہ کی پاسبانی کا فرض ادا کرتے رہے ہیں، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، مالک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ، شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور امیر مانسا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تک کے تمام خدا پرست علماء کی یہ سرفروشانہ خدمات جن کا آپ کو بھی اعتراف ہے نہ ہوتیں تو عہد بنو امیہ اور عہد بنو عباس سے لے کر دور اکبری تک ہی دین اسلام "لعبۃ ابوا" اور "بازیچۂ اطفال" تھا جہاں عیش پرست ملوک و سلاطین کی نت نئی اختراع و خواہشات کا اکھاڑہ بن جاتا، دین حق کے یہ پاسبان اگر نہ ہوتے تو یہ خدا کا پسندیدہ دین خدا ہی جانتا ہے اس کا کیا حشر ہوتا۔

مدبر فکر و نظر اور علماء

ہمارے معاصر مدبر "فکر و نظر" کا انتہائی پرفریب انداز "تنقید" نہیں بلکہ "تنقیص" یہ ہے کہ ان اکابر علماء دین کی زرین خدمات کا نہایت فراخ حوصلگی سے اعتراف کرنے کے بعد "لیکن" کے استدراک سے ان سب کو خاک میں ملا دیتے ہیں اور قومی ترقیات و اصلاحات - جو درحقیقت اسلام کو مسخ و محرف کرنے کی یہود نہاد مذموم و منحوس مساعی اور تدابیر ہیں - کی راہ میں رکاوٹ بننے کا ان کو مجرم اور مسلمانوں کی موجودہ پستی کا ذمہ دار گردان دیتے ہیں۔

معاصر موصوف نے ماضی قریب کے چند حضرات کے نام لے کر علماء کو طعنہ دیا ہے کہ ان مصلحین کی اصلاحات کے راستہ میں یہ قدامت پرست علماء ہی سدراہ بنے ہیں، اچھا ہوتا کہ وہ ان تین بزرگوں کے نام بھی لیتے - کیا ہمارے محترم مدبر فکر و نظر کے پیر و مرشد علامہ سندھی علیہ الرحمۃ نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کو - اگر وہ کوئی تحریک تھی - اکبر کے دین الٰہی کا عملہ نہیں قرار دیا؟ کیا اکبر کے - منافق شیعہ علماء کے ساتھ پروا نہ تھا - دین الٰہی کی تائید و تصویب کوئی بھی مدعی اسلام عاقل یا عالم کر سکتا ہے؟ ہمارے دوست اکبر آبادی مدیر برہان بھی

باوجود علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے عالی معتقد ہونے کے ان کے اس نظریہ کی توجیہ و تاویل سے عاجز آ گئے۔

یہ قازانی بزرگ۔ جو اتاترک کمال کے دور حکومت کو علی منہاج النبوۃ مانتے اور خلافت ثبوت سمجھتے تھے۔ قرآنی منصوص احکام کو قانون پارینہ کہہ کر منسوخ قرار دے چکے تھے کیا ہر ترکی باشندہ سے خواہ ارمنی ہو خواہ گریک مسلمان عورت کے نکاح کو صحیح قرار دینے والا اور اس کے لئے قانون بنانے والا خلافت علی منہاج النبوۃ ہو سکتا ہے؟ حج بیت اللہ کو قانوناً جرم قرار دینے والا خلافت راشدہ کا وارث ہو سکتا ہے۔

خدارا بتلایئے! کہ کیا واقعی آپ کے نزدیک دین الٰہی کی حمایت کرنے والے اور اتاترک کی لادینی حکومت کو خلافت علی منہاج النبوۃ کہنے والے حضرات ہی مصلحین امت میں سے ہیں؟ اور ان محدانہ خطرناک نظریات پر گرفت کرنے والے علماء دین و قیادت دینیت کے مالک اور ترقی و اصلاح کے راستہ میں سدراہ بننے کے مجرم ہیں؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مثل هذا يذوب القلب عن كمد
ان كان في القلب اسلام وايمان

ان جیسے خیالات و نظریات سے غم کے مارے دل پگھل جانا چاہئے بشرطیکہ اس دل میں اسلام ایمان ہو۔

ہم نہیں چاہتے کہ اس تکلیف دہ مسئلہ کو چھیڑیں لیکن اگر ہم مجبور ہو گئے تو پھر یہ تمام حقائق انکشاف کرنے پڑیں گے۔ پھر ناظرین فیصلہ کر سکیں گے کہ آیات بینات کے سامنے فکر و نظر کی گمراہی اور درماندگی کہاں تک پہنچ چکی ہے۔

﴿وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون﴾

بھارت اور پاکستان کی جنگ

﴿هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ [الاعراف: ۲۰۳]

آخر وہ دور ابتلا آ ہی گیا جس کے آثار نظر آ رہے تھے، بھارت کی ہوس ملک گیری نے پاکستان پر جارحانہ حملہ کر دیا اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر پاکستان نے بھی اس اسلامی ملک کی حفاظت اور دین اسلام کے دفاع کی غرض سے اعلان جنگ کر دیا اور مشرقی و مغربی دونوں محاذوں پر شدید ترین اور ہولناک جنگ شروع ہوئی جس کا آج چودھواں دن ہے۔

ان پریشان کن اور خطرناک حالات کے دوران مسلمانوں سے جس اعانت الٰہی کی توقع کی جا سکتی تھی افسوس ہے کہ اس کا ظہور نہیں ہو رہا یا پھر ہماری نگاہ کا قصور ہے، ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران جو اعانت الٰہی اور تعلق مع اللہ کی صورت سامنے آ گئی تھی وہ نظر نہیں آتی۔ تاہم الحمد للہ جتنا خطرہ اور خیال تھا کہ ہماری قساوت قلبی اور غفلت

شعاری اور ہماری بتائیوں کا نتیجہ ہیں۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت و اعانت سے نزول کی راہ میں حائل نہ ہو جائیں۔ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے اندر اس لحاظ سے قدرے تغیر نہ ہونے دیں بلکہ اس شاندار نصرت و رحمت کے آثار و علامات نظر آنے لگی ہیں اور توقع ہوتی ہے کہ نصرت بھی عنقریب ہمارے شامل ہوگی "الا ان نصر اللہ قریب" اور مسلمانوں کو مرہا لستان کی فتح مبین اللہ تعالیٰ عنقریب عطا فرمائے گا۔

سب سے پہلے جو قابل صد شکر چیز ہے وہ یہ ہے کہ ہماری جانی بازی اور اخلاص نے اس عزم و اثبات اور خلوص و ایثار کا ثبوت دیا ہے اور اس جاں نثاری و جانبازی نے شجاعت و بہادری اور مقاومت اعداء کے جوہر دکھائے ہیں اس نے قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر دی۔ اللّٰھم زد فزد۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و انعام سے ہمارے مصمم ارادوں کی لاج رکھی اور ہمیں عالم اسلام بلکہ تمام اقوام عالم سے پاکستانی افواج نے قرون تحسین حاصل کر لیا اور پھر ایک مرتبہ کفار پر خاص کر ہمارے پڑوسی ہندو مشرک قوم پر ان کا رعب اللہ تعالیٰ نے بٹھا دیا اور آج ہماری مملکت کا ہر باشندہ خلوص اور پوری قوم اللہ کے فرمان "فاثبتوا واعلموا ان اللہ مع المتقین" [الانفال: ۶۰] پر پوری طرح عمل پیرا ہو جانے اور ان تمام مجاہدین سے ہماری قوم میں سے ہماری افواج جن کی اس زمانہ میں نظیر پیش کرنا مشکل ہے تو اس جذبے کا اظہار ہوتا ہے۔

پاکستان اور روس

دوسری چیز جو محض قدرت خداوندی اور رحمت الٰہی کا کرشمہ اور واضح اعجاز عظیم ہے وہ یہ ہے کہ دل سلامتی کونسل میں مسئلہ کے بعد جب سلامتی کونسل میں اقوام متحدہ کی تنظیم ترین اکثریت نے بھارت کو جارحیت کا مجرم قرار دیا اور فوراً جنگ بندی کا حکم دیا اس میں اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ بھارت نے اندرا گاندھی نے پاکستان پر فوج کشی کر کے بہت بڑی زیادتی کی ہے اور روس جس نے آج تک کسی عالمی تنظیم کے خلاف ایک حرف بھی نہیں کہا ہے اس نے بھارت کی اس جارحیت میں اس کی حمایت کا جو پروپیگنڈا کیا تھا اور اس کے لئے جو کچھ کیا اور اس کے لئے جو کچھ کیا اور اس کے لئے جو کچھ کی

ظاہر ہے کہ اس نے فوجیوں اور سیاسی رہنماؤں کو نشانہ بنایا جو حکومت کا حصہ تھے۔ کشمیری عوام کے خلاف ان کے بے رحمانہ مظالم کی وجہ سے ان کی نفرت کا نشانہ بنے۔ اس نے پنڈتوں کی آبادی کی تقسیم کا سامان بھی پیدا کیا۔ اس سے ایسا لگتا ہے کہ وادی کی کون سی حکومت (بھارت) کو ہٹانے کی کوشش ہے۔ مزید برآں یہ کہ وہ خانگی تنظیموں پر کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

تمام دنیا پر واضح ہو گیا کہ دہشت گردی کس کی پالیسی ہے۔ اس میں فوجی بیرکوں اور فوجیوں کی خیمہ مشن وہ بھی کی تواردار کے خلاف تین مرتبہ حملے (ڈوڈہ، پٹھان کوٹ اور اوڑی) شامل کرتے ہوئے واحد مقصد یہ ہے کہ اس کے مل جل کر چلنے کرنے والی جماعتی فوجیں اس تنازعہ اور مداخلت سے فائدہ اٹھا کر کسی طرح اس کے پر قبضہ کر لیں اور بھارت وہاں بنگلہ دیش کی حکومت قائم کر دے۔ اور اس ادارے کی مضبوط حکومت تشکیل دے۔ بنگلہ دیش کی حکومت مشرقی پاکستان میں تسلیم کر لیں اور اس طرح مشرقی پاکستان کی حکومت اور فوج کو کمزور کر دینے سے بھارت مقصد میں بھارت اور اس کا مقصد پورا ہو جائیں گے۔

دہشت گردوں کی اس اخلاقی اور بے رحمی سے اخلاق دشمن میں ویزہ حاصل کرنے سے آفتاب کی طرح روشن ہو گئی کہ دہشت گردی کی حقیقت دنیا کے سامنے آ گئی۔ اس دہشت گردی کا نشانہ اول دشمن ہے اور جو بڑی تنظیمیں بھی فعال ہیں اور انہوں نے اس قرارداد پر دستخط کیے ہیں وہ عالمی امن دہشت گردی کی دشمن ہو گئی ہیں۔

بھارت نے پے در پے تین مرتبہ ویزہ پالیسی کو تبدیل کرتے ہوئے ہر مرتبہ پہلے سے زیادہ کڑی شرائط عائد کر دیں کہ وہ اس دہشت گردی میں ملوث نہیں ہے۔ وہ اخلاقی دشمن ہے۔ اس نے اس دہشت گردی کی کوششوں کو ناکام بنانے کے لئے بنایا ہے۔

بہرحال یہ سب کچھ دنیا کی رائے عامہ کو اپنے ظلم و زیادتی سے باز رکھنے والوں کے نقطہ نظر سے عرض کیا گیا ہے۔ ہمیں تو اس کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی اتحاد و قدرت کی مالک ہے۔ اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے قبضہ قدرت میں تمام عالم ہے۔ ہر چیز اس کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت صرف اور صرف اس کے ہاتھ میں ہے۔ جو چاہے وہ اپنے بندوں کی مدد و نصرت کے لئے فرشتے بھیجے اور چاہے شیاطین اس کی دشمنی شیطانوں سے فرشتوں کا کام لے کر اپنے بندوں کی مدد کرائے اور چاہے غیب کی طرف سے اسباب پیدا فرما دے۔ اسباب سے مخلص نہیں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات

بہر حال اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے، یہ شبہ کامیابی اور فتح و نصرت میں جو بظاہر خیر و برکت ہے وہ ہماری شامت اعمال کا نتیجہ ہے۔

ماضی کی بے اعتدالیاں

گذشتہ تیس سال میں جو خطرناک غلطیاں ہم نے کی ہیں خصوصاً مشرقی پاکستان کے عوام کے بارے میں جو معاشی اقتصادی اور سیاسی بے اعتدالیاں ہم نے کی ہیں اور جو بے عنوانیاں ہم نے برتی ہیں وہ انتہائی خطرناک ہیں۔

عرصہ دراز سے۔ پاکستان بننے کے بعد سے۔ ایک سادہ لوح قوم کی خالص اسلامی اور قومی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دینے کے بجائے تمام اعلیٰ اونچی کاموں کے دروازے غیر مسلم اور کٹر ہندو ذہنیت رکھنے والے استادوں اور استانیوں کے لئے چوپٹ کھول دینا اور خالص ہندو ذہنیت کے تحت تصنیف کی جانے والی کتابیں نصاب تعلیم میں داخل کرنے دینا، بنگالی قومیت کے پرچار کی کھلی چھٹی دے دینا، یا خود اپنے لگے پر تبر کی چلانے اور اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مرادف نہیں ہے؟ اسی کا نتیجہ ہے کہ اس تیس سال میں جو نئی پود ابھری اور نئی نسل پروان چڑھی وہ اسلامی روح سے قطعاً بہرہ تھی اور بنگالی قومیت کا زہر اس کی رگ رگ میں سرایت کر چکا تھا، وہ بڑی آسانی سے دشمن کی آلہ کار بن گئی اور غیر بنگالی سے نفرت و بیزاری اس قدر بڑھ گئی۔ وہ غیر بنگالی سے مشرقی پاکستان کی سرزمین کو پاک کرنا اپنا دینی فرض بلکہ جہاد سمجھنے لگی اور مارچ اے ء کے مہینہ میں انہوں نے غیر بنگالیوں کا خون بہانے کے سلسلہ میں جس درندگی کا ثبوت دیا دنیا اس سے واقف ہے:

حیف! از ما است کہ بر ماست

ماضی قریب کی سب سے مہلک غلطی

گذشتہ سال محض انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے ملک کی سیاسی جماعتوں نے انتہائی ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دیتے ہوئے نہ صرف مشرقی پاکستان میں بلکہ مغربی پاکستان میں بھی عوام کے معاشی استحصال کا مہلک تعرد سیاسی پلیٹ فارموں سے اس زور شور کے ساتھ بلند کیا کہ دونوں بازوؤں کے عوام کے سامنے بجز پیٹ اور روٹی، کپڑے اور مکان کے اور کوئی چیز نہ رہی۔ انہوں نے خدا کو رسول کو، دین کو، اسلام کو، پاکستان کو، غرض ہر غیرت و حمیت کی چیز کو یک قلم فراموش کر دیا اور اکثریت نے انہی جماعتوں کو ووٹ دیا اور اپنا نمائندہ منتخب کیا جو روٹی اور پیٹ کا مسئلہ حل کرنے کی دعویدار تھیں، خصوصاً مشرقی پاکستان میں تو نہ صرف کالعدم عوامی لیگ کو تقریباً سو فیصد نمائندگی حاصل ہوئی بلکہ اسی پلیٹ ہوئے فکر و بلکہ متحرک کی بدولت مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور بنگلہ دیش کی تخم ریزی ہوئی، کاش! مشرقی پاکستان کے عوام ان حقیقی استحصال کرنے والے ہندوؤں کو پہچان سکتے جو نہ

صاف پاکستان بننے سے پہلے سے بھی بڑھ کر تھی اور لکھوکھا سے بھی زیادہ لوگوں نے عوام کا استقبال کرتے ہوئے دیکھا ہے جو پاکستان بننے کے بعد تک انہی علاقوں میں رہتے تھے اور انہوں نے مشرقی پاکستان سے عوام کا استقبال دیکھا ہے جس کی مثال پوری دنیا میں پیش کرنے سے ان کو ڈانا پڑتے ہیں اللہ بچائے۔

حاسدانہ غفلت اور غلط کاری

[illegible] ہوئے [illegible] صورت زوال آمادہ ہے اس کے ساتھ ساتھ ہمارے دشمنوں کی طرف سے ہمارے خلاف ایک مخاصمانہ پروپیگنڈا بھی ہوا ہے جس کے ذریعہ دنیا کے لوگوں کو ایک غلط اور بے بنیاد تاثر دیا گیا ہے اور ہمارے خلاف ایک قسم کا تعصب پیدا کیا گیا ہے اور ہمارے خون خوار دشمنوں کی معافی کا محض حقائق سے ناواقف ہونے کی وجہ سے دنیا کے دیانتدار لوگوں نے بار بار اظہار کیا ہے اور کھلا کھلا تمام ان کی واپسی اور دوبارہ آبادکاری کا انتظام کرنا چاہئے تھا اور ان کو ان کے گھروں میں دوبارہ آباد ہونے کا موقعہ دینا چاہئے تھا۔ اور یہاں کا تمام دنیا کے لوگوں نے بلا پوچھ گچھ کے ان لوگوں پر جنہوں نے مشرقی پاکستان کے غیر بنگالی عوام اور پاکستانی افواج کے خلاف جرائم کا ارتکاب کیا تھا۔ عفو کا اظہار کیا ہے۔

سب سے بڑی غلطی جو ہمارے بعض زیادہ پڑھے لکھے اور سمجھدار لوگوں نے کی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو یہ تاثر دیا گیا ہے کہ ان کو مغربی پاکستان کی حکومت اور فوج کی کارروائیوں کی وجہ سے بنگلہ دیش بنانے کا موقعہ ملا ہے اور ان کی یہ سوچ تھی کہ اس کی پروپیگنڈا کی وجہ سے ان کو بین الاقوامی ہمدردی اور امداد کے حصول میں مدد ملے گی۔ لیکن ان کی یہ سوچ کس حد تک صحیح ثابت ہوئی ہے؟ کیا دنیا کے لوگوں نے ان کی دیانت اور ان کی سیاست کو سراہا ہے؟ کیا ان کی دیانتداری کی وجہ سے ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے؟ کیا دنیا کی مہذب اور ترقی یافتہ قومیں ان کے ساتھ ہمدردی کے ساتھ پیش آئی ہیں؟

فضل اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائیں اور ہماری غلطیوں کو محض اپنے فضل و کرم سے معاف فرمائیں اور حبیب رب العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کو اپنے حبیب کے صدقے معاف فرمائیں اور اعلانی اور خفیہ ہر قسم کی غلطیوں سے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں محفوظ فرمائیں۔ آمین

[illegible] حکومت نے اور [illegible] حکومت نے [illegible] ہے اس سے [illegible] ہے اس کی [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

گئی ہے، شاید روسیاہ روس کی حکومت کی نگاہ میں پاکستان کا سب سے بڑا جرم یہ ہوگا کہ پاکستان نے چین اور امریکہ کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں کچھ خدمات انجام دی ہیں، اس لئے وہ پاکستان سے انتقام لینا ضروری سمجھتا ہے، امریکہ کو ہندوستان کی ضرورت اس لئے تھی کہ چین کے لئے قربانی کا بکرا تیار کیا جائے، لیکن جب چین سے امریکہ کو اطمینان ہو گیا تو اس کو اس بکرے کو پالنے کی کیا ضرورت ہے؟ علاوہ ازیں دنیا کی ان دو بڑی حکومتوں کے اتحاد یا قرب سے روس کو اپنی موت نظر آنے لگی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق بننے کا طریقہ

بہرحال یہ تو ظاہر ہے کہ یہ سب شعرِ خ کا کھیل ہے اور سیاسی شعبدہ بازیاں ہیں "الکفر ملة واحدة"، مسلمان کا کام تو حق تعالیٰ کی طرف انابت و رجوع اور اپنی خطاؤں سے توبہ و استغفار ہے، سابق جنگ عظیم ہی میں دیکھ لیجئے! آخر میں جرمنی کس طرح تباہ کیا اور برطانیہ نے اپنے بدترین دشمن روس کو کس طرح اپنے سینے سے لگا کر اور اتحادی بنا لیا، یہ تو سیاست کے مہرے ہیں، رات دن بدلتے رہتے ہیں، ان میں سے کسی کے لئے بھی بقا اور قرار نہیں ہے، حق تعالیٰ کی ذات ازلی، ابدی اور مبنع قدرت و کمالات ازلی ہے، تغیر و تبدل سے بالاتر بلکہ ورا ہے، مسلمانوں کے لئے اب ایک ہی مختصر اور قریبی راستہ رہ گیا ہے کہ حق تعالیٰ کو راضی کرنے کی تدبیر میں لگ جائیں، اسلامی قانون عدل نافذ کرنے کا فوری طور پر اعلان کریں، اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے حکومت کی سطح پر فواحش و منکرات اور جرائم کے خلاف جدوجہد جاری کریں اور اپنی بساط کے مطابق آلات حرب اور سامان جنگ کی تیاری میں کوتاہی نہ کریں، صحیح اسلامی زندگی اختیار کریں، غیر اللہ کا خوف دل سے نکال دیں، صرف حق تعالیٰ کی ذات پر عمل توکل و اعتماد کریں اور دلوں سے دنیا اور جہنم کو نکال پھینکیں، موت سے ڈرنا چھوڑ دیں، دنیا کی محبت میں سرشار ہونے کے بجائے اس سے تعلق منقطع کریں۔ پھر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں کس کس طرح نازل ہوتی ہیں۔ ہمارے سامنے چین کی زندہ مثال موجود ہے جو قوم اپنی غفلت و بیکاری میں ضرب المثل بن گئی تھی، دنیا اسے افیم چیوں کا ملک کہتی تھی، آج اپنی جدوجہد اور عزم و استقلال کی وجہ سے اور جفاکشی و سخت کوشی اور عظیم ترین ہمت کی بدولت کہاں سے کہاں پہنچ گئی، عقل حیران ہے اس ملک میں رائی برابر کا ایک ہی سماج ہے، ایک ہی خوراک ہے، ایک ہی سی معاشرت ہے، عیش پرستی کے تمام راستے بند کر دیئے ہیں، نہ تھیٹر ہیں، نہ سینما، نہ عیاشی کے شبینہ کلب ہیں، نہ راتوں کو دادِ عیش دینے کے اجتماعات ہیں، اس جفاکشی و سادہ زندگی کی برکت سے ہی ملک کی ترقی میں تمام تر آمدنی خرچ ہو رہی ہے، آج عوامی چین اس زندگی کی بدولت ہی اس مقام پر پہنچ گیا کہ روسیاہ روس اور امریکہ بھی اس کی ترقی سے لرزہ براندام ہیں، کاش! یہ قوم اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائے، صرف خدائے لایزال پر ایمان لانے کی کسر باقی ہے ورنہ عملی طور پر حقیقی مسلمانوں کی معاشرت اختیار کر چکی ہے، کاش! مسلمانوں کو چین سے عبرت

حاصل ہوتی اور پاکستانی حکمران اور پاکستانی قوم اس قوم سے درس عبرت حاصل کرتی۔ مسلمانوں پر من حیث القوم کبھی بھی تاریخ میں فواحش و منکرات کی زندگی راس نہیں آئی، بلکہ اس کی سزا ضرور ملی ہے۔ اندلس کی تباہی سے لے کر بخارا و سمرقند کی بربادی اور اس کے بعد تک تاریخ اسلام کے صفحات عبرت کے لئے ہمارے سامنے ہیں۔

مسلمانوں کو غیر اسلامی تعبیرات و نعروں سے بچنا چاہئے

بہر حال پاکستان اس وقت شدید ابتلاء کے دور سے گذر رہا ہے اور ایک مشتعل و مکار دشمن سے برسر پیکار ہے، جو ایک خدائی مقہر، باغی و طاغی فرعونی طاقت کا آلہ کار بنا ہوا ہے۔ ہماری افواج بے نظیر شجاعت و پامردی اور عزم و استقلال کے ساتھ اپنے ملک و ملت کی حفاظت میں مصروف ہیں اور صرف اسلامی جہاد کی روح نے ان میں یہ ایثار و اخلاص اور بہادری و بے خوفی کے اوصاف پیدا کئے ہیں! اسلامی جہاد کا اساسی منشا اعلاء کلمۃ اللہ ہے اور دنیا کے مذاہب کے مقابلہ پر دین اسلام کی سربلندی و برتری کو قائم کرنا ہے، اسلام وطنیت، قومیت، جغرافیائی حدود کی اہمیت، رنگ و نسل اور نسلی تفرقوں سے بالاتر ہے۔ اس سلسلہ میں آج کل ریڈیو اور اخبارات اور اس کے علاوہ عام نشریات میں جو نعرے اور تعبیرات آرہی ہیں سراسر اسلامی روح کے منافی ہیں، وطن مقدس، حب الوطنی ملکی سالمیت وغیرہ وغیرہ الفاظ سب کے سب اسلامی روح سے بعید ہیں۔ غیر شعوری طور پر ہمارا یہ معاشرہ ان غیر اسلامی نعروں اور تعبیرات میں مبتلا ہو گیا ہے۔ مسلمانوں کی مملکت اس لئے قابل احترام ہے کہ دین اسلام کے حلقہ بگوش وہاں بستے ہیں، دین اسلام کے شعائر وہاں زندہ ہیں، اللہ و رسول کے بابرکت ناموں سے پورے پاکستان کی فضا معمور ہے، دین اسلام کی خدمت اور اسلامی علوم کی نشر و اشاعت کی گراں بہا خدمات انجام پذیر ہیں، ایک مسلمان کی قیمتی جان اور مذہب وہاں محفوظ ہے، اگر آج اسلام کے تصور سے قلوب خالی ہو جائیں، اسلامی شعائر پامال ہونے لگیں اور بحیثیت مسلمان، مسلمان کا دین و ایمان اور جان و مال عزت و آبرو وہاں غیر محفوظ ہو جائے تو وہ ملک و وطن مقدس کہلانے کا کبھی بھی مستحق نہیں ہوتا، اس لئے ہمارے اخبارات و جرائد اور ریڈیو و نشریات کو چاہئے کہ وہ اس حقیقت کو کبھی نظر انداز نہ کریں اور ان غیر اسلامی الفاظ، نعروں اور تعبیرات کو یک قلم ختم کر دیں، ہمیں صدمہ ہے کہ ہماری ریڈیو کی زبان ایسی ہو گئی ہے جیسے غیر مسلم قوموں کی زبان ہوتی ہے، نہ انشاء اللہ کا ذکر آتا ہے، نہ ماشاء اللہ کا کلمہ زبان سے نکلتا ہے، ہم یوں کریں گے اور ہم ایسے ہیں اور ویسے ہیں وغیرہ وغیرہ، خود مرعوبانہ لہجہ اور نعرے عام ہیں، اس کے علاوہ تلاوت قرآن کریم، اذکار و ادعیہ ماثورہ، آیت کریمہ وغیرہ کے بجائے موسیقی کی دھنیں گونج رہی ہیں، کیا کہیں آج اگر ہماری سیرت، ہماری صورت، ہمارا معاشرہ اسلامی ہوتا تو نقشہ ہی کچھ اور ہوتا، خدا کا شکر ہے کہ ہمارے عوام کے دینی مشاغل، تلاوت قرآن کریم، ختم آیت کریمہ، نمازوں میں قنوت نازلہ اور نوافل و صلاۃ حاجت وغیرہ پڑھی جارہی ہیں اسی سے ان کے حوصلے بلند ہیں، ہماری افواج بھی اسلامی جذبے سے سرشار ہیں،

ان کے تعزیہ سے بھی پاکستان کی فضا گونج رہی ہے، غرض ان میں ایسے اوصاف تھے، اب ضرورت اس کی ہے کہ قوم کے اندر اسی قسم کی صفتوں میں اسلامی روح کی تربیت کی جائے اور اس کو فنا نہ ہونے دیا جائے، گذشتہ ۶۵ میں جس طرح حق تعالیٰ کی رحمت نازل ہوئی وہ بھی دیکھ لیا گیا ہے، اس کے بعد جس طرح اس روح کو کچلنے کی کوشش کی گئی وہ بھی سب کو معلوم ہے۔" (میاں راجہ بیان)

جہاد سے متعلق حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند ملفوظات

یہاں تک لکھ چکا تھا کہ میرے سامنے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ کے چند ملفوظات آئے، جو حضرت نے ۳۳ سال قبل تھانہ بھون کے قیام کے دوران جہاد کے متعلق ارشاد فرمائے تھے اور بعض مخلصین نے اقتضائے وقت نفع امت کے خیال سے شائع کئے ہیں، ناظرین کے ان مبارک ملفوظات کو دیانت کے ساتھ ذخیرہ کا جزو بنانا بہت ہی برمحل معلوم ہوا، اللہ تعالیٰ توفیق نصیب فرمائے۔ فرمایا:

"آج کل لوگوں پر مادہ پرستی کا غلبہ ہے، مادی ہی ترقی کو ترقی سمجھا جاتا ہے، چنانچہ مادی اشیاء پر بہت زور دیا جاتا ہے اور ان پر ناز کیا جاتا ہے، لڑائی میں ماری بھی زیادہ اور سامان جنگ کو نصرت کا سبب سمجھا جاتا ہے، مالک حقیقی رب العالمین پر نظر نہیں کی جاتی، دیکھئے ابتدائے اسلام میں جتنے جہاد ہوئے، ان میں عموماً کفار کے پاس ہر قسم کے ہتھیار کافی تعداد میں موجود تھے اور مسلمان ان کے لحاظ سے بالکل بے سروسامان اور تہی دست کہے جانے کے مستحق تھے، غزوہ بدر میں اسلامی لشکر کے پاس تلواریں صرف آٹھ تھیں، گویا سے وغیرہ اسلحے کم تھے اور جنگ دست بدست ہوئی جس میں تلوار زیادہ کارآمد ہوتی ہے، اس پر طرہ یہ کہ کفار تعداد میں بھی مسلمانوں سے تین گنے تھے اور سب کے سب ہتھیار بند، باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو منصور و مظفر فرمایا، کامیابی و فتح مندی نے ان کے قدم چومے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ سب غزوات میں کامیاب غزوہ بدر ہی کا ہے کیونکہ اس سے کفار کے حوصلے ہمیشہ کے لئے پست ہو گئے تھے اور ان کی مظلوم و شوکت ٹوٹ گئی تھی، تو اب غور کیجئے کیا یہ نصرت مادی ترقی کا نتیجہ تھی یا ایمان و اخلاص کی برکت تھی۔"

اسی سلسلہ میں فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی بھی فوج ہے (یعنی فرشتے) جس کو نہ گھوڑوں کی حاجت ہوتی ہے نہ اسلحہ کی ضرورت، نہ رسد کی محتاج ہوتی ہے، نہ کمک کی منتظر، اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں اس فوج ظفر موج کے ذریعہ سے مسلمانوں کی نصرت فرماتے ہیں، کرظفر مندی کا تاج ان کے سر پر رکھ دیتے ہیں اور اس فوج کے ذریعہ سے نصرت اب بھی ہوتی ہے اور بہت مرتبہ اس کا مشہود ہوا ہے، ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا کہ اکھنور سے زیادہ تعداد میں ہندوؤں نے ضلع اکھنور میں بھی بعض مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس ناگہانی معرکہ میں مسلمانوں کو خاطر خواہ کامیابی عطا فرمائی تھی، بعض لوگوں نے بیان کیا کہ مقابلہ کے وقت جہاں تک نظر جاتی تھی سبز پوش مسلح

مسلمان ہی نظر آتے تھے، یہ سبز پوش وہ مدد کو آنے والے فرشتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مالک کی جماعت کو اپنے خاص بندوں کی حفاظت کے لئے بھیجا اور ان کو صرف کفار پر ظاہر کر دیا مسلمانوں سے پوشیدہ رکھا، تاکہ وہ پوری ہمت سے جد و جہد کو جاری رکھیں اور ان کی شان توکل میں کمی نہ آنے پائے اور پھر آخرت میں اجر جزیل حاصل کریں اسی سلسلہ میں فرمایا نزول ملائکہ کا مدار تقویٰ پر ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ﴾ [آل عمران: ۱۲۵]

یعنی اگر تم اے مسلمانو! کفار کے مقابلہ میں استقلال سے کام لو گے اور متقی بنے رہو گے اور وہ تم پر ایک دم ٹوٹ پڑیں گے تو تمہارا پروردگار تمہاری امداد پانچ ہزار خاص وضع کے فرشتوں سے فرمائے گا۔

آج کل لوگوں نے تقویٰ کو بیکار سمجھ رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ تقویٰ اور فتح میں کیا مناسبت؟"

تقویٰ فتح و کامرانی کا ذریعہ ہے

فرمایا: "اس زمانہ کے تعلیم یافتہ لوگ کہتے ہیں کہ دین کو ظاہری ترقی سے کیا تعلق ہے، گویا بالفاظ دیگر دین کی پابندی کو دنیوی ترقیات میں حائل سمجھتے ہیں، ان لوگوں کی اس بے سر و پا بات پر مجھ کو یہ واقعہ یاد آ جاتا ہے کہ:

ایک طبیب نے بادشاہ کو امراض چشم کے لئے کف پا میں مہندی لگانے کو بتایا اس پر خواجہ سرا صاحب سے صبر نہ ہو سکا اور نہ قدانہ انداز میں بولے کہ جناب حکیم صاحب کف پا اور چشم میں کیا تعلق ہے؟ طبیب نے فوراً منہ توڑ جواب دیا کہ کف پا اور چشم میں وہی تعلق ہے جو خصیتین اور داڑھی میں ہے یعنی یہ تو تجھے بھی تسلیم بلکہ مشاہدہ ہے کہ اگر خصیے نکال دیئے جائیں تو داڑھی نہیں نکلتی ہے اور اس تعلق کو تو کھلی آنکھوں اپنی ہی ذات میں دیکھ رہا ہے تو کف پا و چشم کے تعلق پر کیوں اعتراض و تعجب ہے؟ تو جیسے خواجہ سرا صاحب کی سمجھ میں کف پا و چشم کا تعلق نہیں آیا تھا ایسے ہی ہمارے جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کی سمجھ میں دین اور ترقی کا تعلق سمجھ میں نہیں آتا، بلکہ یہ تعلق اس تعلق سے بہت زیادہ ظاہر ہے، صدیوں تک مسلمانوں نے ہی نہیں بلکہ کفار نے بھی مشاہدہ کیا ہے کہ دین کی پابندی نے مسلمانوں پر ہر قسم کی ترقیات کے دروازے کھول دیئے ہیں، اور مسلمانوں نے دین کی پابندی چھوڑ کر ذلت و تنزل کو اور ترقی نے مسلمانوں کا ساتھ دینا چھوڑ دیا۔"

فرمایا: "جو لوگ صرف ظاہری ساز و سامان پر نظر رکھتے ہیں اور کامیابی کا راز اسی میں پوشیدہ جانتے ہیں ان کو غور کرنا چاہئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس کون سا لاؤ لشکر اور ساز و سامان تھا اور فرعون جیسے متکبر و عظیم الشان بادشاہ کے پاس کس شے کی کمی تھی؟ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کارساز حقیقی پر توکل کر کے اس کے ارشاد کے ماتحت فرعون سے مقابلہ کرنے جاتے ہیں اور اپنے ساتھ صرف اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو لے لیتے ہیں اور

ان کو بھی اس کہاں سے ساتھ لیتے ہیں کہ وہ فصیح البیان ہیں، اچھی شستہ تقریر کریں گے اور میری تائید و تصدیق کریں گے کیونکہ تائید سے دل بڑھتا ہے۔

غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے مقابلہ کے لئے تنہا تیار ہو گئے، صرف تائید کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام کو ساتھ لے کر اس کے بھرے اور پر شوکت دربار میں پہنچ گئے اور خوب ٹھوک کر اور بجا تجھک کر "فقولا قولا لینا" فرعون کی ہمت نہیں ہوئی کہ ان کو قتل کرا دے یا گرفتار کرا دے یا اور کوئی مقدمہ قائم کرا دے۔ صرف زبانی گفتگو میں اتنا ضرور کہا:

﴿ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا ﴾ [بنی اسرائیل: ۱۰۱]

یعنی اے موسیٰ! میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا:

﴿ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴾ [بنی اسرائیل: ۱۰۲]

یعنی اے فرعون میرے خیال میں ضرور تیری کم بختی کے دن آ گئے ہیں۔

مگر باوجود اس جواب کے بھی فرعون کو اقدام قتل کی ہمت نہ ہوئی اور کیسے ہوتی اللہ کا وعدہ تھا:

﴿ وَ نَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا بِاٰیٰتِنَا اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴾

[القصص: ۳۵]

یعنی اے موسیٰ و ہارون علیہما السلام! ہم تم دونوں کو ایک خاص شوکت عطا کرتے ہیں جس سے تم پر ان لوگوں کو دسترس نہ ہوگی، ہمارے معجزے لے کر جاؤ تم دونوں اور تمہارے پیرو غالب رہیں گے۔

اب غور کیجئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں یہ قوت و شجاعت، یہ ہمت و جرأت، یہ طاقت کس مادی سامان کی وجہ سے تھی، ان کے پاس توپ و تفنگ نہ تھی، ہوائی جہاز اور تباہ کن بم نہ تھے، یہ قوت صرف حقانیت اور تعلق مع اللہ کی تھی، یہ تقویٰ، نیاز آوری احکام خداوندی کا ثمرہ تھا۔

فرعون کی تدابیر، مکروں کا قتل وغیرہ سب بیکار ثابت ہوئیں، جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سے فرعونی حکومت کے تباہی کے سامان بہم ہوں تو فرعون کی خاص فوجیں کیا کام کر سکتی تھیں۔

اسی طرح تقویٰ سے اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوتا ہے اور سب مادی و طاغوتی طاقتیں حق تعالیٰ کے سامنے پیش پیش ہو جاتی ہیں، تقویٰ کی وجہ سے ہر قسم کی فلاح بندہ کو نصیب ہوتی ہے، قوت کی اصل روح تعلق مع اللہ ہی ہے، دیکھئے اگر شیر کا بچہ کسی کا پالی دیدہ کار ہو تو وہ کس قدر بے خوف اور نڈر ہو جاتا ہے اور اگر کمشنر سے بھی تعلق ہو تو قوت میں بھی وہ چند سے چند اضافہ ہو جاتا ہے، گورنر، وائسرائے اور بادشاہ کے تعلقات کو اسی پر قیاس کر لیجئے اور جس کا تعلق رب العالمین، الملک الحکیم، سلطان السلاطین سے ہو اس کی طاقت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے، اب

صرف یہ بات رہ گئی کہ تعلق مع اللہ کیسے حاصل ہو۔ تعلق مع اللہ اللہ تعالیٰ کے ظاہری و باطنی احکام پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

ہزیمت

یہ جو چرچا تھا کہ یہ ہمیں کو جھیلنا پڑا ہے کہ دردناک خبر کانوں میں پڑی کہ مشرقی پاکستان میں ہماری بہادر افواج کو ہتھیار ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے اور دوسرے ہی دن مغربی محاذ پر بھی فائر بندی کا حکم دے دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

داخلی قیادت کے ناقابل برداشت عواقب نے اسلام اسلمانوں کو رسوا کر دیا۔ آئندہ شمارے میں اس حسرت ناک موضوع پر اظہار خیال کیا جائے گا:

اذا کان الغراب دلیل قوم
سیھدیھم طریق الھالکینا

پہلے سات آدمی کا مرثیہ لکھا اب سات کروڑ کا مرثیہ لکھنا ہوگا۔

[ذی القعدہ ۱۳۹۱ھ۔ جنوری ۱۹۷۲ء]

سقوط مشرقی پاکستان

﴿ھٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَھُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ [الاعراف ۲۰۳]

اس کارخانہ قدرت کی مخلوقوں کو کون ہے جو سمجھنے کا دعویٰ کرے، بجز اس ذات علیم مطلق کے کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ کائنات راز ہائے سربستہ کا ایک حیرت انگیز خزینہ ہے جس کے انشاء سے آسمان و زمین کے ملائکہ اور فرش زمین کے انبیاء کرام سب ہی عاجز ہیں علیھم صلوات اللہ وسلامہ یہ وہ مقام ہے جہاں فلاسفر اور خود بھی عقل کتب ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں آئن سٹائن، رسل، جنری برگسان کی زبان بھی خاموش ہے حق تعالیٰ شانہ کا وصف ذاتی "علم محیط" ہے حق تعالیٰ کی سات صفات کمال اور ان سات میں ایک صفت "معیت" ہے، جو حق تعالیٰ کی شان بے نیازی کو ظاہر کرتی ہے، وہ بادشاہ ہے، مالک الملک ہے جو چاہے کرے کسی مجال سوال نہیں، اس نے جلال عظمت کے سامنے سب سر بسجود ہیں اور تمام مخلوقات دنیا میں قرآن کریم میں ارشاد فرمائی ہے:

﴿قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [آل عمران ۲۶]

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہیں: یا اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت اسے دیتا ہے اور سلطنت

چھین لے جس سے چاہے اور عزت دے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جس کو چاہے، تیرے ہاتھ ہے سب خوبی، بلاشبہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

شیخ فریدالدین عطار رحمہ اللہ نے ''منطق الطیر'' میں تفصیل کے ساتھ اور پندنامے میں اجمال کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کی کبریائی اور بے نیازی کا انتہائی مؤثر نقشہ کھینچا ہے، حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے اولوالعزم رسول و پیغمبر بھی حکیم مطلق کی حکمتوں کے سمجھنے سے قاصر رہے اور حضرت خضر علیہ السلام کے تکوینی عجائبات قدرت دیکھنے کی تاب نہ لا سکے اور جلد ہی جدائی اختیار کرلی، لیکن ہم سمجھیں یا نہ سمجھیں اتنا ہر ایک مسلمان ضرور سمجھتا ہے اور اس کا عقیدہ و ایمان ہے کہ حق تعالیٰ عادل ہے، قائما بالقسط ہے، کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا، جو کچھ مصائب و آلام آتے ہیں انسانی اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں، یہ دنیا بھی چھوٹا دار الجزاء اور دار الجزاء ہے، پوری جزا و سزا تو آخرت و قیامت کی خصوصیت ہے، البتہ تنبیہ و تہدید کے طور پر دنیا میں بھی اعمال کی کسی نہ کسی قدر جزاء یا سزا مل جاتی ہے۔

عصر حاضر کا سب سے بڑا المیہ

آج کا ہمارا سب سے جانکاہ حادثہ مشرقی پاکستان کا سقوط اور مغربی پاکستان کا مجروح ہونا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عصر حاضر کی تاریخ کا یہ سب سے بڑا المیہ ہے، سلطنت عثمانیہ کے زوال کے بعد ایشیا کا سب سے بڑا حادثہ ہے، مسلمانوں کی ایک عظیم مملکت جس کی آبادی ۱۲ کروڑ تھی اور اس میں تمام عالم اسلام کی قیادت کی صلاحیت تھی چند دنوں میں یکایک ۵ کروڑ کی ہوگئی اور اتنی کمزور کہ اس کو اپنی حفاظت بھی مشکل ہوگئی ہے، مسلمانوں کی ایک عظیم ترین صالح قوم ایک سفاک، بے رحم، ہندو جیسی رسوائے عالم طاقت کے اقتدار میں آگئی، ہماری ہزاروں مسجدیں، ہزاروں مدرسے اور خانقاہیں اور سینکڑوں ادارے اور جمعیتیں وحشی درندوں کے ہاتھوں برباد ہوگئیں، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں جانیں بدترین بربریت کی شکار ہوگئیں، ہزاروں ناموس لٹ گئے، ہزاروں مسلمانوں کی معصوم عورتیں درندوں اور بہائم کے ہاتھ آگئیں، ایک لاکھ کے قریب قابل فخر نوجوان مجاہدین ایک ذلیل قوم کے ہاتھ جنگی قیدی بن کر طرح طرح کے روح فرسا آلام کے شکار ہو رہے ہیں، ہماری اربوں کی جائیداد اور فیکٹریاں، ملیں، کارخانے، ہندو قوم کے ہاتھ آگئے، ہمارا کروڑوں اربوں روپے کا اسلحہ، ٹینک، توپیں اور گولہ بارود اور راشن کفار کے ہاتھوں میں چلے گئے، اور ہماری جان باز و جاں نثار، بے نظیر بہادر فوج ایسی حالت میں ہے کہ زخموں سے چور ہے اور دنیا کی کوئی قوم ان کی مرہم پٹی کرنے سے بھی عاجز ہے اور ہم ریڈیو اور ٹی وی پر واویلا کرتے کرتے تھک گئے لیکن ''صدائے برنخاست'' کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، وہ دردناک اور حسرت ناک ذلت نصیب ہوئی ہے جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، کہاں تک مرثیہ خوانی کی

جائے گا۔ یہاں ہم چند اہم حالات پیش کرتے ہیں جن کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ آیا قرآن کریم کی پیشگوئی پوری ہوئی یا نہیں۔ اگر پوری ہو گئی ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اسلام کی ترقی کا دور ختم ہو گیا ہے اور اگر پوری نہیں ہوئی تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اسلام کی ترقی کا دور ابھی ختم نہیں ہوا۔ اس کے بعد ہم اس سوال پر بحث کریں گے کہ اگر پوری ہو گئی ہے تو کیوں ہو گئی ہے اور اگر پوری نہیں ہوئی تو کیوں نہیں ہوئی۔ اس بحث

⑧ ریاست کشمیر کو تدبیر کے ساتھ اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے، اس کے بجائے قبائلی حضرات کو ترغیب جہاد کے نام سے بھڑکایا، غیر تربیت یافتہ، غیر سنجیدہ افراد کے کارناموں نے اسلام اور مسلمانوں کی آبرو کو خاک میں ملا دیا، جب پاکستان سے احتجاج کیا گیا تو پاکستان نے اپنی لاعلمی اور برأت کا اظہار کیا، کشمیر کی ہندو حکومت نے ہندوستان سے امداد طلب کی اور الحاق کی شرط پر آمادہ ہوگئی، کشمیر نے ہندوستان سے الحاق کر لیا، اب ہندوستان فوج نے ہوائی فوج اور توپوں اور ٹینکوں کی فوج سے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا، پاکستان نے برأت کا اظہار پہلے ہی کر دیا تھا، ہندوؤں اور انگلوں سے ہتھیاروں کا مقابلہ ناممکن تھا، ادھر پاکستانی افواج کو جو امداد کرنی چاہئے تھی وہ نہ کر سکیں، آخر کشمیر کو ہندو کے قبضے میں دے دیا، ہندوؤں نے پٹھان کوٹ کے راستہ سڑک بنا کر قبضہ مستحکم کر لیا اور بھارت کا جزو بنا لیا۔

⑨ بنگال کی اسلامی تربیت کے بجائے غیر اسلامی تربیت کی کوشش کی گئی، عریانی اور فواحش، رقص و سرود کی ترویج میں انتہائی کوشش صرف کی گئی، ہندو نصاب اسکولوں کالجوں میں پڑھایا گیا، ۹۰ فیصد ہندو ٹیچرز تھے، تعلیم کے راستہ سے بنگلہ دیش کی تخم ریزی کی گئی۔

⑩ بنگلہ دیش کی جڑیں مستحکم ہوگئیں، غیر بنگالی مسلمانوں کو جن کی صحیح تعداد ۷ رکھ بتلائی جاتی ہے، انتہائی سفاکی اور درندگی کا ایسا نشانہ بنایا گیا کہ چنگیزی مظالم کی داستان بھی اس کے سامنے ماند پڑ گئی اور عوامی لیگ برسر اقتدار آ گئی جس کا نعرہ بنگلہ دیش تھا اور مجیب کے ۶ نکات پر اس کا مدار تھا۔

⑪ مجیب و یحییٰ کی گفتگو میں تمام باتیں طے ہوگئی تھیں، صرف دفاع اور بیرکی کرنسی کا مسئلہ طے نہ ہو سکا تھا جب کہ ہمارے ہوائی، بحری، بری راستے ہندوستان کے قبضہ میں جا چکے تھے اور مستقل مقابلہ ہمارے لئے بے حد مشکل تھا، عواقب پر غور کر کے کتنا بہتر ہوتا کہ ان کو اختیارات سونپ دیتے اور متحدہ پاکستان سے رابطہ رہتا تو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔

⑫ مارشل لاء کی حکومتیں یکے بعد دیگرے قائم ہوتی رہیں، عوام کی نمائندہ حکومت قائم نہیں کی گئی، اس طرح فوجی ذہن سے معاملات سلجھانے کی کوشش کی گئی، اس پر مستزاد یہ کہ غالباً امداد اسلام کا آلہ کار بن کر تاریخی غداری جو اس قوم کا پیشہ تھا اس کو بروئے کار لا کر اسلام کے وقار کو تباہ و برباد کیا گیا، مسلمانوں کو قعر مذلت میں دفن کر دیا گیا، پاکستان کو لنگڑا لولا بنا کر دشمنان اسلام کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا اور رونے کی بات یہ ہے کہ یہ جن دشمن اسلام طاقتوں نے یہ سب کچھ کرایا صبح و شام ریڈیو و اخبارات میں ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے، مدحیہ قصیدے پڑھے جاتے ہیں۔

اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی سزا

یہ دس نکات ہیں جو پاکستان کی تباہی میں مؤثر ہیں، اور ان سب باتوں کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ پاکستان کا مطالبہ اس لئے کیا گیا تھا یا عوام کو یہ سمجھایا گیا تھا کہ حق تعالیٰ کے قانون کی بالادستی ہوگی، اسلامی قانون نافذ ہوگا، کتاب وسنت پر دستور و آئین بنایا جائے گا، اسلامی اخوت و اسلامی عدل کا مظاہرہ ہوگا اور اسلامی سایۂ عدالت و رحمت میں مسلمان قوم اطمینان کا سانس لے گی۔ حق تعالیٰ نے قرآن میں صاف صاف اعلان فرمادیا ہے کہ اسلامی لشکر انوں کو اقتدار حاصل کرنے کے بعد اقامت صلوٰۃ، ایتاء زکوٰۃ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا منصب سپرد ہوتا ہے اور آخر میں فرمایا گیا: ولله عاقبة الامور (۱) کہ آخر کار انجام حق تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، یعنی شمار و کیا گیا ہے کہ اگر ان فرائض منصبی میں کوتاہی کریں گے تو یہ نعمت ان سے چھین لی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی نعمت عطا فرمائی لیکن جو کچھ اس نعمت کا شکریہ ادا کیا وہ خاصا ہے، درمیان میں ۶۵ء میں حق تعالیٰ نے دوبارہ پاکستان کو نشانۂ ثانیہ معاف فرمائی لیکن پھر ہم کو تنبیہ نہیں ہوا، مزید تباہی و بربادی میں منہمک ہوگئے، آخر ایک بڑا حصہ چھین لیا گیا، اور ایک حصہ ہوتا ہے، کہ آج اس پر اسلامی حکومت قائم نہیں ہوتی تو خالص بدھین ایک ہی دھکے میں باقی ماندہ حصہ بھی جسے بخرے کرکے لے لیا جائے گا، جس کا نقشہ اعدائے اسلام نے تیار کرلیا ہے اور رہا سہا کچھ تھوڑا سا ٹکڑا بچایا بھی لیا تو اس میں انہی اعدائے اسلام میں کی پتلی حکومت قائم کی جائے گی اور اسلام کے سیاسی مسائل ختم نبوت، جہاد، حج وغیرہ وغیرہ سب کے سب ختم کردیے جائیں گے اور جدید اسلام کا ایڈیشن تیار کرلیا جائے گا، بشرطیکہ خارجی سیاسی مصلحت کا تقاضا ہو اپنے نام سے ایک اسلامی ریاست قائم رکھنے کا ہو، ورنہ ظاہر ہے، بہرحال اب کہنا یہ ہے کہ موجودہ حکومت کا دعویٰ ہے کہ یہ عوامی حکومت ہے اور سابقہ حکومتیں مارشل لاء کی حکومتیں تھیں، فوجی حکومت سے تمام کام انجام پر ہوتے رہے، اب عوام کی مرضی کی حکومت قائم ہوئی ہے اور عوام کے نمائندہ حکومت پاکستان میں پہلی مرتبہ وجود میں آئی ہے، اب اس دعویٰ کی تصدیق کا وقت آگیا اور امتحان کی کسوٹی پر پرکھنے کا وقت آگیا ہے۔

تمام اسلامی جماعتیں سیاسی یا غیر سیاسی کتاب وسنت پر متفق ہیں، اور تمام عوام کا مطالبہ بھی یہی ہے اس لئے حکومت کا فرض ہے کہ وہ جلد سے جلد نمائندہ اسمبلی کے ذریعہ اسلامی آئین کتاب وسنت کی روشنی میں تیار کرائیں اور اپنی مرضی کا آئین قوم پر مسلط نہ کریں، پاکستان کی بنیاد اسلام ہے اور اسلام کی بنیاد کتاب وسنت پر ہے، اس لئے بغیر کسی قسم کے چوں وچرا کے جلد سے جلد اس اسلامی عوامی مطالبے کو پورا کردیا جائے اور اس طرح

---

(۱) ﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ [الحج: ۴۱]

سابقہ دعوی کی تصدیق مہیا کی جائے اس طرح تو سارا بقہ حکومتوں کی بے راہ روی کا تدارک بھی ہو جائے گا اور حکومت عملی توبہ کا موقع بھی مل جائے گا اور قوم کی دیرینہ آرزو بھی پوری ہو جائے گی اور پاکستان نے دو کا اصلی مقصد بھی پورا ہو جائے گا اور بعید نہیں کہ اسلامی آئین اور اسلامی زندگی کی برکات بھی نازل ہوں اور جو تباہی و بربادی ہونی اس کی مکافات ہو جائے اور پھر ہم وہاں پہنچ جائیں جہاں تھے، ورنہ خدا وہ بیسوی کی سازشیں تمام دنیائے اسلام کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال کر رہیں گی۔

حکومت وقت سے التجا

خدارا اس قوم اور اس ملک پر رحم کریں جتنی تباہی و بربادی آ چکی ہے اور یہ روز بروز دیکھنا پڑتا ہے اس سے بچنے کی مؤثر تدبیر میں اختیار کریں۔ اسباب کی فراہمی میں کوتاہی نہ کریں، حق تعالیٰ کی ذات پر وثوق کریں، اعداء اسلام سے خیر کی توقع نہ رکھیں، اقتدار کی کرسی تھامیں مبارک ہو، میں اپنی دیرینہ تمنا پر نظر ہے، پاکستان کو صحیح پاکستان اسلامی بنانے کی کوشش کریں، عوام کو مطمئن کریں، دین و دنیا دونوں کی وجاہت حاصل کریں اور سابقہ صدیوں کے لکھنے والوں سے لے کر آج تک کا جو انجام ہوا اس سے عبرت حاصل کریں۔

ان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب

[۱۲ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ فروری ۱۹۶۲ء]

اخبارات و جرائد و صحافت اور قوم و ملت

موجودہ دور دینی اور اخلاقی ہر اعتبار سے انتہائی پر آشوب دور ہے، اعتقادی، عملی اور اخلاقی نوع بنوع فتنوں کا ہجوم ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قلوب سے خوف خدا ختم ہو گیا، آخرت کا تصور نکل گیا ہے، اب محاسبہ اعمال اور مسئولیت آخرت کا عقیدہ مسلمانوں میں برائے نام رہ گیا ہے، دنیا کی فراوانی، دولت کی ارزانی اور زیادہ سے زیادہ کسب دولت کے جنون نے حلال و حرام کی تمیز بالکل ختم کر دی ہے، اہل حق اور اہل علم کے قلوب میں بھی فتنوں کی کثرت سے حسد و رقابت اور حب جاہ و وجاہت کے گوناگوں امراض پیدا کر دیئے ہیں، الا ماشاء اللہ:

چوں کل سیر شد بلبل بلغرند

اخلاص منقود ہوتا جا رہا ہے، دنیوی اغراض کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔

ان فتنوں میں آج کل سب سے بڑا فتنہ اخبارات و جرائد اور صحافت کا فتنہ ہے، معاشرے کی تباہی و بربادی میں اس کا کتنا بڑا حصہ ہے، ریڈیو، ٹیلیویژن، فلمیں، رقص و سرود کی محفلوں سے زیادہ معاشرے کو یہ صحافت برباد کر رہی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ خبارات کو موجودہ تمدن میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہو گئی، اگر اسی کی اصلاح ہو جاتی تو معاشرے کی اصلاح کا بڑا راستہ کھل جاتا، لیکن کیا کیا جائے یہی صحافت آج معاشرہ

[illegible] ہے اور [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

قرآن میں راقم الحروف بھی شامل تھا۔ اگر چہ آج کل زمانہ موجودات کے اختراعکاروں اور خدا نہ شناس ارباب اقتدار تو اس پر فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ معاہدات توڑنے کے لئے تو ہوتے ہی ہیں لیکن خاکسار کہتا ہے کہ یہ غیر اسلامی فکر ہے۔ اسلام تو اپنے متوسلین کو ایفاء عہد کی پُرزور دعوت دیتا ہے۔ اسلام ہی واحد آسمانی دین ہے جو سب سے زیادہ معاہدات کا احترام کرتا ہے۔ اسلام تو کفار و اعداء اسلام کے ساتھ کئے ہوئے معاہدات کا بھی احترام کرتا ہے اور التزام عہد کا حکم دیتا ہے۔ لیکن نہیں بلکہ قرآن حکیم نے اپنے مخصوص پرکشش انداز میں اور احادیث نبویہ میں عہد شکنی اور خیانت کی قباحت کی علامات بتائی گئی ہے۔ بہر حال آج ہم اس موضوع کے دوسرے اثرات پر تذکرہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ ملت متحدہ کا قیام ہمارے رہنماؤں کی طرف سے آواز اٹھنے میں اور دوسرا قدم یہ ہونا لازم ہے اور یہ تمام کوششیں ایک مرکزی نقطہ سے عالمی نظام پر قائم ہونی چاہئیں اور تحریک اسلامی کا یہ فریضہ ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے ان متحدہ اسلامی ممالک کے اندر تمکین بخشے دنیا میں اہل حق کا انتخاب بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت رہا ہے اور ان کا اتحاد سب سے بڑا عذاب الٰہی رہا ہے لیکن ماضی پر آشوب عہد میں جتنی اتحاد کی ضرورت ہے مسلمانوں کی تاریخ کے کسی دور میں بھی اتحاد و اتحاد کی اتنی اہمیت نہ تھی۔ اسی کا تعلق سلامتی بقائے نام و کام سے ہے۔ لفظ فی الدین (دین میں تفرقہ) کا تسلط بھی ہم پر مسلط کیا گیا ہے۔ اس لئے علماء دین کا اختلاف بھی اسلام کی بدنامی کا باعث ہے۔ جہاں تک اہل اور نااہل تعلیم میں ہمارے مہاجرین و انصار شریک رہے لیکن پھر بھی اسلام ہماری رگ رگ میں پیوست تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ان صوفیاء کے ذریعہ سے ہی اسلام کی بنیاد ڈالی تھی۔ لیکن آج کی صورت حال بالکل مختلف ہے۔ اہل حق کا اتحاد اور اتحاد بھی اسلام سے انحراف کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ امید ہے کہ ان حقائق پر غور کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

پاکستان اور نظام تعلیم

مخصوص حالات تعمیر تعلیمی پالیسی کے نفاذ کرنے میں اب تک کیوں حائل کر رہی ہے۔ سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں جلد از جلد جدید تعلیمی پالیسی کا نفاذ کرنے کی ضرورت ہے۔ ماہرین کی طرف سے پیش شدہ ترمیمات کی روشنی میں قدیم الٰہی نظام کی ضرورت ہے۔ ملک کی اندرونی اصلاحات اور حق معنی میں اسلامی جمہوری اقدار کی تخلیق اور معاشرے کی اصلاح و تعمیر نو تعلیم سے وابستہ ہے۔ اسلامی خطوط پر نظام تعلیم کی تربیت غیر اسلامی تعلیمات کے برعکس ہے۔ حقیقی معنی میں پاکستان اور اس کا نظام اسلامی مملکت کے مقاصد کی تکمیل اسی وقت پوری ہو سکے گی کہ ہمارے جدید نظام تعلیم کا کایا پلٹ اسلامی تعلیمات کے پیمانہ پر بنایا جائے اور اسلامی تعلیم و تربیت ہی سے اسلامی اخلاق پیدا ہوں گے۔ ظلم و عدوان، بے حیائی و عریانی، رشوت و سب انصافی و غیرہ جن برائیوں نے ہماری قومی

جڑیں کاٹ کر رکھ دی ہیں ان سب کی اصلاح صحیح اسلامی تربیت اور اسلامی ماحول (۱) سے ہی ہو سکتی ہے۔ قومی ڈھانچہ کی اصلاح کے لئے تعلیمی نظام ہی روح رواں ہوتا ہے، اگر یہ نظام صحیح ہو جائے تو تمام اجتماعی نظام صحیح ہو جائے گا، اسی لئے چھوٹی چھوٹی حکومتیں بھی جیسے افغانستان و عراق و مصر تعلیم و تربیت پر ہی اپنے میزانیہ کا کثیر حصہ خرچ کرتی ہیں، تمام عالم اسلام میں صرف پاکستان ہی بدنصیب ملک ہے جہاں نظام تعلیم اب تک حکومت کی صحیح نگرانی سرپرستی اور خسروانہ کرم سے محروم ہے، اللہ تعالیٰ اس ملک پر رحم فرمائے اور حکمرانوں کو صحیح خدمت خلق کی توفیق نصیب فرمائے۔

عالم عرب اور اسرائیل

یہ معلوم کر کے اطمینان ہوا کہ تیرہ عرب ممالک اس پر متفق ہو گئے کہ اسرائیل سے جنگ کئے بغیر چارہ کار نہیں اور ۲۰ دسمبر کو رباط میں سربراہوں کی کانفرنس میں آخری فیصلہ کریں گے، خدا کرے یہ خواب جلد شرمندۂ تعبیر ہو جائے، بلاشبہ اس مصیبت کا آخری علاج متفقہ اعلان جہاد ہے، درحقیقت یہ اسرائیل و یہود سے مقابلہ نہیں بلکہ یہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت امریکہ سے مقابلہ ہے، یہ جو کچھ ہو رہا ہے یا کیا جا رہا ہے اس پردہ امریکہ ہی کر رہا ہے، اگر عرب ممالک اب بھی خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے اور محض رضاء الٰہی کے لئے اور استخلاص قدس کی نیت سے جہاد نہیں کرتے اور بجائے روس و امریکہ کے حق تعالیٰ کی ذات پر توکل و اعتماد نہیں کرتے تو وہ عبرت ناک ذلت کے لئے تیار رہیں، انتہائی ضرورت اس کی ہے کہ بعض عربی ممالک کی بے حساب فراوانی دولت نے تو عیش پرستی و راحت کوشی کی وبا پھیلا ہی رکھی ہے لیکن بعض دوسرے عربی ممالک میں بھی باوجود وسائل معیشت کی قلت کے عیش و تنعم میں مسابقت جاری ہے، ایک قلم اس عیش و تنعم کی زندگی کو ختم کر دیا جائے اور ظاہر ہے کہ یہ روح اور یہ قوت صرف اسلامی نظام سے ہی پیدا ہو سکتی ہے اسلامی اخوت و اتحاد سے ہی اسلامی عظمت و وقار پیدا ہو سکتا ہے قومیت یا وطنیت میں یہ روح اور یہ قوت کہاں؟ آج جو کچھ ہو رہا ہے اگر غور کیا جائے تو ہماری زندگی اس آیت کریمہ کا مصداق ہے:

﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ﴾ [الحشر: ۱۴]

تم گمان کرتے ہو کہ وہ متحد ہیں حالانکہ ان سب کے دل مختلف ہیں۔

(۱) اگر یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ اسلامی تعلیم و تعلّم اسلامی تعلیم ہو، ان مسلمان مؤلفین و مصنفین کی کتابیں داخل نصاب کی جائیں جن نے زمانہ کے فکر مستشرقین کی ذہنیت اور یورپین قوم کی اخلاقی فکری نالائی اور مرعوبیت سے اپنے کو پاک صاف نہ رکھا ہو، اگر چہ اب تک ہو چکی ہے کثیر التعداد مؤلفین و مصنفین اسلامیات و عربیات کی تصانیف اسلامیہ و عربیہ کے نصاب میں داخل کی جاتی ہیں آئندہ شائع ہونے میں ایک نظر یہ مصنف کی کتاب "اسلامیت کی کہانی" مصنفہ "ہندو" ہندو اس لئے وہ اسلامیات بلکہ اسلام کے نصاب تعلیم میں داخل کرنے پر ہم احتجاج کر چکے ہیں آج وہ ہمارے پاس چھپ کر آئی ہے "تاریخ عرب" کے قابل ہے اس لئے وہ اس کتاب پر تفصیلی اور مدلل تبصرہ کریں گے۔

بہر حال اتحاد کا سرچشمہ اسلامی رابطہ ہی ہے، توکل و اعتماد کا مرکز و منبع حق تعالیٰ کی ذات ہی ہے، اگرچہ عالم اسباب میں بھی اپنے مقدور کے مطابق اسباب و وسائل کی فراہمی میں کوتاہی نہ کی جائے، مسلمانوں کو فتح کبھی سامان کی کثرت اور عددی اکثریت سے حاصل نہیں ہوئی، بلکہ زیادہ تر فتوحات بے سروسامانی میں ہی میسر آئی ہیں، اسلامی تاریخ دنیا کے سامنے ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ﴾[محمد: ۱۱]

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا مددگار ہے اور کافروں کا مددگار کوئی نہیں ہے۔

"اللهم انصر الاسلام والمسلمين وانجز وعدك وكان حقاً علينا نصر المومنين".

وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه اجمعين

حکومت پاکستان اور سعودی عرب کو حج کے سلسلہ میں چند تجاویز و مشورے

حج بیت اللہ عظیم اسلامی فریضہ ہے، اس کی اہمیت دینی، اخلاقی، سیاسی ہر حیثیت سے واضح و مسلم ہے، لیکن افسوس کہ پاکستان کی اسلامی حکومت اس فریضہ کی جانب سے جتنی غفلت برت رہی ہے وہ حیرت انگیز ہے اور اب تک کوئی ایسی ٹھوس توجہ نہیں کر رہی جس سے گوناگوں مشکلات رفع ہوں اور مخلوق خدا مطمئن ہو اور اپنی حکومت کی ممنون بھی ہو اور بارگاہ قدس میں اپنی حکومت کے لئے دست بدعا بھی ہو۔

بارگاہ قدس کا یہ مسافر طرح طرح کی مشکلات سے دوچار ہے، لیکن صد ہے کی بات ہے کہ نہ صرف یہ کہ سابقہ مصیبتوں کو ختم نہیں کیا جاتا بلکہ روز بروز مصیبتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ حکومت سعودیہ بھی ہر سال نئے نئے ضوابط جاری کر کے حجاج کرام کی مشکلات میں اضافہ کرتی جاتی ہے، اس لئے اپنی حکومت سے مطالبے بھی ناگزیر ہیں اور سعودی حکومت سے استدعا بھی۔

حکومت سے براہ راست اور بذریعہ اخبارات حسب ذیل چند مطالبات کئے گئے تھے:

① کہ ماہ رمضان المبارک سے پہلے حج کے ماہ صیام میں ہی سرزمین حرم میں پہنچنے کے لئے جہازوں کا انتظام کیا جائے۔

② حج بدل کا عہدہ ختم کیا جائے۔

③ یونس داڑچہ کا عہدہ ختم کیا جائے، اس کی شرعی حیثیت مشتبہ ہے، فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے اس کی پابندی غیر اسلامی ہے۔

④ حجاج کرام کے کوٹہ میں اضافہ کیا جائے۔

خدا کا شکر ہے کہ اگرچہ یہ آواز صدا بصحرا ثابت نہیں ہوئی اور یکسی اور دوسری بات قبول کر لی گئی لیکن ماہ

ورسول کے مہمان اس تکریم کے مستحق ہیں، اسلام تو اپنے مہمان کے اکرام پر اتنا زور دیتا ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، ارشاد ہوتا ہے:

"من كان منكم يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه"(۱)

جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کی عزت واحترام کرنا چاہیے۔

کیا یہی حجاج کا اکرام ہے؟

سعودی حکومت سے اسی مسئلہ کی ایک اور درخواست پر زور تائید کے ساتھ درج ذیل ہے، حجاج کرام کے لئے سہولتوں کا مطالبہ جو بذریعہ برقیہ جلالۃ الملک شاہ فیصل سے سینئر نیشنل پلگرمس لیگ کے چیئرمین جناب حافظ فریدالدین احمد الوحیدی نے کیا ہے جس کا مضمون حسب ذیل ہے:

"حج فیس حجاج پر بڑا بار ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ عطا فرمایا ہے، اس لئے درخواست ہے کہ حج فیس کی بسوہیلی کا ضابطہ واپس لے لیا جائے، حالیہ عمرہ کی مدت پر ۳۰ رمضان المبارک تک کی عائد کردہ میعاد کی تنسیخ فرمادی جائے، تاکہ عمومی بے چینی رفع ہو سکے، یہاں کوئی وبائی بیماری نہیں ہے جیسا کہ لاتعلقہ ادارہ سنٹرل کلچر بیورو کی تحقیق سے واضح ہو چکا ہے، اس لئے اس حکم کی تنسیخ فرمائی جائے اور حجاج سے کھانے پینے کی اشیاء لے جانے کی پابندی ہٹالی جائے"۔

[شوال ۱۳۸۹ھ/دسمبر ۱۹۶۹ء]

صوبہ سندھ میں ہندوؤں کو دوبارہ آباد کرنے کا مسئلہ

سنا جا رہا ہے کہ شملہ معاہدہ کے تحت صوبہ سندھ میں ان ہندوؤں کو جو حالیہ جنگ میں بھارت چلے گئے تھے دوبارہ بسانے کی تجویز زیر غور ہے، پاکستانی شہریوں کی پاکستان میں آبادکاری کسی طرح بھی محل اعتراض نہیں ہونی چاہیے، مگر حال میں ملک عزیز جن سازشوں کی آماجگاہ رہا ہے اور جن کا سلسلہ ابھی تھما نہیں پایا، ان کے پیش نظر بہت سے خدشات ابھر کر سامنے آتے ہیں جن سے صرف نظر کرنا خودکشی کے مرادف ہوگا، اس لئے ان پر غور کرنا ضروری ہے۔

① سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ پاکستان میں تمام اقلیتیں ہمیشہ امن وامان سے رہی ہیں، انہیں اپنی ہم وطن اکثریت کی جانب سے جان ومال یا عزت وآبرو کا کبھی خطرہ لاحق نہیں ہوا، نام نہاد ہندو مسلم فسادات (۲) جو ہندوستان میں روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں، پاکستان کی تاریخ ان سے یکسر خالی ہے، ان حالات میں سوال پیدا ہوتا

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف وخدمته ایاه بنفسه، ح: ۲ ص: ۹۰۶، ط: قدیمی

(۲) یہ دراصل سب کچھ مسلم کشی کے لئے ہوتا ہے مگر "فسادات" کا نام دے کر غفار بھی مسلمانوں ہی کو کر لیا جاتا ہے۔

ہے کہ سندھ کے ہندوؤں کو آخر وہ کون سا خطرہ لاحق تھا جس کی بنا پر انہوں نے ہمارے مقابلہ ملک کی طرف راہ فرار اختیار کرنا مناسب سمجھا اور بھارت نے ان کو کیسی پناہ اور ضمانت تصور کیا؟ سوال یہ ہے کہ کیا ان کا یہ طرز عمل وطن دشمنی کے ذیل میں نہیں آتا؟ کیا یہ ملک کے مفرور بھگوڑے پاکستان کے پرامن شہری بن کر رہ سکتے ہیں؟ اور کیا ان کی دوبارہ آمد یہاں کی سیاسی سازش کو تقویت نہیں دے گی؟ کیا ان خدشات کا تشفی بخش حل تلاش کر لیا گیا ہے؟

④ اس پر یہ مزید اضافہ کر لیجئے کہ جو ہندو ادھر کراچی سے بھاگے وہ شرافت اور خاموشی سے نہیں چلے گئے، بلکہ انہوں نے ان علاقوں کو تخت و تاراج کیا وہاں کے شہریوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا، جن کی دلدوز داستانیں اخبارات کی فائلوں میں محفوظ ہیں، سوال یہ ہے کہ اس حرکت کے بعد ان کی حیثیت ڈاکوؤں اور غنڈوں کی ہے یا پر امن شہریوں کی؟

⑤ پھر جو ہندو یہاں سے بھاگ گئے تھے ان کی تعداد آٹھ لاکھ اس ہزار سے زیادہ نہیں ہوگی مگر ہماری اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ دس ہزار کی بچی کھچی ساٹھ ہزار ہندو یہاں آ رہے ہیں اور یہ بھی الزام ہے کہ ہندوستانی فوج کی نگرانی میں ان کو آباد کیا جائے گا اور ان خیالات کا بھی اظہار کیا جا رہا ہے کہ وہ مسلح ہوں گے اور گوریلا جنگ کے تربیت یافتہ ہوں گے۔

ہمیں معلوم نہیں کہ ان باتوں میں کہاں تک صداقت ہے مگر ہندوستان کی ذہنیت سے بعید نہیں کہ یہاں بھی مشرقی پاکستان کی تاریخ دہرانے کا منصوبہ تیار کر لیا گیا ہو، وہاں یہی ہوا کہ پہلے غداران وطن جن میں اکثریت ہندوؤں کی تھی، سرحد پار کر کے ہندوستان چلے گئے اور ہندوستان نے انہیں گوریلا تربیت دے کر اور اسلحہ سے لیس کر کے دوبارہ ہماری سرحد میں دھکیل دیا اور پھر جو کچھ ہوا اس کے ذمہ دار ہم ہیں۔

بہرحال کہانا یہ ہے کہ اگر ان افواہوں میں ذرا بھی صداقت ہے تو معلوم نہیں کہ ہمارے حکمرانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بے ہوشی کے عالم میں اس قسم کے معاہدات کئے گئے ہیں، اس کے خطرناک نتائج سے آنکھ غفلت کیوں کر ممکن ہے؟ اس کی کیا ضمانت ہے کہ ان مسلح افواج اور اتنی کثیر تعداد دشمن اسد مرکی موجودگی میں صوبہ سندھ میں امن قائم رہ سکتا ہے یا مسلمان آبادی کی نیند سو سکیں گے؟ اس قسم کی صورت حال سے مشرقی پاکستان کا کیا حشر ہوا، کیا مغربی پاکستان کو اسی طرح قربانی کا بکرا بنایا جائے گا؟ اگر خدانخواستہ ایک فیصدی بھی اس میں صداقت ہو تو عام بدامنی اس روز بد کے لئے تیار رہنا چاہیے، کیا یہ نقشہ ہندوستان نے نہیں تیار کیا تھا کہ تھرپارکر سے بیدخل کر کے حیدر آباد پر قبضہ کر کے کراچی کو مغربی پاکستان سے کاٹ دیا جائے، جو اس کی نظر کرم سے پرانا رہا ہو، اور جس کا شکریہ امریکہ نے ہم سے پورا کروایا اور روس کے اس انتقامی ظلم و ستم کے باوجود کہ اس نے مشرقی پاکستان کھویا اور ہندوستان کی امداد کی ہم نے روس کا شکریہ اس لئے ادا کیا کہ مغربی پاکستان کھونے سے بچ گیا، خدا کرے یہ افواہیں سب غلط ہوں اور مسلمانان سندھ و مغربی پاکستان کی آبرو محفوظ رہے۔

سرکاری مدارس میں شیعہ حضرات کے لئے علیحدہ دینیات

ان دنوں سرکاری مدارس میں شیعہ حضرات کے لئے نصاب کی علیحدگی کی جو تجویز زیر غور ہے، وہ سراسر سیاسی مصلحت کے خلاف ہے۔ شیعہ حضرات کو اس معاملہ سے پہلے اپنا موقف متعین کرنا چاہئے۔ اگر ان کا خیال ہے کہ چونکہ وہ حضرات شیخین، یعنی حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کی تنقیص پر مستقل ہیں، وہ تمام جو ان کو مستقل تین یا پانچ کافر سمجھتے ہیں، وہ موجودہ قرآن کریم کو ناقص سمجھتے ہیں، وہ متعہ کو جائز و ایمان سمجھتے ہیں، وہ تقیہ کو مدار اسلام خیال کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ، ان امور کو مسلمہ رکھتے ہوئے ان کو مسلمان نہ سمجھا جائے تو بہت پہلے سے ان کی ضرورت تھی کہ وہ اس قسم کا اعلان کرتے تاکہ موجودہ اہل تشیع کو اسلامی فرقہ نہ سمجھا جاتا اور ان کو ایک مستقل اقلیت شمار کیا جاتا۔

لیکن جب ایسے عقائد رکھتے ہوئے حضرات ان کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھ کر معاملہ کرتے رہے اور جب حکومت کی مردم شماری میں یہ مسلمان ہیں، سنی اور شیعہ میں باقی اسلام کے کوئی فرق نہیں تو پھر علیحدگی نصاب کا کیا مقصد؟ اس تجویز کا تو لازم نتیجہ یہ ہے کہ شیعہ ایک مستقل اقلیت ہے جس کی دینیات عام مسلمانوں سے الگ ہے اور حکومت جس طرح دوسری اقلیتوں کو راضی کرنا ضروری سمجھتی ہے اس طرح ان کو بھی ایک اقلیت سمجھتی ہے۔ ایک طرف مسلمان سمجھنا دوسری طرف علیحدہ نصاب تجویز کرنا یہ کہاں کا فلسفہ ہے؟ اس تجویز سے منافرت اور بڑھ جائے گی، اختلافات زیادہ ہو جائیں گے، ہو سکتا ہے کہ یہ اختلافات ایسی صورت اختیار کر جائیں کہ حکومت کے لئے ہمیشہ دردِ سر بنے رہیں، بہرحال جہاں اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے وہاں تفرق و اختلاف پیدا کرنا کہاں کی سیاست ہے۔

اصل میں اس قسم کی تمام تجویزیں اور مصلحتیں اس وقت سامنے آتی ہیں جب کہ حکومت کا سرکاری مذہب اسلام نہیں، بلکہ وہ عملاً غیر مذہبی حکومت ہے۔ جس ملک میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ختم نبوت والے موجود ہوں، جو آج تک تاج برطانیہ کے وفادار رہیں بلکہ ان کی اعانت جزو ایمان سمجھتے ہوں، ان کو قتل جدی ارض مانتے ہوں، عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا مانتے ہوں، حضرت مریم علیہا السلام کو العیاذ باللہ زانیہ سمجھتے ہوئے قرآن کریم کی تکذیب کرتے ہوں اور تمام روئے زمین کے مسلمان جو مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان نہ لائیں ان کے "ذریۃ البغایا" (حرامزادوں) ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوں وغیرہ وغیرہ، ایسی حکومت کے اس سے علیحدہ نصاب پر اصرار کرنے والے کیونکر مسلمان ہو سکتے ہیں، جو حضرات ان کے قائل ہوں وہ حضرات با تفاق کافر ہیں اور وہ ایک حکومت کی تشکیل کر رہے ہیں، بتائیے کہ ایسی حکومت اسلامی حکومت کیسے ہو سکتی ہے؟ بہرحال نام اسلامی ضرور ہے لیکن کام جو کچھ ہے تمام تر اس کے برخلاف ہے جس کا دنیا کی تقیہ وغیرہ سے تعلق اور آخرت سے انکار ہو اور اس کا کوئی دین مذہب نہ ہو، تمام فرقے اس کی نظر میں برابر ہوں اور تمام فرقوں کو اپنے عقائد میں خواہ وہ اسلام ہو یا کفر ہو

حریت و آزادی حاصل ہو، درحقیقت پاکستان کا جب ابتداء ہی میں وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی کو بنایا گیا اور کہا یہ جاتا ہے کہ برطانیہ نے یہ شرط لگائی تھی تو پھر ظاہر ہے کہ اتنا اہم منصب ایک غیر مسلم کافر کے سپرد کرنا اس کی دلیل ہے کہ یہ غیر اسلامی حکومت ہے اور درمیان میں ایک دفعہ قائم مقام صدر ایک عیسائی کو بھی عارضی طور پر بنایا گیا ہے، اسلامی مملکت کے دستور کے ابتدائی دفعات یہ ہوتے ہیں کہ حکومت کا مذہب اسلام ہوگا حکومت کا صدر مسلمان ہوگا۔

ان دستوری دفعات کے بعد کسی کو یہ حق نہیں ہوتا کہ حکومت کے مذہب کے خلاف کوئی غیر اسلامی حرکت کرے، بہرحال کہنا یہ ہے کہ علیحدگی کے تجویز بالکل اس کے مترادف ہے کہ فرقہ شیعہ مسلمانوں کا فرقہ نہیں اور اس تجویز سے جو مفاسد پیدا ہوں گے اس کے عواقب و نتائج نہایت دردناک ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ صحیح فہم اور صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائے اور پاکستان کو صحیح اسلامی مملکت اور مستحکم مملکت بنائے اور اعداء اسلام کی ریشہ دوانیوں سے اس کی حفاظت فرمائے، آمین۔

وصلی اللہ علی خاتم النبیین وسید المرسلین وامام المتقین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

[رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ/نومبر ۱۹۷۲ء]

قوم کا اتحاد و اتفاق مستقبل کے لئے نیک فال

نہ معلوم اس بدنصیب مملکت کا کیا انجام ہوگا؟ روز اول سے تاریخ کچھ ایسی عبرت ناک ہے کہ بجز حیرت و افسوس کے کچھ حاصل نہیں، پاکستان کی نو سالہ مختصر زندگی میں بڑے بڑے بحران آئے اور گذر گئے لیکن دور حاضر میں جس شکل و صورت میں بحران آیا ہے اور قوم و ملت کا جو شدید امتحان شروع ہوا ہے، ادوار سابقہ میں اس کی نظیر نہیں ملتی، ان دردناک حوادث میں جو گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں، وہ بادشہ مایوس کن ہیں لیکن امید و کامیابی کی جو کرنیں ان گھٹاؤں کی تہوں سے پھوٹتی ہیں وہ قدرے حوصلہ افزا ہیں، ملک و ملت کا حیرت انگیز اتحاد و شدید اتفاق کے ہوتے ہوئے جس مرحلے میں داخل ہے نہایت ہی امید افزا ہے اور من حیث القوم اسلامی شریعت کے نفاذ کا مطالبہ جس قوت سے پیش آرہا ہے نہایت ہی روشن اور تابناک مستقبل کی خبر دیتا ہے، چند متعصب کافر اور شراب و زنا اور بے حیائی و عریانی کے جنون میں مبتلا افراد، ان کے سوا تمام قوم کا اتحاد بے نظیر حسین جمیل منظر پیش کرتا ہے اور دین کے لئے ہر تکلیف میدان میں نکل کر جس غیرت ایمانی و حمیت دینی اور حرارت اسلامی کا ثبوت دے رہا ہے اس سے پہلے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

گذشتہ دنوں تحریک ختم نبوت میں پاکستانی قوم جس طرح ایک دل و ایک جان ہو کر متحد ہو گئی تھی، اب دوبارہ پورے دینی نظام کو لانے کے لئے اتحاد و اتفاق ہو گیا ہے، جو نہایت امید افزا ہے اور قوم کے اتحاد نے یہ

ثابت کر دیا ہے کہ ملک کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کے لئے قوم متحد ہو جائے اور وہ حل نہ ہو سکے، قومی اتحاد لوہے کی ایک ایسی دیوار ہے کہ نہ پولیس کی لاٹھیاں اسے مسمار کر سکتی ہیں، نہ فوج کی گولیاں اس میں رخنہ پیدا کر سکتی ہیں، نہ بیرونی اعداء اسلام اور دشمنان دین کی ریشہ دوانیاں اسے گرا سکتی ہیں اور نہ اس میں سوراخ کیا جا سکتا ہے، اگر ہٹلر و مسولینی کا انجام پیش نظر ہو تو ہر ڈکٹیٹر مزاج حکمران کے لئے مقام عبرت ہے، ظلم و تشدد کے ہتھیار کی عمر بہت کم ہوتی ہے، حق تعالیٰ نے کسی ظالم و جابر حکمران کو اپنی خدائی نہیں دی ہے کہ جو چاہے کرتا رہے، گذشتہ ادوار میں یورپ و ایشیا میں جو ظالم و سنگدل حکمران آئے ان کا عبرت ناک انجام دنیا نے دیکھ لیا، قرآن کریم میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ [الشوریٰ:۲۸]

اور وہ ایسا ہے کہ لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہ کارساز لائق حمد ہے۔

کچھ بعید نہیں کہ جس انداز سے ملک و ملت کا خون بہایا جا رہا ہے اور جس انداز سے نوجوانوں کی لاشیں تڑپ رہی ہیں، جیل خانے اسیروں سے بھر گئے ہیں اور ہسپتال زخمیوں سے پٹے پڑے ہیں اس کا صلہ حق تعالیٰ سے عام معافی ہو اور اس قوم پر رحم فرما کر سابقہ غلطیوں اور غفلتوں کو معاف فرمائے، صالح حکومت اور اسلامی قانون اور شریعت الٰہیہ کے نفاذ کے پرچم لہرائیں اور غضب کو خود ہی حق تعالیٰ ابر رحمت سے بجھا دے۔ وما ذالك على الله بعزيز۔ بہرحال پوری قوم کو بارگاہ رحمت ہی کی طرف توجہ کی شدید ضرورت ہے اور یہ نہ ان ظاہری اسباب پر فتح و کامیابی کو موقوف نہ سمجھیں، خوشی کی بات ہے کہ مختلف جماعتوں کا اسلام کے اساسی مقاصد پر پورا اتحاد و اتفاق ہے، قرآن کریم و سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و عقیدہ ختم نبوت پر سب کا اتفاق ہے، اگر تھوڑا بہت اختلاف ہے تو چند فقہی مسائل میں قوم اپنے اپنے مسلک کے مطابق اس کو اختیار کرنے کی مجاز ہے، گذشتہ چند دنوں میں راقم الحروف نے پریس کو دو بیانات جاری کئے تھے، پہلا بیان شخصی و انفرادی تھا جو ۹/اپریل کو اخبارات میں شائع ہوا اور دوسرا مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر کی حیثیت سے جو ۱۵/اپریل کے اخبارات میں چھپے، دونوں بیان بعینہٖ الترتیب حسب ذیل ہیں:

حکومت تشدد کر کے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی

کراچی ۹/اپریل (پ ر) ممتاز عالم دین شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف بنوری نے آج یہاں اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ اس وقت پاکستان جس بحران سے گذر رہا ہے وہ بہت دردناک اور تاریخ پاکستان کا تاریک ترین باب ہے، حکومت عوام کی مرضی کے خلاف اقتدار پر قابض رہنا چاہتی ہے، دوسری طرف عوام اس حکومت کو

کسی طرح برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں اور اسے متفقہ طور پر بار بار مسترد کر چکے ہیں۔

اب جب حکومت تشدد سے عوام کے جذبات کو دبانا چاہتی ہے، جو یقیناً بہت مذموم ہے، یہ انجمن اس میں بھی چارج کرنا، اشک آور گیس استعمال کرنا، لاٹھی چارج کرنا، ہوائی فائرنگ کرنا اور بے گناہ مسلمانوں کو گولیوں کا نشانہ بنانا اسلام اور انسانیت کے خلاف ہے۔ اس سے ہماری رائے یہ ہے کہ حکومت تشدد کرنے کے بھی کامیاب نہیں ہوسکتی، بلکہ ایسی حکومت بھی تشدد کر کے اقتدار سے محروم ہوئی۔

حکومت کو ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ ان حالات میں قوم کے مطالبات کو تسلیم کرلے، مولانا محمد یوسف بنوری نے آخر میں قوم سے اپیل کی ہے کہ وہ تحریک کو پُرامن رکھیں اور مظالم سہتے رہیں۔ اس سے مظلوم ہی اللہ تعالیٰ کی نصرت و کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں، اسلام کی تاریخ عہد نبوت سے لے کر آج تک یہی بتلاتی ہے۔

(جنگ کراچی ۱۸، ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ ۔ ۹، اپریل ۱۹۷۷ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت کے میر مولانا سید محمد یوسف بنوری کا بیان

ملک عزیز جس بحران کی لپیٹ میں ہے، اس پر ہر کلمہ گو تڑپ رہا ہے، ہمارے خدا نے تقدس کو پامال کیا جارہا ہے، علماء، وکلاء اور ملک کے دیگر معززین کی سربازار تذلیل کی جارہی ہے، بچے، بوڑھوں کو خاک و خون میں تڑپایا جارہا ہے اور ان کا پرندوں کی طرح شکار کیا جارہا ہے، معصوم بچوں اور خواتین پر شیلنگ کا مظاہرہ کیا جارہا ہے، جو کسی قوم کی پیشانی پر سب سے بدنما داغ ہے، معیشت تباہ ہو چکی ہے، اقتصادیات پٹ چکی ہیں، دکانیں اور بازار بند اور کاروبار معطل ہے، ملکی سرحدوں میں ملک کا اقتدار خطرات میں گھرا ہوا ہے، دشمن ہنس رہے ہیں اور دوست رو رہے ہیں، یہ ظلم و ستم، یہ جور و تعدی، یہ انتشار و خلفشار، یہ ہے آبرومند و باوقار ملک کے مستقبل کے لئے نہایت خطرناک ہے۔

میں نہایت دل سوزی سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ خدا کے لئے اس ملک کی حالت پر رحم کریں، اقتدار سے الگ ہو کر قوم کو آزادانہ انتخابات دیں، یہ واحد فیصلہ کا موقعہ ہے، اگر قوم مخلوط انتخابات دوبارہ منتخب کرلیتی ہے تو اطمینان سے حکمرانی کریں اور اگر قوم انہیں مسترد کر دیتی ہے تو زبردستی لوگوں کی گردنوں پر مسلط رہنے کی کوشش نہ کریں، ملک نے طول و عرض میں جو خونی ڈرامہ کھیلا جارہا ہے ملک اب اس کا مزید متحمل نہیں۔

(جنگ کراچی ۲۵، ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ ۔ ۱۵، اپریل ۱۹۷۷ء)

یہاں تک تحریر کیا تھا کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی پریس کانفرنس نظر سے گزری، جو بات عوام سے تین ہفتہ کی دیر کے بعد اپنے مطلب پر آنے کی تھی، اس کے لئے انتخابات و اسمبلیوں کی انتخابی تاریخ کا اعلان کیا جو ۱۹، اپریل کے اخبارات میں شائع ہوا، اس کا متن حسب ذیل ہے:

کراچی ۱۸، اپریل (پ، ر) مولانا سید محمد یوسف بنوری میر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے آج ایک

ایک بیان میں کہا ہے کہ قوم کو توقع تھی کہ جناب جھوا پنی پریس کانفرنس میں پاکستان کے موجودہ بحران کا جس نے پاکستان کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے، حل کرنے کے لئے قوم کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے اس کے مطالبات کو منظور کرنے کا اعلان کریں گے، مگر افسوس کہ جناب جھوٹے صورت حال کا صحیح انداز ولگانے کی کوشش نہیں کی، انہوں نے پریس کانفرنس میں جن اقدامات کا اعلان کیا ہے انہیں قوم سے مذاق ہی تصور کیا جا سکتا ہے، سوچنے کی بات ہے کہ جس حالت میں قوم کو خاک وخون میں تڑپایا جا رہا ہو اور عوام کے مجمعوں پر آتش باری کی جا رہی ہو، ان اقدامات کی کیا قیمت ہو سکتی ہے، بہر حال جناب جھوصاحب کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ قوم اب ان کے سبز باغوں سے فریب نہیں کھائے گی، انہوں نے قوم سے اتنی وعدہ خلافیاں کی ہیں کہ اب قوم کے کسی سنجیدہ فرد کو ان کے کسی وعدہ پر اعتبار نہیں رہا، مثلاً قادیانیوں کے بارے میں قانون سازی کا قومی اسمبلی میں وعدہ کیا تھا مگر تین سال گذرنے پر بھی وعدہ پورا نہ کیا گیا، اس کے لئے بار بار یاد دہانی کرائی گئی، تار دیئے گئے، تقاضوں پر تقاضے کئے گئے، مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی، ان کے لئے دانشمندانہ راستہ اب یہی ہے کہ وہ مستعفی ہو جائیں، آزادانہ انتخاب کا راستہ صاف کریں اور موجودہ اسمبلیوں کو جو دھاندلیوں کی پیداوار ہیں اور جن کی کوئی قانونی حیثیت نہیں، توڑ کر قوم کے مطالبات تسلیم کر لیں۔ اللہ تعالیٰ صحیح فہم کی توفیق نصیب فرمائے اور ملک پر رحم فرمائے، آمین۔

حکام کے وعدے اور اسلام سے ان کا تعلق

بڑا صدمہ ہے کہ یہاں روز اول سے جو حکمران آتے رہے کتاب وسنت کا نام لینے کے باوجود کتاب وسنت کی جڑیں کاٹتے چلے گئے، اسلامی قانون بنانے کے بہانے سے تعلیمی بورڈ قائم کیا گیا، لاکھوں روپیہ اس پر خرچ کیا گیا، پھر مشاورتی کونسل قائم کی گئی جو آج تک موجود ہے، اس وقت شاید کروڑوں روپیہ خزانہ عامرہ کا خرچ ہو چکا ہوگا لیکن "ہنوز روز اول ست"۔ صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ ہمارے حکمرانوں کی سیاسی شعبدہ بازی ہے، چونکہ عام مسلمانوں کا مزاج دینی ہے اور انہیں معلوم ہے کہ یہاں کے مسلمان اسلام کے سوا کسی نظام کو برداشت نہیں کر سکتے، اس لئے ان کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لئے یہ سب کچھ ہوتا رہا، عائلی قوانین کتاب وسنت کے خلاف نافذ کر دیئے گئے، تمام ملک میں احتجاج ہوا مگر کیا مجال کہ حکومت اپنے موقف سے سرمو بھی ہٹی ہو، آخری دور جھوصاحب کا آیا ہے، اپوزیشن میں چند مؤقر خدا ترس ہستیوں کی مساعی جمیلہ سے خدا خدا کر کے آئین میں پہلی مرتبہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے اور اس کا آئین کتاب سنت پر مبنی ہوگا، لیکن عملی طور پر زبانی جمع خرچی اور لفظوں کے ہیر پھیر سے زیادہ کوئی نتیجہ نہیں نکلا، اس بدنصیب مملکت کے حکمرانوں کا مزاج سوء اتفاق سے ایک ہی قسم کا نکلا تھا، "تشابهت قلوبهم قاتلهم الله انى يوفكون"۔ جھوصاحب کے دور حکومت میں بار بار یہی دہرایا گیا، پھر منشور کی بنیادی دفعات میں یہ دہرایا گیا کہ مذہب اسلام ہوگا، معیشت سوشلزم

ہوگی مگر اسلام کے ساتھ سوشلزم کا جوڑ کیسے؟ کیا کفر و اسلام دونوں ایک ہو سکتے ہیں؟ کیا خفیہ دستاویز ایک ہی چیز ہے؟ غرض حقائق کو مسخ کر کے الفاظ کے گورکھ دھندوں میں بے چارے عوام کو پھنسانے کی کوشش کی گئی اور ہو رہی ہے۔ بھٹو دور حکومت میں تمام مسلمانوں نے اپنے اتحاد و اتفاق کی قوت سے ملت مرتد قادیانیہ مرزائیہ کو اقلیت بنانے میں کامیابی حاصل کی ضرورت تھی کہ فوراً قانون بنتا مرزائیوں کی مردم شماری ہوتی، اس تناسب سے ان کے لئے اسمبلی کی سیٹیں متعین کی جاتیں، ان کے شناختی کارڈوں اور پاسپورٹوں پر قادیانی مرزائی کا لفظ لکھنا ضروری کر دیا جاتا، تاکہ چور راستوں سے جو اسلامی اور عربی حکومتوں میں گھس کر وہ اسلام کی بیخ کنی کرتے پھرتے ہیں اس کا راستہ بند کیا جاتا ہے، لیکن افسوس اور صد افسوس کہ ایک قدم بھی نہیں اٹھایا گیا، بلکہ اٹھتے ہوئے قدموں کو کاٹ دیا گیا، مسٹر بھٹو کی حکومت اس سلسلہ میں خود تو کیا اقدام کرتی حزب اختلاف کی طرف سے جو اسمبلی میں پیش ہوا اسے بھی مسترد کر دیا اور حالیہ انتخابات سے پہلے مسٹر بھٹو نے مرزا ناصر احمد قادیانی مرتدین کے سربراہ سے تین گھنٹے تک طویل ملاقات کی، نہ جانے کیا خفیہ پختہ و پز ہوگی ہوگی، اسی کا شاخسانہ ہے کہ موجودہ نام نہاد اسمبلیوں میں غیر مسلم اقلیت کی حیثیت سے قادیانیوں کو شریک نہیں کیا گیا، گویا آئین میں جو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے عملی طور پر اسے معطل کر دیا گیا، ماضی قریب میں شراب پر فخر و مباہات کا اظہار کیا اور عملی طور پر ہر سو بازار شراب نوشی کی محفلیں گرم کی گئیں، قانون اسلام کا مضحکہ اڑایا گیا، زکوٰۃ و عشر کے اسلامی نظام کو فرسودہ اور باعث لعنت قرار دیا گیا، بلکہ تمام اسلامی نظام کو پارینہ و دیرینہ اور فرسودہ و نظام سے یاد کیا گیا، ان حقائق کے ہوتے ہوئے کیا بھٹو صاحب کے وعدے پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ اپنی گری اقتدار کو سہارا دینے کے لئے شراب نوشی کی پابندی کے اعلان سے عوام کو دھوکا دیا جا رہا ہے، جبکہ چور راستوں سے غیر ملکی لوگوں اور غیر مسلموں کے لئے کھلی اجازت دے دی گئی، عجیب کی بات ہے کہ ہندوستانی حکومت نے مدت سے شراب کو اس سختی سے ممنوع قرار دے رکھا ہے جس کی نظیر اسلامی حکومت میں نہیں ملے گی، حالانکہ وہ کافر سیکولر حکومت ہے، چند ماہ کا اعلان کر کے اسلامی قانون سازی کے لئے سفارشات پیش کرنے کا اعلان کیا گیا تاکہ ہوا کے رخ کو دیکھا جا سکے، سابقہ تجربوں کو سامنے رکھ کر کیا کوئی سادہ لوح بھی ان اعلانوں اور ان وعدوں پر اعتماد کر سکتا ہے؟ بہر حال یہ آخری سیاسی حربہ تھا اور ترکش کا آخری تیر تھا۔

اس وقت ہم نے صرف ایک دینی پہلو کے پیش نظر چند اشارات کئے ہیں، سیاسی اعتبار سے مملکت کی تباہی، اقتصادی بدحالی، بدامنی، بے رحمی، ظلم و عدوان کی فراوانی بیرونی قرضہ جات سے معیشت کی تباہی کی داستانیں اتنی طویل اور اتنی دردناک ہیں کہ نہ قلب میں طاقت، نہ قلم میں یارائی کی قوت ہے۔

[جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ مئی ۱۹۷۷ء]

اخوت اسلامی اور اس کی اہمیت

اسلامی اخوت وہ عالمگیر رابطہ وحدت اور رشتہ یگانگت ہے جو تمام جغرافیائی، نسلی لسانی، ملکی اور وطنی حدود و قیود سے آزاد اور امتیازات سے ورا، الوراء ہے، یہ وہ روحانی رشتہ ہے جو مادی علائق و روابط سے منزہ اور بالاتر ہے، وحی ربانی کی آیات بینات اور صاحب وحی ورسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مقدسہ میں اس کی تفصیلات وتمثیلات کے مستقل ابواب موجود ہیں، ارشاد الٰہی ہے:

﴿كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾ [آل عمران:۱۰۳]

تم (ایک دوسرے کے) دشمن (خون کے پیاسے) تھے، پس اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی، اب تم اس کے انعام ورحمت سے (ایک دوسرے کی) بھائی ہو گئے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"المومن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا وشبك بين اصابعه."(۱)

ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کے رخوں کی مانند ہے، جس کا ایک رخ دوسرے رخ کو مضبوط ومحکم کرتا ہے۔ اور (آپ نے اس تمثیل کا مشاہدہ کرانے کے لئے) اپنی ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کرلیں اور فرمایا اس طرح۔

نیز ارشاد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم):

"مثل المؤمنين فى توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد اذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى"(۲)

(بخاری ومسلم بروایت نعمان بن بشیر رضی الله عنه)

مومنوں کی مثال باہمی دوستی شفقت وعاطفت اور ایک دوسرے پر مہربان ہونے میں جسم (کے اعضاء) کی مانند ہے، جب جسم کا کوئی ایک عضو مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو تمام جسم کے اعضا بیماری کی تکلیف کی وجہ سے راتوں کو جاگنے اور بخار کا اثر قبول کرنے میں اس کا ساتھ دیتے ہیں (اور پورا جسم بیمار ہوجاتا ہے)۔

---

(۱) صحيح البخارى، ابواب المظالم والقصاص، باب نصر المظلوم، ج:۱ ص ۳۳۱، ط: قديمى.
صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والادب، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم، ج:۲ ص:۳۲۱، ط: قديمى.

(۲) صحيح البخارى، كتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم، ج:۲ ص:۸۸۹، ط: قديمى.
صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والادب، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم، ج:۲ ص:۳۲۱، ط: قديمى.

ان سے بالکل الگ ایک امت کا تصور دیا ہے جو ان سب سے بہتر ہے۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے:

"الا اخبرکم بافضل من درجة الصیام والصلوٰة والصدقة، قالوا بلیٰ، قال: اصلاح ذات البین، فان فساد ذات البین هی الحالقة، لا اقول تحلق الشعر ولکن تحلق الدین" (۱) (ابو داؤد، ترمذی، بروایت ابو الدرداء)

فرمایا: کیا میں تمہیں روزہ، نماز اور صدقہ کے درجہ سے بھی افضل (عبادت) کی نشاندہی کروں؟ (صحابہ نے) عرض کیا: کیوں نہیں (ضرور بتلیے)۔ فرمایا: (وہ عبادت) باہمی تعلقات کی اصلاح (کو شمار کرتا ہے)۔ اس لئے کہ ان کے مقابلہ پر آپس کے تعلقات خراب (کرنا) ان کو جڑ سے (اس طرح) کاٹ دیتا ہے (جس طرح استرا بال کاٹ دیتا ہے) (بال کاٹنا) دین کو ختم (نہیں کرتا) (بلکہ) پوری قوم کے (دین (اور دین) کو ختم کر دیتا ہے (تباہ کر دیتا ہے)۔

نبی علیہ السلام نے مسلمانوں کے باہمی اتحاد و تعاون سے (اور) دشمنی، نفرت اور عداوت (جس کا نتیجہ) دین میں مسلمانوں کے تخریب (اور) بربادی (اور) افتراق سے بڑھ کر دوسرا عذاب نہیں قرآن کریم کی آیت مبارکہ:

﴿أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ﴾ [الانعام: ۶۵]

یا تم کو مختلف گروہوں میں بانٹ دے اور ایک دوسرے سے لڑا کر (خانہ جنگی سے عذاب میں مبتلا کرے)۔

میں اسی عذاب کا ذکر فرمایا ہے۔

جہاد پاکستان اور اتحاد

آج اگر مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک کے مسلمانوں میں باہمی اتحاد و تعاون اور تنظیم کی روح کارفرما ہوتی تو یقیناً دنیا کی سب سے بڑی طاقت اسلام اور مسلمانوں کی ہوتی اور وہ اپنے مجاہد پاکستان سے متعلقہ پر اس اسلامی اتحاد و تعاون کی برکت سے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکتا۔ اگر ان ممالک کے مسلمان پاکستان کی امامت و امداد کرتے تو یہ صدیوں اسلامی کا جھنڈا بلند رہتا۔ مگر مسلمانوں کی باہمی نفرت و عداوت نے ان کو اس عذاب میں مبتلا کر دیا جو قرآن کریم نے اوپر بیان کیا ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں میں جو باہمی دشمنی پیدا ہو گئی ہے اس سے دشمن قوموں کی ریشہ دوانیوں کو بہت سہولتیں مل گئی ہیں اور ان کی وجہ سے مسلمان قوموں کی ترقی میں بہت رکاوٹ آ گئی ہے۔

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الزهد، باب اصلاح ذات البین، ج ۲ ص ۷۴، ط: فاروقی کتب خانه۔
سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب اصلاح ذات البین، ج ۲ ص ۶۷۳، ط: قدیمی۔

دونوں میں ذلت اور رسوائی کا باعث بنتی ہے۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو مسلمانوں کے الفاظ میں متوجہ فرمایا ہے:

"الجهاد ماض إلى يوم القيامة"(۱)

جہاد قیامت کے دن تک جاری رہے گا۔

اندرون ملک میں بھی اسی جہادی برکت سے پوری قوم میں بے مثل اتحاد و یگانگت اور تعاون و تعاون کے جذبات یکدم بیدار ہو گئے، تمام جماعتی و سیاسی تفرقے مٹ گئے، ایثار و فروتنی کے احساسات بروئے کار آ گئے اور چشم زدن میں پاکستان اس عظیم نعمت سے سرفراز ہو گئے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

درحقیقت پاکستان کا یہ وجود نہایت مبارک و مسعود ہے جس میں قوم کو بہت بڑی سعادت سے بہرہ ور ہونے کا نصیب ہوا، اور برسوں کے خواب غفلت سے پوری قوم بیدار ہو گئی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تاریخ اسلام میں مسلمانوں کی ترقی و برتری کا راز اسی بات میں مضمر تھا کہ جب جہاد اور حدیث قتال فی سبیل اللہ نے حقائق و واقعات کا مشاہدہ ہو گیا۔

کاش! مسلمان اس عظیم الشان نعمت الٰہی کا صرف زبانی شکریہ کے بجائے حقیقی شکریہ ادا کریں اور اس منحوس زندگی کو ختم کریں جو غضب الٰہی اور قہر خداوندی کو دعوت دیا کرتی ہے۔ ارباب اقتدار کا بھی فرض ہے کہ اللہ کی دی ہوئی اس طاقت و قدرت سے صحیح فائدہ اٹھائیں اور اس ملک میں اللہ تعالیٰ کا قانون رحمت یعنی مکمل نظام شریعت جلد از جلد جاری کر دیں۔ اور اس کی رہنمائی میں ملک کے اندر ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کریں اور اس شکر نعمت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے وعدہ:

﴿لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ [ابراهيم:۷]

اگر تم نے شکر کیا تو ہم تمہیں زیادہ دیں گے اور اگر تم نے کفر کیا تو (یاد رکھو) میرا عذاب بڑا سخت ہے

کے مطابق دنیا میں اور زیادہ سے زیادہ عزت و عظمت اور طاقت و قوت کی نعمت سے فیضیاب ہو کر آخرت میں رضائے الٰہی اور ابد الآباد تک رہنے والی لازوال نعمتوں سے مالا مال ہوں۔

آخر میں مقصد کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ اس علاقہ میں [illegible] طاقتوں اور خالص مفاد پرست خود غرض قوموں سے [illegible] کریں اور رب العالمین کی بارگاہ قدس میں [illegible]

---

(۱) المعجم الاوسط، من اسمه عبد الرحمن، رقم الحديث ۴۷۷۵، ج ۵، ص ۹۵، ط دار الحرمين القاهرة؛ مجمع الزوائد، باب لا يكفر احد من اهل القبلة بذنب، رقم الحديث ۱۰۴۱۲، ج ۱۰، ص ۲۲۶، ط دار الفكر بيروت

پاکستان کی اصلاح کے لئے چند ضروری تجاویز

پسند خوش آئند تبدیلیاں دیکھ کر خوشی ہوئی، ریڈیو کے نظام میں کچھ تبدیلی آ گئی ہے، سنا ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم ختم کرنے کے لئے بھی احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں، سب سے زیادہ نیک فال یہ ہے کہ قرآن تعلیم کے بارے میں پہلی مرتبہ یہ اعلان ہوا ہے کہ حکومت پاکستان قرآن کریم کی رہنمائی کو رہنما اصول کے طور پر تسلیم کرتی ہے، لیکن یہ تبدیلیاں اور اقدامات اصلاح حال کے لئے قطعاً ناکافی ہیں، ریڈیو پر اگرچہ عام گانے بند کر دیئے گئے ہیں لیکن قومی اور رزمی ترانے صنف نازک کی سریلی آوازوں اور طاؤس و رباب کے دلکش نغموں کے ساتھ اور موسیقی کی ترنم ریزیاں ابھی تک باقی ہیں، یہ نہ مرض کا پورا علاج ہے اور نہ کامل شکر نعمت، یہ درست ہے کہ معاشرہ کا مذاق اتنا بگڑ چکا ہے کہ یکدم اصلاح ممکن نہیں، تاہم مدبرانہ تدریجی نظام کے ساتھ مزید اقدامات کے جاری رکھنے کی ضرورت ہے، قرآنی قانون اور شرعی نظام جلد از جلد نافذ ہونا چاہئے، ہر قسم کے رقص و سرود کی محفلیں رفتہ رفتہ ختم ہونی چاہئیں، کلبوں اور اعلیٰ سوسائٹیوں میں عورتوں اور مردوں کے بے محابا اختلاط، سرکاری تقریبات میں لادینی عورتوں کی شرکت کی بھی بیخ کنی ہونی چاہیے، اخبار اور رسائل میں ملکی اور غیر ملکی عورتوں کے نیم عریاں فوٹو اور تصاویر کی اشاعت خصوصاً کاروباری اغراض کے لئے سینما اور دوسری کمپنیوں کے اشتہارات میں عورتوں کی تصویر کی اشاعت و استعمال قطعاً ممنوع ہونا چاہئے، شراب نوشی اور قمار بازی بہر صورت قابل سزا جرم قرار دیا جانا چاہیے، غرض نہ صرف اغیار بلکہ اعداء کی اس مستعار تہذیب و ثقافت اور ملعون زندگی کو جس کی یہ سب نحوستیں ہیں یکسر خیر باد کہہ کر دنیا میں ایک باوقار و باعزت اور خود دار و طاقت ور قوم کی تشکیل ناگزیر ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور آخرت کی مسئولیت پر کامل یقین و ایمان موجود ہو اور عہد حاضر کے تجربات و مشاہدات سے استفادہ کرنے والی عقل صحیح عزم راسخ اور خود اعتمادی کی طاقت میسر ہو تو دنیا کی کوئی مشکل بھی مشکل نہیں ہے، عبرت کے لئے جاپان کی مثال موجود ہے مگر درحقیقت یقین محکم ہونے کے بجائے کمزور، عقل کامل ہونے کے بجائے ناقص اور عزم راسخ ہونے کے بجائے متزلزل اور احساس کمتری غیر شعوری طور پر مسلط ہو چکا ہے، اسی قصور اور خامی کی وجہ سے صورت حال میں مؤثر انقلاب آفرین اقدامات کی ہمت نہیں ہوتی۔

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

گروہ بندی۔ افتراق اور علماء کرام

جس طرح عوام اور قوم کے دوسرے طبقوں میں انتشار و افتراق اور تحزب (گروہ بندی) کارفرما ہے، اسی طرح علماء کرام کے طبقوں اور دینی اداروں میں بھی تشتت و افتراق موجود ہے، نہ صرف مختلف مکاتب فکر کے مابین بلکہ ایک ہی مکتب فکر کے بزرگوں میں بھی یہی صورت حال کارفرما ہے، کہیں جمعیت علماء اسلام ہے تو کہیں

جمعیت علماء پاکستان اور کہیں مجلس احرار اسلام موجود ہے تو کہیں جمعیت اہل حدیث، کہیں تنظیم اہل سنت ہے تو کہیں ادارہ تحفظ نبوت، دین کے لئے یہ انتشار و افتراق سانحہ عظیم ہے، کاش! یہ سب ادارے یا کم از کم ایک ایک مکتب خیال کے ادارے ایک مرکز پر جمع اور متحد و متفق ہو جائیں، اور پھر باہمی تعاون و مشاورت اور متحدہ نظام کے تحت تقسیم کار کے اصول پر جو جماعت جس مقصد کے لئے زیادہ اہل اور موزوں ہو وہ کام اس کے سپرد کر دیا جائے، آپس میں کامل ارتباط و اتحاد، تعاون و تناصر اور ہم آہنگی و یگانگت موجود ہو اور سب ایک نظام میں منسلک ہوں۔

خوشی ہے کہ اس مہلک صورت حال کا احساس ہو چلا ہے، چنانچہ گذشتہ ماہ ملتان میں اسی تشتت و افتراق کو ختم کرنے کی غرض سے ارباب علم و فضل کا ایک اجتماع ہوا تھا اور اسی مقصد کے پیش نظر اس ماہ لاہور میں سیاسی کام کرنے والی جماعتوں کے باہمی اتحاد و تعاون سے متحدہ اسلامی محاذ وجود میں آیا ہے، اور ۵ دسمبر ۱۹۶۵ء کو جمعیت علماء کے زیر اہتمام دوبارہ ملتان میں اتحاد و تنظیم کے لائحہ عمل اور ضابطہ تشکیل پر غور کیا گیا ہے۔

خدا کرے کہ اس مبارک اور ملک و ملت کے لئے خوش آئند مقصد کا سفینہ ساحل مراد تک پہنچ جائے اور علماء کے طبقہ کا یہ تشتت و افتراق دور ہو جائے، دلوں میں خلوص نیت صالح اور عزم راسخ ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیابی نہ ہو۔

"مجلس دعوت و اصلاح" کے اہم ترین مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی ہے، اس لئے ہم اس مقصد کے لئے تمام دینی جماعتوں کو سیاسی ہوں یا غیر سیاسی ہر قسم کے تعاون اور عملی اشتراک کا یقین دلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مبارک مقصد کی تکمیل کے لئے ہم سب کو توفیق عمل عطا فرمائیں، وما ذالك على الله بعزيز۔

[شعبان ۱۳۸۵ھ / دسمبر ۱۹۶۵ء]

مسلمانوں کے لئے دنیا کی عزت و آبرو حاصل کرنے کا طریقہ

احسان توفیق اللہ تعالیٰ اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں دینی دعوت، تبلیغ کے کام اور طریق کار پر غور کرنے کا زیادہ موقع ملا، اپریل ۱۹۷۳ء کے آخری عشرہ میں بمقام سپیز میئرز برگ (صوبہ بیڈن جنوبی فریقہ) میں تبلیغی اجتماع تھا، بعض مخلصین کی خواہش بلکہ اصرار پر بندہ نے بھی شمولیت کا وعدہ کر لیا تھا، تو اپنی معذوری اور مدرسہ کے علمی و انتظامی اشغال کے پیش نظر ایفاء مشکل تھا، لیکن بہرحال وعدہ کر چکا تھا اور کچھ احباب کا اصرار بھی بہت بڑھ گیا تھا، بلکہ میرے مخلص ترین احباب "قاری میاں" کو جب خبر ہوئی تو ان کی خواہش ہوئی کہ پورے سفر کے انتظامات وہ خود کریں، چنانچہ ۱۳ اپریل کی صبح کو پی آئی اے سے براہ دہلی نیروبی پہنچا اور نیروبی سے ائیر ایڈیوٹی کمپنی کے ذریعہ جوہانسبرگ پہنچ گیا اور ۶ ہزار میل کا یہ طویل سفر چند گھنٹوں میں الحمد للہ بعافیت و آسانی طے ہو گیا، ایئر پورٹ پر حاجی کرم اور مخلصین و احباب نے خیر مقدم اور استقبال سے شرمندہ فرمایا۔

[illegible] ہے جس دینی مرکز دارالعلم نے "بعثۃ الاسلامی" میں قیام کیا وہاں ہر طرح کے آرام و راحت کے سامان تھے اور بڑے بڑے تھے، اس وقت یہ سفر نامہ لکھنا مقصود ہے نہ عمارت کے محل و قطعات ان دلچسپیوں سے تعلق ہیں بلکہ دینی مقصد کے پیش نظر یہ سفر کیا گیا تھا اس لئے دینی اور تبلیغی تاثرات ہی زیادہ تر سفر کا موضوع ہے [illegible] ایک بڑی تعداد نے مصروفیات کے تبلیغی انتظامات میں صرف کیا اور موضوع صرف یہی رہا کہ کس طرح مسلمان دنیا میں باعزت زندگی بسر کرنے کے آرزومند ہیں تو ان کو دین کے لئے قدم بڑھانا چاہئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت سے صحیح مسلم میں جو صحیح حدیث مروی ہے اس کی یہ مسلمانوں کو تلقین ہوتی ہے فرمایا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواماً و یضع بہ آخرین"(۱)

حق تعالیٰ قرآن کریم پر عمل کرنے والوں کو اٹھاتا ہے اور عمل نہ کرنے والوں کو گراتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال تھی، اس وقت حدیث شریف کی کافی و شافی تشریح اور بیان کا موقع ملا اور اس امر کی وضاحت کی کہ انسان خلیفۃ اللہ فی الارض ہے، اسی کے ذریعہ حق تعالیٰ نے اسے قدرت اور آثار حکمت ظاہر فرمائے ہیں اور تکوینی مصالح کے لئے تو اس کا وجود از بس ضروری ہے، چنانچہ اگر انسان دین الٰہی کے تابع ہو جائے تو تشریعی و تکوینی دونوں قسم کی مصالح و حکم کے ظہور کا ذریعہ بنتا ہے اور اگر یہی انسان صحیح مسلمان بن کر حق [illegible] کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے تو خود اس کی صورت محفوظ ہو جاتی ہے اور اس کے مقاصد کی حفاظت [illegible] ہے، یعنی اس پر عمل کر کے اس کو محفوظ کرتا ہے تو حق تعالیٰ کا صحیح معنی میں خلیفہ ہوتا ہے اور خلیفہ اپنی حکومت کا [illegible] ہے، پس خلیفہ اپنی صورت کا صحیح ترجمان اور صحیح نمائندہ ہوتا ہے تو حکومت کے ذمہ بھی فرض ہوتا ہے اس کی ہر طرح حفاظت کرے، اسی لئے دنیا کے قانون میں خیانت و غداری حکومت سے بغاوت کے مترادف سمجھی جاتی ہے اور عداوت اور مخالفت کی دلیل ہے۔

خلاصہ اس موضوع کی تشریح میں حق تعالیٰ کی توفیق شامل حال رہی اور آخرت و دنیا کی نعمتوں کا تقابلی [illegible] "والباقیۃ خیر و ابقیٰ فی الآخرۃ الاقلیل" کی خوب خوب توضیح ہوئی، حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ [illegible] اور اس کی تبلیغی قافلے اپنے کوشش سے تیار ہوئے۔

[illegible] تقریر میں ضروری ہدایات ہوئے، چنانچہ [illegible] طریقہ اور تحقیق کے [illegible] ہوئے اور ان ممالک میں تبلیغی [illegible] کا جذبہ پیدا ہوا، محسوس ہوا کہ اگر کوئی مخلص عالم پر تگیزی زبان جانتے والا اس سرزمین میں کام کرے تو [illegible] کی توقع ہے، بہت آسانی سے اسلام قبول کر سکتے ہیں، چنانچہ معلوم ہوا کہ جامعہ اسلامیہ انجیل کے ایک فارغ

(۱) صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل من یقوم بالقرآن، ج: ۱ ص: ۲۷۲، ط: قدیمی۔

التحصیل عالم کے ہاتھ پر ایک بزرگ سے زائد حبشی مسلمان ہو چکے ہیں، اس موقعہ پر قرآن کریم میں صدقات و زکوٰۃ کے مستحقین یا جن لوگوں پر خرچ کئے جائیں گے، قسام میں ایک قسم والمؤلفة قلوبهم کی اہمیت محسوس ہوئی کہ آج بھی ایسی صورت موجود ہے اگر مسلمان ان نومسلموں کی پرورش پر زکوٰۃ کے اموال ہی خرچ کریں تو ہزاروں ہزار مفلس حبشی حلقہ اسلام میں داخل ہو سکتے ہیں۔

بہر حال محسوس ہوا کہ جن بلاد میں مسلمانوں کی حکومت نہیں ہے ان میں اس انداز سے کام کرنے میں بہت کچھ کامیابی ہو سکتی ہے، جنوبی و پرتگالی افریقہ سے فارغ ہونے کے بعد لندن کا پروگرام تھا، چونکہ یہ سفر طویل تھا اس لئے آل میاں نے میری رفاقت اور اعانت کے لئے ایک انگریزی داں عالم و دین حافظ موسیٰ یوسف میاں کا انتخاب کیا جن سے مجھے ہر طرح کی آسائش و آسانی میسر آئی۔

دورۂ برطانیہ

جوہانسبرگ سے تمام افریقہ کے براعظیم کو تقریباً دس گھنٹہ کی مسلسل پرواز کے ذریعہ طے کر کے اندلس کے دارالخلافہ میڈرڈ پہنچے، ایک شب میڈرڈ میں، دو راتیں قرطبہ میں اور چند گھنٹے غرناطہ میں گذارے، مسلمانوں کے عروج و زوال کی تاریخ یک وقت سامنے آئی اور قرطبہ کی مرحوم جامع مسجد کو دیکھ کر سینہ کے داغوں کو تازہ کیا اور جامع قرطبہ کے ایک گوشے میں دو گانہ نفل ادا کرنے کی توفیق نصیب ہوئی، لندن میں احباب و مخلصین کا ایک وسیع حلقہ تھا اس لئے تمام انگلستان کے اکثر مقامات ڈیوز بری، والسال، بانی، برمنگھم، ڈارسٹن، مانچسٹر، بریڈفورڈ، بولٹن، شفیلڈ وغیرہ پر اجتماعات کا پروگرام بن گیا اور ہر جگہ جانا پڑا، لندن کے قیام میں بیس بچیس بیانات ہوئے، انگلستان کے مسلمان باشندوں کی نئی نسل کے لئے شدید خطرات محسوس ہوئے اس لئے کہ تعلیم لازمی ہے اور مخلوط ہے اور مسلمانوں کے اور لندن کی اصلی باشندہ حکمراں قوم دونوں کے اسکول و کالج ساتھ ہیں، اس مخلوط معاشرے کے زیر اثر ہفتہ وار لڑکیوں کے لئے جدید انداز میں تفریحی غسل کرنا، ان درسگاہوں میں ضروری ہے اور لڑکوں کے لئے ٹیلیویژن پر اس کا دیکھنا بھی ضروری ہے اس تعلیمی و تفریحی اختلاط کے جو زہریلے اثرات پیدا ہوں گے ظاہر ہے کہ وہ نہایت ہی شرمناک و دردناک ہوں گے، ویسے بھی لندن میں کیا بلکہ تمام انگلستان میں عریانی اور فحاشی کے ہیجان انگیز مظاہر عام ہیں اور جدید نسل کے لئے انتہائی تباہ کن ہیں، اس لئے اکثر بیانات میں موضوع یہی رہا ہے کہ اسلامی اقدار کو جدید مخلوط تعلیم کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھنا مسلمانوں کے لئے بہ صورت ضروری ہے اور اس کے لئے جو کچھ تدبیریں سمجھ میں آئیں وہ بیان کرتا رہا، جو ارباب علم وہاں پہنچ چکے ہیں ان کے لئے رضوان الٰہی اور جنت حاصل کرنے کے بے حد مواقع ہیں اگر وہ تبلیغی مقاصد کے پروگرام کے تحت دینی خدمت انجام دیں اور محض مال و زر کی تحصیل مقصد نہ ہو تو وہ دنیا اور آخرت دونوں کی دولت کما سکتے ہیں۔

بہر حال یہ محسوس ہوا کہ ان بلاد میں تبلیغ دین اور مسلمانوں کو بیدار کرنے کی بڑی شدید ضرورت ہے۔ نیز محسوس ہوا کہ انگلستان کی نئی نسل کو اسلام سے زیادہ عداوت نہیں رہی ہے عقلوں میں پختگی آگئی ہے، نفع و ضرر، خیر و شر کی تمیز کر سکتے ہیں۔ عصبیت کے دبیز پردے بھی ہلکے پڑ گئے ہیں۔ اپنی مسیحیت سے بیزار ہو چکے ہیں مسلمانوں کے ہاتھ اپنے گرجے فروخت کر رہے ہیں، اپنے طریقۂ زندگی میں سکون قلب کو ترستے ہیں، ان حالات میں اگر ان کو اسلام کا نسخۂ شفاء اور دوا، سکون و طمانیت کو مؤثر انداز میں پیش کیا جائے تو بہت جلد قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور اس میں تو شک ہے ہی نہیں کہ اہل باطل جتنا اپنے باطل دین سے دور ہوں گے اتنا ہی حق اور اسلام کے قریب آئیں گے۔ افسوس کہ زیادہ قیام کی گنجائش نہیں تھی ورنہ بہت کام ہو سکتا تھا۔

مراجعت پر پیرس، سوئزرلینڈ، ترکی میں بھی تھوڑا تھوڑا قیام ہوا۔ آج کے ترکی میں اور اتاترک و عصمت انونو کے ترکی میں زمین آسمان کا فرق پایا، نوجوانوں میں عربی زبان، عربی تعلیم کا ذوق بڑھ رہا ہے، دینی کتابیں شائع ہو رہی ہیں دینی اور تجارتی کتب خانے بارونق ہیں۔

قدیم و جدید مطبوعات میسر آرہی ہیں، مسجدیں آباد ہو رہی ہیں، شیخ الاسلام کے عہدے کے لئے ایک عمدہ اور پختہ عالم دین "علی قمری یا روز" کا انتخاب متوقع ہے، یہ انتخاب دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی، سابقہ مساجد اور قدیمی نوادرات کی ۵ راکھ کی کتابوں کے ساتھ ساتھ جدید ترکی کی یہ ترقی مزید جاذبیت کا ذریعہ ہے، سرزمین حرمین شریفین پر سفر ختم ہوا، ارادہ صرف ایک ہفتہ قیام کا تھا لیکن کسی دینی خدمت کی وجہ سے قیام دو ہفتہ سے بھی زیادہ ہو گیا، اثنائے قیام مدینہ طیبہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم کی مجالس و صحبت میں حاضری بھی نصیب ہوئی، ۱۹ رجون کو یہ سفر ختم ہوا۔

[جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ/اگست ۱۹۷۳ء]

پاکستان اور اس کے دشمن

﴿هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ [الاعراف: ۲۰۳]

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہماری حکومت نے قرطاس ابیض شائع کر کے امت پر بڑا احسان کیا، حکومت ہی کی زبان سے مشرقی پاکستان کی انسانیت سوز بربریت سامنے آگئی اور عجیب و بھیانک منظر امت نے جس درندگی کا ثبوت دیا اس کی پہلی مرتبہ نقاب کشائی ہوئی، ان لرزہ خیز مظالم کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، انسانیت کی تاریخ قیامت تک اس کا ماتم کرے گی، حکومت ہند کے ناپاک عزائم بھی ایک مرتبہ پھر دنیا کے سامنے آگئے، برطانیہ کے ناپاک ارادوں پر سے بھی پردہ اٹھ گیا اور بی بی سی لندن جو خود ساختہ خبریں، اپنی منحوس خواہشات کے پیش نظر شائع کر کے دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہے اس کا پردہ بھی چاک ہو گیا، اس قرطاس ابیض کو

انگریزی اور عربی میں لاکھوں کی تعداد میں شائع کرنے کی ضرورت ہے اور اپنے سفارت خانوں کے ذریعہ دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچانے کی حاجت ہے۔

اس کا افسوس ہے کہ ہمارے اکثر سفارت خانے خصوصاً مشرق اوسط کے پاکستانی سفارتخانے اپنے منصبی فرائض کے ادا کرنے میں انتہائی افسوسناک حد تک مقصر ہیں، برطانیہ اور امریکہ کے ناپاک ارادے تو پہلے سے معلوم ہو چکے تھے، اب روس کی منافقانہ چالوں کا پردہ بھی چاک ہوتا جا رہا ہے، سچ کہا ہے "الکفر ملة واحدة" یہ تمام داستانیں ہمارے لئے عبرت کے صحیفے ہیں کہ ہمیں خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی شدید ضرورت ہے اور انتہائی کوشش کرنی چاہیے کہ ہم ان دشمنان اسلام سے بھیک مانگنے سے اجتناب کریں اور ہم ان کفر کی طاقتوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مزید رسواء اور ذلیل نہ ہوں اور اس غیبی طاقت سے اپنا رشتہ جوڑیں جس کے قبضہ قدرت میں تمام کائنات کی طاقتیں ہیں، جو ایک پلک جھپکنے میں تمام کائنات کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی طاقت رکھتی ہے اور جب تک ملک میں اسلامی قانون نافذ نہ ہو چین سے نہ بیٹھیں، مگر قوم میں اجتماعی دینی روح جب تک پیدا نہ ہو اس وقت تک اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔

ضروریات دین کا انکار موجب کفر ہے

چند روز پہلے اخبار جنگ میں یہ خبر نظر سے گذری کہ ایک مسلمان خاتون نے عدالت میں دعویٰ دائر کر کے عدالت سے چارہ جوئی کی ہے کہ میرا شوہر زکاۃ سے منکر ہے، اسلام سے خارج ہو گیا، مجھے اس کے نکاح میں رہنا جائز نہیں، اس لئے قانوناً بھی اس کے حق زوجیت کو ختم کر دیا جائے، اس مایوس کن فضا میں یہ خبر اور ایک مسلمان عورت کا یہ مطالبہ ایک مسلمان کے لئے انتہائی امید افزا ہے، بلاشبہ یہ مطالبہ بالکل صحیح ہے، شرعاً تو اس کی تفریق ہو ہی گئی، نماز، روزہ، زکاۃ، حج یہ بنیادی اسلامی قوانین و احکامات ہیں، ان میں اگر عملی تقصیر ہو جائے تو دائرہ اسلام سے انسان نہیں نکلتا، ہاں معصیت و فسق مبتلا ہو جاتا ہے، لیکن اگر ایک سینڈ کے لئے بھی ان کی فرضیت سے انکار کر دے تو فوراً دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، یہی حکم و قانون ان تمام احکام کا ہے جن کا ثبوت اور دین اسلام کا جزو ہونا قطعی و یقینی ہے کہ ان کے انکار سے کفر لازم آتا ہے، مثلاً شراب کی حرمت، زنا کی حرمت، سود کی حرمت، خنزیر کے گوشت کی حرمت وغیرہ وغیرہ، یہ سب چیزیں دین اسلام میں حرام ہیں، اگر کوئی شخص عملی تقصیر کر کے مبتلا ہو جائے تو فاسق ہوگا کافر نہیں ہوگا، لیکن اگر کوئی مسلمان ان کی حرمت سے انکار کرے اور حلال سمجھے چاہے عملاً بچتا ہی رہے پھر بھی کافر ہو جائے گا، اسی طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی و رسول ہونے کا یعنی ختم نبوت کا عقیدہ بھی قطعی و یقینی ہے، قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا آخری آسمانی پیغام ہے اور ابدی ہے، اگر کوئی شخص قرآن کریم کے اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے سے انکار کرے، چاہے روزانہ تلاوت بھی کرتا رہے وہ مسلمان

[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کی نبوت کا قائل ہو تو آپ کے بعد نبوی اور جھوٹی نبی کو مانتا ہے تو وہ بھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (خواہ کلمہ صبیحہ پڑھتا رہے)

الغرض جو چیز بھی دین اسلام کا یقینی جزو ہو اس کو اسلام سے خارج کرنے سے انسان خود اسلام سے [illegible] ہی تقلید اور اجتہاد میں بنیادی فرق ہے۔ مومنی کی بات ہے اور انسان خود کرے۔ ایک شخص کا اگر یہ عقیدہ ہو کہ [illegible] ہے نہیں بلکہ غلط اور غیر آئینی ہے ان کی اطاعت اور احکامات کی پابندی ضروری نہیں تو [illegible] ہے لیکن اگر حکومت کو صحیح اور آئینی مانے البتہ کسی خاص وجہ سے قانونی پابندی میں کوتاہی کرے تو یہ جرم پہلے جرم سے بہت ہلکا ہوگا اور قابل معافی بھی ہو سکتا ہے۔ علماء امت نے بہت وضاحت سے اس کی تحقیق کی ہے کہ جو احکام شرعیہ قطعی ہیں جن کی یہی تعبیر ہے کہ جو ضروریات دین ہیں یعنی ان کا دین و اسلام سے ہونا قطعی اور بدیہی ہے اور ان کا انکار کرنا یا ان میں تاویل کرنا اور ان کو [illegible] ہے [illegible] سلم چلے آتے ہیں یہ سب کفر ہے۔ مثلاً نماز جو مخصوص عبادت ہے [illegible] بھی فرض ہے اور اس کا پاک ہونا بھی فرض ہے، [illegible] پاک کی جاتی ہے ان کا پاک ہونا بھی فرض ہے۔ تکبیر اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے، سلام [illegible] پر ختم ہوتی ہے۔ قیام، رکوع، سجود وغیرہ اس کے ارکان ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا جس طرح نماز کا فرضیت سے انکار کرنا کفر ہے بعینہٖ اسی طرح نماز کے معنی بدلنا یا اس کی یہ تاویل کرنا کہ نماز سے محض اللہ کی یاد مراد [illegible] یہی وجہ ہے کہ علامہ پرویز اپنی تحریرات و تاویلات میں نماز، روزہ، [illegible] اطاعت الٰہی کے مفہومات بدلنے کی وجہ سے ہی کافر ہوگیا اور اسی لئے مرزا غلام احمد قادیانی جہاں اس نے اور بیسیوں کفریات ہیں وہاں ختم نبوت یا نزول مسیح علیہ السلام کے معنی میں تاویل کرنے کی وجہ سے مسلمہ طور پر بالاتفاق امت کافر ہے۔ بہرحال ایک خاتون کے اس اسلامی جذبے اور دینی غیرت و حمیت سے [illegible] مسرت ہوئی مگر ہمیں توقع ہے کہ اگر اس کے شوہر کو سمجھایا جائے تو وہ بھی اس انکار سے توبہ کر لے گا۔

روز افزوں خرابیاں اور ان کا تدارک

[illegible] معاشرے میں روز افزوں خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں اور نئی نسل اخلاق اور دین کے تقاضوں [illegible] ہے یہ صورت حال انتہائی دردناک ہے اور اس کے عواقب و نتائج انتہائی خطرناک ہیں، بنیادی چیز جس پر زیادہ تر دارومدار ہے وہ تعلیم ہے۔ تعلیم کے دو بڑے عوامل ہیں (۱) نصاب تعلیم (۲) اور اساتذہ [illegible] عوامل تعلیم کی بنیاد دین پر ہو۔ قرآن و سنت کی تعلیمات، احادیث نبویہ کے [illegible] حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام کی سیرت مقدسہ نصاب تعلیم کا اہم جزو ہو تا

ہے، جب تک اس نصاب کی اصلاح نہ ہو کیونکر یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ ان کا روحیات اور زندگی میں کوئی انقلاب آ سکتا ہے۔ مشرقی پاکستان کی تباہی و بربادی کی داستان جو آج کل زبان زد خاص و عام ہے، اس میں زیادہ تر مؤثر تعلیمی نصاب تھا، جو نصاب پڑھایا جاتا تھا وہ وہی نصاب تھا جو بھارت نے مغربی بنگال کے مدارس میں ہندو نسل کے لئے تیار کروایا تھا، پڑھانے والے اساتذہ جو دوسرا مؤثر ترین عامل ہے، وہ تعداد میں ہندو اساتذہ تھے، ہندو استادوں کی تربیت ہو اور نصاب تعلیم ہندوانہ ہو اس کے نتائج وہی نکلتے تھے جو سامنے آئے، کسی زمین میں جو تخم ڈالا جائے گا وہی پھوٹ کر نکلے گا، اس لئے ابتدائی ضروری ہے کہ نصاب تعلیم کے ہر مرحلے پر بنیادی اسکول سے لے کر ایم اے کے نصاب تک درجہ بدرجہ دینی عنصر مؤثر انداز سے شامل کیا جائے۔

اساتذہ کے انتخاب میں دین و اخلاق اور کردار کی پختگی کو معیار قرار دینا بہت ہی ضروری ہے، اگر اساتذہ غیر اسلامی ذہنیت کے ہوں گے یا اسلامی اخلاقی اقدار سے آزاد ہوں گے تو ظاہر ہے کہ نرا نصاب کچھ نہیں کر سکتا ہے، ان کی زندگی کا اثر طلبہ پر لامحالہ پڑے گا، افسوس یہ ہے کہ یہ صرف تو مؤثر انصرافی حوصل کی کمیابی بلکہ نایابی ہے اور دوسری طرف یورپ کی تہذیب کی پوری غلامی کی ہمہ گیر ترغیب ہے، ایسی صورت میں جو فساد پیدا ہو رہا ہے اس کی کس طرح اصلاح ہو سکتی ہے۔ سب سے المناک چیز یہ ہے کہ درحقیقت جو مرض ہے اس کو صحت و تندرستی سمجھ لیا گیا ہے، دنیاوی زندگی میں عیش پرستی اور تن آسانی، دین و اخلاق کے تقاضوں سے آزادی کو ہی عملی ترقی کا معیار قرار دے دیا گیا ہے اور یہی تصور ذہنوں میں راسخ ہو چکا ہے، بقول شاعر:

اب تو رام سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

جب قوم اس مرحلے پر پہنچ جاتی ہے تو عواقب و نتائج انتہائی خطرناک ہو جاتے ہیں، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا﴾ [الاسراء: ۱۶]

یعنی جب بداعمالیوں کی شامت کی بنا پر کسی بستی کو ہلاک کرنا ہوتا ہے تو وقتاً ان کو نہیں پکڑتے بلکہ تمام حجت کے طور پر ان کو احکام الٰہی پہنچائے جاتے ہیں لیکن وہاں کے امراء اور ارباب عیش و عشرت جب فسق و فجور میں مبتلا ہو کر تمام معاشرے کو برباد کر دیتے ہیں تو وہ پوری بستی عذاب الٰہی کی مستحق بن جاتی ہے اور ہم اسے ملیا میٹ کر دیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

جب گھروں کی زندگی میں دینی اقدار ختم ہو جائیں، اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی زندگی میں اسلامی اقدار باقی نہ رہیں، باہر کے معاشرے میں سینما و تھیٹر، ریڈیو، ٹیلیویژن، عریاں مناظر، حیا سوز مظاہر قدم قدم پر سامنے

ہوں اور پھر ہم توقع رکھیں کہ صالح معاشرہ پیدا ہو، کیوں کر ممکن ہے؟ وہی مضمون ہوگا، جو کسی شاعر نے لکھا ہے:

اندرون قعر دریا تختہ بندم کردی
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

بلاشبہ اس وقت راہنمایان قوم وملت کو انتہائی خلوص اور بے جگری کے ساتھ ٹھوس قدم اٹھانے کی ضرورت ہے، نوجوان نسل پر یورپ کی کورانہ تقلید کی جو دیو مسلط ہوگئی ہے اس کے خلاف جہاد کرنے کا وقت ہے، تب ممکن ہے کوئی مؤثر کام ہو سکے، بالفرض اگر ناکامی بھی ہوتی ہے تو ہماری مسئولیت تو ختم ہو جائے گی۔

واللہ سبحانہ ھو الموفق والمستعان ، وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ وصالحی عبادہ وبارك وسلم

[رجب المرجب ۱۳۹۱ھ ستمبر ۱۹۷۱ء]

امت اسلامیہ کی زبوں حالی اور اس کا اصل علاج

تمام امت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہو چکا ہے، ہر جگہ اضطراب ہی اضطراب ہے، نہ حکمرانوں کو چین نصیب ہے، نہ محکوم آرام کی نیند سو سکتے ہیں، مصیبت بالائے مصیبت یہ کہ کوئی بھی صحیح علاج نہیں سوچ رہا ہے، جو زہر ہے اس کو تریاق سمجھ لیا گیا ہے، جو تباہی و بربادی کا راستہ ہے اس کو نجات کا راستہ سمجھا جا رہا ہے، جو تدبیریں شقاوت کو دعوت دے رہی ہیں انہی کو ذریعہ سعادت خیال کیا جا رہا ہے، ماسکو ہو یا واشنگٹن تمام جہنم کے راستے ہیں، کوئی بھی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کا راستہ جو سراسر نجات وسعادت کا اعلیٰ ترین وسیلہ ہے نہیں سوچ رہا ہے، جو صراط مستقیم جنت کو جا رہا ہے اس سے بھٹک گئے ہیں، نہ معلوم کہ ارباب عقول کی عقلیں کہاں چلی گئیں؟ ارباب فکر کیوں فکر سے عاری ہو گئے؟ آخر تاریخ کی یہ عبرتیں کس لئے ہیں؟ حقائق سے کیوں چشم پوشی کی جا رہی ہے؟ خالم بدبین ایسا تو نہیں کہ تکوینی طور پر امت پر تباہی و بربادی کی مہر لگ چکی ہے؟ اس امت کا زوال مقدر ہو چکا ہے؟ عروج کا دور ختم ہو گیا ہے؟ حق تعالیٰ نے تو اسلام اور صرف اسلام کی نعمت کو آخری نعمت فرمایا تھا اور یہ صاف وصریح اعلان ہو چکا تھا کہ اس کے سوا کوئی رشتہ و رابطہ کوئی دین ومسلک قابل قبول نہ ہوگا، نجات بس دین اسلام میں ہے اور اسی دینی رابطہ میں فلاح وسعادت ہے، باقی تمام راستے شقاوت وہلاکت اور تباہی و بربادی کے راستے ہیں اور یہ ابدی اعلان آج بھی حق تعالیٰ کے آخری پیغام میں کیا جا رہا ہے:

﴿ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ﴾ [آل عمران: ۸۵]

اور جو کوئی چاہے سوا اسلام کی تعلیم برداری کے اور دین، سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا۔

اور سورۂ عصر میں تاریخ عالم کو گواہ بنا کر پیش کیا گیا ہے کہ جن لوگوں میں ایمان باللہ، عمل صالح، تواصی

بالحق، اور تواصی بالصبر، یہ چار باتیں نہیں ہوں گی ان کا انجام تباہی و بربادی ہے، کیا اسی اسلام سے روگردانی کی اتنی بڑی سزا پاکستان اور پاکستانیوں کو نہیں ملی کہ چند لمحوں میں بارہ کروڑ آبادی کا عظیم ملک ۵ کروڑ کا چھوٹا سا ملک بن گیا؟ کیا بنگلہ دیش کے قضیہ سے دونوں طرف کے مسلمان عذاب الٰہی میں نہیں مبتلا ہوئے؟ اسلامی رابطہ اتحاد واخوت ختم کر کے کیا دولت کمائی؟ آخرت سے پہلے دنیا کی رسوائی اور خسران وتباہی بھی دیکھ لی، افسوس کہ وہی غیر اسلامی سبق پھر یہاں مغربی پاکستان میں دوہرایا جا رہا ہے، وہی سندھی، پنجابی، بلوچ اور پٹھان کے مغموم نعرے یہاں بھی ابھر رہے ہیں ارحم الراحمین کے مغضب کو دعوت دینے والی صورتیں اختیار کی جا رہی ہیں، طاغوتی طاقتیں جن کا ذور ابابر کے شیاطین کے ہاتھ میں ہے، اسلام اور مسلمانوں پر ایک اور کاری ضرب لگانے کی فکر میں لگ گئے ہیں، فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ نہ ارباب حکومت مرض کا صحیح علاج سوچ رہے ہیں نہ ارباب دین دین کے تقاضوں کو پورا کر رہے ہیں، نہ ارباب قلم زور قلم اصلاح حال پر خرچ کر رہے ہیں، غور کرنے سے یہی معلوم ومحسوس ہوتا ہے کہ اس قوم کا آخرت پر یقین یا تو ختم ہو گیا یا اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے، جنت وجہنم اور حیات ابدی کے تصور سے دل ودماغ خالی ہو گئے ہیں، تمام محنتیں وآسائشیں صرف دنیا کی چاہتے ہیں، جب مرض یہ ہے یعنی دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت تو اب رہنمایان قوم کا فرض یہ ہے کہ اسی کا تدارک کریں اور اسی کا علاج سوچیں، گزشتہ چند سالوں کے تجربات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جو طریقہ علاج کا سوچا گیا اور عملاً اس کو اختیار بھی کیا گیا وہ صحیح قدم نہ تھا، اخبارات بھی جاری کئے گئے، جماعتیں بھی بنائی گئیں، جلسے بھی کئے گئے، جلوس بھی نکالے گئے، مظاہرے بھی کئے گئے، جھنڈے بھی اٹھائے گئے، نعرے بھی لگائے گئے، الیکشن بھی لڑے گئے، کچھ ممبر بھی منتخب ہو گئے، اسمبلی ہالوں میں پہنچ گئے، کچھ تقریریں بھی کیں، کچھ تجویزیں بھی پاس ہوئیں لیکن یہ سب نقار خانے میں طوطے کی آواز بن کر رہ گئے، قوم سے چندے کئے گئے کروڑوں روپے خرچ بھی کئے، لیکن قوم جہاں تھی کاش وہیں رہتی، ہزاروں میل پیچھے ہٹ گئی، میں یہ نہیں کہتا کہ یہ تدابیر اختیار نہ کی جائیں اور یہ بالکل عبث وضیاع وقت ہے، لیکن اتنا تو واضح ہو گیا کہ یہ پورا علاج نہیں یا اصل علاج نہیں اور یہ نسخہ مفید ثابت نہ ہوا، مرض کا ازالہ اس سے نہیں ہو سکا۔

اصلاح معاشرہ کا صحیح طریقہ

بہر حال ان سیاسی تدبیروں کے ساتھ اب دینی نہج پر کام کی ضرورت ہے، اگر آپ کا شوق اس کا مقتضی ہے کہ سیاسی تدبیریں اختیار کی جائیں اور سیاسی حربے بھی استعمال ہوں اور آپ کی طبیعت اور ذوق ان وسائل کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں اگرچہ ہماری یا مشارانہ رائے یہی ہے کہ ان کی حقیقت ایک سراب سے زیادہ نہیں اور "کوکنار وکہ درآید دوان" والی مثال صادق آتی ہے، وقتی اور سطحی عوامی فائدے ہیں لیکن تاہم اگر آپ کا

ذوق تسلیم نہیں کرتا وہ ترک نہ کیجئے لیکن اصل اور بنیادی کام اصلاح معاشرہ ہے، اللہ تعالیٰ کی اس مخلوق و خدا سے محبت یاد دلائیں اور انبیاء کرام اور مصلحین امت کے طریقوں پر آسمانی ہدایات کی روشنی میں اصلاح کا بیڑا اٹھائیں اور اپنی پوری طاقت انفرادی، اجتماعی اصلاح امت پر خرچ کی جائے، گھر گھر، بستی بستی پہنچ کر دعوت اور اخبار ربانی پیغام پہنچائیں، اجتماعات ہوں تو اسی مقصد کے لئے، جیسے اگر ہوں تو اسی بنیاد پر، مجالات ہوں تو اسی کام کے لئے، اخبارات کے صفحات ہوں تو اسی مقصد کے لئے اور کاش اگر حکومت کے وسائل بھی اور ریڈیو وغیرہ کی پوری طاقت بھی اس پر خرچ ہو تو چند مہینوں میں یہ فضا تبدیل ہو سکتی ہے، بہرحال اس وقت یہ از حد قابل از وقت ہے کہ حکومت کی سطح پر جو وسائل نشر و اشاعت ہیں وہ ایمان کی روح سے آراستہ ہوں اور ایمانی حرارت اور نور ان میں جلوہ گر ہو، ان کے ذریعہ اصلاح ہو، اب ضرورت اس کی ہے کہ آج کی نسل خدا ترس بن جائے ان کی اصلاح ہو، آج کی یہی نسل کل حکمران ہو، تو مرد وسائل نشر و اشاعت اور خبر رساں ایجنسیاں جب سے سب اشاعت اسلام و تربیت اخلاق کے سرچشمے ہوں، پوری قوم نہ سہی اکثریت یا اقلیت ہی اصلاح ہو جائے تو کل کرسی صدارت ہو یا کرسی وزارت، منصب سفارت ہو یا وسائل نشر و اشاعت ہوں، یہ سب کے سب تعلیم اسلام و تعلیم دین کے مراکز بن سکیں گے۔ اب تو حالات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ پاکستان کو جو دین کے لئے بنا تھا وہ بچانے میں لگے ہیں، تفصیلات میں جانے کی حاجت نہیں، یہ ہے وہ صورت حال جو سامنے ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس وقت دین کی اہم ترین پکار یہی ہے کہ خدا کے لئے خود بھی خدا سے لگ جائیں اور اپنی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالیں اور دوسروں تک پہنچانے کی پوری جدوجہد کریں۔

نیز یہ چیز پیش نظر رہے کہ طاغوتی طاقتیں اور تمام تر فتنہ و فساد برسر کار ہیں اور نہایت تیزی سے بڑھ رہا ہے، کمزور رو، تو اس کوشش کافی نہیں، فساد معاشرے میں اپنی رفتار سے چلتا رہتا ہے، نظام ہے کہ گھوڑوں کی رفتار سے مقابلہ کیا گیا تو یہ کہنا اصلاح ممکن ہوگی، خدارا اپنی آنکھ کھولئے جلد سے جلد لگنے کی کوشش کریں ورنہ تمام قوم و ملک اس کے شعلوں کی نذر ہو جائے گا، افسوس و تعجب ہے ان پر جو اس کے لئے آنکھ کھولتے ہیں آنکھ لگ جاتی ہے تو وہ غور و سمجھنے کی تدبیر میں لگ جاتا ہے وہ بھی نہیں آتا لیکن دین اسلام سے کہ جس میں آنکھ لگی ہوئی ہے صدیوں کا جمع کیا ہوا ذخیرہ نذر آتش ہونے جا رہا ہے لیکن ہم مسلمانوں سے یہ بھی نہیں بنتے ہوئے ہیں۔

پاکستان کے بحرانوں کا حقیقی علاج دعوت الی اللہ ہے

ہمارے ملک میں جو بحران بڑھتا چلا جا رہا ہے وہ مشرقی پاکستان کو علیحدگی کی منزل تک

ہے بھی کچھ تھی نہیں پایا جاتا۔ اس کا سارا زور صرف اس بات پر ہے کہ ہم جان بوجھ کر اپنی پاکستان پر انگلیاں اٹھوائیں۔ اس کے حامیوں کے پاس اس کے حق میں کوئی ٹھوس اور مستقل دلیل نہیں ہے۔ یہ بات بھی صاف کہہ دینے کی ہے کہ اسے ضرورتِ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ ہم علماء سے، طلبہ سے، حکام سے، تاجروں سے، وکیلوں سے، کسانوں سے، مزدوروں سے اور ہر کوئی واسطی سے خدا کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ اگر اس ملک کی اور اس کے اپنی آئندہ نسلوں کی بقا مطلوب ہے، اگر ہمارے اہلِ پتھر، ہمارے ان مظلوم، ہمارے دوست مادلے اور ہمارے اسلحہ شل نہیں ہو گئے ہیں اور اگر ہمارے بدن میں آدمی کی کوئی رمق اور ہماری آنکھ میں حمیت کا کچھ پانی باقی موجود ہے تو ہمیں اپنے اختلافات چھوڑ کر، اپنے ضروری کام ملتوی کر کے اور اپنے مشاغل سے ہٹ کر چند دن کے لئے دعوت کی امداد کا کام کرنا ہوگا۔ اس کے لئے سب کو اکٹھا ہونا ہوگا۔ سب کے پاس جانا ہوگا اور ہر بڑی ٹھوکریں کھانی ہوں گی۔ اگر ملک کا معتد بہ حصہ اس فرض کو انجام دینے کے لئے کھڑا ہو جائے تو توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کی اور اس کے ساتھ ہماری بقا کا فیصلہ فرما دیں گے اور پھر حمیت اور دین بھی ہوا۔ پھر ہمیں بار بار یہ کہنے کی ضرورت نہ رہے گی کہ ہم بدستور اپنی اپنی جگہ مست اور اپنے اپنے کام میں مگن رہے اور دعوت الی اللہ کے کام کے لئے اپنے اوقات، اپنے مال اور اپنی جان کو خرچ کرنے کی ہمت نہ کی تو خدا ہی جانتا ہے کہ اس فرض ناشناسی کی پاداش میں کن کن شکلوں میں ظاہر ہوگی۔ ہماری تدبیریں، ہماری تکنیکیں، ہماری سرگرمیاں، ہماری امیدیں، ہمارے وسائل اللہ کے فیصلے کو نہیں بدل سکتے۔

میقاتیں ہاتھ سے نکل جانے پر عمل شروع کرنے والوں کے لئے بڑے اور مشکل کام ہوا کرتے ہیں۔ ابھی وقت ہاتھ سے نہیں نکلا ہے۔ ابھی وقت ہے کہ ایک لمحہ کی مہلت دیئے بغیر تیار ہو جائیں اور دعوت، اصلاح کے کام کو مرتب کرنے پر سرِ دست اضافت وقت کی ضرورت ہے۔ مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ والی تبلیغی تحریک ہی ہے جس سے امید کی آخری کرن ہے۔ اپنے ذہول، اپنے تحفظوں اور اپنے اختلافات کو ایک طرف رکھ دیجئے۔ ملت کی شکستہ کشتی کے ڈوبتے ہوئے اس تختہ کو جس پر چند گنے چنے انسان سوار ہیں اگر بچانا ہے تو اس کی ایک تدبیر ہے کہ ہم سب خدا کے ساتھ خلوص کا اس کام کے لئے عہد کریں، دعوت کے کام کو سنبھالیں اور آئیں ہم ایک بار پھر علماء اور دانشور طبقے سے عرض کریں کہ خدارا اختلافِ حال و مقال، تمہارے موجودہ مشاغل، تمہارے پاؤں کی زنجیر بن جائیں گے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے دعوت و اصلاح کی محنت والا کام نہ ہو سکا اور اگر تمہاری بے التفاتی، اپنی دنیا اور اپنے عیالداری کی یہی کیفیت رہی جو اب تک ہے تو امت کا فیصلہ بڑا ہی شدید اور بھیانک ہوگا۔ مشرق والوں کو اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ کیسی اس سے عبرت پکڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں اور ملت بیضا کی حفاظت کی توفیق امت کو نصیب فرمائیں۔

ایک خواب اور ایک پیغام

پچھلے دنوں لاہور سے ایک صاحب کا گرامی نامہ موصول ہوا جس میں مکتوب الیہ کے ساتھ ملفوظ خواب کو بصد ادب و عجز کی مناسبت سے یہاں پیش کرتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

۹-۱۰ جنوری کی درمیانی شب کو میں نے ایک خواب دیکھا جس کی کاپی جناب کو روانہ کر رہا ہوں۔ اس خواب میں میں نے کچھ علماء کو جناب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی خدمت میں بیٹھے دیکھا ہے، جن میں ایک آپ بھی ہیں، پہلی صف میں مولانا مفتی محمد حسن، مولانا محمد یوسف دہلوی، مولانا عبدالقادر رائے پوری، مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری اور جناب (مولانا محمد یوسف بنوری) تشریف فرما ہیں۔

پچھلے سے پچھلے رمضان المبارک کا ایک خواب دیکھا تھا جس میں دیکھا تھا کہ چاند اپنی پوری گولائی میں موجود ہے اس پر پاکستان کا نقشہ بنا ہوا ہے مشرقی حصے کے نقشہ پر یہ حروف لکھے ہیں:

"سنهلك الارض واهلها"

ہم اس سرزمین کو اور یہاں کے رہنے والوں کو عنقریب ہلاک کریں گے۔

اب اس خواب کے بعد جو یہاں نقل کیا جا رہا ہے طبیعت خاصی پریشان ہے، سوچتا ہوں کہ اس پیغام کا حق کیسے ادا ہو، امید ہے آپ تسلی بخش جواب دیں گے۔

خواب اور پیغام

"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان میں مشرق کی جانب رخ کئے ایک منبر پر تشریف فرما ہیں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہوں اور ایک دبلے پتلے گورے چٹے بزرگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب کھڑے ہیں، علماء کا ایک گروہ بھی حاضر خدمت ہے۔ ایک عالم دین کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پاکستان کے حالات بیان کر رہے ہیں، واقعات سناتے ہوئے جب وہ یہ کہتے ہیں "پھر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہندوستان کی فوجیں فاتحانہ انداز سے ہمارے ملک میں داخل ہو گئیں" تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں سے اپنی پیشانی تھام لیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہنے لگتے ہیں۔ یہ دیکھ کر تمام محفل پر گریہ طاری ہو جاتا ہے اور بعض حضرات تو چیخیں مار مار کر رونے لگتے ہیں۔

کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم علماء کی جماعت کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرماتے ہیں "اس حادثہ عظیم پر ملائکہ بھی غمزدہ ہیں، مگر ان کو تمہارے اعمال کی بدولت تمہاری مدد کے لئے نہیں بھیجا گیا"۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ

وسلم چہرہ انور سرخ ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"تمہیں معلوم ہے تمہاری اس مملکت میں میری نبوت کا مذاق اڑایا گیا میرے صحابہ کو کا بیاں دی گئیں اور میری سنت کی تضحیک و اہانت کی گئی" اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے جماعت علماء امت کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ جب تک وہ سرمایہ پرستی ظلم اور تشدد نہیں چھوڑیں گے، اخلاق، جب تک بخل، حرص اور بے رحمی ترک نہیں کریں گے اور جب تک تمام حق اس دنیا اور دنیا کی خاطر خواہشوں سے باز نہیں آئیں گے عورتیں جب تک بدکاری، فاسق و فاجر فحش کاموں کی حوصلہ افزائی اور بے پردگی نہیں چھوڑ دیں گی اور پوری قوم جب تک جھوٹی گواہی، غیبت، زنا، لواطت، شراب نوشی، سود خوری اور اعمال شر سے توبہ نہیں کرے گی خوب یاد رکھو اس وقت تک عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکتی"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم مجھے ان باتوں سے ترک کر دینے کی ضمانت دو میں تمہیں دنیا و آخرت کی بھلائی کی ضمانت اور دشمن پر غلبہ کی بشارت دیتا ہوں لیکن اگر تم اب بھی ایسا کرنے سے باز نہیں ہو تو خوب یاد رکھو عنقریب ایک سخت ترین عذاب بصورت انتشار و افتراق آنے والا ہے جس سے تمہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ (اعیاذ باللہ) اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة واعلموا ان الله شديد العقاب﴾ [الانفال: ۲۵]

اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص انہیں لوگوں پر واقع نہیں ہوگا جو تم میں ان جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔ (بیان القرآن)

اس آیت کے سنتے ہی ہم سب پر سکتہ طاری ہو گیا ہم رو رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ آیت دہرا رہے تھے:

﴿وتوبوا الى الله جميعا ايها المؤمنون لعلكم تفلحون﴾ [النور: ۳۱]

اور اے مسلمانو! تم سے جو جرائم زنا میں کوتاہی ہو گئی تو تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (بیان القرآن)

اس پر مزید کسی تبصرے کی ضرورت نہیں عذاب بصورت انتشار کی تعبیر سیاسی مصیبت اور گردشی مفادات کا وہ طوفان ہے جو ملک کی در و دیوار سے ٹکرا رہا ہے جس میں علماء، صلحاء اور عوام و حکام سب بہے جا رہے ہیں اور جتنے بچ پا رہے ہیں اوپر سے نیچے تک نفاق پیشہ لوگ اپنی پوری قوتیں صرف کر رہے ہیں، پورا ملک آتش نفاق کے مہیب شعلوں کی لپیٹ میں ہے جس پر تو پورا سناٹا، تشنج، ابتلاء اور عقوبت الٰہی کے ذریعہ آج تو قابو پایا جا سکتا ہے مگر کچھ دن بعد یہ بھی ممکن نہیں ہوگی اور پھر خدا ہی جانتا ہے کہ کیا حالات ہوں گے کون

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ صفوۃ آلہ سید محمد وعلی کل
واصحابہ واتباعہ اجمعین

[تاریخ ۱۰ شوال ۱۳۹۲ھ]

مسلمانوں کی زبوں حالی کے اسباب اور ان کا حل

جسم جاہل ہے اور وہ فوری تعلق کے لحاظ سے بھی [illegible] نہیں ہمارے دوران یا اردگرد کا ہے۔

اس کے بعد میں نے کانفرنس کو اصل حقائق سے آگاہ کرنے کے لئے صحیح حالات واقعات پر ایک مفصل یادداشت مرتب کر کے پیش کی اور تجویز پیش کی کہ مرکزی حکومت نے جو قدم اٹھایا وہ عین حکمت و مصلحت اور ان حالات کا ایک ناگزیر تقاضا تھا۔ ان واقعات کے مطالعہ سے جو اطمینان ہوا اور جو ذہنی تعلق اور تعلق عمومی ملک کو ایک مرکز پر جمع ہونے کی ضرورت ہے اس کے لئے ضروری تھا کہ ایک مستقل اور دیرپا مشورہ سے روکی جائے وہ ختم ہو۔

پاکستان کے حالیہ بحران اور اس کے نتیجہ میں پیدا شدہ تکلیف دہ نتائج کے اسباب و علل پر ہم نے اپنی کتاب "انسان اور مذہب" میں مختصر الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔ مرض کی تشخیص کے بعد اس کے صحیح موثر اور پائیدار علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ محض وقتی و عارضی علاج چنداں مفید نہیں ہوتا بلکہ خلاف رائے اور مخالفات و مشکلات کے استیصال سے مرض کو دبانے کی کوشش کی جائے تو چند دن بعد وہ پھر عود آنے گا اور پوری شدت سے اپنے کام میں مصروف ہو جائے گا۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ محض عارضی اقدامات پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ صحیح علاج سے مرض کا قلع قمع کرنے کی عملی تدابیر کی جائیں۔ خواہ ان میں کچھ وقت لگے۔ مگر عزم و ہمت سے اس کام کو ادا کر لیا جائے اور غلط قسم کی ابتدائی عملی تدبیر کا آغاز کر دیا جائے۔ افسوس ہے کہ ایک عرصہ سے عالم اسلام کے بہی خواہ و ہمدرد اہل دانش و بینش حضرات جو صف مسلمانوں کی زبوں حالی کے اسباب کی صحیح تشخیص سے قاصر رہے اس کے صحیح علاج سے غافل ہیں بلکہ اکثر و بیشتر قلب و ذہن حقائق کے صحیح ادراک ہی سے جواب دے چکے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے نہ ہی اچھا بھلا جما جمایا رہے ہیں اور بھلائی کا گلا کاٹ رہا آج اردو میں جو کچھ ہو رہا ہے کیا اس سے بڑھ کر بھی بدبختی ہو سکتی ہے؟ جو وقت مشترکہ اسلام اور اسلام اور یہودیوں کے خلاف استعمال ہونا چاہیے تھا وہ ایک دوسرے کے خلاف باہمی خانہ جنگی میں خرچ ہو رہا ہے اور یہی وہ شے ہے جس نے ہندوؤں کو ہمارے ملک میں بھی پیش قدمی کا موقع دیا ہے۔ ہمارے ہاں ہر روز نئی نئی آوازیں جہاں تک پہنچی ہیں تمام بیت الحزن والی سوزش کے ساتھ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ صحیح مدار اور مناسب تدابیر کی طرف توجہ دلاتے رہیں۔ بقول عارف شیرازی رحمۃ اللہ علیہ:

ما نگفتیم تو ما گفتی ست و بس
ور نہ آں موش کہ شاید و شنید

① قانون الٰہی کا نفاذ

ہمارے نزدیک مسلمانوں کے تمام مصائب کا پہلا حل یہ ہے کہ بغیر کسی پس و پیش کے اسلام کے ہمہ گیر قانون رائج کیا جائے۔ مسلمان جب تک خدا کے قانون سے کسی طور پر بھی روگردانی کرتے رہیں گے اس وقت تک ان کی

[illegible] اسلامی قانون رائج ہو، ایک ہی اسلامی زبان ہو، ایک ہی اسلامی معاشرہ ہو، [illegible] اسلامی تہذیب متمدن ہو تو تمام مختلف اسلامی اتحاد ہو جائے گا اور [illegible] اسلامی حکومت جس [illegible] سے ورود مسلمانوں کو اپنی ریشہ دوانیوں کا شکار [illegible] کے [illegible] سے ہمارے ملک ایک ہی مسلمان قوم ہوگی جو ہر خارجی طاقت کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوگی۔ اسلامی قانون سے محرومی عالم اسلام کا ایک ایسا خلا ہے جس کی وجہ سے ایک طرف وہ نصرت خداوندی سے محروم ہیں اور دوسری طرف ان کی ہمت پارہ پارہ ہو کر رہ گئی ہے۔ آج ہر خطہ قومیت و وطنیت کے سیل خلال سے پاش پاش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اسلامی معاشرہ کے لئے اسلامی قانون کی ضرورت ایک ایسا بدیہی مسئلہ ہے جو کسی مفہوم میں بھی فہم سے آدمی سے بھی نہیں رہنا چاہئے۔ اس کے لئے دلائل کی ضرورت ہونی چاہئے مگر افسوس ہے کہ رابع صدی سے [illegible] حکومت سے محروم ہے۔ ملک ہے حکومت ہے، اقتدار ہے، سامان ہیں مگر نہیں ہے تو اسلامی قانون نہیں ہے اور اس سے بڑھ کر المیہ کی بات یہ ہے کہ آج تک کسی تمام حکومتوں نے اسے لانے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ آج امت کا شیرازہ منتشر ہے اور کوئی قوت ماضی ایسی نہیں جو ان پر کندہ داغوں کو جوڑ دے۔

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جب ایک ملک کے تمام مسائل اسی کے اندر حل ہو سکتے ہیں اور چھوٹی بڑی چیزیں کے مسائل اسی کے دماغ و ضمیر پر چھوڑے جا سکتے ہیں تو آخر اسی دستور اور اسلامی قانون تشکیل کرنے کے لئے ایسی کمیٹی کیوں نہیں ہو سکتی؟ جب حکومت کی تمام محکموں، فوج کی کمیٹی اور قومی پیمانے کی تشکیل اور تجارت میں آ سکتا ہے اور آ بھی چکا ہے تو محکمہ قضا، اوقاف، اقامۃ الحدود، ادیان، اکرام حج کی نگرانی، اشاعت دین کی کمیٹیوں کی تشکیل کیوں نہیں آ سکتا؟ اس ملک میں من کمیٹیوں تمام کی جا سکتی [illegible] اسلامی قانون اور جدید قانون کے مابین کی کمیٹیاں قائم کر دینا بھی کچھ مشکل نہیں ہے۔ ہمارے [illegible] مسائل کا صحیح حل یہ ہے کہ ملک میں بالاتر اسلامی قانون نافذ کر دیا جائے اور فوراً [illegible] بھی ختم نہ کیا جائے۔ اس سے بتدریج تعزیرات کے بعد تک مغربی قانون کا باب ہو جائے۔ بلکہ یہ [illegible] حکومت کا ملک اور قوم پر عظیم احسان ہوگا۔

[illegible] سے اجتناب

اس ضمن میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ صرف فقہی اقوال سے تمام مسائل حل کیا جا سکتا ہے۔ حقائق [illegible] ہو سکتا ہے۔ بعض [illegible] اسلام سے متاثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر صرف اسلام کا نام لیتے

سے مسائل حل ہو جاتے تو یقیناً اب تک ہمارا کوئی مسئلہ باقی نہ رہتا، جس طرح سارا دن روٹی روٹی کا وظیفہ پڑھنے سے آدمی کا پیٹ نہیں بھر جاتا، اسی طرح یہ بھی ہرگز کافی نہیں کہ ہم تو اسلام کا نعرہ لگاتے اور کامیاب کہے جائیں، صرف زبان سے اسلام کا نام لینا، رسول و اس کی اطاعت پر آمادہ نہ کرنا نفاق کہلاتا ہے اور حق تعالیٰ کے یہاں نفاق برداشت نہیں کیا جاتا اس لئے منافق کی سزا قیامت میں کافر سے بھی بدتر رکھی گئی ہے، اگر ہم واقعۃً مسلمان بنیں تو ہمیں اخلاص کے ساتھ اسلام کو عملی طور پر اپنانا ہوگا۔

③ درآمدہ شدہ نظریات کی ناکہ بندی

مثل مشہور ہے کہ "خانہ خالی را دیو می گیرد" مسلمان معاشرے کی اسلامی نظام عدل سے محرومی ایک ایسا خلا ہے کہ باہر کی طاغوتی طاقتوں کو اسے اپنی کمین گاہ بنانے کا موقع مل گیا اور انہوں نے اسلامی ممالک میں سازشوں کا جال پھیلا دیا، انہوں نے نظریات کے تجربات کئے گئے اور مسلمانوں کو نظریاتی جنگ، ذہنی خلفشار اور طبقاتی کش مکش کی آگ میں جھونک دیا گیا، بالآخر وہ اسلامی ممالک میں ایسے افراد اور جماعتیں تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے جنہوں نے معاشرے کے امن و سکون کو تباہ کر کے رکھ دیا، مقام شکر ہے کہ مارشل لاء حکومت نے اسلامی نظریہ حیات کے تحفظ کا اعلان کیا ہے، یہ اقدام نہایت صحیح اور حق بجانب ہے مگر ضرورت ہے کہ عملی طور پر تمام خارجی جراثیم سے ملک کو پاک کیا جائے تاکہ کوئی راحت و سکون کا سانس لے سکیں، ہمیں کسی نئی نبوت، نئی سیاسی و اقتصادی فلسفے اور ماؤزم کی ضرورت نہیں، ہماری تمام مشکلات کا حل، تمام مصیبتوں کا علاج، تمام دکھوں کا مداوا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا اسلام ہے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ عدم اطمینان ہے جب تک اسے کاٹ کر نہیں پھینک دیا جاتا مریض کے صحت یاب ہونے کی توقع عبث ہے۔

④ اسلامی معیشت کا نفاذ

اسلامی نظام عدل کا ایک شعبہ اسلامی اقتصاد و معیشت ہے جس کو اگر نافذ کر دیا جائے تو پھر چند ہی روز میں استطاعت سکون کی زندگی میسر آ سکتی ہے، افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں دور غلامی سے آزادی کے بیس سال بعد تک مغرب کا سرمایہ دارانہ نظام اپنی بدترین شکل میں رائج ہے، جس کی بنیاد سود، قمار اور اسلامی نقطۂ نظر سے صریح حرام کاروبار پر قائم ہے اور آج تک کسی بندۂ خدا کو توفیق نہ ہوئی کہ اسے بدل کر اس کی جگہ اسلام کا منصفانہ معاشی نظام قائم کرے، قرآن کریم میں سود خوروں کے خلاف خدا اور رسول کی طرف سے اعلان جنگ کیا گیا ہے، جب پوری قوم پر سودی نظام مسلط ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ قوم کی قوم خدا اور رسول کے خلاف میدان جنگ میں صف آرا ہے، کیا ایسی قوم پنپ سکتی ہے؟ کیا اسے راحت و سکون میسر آ سکتا ہے؟ کیا خدا اور رسول کے مقابلے میں میدان جیت سکتی ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ ایسی بدقسمت قوم کو محرومی کی کھائی ہوگی، چنانچہ آج اس بدبخت خود اور قوم

[illegible]

[illegible]

﴿إنما المؤمنون اخوة﴾ [الحجرات ۱۰]

[illegible]

حدیث نمبر ۱:

"ترى المؤمنين في تراحمهم وتوادهم وتعاطفهم مثل الجسد الواحد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى".(۱)

(بخاری و مسلم عن النعمان بن بشیر)

[illegible]

حدیث نمبر ۲:

"المؤمنون كرجل واحد إن اشتكى عينه اشتكى كله وإن اشتكى رأسه اشتكى كله".(۲)

(مسلم)

[illegible]

حدیث نمبر ۳:

"المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا" ثم شبك بين أصابعه.(۳)

(بخاری و مسلم عن ابی موسیٰ)

[illegible]

حدیث نمبر ۴:

"المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه ومن كان في حاجة أخيه كان

(۱) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبہائم، ج ۲، ص ۸۸۹، ط قدیمی
صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب تراحم المؤمنین، ج ۲، ص ۳۲۱، ط قدیمی
(۲) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب تراحم المؤمنین، ج ۲، ص ۳۲۱، ط قدیمی
(۳) صحیح البخاری، ابواب المظالم والقصاص، باب نصر المظلوم، ج ۱، ص ۳۳۰، ط قدیمی
صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب تراحم المؤمنین، ج ۲، ص ۳۲۱، ط قدیمی

الله فی حاجته، ومن فرج عن مسلمه کربة فرج الله عنه کربة من کربات یوم القیامة، ومن ستر مسلماً ستره الله یوم القیامة".(۱)

(بخاری ومسلم عن ابی هریرةؓ)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے بے سہارا چھوڑتا ہے اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے کام میں ہو اللہ تعالیٰ اس کے کام بنا دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پریشانی دور کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پریشانی دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔

حدیث ۵ فرمایا:

"المسلم اخو المسلم لایظلمه ولا یخذله ولایحقره، کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه".(۲) (مسلم عن ابی هریرةؓ)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے بے مدد چھوڑتا ہے اور نہ اس کی بے عزتی کرتا ہے ایک مسلمان کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا مال بھی اس کا عزت بھی۔

حدیث ۶ فرمایا:

"والذی نفسی بیده لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه".(۳)

(بخاری ومسلم عن انسؓ)

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

حدیث ۷ فرمایا:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده".(۴)

(بخاری عن عبد الله بن عمروؓ)

---

(۱) صحیح البخاری، ابواب المظالم والقصاص، باب لایظلم المسلم المسلم ولا یسلمه، ج ۱ ص ۳۳۰، ط قدیمی صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب تحریم الظلم، ج ۲ ص ۳۲۰، ط قدیمی

(۲) صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب تحریم ظلم المسلم ...، ج ۲ ص ۳۱۷، ط قدیمی

(۳) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیه ما یحب لنفسه، ج ۱ ص ۶، ط ۲ قدیمی صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من الایمان ان یحب لاخیه ما یحب لنفسه، ج ۱ ص ۵۰، ط قدیمی

(۴) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون ...، ج ۱ ص ۶، ط قدیمی

مسلمان تو وہ ہے جس کے ہاتھ اور جس کی زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔

حدیث⑨ فرمایا:

"انصر اخاك ظالماً او مظلوماً فقال رجل يا رسول الله : انصره مظلوماً فكيف انصره ظالماً ؟ قال: تمنعه من الظلم فذلك نصره اياه".(۱)

(بخاری و مسلم عن انس)

اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ مظلوم ہو تب تو اس کی مدد کر سکتا ہوں لیکن اگر وہ ظالم ہو تو اس کی مدد کیسے کروں؟ فرمایا: اسے ظلم سے روک دو، یہی اس کی مدد ہے۔

حدیث⑩ فرمایا:

"لا يرحم الله من لا يرحم الناس".(۲)

(بخاری و مسلم عن جریر بن عبد اللہ)

اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم نہیں کرتا جو انسانوں پر رحم نہ کرے۔

حدیث⑪ فرمایا:

"الراحمون يرحمهم الرحمن، ارحموا من في الارض يرحمكم من في السماء"(۳)

(ابوداؤد، ترمذی عن عبد اللہ بن عمرؓ)

رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

حدیث⑫ فرمایا:

"والله لا يؤمن والله لا يؤمن والله لا يؤمن، قيل : من يا رسول الله! قال :

(۱) صحيح البخاري، ابواب المظالم والقصاص، باب اعن اخاك ظالماً او مظلوماً، ج: ۱ ص: ۳۳۱، ط: قديمي. صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والادب، باب نصر الاخ ظالماً او مظلوماً، ج: ۲ ص ۳۲۰، ط: قديمي

(۲) صحيح البخاري، كتاب الرد على الجهمية وغيرهم، باب قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن، ج: ۲ ص: ۱۰۹۷، ايضاً كتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم، ج: ۲ ص: ۸۸۹، ط: قديمي. صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب رحمته صلى الله عليه وسلم، الصبيان والعيال وتواضعه، ج: ۲ ص: ۲۵۴، ط: قديمي

(۳) سنن ابي داؤد، كتاب الادب، باب في الرحمة، ج: ۲ ص: ۶۷۵، ط: حقانية. سنن الترمذي، ابواب البر و الصلة، باب ماجاء في رحمة الناس، ج: ۲ ص: ۱۴، ط: فاروقي كتب خانه

لوگوں کو ایذا نہ دیتا ہو"۔ (بخاری و مسلم، عن ابی ہریرۃؓ)(۱)

اس حدیث میں مومن کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ وہ مومن نہیں جو لوگوں کو ایذا دیتا ہو، اور مسلمان کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ وہ مسلمان نہیں جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگوں کو ایذا پہنچتی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے:

"من قضی لاحد من امتی حاجۃ یرید ان یسرہ بھا فقد سرنی ومن سرنی فقد سر اللہ ومن سر اللہ ادخلہ اللہ الجنۃ" (البیہقی عن انسؓ)(۲)

جس شخص نے میری امت کے کسی شخص کی کوئی ضرورت پوری کی جس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اس سے مجھے خوشی ہو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کریں گے۔

یہ وہ تعلیمات ہیں جو اسلام نے پیش کی ہیں اور ان کے ذریعہ اسلام نے ایک ایسا معاشرہ وجود میں لانا چاہا ہے جس میں ہر شخص دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا برتاؤ کرے، جس میں ہر شخص دوسرے کی مدد کرنے کو اپنا فریضہ سمجھے، جس میں ہر شخص دوسرے کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی فکر کرے، جس میں ہر شخص دوسرے کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھے، جس میں ہر شخص دوسرے کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے جیسا وہ اپنے ساتھ دوسروں سے چاہتا ہے، جس میں ہر شخص دوسرے کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے جیسا وہ اپنے لئے پسند کر

کائنات اور اقوام عالم کی تاریخ کو گواہ بنا تا ہے کہ قوموں کی فلاح و بہبود کا دارومدار صالح اور پاکیزہ معاشرے پر ہے، اس نے دوٹوک فیصلہ دیا ہے کہ دنیا و آخرت کی نجات کا بس ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے وحی الٰہی کی پیروی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر مرمٹنا۔

آج مغرب کی بے خدا قوموں کی تقلید اور اندھی تقلید میں ہمارا معاشرہ گناہ و معصیت، فسق و فجور اور بے حیائی و بے حجابی کے جس گرداب میں پھنس کر رہ گیا، حیوانیت و بہیمیت کے جو جو مظاہرے ہو رہے ہیں، نفس پرستی، تعیش پسندی اور خواہش براری کی نت نئی شکلیں جو سامنے آنے لگی ہیں انہیں دیکھ کر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اسلامی معاشرہ ہے؟ اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے والی قوم ہے؟ جو قوم اخلاق و آداب، تہذیب و تمدن، سیاست و معاشرت کے تمام شعبوں میں اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے راستے کو چھوڑ کر بے دین، بے ہدایت اور بے خدا قوموں کے رستے پر اندھا دھند چل نکلے اس سے نفس پرستی کے سوا کسی کارنامے کی توقع رکھنا بے سود ہے، جب انسانیت ہی رخصت ہو جائے تو انسان نما وحشیوں سے انسانی اخلاق و تہذیب کا مظاہرہ کیسے ہو سکتا ہے؟

افسوس ہے کہ ہمارے ارباب حل وعقد کو اس پہلو پر غور کرنے کی بھی فرصت نہیں ملی، نہ انسانیت کے "سوداگروں" کا نوٹس لینے کی کبھی ضرورت محسوس ہوئی، اخبارات و رسائل میں فحش تصاویر اور گندے مضامین، تعلیم گاہوں میں لڑکے لڑکیوں کا اختلاط اور مشترک ڈرامے، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر حیا سوز پروگرام، سینما ہالوں اور کلبوں میں ننگ انسانیت مظاہرے، بازاروں اور سڑکوں میں بے حجابی اور بے حیائی کا طوفان، گویا پورا ملک ایک حیوان ساز فیکٹری ہے جس میں جدید فنی تکنیک سے لیس فیشن کے جانور تیار ہو رہے ہیں، کیا کوئی گھر ہے جو اخلاق سوز گانوں کی آوازوں سے محفوظ ہے، کوئی بازار ہے جہاں قدم قدم پر بے حجابی نظر و قلب کی آلودگی کا سامان مہیا نہ کرتی ہو، اور اب اس بے قید آوارگی و اباحیت کے نتائج سب کے سامنے آنے بھی لگے ہیں۔

اگر ہم اسلامی قانون کے سایہ عاطفت میں آنا چاہتے ہیں، اگر اسلامی اخوت کا صحیح نقشہ دیکھنا چاہتے یا زیادہ صاف لفظ میں اگر ہم زندگی چند دن راحت و سکون سے انسانوں کی طرح گذارنا چاہتے ہیں تو اس کے سوا ہمارے لئے کوئی چارہ کار نہیں کہ معاشرے کو اصل نہج پر لائیں، اسلامی اخلاق پیدا کرنے کی فکر کریں اور ان تمام شیطانی وسائل کو جن کی نشاندہی اوپر کی گئی ہے ایک ایک کر کے ختم کریں، خلاصہ یہ کہ ہماری اجتماعی و جماعتی کی اصلاح کا صحیح نقشہ یہ ہے کہ اسلامی قانون نافذ کیا جائے، اسلامی عدالت قائم کی جائے، اسلامی اخوت کے تریاق سے عصبیت کے زہر کا علاج کیا جائے اور نبوت کے اعلیٰ اخلاق کے مطابق اسلامی معاشرے کی تربیت کی جائے، لیکن ان چیزوں کے لفظی ورد سے کچھ نہیں ہوگا بلکہ اخلاص کے ساتھ ان کے عملی نفاذ کا عزم کیا جائے، یہ کام جمہوریت کے سایہ رحمت میں نہ سہی مارشل لاء کے سایہ حکمت میں سہی مگر اس میں ایک لمحہ کی تاخیر نہ کی جائے۔

اللہ تعالیٰ اس مملکت خداداد پر رحم فرمائیں، اس کی سالمیت وحفاظت کا غیبی سامان فرمائیں، حکمرانوں کو اسلامی قانون نافذ کرانے اور تمام مسلمانوں کو اس قانون پر چلنے کی توفیق وسعادت نصیب فرمائیں اور اس کی برکات سے تمام ملک وملت کو مالا مال فرمائیں، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی صفوۃ البریۃ سید الکائنات محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

[ربیع الاول ۱۳۹۱ھ رمئی ۱۹۷۱ء]

عالم اسلام اور مسلمانوں کی حالت زار

آج کل تمام عالم اسلام ایک شدید بحران میں مبتلا ہے، مراکش سے انڈونیشیا تک جہاں جہاں نظر ڈالیں کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید عالم اسلام پر سکرات الموت طاری ہیں، وہ نزع وحیات کی کش مکش میں مبتلا ہے اور اس کی روح بڑی شدت سے پرواز کی منتظر ہے، اسی طرح بالواسطہ تمام کائنات کی نگاہ کے خطرات متوجہ ہیں، کیونکہ جس روح پر تمام عالم کی حیات کا دارومدار ہے اس کا وقت قریب آلگا ہے، چنانچہ جس طرف نگاہ ڈالتے ہیں مایوسی نظر آتی ہے، تمام جنس انسانی میں خدا فراموشی کا ایسا طوفان برپا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟ مال ودولت کی فراوانی کا یہ عالم ہے کہ جو ممالک کل کھربوں چراتے تھے اور قوت یعنی کے محتاج تھے آج برطانیہ وامریکہ ان کا محتاج ہے، دینی مدارس روز افزوں ہیں، ان کی تعداد مسلسل بڑھتی جارہی ہیں، کتابوں پر کتابیں تصنیف ہورہی ہیں اور دھڑا دھڑ چھپ رہی ہیں، نئے نئے کتب خانے قائم ہورہے ہیں، اسلاف کے قدیم ذخائر جن کے نام کے لئے بھی ترستے تھے آج چھپ کر ہر شخص کو میسر آرہی ہیں، کہیں امام احمد اور ان کے اتباع فقہ حنبلی کی کتابیں چھپ رہی ہیں، کہیں امام مالک کے مذہب کی متبع حکومتیں ہیں، ان کے ذریعہ مکتبہ کے ذخائر سامنے آرہے ہیں، حنفیہ کا تو پوچھنا ہی کیا ہے، شاید آل عثمان کی حکومت وخلافت کے زوال وسقوط کے بعد ان پر بھی زوال آگیا، بہرحال حدیث کے عظیم الشان کتابیں طبع ہورہی ہیں، تفسیریں نشر ہورہی ہیں، تبلیغ ودعوت کی مؤتمرات وکانفرنسیں قائم ہورہی ہیں، ہر سال فارغ التحصیل مدارس سے نکل رہے ہیں، مجلات ہیں، اخبارات ہیں، جو روز بروز بڑھتے جارہے ہیں، نئی حکومتیں وجود میں آرہی ہیں اور کافر مستعمرین کی قید سے آزاد ہورہی ہیں، الغرض اسلامی حکومتیں بڑھ رہی ہیں، دینی ادارے کثرت سے معرض وجود میں آرہے ہیں، مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے، حج بیت اللہ ودیار حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے زائرین کا سیلاب ہے جو اطراف عالم سے امڈا رہا ہے، یہ حیرت انگیز محیر العقول مظاہر سامنے آرہے ہیں، لیکن صد افسوس کہ حقیقی اسلام کی

روح فنا ہو رہی ہے، اسلام ختم ہو رہا ہے، مسلمان بڑھ رہے ہیں، علمی کتابیں، علمی ادارے روز افزوں ترقی پر ہیں لیکن جہل و بے علمی چھا رہی ہے (۱)، زبانوں پر اسلام اور قلوب میں کفر ہے، جب دلوں کو ٹٹولیں گے تو معلوم ہوگا اسلام سے تعلق محض برائے نام ہے اور اللہ تعالیٰ پر اعتراضات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر تنقیدات، اسلام کے اساسی عقائد و احکام میں شکوک و شبہات، تو اس مطمئن و ظاہری آب و تاب پر کیا خوشی؟ یہ کثرت، یہ ہنگامہ آرائی اور یہ خوشنما ظاہر تک محدود ہے، قلوب و نفوس دنیا کی محبت میں سرشار ہیں، قدم قدم پر خدا فراموشی کے مظاہر، فواحش و منکرات کا سیلاب، نہ شرم نہ حیا، نہ حلال و حرام کی تمیز، اسلامی ممالک کے مسلمان حکمرانوں کا جب جائزہ لیجئے تو "تحسبهم جميعاً وقلوبهم شتى" (آپ خیال کرتے ہوں گے کہ سب متحد و متفق ہیں لیکن دل ان سب کے جدا جدا ہو رہے ہیں) کا سماں نظر آئے گا، سب کے سب اپنی ذاتی اغراض و خواہشات میں مبتلا ہیں، اتفاق و اتحاد کے معاہدے ہو رہے ہیں مگر اندر سے دلوں میں نفاق بھرا ہوا ہے، اسی لئے ان کے دلوں میں حق تعالیٰ نے دشمنان اسلام کا رعب ڈال دیا اور ان کی ہیبت اور رعب کفار کے دلوں سے نکل گیا، اس کثرت کے باوجود قلت میں ہیں اور اس ماں و دولت کی فراوانی بلکہ طغیانی کے باوجود فقر و تنگدستی میں گرفتار ہیں، درحقیقت تمام امت نفاق کے شدید مرض میں مبتلا ہوگئی ہے اور اس نفاق کی وجہ سے ایمان کی حلاوت سے محروم ہے، قوت ایمانی پر جو ثمرات

---

(۱) اسلاف کی عظیم الشان گرانمایہ اور نایاب سے نایاب کتابیں جب چھپ چھپ کر سامنے آتی ہیں تو کچھ نہ پوچھئے دل پر کیا قیامت گذرتی ہے، ہمارے اکابر جو ان سے استفادہ کے حقیقۃً اہل تھے وہ تو ان کو ترستے دنیا سے رخصت ہوئے مگر ان کتابوں کی شکل دیکھنا بھی نصیب نہ ہوئی اور آج کے دور "جہل آباد" میں کتابوں کے انبار پر انبار لگ رہے ہیں، مگر لاکھوں میں ایک بھی تو ایسا نہیں جو ان ذخائر سے صحیح استفادہ کر سکے، آج کتابیں خریدی جاتی ہیں الماریوں میں سجانے کے لئے یا پھر ان سے کام لیا جاتا ہے جہل مرکب کی تائید اور مطالب صحیحہ کو بگاڑنے کا، اللہ کسی نایاب کتاب کی نئی طباعت دیکھ کر راقم الحروف کا پسینہ تاثر ہمیشہ حسرت و افسوس ہوا۔

الحمد للہ آج حضرت شیخ بنوری مدظلہ کے تاثر سے اس کی تائید ہوئی، ہمارے نزدیک جہل و ضلالت کے اس دور میں کتب نادرہ کی یہ فراوانی، یہ کثرت بلکہ یہ طوفان کسی بڑے طوفان کی آمد آمد کا نقارہ ہے، دور فاروقی میں کسریٰ کے خزانے مسجد نبوی میں ڈھیر ہیں، فرحت و مسرت سے مسلمانوں کے چہرے چمک رہے ہیں مگر فاروقی بصیرت اس کے روزِ زوال سے آنے والے فتنوں کا مشاہدہ کر رہی ہے، وہ مسجد نبوی کے ایک گوشے میں بیٹھے زار و قطار رو رہے ہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جب پوچھا کہ یہ رونے کا کون سا موقعہ ہے؟ تو ارشاد ہوا کہ "اگر مال و متاع کے اس طوفان میں ذرا بھی خیر ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے زیادہ اس کے مستحق تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ایسی حالت میں رخصت ہوئے کہ کبھی دو وقت جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر میسر نہ ہوئی"، آج کی آسانیوں اور فراوانیوں کو دیکھ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ حکیمانہ ارشاد بار بار یاد آتا ہے۔ واللہ المستعان (مدیر)

وبرکات مرتب ہوتے ہیں ان سے بالکل بے بہرہ ہوگئی ہے۔(۱)

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمام عالم کو خدا فراموشی کی سزا مل رہی ہے ﴿أو یلبسکم شیعاً و یذیق بعضکم باس بعض﴾ ''یا تم کو مختلف فرقے بنا کر لڑا دے اور ایک دوسرے کو لڑائی کا مزہ چکھا دے'' کا منظر روز افزوں ترقی میں ہے۔

عرصہ دراز کی محنت اور قربانیوں کے بعد پاکستان وجود میں آیا، لیڈروں نے عوام کی قوت سے فائدہ اٹھانے کے لئے اسلام کے نعرے لگائے اور عوام نے اسی نام پر منظم ہو کر برطانیہ جیسی طاغوتی حکومت کو شکست دی اور آزادی حاصل کی، ربع صدی گزرنے کے بعد بھی آج تک یہ ملک اسلامی ملک نہ بن سکا، جو کام پہلے روز ہو جانا چاہیے تھا وہ آج تک نہ ہو سکا اور ہوتا بھی کیسے؟ یہاں تو اول سے لے کر آخر تک نفاق کا بدترین حربہ چلتا رہا اور اسی نفاق، غداری اور دوغلے پن کی سخت ترین سزا بھی ملی، ایک بڑا حصہ کٹ گیا، آنکھوں جائیں ضائع ہو گئیں لیکن ہائے افسوس! کہ ابھی خواب غفلت سے بیداری نصیب نہیں، وہی نفاق، وہی تعصبات، وہی جھوٹے دعوے اور وہی مکاری عیاری، اب تو پاکستان کی گاڑی ایک ایسے خطرناک موڑ پر آ کر ٹھہر گئی ہے کہ اگر اوپر سے نیچے تک قوم نے اپنی روش نفاق نہ بدلی تو ایک معمولی سے دھکے سے ایسے گہرے گڑھے میں گرے گی کہ قیامت تک نہ نکل سکے گی، بارہا بیانات کے صفحات پر یہ ماتم سرائی کی گئی لیکن ''صدائے برنخاست''۔

میں اس ملک سے باہر تھا اور ہمہ تن یہاں کے تصورات و افکار سے کٹ گیا تھا، اچانک کانوں میں یہ آواز پڑی کہ پارلیمانی سطح پر پہلی مرتبہ بعض مخلصوں کی کوششوں سے متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ پاکستان کا مذہب اسلام ہوگا اور اس کا نام اسلامی جمہوریہ ہوگا، یہ آخری جز تو پہلے طے ہو چکا تھا لیکن یہ لفظ کبھی شرمندہ معنی نہ ہوا، خدا کرے یہ نعرہ نفاق سے خالی ہو اور دل و جان سے اس قرارداد کو تسلیم کیا جائے اور جلد سے جلد اس لفظ کے تقاضوں کو عملاً پورا بھی کیا جائے، اسلام کی صحیح تعریف کو قبول کر کے اس کا حق مکمل طور پر ادا ہو، ایسا نہ ہو کہ رسوائے عالم ''منیر رپورٹ'' کی طرح اسلام کی تعریف کو مشتبہ بنا کر یہ تمام قرارداد معرض التواء میں آ جائے، تعجب ہے کہ جس قوم کے پاس قرآن حکیم جیسی کتاب اور رشد و ہدایت کی دستاویز موجود ہو اور حضرت رسالت پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

(۱) ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب میری امت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت ان کے دلوں سے نکل جائے گی اور جب وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی اور جب میری امت آپس میں گالی گلوچ کرنے لگے گی تو اللہ جل شانہٗ کی نظر سے گر جائے گی۔ [کنز العمال، الزھد، ج: ۳ ص: ۳۳۹، ط. مؤسسۃ الرسالۃ بیروت] اس حدیث پاک میں آج کی امت کا عکس اور یوں نظر آتا ہے؟ یہ اللہ کی نظر سے گری ہوئی امت آج مرکز ہر حادثہ دوں اور جہاں سے عزت و وجاہت ہی کی نہیں بلکہ روٹی کپڑے کی بھی بھیک مانگتی نظر آتی ہے، مگر بصیرت کے اندھے پن کی وجہ سے اپنی ذلت کے حقیقی اسباب اور عزت و وجاہت کے حقیقی سرچشمے پر اس کی نظر ہی نہیں جاتی۔ (مدیر)

وعلم جیسے آخری پیغمبر ان کی راہنمائی کے لئے دنیا میں تشریف لائے ہوں اور عہد خلافت راشدہ میں یہ حق تعالیٰ کا آخری پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ چکا ہے، کروڑوں مسلمان دین اسلام پر عمل کرنے والے موجود ہوں، ان حقائق کے ہوتے ہوئے بھی یہ طے نہ ہو کہ اسلام کیا ہے؟ یہ شیطانی تدبیریں صرف اس لئے کی جاتی ہیں کہ ہر منافق، ہر زندیق، ہر ملحد دین اسلام میں داخل سمجھا جائے اور ہر عدو اسلام اگر چاہے تو ختم نبوت کا منکر ہو مسلمان سمجھا جائے، برطانیہ کے دور حکومت میں جو مردم شماری کی فہرست میں مسلمان لکھا گیا وہ مسلمان ہے، اگر چہ ختم نبوت پر ایمان لانا ضروری سمجھتا ہو، انا للہ۔ نہایت دردناک صورت حال ہے گویا مسلمانوں کو اپنا مذہب تک معلوم نہیں، پاکستان کے حکمرانوں نے اسلام کا نعرہ لگا کر اسلام کے لئے پاکستان بنایا مگر اسلام نہ جانا، ایسے مخلص اندھیرے میں تیر چلاتے رہے جب نشانے خطا ہو جاتی ہیں تو الٹی ہر زہ سرائیاں شروع ہوتی ہیں (۱)۔

بہر حال کہنا یہ ہے کہ بہت طویل عرصہ گذر گیا، بار بار تجربہ ہوئی، مشرقی پاکستان کی صورت حال سے اگر عبرت نہ ہوئی تو خاکم بدہن کہیں وہ وقت نہ آجائے کہ پاکستان کا وجود نقشہ عالم سے صرف لفظ کی طرح مٹ جانے پر آرہا ہے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

خدارا! غور و فکر سے کام لیں، بار بار کہا، بہت سا وقت ضائع ہو چکا، استخارہ کریں اور پورے خشوع و حضور قلب سے معافی مانگیں کہ حق تعالیٰ صحیح اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور پاکستان کی حفاظت، اسلام اور مسلمانوں کا تحفظ فرمائے اور پاکستان کی تباہی کے جو خطرات پیدا ہو گئے ہیں حق تعالیٰ ان سے حفاظت فرمائے اور رنگ و نسل و وطن کی جو لعنتیں چمٹ گئی ہیں ان سے نجات ملے اور اخوت اسلامی کا قدم قدم پر مظاہرہ ہو۔

فرنگی قوانین کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کی جانب ایک قدم

حکومت سرحد نے موجودہ قوانین کو اسلامی قانون میں ڈھالنے کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل کی ہے جو پانچ ارکان پر مشتمل ہے، اس طرح کم از کم صوبائی سطح پر موجودہ قوانین کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کے لئے مبارک قدم اٹھایا گیا ہے۔ کمیٹی کی چار روزہ پہلی نشست گذشتہ شعبان ۹۲ھ میں راولپنڈی میں ہوئی، حکومت سرحد نے دین الٰہی کا ارادہ یہ ہے کہ جتنے قوانین تعزیرات ہند، ضابطہ فوجداری، آرڈی ننس وغیرہ ہیں ان کی تنقیح کی جائے، بعد میں

---

(۱) اور "تعبیر رپورٹ" کی صدائے بازگشت موجودہ قومی اسمبلی میں بھی سنائی دی جب ایک معزز وزیر نے ایک انتہائی مغلظ گالی اپناتے ہوئے اسلامی تعریف سے دوگنی کا اظہار فرمایا، اصل اسلام کا نام بھی محض سیاسی مصلحت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے ورنہ دراصل حکمران اسلام کے نام کا ہو بھی ان معنی میں نام اٹھانے کے روادار نہیں جہاں تک اسلام ان کے نزدیک ہے وہ اس کی تشکیل کرے، تمام مصلحتوں سے بالا ہو کر اور تمام اغراض و خواہشات سے بالا تر ہو کر صرف اللہ رب العزت کو خوش کرنے کے لئے اسلام پر عمل کرنے کا عزم کبھی کیوں نہیں ہوا اس کے لئے کبھی سوچا ہے، اسلام اور دین سے یہ بے اعتنائی نہیں ہونی چاہئے اور لیڈران کرام خود بھی دعا کریں کہ اسلام کو نافذ کرنا چاہیں۔ ایک مسلمان پوچھتا ہے کہ مسلمان کسے کہتے ہیں؟ کیا ان سے اسلامی قانون کی توقع بھی ہوسکتی ہے؟ (مدیر)

اسمبلی میں برائے منظوری پیش ہوں۔ ظاہر ہے کہ اسلامی صوبے میں اسمبلی میں مخالفت کی جرأت نہ ہو سکے گی، بالفرض اگر چند خود رو ہاتھ ارکان نے مخالفت بھی کی تو مؤثر نہ ہوگی۔

اسلامی حکومت میں غیر اسلامی عائلی قوانین کا تحفظ

پچھلی نشست میں کسی نے عائلی قوانین اور سارا کیمت میں ترمیم کر کے انہیں اسلامی قوانین کے مطابق بنایا، لیکن سن کر آپ کو تعجب ہوگا کہ عائلی قوانین کو مرکز کی جانب سے تحفظ دیا گیا ہے، مرکز کی اجازت کے بغیر کوئی صوبہ ترمیم یا تنسیخ کا حق نہیں رکھتا۔ بقیہ قوانین بھی ایسے ہیں جن کو مرکز کے اختیار میں رکھا گیا ہے اور صوبائی اسمبلی اس کی مجاز نہیں کہ وہ مرکز کے حکم کے بغیر انہیں جاری کر سکے۔ معمولی نوعیت کے چھوٹے قوانین ایسے بھی ہیں جو صوبے کے اختیار میں ہیں، مرحلہ کے وزیر اعلیٰ نے چاہا کہ مرکزی اسمبلی میں ترمیمی بل پیش ہو تاکہ تمام صوبے یکساں طور پر اسلامی قانون کی برکات سے مستفید ہو سکیں، لیکن افسوس کہ یہ بل نہ ہو سکا اور مرکز میں پیش کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ جس قانون ساز اسمبلی کی یہ حالت ہو تو اس سے خیر کی کیا توقع؟ اور حقیقت قانون ساز اسمبلی کا نام بھی غیر اسلامی ہے، قانون سازی کا حق اسلام میں صرف حق تعالیٰ کا ہے اور اس کے رسول کریم علیہ صلوات اللہ وسلامہ کا منصب احکام الٰہیہ کی تشریح اور اس کی عملی تشکیل ہے۔ اسمبلی کا اگر کچھ کام ہے تو اس کے ذمہ ان قوانین الٰہیہ کے اجراء و تنفیذ کا کام ہے، نہ کہ تقنین و تشریع کا، البتہ انتظامی معاملات میں جو قانون چاہیں بنائیں بشرطیکہ وہ شریعت اسلامیہ کے خلاف نہ ہوں۔

بہر حال یہ بات انتہائی قابل قدر و قابل شکر ہے کہ حکومت مرحلہ نے اپنی بساط کے مطابق اصلاحی قدم اٹھائے ہیں، شراب نوشی کو حرام قرار دے دیا اور اس کی خرید و فروخت اور درآمد وغیرہ کو ممنوع قرار دے دیا ہے، پردہ کی ختم کرادی، سود پر پابندی لگادی، سودی قرضے جو دیئے گئے اس کا سود ختم کر دیا گیا، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طلباء کے لئے نماز کا پڑھنا اور نماز کا ترجمہ سمجھنا لازمی قرار دے دیا، انگریزی لباس کوٹ پتلون کو ختم کرایا، سادہ قومی ملکی لباس کو سرکاری لباس قرار دے دیا، اس لئے مولانا مفتی محمود کی حکومت اس وقت امت محمدیہ کے لئے قابل قدر نعمت ہے اور عقیدۃً مصر قدافی کے بعد وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے شریعت اسلامیہ کی سیادت کو سر پر رکھا اور شریعت محمدیہ کی ترویج کے لئے کمربستہ ہو گئے حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے اور بقیہ تمام صوبوں کے حکمرانوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

[ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ۔ جنوری ۱۹۷۳ء]

خدا فراموشی اور اس کی سزا

تمام عالم اسلام اس وقت ایک ایسے دور سے گذر رہا ہے جس پر غور کرنے کے بعد صدمہ ہی صدمہ ہوتا ہے۔ مسلمان عرب میں ہوں یا عجم میں، مشرق میں ہوں یا مغرب میں، ان پر جو خدا فراموشی طاری ہے اس کی یورش ہے، یہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمام عالم اسلام خدا فراموشی کی زد میں ہے اور دردناک بات یہ ہے کہ مرض کی صحیح تشخیص ہے نہ علاج کی فکر۔ علاج کیونکر ہو سکتا ہے جب مرض کی صحیح تشخیص ہی نہ ہو۔ اس سے بڑھ کر دردناک صورت حال یہ ہے کہ مرض و صحت اور اسباب مرض کو نشو و ارتقا سمجھا جا رہا ہے۔ اپنے مریض کی حالت پر تو ہمیں دہائیاں دینے کا حق ہو سکتا ہے، اللہ ہمیں توفیق دے۔ (ادارہ)

گذشتہ ہفتہ انڈونیشیا کے ایک قاضی قدر علماء میں الشیخ حسین بن بلی بکر الحبشی یہاں تشریف لائے، موصوف دراصل حبشی و اصل عرب تھے مگر ایک مدت سے انڈونیشیا میں آباد ہیں، وہاں کی ایک انجمن کی دعوت پر تشریف لائے تھے، موصوف سے انڈونیشیا کے جو دردناک حالات معلوم ہوئے من کرلیجیے، کہتے ہیں کہ وہاں عیسائی آبادی پانچ فیصدی ہے لیکن چھیاسٹھ فیصدی عیسائی ان کے پاس ہیں، ان کے تمام وسائل اور مال اور وزیر صحت یہ سب عیسائی ہیں۔ ( )

مذہبی امور کا وزیر ایک مرتد ہے جس کا نام عبدالمعطی بن علی ہے، اس کا والد مسلمان تھا، یہ خود بھی مسلمان تھا، اس کی بیوی عیسائی ہے، اس کی لڑکی بھی مرتد ہے، اس کا داماد عیسائی ہے، اس کی نواسی بھی مرتد ہے، اس کی بیوی اور اس کا چھوٹا لڑکا بھی مرتد ہے، اس کی بہو بھی

مملکت پاکستان کی روح

عرصہ دراز تک انگریز کی غلامی کی چکی میں پسنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے برصغیر کے مسلمانوں پر رحم فرما کر ایک مملکت عطا فرمائی جس کے رجال کار کے پیش نظر یہ بات تھی کہ اسے ایک مثالی اسلامی ریاست بنا کر اس میں تمام عالم اسلام کی قیادت کی اہلیت پیدا کی جائے لیکن "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"۔ یہاں کے ارباب حل وعقد رفتہ رفتہ ایسے راستے پر چل نکلے کہ تمام متوقعات ہی ختم ہو گئیں۔ "خود گم است کرا رہبری کند"۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

قیام پاکستان کا مقصد

یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر لیا گیا، عوام نے اس مقصد کے پیش نظر پاکستان کا نعرہ لگایا اور حق تعالیٰ نے بھی دوبارہ امتحان کے لئے ایک وسیع مملکت عطا فرمائی۔ بلاشبہ پاکستان جغرافیائی حدود کے اعتبار سے صرف ایک ڈھانچہ ہے اور یہ سب کچھ جو اس کا تانا بانا نظر آتا ہے یہ کارخانے، یہ زرعی ترقیات، یہ صنعتی کاروبار اور جو کچھ کہ آج کے تمدن نے پیدا کیا ہے پاکستان کے اس ظاہری قالب کا نام ہے، جس کی روح دین اسلام ہے، اسلامی نظام مملکت ہے، اسلامی قانون ہے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق زندگی کے تمام شعبوں کو ڈھالنا ہے، الغرض پاکستان نام ہے روحقیقتوں کے مجموعے کا۔ ایک جسم اور دوسری روح۔ اگر اس کے جسم میں یہ روح کارفرما نہ ہو تو اس بے جان لاشہ کی قدر حق تعالیٰ کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے اور بعید نہیں کہ پاکستان کا ایک بڑا حصہ اسی لئے کاٹ دیا گیا کہ جس روح کی توقع تھی وہ اس میں نہ پڑ سکی، اس لئے بے جان جسم حق تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں قابل قدر نہ رہا، اب بھی اگر اس روح کو جگہ ڈالنے کی کوشش نہ کی گئی تو شدید خطرہ ہے کہ یہ جسم جس کا سڑنا گلنا شروع ہو چکا ہے اس پر موت طاری نہ ہو جائے۔

"بینات" میں اس حقیقت کو واشگاف کرنے کے لئے نہ معلوم کتنے صفحات سیاہ کئے گئے ہیں لیکن بقول "صدائے برنخاست"۔ طوطی کی آواز کتنی ہی خوبصورت اور دل نواز کیوں نہ ہو لیکن نقار خانے میں اسے کون سنتا ہے؟ معاصر روزنامہ "جنگ" میں "یوم آزادی کا مقصد" ایک قابل قدر آرٹیکل نظر سے گذرا، جی چاہا کہ ناظرین بینات کی خدمت میں اسے پیش کیا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ آواز صرف ہماری نہیں بلکہ تعلیم یافتہ تین جدید طبقہ کی یہی رائے ہے جو خواص سے نکل کر عوام تک اور محراب ومنبر سے نکل کر بازاروں تک بھی پہنچ گئی ہے۔

"آج ہم آزادی کی اٹھائیسویں سالگرہ منا رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ ہمارے لئے انتہائی خوشی اور مسرت کا موقع ہے لیکن یہی دن سال کے باقی دنوں سے اس بات کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہے کہ ہم پلٹ کر اپنے ماضی پر نظر ڈالیں، آزادی کے مقصد کو اپنے ذہنوں میں تازہ کریں اور اس بات کا جائزہ لیں کہ انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے ہم نے اس مقصد کے لئے اب تک کیا کچھ کیا ہے، کیونکہ اصل خوشی اور حقیقی مسرت اپنے مقصد میں

کامیاب ہونے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔ جہاں تک انگریزی اقتدار اور ہندو اکثریت کے تسلط سے نجات حاصل کرنے اور پاکستان کے نام سے ایک آزاد مملکت قائم کرنے کا تعلق ہے یقیناً اس جدوجہد میں ہم نے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو کامیابی حاصل کرلی تھی اور اس مبارک ساعت کے آنے پر ہم جس قدر خوشی منائیں کم ہے لیکن یہ بات بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمارا سفر یہیں ختم نہیں ہوگیا تھا۔ ہمارے نصب العین کی صرف یہی ایک آخری حد نہیں تھی۔ جہاں پہنچ کر ملت کا قافلہ رک جاتا۔ حصول پاکستان تو منزل کی طرف اٹھنے والا پہلا قدم تھا، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ پاکستان ہماری قومی جدوجہد کا مقصد نہیں مقصد تک پہنچنے کا ایک ذریعہ تھا اور یہ مقصد ایک ایسی مملکت کا قیام تھا جہاں مسلمان زندگی کے تمام شعبوں میں اسلام کے اصولوں کو نافذ کرکے ایک ایسا معاشرہ تعمیر کرسکیں جو ان کی تہذیب اور ان کی ملی اقدار کا پوری طرح آئینہ دار ہو اور جسے وہ دنیا کے سامنے ایک نمونے کے طور پر پیش کرسکیں، اس مقصد کو معیار بنا کر جب ہم گذشتہ ربع صدی کا جائزہ لیتے ہیں تو جہاں آزادی کا جشن مناتے ہوئے ہمارے چہرے خوشی سے دمک اٹھتے ہیں وہاں ہمارے دل میں اٹھنے والی ان ٹیسوں کو بھی نہیں دبا سکتے جو حصول پاکستان کے اصل مقصد سے غفلت اور اس سے پیدا ہونے والے المناک نتائج کی یاد دلاتی ہیں۔ اس غفلت کا سب سے زیادہ مرئی وہ نتیجہ برآمد ہوا کہ پاکستان کا ایک بازو اس سے کٹ کر علیحدہ ہوگیا اور سات کروڑ مسلمان جن کی اکثریت پاکستان سے محبت کرتی تھی غیروں کے زیر اثر چلی گئی۔ اس عظیم المیے کا صرف یہ پہلو قدرے اطمینان بخش ثابت ہوا کہ اس خسارے نے ہمیں سنبھلنے، اپنا احتساب کرکے اپنی غلطیوں کو سمجھنے اور ان کی اصلاح کرنے کا ایک موقع فراہم کردیا، وہ غلطیاں جن کا تعلق سیاست دانوں کے دور سے تھا اور پھر وہ غلطیاں جو شخصی اقتدار اور فسر شاہی کے طویل دور سے تعلق رکھتی تھیں۔

اس نئے دور میں جس کا آغاز وزیر اعظم بھٹو کی قیادت سے ہوا ہے ہم نے اپنی جس سب سے بڑی غلطی کی اصلاح کی وہ یہ تھی کہ آئین سے متعلق طویل جھگڑوں اور بحثوں کو ختم کردیا اور ایک ایسا دستور جدوجہد کر متفقہ طور پر منظور کرلیا جو پاکستان اور قومی امنگوں کا آئینہ دار ہے لیکن ہمیں اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنا چاہئے کہ صرف آئین کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتا جب تک کہ اس پر پورے خلوص اور دیانت داری کے ساتھ عمل نہ کیا جائے۔ اس آئین کا سب سے اہم حصہ وہ ہے جس میں موجودہ تمام قوانین کو اسلام کے مطابق بنانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے تحت زیادہ سے زیادہ آئندہ دس سال کے دوران موجودہ قوانین کی اصلاح کا یہ کام انجام پا جانا چاہیے، لیکن اس کام کے ساتھ جب تک ہم عوام خصوصاً نئی نسل کے ذہنوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے اور اس کی اخلاقی تربیت کا کام انجام نہیں دیں گے اسلامی قوانین سے ہم آہنگ معاشرہ وجود میں نہیں آسکے گا۔ اس کے لئے صرف تعلیم و تربیت کے تمام ذرائع کو استعمال کرنا ہی کافی نہیں ہوگا بلکہ ہمیں ان منفی کوششوں کا خاتمہ بھی کرنا ہوگا جو نئی نسلوں کے ذہنوں کو پراگندہ کرنے اور کلچر کے نام پر ان میں اخلاقی بگاڑ پیدا کرنے کے لئے کی جارہی ہیں۔ ان میں فحاشی پھیلانے والا

[illegible] کے مختلف [illegible] پاکستان کی سلامتی [illegible] کا کوئی [illegible] کا [illegible] اور [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

انبیاء کرام علیہم السلام کی ہستیاں ہیں، عصمت ان کا خاصہ ہے، ان کے سوا کون ہے جو معصومیت کا دعویٰ کرے اور سراپا تقصیر انسان سے کیونکر یہ ممکن ہے کہ ہر معصیت سے دامن بچائے؟ کوتاہی اور لغزش، خطا و تقصیر لوازم بشریت سے ہے، لیکن انسانیت ہی کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ فرمان بردار اور اطاعت شعار انسان گناہوں کو گناہ سمجھے اور اپنی تقصیر کا اعتراف کرے، حضرت سعدی علیہ الرحمہ کے دو شعر جو درحقیقت تصوف کا نچوڑ ہے اسی حقیقت کی ترجمانی کرتے ہیں:

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش — عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش — کس بتواند کہ بجا آورد

انسان کا کمال اور اس کی بدنصیبی

انسان باکمال کا یہ کمال کافی ہے کہ ہمیشہ اپنے آپ کو قصوروار سمجھے، گناہوں سے استغفار کرے، گناہوں پر ندامت اور شرم محسوس کرے، گناہ پر اصرار سے بچے، اس کے دل میں حق تعالیٰ کا خوف موجود ہو، مغفرت کی امید رکھتا ہو اور معاصی کے برے انجام سے بے خوف نہ ہو، یہی ایمان کی خاصیت ہے کہ خوف و رجاء (امید و بیم) دونوں ساتھ ساتھ ہوں۔

انسان کی بدنصیبی اس وقت شروع ہوتی ہے جبکہ اسے گناہوں پر اصرار، عاقبت کی فکر سے بے نیازی ہو اور اس سے بڑھ کر شقاوت یہ ہوتی ہے کہ گناہوں کو کمال سمجھا جائے، ان پر فخر کیا جائے، شرم و حیا اور فضیلت و ندامت کا نام و نشان نہ ہو اور اس سے بھی آگے بدنصیبی کی آخری منزل یہ ہوتی ہے کہ گناہوں سے استہزاء کرے اور شرعی اسلامی حقائق کے ساتھ تمسخر کرے، جب نوبت یہاں تک پہنچتی ہے تو انسانی شقاوت اور اس کی قلبی قساوت کی انتہاء ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ جنت، جہنم، ملائکہ، شیاطین وغیرہ وہ کلمات ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء و رسل نے شرائع الٰہیہ و کتب سماویہ میں ان کا ذکر فرمایا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی زبانی ان کے حقائق بتلا دیئے گئے ہیں، کون مسلمان ہے جو ان حقائق سے بے خبر ہوگا؟ اب اگر کوئی مسخرہ افسانوں، ڈراموں، سینماؤں اور کلبوں میں ان حقائق کو مسخ کر کے ان سے ٹھٹھا کرے تو انتہائی شقاوت بھی ہوگی اور پورے دین اسلام کی توہین بھی، قرآن کریم کا استہزاف بھی ہوگا اور تعلیمات نبویہ کا استہزا بھی اور جب کسی اسلامی مملکت میں اس جرم شنیع کا ارتکاب کیا جائے اور پھر اس کی خبریں اور تصویریں اخبارات میں چھاپی جائیں تو اس اسلامی مملکت کی بے حرمتی ہوئی اور اگر اس حکومت کا مذہب واقعی دین اسلام اور کتاب و سنت ہے تو گویا بیک وقت اسلام اور حکومت دونوں کی توہین ہوگی، اس صورت میں سب سے پہلے ایک اسلامی حکومت کا فرض ہوگا کہ وہ ان بدبختوں کو روکے اور سخت سزا دے اور اگر اس پر سکوت کیا جائے تو مجرمانہ غفلت ہوگی جس کے نتیجہ میں تمام معاشرہ خدا کے قہر کے زد میں آکر برباد ہو سکتا ہے، الغرض اگر مدعی اسلام قوم اور معاشرہ میں یہ وبا سرایت کر جائے تو حالات انتہائی خطرناک ہو جاتے ہیں اور عذاب الٰہی کے آنے کا خطرہ

قریب تر ہو جاتا ہے، انہوں اس کا بیج بوتے ہیں تو خوش بختی سے روئیدگی دیر سے نمودار ہوتی ہے، اسلامی اخلاق اقدار کو بری طرح زائل کیا جا رہا ہے، اندرونی طور پر لوگوں سے خوف خدا نکل گیا اور خارج میں حکومت کے نظام سے قوانین و محرمات رب کا یا یوں پر احترام کا سلسلہ ختم ہو گیا اس کے نتیجہ میں پورا معاشرہ اخلاق رذیلہ سے پورا ہے نتیجہ یوں میں فرق اور تباہی و بربادی کے آخری کنارے پر کھڑا ہے۔

جب معاشرے میں یہ برائیاں اس حد تک پہنچ جاتی ہیں تو چند صالح افراد کا صلاح و تقویٰ قوم کو تباہی و بربادی سے نہیں بچا سکتا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ [الانفال: ۲۵]

اللہ تعالیٰ کے اس عذاب سے بچو جو صرف ظالموں پر نہیں پڑے گا اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔

متعدد احادیث میں یہ مضمون ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا امت صالحین کے ہوتے ہوئے عذاب آ سکتا ہے؟ فرمایا ہاں اگر برائی اور خباثت کی کثرت ہو البتہ صالحین شہادت کی موت مریں گے۔ (۱)

اگر بالفرض آخرت کی بھلائی اور جنت کی نعمتوں سے قطع نظر کر لیا جائے تو دنیا کی بھی انتہائی بدنصیبی ہے تو دنیا کی خیر منانے کے لئے بھی اس خدا فراموش زندگی سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

انسان کی عقلیں مسخ ہو گئیں خیر و شر کی تمیز ہی ختم ہو گئی، پانچ وقت کی نماز سے جہاں آخرت کی نعمتیں ملتی ہیں آخرت سے پہلے دنیا میں بھی راحت و نور قلب نصیب ہوتا ہے اور عذاب الٰہی سے نجات نصیب ہوتی ہے، ظلمت کی زندگی میں ابتلا کے بعد بھی مسلمان قوم کو راس نہیں آیا، جب بھی مسلمان اس قسم کی دیوالی زندگی میں مبتلا ہوئے اس کے دروازے اور رحمت ناک نتائج سامنے آئے، تاریخ کے حقائق اس پر شاہد ہیں، مغرب کی

(۱) "عن زینب بنت جحش ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیہا فزعا یقول لا الہ الا اللہ ویل للعرب من شر قد اقترب فتح الیوم من ردم یاجوج ومأجوج مثل ہذہ وحلق بإصبعیہ الابہام والتی یلیہا فقالت زینب بنت جحش قلت یا رسول اللہ أنہلک وفینا الصالحون؟ قال نعم اذا کثر الخبث". صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب قصۃ یاجوج و ماجوج، ج: ۱ ص: ۴۷۲، ط: قدیمی.
"وفی روایۃ مسلم "ولکنہ یبعث یوم القیامۃ علی نیتہ". صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، فصل من اشراط الساعۃ خروج یاجوج و ماجوج، ج: ۲ ص: ۳۸۸، ط: قدیمی

حالیہ تباہی اس کی تازہ ترین عبرت ناک مثال ہے۔

ہم اس ملک کے تمام دانشوروں، صحافیوں اور ارباب اقتدار سے نہایت خلوص درد اور دلسوزی سے صاف صاف کہنا چاہتے ہیں کہ اگر چندروز اور جینے کی خواہش ہے تو عقل و دانش کا تقاضا یہ ہے کہ خدا کی زمین کو مزید ناپاک ہونے سے بچاؤ، خدا کے حلم اور عفو و درگذر کو چیلنج نہ کرو، یہ وقت عیش و عشرت، فسق و فجور اور خرمستیوں کا نہیں عذاب الٰہی کے بادل سروں پر منڈلا رہے ہیں اور ہماری بدعملی اور بدعقلی نے پہلی امتوں کا وہی نقشہ پیدا کر دیا ہے جو بالآخر ان کی تباہی و بربادی پر منتج ہوا، ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا﴾ [بنی اسرائیل: ۱۶]

جب ہم کسی بستی کو تباہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہاں کے اہل ثروت فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں پس ہمارا فیصلہ اس پر نافذ ہوتا ہے اور ہم اسے پوری طرح تہ و بالا کر دیتے ہیں۔

اللھم انا نسئلك العفو و العافية في الدنيا و الآخرة

[رجب ۱۳۸۷ھ]

عالم انسانیت اور پیٹ کا مسئلہ

کسی موسم کی اچانک و غیر معمولی تبدیلی کمزور طبائع کے لئے ہیجان و اضطراب کا باعث بن جاتی ہے، بعض کے لئے موت کا پیغام لاتی ہے اور بعض کے لئے مختلف امراض و پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے، کسی مریض پر اگر بحرانی کیفیت طاری ہو جائے اور اس کی حالت دگرگوں نظر آنے لگے تو اس کے گھر والوں، تیمارداروں اور معالجوں کی توجہ ہر طرف سے ہٹ کر مریض پر جم جاتی ہے، وہ نہ صرف اپنا سب کاروبار چھوڑ جاتے ہیں بلکہ یہ حادثہ انہیں انسان کی طبعی ضروریات سے بھی غافل کر دیتا ہے اور اہم سے اہم مشاغل ثانوی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں، بالکل یہی حال اس وقت عالم انسانیت کا ہے وہ اپنی تمام خوبیوں کے باوجود پیدائشی طور پر کمزور طبیعت واقع ہوئی ہے، "خلق الانسان ضعيفا" مال و جاہ کی محبت اس کا موروثی مرض ہے، مادیت کے مختلف موسموں کی تبدیلی کے زیر اثر وہ ہمیشہ نت نئے امراض کا شکار رہا ہے اور ناپختہ عزائم، تلون اور سپر اندازی اس کی فطرت بن کر رہ گئی ہے، ادھر کچھ مدت سے اسے "شکمی حادثہ" بھی پیش آ گیا ہے جس کے نتیجہ میں اس پر بحرانی کیفیت طاری ہے اور وہ موت و حیات کی کشمکش میں گرفتار ہے، انسانیت کے محنواروں، تیمارداروں اور معالجوں کی تمام تر توجہات کا مرکز اس وقت مسئلہ شکم بنا ہوا ہے، چنانچہ آج کل تمام عالم میں عموماً اور دولت خداداد پاکستان میں خصوصاً معاشی انتظام کا ایک اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہے، گویا دنیا میں دوسرا کوئی مسئلہ ہی نہیں رہا اگر دینی سطح پر دیکھئے تو اسلام کے معاشی نظام،

تقسیم دولت، گردش دولت وغیرہ وغیرہ مسائل پر گرما گرم بحثیں ہیں اور اخبار و جرائد میں مضامین و مقالات کا ایک طوفان نظر آتا ہے، اگر سیاست کے میدان میں آیئے تو ایک شور برپا ہے، کہیں مساوات کے نعرے ہیں، کہیں سوشلزم کی دہائی ہے، کہیں اسلام کی پیوندکاری ہے، کہیں مزدوروں کا نام استعمال کیا جا رہا ہے، گویا تمام عالم میں صرف ایک ہی مسئلہ ہے اور وہ ہے پیٹ کا مسئلہ اور دنیا کی ساری تگ و دو کا محور اس ایک پیٹ ہے۔ دوسری طرف سرمایہ داری نازک حالت میں ہے، سرمایہ دار سراسیمہ ہیں اور سرمایہ داروں کی حمایت کرنے والے حکمران ہراساں ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح جلد سے جلد پیٹ کا مسئلہ حل ہو جائے تو انہیں سکون و اطمینان کا سانس نصیب ہو۔ تیسری طرف جاہلیت کی علمبردار انقلابی پارٹیاں اور اسلامی ممالک میں ریشہ دوانی کرنیوالی طاقتیں اس صورت حال سے فائدہ اٹھا رہی ہیں اور حکومتوں کے لئے مشکلات پیدا کر رہی ہیں۔

بلاشبہ اس صورت حال کا اصلی سبب تو وہ گندی اور بے رحمی ہے جو فقر و مسکنت کے ساتھ کی گئی ہے اور وہ غلط نظامِ حکومت ہے جس نے رعایا کے پسماندہ افراد کی خبر گیری کے بجائے انہیں مختلف طریقوں سے استحصال کا نشانہ بنایا ہے اور ان سب سے بڑھ کر وہ ہے جو وہ نظامِ معیشت ہے جس نے بیکاری، قمار بازی اور سماہوکاری کے ذریعہ معاشرے کا توازن بگاڑ کر رکھ دیا، ایک طبقہ کو دولت کی فراوانی کا تحفہ (بلا محنت) ہے اور دوسری طرف عام طبقہ زندگی قائم رکھنے کے لئے بنیادی وسائل سے بھی محروم ہے، یہ صورت حال یقیناً خدا فراموشی کی سزا ہے جو قوموں اور حکومتوں کو مل رہی ہے، لیکن بعض لیڈروں کے غلو کی بھی انتہا ہو گئی ہے کہ انہیں تمام اسلام اور سارے قرآن کریم میں سوائے اس مادی نظام کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا، اس سلسلہ میں قرآن کریم کی آیات کی تحریف و تبدیل سے بھی یہ لوگ نہیں ڈرتے اور بلا خوف تردید نہایت صفائی کے ساتھ قرآنی منصوبات اور حقائق کو مسخ کر کے آج کل کی نام نہاد مساوات کے دلائل پیش کئے جا رہے ہیں کوئی سورۂ نحل کی آیت ﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ﴾ [النحل: ۷۱] سے مساوات کے لئے استدلال کرتا ہے اور کوئی سورۂ حٰمٓ سجدہ کی آیت ﴿وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ﴾ [حٰمٓ السجدۃ: ۱۰] میں تحریف کر رہا ہے، حالانکہ پہلی آیت تفضیل اور عدم مساوات کے لئے نص صریح ہے اور دوسری آیت کا اس موضوع سے تعلق ہی نہیں۔ کوئی ﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ﴾ [الزخرف: ۳۲] سے غلط استدلال کر کے مساوات کا نتیجہ نکال رہا ہے اور تعجب ہے کہ بعض مشاہیر اہل قلم بھی ان غلط فہمیوں میں مبتلا رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر حیرت کی بات یہ کہ بعض اہل حق کی جماعت سے وابستہ لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔

بلاشبہ معاشی اور مالی نظام عالمگیر فساد کے لئے بڑی حد تک ذمہ دار ہے، اس لئے قرآن نے معاشرے کے اس مادی نظام کی اصلاح کے لئے ایک مستقل رسول حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی جلیل القدر شخصیت کو مبعوث

فرمایا ہے جنھوں نے خرید وفروخت اور تجارتی لین دین میں ظالمانہ، غیر عادلانہ اور بے رحمانہ نظام معیشت کی اصلاح کے لئے پیغمبرانہ دعوت دی اور شاید تاریخ انسانیت میں یہ سب سے پہلا ظالمانہ معاشرتی نظام تھا کہ آسمانی وحی کے ذریعہ اصلاح کی دعوت دی گئی اور اسے تسلیم نہ کرنے پر بارگاہ قدس کی عدالت سے اس قوم کی تباہی کا فیصلہ کیا گیا۔ قرآن کریم کی ایک مستقل سورت کا موضوع ہی تین دین میں کمی اور نقصان کرنے والوں کی بداعمالی کا بیان کرنا ہے، میری مراد سورۃ التطفیف سے ہے۔

امام حجۃ الاسلام غزالیؒ نے "جواہر القرآن" میں یہ بحث کی ہے کہ قرآن کریم نے تجارت اور بیع وشراء وغیرہ انظام معیشت کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ نظام معاش جب تک قابل اطمینان نہ ہو تو فلاح معاد کی طرف توجہ مشکل ہوتی ہے اور دینی خدمات کی انجام دہی کے لئے ضروری ہے کہ معاش ومعیشت کا نظم ونسق درست ہو، حجۃ الاسلام کے الفاظ یہ پڑتے ہیں:

"وما لم ینتظم امر المعاش لا یتم امر المعاد والتعلق الیه تعالی"(۱)

اسی وجہ سے قرآنی ہدایات اور پیغامات ربانیہ میں تجارت کو فضل سے تعبیر کیا گیا ہے اور ہر اس شے کو سود اور رشوت، جوئے اور رشوت کو شدید جرم پر حرام کردیا گیا ہے اور سخت ترین وعید سنادی گئی ہے اور دنیا وآخرت دونوں میں اس کے برے انجام پر متنبہ کردیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ حقوق العباد کی حفاظت کا یہ بنیادی نکتہ ہے۔ قرآن کریم جیسے آخری پیغام ہدایت میں اس پر کیونکر توجہ نہ دی جاتی اور مستقبل میں جو مختلف نظام معیشت پیدا ہونے والے تھے ان کی اصلاح کے بارے میں بنیادی ہدایات کو قرآن حکیم کیسے نظر انداز کرسکتا تھا اور ان سے حق تعالیٰ کا آخری پیغام نجات، دستور حیات، اور نظام ہدایت کیونکر خالی ہوسکتا تھا، فقراء ومساکین اور یتامیٰ وایامیٰ کے لئے صدقات وانفاق اور خیرات وانفاق کا عظیم الشان نظام نازل فرمایا ہے، بلکہ زکوٰۃ وعشر کو مالی فریضہ اور عظیم الشان عبادت قرار دیا ہے، اس سے انکار کرنے کو کفر وارتداد کہا گیا ہے، ان فرض وواجب صدقات کے علاوہ عام خیرات وانفاق کے لئے ترغیب دلائی ہے، ان کے لئے آخرت کے اجر وثواب اور جنت نعیم کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں، کیا دنیا کا کوئی بھی نظام معیشت آسمانی ہو یا غیر آسمانی اسلام سے اس حیرت انگیز نظم مواسات کی ہمسری کا دعویٰ کرسکتا ہے؟ کیا دنیا کا کوئی نظام ایسا ہے جس نے غریبوں، کسانوں اور مزدوروں کا مسئلہ پیدا ہی نہ ہونے دیا ہو۔

معاشی موضوعوں یا معیشت سے زکوٰۃ، واقتصادی نظام ہو یا عام دعوت کمانے کا نظم، قرآن کریم کا دامن اس سے متعلق ہدایات سے لبریز ہے، یہ حقائق سب صحیح سب درست ہیں، کسی کو مجال انکار نہیں لیکن اسلام کو موجودہ معاشی تحریکوں پر منطبق کرنا اس کی مراد مادی تعبیریں کرنا اور صحیح تان کر نصوص سے وہی کچھ منوانا جو آج کے

(۱) جواهر القرآن وغرره، القسم السادس فی تعریف عمارة منازل الطریق وکیفیة التأهب للزاد، و الاستعداد باعداد السلاح الذی یدفع شراق المنازل وقطاعها، ص: ۱۹، ۲۰، ط: دار الکتب العلمیة بیروت

معاشرہ کہتے ہیں، بدترین علمی اور مقدمات نبوت سے بے خبری کی دلیل ہے۔ وحی الٰہی اور نبوت و رسالت کا حقیقی منصب ان حقائق ابدیہ کو بیان کرنا ہے جن کے ادراک سے انسانی عقلیں قاصر ہیں، جہاں تک یہ عقل افلاطون پہنچی ہے، نہ ارسطو کا فلسفہ، نہ یونان کے خلیفہ پہنچے ہیں، نہ روما کے قانون دان، نہ برکس کو ان کی ہوا لگی ہے، نہ لیفٹ کو۔

قرآن کریم کیا ہے؟

قرآن کریم تذکیر و موعظت کی کتاب ہے، مابعد الطبیعیات کے ربانی حقائق حق تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کی قدرت جلال و جمال کا مرقع ہے، جنت و دوزخ، ملائکہ، حشر و جہاد، معاد و قیامت کی تفصیلات، بعد الممات کے احوال، برزخ کے واقعات، عبادات و طاعات کے اصول و مبہمات کی مفہیم الشان دستاویز ہے، حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے ان رموز و اشارات کی شرح اور ان مجمل ہدایات کی تفصیل فرمائی ہے، چونکہ قرآن و حدیث اور کتاب و سنت دونوں لازم و ملزوم ہیں، دونوں میں تفریق کا امکان نہیں، البتہ حدیث ہونے اور پڑھنے کے لئے فن کی بھی مہارت چاہئے اور یہی دل قرآن کریم کا بھی ہے، جتنا اپنے کلام ہوگا اس سے سمجھنے میں اتنی ہی دقت ہوئی، تفصیل نے جب بھی دخل دیا الجھاؤ پیدا کیا سامنے آئی۔

بہر حال قرآن و حدیث کی تعلیم کا نقطۂ آغاز وہ اساسی و بنیادی عقائد و حقائق ہیں جو ہزاروں سال سر مارنے کے باوجود عقل بشری کی گرفت میں نہیں آسکتے، پھر اس کی جامعیت کا یہ حال ہے کہ تمام احکام الٰہیہ خواہ عبادات ہوں یا معاملات، انفرادی مسائل ہوں یا اجتماعی، سیاسی کے معاملات ہوں یا معیشت کے، معاشرت کے آداب ہوں یا تجارت کے اصول، افراد زندگی کا کوئی گوشہ ہو کوئی موضوع ایسا نہیں جسے کتاب و سنت نے بیان نہ کیا ہو، اسلامی انواع کی تعلیمات میں اخلاقی متانت و رزانت اور اعتدال و میانہ روی ہے، عصر حاضر کی ہر اجتہادی اصلاحی تحریک میں اس کی گرد کو بھی نہیں پا سکتیں، قرآن کریم اگرچہ جدید اصطلاح میں دستور یا قانون کی کتاب نہیں ہے جسے عنوانات و دفعات پر مرتب کیا گیا ہو، لیکن اس میں انسانیت کے تمام ہمہ گیر مسائل کی طرف اصولی اشارات دیئے گئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ اور ہدایت طیبہ میں منتقل ہو کر سامنے آتے ہیں، خلافت راشدہ کی تشریحات و رفقہاء امت کی تنقیحات کے بعد وہ یہ کامل نہیں دستور ہے کہ دنیا کا کوئی دستور اس کی ہمسری کر سکتا ہے نہ کر سکے گا۔

واضح رہے کہ قرآن کریم کے ارشادات تعلیم نبوت کے دو حصے ہیں: ایک حصہ قانون شرعی احکام کا ہے جس کا درجہ قانون کا ہے اس میں کوتاہی کرنے پر نہ صرف یہ کہ اسلامی حکومت رفت کر سکتی ہے بلکہ یہ تعلق شرعی اصطلاح میں عاصی اور گنہگار بھی ہے جس کے لئے آخرت کی سزا و عقوبت کی دھمکی دی گئی ہے، زکوٰۃ، عشر، صدقہ فطر اور دیگر صدقات واجبہ اسی شعبہ میں داخل ہیں، دوسرا حصہ اخلاقی ترغیبات کا ہے، ان کا درجہ قانون کا نہیں بلکہ

اخلاقی فضیلت کا ہے، انفاق فی سبیل اللہ کا ایک بڑا حصہ دوسری قسم سے وابستہ ہے، آج کل بہت سے نااہل قرآن کریم میں غور کرتے ہوئے ان دونوں حصوں کو باہم ملا دیتے ہیں یہی وہ غلط مبحث ہے جو ان کی خامی و نااہلی کی دلیل ہے، آج کل معاشی مسائل میں یہ غلط مبحث انتہا کو پہنچ گیا ہے ان دو حصوں کو الگ سمجھنے کے لئے عہد نبوت کی عملی زندگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ اور پھر خلافت راشدہ کے دور میں ان قوانین و مسائل کی تشکیل سے دونوں کا امتیاز واضح ہو جاتا ہے۔

غزوہ تبوک میں عسرت و تنگدستی عام تھی، دور دراز کا سفر تھا، ایک منظم طاقت سے مقابلہ تھا اور جزیرۃ العرب سے باہر جا کر جہاد کرنا تھا، ایسے نازک موقع پر بھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مالدار سے جبرا کوئی استحصال نہیں کیا، بلکہ صرف ترغیب دی، اعلان کر دیا، جنت و مغفرت کے وعدے سنا دیئے، فرمایا: "من یجھز جیش العسرۃ اضمن لہ الجنۃ(۱)" چونکہ قلوب کی اصلاح ہو چکی تھی اس لئے ہر شخص نے اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق جتنا چاہا برضا و رغبت پیش کر دیا اور ضرورت پوری ہو گئی، یہی طرز و معاملہ تمام اسلامی ادوار میں رہا، بعد کے بعض ادوار میں ایسے واقعات ضرور پیش آئے جبکہ تاتاریوں کا سیلاب آیا تو بعض ممالک میں ان کے مقابلہ کے لئے بیت المال کا خزانہ کافی نہ تھا اس وقت علماء نے فتوی دیا کہ جہاں ایسی صورت پیش آئے کہ بیت المال کا خزانہ کافی نہ ہو اور تمام اعلی و اونچے منصب والوں کی اعانت بھی کافی نہ ہو تو عوام سے ان کے فاضل اموال لئے جا سکتے ہیں لیکن یہ حق بھی ان اسلامی حکمرانوں کو ہوتا ہے جو اسلامی قوانین ملک میں نافذ کر چکے ہوں، اور اسلامی حکومت صحیح معنی میں اسلامی حکومت ہو جس کی سب سے پہلی اور بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ معاملات و حقوق میں پورے کا پورا اسلامی قانون نافذ کرے، شرعی تعزیرات و حدود کا اجرا کرے اور معاشرے کو کتاب و سنت کا پابند بنائے، اسلامی سلطنت کے سربراہ کو یہ حق حاصل ہے کہ ملک کے فقراء و مساکین کی کفالت یا ریاست کی دفاعی ضروریات کے لئے اگر بیت المال کی رقم ناکافی ہو تو اغنیاء سے ترغیبی چندہ اور قرضہ حسنہ لے اور اگر اس سے بھی ضرورت پوری نہ ہو اور ارباب دولت و ثروت بخل سے کام لیں اور وہ رضا کارانہ طور پر دینے کے لئے آمادہ نہ ہوں تو ان سے زبردستی وصول کرے تا آنکہ وہ بقدر ضرورت پوری ہو جائے، ہمارا خیال ہے کہ کسی صحیح اسلامی معاشرہ میں یہ نوبت آ ہی نہیں سکتی۔

اس شدید وقتی تقاضے کے پیش نظر "مدرسہ عربیہ اسلامیہ" نے چاہا کہ علمی انداز سے اسلامی معاشیات پر ایک مفصل کتاب مدون ہو جائے جو قرآن و احادیث و فقہ، امت کے ارشادات اور تاریخ اسلام کی روشنی میں مرتب ہو، جس میں نہ خدا فراموش سوشلزم یا کمیونزم کے جراثیم ہوں، نہ دین فراموش سنگدل سرمایہ دارانہ ذہنیت

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان، ج: ۱ ص: ۵۲۲، ط: قدیمی

کا رفرما ہو، اس کے لئے ضرورت تھی کہ چند مستند علماء ایک جگہ بیٹھ کر اس کام کا خاکہ تیار کریں، چنانچہ پہلے مرحلہ پر جن حضرات کو جمع کیا گیا راقم الحروف کے علاوہ ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

① مولانا مفتی ولی حسن صاحب ② مولانا مفتی رشید احمد صاحب

③ مولانا مفتی محمود صاحب (ملتان) ④ مولانا محمد رفیع صاحب مدرس دار العلوم کراچی

⑤ مولانا محمد تقی صاحب مدرس دار العلوم و مدیر البلاغ ⑥ جناب محمد اقبال صاحب ایڈووکیٹ۔

اس اجتماع میں مزارعت، احیاء موات اور زمینی مسائل سے متعلق ایک مختصر خاکہ تیار کیا گیا جس کی حیثیت بھی صرف استفتاء ہی کی ہو سکتی ہے نہ اس کی تدوین و ترتیب تھی، نہ وہ آخری رائے تھی بلکہ ناتمام خاکہ تھا جو سائیکلو سٹائل کر کے شائع کیا گیا تھا تاکہ اسے علماء کے پاس بھیجا جا سکے اور اس کی اشاعت کی غرض بھی یہی تھی لیکن خود غرض حضرات نے اس کو آخری فیصلہ سمجھا اس سے اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کرنے لگے یہ جلد بازی ہے، دوسرے مرحلے پر شرکاء مجلس پھر جمع ہوئے اور کتاب کے مختلف ابواب تجویز کے کام تقسیم کر دیا گیا اور حسب ذیل حضرات اس پر کام کر رہے ہیں:

① مولانا مفتی ولی حسن صاحب مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی

② مولانا محمد ادریس صاحب مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی

③ مولانا مفتی رشید احمد صاحب اشرف المدارس کراچی

④ مولانا محمد تقی صاحب دار العلوم کراچی

یہ کام جاری ہے تکمیل تک نہیں پہنچا، حق تعالیٰ جلد اس کی تکمیل کرائے پھر بھی یہ آخری رائے نہ ہوگی، علماء کو تبصرہ و تنقید کا موقع دیا جائے گا، ہو سکتا ہے کہ جرح و تعدیل کے بعد اس کو آخری شکل دی جا سکے ضرورت تھی کہ اس صورت حال کو واضح کر دیا جائے تاکہ بعض معاصر رسالوں میں جو ابتدائی خاکہ شائع ہوا ہے اس کو حتمی آخری رائے نہ سمجھا جائے، واللہ ولی التوفیق۔

[جمادی الاولیٰ ۱۹۶۹ء]

رؤیت ہلال

اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ دین اسلام ایک معقول فطری نظام ہے، پھر یہ تمام ادیان سماویہ اور ادیان عالم میں واحد جامع ترین نظام بھی ہے، اسلام کے پیش کردہ معاملات اور معاشرت کی معقولیت تو واضح ہے ہی لیکن نظام عبادات بھی جو بظاہر غیر معقول و اوراکات کے احاطے سے بالاتر ہوتا ہے اسلام میں بڑی حد تک معقول ہے اور اس کے اسرار و حکم کی گہرائیوں میں جہاں تک عقل نارسا کی رسائی ہو سکی ہے، قلب مومن کو اس سے بڑا سکون و

اطمینان حاصل ہوتا ہے خواہ وہ عبادت نماز ہو یا روزہ زکوٰۃ ہو یا حج۔

مثلاً عبادات کے نظام اوقات ہی کو لیجئے اسلام نے عبادات کے اوقات کا مدار حس اور مشاہدے پر رکھا ہے تاکہ ان کے بارے میں جس طرح یونان کا ایک فلسفی مطمئن ہو سکتا ہے ٹھیک اسی طرح جزیرۃ العرب کا ایک دور افتادہ بادیہ نشین بھی مطمئن ہو سکے، طلوع فجر سے صبح کا وقت شروع ہوا اور طلوع آفتاب پر ختم ہوا، سورج کے ڈھلنے سے ظہر کا وقت شروع ہوا سائے کے دو قامت ہونے تک باقی رہا، پھر عصر کا وقت شروع ہوا اور غروب آفتاب پر ختم ہو کر مغرب کا وقت شروع ہو گیا، شفق سرخ یا سفید پر مغرب کا وقت ختم ہو کر عشاء کا وقت شروع ہوا اور طلوع فجر تک رہا، اوقات نماز کا یہ کتنا صاف واضح اور فطری نظام ہے؟ جبریل امین نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح تعلیم دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اسی طرح تعلیم فرمائی۔

جس طرح اوقات نماز کا مدار حس اور مشاہدے پر رکھا اسی طرح تمام عبادات سے متعلق نظام اوقات کو قمری مہینوں سے مربوط فرمایا گیا اور اسی قمری نظام کو قرآن حکیم نے دین قرار دیا "ذالك الدين القيم" شمسی نظام خواہ وہ ایران کا ہو یا یونان کا، روما کا ہو یا ہندوستان کا محض عقلی اور حسابی نظام ہے، دین فطرت میں حسابی تخمینوں پر عبادات و احکام کا مدار نہیں رکھا گیا، بلکہ چاند کے محکم فطری نظام پر ان کا مدار رکھا گیا تاکہ امت مرحومہ کا ہر عامی و خاص اس پر عمل پیرا ہو سکے، چنانچہ روزہ رمضان کے بارے میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد واضح ہے:

"ہم تو امت امیہ ہیں، نہ لکھنے کی حاجت نہ حساب کی ضرورت! چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو، ہاں اگر بادل ہوں تو پھر تیس دن پورے کرو۔"(۱)

فقہائے امت نے اس کی تفصیل بیان فرمائی جسے یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں، یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ اگر کوئی اسلامی حکومت رؤیت ہلال (چاند ہونے) کا اعلان کرتی ہے تو امت کے لئے وہ اعلان واجب القبول ہونا چاہیے لیکن یہ شرط ضرور ہے کہ اس اعلان کا طریقہ کار شرعی قواعد سے نہ ٹکرائے بلکہ اس کا طریقہ کار وہی ہو جس کی شرعی صورتیں فقہائے امت رحمہم اللہ نے بیان کی ہیں۔

یہ بات تو سبھی جانتے ہیں کہ شاہد خود آ کر قاضی یا عالم کے پاس اپنی شہادت بیان کرتا ہے اور شرعی قاضی فیصلہ کر کے اعلان کراتا ہے، اس وقت حجاز ہو یا مصر شام ہو یا اردن ہر جگہ یہی طریقہ کار ہے کہ حکومت نے یہ کام ملت کے معتمد علیہ قاضی یا شیخ الاسلام کے (اگر کسی اسلامی حکومت میں اس عہدے پر کوئی عالم مقرر ہو) سپرد کر رکھا ہے، وہ شہادت لے کر فیصلہ کرتا ہے اور حکومت مملکت میں اس فیصلے کا اعلان کرتی ہے، بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو رہی

(۱) صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب قول النبي ﷺ لا نكتب ولا نحسب، ج:۱ ص:۲۵۶ ايضا باب قول النبي ﷺ اذا رأيتم الهلال فصوموا... ج:۱ ص:۲۵۶، ط: قديمي

ہے کہ عرب ممالک میں رؤیت ہلال کا نظام صرف حکومتوں کے ہاتھ میں ہے اور وہ آپ سے جب چاہتی ہیں چاند کا اعلان کردیتی ہیں اگر تک جہاں ہندوستان میں اسلامی ریاستیں قائم تھیں، جونپور، رام پور، لوک بھی جگہ علماء اور قاضیوں کے یہ کام سپرد کیا تھا" وکانوا أحق بها و أهلها"۔

یہ کون نہیں جانتا کہ "شاہد" اور "قاضی" کا ایک جگہ رہنا ہونا صحت شہادت کے لئے قطعی شرط ہے، جہاں قاضی ہو وہاں شاہد پہنچے یا جہاں شاہد ہوں قاضی صاحب وہاں تشریف لے جا کر شہادت سنیں، اس کے بغیر نہ شہادت کا کوئی وزن ہے نہ وہ کسی کے لئے بھی قابل قبول ہے، اس عید الفطر کے موقع پر دوسری دفعہ جو صورت حال پیش آئی نہایت ہی افسوسناک تھی، اگر ارباب حکومت ذرا غور کرتے اور شرعی اصول کے مطابق اس مشکل کو حل کرنے کی تدبیر فرماتے تو معاملہ بالکل آسان تھا، یعنی جہاں رؤیت ہوئی تھی ان گواہوں کو مرکز میں مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے پاس پہنچاتے، وہاں سے رؤیت و شہادت کے کر فیصلہ کردیتی اور اعلان ہو جاتا، یہاں میں اس سے بحث نہیں کہ وہ شہود کیسے تھے؟ نہ اس سے بحث ہے کہ ملک بھر میں مطلع صاف ہونے کے باوجود راولپنڈی سے کراچی تک صوبے بھر میں کسی بھی جگہ چاند نظر نہ آنے کی صورت میں ان کی شہادت کی شرعاً کیا حیثیت تھی؟ مگر اتنا تو ہوا ہوتا کہ ان گواہوں کو اس کمیٹی کے پاس پہنچا دیا جاتا یا پھر جن اصحاب کو اس فیصلے کے لئے مقرر کیا گیا تھا ان ہی کو شہود کے پاس پہنچا دیا گیا ہوتا، موجودہ دور کے وسائل اور مواصلات میں جہاں تھوڑے سے تھوڑے تیز رفتار کاریں موجود ہوں، ریلوے کی پٹریوں کو کراور ڈیزل تیار سے موجود ہوں، ہر مرکزی مقام میں ہوائی اڈے موجود ہوں، حکومت کے لئے یہ انتظام کیا مشکل تھا؟

کون نہیں جانتا کہ آج تک محاکم عدلیہ میں خواہ وہ دینی ہوں یا غیر اسلامی ٹیلیفون یا ٹیلیگرام سے شہادت قابل سماع نہیں ہوتی، پھر رؤیت ہلال کی شہادت کو ٹیلیفون پر قبول کرنے پر کیوں اصرار کیا جا رہا ہے؟ ہر کیف ہوا یہ کہ جب رات کے تقریباً دس بجے مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے خود رجوع کیا اور اس ذمہ دار قاضی سے براہ راست ٹیلیفون پر بات کی تو معلوم ہوا کہ گواہ تو کوہاٹ میں تھے مگر ٹیلیفون پر گواہوں کی خبر مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کو دی گئی ہے، کیا شرعاً و عقلاً شہادت کی یہ عجیب و غریب صورت قابل اعتبار ہو سکتی ہے؟ کہ گواہ تو ہوں کوہاٹ میں اور قاضی صاحب پنڈی میں، البتہ اگر ملک کے مختلف مقامات میں تواتر کی حد تک رؤیت ہلال ثابت ہو جاتی اور ان متعدد و مختلف مقامات سے رؤیت کی خبریں ٹیلیفون یا ٹیلیگرام سے آتی جاتیں تو یہ فقہ اسلامی کا ایک اور قانون ہوتا یعنی استفاضہ خبر (کسی خبر کا شہرت اور تواتر کی حد تک پہنچ جانا) اور اس وقت "قانون شہادت" پڑھل کی ضرورت نہ تھی۔ (شریعت میں موسمیات کے فیصلوں کا کوئی وزن نہیں)

کراچی کے جن علماء نے ریڈیو کے اعلان سے موافقت نہیں کی وہ اس وقت جبلان پر شہادت کی مندرجہ بالا نوعیت واضح ہو گئی، خود راقم الحروف نے رات گئے تک نہ خود تراویح پڑھیں نہ کسی کو اپنی مسجد میں

پڑھوائیں بلکہ صورت حال کی وضاحت کا انتظار کرتا رہا۔

بہرحال آئندہ اس بدمزگی کے سدباب کے لئے اسلام کے صاف واضح اور فطری قانون پر عمل ضروری ہے اس مشکل کا آسان حل یہی ہے کہ مختلف مقامات اور علاقوں کے مرکزی شہروں میں رؤیت ہلال کمیٹیاں قائم ہوں، جن میں ملت اسلامیہ کے تمام طبقات کے معتمد ماہرین فقہ کو نمائندگی دی جائے اور جہاں شہادت میسر آئے وہیں کی رؤیت ہلال کمیٹی فیصلہ کرے اور وہ اپنے فیصلوں کی اطلاع مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کو کریں اور مرکزی کمیٹی کا ذمہ دار شخص خود ریڈیو پر اعلان نشر کرے، اس صورت میں مختلف جہات واطراف سے جو خبریں موصول ہوں گی ان کے لئے ٹیلیفون کا واسطہ بھی کافی ہے۔

اس امر کا مزید افسوس ہے کہ بعض ارباب قلم اور معاصرین موجودہ مکدر صورتوں کو ہوا دے کر مزید فساد برپا کرنا چاہتے ہیں اور حکومت کو اکسا رہے ہیں کہ ان مولویوں کے ساتھ محض اس جرم میں کہ انہوں نے روزہ رمضان کے بارے میں شریعت اسلام کے صاف اور واضح حکم کے پیش نظر احتیاط کا پہلو کیوں اختیار کیا، وہی طرز عمل اختیار کیا جائے جو کمال اتاترک نے ترکی میں اختیار کیا تھا اور بعض موقر مجلات نے تو کافی عرصے سے ایک اہم مقصد کے طور پر علماء اور مدارس ومساجد کے خلاف یہ مہم چلا رکھی ہے، کیا اچھا ہوتا کہ یہ حضرات ہماری حکومت کے لئے اتاترک جیسے غلط اندیش جابر حکمران کی مثال پیش نہ کرتے۔

کون نہیں جانتا کہ کمال اتاترک نے خلافت اسلامیہ کا الغاء کرایا اور یورپ کو خوش کرنے کے لئے اس نے یہ غلط قدم اٹھایا؟ کون نہیں جانتا کہ کمال نے سلطنت عثمانیہ کو اسلامی حکومت کی بجائے سیکولر اسٹیٹ بنا کر چھوڑا؟ کون نہیں جانتا کہ اس نے اسلامی قوانین اور احکام شرعیہ کو معطل کرایا اور ان کی جگہ الادینی قانون نافذ کرایا؟ کون نہیں جانتا کہ کمال نے عربی زبان، قرآن کریم اور عربی کتابوں کی طباعت واشاعت کو قانوناً جرم قرار دیا؟ کون نہیں جانتا کہ کمال نے عربی رسم الخط کو ختم کرایا اور ترکی زبان کو لاطینی حروف میں جاری کرا کر اسلامی، ملی اور قومی تہذیب وثقافت سے غداری کی، کون نہیں جانتا کہ کمال نے اسلامی ناموں تک کو جبراً تبدیل کرایا؟ کون نہیں جانتا کہ کمال کے لئے عربی زبان میں اذان واقامت کے پاکیزہ الفاظ بھی ناقابل تحمل تھے، اس نے اذان واقامت کو بھی ترکی زبان میں کرایا؟ کون نہیں جانتا کہ کمال کی غلط بین نظر اسلام کی پردہ عصمت کو بھی برداشت نہ کر سکی اور اس نے عورتوں کے چہروں کو قانوناً بے نقاب کرایا اور لباس مغرب کی پابندی کا قانون بنایا؟ کون نہیں جانتا کہ کمال نے نکاح اور طلاق اور میراث وغیرہ کے اسلامی احکام کو معطل کرایا؟ وغیرہ وغیرہ:

اندکے پیش تو گفتم حال دل وترسیدم
کہ آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

کمال اتاترک کا نام بار بار پیش کرنے والے بتائیں کہ یہ تمام قوانین اللہ ورسول کے تھے یا مولویوں

کے مجرم تھے؟ اگر قصور معلوم ہو تو ان کو دوبارہ زندہ کرکے جرم قتل و اعدام کے الزام اور جلاوطنی کے مستحق ٹھہرائیے۔ رسول نے کیا جرم کیا تھا؟ انہوں نے انہی کو کیوں جلاوطن کیا؟ قرآن و سنت کو کیوں تبدیل کیا؟ اسلامی کونسل کیوں بدل دی؟ سنت نیز اجماع کو کیوں رد کیا؟ علماء بے چارے تو دین ہی کے پاسبان اور سنت رسول کے خادم تھے انہوں نے دین الٰہی کی پاسبانی کے جرم میں جام شہادت نوش کیا تو "از سعادت" ان کی شہادت پر اقتدار پر بیٹھنے والوں کی ہزاروں زندگیاں قربان!

غداری ملت کے ذمہ دار علماء نہیں

کیا انہوں نے کسی ملک و قوم کی غداری کی؟ کیا انہوں نے ملک و قوم کے خلاف کوئی سازش کی؟ کیا یہی مجرم دین کا قتل ہے؟ کیا یہی عدل و انصاف ہے؟ معصوم علماء اور خاموش عوام کو دہشت گرد کہنے کا کیا یہ مطلب تو نہیں کہ ہر وہ شخص قابل گردن زدنی ہے جو دین سے محبت کرتا ہے اور دین کی حکومت بھی ملک سے ختم ہو چکی ہے جو ملک کی سلامتی کے لئے خطرناک ہے۔ اقتدار میں تو وہی ہوتا ہے جو ملک

ماہ رمضان اور اس کے برکات وفضائل

ماہ رمضان کی آمد آمد ہے، انوار وتجلیات ربانیہ سایہ فگن ہوں گی، معاصی پر معافی ابن آدم کے لئے سامان مغفرت تیار ہوگا، جواد مطلق کے جود وکرم کا فیضان عام ہوگا، یمن وعمل کی بہار آئے گی، توفیق وسعادت قسمت خوردگان معصیت کا دامن تھامے گی، رمضان باد نوش بھی ایک بار توبہ وانابت کی آنکھیں میں غوطہ لگا کر قدوسیوں سے قدم ملانے کی ہمت کریں گے، ابواب جنت منتظر ہوگا، ابواب جہنم پر قفل چڑھا دیئے جائیں گے، "اے خیر کے طالب! آگے بڑھ، اور اے شر کے قاصد رک جا" کی غیبی صدائیں بلند ہوں گی، ہر رات بے شمار گنہگاروں کی آتش دوزخ سے آزادی کے فیصلے سنائے جائیں گے۔

نفس امارہ کا تزکیہ

نفس امارہ کے تزکیہ واصلاح کے لئے حق تعالیٰ نے روزہ فرض فرمایا تاکہ مومن تقوی کے بلند مراتب حاصل کرکے مرتبہ ولایت پر فائز ہوجائے، راتوں کو قرآن کریم جلسے سنانے کی ترغیب دی اور اپنا کلام پاک بندوں کی زبان پر جاری کرنے کے مواقع بہم فرمائے، روزہ سے نفس کے تزکیہ کا سامان، دروں کی تربیت کے لئے کلام پاک سے بہرہ اندوز ہونے کا انتظام فرمایا گیا، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس ماہ مبارک میں زمین کا رابطہ سماء سے قائم کردیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کو جب سے لیل ونہار کا نظام قائم فرمایا ہے عجیب وغریب برکات وتجلیات کا موسم بنایا ہے اور اس خاک کے پتلے کی اصلاح روح وتہذیب نفس کے لئے جب کبھی کوئی آسمانی تحفہ اتارا ہے اس کے لئے اسی ماہ کا انتخاب فرمایا گیا ہے، صحف ابراہیم سے قرآن کریم تک تمام روحانی تحفے اور عجیب عجیب احکام ربانی اور قوانین الٰہی پر مشتمل نظام نامے سب اسی ماہ مبارک کے برکات ہیں، احادیث میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کو نازل ہوئے، موسیٰ علیہ السلام کی تورات چھ تاریخ کو، عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل تیرہ تاریخ کو، داؤد علیہ السلام کی زبور ۱۸ کو، اور قرآن کریم ۲۴ کو نازل ہوا(۱)۔ الغرض حق تعالیٰ نے ازل ہی سے کائنات کو اپنی رحمت سے سرفراز کرنے کے لئے اس ماہ مبارک کو شرف فرمایا ہے۔

بہرحال رمضان مبارک صحف سماویہ اور کتب الٰہیہ خصوصاً قرآن کریم کی ایک زندہ یادگار ہے، اگرچہ آسمانی نے خود قائم کی ہے، لیکن اس یادگار اور جشن وحی کے لئے صرف یہ صورتیں نہیں رکھی گئیں کہ جگہ جگہ چراغاں کیا جائے اور در ودیوار عجیب وغریب نظر وزیبا منظر سے آراستہ کئے جائیں، رنگا رنگ قمقموں سے سرزمین

(۱) مسند احمد بن حنبل، حدیث ابی ثعلبة الخشنی عن النبی ﷺ، رقم الحدیث ۱۷۰۲۵، ج: ٤ ص: ۱۰۷، ط: مؤسسة قرطبة القاهرة، سنن البیهقی الکبری، باب ذکر کتب انزل الله قبل نزول القرآن، ج: ۹ ص: ۱۸۸، ط: مکتبة دار الباز، مکة المکرمة

جھلکا دکھائے۔ شاعر نے لکھا ہے جن تعلیمات کا دور دور تک پتہ نہ ہو، جن عبادات کی فکر دور دور تک نہ ہو، جن کا نام ہونٹوں پر نہ ہو، جن کا نام لینا جاہلانہ تعصب قرار پائے، جن کے قیام اور ملک کی تعمیر کی تڑپ نہ ہو، جن کی خاطر کوئی قربانی کوئی ایثار نہ کیا جائے، کیا ایک خدا فراموش قوم میں زندگی ہو جس کو ابتدا سے یہ گھٹی پلائی گئی ہو کہ آخرت، حشر و نشر، جنت و دوزخ کا خیال، خدا کا نام، خدا کی یاد، خدا کی عبادت، خدا کے احکام، خدا کی کتاب، خدا کے رسول کا نام لینا جاہلانہ تعصب ہے، جس کو ابتدا سے یہ عقیدہ دیا گیا ہو کہ دین کا مذاق اڑانا، دین کی ہنسی اڑانا، دین کا مضحکہ بنانا، دین کا نام لینے والوں کو بنظر حقارت دیکھنا، دین کی باتوں پر قہقہے لگانا، دین کی باتوں پر پھبتیاں کسنا، دین کی باتوں پر آوازے کسنا، دین کی باتوں پر تالیاں بجانا، دین کی باتوں پر سیٹیاں بجانا، دین کی باتوں پر ہوٹنگ کرنا، دین کی باتوں پر ہوٹ کرنا، دین کی باتوں پر ہوٹ کرنا، دین کی باتوں پر ہوٹ

آ رہے ہوں، عریانی و بے حیائی کے عریاں منظر قدم قدم پر موجود ہوں، فسق و فجور ہی نہیں بلکہ کفر و بد دینی کے دروازے کھلے ہوں کہ ہر شخص جو چاہے بنے، کیا اس قوم کو قرآن کریم کے جشن منانے کا حق ہے؟ کیا اس سرزمین پر قرآن کریم کی یاد کا رقم ہوگی؟ اس سے بڑھ کر کیا مضحکہ خیزی ہو سکتی ہے کہ ایک طرف قرآن کریم سے دشمنی کا یہ معاہدہ ہو اور دوسری طرف قرآن کریم سے محبت کا یہ منافقانہ مظاہرہ!

بریں عقل و دانش بباید گریست

آخر کب تک یہ منافقانہ طریق کار جاری رہے گا؟

محفل میلاد اور اجلاس سیرت النبی

حقیقت یہ ہے کہ جب قوم کی اصلی روح نکل جاتی ہے تو وہ اسی قسم کی طفل تسلیوں سے دنیا کو فریب دینے کی کوشش کرتی ہے، چنانچہ پورے سال تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت و سنت کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو ایک دشمن دشمن کرتا ہے اور ایک رات سیرت و میلاد کی محفل قائم کر کے محبت رسول کا دعویٰ کیا جائے، اس سے بڑھ کر کیا نفاق ہوگا؟ اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ جب تک قوم شریعت پر چلنے کی توفیق سے بہرہ نصیب تھی تمام امت سراپا شریعت تھی اور ہر شخص اپنی سیرت، صورت اور عمل و کردار سے شریعت اسلامی، محبت رسول اور اتباع سنت کا پیکر تھا، اس وقت نہ سیرت کی ان رسمی محفلوں کی حاجت تھی، نہ میلاد النبی کے جلسوں کی ضرورت، چنانچہ عہد صدیقی، عہد فاروقی، عہد عثمانی میں آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گا کہ میلاد النبی کے لئے کوئی اجتماع ہوا ہو، کیا خیر القرون کی نسل محبت رسول سے بے بہرہ تھی؟ کیا قرون مشہود لہا بالخیر کے مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ تھی؟ کیا ان میں اتباع سنت کا جذبہ نہ تھا؟ یہ مبارک ادوار تو محبت رسول و اتباع سنت، ایمانی حرارت و قوت ایمانی کے بے نظیر قرون ہیں، بلکہ تمام صحابہ اور تمام تابعین و ائمہ مجتہدین فقہاء امت اور محدثین کرام ارباب قلوب و مکاشفات، اصحاب ریاضات و مجاہدات کے کسی حلقے میں آپ کو نہ سیرت کے اجلاس ملیں گے، نہ میلاد کی محفل کا پتہ چلے گا، تاریخ اسلام کی مکمل چھ صدیاں اپنی گذریں جن میں سیرۃ الرسول اور بارہ وفات یا میلاد النبی کی محفلوں کا کوئی نام و نشان نہیں، چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں "اربل" جو موصل کے حکمران تھے ان کے دور میں تاریخ سیرت کی یادگار منائی جانے لگی۔ لنگر اور مساکین پر ہزاروں اشرفیاں خرچ کی جاتی تھیں، کپڑے تقسیم ہوتے کھانا کھلایا جاتا، اس طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس کے لئے ایصال ثواب کا سلسلہ جاری کیا گیا مگر بعد کے ادوار میں تو یہ بات بھی ختم ہو گئی، صرف میلاد کی محفلیں قائم ہونے لگیں، پھر بھی یہ صورت حال خال خال کہیں کہیں نظر آتی تھی لیکن جب شر القرون کی نوبت آئی تو قوم میں اسلام، دین کا نام نہیں بلکہ قومیت کا نام بن کر رہ گیا اور منافقانہ طور پر اظہار اسلام کا دور شروع ہو گیا، عقیدہ و عمل برباد ہو گیا، عملی زندگی تباہ، محبت رسول سے سینے خالی ہو گئے، وہ قوموں سے

اتباع شریعت کا تصور نکل گیا دلوں میں ایمانی جذبہ ماند پڑ گیا تو حال میں ایک مرتبہ ہونے اسلام کے لئے صرف ایک آدھ جشن منا لینا کافی ہوگا یا ٹھیک ہیں معاملہ قرآن کریم کی یاد کا رہا ہے کہ اس اب عمل کرنے کی حاجت تو ہے نہیں صرف خانہ پری کے لئے ہر سال ختم کیا جائے۔ مکانات اور مسجدیں آراستہ کی جائیں۔ لاکھوں روپیہ اسراف و تبذیر پر خرچ کیا جائے۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ یہ ہے کہاں کا انصاف ہے

اگر یہ انکار اس لئے ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ حکم دیا ہے کہ میں قرآن کریم پر اب عمل کروں اور اس کو قانون زندگی بناؤں۔ عملی زندگی میں قرآن کریم جاری کروں۔ دلوں میں محبت و تعظیم کے ساتھ اپنی معاشرت و نظام زندگی میں اس کو جگہ دوں۔ یہ کتاب ہے عملی کی زندگی سے تعلق ہے تو اب ہوں اور قرآن کے لئے عام عمل کا سبق کرنا ہے تو چھٹے بہت اچھا جشن منانے کے لئے چلو تو کل آتے ہیں لیکن یہاں تک تو سمجھ میں آ رہا ہے کہ ہوتا ہے کہ جشن منایا جائے گا اس سے اعتبار سے یہ جشن قرآن کا اسلام کا آن کی تعلیمات جو مسلمان قوموں کی مشکل نہیں ان کو قوموں کو بے فائدہ ضائع کرنا ہے۔ ان کا اصل مقصد ہے تعلیم تقریبات سے قوم کی توجہ اور ان کی قوت برداشت کو ختم ان کے تصورات کو مسخ ان کے جذبہ عمل کو تباہ اور ان کے اعصاب کو مفلوج کر دیا ہے اس اور دقیانوسی اسلام کی گمراہی میں لاکھوں روپیہ کے مصارف سے یہ جشن منایا جائے گا اور جہاں تک اندازہ ہے یہ کوشش ہوگی کہ قرآن کریم کے جسم پر کچھ نئے خنجر لگانے کے لئے راستہ نکالا جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت فرمائے اور مسلمانوں کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔

[۱۲ شعبان ۱۳۹۷ھ]

حج بیت اللہ اور ارباب حکومت کو چند مشورے

بارگاہ قدس کے مراسم تجلیات کا نام بیت اللہ الحرام اور کعبۃ اللہ ہے۔ سارے اقتضاءات پر عمر میں ایک مرتبہ اس بارگاہ پر حاضری کا نام حج بیت اللہ ہے۔ جو دین اسلام کا پانچواں رکن اور اہم ترین شعائر اللہ میں شمار ہوتا ہے قرآن حکیم کی آیات کریمہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ قیام عالم اور بقاء کائنات کا ذریعہ ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کا یہ گھر دنیا میں باقی رہے گا دنیا قائم رہے گی اور جس وقت اللہ تعالیٰ شانہ اس دنیا کو ختم کرنے کا ارادہ فرمائے گا اس گھر کو ویران کر دیا جائے گا۔ گویا بقاء اسلام اور بیت اللہ میں بقاء عالم کا راز ہے۔ یہ مرکز عالم ہے اور اس مرکز کے ختم ہو جانے کے بعد فنا عالم کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ پھر جس طرح عالم کے قیام کی بقاء کا راز بیت اللہ الحرام کے بقاء میں ہے بالکل اسی طرح روحانی ہدایت ربانی کا سلسلہ بھی اسی بیت اللہ سے قائم ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آسمانی ہدایت و انوار کا فیضان بارگاہ عرش عظیم سے اس بیت عظیم پر ہوتا ہے اور عالم میں اسی بیت کو منبع ہدایت و چشمہ ارشاد بنایا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ﴾ [آل عمران: ۹۶]

بے شک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور ہدایت جہان کے لوگوں کو۔ (ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

بیت المعمور جو ساتویں آسمان پر طواف گاہ ملائک ہے، اسی کے بالمقابل اللہ تعالیٰ نے روز اول ہی سے زمین پر اس مقام کو مرکز تجلیات بنایا اور تاریخ انسانی کے ادوار میں بیت اللہ کی تعمیر ہوتی رہی، ملائکہ کرام، انبیاء، عظام اور مقربین بارگاہ کے طوافوں، نمازوں، دعاؤں اور نالہائے عشق و محبت نے اس کو ایسا بقعہ نور بنا دیا کہ عقل حیران ہے، یہی وجہ ہے کہ عشاق کو نہ طواف سے سیری ہوتی اور نہ دیدار سے، اور بیت اللہ کی یہی معنویت ہے جس کی وجہ سے اسے نمازوں اور نمازیوں کا قبلہ بنا کر مزید بارگاہ قدس کی تجلیات کا نقطہ مرکز بنا دیا گیا، اہل بصیرت جانتے ہیں کہ جہاں کوئی ایک صالح اور مقرب بارگاہ جلوہ افروز ہوتا ہے وہاں رحمت خداوندی اور انوار الٰہی کا نزول ہوتا ہے، پس جہاں فرشتوں، رسل و انبیاء اور مقربین بارگاہ کی دعوات و عبادات و تسبیحات و تہلیلات کا مرکز ہو اس کی برکات کا کیا ٹھکانا، حق تعالیٰ کی رحمت کاملہ کے امیدوار اپنے گناہوں سے توبہ کر کے جہاں عالم کے گوشہ گوشہ سے جمع ہو کر والہانہ انداز میں کبھی آہ و بکا اور گریہ وزاری میں مشغول ہوتے اور کبھی سربسجود ہوتے ہیں، ایسے مقام اقدس کی برکتوں کا کیا کہنا جس مقام مقدس پر احادیث نبویہ کے مطابق ایک سو بیس رحمتیں روزانہ نازل ہوتی ہیں، ۶۰ طائفین کے لیے، ۴۰ نمازیوں کے لئے، ۲۰ زائرین و دیدار کرنے والوں کے لئے (۱)، اس کی مقناطیسی کشش کا کیا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور جو سعید روحیں تینوں قسم کی عبادتوں سے سرشار ہوں ان کی سعادتوں کا کیا کہنا۔

الغرض کعبہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا اس عالم میں عظیم ترین مرکز، رحمت ازلیہ کا خزانہ، مغفرت و رحمت کا گہوارہ اور روحانی سیر و سیاحت کرنے والوں کا ربانی مرکز ضیافت ہے، جہاں ہر شخص اپنی اپنی استعداد کے مطابق فیض اٹھاتا ہے، اس لئے ہر مستطیع شخص پر زندگی میں اس مقام اقدس کی حاضری کے لئے لازم ایک مرتبہ کا حکم دیا گیا تاکہ مرکز رحمت و مرکز تجلیات کے انوار و برکات سے نور ایمانی میں مزید روشنی و جلا پیدا ہو اور رحمت ازلیہ کے جلووں سے بہرہ نصیب ہو، اور اقطار عالم کے مسلمانوں کے لیے آہ و بکا سے سامان مغفرت کرنے والوں اور اخلاص و توبہ و انابت الی اللہ والوں کا یہ عظیم الشان اجتماع طرح طرح کی برکات کا وسیلہ بنتا ہے، چہ قدم قدم پر شعائر اللہ کی تقدیس و تعظیم کے جلوے، مقربین بارگاہ کی یادگاریں، کہیں حجر اسود کی نورانیت کا جلوہ، کہیں مقام ابراہیم کی مقناطیسی کشش، کہیں صفا و مروہ و سعی کے انوار و برکات، کہیں وادی عرفات کی تجلیات، کہیں مزدلفہ و منیٰ کے انوار، الغرض قدم قدم پر مغفرت و رحمت کی امید ہے، یہی وجہ ہے کہ آج مادیت کے پر آشوب دور کے باوجود بھی ہزاروں دلوں میں حج بیت اللہ کی صحیح تڑپ موجود ہے، کہ ذرا بھی جس قلب میں ایمان کا نور موجود ہے، حج

(۱) شعب الایمان، فضیلۃ الحجر الاسود والمقام الخ، ج ۳: ص ۴۵۴، ط: دار الکتب العلمیۃ بیروت

[illegible]

۱- ﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا﴾ [البقرہ: ۱۲۵]

[illegible]

۲ ﴿لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ [الحج: ۲۸]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آج تک نہیں سنے اور نہ کبھی مطمئن ہو پائیں گے۔ ہمیں ہزارہا ایسے لوگوں کے بارے معلوم ہوا ہے جنہوں نے پہلے سے موجود وسائل میں پہلے سے ہزارہا خوشحال لوگوں کی تعداد سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دراصل کتنے

نہ تو مسائل سے واقفیت حاصل کرتے ہیں، نہ اسلامی تعلیمات کے مطابق حج ادا کرنے کی سعی کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مطوفین و معلمین حضرات نے جو کچھ کرا دیا ہے وہی ٹھیک ہے، حالانکہ کسی زمانے میں واقعی معلمین و مطوفین کی سب سے بڑی خدمت یہی ہوتی تھی کہ حجاج کرام صحیح فریضہ حج ادا کرسکیں اور ان کی صحیح رہنمائی ہو، پھر ان کی نقل و حرکت و قیام و سفر میں سہولتیں بھی میسر ہوں، لیکن آج کل تو مطوف و معلم کا مقصد صرف قیام و طعام و نقل و حرکت و سواری و مکان کرایہ کے انتظامات کرنے ہیں، ان کو اس کی کوئی فکر نہیں کہ حج کیسے ہوا اور کیسے نہ ہوا، معلمین کا رخ ہی بدل گیا اور شاید یہ اسی کا اثر ہو کہ حجاج کرام کی نیتوں میں بھی فرق آ گیا، جیسی روح ویسے فرشتے، بہر حال نظام سارا بدل گیا، آوہ کا آوہ بگڑ گیا، حکومت، عوام، راعی، رعیت، حاجی، معلم سب ہی کو توجہ و حسن اصلاح و حسن تدبیر کی ضرورت ہے، تاکہ بے نظیر فریضہ اور حیرت انگیز دینی و دنیاوی مصالح پر مشتمل عبادت بازیچۂ اطفال اور سیر و تفریح و تماشا نہ رہ جائے، اب اگر چند نفوس قدسیہ صحیح روح کے حامل بھی ہوں وہ بھی جدید تغیرات کی وجہ سے پوری برکات سے محروم ہو جاتے ہیں۔

اللھم اھدی قومی فانھم لایعلمون

[محرم الحرام ۱۳۸۰ھ]

حج بیت اللہ سے متعلق چند ہدایتیں

اور حجاج سے چند شکایتیں

حج بیت اللہ الحرام مسلمان کے لئے یہ فریضہ ادا کرنا گوناگوں برکتوں کا ذریعہ ہے اور حیرت انگیز نعمتوں کا وسیلہ ہے، باوجودیکہ سابقہ مشکلات ختم ہو گئیں اور بہت کچھ آسانیاں پیدا ہو گئیں ہیں، تاہم دور دراز کا سفر ہے، ہزاروں روپے کا خرچ ہوتا ہے، اکثر لوگوں کو زندگی میں ایک ہی مرتبہ جانا میسر ہوتا ہے اور اب بھی بہت کچھ مشکلات اٹھانا پڑتی ہیں، ایسی صورت میں بے حد ضروری تھا کہ مسلمان اس فریضہ کی ادائیگی میں انتہائی احتیاط برتیں، مسائل حج سے کامل واقفیت حاصل کریں، اسی لئے ہر زبان میں مسائل و احکام حج سے متعلق چھوٹی بڑی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، تاکہ شرعی قانون کے مطابق صحیح طور پر حج ادا ہو سکے، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مخلوق خدا کا یہ عظیم الشان جوعمل کے ہر گوشے سے بچ رہا ہے، اکثر و بیشتر اس فریضہ کے احکام و مسائل سے بالکل بے خبر ہے، سنن و مستحبات تو درکنار فرائض و واجبات سے بھی غافل ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اتنا ہی نہیں کہ محظورات و ممنوعات کا برابر ارتکاب ہوتا رہا ہے بلکہ اور تمام گناہوں تک سے بچنے کا ذرہ برابر اہتمام نہیں ہوتا، نمازوں کے ادا کرنے میں تقصیر، جماعت کی پابندی میں کوتاہی، حالانکہ ایک فرض نماز بھی حج سے بدرجہا زیادہ اہمیت رکھتی ہے، اگر بغیر عذر شرعی ایک نماز بھی قضا کی تو حج قبول ہونے کی توقع مشکل ہو جاتی ہے، سفر میں خصوصاً احرام باندھنے سے

بعد بجائے تلبیہ کہنے اور ذکر اللہ کرنے کے عام طور پر گفتگو کرتے ہیں، کھاس بیٹھتے رہتے ہیں، زبان پر قابو، نہ نگاہ پر قابو، نہ ہاتھ پاؤں پر، بلکہ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ مسجد حرام میں بیٹھے ہیں، نماز کا انتظار ہو رہا ہے اور فضولیات بک رہے ہیں، غیبت میں مبتلا ہیں، حالانکہ زندگی کے اس عظیم مرحلے پر پہنچ کر تو تمام اوقات عبادت اور توبہ و استغفار، انابت الی اللہ سے معمور ہونے چاہئیں تاکہ ان مقدس مقامات کی برکات سے مالا مال ہوں، گناہوں سے پاک و صاف ہو کر ایسے واپس ہوں جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے ولادت ہوئی ہے، دنیا میں دوبارہ آئے ہیں۔

بعض حضرات مستحبات و آداب میں تو غلو کرتے ہیں لیکن فرائض و واجبات میں تقصیر کرتے رہتے ہیں، اور دورِ حاضر کے اکثر حجاج کو دیکھ کر تو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ شاید کسی میلہ یا تماشے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں، عورتوں پر پردہ فرض ہے مگر حرمین شریفین میں پہنچ کر اکثر عورتیں بلکہ ۹۹ فیصد برقع پوش عورتیں بھی برقع پھینک کر بے حجاب ہو جاتی ہیں اور اس طرح گناہ کبیرہ کی مرتکب ہوتی ہیں، نہ صرف بے حجاب بلکہ بسا اوقات نیم عریاں لباس میں بیت اللہ کا طواف کرتی ہیں اور افسوس اس کا ہے کہ نہ شوہر اور نہ ان کے محرم حضرات اس بے حجابی کو روکنے کی تدبیر کرتے ہیں، نہ حکومت کی طرف سے اس پر کوئی پابندی عائد کی جاتی ہے، بے محابا مردوں کے درمیان گھستی ہیں، حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے لئے مردوں کی دھکا پیل میں جان بوجھ کر گھستی ہیں اور پستی ہیں، اجنبی مردوں کے ساتھ شدید و قبیح اختلاط میں مبتلا ہوتی ہیں، یہ سب حرام ہے، گناہ کبیرہ ہے، ایسا حج کہ جس میں اول سے آخر تک محرمات اور کبائر سے احتراز نہ ہو سکے کیا توقع ہے کہ وہ حج قبول ہوگا؟ حج مبرور کے لئے تو جنت بے شک ہے لیکن حج مبرور کیسے ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مبرور کا بیان فرمایا ہے کہ "حج کرے اور اس میں کوئی بھی بے حیائی کا کام نہ کرے، کوئی گناہ نہ کرے، تب گناہوں سے پاک و صاف ہوگا جیسے ماں کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوا ہے"(۱)۔

پاکستان و ہندوستان کی بعض عورتیں، مصر و شام وغیرہ بعض ملکوں کی عورتوں کو دیکھ کر کہ وہ بے پردہ ہیں خود بھی پردہ اٹھا دیتی ہیں اور حرم میں اس طرح آتی ہیں جیسے تمام مرد ان کے محرم ہیں یا وہ گھر کے صحن میں پھر رہی ہیں، لیکن یہ انتہائی حماقت ہے اگر کوئی قوم کسی گناہ میں مبتلا ہے تو اس سے وہ گناہ جائز نہیں ہو جاتا، پھر دیکھا یہ گیا ہے کہ ان کی بے پردگی یعنی چہرہ کا کھلا ہونا ایک خاص سنجیدگی اور وقار کے ساتھ ہوتا ہے، لباس بھی ان کا سر سے پاؤں تک باحجاب ہوتا ہے، پاؤں تک میں موزے ہوتے ہیں، لیکن پاکستانی عورتوں کا خصوصاً پنجاب و سندھ کی عورتوں کا لباس تو انتہائی بے حیائی کا ہوتا ہے، تمام نسوانی اعضاء نمایاں ہوتے ہیں، بے محابا سینہ تان کر چلتی ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ عورتیں بھی اس بے حیائی کی وجہ سے معصیت و فسق میں مبتلا ہوتی ہیں اور ان کے شوہر بھی ان کی اس بے حجابی پر گنہگار ہوتے ہیں، کیونکہ وہ ان کو مطلق منع نہیں کرتے کوئی اصلاح نہیں کرتے، نہ روکتے ہیں، نہ

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناسک، باب فضل الحج المبرور، ج ۱ ص ۲۰۶، ط: قدیمی۔

کرتے ہیں، یہ تو کبھی بھی درست نہیں ہے۔

ان سب سے بڑھ کر یہ کہ علامہ اقبال نے کہا ہے کہ تمام عورتیں پنج وقتہ نمازوں میں مردوں کی طرح مسجد میں آنے لگیں تو پھر عورتوں کے لئے الگ سے جمعہ کی نماز کی کیا ضرورت ہے؟ جمعہ کی نماز پڑھنے کی فضیلت میں بیان کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن مسجد میں جانے والے ہر شخص کو ہر قدم پر ایک سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ اس لحاظ سے تو عورتوں کو بھی جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں جانا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کی فضیلت اس لئے ہے کہ اس دن مرد کام کاج چھوڑ کر مسجد میں جاتے ہیں۔ اس لئے یہ ثواب صرف مردوں کے لئے ہے۔ عورتوں کے لئے نہیں ہے۔ عورتوں کو تو ہر نماز کے لئے مسجد میں جانے کی اجازت ہی نہیں ہے۔ اس لئے جمعہ کی نماز کے لئے بھی وہ مسجد میں نہیں جاتیں۔ اس لئے جمعہ کی نماز کی فضیلت بھی عورتوں کے لئے نہیں ہے۔

مسجد حرام اور مسجد نبوی کی نماز اور عورتیں

اوپر بات کی ہے کہ اس لئے عورتوں کو اپنے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ اسی طرح مسجد حرام اور مسجد نبوی میں بھی عورتوں کے نماز پڑھنے میں یہی حکمت ہے۔ اس لئے وہاں بھی عورتوں کو گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ اور مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز کا ثواب جو دوسری مساجد کی نماز سے زیادہ ملتا ہے وہ ان مساجد میں پڑھنے والے مردوں کے لئے ہے۔ جو کہ ان مساجد میں جاتے ہیں۔ اس لئے عورتوں کو اس سہولت کا فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے۔ عورتوں کو اپنے گھر میں ہی نماز پڑھنی چاہیے۔ فرض کی نیت باندھنے کے بعد فرض نماز کو توڑ کر مسجد میں جانا یا مسجد حرام میں یا مسجد نبوی میں فرض نماز کے لئے صف بنانا درست نہیں ہے۔ اس طرح صف میں مردوں کے درمیان کھڑی ہوں۔ ایک عورت اگر مردوں کے درمیان کھڑی ہو جاتی ہے تو تمام مردوں کی نماز خراب ہو جاتی ہے۔ دائیں بائیں کے دو مردوں کی، اس کی خود کی (سیدہ) اور جو عورت اس کے پیچھے عورتوں کی نماز میں فرض نماز پڑھ رہی ہیں، ان کی بھی نماز خراب ہو جاتی ہے۔ اس لئے عورتوں کو مسجد حرام یا مسجد نبوی میں فرض نماز کے وقت صفوں کے درمیان نہیں آنا چاہیے اور نہ ہی نماز کے لئے صف بنانی چاہیے۔ اس وقت اس طرح کی باتیں بھی سمجھ جانا چاہیے۔ نماز کی نیت باندھنے سے پہلے عورتوں کی نماز خراب ہوتی ہے جب امام نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں تو پھر جماعت میں شامل ہو کر عورتوں کو نیت باندھنا اور صف بنانا کرنے کے لئے بھی ایسے وقت میں جانا چاہیے جب نماز کا وقت ہو۔ اس وقت نہیں جانا چاہیے جب نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور اگر نفل نماز کا وقت ہو جائے تو اس وقت بھی جمعہ کی جمعہ کی طواف پر آنے یا طواف درمیان میں چھوڑ دیں اور جتنے شوط (چکر) ہو گئے ہیں ان کو کرنے کے بعد جو چھوڑے تھے ان سے پہلے ان کی طواف کو پورا کرنے کے بعد ہی سعی کرنے سے پہلے سعی کرنا ضروری ہے۔ اس لئے عورتوں کو ایسے وقت میں طواف نہیں کرنا چاہیے جب نماز کا وقت ہو۔ اس سے پہلے یا بعد میں طواف کر لیں۔ اس سے زیادہ آسان ہے۔

ہر حاجی کو ایک اور اہم بات یہ جاننی چاہیے کہ اگر کسی نماز کا وقت ہو جائے تو اس کے بعد اس نماز کو قضا کرنے کا حکم ہے۔ اس لئے مردوں اور عورتوں کو انتہائی احتیاط سے اس فریضہ کی ادائیگی کو یقینی بنانا چاہیے۔

یہ بھی خیال رہے کہ بعض عورتیں اپنے علاقوں میں بھی پردہ نہیں کرتیں اور وہ مستقل طور پر بے پردہ

رہتی ہیں، بلاشبہ یہ گناہ عظیم ہے اور ایک فرض حکم کی خلاف ورزی ہے، لیکن انہیں بھی حج بیت اللہ کے سفر میں تو چاہئے کہ اس گناہ عظیم سے بچیں تاکہ یہ فریضہ تو صحیح طریقے سے ادا ہو، آج کل بہت سی عورتیں بغیر محرم کے سفر کرتی ہیں، یہ بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے، جس عورت کا کوئی محرم نہ ہو اس پر حج فرض ہی نہیں ہوتا، بلکہ محرم ہو بھی لیکن حج پر قادر نہ ہو یا یہ عورت اس کے مصارف برداشت کرنے کے قابل نہ ہو تب بھی حج فرض نہ ہوگا، انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ حج بھی فرض نہ ہو اور پھر وہاں جا کر حج میں اتنی فروگذاشتیں بھی ہوں؟ جب شرعاً اس کے ذمہ حج فرض ہی نہیں ہے تو یہ حج کا سفر کیوں اختیار کیا جاتا ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ حج بیت اللہ میں حجاج کرام سے اس قسم کی کوتاہیوں اور خلاف شرع حرکتوں کی وجہ سے ہی حج کی برکتیں ختم ہوتی جاتی ہیں اور باوجود حجاج کی کثرت کے امت جس مقام پر کھڑی ہے وہاں سے روز افزوں تنزل میں جا رہی ہے، اگر اتنی کثرت سے حجاج کرام صحیح طریقہ پر یہ فریضہ ادا کرتے اور ہم سب کا حج بارگاہ اقدس میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوتا تو شاید دنیا کا نقشہ ہی بدل جاتا۔ حق تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح فہم اور توفیق خیر نصیب فرمائیں۔

[ذوالحجہ ۱۳۹۲ھ فروری ۱۹۷۳ء]

حج اور اس کے فوائد و اسرار

حج بیت اللہ الحرام دین اسلام کا اساسی رکن اور ہر صاحب استطاعت مسلمان کا فریضۂ عینی ہے، اسلام کے بنیادی امور میں اصلی جوہر اور روح عبادت ہے، ان سب صورتوں میں احکم الحاکمین کے حکم سے طریقہ عبادت اور اظہار عبدیت و عبودیت کی تعیین کی گئی ہے، اس روح کے لئے جو قالب مقرر کیا گیا ہے وہ بھی من جانب اللہ ہے، اور کسی انسانی عقل کا اس میں دخل نہیں ہے، روح اور جسد دونوں ہی وحی ربانی کا کرشمہ ہیں اور یہ دائرہ عقل اور ادراک انسانی سے ماوراء ہے، جس طرح روح مامور بہ ہے اسی طرح یہ جسد اس کے لئے مطلوب و مقصود ہے، ﴿ذلك تقدير العزيز العليم﴾ لیکن عبادت و عبدیت کے طریقوں کے ماورا عقل ہونے کا یہ مقصد نہیں ہے کہ عقل و ادراک اس کے محاسن اور منافع و ثمرات کو سمجھنے سے بھی قاصر ہے، نماز ہو یا روزہ، زکاۃ ہو یا حج جہاں تک عقل کی رسائی ہے ان کے اسرار و حکم کی طرف جو رہنمائی ہوئی ہے وہ بجائے خود حیرت انگیز ہے۔

بہار عالم حسنش دل و جان تازہ می دارد
برنگ ارباب صورت را بہ بو ارباب معنی را

نماز اور خصوصاً باجماعت اور اذان و اقامت میں وقت کی پابندی کے ذریعہ امت محمدیہ میں ایک خاص نظم و نسق کے ساتھ کیسے کیسے فوائد و برکات کا نظام قائم کیا گیا ہے، روزہ میں ضبط نفس اور پاکیزگی روح کی کیسی نتیجہ خیز اور اثر انگیز تدبیریں کارفرما ہیں، زکاۃ میں فقراء و مساکین کی حاجات و ضروریات کی تکمیل کے لئے کیسا عجیب نظم

پیدا کیا گیا ہے، اسی طرح حج بیت اللہ میں اصلاح نفس اور اجتماعی تعاون کی تدبیریں، تربیت اخلاق اور ہدایت عام کی مصلحتیں مضمر ہیں، تعظیم شعائر اللہ اور تجلیات الٰہیہ کے مرکز بیت اللہ کے طواف میں مشاعر مقدسہ کی تعظیم و تقدیس اور عرفات کے میدان پر ورد اجتماع میں اسرار و حکم کے جو رموز ہیں ان کے غور و فکر میں مشغول ہونا ان ہے۔

حج کے اس بے مثال عالمی اجتماع میں دنیا کے گوشہ گوشہ سے امت مسلمہ کے افراد جمع ہوتے ہیں، یہ عالمی اجتماع جس بڑے پیمانہ پر اجتماعی مصالح و منافع کا ذریعہ بن سکتا ہے وہ بالکل ظاہر ہیں، اسلام کا یہ دینی نظام اتنا کیم الشان ہے کہ تہذیب و ترقی کی مدعی قومیں اور کوئی مذہب و ملت اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی، قرآن کریم کی دو آیتوں میں انہی اسرار و حکم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

(۱) ﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ [الحج: ۳۲]

اور جو کوئی شعائر اللہ کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔

(۲) ﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ [الحج: ۲۸]

تاکہ وہ اپنے منافع (اور فوائد) کو دیکھیں۔ حاصل کریں۔

ان اسرار و حکم کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

حکومت وقت کی حج پر پابندیاں اور اس کے نقصانات

کاش! دولت خداداد پاکستان کے ارباب اقتدار حج بیت اللہ کے ان منافع اور مصالح پر غور کرتے اور صحیح اجتماعی و سیاسی فوائد حاصل کرتے، لیکن دینی امور اور اسلامی شعائر و ارکان کے متعلق اس طبقہ کی عام سہل انگاری کا یہ نتیجہ ہے کہ زر مبادلہ کی بچت کے پیش نظر اسلامی فریضہ حج کی ادائیگی پر پابندیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، اس سال حج پر مزید پابندیاں لگا دی گئی ہیں اور ایک خاص تعداد و مقدار مقرر کر دی گئی ہے، یہ روش اور فیصلہ داخلی اور خارجی مصلحتوں کے پیش نظر ہر جہت سے نظر ثانی کا محتاج ہے، جہاں تک موجودہ حالت میں زر مبادلہ کی مشکلات کا تعلق ہے، اس مشکل کو حل کرنے کے بہت سے متبادل طریقے اختیار کئے جا سکتے تھے، جن سے حجاج کی تعداد اور سفر کی سہولتوں پر بھی کوئی اثر نہ پڑتا، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شعائر دین سے اس بے اعتنائی کی وجہ سے صحیح غور و فکر کی توفیق ہی کلی طور پر سلب ہو چکی ہے، سال رواں میں حج پر پابندیوں میں مزید اضافہ اور تعداد میں یہ غیر معمولی کمی نہ صرف یہ کہ قابل ستائش طریق کار نہیں ہے بلکہ قومی اور عام اسلامی مفادات کے نقطۂ نظر سے انتہائی عاقبت اندیشی کا اقدام ہے۔

اس سال حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مملکت خداداد پاکستان کو نئی زندگی عطا فرمائی اور قوم کو جہاد کی روح سے سرشار فرمایا، دشمن کو ذلیل و رسوا ہونا پڑا، اقوام عالم میں پاکستان کے رعب اور عزت و منزلت میں

اضافہ ہوا، اور تمام دنیا میں پاکستان ایک باوقار ملک کی حیثیت سے روشناس ہوا، ایک طرف حق تعالیٰ کی اس کرم گستری کے شکر کا تقاضا تھا کہ اس فریضہ کی ادائیگی میں زیادہ سہولتیں پیدا کی جاتیں، دوسری طرف جس قوم نے صدر محترم کی آواز پر لبیک کہہ کر کروڑوں روپیہ بے دریغ وفاعی فنڈ میں پیش کر دیا، اس کے دینی جذبہ کی قدر اور حوصلہ افزائی کے لئے یہ ضروری تھا کہ حجاج کی تعداد اور سفر حج کی سہولتوں میں اضافہ کیا جاتا اس طرح حق تعالیٰ کی خوشنودی بھی حاصل ہوتی اور حکومت مکہ کے اندر باہر اور سیاسی و اجتماعی فوائد سے بہرہ اندوز ہوتی۔

نہیں معلوم وزیر خزانہ کی نگاہ صرف زرمبادلہ کی وقتی اور بچت ہی پر کیوں مرکوز رہی، اور ان اہم تر مصلحتوں تک نہ پہنچ سکی، جن کو حج کے علاوہ دوسرے طریقوں سے بہت سا زرمبادلہ صرف کرنے کے بعد بھی حاصل نہیں کیا جا سکتا، غیر معمولی اور ہمہ گیر ملی تعاون کے نتیجہ میں زرمبادلہ کی غیر متوقع حاصلات کے پیش نظر اسی، پچاسی لاکھ زرمبادلہ کے خسارے کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے، جس کی بچت کے لئے عظیم تر مصلحتوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، قومی و ملی مصلحتوں سے یہ اعراض و صرف نظر یقیناً پاکستان کے قومی و ملی شعور کا ترجمان نہیں ہے، حج جیسے اہم دینی فریضہ کے متعلق یہ روش اگر بعض شخصی رجحانات اور ناقابل فہم مخفی جذبات کا نتیجہ ہے تو یہ قومی تعمیر کے متعلق اس دینی رجحان سے ہم آہنگ نہیں ہے جس کا صدر محترم بار بار اظہار فرماتے رہے ہیں، اور قوم و ملت کے بہترین مفاد کے لئے بھی تباہ کن ہے، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہاں بھی انتقام کا مخفی ہاتھ بصورت مہربانی کارفرما ہوا اور قہر نے مہر کی صورت اختیار کی ہو۔

بہر حال اس غیر دانشمندانہ روش اور ناعاقبت اندیشی کے فیصلے کے اسباب کچھ بھی ہوں یہ نتیجہ بالکل ظاہر ہے کہ اس افسوسناک فیصلہ سے قوم کے جذبات بری طرح مجروح ہوئے ہیں اور اس کی وجہ سے ہمارے مکار اور دیرینہ دشمنوں کو ہمارے خلاف ایک نیا حربہ استعمال کرنے کا موقع ہاتھ لگ گیا ہے۔ ''از ماست کہ بر ماست''۔

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

[رمضان ۱۳۸۵ھ/جنوری ۱۹۶۶ء]

ٹیلیویژن اور مشرکانہ پروگرام

یہ معلوم ہو کر انتہائی صدمہ ہوا کہ بتاریخ ۲۴ دسمبر ۷۰ء ٹیلی ویژن پر ڈرامہ پر حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا گیا اور الوہیت مسیح کا تصور جیتی جاگتی شکل میں پیش کیا گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس دردناک واقعہ سے پاکستانی ملت کی غیرت و حمیت کو جس بری طرح مجروح کیا گیا ہے اگر قلم اس کے اظہار سے قاصر ہے، معدودے چند اقلیت کو خوش کرنے کے لئے ملک کی عظیم اکثریت اور حکومت کے مذہب کو اس طرح ذبح کرنا نہ صرف اسلامی تقاضوں کے خلاف ہے بلکہ عقل کے بھی خلاف ہے، اب تک تو شکوہ تھا کہ ٹیلی

ویژن پر زیادہ تر مخرب اخلاق پروگرام پیش ہوتے ہیں اور انسانی و اخلاقی تربیتی پروگرام معدا پیش نہیں کیے جاتے ورنہ ٹیلی ویژن قوم کے سدھارنے کا بہترین ذریعہ بن سکتا تھا، لیکن اب تو معدہ اخلاق سے متجاوز ہو کر دین تک پہنچ گیا اور دین اسلام کے بنیادی عقیدہ توحید پر کاری ضرب لگانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

دین اسلام کی تمام عمارت صرف توحید الٰہی پر قائم ہے، شرک و بت پرستی کی مذمت تمام شرائع الٰہیہ سماویہ میں موجود ہے، پھر کتنی جرأت و جسارت ہے کہ مسلمانوں کے ملک میں سلامی حکومت کے زیر سایہ شرک کی تبلیغ کی جائے اور توحید کے خلاف پروگرام پیش ہوں، بے غیرتی اور بے دینی کی بھی انتہا ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ہر منصب کے ارباب اقتدار کو فرائض منصبی ادا کرنے کی صحیح اہلیت نصیب فرمائے، آمین۔ ہوسکتا ہے کہ یہ پروگرام غیر شعوری طور پر لایا گیا ہو لیکن اس قسم کے غیر شعوری پروگرام ایک باشعور قوم دوست کے لئے کلنک کا ٹیکہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

قابل توجہ مسائل حاضرہ

''بینات'' کے سابق دو شماروں میں راقم نے حضرات علماء کرام کی خدمت میں جو گذارش کی تھی اسی سلسلہ میں اب ان کی خدمت میں عصر حاضر کے چند قابل توجہ مسائل بطور مثال نمونہ کے پیش ہیں۔

عقود و معاملات

عصر حاضر میں تجارت اور درآمد کا سارا نظام مروجہ باتوں پر موقوف ہے:

① انشورنس یعنی بیمہ۔ ② بینک۔

انشورنس جس کو آج کل جدید عربی میں ''التامین'' کہتے ہیں، اسکی دو بنیادی قسمیں ہیں: ''تامین الاموال'' ''تامین الحیاۃ'' یعنی مال کا بیمہ اور زندگی کا بیمہ، بینات کے صفحات میں عنقریب آپ کے سامنے اس کی تفصیلات آجائیں گی اور آپ حضرات کو کفالہ، غرر، میسر و قمار کی ان جدید صورتوں پر غور کرنا ہوگا۔

بنک کا رائج نظام بغیر ''ربا'' کے چل نہیں سکتا، اس لئے آپ کو بنک کے متبادل نظام مضاربت، وکالت، شرکت پر غور کرنا ہوگا، جو بلا سود کے چل سکے۔ اور جس سے جدید معاشرے کے مسائل اور مشکلات حل ہوسکیں یہ فیصلہ آپ نہیں کرسکتے کہ بڑے پیمانے پر تجارت یا درآمد و برآمد (ایراد و تصدیر) کا سلسلہ بند کردیں یا موجودہ نسل اس کو تسلیم کرکے ملک کے اندرونی حصے میں تجارت پر قناعت کرے، بہرحال آپ مجبور ہیں کہ فقہ اسلامی کی روشنی میں غور کرکے جلد از جلد ان مشکلات کو حل کریں تاکہ جدید نسل اس غلطی میں مبتلا نہ ہو کہ دین اسلام عصر حاضر کی مشکل کشائی سے قاصر ہے۔

انہی عقود و معاملات میں جدید کارخانوں اور ملوں کا نظام ہے، ان میں متعدد مسائل درپیش ہیں، بیع سلم،

رہن وغیرہ اور مختلف ابواب سے اس کا تعلق ہے، بطور مثال:

① کارخانہ دار بینک سے سود پر رقم قرض لے کر زمینداروں میں تقسیم کر دیتا ہے کہ آئندہ کپاس کے موسم اور نرخ پر سب لوگ اپنی کپاس اس کارخانہ میں لائیں گے۔

② خریدار اور فروشندہ کے درمیان ایک معاہدہ ہوتا ہے جو بعض اوقات تحریری ہوتا ہے اور بعض اوقات زبانی ہوتا ہے، جس میں باہمی سمجھوتہ ہوتا ہے کہ خریدار کچھ رقم پیشگی دے کر فروشندہ کو اخلاقی طور پر پابند کر لیتا ہے کہ وہ اس پیشگی رقم کے عوض اپنی کپاس خریدار کو دے گا۔

پیشگی رقم فی من کپاس کے حساب سے دی جاتی ہے اور اس کے مطابق وزن بھی طے شدہ ہوتا ہے، مگر بعض اوقات صرف اتنا کہہ کر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ فروشندہ کا جس قدر مال اس کی کاشت سے برداشت ہوگا وہ اپنے خریدار کو دے گا، اس صورت میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ فروشندہ مقررہ مقدار سے زائد وزن بھیج دیتا ہے اور کبھی کم، کیونکہ کپاس کا دارومدار فصل کی پیداوار پر ہے۔ (اس میں اور مزید تفصیل بھی ہے جو اس وقت حذف کی جاتی ہے)۔

③ نرخ طے کرنے کی بھی ایک تاریخ مقرر ہوتی ہے، مال بھیجنے کے بعد سے مقررہ تاریخ تک فروشندہ کو بازار کے نرخ پر اپنا سودا طے کرنے کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ جس دن چاہے سودا طے کرے، اگر فروشندہ اس مقررہ وقت تک بھی اپنا نرخ طے نہ کر پائے تو خریدار مقررہ تاریخ کو بازار کے نرخ پر سودا طے کر کے فروشندہ کو نرخ سے باخبر کر دیتا ہے اور فروشندہ کو اس نرخ کا پابند ہونا پڑتا ہے۔

④ کپاس کی سودے کی ایک صورت اور بھی ہو سکتی ہے جس کو "معاہدہ پنبہ برنرخ متعین" Cotton contract on fixed rate کہا جاتا ہے اس کی بھی مزید تفصیل ہے۔

غرض اس قسم کے معاملات آج کل کثرت سے ہوتے ہیں اور عام لوگ اس میں مبتلا ہیں اس لئے فقہ اسلامی کی روشنی میں ان کا حل تلاش کرنا نہایت ضروری ہے۔

تعلیم وتربیت

تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں بہت اہم مسائل درپیش ہیں، ڈرائنگ میں بچوں سے مختلف صورتیں اور شکلیں بنوائی جاتی ہیں اور جاندار چیزوں کے بھی فوٹو اور صور بنوائے جاتے ہیں اکثر میں تصاویر سے آراستہ کی جاتی ہیں، ہر قصہ میں اس کی تصاویر آتی ہیں اور اب انتہا یہ ہوگئی ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تصاویر سب بنائی گئی ہیں، جبکہ آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک سارے مشہور انبیاء کرام جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے اب کی تصویروں کے ساتھ واقعات لکھے گئے ہیں بعض عرب ممالک اسلامیہ نے اس معصیت کو اتنا رائج کر دیا کہ عقل حیران ہے۔

میڈیکل کالجوں میں تشریح الاعضاء اور جراحت (اناٹومی و سرجری) کی تربیت کے سلسلہ میں وارث مردوں کی لاشیں دی جاتی ہیں۔ ان کی چیر پھاڑ کی جاتی ہے اور اس طرح مسلمان اموات کی بے حرمتی کا یہ سلسلہ جزو تعلیم بن چکا ہے، پھر لڑکوں اور لڑکیوں کو یہاں مخلوط تربیت دی جاتی ہے، ایک دوسرے کے اعضاء مستورہ پر ہاتھ لگانے عمل جراحی کرایا جاتا ہے اس طرح یہ تربیتی سلسلہ بھی جاری ہے۔

علاج الامراض وادویہ

مریضوں کے علاج کے سلسلہ میں ڈاکٹر اور ہسپتال جو ادویہ استعمال کرتے ہیں ان میں اکثر استعمال ہوتا ہے جو اکثر اوقات خمر وشراب کی صورت ہوتی ہے۔

ضعیف و ناتواں مریضوں کو خون دیا جاتا ہے، کافروں کا خون، اجنبیوں کا خون دیا جاتا ہے، اس کی کہاں تک گنجائش ہے؟ اور جنسیت کا یہ معاملہ کیسے برداشت ہوسکتا ہے؟ قریب الموت اشخاص کی آنکھیں نکال کر نابیناؤں میں لگائی جاتی ہیں۔ یہ سلسلہ علاج وخوبصورتی ایک شخص کی کھال کاٹ کر دوسرے شخص (مرد یا عورت) کو لگائی جاتی ہے۔

مرہم پٹی کے سلسلہ میں نرسنگ کا پیشہ کا کثیر عورتیں مردوں کی خدمت کرتی ہیں اور بدن کے ہر ہر حصہ میں مرہم پٹی کرتی ہیں۔

عورتوں کا آپریشن مرد ڈاکٹر کرتے ہیں، جبکہ اس خدمت کو انجام دینے والی عورتیں (لیڈی ڈاکٹر) بھی موجود ہیں ان سب مسائل کے فیصلے کرنے ہوں گے۔

عبادات

نماز، روزہ، زکوٰۃ ان سب میں جدید تمدن نے نئے نئے مسائل پیدا کر دیے ہیں، مثلاً ہوائی جہاز میں قصر لازم ہے یا جہاز ہی میں جیسے ممکن ہو نماز پڑھی جائے؟ ایک شخص نے وقت بند خیارے میں اپنے وقت پر نماز پڑھی اور دوسرے ملک میں جا پہنچا جہاں ابھی اس نماز کا وقت بھی داخل نہیں ہوا، آیا وہ نماز دوبارہ پڑھے یا نہیں؟

غرض اس قسم کے سوالات ہیں، علماء امت کے ذمہ یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ان سب کے جوابات قدیم فقہ اسلامی اور قرآن وحدیث ہی کی روشنی میں پیش کریں اور امت کو مطمئن کر دیں۔

یہ چند مختصر اشارات ہیں اور مقصود صرف اتنا ہے کہ اس وقت جدید مسائل کی نوعیت کی طرف توجہ مبذول کرائی جائے۔ آئندہ ارادہ ہے کہ ان سارے ابواب کے مسائل کا ایک مفصل سوالنامہ مرتب کر کے علماء امت کی خدمت میں پیش کیا جائے تاکہ منفرداً اپنے اس پر غور فرمائیں اور پھر آخری اجتماعی فیصلے کے بعد اس کو تالیفی صورت میں (اردو، عربی، انگریزی تینوں زبانوں میں) شائع کیا جائے، یہ وہ جدید فقہ اسلامی ہوگی جس کے لئے

مت کا وبندار طبقہ مختصر ہے اور بے چینی سے انتظار کر رہا ہے۔

"دفاق امدارس العربیۃ الاسلامیۃ" کی طرف سے میں عنقریب یہ تجویز پیش کروں گا کہ فقہ اسلامی کے تخصص و تکمیل (ڈاکٹریٹ) کا آغاز ان فقہی مسائل کی تحقیق سے کیا جائے۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

(۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ/۱۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء)

مسائل حاضرہ

① ماہنامہ بینات کے گذشتہ چند شماروں میں علماء امت کو توجہ دلائی گئی تھی کہ ان کے ذمہ ایک اہم دینی فریضہ عائد ہے کہ وہ جدید تمدن سے پیدا شدہ مسائل کا حل تلاش کر کے اس نازک وقت میں امت کی رہنمائی کا فرض ادا کریں، اور اس حقیقت کا عملی ثبوت دیں کہ دین اسلام ہر دور اور ہر عصر کے لئے صالح ترین اور بہترین نظام ہے اور عملی طور پر ثابت کر دکھائیں کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ابدی قوانین و احکام میں ہر مشکل کا حل تلاش کرنے سے مل جاتا ہے اور فقہاء اسلام کی کاوشیں آج بھی ہماری رہنمائی کے لئے کافی وشافی ہیں۔

② اس سلسلہ میں چند رہنما اصول بھی پیش کئے تھے اور بطور نمونہ چند مسائل کی فہرست بھی ارباب علم وفتویٰ کے غور وفکر کے لئے پیش کی تھی جس میں نہ صرف معاملات سے متعلق مسائل تھے، بلکہ عبادات میں روزہ، نماز، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے بعض مسائل بھی تھے جو توجہ کے محتاج ہیں، ٹھیک جس وقت یہاں اس دینی ضرورت کے احساس کا صفحات قرطاس پر اظہار کیا جا رہا تھا کہ ہندوستان کے ارباب علم ودین کی ایک مستقل مجلس "دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ" کی سرپرستی میں "مجلس تحقیقات شرعیہ" کے نام سے وجود میں آگئی، اس مجلس کے کارکن ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس راہ میں ایک عملی قدم بھی اٹھایا اور انشورنس (بیمہ) کے مسائل کے حل سے کام شروع کر دیا اور ایک جامع اور بصیرت افروز سوالنامہ شائع کیا تاکہ علماء عصر انشورنس (بیمہ) کے مالہ وماعلیہ سے پوری واقفیت حاصل کر کے علی وجہ البصیرۃ جواب باصواب دے سکیں، وہ سوالنامہ بینات ماہ رمضان ۸۳ھ کے صفحات پر ضرور ملاحظہ سے گذرا ہوگا۔

③ آج کی فرصت میں ادارہ بینات کی جانب سے اس کے مفصل جواب کی پہلی قسط شائع کی جا رہی ہے، ظاہر ہے کہ اس قسم کے مسائل میں اجتماعی آراء وافکار کی ضرورت ہے، انفرادی رائے زیادہ مؤثر اور شرعاً نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی لیکن بدرجہ مجبوری کہ موجودہ حالات میں اس قسم کا اجتماع دشوار ہے اور ارباب علم وفتویٰ کی کوئی ایسی مجلس موجود نہیں، انفرادی رائے سے ہی کام لے کر یہ مفصل جواب علماء امت کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے، ضرورت بلکہ دینی فریضہ ہے کہ متفرات علماء، مفتیین اس کے ہر پہلو پر کامل غور وخوض فرما کر موافقت یا مخالفت

میں اپنی رائے اور تحقیق سے ادارہ مباحث کو مطلع فرمائیں اور اس کو اپنی قیمتی رائے سے نوازیں تاکہ اس اہم اور حساس موضوع پر تحقیق و تنقیح کے بعد ایک ایسے فیصلہ پر پہنچا جا سکے جس کو امت کی اجتماعی رائے اور متفقہ فیصلہ سے تعبیر کرنا صحیح ہو، نہ کہ محض شخصی رجحان اور انفرادی رائے، اس لئے کہ مستند علماء و مفتیین کا اجتماع جمہور امت کے آگے کی بہ نسبت بہت ہی کم طریق کار ہے جس پر مسائل کے ہوتے ہوئے امت مطمئن ہو سکے، ایسے مستند قابل اعتماد اور صحیح فیصلہ تک پہنچنے کا راستہ اور ذریعہ امت کے منتخب باصلاحیت علماء کو منتخب کرنے کا ہے اس لئے حضرات علماء و مفتیین سے قوی توقع اور مخلصانہ استدعا ہے کہ وہ اس جواب و سوال کو صرف ایک علمی اور تحقیقی مقالہ کی نظر سے دیکھنے کی زحمت فرمائیں اور اختیار فرمائیں بلکہ یہ محسوس فرمائیں کہ یہ ایک مستند ادارہ کا سوال ہے جو دوسرے مستند ادارہ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور جس پر عمل بیسیوں لاکھ انسانوں کی زندگی کے مطابق اس پر پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہے۔

مسائل شرعیہ کے حل کا طریقہ

یہ حقیقت واضح رہے کہ کسی مشکل شرعی مسئلہ کو حل کرنے کا طریقہ یہ نہیں کہ وہ صورتحال ملک میں رائج ہو اس کو معلوم ہونے کے عنوان سے بنیاد بنا کر فیصلہ کر دیا جائے کہ یہ شرعاً جائز ہے اس لئے کہ ضرورت اضطرار اس سے مختص نہیں جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے، ضرورت کے لحاظ میں جو سود ہے پہلا اس سے بچ رہا کہ نہیں اس لئے بینک کا سود شرعی رہا نہیں ہے اور رفع حرج اور تنگی دور کرنا چونکہ عام طور پر مسلمانوں میں رائج ہے اس لئے اس کے جواز کا فتویٰ نہ دینا زیادہ ہے، بلکہ درحقیقت مسائل شرعیہ کا حل نہیں ہے بلکہ ایک طرف یہ اس عمل کو بے دینی ہے دوسری طرف یہ اس امر کا اعتراف ہے کہ اسلام بالفعل دین اور سماج اور عمل اجتماعی کے قابل نہیں ہے، انسانی زندگی کے مسائل کا حل اس میں موجود نہیں ہے۔

آج کل جو غیر مرتب اور غیر مرتب علم اسی نقطہ نظر سے سوچ رہے ہیں وہ اپنے اداروں اور انجمنوں میں اسی قسم کے جو بات شائع کرتے ہیں اسلامی نظام، اصول اور قانون انہی پر عمل جراحی کر رہے ہیں، وہ اسی کو اسلام سمجھ رہے ہیں اور سمجھا رہے ہیں، اس ظلم و عدوان کے خلاف بارہا آواز اٹھائی گئی ہے انہیں "صاحب الغرض مجنون" والی بات ہے، ان حضرات میں سے کسی کو آج تک توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اس طرز عمل کا جائزہ لیں اور اپنے طریق کار پر نظر ثانی کی زحمت گوارا کریں۔

اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے ضروری امر

یاد رہے کہ اسلامی احکام و قوانین کے صحیح طور پر نفاذ و اجراء کے لئے اسلامی حکومت و ریاست ضروری ہے، ملک کو جو غیر اسلامی نظام حکومت سے دوچار ہے اور آپ چاہیں کہ اس کی عدالت اسلامی قانون کے تحت حل کی جائیں یہ کیونکر ہو سکتا ہے، اس کی مثال تو بالکل ایسی ہی ہے جیسے ایک ہوٹل کا قانون بنا دیا جائے اور صحیح سالم

پاؤں کے لئے تیار کیا گیا ہے اب اگر کوئی بڑا اور مزاہوا پاؤں اس قالب پر بنے ہوئے جوتے میں فٹ نہ ہو تو یہ نہ جوتے کا قصور ہے نہ قالب کا، بلکہ پاؤں کا قصور ہے کہ وہ بڑا ہے، بعینہٖ اسی طرح ملک کی موجودہ صورتحال کو تصور فرمائیں، آپ چاہیں کہ کافرانہ نظام کے ہوتے ہوئے اسلامی احکام کے نفاذ میں کوئی دقت پیش نہ آئے یہ ناممکن ہے۔

بہرحال انشورنش (بیمہ) کے مسئلہ کا حل موجودہ صورت حال میں جتنی گنجائش شرعاً نکل سکتی تھی سوچ گیا ہے، اگر ملک میں کامل طور پر اسلامی نظام معیشت و معاشرت رائج ہوتا تو بہت سی مشکلات خود بخود حل ہو جاتیں۔

اسلامی احکام کی نفاذ کی راہ میں دشواری صرف اس لئے نظر آتی ہے کہ ملکی معیشت اور معاشرت کا سارا ڈھانچہ غیر اسلامی ہے، دونوں کا جوڑ پورے طور پر لگ ہی نہیں سکتا، یہ حقائق ہیں جن پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اب جو مسئلہ اور اس کا حل پیش کیا جا رہا ہے اس تمام صورت حال پر غور کرنے کے بعد اس پر رائے قائم فرمائیں، نقد و تبصرہ سے نوازیں، ادارہ بینات کو بے صبری کے ساتھ علماء کرام کی آراء کا انتظار ہے۔

حکام پاکستان کا فریضہ

بینات کے گذشتہ شماروں میں ارباب حکومت اور سربراہ مملکت کو متوجہ کیا گیا ہے کہ اسلام اللہ جل شانہ کی وہ آخری نعمت ہے جس سے بڑی عربی فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت امت محمدیہ کو نوازا اور سرفراز کیا گیا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس نعمت کے پھلنے پھولنے اور بارآور ہونے کے لئے اسی کے نام پر ایک سرزمین ایسی عطا فرمادی جس میں مسلمانوں کو غلامی کی ذلت و لعنت سے نجات میسر آئی، تو ارشاد ربانی:

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ [الحج: ۴۱]

وہ مغلوب و کمزور لوگ جن کو اگر ہم روئے زمین پر اقتدار اعلیٰ اور تمکن عطا فرمادیں تو وہ نمازوں کو قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور ہر بھلے کام کا حکم دیں، اور برے کام سے منع کریں اور (یاد رکھو) انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

کے مطابق اس نعمت کا شکر ادا کرنے کا یہی طریقہ کہ اس پاک سرزمین میں حقیقی اور صحیح قانون الٰہی نافذ کرایا جائے، اور شرائع انبیاء و شعائر اسلامیہ یہاں قائم کئے جائیں، تاکہ دین و دنیا دونوں کی سرخروئی مسلمانوں کو نصیب ہو، اور ملک کے استقلال و استحکام میں مزید اضافہ ہو کہ اللہ جل شانہ کا وعدہ ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ [ابراھیم: ۷]

بلکہ اگر تم نے شکر ادا کیا تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کی تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اگر ایسا نہ کیا تو اندیشہ ہے کہ مبادا ہم کفران نعمت اور ناشکری کی پاداش میں اس نعمت سے محرومی کے عذاب شدید میں گرفتار ہو جائیں۔

لیکن جب یہی حکومت کے ارباب کار اور برسر اقتدار طبقہ کو اس طریق کار کی جانب متوجہ کیا جاتا ہے تو جو نااہل اور غیر موزوں اشخاص سوء اتفاق سے اس معاملہ میں ان کے مشیر بن گئے ہیں ان کو فوراً اپنے مناصب کی فکر دامن گیر ہوتی ہے اور اہل حق کے خلاف چلا اٹھتے ہیں کہ یہ لوگ دراصل دینی سیادت کا خواب دیکھ رہے ہیں اور مذہبی اقتدار کے آرزومند ہیں اور طرح طرح کے الزامات و اتہامات لگا کر اور ان کی نیتوں پر حملے کر کے ان کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں، صرف اس لئے کہ کہیں وہ اس متاع حقیر و قلیل یعنی دنیوی مناصب اور کرسیوں سے محروم نہ ہو جائیں "ذلك مبلغهم من العلم" یہ ہے ان کا مبلغ علمی، اور اس کی پرواز، اس قسم کے فریب خیال اور ہوا نفس کا شکار وہی خدا فراموش قوم ہوتی ہے جو آخرت کی "سرا نما یہ نعمتوں کو بھلا چکی ہو اور "وفرحوا بالحيوة الدنيا واطمئنوا بها" (دور نیا کی زندگی پر مگن ہیں اور اسی پر مطمئن) کا مصداق بن چکی ہو، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ بورپ نشین نو وراثت نبوت کی دولت (علم دین) سے بڑھ کر دنیا کی اور کسی دولت کو خاطر میں نہیں لاتے اور اس فاقہ مستی میں بھی ان کو وہ سکون قلب حاصل ہے جس کا یہ حضرات تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اللہ جل شانہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تاریخ کی بدنام ترین قوم یہود کی ذہنیت "اتستبدلون الذى هو ادنى بالذى هو خير" کا ہمارے حاشیہ خیال اور تصور کے آس پاس بھی گذر نہیں ہو سکتا۔

اس گروہ کا چلتا ہوا جادو اور کارگر حربہ جو انہوں نے اپنے آقایان نعمت سے سیکھا ہے، ہمیشہ یہی رہا ہے کہ "لڑاؤ اور حکومت کرو" چنانچہ جب کہا جاتا ہے کہ اس ملک کے تمام باشندے سنی حنفی ہیں، اس ملک کے قانون کی اساس فقہ حنفی پر رکھی جانی چاہئے تو فوراً یہ حضرات حنفی و اہل حدیث اور سنی و شیعہ کا جھگڑا کھڑا کر دیتے ہیں اور مذہبی نزاع کے فتنہ خوابیدہ کو بھڑکانے کی سرگرم کوششیں شروع کر دیتے ہیں۔

تعجب و تاسف کا مقام ہے کہ یہ حضرات اپنا سارا زور بیان اور فرقہ وارانہ جوڑ توڑ کی پوری صلاحیت اسی پر صرف کرتے ہیں کہ کہیں ملک کے سربراہ دین کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں اور ان حضرات کی یہ جاگیرداری ختم نہ ہو جائے اور ان نعمتوں سے جو اس وقت حاصل ہیں محروم نہ ہو جائیں۔

یاد رکھیئے! جو حضرات ملکوں اور حکومتوں میں بلا ترمیم و تنسیخ قانون الٰہی اور احکام شریعت محمدیہ کے نفاذ کے امکانات کو ختم کرنا چاہتے ہیں ان کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ ان مذہبی احکام کے نفاذ سے ملک میں ایک مستقل و مسلسل نزاع کی فتنہ ریزی ہوتی ہے، اس لئے ملک کا قانون مذہبی فرقہ وارانہ اختلافات سے بلند تر ہونا

چاہیے، وہ درحقیقت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حکومت (دینی (سیکولر اسٹیٹ) ہونی چاہیے، اس لئے کہ جب ادینی کے اور ملک میں کوئی بھی ایسا قانون نافذ نہیں کیا جا سکتا جس کو ملک کے تمام فرقے حق ہوں یا باطل یکساں طور پر قبول کر لیں اور مطمئن ہو جائیں۔

یہ حضرات اتنی موٹی سی بات بھی نہیں سمجھتے کہ دراصل ادینی ہی سے "انارکزم" اور "فوضویت" جنم لیتی ہے، اور انارکی ہی ملک کے بقاء اور استحکام اور قوت و استقلال کی سب سے بڑی دشمن ہے اور یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ انارکی اور فوضویت کے انسداد اور بیخ کنی کے لئے دینی نظام سے بڑھ کر کوئی دوسرا نظام مفید نہیں ہو سکتا۔ دنیا کے تمام مفکرین اور مدبرین، خواہ یورپین اقوام سے تعلق رکھتے ہوں، خواہ ایشیائی اقوام سے سب اس پر متفق ہیں حتیٰ کہ آج یورپ کے ملحدین اور مفکرین آخرت بھی محض سیاسی مصالح ہی کی غرض سے کلیساؤں کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔ اگر مذہب کا لبادہ اتار دیں تو دنیا میں بھی ان کا کوئی سہارا باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ان مدعیان اسلام کو صحیح اسلام کو سمجھنے اور اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی رضاء و خوشنودی کے حصول کی ان کو بھی اور ہمیں بھی سعادت ارزانی فرمائیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ [المائدة: ۸]

[اپریل ۱۹۶۵ء، ذوالقعدہ ۱۳۸۴ھ]

ایک اچھا اقدام

ہمیں انتہائی مسرت ہے کہ ماہنامہ "فکر و نظر" بابت ماہ جنوری ۱۹۶۵ء کے ادارتی نوٹ بعنوان "نظرات" سے توقع ہوگئی کہ ادارہ ماہنامہ "فکر و نظر" غور و فکر کے بعد اپنا سابق موقف بدل رہا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"ماہنامہ فکر و نظر ... اس کی یہ کوشش ہے کہ ہم اپنے ہر مسئلہ کا حل تلاش کرتے وقت کتاب و سنت کی طرف رجوع کریں اور فقہائے کرام اور علماء سلف کے ارشادات کی روشنی میں ان سے رشد و ہدایت حاصل کریں، ملی روایات کے تسلسل پر ہمارا ایمان ہے اور ماضی کی باقیات صالحات ہی پر ہم مستقبل کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں، فکر و نظر اسلام کی تجدید ضرور چاہتا ہے، اس کی کوشش یہ ہے کہ آج اس زمانے میں اسلام کی اپنی علمی تعبیر ہو جو ہمارے لئے مشعل ہدایت بن سکے، مختصر ماہنامہ فکر و نظر تجدید اسلام کی دعوت نہیں دیتا اس کی دعوت صرف تجدید فکر و عمل کی ہے اور تجدید فکر و عمل بھی اسلام کی روشنی میں"۔

ماشاء اللہ! سبحان اللہ! کاش! یہی عزم روز اول سے ہوتا اور یہی ارشاد پہلے دن ہی فرما دیتے، دینات بھی

یہی کہتا ہے کہ حقائق علامہ کی تحریف و تبدیل، اکابر امت و مجتہدین ائمہ اربعہ و محدثین فقہاء کرام کے بجائے غیر متصل جدید مسائل کو اصل قرآن و سنت اور فقہاء امت کے کلمات طیبات کی روشنی میں اجتہادی صورت میں پیش کیا جائے۔ خدا کرے کہ فکر و نظر اس موقف پر قائم رہے اور اس دعوے کا عملی ثبوت بھی فراہم کرے اور اپنے مقالات و مضامین سے اس کی تصدیق و شہادت بھی مہیا کرے اور فکر و نظر، ویبات کے شاندار چل کر اہل اسلام کو جس منزل میں وہ اس وقت پھنسا ہوا ہے انتہائی دیانت داری و دانائی کے ساتھ اس سے نکال کر صحیح مقصود پر پہنچے اور تقسیم کار کے اصول پر مقصد کے جس جز کے لئے اس میں اہلیت ہے وہ انجام دے اور جس کے لئے بیانات موزوں ہے وہ اتمام تک پہنچائے۔

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اسی شمارے میں جو مضامین شائع ہوئے ہیں وہ اس دعوے کی تردید و تکذیب کرتے ہیں۔ مثلاً تعاونی سہ سب کا مضمون جس میں بینک کے سود کو صرف اس لئے جائز قرار دیا گیا ہے کہ اس میں فریقین کی رضامندی ہوتی ہے لہٰذا یہ معاملہ صحیح ہے اور جائز ہے، زیادہ ہو گا جس میں ظلم پایا جائے۔ اس سے بڑھ کر اسلامی حقائق مجروح کرنے کی اور کیا کوشش ہو سکتی ہے؟ اس تراضی طرفین کی دلیل سے تو کل کو کہا جائے گا کہ:

﴿وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا﴾ [النور: ۳۳]

اگر باندیاں پاک دامن رہنا چاہتی ہیں تو زنا پر جبراً کراہ مت کرو۔

کہ بدکاری زنا ہے اور جرم ہے لیکن جب فریقین میں تراضی ہو تو وہ زنا ہے اور نہ جرم، بلکہ معاملہ بن گیا جس میں باہمی رضامندی سے ایجاب و قبول ہوتا ہے۔

اسی طرح مولوی محمد تقی عثمانی کا طلاق ثلاثہ سے متعلق مضمون جس میں محمد حسین ہیکل کی کتاب الفاروق کی تصریح کر کے یہ تجویز سے استفادہ کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صریح نص قرآنی کے خلاف اپنے اجتہاد سے کام لے کر یہ فیصلہ کیا ہے، اس لئے ہم اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ افسوس اور صد افسوس اس پر ہے کہ فہم صحیح سے اس قدر محرومی ہو اور طعن و تشنیع کا ہدف بنائے حضرت فاروق اعظم جیسی شخصیت کو، نیا کتاب و سنت اور فقہاء امت کے اتباع کا یہی طریقہ ہے؟ اب ہم تو شاکی عاجز ہیں کہ ان حضرات کی تحریروں سے بیزاری کا پردہ چاک کریں۔ واللہ المستعان۔

مسیحی قوموں کا عرصہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد دین اسلام اور حضرت خاتم النبیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تذلیل کرتے رہتے ہیں۔ ان دنوں اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ ڈچ اسمبلی کے ایک رکن نے ایک کتاب لکھی ہے "دی الائنس ورلڈ آف بسٹرڈ" اور اس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدکردار بتایا ہے۔ انسانیت کے محسن اعظم پر ان کی شان اقدس میں ہمیشہ آئے دن کوئی تحریر لکھی ہے۔ آج جب کہ اسلامی ممالک کا حلقہ ان بدبختوں کے نرغہ میں ہے اور امریکہ روس جیسی حکومتیں بھی مجبور ہوتی جا رہی ہیں۔

مسلمانوں کے دینی احساسات و معتقدات کی عزت و احترام کرکے ان کو خوش رکھیں اور ان سے دوستانہ روابط و تعلقات قائم کریں، ان حالات میں حکومت برطانیہ کے زیر سایہ مصنفین اس قسم کی زہر آلود تحریریں شائع کرتے رہتے ہیں، یہ دیکھ کر انتہائی رنج و افسوس اور دکھ ہوتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ برطانیہ کے تدبر کا بالکل ہی دیوالیہ نکل گیا ہے، حیرت یہ ہے کہ جو حکومت تدبر و عاقبت اندیشی میں ضرب المثل تھی آج اس کی یہ فراموشی؟ لیکن حقیقت واضح ہے کہ اس قوم کو اسلام سے حد درجہ دیرینہ عداوت ہے، اس کو چھپا نہیں سکتی، بہرحال اب حکومت برطانیہ کا سیاسی فرض ہے کہ اس قسم کے لٹریچر کو یک قلم ضبط کرکے اپنے سیاسی تدبر کا ثبوت دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ﴾ [آل عمران:۱۱۸]

یہ بغض و عناد ان کی زبانوں سے ظاہر ہو گیا لیکن جو کچھ دل میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔

[شوال ۱۳۸۴ھ / مارچ ۱۹۶۵ء]

دینی مدارس اور پاکستان

حق تعالیٰ شانہ نے محض اپنے فضل و کرم سے مملکت خداداد پاکستان مسلمانوں کو عطا فرمائی تاکہ اسلام کے صحیح تقاضے بروئے کار آسکیں، عوام نے دل و جان سے اسی مقصد کے لئے کوششیں کیں، ہر قسم کی قربانیاں دیں، دعائیں کیں، خواص نے بار بار اعلان کیا کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی آزادی کا مستقبل تاریک ہے اور نہ یہاں یہ امکان ہے کہ اقتصادی و معاشی سکون و راحت نصیب ہو سکے، غرض اسلام و کفر و نظریوں کے ماتحت یہ مملکت وجود میں آئی، اور کروڑوں مسلمانوں نے ہندوستان سے ہجرت کرکے اس مملکت کو آباد کیا، بلاشبہ مسلمانوں نے ابتداء میں بہت کچھ ایثار سے کام لیا، اپنی تجارتیں اور انڈسٹریز اور دیگر ذرائع معیشت، اسباب راحت و سکون کو خیر آباد کہا، اپنی عبادت گاہیں، مسجدیں اور دینی درسگاہیں چھوڑیں، علمی ادارے چھوڑے، نشر و اشاعت کے مراکز کو الوداع کہا۔

حق تعالیٰ شانہ نے ترک وطن کرنے والوں پر احسان فرمایا ان کو وہاں سے بہتر مکانات اور کارخانے عطا فرمائے ان کے ارباب خیر و صلاح نے مسجدیں بنوائیں تاکہ عوام ان کو آباد کریں، علماء امت کو توفیق عطا فرمائی کہ ہندوستان میں چھوڑی ہوئی دینی درسگاہوں کے بجائے یہاں متداول دینی و علمی مراکز، بڑے بڑے دارالعلوم و جامعات اور تعلیم القرآن کے مدارس جاری کئے گئے، تشنگان دین کے لئے دینی مراکز قائم کئے، مشتاقان معرفت کے لئے علمی چشمے جاری ہوئے، کتب خانے اور مطابع قائم کئے، علمی و دینی کتابوں کے انبار لگ گئے، علوم و معارف کے ذخائر تیار ہو گئے، الغرض سندھ کے صحراؤں میں علم و معرفت کے چشمے پھوٹ پڑے، پنجاب کی وادیوں میں علم و دین کی بہار آگئی، یہ سب کچھ ان غریب مسلمانوں نے کیا جو اپنا مال و متاع لٹا کر یہاں آئے تھے، اگر بھی، کاتھیہ

وزراء اور تجارت و برما کے مسلمان تاجر یہاں نہ پہنچتے تو یہ کارخانے انڈسٹریاں نظر نہ آتیں، اور اگر ارباب علم و دیندار اصحاب ثروت کا طبقہ یہاں نہ پہنچتا تو یہ مدارس و مساجد و معابد یہاں نہ ہوتے۔ ان دیندار اور ارباب خیر مسلمانوں کی وجہ سے آج کراچی میں دو ہزار مسجدیں جدید تعمیر ہوئیں، ان میں ایسی مساجد بھی ہیں جن پر اس اس لاکھ روپیہ خرچ ہوا، اگر یہ اہل علم نہ ہوتے تو اس مغربی پاکستان میں چھوٹے بڑے ایک ہزار مدرسے نہ ہوتے، بلاشبہ پاکستان کی پڑھی لکھی بڑی بڑی دینی مدارس و تعلیم گاہیں ہیں، پاکستان کی روح یہی مسجدیں اور دینی ادارے ہیں، اگر آج مسلمانان پاکستان کی توجہات و کوششیں نہ ہوتیں تو دین کا وہی حشر ہوتا جو اسپین میں ہوا۔

دینی مدارس کو حکومت کی تحویل میں لینے کا منصوبہ

خدارا! بتلایئے کہ کراچی جیسے عظیم شہر میں کتنی مسجدیں ارباب حکومت نے بنائیں؟ کتنی دینی درسگاہیں ہیں جن کو حکومت نے قائم کیا؟ نہ صرف دینی درس گاہیں بلکہ دنیوی تعلیم گاہیں بھی مسلمانوں کی کوششوں کی رہین منت ہیں، کیا حکومت کے قائم کردہ اسکول و مکاتب مسلمان بچوں کی تربیت کے لئے کافی ہو سکتے تھے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ پاکستان کی دنیوی حیات جس طرح مسلمان ارباب تجارت کی سعی بلیغ کا ثمرہ ہے، ٹھیک اسی طرح پاکستان کا دینی و علمی نظام، ارباب دین اور ارباب فکر کی کوششوں کا نتیجہ ہے، اگر حکومت پاکستان کا میزانیہ ان کارخانے والوں کا مرہون منت ہے جو ان کے ٹیکسوں کے ذریعہ پورا ہوتا ہے تو ٹھیک اسی طرح پاکستان کا دینی و علمی وقار ان علماء امت کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے جو بوریوں پر بیٹھ کر معمولی مشاہروں "قوت لایموت" پر گذارہ کر کے اس نظام دین کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

یہ ممکن ہے کہ ان ارباب علم میں کچھ لوگ ایسے بھی شامل ہو گئے ہوں جن کے مقاصد بلند نہ ہوں، اخلاص میں کمی ہو، دنیاوی غراض ان کا مطمح نظر ہوں، لیکن ان کی وجہ سے اس پورے علمی و دینی نظام کو یکسر ختم کرنے کی تدبیر کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ اس میں شک نہیں کہ اس قماش کے لوگ آخرت کے ثواب سے محروم اور دنیاوی اعزاز و احترام سے بھی دامن بچوں گے اور اس کے لئے یہی سزا کافی ہے لیکن ان کے وجود سے بھی خالی از نفع نہیں ہیں، اگر چند کارخانے دار رشوت دے دے کر صنعت کے نظام میں فساد پیدا کر دیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سارا صنعت و حرفت کا نظام ناقص اور بے سود ہے۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ جن اسکولوں، کالجوں اور علمی اداروں کو حکومت نے قومیا کر اپنی تحویل میں لے لیا ہے ان کا کیا حشر ہوا؟ کیا وہ سابقہ معیار قائم رہ سکا؟ جن کارخانوں کو حکومت نے اپنی تحویل میں لیا، کیا ان کی آمدنی اور پیداوار کا توازن قائم رہ سکا؟ نتیجہ یہ ہوا کہ پیداوار میں خسارہ رہا اور حکومت مجبور ہوتی ہے کہ نئے ٹیکس لگا کر اپنے میزانیہ کو پورا کرنے کی تدبیر کرے، فتانہ۔

کبھی کبھی یہ آواز سنائی دیتی ہے کہ دینی مدارس حکومت اپنی تحویل میں لینا چاہتی ہے، کیا حکومت کو اپنے سابق تجربات سے یہ عبرت انگیز نصیحت نہیں ملی کہ ان بوریہ نشینوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دو، اور ان کو نہ چھیڑو، ورنہ اس کے نتائج جہاں پاکستان کے حق میں تباہ کن ہوں گے وہ حکمرانوں کے حق میں بھی نہایت ہی مضر ثابت ہوں گے۔ فواحش منکرات کے روز افزوں تیاہ کن سیلاب کے راستہ میں اگر کچھ روڑے ہیں تو یہی ٹوٹے پھوٹے مدرسے ہیں جن کے ذریعہ ملک کے اندر و باہر دینی وقار قائم ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بوریہ نشین جن کی زندگیاں اسی خدمت کے لئے وقف ہیں وہ ان دینی ورثہ کاہوں کی حفاظت کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

حال ہی میں ملتان میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث ہر مکتب فکر کے ارباب مدارس، اہل علم کا عظیم اجتماع ہوا، اور سب ہی نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ ان دینی مدارس کی ہر قیمت پر حفاظت کی جائے گی اور اگر خدانخواستہ ارباب حکومت نے ناعاقبت اندیشانہ قدم اٹھایا تو اس کی مزاحمت کی جائے گی، اگرچہ ہمیں اطمینان ہے کہ حکومت اپنی سیاسی بصیرت کے پیش نظر ایسے اقدام سے گریز کرے گی۔ متفقہ قرارداد کا متن حسب ذیل ہے:

"یہ اجلاس پورے وثوق کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ اس غیر اسلامی اور غیر جمہوری اقدام کے اصل محرک سوشلسٹ عناصر ہیں، جو یہ چاہتے ہیں کہ دینی مدارس کو اپنی تحویل میں لے کر دینی اقدار اور اسلامی روایات کو ختم کیا جائے، اگر خدانخواستہ ایسا قدم اٹھایا گیا تو ملت اسلامیہ کسی صورت میں اسے کامیاب نہیں ہونے دے گی، اور دینی مدارس کے تقدس، آزادی، وقار اور شاندار روایات کو محفوظ رکھنے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی، ملک کے تمام دینی اداروں کا یہ نمائندہ اجتماع حکومت سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ اگر اس کا ایسا ارادہ ہے تو اسے یکسر ترک کر دیا جائے، اور بلا وجہ فضا کو مکدر نہ کیا جائے، ورنہ اس کے نتائج کی ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔ یہ اجلاس فیصلہ کرتا ہے کہ اس اہم ترین دینی مسئلہ کے بارے میں حکومت کے عزائم کو معلوم کرنے اور اسی مرحلہ پر اس اجتماع کے فیصلہ جذبات و حساسات ارباب اقتدار تک پہنچانے کے لئے ایک نمائندہ وفد ارباب حکومت سے ملاقات کرے گا، دینی مدارس کے تقدس اور آزادی کی حفاظت کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔"

پاکستان میں دین و اسلام کی بقاء دینی مدارس کی مرہون منت ہے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا اور اسلام پر اس کو باقی رکھنا ہے اور حقیقت میں اس کا وجود بھی اسلام سے وابستہ ہے تو مدارس کا یہ دینی نظام اور یہ علمی ادارے اسی طرح باقی رکھنے ہوں گے، اس سے پیشتر دینی علوم کا یہ انتظام اگر ہے دین اور اسلام دشمن حکمرانوں کے ہاتھوں میں چلا جاتا تو اسلام اس ملک سے کبھی کا رخصت ہو جاتا، ملک کے دینی مدارس و علماء ان بے دین حکمرانوں کے عزائم کے سامنے ڈٹ گئے

اور ملک کی دینی حیثیت قدرے باقی رہ گئی۔ سکندر مرزا، غلام محمد، ایوب خان نے پاکستان کا دینی حلیہ بگاڑنے کی کچھ کم کوشش نہیں کی لیکن ان کا حشر کیا ہوا؟ سب کو معلوم ہے۔ ان لوگوں نے ہر الادینی تحریک کی حوصلہ افزائی کی اور ہر دینی تحریک کے کچلنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ان ہی مظلوم ملعون کوششوں کا نتیجہ ہے کہ کراچی میں سمال ٹوکے افتتاح کے موقع پر دو کروڑ کی شراب پی گئی۔ کلبوں کی اندر عریاں ناچ کیا گیا اور دو وحرکتیں کی گئیں کہ انسانیت وحیا کا جنازہ اس ملک سے نکل گیا کیا پاکستان اس کے لئے بنا تھا؟ اگر اس ملک میں قال اللہ وقال الرسول کی یہ صدائیں بلند نہ ہوتیں جن سے کچھ نیکی اور بدی کا توازن قائم ہے تو یہ ملک کبھی کا بیوند زمین ہو گیا ہوتا۔ مسلمان قوم پر من حیث القوم کا فر اندزندگی اور خدا فراموش دنوں کبھی راس نہیں آیا اور اس کا انجام تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہو۔ صرف وزارت امور مذہبی، وزارت حج واوقاف قائم کرنے سے یہ مملکت صحیح معنوں میں اسلامی مملکت نہیں بن سکتی، جب تک کہ اول سے آخر تک تمام نظام اسلامی نہ ہو اور حق تعالیٰ کی حاکمیت کا قدم قدم پر ظہور نہ ہو۔ محاکم عدلیہ کا پورا نظام کتاب وسنت پر مبنی نہ ہو۔ اس ملک کی قسمت پر سوائے اسلام کی قہر کے اور کوئی چیز راس نہیں آسکتی، سوشلزم یا کمیونزم یا چینی ازم کے جو خواب آج ہمارے حکمران دیکھ رہے ہیں وہ سب تباہی و بربادی کے خطرناک راستے ہیں۔ دین سے پہلے اس میں دنیا کی تباہی ہے، بار ہا بینات کے صفحات میں ہم لکھتے رہے ہیں اور آج پھر صاف صاف کہہ دینا چاہتے ہیں کہ اسلامی مدارس کو ختم کرنے کی اسکیم دراصل ملک کو مخصوص الادینی ریاست میں تبدیل کرنے کا اشتراکی وقادیانی منصوبہ ہے جو اس ملک کے لئے تباہی و بربادی کا موجب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس ملک پر رحم فرمائے اور ہمارے حکمرانوں کو صحیح فہم عطا فرمائے اور اس تباہ کن زندگی سے ہمیں نجات عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ سطریں لکھ چکا تھا کہ اخبار جنگ مورخہ ۷ فروری ۱۹۷۵ء میں اسلام آباد کی یہ خبر شائع ہوئی کہ حکومت مذہبی اداروں کو تحویل میں لینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ البتہ حکومت ان مذہبی اداروں کے حسابات کی پڑتال کرے گی۔

بہت اچھا کوئی مضائقہ نہیں کہ حکومت اس امر کی تحقیق کرے کہ آمدنی صحیح خرچ ہو رہی ہے یا نہیں، تاہم اس سلسلہ میں یہ گذارش بیجا نہ ہوگی کہ آج تک مدارس عربیہ یوم الحساب کی جواب دہی کے عقیدے پر چل رہے ہیں، انہیں خود احساس ہے کہ احکم الحاکمین کے دربار میں "آمد وصرف" کا حساب دینا ہوگا۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ جب تک یوم الحساب کے خوف کا احساس پیدا نہ ہو صرف دنیا کے دکھاوے کے لئے دیانت وامانت کا معیار قائم رکھنا مشکل ہے۔ آج کتنے محکمے ہیں جن کے حساب کی پڑتال حکومت کرتی ہے، لیکن ان میں کتنی ہی خیانتیں بھی ہوتی ہیں، بددیانتی بھی ہوتی ہے، گھپلے بھی ہوتے ہیں اور شاطروں نے ان چیزوں کے لئے ایسے ایسے طریقے ایجاد کر رکھے ہیں کہ قانون کی کسی بڑی سے بڑی دقت اور غور وتدبر سے بھی ان کو نہیں دیکھا جا سکتا۔ اب مدارس عربیہ میں اسی تجربہ کو دہرایا جائے گا۔ مدارس عربیہ کا حساب کوئی خفیہ چیز نہیں، ایک کھلی کتاب ہے جسے

حکومت ہی نہیں بلکہ ہر اردنی و اعلی مسلمان جب چاہے بصد شوق دیکھ سکتا ہے:

''آں را کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک''

لیکن مسلمانوں کے وہ اوقاف اور مساجد جو حکومت کے قبضہ میں لے لئے گئے، ان کے بارے میں بھی حکومت نے کبھی قوم کو بتایا کہ ان کا کیا حشر ہے؟ ان کی آمدن مصارف پر خرچ ہو رہی ہے؟ صرف سندھ کے اوقاف کی چھبیس لاکھ سالانہ آمدنی سے کیا کام لیا جاتا ہے؟ اور حکومت اسے کس مصرف پر خرچ کر رہی ہے؟ اصل مقاصد پر کتنا صرف ہوتا ہے اور کتنا کچھ زبانی جمع خرچ اور دفتری نظام کے دیوتا کی نذر ہوتا ہے؟ ان مساجد کا کیا حال ہے جو آج کل حکومت کے ظل عاطفت میں ہیں بہر حال اگر حکومت مدارس عربیہ کے حسابات کا جائزہ لینا چاہتی ہے تو بصد شوق اپنی تسلی فرمائے ''چشم ما روشن دل ما شاد'' مگر عام احساس یہ ہے کہ بعض ارباب رسوخ جن کے نزدیک دین فرسودگی کا نام ہے وہ دینی مراکز کو حکومت کی لونڈی بنا کر اس ملک سے دین و ایمان کا جنازہ نکال دینا چاہتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ تاثر بے چین ملک کے لئے مزید بے چینی کا باعث ہوگا، مدارس عربیہ کسی حکومت کے لئے خطرہ نہیں، البتہ لادینی عناصر (جن میں سوشلسٹ اور قادیانی شامل ہیں) کے لئے ہر وقت خطرہ ہیں اور اسی خطرہ کو ٹالنے کے لئے یہ لوگ دینی مدارس کو قومیانے کے لئے چیخ رہے ہیں۔

[صفر المظفر ۱۳۹۵ھ/مارچ ۱۹۷۵ء]

مدارس عربیہ کے لئے لائحہ عمل (۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۲ رجب ۱۳۶۹ھ

گرامی تا خر مخدوم و محترم مزیدت مفاخرکم العالیۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرصہ گذرا کہ والا نامہ باعث شرف ہوا تھا، مجھے بے حد ندامت اور افسوس اور اپنی تقصیر کا اعتراف ہے کہ جواب میں اتنی شدید تاخیر ہوئی، عمر میں آپ کا یہ پہلا والا نامہ آیا تھا، مجھے فوراً جواب دینے کی کوشش کرنی چاہئے تھی اور شاید میری عمر میں ہی کسی خط کے جواب میں اتنی شدید تاخیر کا یہ پہلا موقعہ ہوگا، بہر حال نادم و مقصر ہوں، لیکن تاخیر دراصل صرف اس لئے ہوئی کہ میں چاہتا تھا کہ تعمیل حکم کے لئے مفصل عریضہ لکھوں اور اس کے لئے فرصت و نشاط کا متلاشی رہا، ایک طرف جامعہ کے سالانہ امتحان کا قرب، کتابوں کے ختم کرانے کی فکر اور دوسری

(۱) حضرت مولانا بنوری رحمہ اللہ نے ایک نہایت قابل احترام بزرگ کے نام مدارس عربیہ کی افادیت کو مزید بڑھانے کے سلسلے میں مندرجہ ذیل گرامی نامہ تحریر فرمایا۔

طرف اور سے مشاغل، پچھ مفید پچھ غیر مفید کاموں کا ہجوم، جمعیت میں نشاط کا فقدان، ان کے علاوہ دوسرے موانع پیش آتے رہے اور نہ آپ کا نامہ کرم جواب طلب خطوط میں سب سے پہلے رکھا تھا، امید ہے کہ میرے ان اعذار کی وجہ سے آپ معاف فرما کر ممنون کرم فرمائیں گے۔ جس وقت آپ کا یہ نصاب مرتب ہو چکا تھا برادرم مولانا سلیم صاحب نے ایک کاپی ارسال کی تھی، اس وقت سرسری سی چھ تریم پیش کی تھی اور ایک مختصر سا میں چند اصولی باتیں پیش کی تھیں، تجویز نصاب کا مسئلہ بے حد اہم اور وقت کا شدید تقاضہ اور بہت ضروری ہے اور جیسا ہو سکے کوشش کر کے طے کرنے کی ضرورت ہے، اتفاق سے مجھے عرصہ سے اس کا احساس اور شغف رہا ہے، لیکن اس ضرورت کے لئے جیسے وسیع و بامغ مخلص حضرات اور تجربہ کار اصحاب جمع ہو کر کوئی خاکہ تیار کریں تو بہتر ہوگا، انفرادی کوشش تو مفید ہو سکتی ہے نہ ماثر، تاہم امت کے قابل قبول نصاب کے بارے میں تو میں بعد میں عرض کروں گا، اور شاید اس مراسلہ میں اس کی نوبت نہ آئے، لیکن میرے خیال میں نصاب سے زیادہ اہم چند باتیں ہیں جو کہ میں نصاب کے لئے اصول موضوعہ کا کام دیتی ہیں، اس لئے عرض کرتا ہوں اور یہ مقصد نہیں کہ ہر ہر نصاب سے بیشتر تھا نہیں ہیں لیکن شاید زیادہ توجہ نہ ہو یا کم از کم اس طرف ذہن منتقل کرنے کے لئے میں عرض کر دیتا ہوں۔

① نصاب کوئی بھی ہو لیکن اساتذہ کے انتخاب میں زیادہ غور کی ضرورت ہے، اس کے لئے مندرجہ ذیل امور کا لحاظ ضروری ہے:

(الف) مفوضہ کتابوں کی تدریس میں اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتے ہوں جس کا حاصل یہ ہے کہ استعداد بہت اعلیٰ ہو۔

(ب) مخلص ہوں اور دل سے چاہیں کہ طلبہ کو نفع پہنچے۔

(ج) جن علوم کو پڑھاتے ہوں ان سے شغف و علمی مناسبت ہو اور غرض یہ کہ محض وقت گذاری یا معاش کی ضرورت کو پورا کرنا مقصد نہ ہو، استعداد، اخلاص، شوق و مناسبت یہ تین باتیں مدرسین کے لئے معیار انتخاب ہوں۔

② طلبہ کی نے آسائش و راحت کا پورا خیال رکھا جائے، اگر مدرسہ میں سہولت کے لئے وسعت اور راحت کا انتظام نہ ہو تو میں رکھے جائیں لیکن ان کی عملی نگرانی بہت سخت کی جائے، درسوں میں حاضری، راحت کا مطالعہ، امتحانات میں نہایت سختی کی جائے اور تساہل نہ کیا جائے، مثلاً اگر سب ماہی میں فیل ہوئے تو شش ماہی سے تخلیہ کی جائے، اگر ششماہی میں فیل ہوئے تو سالانہ امتحان میں نہ لیا جائے گا، اس میں ذرا بھی رعایت نہ کی جائے کہ یہی مراعات کا قاتل ہے۔

③ اساتذہ کو کتابیں پڑھانے کے لئے دی جائیں کہ آسانی سے ان کا مطالعہ کر سکیں اور ان کے متعلقات کو دیکھ سکیں اور ان کو صرف اس کتاب کے حواشی اور شرح پر کفایت نہ کرنی چاہیے بلکہ فن کی اعلیٰ کتابیں پیش نظر رکھنی چاہئیں۔

⑭ ہر درجہ کے مناسب طلبہ کو بھی مطالعہ کے لئے کتابیں دینی چاہئیں اور ان میں امتحان ضروری ہو، یعنی بغیر تدریس کے صرف مطالعہ سے وہ ان کتابوں پر عبور حاصل کریں اور امتحان دیں۔

⑮ طلبہ کی اخلاقی نگرانی بہت شدید ہونی چاہیے، اسلامی حلیہ اور دینی وضع میں کوئی مسامحت برداشت نہیں کی جاسکتی، بلکہ نئی مختی برداشت کیا جائے اور ان کو مستعد آزاد کو نہ رکھا جائے، مدرسہ میں قواعد و ضوابط ایسے ہوں کہ نماز کی پابندی اور لباس و پوشاک میں بھی وضع کی حفاظت ملحوظ ہو۔

⑯ مسابقت کے امتحانات مقرر ہوں، نیز ہر سہ ماہی، ششماہی امتحانات میں طلبہ کی اعلیٰ کامیابی پر وظیفہ دینا چاہیے۔

⑰ ہر سال امتحانات میں ایک پرچہ امتحان کا محض عام استعداد و قابلیت کا رکھنا چاہیے جس کا کسی خاص کتاب سے تعلق نہ ہو، یہاں اس درجہ کی اہمیت ضروری ہے۔

⑱ عربی بولنے کی قابلیت مقاصد میں شامل کرنی چاہیے، تین سال کے بعد تدریس کی زبان عربی ہونی چاہیے۔

⑲ عربی ادب پر خاص معیار سے توجہ دینی ہوگی، تقریر و تحریر کی تربیت دی جائے اور اس کے لئے بہت تفصیل طلب اور مہتمبہات کی حاجت ہے جو بعد میں عرض کروں گا۔

⑳ ہر زمانہ کا ایک فن ہوتا ہے اس زمانہ کا مخصوص فن تاریخ و ادب ہے اس پر توجہ زیادہ کرنی ہوگی۔

㉑ قرآن کریم کا ترجمہ ابتدا سے شروع کرنا چاہیے اور تین چار سال میں ختم کرنا چاہیے، بغیر کسی تفسیر کے محض ترجمہ ابتدا میں زیر درس ہونا چاہیے اور قابلیت بڑھانے کے لئے مخصوص اجزاء اور سورتوں کا انتخاب کرنا چاہیے اور فنی و ادبی تحقیق کے ساتھ پڑھانا چاہیے۔

㉒ طلبہ کے مطالعہ کے لئے ایک دار المطالعہ مخصوص ہو ان کے لئے مفید کتابیں اور عربی مجلات و جرائد رکھنے چاہئیں۔

㉓ مدرسہ کے سالانہ بجٹ میں ایک رقم مستقل بسلسلہ اصلاح نصاب اور تبدیل کتب علیحدہ کرنا ضروری ہو، یہ اس لئے کہ نصاب کی مشکلات میں سب سے زیادہ مشکل مرحلہ ہمارے غریب مدارس کے لئے قلت سرمایہ کا ہے۔

㉔ تین نصابوں کی ضرورت ہے:

(الف) ایک سہ سالہ نصاب: جس میں فقط قرآن و حدیث، تاریخ، صرف و نحو، معانی، ادب، عقائد اور فرائض شامل ہوں تاکہ جو شخص صرف اپنی ضرورت کے لئے عالم بننا چاہتا ہو، وہ بھی حاصل کر سکے، تعلیم و تدریس کو پیشہ نہیں بنانا چاہتا ہو، بلکہ تجارت وغیرہ میں زندگی بسر کرنا چاہتا ہو۔

(ب) مدرس و عالم بننے کے لئے نصاب زیادہ سے زیادہ ہشت سالہ ہو۔

(ج) تیسرا نصاب درجہ تکمیل کا ہے، ایک سال کا اور دو سال کا، اس میں مفتی، محدث، ادیب، مؤرخ

وغیرہ اسی قسم کے چند شعبے ہوں۔

حاصل یہ ہے کہ نصاب خواہ کوئی بھی ہو لیکن اگر ان امور کی رعایت کی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ مسائل حل ہو جائیں گے۔

طلبہ میں تکثیر سواد کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، بلکہ معیار انتخاب کے مطابق کوشش کرنی چاہیے، چاہے جتنے بھی کم ہوں، جو طلبہ ذہین و ذکی اور مستعد ہوں، ان کی ترغیب اور حوصلہ افزائی کے لئے مختلف وجوہ کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوگا، مثلاً مخصوص وظیفہ جاری کرنا، درجہ تکمیل میں جانے کی ترغیب دینا، بلکہ درجہ تکمیل میں باقاعدہ ایک وظیفہ دیا جانا جو ضروریات زندگی کے لئے کفایت کرے، ایک اہم بات جو حسن تعلیم میں ضروری ہے اسے کبھی بھول نہ جانا چاہیے کہ ابتدائی تین تین سال استاذ کے پاس ہوں، مثلاً ہر بڑے استاذ کو ایک چھوٹی کتاب دی جائے اس میں طرفین کا فائدہ ہوگا، طلبہ کو تجربہ کار استاذ سے استفادہ کا موقع ملے گا اور مدرس کا کام سابقہ ہو جائے گا بجائے ایک بڑی کتاب کے چھوٹی کتاب ہوگی جس میں اسے زیادہ دماغ سوزی نہیں کرنی پڑے گی اور جب مدرس مخلص ہوگا تو یہ سوال پیدا نہیں ہو سکتا کہ بڑی کتابیں پڑھانے والا چھوٹی کتابیں پڑھانا اپنی توہین سمجھے۔

نصاب کے بارے میں ایک چیز قابل گذارش ہے کہ موجودہ نصاب میں سوائے چند کتابوں کے کوئی ایسی کتاب نہیں جس سے بہتر قدماء کی عمدہ تالیفات بدل سکتی ہوں۔

نصاب کی ترمیم میں یہ بات پیش نظر رکھنا بے حد ضروری ہے کہ کتابیں ایسی داخل درس ہوں جن میں کتاب کی لفظی بحثیں کم ہوں اور مصنف کے الفاظ کے مطالب بیان کرنے میں وقت زیادہ صرف نہ ہو، مثلاً اگر اختصار شدید سے کام لے کر خرچ کیا گیا لیکن تفہیم میں دماغ اور وقت کتنا زیادہ لگا، اتنا وقت اگر غلط مسائل پر خرچ ہوگا تو زیادہ بہتر ہوگا، علاوہ بریں مختصرات مختلفہ سے کبھی حاصل نہیں ہو سکتی، زیادہ تر کوشش اس کی ہونی چاہیے کہ تفہیم مقاصد و مسائل میں پورا اشراح حاصل ہو، اگرچہ جزئیات کا استیعاب نہ ہو سکے، بعض متون درسیہ میں اگرچہ استقصاء مسائل زیادہ ہے لیکن پہلا مقصد حاصل نہیں ہوتا اور وہ زیادہ ضروری ہے۔ رہا معاشیات و اقتصادیات و سیاسیات کا داخل نصاب ہونا تو یہ مرحلہ اتنا مشکل نہیں، امت کو اس کی اتنی ضرورت بھی نہیں کیونکہ اس کے لئے بہت مل جاتے ہیں، مشکل تو "رسوخ فی العلم" ہے، ہمیں صحیح العلم، راسخ العلم، ذکی اور مخلص علماء تیار کرنے ہیں، یہ چیزیں حاصل کی جا سکتی ہیں بآسانی بعد فراغ حاصل کی جا سکتی ہیں۔

یہ چند باتیں اس وقت مختصر فرصت میں نہایت اشتغال و ارتجال کے ساتھ پیش کر رہا ہوں، امید ہے کہ مزاج گرامی بخیریت ہوں گے۔ والسلام۔ فقیر محمد

| ذوالحجہ ۸۹ ۱۳ھ

دینی مدارس کے علماء وطلباء کے لئے لمحہ فکریہ

بلاشبہ دینی مدارس کا وجود سراپا خیر و برکت اور ان کا منصب تعلیم و تعلم نہایت ہی اونچا اور لائق فخر ہے، یہ دینی مدارس انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی وراثت کے امین، شریعت الٰہی کے محافظ اور امت محمدیہ کے معلم ہیں، قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں دین کی تعلیم و تعلم کے جو فضائل آئے ہیں ان سے کسی کو انکار کی مجال نہیں، لیکن یہ منصب جتنا عالی ہے اس کی قیمت بھی اتنی ہی اونچی ہے، اور وہ صرف رضاء الٰہی اور نعیم جنت ہی ہوسکتی ہے، اگر اس گوہر بے بہا کی قیمت متاع دنیا کو ٹھہرالیا جائے تو اس سے بڑھ کر کوتاہ نظری اور کیا ہوسکتی ہے؟ حدیث میں صاف وصریح وعید وارد ہے کہ:

"من تعلم علما مما يبتغى به وجه الله لايتعلمه الا ليصيب به عرضاً من الدنيا لم يجد عرف الجنة" (۱)

(مسند احمد، ابو داؤد، ابن ماجه عن ابی هريرة رضی الله عنه)

یعنی جس نے وہ علم حاصل کیا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوسکتی ہے مگر وہ اس کو صرف متاع دنیا کے لئے حاصل کرتا ہے تو اس کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی۔ سنا ہے کہ حضرت فقیہ عصر محدث وقت عارف باللہ مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے خواب بیان کیا کہ درس گاہ کی تپائیوں کے سامنے طلبہ کے بجائے بیل بیٹھے ہیں، فرمایا: انا للہ، اب لوگ علم دین کو پیٹ کے لئے پڑھنے لگے۔

ہمارے اکابر کے لئے علم و تدریس، تصنیف و تالیف، دعوت وارشاد اور امامت وخطابت کے مشاغل کبھی شکم پروری اور جاہ طلبی کا ذریعہ نہیں رہے، بلکہ یہ خالص دینی مناصب تھے اور بزرگوں کے اخلاص وتقویٰ، خلوص وللّٰہیت، ذکر و شغل اور اتباع سنت نے ان مناصب کے وقار کو اور بھی چار چاند لگا رکھے تھے، لیکن افسوس ہے کہ کچھ عرصہ سے دینی مدارس کی روح رواں بدن مضمحل ہوتی جارہی ہے، اساتذہ وطلبہ میں شب خیزی، ذکر و تلاوت، زہد وقناعت، اخلاص وللّٰہیت اور محنت وجانفشانی کی فضا ختم ہورہی ہے، نماز فجر کے بعد تلاوت قرآن کریم کی جگہ عام طور پر اخبار بینی لے رہی ہے، ریڈیو اور ٹی وی جیسی منحوس چیزیں جدید تمدن نے گھر گھر پہنچادی ہیں اور ہمارے دینی قلعے، دینی مدارس بھی ان وباؤں سے متاثر ہورہے ہیں، یہ وہ دردناک صورت حال ہے جس نے ارباب بصیرت، اہل دل کو بے چین کر رکھا ہے، ہمارے مخدوم گرامی منزلت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی — متع

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی طلب العلم لغیر اللہ، ج: ۲ ص: ۵۱۵، ط: حقانیہ۔
سنن ابن ماجة، المقدمة، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، ص: ۲۲، ط: قدیمی۔
مسند احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة، ج: ۲ ص: ۳۳۸، ط: مؤسسة قرطبة القاهرة۔

اللہ الامۃ بحیاتہم الطیبۃ المبارکۃ۔ نے اسی تاثر کی وجہ سے راقم الحروف کے نام ایک مفصل والا نامہ تحریر فرمایا ہے۔ ارباب مدارس کی توجہ اور اصلاح کے لئے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ارباب مدارس کے لئے وسیلۂ عبرت و نصیحت اور توجہ بنائے، آمین۔

مکتوب مبارک

مدارس کے روز افزوں فتن، طلبہ کی دین سے بے رغبتی و بے توجہی اور انتظامات میں دشواریوں کے متعلق کئی سال سے میرے ذہن میں یہ ہے کہ مدارس میں ذکر اللہ کی بہت کمی ہوتی جارہی ہے، بلکہ قریباً یہ سلسلہ معدوم ہو چکا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ بعض میں تو اس باب سے تنفر کی صورت دیکھتا ہوں جو میرے نزدیک بہت خطرناک ہے۔ ہندوستان کے مشہور مدارس دارالعلوم، مظاہر العلوم، شاہی مسجد مراد آباد وغیرہ کی ابتداء جن اکابر نے کی تھی وہ سلوک کے بھی امام الائمہ تھے، انہی کی برکات سے یہ مدارس ساری مخالف ہواؤں کے باوجود اب تک چل رہے ہیں۔

اس مضمون کو کئی سال سے اہل مدارس منتظمین اور اکابرین کی خدمت میں تقریر اور تحریر اکہتا اور لکھتا رہا ہوں، میرا خیال یہ ہے کہ آپ جیسے حضرات اس کی طرف توجہ فرمادیں تو زیادہ مؤثر اور مفید ہوگا، مظاہر العلوم میں تو میں کسی درجہ میں اپنے ارادہ میں کامیاب ہوں اور دارالعلوم کے متعلق جناب الحاج مولانا قاری محمد طیب صاحب سے عرض کر چکا ہوں اور بھی اپنے سے تعلق رکھنے والے اہل مدارس سے عرض کرتا رہتا ہوں۔ روز افزوں فتنوں سے مدارس کے بچاؤ کے لئے ضروری ہے کہ مدارس میں ذکر اللہ کی فضا قائم کی جائے، شر و فتن اور تباہی و بربادی سے حفاظت کی تدبیر ذکر اللہ کی کثرت ہے، جب اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا کوئی نہ رہے گا تو دنیا ختم ہو جائے گی، جب اللہ تعالیٰ کے پاک نام میں اتنی قوت ہے کہ ساری دنیا کا وجود اس سے قائم ہے تو مدارس کا وجود تو ساری دنیا کے مقابلہ میں دریا کے مقابلہ میں ایک قطرہ بھی نہیں، اللہ تعالیٰ کے پاک نام کی برکت و تحفظ میں جتنا داخل ہوگا ظاہر ہے۔

اکابر کے زمانہ میں ہمارے ان جملہ مدارس میں اصحاب نسبت اور ذاکرین کی جتنی کثرت رہی ہے وہ آپ سے بھی مخفی نہیں اور اب اس میں جتنی کمی ہوگئی وہ بھی ظاہر ہے، بلکہ اگر یوں کہوں کہ اس پاک نام کے مخالف حیلوں اور بہانوں سے مدارس میں داخل ہوتے جارہے ہیں تو میرے تجربہ میں تو غلط نہیں، اس لئے میری تمنا ہے کہ ہر مدرسہ میں کچھ ذاکرین کی تعداد ضرور ہوا کرے۔

طلبہ کے ذاکر کرنے کے تو ہمارے اکابر بھی خلاف رہے ہیں اور میں بھی موافق نہیں لیکن منتہی طلبہ یا فارغ التحصیل یا اپنے سے یا اپنے اکابرین سے تعلق رکھنے والے ذاکرین کی کچھ مقدار مدارس میں رہا کرے اور مدرسہ ان کے قیام کا کوئی انتظام کر دیا کرے، مدرسہ پر طعام کا بار ڈالنا تو مجھے بھی روا نہیں، طعام کا انتظام تو مدرسہ کے اکابر میں سے کوئی شخص ایک یا دو اپنے ذمہ لے لے یا باہر سے مخلص دوستوں میں سے کسی کو متوجہ کرے ایک

ایک ذکر کرنے والے کا کھانا کسی کے ذمہ کر دیا جائے، جیسا کہ ابتداء میں مدارس کے طلبہ کا انتظام اسی طرح ہوتا تھا، البتہ اہل مدارس ان کے قیام کی کوئی صورت اپنے ذمہ لے لیں جو مدرسہ ہی میں ہو، اور ذکر کے لئے کوئی ایسی مناسب جگہ تشکیل کریں کہ دوسرے طلبہ کا کوئی حرج نہ ہو، نہ سونے والوں کا، نہ مطالعہ کرنے والوں کا۔

جب تک اس ناکارہ کا قیام سہارن پور میں رہا تو اپنے دوست بکثرت رہتے تھے جو میرے مہمان ہوکر، ان کے کھانے پینے کے انتظام تو میرے ذمہ تھا، لیکن قیام اہل مدرسہ کی جانب سے مدرسہ کے مہمان خانہ میں ہوتا تھا، اور وہ برتے سہتے رہتے تھے، صبح کی نماز کے بعد میرے مکان پر ان کے ذکر کا سلسلہ ایک گھنٹہ تک ضرور رہتا تھا، اور میری غیبت کے زمانہ میں بھی سنتا ہوں کہ عزیز علمی کی کوشش سے ذاکرین کی وہ متعدد اگرچہ نہ ہو مگر ۲۰، ۲۵ کی مقدار روز نہ ہو جاتی ہے، میرے زمانہ میں تو سوا سو تک پہنچ جاتی تھی اور جمعہ کے دن عصر کے بعد مدرسہ کی مسجد میں تو دو سو سے زیادہ کی مقدار ہو جاتی تھی اور غیبت کے زمانہ میں بھی سنتا ہوں کہ ۵۰، ۶۰ کی تعداد عصر کے بعد ہو جاتی ہے، ان میں باہر کے مہمان جو ہوتے ہیں وہ دس بارہ تک تو اکثر ہو ہی جاتے ہیں، عزیز مولوی نصیر الدین سلمہ اللہ تعالیٰ اس کو بہت جزائے خیر دے ان لوگوں کے کھانے کا انتظام میرے کتب خانہ سے کرتے رہتے ہیں، اسی طرح میری تمنا ہے کہ ہر مدرسہ میں دو چار ذاکرین ضرور مستقل رہیں، داخلی اور خارجی فتنوں سے بہت امن کی امید ہے، ورنہ مدارس میں جو داخلی اور خارجی فتنے بڑھتے جا رہے ہیں اکابر کے زمانہ میں جتنا جمع ہوتا جائے گا اس میں اضافہ ہی ہوگا۔

اس ناکارہ کو نہ تحریر کی عادت، نہ تقریر کی، آپ جیسا یا مفتی محمد شفیع صاحب جیسا کوئی شخص میرے اس مافی الضمیر کو زیادہ وضاحت سے لکھتا تو شاید اہل مدارس پر اس مضمون کی اہمیت زیادہ واضح ہو جاتی، اس ناکارہ کے رسالہ "فضائل ذکر" میں حافظ ابن قیم کی کتاب "الوابل الصیب" سے ذکر کے سو کے قریب فوائد نقل کئے ہیں، جن میں شیطان سے حفاظت کی بہت سی وجوہ ذکر کی گئی ہیں، شیطانی اثر ہی سارے فتنوں اور فساد کی جڑ ہیں، فضائل ذکر سے یہ مضمون اگر جناب سن لیں تو میرے مضمون بالا کی تقویت ہوگی، اس کے بعد میرا مضمون تو اس قابل نہیں جو اہل مدارس پر کچھ اثر انداز ہو سکے، آپ میری درخواست کو زور دار الفاظ میں نقل کرا کر اپنی یا میری طرف سے بھیج دیں تو شاید کسی پر اثر ہو جائے۔

دارالعلوم، مظاہر علوم اور شاہی مسجد کے ابتدائی حالات آپ کو مجھ سے زیادہ معلوم ہیں کہ کن صاحب نسبت اصحاب ذکر کے ہاتھوں ہوئی ہے انہی کی برکات سے یہ مدارس اب تک چل رہے ہیں، یہ ناکارہ دعاؤں کا بہت محتاج ہے، بالخصوص حسن خاتمہ کا کہ گور میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ بقلم حبیب اللہ

۳۰ نومبر ۷۵ء، والسلام مکہ المکرمہ

جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں "التخصص فی الفقہ الاسلامی" کا اجراء

علوم خواہ شرعیہ ہوں یا عقلیہ، دینیہ ہوں یا دنیویہ، ان کی وسعت وہمہ گیری کا علوم مسلم ہے، ایک طرف تو یہ صورت حال اور دوسری طرف طبائع کی آسمانی پسندی اور جفاکشی وہمت سے گریز پھر جدید دنیا کے تمدن کی وجہ سے یکسوئی خاطر ناممکن، اس لئے موجودہ صورت حال کے پیش نظر کسی شخص کا تمام علوم میں تبحر وسیع النظر ہونا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، پھر اس پر مستزاد اذواق کا اختلاف، کسی کو حدیث سے مناسبت کسی کو فقہ سے ذوق، کسی کو معقول سے دلچسپی، کسی کو ادبی علوم سے لگاؤ، اور تفاوت عقول وادراک وفہم کے مدارک کا اختلاف بھی ضروری ہے، قدماء امت میں بھی علوم کے متخصصین ہوتے تھے، سیبویہ اگر عربیت میں امام ہے تو فقہ واصول میں حفص کتب، عبداللہ بن مبارک اگر بلاغت کا امام ہے تو علوم حدیث میں صفر، بہت کم افراد ایسے ملتے ہیں جو ہر علم میں امامت کے درجہ پر فائز ہوں، ان وجوہ کے پیش نظر عرصہ سے یہ آواز برابر لگ رہی تھی کہ ضروری علوم کے بعد یہ ضروری ہے کہ مختلف فنون میں تخصص کے درجات جاری کئے جائیں، چنانچہ دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار کے سالنامہ بینات وعوۃ الحق میں آج سے اٹھارہ سال قبل اس کی تفصیل عرض کی تھی، خوشی ہے کہ وہ صدا بصحرا ثابت نہیں ہوئی اور یہ معہد اسلامیہ بہاول پور میں جو محکمہ اوقاف کی جامعہ ہے ان تخصصات کے جاری کرنے کا اعلان کر دیا گیا تھا، لیکن اساتذہ وطلبہ کے فقدان سے وہاں معیار مطلوب قائم نہیں ہو سکا، چند سال سے مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں التخصص فی الحدیث کا اجراء ہو چکا ہے اور الحمد للہ کہ توقع سے بالاتر اس کے ثمرات ظاہر ہو رہے ہیں، وہ سال سے التخصص فی الفقہ الاسلامی کے اجراء کا ارادہ ہوتا رہا لیکن جس انداز سے کام کرنا پیش نظر تھا اس کے لئے کوئی متخصص فی الفقہ عالم فارغ نہ تھا جس کی نگرانی میں کام کیا جائے، اس سال سابق اساتذہ میں مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی کی نگرانی وتربیت میں اس شعبہ کے اجراء کا فیصلہ اساتذہ کے جلسۂ شوریٰ میں ہو چکا تھا اس کے بعد ماہنامہ دار العلوم کراچی البلاغ میں یہ خوشخبری بھی پڑھی کہ حضرت مفتی مولانا محمد شفیع صاحب کی نگرانی میں دار العلوم کراچی میں یہ شعبہ جاری ہو رہا ہے۔ "اللھم زد فزد" بہت اچھا ہوا خدا کرے کہ بقیہ ارباب مدارس علمیہ دینیہ کو بھی توجہ ہو، اور وہ بھی اپنی اپنی استعداد کے مطابق یہ سلسلہ جاری کریں، التخصص فی الفقہ کے لئے اس معیار پر داخلہ ہوگا جس پر التخصص فی الحدیث کے لئے ہوا ہے، مدت دو سال، وظیفہ ماہانہ ۲۰۰ روپے، کام ۱۲ گھنٹہ کرنا ضروری ہوگا، کتب فقہ، اصول فقہ اور اس کے متعلقات کا مطالعہ کرایا جائے گا جو کم از کم بیس جزء ضخیم ہوگا، مقالات لکھوائے جائیں گے، قضاء وافتاء کی تمرین کرائی جائیگی، بہت معتد بہ تعداد یہ کرائے جائیں گے، اس کی تفصیلات بینات کے کسی آئندہ شمارے میں پیش کی جائیں گی، انشاء اللہ داخلہ ۱۵ شوال سے ہوگا۔

[رمضان ۱۳۸۸ھ]

دارالتصنیف سے حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب کا انسلاک

مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں کچھ عرصہ سے باضابطہ اور مستقل طور پر دارالتصنیف کا شعبہ قائم کیا گیا ہے، جس کا بنیادی مقصد دین اور علم دین کی اس انداز سے خدمت کرنا ہے جس کے ذریعہ عصری، دینی وعلمی تقاضے پورے ہو سکیں، جس طرح تدریس کے ذریعہ علوم دینیہ اسلامیہ عربیہ سے ایک صالح عالم عنصر تیار کرنا مقصود ہے، اسی طرح تصنیف وتالیف کے ذریعہ جدید نسل کی ذہنی اور دینی تربیت مقصود ہے، اس مقصد کے پیش نظر اس شعبہ کی صحیح خدمت کے لئے ایک ایسی شخصیت کی بھی ضرورت تھی جو بیک وقت عربی، اردو، انگریزی تینوں زبانوں کا صاحب علم ادیب ہو، عرصہ سے یہ آرزو تھی، الحمد للہ کہ یہ آرزو پوری ہوگئی اور حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی جو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے شیخ الحدیث اور مہتمم تھے وہ تشریف لائے اور اس شعبہ میں ہمارے رفیق کار بن گئے، موصوف الحمد للہ تینوں زبانوں میں مصنف ہیں اور پختہ کار، کہن مشق فاضل ہیں، علم وعمل، سیرت وصورت سب میں ممتاز اور حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ کے سلسلہ سے وابستہ ہیں، سنجیدہ، مفکر سیاست دان، عالم دین ہیں، زیادہ لکھنے سے قلم اس لئے رک رہا ہے کہ اب وہ ہمارے رفیق کار ہیں بضرورت یہ چند کلمے لکھنے پڑے ہیں، اس وقت علاوہ تصنیف وتالیف کے مولانا موصوف کو فقہ اسلامی کے تخصص کے طلبہ ورفقاء کی تربیت سپرد کر دی گئی ہے تاکہ مدرسہ سے بھی رابطہ قائم رہے، توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہت جلد ان کے افادات قلمیہ کے جواہر ریزے امت کے سامنے پیش ہوں گے، حق تعالیٰ ہم سب کو اخلاق وحسن نیت اور صحیح جد وجہد کی توفیق عطا فرمائے۔ اس وقت اس شعبہ تصنیف میں احادیث نبویہ پر متعدد وجہات سے ٹھوس علمی کام ہو رہے ہیں، ان کی تفصیلات امت کے سامنے لانا یہ ہمارے مزاج کے خلاف ہے، حق تعالیٰ قبول فرمائے اور امت محمدیہ کو نفع پہنچائے، یہ تمام اشارات ارباب بصیرت کے لئے ان شاء اللہ کافی ہیں، ہماری آرزو یہ ہے کہ جو کام اس وقت کہیں نہ ہو رہا ہو وہ یہاں سے ہو جائے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

[ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ/فروری ۱۹۷۱ء]

مدرسہ عربیہ اسلامیہ کی تاسیس وابتداء اور ارتقائی مراحل

مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی کی ابتداء درجہ تکمیل سے کی گئی تھی، کچھ تو وسائل پیش نظر نہیں تھے اور کچھ اس لئے کہ ملک کے طول وعرض میں دینی درس گاہیں بکثرت موجود ہیں، ہمیں اس چیز کی طرف توجہ کرنی چاہئے جس کی شدید ضرورت ہے مگر اس کی طرف کسی کی توجہ نہیں ہے، اس لئے یہی اعلان کیا گیا کہ فارغ التحصیل مستند درس گاہوں کے سند یافتہ حضرات کے لئے حسب ذیل مضامین کا اجرا ہوگا:

الف۔ ۔۔۔ قرآن اور حدیث کا آپس کا رشتہ

ب۔ ۔۔۔ علمی نظریاتی کانفرنس کا مقصد اور اس کے کام

ج۔ ۔۔۔ کانفرنس میں پڑھے جانے والے مقالات کا جائزہ

د۔ ۔۔۔ کانفرنس کے مقالات پر تبصرہ اور ان کی افادیت

ہ۔ ۔۔۔ کانفرنس کے مقالات کی روشنی میں اردو میں حدیث کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں کا جائزہ

و۔ ۔۔۔ کانفرنس کے مقالات کا اردو کی دینی اصطلاح کی تاریخ اور لغات کا مرتب کرنے کی ضرورت اور اہمیت کے لحاظ سے جائزہ

ز۔ ۔۔۔ کانفرنس کے مقالات کی تدوین اور اشاعت کے مصارف کا تخمینہ

ح۔ ۔۔۔ کانفرنس کے مقالات کی روشنی میں برصغیر کے مسلمانوں کی تاریخ اور تہذیب کی اردو میں تحقیق کی ضرورت

اعلان کیا گیا اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے ملک کے طول و عرض سے مختلف علوم کے ماہرین کو مدعو کیا گیا۔ ان میں سے بعض حضرات نے تو اپنے مقالات بھیج دیے اور بعض نے کانفرنس کے موقع پر پڑھنے کا وعدہ کیا۔ کانفرنس کے انعقاد کے لیے ۲۵ دسمبر کی تاریخ مقرر کی گئی تھی۔ اس موقع تک بعض مقالات موصول نہ ہو سکے تھے اس لیے کانفرنس کا انعقاد ۲۶ دسمبر تک ملتوی کر دیا گیا۔ پھر بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر کانفرنس کا انعقاد ۲۷ دسمبر تک ملتوی کرنا پڑا۔ ان تاریخوں میں کانفرنس کے انعقاد کی وجہ سے بعض مقالات کے لکھنے والوں کو اپنے مقالات کے موضوع کا انتخاب کرنے میں بڑی دقت پیش آئی۔ کانفرنس کے منتظمین نے اپنی طرف سے کانفرنس کا موضوع تجویز کیا تھا:

الف۔ ۔۔۔ قرآن و حدیث کے مطالعہ سے ہمیں اپنی دینی و ملی زندگی کے بارے میں کیا رہنمائی ملتی ہے۔

ب۔ ۔۔۔ اپنی زبان سے ہونے والے علمی کام کی ضرورت اور اہمیت۔

ج۔ ۔۔۔ اسلامی تاریخ کے بعض اہم ادوار کی سیرت اور کردار پر تحقیقی کام کی ضرورت۔

د۔ ۔۔۔ مختلف علوم و فنون میں اسلامی اصطلاحوں کا مفہوم متعین کرنے کی ضرورت۔

ہ۔ ۔۔۔ اسلامی علوم کی تدریس۔

بایں طور کہ اسلامی علوم کا مطالعہ اپنی ذات کے لیے یا علمی تحقیق کی خاطر نہ کیا جائے بلکہ ان پر غور کرنے سے ہمیں جو رہنمائی ملتی ہے اس کو عمل میں لایا جائے۔ اس کانفرنس کو بھی ہمارے دوسرے قومی اداروں کی طرح سیاسیات اور علمی مسائل سے دور رکھنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس کے باوجود بعض حلقوں نے اس کانفرنس کی مخالفت کی۔ ان کا خیال تھا کہ کانفرنس کے منتظمین کا مقصد حدیث کے مروجہ مسلک کو فروغ دینا ہے۔ اس لیے کانفرنس کے انعقاد کی مخالفت کی جائے۔ ان حضرات نے کانفرنس کے منتظمین کو دھمکیاں بھی دیں۔ ان کی تفصیل کا اب یہ موقع نہیں۔ ان کے باوجود کانفرنس کا انعقاد ہوا اور اس نے پانچ سال بعد اگلی کانفرنس کی تاریخ مقرر کر دی گئی اور

"التخصص فی علوم القرآن ومشکلاتہ" اور "التخصص فی الکلام الجدید والعقیدۃ الجدیدۃ" اور "التخصص فی تاریخ الاسلام" وغیرہ کا افتتاح ہوگا۔ اس آخری تخصص کے ذیل میں مستشرقین نے اسلام کی تاریخ کو جس طرح مسخ کیا ہے اس کی تنقید واصلاح بھی ہوگی۔ ظاہر ہے کہ ہمارے وسائل محدود ہیں اور رجال کار مفقود۔ یہ آسان نہیں کہ ایک ہی دفعہ تمام درجات کھولے جائیں۔ اس لئے آہستہ آہستہ اپنی قدرت وامکانیات کے پیش نظر آگے کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں۔ ہماری آرزو تھی کہ قاہرہ جو اسلامی ملکوں میں علوم اسلامیہ کی خدمت میں مرکزیت حاصل کر چکا ہے، وہاں جا کر جدید نظام تعلیم "الدراسات العلیا" اور "التخصصات" کے جدید نظاموں سے واقفیت حاصل کی جائے، حسن اتفاق سے "المجلس الاعلی للشئون الاسلامیۃ" کے الامین العام یعنی امور اسلامیہ مذہبیہ کے ڈائرکٹر جنرل سید محمد توفیق عویضہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ تشریف لائے ان کے ساتھ دس حضرات رفقاء کرام تھے، جن میں علی لکاشف مصری سفیر وغیرہ واہم شخصیتیں تھیں، ہماری خدمت اور اعلی نظام سے بے حد متاثر ہوئے اور انہوں نے ہر قسم کے تعاون کا وعدہ فرمایا جو پورا کر رہے ہیں، اس ذیل میں پانچ وظیفے ڈاکٹریٹ کے منظور فرمائے اور فوراً مکمت بھیج کر بطور مہمان خصوصی قاہرہ آنے کی دعوت دی، ورساتھ ہی ہمارے رفیق گرامی مولانا عبدالرزاق صاحب ہزاروی جو مدرسہ کے استاذ اور جامعہ اسلامیہ مدینہ کے ممتاز سند یافتہ تھے اور عربی ادب میں مؤلف اور مدرس تھے، ڈاکٹریٹ کے لئے ان کا انتخاب کیا وہ بھی ساتھ تشریف لے گئے، موصوف کی دعوت اور تعاون پر ہم دونوں قاہرہ پہنچ گئے، برادرم محترم مولانا عبدالرزاق صاحب نے وہیں حسب ذیل مضمون پر ڈاکٹریٹ کے لئے جامعہ قاہرہ میں داخلہ لیا اور الحمدللہ کامیاب ہو کر واپس آگئے، جن کے ذریعہ ہم اپنے تخصصات کو جدید باقاعدہ نظام کے سانچے میں ڈھال سکیں گے برادر موصوف کی روانگی سے قبل تار ملا اور پھر ایک مکتوب ملا تھا، نامناسب نہ ہوگا اگر ہم ذیل میں اس مکتوب کا اقتباس درج کریں:

"سبق ان ارسلت برقیۃ الی فضیلتکم بمناسبۃ حصولی علی شھادۃ الدکتوراہ من جامعۃ القاھرۃ لعلھا قد وصلتکم، کانت مناقشۃ الرسالۃ یوم الاربعاء ۲۲ محرم ۱۳۹۷ھ الموافق ۱۲ یناید ۱۹۷۷ء، واستمرت نحو خمس ساعات وحضرھا اکثر من مائتی عالم وطالب علم، وأکرمنی اللہ بحسن التقدیم وصحۃ الاجابۃ کما اثنی کل واحد من اعضاء لجنۃ المناقشۃ علی الرسالۃ وترتیبھا والجھود التی صرفت، واخیرا اعلنت اللجنۃ بمنح شھادۃ الدکتوراہ بتقدیر "جید جدا" مع مرتبۃ الشرف، والحمدللہ"۔

[رفیق اول، ۱۳۹۷ھ، مارچ ۱۹۷۷ء]

قدیم وجدید نصابِ تعلیم کا امتزاج

جامعہ اسلامیہ بہاول پور اسلامی اوقاف کی برکت سے وجود میں آیا اور اب اس کی حیثیت قانون کی رو سے حکومت کی یونیورسٹی کی ہوگئی، مغربی پاکستان کا گورنر اس کا چانسلر ہوگا اور اس کے گریجویٹوں کی حیثیت وہی ہوگی جو پشاور، لاہور وکراچی یونیورسٹیوں کی ہے، محکمہ اوقاف اور جامعہ اسلامیہ بہاول پور نے علماء کرام وجدید تعلیم یافتہ حضرات کے عملی تعاون سے عقدہ سالہ نیا نصاب تعلیم تیار کیا ہے، جس میں بیک وقت علوم دینیہ وعلوم دنیویہ، عربی اور انگریزی کا دوآبہ تجویز کیا ہے، اور ایک مرتبہ پھر سابق ناکام تجارب کے باوجود جدید تجربہ کیا جارہا ہے، مزید برآں کارکنان جامعہ کی یہ خواہش ہے کہ ملک کے دینی مدارس ومعاہد ومراکز بھی ان کا نصاب اپنے ہاں جاری کریں یا ان سے الحاق کرائیں تاکہ جامعہ کی یہ ممتاز جامعیت قوم میں مسلّم ہوجائے، چند بورڈ یہ نشینوں کی جد وجہد سے عربی دینی مدارس مغربی پاکستان کا ایک فیڈریشن "وفاق" وجود میں آچکا ہے، جس میں اس وقت ایک سو بہتر چھوٹے بڑے مدارس شریک ہوچکے ہیں اور آخری سالانہ امتحان بیک وقت مختلف مراکز میں خصوصی ناظمین امتحان کی نگرانی میں ہورہا ہے اور کامیاب طلبہ کو وفاق ہی کی طرف سے سند دی جاتی ہے، وفاق المدارس کی مجلس عاملہ ومجلس شوریٰ کا اجلاس ۲۸، ۲۹، ۳۰ رجمادی الاولیٰ ۸۴ھ مطابق ۶، ۷، ۸ اکتوبر ۶۴ء ملتان میں منعقد ہوا، جس میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے نصاب تعلیم والے مرتعلیم پر بھی غور ہوا، اور باتفاق یہ طے ہوا کہ اس صدی میں اس قسم کے جتنے تجربے ہوئے وہ سب ناکام ثابت ہوچکے ہیں، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مدرسۃ البنات کاٹپور، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، جامعہ اسلامیہ دابھیل، جامعہ عباسیہ بہاول پور ان سب چوٹی کی درسگاہوں میں یہ تجربہ ناکام ثابت ہوا ہے، کوئی بھی جامع قسم کا فاضل ومحقق ان مراکز میں ان مخلوط نصابوں سے تیار نہ ہوسکا، الا ماشاء اللہ:

"آزمودہ را آزمودن خطا است"

اس لئے ارباب جامعہ کو یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ بجائے اس مخلوط تعلیم کے بہتر یہ ہوگا کہ علوم عصریہ وانگریزی کے لئے ایک علیحدہ درسگاہ قائم کی جائے جس میں مستند عربی درسگاہوں کے فارغ التحصیل حضرات کو علوم عصریہ کی تعلیم وتربیت دی جائے اور انگریزی گریجویٹوں کے لئے ایک دینی درسگاہ قائم کی جائے جس میں علوم دینیہ عربیہ کا چہار سالہ نصاب تعلیم ترتیب دے کر علوم ضروریہ دینیہ کی تعلیم وتربیت دی جائے، اس طرح اس نقص کو دور کیا جاسکے گا اور جن مضرتوں کا دونوں قسم کے نصابوں کے اجتماع سے پیدا ہونے کا یقین ہے وہ ختم ہوجائیں گی، اور مقصد حاصل ہوجائے گا اور ملک وملت کی خدمت کے لئے اس طرح صحیح افراد تیار ہوسکیں گے، وفاق المدارس اصلی مقصد سے بالکل متفق ہے کہ عصر حاضر میں ایسے افراد کی ضرورت ہے جو دونوں قسم کے علوم کے جامع ہوں لیکن طریقہ کار سے اختلاف ہے۔

بڑے مدارس اس خدمت کے لئے تیار ہیں کہ وہ اپنی سرپرستی میں جدید علوم عصریہ اور انگریزی زبان کی تعلیم کے لئے شعبے قائم کریں، بشرطیکہ محکمہ اوقاف صحیح طریق پر تعاون کرے۔ الغرض اس طریقہ پر جانبین میں جو بعد المشرقین حائل ہے وہ بھی دور ہو جائے گا اور صحیح افراد کار تیار کرنے میں اس ربانی مواخاۃ سے صحیح اور بہتر نتائج پیدا ہو سکیں گے، وفاق المدارس کی تجویز حسب ذیل ہے:

"مجلس عاملہ وشوریٰ وفاق المدارس العربیہ، پاکستان ملتان، اجلاس منعقدہ ۲۸، ۲۹، ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۴ھ"

"مجلس عاملہ وشوریٰ وفاق المدارس العربیہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے مجوزہ نصاب کے بارے میں اس قطعی رائے کا اظہار ضروری سمجھتی ہے کہ علوم عربیہ دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ اور انگریزی زبان کو بیک وقت جمع کر کے پڑھانا ایک طالب علم کے لئے قطعاً غیر مفید ہے۔ عربی علوم دینیہ اور عصری علوم کے نصاب ہائے تعلیم میں سے ہر ایک نصاب بجائے خود ایک مستقل نصاب تعلیم ہے، ہر ایک نصاب اس نظریہ کو پیش رکھ کر مرتب کیا گیا ہے کہ طالب علم اپنی عمر کا وہ عزیز حصہ جو تحصیل علم کے لئے عموماً مختص ہوتا ہے پورا کا پورا انتہائی یکسوئی کے ساتھ اس میں صرف کر دے تاکہ وہ اس نصاب کی تکمیل کے بعد فاضل علوم دینیہ (عالم دین) یا فاضل علوم عصریہ (گریجویٹ) بننے کا اس کا حقہ ثابت ہو سکے، اگر ان دونوں نصابوں میں قطع برید سے کام لے کر کوئی متوسط نصاب مرتب کیا گیا تو نہ وہ ضرورت کی حد تک عربی علوم ضروریہ کا حامل ہوگا اور نہ عصری علوم ضروریہ کا، اور اس نصاب کی تکمیل کے بعد اس کا فارغ التحصیل طالب علم فی الحقیقت نہ تو عالم دین کہلانے کا اہل ہوگا اور نہ اچھا گریجویٹ بن سکے گا۔

گذشتہ نصف صدی میں اس قسم کے متعدد تجربات ناکام ثابت ہو چکے ہیں، سب سے پہلے علامہ شبلی مرحوم نے ندوۃ العلماء لکھنؤ میں اس تجربہ کا آغاز کیا، اس کے بعد علامہ عبدالحمید فراہی نے مدرسۃ الاصلاح سرائمیر اعظم گڑھ میں اسی راہ کو اختیار کیا، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں نظام دکن کی سرپرستی میں اسی مقصد کے حصول کے لئے قائم ہوا، علاوہ ازیں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی جس کا سنگ بنیاد حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے مقدس ہاتھوں سے رکھا گیا تھا اسی مقصد کے لئے قائم ہوا، خود جامعہ عباسیہ میں یہی تجربہ کیا گیا لیکن یہ تمام تجربے ناکام ثابت ہوئے اور ان درس گاہوں میں اس مخلوط نصاب تعلیم سے عموماً کسی ایک جانب کے بھی رجال کار پیدا نہ ہو سکے۔

بنابریں وفاق المدارس العربیہ کا یہ اجلاس کسی ایسے نصاب تعلیم کو مفید نہیں سمجھتا اور نہ اس کی تائید کر سکتا ہے، جو دونوں نصابوں کو مخلوط کر کے مرتب کیا گیا ہو۔

البتہ وفاق المدارس مکلف اوقاف اور جامعہ اسلامیہ بہاولپور کو یہ ضروری مشورہ دینا اپنا فرض سمجھتا ہے کہ وہ وفاق المدارس کے زیر سرپرستی مذکورہ ذیل دو قسم کی درسگاہیں قائم کرے:

① وہ شعبہ جس میں علوم عصریہ اور انگریزی زبان کا سہ سالہ مختصر نصاب پڑھایا جائے۔

⑥ دو شعبے جس میں علوم دینیہ کا سہ سالہ مختصر نصاب پڑھایا جائے، آزاد عربی درسگاہوں کے فارغ التحصیل طلبہ نچلی قوم کی درسگاہوں میں داخل ہو کر بقدر ضرورت عصری علوم حاصل کریں اور کالجوں کے فضلاء (گریجویٹ) دوسری قسم کی درسگاہوں میں داخل ہو کر بقدر ضرورت عربی اور دینی علوم سے بہرہ اندوز ہوں۔

دفاق المدارس کے اس اجلاس کی نظر میں اس طرح دونوں فضلاؤں کے فضلاء ملک وملت کی حقیقی ضرورت کی تکمیل اور بقاء و استحکام کا باعث بن سکیں گے، انشاء اللہ العزیز۔

والسلام

یکم جمادی الثانیہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۸ اکتوبر ۱۹۶۴ء

مجھے امید ہے کہ محکمہ اوقاف کے ناظم اعلیٰ اور جناب حامد حسن صاحب دفاق المدارس کی اس قرارداد اور میری ان گذارشات پر خصوصی توجہ فرمائیں گے اور اپنی رائے سے مطلع کریں گے۔

[جمادی الثانیہ ۱۳۸۴ھ]

مدارس دینیہ اور مدارس عصریہ کے نصاب تعلیم کا تقابل

چند دن ہوئے ایک دینی روزنامے میں ایک محترم کا مضمون شائع ہوا تھا (جس سے بظاہر مقصد اظہار افسوس تھا) کہ موجودہ مدارس اسلامیہ عربیہ دینیہ کا نصاب تعلیم ناقص ہے اور صحیح رجال کار پیدا نہیں ہوتے ضرورت ہے کہ مدارس میں جدید علوم دراتگریزی کی زبان میں مہارت حاصل کی جائے تاکہ سرکاری دفاتر میں یہ فارغ التحصیل حضرات کام کر سکیں ورنہ یہ بیکار کس کام کے ہیں۔

ہمیں نیت پر شبہ کرنے کی حاجت نہیں، بظاہر افسوس ہی سے یہ مشورہ دیا گیا ہوگا اور اس سوزش سے اس مقصد کا اظہار کیا گیا ہوگا، لیکن عام تاثر یہ ہوا کہ مدارس عربیہ دینیہ کی تحقیر کی گئی ہے، مضمون نگار کا مقصد چاہے کچھ ہو یا ارباب مدارس کی توہین لیکن معمولی اعتبار سے مضمون غیر سنجیدہ سمجھا گیا۔

مجھے اس وقت تنقیحات میں جانے کی ضرورت نہیں، مدارس دینیہ کے نصاب تعلیم کا مسئلہ عرصہ دراز سے موضوع بحث ہے اور ہر صاحب فکر ہر دور میں ترمیم کرتا چلا آیا ہے تاکہ اس کی افادیت واضح ہو، بہتر ہوتا اگر مضمون نگار ارباب مدارس دینیہ کو مشورہ دینے کے بجائے ارباب مدارس دینیہ کو مشورہ دیتے کہ عصری مدارس کے سرکاری مدارس اور حکومت کے تعلیمی ادارے چونکہ قطعاً اس قابل نہیں ہیں کہ مسلمان اس کی صحیح تربیت کریں، ان میں صرف جدید علوم پر کفایت کی جاتی ہے، اس نے اگر فی سبیل اللہ اسلام پڑھا بھی ہے تو ان کی دینی تربیت اور صحیح مسلمان بنانے کے لئے بے حد ضروری ہے کہ نصاب تعلیم میں ترمیم کریں اور دینیات اور عربی زبان کی مہارت کو لازمی قرار دیں تاکہ جو جدید تعلیم یافتہ کسی سرکاری ادارے میں پہنچے تو وہ نہ صرف مسلمان ہو بلکہ عالم بھی ہو، صرف جاہل

انگریزی دان نہ رہے موجودہ مدارس حکومت کا نصاب تعلیم نہ قبول کرے وہ ہے، یہ نصاب جو انگریزی دور کے آثار قدیمہ سے تعلق رکھتا ہے اپنی فادیت قطعاً کھو چکا ہے اس کا کام چند خود مرکز آزاد مزاج اور دین بیزار افسران و کلرک تیار کرنا ہے اور بس، ملک و ملت کے تقاضوں سے اسے کوئی سروکار نہیں قومی نشو و نما کیا ہیں، اس سے اسے کوئی واسطہ نہیں، یہ نصاب تعلیم انگریزوں کی نقل اور کلی پر مبنی ہونے کے علاوہ کچھ نہیں نکلتا، اگر یہ مملکت مسلمانوں کی ہے اگر یہاں اسلام کی کسی درجہ میں ضرورت ہے اور اگر نئی نسل کو اسلام سے روشناس کرانا ضروری ہے اور اگر مسلمان بن کر ملک و ملت کی خدمت کرنی ہے تو نصاب تعلیم میں عربی زبان لازمی کرنی چاہیے اور دینی علوم فقہ، حدیث، صرف و نحو، فرائض، وصایا، بیوع وغیرہ بھی لازمی طور پر نصاب کا جز ہوں تاکہ سرکاری اداروں میں کام کرنے والے مسلمان بھی ہوں اور عالم دین بھی ہوں، ظاہر ہے کہ اسلام دنیاوی تقاضوں سے زیادہ قابل توجہ ہے، اگر قدیم درس گاہوں کے فارغ التحصیل دنیا کے مال و متاع سے محروم رہے، دنیاوی منڈی میں ان کے خیالی قیمت ہو، کام کا کوئی خریدار نہیں اور دوسری سرکاری اداروں کی ملازمت سے مستفید نہ ہو سکے تو جدید علوم کے حاملین دین کے متاع گراں مایہ سے محروم ہے اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رہا، گویا قدیم نصاب والوں کو دنیا نہیں ملی تو جدید والوں کو دین نہیں ملا، اب دیکھئے کہ زیادہ خسارہ میں کون رہا؟ نقصان کس کا زیادہ ہوا؟ اگر یہ مشورہ ارباب مدارس دینیہ کو دیا جاسکتا ہے کہ وہ جدید علوم کو داخل نصاب کر لیں تو اس سے زیادہ اہم اور نہایت مفید مشورہ سرکاری مدارس کو دیا جانا چاہیے کہ قدیم علوم بھی پڑھائے جائیں تاکہ نئی نسل مسلمان رہے اور دنیا کے متاع کے ساتھ متاع آخرت سے بھی مالا مال ہو۔

جدید علوم جن کا نام رکھا ہے غور کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ سب سے زیادہ مدار انگریزی زبان پر ہے، انگریزی زبان جو انگریز پرستی کی یادگار ہے، آج اگر اس کو خانہ بدر کیا جائے اور تمام جدید علوم جو اردو میں منتقل کیے جائے تو علوم جدیدہ کا یہ سارا شور و غل اور غلغلہ یکسر ختم ہو جاتا ہے، آج کل جدید تعلیم یافتہ حضرات میں سوائے انگریزی لکھنے، پڑھنے، بولنے کے اور کیا کمال ہے؟ بلکہ بقول ہمارے استاذ حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے "انگریزی ان حضرات کے جہل پر نقاب ہے"۔ اگست ۱۹۳۷ء میں جو پہلا اجلاس ہوا، حضرت مرحوم بحیثیت منتظم نمائندہ منتخب ہو گئے تھے، اسمبلی کے ممبر تھے، اسمبلی میں تقریریں سب یا اکثر انگریزی میں ہوتیں، مرحوم کو بہت صدمہ تھا، اکثر فرمایا کہ اردو میں تقریریں کریں تو معلوم ہو کہ کیا کہہ گئے، غلط بات کا جواب بھی دے سکیں، یہ انگریزی تو ان کے جہل پر نقاب ہے، بالکل سچ فرمایا اور ایک حقیقت کا اظہار عجیب انداز سے فرمایا۔

جس وقت وکالت کے لئے انگریزی زبان لازم تھی، کتنے ارباب علم تھے کہ جنہوں نے اول بل وکالت کا امتحان دیا، جن کی سامنے یہ فیز ڈیسٹ ہیچ مفرد بھی نہیں رہتے تھے، یہ تو ملک کی بدنصیبی ہے کہ انگریز گئے لیکن انگریزیت چھوڑ گئے، اب انگریزی کی محبت الوں میں سرایت کر گئی اور انگریزی زبان کی محبت کے ساتھ تمام مفاسد امور اخلاق زندگی اور تہذیب و تمدن کے مہلک جراثیم قوم کی زندگی میں پیوست ہو گئے، اب ان کا خاتمہ کارے دارد، بلاشبہ یہ کہنا درست ہوگا کہ مدارس عربیہ دینیہ کا رخ صرف آخرت کی طرف ہے اور سرکاری مدارس کا

رخ دنیا کی صرف ہے، لیکن اگر ملک و ملت کی خدمت کے لئے اور سرکاری مناصب کے لئے کارکنوں کو تیار کرنے کی غرض سے جدید علوم کی ضرورت ہے تو اس سے کہیں زیادہ آخرت کی نعمتوں کا مستحق ہونے کے لئے قدیم علوم کی ضرورت ہے، قبل ازیں ہیات کے کسی شمارے میں علوم دین و دنیا کی تفریق پر ایک بصیرت آموز تحریر آ گئی ہے۔

حقیقی علوم کیا ہیں؟

درحقیقت علوم تو وہ ہیں جن کی بنیاد وحی الٰہی سے ظہور میں آئی ہے، جو عقل انسانی کی پیداوار ہیں یہ سب صنائع کے درجہ میں ہیں، علوم کہلانے کے مستحق ہی نہیں، البتہ خدمت خلق کے جذبے سے اگر ان کو اپنایا جائے تو باعث رضائے الٰہی ہیں اور اس وقت دنیا و آخرت کی تفریق بھی ختم ہو جاتی ہے، اگر کوئی شخص انگریزی زبان کو صرف اس لئے سیکھتا ہے کہ یورپ و امریکہ میں جا کر اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام کرے تو بدترین اعداء اسلام کی زبان اعلیٰ ترین دین اسلام کی خدمت اور رضائے الٰہی کا ذریعہ بن جاتی ہے، دراصل جو حضرات انگریزی زبان میں ماہر ہوتے ہیں اور چند حروف عربی کے بھی سیکھ لیتے ہیں ان کا غرور دیکھ آسمان سے باتیں کرنے لگتا ہے، سمجھتا ہے کہ تمام کمالات کا سرچشمہ ان کی ذات والا صفات میں جمع ہو گیا ہے، اور صرف علماء دین اور مدارس عربیہ دینیہ کی تحقیر و توہین پر آمادہ ہو جاتے ہیں، ہمیں اس سے انکار نہیں کہ عصری تقاضوں کے پیش نظر مدارس دینیہ کا نصاب بہت سی ترمیم کا محتاج ہے یہاں احتیاط زیادہ شدید ہے، کیونکہ اسلام سے انحراف بڑھتا جا رہا ہے، مولوی بے چارے اگر دنیا سے محروم ہو رہے ہیں، تو مسٹر دین کو چھوڑ کر آخرت سے بے بہرہ ہو رہے ہیں، دینی مدارس کے مرشیہ خوانوں سے گذارش ہے کہ ہم دین پر قانع ہیں ہم کو سرکاری ملازمتیں تمہیں مبارک ہوں، ہمارا فکر نہ کھاؤ، اپنی خیر مناؤ، ہماری دنیا کی فکر نہ کرو، اپنی آخرت کی فکر کرو، قرآن و حدیث فقہ اور علوم اسلامیہ کی تدوین، امامت و خطابت کے فرائض، دعوت و تبلیغ کی خدمات، اوقاف و وراثت و اصلاح و ہدایت کے وقیع منصب کو پر کرنا کیا مسلمانوں کی قومی ضرورت نہیں ہے؟ ان دینی مناصب عالیہ کے مقابلے میں دفتر کے کلرکوں کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟ دینی مدارس کے فارغ التحصیل احساس کمتری میں مبتلا ہوں تو کیوں؟ دنیا میں تقسیم کار کا اصول سب کو مسلم ہے کہ تمام شعبوں کا کام ایک ہی ادارہ نہیں سنبھال سکتا، مثلاً سول سروس کے لئے الگ، عدالت و قانون کے لئے الگ اور فوج کے لئے الگ رجال کار کی ضرورت ہوتی ہے، اس اصول کو یہاں بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، اگر دینی مدارس کوئی ادارہ قائم نہ کریں، صرف ان دینی مناصب کو پر کریں تو اس میں گھاٹے کی کیا بات ہے؟ بہرحال ان حقائق کے پیش نظر یہ کہنی ہی بات ہے کہ موجودہ مدارس دینیہ بالکل بے کار اور بے مقصد ہیں، کتنے افسوس کی بات ہے، جس کا منشا محض یہ کہ ناواقفیت اور کوتاہ بینی ہو یا پھر دینی مدارس سے بغض و عناد، کہنے والے کے ذہن میں غالباً یہ ہے کہ دینی مدارس کا مقصد بھی دنیا ہے آخرت نہیں اور چونکہ دنیا کے مقصد کے حصول کی اہلیت ان میں نہیں تو گویا یہ بے مقصد ہیں، ان تنقید کرنے والوں کی یہی انداز ہے سوچنے اور سمجھنے کا؟ اللہ تعالیٰ صحیح فہم عطا فرمائے۔

باب سوم

یادِ رفتگاں

مولانا مفتی محمد صادق بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ

① افسوس کہ اس ماہ میں پاکستان کے ایک جلیل القدر عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد صادق صاحب طویل علالت کے بعد اس دارفانی سے رحلت فرما گئے ہیں: إنا لله وإنا إليه راجعون

مرحوم اس دور کے ممتاز علماء کرام میں سے تھے، جامعیت متانت، سنجیدگی، وقار، کرم نفس، تواضع اور حلم میں ممتاز تھے، ریاست بہاولپور کے مفتی بھی رہے، علماء کرام کے حالات و وفیات کا خاص ذوق تھا، جو علماء سرزمین بہاولپور میں پیدا ہوئے یا باہر سے بہاولپور میں کبھی آئے ان سب کے حالات زندگی کو مرتب فرمایا تھا، فقہ اور علوم دینیہ کے ساتھ علوم عقلیہ کے بھی ماہر تھے اور ان علمی کمالات کے ساتھ نہایت تجربہ کار تھے، انتظامی معاملات اور علوم اسلامیہ کے اداروں کے نظم و نسق اور مدارس کے قواعد و ضوابط میں خصوصی مہارت رکھتے تھے، حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے غائبانہ معتقد تھے اور مقدمہ بہاولپور کے تاریخی مقدمہ کے دوران حضرت امام العصر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ستر روزہ قیام بہاولپور میں یکل و نہار ساتھ رہے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات و خوارق و حالات نہایت والہانہ انداز سے بیان کرتے تھے اور بسا اوقات خود بھی روتے تھے اور سننے والوں کو بھی رلاتے تھے۔ ایک دفعہ ملتان سے بہاولپور تک میں رفاقت نصیب ہوئی، اس عجیب و پر کیف انداز سے احوال سنائے کہ مجھ پر ایسی رقت طاری ہوئی جس کا کیف آج تک بھولا نہیں، افسوس کہ اکابر اٹھتے جاتے ہیں اور ان کی جگہ پر ہونے کی کوئی توقع نہیں۔

اللّٰهم اغفر له اللّٰهم ارحمه وارضه واعف عنه واجعل الجنة متقلبه ومثواه

مولانا سید اظہار الحق سہیل عباسی امروہی رحمۃ اللہ علیہ

② نیز اس ماہ میں مولانا سید اظہار الحق سہیل عباسی امروہی کا بھی انتقال ہوا، مرحوم فاضل دیوبند تھے حضرت امام مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ ادبی ذوق پر ممتاز تھے، عربی و فارسی کے شاعر بھی تھے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات معاف فرمائے۔

الحاج خواجہ ناظم الدین رحمۃ اللہ علیہ

۲۲ اکتوبر ۱۹۶۴ء، ۶ بجے شام الحاج خواجہ ناظم الدین مرحوم بھی اس دنیا سے رحلت کر گئے، اگرچہ خواجہ صاحب مرحوم ان طبقہ علیا کے سیاست دانوں اور حکمرانوں میں سے تھے جن کی پوری زندگی اقتدار اعلیٰ کے عروج و زوال کی کشمکش میں گذری ہے، مگر ہمارے لئے ان کی زندگی میں کشش اور ان کی وفات پر تاسف کا موجب صرف یہ ہے کہ وہ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور عامۃ المسلمین کے دوش بدوش نماز جمعہ ادا کرنے کے عادی تھے، ویسے بھی راسخ العقیدہ اور علماء دین سے عقیدت رکھنے والے مسلمان تھے۔ اس حلقہ میں اتنی دینداری بھی مغتنم ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

[جمادی الثانیہ ۱۳۸۴ھ، نومبر ۱۹۶۴ء]

مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله الذي لا باقي إلا وجهه ولا دائم إلا ملكه و الصلوة والسلام على حبيبه الذي أخلص لله وجهه وعلى آله وصحبه الذين لا يريدون إلا رضاه ووجهه.

یوم جمعہ ۳ رجب ۱۳۸۵ھ، ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو مہاجر مدنی حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مدینہ طیبہ میں واصل بحق ہوئے۔

إنا لله وإنا إليه راجعون اللّٰهم اغفرله وارحمه وأكرم نزله و وسع مدخله وارزقه دارا خيرا من داره وجارا خيرا من جاره، آمين يارب العالمين.

مولانا بدر عالم صاحب دور حاضر کے ان ممتاز علماء میں سے تھے جن کی بدولت علوم دین کی شمع قائم ہے، جن سے مدرسے آباد ہیں، منبر بارونق ہیں، موصوف قابل مدرس، فاضل مقرر، کامیاب ومقبول مصنف تھے، اردو، عربی کے ادیب وشاعر تھے، موثر اسلوب، شگفتہ طرز ادا کے مالک تھے، عام گفتگو میں بھی الفاظ کیا ہوتے موتی کی پروئی ہوئی لڑیاں ہوتی تھیں، جو ان کی نوک زبان سے بکھرتی تھیں، موثر تعبیر، دل نشین طرز ادا ان کی خصوصیت تھی، صدق وصفا کے مجسمہ تھے ورع وتقویٰ اور استغنا کے پیکر تھے، نصیحت وخیر خواہی اور حق گوئی میں ممتاز تھے، نہایت زیرک ومدبر تھے اور سب سے بالاتر یہ کہ آخری لمحات حیات میں مرشد کامل تھے، پاک وہند اور جنوبی وشرقی افریقہ کے سینکڑوں بندگان خدا ان کی تربیت وتزکیہ اور بیعت وارشاد سے فیض یاب ہوئے اور شریعت کی پابندی واستقامت ان کو نصیب ہوئی، ذکی عالم تھے، صاحب فراست بزرگ تھے، مدینہ طیبہ کی بیس سالہ بابرکت زندگی ان کی مرشدانہ طبیعت میں بہت کارگر اور موثر ثابت ہوئی، مدینہ کے انوار وبرکات نے سونے

پر سبقہ کا کام کیا، ان کے فطری جوہر کھلے، کرم گستری، مہمان نوازی، مروت و جوان مردی اور اپنے مخلصین سے مخلصانہ ادائیں یہ وہ سب سے زیادہ حیرت انگیز جوہر تھے جو نمودار ہوئے۔ ابتدائی دور طالب علمی میں مظاہر العلوم سہارنپور کی برکات سے بہرہ اندوز ہوئے اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ متوفی ۱۳۲۳ھ کے ارشد خلفاء عارف باللہ فقیہ محدث اور صوفی باصفا حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری مدنی رحمہ اللہ متوفی ۱۳۴۶ھ کے مرکز توجہات والطاف رہے اور ان کے آغوش شفقت میں تربیت نصیب ہوئی، درمیانی عمر میں آپ نے آیات اللہ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی متوفی ۱۳۵۲ھ کے آغوش تربیت میں پہنچے، دیوبند میں ان کے فیض اور انوار علوم و معارف سے مستفیض ہوئے اور حضرت عارف باللہ مفتی مولانا عزیز الرحمن قدس سرہ نقشبندی المتوفی ۱۳۴۷ھ سے شرف بیعت کی سعادت نصیب ہوئی، عرصہ دراز تک ان کے انفاس قدسیہ اور صحبت مقدسہ کی برکات سے مالا مال ہوتے رہے، انتہائی استقامت و استقلال کے ساتھ اذکار و اشغال نقشبندیہ کی مداومت نصیب ہوئی، بالآخر حضرت مفتی صاحب کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا قاری محمد اسحاق صاحب میرٹھی رحمہ اللہ متوفی ۱۳۶۴ھ نے خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا، الغرض اس طرح علمی و عرفانی سرچشموں سے کما حقہ سیرابی کا موقع نصیب ہوا اور اپنے عہد کے ممتاز ترین اکابر کے فیوض سے پورے طور پر فیض یاب اور ان کی ظاہری و باطنی برکات کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔

حیات طیبہ کے آخری لمحات واقدس میں سید الانبیاء رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار مقدس میں قیام کی تمنا پوری ہوگئی، چنانچہ ۱۳۷۲ھ میں مدینہ طیبہ ہجرت کی، خاک پاک مدینہ نے اور حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار مقدس نے طبیعت میں خاص استقامت کی سعادت بخشی اور چار سالہ طویل علالت کے زمانہ میں صبر و شکر کے دو قابل رشک مظاہر آثار ظہور میں آئے کہ عقل حیران ہے، "فیض الباری شرح بخاری" چار ضخیم جلدوں میں (جو حضرت شیخ امام العصر کی تقاریر درس صحیح بخاری کا مجموعہ ہے) "عربی" اور "ترجمان السنۃ" اردو میں خدمت حدیث نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کے دو بے نظیر شاہکار ہیں جو رہتی دنیا تک ان کی زندہ یادگار اور اہل علم و دین کے طبقہ میں منبع فیض بنے رہیں گے ان شاء اللہ العزیز، "جواہر الحکم" کے نام سے احادیث نبویہ -علی صاحبہا أزکی التحیات وأسنی التسلیمات- کا ایک مجموعہ جو عصر حاضر کی عوامی اصلاحی خدمت کے طور پر انتہائی دل نشین تشریحات کے ساتھ تالیف فرمایا ہے، تین حصوں میں شائع ہو چکا ہے، یہ ان کی آخری تصنیف ہے اور ان کے شرح صدر کا مظہر نمونہ ہے۔

مظاہر العلوم سہارنپور سے فراغت تحصیل علوم کے بعد دیوبند پہنچے اور حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ کے تلمذ کی سعادت کے ساتھ ہی دار العلوم دیوبند میں منصب تبلیغ و تدریس پر فائز ہوئے اور اسی زمانہ میں تبلیغ اور تقریر خصوصاً رد و دیانیت میں اچھی شہرت حاصل کی اور نہایت کامیاب اور مقبول مقرر ثابت ہوئے،

۱۳۴۶ھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حضرت امام العصر مولانا انور شاہ رحمہ اللہ کے قافلہ کے اہم رفیق بنے اور حدیث کے "اساتذہ" میں تقرر ہوا، اسی دور میں دیوبند کے "مہاجر" خیار کے قابل ترین مضمون نگار رہے، ڈابھیل کے بعد بہاول پور، دہلی گئے آپ کا مرکز فیض رہا اور آخر میں دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار (سندھ) میں استاذ حدیث و نائب مہتمم کے منصب پر فائز ہوئے، حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ زادھا اللہ نورا کی صحبت کی آرزوؤں میں موجزن تھی اور نہایت ہی والہانہ انداز میں مدینہ کی ہجرت کا سودا دماغ میں سمایا ہوا تھا، چنانچہ "البدر الساری تعلیقات فیض الباری" میں انتہائی والہانہ اور وقت انگیز انداز میں اس آرزو کا اظہار کیا جو رب العرش عظیم کی بارگاہ سے شرف قبولیت کے ساتھ سرفراز ہوئی اور مالک نے حرمی رنگ لانے اور جوار حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنائے سوختہ بالا اتر طریقے پر واقعہ کی صورت اختیار کر لی، عبادت، استقامت، ادب و سکون، ذکر و فکر کے ساتھ مسجد نبوی کی حاضری نصیب ہوتی رہی، یہاں تک کہ علالت نے صاحب فراش بنا دیا، پورے چار سال صاحب فراش رہے، اس دور میں صبر و شکر و رضا بالقضاء کے جو مناظر دیکھنے میں آئے وہ خوش نصیبوں کو نصیب ہوئیں، قابل صد رشک ہیں:

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ماہ رجب المرجب کے مقدس مہینہ اور جمعہ کے مبارک دن میں حبیب رب العالمین کے جوار میں جنت البقیع کی خاک مقدس میں جس کا ایک ایک ذرہ آفتاب و مہتاب سے زیادہ پر نور ہے اس خادم علم دین، اس باعمل و باہمت شخصیت نے اپنی جان نو جان آفرین کے سپرد کیا:

إن لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شيء عنده إلى أجل مسمى

الغرض ذوق و وجدان، بصیرت و عرفان، علم و عمل، روح و تقویٰ کا یہ پیکر نوری تحریر و تقریر کے کمال کا حامل اور ظرافت و شگفتگی کا مظہر اپنی باوقار شخصیت کے ساتھ اپنے احباب و اقربا، مخلصین سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خادم علم دین کو اپنی بیکراں رحمت سے نوازے اور جنت الفردوس میں رضوان الٰہی سے سرفراز فرمائے۔

رحمه الله رحمة الأبرار الصالحين والأحبار المقربين وحشر الله على خير خلقه سيدنا محمد وآله وصحبه أجمعين

فرصت ملی تو چند صفحات پر اتنا، اللہ حق صحبت و حق رفاقت اور حق احسان ادا کرنے کے لئے کچھ خامہ فرسائی کا ارادہ ہے، واللہ الموفق والمعین۔

۱۰ رجب ۱۳۸۵ھ ۳ نومبر ۱۹۶۵ء

مولانا عبدالرحمن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله الذي له البقاء والدوام ، فقال تعالى : ﴿كل من عليها فان و يبقى وجه ربك ذو الجلال والإكرام﴾ والصلوة والسلام على من هدانا سبل السلام وعلمنا الرضاء بالقضاء والانقياد لقدره والاستسلام ، وعلى آله و صحبه الذين فازوا بالرضوان في دار السلام.

سہ شنبہ ۲۷ رشعبان ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۶۵ء کی شام کو غروب آفتاب سے کچھ پہلے مغربی پاکستان کا آفتاب علم غروب ہوا، حضرت مولانا عبدالرحمن کامل پوری کا وصال ہو گیا:

إن الله وانا إليه راجعون ، رحمه الله ورضي عنه وأرضاه وجعل الجنة جنة الفردوس متقلبه ومثواه

﴿كل نفس ذائقة الموت﴾ اور ﴿كل من عليها فان﴾ کا منشا الٰہی اور ابدی قانون کے تسلیم والقیاد اور رضا بالقضاء کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔

"ان لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شيء عنده إلى أجل مسمى"

ترجمہ: بلاشبہ اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے عطا فرمایا اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک مقررہ مدت تک کے لئے ہے"۔

کس کو نہ مجال انکار ہے، نہ مقام چون و چرا۔

حضرت مولانا عبدالرحمن رحمہ اللہ کی وفات دنیائے علم و اخلاق کا ایک بڑا حادثہ ہے اور ایسے اکابر علماء کی رحلت امارات ساعت (علامات قیامت) میں سے ہے، مولانا مرحوم علوم اسلامیہ دینیہ اور نقلی و عقلی فنون علم کے جامع ترین عالم تھے، اصناف علم و فضل و کمال ان کی شخصیت میں مجتمع تھیں، وہ عالم و عارف تھے، صوفی و محقق اور فقیہ و محدث تھے، علم اصول و کلام کے ایک ماہر اصولی اور فاضل متکلم تھے، غرض علمی دنیا کے آفتاب و ماہتاب تھے، کوہ وقار و تمکنت، پیکر حلم و رزانت، مجسم تحمل و تواضع اور صلاح و تقویٰ میں یکتائے روزگار تھے، فطری ملکات میں ان کو ایک نمایاں امتیاز حاصل تھا، ریاضت و مجاہدہ کے بغیر طبعی طور پر مرتاض تھے، اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو وہبی اور فطری اخلاق و ملکات کے وہ مقامات عالیہ عطا فرمائے تھے کہ ریاضت و مجاہدات کے بعد بھی ان کا حاصل ہونا تامل فخر اور وجہ شرف ہے، اس علم و فضل اور شرف و کمال کے ساتھ انکسار و تواضع، خاموشی اور کم گوئی ان کی ایک فطری کرامت تھی، ایسی جامع کمالات شخصیت اور مجمع فضائل ہستی کی وفات سے پاکستان کے دینی اور علمی حلقوں میں جو زبردست خلا پیدا ہوا ہے افسوس کہ اس کے پر ہونے کی توقع نہیں ہے۔

حضرت مولانا مرحوم نے غالباً ۱۳۳۲ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور سے تحصیل علوم وفنون سے فراغت حاصل کی اور حضرت مولانا خلیل احمد رحمہ اللہ سے حدیث میں فیض حاصل کیا۔ ان کے علاوہ دوسرے اکابر علماء مظاہر العلوم سے فیض یاب ہوئے، ۱۳۳۳ھ میں دارالعلوم دیوبند پہنچے اور امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے دوبارہ وہ بخاری حدیث پڑھی، اس طرح دیوبند اور سہارنپور کے دو آبہ علم و دین سے سیراب ہوتے رہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد رحمہ اللہ اور سہارنپور کے اکابر علماء کی نظر انتخاب نے موصوف کو مظاہر العلوم کی خدمت تدریس کے لئے منتخب فرمایا، علوم دینیہ اسلامیہ کی اس اہم درس گاہ میں آپ شوال میں مدرس اور اس کے بعد ایک عرصہ دراز تک صدر مدرس کی حیثیت سے علمی خدمات انجام دیتے رہے، آپ کے ان فطری کمالات اور وہبی خصوصیات ہی کی وجہ تھی کہ مظاہر العلوم کے ایک طالب علم کی حیثیت سے ترقی کر کے اسی علمی مرکز میں آپ شیخ الکل بن گئے اور اس طرح ایک سوئی اور خاموشی کے ساتھ شب و روز تدریس علوم کی خدمت میں مصروف رہے کہ پھر اس پیکر زہد و قناعت و ورع و تقویٰ نے کسی دنیاوی مقصد کے لئے کہیں کا رخ نہیں کیا اور جب تک پاکستان کی مملکت خداداد وظہور میں نہیں آئی آپ مظاہر العلوم ہی میں قیام پذیر رہے۔

پاکستان بننے کے بعد اپنے مادر علمی مظاہر العلوم سہارنپور کو بادل نخواستہ خیرباد کہا اور ملتان کے شہرہ آفاق دینی و مرکزی درس گاہ خیر المدارس میں صدر مدرس ہوئے اور دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار (سندھ) کے قیام کے بعد حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی کی سعی اور حسن تدبر سے شیخ الحدیث دارالعلوم کے منصب کو آپ نے قبول فرمایا اور کچھ عرصہ اس مرکز میں درس حدیث کی خدمات انجام دیں، اس کے بعد دارالعلوم اسلامیہ کی خدمت سے مستعفی ہو کر اپنے وطن بہاولپور ضلع کیمبل پور میں قیام فرمایا، کچھ عرصہ بعد جناب محترم مولانا سید بادشاہ گل صاحب کے اصرار سے مجبور ہو کر جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں منصب صدارت قبول فرمایا اور چند سال علم کی خدمت انجام دی، آخر طبعی ضعف اور نقاہت کی کمزوری کی وجہ سے اس خدمت سے بھی مستعفی ہوئے اور مستقل طور پر وطن میں قیام پذیر ہو گئے اور نہایت خاموشی کے ساتھ طالبین روحانیت کی تہذیب نفس اور اخلاقی اصلاح کی خدمت انجام دیتے رہے، مشتاقان دین اور طالبان فیض اسی طرح خاموشی کے ساتھ فیض یاب ہوتے رہے۔

حضرت مولانا مرحوم کے وہبی کمالات اور فطری محاسن کی وضاحت کے لئے اس واقعہ کا ذکر کافی ہے کہ جس زمانے میں آپ مظاہر العلوم سہارنپور میں صدارت تدریس کے منصب پر فائز تھے، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے موصوف کو بیعت و ارشاد کا اہل سمجھ کر از خود مجاز بیعت بنایا، حضرت کامل پوری نے معذرت پیش کی کہ:

"حضرت! میں نے تو اب تک بیعت بھی نہیں کی تو خلافت کا کیا استحقاق ہے؟"

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''میرے نزدیک اہلیت شرط ہے بیعت شرط نہیں۔''

اس کے بعد حضرت مولانا عبدالرحمن مرحوم نے درخواست کی کہ اچھا اب مجھے بیعت بھی فرمالیجئے۔ یہ واقعہ شاید پہلی ہی نظیر ہے کہ کسی بزرگ نے بیعت سے پہلے ہی کسی بزرگ کو خلافت کی خدمت سے سرفراز فرمایا ہو اور اجازت وخلافت کے بعد پھر بیعت کرنے سلوک طے کرایا ہو۔

یہ واقعہ ایک حکیم امت اور شیخ کامل کی طرف سے مولانا عبدالرحمن رحمہ اللہ کے فطری محاسن اور وہبی فضائل کا اعتراف ہے، درحقیقت یہ ان کی فطری صلاحیت اور طبعی اہلیت ہی تھی جس کی وجہ سے ان میں ریاضت ومجاہدہ واصلاح کے بغیر مشکلت کے اوصاف مجتمع ہو گئے تھے، وہ از خود اور وہبی طور پر شیخ وقت تھے۔

ان معنوی فضائل ومحاسن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن وجمال کی نعمتوں سے بھی بہرہ مند فرمایا تھا، اپنی قامت رعنا، نازک اور ترشیدہ وتراشیدہ روئے منور اور لطافت ونظافت کے ساتھ وہ جمال وکمال کا ایک پیکر نوری محسوس ہوتے تھے۔

راقم الحروف کو دارالعلوم اسلامیہ میں ان کی صحبت ورفاقت کا شرف حاصل رہا اور مرحوم کے قریب سے قریب تر مطالعہ کا موقع نصیب ہوا لیکن ان کے فطری کمالات وفضائل کی وجہ سے ان کے ساتھ میری گرویدگی میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔

افسوس کہ ایسے نازک دور میں جبکہ امت کو علم ودین کے ایسے کابر کی سرپرستی کی بے حد ضرورت تھی، اس نعمت کا چھن جانا بڑا خسارہ، ایک بڑی مصیبت اور عظیم حادثہ ہے!

فما كان قيس هلكه هلك واحد
و لكنه بنيان قوم تهدما

ترجمہ: ''قیس ایسا نہیں تھا کہ اس کا ہلاک ہونا کسی ایک شخص کی ہلاکت ہو، لیکن اس کا ہلاک ہونا تو ایسا ہوا جیسے ایک قوم کی بنیاد منہدم ہو گئی ہے۔''

دعا ہے کہ اس پیکر صدق وصفا، سراپائے وقار وتمکنت، مجسمہ ورع وتقویٰ، مخزن علم وعمل، جامع کمالات بزرگ کی روح پاکیزہ ابر رحمت کے فیض قدسی سے ہمیشہ سرشار اور شاداب رہے اور ان کی قبر مبارک آفتاب کرم کی ضوفشانی سے ہمیشہ بقعۂ نوری رہے اور ان کا نورانی چہرہ سراپا نور رہے۔

اللّٰهم اغفر له وارحمه وأرضه وارض عنه واحشره مع الأبرار و المقربين وصلى الله على سيدنا محمد وآله وبارك وسلم.

[رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ]

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب گودھوی رحمہ اللہ

۲۲ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۷۶ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء مولانا مفتی محمد شفیع صاحب گودھوی کی روح مبارک پرواز کر گئی

إن لله وإن إليه راجعون إن لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شيء عنده إلى أجل مسمى

مرحوم اس عہد کے ممتاز علماء اکابر میں سے تھے۔ [illegible] صاحب کرامات صاحب نسبت صاحب فراست بزرگ تھے۔ دو بیٹے مولانا [illegible] اور [illegible] تھے۔ [illegible] سے صدر جمعیت علماء [illegible] سے صدر جمعیت علماء [illegible] کے بانی صدر تھے۔ [illegible] صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ [illegible] صاحب ثم گودھوی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ [illegible] صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حفظ قرآن کریم مرحوم ہی سے کیا تھا۔ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ۳۰ دن میں قرآن کریم حفظ کرایا تھا۔ امام العصر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیرت انگیز حافظہ پر حیرت ہوتی تھی۔ مرحوم نہایت خوش الحان اور خوش خوراک تھے۔ لباس فاخرہ کے شائق تھے۔ نہایت نفاست پسند تھے نہایت متانت سے تکلف فرمایا کرتے تھے۔ [illegible] کے دل میں [illegible] قدر تھی۔ [illegible] کی موت امت کے لئے عظیم سانحہ ہے۔ [illegible] کرام معرفت کے [illegible] ہوتے جارہے ہیں۔ [illegible] ان [illegible] کی جگہ پر ہوسکے۔ [illegible] صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے [illegible] کو اپنے [illegible] کو اپنی رحمت [illegible] فرمائیں اور جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ [illegible] صاحب مرحوم [illegible] صاحب [illegible] قاری عبدالسمیع کو اپنے [illegible] کو [illegible] بنائے اور ان کی برکات سے [illegible] کرتے رہیں۔

موت التقي حياة لا انقطاع لها
كم مات قوم وهم في الناس أحياء

اللهم اغفر له وارحمه وأكرم نزله ووسعه مدخله مع الأبرار الصالحين والعلماء العاملين بفضلك وكرمك يا رب العالمين۔

[illegible]

مولانا عبدالحنان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ ۳۰ راگست ۱۹۶۶ء سہ شنبہ ۴ بجے شام مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی طویل علالت کے بعد اس عالم فانی سے رحلت فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم دارالعلوم دیوبند کے بھی دور کے ممتاز فارغ التحصیل علماء میں سے تھے۔ حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ سے شرف تلمذ حاصل تھا، طالب علمی کے دور سے ہی تقریر و خطابت سے بہت گہری دلچسپی رکھتے تھے، فراغت کے بعد لاہور پہنچے اور حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ سے استفادہ کیا اور آسز لیین ہڈنگ کی جامع مسجد کے خطیب مقرر ہوئے اور اسی زمانہ میں آپ کی خطابت کے جوہر کھلے، نہایت خوش بیان خطیب اور سنجیدہ مقرر تھے، عرصہ دراز تک غیر منقسم ہندوستان میں جمعیت العلماء ہند کے پلیٹ فارم پر مولانا حفظ الرحمن صاحب مرحوم کے رفیق کار رہے، اور پھر احرار کے پلیٹ فارم پر مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ساتھی رہے، دینی، سیاسی غرض ہر موضوع کے لحاظ سے بہترین خطیب تھے، ختم نبوت کی تحریک میں قید و بند کی تکلیف سے بھی دوچار ہوئے، آخر میں راولپنڈی میں مدرسہ حنفیہ محلہ ورکشاپ کے مہتمم تھے اور اس طرح مولانا قاری محمد امین صاحب کی رفاقت و معیت میں ایک علمی درس گاہ کی خدمت انجام دیتے رہے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت بیکراں اور رضوان ابدی سے جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے اور بال بال مغفرت ہو۔ (آمین)

حریفاں باد ہا خوردند و رفتند
تہی ثم خانہا کردند و رفتند

۱۱ جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ، اکتوبر ۱۹۶۶ء

مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ

رجب اور شعبان ۱۳۸۶ھ (ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۶۶ء) میں ناقابل تلافی حوادث و صدمات پیش آئے، ۳ رجب ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۴ رنومبر ۱۹۶۶ء بروز دوشنبہ ملتان کے مشہور فاضل عالم حضرت مولانا عبدالخالق صاحب واصل بحق ہوئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم دارالعلوم کبیر، الجامع ملتان کے بانی و مہتمم و صدر مدرس تھے، حضرت الاستاذ امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی رحمہ اللہ کے ان ممتاز تلامذہ میں سے تھے جن کی پوری زندگی علوم نقلیہ و عقلیہ کی تدریس میں گذری، نہایت ذکی عالم تھے، انداز بیان نہایت سنجیدہ ہوا تھا، علمی مطالبات کو سادے اور مختصر انداز سے حل کرنے پر پوری پوری قدرت رکھتے تھے۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحب رحمہ اللہ کے عہد صدارت میں دارالعلوم دیوبند کے طبقہ علیا کے اساتذہ میں عہدہ تدریس پر فائز رہے، نہایت خوش پوشاک، خوش لباس تھے، بیوی بچوں کی فکر سے آزاد، درس

مقدس سے بھی بڑھ کر عمل سے لئے ہیں قلم کو روکنا تھا قلب اور دل سے دعائیں اپنی آنکھوں کا نور اور اپنی زندگی کی متاع عزیز کے لئے کی زندگی سے اپنی ماں کی محبت کی داستان لکھ رہا ہے اس پر کیا لکھا جائے علم و عمل کا مقصد تھا اس کی تمنا ہے جو صرف اپنی نسل کے لئے نہیں کی ہے بلکہ اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کی ہدایت و بہبود کے لئے فکر مند رہتی تھی اپنے آقا کی اور امام الانبیاء کا قائل رہا اشک صدقہ ہے ہو فی اللہ عزاء من کل ھالک۔

اللہ تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائے درجات و تعلیمات معاف فرمائے اور رحمت و غفران سے اعلیٰ درجات نصیب فرمائے آمین۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی والدہ ماجدہ کی وفات کا حادثہ

انتہائی رنج و غم کے ساتھ یہ خبر سنی گئی کہ ہمارے محترم علامہ ربانی مولانا ابوالحسن علی میاں کی والدہ محترمہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹ فروری ۱۹۵۲ء اتوار کی رات کو رحلت فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ عارفہ باللہ صالحہ خاتون تھیں جن کی نظیر عصر حاضر میں مشکل ہے۔ ان کے والد ماجد حضرت سید ضیاء الدین مرحوم بن سید عبدالعلی مرحوم اپنے زمانہ کے بڑے عالم، صوفی اور تقویٰ اور تعلق مع اللہ میں یگانۂ روزگار تھے مرحومہ سے ملاقات کا تذکرہ ہی سے کیا جا سکتا ہے کہ ان کی آغوش تربیت میں حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالعلی مرحوم اور علامہ ربانی مولانا ابوالحسن جیسے نامور روزگار حضرات پروان چڑھے۔ خاندان نے اپنی والا تر مرحومہ کی وجہ سے مبارک تھی کہ ان کو جو اولاد دی یا کار دیدہ بنائیں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں ان پاکباز روح (روح صفیہ) پر جس نے اس خاندان اور اس خاندان سے تربیت پانے والوں کو اپنا عمل اور اپنا حق اخلاص و وفا سمجھا اور مرحومہ نے ۸۴ سال کی عمر پائی تو یہ آیت معنی میں "خیرکم من طال عمرہ وحسن عملہ" تم میں بہتر وہ ہے جس کی عمر لمبی اور عمل اچھا ہو کی مصداق تھیں آنے والے سب جانے کے لئے ہی آتے ہیں لیکن مولانا علی میاں صاحب کے لئے والدہ محترمہ کی وفات صدمہ عظیم ہے خود مرحومہ کا صدمہ سے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو رحمت رضوان سے جنت الفردوس نصیب فرمائے اور ان کی روحانی توجہات سے دور رہنے والا عالم میں ان کا بعد امت تک کام فرمائے اور ان کی وفات سے محترم مولانا علی میاں کے لئے دعا سے زیادہ باعث خیر دعا کرتے رہنا ہے آمین۔

مرحومہ نے آخری دن رات بڑی صحیح حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری کے پوتے مرحوم شاہ حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ملاقات کی اور دعائیں لے کر رخصت ہوئیں۔

فرحمها الله رحمة الموصلات الصالحات الفائزات

شعبان ۱۳۷۱ھ

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲ رجب ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء کو مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحلت فرما گئے۔ مرحوم وقت کے بہترین قادر الکلام خطیب تھے، نہایت پر اثر مقرر تھے، حاضر جواب تھے، ایک وقت منبر و محراب، مدرسہ کی زینت تھے، مجلس تحفظ ختم نبوت کے عرصہ تک صدر رہے، عرصہ دراز تک حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ کے رفیق کار رہے، حضرت شاہ بخاری کے صحیح العقول خطابت کی بعض خصوصیات کے صحیح وارث تھے، عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ و نشر و اشاعت نے ان کی زندگی میں وقار و عظمت اور عوام کے دلوں میں محبت پیدا کر دی تھی، مدارس دینیہ کے سالانہ جلسے ان کے ام سے با رونق تھے، ایسے باکمال آتش فشاں خطیب کی رحلت بڑا سانحہ ہے، مرحوم کی وفات سے جیسے افسردہ ہو گئے اور دینی اجتماعات پژمردہ ہو گئے، گلستان مجلس ختم نبوت کی ہزار داستان خوش نوا بلبل ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کی خدمت کو خلعت قبول سے نوازے اور ان کو ترقی درجات کا وسیلہ بنائے، بعد رحلت سرطان جگر بیمار رہے، آخر جان جان آفریں کے سپرد کر دی، مرحوم کے جنازے میں ملتان، بہاولپور، لاہور، اوکاڑہ کے ہزاروں بندگان خدا شریک ہوئے، حضرت مولانا عبداللہ درخواستی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مولانا جان محمد سواتی رحمۃ اللہ علیہ

ماہ شعبان ۱۳۸۶ھ کی ۲۳ تاریخ مطابق ۶ دسمبر ۱۹۶۶ء بروز دوشنبہ ریاست سوات کے مشہور عالم مولانا جان محمد صاحب بعارضہ قلب طویل علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس عالم فانی سے رخصت ہو گئے۔

مرحوم ریاست سوات کے ان ممتاز علماء میں سے تھے جن کی پوری زندگی اپنے ملک کے عوام کی اصلاح اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں خاموشی سے گذری، صاحب نسبت مخلص و خدا رسیدہ بزرگ تھے، خشوع و خضوع سے نماز پڑھا کرتے تھے، نیم شبی سحری میں دیدہ و دل کی حسرتیں نکالا کرتے تھے، ہمارے رفیق کار مولانا فضل محمد صاحب استاذ حدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی کے والد ماجد تھے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس نصیب فرمائے اور پس ماندگان کو اس جانکاہ صدمہ میں صبر جمیل و شکیبائی نصیب فرما کر اجر جزیل عطا فرمائے، آمین۔

خدا کا شکر ہے کہ مرحوم کے دو فرزند مولانا فضل محمد صاحب اور قاری فضل حلیم صاحب حوصلہ اور خاموشی کے ساتھ دین کی خدمت کرنے میں اپنے والد محترم کے صحیح جانشین ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی مزید توفیق مرحمت فرمائے۔

(شوال ۱۳۸۶ھ فروری ۱۹۶۷ء)

مولانا شیر محمد سندھی رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کہ علماء ربانی کے قافلے بڑی سرعت کے ساتھ عالم آخرت کی طرف جارہے ہیں، علمی و دینی بساط بڑی تیزی سے سمٹ رہی ہے، دینی شمعیں بجھی جارہی ہیں اور علمی محفلیں سونی ہوتی جارہی ہیں، اور ایسے دور میں جب کہ آئندہ کوئی توقع نہیں کہ دوبارہ یہ محفلیں آراستہ ہوسکیں گی اور یہ چراغ روشن ہوسکیں گے۔

مغربی پاکستان کے علاقہ سندھ کے ایک مشہور اور معمر عالم دین مولانا شیر محمد صاحب نے ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ کی شب میں داعی اجل کو لبیک کہی، موصوف سندھ کے محقق عالم، متواضع درویش اور منکسر مزاج بزرگ تھے، باخدا شخصیت تھی، صرف ونحو کے امام تھے، مسائل صرف اور دقائق نحو سے شغف کیا عشق تھا، علم صرف میں ایک عمدہ کتاب کے مصنف تھے اور سکھر میں دینی درس گاہ کے موسس تھے، موت بھی عجیب واقع ہوئی، ۲۴ رمضان کی صبح کو غسل کیا، نئے کپڑے زیب تن کئے، گویا سفر کی تیاری ہے، دن بھر روزہ رہا، قبل افطار زیادہ طبیعت خراب ہوگئی، معمولی علالت کا سلسلہ پہلے ہی سے چلا آرہا تھا، کچھ ہدایتیں فرمائیں، افطار کے وقت غنودگی بڑھ گئی جس کی وجہ سے روزہ افطار نہ ہوسکا، بالآخر نصف شب ۲۵ رمضان کو روح قفس عنصری سے "اللہ! اللہ!" کہہ کر پرواز کرگئی:

إنا لله وإنا إليه راجعون

سبحان اللہ! موت کیا تھی گویا زندگی کا رخ دنیا سے عالم آخرت کی طرف موڑ دیا اور طرفۃ العین میں عالم فانی سے کٹ کر عالم آخرت سے جڑ گئے، راقم الحروف کے کرم فرما اور دعا گو تھے، اللہ تعالیٰ سفر آخرت کے تمام مراحل آسانی سے طے کرائے، درجات عالیہ نصیب فرمائے اور رحمت ورضوان کے گلدستے نچھاور ہوں، خدا کا شکر ہے کہ ان کے خلف رشید برادرم مولانا محمد انور صاحب موجود ہیں، ان سے توقع ہے کہ وہ مرحوم باپ کی جانشینی کا حق ادا کرسکیں گے۔

مولانا احمد حسن چاٹگامی رحمۃ اللہ علیہ

مشرقی پاکستان کے دو مشہور علماء دونوں چاٹگام کے، ایک ماہ رجب ۱۳۸۶ھ اور ایک ماہ رمضان ۱۳۸۶ھ میں واصل بحق ہوئے۔

حضرت مولانا احمد حسن صاحب جیری ضلع چاٹگام کے نہایت مخلص، جفاکش اور باخدا عالم تھے، مدرسہ اسلامیہ عربیہ جیری کے بانی تھے، اپنی پوری زندگی مدرسہ کی ترقی اور خدمت میں گذاری، ۶۰ رسال فرائض اہتمام کی انجام دہی کی توفیق نصیب ہوئی، غالباً مدرسہ معین الاسلام باٹھ ہزاری کی قدیم ترین درسگاہ کے فارغ التحصیل تھے، مولانا قاضی محمد حسین صاحب خلیفہ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ سے مجاز تھے، بنگلہ زبان میں نہایت خوش بیان

واعظ تھے، وعظ میں بہت اثر تھا، ان کے مدرسہ میں عارف باللہ شیخ الہند حضرت محمود حسن دیوبندی اور ان کے بعض جانشین حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا اصغر حسین صاحب (رحمہم اللہ) سب ہی حضرات کے قدم پہنچے ہیں، راقم الحروف بھی مرحوم کے اصرار پر وہاں گیا تھا اور صحیح بخاری شریف کا ایک درس بھی دیا تھا، طویل علالت کے بعد ۲۳ رمضان ۱۳۸۶ھ کو ۸۷ سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

مولانا محمد اسماعیل چانگامی رحمۃ اللہ علیہ

شہر چانگام میں مولانا محمد اسماعیل صاحب ایک جید عالم تھے، دار العلوم دیوبند کے فاضل تھے، عرصہ دراز تک علوم کتاب وسنت کی تدریس میں مشغول رہے، آخر میں چانگام شہر کے ایک محلہ میں مفاہر العلوم کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی تھی، اہتمام کے فرائض خود انجام دیتے رہے، نہایت متواضع اور رقیق القلب تھے، اخلاص وتواضع اور رقت قلب میں ممتاز تھے، راقم الحروف کو تین چار مرتبہ شرف زیارت نصیب ہوا، بار بار دیکھا کہ تقریر سنتے وقت رویا کرتے تھے، آخر ستر سال کی عمر میں بتاریخ ۲۴ رجب ۱۳۸۶ھ حیات مستعار کو الوداع کہہ کر حیات جاودانی سے ہمکنار ہو گئے، اللہ تعالیٰ ان پاکباز ان پاک طینت کو اپنی رحمت ومغفرت درجات عالیہ سے نوازے، آمین۔

یہ چمن یوں ہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

ذوالحجہ ۱۳۸۶ھ اپریل ۱۹۶۷ء

مولانا تاج الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

افسوس ہے کہ مشرقی پاکستان کے مشہور عالم دین مولانا تاج الاسلام کا ۲۲ رذوالحجہ ۱۳۸۶ھ کو انتقال ہو گیا، موصوف دیوبند کے ممتاز فارغ التحصیل، حضرت الاستاذ امام العصر محمد انور شاہ رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید، بنگال کے عمدہ عربی ادیب اور شاعر مخلص اور بے لوث خادم دین، دور اچھے واعظ تھے، عرصہ دراز تک علوم نبوت (قرآن وحدیث) کا درس دیا، برمن باڑیہ میں ایک مدرسے کے بانی اور صدر تھے، طلب علمی کے زمانے میں مرزا غلام احمد قادیانی کی ہجو میں ایک بلند پایہ عربی قصیدہ لکھا تھا جسے حضرت امام العصر اور دیگر اساتذہ نے بہت پسند فرمایا اور بڑی قدر فرمائی، اس کے بعد شعر جو علمی اعتبار سے بہت اونچے تھے مجھے بھی سنائے، موصوف سے ملاقات کئی بار ہوئی، ایک مرتبہ تو مجمع البحوث الاسلامیہ کی موتمر قاہرہ کے سفر میں ہمرکابی کا موقعہ بھی ملا، موتمر کے لئے موصوف کا نام نامی میں نے ہی پیش کیا، وہاں پندرہ دن تک ایک کمرے میں رفاقت رہی اور موصوف کے اخلاص اور مزاج کی سادگی کا مزید علم ہوا۔

افسوس کہ مولانا کی وفات کے وقت میں سفر میں تھا، مدینہ منورہ میں انتقال کی خبر سنی اور اس وقت جنازہ نہ جا سکا، حق تعالیٰ آغوش رحمت میں سکون رضوان الٰہی سے سرفرازی اور جنت الفردوس نصیب فرمائے، عمر غالباً ستر سال ہوگی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

[ربیع الاول ۱۳۹۷ھ]

اہلیہ امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہا

حضرۃ الشیخ و استاذ امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ مولانا حکیم محفوظ علی صاحب کی ہمشیرہ مکرمہ اور عزیز مولانا ازہر شاہ و مولانا انظر شاہ کی والدہ ماجدہ مرض سرطان سے طویل و مدید اور صبر آزما علالت کے بعد ۱۸ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۶ جون ۱۹۶۷ء بروز سہ شنبہ دیوبند محلہ خانقاہ میں رحمت فرمائے عالم آخرت ہوئیں اور امام العصر رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ہی پیوند خاک ہوئیں۔

مرحومہ شکوہ کے ایک مشہور سادات خاندان سے تھیں، حضرت الشیخ امام العصر رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بہت سلیقے سے بچوں کی تربیت کی اور اس ۳۵ سال کے عرصہ میں بڑے بڑے مصائب کا نہایت صبر و استقلال سے مردانہ وار مقابلہ کیا، مرض وفات میں اکثر بے ہوشی کی حالت طاری رہتی، آب و دانہ سے تعلق ختم تھا لیکن نماز کے وقت ہوش آجاتا اور فریضہ نماز ادا کر لیتیں، مرحومہ کے وصال کی اطلاع ملتے ہی یہاں مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں صبح کو صحیح بخاری ختم، تمام اساتذہ و طلبہ اور دارالعلوم دیوبند کے بچوں نے ختمات قرآن کریم سے ایصال ثواب کیا۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس نصیب فرمائے آغوش رحمت میں جگہ دے اور رحمت رضوان سے سرفراز فرمائے۔

اللّٰھم اغفر لھا وارحمھا و عافھا واعف عنھا و أکرم نزلھا و وسع مدخلھا وارزقھا دارا خیرا من دارھا وجارا خیرا من جارھا بحرمۃ سید المرسلین وخاتم النبیین محمد ﷺ۔

[جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ]

حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ کی ۲۴ تاریخ چہار شنبہ ۲۷ دسمبر ۱۹۶۷ء کو دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز محقق، عالم بے بدل روزگار استاذ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی کے وصال کا جانکاہ حادثہ پیش آیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسن رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے تھے، درسیات کی مشکل ترین کتابوں کے اعلیٰ ترین مدرس اور استاذ تھے، اپنی حیات طیبہ کا بہت بڑا حصہ علوم عقلیہ و منقلیہ کی تدریس و تعلیم میں بسر کیا، پورے ساٹھ برس تدریس علوم دینیہ کی خدمت انجام دی، ابتدائی دور میں دہلی کے مدرسہ فتح

پوری میں تدریس کے فرائض انجام دیئے، پھر دارالعلوم دیوبند میں زندگی کا طویل ترحصہ اسی کار خیر میں گذرا کچھ عرصہ بانکھ ہزاری چاٹگام کو اور چند ماہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو بھی آپ کے تدریسی جہد کا شرف حاصل رہا، پھر اپنے مادر علمی دارالعلوم میں ہی واپس آ گئے اور زندگی کی آخری سانس تک فرائض تدریس انجام دیتے رہے، حضرت مولانا مدنی قدس اللہ روحہ کے وصال کے بعد دارالعلوم کے صدر المدرسین کے عہدے پر فائز رہے، ذکاوت، قوت حافظہ اور حسن تعبیر میں خصوصاً معقول و منقول کی مشکلات کے حل کرنے میں یکتائے روزگار تھے اور درس نظامی کی آخری کتابوں کے بے نظیر استاذ تھے، ہندو پاک کے تقریباً تمام علماء کرام کے بالواسطہ یا بلاواسطہ استاذ تھے، شاید ہی علمی دنیا کا کوئی گوشہ ایسا ہو جہاں مرحوم کے تلامذہ نہ موجود ہوں، نصف صدی سے زیادہ تو دارالعلوم میں ہی علوم درسیہ کی خدمت انجام دی ہے، مرحوم اپنے علمی کمالات اور جامعیت کے اعتبار سے قدماء سلف کی یادگار تھے، جو کتاب پڑھاتے تھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ نہ صرف اس کے حافظ ہیں بلکہ اس کے مالہ و علیہ پر مصنف سے بھی زیادہ دسترس رکھتے ہیں، مشکل مسائل میں اپنی عمدگی کے ساتھ دھیمی دھیمی آواز میں ایک خاص تسلسل کے ساتھ تقریر فرمایا کرتے تھے کہ کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہتا تھا، افسوس کہ علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب تیزی کے ساتھ غروب ہو رہے ہیں اور علمی گلستان اس طرح اجڑتے جا رہے ہیں کہ ان کی آبادی کی دوبارہ کوئی توقع نہیں۔

إن لله ما أخذ و له ما أعطى و كل شيء عنده إلى أجل مسمى، اللهم اغفر له وارحمه وأرضه وارض عنه وارفع درجاته، آمين يا رب العالمين وصلى الله على صفوة البرية حبيب رب العالمين محمد وآله وصحبه وتابعيه أجمعين.

(۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ)

مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

﴿كل من عليها فان و يبقى وجه ربك ذو الجلال و الإكرام﴾

ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ میں یہ دردناک خبر پڑھی کہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب واصل بحق ہو گئے، إنا لله و إنا إليه راجعون۔

موصوف ضلع اعظم گڑھ (یوپی، بھارت) کے ایک گاؤں فتح پور "تال نرجا" کے رہنے والے تھے، معمر بزرگ تھے، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے اکابر خلفاء میں تھے، آپ کے فیوض و برکات سے نہ صرف یوپی اور شمالی ہندوستان بلکہ جنوبی ہند اور بمبئی کے علاقے بھی فیض یاب تھے، مخلصین و احباب و اقرباء کا قافلہ کے ہمراہ "مظفری" جہاز سے دیار مقدسہ حرمین شریفین کے لئے روانہ ہو چکے تھے، ماہ رمضان کے عمروں اور طوافوں کا جذبہ لئے جا رہے تھے کہ داعی اجل سمندر کی طوفان خیز موجوں میں پہنچ گیا اور بجائے دیار مقدس ملاء اعلیٰ کی سیر کے لئے

روح ملکوتی جسد عنصری سے بوقت سحر پرواز کر گئی اور جسد عنصری دیار قدس کے سپرد کر دیا گیا، یہ حادثہ ۲۵ / ۲۴ / نومبر کی درمیان شب کے اخیر حصہ میں پیش آیا، سبحان اللہ! کتنے آثار برکات و رحمت کے جمع ہو گئے۔

اللهم اغفر له وارحمه وارفع درجته ومتع المستفيضين ببركاته

افسوس کہ صالحین کے قافلے بہت ہی سرعت کے ساتھ آخرت کی طرف جا رہے ہیں اور یہ مادی دنیا روحانی برکات سے خالی ہوتی جا رہی ہے۔

إنا لله وإنا إليه راجعون، هذا وصلى الله على صفوة البرية سر الوجود سيدنا محمد واله واصحابه وصالحي عباده اجمعين.

[شوال ۱۳۸۷ھ]

مولانا سید حمید الدین فیض آبادی رحمۃ اللہ علیہ

﴿كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذو الجلال والإكرام﴾

صدمہ کی بات ہے کہ علماء ربانیین کے قافلے بڑی سرعت سے عالم آخرت کی طرف کوچ کر رہے ہیں اور یہ سرزمین صالحین کی برکات سے محروم ہوتی جا رہی ہے۔

۱۰ شعبان ۱۳۸۸ھ ۱۵ / نومبر ۱۹۶۹ء کو ہندوستان کے ایک جلیل القدر محدث عالم ربانی مولانا سید حمید الدین بن محبوب علی فیض آبادی نے کار کے حادثے میں اپنی جان عزیز جہاں آفریں کے سپرد کی، مرحوم حضرت امام العصر مولانا انور شاہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور دورہ حدیث میں میرے رفیق ہم نفس تھے، عربی کے ادیب تھے اور شاعر بھی، حضرت مدنی کے بھانجے تھے اور حضرت مدنی سے بیعت بھی تھے، ابتدائی تعلیم اپنے آبائی وطن ہنسور ضلع فیض آباد (یوپی) میں حاصل کی، اس کے بعد دار العلوم دیوبند میں تحصیل کی اور جو قافلہ حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ کے ساتھ دیوبند سے ڈابھیل ضلع سورت گیا تھا اس کاروان میں شریک تھے، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں فراغت پائی اور ۱۶ / طلبہ جو ۶۵ / طلبہ حدیث میں سے درجہ اولیٰ میں کامیاب ہوئے ان میں آپ تھے، فراغت کے بعد ابتداءً کچھ عرصہ سرزمین سندھ کے مقام پیر جھنڈا میں رہے جہاں حدیث و رجال کے نادر مخطوطات سے استفادہ کا زریں موقع انھیں میسر آیا، پھر مدرسہ انوار الاسلام بہرائچ میں مدرس رہے، اس کے بعد دار العلوم ندوۃ العلماء کے شیخ الحدیث رہے، آخر میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں شیخ الحدیث کے عہدے پر خدمت حدیث انجام دیتے رہے، دار العلوم دیوبند سے درس حدیث کی خدمت کے لئے بلائے گئے تھے لیکن شاید نہ آ سکے، دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے، دہلی سے بذریعہ کار اپنے خاندان سمیت دیوبند مجلس شوریٰ کے اجلاس کے لئے آ رہے تھے، مظفر نگر کے قریب ایک ٹرک سے تصادم میں شہید ہو گئے، ممبران مجلس شوریٰ کے اکثر

افراد حضرت مولانا محمد طیب صاحب، مولانا محمد میاں صاحب، مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی، مولانا مرغوب الرحمن بجنوری، مولانا حامد الانصاری غازی وغیرہ حضرات موقع پر پہنچے اور جنازہ دیوبند لایا گیا، نماز جنازہ حضرت مولانا فخر الدین صاحب مرادآبادی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے پڑھائی اور قبرستان قاسمی میں اپنے شیخ عارف مدنی حضرت مولانا سید حسین احمد رحمہ اللہ کے پہلو میں سپرد خاک کیے گئے۔ ۲۰ رسال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے تھے اور ۴۳ رسال علوم نبویہ کی خدمت کر کے ۶۳ رسال کی عمر میں عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی، بہت کچھ لکھنے کو جی چاہتا ہے تاکہ رفاقت کا تھوڑا بہت حق ادا ہو سکے لیکن:

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار

ان چند سطروں پر اکتفا کرتا ہوں۔

اللهم اغفرله وارحمه وارض عنه واحشره مع عبادك الصالحين العلماء العاملين والمحدثين، آمين يارب العالمين.

مرحوم برادر محترم مولانا سید محمد اسعد ابن العارف المدنی کے خسر تھے، اس حادثہ میں مولانا اسعد میاں کے جگر گوشہ عزیزم محمد بھی شدید زخمی ہو گئے تھے، چار پانچ دن کے بعد وہ بھی وفات پا گئے اور اس طرح مولانا سید اسعد کے لئے ذخیرہ آخرت بن گئے۔

اللهم اجعله له ذخرا و أجرا و شافعا ومشفعا

مولانا شمس الحق فرید پوری رحمۃ اللہ علیہ

مشرقی پاکستان کے مشہور عالم ربانی جامعہ قرآنیہ اول باغ ڈھاکہ کے بانی اور شیخ الحدیث مولانا شمس الحق صاحب فرید پوری طویل علالت کے بعد بروز سہ شنبہ ۲ رذی القعدہ ۱۳۸۸ھ ۲۱ رجنوری ۱۹۶۹ء کو واصل بحق ہوئے، مرحوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے اور سرچشمہ سلوک تھانہ بھون سے روحانی فیض حاصل کیا تھا، مخلص حق گو تھے، بلا خوف لومۃ لائم ہمیشہ اعلان حق کرتے رہے، استقامت رائے، صابت فکر اور اظہار حق میں فرید وحید تھے، اپنے وطن فرید پور میں سپرد خاک ہوئے۔

اللهم اغفر له مغفرة ظاهرة و باطنة وارفع درجاته واجعله من عبادك المقربين.

مولانا نصیر الدین غورغشتی رحمۃ اللہ علیہ

مغربی پاکستان کے شمال مغرب میں موضع غورغشتی ضلع کیمبل پور سے بھی علم واخلاص کے جوہر نایاب، تقوی وطہارت کے پیکر، صدق وصفا کے مجسمہ، عالم ربانی، عارف لاثانی، حضرت مولانا نصیر الدین صاحب کی روح مبارک تین بجے اس وقت جبکہ وہ حج بیت اللہ کا عزم کر چکے تھے اور کراچی آنے کے لئے پا بہ رکاب تھے ۳ رذی

اتقدہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۶۹ء کو مولا علی کی طرف پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم حضرت مولانا حسین علی نقشبندی سے روحانی کمالات حاصل کر کے ان کے خلیفہ بن گئے تھے۔ عرصہ دراز تک علوم نبوت کا درس دیتے رہے۔ تقریباً چالیس سال سے زیادہ صحاح ستہ جامع ترمذی کا درس دیا۔ علم نبوت کو ذریعہ معاش نہیں بنایا، ہزار ہا مخلوق خدا کو فیضیاب فرمایا۔ خاتمہ مبارک سو سال سے متجاوز تھی، تمام عمر قال اللہ وقال الرسول کی صدائے صور رہی۔ اس پرفتن دور میں ایسے نفوس قدسیہ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملیں گے جن کی تمام عمر علم دین کی خدمت میں گزری ہو۔ راحت کی فکر نہ تنخواہ و مشاہرہ کا تصور، نہ دولت و عزت و جاہت کی آرزو، فقیرانہ زندگی مسجد میں گذاری۔ درحقیقت اسی قسم کے پاک طینت نفوس مقدسہ ہیں جو علوم نبوت کے وارث و مسند نبوت کے جانشین ہیں:

إن لله عبدا فطنا ... طلقوا الدنيا وخافوا الفتنا
نظروا فيها فلما علموا ... أنها ليست لحي وطنا
جعلوها لجة واتخذوا ... صالح الأعمال فيها سفنا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے کچھ چنیدہ بندے ایسے بھی ہیں جنہوں نے فتنوں سے ڈر کر دنیا کو طلاق دے دی۔ دنیا میں غور کرنے سے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ کسی بھی زندہ مخلوق کا مقام اور وطن نہیں ہے۔ اس لئے انہوں نے دنیا کو ایک عقاب سمندر سمجھ کر نیک اعمال کے سفینوں سے اسے عبور کیا ہے۔

فاللهم اغفر له وارحمه وأكرم نزله ووسع مدخله وارزقه دارا خيرا من داره وجارا خيرا من جاره وأنزل عليه شآبيب رضوانك ونفحات من قديم إحسانك فأنت المنان وأنت الحنان وأنت قديم الإحسان وأنت ذو الجلال والإكرام وصلى الله على سيدنا محمد سيد المرسلين وإمام المتقين وخاتم النبيين إمام الخير وقائد الخير ورسول الرحمة وعلى آله وعترته وأهل بيته وصحبه ومن تبعهم أجمعين إلى يوم الدين.

[ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ]

حاجی محمد یعقوب کا المیہ انتقال

انتقال پرملال حاجی محمد یعقوب صاحب کا یہ ہولناک المیہ بتاریخ ۹ مارچ ۱۹۶۹ء مطابق ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ روز شنبہ بوقت فجر (خزانچی مدرسہ عربیہ اسلامیہ و مسجد نیو ٹاؤن)

كل نفس ذائقة الموت

بہت افسوس و صدمے کے ساتھ یہ خبر سنی جائے گی کہ ہمارے ہر دل عزیز مخلص صاحب لطف و کرم حاجی

محمد یعقوب کالیہ دہلوی، مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی کے خزانچی بتاریخ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۸ مارچ ۱۹۶۹ء کو وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف پہلے وہ شخص ہیں جن کے ابتدائی مشورے سے مدرسہ عربیہ اسلامیہ کا افتتاح جامع مسجد نیوٹاؤن میں کیا گیا تھا، اور تقریباً مدرسہ کے ۷ سال گزرنے کے بعد راقم الحروف نے موصوف کو مدرسہ عربیہ اسلامیہ کا خازن مقرر کیا تھا اور جو رقم میرے پاس تھی موصوف کے حوالے کر دی تھی، موصوف نے نہایت اخلاص و ہمدردی سے یہ فریضہ انجام دیا اور مدرسہ کی معاونت بھی کرتے رہے، رفتہ رفتہ مدرسہ اور مدرسہ والوں سے محبت و اخلاص تعلق انتہا تک پہنچ گیا، مجھے حق تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ مدرسہ سے یہ تعلق و ہمدردی موصوف کے لئے آخرت میں رفع درجات کا باعث ہوگی، دعا ہے کہ حق تعالیٰ موصوف کی کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور بال بال مغفرت فرما کر جنت الفردوس نصیب فرمائے، موصوف کی وفات پر مدرسہ عربیہ اسلامیہ کے ناظم دفتر جناب حافظ قاری محی الدین احمد مکنون نے قطعہ تاریخ کہا ہے جو درج کیا جاتا ہے:

صاحب خیر بزرگ اور عزیز طلباء — خازن مدرسہ و مسجد جامع محبوب
دار فانی سے سوئے عالم جاوید گئے — کہ قضائے مشیت کا یہی ہے اسلوب
یہ تو ہونا تھا کہ مجبور ہے انسان ضعیف — چاہئے صبر کہ بے صبری ہے نہایت معیوب
یہ دعا کیجئے کہ بخشش ہو خدایا ان کی — اور کوثر سے عطا ہو انہیں جام مشروب

سال رحلت میں یہ مکنوں سے ہاتف نے کہا
قصر جنت میں ہے سلطان محمد یعقوب

۱۳۸۸ھ

[خیر اندیش ۱۳۸۹ھ]

مولانا سید احمد شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

۵ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ ۳ مئی ۱۹۶۵ء کو یوم دوشنبہ مولانا سید احمد شاہ بخاری ابتالوی کا حادثہ وفات پیش آیا انا للہ و انا الیہ راجعون، مولانا مرحوم قرآن کریم کے حافظ تھے، مقدمات میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب اور ان کے خلف ارشد مولانا داؤد احمد صاحب انجمی اولوں سے عبارت حاصل کی تھی، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے عہد مشیخت میں دار العلوم دیوبند سے فیض علوم نبوت حاصل کیا اور کلام و فلسفہ کی چند کتابیں حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی مرحوم اور حضرت مولانا عبد الحق صاحب نافع کاکا خیل سے بھی پڑھیں تھیں، ۱۳۵۲ھ صفر میں دیوبند پہنچ چکے تھے اور حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ کے جنازہ میں

بھی شرکت کی سعادت حاصل کی تھی انتہائی ذکی تھے طبیعت میں تحقیق کا مادہ تھا، مزاج میں بہت سادہ تھے، تکلف سے بالاتر تھے، زندگی تدریس وتالیف میں خاموشی کے ساتھ گزری، پرسان جامع محمدیہ (بھٹنگ) میں مدرس رہے اور ستر ہ سال مدرسہ دارالہدیٰ چوکرو (سرگودھا) میں تدریسی، تبلیغی، تاریخی زندگی گذاری اور دارالہدیٰ سے رشیعیت میں ماہنامہ "الفاروق" جاری کیا جو عرصہ ۲۷ سال تک شمنان اسلام کے حملوں کا تابڑ توڑ فاتح کرتا رہا اور دلائل حقہ سے اہل تشیع کو مبہوت کر دیا، ۱۳۸۶ھ سے سرگودھا شہر میں مسجد فاروق اعظم اور دارالعلوم فاروق اعظم کی بنیاد ڈالی، مرحوم روزہ رافضی وشیعیت کے ممتاز عالم تھے، مدح صحابہ میں نکتہ آفرین طبیعت پائی تھی، "تحقیق فدک" ان کی محققانہ تالیف یادگار ہے کی "بسط الیدین" محمد حسین شیعی عالم کی کتاب کی تردید میں مشغول تھے، افسوس کہ یہ کتاب نا تمام رہ گئی اور داعی اجل کو لبیک کہہ کر واصل بحق ہو گئے:

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

تریسٹھ سال عمر پائی اور آبائی مسکن اجنالہ میں مدفون ہوئے، افسوس کہ اس باز کے علم، جو سراپا اخلاص بن کر خاموشی کے ساتھ اونچی دینی وعلمی خدمت انجام دیتے ہوں رخصت ہو رہے ہیں اور کوئی جانشین نہیں چھوڑتے۔

إنا لله وإنا إليه راجعون اللهم اغفرله وارحمه و أكرم نزله بفضلك وكرمك يا أرحم الراحمين

[صفر ۱۳۸۹ھ]

مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله الذي لا باق إلا وجهه ولا زاد لقضائه والصلاة والسلام على خاتم أنبيائه وعلى آله وأصحابه وأوليائه.

شب یک شنبہ بتاریخ ۴ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۸ جون ۱۹۶۹ء حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنی مدینہ طیبہ کی پاک سرزمین میں اللہ تعالیٰ سے جا ملے، إنا لله وإنا إليه راجعون.

مرحوم کا آبائی وطن موضع "جدیا" علاقہ چکیسر ریاست سوات تھا، ابتدائی تعلیم وطن ہی میں پائی اور آخری تعلیم مدرسہ امینیہ دہلی میں ہوئی فراغت کے بعد کچھ عرصہ مدرسہ امینیہ میں مدرس بھی رہے، پھر ضلع مظفر نگر کے ایک گاؤں مسکین پور میں حضرت مولانا فضل حق صاحب قریشی نقشبندی سے بیعت کی، جہاں ذکر وشغل کے ساتھ ساتھ حضرت قریشی کے مہمانوں کی خدمت میں کنویں سے پانی نکالنے اور جنگل سے لکڑیاں لانے کا سلسلہ بھی جاری رہا، خوب مجاہدہ نصیب ہوا اور آخر اپنے شیخ کامل کی توجہ سے وہ مقام حاصل کیا جو خانوادہ شیخ کے مریدین میں

سے کسی کو نصیب نہیں ہوا ہوگا۔ ان مخلصانہ خدمات اور مجاہدات و ریاضات نے انہیں اپنے شیخ کا صحیح جانشین بنا دیا، بالآخر ہجرت کی نیت سے مدینہ طیبہ پہنچے اور حج و زیارت کے بعد وطن آکر اپنی تمام جائیداد فروخت کر دی اور مدینہ طیبہ میں سید محمود صاحب سے (جو حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی ہیں) تین ہزار ریال میں ایک مکان خریدا، غالباً آدھی رقم تو اسی وقت ادا کر دی تھی اور باقی بعد میں ادا کی گئی۔

مدینہ طیبہ میں دورانِ قیام ہر سال حج کی توفیق ہمیشہ نصیب ہوتی رہی اور عمرے بھی ادا کرتے رہے، آپ کو عمرہ کرنے کا بہت شوق تھا، ہر سال ماہِ رمضان میں عمرہ کے لئے جاتے رہے اور مسجد نبوی میں اعتکاف بھی کرتے رہے، یہ اسی عشق کا نتیجہ تھا کہ وفات تک نہ تو حج ترک ہوا اور نہ رمضان المبارک کا عمرہ اور مسجد نبوی کا اعتکاف چھوٹا، اس سال بے حد کمزور تھے لیکن پھر بھی اعتکاف کی سعادت نصیب ہوئی، اعتکاف میں تمام رات تراویح، قیام اللیل اور ختمِ قرآن میں ان کی فوق العادۃ استقامت قابلِ رشک تھی، اس دفعہ موسمِ حج میں غلبہ امراض کی وجہ سے طبیعت انتہائی کمزور تھی لیکن عشقِ عبادت سے سرشار طبیعت کہاں صبر کر سکتی تھی، چنانچہ سفرِ عشق کے لئے مدینۃ الرسول سے بلد الامین کو روانہ ہو گئے مگر منیٰ پہنچتے ہی طبیعت خراب ہو گئی، کسی نہ کسی طرح میدان عرفات میں پہنچ گئے لیکن وہاں بے ہوشی کا سا عالم طاری رہا، عرفات میں سرکاری ہسپتال میں داخل کئے گئے، وہاں سے سرکاری ایمبولنس کار میں مزدلفہ سے منیٰ اور وہاں سے مکہ پہنچے، شہر ہی پر طوافِ زیارت اور طوافِ وداع فرمایا اور اگلے مزدلفہ اور رمی جمرات کے لئے باوجود تو کیل کے دو روز مزید اور اسی حالت میں مدینہ طیبہ پہنچے، کچھ عرصہ کے بعد کراچی کے مخلصین کے اصرار پر بغرض علاج کراچی تشریف لے آئے لیکن جب معلوم ہوا کہ علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے تو ایک ہفتہ کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور ۷۷ سال کی عمر میں جانِ جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

مرحوم طبعاً انتہائی متواضع باوفا اور مہمان نواز تھے، صدق و صفا اور اخلاص کے پیکر اور تقویٰ و طہارت، استقامت اور بکثرت عبادت میں یکتا تھے، بیعت و ارشاد کے اونچے مقام نے ان طبعی مکارمِ اخلاق کے لئے سونے پر سہاگہ کا کام کیا، اصلاحی مواعظ و بیان پر اچھی قدرت تھی، وعظ نہایت مؤثر ہوتا تھا، فرمایا کرتے تھے کہ: ''میں تو تو بدو، صلاح کی بیعت کرتا ہوں''، چنانچہ ان کی بیعت سے نہ صرف افراد بلکہ خاندانوں کی اصلاح ہو گئی، سیرتیں اور صورتیں بدل گئیں، ان کی صحبت و توجہ بھی نہایت مفید و مؤثر تھی، سلسلہ بیعت و ارشاد پاکستان و ہندوستان کے علاوہ مصر و شام اور ترکی تک پہنچ گیا تھا، سب سے بڑی کرامت اتباعِ سنت اور استقامت تھی جو فوقِ اکرامات تھی، انتہائی افسوس ہے کہ مدینہ طیبہ میں اپنے رنگ کے دونوں بزرگ تھے، حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی اور حضرت مولانا عبد الغفور صاحب عباسی، یکے بعد دیگرے اللہ کو پیارے ہو گئے اور اس طرح مدینہ طیبہ میں سلوک و ارشاد کی یہ دونوں مسندیں خالی ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت و رضوان کی آغوش میں درجاتِ رفیعہ

مایہ نصیب فرمائے۔

فرحمه الله رحمة الأبرار الصالحين والعلماء الربانيين والعباد المقربين۔

مولانا محمد مبین خطیب رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کہ صالحین رفتہ کے قافلے بہت تیزی کے ساتھ عالم آخرت کی طرف جا رہے ہیں، ۲۸ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۶۹ء کو مولانا محمد مبین خطیب دیوبندی (مولانا محمد نعیم خطیب کے والد ماجد) انتقال فرما گئے، مرحوم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس اللہ سرہ کے قافلہ کے رفقاء قدیم میں سے تھے، عبادت صالحہ اور زہد و تقویٰ کا پیکر تھے، مرحوم مورث اعلیٰ سے ہی متواتر اہل اللہ، مجاہدین اور با اخلاق شخصیت کے مالک تھے، حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرما کر ان کو درجات عالیہ نصیب فرمائے، آخری زمانہ میں حضرت مرحوم اس حدیث کی روایت سے یہ حدیث سنا دی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"يذهب الصالحون الأول فالأول و يبقى حثالة كحثالة الشعير أو التمر لا يباليٰ الله بهم بالة" [بخاری، کتاب الرقاق، باب ذهاب الصالحين]

یعنی صالحین یکے بعد دیگرے اٹھتے جائیں گے اور آخر میں ایسے نکمے لوگ رہ جائیں گے جیسے جو یا کھجور کا ردی حصہ رہ جاتا ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی، جن صالحین کا دنیا میں رہنا مخلوق کے لیے باعث رحمت و موجب فیوض و برکات ہے ظاہر ہے کہ ان کے اٹھ جانے سے کتنی بڑی رحمت کا وہ حصہ بھی اٹھ جاتا ہے، "إن لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شيئ عنده إلى أجل مسمى"۔

بلاشبہ اللہ کے لیے ہے جو کچھ وہ لیتا ہے اور جو کچھ دیتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔

[بیّنات، ۱۹ مئی ۱۹۶۹ء]

مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ

افسوس ہے کہ اہل اللہ کے قافلے عالم آخرت کی طرف جا رہے ہیں اور دنیا ان کے انوار و برکات سے محروم ہوتی جا رہی ہے۔

۱۳ ذی القعدہ ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۷۰ء کو حضرت مولانا محمد انوری نور اللہ مرقدہ فیصل آباد میں تقریباً ۸۰ (اسی) برس کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، مرحوم ہمارے دور کے بڑے عالم اور صاحب نسبت بزرگ تھے، انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت شیخ الہند کی مایہ ناز علمی مسند کو سنبھالا اور ۵۰ سال تک حدیث کا درس دیتے رہے، مرحوم کو حضرت شیخ الہند کے علوم و معارف کا امین اور حامل ہونے کا شرف حاصل تھا، حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب اور حضرت مولانا محمد طیب صاحب جیسے حضرات نے حدیث پڑھی، حضرت

شیخ البند سے بیعت ہوئے، آپ کے بعد حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوری سے بیعت کی اور خلافت واجازت سے مشرف ہوئے، حضرت شاہ صاحب سے خاص شغف وتعلق تھا اس لیے "انوری" کہلاتے تھے، بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے، بہت سے لوگ آپ کی تعلیم وتربیت سے مستفیض ہوئے۔

فرحمه الله رحمة واسعة، اللهم أكرم نزله ووسع مدخله، وأبدله دارا خيرا من داره وأهلا خيرا من أهله وتقبل حسناته وارفع درجاته.

صاحبزادہ برادرم مولانا سعید الرحمن اب آپ کے جانشین ہیں حق تعالیٰ موصوف کو علم وعمل میں ترقی دے خاندان کا جانشین بنائے۔

[محرم ۱۳۹۰ھ]

مولانا شاہ محمد یعقوب مجددی بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ

بھوپال کی سرزمین تاریخ کے کسی دور میں علم وعلماء اور اہل فضل وکمال کا مرکز رہی ہے، حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی کی ہستی انہی ارباب قلوب کی آخری کڑی تھی جن کا فیض اس سرزمین میں جاری وساری تھا اور جن کی صحبت کی برکات سے قلوب معمور ہوتے تھے تقریباً تیس برس پہلے کی بات ہے کہ راقم الحروف حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی دعوت پر بھوپال گیا تھا، حضرت سید صاحب کی مہمانی کا شرف نصیب ہوا، اس وقت سید صاحب عہدہ قضا اور تین درس گاہوں کے سرپرست کی حیثیت سے بھوپال میں قیام فرما تھے، سید صاحب نے مجھے لکھا تھا کہ والی بھوپال کی خواہش ہے کہ یہ سرزمین دوبارہ علمی مرکز بنے، سید صاحب کا اصرار تھا کہ میں بھی ان کی رفاقت اختیار کروں، غرض اس سلسلہ میں پہلی مرتبہ بھوپال جانا ہوا تھا، چونکہ میں سید صاحب کا مہمان تھا اور وہ بے حد شفقت فرماتے تھے، جگہ جگہ مجھے لے جاتے تھے کبھی وزراء سے ملاتے اور کبھی ارباب علم وفضل سے بات کراتے، ایک دن فرمایا کہ یہاں ایک صاحب دل بزرگ مجددی طریقے کے ہیں، آج ان کے ہاں چلیں گے، چنانچہ سید صاحب کی معیت میں اس وقت میں حضرت موصوف کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، سید صاحب نے راقم الحروف کا تعارف کرایا اور خاموش بیٹھ گئے، نحیف وناتواں، کم گو، خاموش طبع اور باوقار شخصیت، نورانی چہرہ، تبسم بلب، تسبیح بدست، یہ تھے مولانا شاہ محمد یعقوب مجددی، یوں تو ساری نشستیں ہی میں ہے، اس مجلس کی اور کوئی بات اب یاد نہیں، عرصہ کے بعد برادر محترم جناب مولانا ابوالحسن علی صاحب زید برکاتہم سے بعنوان "ایک دو ساعت بااس دل" ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں بعض ملفوظات موصوف کے نظر سے گذرے، پتہ چلا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن سے کچھ عرصہ پہلے ملاقات وزیارت کا شرف نصیب ہوا تھا، افسوس کہ موصوف ۴ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ بروز شنبہ کی صبح بعمر ۸۷ سال بھوپال میں واصل بحق ہوئے اور اس طرح ہندوستان کی سرزمین ایک اور صاحب دل

بزرگ سے خالی ہوگئی، إنا لله و إنا إليه راجعون۔

انتہائی صدمہ ہے، جو جاتا ہے اس کی مسند خالی ہو جاتی ہے، جن کی زیارت سے اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے "وخيار عباد الله إذا رؤوا ذكر الله" اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے وہ ہیں جن کے دیدار سے اللہ یاد آتا ہے، جن کی صحبت سے دلوں کی اصلاح ہوتی ہے اور جن کے انفاس سے سینکڑوں کا کام جاری رہتا ہے، دنیا سے گوشے گوشے سے اللہ تعالیٰ کے ایسے نیک بندوں کے قافلے عالم آخرت کی طرف تیزی سے جا رہے ہیں، "يذهب الصالحون الأول فالأول وتبقى حفالة كحفالة التمر" حق تعالیٰ کی رحمتیں ان کی روح اور قبر پر نازل ہوں، رحمت و رضوان اور روح و ریحان کی بشارتوں سے مالا مال ہوں، الفرقان لکھنؤ کے ذریعہ وفات کا علم ہوا، تعزیت کے لئے الفرقان بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ دیکھا جائے۔

[رجب ۱۳۹۰ھ ستمبر ۱۹۷۰ء]

عالم آخرت کے دو مسافر

مولانا سید محمد طلحہ حسنی رحمۃ اللہ علیہ

رجب المرجب ۱۳۹۰ کے مبارک مہینے کی ۲۳ تاریخ کو (مطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۷۰ء) جمعہ کے مبارک دن میں دو صالح بزرگ عالم آخرت کے سفر پر روانہ ہوئے، إنا لله و إنا إليه راجعون

صبح نو بجے ایک بزرگ اور شام تین بجے دوسرے بزرگ، ایک نماز جمعہ سے پہلے اور دوسرے نماز جمعہ کے بعد، پہلے بزرگ حضرت مولانا سید طلحہ تھے جو حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے چشم و چراغ تھے، کریم النفس، لطیف الروح، خوش طبع، خوش مذاق، عربی علوم کے فاضل روزگار، عقلی و نقلی علوم کے ماہر، ادب و تاریخ کے شہسوار، انگریزی زبان کے گریجویٹ، عربی ادب کے عاشق، اردو ادب کے دلدادہ و متواضع بردبار، باوفا، سراپا اخلاص، سودت شعار، افادہ و استفادہ کے حریص، مجلسی لطائف میں بذلہ و بہ وار، بے تکلف، ان کمالات و خصائل کے باوصف مزاج میں بڑی سادگی اور صاف دلی تھی، دوسروں کے کمالات کے بے حد معترف رہا کرتے، کسی کے ادنیٰ کمال کے اعتراف میں کبھی بخل نہ کرتے، حسد و نفاق سے بیحد صاف تھا، ایک نیک و خیر خواہ میں اپنی نظیر آپ تھے، تاریخ کی شخصیت کے دانائے راز تھے، ٹونک کے "مدرسہ ناصریہ" میں تعلیم پائی تھی، دو بڑی ممتاز شخصیتوں کے منظور نظر شاگرد رہے تھے، حضرت مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی مرحوم، حضرت مولانا سیف الرحمن مہاجر افغانی، حضرت امام العصر مولانا سید محمد انور شاہ رحمۃ اللہ کے شیدائی و دلدادہ، علامہ اقبال مرحوم کے دوستوں میں تھے، ہمارے محترم والد ماجد مولانا عبدالحسن علی کے چچا تھے، عرصہ دراز تک لاہور میں اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسر رہے، ایک عرصہ سے کراچی میں مقیم تھے اور مولانا طفیل احمد کے ادارہ تصنیف سے وابستہ ہو گئے

تھے اور انگریزی تراجم سے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے انتخاب کی خدمت میں مشغول تھے، حق تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں ان پر ان کی قبر پر اور ان کی روح پر ہوں، آمین۔

مولانا عبدالشکور کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ

دوسرے بزرگ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب موضع بہبودی ضلع کیمبل پور علاقہ حچھ کے رہنے والے تھے، مستند عالم، خوش بیان واعظ، سراپا اخلاص اور مجسم زہد و تقویٰ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے زمانے میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور سے فارغ التحصیل ہوئے، فراغت کے بعد وہیں مدرس ہوئے اور آخر میں وہاں شیخ التفسیر کے عہدے پر فائز ہوئے، تمام زندگی بے سروسامانی میں گذاری جو علماء ربانیین اور علماء آخرت کی بڑی نشانی ہے، عرصہ دراز سے صحت خراب ہو چکی تھی، راولپنڈی میں عرصہ تک علاج جاری رہا، آخر اس فانی دنیا سے اکتا کر عالم آخرت کا رخ کیا اور پنڈی میں واصل بحق ہو گئے اور اپنے مسکن اصلی بہبودی ضلع کیمبل پور میں اس امانت الٰہی کو سپرد خاک کیا گیا، حق تعالیٰ اپنی رحمت و مغفرت و رضوان سے مالا مال فرمائے، آمین۔

كلّ من عليها فان و يبقى وجه ربك ذو الجلال والإكرام

[رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ نومبر ۱۹۷۰ء]

مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله الذي له البقاء وكتب على غيره الفناء والصلوة والسلام على خاتم النبيين وسيد الرسل الأنقيا محمد وآله الأصفياء وصحبه الأذكيا مادام تهمي العيون بالبكاء وتسلى القلوب بالعزاء، وبعد:

۲۱ شعبان ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۰ء بروز جمعرات بوقت ساڑھے گیارہ بجے حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری بانی خیر المدارس ملتان اس عالم فانی سے رحلت فرما کے عالم آخرت ہوئے، انا لله وانا اليه راجعون، بلاشبہ موت و حیات اس عالم کون و فساد کا خاصہ ہے، یہاں جو آیا دو رہنے کے لئے نہیں بلکہ جانے کے لئے ہی آیا، آنا اور جانا سنت جاریہ آدم ہے اور "كل نفس ذائقة الموت" حق تعالیٰ کا تکوینی امر ہے جس سے کسی کو بھی مخلصی نہیں، یہاں صبر و ضبط، تسلیم و انقیاد اور رضا بالقضا کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

"إنّ لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شيء عنده بأجل مسمى"

تاہم بعض شخصیتیں قافلۂ ہستی کے لئے مینارۂ نور ہوتی ہیں، ان کے وجود مسعود سے علم و دانش، زہد و تقویٰ اور یقین و معرفت کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں اور ان کے دم قدم سے صور نبوت کا وقار قائم رہتا ہے، ان کے جانے کے بعد ایسا خلا پیدا ہو جاتا ہے کہ مستقبل میں ان کے پر ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، حضرت مولانا

[illegible] کی بات الگ ہے، ورنہ ان میں تو وہ لوگ تھے جو اپنے دور کے بڑے بڑے ممتاز علماء تھے بلکہ بڑے بڑے عاقل متقین اور اولیاء اللہ تھے، جن کا وجود ہزاروں کی تعداد میں ہر خطہ زمین کی زینت تھا، ان کی موت محض ایک شخص کی موت نہیں تھی بلکہ ایک عالم کی موت تھی، ایک نظام کی موت تھی، ایک کارخانہ خلق کی موت تھی، ان کے دنیا سے علم اور علماء کا وقار گم ہو گیا، خانقاہوں کی عظمت باقی نہیں رہی، تکیوں کی رونقیں ختم ہو گئیں، اصلاح و تربیت کی مجلسیں برباد ہو گئیں، ہر مکان سے مرکزی اور بنیادی شمار ہونے والی ان تمام دینی اداروں کی رونقیں ختم ہو گئیں جہاں تعلیم و تدریس کے ساتھ تزکیۂ نفوس، اصلاح اخلاق اور تربیت قلوب کی طرف بھی توجہ تھی، صورت کے ساتھ سیرت بھی بنتی تھی، حضرتؒ معاملات میں خصوصی احتیاط تھا، یوں [illegible] سے ہر معاملہ میں تھوڑا بہت تعلق کی وجہ سے شروع ہی سے آپ حضرت حکیم الامت (قدس [illegible]) سے خلیفہ اجازت اور مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری کے رابطہ میں تھے، پہلی حضرت مرحوم کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع اس وقت ملا جب کہ دیوبند کی گلیوں میں "وفاق المدارس" کی بنیاد پڑی اور وفاق المدارس کے [illegible] میں [illegible] تشریف لائے، انہیں حضرات سے بار بار ورود، عیش و عشرت سے پرہیز، سادہ زندگی، محنت و جفاکشی، علم و تدریس میں محویت، وقت کی پابندی، اخلاص و للہیت، تواضع اور لطیف المزاج جیسی خوبیاں نظر آئیں، جن کی وجہ سے ان کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت تھی، حضرتؒ کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ اجل حضرت مولانا حافظ عبدالحق کو حضرت مرحوم کا صحیح جانشین بنانے میں آخر وقت تک کوشاں رہے۔

ایک حدیث میں ہے:

"یذھب الصالحون الأول فالأول و یبقی حفالة کحفالة الشعیر أو التمر لا یبالیھم اللہ بالة" [بخاری، کتاب الرقاق، باب ذھاب الصالحین]

ایک اور حدیث میں ہے کہ علماء کے رخصت ہو جانے کے بعد (یعنی ان کی وفات کے بعد) لوگ بیچھے رہ جانے کی جیسا کہ ردی کھجور یا جو وغیرہ میں ہوتا ہے، ان کی کوئی پروا نہیں کرتے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

"إن اللہ تعالیٰ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من قلوب العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی إذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤوسا جھالا فسئلوا فأفتوا بغیر علم فضلوا و أضلوا" [مشکوٰۃ، کتاب العلم]

یعنی اللہ تعالیٰ اس علم دین کو اس طرح نہیں اٹھائیں گے کہ بندوں کے قلوب سے یکبارگی علم نکال لیں بلکہ علم کو علماء کی وفات کے ذریعہ اٹھائیں گے، یہاں تک کہ جب ایک عالم بھی باقی نہیں چھوڑیں گے تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنائیں گے، ان سے مسائل پوچھیں گے، وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے

اور دوسروں کو بھی مراد کریں گے۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بقائے انسانیت کا مدار دو چیزوں پر ہے علم صحیح اور عمل صالح۔

یہ دونوں چیزیں انسانیت کے بنیادی جوہر ہیں اور ان دونوں کی موت درحقیقت انسانیت کی موت ہے۔ جو حضرات علم و عمل کے جامع اور انسانیت کے اعلیٰ نمونہ ہیں ان کے بتدریج اٹھتے چلے جانے سے یہ دونوں چیزیں مٹتی جارہی ہیں اور انسانیت بتدریج دم توڑ رہی ہے۔ کسی زمانے میں کافروں سے جو اخلاقی نمونے دیکھنے میں آتے تھے، اب وہ مسلمانوں میں بھی بمشکل نظر آتے ہیں، نصف صدی پہلے کے فاسق و فاجر جس بلندی کردار کا مظاہرہ کرتے تھے وہ آج کے بہت سے صالحین میں مفقود ہے اور کچھ عرصہ پہلے کے امی اور جاہل خدا ترسی و دین شعاری کا جو نمونہ پیش کرتے تھے وہ آج کے اہل علم و دانش کے یہاں عنقا ہے جس طرح انسانوں کی جسمانی صحت نسلاً بعد نسل کمزور ہوتی جارہی ہے اسی طرح اخلاقی صحت بھی دن بدن روبزوال ہے، آج کل عام طور پر انسان انسان نہیں، انسانیت کی چلتی پھرتی لاشیں ہیں جو حیات مستعار کا بار کندھوں پر اٹھائے پھر رہی ہیں اور فضائے بسیط کو اپنے تعفن سے مسموم کر رہی ہے:

نیستند آدم خلاف آدم اند
ایں بہائم در غلاف آدم اند

اجل مسمی (موت) کا ہاتھ انسانیت کے دسترخوان سے قیمتی دانوں کو بتدریج اٹھا تا جارہا ہے اور اب انسانیت کے ڈھیر میں خال خال حضرات ایسے نظر آتے ہیں جو انسانیت کے اخلاقی جوہر کے امین ہوں، جن کے سیرت و کردار کو دیکھ کر انسانی سیرت کی نوک پلک درست کی جائے۔

ان اکابر کے سانحہ ارتحال کا ایک المناک پہلو یہ ہے کہ امت ان فیوض و برکات سے محروم ہو جاتی ہے جن کا تعلق ان کی ذات سے ہوتا ہے، ان کی دعائے نیم شبی، بارگاہ خداوندی میں ان کی گریہ وزاری پوری امت کے لئے ان کا سراپا سوز و گداز، اصلاح امت کی فکر اور لگن یہ چیزیں ان کی ذات ہی کے ساتھ رخصت ہو جاتی ہیں اور امت کے لئے اس نقصان کی کوئی تلافی ناممکن ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں ہر بزرگ کے ساتھ تعلق مع اللہ کی ایک نسبت قائم ہوتی ہے جو امت میں قبول حق کی ایک خاص استعداد پیدا کرتی ہے، اس نسبت کے ختم ہو جانے کے بعد قبول حق کی استعداد کا رنگ وہ نہیں رہتا ہے جو پہلے تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی صحبت و معیت کی وجہ سے ایمان و یقین کا جو نشہ تھا، نزول وحی کے مشاہدہ سے جو کیفیت حاصل ہوتی تھی، جبرئیل علیہ السلام کی آمد سے جو ملکوتی اثرات قلوب پر نازل ہوتے تھے اور اس کی وجہ سے تعلق مع اللہ کی جو نسبت قائم ہوتی تھی، وہ رفتہ رفتہ کے بعد اب آخر کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے، اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"وما نفضنا أيدينا من التراب إلا أنكرنا قلوبنا"

[ترمذی، أبواب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبی ﷺ]

ہم ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے فارغ بھی نہ ہو پائے تھے کہ ہمارے قلوب کی وہ کیفیت باقی نہ رہی۔

غروب آفتاب کے بعد آپ روشنی کے ہزاروں وسائل جمع کرلیں، نظر، وہ روشنی اور حرارت جو وجود آفتاب سے حاصل ہوتی ہے کسی طرح حاصل نہیں ہوسکتی، اسی طرح خلافت راشدہ کے چاروں ادوار میں نسبت مع اللہ کا رنگ بدلتا رہا، وہ رسد یقینی کی برکات کبھی واپس نہ آسکیں، نہ وہ رفاروقی کی نسبت کو واپس لیا جاسکا۔

فرض کیجئے ایک مکان میں بے شمار قمقمے روشن ہیں، جو اپنی تابانی اور ضیا پاشی میں مختلف ہیں، اگر ان کو ایک بعد دیگرے گل کردیا جائے تو تدریجاً روشنی مدھم ہوتے ہوتے یکسر ختم ہوجائے گی اور پورے ماحول پر تاریکی نے عجیب سائے منڈلانے لگیں گے، اسی طرح اہل اللہ کا وجود اس کائنات کے لئے رشد و ہدایت کی قندیل ہے، جوں جوں اہل اللہ اس عالم سے روپوش ہوتے جارہے ہیں ہدایت کا نور مدھم پڑتا جارہا ہے اور آہستہ آہستہ یہ کائنات کفر و ضلالت کی تاریکیوں کی لپیٹ میں آتی جارہی ہے اور قلوب سے نور یقین مٹتا جارہا ہے اور جب رشد و ہدایت کی ایک بھی شمع باقی نہیں رہے گی اور ہر چہار جانب سے تاریکی چھا جائے گی تو اس عالم کی بساط کو لپیٹ دیا جائے گا، ارشاد نبوی ہے:

"لا تقوم الساعة حتى لا يقال فى الأرض الله! الله!" [مسلم، كتاب الإيمان]

"لا تقوم الساعة إلا على شرار الخلق" [مسلم، كتاب الإمارة]

قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک زمین میں اللہ اللہ کہا جاتا ہے، قیامت اس وقت قائم ہوگی جب کہ صرف شریر لوگ باقی رہ جائیں گے۔

اوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے مقصود صرف یاس اور حسرت کے آنسو بہانا نہیں بلکہ اس بات کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ جتنے باقیہ اکابر موجود ہیں ان کے وجود کو غنیمت سمجھ کر زیادہ سے زیادہ استفادہ کی کوشش کی جائے۔ افسوس ہے کہ دنیا میں فتنوں پر فتنے بڑھتے جارہے ہیں اور جن حضرات کا وجود ان فتنوں کے لئے سد راہ تھا وہ تدریجاً اٹھتے جارہے ہیں۔

حق تعالیٰ کے مقبول بندوں کو مرنے کا غم نہیں، وہ تو مرنے کی خوشی میں جیتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"تحفة المؤمن الموت" [مشكوة، كتاب الجنائز]

مؤمن کا تحفہ موت ہے۔

ان کی زندگی کا ایک ایک دن موت کے انتظار میں کٹتا ہے، موت کا دن ان کے لئے فرح وانبساط اور خوشی اور مسرت کا دن ہوتا ہے، ان کے نزدیک موت ہی وہ پل ہے جسے عبور کر کے وہ اپنے محبوب حقیقی تک پہنچ سکتے ہیں، وہ اسی مقصد کے لئے جیتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من أتبع نفسه هواها و تمنى على الله الأماني" [مشکوۃ، کتاب الرقاق]

دانا وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے تیاری کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے دوڑائے اور اللہ پر جھوٹی آرزوئیں باندھے۔

و صلى الله على صفوة البرية سيد الكائنات وخاتم النبيين محمد و آله و أصحابه أجمعين.

[شوال المکرم ۱۳۹۰ھ، دسمبر ۱۹۷۰ء]

مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

۲۴ صفر ۱۳۹۱ھ ۲۱ اپریل ۱۹۷۱ء بروز بدھ علمی و دینی دنیا کو ایک عظیم سانحہ پیش آیا، اس دن ظہر کے بعد چار بجے فون پر اطلاع ملی کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھری ۲ بج کر بیس منٹ پر ملتان میں واصل بحق ہو گئے: إنا لله و إنا إليه راجعون.

حضرت مولانا جالندھری مرحوم دور حاضر کے علماء دین میں بڑی خوبیوں کے آدمی تھے، عالم، عاقل، مدبر، ذکی، مجاہد، نفاکش، متواضع، باوقار اور انتھک جد وجہد کرنے والے انسان تھے، ان تمام علمی و دینی کمالات کے ساتھ نہایت منکسر المزاج اور خاموش طبع بلکہ بے مثل مقرر اور پر جوش خطیب تھے، جب کسی جلسہ گاہ کے اسٹیج پر تقریر شروع کرتے تو معلوم ہوتا کہ خاموش سمندر کی موجوں میں یکایک بلا کا تلاطم شروع ہو گیا، تقریر نہایت مدلل و مؤثر ہوتی، موضوع سے باہر کبھی نہ جاتے مخاطبین و سامعین کو سمجھانے کی فوق العادۃ قوت حق تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی، ٹھوس علمی مسائل کی تشریح اور مثالوں سے ذہن نشین کرانے میں اپنے عصر میں بے نظیر تھے، اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کے جانثار، رد قادیانیت کے امام، رد رفض و تشیع اور بدعت والحاد کی تردید میں یکتا تھے، چار چار گھنٹے بے تکان بولتے تھے اور عوام و خواص میں یکساں مقبول تھے۔

مرحوم نے نصف صدی سے زیادہ بیش بہا دینی، علمی اور سیاسی خدمات انجام دیں، عرصہ دراز تک امام الخطباء حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق کار رہے اور اس سے پہلے عرصہ تک حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے خیر المدارس میں دست راست رہے، ملتان میں مرکزی دفتر ختم نبوت کی ایک شاخ کی

شاندار روایات رہی ہیں۔ چھوڑی ہوئی دولت وارثان کا مرکز اور مبلغین ختم نبوت کی تربیت گاہ ہے، اس کے علاوہ مغربی پاکستان میں ختم نبوت کے مراکز قائم کئے اور ان میں تقریباً مبلغین اور مصنفین کا اتحاد کیا۔

مولانا مرحوم دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فارغ التحصیل اور حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کے شاگرد رشید تھے اور حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری سے بیعت کا شرف حاصل کیا تھا، یاد پڑتا ہے کہ تیس سال قبل لاہور کی ایک کانفرنس میں جو جناب محمد علی جوہر کی کوشش سے ہوئی تھی مولانا مرحوم کی تقریر پہلی ہوئی اور اس میں حضرت مولانا عبدالظاہر فضلی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر آخری تھی، پاکستان بننے کے بعد مختلف مجالس میں اور مجلس ختم نبوت کی شوریٰ کے متعدد اجتماعات میں انہیں قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا، بالآخر ان کی وفات موجودہ وقت میں جبکہ سر پر قادیانیت والحاد کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں امت اسلامیہ اور مسلمانان پاکستان کے لئے بڑا اور دردناک سانحہ ہے:

مصائب شتی جمعت فی مصیبۃ
ولم یکفہ حتی قفتہ مصائب

آپ کی موت کے ساتھ ہی کئی مصیبتیں جمع ہو گئیں ہیں اور اس کے بعد تو گویا کہ مصائب پر مصائب شروع ہوئے۔

حق تعالیٰ کی مشیت ہر چیز پر غالب ہے علمی و دینی دور ختم ہوتا جا رہا ہے اور اہل دین کا دور بڑی سرعت سے آ رہا ہے۔ وللہ المشتکی۔ حق تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت و رضوان کے اعلیٰ مقام پر فائز فرمائے اور درجات غریب فرمائے ان کی تمام لغزشات و سیئات معاف فرمائے اور جو علمی کام ان کے ذمہ تھے ان کی جانشینی کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

مولانا خدا بخش متالی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ میں جناب مولانا خدا بخش صاحب متالی کا انتقال ہو گیا، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم حق گو مخلص عالم تھے، سادہ لباس، سادہ مزاج لیکن پابند شرع بہت تھے، میرے ان نوازندہ مقرر حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے مشرق و مغربیت میں ساتھی تھے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو درجات عالیہ سے بہت بہت نوازیں۔ آمین۔

مولانا سید محمود احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

اسی ماہ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ میں جناب مولانا سید محمود احمد صاحب مدنی کا وصال ہوا جو قافلہ مخیلک ۷۵ سال قبل فیض آباد ہندوستان سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے پہنچا تھا حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب رحمہ اللہ کے والدین اور بھائی، اس کاروان کا یہ آخری مسافر تھا جو آخرت کے سفر پر روانہ ہوا، متقی و تہجد گزار، عبادت و تقویٰ میں بے نظیر تھے، حسن اخلاق و نرم خوئی، تواضع کا کمال مرحوم کو وراثت میں ملا تھا جس طرح حضرت مدنی رحمہ اللہ اخلاق و مجاہدات میں، علم و فضل میں، میدان سیاست کی شہسواری میں ممتاز تھے اور جس طرح حضرت مولانا مدنی کے بڑے بھائی حضرت سید احمد بانی "المدرسة الشرعية لبنامي بلدة خير البرية" اپنی باطنی نسبت و بزرگی میں اور توجہ قلبی میں ممتاز تھے، اسی طرح ان دونوں کے یہ برادر خورد مولانا سید محمود احمد صاحب اپنی ذہانت و انتظامی معاملات، حسن سلیقہ، تواضع میں ممتاز تھے، مرحوم عالم تھے، ادیب تھے اور عربی کے شاعر بھی تھے، تحصیل علوم مدینہ طیبہ میں کی تھی، ۸۰ سال کی عمر میں مدینہ پہنچے تھے، ۷۵ سال قیام کے بعد تقریباً ۹۳ سال کا اصل بحق ہوئے، مرحوم کے جانشین و یادگار جناب مولانا سید حبیب احمد صاحب ہیں جو اپنے والد محترم کے کمالات کے صحیح وارث ہیں اور مدینہ طیبہ کے نائب امیر ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی مغفرت و رحمت و رضوان میں اعلیٰ نصیب فرمائے، آمین۔

(الجمعیۃ، ۱۰ جمادی ۱۳۹۱ھ)

مولانا محمد عثمان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

گذشتہ ماہ یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ ۲۵ جولائی ۱۹۷۱ء کو ہمارے ایک محب و محبوب، جوان سال، سراپا اخلاص عالم، برادر مولانا محمد عثمان صاحب ہزاروی کا حادثہ وفات پیش آیا، مرحوم دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے شرف بیعت بھی حاصل کیا، اس طرح علم و عرفان کی دونوں نسبتیں حضرت مدنی سے نصیب ہوئیں، حضرت مدنی کے کسی خلیفہ مجاز سے شرف اجازت بھی حاصل ہوا، اسی زمانہ میں کراچی آئے، ان دنوں ہمارے مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی کا ابتدائی دور تھا، تربیت و تکمیل کا درجہ کھولا تھا، فارغ التحصیل حضرات کو حجۃ اللہ البالغہ، مقدمہ ابن خلدون، اتقان اور علوم قرآنی کی مشکلات کا درس دیا جاتا تھا، مزید ازیں فقہ مذاہب اربعہ کی تحقیق، ابن رشد کی بدایۃ المجتہد کا مطالعہ، تاریخ ادب عربی، ادب کی کتابت و خطابت کی تمرین وغیرہ مضامین تھے، مرحوم نے باقاعدہ طور پر یہ مرحلہ بھی طے کیا، کچھ عرصہ بعد مدرسہ قاسمیہ راولپنڈی کے صدر مدرس و شیخ الحدیث اور ایک جامع مسجد کے خطیب ہوئے اور چند دن بعد اسلام آباد میں مدارس تعلیم القرآن جو برادر محترم اختر حسن صاحب (وزارت داخلہ کے سیکشن افسر) کی جد و جہد سے وجود میں آئے تھے، ان کی نگرانی

اجتماع کے فرائض بلا معاوضہ انجام دیتے تھے۔ مزاج میں سادگی، تواضع، سنت، اسلاف و تقویٰ اور اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا دیا گیا تھا۔ طبیعت کا معصومانہ انداز، بھولے پن کے ساتھ وقار اور علماء قبلی قابل رشک تھا۔ آپ کی سادگی کا سلسلہ معمول تھا۔ افسوس ہے کہ عصر حاضر کے علماء اور خصوصاً نوجوان اہل علم میں یہ خصوصیت بہت کم نظر آتی ہیں۔ کسی عربی شاعر نے ٹھیک کہا ہے:

الموت نقاد علی کفه
جواهر یختار منها النقد

موت کی مثال اس جوہری کی ہے جس کے ہاتھ میں جواہرات ہوں جو عمدہ ہو اس کو چن لیتا ہے۔

برادر مرحوم سے ان کے خاص اخلاص کی وجہ سے کچھ قلبی ربط ایسا پیدا ہو گیا تھا کہ ہر وقت دل سے قریب رہتے تھے اور اب بھی اکثر ان کی یاد قائم رہتی ہے بلکہ ستاتی ہے۔

اے ہم نشان محفل
رفتیم و دلے نہ آں دل ما

حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرما کر رحمت و رضوان سے اعلیٰ مقامات نصیب فرمائے آمین۔

شیخ محمد نصیف رحمۃ اللہ علیہ

اوائل رجب ۱۳۵۱ھ میں مدینہ منورہ جانے کے ایک مختصر وقفہ کے بعد ۱۵ رجب کو مدینہ منورہ کی انیس رکنی انجمن شیخ محمد نصیف کا جنازہ میں شامل ہوا۔ مرحوم جدہ کے قدیم ترین باشندے تھے۔ ان کے آباؤ اجداد عہد عثمانی میں بہت معزز تھے۔ ہمیشہ سے جدہ کے حکام مختلف علاقوں کے عہدہ کے ہوتے تھے اور عہد عثمانی میں حرمین شریفین کی خدمت یا حرمین شریفین کی خدمت کے لئے جس کو منتخب کیا جاتا تھا جنہیں خواجہ سرا یا عامی عربی میں خواجات (آغا کی جمع) کہا جاتا ہے ان کی دینی تعلیم و تربیت اور آداب خدمت آموزی کا فریضہ اسی خاندان کے سپرد تھا۔ اسی وجہ سے سلاطین آل عثمان کے ہاں ان کے اسلاف کی بڑی عزت تھی۔ سعودی حکومت کے پہلے فرمانروا ملک عبدالعزیز مرحوم کے بھی ان سے برادرانہ تعلقات تھے۔ جدہ میں جب تک سرکاری عمارت نہیں بنی تھی شاہ عبدالعزیز مرحوم انہی کے مہمان ہوتے تھے۔ شاہ سعود بن عبدالعزیز سے بھی یہی تعلق رہا اور حجاز مقدس کے موجودہ حکمران شاہ فیصل سے بھی خوشگوار تعلقات تھے۔

مرحوم انتہائی کریم النفس اور خوش اخلاق عالم تھے۔ جدہ میں خاکسار کے قیام کے دوران میں مرحوم کی متعدد بار ملاقات ہوئی۔ خوب رو، دراز قد، باوقار شخصیت، جاذب نظر صورت، شگفتہ مزاج، خوش اخلاق اور خوش پوش۔

یہ خاندان کتب خانے کے مالک تھے جس میں سولہ سو سال قبل تک کے قلمی نوادرات تھے۔ بڑا ذخیرہ وقف، خاندان کے مشق اور کتابوں کی عمدہ سے عمدہ جلد بندی کا مشغلہ بھی اوائل تھا۔ مراکش سے انڈونیشیا تک کے

اہل علم سے روابط وتعلقات تھے، موسم حج میں ان کا دولت خانہ اہل علم کا مہمان خانہ بن جاتا تھا۔

اصل سے شافعی المذہب تھے لیکن حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سبھی قسم کے اساتذہ سے اکتساب فیض کیا تھا اس لئے مذہبی تعصب سے بالاتر تھے، حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے شیدائی تھے، آخر میں سلفی مسلک کے ہو گئے تھے، علم وفضل اور وجاہت وریاست کے باوجود شان وتکبر سے دور تھے اور مزاج میں انتہائی شگفتگی تھی، ہر قوم کے لطائف سنایا کرتے تھے، انہیں دیکھ کر عرب علماء اور عرب اسخیاء کی یاد تازہ ہوتی تھی، عمر بھی (۸۰) سے متجاوز تھی، مرحوم سے میرے روابط ۱۳۵۶ھ سے تھے، افسوس کہ تقریباً پینتیس سالہ ربط چشم زدن میں ختم ہوا۔

آنکھوں کے آپریشن کے لئے لندن گئے تھے مگر آپریشن نہیں کرایا، دو ہفتہ بعد واپس لوٹ آئے، آتے ہوئے چند دن لبنان میں قیام رہا، جدہ واپس ہو کر ایک ہفتہ بعد داعی اجل کو لبیک کہا اور واصل بحق ہو گئے، شاہ فیصل کے حکم سے دن بھر نے جنازہ میں شرکت کی، حق تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت مغفرت سے سرفراز فرمائے اور درجات عالیہ سے نوازے، معلوم ہوا ہے کہ مرحوم کی وصیت کے مطابق ان کا عظیم الشان کتب خانہ جدہ کی جامعۃ عبدالعزیز ان لائبریری میں منتقل ہوا ہے اور ان کا ذاتی مکان "بیت نصیف" شاہ فیصل خریدنا چاہتے ہیں، ایک محترم نے جو مرحوم کے رشتہ دار ہیں لکھا ہے کہ شاید دے دیا جائے گا۔

[شعبان ۱۳۹۱ھ، اکتوبر ۱۹۷۱ء]

مولانا محمد رسول خاں ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ میں حضرت مولانا محمد رسول خاں صاحب کی وفات سے درس وتدریس کی ایسی جامع ترین شخصیت کی جگہ خالی ہو گئی کہ آئندہ صدیوں میں بھی اس کے پر ہونے کی توقع نہیں، مرحوم معمر ترین بزرگ اور استاذ اکمل عالم تھے جن کی زندگی کے تقریباً اسی (۸۰) برس تعلیم وتدریس میں گذرے جن میں پورے بیس سال تو دارالعلوم دیوبند کا عہد تدریس ہے، دارالعلوم دیوبند سے فراغت تحصیل علم کے بعد مدرسہ امدادالاسلام میرٹھ میں مدرس ہوئے، چند سالوں کے بعد دارالعلوم دیوبند کے اکابر ارباب اہتمام کی خواہش پر دارالعلوم ہی میں امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اور حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد صاحب وغیرہ اکابر کا پورا ساتھ دیا، موصوف نے معرکہ کا درس دیا اور دارالعلوم میں ان کی شخصیت کی دھاک بیٹھ گئی، مرحوم کو حدیث میں حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسن رحمہ اللہ سے شرف تلمذ حاصل تھا اور معقولات کی آخری کتابیں اپنے ہم وطن حضرت مولانا نظام رسول صاحب ہزاروی سے پڑھی تھیں اور انہی کتابوں میں وہ اپنے استاذ کے صحیح جانشین ہوئے، دارالعلوم کے آخری علمی دور میں اصول فقہ

معقول، فلسفہ کی انتہائی کتابیں قاضی مبارک حمد اللہ توشیح و تلویح، مسلم الثبوت، صدرا، شمس بازغہ، حمین وغیرہ ان بزرگوں کے درمیان درس و تدریس کی کتابیں اور دورہ کی کتب انہیں پڑھایا کرتے تھے۔ ان میں ایک حضرت مرحوم تھے اور دوسری شخصیت حضرت مولانا الحاج ابراہیم صاحب بیاوی تھی جو ان علوم و فنون کے امام تھے۔ آخری چار کتابوں میں دونوں بزرگوں سے راقم الحروف کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ مرحوم درسیات کے محقق عالم تھے، معقول و منقول دونوں کے بہترین مدرس تھے، حسن تعبیر پر بڑی قدرت حاصل تھی، فہمین تعبیرات معقول طرز کی ہوتی تھیں، بات نہایت واضح فرمایا کرتے تھے، خوبصورت، خوش پوش، خوش لباس، متواضع باوقار بزرگ تھے۔ آخر تک تمام مجلسوں میں شریک رہے، تقریباً چالیس سال کا عرصہ لاہور میں گذارا، چند سال اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ علوم مشرقی میں "مولوی فاضل" کی کتابیں پڑھائیں، آخر میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں قیام پذیر ہوئے اور وہاں عام بیماریوں کی طرح ہیضہ کا حملہ ہوا۔ طبیعت بگڑ گئی اور آپ کا شاگرد ہونے ضلع ہزارہ کی تحصیل "اوگی" میں اپنے گاؤں گئے، باشندے تھے جس کا نام اچھڑیاں ہے، حضرت مولانا غلام رسول صاحب بھی اسی علاقہ کے باشندے تھے، بوقت بیماری آپ کے استاذ تھے، ویسے تو سب ہی جانے کے لئے آتے ہیں لیکن صدمہ اس کا ہے کہ آپ جیسے ہونہار، باکمال، بااخلاق شخصیتوں کے کمالات کا ابھی ایک بھی نہیں ہو سکے گا۔ آپ کی وفات سے برصغیر پاک کی ایک صدی کی علمی تاریخ کی بساط لپیٹ گئی۔ آپ کی رحلت علم و تقویٰ، درس و تدریس، حسن ادا، تواضع، وقار، سنجیدگی، متانت وغیرہ کمالات کی رحلت ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ حضرت استاذ مرحوم کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وارض عنہ وعاملہ معاملۃ الأبرار والصالحین من عبادک الأخیار بفضلک وکرمک یا عزیز یا غفار آمین یا رب العلمین۔

مولانا حکیم سید عبدالجبار حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

اسی ماہ رمضان المبارک کی پندرہویں تاریخ کو ہمارے دوست مخلص طبیب صالح و متواضع بزرگ مولانا سید عبدالجبار صاحب حیدرآبادی کا انتقال ہوا۔ مرحوم سراپا شفقت و تواضع تھے، ملنا، جلنا، مفت دوائیں دینا کرتے تھے اور مفت علاج فرمایا کرتے تھے، ریڈیو پر ان کا درس قرآن اور مضامین و مقالات سب کی عوام سے قبولیت کا خراج تحسین وصول کر چکے تھے، بعارضہ قلب وفات ہوئی، حق تعالیٰ مرحوم کے خلاص دوست عزیز اقارب کو اجر جزیل عطا فرمائے اور مغفرت و رحمت و رضوان سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

مولانا عرض محمد بلوچستانی رحمۃ اللہ علیہ

اسی ماہ رمضان المبارک میں ہمارے دوست بلوچستان کے مجاہد عالم اور مصلح اور مخلص حق گو، جری رہنما، مدرسہ مطلع العلوم کوئٹہ کے بانی اور مہتمم حضرت مولانا عرض محمد صاحب ریلوے لائن پر تصادم سے شہید ہوئے، انا للہ۔ عرصہ سے بیمار تھے، ضیق النفس وغیرہ امراض کے شکار تھے، موسم سرما گذارنے کے لئے سبی آئے تھے، صبح ہوا خوری کی غرض سے باہر گئے، کچھ دماغی دورہ سا پڑا، احساس نہ ہو سکا، ریلوے لائن عبور کر رہے تھے کہ ایک انجن نے آ کر ان کو شہید کر دیا اور جان آفرین کو اپنی جان عزیز سپرد کر کے واصل بحق ہو گئے اور اس طرح یہ دردناک واقعہ شہادت پیش آیا جو مرحوم کے لئے علو درجات کا انشاء اللہ تعالیٰ بہترین وسیلہ ہوگا۔

رضی اللہ عنہ و أرضاہ جعل الجنۃ منقلبہ و مثواہ آمین

مولانا محمد خلیل انگوی رحمۃ اللہ علیہ

ماہ شعبان ۱۳۹۱ھ کے آخری عشرہ میں ۱۲/ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو مولانا محمد خلیل صاحب انگوی کا انتقال ہوا، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے حضرت الاستاذ امام العصر مولانا محمد انور شاہؒ کی وفات کے بعد سند فراغت حاصل کی تھی اور حضرت الاستاذ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا، خانقاہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان سے روحانی بیعت کا تعلق قائم تھا، مظہر العلوم کھڈہ کراچی، وزیر آباد (پنجاب)، سجاول (سندھ)، جامعہ قادریہ رحیم یار خان (بہاولپور) جامعہ محمدیہ (جھنگ) کی مختلف علمی درس گاہوں میں تیس سال سے زیادہ عرصہ تک مختلف علوم دینیہ کی خدمت تدریس انجام دی، فرق باطلہ کی تردید خصوصاً مرزائیت و قادیانیت کی تردید میں شمشیر بے نیام تھے، مختلف امراض میں آخر عمر میں گرفتار ہو گئے، نشتر ہسپتال ملتان میں زیر علاج تھے، یہیں انتقال ہوا، مرحوم ایک سنجیدہ باخلاق، خاموش و باوقار عالم، خوب صورت، خوش سیرت انسان تھے، اللہ تعالیٰ ہاں ہاں مغفرت اور رحمت و رضوان سے سرفراز فرمائے، آمین۔

حریفان بادہ با خوردند و رفتند
تہی خم خانہ کردند و رفتند

کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذو الجلال والإکرام

(شوال ۱۳۹۱ھ، دسمبر ۱۹۷۱ء)

مولانا حافظ حکیم عبدالمجید ائل پوری رحمۃ اللہ علیہ

گزشتہ ماہ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ کی ۲۶ رار فروری ۷۲ء کی ۱۲ رتاریخ کو پاکستان ایک عالم ربانی سے محروم ہوا، مولانا حافظ حکیم عبدالمجید صاحب ائل پوری نابینا کی وفات ہوئی، انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحوم نے باوجود بصارت کے نہ ہونے کے نہایت التزام کے ساتھ تمام درس نظامی کی کتابوں سے فراغت پائی اور ہمیشہ اپنے حلقہ درس میں ممتاز رہے اور اکثر امتحانی نمبروں سے کامیاب ہوتے رہے، حق تعالیٰ نے بصارت کی نعمت کی جگہ تمام علوم اسلامیہ عربیہ میں بصیرت عطا فرمائی تھی، علوم اسلامیہ کے فاضل تھے، انگریزی کے گریجویٹ تھے، حاذق طبیب تھے، عمدہ خطیب اور کامیاب مناظر تھے، روقار پیئت میں ممتاز تھے، علم وعلماء اور علمی کتابوں کے محب صادق تھے، سنجیدہ باوقار، قدیم وجدید کے مجمع البحرین تھے، ان سب کمالات کے ساتھ اخلاص کی نعمت سے سرفراز تھے، الغرض بڑی خوبیوں کے مالک تھے، بینائی کی معذوری کی وجہ سے طالب علمی میں ایک معاون رفیق طالب علم کو ساتھ رکھتے تھے اور اس کے مصارف بھی برداشت کرتے تھے، ابتدائی کتابیں غالباً اپنے وطن میں پڑھیں، پھر دیوبند پہنچے اور دارالعلوم کے فیض سے سیراب ہوئے، ادب کی ایک کتاب میں ۴۷ سال قبل میرے ہم درس بھی رہے اور اتفاق سے اس کتاب کے ایک امتحان میں ۱۰۵ رطلبہ میں ہم دونوں ممتاز ترین نمبروں سے ایک درجہ میں کامیاب ہوئے اور پورے نمبروں سے ۵ رنمبر زائد لئے، یہ وہ دور تھا کہ ایک سال بعد امام العصر حضرت مولانا انور شاہ رحمہ اللہ دارالعلوم کے عہدہ صدارت سے مستعفی ہوگئے تھے اور ڈابھیل ضلع سورت میں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین قائم ہوا اور وہاں تشریف لے گئے تھے، مجھ سے ایک سال بعد حضرت امام العصر رحمہ اللہ کی خدمت میں درس صحیح بخاری شریف کا فیض حاصل کیا اور حدیث کی بقیہ کتابیں وہیں ڈابھیل میں پڑھیں، ان کے مفاخر کا ایک قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ حضرت شیخ امام العصر رحمہ اللہ کے درس میں یہ طریقہ تھا (اور عام طور سے عربی مدارس میں یہی طریقہ ہے) کہ جو شخص پہلے بسم اللہ پڑھے گا وہی استاذ کے سامنے اس دن پڑھے گا، ایک دن حافظ صاحب نے بسم اللہ کی، حضرت شیخ یہ سمجھے کہ شاید کسی اور کے لئے باری حاصل کرنے کے لئے یہ سبقت کی ہوگی، مگر جب پڑھنے کا وقت آیا تو حفظ سے عبارت پڑھنا شروع کی اور کہا "حدثنا" حضرت شیخ نے نہایت مسرور ہو کر فوراً فرمایا "مرحبا" اس روز غالباً صحیح بخاری کی کتاب العلم شروع تھی اور حسب معمول روزانہ درس بخاری شریف کا ورق ڈیڑھ ورق سبق ہوتا تھا، حافظ صاحب مرحوم نے بغیر کسی جھجک کے اس دن کے سبق کی پوری عبارت پڑھی، گویا کتاب سامنے رکھ کر پڑھ رہے ہیں، نہ حافظ صاحب مرحوم سے کسی ایک لفظ میں غلطی ہوئی، نہ سبق اس مقام تک پہنچ سکا جہاں تک حافظ صاحب نے رات کو یاد نہ کیا ہو، آج تک یہ معمہ حل نہ ہوسکا کہ حافظ صاحب نے اس ایک رات میں کتنا حصہ صحیح بخاری شریف کا یاد کیا تھا، ان کے "حدثنا" اور حضرت شیخ کی "مرحبا" کی

آواز اب تک میرے کانوں میں گویا گونج رہی ہے، اس سال میں حضرت شیخ کے ساتھ سفر کشمیر سے واپسی پر دوبارہ دہلی پہنچا تھا اور کتاب الایمان اور کتاب العلم صحیح بخاری کا درس شیخ سنا اور پھر وطن چلا آیا تھا۔

عام طور سے جن حضرات کو بصارت سے محرومی ہوتی ہے حق تعالیٰ ان کو قوت حافظہ اور بصیرت زیادہ عطا فرما دیتا ہے، حافظ صاحب مرحوم کو قوت حفظ اور قلبی بصیرت میں زیادہ خصوصیت عطا فرمائی تھی، میں اس واقعہ کے ذکر سے ان کا حق رفاقت ادا کرنا چاہتا ہوں، حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور رضوان و رحمت سے سرفراز فرمائے اور ان کی علمی خدمات اور دینی جذبے کا اپنے لطف سے انتہا کے مطابق صلہ عطا فرمائے،

آمین یا أرحم الراحمین

و صلی اللہ علی سید العالمین وخاتم النبیین وإمام المتقین محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین۔

(۲۰ صفر ۱۳۹۲ھ ۵/اپریل ۱۹۷۲ء)

مولانا فخر الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

۲۰ صفر ۱۳۹۲ھ ۵/اپریل ۱۹۷۲ء کو حضرت مولانا فخر الدین احمد طویل علالت کے بعد مرادآباد میں وفات پا گئے، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون، افسوس کہ مسلمانان ہند اور علماء اسلام کا ایک درخشندہ ستارہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا، آپ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث تھے اور عصر حاضر کے جلیل القدر محدث، محقق، عالم اور باخدا بزرگ تھے، دارالعلوم دیوبند کے اکابر مشائخ اور مسند صدارت حدیث کے ممتاز افراد جن کا سلسلہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی سے شروع ہوا تھا وہ سلسلہ حضرت مولانا فخر الدین پر ابد پر ختم ہو گیا، کامل ایک صدی میں علوم نبوت کے آفتاب و ماہتاب جن سے دارالعلوم کی چہار دیواری میں بلکہ تمام عالم اسلام میں علم کی شعاعیں پہنچتی رہیں آپ اس سلسلہ کی آخری کڑی تھے اور اب تک اکابر دیوبند اور خصوصاً مسند مشیخت حدیث پر جو حضرات متمکن تھے ہم معرفت کے دونوں چشموں سے سیراب تھے اور ظاہر و باطن دونوں نسبتوں کے حامل تھے، موصوف اس حلقہ کے آخری فرد تھے، اب ایسی شخصیت جو اس مسند کو زینت دے ہماری نظروں میں نہیں۔

موصوف نے ۱۳۲۹ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ دونوں سے فیض حاصل کیا اور دونوں چشموں سے سیرابی نصیب ہوئی، تجرید کی وقار، متانت، وزارت، ظاہری سطح میں سکون اور باطنی گہرائیوں میں جوش و خروش کی لہروں سے مالا مال تھے، خوش رو، خوش پوش، خفیف الروح، لطیف الجسد تھے، نماز چوتھی برس پہلے مدینہ طیبہ میں پہلی مرتبہ حضرت مولانا عبدالحق مدنی مرحوم کے مکان پر شرف ملاقات نصیب ہوا تھا، یہ ملاقات پہلی بھی تھی اور آخری بھی، پھر غائبانہ موصوف کے علمی و تبحر کا حال معلوم ہوتا رہا، اکابر محدثین اور ممتاز اکابر مدرسین کا

[illegible] جن کی زندگی کے چراغ [illegible] درس [illegible] کے [illegible] [illegible] [illegible]

عذاب القبر وعذاب النار ، اللهم لا تحرمنا أجرها و لا تضلنا بعدها ،
وصلى الله على صفوة البرية سيد الشاكرين وسيد الصابرين إمام المتقين
وخاتم النبيين وعلى آله و أزواجه و ذريته و أصحابه أجمعين.

ارتیج الثانی ۱۳۹۴ھ، جون ۱۹۷۴ء

مولانا حبیب اللہ گمانی رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کہ حضرت مولانا سید فخر الدین احمد مرادآبادی رحمہ اللہ کی وفات کا صدمہ ابھی تازہ ہی تھا کہ حضرت مولانا حبیب اللہ گمانی بہاول پوری کے صدمہ وفات نے آنکھوں کو اشکبار اور دل کو بے قرار بنادیا، انا للہ و انا الیہ راجعون، ہندوستان کا ایک علمی ستارہ غروب ہوا ہی تھا کہ پاکستان کا ایک درخشندہ کوکب بھی غروب ہوگیا اور اس طرح علمی انوار کے غائب ہوجانے کی وجہ سے دونوں ملکوں میں اندھیرا چھانے لگا۔

حضرت مولانا حبیب اللہ گمانی زہد وتقویٰ کے پیکر تھے، تواضع واخلاص کے مجسمہ تھے، سادہ مزاج، سادہ پوش اور سادہ نوش باخدا بزرگ تھے، ایک عالم ربانی کی جو خصوصیت ہوسکتی ہیں ان کا بہترین مظہر تھے، دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فاضل تھے، حضرت استاذ العصر محدث کشمیری مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ میانوالی والے پھر ان کے ارشد خلفاء میں سے تھے، اپنے قصبہ گمانی میں ایک دینی درس گاہ کی بنیاد ڈالی تھی، اپنے گھر سے تمام طلبہ کے لئے روٹی سالن پکواتے اور مہمانان رسول کو کھلاتے تھے، پھر درس گاہ کے ابتدائی درجات کو وہیں چھوڑ کر علمی درس گاہ مدرسہ انوریہ کے نام سے (حضرت الاستاذ امام العصر کے نام پر) مقام صادق والی بہاول پور میں قائم کی تھی جو علمی واخلاقی تربیت میں ممتاز تھی، راقم الحروف کو چند مہینوں کے لئے حاضری کا اتفاق ہوا تھا، بارہا حج بیت اللہ الحرام اور زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل کیا اور وہاں کی تجلیات الٰہیہ اور نفحات نبویہ سے مالا مال ہوئے تھے، اس مادی دنیا میں اور اس پر آشوب زمانہ میں اپنے باخدا اور دلیش صفت بزرگ عالم کا وجود دنیائے علم وعمل دونوں کے لئے سایہ رحمت ہوتا ہے، ان کا باوقار وجود، سراپا اخلاص، زہد وتواضع کی عظیم تمثال آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے، حب مال اور حب جاہ کا غائبانہ خطرہ بھی ان کے دل پر نہ گذرتا ہوگا اور ارباب قلوب کے لئے ان کی شخصیت اور باکمالات ہستی متناطیس کا اثر رکھتی تھی۔

راقم الحروف جب مدرسہ عربیہ اسلامیہ کے بالکل ابتدائی دور میں نیو آباد مسجد کے گوشے میں درس صحیح بخاری دیا کرتا تھا تو مرحوم بارہا آتے اور درس میں بیٹھا کرتے تھے، اس زمانہ میں سوء اتفاق سے کوئی تعارف وتعلق نہ ہوسکا، عرصہ دراز کے بعد ایک دن تعارف کرایا اور درس صحیح بخاری میں تشریف لانے کا ذکر فرمایا، گویا اس طرح

اہتمام کیا اور اپنے شیخ محترم کی دعاؤں کے صدقے اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی۔

بالآخر ۱۹ رجب ۱۳۹۲ھ کو اپنے شیخ محترم کے سامنے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ ۲۰ رجب کو ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ ۲۱ رجب کو ان کی میت کو ان کے آبائی گاؤں میانی میں لایا گیا۔ ۲۲ رجب کو ان کی تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

مولانا عبدالعزیز سامیوال والے رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۹۲ھ کی ماہ میں مولانا عبدالعزیز صاحب سامیوال والے انتقال فرما گئے۔ مرحوم حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے خلیفہ مجاز تھے تبلیغی سرگرمیوں سے بھی تعلق تھا۔ حضرت مولانا الیاس نے تبلیغی قافلوں میں ایک بار وقت گذارا اور تبلیغی قافلوں میں افغانستان کا سفر بھی کیا تھا۔

فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ و افاض علیہ من شآبیب رحمتہ و رضوانہ۔

مولانا عبدالجبار ابوہر منڈی والے رحمۃ اللہ علیہ

اسی ماہ میں ایک اور مخلص عالم مولانا عبدالجبار ابوہر منڈی والے حق آشنائی پر چل بسے۔ مرحوم تعلیم بنات اور تربیت نسواں سے شغف تھا چنانچہ بچیوں کی تعلیم و تربیت کی ایک باقاعدہ نظام درس گاہ قائم کی تھی جس میں بچیوں کو تعلیم دینی اور دنیوی دونوں کی تعلیم دی جاتی تھی۔ "من وراء حجاب" ان کو تعلیم دی جاتی تھی۔ اس درس گاہ کی یہ شاخ ماہان شہر میں قائم کی جو بحمد اللہ ہنوز چل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں ان مخلص علماء پر جنہوں نے اپنی زندگیاں دینی تعلیم و تبلیغ دینے تربیت دینے میں گذاریں۔

افسوس کہ علمی ہستیاں اٹھتی جا رہی ہیں اور ان کا نعم البدل پیدا نہیں ہو رہا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون فرضی اللہ عنہ و ارضاہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

[illegible]

سید جلیل الرحمن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۲۰ ربیع الآخر ۱۳۹۲ھ ۳ جون ۱۹۷۲ء یوم شنبہ بوقت عصر حرکت قلب بند ہونے سے ۷۰ سالہ مجلس احباب کے ایک مخلص رکن سید جلیل الرحمن ہم سے جدا ہو گئے، إنا للہ۔ موصوف دہلی کے مشہور سادات خاندان کے چشم و چراغ تھے، شہرۂ آفاق مطبع مجتبائی دہلی کے مالک سید عبدالاحد صاحب مرحوم کے پوتے تھے، اپنے اسلاف کی طرح کریم النفس، شریف الطبع، باوقار، سنجیدہ، مہمان نواز تھے، خوش پوش، خوش خوراک، خوش رو تھے، عبادت گذار، ذکر و شغل کے پابند، قائل رشک خشوع سے نماز پڑھنے والے تھے، حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے بیعت اور براہ راست فیض یافتہ تھے، اس قحط الرجال کے دور میں ایسے باخدا کریم النفس مخلص کی جدائی سے جتنا بھی صدمہ ہو کم ہے، مرحوم کی اہلیہ ۲ ماہ قبل داغ مفارقت دے چکی تھیں جس سے باوجود صبر و استقامت کے ان کا دل ہل چکا تھا اور یہی قلبی صدمہ جان لیوا ثابت ہوا، مرحوم کو دل کا دورہ ہوا تو اسی وقت راقم الحروف کو یاد کیا، چھوٹے صاحبزادے فوراً لینے کے لئے پہنچے، میں نماز عصر میں تھا، جب فارغ ہو کر وہاں پہنچا تو روح پرواز کر چکی تھی، حق تعالیٰ ان کی روح کو اپنی مغفرت و رحمت کی دولت سے مالا مال فرمائے اور پسماندگان اور احباب و اقرباء کو صبر جمیل سے نوازے۔

افسوس کہ دو تین ماہ سے مسلسل بصائر و عبر کے صفحات ماتم سرائی کے لئے وقف ہو گئے ہیں بلکہ سچ پوچھئے تو ایک عرصہ سے بینات کے "بصائر و عبر" ماتم ہی ماتم میں مشغول ہیں، کبھی ملک و ملت کی نوحہ خوانی کی جا رہی ہے، کبھی ملک و ملت کے افراد کی جدائی کی مرثیہ خوانی ہو رہی ہے، کبھی پاکستان کا مرثیہ، کبھی پاکستانیوں کا مرثیہ، گویا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سارا جہاں حزن و ملال کی داستان بن گیا ہے، باغ و بہار کا دور ختم ہوا اور اب خزاں کا موسم ہے، قصہ پارینہ کے بجائے آج عہد نو کے سینے کے داغ تازہ ہیں، "قدس" ہو کہ "سوئیز" "عراق" ہو یا "شام"، پاکستان ہو یا عربستان ہر طرف ماتم ہی ماتم ہے، گویا جہاں تمام ماتم کدہ بن گیا ہے، کسی نے خوب کہا ہے:

یہ سرائے دہر مسافرو! بخدا کسی کا مکاں نہیں
جو یہاں مقیم تھے کل کے دن کہیں آج ان کا نشاں نہیں
یہ سرائے دہر قیام ہے یہ روا روی کا مقام ہے
جسے یہ خیال ہے خام ہے جو ثبات چاہو تو یاں نہیں
یہ مدام موسم گل کہاں کرے کوئی کیسے گلشن خزاں
یہ ستم ہے گردش آسماں بچے اس سے چرخ و جواں نہیں
یہ ہر ایک قبر پہ ہے کسی بزبان حال ہے کہہ رہی

تمہیں آنکھ چپ ہے ملا نہ ہو مجھے اعتراض یہاں نہیں
جو مٹاں طوطے خوش بیاں دم گفتگو تھے گہر فشاں
وہ پڑے ہیں کیسے خموش یوں کہ دہن میں گویا زباں نہیں
یہ جہاں خلیل ہے بے بقا نہیں یوں بھروسہ حیات کا
وہ ہے کون باغ جہاں میں گل جسے باد خزاں نہیں

[اگست ۱۹۷۲ء۔ جمادی الثانیہ ۱۳۹۲ھ]

مولانا قاضی عبدالرب رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کہ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ اور جون ۱۹۷۲ء میں ہمارے ایک مخلص صالح عالم جناب قاضی عبدالرب صاحب کا انتقال ہوا، موصوف زیارت کاکا صاحب علیہ الرحمۃ تحصیل و شہر و ضلع پشاور کے باشندے تھے، کریم النفس، پاکیزہ و باوقار، تعلق و محبت میں نہایت وفادار بزرگ تھے، مزاج میں سادگی، سکینت اور تواضع تھی، معمولات کے نہایت پابند تھے، زندگی میں قانع تھے، ضیق النفس کے مرض میں عرصہ سے مبتلا تھے، مرض سے پہلے باوجود معمر ہونے کے جوان ہمت تھے، تقریباً ۸۵ برس کی عمر پاکر پشاور میں وفات ہوئی اور اپنے آبائی گاؤں زیارت کاکا صاحب علیہ الرحمۃ میں حضرت کاکا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جوار میں مدفون ہوئے، حق تعالیٰ درجات علیہ جنت الفردوس میں نصیب فرمائے آمین۔

مولانا حافظ حبیب اللہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

ماہ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ میں مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب کی جو عارف باللہ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے بڑے صاحبزادے تھے، مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی، حرمین شریفین کے مہاجر تھے، دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی، اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئے، تقریباً تیس سال سے حرمین میں مقیم تھے، زیادہ تر مدینہ طیبہ میں اقامت رہی، ابتداءً مدرسہ علوم شرعیہ میں حسبۃ للہ تدریس کی خدمت بھی انجام دیتے رہے، چند سال جامع ترمذی بھی پڑھائی، آخر میں حرم مدینہ میں تفسیر ابن کثیر پڑھایا کرتے تھے، زندگی کے آخری چند سال مکہ مکرمہ میں بسر کیے، عابد و زاہد اور دنیا کی راحتوں سے بے نیاز تھے، نہایت خاموشی اور گمنامی کے ساتھ حرمین شریفین کی زندگی بسر کی اور حرمین شریفین کی برکات سے مالا مال ہوئے، رمضان کے پہلے عشرہ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے، حق تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ان کی تربت اور جسد مبارک پر ہوں، آمین۔

مولانا عبدالرحیم اشرفی رحمۃ اللہ علیہ

نہایت رنج وافسوس کے ساتھ یہ خبر درج کی جاتی ہے کہ ہمارے قابل قدر بزرگ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ مولانا مفتی محمد حسن صاحب مرحوم کے نوجوان وذوعمر صاحبزادے مولانا عبدالرحیم صاحب بعارضہ قلب پرسوں بروز چہارشنبہ ۵ رجب ۱۳۹۲ھ رخصت ہو گئے: إنا لله وإنا إليه راجعون.

مرحوم نہایت خوش مزاج، خوش اخلاق، جوان صالح تھے حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائے اور پس ماندگان اخوان کرام کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے نوازے، آمین۔

(شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ - اکتوبر ۱۹۷۲ء)

حاجی ابراہیم میاں سملکی رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے ایک محترم اور معزز بزرگ جناب حاجی ابراہیم میاں صاحب سملکی (ضلع سورت) ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ یوم شنبہ کو اس دار فانی سے رخصت ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحوم سملک نامی قصبہ کے ایک خدا رسیدہ عابد وزاہد عمر رسیدہ بزرگ تھے، حضرت الاستاذ امام العصر مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ کے عاشق اور سچے جاں نثار تھے، جب تک حضرت شاہ صاحب زندہ تھے روزانہ بلاناغہ ان کی صحبت سے مستفید ہوتے رہے، بڑی قناعت کی زندگی بسر کی، ابتدائی دور میں سملک وڈالچیل کا جو قافلہ جنوبی افریقہ پہنچا تھا موصوف اپنے چند برادران حقیقی کے ساتھ اس قافلہ کے ایک مسافر تھے، کاروبار تجارت شرکت سے شروع کیا، لیکن بہت جلد مرحوم واپس آ گئے، کچھ عرصہ بعد کمپنی کو نفع ہوا اور مرحوم کا حصہ مرحوم کو بھیجا مگر لینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ میرا نام کمپنی سے خارج کر دیا جائے، مجھے یہاں اپنی زمینداری کی معیشت کافی ہے، آخر عمر تک اسی پر گذارہ کیا، مرحوم ہمارے کرم فرما مخلص احباب جناب حافظ عبدالرحمن میاں اور مولانا عبدالحق میاں اور مولانا حافظ محمد شفیع میاں کے والد محترم تھے، اول الذکر جنوبی افریقہ میں قابل قدر دینی خدمات انجام دے رہے ہیں، اور میاں عبدالحق صاحب تمام تجرات میں دینی مدارس تعلیم مساجد اور دینی اداروں کی قابل قدر خدمات میں نہ صرف مشغول ہیں بلکہ منتظم ہیں، یہ سب حضرت حاجی صاحب مرحوم کی توجہات اور حسن تربیت کا نتیجہ ہے، حافظ عبدالرحمن میاں تجارت میں مشغول تھے، ان کو حکم دے کر تجارت سے نکالا اور دینی خدمت میں لگا دیا، ان کے مبارک ہاتھوں سے بفضلہ تعالیٰ اچھے اچھے کام انجام پذیر ہوئے، راقم الحروف کی تالیف معارف السنن کی طباعت کا سہرا موصوف کے سر پر ہے، خدا کا شکر کہ:

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

اسی خاندان کے ایک فرد مولانا محمد بن موسیٰ میاں رحمہ اللہ نے "المجلس العلمی" کی بنیاد ڈالی ہے جس نے تیس چالیس سال کے عرصہ میں علم حدیث اور علوم نبوت کی قابل قدر خدمات انجام دیں، "نصب

... في تخريج أحاديث الهداية" چار ضخیم جلدوں میں اور "فیض الباری شرح صحیح البخاری" چار ضخیم جلدوں میں اسی مجلس کی کارگزاری ہے، درحال ہی میں حدیث نبوی کی قدیم ترین اور سب سے اعلیٰ ترین کتاب امام حدیث عبدالرزاق بن ہمام صنعانی المتوفی ۲۱۱ھ کی کتاب "المصنف" چار ضخیم جلدوں میں پورا لاکھ روپے کے صرف سے بیروت میں طبع کرائی:

این کار از تو آید و مرد ان چنیں کنند

اس کتاب کے تعارف کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ مستقل مقالہ لکھا جائے گا، امام حدیث عبدالرزاق امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور امام احمد بن حنبل کے استاذ اور امام بخاری کے استاذ الاستاذ ہیں رحمهم الله جميعا یہ کتاب آج پہلی مرتبہ وفات مصنف کے تقریباً بارہ سو سال بعد زیور طبع سے آراستہ ہوئی، کاغذ اس کے لئے جس اعلیٰ ترین معیار کا چاہا بیروت میں نہیں ملا، لندن سے خریدا گیا، آج تک اس معیار صباعت و اعلیٰ ترین کاغذ پر حدیث و تفسیر کی کوئی کتاب مصر و بیروت یا یورپ میں طبع نہیں ہوئی:

این خجالت ببرند و باز نیایند

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بہرحال اس باتوفیق خاندان نے دین کی بڑی قابل قدر خدمت کی اور صوف و سالکین جو کام انجام نہ دے سکے اس خاندان کے افراد نے انجام دیئے، حق تعالیٰ ان خدمتوں کو قبول فرمائے اور ان کے لئے ذخیرہ آخرت فرمائے، حضرت حاجی زبیر صاحب مرحوم اس خاندان کے بزرگ تھے۔

غفر الله له ورحمه ورضي عنه وارضاه وجعل الجنة منقلبه ومثواه، آمين

يارب العالمين وصلى الله على سيدنا خاتم النبيين محمد واله وصحبه أجمعين.

(مؤرخہ ۱۳ محرم ۱۴۰۳ھ - ۳۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء)

آغا عثمان جان مجددی رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کہ غیر حاضری کے اس مختصر عرصے میں چند بابرکت ہستیاں ہم سے جدا ہوگئیں، صدر المشائخ آغا عثمان جان مجددی واصل بحق ہوئے جو حضرت نور المشائخ مولانا فضل محمد مجددی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے تھے اور حضرت مولانا محمد صادق مجددی مدنی کے بھتیجے تھے اور جناب ضیاء المشائخ مولانا محمد ابراہیم جان مجددی المدنی کاہی کے بڑے بھائی تھے، ۸۰ سے اوپر عمر میں متیم تھے، یہ انتقال ہوا

مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ

جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ کو جناب مولانا لال حسین اختر امیر مجلس تحفظ ختم نبوت کا انتقال ہوا مرحوم نے نوعمری میں ہی مرزائیت سے تائب ہو کر اپنی تمام تر صلاحیتیں رد مرزائیت میں نہایت اخلاص و استقلال سے صرف کیں، انگریزی، عربی، اردو تینوں زبانوں میں نہ صرف پاکستان میں بلکہ یورپ اور اسرائیل میں بھی بے نظیر خدمتیں انجام دیں اور مرزائیت دجالیت کی بیخ کنی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اکابر کی دعاؤں نے ان کی خدمات میں مزید چار چاند لگا دیا تھا۔

مولانا پیر خورشید احمد ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ کو مولانا پیر خورشید احمد رحمۃ اللہ کا وصال ہوا مرحوم کی عمر ۸۰ سال سے متجاوز بتائی جاتی تھی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کر چکے تھے، اجازت و خلافت جانشین شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا سید حسن احمد مدنی علیہ الرحمہ سے حاصل تھی، مرحوم نہایت سادے، متواضع، صاحب استقامت بزرگ تھے، جب کراچی تشریف لے آئے تو مدرسہ اسلامیہ کی کو شرف قدم بوسی نصیب ہوتا تھا۔

حافظ ابوالحسن پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

مکہ مکرمہ میں حافظ حاجی ابوالحسن پشاوری مہاجر کی جنہوں نے چالیس سال کا طویل عرصہ ہجرت نہایت اخلاص کے ساتھ عبادت اور تقویٰ میں گذارا تھا جمعہ کے دن ماہ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ میں وفات پائی۔

حاجی حبیب احمد پاکولا والے رحمۃ اللہ علیہ

کراچی میں ہمارے محسن و مخلص دوست حاجی حبیب صاحب پاکولا والے بمرض سرطان رخصت ہو گئے، لندن بغرض علاج تشریف لے گئے تھے، واپسی پر عمرہ کا ارادہ رکھتے تھے، احرام کی چادریں ساتھ لے گئے لیکن وہیں بعارضہ قلب وفات ہوئی، نعش کراچی لائی گئی اور میوہ شاہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

اللهم اغفر لهم وارحمهم وعافهم واعف عنهم و أكرم نزلهم وأدخلهم الجنة، ووقهم عذاب القبر و عذاب النار، وصلى الله على خير خلقه سيدنا محمد وآله وصحبه وصالحي عباده أجمعين إلى يوم الدين.

[جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ ص ۹۳-۹۴]

مولانا گل بادشاہ طوروی رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کہ صوبہ سرحد کے ممتاز جید عالم دین سیاسی مفکر مولانا گل بادشاہ صاحب طوروی طویل علالت کے بعد ۱۰ جمادی الاخری ۱۳۹۳ھ بمطابق ۱۴ جولائی ۱۹۷۳ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نہایت وجیہ و باوقار پختہ عالم تھے۔ پشتو زبان کے خطیب و مقرر تھے۔ زندگی کا اکثر حصہ صوبہ سرحد کی سیاسی خدمات میں گذارا۔ برطانوی دور حکومت میں مسلسل سات برس اسارت کی زندگی گذاری اس حوالے سے مولانا کو مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔ ان پر گذرے ان واقعات کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور ان کے پائے استقامت میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی۔ تمام زندگی ان کی ابتلاء اور پریشانیوں میں گذری کبھی بھی مجال ہے کہ کسی طرف شکایت زبان پر آیا ہو۔ اللہ کی خاطر ہر تکلیف و پریشانی کو برداشت کیا۔ مرحوم دارالعلوم دیوبند کے عمدہ فاضل تھے۔ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس اللہ سرہ کے اہل تلامذہ میں سے تھے اور ان سے ظاہری و باطنی فیوض و برکات حاصل کئے تھے۔ ابتداء سے مزاج سیاسی پایا تھا لیکن علمی ذوق و شغل کی وجہ سے کافی عرصہ تک ابتداء حضرت مدنی سے دور رہے۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مشورہ دیا کہ اب تمہیں اس طرف سے کام کرنا چاہئے فرمایا کہ پاکستان سے وفاداری و سیاسی خدمت جس طرح ممکن مصالح کا تقاضا ہو کرنی چاہیئے۔ اسی نصیحت پر تادم رہے۔ صدر جمعیت علماء ہند سرحد سے لے کر فرنٹیئر میر جمعیت علماء اسلام صدر جمعیت العلماء کے وفادار سپاہی و سیاسی کارکن پاکستان نے سیاسی زندگی میں کئی دفعہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ مفکر مزاج، دور اندیش، حقیقت شناس، بیباک، صاف گو، حاضر جواب تھے۔ مطالعہ وسیع تھا۔ ہر موضوع پر گفتگو فرماتے تھے۔ خطابت میں نہایت معلومات پر مشتمل تھے۔

افسوس کہ اس دور میں ایسے باخدا مرنجاں مرنج، بیباک، حق گو، بے لوث سیاسی بزرگ ہمارے درمیان سے اٹھ رہے ہیں۔ مرحوم ۷۰ سال کی عمر میں رخصت ہو گئے اور دنیا کی راحتوں سے کوئی بھی حصہ حاصل نہیں کیا۔ مرحوم پر حق تعالیٰ کے ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں ان کی لغزشیں معاف ہوں ان کے درجات جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ نصیب ہوں آمین۔

اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ وارزقہ داراً خیراً من دارہ واھلاً خیراً من اھلہ وجاراً خیراً من جارہ وقہ عذاب القبر وعذاب النار وادخلہ الجنۃ مع الابرار۔

(نقیب، شمارہ ۵۳ ۱۳ تا ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۳ء)

مولانا عبدالحق نافع رحمۃ اللہ علیہ

﴿کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام﴾

آہ! دورِ حاضر کے ایک گمنام محقق حضرت مولانا عبدالحق نافع ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ علوم عقلیہ نے ماہر ہی نہیں بلکہ قدیم علوم نقلیہ کے صاحب بصیرت فاضل عصر حاضر کے ذکی ترین عالم، کلکتہ کے نکتہ شناس، دقیقہ رس شعر و ادب کے صاحب ذوق، ہیئت و ریاضی کے امام ہم سے جدا ہو گئے، انا للہ۔ علمی مشکلات کے صاحب فہم و بصیرت، مسائل دقیقہ عالیہ کی سہل تعبیر پر قادر ترین فاضل، یگانہ روزگار ہم سے رخصت ہو گئے، انا للہ۔

بلاشبہ اسلام کے ہر دور میں علم و تحقیق کے آفتاب و ماہتاب چمکتے رہے اور اسلامی کی زرخیز زمین میں کیسی کیسی ہستیاں پیدا ہوئیں، علوم و معارف کے گلستانوں میں کیسے کیسے پھول کھلے جن سے آج تک شام عالم معطر ہے اور رہے گا۔ امت محمدیہ کے ان عیسیٰ نے برس کر کیسے کیسے اہل و گھر پیدا کئے اور اس امت مسلمہ میں کیسی کیسی باکمال شخصیتیں ظہور میں آئیں، سراپا نور صحابہ و تابعین کا تو کیا کہنا، محدثین و فقہاء میں کیسی کیسی ہستیاں ظہور پذیر ہوئیں، محققین و متکلمین میں کیسے کیسے بابرکت افراد نے دنیا علم و تحقیق کو روشن کیا، ایک طرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، مالک رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ نظر آتے ہیں تو دوسری طرف احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، اسحٰق بن راہویہ، ابن المدینی، دارمی، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی و عالم کو خیرہ کئے ہوئے ہیں، اسی امت میں طحاوی، ابن جریر، ابن المنذر، جصاص جیسی باکمال ہستیاں نقد حدیث میں و تحقیق دے رہی ہیں، تیمیوں نہیں، سینکڑوں نہیں، ہزاروں اہل کمال سے امت محمدیہ کا دامن بھرا ہوا ہے، باقلانی، غزالی، ابن رشد، ابن فورک، رازی و شیرازی رحمہم اللہ جیسے متبحر علوم عقلیہ و ائمہ موجود ہیں۔

دور نہ جایئے متحدہ ہندوستان کی سرزمین نے شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، بحرالعلوم جیسے جامع کمالات اور علوم عقل و نقل کے ماہر پیدا کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا تھا، اس آخری دور میں دہلی، دیوبند، سہارنپور، گنگوہ، تانوتہ، بھون، میں کیسی کیسی ہستیاں ظہور میں آئیں، جن کی نظیر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی، جن کے اخلاص و تقویٰ اور علوم نبوت میں کمال کو دیکھ کر قرن اول کا شبہ ہونے لگتا ہے، آج ان کے علوم و حقائق اور علمی خصائص و کمالات کو صحیح سمجھنے والا بھی کوئی باقی نہیں رہا لیکن ان حضرات کے کچھ علوم ان کے سینوں سے سفینوں میں منتقل ہو گئے ہیں جن کے ذریعہ امت کو استفادہ اور انتفاع کا موقع مل گیا۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع اس دور کے ان علماء راسخین میں تھے جن کی وقت نظر، دقت تحقیق، حسن ذوق کا بہت کم کسی کو علم ہوا، افسوس کہ ان کے علمی کمال کا کوئی حصہ بھی سینہ سے سفینہ میں منتقل نہیں ہوا۔ اس علمی

کی نعمت سے محروم رہے۔

افسوس کہ ان کی فوق العادہ ذکاوت، جامعیت علوم، مکارم اخلاق، فطری ملکات وکمالات کے باوجود ناقدر شناس دنیا نے ان کی قدر نہیں کی جس قدر ومنزلت کے یہ نادر روزگار مستحق تھے اتنی قدر ومنزلت نہ دی:

تو نخیری رفتہ آمدہ بودی چو سمک
بازیں یفتی وکس قدر تو نشناخت دریغ

مرحوم سے میرا تعلق تقریباً نصف صدی رہا، تحابب وتوادد کی اس منزل پر ہم پہنچے جس کی نظیر کم ملے گی، میں نے اپنے معاصرین اور حلقہ احباب اور اساتذہ میں باستثناء بعض حضرات ذکاوت طبع، دقت نظر، حسن ذوق، جامعیت مزاج میں ان کی نظیر نہیں دیکھی، میرے والد محترم حضرت مولانا سید محمد زکریا صاحب (مدظلہم ووامت برکاتہم) فرماتے ہیں کہ "مشکل سے مشکل مسائل کو آسان وسہل تعبیر میں حل کرنے والا عالم ان جیسا نہیں دیکھا"۔

افسوس کہ علم وفضل کا یہ گوہر آبدار دنیا سے رخصت ہوگیا، میرے نصف قصائد کا موضوع ان کی ذات رہی ہے جو قلم ان کو مخاطب کرکے یہ لکھتا تھا:

انانی منك یا فرد الزمان
کتاب لفظه عقد الجمان

یا یہ لکھتا تھا:

بلغت الغایة القصوی مرادًا
وان تطلب تجد مجدًا سواها

آج وہ انکھیں جو آنسوؤں سے تر ہیں یہ چند حروف تحریر فرما رہی ہیں، مرحوم کی ولادت ۱۳۱۳ھ میں ہوئی، ٹھیک اسی (۸۰) برس کی عمر میں بتاریخ ۳ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۸ جنوری ۱۹۷۳ء میں داعی اجل کو لبیک کہا، علالت کا سلسلہ ایک سال سے جاری تھا، میرا ایک تار مرحوم کی حالت معلوم کرنے کے سلسلہ میں گیا، جب ان کو علم ہوا تو جاہلی شاعر کا یہ شعر پڑھا:

سئمت تکالیف الحیاة ومن یعش
ثمانین حولا لا ابالك یسأم

یعنی زندگی کی تکالیف سے تنگ آگیا ہوں اور جو اسی (۸۰) سال زندہ رہے ضرور زندگی سے اکتا جائے گا۔

اور فرمایا کہ "تلی کا جواب دو"۔

ادبی ذوق عجیب وغریب تھا کہ ایک دفعہ چار سال قبل میں مکہ مکرمہ میں تھا، مکتوب ملا، اس وقت بعض احباب کے ساتھ موٹر میں میدان عرفات، وقوف عرفات سے دو دن قبل جارہا تھا، ڈاک راستہ میں ملی، خط راستہ میں

کتاب کھولا، جب اصل اسم پہنچا تو لفافہ کھولا، عربی میں رقت انگیز مکتوب تھا، نامہ عربی کا ایک شعر تھا:

انا محبوك يا سلمى فحيينا
واذا سقيت كرام الناس فاسقينا

یہ شعر پڑھتے ہی سب پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اور اس رقت انگیز طرز تحریر نے سب کے دل پر سب پر رقت طاری کر دی۔

افسوس کہ یہ میری خیر و جوانی میں ان کا عاشقانہ مکتوب آیا جس نے مجھ کو زمین مقدس حجاز لے کر گیا، میں ۲ مئی ۱۳۹۳ھ جمعہ کی نصف شب کو خواب دیکھا کہ مرحوم وفات پا چکے خواب صحیح تھا اور ۱۳ رات و دن بھی اس کے شاہد تھے، اس لئے مقامات مقدسہ اور اوقات قبول دعا میں بجائے صحت و عافیت کے مغفرت و ترقی درجات کی دعائیں کرتا رہا لیکن کسی ذریعہ سے کوئی اطلاع نہ ملی۔ تردد ہوا کہ شاید خواب صحیح نہ ہو یا بھائی صاحب زندہ ہوں، خواب دیکھا کہ خواب سچا ہے۔

میری ایک لڑکی نے جو ۷ سال کی تھی تین مرتبہ ماہ ذی الحجہ میں ان کی وفات سے خواب دیکھے تھے بعد میں معلوم ہوا کہ واقعی صحیح تھا بھائی صاحب کا انتقال وفات بتاریخ ۳ ذی الحجہ میں صحیح کے بعد واقع ہوا۔

صد افسوس کہ یہ آخری لمحات حیات تھے ملاقات ہوتی نہ دیدار ہوتا میں شرکت نصیب ہوئی ہے مزار مبارک پر حاضری ہوئی:

بجنازہ گر نہ آئی بمزار خویش آمد

والد مختار نے نام عبد الحق رکھا تھا، اور وہ نافع کل حضرت مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ کا کلمہ تھا، اس کو عبد الحق کہا کریں، اگر کوئی نافع کل بتاتا یا آنہ جرمانہ کرتے تھے، آخر میں راقم الحروف مرحوم کو عبد الحق نافع کل لکھا کرتا تھا اور یہی نام ہو گیا۔

حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے مزار پر انوار کو رحمت بھرے اور ابر رحمت کی بارش سے رحمت و غفران کی نہریں جاری فرمائے، بال بال مغفرت ہو، علیین میں مسکن ہو، بے حساب بے کتاب جنت الفردوس نصیب ہو آمین۔

تعزیت

علیك سلام الله يا روح نافع ... و رحمته ماشاء ان يترحما
تحية حب حين يشجو فؤاده ... و اصحى بحال كاد ان ينحطما

تحیه قلب هائم متألم و یرجو من الله الرحیم ترحما
رحیم رؤف بالعباد غیاثهم یجود بعفو منه و تکرما
رزیة علم ثم فضل مصیبة تفوق رزایا الدهر حقا محتما
رثاء فقید العلم ثم خل رزیه تقطع قلبا هائما و متیما
فیارب انزل من سحائب رحمة علی قبره ماکان أغزر أدوما

[محرم الحرام ۱۳۹۳ھ]

مولانا عبدالمنان میواتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ان عشت تفجع بالاحبة کلهم
وبقاء نفسك لا ابا لك افجع

حضرت مولانا عبدالحق صاحب، فیج کی وفات کی خبر سے دل کا زخم ابھی تازہ تھا کہ برادر مکرم مولانا عبدالمنان صاحب میواتی دہلوی کی وفات حسرت آیات کی خبر سنی، مرحوم یوم سہ شنبہ ۲۷ ذی الحجہ ۹۳ھ ۲۲ جنوری ۷۳ء کی شام کو دہلی میں واصل بحق ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم سراپا اخلاص اور سراپا سوز و گداز تھے، جید عالم تھے عربی اور اردو کے بے مثل فطری شاعر تھے، عربی شعر گوئی میں اس دور میں متحدہ ہندوستان میں ان کی نظیر نہیں تھی، اشعار میں روانی، زبان دانی، اسلافی قدیم دور کے شعراء کی یاد تازہ کرتی تھی۔ حافظہ بے مثل تھا، قصیدہ نعما سالہا سال تک یاد رہتا تھا، سنانے کا طرز بھی بے مثل تھا جس وقت شعر سنانے بیٹھتے ایک ایسا وجد و بے خودی طاری ہوتی تھی کہ سراپا جذب و سراپا وجد بن جاتے تھے، سوز و گداز کے باوجود باغ و بہار تھے، ان کی مجلس عجیب پر لطف ہوتی تھی، بزرگوں سے عقیدت، بزرگوں کی خدمت اور بزرگوں کی دعاؤں کی برکت نے ان کی ساخت کو عجیب بنا دیا تھا، وہ بیک وقت شاعر بھی تھے صالح عالم بھی تھے، اور باخدا بھی تھے دلوں کو تڑپانے والے بھی تھے، راتوں کو اٹھ اٹھ کر رویا کرتے تھے، اور آخری عمر تک سلسلہ چشتیہ کا ذکر بالجہر بارہ تسبیح کا ورد پابندی سے کیا کرتے تھے، ذکر کرتے وقت ان کی دردناک آواز اندرونی سوز و گداز کی غمازی کیا کرتی تھی، جب پاکستان آتے اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں وارد ہوتے تو مدرسہ میں آپ کی تشریف آوری سے عجیب رونق آجاتی تھی، مکہ المکرمہ میں موسم حج میں کچھ دن ان کی معیت و صحبت نصیب ہوئی ان کے نکات خوب کھلے۔

دہلی کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ وفات سے کچھ ماہ قبل اپنی وفات کا احساس ہو گیا تھا گویا وہ ہر وقت منتظر رہتے تھے اور بار بار یہ اظہار کیا کہ تین حج کی دعا کی تھی قبول ہو گئی اب سفر آخرت قریب ہے۔ افسوس کہ یہ مہمل

خوشنوا جو ہر مجلس میں چہلتی تھی اب خاموش ہوگئی اور سوز و گداز کے وہ نغمے جو ہر مجلس کو گرماتے تھے آج ختم ہو گئے۔

اللّٰھم اغفر له وارحمه وعا فه واعف عنه واکرم نزله ووسع مدخله وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار۔

حاجی علی محمد موکی رحمۃ اللہ علیہ

پرسوں چہارشنبہ کے دن بلکہ جمعرات کی رات مغرب کے بعد ۵ رصفر ۹۴ھ / ۲ رفروری ۷۴ء ہمارے مخلص دوست سابق اسلامک وسٹیم شپنگ کمپنی کے اسپیشل ڈائرکٹر حاجی علی محمد موکی کی اچانک وفات کا حادثہ پیش آیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کراچی و سندھ کے قدیم باشندے تھے ان کے اخلاص، توضع، استقامت علی اللہ، صالحین اور علماء دین سے ان کی محبت دیکھ کر یہ یقین ہی نہیں ہوسکتا تھا کہ یہ بیسویں صدی کا شخص ہے بلکہ محسوس ہوتا تھا کہ کوئی قدیم باقی ماندہ روح ان میں جلوہ گر ہے سراپا اخلاص، سراپا مسکنت، تواضع، فیض رسانی، خدمت خلق کا جذبہ وہ جس کی نظیر اس دور میں بہت کم ملے گی۔ "یونین اسلامک کمپنی" قائم ہونے سے پہلے یہ خاندان کراچی میں جہاز کرام کی خدمت کے لئے وقف تھا لیکن اس بحری کمپنی سے تعلق کے بعد حق تعالیٰ نے حجاج کرام اور علماء و عوام دونوں جہاز میں جانے والے عام لوگ خصوصاً علماء یا ان کے احباب کے لئے وہ خدمات ان سے لیں جن کا تصور بھی اس دور میں مشکل ہے، اور حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہی امید ہے کہ ان کے لئے اصل آخرت کے لئے سب سے زیادہ مفید ذخیرہ بھی ہوگا۔ وفات کے بعد ان کے چہرے سے جو نور کے شعلے نکلتے دیکھے، اور لب پر تبسم کا منظر عجیب تھا، الحمد للہ کہ ان کی مغفرت اور ترقی درجات کی بہت کچھ علامات تھیں حق تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ان پر ہوں اور جنت الفردوس کی بشارت سے سرفرازی نصیب ہو!

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

علماء و احباب و مخلصین کے قافلے آخرت کی طرف بہت سرعت سے جارہے ہیں نہ معلوم اس مرثیہ خواں قلم کی باری کب آتی ہے؟

اللّٰھم اختم لنا بخیر واجعل خیر اعمارنا آخرھا

[1] صفر المظفر ۱۳۹۴ھ، ص ۹۳۔

الشیخ محمد ابوزہرہ مصری رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کہ مصر کے نابغہ روزگار محقق عالم الشیخ محمد ابوزہرہ گذشتہ شنبہ ۱۳/اپریل ۱۹۷۴ء ۱۹/ربیع الاول ۱۳۹۴ھ کو وصال حق ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف دور حاضر کے ممتاز عالم، بے نظیر مصنف، حیرت انگیز خطیب تھے، اکابر علماء اور چند افراد امت پر ان کی تصانیف ان کے علمی شاہکار ہیں، تصنیفی اسلوب میں نقد، تحلیل اور بحث وتحقیق کے امام تھے، وہ مسلکاً حنفی تھے لیکن بعض مسائل میں وہ اپنے خیال میں دلیل وحجت کے تابع تھے، موصوف سے پہلی مرتبہ اس وقت ملاقات ہوئی تھی جب لاہور میں ۵۸ء میں "کلیۃ العلم" ہوا تھا تو وہ کراچی آئے تھے، مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں بھی تشریف لائے تھے پھر "کلیۃ العلم" میں ان کی تقریروں کے سننے کا موقع ملا تھا، غلام احمد پرویز اور عبدالحکیم اور وثنوفت والے پران کی تنقید وتقریر قابل قدر تھی بعد میں "مجمع البحوث الاسلامیۃ" کی کانفرنسوں میں موصوف کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور ان کی علمی خصوصیات کے جوہر کھلے وہ بیک وقت بہترین ادیب وکاتب بھی تھے اور اعلیٰ ترین خطیب بھی تھے، حافظہ بے نظیر تھا جو لکھا سب یاد ہوتا تھا "مجمع البحوث الاسلامیۃ" میں جب بھی کسی موضوع پر سینکڑوں صفحات کا مقالہ تیار فرمایا تو کھڑے ہوکر خود سناتے تھے، اکثر حافظے سے سناتے تھے گویا تقریر کر رہے ہیں، عقیدہ سلیم تھا، مزاج میں سنجیدگی اور وقار تھا، غرض اپنے اس دور میں علماء ازہر میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے، عرصہ دراز تک وہ "کلیۃ الحقوق" (لا کالج) کے عمید (پرنسپل) تھے، ہمارے مولانا عبدالرزاق صاحب جو مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں ہمارے رفیق کار تھے "المجلس الاعلی للشئون الاسلامیۃ" کی دعوت پر ڈکٹریٹ کے لئے مصر گئے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر مقالہ تیار کر رہے تھے، جامعۃ القاہرہ کی طرف سے مشرف استاد الشیخ ابوزہرہ تھے، افسوس صد افسوس کہ اس قحط الرجال کے دور میں ایسی باکمال شخصیتیں مشکل سے پیدا ہوتی ہیں، حق تعالیٰ شانہ بال بال مغفرت فرمائے، درجات عالیہ نصیب فرمائے اور ان کی علمی ودینی خدمتوں کو بارگاہ ربوبیت میں شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔

مولانا سید شمس الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کہ ہمارے بلوچستان فورٹ سنڈیمن کے نوجوان غیور عالم مولانا شمس الدین بتاریخ ۱۲/مارچ ۱۹۷۴ء بعصر ۹۴ھ بڑی بے دردی سے شہید کر دیئے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کے سر نوعمری میں سیاسی میدان میں قدم رکھنے سے بہت سے حیرت انگیز کمالات کا ظہور ہوا، سنجیدہ، وقار، خوبصورت، خوب سیرت، اصول کے پابند عالم تھے، بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر تھے اس دوران ان کو شدید سے شدید آزمائشیں پیش آئیں اور ایسے ایسے خطرناک ہوشربا امتحانات سے واسطہ پڑا جس بڑوں بڑوں کے قدم ڈگمگا گئے لیکن کیا مجال کہ مولانا شمس

الدین کے پاس استفادت کو زر پھر بھی فرش دل ہو وہاں سے مستفتی جواب مطلب سے بے نیاز فتوی میں پوشیدہ دانش رہاں خدمت خلق کے لئے وقف پوری زندگی درس و تدریس علم و اصلاح امت و افتاء فتوی نویسی صاحب تصانیف کثیرہ تصنیف و تالیف کے متعلق ہیں، کے معلوم تھا کہ دو چشمان کی سنگ راہ دادی ان ابر گوہر بار کے فیض سے کبھی محروم ہو جائے گی:

آنکس چہ دانند کہ تشنہ چشمہ ہو

حق تعالیٰ نے موت بھی شہادت کی نصیب فرمائی حق تعالیٰ اس خبیر ملک امت کو شہداء برحق کے درجات رفیعہ سے سرفراز فرمائیں اور بیت جوانی نصیب فرمائیں اور شہداء سے کے اعزاز کو پیش نظر رکھ کر اصحاب و اسلام میں ان درجات عالیہ کو آراستہ فرمائے حق تعالیٰ وہ وہ ان کی خدمات کو قبول فرمائیں آمین۔ ان کی خدمات کو ان کی نمونی شہادت ان کے حق میں ذخیرہ آخرت ہو آمین ثم آمین۔

مولانا عبدالرحمن جالندہری رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کہ میرے ایک قدیم ترین محب مولانا عبدالرحمن بن فقیہ محمد جالندہری کی روح شنبہ بوقت عصر مورخہ ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۹۴ھ، ۲ مئی ۱۹۷۴ء اپنے مالک حقیقی سے جا ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نے ثنا سالی و قلق ۱۳۱۲ھ میں دار العلوم دیوبند میں پیدا ہوا وہ ۱۳۳۰ھ میں دار العلوم میں داخل تھے اور اس وقت تک کتابیں پڑھتے تھے ۱۳۳۶ھ میں دار العلوم میں انقلاب آیا جس میں علامہ انور شاہ و رحمہ اللہ و چند اور اجلہ مولانا شبیر احمد عثمانی معروف بہ حضرت مولانا عزیز الرحمن دیوبندی اور مولانا سید احمد رشید گنگوہی وغیرہ حضرات علیحدہ ہو کر مظاہر کی ایک بڑی جماعت میں سہارنپور چلے گئے اس وقت مرحوم غالباً اپنے بڑوں کے مشورے سے جو اس وقت پشاور میں تحصیلدار تھے دار العلوم سے چلے آئے اور مظاہر علوم میں مولوی فاضل کلاس میں داخلہ لے لیا پانچ سال لاہور سے مولوی فاضل اور منشی فاضل کیا اور ۱۳۵۰ھ میں اپنی کتابوں کی تکمیل کے لئے دار العلوم پہنچے ۱۳۵۳ھ میں دار العلوم سے سند فراغ و تحصیل لی جس کے خواہاں تھے:

"وهو عندنا سليم الطبع جيد الفهم مرضي السيرة، محمود السريرة وله مناسبة بالعلوم تامة، يقدر على نشر العلوم وافادتها"

وہ ہمارے نزدیک سلیم الطبع جید الفہم پسندیدہ سیرت اور قابل تعریف عادات کے مالک ہیں علوم سے پوری مناسبت ہے اور وہ علوم کی نشر و اشاعت پر قادر ہیں۔

عرصہ دراز کے بعد معلوم ہوا کہ کسی کالج میں استاذ ہیں بعد میں ریٹائر ہوئے اور اہل پور کی مسجد میں

خطیب مقرر ہوئے، اسی دوران چند ماہ ایک خاص جماعت کی ابتدائی کتابوں کی تعلیم کے لئے مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی میں بھی استاذ رہے، فریضہ حج غالباً ۱۳۵۷ھ میں ادا کیا ایک بار عمرہ و زیارت کے لئے بھی سفر حرمین کی توفیق ہوئی، دوسری بار اب سے کوئی اڑھائی تین مہینے پہلے عمرہ و زیارت کے لئے بڑے ذوق و شوق سے حرمین پہنچے ایک ماہ مدینہ طیبہ میں اور ایک ماہ سے زائد مکہ مکرمہ میں قیام رہا اس دوران والہانہ و مجذوبانہ انداز میں طواف و عبادات اور مجاہدات میں مشغول رہے، طبیعت وہیں بگڑ گئی تھی لیکن آرام کا خیال نہ کیا، فریضہ حج سے واپسی ہوئی کراچی پہنچنے سے ۳۰ گھنٹے قبل بخار ہوا بے ہوش ہو گئے جہاز کے ہسپتال میں داخل کئے گئے مگر تشخیص نہ ہو سکی بے ہوشی کے عالم میں کراچی اتارے گئے اور سول میڈیکل ہسپتال پہنچائے گئے، معلوم ہوا کہ ٹرون ٹوز بخار کا عارضہ ہے جس سے مریض شاذ و نادر ہی جانبر ہوتا ہے، تمام تدبیریں کی گئیں مگر ناکام ہوئیں، بالآخر عمر کے اس مسافر نے تمام عمر کے لئے سفر آخرت پر روانہ ہو گیا۔

طبیعت ابتداء ہی سے نیم مجذوبانہ تھی، دیوبند کی طالب علمی کے دوران آدھی آدھی رات کو جنگل میں چلے جاتے کبھی سہارنپور جانے کے لئے اسٹیشن پر پہنچے، ریل نکل گئی تو پیادہ سہارنپور چل دیئے اور ۲۲ میل کا سفر چند گھنٹوں میں طے ہو جاتا، ۱۹۳۰ء میں لاہور میں مولوی فاضل کی تیاری کے دوران ایک خاص شکل میں ذکر و شغل کرنے لگے جس کی وجہ سے یہ کیفیت طاری ہوئی کہ بہت سے لوگوں کی صورتیں بندر وغیرہ کی نظر آنے لگیں اور بے حد پریشان ہوئے، بالآخر میرے اصرار پر اس شغل کو ترک کیا تو چھ ماہ بعد یہ کیفیت جاتی رہی مگر اس شغل کی وجہ سے اس وقت امتحان میں ناکام ہوئے، یہی نیم مجذوبانہ کیفیت آخر عمر تک رہی، لذائذ و شہوات سے طبعاً دور تھے، مشتبہ سے اجتناب کرتے تھے، سنا ہے کہ دورہ حدیث کے اختتام پر حضرت مدنی قدس اللہ سرہ سے بیعت بھی ہو گئے، پوری زندگی سادگی اور مجاہدے میں گذاری، زبان پر کبھی کسی کی غیبت وغیرہ نہ آئی، غالباً ۶۸ برس عمر ہوئی کہ سفر مبارک سے سفر آخرت پر روانہ ہوئے، چہرے کی نورانیت قابل رشک تھی، مغفرت کی علامات نمایاں اور حرمین کے انوار و برکات مشاہد تھے، الحمد للہ بہت جلد تجہیز و تکفین اور تدفین کے مراحل طے ہو گئے اور یوسف پورہ میں سوداگران دہلی کے قبرستان کراچی میں ان کی آخری آرام گاہ بنی۔ حق تعالیٰ کی بے انتہا رحمتیں اس مسافر آخرت پر ہوں جس نے تمام زندگی زہد و قناعت اور تقویٰ و مجاہدہ کی نذر میں طے کرنے میں گذاری۔

اللھم اغفرله وارحمه وارضه وارض عنه وادخله دارالنعیم بفضلك وكرمك یاارحم الراحمین.

[جمادی اولیٰ ۱۳۹۴ھ، جون ۱۹۷۴ء]

مولانا دوست محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کہ ہمارے محب مخلص بزرگ علامہ مولانا دوست محمد قریشی بتاریخ ۳ رمضان ۱۳۹۲ھ ۲۲ ستمبر ۱۹۷۲ء ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم سے ہماری ملاقات ۱۹۳۸ء میں (جبکہ حدیث کے ایک طالب علم کی حیثیت سے تعارف تعلق اور پھر عقیدت میں بدلا) کے چند ممتاز طلباء کے ساتھ مہر سے دہلی میں شریک تھے۔ ایک مخلص تربیت کار اور نظام کی حیثیت سے ان سے پہلی توقع اسی وقت تھی کہ ارکان نے اقامت دین کے ملک گیر مشن کے ایک تربیتی کیمپ میں شرکت کی دعوت دی تھی۔ اس کے بعد عرصہ دراز تک مختلف مدارس میں علوم دینیہ کی تدریس اور تحریر و تالیف کے ساتھ اپنے اور تقریباً ۲۵ سال سے میں ایک ممتاز شعلہ بیان اور مفتی الطعام خطیب کی حیثیت سے پاکستان میں ان کا تعارف ہوا اور ساتھ ہی ساتھ تشنگی کے ساتھ میں حضرت مولانا مالک صاحب تشنگی کی شیخ طریقت نے (جو حضرت مولانا فضل حق قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے) اپنے مبارک پر بیعت و شرف حاصل کیا اور قلیل عرصہ میں اپنی قوت علمیہ و جاذبیت کی وجہ سے خلیفہ مجاز بن کر خود شیخ طریقت بھی بن گئے۔ اس باطنی نسبت کی بنا پر عام خطباء خطابت بیان کے بجائے اللہ تعالیٰ نے ان کی خاصیت فرمائی، باوجود شیخ طریقت ہونے کے اخلاق میں تواضع اور اپنے کاموں سے خفیہ مندی و اخفی آخر تک قائم رہی۔

۱۹۴۸ء میں مدرسہ دارالعلوم خانقاہ کی بنیاد رکھی گئی اور راقم آثم کی قیام گاہ بھی خانقاہ ہی میں رہی۔ عرصہ تک قریب رہنے اور تقریباً روزانہ ملاقات کا موقع ملتا رہا۔ حق تعالیٰ نے شفاء، اطاعت، اور تقریر میں جو حسن عطا فرمایا تھا وہ مرحوم میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ خوب سیرت، باوقار شخصیت، وضع قطع، حضرت مولانا شاہ بخاری رحمۃ اللہ کے اسلوب پر خطابت کا انداز اختیار کیا تھا۔ حضرت شاہ بخاری کے بعض مخصوص مواعظ و اقتباسات پر گرفت حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے باوجود مصروفیات کے جب بھی دیکھا مطالعہ میں مشغول پایا۔ ایک زمانہ میں ان کے پاس ذخیرہ کتب بھی تھا جو بعد میں تقسیم ہو گیا۔ اور

مولانا خیر محمد بہاولپوری مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ مرکز حرم مکہ کے ایک باخدا بزرگ اور عالم عالم حضرت مولانا خیر محمد صاحب بہاولپوری مہاجر مکی گذشتہ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ میں واصل حق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم اپنے علم و فضل اور استقامت و استقلال میں سلف صالحین کی یادگار تھے۔ حرم محترم میں ظہر کے بعد درس شروع فرمایا کرتے تھے آخر اوقات بیت اللہ الحرام کے مواجہ شریفہ میں طالبان علوم دینیہ کی سامان کرتے تھے صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث سے لے کر تفسیر ابن کثیر اور شرح طحاوی تک تمام معمول بے تکلف پڑھایا کرتے تھے۔ مہاجر علماء میں اس آخر دور میں ان کی نظیر نہیں تھی۔ مزاج میں انتہائی سادگی معمولات میں انتہائی پابندی اور تدریس علوم سے شغف قابل حیرت تھا۔ خلاص، تواضع، مہمان نوازی وغیرہ ایک عالم ربانی کی تمام خصوصیات سے حامل تھے۔ آخری عمر میں ضعف و علالت اور نقاہت کی انتہائی کمزوری کے باوجود آخری شب میں درس حدیث کی تڑپ قائم رہی تھی۔

ان پر آشوب دور اور قحط الرجال کے زمانے میں ایسی باخدا ہستیوں، عالم باعمل، جامع المعقول والمنقول، محض حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے بلا شائبہ محنت و عرق ریزی کے ساتھ علوم دینیہ کی خدمت کرنے والے کہاں سے آئیں گے؟ نہ مال کی محبت نہ جاہ کی رغبت، نہ وجاہت کی خواہش، صرف علوم دینی کی خدمت زندگی مقصد ہو ایسے بزرگ اب کہاں؟ حسن مبارک بلاہور کے قریب ہوگا افسوس کہ مجھے زیادہ تفصیل معلوم نہ ہو سکی بہرحال تمام زندگی علم کی بلا معاوضہ اشاعت میں صرف کی اور بلا مبالغہ نصف صدی کے قریب کا زمانہ مکہ مکرمہ میں کعبۃ اللہ کے سایہ میں گذارا رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

این سعادت بزور بازو نیست

محض حق تعالیٰ شانہ کا فیصلہ انسان ہے کہ پاک سرزمین میں پاک نیت سے پاک طینت نے ساتھ حیات کا یہ کاروان منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ اے اللہ ان کے درجات کو بلند اور مغفرت و رحمت و رضوان سے اعلیٰ مقامات نصیب فرما اور ان کے صحیح جانشین بنا۔

آمین یارب العلمین وصلی اللہ علی خاتم النبیین وسید المرسلین محمد وعلی الہ وصحبہ اجمعین۔

۱۰ رجب ۱۳۹۲ھ

مفتی اعظم سید محمد امین الحسینی فلسطینی رحمۃ اللہ علیہ

اور

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

سال رواں کچھ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ علمی دنیا کے لئے "عام الحزن" ہے، بڑی بڑی جلیل القدر ہستیاں اور عظیم القدر اشخاص سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔ ابھی ابھی جولائی ۱۹۷۴ء، ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ میں عالم اسلام کے مفکر عظیم سیاسی رہنما، تجربہ کار قدیم سیاست دان اور فقید المثال مورخ کے مفتی اعظم سید محمد امین الحسینی فلسطینی واصل بحق ہوئے۔ اخبارات کے صفحات پر مرحوم کے حالات و وفات پر ان کے تاثرات کے ساتھ کی روشنائی ابھی خشک نہ ہونے پائی تھی کہ دوسرے ہی روز ہمارے ایک قدیم عالم اور جلیل القدر محدث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ کے لئے ہم سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مرحوم کی وفات واقعی اہل علم کے لئے ناقابل برداشت صدمہ ہے جس کی تلافی و تدارک کا کوئی سامان نہیں۔

حضرت مرحوم کی زندگی پوری نصف صدی تک درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گذری۔ تعلیم و فراغت مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں ہوئی۔ مظاہر العلوم سے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند آکر حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ کا شرف تلمذ حاصل کیا۔ مطالعہ کتب کا ابتدا ہی سے ذوق تھا، ریاضیات سے متعلق شروح و حواشی کے علاوہ بھی مطالعہ کتب کا شوق، بلا حافظہ بہت ہی کمزور، قابل قدر قابلیت کے تحت دوسرے نظر میں اپنے معاصرین میں ممتاز رہے۔ نیز ابتدا ہی سے عبادت کا ذوق بھی تھا، اس نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہجرت مدنی کے حالات سنایا کرتے تھے، حضرت الاستاذ علامہ محمد انور شاہ صاحب سے تلمذ کے بعد دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہوئے، مختلف کتب کے علاوہ روزانہ صبح کی نماز کے بعد درس ترجمہ قرآن کریم بہت شوق و ذوق سے دیا کرتے تھے اور بعد کی نماز جمعہ موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے درس کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا، دارالعلوم دیوبند ہی میں ابتدائی تدریسی عہد میں مقامات حریری و حاشیہ ملا اور مشکوٰۃ المصابیح کی شرح شروع کی تھی، اسی وجہ سے ابتدائی تدریسی زندگی میں مرحوم کو علامہ موصوف کی کتابوں سے آگے کی کتابیں پڑھنے کی کم تدریس دی گئی تھیں، چنانچہ ابتدائی دور میں جہاں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی جیسے محقق روزگار کو مشکوٰۃ و مصابیح دی گئی تھی وہاں مرحوم کو بھی مشکوٰۃ و مصابیح کی جماعت ثانیہ و ثالثہ کرائی گئی تھی، ۱۳۴۲ھ میں دارالعلوم سے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے استعفا دینے اور نکلنے کے دور شروع ہوا اس سے حضرت مرحوم کو بھی پسند نہ تھا کہ وہاں اپنے تدریسی شغل کو جاری رکھیں نیز حضرت مولانا حبیب الرحمٰن مرحوم سے تعلقات تھے ان کو بھی ناراض کرنا مشکل تھا اس لئے مرحوم دارالعلوم کو خیرباد کہہ کر

حیدر آباد دکن جا کر وکیل فیض الدین مرحوم کے ہاں اقامت پذیر ہوئے، وکیل صاحب مرحوم کو بڑا علمی ذوق تھا بڑا عظیم الشان کتب خانہ جمع کیا تھا حضرت مرحوم کے قیام کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر انھوں نے صحیح بخاری کا درس بھی شروع کیا اور ایک صد ماہوار مشاہرہ بھی مقرر کیا، حضرت مرحوم کو یہ فرصت کے لمحات بڑے مغتنم مل گئے، تمام رات فتح الباری کا مطالعہ کرتے تھے اور جتنی فتح الباری مطالعہ کی اتنا ہی سبق پڑھا دیا کرتے تھے اور کچھ تصنیفی کاموں کے لئے فرصت بھی مل گئی، اس دوران حج بیت اللہ کا فریضہ بھی ادا کیا اور وکیل فیض الدین کی رفاقت میں یہ سفر کیا گیا، حج ادا کرنے سے پہلے حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہؒ کی خدمت میں بقصد بیعت تشریف لائے، دیوبند پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت امام العصر رحمہ اللہ تبدیلی آب وہوا کے لئے بجنور تشریف لے گئے ہیں، بہت بے چینی سے بجنور پہنچے، حضرت امام العصر شاہ صاحب کا قیام مولانا مشیت اللہ بجنوری کے ہاں تھا اور راقم الحروف بجنور اس وقت پہلی مرتبہ خادم خصوصی کی حیثیت سے شرف خدمت سے سرفراز تھا، یہ ماہ شوال کے اواخر ۱۳۴۶ھ کا واقعہ ہے، میری موجودگی میں شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور اذکار کی تلقین کی، اس وقت کی تمام کیفیات وحالات الحمدللہ سب یاد ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کی وفات ۳ر صفر ۱۳۵۲ھ کو ہوئی، حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد مجاہد عصر وعارف باللہ شیخ وقت حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ کے زمانہ صدارت میں دیوبند دوبارہ تقرر ہوا اور غالباً اسی دوران حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کا سلسلہ جاری ہوا اور آخر تک دارالعلوم ہی میں خدمت تدریس انجام دیتے رہے یہاں تک کہ تقسیم ہندوستان کا تاریخی واقعہ پیش آیا اور ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے کچھ عرصہ جامعہ عباسیہ بہاولپور میں تعلیمی خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب خلیفہ مجاز حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی دعوت پر لاہور تشریف لائے اور جامعہ اشرفیہ میں جس کی ابتداء نیلا گنبد سے ہوئی شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور نہایت سکون واطمینان سے تدریسی وتصنیفی زندگی میں مصروف ترین وقت گذارا۔ "التعلیق الصبیح" جو مشکوٰۃ المصابیح کی شرح ہے وہ موصوف کی ابتدائی تصنیفات میں سے ہے، اس کے طباعت کے لئے شام کا سفر کیا اور دمشق میں قیام فرما کر طبع کرائی، آخری جزء وہاں طبع نہ ہو سکا راقم ختم ہو گئی۔ اس کے بعد کی تصانیف میں زیادہ اتقان ہے۔ تصانیف میں "سیرۃ المصطفیٰ" نہایت عمدہ منقح اور قابل اعتماد سیرت نبوی اردو میں تالیف فرمائی صحیح البخاری کی شرح "تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری" قابل قدر سرمایہ ہے جس کے ابتدائی چند جزو طبع ہو گئے ہیں۔ اور آخری جزو بھی طبع ہو چکا ہے جو نہایت محققانہ انداز میں ہے بلکہ اجزاء سابقہ میں اپنے تحقیقی معیار میں ممتاز ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر "معارف القرآن" کے نام سے تالیف فرما چکے ہیں جلد پنجم طبع ہو گئی جو سورۃ توبہ پر ختم ہے، بلاشبہ عمدہ قابل قدر تفسیر اور ان کی علمی پختگی کی شاہکار ہے، بعض غیر منقول کا نہایت عمدہ انتخاب فرمایا ہے، کلام باری میں ان کا رسالہ "الکلام الموثوق فی تحقیق ان القرآن کلام اللہ غیر مخلوق" نہایت عمدہ رسالہ ہے اور تقریباً تیس سالہ محنت

وطالعہ کا نتیجہ ہے، دارالعلوم دیوبند کے آخری دور میں اس موضوع کا مطالعہ اور لکھنا شروع کیا تھا میری ناقص رائے میں یہ کتاب تحقیقی معیار اور حسن ترتیب کے اعتبار سے تمام تالیفات میں امتیازی شان رکھتی ہے، ابتداء حافظ ابن تیمیہ و حافظ ابن القیم سے متاثر تھے لیکن آخر میں امام ابوبکر باقلانی کی "الانصاف" سے متاثر ہوئے اور آخری تحقیق جمہور متکلمین کے بالکل موافق ہوئی اور یہی رنگ تمام کتاب میں واضح ہے، حضرت مرحوم کی قابل رشک زندگی کا ایک پہلو یہ ہے کہ تمام لمحات حیات علمی کد و کاوش سے فارغ نہیں بیٹھے۔ اور اس میں ایسا استغراق رہا کہ دنیا کی خبر نہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ان پر احسان رہا کہ دنیوی افکار و اشغال سے فارغ رکھا اور تمام افکار و اشغال علمی یا علمی پیمائی میں صرف ہوئے اور علمی جد و جہد کا سلسلہ اور قوت حافظہ آخری لمحات حیات تک باقی رہی، عربی شعر کا بہت قابل قدر ذوق تھا بے تکلف اور برجستہ شعر کہتے تھے، فارسی شعر بھی فرماتے تھے۔

بہرحال حضرت مرحوم حدیث و تفسیر میں اپنے دور عصر میں ممتاز رہے، وہ محدث تھے، مفسر تھے، ادیب تھے، شاعر تھے، صوفی مزاج تھے، صوفیانہ لطائف و معارف سے بہت ذوق تھا، مرحوم اپنے فضل و کمال کے پیش نظر جس قدردانی کے مستحق تھے وہ نہ ہوسکی اور جس شہرت کے مستحق تھے وہ شہرت نہ ہوسکی، مکارم اخلاق عالمانہ تھے، لطیفہ گو اور حاضر جواب تھے، اپنی رائے پر پختہ تھے، کسی شخصیت سے کم مرعوب ہوتے تھے، اپنی رائے پر زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ اہل علم کے قدردان تھے، خفیف الجسم لطیف الروح تھے، مزاج میں انتہائی سادگی تھی، دنیا کے جھمیلوں سے بے خبر تھے، مطالعہ اور تصنیف میں ہمہ وقت مستغرق رہتے، ان کے اوقات عمر تحمل اور درس و تدریس سے معمور تھے، کتابوں کے عاشق تھے، نئی مطبوعہ کوئی کتاب جس قیمت سے بھی ملتی تھی خرید لیتے تھے، خوش مزاج تھے مجلس لطائف و ظرائف سے آباد ہوتی تھی، مہمان نواز تھے آخری ملاقات وفات سے دو ہفتے پہلے ہوئی، الحمد للہ کہ حسب معمول نہایت شفقت و محبت فرمائی۔ کسے معلوم تھا کہ یہ علمی پیکر معارف و لطائف کا خزانہ، اخلاق کا مجسمہ، سراپا علم و فضل، محدث و مفسر، ادیب و یگانۂ روزگار ہستی اتنی جلد ہم سے رخصت ہونے والی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے درجات عالیہ نصیب فرمائے، اور اپنی خصوصی رحمت و رضوان سے مالا مال فرمائے، لغزات و سیئات کو حسنات میں تبدیل فرمائے۔ افسوس کہ جنازہ کی شرکت سے محروم رہا، راولپنڈی میں اطلاع پہنچی تھی ہوائی جہاز کی سیٹ نہ ملنے سے یہ سعادت نصیب نہ ہوسکی۔

[شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ، جولائی ۱۹۷۷ء]

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

﴿کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام﴾

کل ابن انثی وان طالت سلامتہ

یوما علی آلۃ حدباء محمول

آہ! آج مسند علم و تحقیق، مسند تصنیف و تالیف، مسند تعلیم و تدریس، مسند دعوت و ارشاد ایک وقت خالی ہوگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲۳ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ، ۸ دسمبر ۱۹۷۴ء اتوار کی صبح حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نے داعی اجل کو لبیک کہا اور واصل بحق ہوئے۔ اس مرد حق نے زندگی کی نوے منزلیں طے کر کے سفر آخرت کے لئے قدم اٹھایا ختم ہونے والی زندگی ختم ہوگئی اور نہ ختم ہونے والی زندگی کے لئے عالم برزخ میں قدم رکھا۔

مولانا عثمانی کی ذات سے قصبہ کھون اور سہارنپور کی پوری تاریخ وابستہ تھی، آپ عالم تھے اور ذکی عالم فقیہ تھے، اور محدث رجال حدیث کے محقق تھے، اصول حدیث کے متصرف، مگر بلکہ اس علم کی مہمات کو کتب حدیث و رجال سے تلاش و جستجو کے ذریعہ جمع کرنے والے تھے، اکابر امت اور جہابذہ عصر کی توجہات کا مرکز رہے، مراکز علم میں علوم حاصل کئے اور مرکز صدق و صفا میں تربیت پائی، حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت و شفقت کے زیر سایہ تمام علمی و تصنیفی کارنامے انجام دیئے، علمی جوابات کو ملفوظات و تقریرات کی صورت میں قلم بند کرتے کرتے خود صاحب جوابات بن گئے، نسبی نسبت نے علمی و عرفانی نسبت تک پہنچا دیا، تقریر و تحریر میں حکیم الامت کے جلوے نظر آنے لگے، عربی کے ادیب تھے، شاعر تھے، عربی نظم و نثر پر یکساں قدرت تھی، اسی کمالات کے ساتھ مزاج میں حد درجہ سادگی تھی۔

مولانا عثمانی کی وفاداری اور اخلاص شک و شبہ سے بالاتر تھا، بے شمار چھوٹی بڑی کتابوں کے مصنف تھے، اگر ان کی تصانیف میں "اعلاء السنن" کے علاوہ اور کوئی تصنیف نہ ہوتی تنہا یہ کتاب ہی علمی کمالات حدیث و فقہ و رجال کی قابلیت و مہارت اور بحث و تحقیق کے ذوق محنت و عرق ریزی کے سلیقہ کے لئے برہان قاطع ہے، اعلاء السنن کے ذریعہ حدیث و فقہ اور خصوصاً مذہب حنفی کی وہ قابل قدر خدمت کی ہے جس کی نظیر مشکل سے ملے گی، یہ کتاب ان کی تصنیف کا شاہکار اور فنی تحقیقی ذوق کا معیار ہے، علمی جواہرات کی قدر شناسی وہی شخص کر سکتا ہے جس کی زندگی اسی وادی میں گذری ہو، دور دراز مواقع اور غیر مضنون سے جواہرات نکال کر خوبصورتی سے سجا کر رکھ دینا یہ وہ قابل قدر کارنامہ ہے جس پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے، موصوف نے اس کتاب کے ذریعہ جہاں عام پر احسان کیا ہے وہاں حنفی مذہب پر بھی احسان عظیم کیا ہے، علمائے حنفیہ قیامت تک ان کے مرہون منت رہیں

کے بارے میں ہے لیکن کتاب میں حکیم الامت قدس سرہ کے انفاس قدسیہ اور توجہات عالیہ اور ارشادات گرامی کا بہت کچھ دخل ہے لیکن حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کے ذریعے ان کا ظہور پرنور ان کے کمال کی دلیل ہے۔ ۱۳۵۷ھ میں جب راقم الحروف قاہرہ میں مجلس علمی کی طرف سے ایک علمی خدمت پر مامور تھا اور میرے رفیق کار مولانا سید محمد رضا بجنوری تھے اس وقت حکیم الامت قدس سرہ نے اعلاء السنن کے طبع شدہ اجزاء بھیجے اور خواہش ظاہر کی کہ جب تک تمہیں اس کی ضرورت ہو اپنے پاس رکھو اور ضرورت کے بعد حضرت شیخ محمد زاہد کو ہدیۃً پیش کر دیں اور ان کے ذریعہ قاہرہ میں محمد دکانپ سے طبع ہو سکے تو بہت اچھا ہے اور بقیہ اجزاء غیر مطبوعہ بھی نقل کروا کر ارسال کر دوں گا۔ حضرت شیخ کوثری اس وقت دنیائے اسلام کے محقق عالم اور منفرد روزگار تھے اور علمائے احناف کے سرمایہ افتخار اور بے نظیر محقق وسیع النظر محدث عالم تھے ترکی الاصل تھے لیکن قاہرہ میں وطن سے ہجرت کر کے مصر میں مقیم تھے۔ جب کتاب میں نے پیش کی تو حضرت نے مطالعہ کر کے فرمایا کہ احادیث احکام میں حنفیہ کے نقطۂ نگاہ سے اس کتاب کی نظیر نہیں اور فرمایا کہ یہ مجھے دیکھ کر حیرت ہوئی ہے کہ قدماء کی کتابوں میں بھی اس اسلوب و استیعاب کے ساتھ ادلہ حنفیہ کو جمع کر کے اس تحقیق و تنقیح کی مثال مشکل سے ملے گی اور پھر دو تقریظ تحریر فرمائی جو کتاب کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔

اعلاء السنن کا مقدمہ "انہاء السکن" کے نام سے تالیف فرمایا یہ مقدمہ اصول حدیث کے نوادر اور نفائس پر مشتمل ہے تمام کتب رجال اور کتب حدیث اور کتب اصول حدیث سے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ وہ نفائس جمع کر دیئے ہیں کہ مقل حیران ہے بجائے خود ایک مستقل بے مثال کتاب ہے۔

جب کتاب کا یہ نادر علمی اور دنیائے اسلام کے محقق فاضل اور ہمارے مخلص و محترم مکرم فرمانے الشیخ ابوغدہ عبدالفتاح کو حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر عطا فرمائے کہ جنہوں نے مصنف سے اجازت لے کر کتاب کا نام "قواعد الحدیث" تجویز فرمایا اور اس پر قابل قدر تحقیقات و اضافات و مقدمہ لکھ کر علم اور اہل علم پر احسان عظیم فرمایا اور نہایت آب و تاب کے ساتھ زیور طبع سے آراستہ کیا کہ جسے دیکھتے ہی دل سے دعا نکلتی ہے کہ کتاب جس خدمت کی مستحق تھی الشیخ ابوغدہ اطال اللہ بقاءہ نے اس خدمت کو خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ قیامت تک آنے والی نسلیں ان کی احسان مند رہیں گی۔

بہرحال کہنا یہ ہے کہ اس شہید علم کی یہ کتاب ہی ان کی آئینہ کمالات ہے اگر اور تصنیف نہ بھی ہوتی تو صرف یہ ایک کتاب ہی کافی اشاعتی تھی حالانکہ ان کے قلم خوب رقم سے کتنے جواہرات مرصع خزانہ علم میں آئے ہیں ان کی تمام رشک زندگی کا پہلو یہ ہے کہ آخر لمحہ حیات تک تدریس حدیث اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے "اعلاء السنن" کا پہلا حصہ جو اعلاء السنن کے نام سے چھپا تھا وہ مقبول ہوا تھا اور اس میں پڑھنے کی چیزیں آ گئی تھیں جس سے کتاب کا حسن نمایاں پڑ گیا تھا اس کو دوبارہ ترتیب کر "خلط ما صفا و دفع ما کدر" کے پیش

کل ذی علم علیم" جاری تھی، بار بار اس کا تکرار کر رہے تھے، آج بھی ان کے وجد کیف کا وہ نقشہ آنکھوں کے سامنے ہے، گویا انہیں اس عالم سے تعلق نہیں تھا، بس یہی آیت ورد زبان ہے، مجھے اپنے دعوی کی تائید کا موقعہ مل گیا، میں نے پوچھا کہ آپ بتائیے بڑے عالم کون ہیں؟ اور وہ جواب میں یہی آیت دہراتے، بہت اصرار و انکسار کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ آج یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ حضرت مولانا اور رشتہ دار اس دور کے سب سے بڑے جامع متبحر عالم تھے، بہرحال یہ مرحوم کی ذہانت وطباعی اور علمی شغف کا ایک واقعہ تھا جو فوراً قلم پر آگیا۔

اسی طالب علمی کے زمانہ میں راقم الحروف سے رفاقت اور شدید تعلق ومحبت کے باوجود مرحوم میں علمی تنافس وتسابق کا جذبہ بھی غلو کی حد تک تھا، دورۂ حدیث میں اول آنے کے لئے وہ محنت کی کہ بایدوشاید، اس وقت مشہور تھا کہ یوپی والوں میں سے کوئی اول آئے گا اتفاق سے جب قرعہ فال راقم الحروف کے نام نکل آیا تو مرحوم کو قلبی قلق اور صدمہ ہوا، جو مدت تک رہا، فراغت کے بعد حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی سے تعلق بڑھ گیا تھا انہی کے ذریعہ مسند تدریس پر پہنچے، بنارس میں خدمت تدریس کے ساتھ تجارت کا چسکہ پڑ گیا اور اس میں خاصا انہماک بلکہ غلو ہوا، مرحوم از راہ ہمدردی اپنے ہر عالم دوست کو تجارت کی ترغیب دیا کرتے تھے تاکہ عوام میں داخل نہ ہو، بہرحال یہ ممتاز طالب علم ممتاز عالم اور پھر تاجر بن گئے، مدراس کے دونی بازار میں تجارت تھی لیکن علم سے تعلق آخر تک رہا، کبھی درس قرآن کبھی درس حدیث کبھی محفل خیرات کی شکل میں فیض رسانی کرتے رہے، یہاں تک کہ داعی اجل کو لبیک کہا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائے اور درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

محرم الحرام ۱۳۹۵ھ فروری ۱۹۷۵ء

مولانا محمد زکی کیفی رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کہ ہمارے محترم جناب مولوی محمد زکی صاحب حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان کے بڑے صاحبزادے یوم شنبہ ۱۱ محرم ۱۳۹۵ھ، ۲۵ جنوری ۱۹۷۵ء داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ابھی ابھی تازہ تازہ دیار قدس حرمین شریفین کی حاضری سے واپس آئے تھے، فریضہ حج بیت اللہ کے ارکان واللہ بہت اندازے ادا کئے، آستانہ برکات مدینہ طیبہ کی حاضری بھی نصیب ہوئی، سفر حج میں لبیک لبیک کو اسی قوت سے نصیب ہوئی کہ سفر آخرت کے لئے لبیک کہہ کر عمر آخرت کا سفر اختیار کیا، گویا حرمین شریفین میں قبولیت کے شرف سے متاع مراد حاصل کو سمیٹ کر لے آئے، ثواب دنیا سے مالا مال نہیں کرایا گیا اور جلد ہی پاک وصاف کرکے اپنے پاس بلالیا، واقعی ایسی موت ہر عاقل کے لئے قابل رشک ہے اور واقعی پسندیدہ کا بڑا صلہ ہے اس قسم کی موت اور اس کا صدمہ قابل تسلی ہے، مرحوم نہایت ذکی، نجیب وباوقار، مہمان نواز، شریعت کے مالک تھے، نہایت خلیق وطلیق تھے، شعر وادب سے بہرہ ور تھے، علمی تفحص رکھتے تھے، حضرت مفتی صاحب کو بڑھاپے

نظر جدید تصنیف بنائی، حق تعالیٰ کی ہزار ہزاروں رحمتیں ہوں اس شہید علم پر جس نے آخری لمحہ زندگی کو خدمت علم میں خرچ کیا، مظاہر العلوم سہارنپور سے فراغت علوم کی سند حاصل کی اور وہیں عرصہ تک تدریس علوم کی خدمت انجام دیتے رہے، پھر ڈھاکہ وغیرہ میں رہے کچھ عرصہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں رہے اور آخری زندگی کے تقریباً بیس سال دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں گذارے، افسوس یہ سال علمی سانحوں سے لبریز ہے۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی وفات ایک علمی حادثہ تھا اور اس کے زخم ابھی مندمل نہ ہونے پائے تھے کہ حضرت عثمانی کے عظیم سانحہ نے قلوب کو مجروح کر دیا، مصدمہ اس بات کا ہے کہ ان اکابر کے رخصت ہو جانے سے ان کی مسند علم وفضل ہمیشہ کے لئے خالی ہو جاتی ہے اور کوئی اس کو پُر کرنے والا مستقبل میں بھی نظر نہیں آتا ہے عرصہ دراز سے یہ دردناک سلسلہ یوں ہی جاری ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حق تعالیٰ حضرت مرحوم کو رحمت ورضوان کے درجات عالیہ سے سرفراز فرمائیں اور ان کی علمی خدمات کو قبول فرمائیں اور ان کے لئے اجر وثواب کا عظیم سرمایہ بنائے اور ان کے زلات سے درگذر فرمائیں، آمین۔

[ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ جنوری ۱۹۷۵ء]

مولانا محمد یوسف عباسی رحمۃ اللہ علیہ

۲۱ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ کو مولانا محمد یوسف عباسی کا مردان میں انتقال ہوا، افسوس کہ غیر موجودگی کی وجہ سے بروقت مطلع نہ ہو سکا، مولانا مرحوم مردان کے قریب "طورو" نامی بستی کے باشندے تھے، متحدہ ہند کی مختلف درسگاہوں میں تحصیل علم کرتے ہوئے آخر میں حضرت مولانا برکات احمد ٹونکی مرحوم کی خدمت پہنچے اور معقول وفلسفہ کی کتابیں ان سے پڑھیں، خصوصی تعلق کی بنا پر حضرت موصوف کی توجہ کا خصوصی مرکز بن گئے اور انہیں بھی اپنے شیخ محترم سے انتہائی عقیدت ہوئی، ۱۳۴۶ھ میں دورۂ حدیث کے لئے ڈابھیل پہنچے، یہی سال میرے دورۂ حدیث کا تھا اس لئے میرا یہ ہمتام طالب علم رفیق درس، رفیق مسکن اور رفیق معاشرت بنا، ہمارے درمیان تقریباً روزانہ مباحثہ رہتا تھا، میرا عقیدہ تھا کہ دور حاضر کے سب سے ممتاز ترین محقق اور جامع عالم حضرت الاستاذ مولانا محمد انور شاہ صاحب (رحمہ اللہ) ہیں۔ مرحوم کا خیال یہ تھا کہ اس شان کے عالم حضرت مولانا برکات احمد ٹونکی ہیں، اس بحث کا فیصلہ اس دن ہوا جب "صحیح بخاری" کی "کتاب الایمان" کی "حدیث ہرقل" زیر درس آئی، جیسا کہ حضرت شیخ امام العصر کے اس درس کا طرۂ امتیاز تھا اس حدیث کی تشریح وتحقیق میں اسلامی تاریخ، یہودیوں کے عہد عتیق، شروح تورات اور تالمود وغیرہ کے حوالے آئے اور فلاسفہ کے علوم، ان پر تنقید اور دیگر بے شمار مباحث پر سیر حاصل بحث ہوئی اس دن مولانا عباسی مرحوم کی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی، درس سے فراغت کے بعد ان پر وجد وکیف کا ایک خاص حال طاری تھا اور زبان سے بے ساختہ قرآن کریم کی آیت کا ٹکڑا "وفوق

میں اور پھر امراض کے ہجوم میں یہ صدمہ بلاشبہ عظیم صدمہ ہے لیکن ترقی درجات کے لئے ارحم الراحمین کے شکون ورد والوراء ہیں، حق تعالیٰ مرحوم کو رحمت و رضوان سے مالا مال کر کے جنت الفردوس نصیب فرمائے، آمین۔ اور پس ماندگان کو اجر جزیل وصبر جمیل سے نصیب فرمائے، آمین۔ الحمد للہ کہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں تمام طلبہ نے ختم قرآن سے ایصال ثواب کیا اور اس طرح ایک ادنیٰ حق ادا کرنے کی توفیق نصیب ہوئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

[صفر المظفر ۱۳۹۵ھ، مارچ ۱۹۷۵ء]

سیدہ فاطمہ بنور یہ رحمۃ اللہ علیہا

بلاشبہ اس دنیائے کون وفساد میں موت وحیات کی سنت مستمرہ ایسی جاری ہے کہ بجز صبر وانقیاد اور تسلیم ورضا کوئی چارہ کار نہیں۔ جس طرح یہ ایک حقیقت ہے اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض حوادث اتنے صبر آزما ہوتے ہیں کہ بڑا حوصلہ مند انسان بھی حوصلہ ہار جاتا ہے۔ ۳ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ، ۱۸ مارچ ۱۹۷۵ء کو میری ایک تیس سالہ بچی سیدہ فاطمہ (جس کو عرصہ دراز تک سلمہا لکھا کرتا تھا، آج رحمہا اللہ لکھنا پڑا) سالوں کے مصائب وآلام برداشت کر کے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سیدہ فاطمہ رحمہا اللہ کا مرثیہ درحقیقت صبر وشکر کا نوحہ وفریاد ہے، فاطمہ کی وفات کا صدمہ عبادت وتقویٰ کا رونا ہے، فاطمہ کا ماتم حیا وشرافت کا ماتم ہے، حق تعالیٰ نے مرحومہ کو وہ فطری کمالات عطا فرمائے تھے جو اس دور میں نہ کہیں دیکھے نہ سنے۔ فاطمہ پر آنسو بہانا درحقیقت بہت سے فضائل وبہترین خصائل کا رونا ہے، میں نے اپنی ستر سالہ زندگی میں اپنے عزیزوں اور اقرباء میں تو کیا اپنے حلقہ احباب وحلقہ تعارف اور اپنے دائرہ علم میں بھی ایسا پیکر صبر اور سر سے پیر تک شکر کا مجسمہ کہیں نہیں دیکھا نہ سنا، تقریباً اڑھائی برس کی عمر سے تیس سال تک مرحومہ جن آلام ومصائب کا تختۂ مشق بنی، اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ایک حادثہ میں ناک میں زخم سے ناسور ہو گیا۔ بارہ سال کی عمر میں اسی حادثہ کی وجہ سے بینائی سے محروم ہو گئی، بینائی کی محرومی سے سالہا سال تک سر میں درد اور آنکھ کی پتلیوں کے درد وکرب میں مبتلا رہی، اسی عرصہ میں ایک بار گر گئی ہاتھ ٹوٹ گیا مگر کسی کو خبر نہیں کی خود ہی جڑ گیا۔ ایک بار ٹانگ جل گئی، کھال ادھڑ گئی، پھر بدن کے نچلے حصہ میں ایسا استرخا ہو گیا کہ جس سے بوٹی کاٹی جائے تو احساس تک نہ ہو، اس سے شفایاب ہو گئی تو مرض دق میں مبتلا ہو گئی، مسلسل چار ماہ مکمل علاج کے بعد شفاء حاصل ہو گئی، پھر فالج کا حملہ ہوا پھر اچھی ہو گئی، دل کے امراض کا شدید وشدید ابتداء پیش آیا۔ ان تمام امراض وادواج کو جس صبر سے برداشت کرتی رہی عقل حیران ہے۔ معمولی صحت ونعمت پر جس انداز سے شکر گذاری کرتی رہی وہ محض حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ایک حیرت انگیز کرشمہ تھا۔ ان مصائب وآلام میں راتوں کا جاگنا، عبادت کرنا، بارہ سال کے سن میں بصارت کے زوال کے بعد حفظ قرآن کی نعمت سے سرفراز ہوئی، تمام عبادات کو تلاوت وذکر اللہ میں گذارنا، گھنٹوں سجدوں میں خشیت الٰہی سے آہ وبکا کرنا، آلام ومصائب پر آہ نہ کرنا، خوف خدا سے گھنٹوں آہ وبکا کرنا، کیا کیا کہا

جائے اور کہاں تک لکھا جائے۔ اس طویل مصائب وحوادث کی زندگی میں الحمد للہ کہ دو سال حرمین شریفین کا قیام دو سفروں میں نصیب ہوا، تین حج نصیب ہوئے، بے شمار عمروں کی دولت ملی، پانچ سال کی عمر میں زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ کی پہلی مرتبہ سعادت نصیب ہوئی تھی، راتوں کو جاگنا اور خوف کرنا اور آہ و بکا کی توفیق نصیب ہوئی:

ایں سعادت بزور بازو نیست

۲۹ سال کی عمر میں ازدواجی زندگی میں قدم رکھا، یہ سنت بھی پوری ہوئی۔ ایک بچی سیدہ خاسہ کی والدہ ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا، جو والدہ کی وفات سے چند ہی روز قبل ذخیرۂ آخرت بنی، بقاء تو مجھے سکون ہوا کہ مرحومہ کی پُر آلام حیات کا خاتمہ ہو کر حیات جاودانی کی سعادت ملی اور حق تعالیٰ کی رحمت سے پناہ کی توقع پر انتہائی سکون کے لمحات مل گئے لیکن جب ان محسنہ کمالات کی مفارقت کو دیکھتا ہوں اور ان کی طویل مظلومی و مسکینی و بے وطنی کی داستان سامنے آتی ہے تو ضبط انتہائی صدمہ ہوتا ہے، زندگی میں عقل وضبط کے اس تجاذب و کش مکش کا ایسا ابتلا کبھی پیش نہیں آیا۔ ان مجاہدات و ریاضت میں حق تعالیٰ نے قرآن کریم کا عجیب وغریب ذوق مرحومہ کو عطا فرمایا تھا۔ ایسا شرح صدر ہوا کہ آیات کریمہ کے اپنے خواص کا انکشاف ہوا کہ عقل انگشت بدنداں رہ جاتی ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ صبر و شکر کا یہ پیکر، رضا بالقضاء کی تصویر، نالہ و فریاد کا یہ مرغ سحری، ہم سے کیوں جدا ہوا کہ قلب کا انس وسکون ختم ہوا، دل و دماغ پر، گھر کے در و دیوار پر وحشت طاری ہوئی۔ گویا ایک نور کا وجود تھا جس کے غروب سے ظلمت چھا گئی، چھ سال کی عمر سے نو سال کی عمر تک تین سال میں خند واقع یار میں لڑکیوں کے اسکول میں جو گھر سے متصل تھا پانچ جماعتیں پڑھیں۔ اس معمولی تعلیم کی وجہ حساب میں وہ مہارت کہ حیرت ہوتی تھی۔ ان تمام امراض وتکالیف میں حافظہ کی قوت اور دماغ کا استحضار قابل حیرت تھا۔ مرض موت میں اپنے شوہر مولوی محمد انور بدخشانی سے تجوید و قرات میں مقدمہ جزریہ پڑھا، منطق کی مشہور کتاب شرح تہذیب پڑھی، زبانی تفسیر قرآن پڑھتی رہی۔ تعجب ہے کہ یہ ہمت وقوت کہاں سے آئی، اس بے فاطمہ کا ماتم درحقیقت بہت سے مفاخر اور فضل وکمال کا ماتم ہے۔ حق تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ان پر نازل ہوں۔ یہ تمام آلام ومصائب برکات قدس میں رفع درجات کا وسیلہ ہوں۔

اللھم اغفر لھا وارحمھا وعافھا واعف عنھا واکرم نزلھا ووسع مدخلھا وارزقھا دارا خیرا من دارھا واھلا خیرا من اھلھا واغسلھا بالماء والثلج والبرد، ونقھا من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس وادخلھا الجنۃ واعذھا من عذاب القبر وعذاب النار واعظم لنا فی موتھا الاجر والھمنا الصبر. آمین یا ارحم الراحمین.

۴ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ کو رفیقۂ حیات داغ مفارقت دے گئی تھی، ٹھیک تین سال بعد اسی تاریخ ۴ ربیع

۱۱ اوں ۱۳۹۵ھ کو دیدۂ خونبار ہم سے جدا ہوگئی۔ "بصائر وعبر" کا خامہ فرسا اپنے محسن قارئین بصائر وعبر سے التجا کرتا ہے کہ بقدر فرصت وہمت مرحومہ کو ایصال ثواب کر کے اجر آخرت سے سرفراز ہوں، بجائے خطوط تعزیت وہمدردی ایصال ثواب پر توجہ فرما کر ممنون فرمائیں۔

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کی
ہزاروں اٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

بہت سے خطوط تعزیت اور تار احباب ومحسنین کے پہنچ رہے ہیں، فرداً فرداً جواب سے معذرت خواہ ہوں۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان محسنین کو جزاء خیر عطا فرمائیں، آمین۔

[ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ مئی ۱۹۷۵ء]

الفقید الراحل جلالۃ الملک شاہ فیصل شہید رحمۃ اللہ علیہ

فما کان قیس هلکه هلك واحد
ولکنه بنیان قوم تهدما

"بصائر وعبر" کی کتابت ہو چکی تھی کہ یہ دردناک وحسرت ناک خبر آج ۲۵ مارچ ۱۹۷۵ء، ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ کو ۵ بجے شام پاکستانی ریڈیو نے نشر کی کہ شاہ فیصل کو ان کے خادم بھتیجے نے گولی کا نشانہ بنا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مملکت سعودی کا یہ فرمانروا عصر حاضر کا سیاسی مفکر، اسلامی اتحاد کا داعی، جہاد فلسطین وقدس کا علمبردار، شعائر اسلام کی حفاظت میں بے مثال غیور فرمانروا تھا، ان کی شہادت پر جتنا ماتم وتوحہ کیا جائے کم ہے۔ اس نازک ترین دور میں عرب واسلامی دنیا کو ان کی بڑی ضرورت تھی اس وقت یہ پاسبان حرم اور خادم الحرمین الشریفین صرف حرمین وحجاز وریاض کا پاسبان نہ تھا بلکہ سچ یہ ہے کہ تمام عالم اسلامی اور تمام ممالک عربیہ کا پاسبان تھا، عرصہ کے بعد مسلمان وعرب سلاطین میں ایسا معتدل المزاج مدبر فرمانروا پیدا ہوگیا تھا، جس کے تدبر وسیاست نے برطانیہ وامریکہ کو پریشان کر رکھا تھا، جس کے جود وکرم، نوال وعطا اور جود وسخا نے تمام پارینہ داستانوں کو پارہ پارہ کر دیا تھا، جس کے حسن اخلاق اور بردباری نے دشمنوں کو دوست بنا لیا تھا، جس نے مصری سادات حکومت پر رحم وکرم کے خزانے کھول دیئے تھے۔ اسے ۷۵ ملین ٹن پیٹرول دیا، استعفاء نہر سوئز کا ابتداء سے آج تک جتنا خسارہ ہوا وہ سب پورا کر دیا، نہر سوئز کے شہر پورٹ توفیق کو جو مسز کیل کی بمباری سے تباہ وبرباد ہوگیا تھا مکمل طور پر دوبارہ آباد کرنے کا تکفل کیا۔ جس نے مصری حکومت کی اعانت کے لئے جہاد فلسطین وقدس کے واسطے مصر میں دو بینک کھول دیئے اور یہ اعلان کیا کہ اس مقصد کے لئے جتنی امداد کی ضرورت ہو وصول کر لیا کریں۔ جس نے شام کی حکومت کو ۳۵ کروڑ ڈالر بطور قرض ۱۵ کروڑ ڈالر کی امداد اور بیس کروڑ ڈالر ترقیاتی کاموں کے لئے دینے منظور کئے، جس نے عمان کی حکومت کو ایک کروڑ پچاس لاکھ ڈالر ماہانہ اور ڈیڑھ کروڑ ڈالر اپنی آمد کے متوقعہ پر بطور خاص دینے کا

اعلان کیا تھا، جس نے تنظیم آزادی فلسطین کو پچاس لاکھ ڈالر سالانہ امداد دینے کا اعلان کیا تھا، جس نے پاکستان کے زلزلے میں ایک کروڑ ڈالر کا عطیہ دیا، سربراہ کانفرنس میں تیس کروڑ کا عطیہ دیا۔ جس نے پاکستان کی سلامتی اور امداد میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ یہ تو مرحوم کے دریائے سخا کے چند قطرے ہیں، ورنہ عالم اسلام میں ان کی سخاوت و جود کی نہریں بہہ رہی ہیں، اپنی بارہ سالہ حکومت میں عرب اور مسلمانوں پر وہ عظیم احسانات کیے جو قیامت تک زندہ یاد رکھے گی۔ بلاشبہ حق تعالیٰ نے ان کے لئے زمین کے خزانے کھول دیئے تھے، ۲۹ ارب ڈالر سالانہ تک تیل کی آمدنی پہنچ گئی تھی، لیکن الحمد للہ کہ اس مردِ حق نے بھی خوب شکر ادا کیا، مسلمانوں کی امداد کے لئے اپنے خزانوں کے دروازے کھول دیئے تھے۔ ان کی موت بلاشبہ تمام عالم اسلام کے لئے دورِ حاضر کا سب سے بڑا المیہ ہے، عرب سیاست میں ان کی رحلت سے جو خلا پیدا ہو گیا بمشکل پُر ہوگا۔ ان کے بھتیجے فیصل بن مسعد کے ہاتھ سے یہ حادثہ کبریٰ پیش آیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا کا شکر کہ مرحوم عمر کے آخری مراحل میں نابینے کی کے عادی ہو گئے تھے، نماز کے پابند تھے، مزاج میں تواضع و مسکنت کی انتہا تھی۔ راقم الحروف کو دو مرتبہ خصوصی ملاقاتوں میں قریب سے قریب تر ہو کر ان کی شخصیت کو پڑھنے اور دیکھنے کا موقع ملا تھا، دورانِ وقار و متانت اور اسلامی ہمدردی کے گہرے نقوش قلب پر مرتسم ہو گئے تھے، حق تعالیٰ ان کی زلات کو معاف فرمائے اور جس طرح دولت کے خزانے ان کی زندگی میں ان کے لئے کھول دیئے تھے۔ اسی طرح ان کے مرنے کے بعد اپنی عفو و مغفرت اور رحمت بیکراں کے دروازے ان پر کھول دے، دولت و ثروت کی زوال پذیر سلطنت کے بدلے انھیں اپنے فضل و کرم سے رحمت و رضوان کی لازوال سلطنت انہیں نصیب فرمائیں (آمین) اور ان کے جانشین خالد بن عبدالعزیز کو ان کا صحیح جانشین بنائے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں (آمین)۔

[ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ مئی ۱۹۷۵ء]

مولانا عبدالودود مروانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰ صفر ۱۳۹۵ھ میں گڑھی کپورہ ضلع مردان کے ہمارے ایک مخلص و صالح عالم دین مولانا حافظ عبدالودود صاحب واصل بحق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نے تمام عمر سنت کے طرز پر حفظ قرآن سے لے کر درسی علوم کے مختلف فنون کی کتابیں پڑھائیں، خاموشی کے ساتھ قناعت کی زندگی بسر کی، جمعیۃ العلماء احناف یوسف زئی کے ناظم اعلیٰ بھی تھے، آنجو عرصہ جمعیۃ علماء اسلام کے لئے شیخ الاسلام حضرت استاذ مدنی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں بھی خدمات انجام دیتے رہے۔ مرحوم سنجیدہ باوقار اور مرنجان مرنج طبیعت کے مالک تھے، حضرت مولانا عبدالرحمن رحمہ اللہ بہبودی والوں سے شرف بیعت بھی حاصل تھا۔ اس طرح تھانوی سلسلہ کے فیض یافتہ تھے، تراویح میں ختم قرآن کریم کا معمول رہا، صرف آخری رمضان المبارک میں علالت کی وجہ سے صرف ۲۲ پارے سنانے پر ختم نہ کر سکے۔ شب وفات میں عشاء کی نماز باجماعت کی سعادت نصیب ہوئی تہجد کے لئے پانی

رکھوایا۔ تین تہجد کے وقت آخری شب میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ حق تعالیٰ مغفرت و رحمت و رضوان کے مقامات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

[ہندی ۱۱ اوقی ۱۳۹۵ھ جنوری ۱۹۷۵ء]

آہ! علامہ ابوالوفا قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

گشت در خم با قمر چہ کار مرا
چراغ تیرہ شد با سحر چہ کار مرا

حضرت مولانا ابوالوفا قندھاری افغانی کی روح مبارک ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون

آج رات ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ کی درمیانی رات شنبہ ۲۵ رجب ۱۳۹۵ھ حیدرآباد دکن سے ایک تار پر دردناک خبر ملی کہ حضرت مولانا ابوالوفا کی وفات پائے پختہ ۲۳ رجب کی شب کو معلوم ہوئی۔ افسوس کہ ان پندرہ دن میں آسمان علم کے کیسے کیسے آفتاب و ماہتاب اور درخشاں ستارے یکے بعد دیگرے غروب ہوتے گئے۔ بصارت اور تحریر کے مرثیہ خوان قلم کی روشنائی خشک ہونے سے پہلے ہی ان کا مرثیہ خوانی کرنی پڑ رہی ہے۔ حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین کی وفات حسرت آیات کی چند گاہ مصیبت کا پہاڑ پر ٹوٹا جس نے روح کو پوش پاش کر دیا ان کمزوروں کو سنبھلنے سے فرصت نہیں ہی تھی کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر دوسرا، دور حاضر کے ولی اللہ، پارسا، متقی، زاہد، فقیہ حنفی، محقق حنفیہ کے محسن اعظم، فاضل قندھاری کی وفات نے حواس باختہ کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ افغانستان و قندھار کا یہ مایہ ناز عالم جس نے حیدرآباد دکن کو اپنا گہوارہ علم بنایا تھا ان کے کمالات و صفات کے بیان کرنے سے قاصر ہے۔

وہ فقہ حنفی کے امام تھے، قدیم حنفیہ کی کتابوں کے حافظ تھے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے عاشق تھے۔ بس دیوبندیت سے ان اصل کی کتابوں کو دنیا کے گوشہ گوشہ سے جمع کر کے ان کی حفاظت کرتے تھے اور پھر ان کی اشاعت کے انتظامات کرتے تھے آج کی دنیا اس انداز و ادا سے یکسر قاصر ہے۔ زہد و تقویٰ کا یہ پیکر جس مقام پر پہنچا تھا وہاں پر ہمت دنیا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ مرنج و مرنجیت کا جو درجہ ان کو نصیب تھا عصر حاضر کا انسان کبھی وہاں نہیں پہنچ سکتا۔

حیدرآباد آنے کے بعد شہر میں جس نئی پیش پیش کے سبب میں بیمار بھی ہو گئے اور یہاں والوں سے قدر بھی پھسل گئے۔ اس مرد خدا نے پائے استقامت کو کبھی لغزش پیدا ہونے نہیں دی۔ وہ مرد صحیح معنی میں عالم ربانی تھے۔ قرآن کے حافظ تھے متعدد قرأت کے عالم تھے، تجوید و قرأت میں اونچی سند کے مصنف تھے،

رات کو جب اٹھتے تھے تو جب تک وضو کرتے تھے اور نماز کی تیاری کرتے تھے اور تک فارسی اشعار پڑھتے تھے اور خوب رویا کرتے تھے۔ پھر تہجد میں طویل طویل قیام کرتے تھے اور بڑی تک کے لہجے میں اس انداز میں قرآن کریم کی قرأت کرتے کہ سننے والوں کو مزا آیا کرتے تھے اور بسا اوقات آدھے پارہ کی نہایت ہی لمبی چوڑی نماز پڑھا کرتے تھے طوال مفصل کی بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے اور کبھی کبھی نماز میں مخصوص رکعتوں کی قرأت کے علاوہ جتنے قرأت سے جتنا میں سے کوئی قرأت پڑھا کرتے تھے۔ مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن میں دورہ حدیث تک مدرس اور استاذ رہے تھے۔ بعد میں معمولی سی پنشن ہوگئی تھی۔ اس ہی تنخواہ سی پنشن سے قوت لایموت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ کسی رئیس یا کسی امیر کے یہاں نہ کھاتے تھے نہ کسی حیدرآبادی یا کسی بڑے امیر کی دعوت قبول کرتے تھے۔ وہ جو بڑے بڑے علماء حیدرآباد میں شمار ہوتے تھے بھی ان کے یہاں بھی پہنچے ہوئے ایک گھنٹے تک نہیں بیٹھا کرتے تھے اس سے یہ تمام حضرات ہمیشہ ناراض ہی رہتے تھے کبھی ان سے کسی حقیقت رکھتے تھے اور ان کا ایسا احترام کرتے تھے کہ مثل نہیں ہے انسان ہے کہ کسی ان سے ملنے کے لیے ان کے یہاں جایا کرتے تھے لیکن نہ پہنچ سکے نہ پائی۔

عالم دین فقیہ محدث ہو یا فقیہ کسی کا ہدیہ قبول نہیں لیا کرتے تھے اور اکثر اوقات تو ہدیہ نہایت خلوص کا ہدیہ جو بغیر اس کے ہو وہ بھی قبول نہیں کیا یہ ان کا ایک خاص امتیاز تھا کسی کی جرأت نہیں ہوسکتی تھی اس مسئلہ کے بڑے دل چسپ واقعات ہیں (۱)۔

مولانا محمد نور اللہ صاحب مرحوم کے شاگرد رشید تھے اکثر آتے ہیں حیدرآباد دکن میں مرحوم سے پڑھی

---

(۱) یہاں ایک واقعہ کا ذکر کرنے کو بے اختیار جی چاہتا ہے جو حضرت مولانا مفتی مظفر پوری مدظلہ العالی نے حضرت ہی کے الفاظ میں یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ ایک زمانہ میں مولانا مرحوم پر تنگی وارد ہوئی تھی کئی دن کا فاقہ تھا۔ حضرت مولانا مرحوم کا معمول تھا کہ کسی کا ہدیہ قبول نہیں فرمایا کرتے تھے اسی لئے مولانا محمد نور اللہ صاحب کے بارے میں کبھی انھوں نے مرحوم سے نام بتلانے کی خواہش نہیں کی۔ پھر قم بھیجی مرحوم نے لکھا کہ یہ قم کہاں سے آئی ہے؟ کس صاحب نے بھیجی ہے؟ اور وہ اپنا نام کس سے بتا کر گئے ہیں؟ میں قم کو واپس کرنا چاہتا ہوں اس کو واپسی کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟ میں نے لکھا کہ یہ ایک مخیر عام ہیں مدرسہ کا معمولی چندہ بھیجتے رہتے ہیں ان کو آپ سے عام سے واقفیت ہوگی اس لئے انھوں نے آپ کو بھی ہدیہ بھیجنا مناسب سمجھا ہوگا آپ اسے واپس نہ کیجئے بلکہ قبول فرما لیجئے۔ آپ کو حدیث سے معلوم ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ عطا فرمانا چاہا تو انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کسی ایسے شخص کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو لے لو اور اپنے قبضہ میں کر لو اور پھر اس کو اپنے قبضہ سے نکالنے کی کوشش نہ کرو۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اس کو لے لو اور اپنے مال میں شامل کر لو اور اس کو صدقہ کر دو۔ اس حدیث کے بعد مرحوم نے اس کے جواب میں لکھا کہ فقہ نے یہ حدیث نہیں پڑھی کہ "الید العلیا خیر من الید السفلی" کیوں نے اس کو دیکھا ہے

تھیں، اس نئے حیدرآباد دکن بعد میں ان کا مسکن اور وطن ثانی بنا، موصوف کی زندگی کا سب سے بڑا قابل صد فخر کارنامہ احیاء المعارف النعمانیہ جیسے ادارے کی تاسیس ہے، اس ادارے کا اساسی مقصد یہ تھا کہ حضرات ائمہ کرام، امام ابوحنیفہ، ابو یوسف محمد بن الحسن شیبانی رحمہم اللہ کی اصلی کتابوں کو مہیا کر کے تعلیقات و مقدمات کے ساتھ عمدہ سے عمدہ صورت میں شائع کیا جائے۔ اس کے بعد طبقہ ثانیہ و ثالثہ کے ائمہ فقہا حنفیہ کی تالیفات کی خدمت کی جائے، امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ جیسی ہستی اس ادارے کی معاون رکن بن گئی اور جیب خاص سے ایک رقم بھی عطا فرمائی، اس لحاظ سے حضرت شیخ کی رہنمائی اور اعانت کا شرف اس ادارے کو حاصل رہا اور حضرت شیخ کی رہنمائی سے ہی یہ معلوم ہوا کہ قاہرہ میں ایک محقق حنفی عالم الشیخ محمد زاہد کوثری موجود ہیں، چنانچہ امام العصر کے بعد دوسری ہستی، محقق روزگار، متعصب حنفی، وسیع النظر ترکی علامہ کی سرپرستی بھی ان کو نصیب ہوئی۔

۱۳۵۰ھ سے ۱۳۷۱ھ تک مدۃ العمر حضرت شیخ کوثری اس ادارے کے بے نظیر علمی معاون اور رہنما رہے، نہ صرف رہنما بلکہ مقدمات و تعلیقات میں نام بنام اصلاح فرمایا کرتے تھے اور استنبول کے علمی کتب خانہ کے نوادرات کی اطلاع دیا کرتے تھے، اور ان سے فوٹو وغیرہ منگوانے میں ان کی رہنمائی فرمایا کرتے تھے اور طباعت کے لئے کتابوں کا انتخاب ان کی رائے سے ہوتا تھا، قاہرہ میں شیخ رضوان محمد رضوان ان کی رہنمائی سے وکیل احیاء المعارف منتخب ہوئے جن کی کوششوں سے احیاء المعارف کی کتابیں قاہرہ میں آب و تاب سے عمدہ تصحیح کے ساتھ چھپنی شروع ہوگئیں، حضرت شیخ کوثری کی رہنمائی ہی سے ادارہ نادر ترین مخطوطات سے مالا مال ہوگیا اور امام ابوزید دبوسی اور امام جصاص کے نوادر مؤلفات ادارے میں پہنچ گئیں، حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوری کا امام العصر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وجہ سے ادارے سے تعلق ہوا، "کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ" انہی کی تصحیح و مقابلہ و تعلیقات سے حیدرآباد میں طبع ہوئی، رفتہ رفتہ مجلس علمی ڈابھیل کی بھی توجہ ہوئی اور امام محمد بن الحسن کی کتاب الآثار کی شرح مولانا ابوالوفا صاحب رحمہ اللہ سے لکھوانے کی خواہش کی جس کی دو جلدیں طبع ہوگئیں اور غالباً شرح پوری نہ ہوسکی یا طباعت پذیر نہ ہوسکی۔ راقم الحروف بنوری کو ۱۳۵۰ھ میں اس ادارے کی مجلس عاملہ کا رکن منتخب کیا گیا۔ بعد میں غالباً مولانا عبدالرشید نعمانی کو بھی ادارے کا ممبر بنایا، الغرض احیاء المعارف النعمانیہ کے ذریعہ جس طرح مخصوص علمی خدمت کی اور قدماء ائمہ اور قدماء فقہاء حنفیہ کی کتابیں عمدہ ترین ٹائپ میں تعلیقات و مقدمات کے ساتھ شائع کرتے رہے، یہ قیامت تک ان کی یادگار رہے گی اور انشاء اللہ تعالیٰ ان کے لئے صدقہ جاریہ رہے گا، احیاء المعارف النعمانیہ کی جس انہماک و شغف اور عشق و محبت سے علمی خدمت کی اس کی نظیر ہم نے نہ کبھی دیکھی نہ سنی اور اگر نہ دیکھتے تو یہ گمان بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ ایسی کوئی ہستی بھی ہوگی جو اس انداز سے خدمت کرتی ہو۔ شب و روز علاوہ عبادت و تحریر کے یا تصحیح و مقابلہ ہے یا تعلیق کا کام ہے۔ اور کمال تو یہ تھا کہ خود ایک حبہ تک کا معاوضہ مجلس سے نہ لیتے تھے اور کوشش یہ ہوتی تھی کہ دوسرا شریک کار مقابلہ کے لئے بھی ایسا ہے کہ معاوضہ نہ دینا پڑے۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب حیدرآباد کی۔ متع اللہ الامۃ بطول حیاتہ۔ ہندوستانی مسلمانوں میں ایک ایسا
پڑھا لکھا طبقہ بھی ہے جو مذہب سے بالکل بے تعلق ہے۔ ان سے بھی متعدد بار تبادلۂ خیال کی نوبت آئی تھی۔ یہ
زندگی گذارتے تھے اور اپنا معمولی حلقہ اثر بھی رکھتے تھے لیکن یہ جان نہ سکا کہ ان کی معاشی حالت کیسی ہے۔ وصول
کرنے کی آج کل جو بے اعتنائی ہے اس سے کتب خانے بھی بچے نہیں ہیں۔ ان کے بھی متعدد خطوط آئے تھے
جن میں مطبوعات کی وصولی کے متعلق دریافت کیا تھا۔ کتب خانہ کی مالی حالت معلوم کرنے کا اظہار فرمایا تھا۔
غرض ان کی علمی خدمات کی قدر کرنا اور تمام زندگی علمی خدمات میں گذار دینے والے کی قدر کرنا
ہمارا فرض ہے۔ ان کے انتقال کی تفصیل اور قابل نقل خدمات انجام دینے والے حضرات نے کتب خانہ میں
بھیجی ہیں جو ان شاء اللہ مع ان کی تصانیف کے کتب خانہ میں محفوظ رہیں گی۔ ان کے والد امام الدین
مرحوم نے بھی کتب خانہ کی بہت کچھ خدمت کی تھی۔ ان کی تصانیف میں سے ایک کتاب "آثار حمیدیہ"
ہے جو کتب خانہ میں موجود ہے۔ ان کے بھائی محمد یٰسین مرحوم نے بھی کتاب "آثار یٰسینیہ" لکھی ہے۔ مرحومین کی کوشش
سے خاندان کے بعض افراد کو بھی علم سے شغف ہوا۔ ان کے صاحبزادے محمد اللہ کی کتاب "آثار حمیدیہ" شائع ہوئی۔ اس طرح علم
اور علماء کی قدر دانی کا سلسلہ جاری رہا۔ ان کے ایک صاحبزادے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب ہیں جن سے میرا تعارف
کوئی دس بارہ سال سے ہوا۔ ان کے والد مرحوم کی وفات پر تعزیت کا خط لکھا تھا۔ اس کے جواب میں انہوں نے
اپنے والد کے بعد اپنے کو مستقل طور پر کتب خانہ کی طرف متوجہ ہونے کا ذکر کیا تھا۔ اس کے بعد ان سے
اکثر خط و کتابت رہی۔ ان کے بعض مضامین بھی کتب خانہ کے رسالہ میں شائع ہوئے۔ ان کے والد مرحوم
کی وفات کے بعد ان کی والدہ کا انتقال ہوا۔ ان کی وفات پر بھی تعزیت کا خط لکھا تھا۔ ان کے بعد ان کی
اہلیہ کا انتقال ہوا۔ ان کی وفات پر بھی تعزیت کا خط لکھا تھا۔ ان کے بعد ان کے ایک صاحبزادے کا انتقال ہوا۔
ان کی وفات پر بھی تعزیت کا خط لکھا تھا۔ ان کے بعد ان کے ایک اور صاحبزادے کا انتقال ہوا۔ ان کی وفات پر بھی
تعزیت کا خط لکھا تھا۔ ان کے بعد ان کے ایک اور صاحبزادے کا انتقال ہوا۔ ان کی وفات پر بھی تعزیت کا خط لکھا تھا۔
ان کے بعد ان کے ایک اور صاحبزادے کا انتقال ہوا۔ ان کی وفات پر بھی تعزیت کا خط لکھا تھا۔ ان کے بعد ان کے
ایک اور صاحبزادے کا انتقال ہوا۔ ان کی وفات پر بھی تعزیت کا خط لکھا تھا۔ ان کے بعد ان کے ایک اور صاحبزادے کا
انتقال ہوا۔ ان کی وفات پر بھی تعزیت کا خط لکھا تھا۔ ان کے بعد ان کے ایک اور صاحبزادے کا انتقال ہوا۔ ان کی
وفات پر بھی تعزیت کا خط لکھا تھا۔ ان کے بعد ان کے ایک اور صاحبزادے کا انتقال ہوا۔ ان کی وفات پر بھی تعزیت

قاری محمد حسن امروہوی رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کہ ہمارے محترم قاری محمد حسن صاحب امروہوی نے جمعرات ۹ رجمادی الاخری ۱۳۹۵ھ، ۱۹ جون ۱۹۷۵ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ مرحوم قاری محمد صدیق بنگالی استاذ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کے شاگرد رشید تھے، لیکن اپنی خداداد قابلیت اور موزونیت طبع سے حسن تجوید و حسن قرات اور حسن تلاوت کے اس مقام پر پہنچے تھے کہ متحدہ ہندوستان میں ان کی کوئی ہمسری نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا موثر پڑھنے والے قاری کو کبھی نہیں دیکھا نہایت وقار و خشوع کے ساتھ دردناک آواز میں اس انداز سے تلاوت فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ قرآن آج نازل ہو رہا ہے، خصوصاً فجر کی نماز میں سننے والوں پر ایسی کیفیت طاری ہوتی تھی کہ دنیا و مافیہا سے غائب ہو جاتے تھے۔ رنگون، راندیر، سورت، ریاست قلات میں زندگی گذاری، آخری زندگی کراچی میں گذری، افسوس کہ کوئی اپنا شاگرد رشید ایسا نہیں چھوڑا جس سے ان کی یہ تازہ ہو، طبیعت میں انتہائی ظرافت تھی، خوش مزاج مرنج مرجان تھے ان میں مذاکات کا مادہ غضب کا تھا جب کسی کی نقل اتارتے تو اصل سے یہ نقل بڑھ جاتی تھی، کبھی کبھی مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں بعد عصر تشریف لایا کرتے تھے ان کی آمد سے اچھی خاصی محض قرأت آراستہ ہو جاتی تھی طلبہ سے قرآن سنتے اور خود بھی سناتے، اچھے پڑھنے والوں کے بڑے قدردان تھے اور انکی قرأت سے بے حد محظوظ ہوتے تھے۔ افسوس کہ راقم الحروف اپنی علالت کی وجہ سے نماز جنازہ میں شرکت سے محروم رہا۔

رحمه الله رحمة واسعة، وارفع درجاته فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر.

مولانا ابو احمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

یوم شنبہ ۲۹ رجمادی الاخری ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۰ رجولائی ۱۹۷۵ء کو قبیل مغرب گوجرانوالہ میں حضرت مولانا ابو احمد عبداللہ لدھیانوی کا قریباً ۹۳ سال کی عمر میں انتقال ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم موضع بیہ والی ضلع لدھیانہ (مشرقی پنجاب) کے ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے، مرحوم کو مولانا نور احمد امرتسری، مولانا مفتی محمد حسن، مولانا سلطان محمود، امام العصر مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی (نور اللہ قبورہم) سے شرف تلمذ حاصل تھا اور حضرت مفتی محمد حسن کے خلیفہ مجاز تھے، حضرت شیخ الہند نے اپنے دست مبارک سے انہیں حدیث کی سند اجازت لکھ کر دی تھی، جو اجازہ کا اعلیٰ نمونہ ہے اتنا کا اس کا متن درج ذیل ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی علی نبیه الکریم وبعد!

فان الصالح السعید المولوی عبد الله قدقرا الامهات الست فی الحدیث، فانا اجیزه باذن الله واوصیه بالبر والتقوی والله الموفق

والمعین۔ فقط

العبد

محمود عفی عنہ

کیم ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ

مرحوم نے زندگی کا طویل سفر اپنے اسلاف و اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مدۃ العمر تعلیم و تدریس اور ارشاد و تلقین کے پاکیزہ مشاغل میں منہمک رہے، تقسیم سے قبل لدھیانہ و فیروز میں تدریس کے فرائض انجام دیئے اور تقسیم کے بعد گوجرانوالہ میں آ رہے اور وہاں "دارالعلوم محمدیہ" کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا جس کے فرائض تک منتظم رہے۔ قیام پاکستان کے بعد موصوف عالم اسلام کے اتحاد اور ارباب حکومت کی اصلاح کے لئے متفکر رہا کرتے تھے۔ ان پر پاکستان کے ارباب حل و عقد، اعلیٰ افسران فوجی حکام اور علماء اسلام کے مراکز اور چیدہ شخصیتوں کو دینی دعوت دینے کا جذبہ غالب آ گیا تھا ان کا یہ احساس تھا کہ علماء اسلام کے ذمہ دار افراد کا رخ اسلام کی طرف پھر جائے اور وہ اسلام کو ایک ضابطہ حیات اور ایک قابل عمل یقین کر کے صدق دل سے اس پر عمل پیرا ہو جائیں تو مسلمان آج بھی اقوام عالم سے آگے نکل سکتے ہیں، اس پیغام کو متعلقہ حضرات تک پہنچانے کے لئے موصوف نے ایک ادارہ تصنیف و تالیف قائم کیا تھا جس کے زیر اہتمام متعدد اکتابیں خورد و کلاں کی تعداد میں شائع کیں اور علمی ادکام اور سربراہان عالم اسلام کے نام اس کثیر تعداد میں بھیجے۔ حق تعالیٰ شانہ مرحوم کو اپنی رحمت و رضوان سے نوازے اور ان کے گرامی قدر صاحبزادگان مولانا عبدالواحد، مولانا محمد اسماعیل، مولانا حافظ محمد طاہر اور مولانا محمد احمد کو ان کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین۔

[شعبان المعظم ۱۳۰۵ھ ستمبر ۱۹۷۵ء]

مولانا فاروق احمد بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء حضرت مولانا فاروق احمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات سے بہاول پور کے ان جلیل القدر علماء کرام کی یاد تازہ ہو گئی جن میں شیخ الجامعۃ العباسیہ مولانا غلام محمد گھوٹوی، مولانا احمد علی، مولانا محمد صادق، مولانا عبید اللہ، مولانا محمد علی رحمہم اللہ تعالیٰ کی جیتی جاگتی تصویریں شامل ہیں۔ مولانا بہاولپور کے علمی خاندان کی یادگار تھے۔ اور بڑا قصبہ کے مشہور عالم دین مولانا خلیل احمد سہارن پوری کے حقیقی بھتیجے تھے۔ بہاول پور میں نصف صدی سے زائد عرصہ قال اللہ و قال الرسول اور درس و تدریس میں گذارا باوجود پیرانہ سالی اور کمزوری کے آخری وقت تک مرحوم کے فیوض کا سلسلہ جاری تھا جس سے اہلیان بہاولپور محروم ہو گئے۔ مرحوم کی قیام گاہ مرجع خاص و عام بنی ہوئی تھی۔ صبح اور شام کے اوقات میں بے شمار مخلوق آپ کے فیض و برکات سے فی کیل و قید مستفیض ہوتی تھی۔

اس قحط الرجال کی دور میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وجود کسی نعمت عظمیٰ سے کم نہ تھا جس سے اہلیان بہاولپور محروم ہو گئے۔ مولانا نے ۲۷ رمضان المبارک کو داعی اجل کو لبیک کہا اور ۲۷، ۲۸ رمضان المبارک کی درمیانی بابرکت شب کو علماء، صلحاء، حفاظ اور عوام وخواص کے اجتماع عظیم نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی جس کے بعد ایک اشک بار مجمع غفیر کی موجودگی میں انہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں اور اعلیٰ علیین میں جگہ دیں۔ آمین۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

[ذوالقعدہ ۱۳۹۵ھ، دسمبر ۱۹۷۵ء]

مولانا گل محمد سکھروی رحمۃ اللہ علیہ

یوم الجمعہ ۲۱ ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ، ۳ دسمبر ۷۵ء کو میری دوسری اہلیہ کے والد ماجد مولانا گل محمد صاحب سکھر میں واصل بحق ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کے اخلاص، کرم نفس، جود وسخا، ہمت ومردانگی، جفاکشی، غیرت دینی، مکارم اخلاق کا مجھے پہلے سے علم ہو چکا تھا، دو سالہ تعلق کے عرصہ میں ان کے اوصاف حمیدہ کا مشاہدہ بھی ہوتا رہا، ہولناک ترین علالت کے دوران ان کی استقامت وصبر کو دیکھ کر حیرت ہوئی، آخر میں دق وسل جیسے موذی مرض میں مبتلا ہوئے لیکن کیا مجال کہ ان کی خوش خلقی اور صبر وتحمل میں ذرا بھی فرق آیا ہو، کبھی اپنی تکلیف کی کسی سے شکایت نہیں کی، حکایت حال کے طور پر بھی زبان پر کبھی آیا تو آیا، خواص میں اس قسم کے کمالات ہوں تو زیادہ تعجب نہیں ہوتا لیکن عوام امت میں ایسے قابل رشک صفات یقیناً باعث تعجب ہیں۔ حق تعالیٰ کی اس مخلوق کے گمنامیوں میں نامعلوم کتنے اولیاء اللہ ہیں جن کا کسی کو علم نہیں، اگر مشاہیر میں یہ کمالات ومحاسن موجود ہوں جب بھی قابل قدر ہیں، لیکن غیر مشہور گمنام شخصیتوں میں اس قسم کے محاسن حیرت افزا ہیں، خدا کا شکر ہے کہ مرحوم کا تمام خاندان صالحین واہل علم کا ہے، ان کے والد ماجد حضرت مولانا شیر محمد صاحب مستند عالم اور خدا شخصیت تھی، صرف ونحو کے تو امام تھے، حضرت عارف سندھی مولانا محمد واثق ہالیجوی سے بیعت واصلاح کا تعلق تھا، بارہا ملاقات ہوئی، ان کی بزرگانہ شفقت واخلاص کا ممنون ومعترف ہوں۔ مرحوم انوار العلوم سکھر کے روح رواں تھے، اس کی ترقی کے لئے ہمیشہ کوشاں تھے، ان کی اہلیہ محترمہ طلبہ کے لئے سکھر کی گرمی میں سالن اور روٹی اپنے ہاتھ سے تیار کیا کرتی تھیں اور صبح وشام گھنٹوں یہ صبر آزما خدمت انجام دیا کرتی تھیں اور اب بھی کرتی ہیں، بیماری وعلالت میں بھی کوئی نماز فوت نہیں ہوئی، جس رات صبح کو وفات مقدر تھی اشارے سے تہجد پڑھی اور سورہ رحمن وسورہ یٰسین کی تلاوت کی اور تمام تیمارداروں کو الوداع کہی سب کو صبر کی تلقین کی، جزع وفزع اور آہ وبکا سے روکنے کی وصیت کی، جمعہ کی صبح اذان کے بعد بھائیوں اور بیٹوں کو نماز کے لئے جانے کا حکم دیا اور اس دوران ان کی روح ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز کر

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

انا للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہ باجل مسمی فالحمد للہ رب العالمین حمد الصابرین علی بلوہ الثقلین۔

واصلاح پر غور کرنے میں بے نظیر تھے۔

جدید فلسفے اور جدید الٰہیات پر ان کی نظر اور ہمہ گیری حیرت انگیز تھی، ان جدید فلاسفہ کے نظریات پر اتنی وسیع نظر تھی کہ حیرت ہوتی تھی گویا ان کے سر پر جوتے مارے ہیں، ان کی نظر نہیں تھی، ان کے افکار کو جس جستجو اور عرق ریزی سے کھنگال کر کے ان سے استنباط کرتے تھے انہی کا حصہ تھا۔

حضرت حکیم الامت کے دامن سے وابستگی سے تو ان کی دنیا ہی بدل گئی اپنی جائداد اور وسائل معاش کو خدمت دین کے لئے وقف کر کے حضرت تھانوی قدس سرہ کے علوم اور حقائق و معارف کو جدید نسل کی رہنمائی کے لئے مفید سے مفید و مؤثر بنانے کے لئے تمام قلمی و فکری صلاحیتیں ختم کر دیں اور یہ ان کی زندگی کا اہم ترین کارنامہ ہے، حضرت تھانوی قدس سرہ کی تمام مختلف الانواع تصانیف سے، متفرق موضوعات سے، منتشر ملفوظات سے، مواعظ حکیمہ سے ایک ایک چیز موضوع کے تحت کھنگال کر کے روح نکال دی، اس کی مؤثر تمہیدات اور مدلل تشریحات سے چار چاند لگا دیئے، درحقیقت تمام امت پر اور خصوصاً تھانوی بارگاہ کے خوشہ چینوں پر ناقابل فراموش احسان کیا ہے۔

اصلاح علم و عمل کے نام سے سورہ العصر کی تفسیر لکھ کر تمام علماء اور خادمان دین کو عبرت آموز سبق دیا۔

"سائنس اور مذہب" جیسی نافع و عظیم تصنیف سے تمام فلاسفہ اور ملاحدہ کے سر پر جوتے لگائے اور اللہ تعالیٰ کی حجت پوری کر دی، زہد و قناعت کی قابل رشک زندگی بسر کی، تمام مروجہ خرابات و لذائذ کو یک قلم ترک کر کے زاہدین کے لئے نظیر قائم کر گئے، بلاشبہ دور حاضر کی مخلص ترین باخدا شخصیت تھی افسوس کہ ان کے کمالات و خصائص ان کے ساتھ دفن ہو گئے، علماء اور ارباب قلم میں اس ذوق اور ان خصوصیت کی کوئی ہستی نظر نہیں آتی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں اس مشت استخوان پر اور ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں ان کی روح پر فتوح پر جنت الفردوس میں اپنے حضرت شیخ تھانوی کے جوار قدس میں مقام اعلیٰ نصیب ہو اور ان کی روح ان مخلصانہ و محققانہ تصانیف کے ثمرات سے اور فقیر انہ زندگی کی برکات سے مالا مال ہو۔

آمین یارب العالمین وصلی اللہ علی صفوۃ البریۃ خاتم النبیین سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

مولانا سید مہدی حسن شاہ جہان پوری رحمۃ اللہ علیہ

جس طرح باران رحمت سے خشک صحرا، وادیاں، جھلسے ہوئے کھیت اور خشک باغات سرسبز و شاداب ہو کر لہلہاتے ہیں، ٹھیک اسی طرح علماء ربانیین کا وجود قلوب عباد کے لئے باران رحمت ہے، بلکہ علماء حقانی کا وجود تمام کائنات کے لئے رحمت و نعمت ہے، ان کے وجود سے دلوں کو حیات، روحوں کو غذا اور دماغوں کو تازگی ملتی ہے،

فقط عالم مشہور ہوتی ہے بلکہ ان کے کفر وضلال کا فتویٰ بھی دیا جاتا ہے، بلکہ صحیح تعبیر یہ ہے کہ اس عالم کی بقا، کارزار عالم اور بالیقین کے وجود میں منحصر ہے اور یہی وجہ ہے کہ سمندروں کی مچھلیاں، صحراؤں کے کیڑے مکوڑے اور بیابانوں کے حشرات وحیوانات تک ان کے لئے دعا کرتے ہیں، آسمانوں کے فرشتے دعا کرتے ہیں، زمین کے فرشتے ان کے قدموں کے نیچے پر بچھاتے ہیں، بلاشبہ جو ہستیاں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وارث، نیابت نبوت کی زینت بخش اور ہدایت مخلوق کا ذریعہ ہوں ان کے یہ فضائل ہونے چاہئیں، چنانچہ زبان خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اور اس قسم کے فضائل ان کے منقول ہیں۔ انہی علماء ربانیین میں سے حضرت مولانا سید مہدی حسن شاہجہان پوری کی شخصیت تھی جن کی زندگی کے ستر سال سے زیادہ قرآن، حدیث وفقہ، علوم اسلامی کی خدمت میں گزرے، رجب ۱۳۰۰ھ شاہجہانپور محلہ "ملاحیں" میں ولادت بابرکت ہوئی اور غالباً ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ کے اواخر میں شاہجہانپور محلہ "جھنڈا خاں" میں واصل بحق ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ گیارہ سال رامپور ضلع سورت میں پوری صحاح ستہ پڑھائیں، جامعہ اشرفیہ میں سات سال اور جامعہ محمدیہ میں چار سال۔ یہ متفرق علوم کی کتابیں پڑھاتے رہے اور افتاء کا کام بھی کرتے رہے، پورے تیس سال رامپور سورت میں افتاء کی خدمت انجام دی، ۱۳۲۸ھ سے تاسیس ۱۳۹۰ھ تک دارالعلوم دیوبند میں صدارت افتاء کی خدمات انجام دیتے رہے اور شرح معانی الآثار طحاوی بھی پڑھاتے رہے اور سالہا سال کے بقایا استفتاءات، ہزاروں کی تعداد میں نمٹائے اور تقریباً اٹھارہ گھنٹے یومیہ مشغول رہتے تھے، آخری عمر میں فالج کا حملہ ہوا کچھ فاق ہوا لیکن ہاتھوں پر رعشہ کا اثر باقی رہا، دارالعلوم کا تعلق ختم ہو گیا تھا اور اپنے گاؤں شاہجہانپور میں مرض کے ایام گزارتے رہے، آپ تعجب کریں گے کہ مرتعش ہاتھوں میں قلم لے کر ایک اہم ترین کتاب کی تصنیف شروع کی یعنی امام ابومحمد ابن حزم کی کتاب "المحلی" پر تنقید، جہاں امام یوسف کے قلم نے وہ کام کیا جو حجاج کی تلوار کرتی تھی اور عوام میں عام مثل ہے "سیف الحجاج و قلم ابن حزم تو أمان" کہ حجاج بن یوسف کی تلوار اور ابن حزم کا قلم دونوں برابر کی چیزیں ہیں۔ اور تمام الحمد لین میں کسی کو بھی نہیں چھوڑا کہ تردید نہ کی ہو، مگر جتنا زیادہ تر حملہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور ہر دور میں علماء امت نے ابن حزم کے جوابات دیئے اور "القدح المعلی فی رد المحلی" کے نام سے بعض اکابر نے مستقل کتاب بھی لکھی۔ بہرحال محدث شاہجہان پوری کے قلم سے اس وقت بھی ایک اہم تصنیف کی جارہی تھی "السیف الجلی فی الرد علی المحلی" کے نام سے وہ ایک چھوٹے چھوٹے اجزاء طبع بھی ہو گئے تھے اور راقم الحروف کے پاس بھی بھیجے گئے تھے۔ یہی علالت کی حالت میں ایسی اہم تالیف میں مشغول ہونا لوگوں کے لیے موجب تعجب ہوگا مگر جس کی زندگی جس کام میں فنا کا مقام حاصل کر لیتی ہے اس کی یہی شان ہوتی ہے۔ افسوس کہ حضرت محدث شاہجہان پوری کی مرثیہ نگاری کے لیے قلم اس وقت ہاتھ میں آرہا ہے جب کہ ڈاکٹروں اور طبیبوں نے قلبی عارضہ کی وجہ سے دماغی کاموں سے منع کر دیا ہے اور راحت کی تاکید کی ہے اس لیے بہت افسوس کے ساتھ "بصارۃ وبصیر" کا مرثیہ نگار اپنی معذوری کی وجہ سے

مرثیہ نگاری سے قاصر ہے، اس لیے برادر محترم مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی سے خواہش کی کہ عرصہ دس بارہ سال پہلے حضرت مرحوم کی "کتاب الحجۃ" کی تعلیقات کی وجہ سے مرحوم کا جو علمی ترجمہ پر دقلم کیا تھا اور حیدر آباد دکن کے دائرۃ المعارف میں چھپ گیا تھا اس کا ترجمہ شامل کر دیا جائے، مئی ۱۹۷۲ء میں جب راقم الحروف کراچی آیا تھا اور مرحوم سورت میں تھے اس وقت ایک مکتوب گرامی حسرت ناک آیا تھا جس میں ایک غمگین واقعہ کا ذکر کیا تھا اور چند عربی اشعار مجھے لکھے تھے، اس وقت ارتجالاً چند عربی اشعار بطور تعزیت و تسلی اسی قافیہ و بحر پر فوراً نوک قلم پر آ گئے تھے وہ بھی شامل کر دیے جائیں تاکہ کسی درجہ میں حق ادا ہو سکے اور کسی قدر ان کی قدر و منزلت کی طرف اشارہ ہو سکے:

فغاں کہ گشت نیو شندہ سخن خاموش
دگر چہ گویند تسلی کنم من ایں لب و گوش

اللّٰهم اغفرله مغفرة لا تغادر ذنبا وارحمه رحمة كاملة تخص بها عبادك المقربين وادخله فی جنات النعيم وارضه وارض عنه مالا يوازيه منزلة ولا نعيم، وصلى الله على صفوة عباده خاتم النبيين سيدنا محمد وآله وصحبه وتبعه وعلماء الدين.

[شعبان المعظم ۱۳۹۶ھ]

حالاتِ محدث شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ

[جو ۱۳۸۵ھ میں کتاب الحجۃ کے مقدمہ کے لیے لکھے گئے]

کتاب الحجۃ کے شارح اور مصحح شیخ محدث علامہ مفتی مہدی حسن کا سلسلہ نسب یہ ہے:

مہدی حسن بن سید کاظم حسن بن علامہ سید فضل اللہ بن سید محب اللہ شاہ بن شیخ العصر سید قطب الدین المعروف قطبی میاں بن شیخ سید درویش بن شیخ سید شہاب الدین احمد شاہ آبادی بن شیخ کامل سید ابو اسحاق ابراہیم بن فاضل سید شہاب الدین احمد شاہ گیلانی۔

جن کا سلسلہ نسب بیس واسطوں سے امام ربانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی سے جا ملتا ہے، مفتی صاحب کے جد امجد شیخ ابو اسحاق ابراہیم شاہجہان کے عہد سلطنت میں بغداد سے دہلی تشریف لائے اور نو سال بعد بغداد کی طرف مراجعت فرما ہوئے، دوبارہ پھر ہندوستان آئے، اور اورنگ آباد دکن میں وفات پائی۔ پھر ان کے صاحبزادہ سید احمد ۱۰۹۰ھ میں بعہد سلطان عالمگیر بغداد سے دہلی آئے، شاہ آباد میں سکونت اختیار کی وہیں انتقال ہوا اور محلہ کڑہ میں دفن ہوئے، وہاں ان کی قبر زیارت گاہ خاص و عام ہے، مفتی صاحب ۱۳۰۰ھ میں شاہجہان پور کے محلہ ملاحیں میں پیدا ہوئے پہلا نام مؤاخذ حسن تھا بعد ازاں ایک عارف کے اشارہ سے نام بدل کر مہدی حسن کر دیا گیا یہ

اس بزرگ کی فراست تھی کہ مہدی حسن کے نام میں ان کے ہدایت یافتہ ہونے کی نیک فال تھی۔

قرآن کریم والد ماجد سے پڑھا انہی سے کچھ حصہ حفظ بھی کیا بقیہ حفظ بارہ سال کی عمر میں دیگر اساتذہ سے پورا کیا اسی طرح فارسی کی ابتدائی کتابیں والد ماجد اور بڑے بھائی سے پڑھیں، پندرہ سال کی عمر ہوئی تو محلہ کی مسجد میں پہلی مرتبہ تراویح میں سنایا، پھر اپنے شہر کے مدرسہ عین العلم میں داخل ہوئے، اور صرف ونحو کی کتابیں مدرسہ کے اساتذہ سے پڑھیں جن میں سب سے مشہور بانی مدرسہ مولانا شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ نیز نحو اور فقہ کی کچھ کتابیں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور جب مفتی کفایت اللہ صاحب مدرسہ امینیہ دہلی میں منتقل ہوئے تو آپ کے والد ماجد نے آپ کو بھی وہیں بھیج دیا، چنانچہ ادب فارسی، ادب عربی، علوم عقلیہ منطق وفلسفہ، اصول فقہ اور علم حدیث وغیرہ تمام علوم وفنون کی کتابیں حضرت مفتی کفایت اللہ اور دیگر اساتذہ مدرسہ سے پڑھیں، ۱۳۲۶ھ میں سند فراغ حاصل کی اور مدرسہ امینیہ میں ہی مدرس بن گئے صحیح بخاری اور جامع ترمذی کے اطراف سنائے شیخ العصر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ سے حدیث کی اجازت حاصل کی اور ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی، قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا شیخ الدین صاحب مہاجر مکی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

پھر مدرسہ اشرفیہ راندیر ضلع سورت صوبہ بمبئی میں صدر مدرس ہوئے اور سات سال تک صحاح ستہ کے علاوہ منطق وفلسفہ اور ریاضیات کی کتابیں پڑھائیں، پھر چھ سال تک مدرسہ محمدیہ راندیر میں صدر مدرس کی حیثیت سے صحاح ستہ کی تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

۱۳۳۸ھ سے ۱۳۶۸ھ تک مسلسل تیس سال صوبہ بمبئی میں افتاء میں مشغول رہے، تا آنکہ ۱۳۶۸ھ میں دارالعلوم دیوبند میں صدر مفتی کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا اور تا وقت تحریر (۱۳۸۵ھ) وہاں افتاء اور دین علم کی خدمت میں مشغول ہیں۔ دارالعلوم دیوبند میں ۱۰ مرتبہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح معانی الآثار کا بحث وتحقیق کے ساتھ درس دیا، پہلا درس ۱۳۴۳ھ (۱۹۱۹ء) میں کیا اس کے بعد اب تک چار درس کر چکے ہیں، ان اسفار میں حرمین کے علماء ومشائخ سے ملاقاتیں ہوئیں مختلف مسائل میں جو افادہ واستفادہ ان سے بھی ہوا کرتا رہا اور وہاں کے اکابر مشائخ نے اجازتوں سے مشرف فرمایا، مکہ مکرمہ میں جن مشائخ سے اجازت حاصل ہوئی ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

شیخ احمد بن علی نجار الطائفی المکی الشافعی مدرس حرم، شیخ عمر بن ابی بکر جمیل الشافعی، شیخ حسین بن علی اصلک۔ ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ شیخ محمد مرزوقی۔ شیخ سید محمد بن ہاشم الکتبی۔ شیخ حبیب اللہ بن مایابی الجکنی الشنقیطی۔ شیخ محمد حسن پشاوری مہاجر مکی مؤلف فتح الخالق۔ شیخ عمر بن حمدان المحرسی المالکی۔ مولانا شیخ شفیع الدین

الہندی مہاجر مکی وغیرہ۔

اور مدینہ منورہ میں جن مشائخ سے اجازت حاصل ہوئی ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

شیخ احمد شمس المالکی المغربی۔ شیخ محمد زکی بن شیخ علامہ سید احمد برزنجی الشافعی۔ قاضی القضاۃ شیخ ابراہیم بن عبدالقادر المرزوقی المدنی مدرس حرم مدنی۔ شیخ محمد عابس بن محمود الشافعی المصری المدنی۔ شیخ عبدالقادر الصدیقی الحنفی۔ شیخ محمد طیب المغربی المالکی۔ محدث امۃ اللہ بنت شیخ محدث شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی۔ شیخ عبداللہ بن حسین بن محسن الانصاری الیمنی۔ مولانا شیخ خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی صاحب بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد۔

مفتی صاحب کو شیخ محقق علامہ محمد زاہد الکوثری نزیل قاہرہ سے بھی بذریعہ خط اجازت حاصل ہوئی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ اور کتاب الآثار کی اجازت امام العصر مولانا الشیخ محمد انور شاہ الکشمیری سے حاصل کی۔ موصوف نے عربی اور اردو میں متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں عربی میں ان کی چند تالیفات کے نام حسب ذیل ہیں:

اللآلی المصنوعہ فی الروایات المرجوعہ۔ شرح کتاب الآثار تین جلدوں میں۔ شرح کتاب الحجۃ۔ الدر الثمین فی رجال کتاب الآثار۔ شرح بلاغات محمد فی کتاب الآثار۔ الاهتداء فی رد البدعۃ۔

اور اردو میں مختلف موضوعات پر ان کی بہت سی کتابیں ہیں ان میں سے چند نام یہ ہیں:

القاء النعمہ علی حدیث لا جمعہ۔ اقامۃ البرہان۔ التحقیق المتین۔ قطع الوتین۔ بیس القرین۔ الاختلاف المبین۔ مفید القاری والسامع۔ التوضیحات۔ کشف الغمہ عن سراج الائمہ۔ فراستہ العریف۔ التحقیق التام فی حدیث اذا خرج الامام فلا صلاۃ ولا کلام۔ رفع الارتیاب۔ شمیم حیدری۔ ضربۃ الصمصام۔ اظہار دجل المرید۔ اظہار الصواب۔ اظہار اسرار المتحدثین۔ الاسعاف۔ التنویر فی حکم الجہر بالتکبیر۔ القول الصواب۔ طلوع بدر الرشاد وغیرہ۔

موصوف اردو میں بہت عمدہ اور بیباکانہ شعر کہتے ہیں اور کچھ اشعار ان کے ملفوظات میں ہیں وہ اپنی تحریر میں بڑے خویش النفس ہیں، بکان اور اکتابات ان کے قریب بھی نہیں پھٹکتی، ان کا عربی اسلوب تحریر بڑا آسان اور واضح ہے، اس میں کوئی پیچیدگی نہیں ہوتی، وہ صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث کے علم اور رجال کے متخصص اور ممتاز عالم ہیں، انہیں علمائے حنفیہ سے خصوصی شغف اور کتب رجال اور طبقات و تراجم کے اوراق میں سے علمائے احناف کے التقاط کا خصوصی اہتمام ہے۔ کثیر الطاعہ، شب بیدار، انتہائی مہمان نواز، کریم النفس، فراخ دست، کشادہ دل، اللہ کے دین کے معاملہ میں حمیت و غیرت ان پر غالب آجاتی ہے تو پھر کسی لومۃ لائم کی پروا نہیں کرتے۔ آج وہ کتب

فتاویٰ کی وسعت معلومات میں اپنی نظیر نہیں رکھتے، چالیس برس سے زیادہ کا عرصہ گزرتا ہے کہ وہ کتب فتاویٰ کے مطالعہ کے لئے وقف ہیں، رمضان مبارک میں بکثرت عبادت کرتے ہیں، ہر رمضان میں اعتکاف کرتے ہیں اور قرآن کریم کے کئی کئی دور ختم کرتے ہیں، نرم خو، خاموش طبع، صلح جو، فقراء سے محبت اور علماء کا عزت و احترام کرتے ہیں شکل و شمائل اور زہد و سکن میں علماء کی سی زندگی بسر کرتے ہیں، عمر چوراسی ۸۴ کو پہنچ چکی ہے مگر فتویٰ نویسی اور خدمت علم میں جوانوں کی سی ہمت و نشاط کے ساتھ منہمک ہیں۔ حق تعالیٰ ان کی عمر مبارک میں برکت فرمائے اور اس دور میں ان کے سے رجال بکثرت پیدا کرے۔

مکتوب منظوم

(جو مفتی مہدی حسن کو ۱۹۴۷ء میں ان کے خط کے جواب میں ارتجالاً لکھ دیا)

سلام علی شیخ جلیل المناقب ومن علمه کالنور وسط الغیاهب
سلام علی حبر العلوم وبحرها ومن فیضه فی الدهر مدان الا طایب
سلام علی مفتی الانام ومن یحل الفتاوی فی جمیع المذاهب
سلام علی هادی الانام بوعظه یرق له قلب العدو والمغاضب
سلام خصوص فی دعاء تحیة هدیة داع ثم دعوة غائب
اتانی کتاب بالحوادث ناطقاً افاض دموعاً من عیون السحائب
اولئك حساد و اعداء نعمة یقولون زوراً باختلاق الاکاذب
لقد علموا علم الیقین بانهم یقولون کذبا بافتراء المثالب
واعداء علم یمکرون مکائدا ویاتون بالکید العظیم المذرب
یا شیخ صبرا فی رزایا ملمة عواقبه تحلو عقیب المصائب
لحی الله ذی الدنیا مناخاً لراکب فکل عظیم فی العناوالمتاعب
اشد بلائ فی الوری خیرامة لنا قدوة فیهم و اسوة راغب
وقاك له من طروق حوادث واولاك مجداً من رفیع المراتب
نرجوا رحیما ان یسد حالنا ویحفظنا کیدا لعدو المشاغب
فنحمد ربا للوری وهو عالم ونرجوه فضلاً فی صلاح العواقب
کریم ودود ذوالعطا یا مهیمن رؤوف رحیم عالم بالمغائب

مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

۱۰ شوال ۱۳۹۶ھ (مطابق ۶ اکتوبر ۱۹۷۶ء) چہار شنبہ کو ایک بجے رات سرزمین پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کی مؤقر یادگار حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم مختلف عوارض خصوصاً عارضۂ قلب میں کچھ عرصہ سے مبتلا ہوگئے تھے اور عوارض اور امراض وتکالیف کو قوی رشک سے برداشت کرتے رہے اور رضا بالقضاء کے اعلیٰ ترین مقام کے حصول اور ترقی درجات سے مالا مال ہوتے گئے اور کمال یہ ہے کہ بزرگوں کی صحبت تو بہت کی برکت سے طبیعت ایسی بن گئی تھی کہ آخر وقت تک علم وفن کے مشاغل سے وابستہ رہے، افتاء کی مجلسیں بھی ہوتی رہیں، تالیف وتصنیف کا سلسلہ بھی کسی نہ کسی صورت میں قائم رہا، بھی مشاورت اور دینی مسائل میں غور وخوض کا سلسلہ برستور قائم رہا۔

دور حاضر حضرت الاستاذ مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ سے تلمذ واستفادہ کے بعد حضرت مفتی صاحب کا پیمانہ ظاہری وباطنی تعلق شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قائم رہا، انقلاب کے زمانے میں جبکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم سے جدا ہوگئے تھے اس وقت بھی آپ کا تعلق ایک لمحے کے لیے منقطع نہیں ہوا تھا، برابر حاضری ہوتی رہی، کیا مجال ہے کہ تعلق وعقیدت وارادت میں ذرا بھی فرق آئے، انہی دنوں میں جب کہ اختلاف وافتراق کا شباب پر تھا حضرت مفتی صاحب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں زیارت اعیادت کے لیے حاضر ہوئے اور اپنے ہدیۂ عقیدت پیش کیا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے نہایت محبت وشفقت سے قبول فرمایا۔

حضرت مفتی صاحب کی علمی زندگی میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی توجہات کا بہت بڑا دخل رہا، بالکل ابتدائی دور میں جب موصوف مظفر نگر میں تھے تو کے جواز پر ایک مضمون مقابلۃً آیا جو درحقیقت شیخ محمد عبیت مصری شیخ الازہر کے رسالہ "اباحۃ التصویر الفوتوغرافیہ" کا چربہ تھا اور اپنا خاص محققانہ علمی انداز رکھتا تھا، یوں بھی شیخ محمد عبیت اپنے دور میں مصر کے سب سے بڑے عالم ومحقق سمجھے جاتے تھے اور مذاہب امت کے دلائل وتعلیلات میں بقول حضرت شیخ محمد زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ "من آیات اللہ تھے" (۱) جب یہ مقالہ شائع ہوا تو حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اس کی خبر ہوئی اور اپنے خصوصی تلامذہ میں سے حضرت مفتی صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ اس کا جواب لکھیں، چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے ان کی بھی رہنمائی میں القاسم (رسالہ دارالعلوم دیوبند) میں اس پر ایک مفصل علمی وتحقیقی مضمون لکھا، جو بعد میں "التصویر لاحکام التصویر" کے نام

---

(۱) راقم حروف کی ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء کی ایک مجلس میں راقم حروف نے حضرت شیخ محمد زاہد الکوثری سے عرض کیا کہ آپ ان کے مقالات کے بیان میں اکثر فرماتے ہیں "ومن آیات اللہ فی ہذا العصر" کیا واقعی ان کا ہر قول ہر مسئلہ میں ان کی فقہی رائے بہت کمزور ہے، اس پر شیخ کوثری نے فرمایا "نعم کان غیر موفق فی الفتوی" یعنی ان کا یہ مسئلہ فتوی میں مناسب نہیں تھے۔

سے مستقل رسالہ کی شکل میں شائع ہو، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی راہنمائی میں آیت خاتم النبیین کی شرح تفسیر عمدہ اور بیانہ انداز سے عربی میں تحریف فرمائی جو "ھدیۃ المھدیین" کے نام سے شائع ہوئی اس پر حضرت امام العصر رحمہ اللہ کی قابل رشک تقریظ ہے، اس کے چند جملے ملاحظہ ہوں:

اما بعد: فان صاحبنا الاحوذی المولوی محمد شفیع الدیوبندی وفقه الله لما یحب و یرضاه، جمع باستدعائی رسالته "هدیة المهدیین فی آیة خاتم النبیین" جزاه الله عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء وقد سرد فیه نحو مائة وخمسة وستین حدیثاً فی انقطاع النبوة بعد ما بعث الله نبیه محمدًا مصطفاه ....الی قوله وهاك رسالة تفسیریة حدیثیة کلامیة فقهیة وبعد ذالك کله ادبیة یسری الفاظها کسرایة الروح فی البدن و یقع فی قلب المؤمن کحلاوة الایمان ویجری فی العروق کمحض اللبن.

هیم یا صاح فی روضة یجلو بها العانی صداهمه
نسیمها یعثر فی ذیله و زهرها یضحك فی کمه

ترجمہ: ہمارے رفیق دانشمند مولوی محمد شفیع دیوبندی نے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے۔ میری فرمائش پر رسالہ "ھدیۃ المھدیین فی آیۃ خاتمہ النبیین" جمع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں میری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائیں، اس میں اس مضمون کی قریباً ۱۶۵ حدیثیں ذکر کی ہیں کہ بعثت محمدیہ کے بعد نبوت ختم ہو چکی ہے یہ رسالہ تفسیری بھی ہے اور حدیثی بھی، کلامی بھی اور فقہی بھی اور ان تمام امور کے ساتھ ساتھ ادبی بھی جس کے الفاظ روح کی طرح بدن میں سرایت کرتے ہیں، حلاوت ایمان کی طرح قلب مومن میں جاگزیں ہوتے ہیں اور خالص دودھ کی طرح رگ و پے میں گردش کرتے ہیں۔ اے رفیق! اس گلشن کی سیر کرو جس سے ایک غمزدہ شخص اپنے ہموم و افکار کو زنگ دور کرتا ہے اس کی بادصبا اس کے دامن سے اٹھکیلیاں کرتی ہے اور اس کی کلیاں اس کے دامن میں مسکراتی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کے رسالہ "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" کو حضرت مفتی صاحب نے مرتب فرمایا اور اس پر ایک بہترین ادیبانہ اور فاضلانہ مقدمہ لکھا، جو بجائے خود ایک مستقل رسالہ ہے(۱) اس طرح حضرت شیخ رحمہ اللہ کی توجہات سے ان کی علمی قابلیت اور رد قادیانیت کے سلسلہ میں ان کی خدمات میں روز افزوں

(۱) رسالہ "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" کی روشنی میں حضرت مفتی صاحب نے "مسیح موعود کی پہچان" کے نام سے ایک اور رسالہ لکھا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان تمام علامات کو جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں مرتب کر کے ثابت کیا کہ قادیان کے نام نہاد مسیح مرزا غلام احمد قادیانی میں ان میں سے ایک علامت بھی نہیں پائی جاتی جس سے ہر ادنیٰ عقل و فہم کا آدمی یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ مرزائے قادیان کا دعویٰ مسیحیت و مہدویت محض کذب و افترا ہے۔ یہ نفیس رسالہ بارہا چھپ چکا ہے۔

ترقی ہوتی گئی اور حضرت شیخ رحمہ اللہ سے نسبت میں قوت پیدا ہوتی چلی گئی۔

جس وقت میں نے اپنا رسالہ "بغیۃ الاریب فی احکام القبلۃ و المحاریب" مرتب کیا اور بعض ماخذ و مراجع دیکھنے کے لیے پشاور سے سفر کر کے دیوبند حاضر ہوا تھا اور پھر خیال ہوا کہ اکابر و اساتذہ کی کچھ تقریظیں بھی تبرک کے لیے لکھواؤں، اس وقت حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دارالعلوم دیوبند کے منصب افتاء پر فائز تھے۔ جب رسالہ دیکھا بہت ہی خوش ہوئے اور بے حد متاثر ہوئے اور فرمایا کہ اس پر ایسی تقریظ لکھنے کو جی چاہتا ہے جس طرح حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے رسالہ ھدیۃ المھدیین فی آیۃ خاتم النبیین پر تقریظ لکھی ہے، اسی رسالہ ھدیۃ المھدیین کے متن سے آئندہ ختم النبوۃ فی القرآن، ختم النبوۃ فی الاحادیث اور ختم النبوۃ فی الآثار تینوں رسالے الطور شرح مرتب ہوئے۔

مقدمہ بہاول پور میں حضرت امام العصر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست راست رہے اور آپ ہی کے قلم سے حضرت شیخ رحمہ اللہ کی دقیق و عمیق تعبیرات سہل اردو میں مرتب ہوئیں، جو مقدمہ بہاول پور کے نام سے معروف ہے اور فرمایا کہ ایک رات اسی کام میں ایسی گذری کہ عشاء کے بعد صبح تک اس کی تکمیل میں مشغول رہا اس طرح حضرت شیخ کی دعاؤں و توجہات کے مرکز بنے رہے۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانی مسئلہ کے سلسلہ میں جو محاذ قائم ہوا تھا اور حضرت شیخ کے جوتوں کے صدقے میں حق تعالیٰ نے راقم الحروف سے کام لیا اس کے لیے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادے عزیز گرامی برادرم مولانا تقی صاحب کو میں نے راولپنڈی میں بلایا تھا، مسئلہ قادیانیت میں امت اسلامیہ کے موقف کی ترتیب و تالیف میں برادر موصوف نے ایک دفعہ پوری رات گذار دی ایک لمحہ کے لیے بھی آرام نہ کر سکے، میں نے حضرت مفتی صاحب سے فون پر اور بعد میں زبانی یہ عرض کیا تھا کہ آپ کے مقدمہ بہاول پور اور حضرت شیخ کی خدمت و مساعدت سے پوری مشابہت اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمادی جس سے حضرت مفتی صاحب بہت خوش ہو گئے اس طرح اللہ تعالیٰ نے برادر موصوف کو اپنے والد محترم کا صحیح خلف الرشید بنایا۔ فطوبیٰ لہ ھذہ السعادۃ و ھنیئاً لہ بھذہ الخلافۃ۔

الغرض حضرت مفتی صاحب کی علمی طبیعت و مزاج میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کی توجہات کو بڑا دخل ہے، جس طرح حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی توجہات سے یہ مزاج بن گیا کہ وقت کی قدر ہو اور ضیاع وقت سے احتراز کیا جائے اور مفید عوامی تالیفات سے دین کی خدمت کی جائے۔

حضرت مرحوم کی خصوصیات و تالیفات اور دارالعلوم کراچی کی تاسیس پر اور "ادارۃ المعارف" قائم کرنے پر لکھنے والے بہت کچھ لکھیں گے اور لکھتے رہیں گے مجھے تو صرف یہ لکھنا ہے کہ بیک وقت وہ دارالعلوم دیوبند اور تھانہ بھون دونوں کی جامع شخصیت تھی اور دونوں کے صحیح نمائندے تھے اور علم و فضل کے ساتھ مزاج میں بے حد سادگی تھی، نہایت متواضع تھے، اہل علم و فضل کے بڑے قدردان تھے، باوقار بردبار تھے، ۱۳۴۴ھ سے لے کر آج

۱۳۹۶ھ تک میرا ان کا تعلق رہا، ابتداء سے انتہا تک جو چیز نظر آئی وہ یہ ہے کہ سادگی، تکلف، بے تعلقی، قدردانی، دینداری، تقویٰ، جون کے صحیح مسلک و مشرب کی نمائندگی کا صحیح حق ادا کیا، حضرت مفتی صاحب کو حق تعالیٰ نے بہت سی نعمتوں سے نوازا، اور اولاد صالح کی نعمت سے مرحومہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور اپنی عمر کے آخری مراحل میں "معارف القرآن" جیسی تفسیر کے ذریعہ سے بھی دینی خدمت انجام دے کر آخرت کے لیے بہت بڑا ذخیرہ جمع فرمایا۔

مجھے اس کا صدمہ ہے کہ جنازے کی شرکت سے محروم رہا، حضرت نے دھاں سے ۱۲ رکھنؤ قیام میں ایک ضروری کام سے سفر پیش آیا تھا، دھاں کی صبح کو اطلاع ملی بہت کوشش کی کہ کسی طرح جنازے میں شامل ہوسکوں، مگر ۱۲ بجے دن کے ایئرپورٹ تک ۱۵۰ میل بذریعہ ٹیکسی سفر کیا کہ شاید ہوائی جہاز میں کوئی سیٹ مل جائے، اور اس طرح یہ آرزو پوری ہوجائے لیکن افسوس کہ بے نیل مرام واپس آیا، دہلی تک ۱۵۰ میل سے ایک طرف تکلیف دہ اور مقصد میں ناکامی سے شکست خاطر واپس آیا، اور حسرتوں کو دل میں لے کر آیا، حق تعالیٰ اس تخلیف البدن خفیف الروح عالم باعمل کے درجات بلند فرمائے اور تمام زلات و سیئات معاف فرما کر رضوان و رحمت کے عالی مقامات پر پہنچائے، جنت الفردوس میں مقام نصیب فرمائے۔ آمین۔ اور ان کی صالح اہلیت کو ان کا صحیح جانشین بنائے۔

مولانا محمد احمد تھانوی صاحب نے تاریخ وفات میں متعدد مواد نکالے ہیں ایک ان میں سے "موت العالم الصالح موت العالم" ہے۔

مولانا اطہر علی بنگالی رحمۃ اللہ علیہ

یہ معلوم ہوکر مزید صدمہ ہوا کہ اسی رات اسی ۲ مارچ کو حضرت مولانا اطہر علی صاحب خلیفہ مجاز حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا طویل علالت کے بعد انتقال ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بنگلہ دیش کے ممتاز ترین عالم تھے، علمی و سیاسی خدمات میں مشہور بزرگ تھے، جس وقت بھی بنگلہ دیش مشرقی پاکستان تھا اس وقت مرکزی قومی اسمبلی کے ممبر بھی رہ چکے تھے، کچھ عرصہ نظام اسلامی پارٹی کے صدر بھی رہے، اسی دوران ایک دفعہ سالانہ عظیم اجتماع میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اور راقم الحروف کو بھی دعوت تھی، ایک جلسہ کی صدارت حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی تھی، راقم الحروف کے ذمہ تھی، بنگلہ میں تقریر کی، یہ تقریر اردو بنگلہ میں شائع کی گئی تھی اور ایک جلسے کے صدر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تھے، جو معہ اہلیہ کے ہمارے کشور گنج میں ایک مقیم ہمارے کارکن کے یہاں ٹھہرے تھے، یہ مدرسہ جو اپنی تعلیمی خصوصیت میں سب سے ممتاز تھا، کچھ عرصہ راقم الحروف اس کی مجلس شوریٰ کا رکن بھی رہا، بنگلہ میں مفتی بھی، مرحوم بنگلہ دیش (سابق مشرقی پاکستان) کے سب سے فاضل، میں جامع شخصیت تھے، وہ عالم بھی تھے، صوفی بھی، دیوبند کے فاضل تھے، تھانہ بھون کے بھی فیض یافتہ تھے، حضرت حکیم الامت کے خلیفہ تھے، سیاسی خدمات میں بھی حصہ لیتے تھے بلکہ عملی سیاسیات میں حصہ لینے سے مدرسہ کی علمی حیثیت کو نقصان پہنچتا رہا، وقت وقت مصلحتوں سے پیش نظر اس کا فائدہ

الحمد گیا لیکن مستقل طور پر مدرسہ کی حیثیت مجروح ہوتی گئی، جدید انقلاب میں افسوس کہ بہت شدید ابتلاء کے دور سے گذرے جس میں بھی رہے، آخر بہت سے ناقابل برداشت صدمات سے دوچار ہوکر اس دنیا فانی سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئے۔ حق تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس نصیب فرمائے اور ان کی علمی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرما کر درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے آمین۔

[۲ ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ/۲ نومبر ۱۹۷۶ء]

نواب محمد مسعود علی رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کہ ہمارے محترم مکرم فرمانروا جناب عشرت علی قیصر کے والد محترم جناب محمد مسعود علی صاحب طویل علالت کی بعد پنجشنبہ ۷ رشوال ۹۷ھ کو واصل بحق ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی بعض صفات وکمالات دیکھ کر رشک آتا تھا کہ اس پرآشوب دور میں قوت ایمان کے ایسے دل کش نمونے موجود ہیں۔ حدیث بخاری شریف میں جن سات اشخاص کے بارے میں لسان نبوت سے یہ بشارت سنی تھی اور پڑھی تھی کہ سات اشخاص قیامت کے روز میدان حشر میں عرش عظیم کے سایہ تلے ہوں گے، ان میں ایک شخص کے بارے میں یہ الفاظ ہیں "ورجل قلبه معلق فی المساجد(۱)" کہ ایک شخص وہ ہے جس کا دل ہر وقت مسجد میں رہتا ہے، پہلی مرتبہ اس کا مصداق مرحوم کو دیکھا کہ ہر وقت مسجد کی حاضری کی فکر دامن گیر رہتی تھی، نماز پڑھ کر آتے ہی دوبارہ دوسری نماز کی فکر کا شدید تقاضا شروع ہوجاتا، بیماری اور بے ہوشی کے عالم میں بھی مسجد جانے کی فکر اور تقاضا رہا، اس آخر عمر میں مسجد بہت پہلے پہنچتے تھے، خود اذان اقامت کی خدمت انجام دیتے تھے، دوسری قابل غبطہ بات یہ دیکھی کہ ہر وقت زبان پر ذکر اللہ جاری رہتا۔ حدیث نبوی میں ہے "لا تزال لسانك رطباً من ذكر الله(۲)" کہ تمہاری زبان اللہ کی یاد سے ہر وقت تر وتازہ رہے، اس حدیث کا مصداق آپ کی ذات گرامی کو دیکھا، حق تعالیٰ درجات عالیہ جنت الفردوس میں نصیب فرمائے اور بال بال مغفرت فرمائے اور اس جانکاہ حادثہ میں ہمارے کرم فرما قیصر صاحب کو اور ان کی بقیہ اولاد کو صبر جمیل اور اجر جزیل نصیب فرمائے اور تمام پسماندگان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

[۲ ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ]

(۱) صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ، ج: ۱ ص: ۹۰، ط: قدیمی
(۲) سنن الترمذی، ابواب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی فضل الذکر، ج: ۲ ص: ۱۷۳، ط: فاروقی کتب خانہ

مولانا محمد احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کہ سال ۱۳۹۶ھ کے اختتام پر کئی اکابر کی وفات کے حوادث پیش آئے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی (دارالعلوم دیوبند کے مفتی اور پاکستان کے مفتی اعظم، تلمیذ امام العصر مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ وحجاز بیعت حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) نے سفر آخرت اختیار کیا، جذب عارف باللہ حسن صاحب مجاز صحبت حضرت حکیم الامت تھانوی واصل بحق ہوئے اور حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید مولانا نیاز محمد بنوی، بانی دار العلوم الاسلامیہ کی مروت ضلع بنوں راہی دار آخرت ہوئے، رحمہم اللہ جمیعاً واسکنہم اللہ دار النعیم۔

حسرت و افسوس ہے کہ سال ۱۳۹۷ھ کے آغاز پر دو حادثے پیش آئے۔ ایک حادثہ یہ کہ مولانا محمد احمد تھانوی (برادر خورد حضرت مولانا جمیل احمد تھانوی) نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم عالم تھے، فاضل تھے، جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی و مہتمم تھے اور مادہ ہائے تاریخی کے استخراج میں یکتائے وقت تھے، ان دو تین سالوں میں بڑے بڑے وقعات وحوادث اور وفیات کے تاریخ مادے نکالنے میں مرحوم نے اپنے جوہر دکھائے۔ کسے کیا معلوم تھا کہ یہ تاریخ نگار جو ۱۳۹۶ھ کے اختتام تک اکابر کے تاریخی مادے نکالتا رہا دو سال نو (۱۳۹۷ھ) کے بالکل آغاز میں ہمارے محترم کو خود ہمارے نو کی تاریخی شخصیت بن جانے کا مادہ عبرت کدہ عالم کے تاریخی بصائر ہیں جو چشم بصیرت کے لیے درس عبرت ہیں اور آنسو بہانے کی لیے سامان حزن وملال:

سنی حکایت ہستی تو درمیان سے سنی — نہ ابتداء کی خبر، نہ انتہا معلوم

اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس نصیب فرمائے اور ان کی ذریت کو ان کا خلف الصدق بنائے، آمین۔

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

دوسرا حادثہ مولانا عبدالماجد دریابادی مدیر "صدق" کی وفات کا ہے، مرحوم نے صرف عمر طبعی پوری نہیں کی بلکہ تقریباً ایک صدی مراحل عمر طے کر کے سفر آخرت پر روانہ ہوئے، مرحوم ایک مفکر، صاحب بصیرت، فلسفی مزاج، حقیقت آگاہ شخصیت تھی، آخری ساٹھ سالہ زندگی کا شاید ایک لمحہ بھی مرحوم نے ضائع نہیں کیا۔ ہماری نگاہ میں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے بعد پہلی شخصیت ہے جس نے نظم وضبط کے ساتھ تمام علمی مشاغل جاری رکھے جس میں کوئی خلل نہیں آنے دیا، اردو میں مخصوص ہوئی اسلوب کے مالک تھے اور ایک خاص طرز انشاء کے ممتاز ترین ادیب تھے اور متحدہ ہندوستان میں جو ممتاز ارباب قلم گذرے ہیں ان میں سے ایک ممتاز فرد تھے، احادیث اور قرآنی آیات سے اصلاحی نکات کے استنباط کا اچھا سلیقہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا، مرحوم رسمی عالم نہ تھے لیکن باوجود اس

کے اپنی علمی صلاحیت سے بڑا کام مرتب قرآن کریم کی تفسیر تین جلدوں میں لکھی اور عربی دان طبقہ پر بڑا احسان کیا کہ عربی تفسیر کی اصلی عبارتیں سب نقل کردیں۔ رسمی عالم نہ ہونے کی وجہ سے اور ارباب کمال اور ارباب علوم نبوت سے راسخ صحبت کے نہ ہونے سے عقیدے میں پختگی نہ آسکی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی مغفرت ورحمت سے نوازے اور سیئات وزلات سے درگذر فرما کر خادمان دین کی صف میں جگہ نصیب فرمائے، آمین۔

[صفر المظفر ۱۳۹۷ھ/فروری ۱۹۷۷ء]

حکیم عبدالسلام صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کہ مورخہ ۲ رصفر ۱۳۹۷ھ ۲۲ رجنوری ۷۷ء ہمارے کرم فرما مخلص دوست جناب حکیم عبدالسلام صاحب ہزاروی مختصر علالت کے بعد ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم سے میری پہلی ملاقات ۱۹۳۲ء میں ہری پور میں ہوئی جبکہ مرحوم میر پور میں سکونت پذیر تھے (ہری پور کے مضافات میں ایک چھوٹی سی بستی تھی) اس وقت مرحوم "پیغام سرحد" ایک ہفتہ وار اخبار میں طبع آزمائی کرتے تھے، مرحوم نہایت باوقار، سنجیدہ، با اخلاق صحیح العقیدہ صحیح المسلک تھے، اکابر دیوبند ودین سے وابستہ تھے، سیاسی ذہن حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کا تھا، اسی پیٹ فارم پر سیاسی خدمات انجام دیا کرتے تھے اور متعدد بار قید وبند کا نشانہ بنے لیکن پائے استقامت کو کبھی لغزش نہیں ہوئی، علماء اور فضلاء سے ملاقات میں بہت مسرت اور روحانی کیف محسوس کرتے تھے اور ان کا مکان انہی علماء وفضلاء کا مہمان خانہ تھا، مجھے خاصے طبیب تھے، مرحوم مولانا حکیم واجمل خان صاحب سے طبی استفادہ بھی کر چکے تھے اور ان سے شرف تلمذ بھی حاصل تھا، آخری حیات میں بھی طب یونانی معاش کا ذریعہ تھا، لیکن چونکہ دماغ سیاسی تھا باوجود طبی مشاغل کے سیاسی افکار سے کبھی فارغ نہیں رہے، پاکستان میں جب یونانی طب کو باقاعدہ بنانے کی لیے محکمہ سرکاری ادارہ "آل پاکستان طبی بورڈ" قائم ہوا مرحوم اس کے چیئرمین مقرر ہوئے اور ملک کے طول وعرض میں دورے کرنے پڑے اور طبی امتحانات لیتے رہے اور سرٹیفکیٹ جاری کرانے میں نیک نیتی اور حسن اخلاق کا ثبوت دیتے رہے، مرحوم خوش روح، ہنس مکھ، خوش مزاج تھے اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے:

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اللہ تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائے اور حسن عقیدہ اور حسن کردار کی برکات سے مالا مال فرمائے۔ امید ہے کہ مرحوم کے صاحبزادے مولوی عبدالرشید ان کے صحیح جانشین ثابت ہوں گے۔ اور جناب طارق صاحب بھی ان کے نام کو روشن کریں گے۔

[ربیع الاول ۱۳۹۷ھ/مارچ ۱۹۷۷ء]

مولانا سید محمد زکریا بنوری رحمۃ اللہ علیہ

(والد ماجد حضرت بنوریؒ)

آہ میرے والد محترم انا للہ وانا الیہ راجعون:

ختم واز رفتن من عالمے تاریک شد
من ز غم ختم جو رفتم بزم برہم سا ختم

۲۴ جمادی اولیٰ ۱۳۹۵ھ، ۵ جون ۱۹۷۵ء یوم الخمیس (وما ادراک مایوم الخمیس) کی تاریخ میری زندگی کا دوسرا بڑا عظیم حادثہ ہے۔ اس سے پہلا حادثہ کبریٰ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ (متوفی ۳ صفر ۱۹۵۳ء) کا سانحہ وفات تھا۔ یہ دوسرا حادثہ کبریٰ میرے والد حضرت مولانا سید محمد زکریا صاحب کا وصال ہے۔ یوں تو زندگی میں بے شمار حوادث اور حوصلہ شکن واقعات بصد آزار سوانح پیش آئے لیکن یہ دو عظیم حادثے بدشباب پیش آئے کہ صبر و شکیبائی جواب دے چکی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلا حادثہ اس وقت پیش آیا جب کہ عالم شباب تھا، برداشت کی طاقت تھی لیکن حضرت والد کے وصال کا یہ دردناک سانحہ اس وقت پیش آیا کہ جوانی کی طاقتیں جواب دے چکی ہیں اور سید والد محترم کی جدائی کے زخم ابھی مندمل نہ ہونے پائے تھے، نیز اس سے قبل دو ڈھائی سال میں یکے بعد دیگرے مخلصین و احباب علماء و فضلاء کی رحلت، رفیقہ حیات کی بیماری، غرض مسلسل صدمات نے نڈھال کر دیا تھا۔

حقائق اور وجدانی کیفیات کے لئے الفاظ و تعبیرات کا دامن بہت تنگ ہوتا ہے۔ حقائق کی تعبیرات سے الفاظ بیشتر قاصر رہتے ہیں اور پھر اس مبالغہ آمیز دنیا میں کسی حقیقت کی صحیح ترجمانی کا حق ادا ہونا بے حد مشکل ہے۔

یوم الخمیس ۲۴ جمادی اولیٰ ۱۳۹۵ھ جون کے پہلے دس بجے چند روز کی شدید کرب و بے چینی کے بعد میرے والد محترم میرے آقا، میرے آقائی، میرے مربی، دنیا میں میرے ماوی، میرے ملجا و پناہ، اسلام کی متاع گرانمایہ، جہان علم و عمل کے جوہر آبدار، ایمان و عرفان کی عظیم ترین شخصیت اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئی جس کے لئے وہ مہینوں سے بیتاب تھے اور آخر چشم زدن میں عالم غیب کی طرف روانہ ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کا وجود ہمارے لئے سایہ رحمت الٰہی تھا، حق تعالیٰ کی ایک عظیم ترین نعمت تھی، ہزاروں نیم شبی اور نالہ ہائے سحری کا ایک سرچشمہ تھا جو خشک ہو گیا۔ ہمارے سکون قلب کا ذریعہ تھا جس سے ہم محروم ہو گئے۔ والد محترم کی وفات حسرت آیات صرف ایک والد کی مرثیہ خوانی نہیں بلکہ علم و عرفان کا مرثیہ ہے۔ ایک سب کرامات اخلاق عارف باللہ کا ماتم ہے۔ ایک محقق رموز کا رکا نوحہ ہے۔ ایک فیلسوف عصر کا غم

ہے۔ ایک اولوالعزم وجود کی جدائی پر اظہار حزن ہے، مجاہدات و ریاضت میں مصروف رہنے والی عظیم شخصیت کا ورود عالم ہے، ایک صاحب کمال معتبر کا نوحہ ہے، ایک باخدا صاحب مکارم اخلاق، جود و سخا، ہمت و شجاعت کا نالہ و شیون ہے، ایک گوشہ نشین صوفی، صاحب صدق و صفا کی جدائی و فراق کا درد و غم ہے، ایک عاشق رسول کا درد بے اضطراب ہے، اسرار کائنات کے دانائے راز کا گریہ و زاری ہے، حقائق و معارف کے عالم کی مرثیہ خوانی ہے، شریعت اسلامیہ کے یگانہ روزگار فضل کا نالہ فریاد ہے، طریقت و حقیقت کے واقف رموز کا حزن و غم ہے۔

والد ماجد کیا تھے؟ ایک گمنام ہستی! جس نے ایک عالم اپنے اندر سمیٹ رکھا تھا، شفیق بلخی، ابراہیم ادہم، بایزید بسطامی، سری سقطی، معروف کرخی، جنید بغدادی کے احوال و مواجید تو دنیا نے پڑھے ہیں لیکن اس فقیر بے نوا کی شبانہ پرواز کی کس کو خبر؟ تقلیل کلام، تقلیل مذموم، تقلیل اختلاط مع الانام کے واقعات تو آپ سن چکے ہوں گے لیکن اس مجاہد زمانہ کے احوال حیرت افزا کی دنیا کو کیا خبر؟ عنفوان شباب ہی میں تقلیل خوراک کی جب ریاضت شروع کی تو روزانہ صرف ایک مثقال خوراک یعنی ساڑھے تین ماشے غذا پر سالہا سال زندگی بسر کی، پندرہ دن میں بمشکل اجابت کی ضرورت پڑتی تھی، رویائے صادقہ و مبشرات کا جب سلسلہ شروع ہوا تو سولہ سال کی عمر سے میں سال تک سو مرتبہ سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت سے شرف یابی ہوئی، اور ہر دفعہ زیارت مبارکہ میں ارشادات و ہدایات، تحقین اذکار، نصائح عالیہ سے سرفرازی ہوتی تھی، "اویسی" نسبت کے وہ کمالات نصیب ہوئے کہ عقل حیران ہے، رویائے صادقہ اور مبشرات کا سلسلہ آخری عمر تک جاری رہا۔ اذکار و اشغال و مجاہدات کا اتنا غلبہ ہوا کہ عہد کیا کہ تمام زندگی اپنے پروردگار کی عبادت و مناجات میں گذاروں گا۔ آپ کے والد مرحوم حضرت سید میر مزمل شاہ رحمۃ اللہ کا وصال ہو گیا تھا، والدہ مکرمہ حیات تھیں جن کا اصرار تھا کہ ازدواجی زندگی اختیار کریں لیکن عزم عبادت و طاعت کے منافی سمجھ کر انکار کرتے رہے، یہاں تک کہ ایک خواب میں یہ حقیقت واضح کر دی گئی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فلاں بی بی سے فلاں خاندان میں عقد نکاح باندھ رہے ہیں، اس رویائے صالحہ کے بعد انکار ختم ہو گیا اور ازدواجی زندگی میں قدم رکھ ہی لیا اور اس رویائے صادقہ کی تعبیر اس طرح صادق آ گئی، مرشد کامل کی تلاش و جستجو کے لئے جب استخارہ کیا تو خواب دیکھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اچھا تم ٹھہرو، میں حق تعالیٰ شانہ سے پوچھ کر آتا ہوں، چنانچہ اس ساری حقیقت کا معائنہ خواب میں ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جاتے ہیں اور تشریف لاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جس قسم کی شخصیت کو تم چاہتے ہو وہ نہیں ملے گی لیکن تمہیں صبر نہیں آئے گا جاؤ تلاش کرو، چنانچہ ۱۹۰۶ء کے آخر میں یہ سفر شروع ہوا، بنور، سندھ، دہلی، بارگاہ سلطان الاولیاء اور اجمیر خواجہ چشتی کی بارگاہ سے گزرتے ہوئے شاہجہاں کے دربار بغداد پہنچے اور ہر جگہ ہر مقام پر چلے اور اعتکاف و مراقبات و مکاشفات کا سلسلہ جاری رہا۔ مہینوں اس طرح بادیہ پیمائی کی، اس درمیان عجیب و غریب واقعات اور حیرت انگیز مبشرات پیش آتے رہے، واپس آ کر تمام ہندوستان کی

بارہ پیدا کرنے کا ملکہ (تصوف کہتے) سے نکل میں تیزی اور پختگی کے درمیان کتنی ریاضات کے لئے ذیرہ
ذال، یا، جیم، ط، ۱، ہ، واو، ز، یا، ہ، ہ، ہ

بڑے تھپیڑے کھائے یہاں تک کہ امیر امان اللہ خان والیٔ افغانستان کے لئے سب سے پہلے جس نے ہوائی جہاز خریدے وہ حضرت والد ماجد ہی تھے جس کا پانچ لاکھ روپیہ آج بھی ہر اقرض افغان گورنمنٹ کے ذمے باقی ہے جو امیر امان اللہ خان کے تخت سلطنت سے محروم ہونے کے بعد طوائف الملوکی کی نذر ہو گئے، یہ واقعہ ۱۳۴۵ھ کا ہے۔

حیدرآباد دکن اور بھاول پور میں بڑے بڑے تھپیڑے کھائے، بہاول پور میں آج بھی متعدد نہروں کے پل ان کی یادگار ہیں۔ زراعت کا شوق ہوا تو افغانستان کے مشرقی علاقے مقام کمہ خوگیانی ضلع جلال آباد میں۔ جہاں حضرت والد ماجد کی ننہال سرداران محمد زئی آباد تھے۔ زمین خریدی، اپنے ہاتھ سے انار، بیدانہ کی شاخیں اور پودے لگائے جو بعد میں اس علاقے میں بیدانہ انار کا اعلیٰ ترین باغ شمار کیا گیا لیکن چھ ماہ کی اندر ہی سب کو ختم کر کے کابل میں اقامت گزیں ہوئے۔ جب کبھی کچھ کمایا اور ہزاروں کمایا گھر آ کر بیٹھ گئے دو چار ماہ میں سب مال و دولت ٹھکانے لگا دیا، کسی کا مکان بنوا دیا، کسی کی شادی کرا دی، جب سب کچھ خرچ ہوا تو پھر فکر کرنے لگے، الغرض اتنی انقلاب انگیز اور ہنگامہ خیز زندگی کسی کی نہ دیکھی نہ سنی اور کمال یہ ہے کہ ان کمالات میں سے کسی بھی کمال کو نہ پیشہ بنایا نہ ذریعہ معاش اور نہ کوئی اہمیت دی، سیلاب آیا اور گذر گیا۔ آخر زندگی فقیرانہ گذاری لیکن مہمانداری اور مہمان نوازی زندگی کی سب سے بڑی خصوصیت تھی جو ورثہ میں ملی تھی، ہزاروں لاکھوں کمائے لیکن میرے علم میں نہیں کہ کبھی زکوٰۃ واجب ہونے کا موقع آیا ہو:

قرار در کف آزادگان نگیرد مال
نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال

بے شمار مخلوق خدا کے ساتھ احسانات کئے مگر کیا مجال کہ کبھی دل میں اس کا خطرہ بھی گذرا ہو یا زبان پر کبھی ذکر آیا ہو۔ ان سب کمالات و کرامات میں سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ آپ نے اپنی ہستی کو ایسا مٹایا کہ چھوڑا کسی کو ان باتوں کی ہوا بھی نہ لگنے دی، آخری زندگی میں کوئی معاش کا ذریعہ اختیار نہیں کیا سب چیزوں کو بالکلیہ ترک کر دیا اور یاد خدا میں مسلسل تیس برس گذارے اور حق تعالیٰ نے راقم الحروف کو خدمت کی سعادت نصیب فرمائی: ذلك من فضل الله علينا وعلى الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون۔

اصحاب کمال کے بڑے قدردان تھے، کسی کی بات پسند آ جائے اتنی داد دیتے کہ حیرت ہوتی تھی، باوجودیکہ مزاج جلالی تھا لیکن ہر وقت خوش مزاج خوش طبع نظر آتے تھے۔ جس مجلس میں موجود ہوں سکون و وقار کے ساتھ پوری مجلس کی رونق ان سے ہوتی تھی، مزاج آخر تک صحیح رہا اور علمی موشگافیوں کی بڑی قدردانی فرماتے تھے۔ ابتدائی عہد تعلیم سے ہی کتابوں پر تعلیقات و حاشیہ نویسی کا شغل رہا، میرا یہ ذخیرہ حواشی جدیدہ اور شرح حدیقہ گلستان بوستان پر ان کی تعلیقات دیکھ کر تعجب ہوتا ہے، خط اتنا پاکیزہ کہ موتی ٹنکے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ خوش نویسی ایسی کہ بسا اوقات ان کے خطوط پر خصوصاً ابتدائی دور کے خطوط پر کسی ایرانی خوشنویس کا شبہ ہونے لگتا ہے،

حساب میں اتنی مہارت کہ حیرت ہوتی تھی، حالانکہ تعلیم جدید مڈل سے زیادہ نہ تھی لیکن مہارت ایسی کہ آج کل کے ایم اے کو نہ ہو۔ علمی مشغلہ عرصے سے متروک و مہجور تھا لیکن معلومات تازہ۔ ایک دفعہ ۱۳۴۶ھ میں دیوبند حضرت امام العصر مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی غرض سے تشریف لائے، ان دنوں حضرت شیخ مجھے اپنی کتاب "ضرب الخاتم علی حدوث العالم" پڑھاتے تھے، درس میں بیٹھ گئے اور تقریر سنتے رہے، اس وقت اتفاق سے علم کلام کا "مسئلہ خلق افعال عباد" جو مشکل ترین مسئلہ ہے زیر بحث آیا، شیخ نے تقریر فرمائی اور مشکلات سمجھاتے رہے، درمیان میں حضرت والد صاحب سوالات کرتے رہے، حضرت شیخ جوابات دیتے رہے، فراغت درس کے بعد حضرت شیخ نے دریافت فرمایا: حضرت! علمی مشغلہ کب سے متروک ہے؟ فرمایا: پچیس برس ہوئے، حضرت شیخ نے بہت تعجب سے سنا اور پھر مختلف مجالس میں بارہا فرمایا کہ "ان کے والد کا علمی مشغلہ پچیس سال سے متروک ہے لیکن معلومات عمدہ اور تازہ ہیں" "امام العصر جیسے علمی سمندر کی یہ داد قابل قدر ہے۔

امام غزالی و امام رازی کے عاشق تھے، ابن تیمیہ، ابن القیم کے قدردان تھے اور ان کی تبحر علمی کی داد دیتے تھے۔ شیخ ابن عربی، شیخ اکبر کے انتہائی مداح سرا تھے، مولانا روم کی مثنوی کی علمی مشکلات کی تمثیلات کے بے حد قدردان تھے اور کشف حقائق میں ان کو بے نظیر سمجھتے تھے۔

عربی، فارسی، اردو تینوں زبانوں میں عمدہ مصنف تھے، "مطالع انوار فی فضائل اہل بیت اطہار" عربی میں، "ایضاح المشکلات" اردو میں جس میں وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود وغیرہ مشکلات تصوف اور مشکلات کلام پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں، دو ضخیم جلدوں میں تحریر فرمائی۔ اپنے خوابوں کو جمع کیا ہے "المبشرات" نام رکھا اور تعلیقات میں ان کی تعبیرات "تعبیر المبشرات" کے نام سے لکھی ہیں۔ روح جنس کا مقولہ مجلس علمی نے ضبط کرادیا ہے۔ فرماتے تھے کہ مجھے صرف تین چیزوں سے محبت ہے: (۱) اللہ تعالیٰ سے (۲) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (۳) اپنی خوابوں سے۔ فرماتے تھے کہ خوابوں سے اس لئے محبت ہے کہ ان میں حق تعالیٰ کا وعدہ ہے اور یا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے۔ فرماتے تھے اگر شرعاً جائز ہوتا تو میں اپنے ان خوابوں کو اپنے ساتھ قبر میں دفن کرنے کا حکم دیتا۔ پھر مجھے ان کی حفاظت کی انتہائی وصیت فرمائی۔ الغرض دنیا میں نہ کسی کمال کو چھوڑا نہ کسی پہلو کو چھوڑا اور سب سے بڑا کمال یہ کہ کسی کمال کو کمال نہ سمجھا، نہ دل اس میں لگایا، البتہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ جو احسانات حق تعالیٰ نے مجھ پر کئے وہ اس دور میں کس پر کئے ہیں؟ وہ بہت سے ادوار ہیں۔ عربی شاعر نے صحیح کہا ہے:

انزعم انك جرم صغير وفيك انطوى العالم الاكبر

کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم چھوٹے سے جسم ہو حالانکہ تم میں تمام عالم اکبر سمٹ گیا ہے۔ کوئی اور عربی شاعر یوں گویا ہوا:

لیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

حق تعالیٰ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں کہ تمام عالم کو کسی ایک فرد واحد میں جمع کرے۔

امام بخاریؒ سے خواب میں پوری صحیح بخاری پڑھ کر اجازت لی اور حافظ بدرالدین عینیؒ سے عمدۃ القاری اور حافظ ابن حجر عسقلانی سے فتح الباری پڑھ کر اجازت لی۔ ایک دفعہ افغانستان میں امیر نصر اللہ خان نائب السلطنہ کابل کا ترکہ فروخت ہو رہا تھا اس میں حضرت والا نے ایک "سمور" کے پوستین کو ۱۴ ہزار افغانی روپیہ سے خریدا (مساوی ۱۰ ہزار روپیہ ضرب برطانوی) رات کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، محبت آمیز لہجہ میں عتاب فرمایا کہ جب تمہارے پاس دولت ہوتی ہے تو ایسا اسراف کرتے ہو کہ ہزاروں کا پوستین خریدتے ہو، ایک شخص آئے گا تمہارے پیٹ میں چاقو مار کر تمہاری آنتیں نکالے گا اور صاف دھو کر پھر رکھ دے گا اور سینہ سی دے گا، یہ شخص نورانی ہوگا اور اس کا چاقو بھی نورانی ہوگا۔ ایک دفعہ ایک بلی پال رکھی تھی اس نے جگہ ناپاک کر دی اس کو مارا گھر سے نکال دیا، رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، عتاب فرمایا کہ تم نے کیوں بلی کو مارا؟ کیا وہ عقل و شعور رکھتی ہے؟ خبردار! دوبارہ ایسا نہ کرنا، صبح جا کر بلی کو تلاش کیا اور گھر لائے۔ پڑوس میں ایک زمیندار نے پانچ روپیہ قرض مانگے، اتفاق سے قرض دینے سے انکار کیا، شب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، عتاب فرمایا کہ تم نے سائل کو کیوں روپے نہیں دیئے؟ جاؤ اس کے گھر دے کر آؤ۔ غرض اس طرح عجیب و غریب روحانی تربیت و عظیم ترین تعلق کا سلسلہ قائم تھا۔ کتنے مبشرات ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے انتہائی محبت اور وہ تعلق تھا جس کی نظیر عالم میں کم ملے گی۔ ایک دفعہ بیمار ہو گئے تھے، خواب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکریا! جب تم بیمار ہوتے ہو تو میں بھی بیمار ہوتا ہوں۔ جب تمہارے سر میں درد ہوتا ہے تو میرے سر میں بھی درد ہوتا ہے۔ اس قسم کے حیرت انگیز مقامات اور مبشرات کتنے ہیں۔ ایک دفعہ وسوسہ دل میں آیا کہ سکرات موت میں کیا حالت ہوگی؟ شیطان بہت پریشان کرے گا۔ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی فرمایا کہ "جہاں میں ہوں شیطان کا کیا کام"! وفات سے چند روز قبل میں حسب معمول اذان فجر سے کچھ قبل یا بوقت اذان رات کی حالت معلوم کرنے پہنچا فرمایا: آ گئے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! فرمایا آج حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، بادشاہ خاں (خادم خصوصی جو آخری وقت شب و روز خدمت کرتا تھا اور بے انتہا راحت پہنچاتا تھا) کو فرمایا: اے بادشاہ خان! جو خدمت تم کر رہے ہو میں بھی کرتا ہوں۔ سبحان اللہ! کیا مقام تھا، حق تعالیٰ کی زیارت کا شرف تو بے شمار مرتبہ حاصل ہوا، ایک دفعہ جب دیدار پُرانوار کی سعادت نصیب ہوئی، حق جل و علا نے فرمایا: "زکریا! تمہاری مثال میرے سامنے ایسی ہے جیسے کہ ایک ماں کے گود میں دو تین دن کا بچہ ہو، بچہ نہیں جانتا کہ ماں اس کے ساتھ کیا کیا کر رہی ہے"؟ ان ہی

نیام میں خواب دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا داد کی والدہ سے کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں نے خواب دیکھا کہ حق تعالیٰ کرسی پر جلوہ گر ہیں اور میں ان کا طواف کر رہا ہوں، جب یہ بیان شروع کیا ہی صورت و حالت سامنے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواب کی تعبیر دے رہے ہیں، مجھے تو معلوم نہیں کہ آج تک کسی نے اس انداز کے بشارات کی سعادت عظمیٰ حاصل کی ہو۔

بچپن سے داؤدی اور چھوپی سے سنا کرتا تھا کہ تمہارے والد کی عمر سو سال ہوگی، جملہ راقم الحروف کی عمر پانچ برس کی تھی یعنی اب سے تخمیناً ۵۰ برس قبل کی بات ہے، سنا اور ایک واقعہ خود بھی فرمایا کہ میری پھوپی بمشیہ "امریکا" نے ایک واقعہ جب میں پر حالت طاری ہوئی، میری پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ "تمہاری عمر سو سال ہے سو سال"۔ وہ صاحب خوارق و کرامت تھی، واردات و احوال غریبہ طاری ہوتے تھے، اس حالت میں جو بات کہتی تھی یقینی ہوتی تھی، بچپن سے دونوں بھائی بہن کا آپس میں خوش رابطہ سے زیادہ رابطہ تھا، ملاقات و زیارت میں جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی ایک دوسرے کے لئے دعائیں کرتے تھے، ان کا معمولہ فطری تھا، بغیر سابقہ ریاضات کے حالات طاری ہوتے تھے، والد صاحب کا معاملہ ریاضات کے بعد شروع ہوا، وہ بھی بڑی مشیہ، یعنی میری عمر نے مجھ سے فرمایا کہ ایک دفعہ شب قدر نصیب ہوئی اور اس کا علم بھی ہوا کہ شب قدر ہے، اٹھیں وضو کیا، نماز پڑھی، سب سے پہلے دعا اپنے بھائی کے لئے کی کہ ان کی عمر سو سال ہو، یہ باتیں میں سن چکا تھا، بہر حال اس انتخاب آفرین زندگی کے تمام نشیب و فراز دیکھ کر آخری حیات طیبہ یوں خدا میں بسر کی اور فیکٹ سو سال اپنی حیرت انگیز زندگی کے پورے کر کے اپنی جان و جان آفرین کے سپرد کر گئے، "نکہت گل" ہوئے نور کے ٹکڑوں میں واصل بحق ہوئے، یہ شب بیصد میری زندگی میں عظیم ترین صدمہ ہے، جب سید الانبیاء خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جن سے بڑھ کر استقامت و صبر کا پہاڑ ماں بھی نے نہیں دیکھا نہ کبھی دیکھے گی، سیدنا ابراہیمؑ اپنے جگر گوشے کی وفات پر یوں نغمہ سرا ہیں: "العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقك یا ابراھیم لمحزونون" حضرات صحابہ کرام پر جو صبر و استقامت کے پہاڑ تھے، حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت کیا کیا کیفیتیں طاری ہوئی تھیں۔

اے اللہ ہم تو ضعیف و ناتواں ہیں ہمیں صبر عطا فرما، اے اللہ اس حادثہ جانکاہ اور سانحہ فرحت میں ہماری اعانت فرما، آمین فرما۔

اور اے اللہ امیر سے اللہ تعالیٰ کے مرقد مبارک کو روضۂ من ریاض الجنۃ بنا دے اور ان کی روح پاک کو اعلیٰ علیین میں پہنچا کر اکرام و عزت فرما اور اے اللہ ان کا مسکن و ماوی جنت الخلد کو بنا اور اے اللہ ان سے وہ معاملہ فرما جو تیری شان اکرم الاکرمین کے شایان شان ہو، اے اللہ آپ کا معاملہ جو کہ یہاں بارگاہ رحمت سے ہے اور جو قبر میں بارگاہ قدس سے ہے وہ معاملہ فرما، اے اللہ جس طرح آپ نے اپنی ذات سے اور اپنے حبیب

پاک سے دنیا میں جو نسبت ان کو عطا فرمائی تھی آخرت میں اسی کے شایان شان رفع درجات و علو مقامات نصیب فرما جن کے بارے میں یہی کہا جائے "ما لا عین رأت و لا اذن سمعت و لا خطر علی قلب بشر"۔

اور اے اللہ! جس طرح ان کا آپ پر حسن ظن تھا اس کے مطابق معاملہ فرما اور اے اللہ! جس چیز کو ہم نہ جانتے ہیں اور نہ اسے اپنے جہل سے مانگ سکتے ہیں ان کو وہ نعمتیں نصیب فرما کر سرفراز فرما۔

اور اے اللہ! جس طرح آپ نے ہمیں ان کی حیات طیبہ میں دعوات کبری اور نالہ نیم شبی کی برکات سے سرفراز فرمایا تھا، مفارقت کے بعد ان کی روح پر فتوح کی برکات سے مالا مال فرما کر سرفراز فرما، تیری رحمت بہت وسیع ہے اور تیری قدرت بہت محیط ہے، اور اے اللہ! پشاور سے لے کر کراچی تک اور کراچی سے لے کر افریقہ تک اور افریقہ سے لے کر لندن و یورپ تک جن مخلصین و محسنین نے ایصال ثواب کر کے احسان فرمایا ہے اور جو محسنین ایصال ثواب فرما رہے ہیں ان سب کو اجر عظیم عطا فرما کر احسان فرما اور جن کے بے شمار تعزیت کے ٹیلیگرام اور بے شمار خطوط تعزیت آئے ہیں ان سب حضرات کا رفع درجات فرما۔ اور اے اللہ! ہمارے قلب حزیں اور پسماندگان کے قلوب محزونہ کو صبر و سکون عطا فرما کر احسان عظیم فرما۔

فالعیون دامعة والقلوب فاجعة ونحن بفراقه لمحزونون، ولا نقول الا مایرضی به ربنا تبارك وتعالیٰ. هذا وصلی الله علی خیر البشر اصبر من جاء ومن غیر صاحب القبر الاطهر ا لانور ومن تسکن قلوب المحبین بحبه و بذکره و بفکره، کلماذکر وخطر.

[۲۱ رجب امرجب ۱۴۱۵ھ / ۲۶ دسمبر ۱۹۹۴ء]

نامناسب نہ ہوگا کہ اگر ان خطوط تعزیت میں سے دو تعزیت نامے شائع کروں۔ ایک تعزیت نامہ برادر محترم مولانا محمد اشرف صاحب صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج کا ہے۔ دوسرا تعزیت نامہ برادر محترم مولانا عبد القدوس صاحب قاسمی کا جو شعبہ اسلامیات کے سابق صدر پشاور یونیورسٹی کے ہیں۔ وجزاهما الله خیرا بحسن عزائهما۔

محترمی ومعظمی حضرت الاستاذ المکرم رزقکم الله صبرا جمیلا وعافیة کاملة

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

ابھی ابھی حضرت آقائی نور اللہ مرقدہ والد ماجد اللہ تعالیٰ کی وفات حسرت آیات کی خبر "نوائے وقت" میں پڑھی۔ جس بات کا اندیشہ تھا آخر ہو ہی گئی۔

ان للہ وانا الیہ راجعون. اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وانزل علیہ شآبیب رحمتک وبرد مضجعہ وادخلہ فی اعلی الجنۃ جنۃ الفردوس، وارزقنا وارزق اھلہ صبرا جمیلا۔

اللہ تعالیٰ اس حادثۂ کبریٰ میں آپ کو صبر و استقامت عطا فرمائے۔ موت حق ہے آنی دوگی ہماری ہو یا آپ کی لیکن حضرت آغا جی رحمہ اللہ تعالیٰ کی موت ایک عصر کا خاتمہ، ایک کی موت، ایک کوشہ نشین محقق، ایک انتہائی بلند پایہ مصنف، ایک باخدا درویش، ایک مرتاض صوفی، ایک عارف یگانہ اور ایک عظیم شخصیت کی موت ہے، ایسے زندگی میں زمانے نے کم دفعہ ہی پیدا کیا اور نہ ان کی دوقدری جیسا ان کا حق تھا۔ لیکن حق یہ ہے کہ علم و عرفان، تقویٰ و ورع کا ایسا آفتاب و ماہتاب صدیوں میں دیکھنے میں آتا ہے:

سالہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید برون

ان کے تبحر علمی، ان کی کرامات، ان پر باری تعالیٰ کے محسوس انعامات و خصائص تو دنیا کی آنکھوں سے اوجھل ہی رہیں گے کہ وہ اس جنس الاموال کے اکھاڑے سے اپنا دامن بچا لیتے تھے۔ ان کی مرنجان مرنج طبیعت، ان کے وہ کمالات فضائل، ان کی محبت فقیر پر خصوصی نوازشیں، ہر ایک سے بزرگانہ شفقت، دیرینہ تعلق جب یاد آتا ہے تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ بہرحال زمانے نے ایک فرد وحید اور گوہر نجیب کو گم کر دیا۔ جن دلوں نے حضرت قدس سرہ کے تعلق کے عالم میں نہیں دیکھا وہ نہیں جانتے کہ عالم میں آفتاب نور و برکت سے محروم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ہم اپنے ایک عظیم بزرگ فرزند سے محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کی برابر ترقی فرمائیں اور ان کو جوار حبیبہ سید السادات شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے معاف فرمائے اور جنت میں اپنے دادا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آپ کو اور جملہ پسماندگان مرحوم کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اس سانحہ کبریٰ کا دین و آپ کا دنیوی و اخروی بدلہ دیں۔ ان کی برکات و فیوض اور ان کی دعا پر فوق سے ایضاً سے آپ کو ہمیشہ مالا مال رکھے۔ آمین۔

دل بیتاب سے آہ و فغاں، چشم گریاں سے اشک رواں، زبان سے دعائیں، ہاتھ اٹھا کر دعائیں، ہر وقت دعائیں سے نذر ہے۔ رحمت ہے مرحوم پر ہمیشہ رحمت آہ الفراق الی یوم التلاق:

مخلوق الحیاۃ وفی الممات خلق انت احدی المعجزات
علیہ تحیۃ الرحمات تتری برحمات غواد و رائحات

صدمہ عظیم ہے، یہ اشعار اس بارے میں پروفیسر یہ فرمتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کی غمگساری فرمائے اور

آپ کو اس صدمہ پر اپنی انتہائی نوازشوں اور رحمتوں سے نوازے۔ انشاء اللہ کراچی میں حاضری پر تعزیت کی سعادت حاصل کروں گا، بندہ کے جملہ متعلقین اور آپ کے اور حضرت آغا جی مرحوم کے دستر خوان کرم بہت بہت تعزیت اور اظہار غم کرتے ہیں، میرے تمام عزیزوں کی طرف سے پرسۂ غم قبول فرمائے۔

والسلام

شریک غم خاکپائے بزرگان

محمد اشرف

محدثی المحترم عزی اللہ مصابکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آغا جی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت آپ نے لکھا تو مصاب عظیم ہے ہم سب متعلقین کو بھی علی تفاوت الدرجات اس حادثہ فاجعہ میں کچھ حصہ ضرور ملا۔ اس عاجز کے بس میں اور تو کچھ نہ تھا صرف دعا ہی تھی اپنے گھر پر چند علماء و اصحاب و متعلقین کو دعوت دی کہ ان کے ایصال ثواب کے لئے ختم قرآن کریم پڑھا جائے، اور اس وقت سے لے کر اب تک دعاؤں میں یاد جاری ہے۔ آغا جی رحمۃ اللہ علیہ میں خاندان سادات کے بہت سے آثار نمایاں تھے۔ ان کی ذہانت، جرأت، شہامت علم، تقویٰ، اخلاص، شفقت کس کس وصف کو بیان کیا جائے، چند دن کی صحبت جو کراچی میں میسر آئی اس میں مجھے شفقت پدری کا گمان محسوس ہوتا رہا۔ بیوں کے مشاغل نے بہانہ بن کر آخری ایام کی دعاؤں سے محروم کر دیا ورنہ کئی بار ارادہ کیا کہ اور کچھ نہ ہو تو کم از کم ایک ہفتہ کے لئے حاضری دے آؤں۔ ان کے وصال کے بعد بھی آج تک وہی تیس بیس میں رہا کہ عریضہ کی بجائے خود ہی حاضر ہو کر شریک تعزیت ہو جاؤں، تعزیت کی شدت بڑھتی چلی گئی، اس نے بالآخر اس عریضہ کی تنسیخ پر آمادہ کر دیا۔

اخبارات میں تو حال روزنامہ جنگ وغیرہ کی طرف سے مجالس ایصال ثواب کی اطلاعات چھپتی رہتی ہیں۔ یعنی ملک بھر سے تحائف انکی روح مبارک کو برابر پہنچ رہے ہیں۔ ان کے اپنے اعمال خیر بھی عظیم تھے، ان تحائف کا ذخیرہ ان کے درجات کو مزید رفیع واعلیٰ کرے گا۔ واللہ عندہ حسن الثواب۔

آغا جی رحمۃ اللہ علیہ ان آخری ایام میں (جب کہ میں کراچی میں تھا) آپ کا ذکر ہمیشہ بہت احترام و محبت کے لہجہ میں کیا کرتے تھے۔ ان محسوس ہوتا تھا کہ جذبات محبت زیادہ ترقی پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ ان کے جذبات محبت کے ثمرات آپ کی ذات کو اور آپ کے جذبات شوق خدمت اور جذبہ اخلاص کے ثمرات ان کی روح کو احسن ما یجزی والدا عن ولدہ عطا فرمائے۔

حضرت مولانا عزیز گل صاحب مدظلہ نے مولانا محمد ایوب بنوری کے والد مرحوم کی تعزیت کے موقع پر

ان کو یہ شعر سنایا تھا، یہ عاجز بھی بزرگوں کی تسلیہ کے طور پر اس کا اعادہ کرتا ہے:

خير من العباس اجر ك بعده
والله خير منك للعباس

والسلام

عاجز محمد عبدالقدوس

(معرفت شعبۂ اسلامیات، پشاور یونیورسٹی)